بحر الفصاحت

جس مین

جواز و عدم جواز شعر اور حقیقت شعر عربی و فارسی و اُردو و اقسام شعر باعتبار اوصاف و اقسام نظم معنوی و لفظی و علم عروض و قوافی و ارادیف و رباعی و تراکیب بحور و دوائر و تقطیعات و امتیاز فصاحت و بلاغت و علم معانی و بیان مع متعلقات فعل و بحث حصر و وصل و فصل و انشاد ایجاز و اطناب و تشبیہات و استعارہ و کنایہ و مجاز و علم بدیع و صنائع لفظی و معنوی و اقسام نثر معنوی و لفظی و سرقات شعریہ و عیوب کلام وغیرہ وغیرہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج ہین کہ جس کا جواب اُردو تو کیا ہے عربی و فارسی مین بھی یکجائی اس جامعیت کے ساتھ ملنا مشکل ہے

مصنفہ

فاضل اجل ماہر اکمل عالیجناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب ید فیضہ متخلص بہ نجمی رامپوری

بسرپرستی و قدردانی عالیجناب منشی بشن نرائن صاحب بھارگو مالک مطبع دام اقبالہ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ مین چھپی

بار دوم سنہ ۱۹۲۶ع

مولانا محمد نجم الغنی صاحب مصنف کتاب ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثنا نثار بارگاہ ناظم مجموعۂ کن فکان شیرازہ بند اوراق زمین و آسمان ہے جسنے معشوق سخن کو
بے خال و خط آراستہ و پیراستہ فرمایا اور شعراے نو و کہن کو مشاطگی عروس نظم مین ہمہ تن مصروف کیا شان
اُسکی لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوًا احد ہی (جل جلالہ) اور ہدیۂ نامحدود صلوٰۃ و درود اُس مطلع قصائد
ایجاد و تکوین مخزن انوار صمدی معدن اسرار احدی کو سزاوار ہے جسکے پرتو نبوت نے رباعی دنیا کو نور ایمان
سے بیت المعمور بنایا اور صفحہ شش جہات عالم سے ظلمات کفر و شرک کو مثل حرف غلط کے مٹایا نام
اُن کا محمدؐ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور گوہر شاہوار تحیت اور لآلی آبدار منقبت تحفہ آستان مقدس و جناب
اقدس حضرات اہل بیت اطہار اور اصحاب کبار اور ائمہ عالی مقام اور اولیاے کرام رضی اللہ عنہم ہے
جو ہنگام جواب ہر سوال کے جان فصاحت قالب تقریر مین ڈالتے اور وقت تفسیر آیہ آسمانی کے قند و گلاب
باہم ملاتے اُن کا ہر کلمہ رحمت کا باب ہے اور ہر فقرہ کلام مغفرت انتساب ہے ؎

سلطانِ کلامِ فصحا ہے سخن اُن کا ۔۔ ہے ترجمہ قرآن مبین کا دہن اُن کا

بعد ازین فقیر حقیر بندۂ ناچیز ابجد خان دبستان نادانی محمد نجم الغنی خان طلبگار افضال سبحانی المتخلص بہ نجم
و نجمی ساکن رام پور ملک روہیلکھنڈ ابن مولوی محمد عبد الغنی خان ابن مولوی محمد عبد العلی خان ابن مولوی
محمد عبد الرحمن خان ابن مولانا حاجی محمد سعید خان برد اللہ مضجعہم عرض رسا ہے کہ اس مجموعۂ لطافت
موج خیز دریاے بلاغت کو جس کا عرف بحر الفصاحت ہے اور تاریخی نام اسکا مقاصد البلغا
(۱۲۹۹) ہے سنہ بارہ سو ننانوے ہجری مین تالیف کرکے سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین چھپوایا تھا اب کہ تیرہ

تینتالیس ہین اسپر نظر ثالث کرکے بقدر ضرورت کمی بیشی بھی کی گئی ہے۔ اس ہین طالبین کے فائدے اور اور اہل بصیرت کیلئے جواز و عدم جواز شعر اور حقیقت شعر عربی و فارسی و ریختہ (اُردو) و علم عروض و قافیہ و علم معانی و بیان و بدیع وغیرہ کی چند باتین ضروری ایک صدف اور چار جزیرون مین لکھی گئی ہین صدف حقیقت شاعری عربی و فارسی و اُردو و کیفیت زبان ریختہ و جواز و عدم جواز شعر و اقسام شعر کے بیان مین ہے اور اس ہین چھ موتی ہین پہلا موتی شعر عربی و فارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز و عدم جواز کے بیان ہین دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان ہین تیسرا موتی شعر کی تعریف ہین چوتھا موتی شعر کی قسمون ہین باعتبار اوصاف کے پانچوان موتی شعر کی تفصیل ہین باعتبار اقسام نظم کے چھٹا موتی اقسام نظم ہین باعتبار مضمون تھے پہلا جزیرہ عروض کے بیان ہین اور اس فن کو ہم چھ فصلون ہین لکھین گے اور ہر فصل کا نام جزیرے کی مناسبت سے شہر ہے پہلا شہر بحرون کی ایجاد کے ذکر ہین دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرون کی ترکیب اور دائرون کے بیان ہین تیسرا شہر زحافون کے بیان ہین چوتھا شہر تقطیع کے بیان ہین اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر ہین پانچوان شہر بحرونکی تفصیل ہین چھٹا شہر رباعی کے بیان ہین دوسرا جزیرہ قافیے کے بیان ہین اس کا حال پانچ شہرون ہین ذکر کیا جائے گا پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان ہین دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے ذکر ہین تیسرا شہر قافیے کے عیبون کے بیان ہین۔ چوتھا شہر اقسام قافیہ ہین باعتبار وزن کے۔ پانچوان شہر ردیف کے بیان ہین تیسرا جزیرہ فصاحت و بلاغت ہین اس ہین تین شہر ہین پہلا شہر علم معانی کے بیان ہین اور یہ شہر آٹھ باغ رکھتا ہے پہلا باغ اسناد خبری کے بیان ہین دوسرا باغ مسندالیہ کے حالات ہین اس ہین دو چمن ہین چمن اول تقتضائے ظاہر حال کے موافق ہین چمن دوم مقتضائے ظاہر حال کے خلاف ہین تیسرا باغ مسند کے احوال ہین چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان ہین پانچوان باغ قصر کے بیان ہین چھٹا باغ۔ انشا کے حال ہین ساتوان باغ فصل و وصل کے حال ہین آٹھوان باغ ایجاز و اطناب و مساوات کے بیان ہین دوسرا شہر علم بیان کے ذکر ہین اس ہین چار باغ ہین پہلا باغ تشبیہ کے بیان ہین اس باغ ہین چھ چمن ہین پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان ہین دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان ہین تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیان ہین چوتھا چمن اداۃ تشبیہ کے بیان ہین پانچوان چمن اقسام تشبیہ کے بیان ہین چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ ہین باعتبار قوت و ضعف کے مبالغے ہین دوسرا باغ استعارے کے ذکر ہین اس ہین پانچ چمن ہین پہلا چمن طرفین استعارہ کے بیان ہین دوسرا چمن وجہ جامع کے بیان ہین تیسرا چمن استعارے کے بیان ہین باعتبار مستعار منہ اور

مستعار لہ اور وجہ جامع کے چوتھا چمن استعارے کی قسمون کے بیان مین پانچوان چمن استعارے کے حُسن وخوبی کی شرائط مین تیسرا باغ مجاز مرسل کے بیان مین چوتھا باغ کنایے کی تصریح مین۔ تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین اس مین دو باغ ہین پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان مین۔ دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر مین چوتھے جزیرے مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحراے وحشت انگیز ہین شہر اقسام نثر مین اور اس شہر مین دو باغ ہین پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے دوسرا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار معنے کے صحراے اول عیوب کلام مین صحراے دوم سرقات شعری کے بیان مین۔

اُمید ناظرین پر تمکین سے یہ ہے کہ ؎

جہان پائین طرز بیان کچھ خلاف	نجھے رکھین طعن زبان سے معاف
کہ شاعر نہین مین سخنور نہین	زبان دان نہین نکتہ پرور نہین
نہ دعواے شیوا بیانی مجھے	نہ لاف کمال معانی مجھے
نہ مین قابل اعتبار سخن	نہ خواہان جاہ ووقار سخن

گو اپنے نزدیک غور وتامل کو کسی موقع پر معاف نہین رکھا لیکن بمقتضاے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان سہو وخطا ہر شخص کی آب وگل مین سرشتہ ہے جس سے خطا نہو وہ آدمی نہین فرشتہ ہے اگر غلطی وسہو پائین تو اصحاب مروت کیش وارباب دُور اندیش عیب پوشی کرین اور نگاہ لطف کی اصلاح سے محو فرمائین ؎

یہ زیر چرخ دیکھا مین نے اکثر	ہزارون عیب جو ہین اہل ہنرور
اگرچہ لالہ ہو غیرت وہ باغ	ہزارون ہی نکالین عیب جو داغ
جواہر مین ہنر ہون گرچہ وافی	جو دیکھین مو کرین بس موشگافی
ہمیشہ عیب جویون کا ہی یہ ڈھنگ	کہ لعل بے بہا کو کہتے ہین سنگ

یہ تو یقین ہے کہ جو دانا اور دور اندیش ہین وہ بسبب اپنی بلند حوصلگی کے میرے کلام کی پستی کو اپنی طرف کھینچینگے اور بہ لحاظ من ضحک ضحک کے حاسدانہ مجھپر نہ ہنسین گے کہ اصل وماخذ میرا مقالات اساتذہ سلف وخلف ہے پس عیاذاً باللہ جس کسی نے نکتہ چینی اور اظہار عیب مین سعی کی تو اُسنے گویا دست گستاخ دامن تحقیق اساتذہ مین مارا کہ مین اُنکا مقلد اور پیرو ہون۔

جب کبھی اس روضۂ ریاحین کی سیر ونظارہ سے حظ اُٹھائین مؤلف ہیچ میرز کو بدعاے فلاح دارین

یاد فرمائین کہ اسکے تالیف کرنے سے فقیر سراپا تقصیر کے یہی خاطر نشین ہے نہ غرض تحصیل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مطبوع طبائع بلغاے آفاق کرے اور صاف درونان بے نفاق کی دستاویز بناے اور کور سوادان ذی الشقاق زادہم اللہ مرض النفاق کی زہر بھری آنکھون سے محفوظ رکھے مصرع

اللہ نہ ڈالے کام کبھی نکتہ گیر سے

صدف بیان حقیقت شاعری عربی وفارسی واُردو وکیفیت زبان ریختہ وجواز وعدم جواز شعر واقسام شعر مین

اس مین تین موتی ہین۔

پہلا موتی شعر عربی وفارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز وعدم جواز کے بیان مین

مرأت آفتاب نما۔ روضۃ الاحباب۔ تذکرہ دولت شاہی۔ زین القصص۔ روضۃ الصفا کامل التواریخ اور تفسیر معالم التنزیل مین آیا ہے کہ شعر کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدم صفی اللہ نے اُسکے ماتم مین مرثیہ اشعار مین کہا تھا امیر خسرو دہلوی اسی معنی مین کہتے ہین ؎

دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم	ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم

مرزا صائب کا قول ؎

طبع موزون حجت فرزندی آدم بود	آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود

لیکن بعض اس امر کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ پیغمبر شعر گوئی سے مبرا ہین اور زمخشری بھی کہتا ہے کہ یہ روایت محض غلط ہے انبیا علیہم السلام اس بات سے معصوم ہین یہی قول امام فخر الدین رازی کا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس غم ورنج کے مرثیے کو زبان سریانی مین نثر کے اندر ادا کیا تھا کیونکہ اُنکی زبان سُریانی تھی پھر اُس کا ترجمہ زبان سریانی سے زبان عربی مین شعر مین موزون ہوا چنانچہ یہ شعر ترجمہ کیے ہوے یعرب بن قحطان کے کتاب روضۃ الصفا تاریخ طبری اور روضۃ الاحباب وغیرہ مین منقول ہین۔ ؎

جو مقتول ہوا اور قبر نے اسکو اپنے اندر لے لیا	وجہ الارض مغبر قبیح اور روے زمین خراب اور گرد آلود ہے وقل بشاشۃ الوجہ الملیح اور کم ہوگئی تازگی خوبصورت چہرے کی قتیلا قد تضمنہ الضریح	یعنی افسوس ہے ہابیل پر ایک بیٹا	تغیرت البلاد ومن علیہا یعنی متغیر ہوگئے شہر اور اُنکے رہنے والے تغیر کل ذی طعم ولون یعنی بدل گئی ہر مزہ دار اور رنگ والی چیز فوا اسفا علی ہابیل ابنی

وجاورنا عدو ولیس یفنی	بعین لا یموت فنستریح
اور ہمسایہ ہوگیا ہے ہمارا وہ دشمن جو فنا نہین	تا کہ ہم راحت پائین

زبان عربی اور ایجاد شعر عربی -

قاسم بن سلام بغدادی نے لکھا ہے کہ شعر عربی کا موجد یعرب بن قحطان ہے چنانچہ یہ اُس کا کلام ہے

من الناس من اب وام	حلیف جهل وحلیف علم
یعنی بعض لوگ اپنے مان باپ سے یعنی پیدائشی طور پر	جہالت پسند ہین اور بعض علم دوست

اور بعض کہتے ہین کہ اشعر بن سبائینی اکثر کلام موزون بولا کرتا تھا اور لوگ اُسکے سخنہاے موزون کو شعر کہا کرتے تھے پھر شدہ شدہ لفظ شعر نے کلام موزون مقفے پر یہان تک اطلاق پایا کہ جس کسی نے ایسا کلام کہا وہ شاعر کہلایا - صاحب نزہتہ الناظرین کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک عرب کا پہلا شاعر خلجان بن ادہم کاتب ہود علیہ السلام ہے - بلحاظ زبان عرب کے دو طبقے مشہور ہین ایک عرب عاربہ دوسرا عرب مستعربہ اور تاریخی حالات کے اعتبار سے عرب چار طبقون پر اس طور سے تقسیم کیا گیا ہے (١) عرب عاربہ یہ نام اُنکا اسلیے ہوا ہے کہ انکو عربیت مین بہت دخل تھا یا اس وجہ سے کہ یہی گروہ عربیت کا فاعل و موجد ہے اب اس گروہ کی نسل کا کوئی شخص جہان مین باقی نہین رہا (٢) عرب مستعربہ اس طبقے کو اس نام سے اسلیے موسوم کرتے ہین کہ کل اسما و لغات عربیہ اُن مین عرب کے طبقۂ اولے سے منقول ہوکر آئے ہین گویا یہ اب ایسے حال مین ہوگئے ہین کہ اس سے پیشتر اس حال پر اُنکے اہل نسب نہ تھے اور چونکہ عرب کا طبقہ اولے بہ نسبت انکے مقدم ترین گروہ سے تھا باین لحاظ لغت عربیہ اُنکی اصلی زبان مانی گئی - اس طبقے کا مورث اعلیٰ قحطان ہے جسکے نسب مین اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے اور کچھ لوگون کا خیال ہے کہ وہ یمین بن قیذار کا لڑکا ہے اور بعض کے نزدیک جناب اسماعیلؑ کی اولاد سے ہے بنو قحطان عرب عاربہ کے معاصر تھے اور یعرب بن قحطان اُنکے نامی اور عظیم الشان بادشاہون مین سے ہے اسی گروہ نے عرب عاربہ کا نام و نشان عالم ہستی کے صفحہ سے ایسا مٹایا کہ حشر تک نام کے سوا اُن کا نشان کہین ڈھونڈھنے سے بھی نہ مل سکے گا بنی جرہم اسی طبقے مین شمار کیے جاتے ہین جن مین حضرت اسماعیلؑ نے پرورش پائی اور اُنھین سے عربی زبان سیکھی تھی ورنہ نہ وہ عرب کے رہنے والے تھے نہ اُنکی عربی زبان تھی (٣) عرب المتعرب اس گروہ کے مورث اعلیٰ حضرت اسماعیل ہین یہ طبقہ دوسرے طبقے سے نسبًا اور زمانًا بہت ہی قریب ہے (٤) عرب مستعجمہ وجہ تسمیہ اس گروہ کی یہ ہے کہ جب اسلام کی عالمگیر روشنی نے عرب کو شرک و الحاد کی تاریکی سے نکالکر ایک

طرز کی دولت وحکومت کی بنا ڈالی تو عجمون کی مخالطت و مجالست نے اُنکی اُس زبان کو جو کہ اصلی مادری زبان کی قائم مقام ہو رہی تھی ایسا کچھ متغیر و تبدل کر دیا کہ بہ ظاہر بالکل مخالف ہو گئی یہ طبقہ درحقیقت طبقہ ثالثہ کی اولاد ہے۔

متقدمین مین عمدہ ترین شعراے عرب جریر اور ابو الفراس فرزدق وغیرہ ہین اور متاخرین مین ابو الطیب متبنی۔ ابو نواس۔ اصمعی۔ ابو دلامہ۔ ثعلب اور دعبل وغیرہ ہین۔ مگر جاہلیت کے کلام مثلاً سبعہ معلقہ اور دیوان حماسہ کے مرثیون کی بہ نسبت دیوان متبنی یا دوسرے مؤلدین کا کلام شکل پسند ہے نازک خیالیون اور بلند پردازیون سے بھرا ہوا ہے۔ زبان عربی کی سند اہل دیہات سے لی جاتی ہے اس لیے کہ شہرہاے مشہور مثل کعبۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کی زبان غیر فصیح ہے سند کے لائق نہین کیونکہ ہر سال ملکون سے مختلف زبانون کے آدمی جمع ہوتے ہین اور اب وہان اکثر ہند بخارا افغانستان اور دیگر ممالک کے آدمی آباد ہین جو بسبب گذرنے ایک دو پشت کے عرب کی شکلون مین ہو گئے ہین ورنہ شیبی کلید بردار خانۂ کعبہ اور سقاے زمزم (یعنی بنی عباس) اور شریف مکہ یا خال خال اور دو چار گھر کے سوا کوئی عربی الاصل نہین مگر اہل بادیہ کہ محض عربی النسل ہین زبان اُن کی صحیح ہے اور عربیت مین جاہلون اور بدوٗن کی گفتگو کی سند لیجاتی ہے۔

شعر زبان فارسی

شعر فارسی کی ابتدا بہرام گور سے ہے کہ ایک روز شکارگاہ مین شیر کو مار کر بے ساختہ یہ مصرع بول اُٹھا۔ مصرع منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ ۞ وہین اُسکے وزیر نے جو نہایت ذکی ذہین حاضر جواب اور اُسکے ہمرکاب تھا مصرعہ ثانی سے جواب دیا مصرع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ ۞ بعض کہتے ہین کہ مصرعۂ ثانی اُسکی معشوقہ دلارام نام نے جواب مین کہا تھا۔ صاحب نزہتہ الناظرین کہتا ہے کہ شعر فارسی کی ابتدا فرائرج حکیم معاصر ضحاک سے ہے اور یہی قول معتبر معلوم ہوتا ہے صاحب فرہنگ انجمن آراے ناصری نے جو معتبر اہل زبان فارس سے ہے یہ دو شعر اُسکے اپنی کتاب مین نقل کیے ہین۔

جهان دانی همه سر او باشد ز سر او ست گفتن نام سر او	ترا گر فرزدان داد باشد ۞ همه سر او هم سر او باشد

سابق مین اہل ایران شاعری سے بخوبی واقف نہ تھے جب ملک ایران اہل اسلام کے قبضے مین آیا تو اختلاط اہل عرب سے ایرانیون نے بھی مذاق شعر حاصل کیا اور اول اول مُلّا عباس مروزی نے خلیفہ مامون عباسی کی مدح مین دوسری صدی کے آخر مین زبان فارسی مین قصیدہ کہا جسکا مطلع یہ ہے۔ ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین	گسترانیدہ بجود و فضل در عالم یدین

اور بعض کہتے ہین کہ شعر فارسی کی ابتدا مسلمانون مین یعقوب بن لیث صفار سے ہے جسکا عہد سنہ دو سو اکاون مین تھا اور ایک گروہ کے نزدیک شعر فارسی کی ابتدا حکیم ابو حفص سغدی سے ہوئی جو تیسری صدی ہجری مین گذرا ہے شعر اول اُس کا یہ ہے ؎

آہوے کوہی در دشت چگونہ دودا	یار ندارد بے یار چگونہ رودا

ابتدا مین شعر گوئی خال خال اور بے مزہ تھی عہد سلاطین سامانیہ مین استاد رودکی سمرقندی پیدا ہوا اور زبان فارسی مین اول اُس نے دیوان جمع کیا اور طرح مدح گوئی کی بھی اُسی نے ڈالی پھر فردوسی وغیرہ ظاہر ہوے اور اسی زمانہ مین شعر عربی کا بھی بہت چرچا ہو گیا یہانتک کہ متنبی کوفی نے جو عمدہ ترین شعرا سے متاخرین سے تھا خوب داد سخنوری دی۔ سلطان محمود غزنوی کے عہد مین شاعری فارسی کی خوب پھیلی چنانچہ اُسکی سرکار مین تین سو شاعر نوکر تھے سرآمد اور منتخب اُنکے عنصری اور فردوسی تھے پھر رفتہ رفتہ رواج اُسکا زیادہ ہو گیا اور خاقانی۔ ثنائی۔ انوری۔ نظامی۔ سعدی۔ خسرو۔ فیضی۔ حافظ۔ جامی۔ ہلالی۔ فغانی۔ ظہوری۔ نظیری۔ عرفی۔ صائب۔ کلیم۔ سلیم۔ اور قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین حق سخنوری بخوبی ادا کیا اور اس فن کو کمال عروج پر پہونچایا اور ان مین سے ہر شاعر خاص ایک طرز مین ید طولے رکھتا تھا مثلاً فردوسی رزم کا دھنی تھا اور اگرچہ وہ اس خاص صنف مین اسدی اور دقیقی کا پیرو ہے مگر دونون سے گوے سبقت لے گیا ہے نظامی بزم مین کمال رکھتا تھا اور سعدی موعظت مین جس طرح عرب کے شعرا مین امرالقیس گھوڑے اور عورت کی تعریف اور عیش کے بیان مین مشہور تھا اور اعشے حسن طلب اور وصف شراب مین ضرب المثل تھا اور اسی طرح ہر شاعر کی شہرت کسی خاص بیان کے ساتھ مخصوص تھی۔ رودکی فردوسی اور اسدی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہ تک دیکھا جاتا ہے تو ان کا کلام کسی قدر تفاوت سے ایک ہی ڈھنگ پر ہے ان مین کوئی فرق نہ تھا اگر تھا تو اُسیقدر جسقدر ہر شاعر مین اپنے خاص طبعی جذبات کے لحاظ سے اور دوسرے شاعر مین ہوتا ہے پھر سعدی شیرازی طرز خاص کے موجد ہوے اور غزل سرائی اگرچہ پہلے سے جاری تھی لیکن اُنکی غزلون مین جو فصاحت و سلاست و متانت پائی جاتی ہے کسی کی غزلون مین نہین خواجہ حافظ بھی اس صنف مین سعدی کے قدم بہ قدم چلے مگر سعدی سے بہت آگے نکل گئے جامی اور ہلالی وغیرہ نے انھین کی طرز اختیار کی امیر خسرو دہلوی اور مرزا اشرف جہان کی بھی وہی طرز ہے پھر فغانی کی نازک خیالی و شیوا بیانی لوگون کو پسند آئی اور اُس کا تتبع ہوا ظہوری نظیری۔ عرفی وغیرہ کی یہی طرز ہے پھر صائب و کلیم و سلیم و قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد مین فن سخنوری کو رونق بخشی۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعراے ایران کا کلام تین طرز پر ہے خاقانی اور انوری وغیرہ کا ایک طرز ہے
ظہوری اور نظیری اور عرفی وغیرہ کا دوسرا طرز ہے صائب اور اُسکے امثال کا اور ڈھنگ ہے آخر مین
دو طرزون کا زیادہ رواج ہوگیا تھا ایک نظیری و عرفی وغیرہ کی طرز جو اکبر کے زمانے سے شروع ہوئی تھی دوسرے
مرزا بیدل کی طرز جو عالمگیر کے عہد مین شائع ہوئی اور علوی و صہبائی پر آکر ختم ہوگئی جو لوگ شعر فارسی مین
کمال بہم پہونچانا چاہتے تھے وہ انھین دونون مین سے کوئی طرز اختیار کرتے تھے اگرچہ حافظ اور خسرو کی
غزل اُن سے بہت زیادہ مقبول خاص و عام تھی مگر متاخرین کے پانون کو طرز جدید لگ گئی تھی جس مین
قوت متخیلہ کی بلند پروازی کا وسیع میدان تھا۔ اہل زبان مرزا بیدل کی طرز کو ٹکسال باہر خیال کرتے
ہین بلکہ آجکل تو نظیری و عرفی و ظہوری وغیرہ کی طرز کو بھی اہل زبان نام رکھتے ہین اور تسلیم نہین کرتے
جیسا کہ رضا قلی خان ہدایت نے اپنے تذکرۂ مجمع الفصحا مین تصریح کے ساتھ لکھا ہے سب قدما کی روش کو پسند
کرتے ہین اور انھین کی تتبع کا دم بھرتے ہین حالانکہ اُنکے طبقے مین بڑے بڑے نامور شعرا گذرے ہین۔
جنکے کمال اور اُستادی کا انکار نہین ہوسکتا اسی وجہ سے آجکل کے شعراے ایران کے کلام مین بمقابلہ اُن
شعرا کے جنھون نے صفویہ اور مغلیہ کے عہد حکومت مین ایران یا ہندوستان مین علم امتیاز بلند کیا ہمواری
اور بے ساختہ پن زیادہ ہے۔

مقلد شعراے فارسی کے واسطے ایران اور توران دونون جگہ کی زبان سند ہے مگر تورانیون سے آذربائیجانیوں کی
زبان بہتر ہے اور اہل خراسان اہل آذربائیجان سے فصیح تر ہین اور شیراز کے لوگ فصیح ہین خراسان کے لوگون سے
اور اہل صفاہان و طہران فصاحت مین مستند ہین تمام جہان کے فارسی دانون سے اشراف و اجلاف شہری
وکوہی ایران کے سب صاحب زبان ہین بول چال مین ایک عامی اور مرزا صائب و قاآنی تینون برابر
ہین کہ زبان دونون کی صحیح اور محاورہ فصیح ہے مگر اکثر اہل زبان بعض ہندیون کی طرح بعض حروف کے
مخرج نہین پہچانتے چنانچہ ہر فرقے اور ہر قسم مین ایسے لوگ ہین کہ بعض مخرج نہین پہچانتے جیسے مخرج قاف
کہ اسکو بہت سے لوگ ادا نہین کرسکتے پس ایسے لوگون کی زبان لائق سند نہین اور اگر شعراے ایران سے
بحر و قافیہ مین کوئی خطا واقع ہو تو وہ بھی سند نہین البتہ تصرف کرنا اُن کا الفاظ عربی مین عجمی طور پر اور الفاظ
عجمی مین عربی طور پر سند مانا جائیگا جس لفظ کو چار شعراے مشاہیر نے استعمال کیا ہو یا ایران کے دس موزون
طبع شاعر اُسپر اتفاق کرین یا علی العموم تلفظ کرتے ہون وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو۔

جواز و عدم جواز شعر

نظم کی قدر و منزلت و فضیلت مین کسی کو کلام نہین ہے تفاسیر و احادیث مین اُسکی صفت آئی ہے

بسم اللہ فرقان فصاحت عنوان رسالۂ بلاغت محبوب خاص حکیم سخن آفرین حضرت رسول رب العالمین نے شعرا کی تعریف کر کے اُنکو عزو امتیاز بخشا ہے اور اُنکے نتائج طبع اور رچکیدۂ قلم کو ملاحظہ کر کے خزانہ فیض سے صرۂ تحسین مرحمت فرمایا ہے یہ چند شعر کتاب مظہر الحق کے شاہد مدعا ہین۔ س

در شرف شعر رسولؐ خدا	گفت پسے قول بمدح و ثنا
شعر کہ اصحاب نبیؐ گفتہ اند	چون در و یاقوت گہر سفتہ اند
شعر علیؓ گفت حسینؓ و حسنؓ	گفت انس گفت اویس قرنؓ
شعر کہ حسان عرب گفتہ است	سید کونین پذیرفتہ است
منع ز اشعار نکردش نبیؐ	نہی ازان کار نکردش نبیؐ
بلکہ برو کرد ہزار آفرین	سید کونین رسولؐ امین

حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی بعثت سے قبل شاعر لوگ حکما کہلاتے تھے اور حدیث مین بھی شعر پر حکمت کا اطلاق ہوا ہے چنانچہ ابی بن کعب سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ان من الشعر حکمۃ یعنے بعض شعر حکمت ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ عموماً سب شعر بُرے نہین بلکہ انمین سے فائدے کے بھی ہوتے ہین شعرا کی قدر تمام دُنیا مین ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے سلطنتون نے ہمیشہ اُنکی عزت کی ہے اور قومون نے اُنکے دل بڑھائے ہین رودکی نے عہد دولت ملوک بنی ساسان مین اور عنصری نے عصر غزنویان مین اور معزی نے زمان سلجوقیان مین اور فیضی نے عہد اکبر مین اعلیٰ اعلیٰ رتبے پائے اور عہدہا جلیلہ اور مرتبت خاص سے سرفراز ہوے میرحسن کہتا ہے۔ س

سخن کے طلبگار ہین عقلمند	سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام	جنھین چاہیے ساتھ نیکی کے نام
کہان رستم و گیو و افراسیاب	سخن سے رہی یادیہ نقل خواب
رہے جب تلک داستان سخن	آلہی رہین قدردان سخن

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے شعر کو داخل شریعت نہین کیا یعنی صاحب شریعت علیہ السلام کو شعر کہنا نہین سکھایا چنانچہ فرمایا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ہو الا ذکر وقرآن مبین جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ارشاد فقط واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلیے ہے کہ کفار قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت دیکھکر حضور کو شاعر گمان کرتے تھے جیساکہ دوسری جگہ فرمایا ہے بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ہو شاعر (ترجمہ) بلکہ کہا اُنھون نے یہ قرآن پریشان خیال ہین بلکہ باندھ لیا ہے اُسکو بلکہ وہ شاعر ہے حال آنکہ آپ شاعر

نہ تھے اگر فی الحقیقت شعر کہنا یا شاعرون کو اچھا جاننا معیوب و ناجائز ہوتا تو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قصیدے پر صلہ تحسین عنایت نہ فرماتے اور اُنکی تعریف نکرتے۔
صاحب تذکرہ دولت شاہی کتاب شرف النبی سے نقل کرتا ہے کہ ایک روز حسان بن ثابت مداح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بیت حضور کی مدح مین کہکر لائے جس سے نام نامی بطور تعمیہ کے نکلتا تھا اس وقت دو کنیزین قبطیہ مجلس حضور مین حاضر تھین کہ مقوقس بادشاہ مصر و اسکندریہ نے برسم نذر و ہدیہ بھیجی تھین آپنے انمین سے ایک کنیز جسکا نام شیرین تھا اُس شعر معما کے صلے مین اُنکو بخشدی اور دوسری کنیز جس کا نام ماریہ ہے آپ کے تصرف مین رہی اور اس سے ابراہیم پسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے۔

صاحب مخزن الشعر اُشعر کے سنت ہونیکی دلیل لاتا ہے اور بڑی تحقیق کے ساتھ لکھتا ہے کہ سنت کے لغوی معنی راہ و روش و عادت کے ہین اور اصطلاح مین وہ فعل ہے جسے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکی آل کرام اور صحابہ عظام نے عمل کیا ہو مگر کبھی قصداً ترک بھی کیا ہو پس یہ صفت شعر پر صادق آتی ہے اور مسنون ہونا اُس کا ثابت ہوتا ہے قطع نظر اسکے تمام علماے دین کا اسپر اتفاق ہے کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کی ہو اور اُس کے کرنے کے واسطے بھی نہ فرمایا ہو اُسکا کرنا ممنوع نہین ہان اگر منع فرمایا ہو تو ممنوع ہے پس درصورتیکہ حضور نے شعر گوئی سے منع نہ فرمایا بلکہ خود فی البدیہ شعر کہا گو قصداً نہ کہا تو وہ کیونکر منع ہے صحیح بخاری و مسلم مین ابو اسحاق تابعی سے مروی ہے کہ اُنھون نے کہا کہ براء بن عازب صحابی کہتے تھے کہ حضرت نے جنگ حنین مین دلدل سے اُترکر اللہ تعالےٰ سے فتح اور مدد کی دعا مانگی اور یہ کہا ع

انا النبی لا کذب	انا ابن عبد المطلب

یعنے مین پیغمبر ہون کچھ جھوٹ نہین اس مین مین بیٹا ہون عبد المطلب کا لفظ کذب اور مطلب مین۔ باے موحدہ کو جزم ہے جیسے سجع اور نظم مین پڑھنے کا معمول ہے۔ اور بخاری و مسلم نے جندب سے روایت کی ہے کہ ایک لڑائی مین (اور وہ غزوہ احد ہے) جناب سرور کائنات کی انگلی زخمی ہوئی تو آپنے اُسوقت فرمایا ع

ہل انتِ الا اصبعٌ دمیتِ	وفی سبیل اللہ ما لقیتِ

یعنی نہین ہے تو مگر انگلی کہ خون آلودہ ہوئی اور راہ خدا مین ہے وہ چیز کہ تونے دیکھی اور جو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وما علمناہ الشعر جواب اسکا یہ ہے کہ شعر اصطلاح مین اُسے کہتے ہین جس کی موزونیت کا قصد کہنے والے نے کیا ہو اور یہ کلام آنحضرت ؐ سے وزن شعر پر طبیعت موزون کے اقتضا سے صادر ہوا ہے مقصود بالذات نہین اور بعض نے کہا ہے کہ یہ رجز کے قبیل سے ہے اسکو داخل شعر نہین کر سکتے اور طیبی نے کہا کہ جو کوئی بطریق ندرت کے کبھی شعر کہے وہ شاعر نہین ہے اور اللہ تعالےٰ کے اس قول

سے وعلمناہ الشعر مراد یہ ہے کہ آنحضرت شاعر نہیں ہیں اور براء سے بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ غزوہ خندق میں آنحضرت مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے یہانتک کہ حضرت کا شکم غبار آلودہ ہوا اس وقت آپ یہ اشعار پڑھنے لگے ؎

اشعار

واللہ لولا اللہ ما اهتدینا	[illegible] تصدقنا ولا صلینا

یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ فرماتا تو ہم راہ راست نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے ؎

فانزلن سکینۃ علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا

پس اے اللہ ہم پر آرام و آسایش اتار اور جبکہ ہم کفار سے ملیں تو ہمارے قدم ثابت رکھ ؎

ان الاولی قد بغوا علینا	اذا ارادوا فتنۃ ابینا

تحقیق ان کفار مکہ نے ہم پر زیادتی کی ہے بسبب اسکے کہ جب وہ [illegible] کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم ا[illegible]ر کرتے ہیں۔ آنحضرت نے کبھی کبھی اصلاح شعر بھی دی ہے چنانچہ قصیدۂ بانت سعاد مصنفہ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی اس بیت میں ؎

ان الرسول لسیف یستضاء بہ	مهند من سیوف الهند مسلول

سیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا۔ حسان الہند [illegible] آزاد بلگرامی لکھتے ہیں کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلاح دینے کی یہ وجہ ہے کہ کلام میں لفظ زائد نہ رہے کیونکہ ہند کے لوہے کی بنی ہوئی تلوار کو مہند کہتے ہیں پھر ہند کا ذکر زائد تھا پس یوں بہتر ہوا مصرع مہند من سیوف اللہ مسلول ٭ اور مروی ہے کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو کعب بن زہیر نے دریافت حال کے لیے اپنے بھائی کو بھیجا وہ بسبب سابقہ معرفت کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور انکی ہدایت سے حضور اقدس میں حاضر ہوکر مسلمان ہوگیا کعب بن زہیر کو یہ بات ناگوار گذری کہ بغیر میرے مشورے کے کیوں مسلمان ہوا اور اپنے بھائی کو کچھ اشعار لکھ بھیجے انمیں سے ایک یہ ہے ؎

سقاک ابوبکر بکاس رویۃ	فانهلک المامور منها وعلک

پلایا تجھے ابوبکر نے بھرا پیالہ پھر سیر کیا تجھکو مامور نے اس سے اور مکرر کردیا مامور محاورے میں اس شخص کو کہتے ہیں جس سے جن سے رابطہ ہو اور جن کا امر اسکو پہونچے یہ کنایہ کیا تھا اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سواد ہجویں بھی اسنے کہی تھیں اس لیے خون اسکا حضرت نے ہدر فرمایا تھا یعنی جہاں پائیں مار ڈالیں مگر وہ ہاتھ نہ آیا بعد فتح مکہ معظمہ کے جب آپ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو کعب بن زہیر بھی

بہ قصد حصول ملازمت روانہ ہوا رات کو چلتا اور دن کو چھپ رہتا ایک روز آپ مسجد مین تشریف رکھتے تھے ایکبارگی دروازۂ مسجد پر اونٹنی کو بٹھاکر آواز دی کہ مین کعب بن زہیر حاضر ہون اور کلمہ طیبہ پڑھکر مشرف باسلام ہوا اور قصیدۂ بانت سعاد جو نعت مین لکھا تھا سنایا آپ بہت خوش ہوے اور ردائے مبارک صلہ مین عنایت فرمائی اور قصیدے کے شعر مذکورۂ بالا مین لسیف کی جگہ لنور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا پھر آپنے کعب سے پوچھا کہ یہ شعر تیرا ہی ہے۔ ؎

سقاک ابو بکر بکاس رویہ	فانہلک المامور منہا وعلک

اُسی وقت کعب نے براہ ذہانت دو حرف اس شعر کے ایسے بدل دیے جس سے یہ شعر ہجو کا نرہا بلکہ مدح کا ہوگیا کہا مین نے ردیہ دال سے نہین کہا بلکہ رویہ واو سے کہا ہے جسکے معنی خوشگوار ہین اور ماموری سے نہین کہا بلکہ نون سے کہا ہے مامون یعنی وہ شخص کہ امانت دار ہے خدا کی وحی مین آپ کعب کی حاضر جوابی اور جودت ذہن سے بہت راضی ہوے۔ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ مسجد مین حضرت حسانؓ پر ایسی حالت مین گذرے کہ وہ شعر پڑھ رہے تھے آپ نے حسان کیطرف ترچھی نظرون سے دیکھا اُسوقت حضرت حسان بولے مین مسجد مین شعر پڑھتا تھا جبکہ وہ شخص ہوتا تھا جو تم سے بہتر ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام مین لکھا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ مسجد مین شعر پڑھنا جائز ہے اور بعض حدیثون مین جو وارد ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو اُن مین شعر سے وہ اشعار مراد ہین جن مین لغو مضمون اور لات و منات کی تعریف اور شرک کی باتین یا ہجو بزرگان دین ہو ورنہ مطلق اشعار کا پڑھنا ممنوع نہین ہے اور مزید توضیح ایک اور حدیث کا مضمون یہان لکھا جاتا ہی چنانچہ بخاری اور ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین ایک ممبر حسان کیواسطے رکھتے تھے کہ وہ اُسپر کھڑے ہوکر اشعار نعتیہ کرتے تھے اور حضرت اُنکی تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ حسان کی تائید جبرئیلؑ کے ساتھ کرتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکے مین پہنچے تو ہنگام قضائے عمرہ حضرت ابن رواحہ آگے آگے اشعار متضمن عظمت و شوکت و نعت وصفت حضور پر نور پڑھتے جاتے تھے اور مضمون اُن اشعار کا یہ تھا کہ اے کفار مکہ راستہ خالی کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہین وہ آج تمکو بحکم خدا قتل کرینگے اور خوب سزا دینگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو منع کیا کہ یہ موقع شعر خوانی کا نہین ہے تو حضورؐ نے فرمایا منع نہ کر شعر اُسکے کفار کے واسطے تیر سے زیادہ کارگر ہین۔ اور عمر بن شرید سے مسلم نے روایت کی ہے کہ اُنکے باپ کہتے تھے کہ مین ایک روز حضرتؐ کے

پیچھے سوار تھا آپنے فرمایا کہ تجھکو کوئی شعر امیہ بن صلت کا یاد ہے مین نے کہا ہان کہا پڑھ مین نے ایک شعر
پڑھا فرمایا اور پڑھ مین نے اور پڑھا فرمایا اور پڑھ مین نے اور پڑھا یہانتک کہ سو شعر پڑھے فرمایا اُسکی زبان
ایمان لائی اور دل کافر رہا یعنی زبان سے تو مضمون اچھے نکلے لیکن دل سے کفر اور حب دنیا نہ گئی -
فائدہ اُمیہ ایک شخص تھا شاعر زمانہ کفر و جاہلیت مین اُسکے اشعار مین حمد الٰہی اور مذمت دنیا کا مضمون
تھا - ابوہریرہؓ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لبید کا یہ مصرعہ مصرع الا کل شئے
ما خلا اللہ باطل (یعنی خبردار ہو ہر چیز اللہ کے سوا فانی ہے اُسنکر فرمایا کہ یہ نہایت سچا کلام ہے براء سے
بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جب بنی قریظہ کا آنحضرتؐ نے محاصرہ کیا تو حسان بن ثابت کو حکم دیا
کہ تم مشرکین کی ہجو کرو کہ تمھارے ساتھ جبریلؑ ہے - اور آنحضرتؐ حسان کو فرمایا کرتے تھے کہ کافرون کو میری
طرف سے جواب دو اور آپنے حسان کے حق مین دعا کی کہ بار خدایا تو حسان کو جبریلؑ کے ساتھ قوت دے -
اور حضرت عائشہؓ سے مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے شعرا کو فرمایا تھا کہ تم کفار قریش کی ہجو کرو کیونکہ
وہ اُنپر تیر مارنے سے سخت تر ہے - اور آنحضرتؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حسان نے کفار کی ہجو کر کے
مسلمانون کو شفا دی اور خود بھی شفا پائی - احیاء العلوم مین لکھا ہے قالت عایشۃ رضی اللہ عنہا کان
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتناشدون عندہ الاشعار وھو یتبسم یعنی حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے اشعار پڑھتے تھے
اور آپ مسکراتے تھے - بہرصورت شعر کے جواز مین کسی طرح کا شک نہین احادیث معتبرہ و روایات صحیحہ
مین اُسکے مسنون و مستحسن ہونیکے دلائل قویہ وارد ہین - اور ظاہر ہے کہ مبالغہ مقبول و تشبیہ و استعارہ
معقول مثلاً معشوق کے مُنھ کو چاند سے مشابہ کرنا یا ممدوح کے گھوڑے کو ہوا سے تشبیہ دینا داخل کفر اور
جھوٹ نہین ایسے کلام کو سُنکر ہر آدمی جانتا ہے کہ معنی حقیقی مراد نہین تعریف منظور ہے اس طرح کی عبارتین
حدیث مین بھی آئی ہین جیسا کہ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے
ابو طلحہ کے گھوڑے کو دریا فرمایا ہے اور جو مضمون ناروا ہے وہ نظم و نثر دونون مین لکھنا بُرا ہے نظم ہی کی
خصوصیت نہین - حضرت عائشہؓ سے دار قطنی نے اور عروہ سے شافعی نے روایت کی ہے کہ جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کی نسبت فرمایا ھو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح یعنی وہ کلام
ہے کہ اچھا اُس مین سے اچھا ہے اور بُرا اُس مین سے بُرا ہے اور ابو داؤد نے صخر بن عبد اللہ سے روایت
کی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ان من الشعر حِکماً یعنی بعض شعر فائدہ مند ہے امام حجۃ الاسلام
شمس المفاخر والمعالی ابو حامد محمد غزالی احیاء العلوم مین فرماتے ہین الموزون المفہوم وزن دار کلام بامعنی -

وھو الشّ۔ اور اسی کا نام شعر ہے وذلک لا یخرج الا من فی الانسان اور یہ نہین نکلتا مگر گلوے انسان سے فیقطع باباحتہ پس اُسکے مباح ہونیکا حکم قطعی کیا جاتا ہے ذلک لا نہ ما زاد الا کونہ مفھومًا یہ اسواسطے کہ نہین زیادہ ہوا مگر ہوتا اُسکا بامعنی والکلام المفھوم غیر حرام اور کلام بامعنی حرام نہین ہے والصوت الطیب الموزون غیر حرام اور آواز خوش وزن دار بھی حرام نہین ہے فاذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع پس جبکہ حرام نہین ہوئی ایک ایک بات پس کہانسے حرام ہوگا مجموعہ نعم ینظر فیما یفھم منہ ہان اُسکے مضمون مین دیکھا جائے گا فان کان فیہ امر محظور حرم نثرہ ونظمہ پس اگر اُس مین کوئی ممنوع بات ہے حرام ہے نثر اور نظم دونون وحرم التصویت بہ سواء کان بالحان او لم یکن اور حرام ہے اس کا بولنا خواہ نغمے اور خوش آوازی سے ہو یا بے نغمے کے والحق فیہ ما قالہ الشافعی رحمہ اللہ تعالے اذ قال الشعر کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح اور حق اس بارے مین وہ ہے جو شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شعر کلام ہے سو اچھا اُسکا اچھا ہے اور بُرا اُسکا بُرا ہے ومھما جاز انشاد الشعر بغیر صوت والحان جاز انشادہ مع الالحان اور جبکہ شعر کا پڑھنا بغیر خوش آوازی اور نغمے کے جائز ہے تو اُس کا پڑھنا خوش آوازی اور نغمے کے ساتھ بھی جائز ہوگا۔ فان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحًا اسلیے کہ جب ایک ایک چیز مباح جمع ہوئی تو مجموع بھی مباح ہوگا ومھما انضم مباح الی مباح لم یحرم الا اذا تضمن المجموع محظورًا لا یتضمنہ الآحاد اور جب ایک مباح دوسرے مباح کے ساتھ ملے تو حرام نہین مگر جبکہ مجموعہ ایسے امر ممنوع کا متضمن ہو جو آحاد مین نہ تھا ولا محظور ھھنا اور اس جگہ کوئی امر ممنوع نہین وکیف ینکر انشاد الشعر وقد انشد بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کیسے انکار کیا جائے شعر کے پڑھنے سے درحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا وقال علیہ السلام ان من الشعر حکمۃ اور آپنے فرمایا کہ بعض شعر مفید ہے وانشدت عائشۃ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی شعر پڑھا ہے ان سب احادیث اور اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شعر کہنا جائز بلکہ مسنون ہے مگر خلاف شرع اور واہیات مضامین باندھنا بالکل منع اور قطعًا ناجائز ہے اور شعرا نے یہ جو مشہور کر رکھا ہے کہ شعر مین جائز ہے جو کچھ چاہین کہین اور کہتے ہین یجوز للشاعر ما لا یجوز لغیرہ یہ بات محض غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ مطلب اسکا یہ ہے کہ شاعر قادر سخن کو الفاظ مین بعض تصرف کرنا قدرت کی رو سے جائز ہے نہ عجز کی رو سے جیسے کسی لفظ مین سے کوئی حرف گرا دینا یا زیادہ کر دینا یا متحرک کو ساکن کر دینا یا ساکن کو متحرک وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی مخفی نہ رہے کہ جن لوگون نے اس حدیث مین حسنہ حسن وقبیحہ قبیح کے معنے مبالغے کے لیے

ہین اور مبالغے کو ناجائز قرار دیا ہے اُنکی غلط فہمی ہے قبیح سے مراد خلاف قرآن وحدیث کے مضمون باندھنا ہے۔ نہ مبالغے کا استعمال کرنا پس قبیح وہ شعر ہے کہ جس ہین کوئی مضمون خلاف شرع باندھا جائے یا کسی آیت وحدیث کا مضمون غلط لکھا جائے یا بتون کی تعریف کی جائے یا کسی بزرگ اور پیشوائے دین کی نسبت اُس ہین بے ادبی ہو جیسے اس حدیث کا مضمون ولدت فی زمان الملک العادل منوچہر نے اس شعر ہین غلط باندھا ہے۔

جہان نازد بعدل شاہ مسعود	چو پیغمبر بنوشروان عادل

نعوذ باللہ ہادی سبل محبوب جزو کل مالک کون ومکان شہنشاہ زمین وزمان ختم المرسلین شفیع المذنبین کافر پر ناز کرتے ہان شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس مضمون کو صحیح باندھا ہے۔ ؎

سزد گر بدورانش نازم چنان	کہ سید بدوران نوشیروان

حضور نے زمانہ نوشیروان پر ناز کیا تھا نہ ذات نوشیروان پر اسی طرح اپنی طرف سے بناکر کہنا کہ حضرت نے یون فرمایا ہے یہ بھی منع اور داخل گناہ ہے جیسے یہ شعر ؎

اکثر محمد مصطفےٰ محبوب ومطلوب خدا	گفتے دریغا حسرتا اے ماہ رمضان الوداع

قبیح ہے حضرت نے ایسا نہین فرمایا پس کسی قول وفعل کو بے سند حضرت کی طرف منسوب کرنا سب جھوٹ باندھنے ہین داخل ہے اور کتب حدیث ہین حضرت پر جھوٹ باندھنے کو کفر لکھا ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر ابوالفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کا بارگاہ ابوالمظفر جلال الدین محمد اکبر کی تعریف ہین۔ ؎

برروے زمین و آسمان باز	با درگہ کبریا ہم آواز

دیکھئے شاہ کی درگاہ زمین پر ہے اور باعتبار رفعت کے آسمان کے ساتھ بازی کرتی ہے اور درگاہ کبریا سے ہم آواز ومقابل ہے نہایت قبیح وخلاف ادب ہے۔ اسی عالم سے ہے یہ شعر انشا کا۔ ؎

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی تو ہین اللہ سے	واسطے دو دن کے عرش کبریائی مانگتا

میر تقی

پارسا ہین جو جوان پیر ہدے کہتے ہین	جو ولایت رکھے ہین شاہ ولا کہتے ہین
سالک مسلک دل راہ نما کہتے ہین	ایک مولا کہے ہین ایک خدا کہتے ہین
یا علیؑ جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین	
آفتاب فلک عز وعلا تو ہی تھا	چہرہ آرائے زمین اور سما تو ہی تھا
جانشینی پیمبر کے سزا تو ہی تھا	قالب خاکی کے پردے ہین خدا تو ہی تھا

یا علیؑ جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اسی طرح میر صاحب حضرت علیؑ کی تعریف مین کہتے ہین۔

کاڑھے طوفان بلا سے تری ہمت کے پار | نوحؑ ممنون ہے یونس ہے ترا شکر گذار

ایضاً

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہے ہین | سچے ہین وہی لوگ جو اللہ کہے ہین

ایضاً

جانتے ہین تجھی کو سب معبود | تھا زمین و زمان سے تو مقصود

دشوار ہے رتبے کو پیمبر کے پہونچنا | ہے موسیٰ عمران بھی ہارون مرے آگے

حسرت در مدح امام موسیٰ رضا

رتبہ دربان کا ترے رکھتے ہین عیسیٰ وکلیم | قصر شاہی کا ترے کنگرہ ہے عرش عظیم

منت

گر اس لب جان بخش کی اک بات سناؤن | عیسیٰ بھی جو کچھ بولے تو صلوات سناؤن

ناسخ حضرت امام حسین کی تعریف مین کہتے ہین۔

تعریف کرون کیا مین شہ والا کی | موسےٰ کی ہے کچھ قدر نہ یان عیسیٰ کی

حسام الدین حیدر خان حیدر

[illegible] شوکتا | مجال تھی کہ سگ یار کو مین، تو کہتا

علی حزین۔ منقبت امیرالمومنین علی مین لکھتے ہین

سومنات محبت تو بود | فارغ از رسم محفل رائی

ان اشعار مین کمال گستاخی جناب کبریا مین اور اہانت پیغمبران جلیل القدر اور ملائکہ کی اور بے ادبی جناب ولایت مآب مین نکلتی ہو اسی قبیل کے ہے یہ شعر امیر مینائی کا ہے

جب وہ بت ہی نہین جنت مین تو جنت کیسی | ایسی جنت سے تو دوزخ مین خدا رہنے دے

مہدی حسین خان آباد

کر دیا مردون کو زندہ اے وصی مصطفیٰ | آپکے اعجاز نے عیسےٰ کو حیران کر دیا

ایسے ہی شعرون کی نسبت کہا گیا ہے الشعر من مزامیر ابلیس شاعر کو چاہیے کہ حق بات کو ہاتھ

سے ندے اور پابندی شرع کی لازم سمجھے اور ظالم وفاسق کی جھوٹی باتون کی تعریف وتصدیق نہ کرے
اور ایسا وصف بیان نہ کرے جس کو خوب نہ جانتا ہو اور اگر کسی کی جھوٹی تعریف کی تو سامعین اشعار بلکہ
خود ممدوح خوشامدی و دروغ گو تصور کرینگے اور خدا کے ہان جھوٹون کے دفتر مین لکھا جائیگا اور جھوٹ
کی بُرائی ہر شخص پر ظاہر ہے اگر ممدوح اس جھوٹی تعریف کو اپنی نسبت صحیح سمجھ کر مداح سے خوش ہوگا تو
لوگون کی نظرون مین دونون احمق دکھلائینگے اور مداح پر ممدوح کے حمق کا گناہ لازم آئے اور ادھر
اسکی طبیعت سے راستی دُور ہوتی جائے گی اور اُدھر جھوٹی اور بے سروپا باتین وزن وقافیہ کے دلکش
پیرایے مین سُنتے سُنتے سوسائٹی کے مذاق مین زہر گھلتا جائے گا حقائق وواقعات سے لوگون کو روز بروز
مناسبت کم ہوتی جائے گی جھوٹی تعریف کرنے والا اپنے دل مین خود بھی جانتا ہے کہ ممدوح مین یہ صفت
نہین ہے جو مین بیان کرتا ہون پس یہ ظاہرداری ومکاری بلکہ ٹھیک علامت نفاق کی ہے اور یہ بات
عقلاً ناروا اور شرعاً گناہ ہے قطع نظر ان سب باتون کے جھوٹی تعریف کرنا کمال درجہ کی چاپلوسی ہے اور
شاعرون کو جس طرح فحش اور بے تہذیبی سے احتراز واجب ہے ایسے ہی خوشامد وچاپلوسی اور حد سے
زیادہ مدح کرنا بھی نازیبا ہے الشعراء کذاب ایسے ہی شعرا کے حق مین آیا ہے ۔

تفسیر تیسیر مین لکھا ہے کہ دو شاعر حضرت خیرالانام علیہ التحیۃ والسلام کی اہانت اور اسلام کی مذمت مین
شعر کہا کرتے تھے اور مشرک اُنسے سُنکر پڑھتے پھرتے تھے اُنکے حق مین آیۂ والشعراء یتبعھم الغاوون الخ نازل
ہوئی پس جو شاعر اپنے شعر مین ایسا مضمون لکھے جس مین اہانت کسی پیغمبر یا دین اسلام کی یا کچھ بے ادبی خدا تعالی
کی جناب مین ظاہر ہو وہ مصداق اس آیت کا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت حسان بن ثابت اور
حضرت ابن رواحہ وغیرہ شعرا ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم بھی تو شاعر ہین اور
حق سبحانہ تعالے ہمین شاعر جانتا ہے بلکہ ابن رواحہ نے کہا کہ مین اس وصف مین مرنا نہین چاہتا آپنے
فرمایا تم اُن شاعرون مین نہین جو غاوی ہین بلکہ تم غازی ہو اسلیے کہ مومن شمشیر کے ساتھ جہاد کرتا ہے یا زبان
کے ساتھ پس جو شعر تم مذمت کفار مین کہتے ہو وہ اُنکو تیر وسنان سے سخت تر ہین اُسی وقت آیہ کریمہ
الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیراً نازل ہوئی رسالۂ شان نزول آیات قرآنی
مین مذکور ہے کہ یہ آیت ناسخ ہے آیت والشعراء الخ کی ۔

شاعران را گرچہ غاوی خواند در قرآن خدا	ہست از ایشان بقرآن ظاہر استثنا مرا

ہمارے واجب الرحم علما مذمت شعر وشاعری مین آیۂ کریمہ والشعراء یتبعھم الغاوون الم تر انھم فی
کل وادٍ یھیمون وانھم یقولون ما لا یفعلون سے دلیل تو لے آتے ہین مگر استثنا یعنی آیۂ آخر سے تجاہل عارفانہ کرتے

ہین اور وہ یہ ہے الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا و
سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (ترجمہ پوری آیت کا) اور شاعر پیروی کرتے ہین اُنکی گمراہ تو نے
نہین دیکھا کہ وہ ہر میدان مین سر مارتے پھرتے ہین اور کہتے ہین جو کچھ نہین کرتے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور
نیکیان کین اور یاد کیا اللہ کو بہت اور بدلا لیا بعد اُسکے کہ اُنپر ظلم ہوا اور جلد معلوم کرینگے ظلم کرنے والے کو کس
کروٹ اُلٹتے ہین۔ کافر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن بتاتے تھے کبھی شاعر کہتے تھے اور نبوت کے منکر تھے
سو اس سے پہلی آیت مین اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کاہن مین فرق بیان فرمایا اور
اس آیت مین درمیان حضور کے اور شعراے عرب کے جو بیہودہ باتین بکا کرتے تھے اور لات ومنات وغیرہ
کی تعریف لکھا کرتے تھے فرق بتلایا کہ شعرا گمراہی کی پیروی کرتے ہین اور یہ دو طرح ہے ایک یہ کہ ہر جنگل مین
پھرتے ہین یعنی طرح طرح کے بیہودہ مضامین لکھتے ہین کبھی کچھ کہتے ہین کبھی کچھ ایک بات پر قائم نہین رہتے اور ان باتون سے
کوئی شخص ہدایت نہین پاتا بخلاف امر آنحضرت صلعم کے کہ وہ اول سے آخر تک ایک ہی بات ہے کہ دعوت الی اللہ
فرماتے ہین اور اس سے لوگ راہ راست پر آتے ہین دوسرے یہ کہ وہ جو کچھ کہتے ہین وہ نہین کرتے یہ بھی علامت
گمراہی کی ہے بخلاف آنحضرت صلعم کے کہ وہ خود بھی وہی کرتے ہین جو اورون سے کہتے ہین یعنی توحید باری تعالی
اور عبادت معبود برحق اور ترک شرک ومعاصی وغیرہ اور باز رہنا افعال واوصاف ذمیمہ سے تعلیم فرماتے ہین
اور خود بھی ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہین مگر یہ برائیان جو اوپر بیان کی گئین انسے وہ شعرا مستثنے ہین
جو ایماندار ہون اور افعال اُنکے صالح ہون اور شعر اون کے توحید ونبوت ودعوت خلق الے اللہ اور
ایسی باتون سے مملو ہون جو سچی ہون اور یاد الٰہی سے غافل رکھنے والے نہون اور کسی کی ہجو نہ کرتے ہون
مگر کوئی ہجو کرے تو اُسکو جواب دینے مین مضائقہ نہین ہے اور اس مین بھی شرط یہ ہے کہ زیادتی نہ ہو۔
ھکذا استفاد من مفاتیح الغیب۔

صاحب مرآۃ الخیال کہتا ہے کہ کلام ملک العلام اکثر جگہ وزن شعر پر ہے اور اُس مین صنعت شعری
پائی جاتی ہے پس یہ قول بعض کا کہ کلام الٰہی مین نظم مفقود ہے مردود ہے (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم
بحر سریع مین ایک مصرع موزون ہے بروزن مفعولن مفعولن فاعلان ؎

بسم اللہ ایکہ [illegible] جواب ⁂	موزون چراست انچہ بقرآن مقدم است

اور اسی کے بحر و وزن مین سورۂ طہٰ کی یہ آیت ہے قال فما خطبک یاسامری بروزن مفتعلن
مفتعلن فاعلن (۲) انا اعطیناک الکوثر بحر متدارک مین ایک مصرع موزون ہے بروزن فعلن
فعلن فعلن فعلن بسکون عین (۳) یہ آیات بحر رمل کے وزن پر ہین لن تنالوا البر حتی تنفقوا بروزن فاعلاتن

فاعلاتن فاعلن اسی طرح ثم اقررتم وانتم تشہدون اسی طرح ثم انتم ھوءلاء تقتلون اور سورۂ سبا کی یہ آیت بھی اسی بحر کے وزن مین ہے وجفان کالجواب وقدور راسیات بروزن فعلاتن فاعلان دوبار (۴) سورۂ کہف کی یہ آیت بحر طویل مین ہے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر بروزن فعولن مفاعیل فعولن مفاعیل (۵) بحر متقارب مین سورۂ اعراف کی آیت ہے واملی لھم ان کیدی متین بروزن فعولن فعولن فعولن فعول (ایضًا) ویرزقہ من حیث لایحتسب (۶) بحر ہزج مین سورۂ یوسف کی یہ آیت ہے تاللہ لقد آثرک اللہ علینا بروزن مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن (۷) بحر منسرح مین سورۂ دہر کی یہ آیت ہے اناخلقنا الانسان من نطفۃ بروزن مستفعلن مفعولات مستفعلن (۸) بحر مضارع مین سورۂ مومن کی یہ آیت ہے یوم التناد یوم تولون مدبرین بروزن مفعول فاعلات مفاعیل فاع لان (۹) بحر مدید مین سورۂ مومنون کی یہ آیت ہے اِصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا بروزن فاعلاتن فعلن فعلن بعین متحرک (۱۰) بحر بسیط مین سورۂ انفال کی یہ آیت ہے لیقضی اللہ امرا کان مفعولا بروزن مفاعلن فاعلن مستفعلن فعلن بسکون عین (۱۱) بحر وافر مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے ویُخزِھم وینصرکم علیھم ویَشْفِ صدور قوم مومنین مفاعلتن مفاعلتن فعولن ٭ مفاعلتن مفاعیلن فعولن (۱۲) اور بحر کامل مین یہ آیت ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم بروزن متفعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلان۔ (۱۳) بحر خفیف مین یہ آیت ہے اَرَاَیْتَ الذی یکذب بالدین فذلک الذی یَدُعُّ الیتیم (۱۴) اور بحر مقتضب مین یہ آیت ہے فی قلوبھم مرض (۱۵) بحر مجتث مین سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے مُطَّوِّعین من المومنین فی الصدقات (۱۶) بحر رجز مین یہ آیت سورۂ دہر کی ہے ودانیۃ علیھم ظلالھا وذُلِّلَتْ قُطُوفُھَا تذلیلا۔

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ جو آیتین کلام الٰہی کی یا حدیثین موزون ہین وہ شعر نہین اسلیے کہ شعر وہ کلام مقفی ہے جو بقصد شعر موزون کیا جائے پس جو آیات موزون ہین اگرچہ بلاقصد موزون ہونا ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب نہین ہوسکتا اور نہین کہہ سکتے کہ اُس جناب اقدس سے بلاقصد موزون ہوگئے ہون اور اُسپر اطلاع نہوئی ہو معاذاللہ لیکن بقصد شعر موزون نہین فرمایا پس شعر نہوئین اور اگر بقصد شعر موزون کرنے کی قید نہ لگائی جائے تو اصطلاحًا شعر کہنا جائز ہے لیکن چونکہ اکثر شعر مین مبالغہ وکذب ہوتا ہے اور کلام الٰہی ان اُمور سے پاک ہے لہذا شعر کا اطلاق ادب کی رو سے منع ہوا انتہٰے بعض کا قول ہے کہ قصد متکلم شعر مین لازم نہین لیکن میر شمس الدین فقیر مصنف حدائق البلاغت کہتے ہین کہ یہ قول مردود ہے اسلیے کہ جہان مین کوئی ایسا متکلم نہوگا کہ کبھی نہ کبھی اُسکی زبان سے بے قصد کلام موزون سرزد

نہو جاے پس جب قید قصد کی موزون کرنے مین نہوئی تو ہر متکلم کو شاعر کہنے لگین حالانکہ ایسا نہین۔ آب حیات مین لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص کی پگڑی بے ڈھنگی بندھی تھی نواب سعادت علی خان والی اودھ کی زبان سے اُسکی نسبت یہ مصرع نکل گیا ؎ پگڑی تو نہین ہے یہ نرہسین کی ٹوپی؎ حالانکہ نواب سعادت علی خان کو کوئی شاعر نہین کہتا اور نہ اُنکو خود شاعر ہونے کا دعوی تھا مرزا رحیم بیگ مخزن الشعرا مین لکھتے ہین کہ ذات شعر مین قصد کو دخل نہین اگر بلا قصد شعر موزون ہو جائیگا تو فی البدیہ سمجھا جائے گا مگر میرے نزدیک یہ آیات شعر مین داخل نہین نثر مرجز کے قبیل سے ہین جس مین شعر کا وزن ہوتا ہے اور قافیہ نہین ہوتا۔ پس اب یہ کہین گے کہ یہ آیات رب العزت نے قصداً نثر مرجز مین فرمائی ہین نہ فی البدیہ شعر ہین نہ بالقصد شعر ہین اگر شعر ہوتین توکسی جگہ تو ایسی موزون آیات کے دو دو مصرع برابر واقع ہوتے بلکہ جہان ہے موزون ایک فقرہ ہے۔ مولانا غلام علی آزاد خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین کہ اگرچہ کلام موزون کا صدور اول متکلم قدیم یعنی جناب باری عز اسمہ سے ہے لیکن چونکہ اسماے الٰہی توقیفی ہین اسلیے شاعر کا اطلاق اُس ذات متعالی پر نہین ہوسکتا۔ یاد رکھو کہ اسماے الٰہی کے توقیفی ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہین مولوی عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری شروح مشکوٰۃ مین کہتے ہین کہ جو کچھ قرآن مجید و حدیث مین موزون واقع ہوا ہے مقصود بالذات نہین۔

بالجملہ شعر کا وجود و جواز قبل زمانۂ حضور پُر نور سے اور خاص عہد بابرکت مین بہ تشریح متذکرۂ بالا ثابت ہوگیا اور بعد مین بھی شعر کہنا صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام کا ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسبب نہ آگاہ ہونے فن شعر سے تاسف ظاہر فرمایا ہے ابن جوزی سے مروی ہے سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مُتَمِّمًا اخا مالك بن نُوَيْرَةَ يَنْدُبُ اخاه ويقول الشعر فقال يا ليتني اقول الشعر فاندب اخي زيدا (ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سُنا کہ متمم برادر مالک بن نویرۃ اشعار کہتا ہے اور اُس مین اپنے بھائی کے محاسن و خوبیان بیان کر کے روتا ہے فرمایا کاشکے مین بھی شعر کہتا ہوتا کہ اپنے بھائی زید پر روتا اور اُس کی خوبیان بیان کرتا صاحب مخزن الشعرا نے ایک شعر حضرت ابوہریرہ کا نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ بیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماتم مین کہی تھی بڑے تعجب کی بات ہے یہ نہ خیال کیا کہ آپ وقت شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عالم مین کب تشریف رکھتے تھے بلکہ حضرت عمر فاروق بھی رونق افروز خلد برین ہو چکے تھے دراصل وہ شعر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور کیفیت مفصل اُس شعر کی یہ ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سے چھوارون مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے

دعاے برکت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان چھوارون کو اپنے توشہ دان مین ڈال رکھیو اُن چھوارون مین ایسی برکت
ہوئی کہ قریب تیس برس کے خرچ ہوتے رہے اور منون چھوارے اللہ کی راہ مین دیے مگر کم نہوے حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ توشہ دان کھو گیا اور ابو ہریرہ کو نہایت رنج ہوا اور یہ شعر کہا ۔ ع

للناس ھمٌّ ولی ھمّان	فقد الجراب وقتل الشیخ عثمان

یعنی لوگون کو ایک غم ہے اور مجکو دو غم ہین ایک گم جانے توشہ دان کا دوسرا شہادت حضرت عثمان کا اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان مشہور ہے جسکی شرح بڑے طول و بسط کے ساتھ قاضی حسین بن معین الدین
میبذی صاحب شرح ہدایت الحکمۃ نے لکھی ہے یہان پر چند شعر تیمنا و تبرکا لکھے جاتے ہین ۔ ع

دع ذکرھنّ فما لھن وفاءٌ	ریح الصبا وعھودھنّ سواءٌ
یکسرن قلبك ثم لا یجبرنہ	وقلوبھنّ من الوفاء خلاءٌ

(ترجمہ) چھوڑ ذکر اُنکا یعنی عورتون کا اسلیے کہ اُن مین وفا نہین ہوا کا جھونکا اور اُنکا عہد و پیمان برابر ہے تیرے
دل کو توڑینگی پھر نہ جوڑینگی اُنکا دل وفا سے خالی ہے ۔ ع

قال المنجّم والطبیب کلاھما	لن تحشر الاموات قلتُ الیکما
ان صحّ قولکما فلستُ بخاسرٍ	وان صحّ قولی فالخسار علیکما

(ترجمہ) کہا منجم اور طبیب دونون نے کہ مردے ہرگز نہ اُٹھینگے ۔ کہا مین نے دُور ہو اگر تمھاری بات سچی
نکلے تو مجھے نقصان نہین ہوسکتا اور اگر میری بات سچ ہوئی تو تمکو نقصان ہوگا ۔ امام غزالی نے یہ دو شعر ابو العلاے
معری کی طرف منسوب کیے ہین لیکن شیخ العارفین امام محی الدین قدس سرہ فتوحات مین فرماتے ہین کہ امیر المومنین
علی ع کے ہین چنانچہ شرح مذکور مین بھی مندرج ہین ۔

اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ جناب سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اشعار
کہے ہین چنانچہ روایت ہے کہ جب روح مطہر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاکدان ظلمانی سے
عالم نورانی کی طرف تشریف فرما ہو کر رونق افزاے اعلیٰ علیین ہوئی تو حضرت سیدۃ النسا کو ایسا الم ہوا کہ حیطہ تحریر
و تقریر سے باہر ہے بعد دفن کے قبر مبارک پر تشریف لائین اور تھوڑی سی مٹی وہان کی اُٹھا کر سونگھی اور یہ
اشعار پڑھے ۔

ماذا علی من شمّ تربۃ احمدا	ان لا یشمّ مدی الزمان غوالیا
صُبّت علیّ مصائبٌ لو انّھا	صُبّت علی الایام صرن لیالیا

(ترجمہ) کیا چاہیے اُسے جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کو سونگھے اسکو یہ چاہیے کہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے

بھر وہ مصیبتین پڑین کہ جو دنون پر پڑتین تو دنون بی راتین ہو جاتین۔

اور حضرت سید الشہدا علیہ السلام مقام رجز مین فرماتے ہین۔

خیر اللہ من الخلق ابی	ثم امّی فانا ابن الخیرتین

یعنی میرا باپ بہترین مخلوق خدا ہے اور ماں بھی پس مین دو اچھون کا بیٹا ہون۔

حضرت عباس بن امیر المومنین علیؑ فرماتے ہین۔

واللہ لو قطعتم یمینی	لاحمین صابرا عن دینی

یعنی قسم خدا کی اگرچہ میرا ہاتھ تمنے کاٹ ڈالا لیکن مین لوگون کو اپنے دین سے بچاؤنگا تم مین پر جو حملات ہین مین اُسپر کمی نہین کرونگا۔

حضرت علیؑ اکبر فرماتے ہین۔

انا علیّ بن حسین بن علی	نحن وبیت اللہ اولی بالنبی

یعنی مین بیٹا حسین بن علی کا ہون قسم ہے بیت اللہ کی ہم نبی سے بہت قربت رکھتے ہین۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہین۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم	ماذا فعلتم وانتم خیر الامم

یعنی کیا جواب دوگے جب نبی تمسے فرمائین گے کہ تمنے کیا کیا حالانکہ تم خیر الامم تھے۔

روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے لشکر واسطے جہاد نوشیروانیون کے روانہ کیا تو جو لوگ شعر کے فن مین مہارت رکھتے تھے اُنسے فرمایا کہ ایسے اشعار جو غازیون کی طبیعت کو تیز اور مستعد کرین تجویز کرین مُستاد چنانچہ شعرا اور غازیون نے ایسا ہی کیا۔ تذکرۃ الاولیا مین لکھا ہے کہ حضرت ابو العباس لساری مرید حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہما ماتے تھے کہ اگر نماز بے قرآن کے روا ہوتی تو اس شعر سے روا ہوتی۔

اتمنی علی الزمان محالا	ان تری فی الحیوۃ طلعت حرا

یعنی زمانے سے توفیق چاہتا ہون یہ کہ دیکھی جاے زندگی مین صورت آزاد مرد کی۔

شعر محمود و مذموم

اس حدیث سے کہ الشعر ھو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ بعض شعر محمود ہے اور بعض مذموم ہے۔ محمود وہ ہے جس مین کوئی امر خلاف شرع نہو اور واہیات مضامین اور لاطائل و بے فائدہ باتون سے خالی ہو اور غلو سے پاک ہو اور اُس مین ظالمون اور فاسقون کی خوشامد نہو اور مذموم وہ شعر ہے جس مین اس قسم کی باتین ہون اور جسطرح شعر کی دو قسمین ہوئین شعرا کی بھی دو قسمین ہونگی ایک فرقہ محمودہ

اور اس مین وہ شعرا داخل ہین جنکے شعرون مین مضمون احسن و پاکیزہ اور نہایت عمدہ ہو جسکے سُننے سے بے اختیار کلمات تحسین و آفرین زبان سے نکلین اور اُنکے کلام مین کوئی بے تہذیبی اور خلاف شرع بات نہ ہو دوسرا فرقۂ مذمومہ اس مین وہ لوگ ہین جنکے شعر قبیح بزرگون کی ہجو اور کلمات تہتک اسلام اور استہزاے شریعت اور مزخرفات و واہیات سے پُر ہون اور ہزلیات سے مملو ہون۔

ہر شاعر کو اس بات کا لحاظ رکھنا ضرور ہے کہ بیہودہ کلمات اور بُری بات زبان سے نہ نکالے اور دشنام و ہجو و ملامت سے پرہیز کرے ترمذی نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا حیا اور بات لحاظ کر کے کہنا دو شاخین ہین ایمان کی اور فحش و بدزبانی اور بے دھڑک بات کہنا دو شاخین ہین نفاق کی بعض شعراے متقدمین نے جو کلمات پند و نصائح ظرافت و ہزل بازی مین دانستہ شتہر کیے ہین وہ صاحب دلون کے واسطے انتباہ کامل ہے۔ عقلا خوب جانتے ہین چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اپنے کلام مین فرماتے ہین۔

ہزل بگذار و جد از و بردار	راحت نگفتم این گفتار

شاعرون کو یہ بھی ضرور ہے کہ شعرگوئی مین ایسے مشغول و مبہوت نہ رہین کہ بیشتر اوقات شعر ہی کا شغل رکھین ذکر الٰہی اور دوسرے اُمور سے غافل رہین بلکہ چاہیے کہ فکر معاد و معاش و سررشتہ حفظ مراتب بزرگان اور تمیز حق و باطل ہاتھ سے نہ دین جو شاعر ایسا خیال نہ کرے اور شب و روز اسی شغل مین رہے اور اوقات ضائع کرے اُسکو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان فرمایا ہے جیسا کہ مسلم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جاتا تھا ایکبارگی ایک شاعر آگے آیا کہ اشعار پڑھتا جاتا تھا یعنی اُس راہ مین مدہوشانہ اشعار پڑھتا چلا جاتا تھا آپ نے فرمایا کہ پکڑو شیطان کو اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھرنا بہتر ہے اس بات سے کہ وہ شعر سے بھرے اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت شعر کی فکر مین منہمک رہنا اور اوقات ضائع کرنا اور فکر معاد و معاش سے غافل رہنا ممنوع ہے۔

دوسرا موتی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان مین

ریختہ مصدر ریختن سے مفعول کا صیغہ ہے یعنی بٹا ہوا یا گری پڑی پریشان چیز چونکہ زبان اُردو کئی زبانون سے ملکر بنی ہے اسلیے اسکو ریختہ کہتے ہین اور اس زبان مین ہر طرح کے الفاظ پریشان جمع ہین مثلاً عربی فارسی ترکی پنجابی پوربی بنگالی مارواڑی برجی بندیل کھنڈی دکھنی انگریزی سُریانی یونانی فرانسیسی جرمنی پشتو وغیرہ مثال کل مرزا آغا فرماتے تھے کہ احمق کی زبانی دریافت ہوا کہ روم روس کی لڑائی جو ہو رہی تھی اُس مین ایک مورچے پر عثمان پاشا کو ہزیمت ہوئی روسی غالب آئے مین نے کہا آپ اُس جملی کی بات کا کاہے کو یقین کرتے ہین عثمان پاشا

جنرل افواج روم بڑے شجاع و بہادر ہین بغیر فتح کیے ہوے میدان جنگ سے مُنھ نہ پھیرینگے اس مثال مین
زبانی اور دریافت اور بہادر اور میدان جنگ الفاظ فارسی ہین اور ہزیمت اور غالب اور لقین اور افواج
شجاع وفتح وغیرہ الفاظ عربی اور جبلی یعنی نادان وزبان دراز پنجابی اور پاشا ترکی اور جنرل انگریزی اور کا سے
جسکے ساتھ لفظ کو ملا ہے زبان برج کا لفظ ہے۔

دریاے ستلج سے اُس طرف زبان پنجابی ہے اور جس قدر دریاے ستلج سے اسطرف دہلی تک نظر کرین تو
اردو زیادہ تر فصیح ہوتی جاتی ہے دہلی دارالسلطنت اور اُسکے گردو نواح سے جسقدر آگے بڑھین برج بھاشا اور
پوربی داخل ہوتے ہوتے بنگالی بن جاتی ہے اور جس قدر جنوب کو چلے جائین مارواڑی داخل ہوتے ہوتے
دکنی اور گجراتی ہوجاتی ہے۔

حال کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندی کا پہلا شاعر جس کا تخلص پنڈت تھا سمت ۷۰۰ بکری مین
ہوا ہے اسلیے ہندی شاعری کی پیدایش ابھی تک سمت سات سو مین جمہور نے مانی ہے سمت ۸۹۰ مین
بھی ایک شاعر کا کلام ملا ہے مگر ابھی تک شاعر کا صحیح نام معلوم نہین ہوا سمت ایک ہزار سے باترتیب
حالات ملنے لگے اس سمت مین ایک مشہور شاعر بھوآل کے نام سے گذرا ہے اور سمت ۱۱۸۰ سے کے
قطب بھگ دو مسلمان شاعر بھی گذرے ہین چند بردای ایک بڑا زبردست شاعر مہاراجہ پرتھی راج کے
دربار مین تھا اور اس کا زمانہ سمت ۱۲۲۵ سے سمت ۱۲۴۹ تک مانا گیا ہے چند کے زمانے سے
پہلے صرف آٹھ ہندی شعرا کا وجود اس وقت تک دریافت ہوا ہے ان آٹھ مین پانچ ہندو اور
اور تین مسلمان ہین۔

اصل زبان اُردو کی بھاشا ہے اور حلاوت و نمکینی فارسی و عربی سے ملی ہے قدیم شعراے ہند
اشلوک اور دوہے اور گیت مین مضامین شعری کو ادا کرتے تھے ابتدا مین ہندوستان مین ویدکی زبان
رائج تھی گیارھوین صدی عیسوی سے پہلے زبان بھاشا ایجاد ہوئی جسکی عمر نو سو برس سے زیادہ نہین۔
اور پھر یہی زبان رائج رہی مگر گیارھوین صدی عیسوی تک کوئی کتاب زبان بھاشا مین تصنیف نہین ہوئی
سنہ گیارہ سو اکیانوے مین سلطان محمد شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر چڑھائی کی اور یہان کے آخری
راجہ پرتھی راج کو شکست دے کر اپنا تسلط کیا اور رفتہ رفتہ بخوبی قبضہ سلاطین اسلامیہ کا ہوگیا تو شعراے
نامدار اور سادہ بیان بلاغت شعار فارس سے ہندوستان مین آئے اور کچھ عرصے تک اپنی اصلی زبان مین شعر
کہتے رہے رفتہ رفتہ ہندوستان کی زبان قدیم مین الفاظ عربی و فارسی اور ترکی ملتے گئے یہانتک کہ تیرھوین
صدی عیسوی مطابق ساتوین صدی ہجری مین حضرت ابوالحسن امیر خسرو دہلوی بہ طبع خداداد اور قوت ایجاد

رکھتے تھے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد مین اس عالم مین رونق بخش ہوے اور داد شاعری دی اور حق سخنوری ادا کیا اور طرز جدید کے موجد ہوکر وہ نیا ڈھنگ اختیار کیا کہ تا قیام قیامت نام اُنکا صفحۂ ہستی پر قائم رہے گا اکثر گیت اور پہیلیان زبان بھاشا مین اُسی طرز و ترکیب پر کہی ہین اور بہت اشعار و غزلین زبان مروجہ وقت اور بحر فارسی مین موزون کی ہین اور مکرنیان زبان بھاشا مین خاص اُنکی مخترعات سے ہین اسی طرح انمل اور ڈھکوسلے اور دو سخنے بھی کبھی کبھی کہا کرتے تھے کہ وہ بھی انھی کی ایجاد ہین چنانچہ کچھ اشعار اُس قسم کی غزلون کے اور تھوڑی سی مکرنیان وغیرہ بطور مثال کے لکھی جاتی ہین تاکہ ناظرین کو اُسوقت کی شاعری کا ڈھنگ معلوم ہو۔

اشعار غزل

شبان ہجران دراز چون زلف و روز وصلش چو عمر کوتاہ ۔۔۔ سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری ریتان

یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکین ۔۔۔ کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پیو کو ہماری بتیان

بحق روز وصال محشر کہ داد مارا فریب خسرو ۔۔۔ بھائے راکھون تو سن اے ساجن جو کہنے پاؤن دو بول تمیان

مکرنی

اونچی اٹاری پلنگ بچھایا ۔۔۔ مین سوئی میرے سر پر آیا
کھل گئین انکھیان بھئی انند ۔۔۔ سکھی کوئی ساجن ناسکھی چند

ایضاً

ایک سجن مورا من للچاوے ۔۔۔ مکھ چومے اور بات بناوے
ہونٹھن لاگ سبھی رس کھینچا ۔۔۔ سکھی کوئی ساجن تا سکھی دینچا

ایضاً

سگری رین چھتین پر راکھا ۔۔۔ رنگ رس سب واکا چاکھا
بھور بھئی تب دیا ڈار ۔۔۔ سکھی کوئی ساجن ناسکھی ہار

ایضاً

مکھ مورا چومت دن رات ۔۔۔ ہونٹھن لاگت کہت نہ بات
جاسے میری جگ مین پت ۔۔۔ سکھی کوئی ساجن ناسکھی نت

ایضاً

اُس بن مجکو چین نہ آوے ۔۔۔ وہ میری تس آن بجھاوے

ہے وہ سب گن بارہ بانی ۔ سکھی کوئی ساجن نا سکھی پانی

انمل

کھیر پکائی جتن سے - چرخہ دیا جلا - آیا کتا کھا گیا - تو بیٹھی ڈھول بجا - لا پانی لا -

ڈھکوسلا

بھادون کی پکی پہیلی - چوچو پڑی کپاس - بی مہترانی دال پکاؤگی - یا ننگا ہی سو رہون -

بنولی کی پہیلی

زور سے ایک تریا اتری اُسنے بہت رجھایا ۔ باپ کا اُسکے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا

آدھا نام پتا پر پیارا بوجھ پہیلی موری ۔ امیر خسرو یون کہین اپنے نام بنولی

ناخن کی پہیلی

بیسون کا سر کاٹ لایا ۔ نا مارا نا خون کیا

لال کی پہیلی

اندھا گونگا بہرا بولے گونگا آپ کہائے ۔ دیکھ سفیدی ہوت انگارا گونگے سے بھڑ جائے

بانس کا مندروا کا باسا باسنے کا وہ کھاجا ۔ سنگ ملے تو سر پر راکھین واکو راوراجا

سی سی کرکے نام بتایا۔ تا مین بیٹھا ایک ۔ الٹا سیدھا ہر پھر دیکھو وہی ایک کا ایک

بھید پہیلی مین کہے تو سن لے میرے لال ۔ عربی فارسی ہندی تینون کرو خیال

خالق باری بھی انہی کی مخلوقات فکر سے ہے اس مین فارسی کی بحرون نے اول اثر کیا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت کون کون سے الفاظ مستعمل تھے جواب متروک ہین۔

ولہ

اورون کی چوپہری باجے چتو کی آٹھ پہری ۔ باہر کا کوئی آئے ناہین آئین سب شہری

صاف صاف کرا گے راکھے جس مین ناہین تو سل ۔ اورون کے جہان سینگ سماوے چتو کے موسل

ایسے ہی اور شعراے وقت نے غزل سرائی کی ہے چنانچہ حامد کوئی شخص ہوا ہے اُسکا زمانہ معلوم نہین کہتے ہین کہ حامد باری اسی کی تصنیف ہے اسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی پنجابی ہے یہ اُسکا کلام ہے۔ ؎

عزم سفر چون کردی ساجن نینو نیند نہ آئے جی ۔ قدر وصالت نا دانستم تم بن برہ ستائے جی

میر غلام حسن دہلوی نے تذکرۂ شعرا مین لکھا ہے کہ جہانگیر کے عہد مین ایک شخص تھا جو خاکی تخلص

کرتا تھا اُس کا یہ شعر ہے ؎

ٹھانی ہے اپنے من مین ابتو یہی سریجن ۔ بجز پیم کی گلی مین خاکی تو خاک ہونا ؎

موُلف خمخانہ جاوید لکھتے ہین کہ ایک پرانی بیاض مین جو اسوقت میرے پاس موجود ہے منشی پیارے لال شوقی تخلص کی ایک غزل مندرج ہے جو عہد جہانگیر مین فارسی شاعر تھا اور اُردو بھی کہنے لگا تھا مین اُسکے چند شعر یہان لکھتا ہون ؎

جن پیم رس چاکھا نہین امرت پیا تو کیا ہوا ۔ جن عشق مین مر نادیا جوجگ جیا تو کیا ہوا
تعویذ اور طومار مین ساری عمر ضائع کیتی ۔ سیکھے نگر چیلے گھنے ملا ہوا تو کیا ہوا
جوگی و جنگم سیورا رنگ لال کپڑے پہر کے ۔ واقف نہین اس حال سین کپڑا رنگا تو کیا ہوا
جیو مین نہین پی کا درد بیٹھا مشائخ ہوے گر ۔ من کا رہٹ پھرتا نہین سمرن کیا تو کیا ہوا
جب عشق کے دریاے مین ہوتا نہین غرقاب تن ۔ گنگا بنارس دوارکا پنگھٹ پھرا تو کیا ہوا
ہارگ بسی سب چھوڑ کر دل تن سے تین خلوت پکڑ ۔ شوقی پیارے لال بن سب سین ملا تو کیا ہوا

پھر رفتہ رفتہ دکن مین بھی شاعری شروع ہوئی اور وہان کے دکنی الفاظ ریختہ کی زبان مین ملتے گئے اور سبب اسکا یہ ہوا کہ محمد شاہ بن تغلق نے اپنے عہد مین ایک مرتبہ تمام اہل دہلی کو نکال کر دولت آباد دکن مین بھیجد یا تھا اس نقل و حرکت کے سبب سے دکنی الفاظ ریختہ مین بہت مل گئے دوسرا سبب یہ تھا کہ جو لوگ سلاطین او امرا کے ہمرکاب دکن کو جاتے تھے اشعار شعراے دکن کے لاتے تھے اور دکن کے شعرا یہ ہین۔ احسن۔ اشرف۔ جعفر خوشنودی۔ عزیز اللہ۔ احمد۔ فضلی۔ لطفی۔ ہاتفی۔ ہاشم۔ سعدی وغیرہ یہان پر تھوڑا سا کلام بھی بعض شعراے دکن کا درج کیا جاتا ہے۔

سعدی

شقہ چو دیدم بر رخت گفتم کہ یہ کیا دید یت ہے ۔ گفتا کہ در ہو یا درے اس شہر ا یہ ریت ہے
ہمنا تمن کو دل دیا تم دل لیا اور دکھ دیا ۔ ہم یہ کیا ہم وہ کیا یہ بھی جگت کی ریت ہے
سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ ۔ در ریختہ در ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

احمد

گر بیضۂ زاغے ۔ در زیر مرغے نہد ۔ از اصل خود نباید برون آخر گلیلا ہوے ہے
گر طفلکے بازی گرے خوانندۂ و عالم شود ۔ اصلیکہ دارد کے رود آخر زنبولا ہوے ہے
گر بچۂ شیرے کسے با شیر رد بہ پرورد ۔ مردی کہ دارد کے رود آخر ببلا ہوے ہے

ولہ

بھون دو نین کی چھگلان جھوری۔ تھرے توشہ ❊ فرہت کی باندھی اور بیت کی باٹ پر نکلے

خوشنودی

سب رین جاگے بیج پر تو بھی سجن آیا نہین ❊ چپ چپ کے دیکھی باٹ مین درشن کو دکھلایا نہین

فضلی

مکھون ہون۔ جان جانان تصدق تجھپہ کرنے کو ❊ کیا سب تن کو مین درپن اجھون درشن نہ پلتے ہون

ہاشم

دکھن اور ہند کے دلبر ہمن سے بے حجاب اچھے ❊ کہ گھڑے چاند سے پرجن نے خط کے بیچ تاب چھپے

احسن

جب تے سفر پی نے کیا تب تے غریب آوارہ ہون ❊ یا بیگ پی آیا کرین یا مجکو لے بلوائے کر

جعفر

غمزان سے دیکھو شوخ نے مجھے مار کر چلے ❊ مجروح تسپہ راہ منی تھار کر چلے

اشرف

پیا بن میرے تنئن برہ اگ بھایا ہی جو ہوئی ہو سو ہو جا ❊ بھبوت اب جوگیون کا رنگ لایا ہی جو ہوئی ہو سو ہو جا

عزیز اللہ

مجھ نیم جان مین کیا سکت بولون جو دلیان کی صفت ❊ عاجز عزیز اللہ اپر دکھن کے سب پیران مدد

لطفی

مین عشق کی گلی مین، گھائل پڑا تھا تسپر ❊ جوبن کا ماتا آکر مجھکو کھندل گیا ہے

تقی

تیری انکھان وزلف سے کافر ہوا سارا جہان ❊ اسلام اور تقوے کہان زہد اور مسلمانی کدھر

اس عہد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مصری کو دودھ مین گھولے تو اول اسکی موٹی موٹی ڈلیان رہتی ہین اور پینے والے کو کبھی پھیکے دودھ کا گھونٹ اور کبھی کچھ میٹھا اور کبھی ساری مصری منھ مین آجاتی ہے آخر کو گھل کر دونون ایک ہوجاتے ہین جب سنہ ۱۰۵۸ ہجری مین نسل تیموریہ کے پانچوین تاجدار ہند شاہجہان نے نیا شہر شاہجہان آباد آباد کیا اور قلعہ معلے اور جامع مسجد اور شہر پناہ کو تعمیر کرایا اور نواب علی مردان خان نہر لایا اور بادشاہ نے جشن فرمایا اور شہر کو دار الخلافت قرار دیا تب اطراف وجوانب سے اہل کمال اور صاحب ہنر

قدردانی و فیض رسانی اس صاحب قرآن ثانی کی سنکر حضور مین جمع ہوے اور ہر ملک کے لوگون کا مجمع ہوا رفتہ رفتہ پرانی بولی متروک ہونے لگی اور محاورہ صاف ہوتا چلا مختلف ملکون کے آدمی باہم جمع ہوے سودا سلف لین دین نشست برخاست سوال وجواب مین ایک دوسرے سے گفتگو ضرور پڑی چونکہ اصلی زبان ہر ایک کی جدا تھی اس لیے ضرورت ہوئی کہ کچھ الفاظ دوسری زبان کے ملاکر مخاطب کو سمجھائین اسی طرح یہان کے اصلی باشندونکو بھی واجب ہوا کہ اپنے کلام مین کچھ الفاظ و محاورات اہل فارس کے ملاکر مطلب کو انکے ذہن نشین کرین چند روز کے بعد ایک نئی زبان جسکو اب اُردو کہتے ہین ہوگئی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ترکی مین اُردو بازار لشکر کو کہتے ہین اور یہ زبان اُردوے شاہی سے نکلی ہے پس کثرت استعمال سے خود زبان کو بھی اُردو کہنے لگے اور اُردو زمرۂ شہر دہلی کا نام ہوگیا۔

یہ صرف شاہجہان کا اقبال ہے کہ یہ زبان اُسکے اُردو کی طرف منسوب ہوگئی ورنہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ بنا اُسکی اُسی زمانے مین پڑگئی تھی جبکہ مسلمانون کا قدم پہلے پہل ہندوستان مین آیا شاہجہان کے عہد سے تو صرف زبان اُردو کے ایک تمایز صورت اختیار کرنے کی بنیاد قائم ہوئی تھی اُس عہد سے ابتک اس زبان مین تبدیلی جاری ہے۔ پیشتر جو لوگ اُردودان ہوتے تھے نہ تو وہ شاعر ہوتے تھے نہ بسبب عدم رواج کے اُردو مین شعر کہتے تھے اور نہ کسی دوسری علمی اہم ضرورتون مین اس گھریلو زبان سے کچھ کام لیتے تھے کیونکہ اسکی انشاپردازی فخر نہ سمجھتے تھے پس علمی کتابی اور درباری زبان تو فارسی تھی اور معاملات مین عوام کے ساتھ اُردو بولنی پڑتی تھی اور جو لوگ شاعر تھے وہ بسبب اہل فارس ہونیکے اُردو سے ناواقف ہوتے تھے اس سبب سے شعر فارسی کہتے رہے اور اگر فکر بھی کی تو اُسوقت کی ٹوٹی پھوٹی بولی اُنسے پوری پوری خوبی کے ساتھ ادا نہوسکی چنانچہ میرزا معز فطرت کہ بڑا عالم ایران کا تھا اور شاعر کامل عہد عالمگیر مین ہوا ہے اور مدت تک ہندوستان مین رہا ہے اُس نے زبان اُردو مین یہ شعر کہا۔ ؎

از زلف سیاہ تو بدل دوم پری ہے
در گلشن آئینہ گھٹا جوم پری ہے

ایسے ہی قزلباش خان اُمید نے کہ بڑا صاحب کمالات تھا اور اہل ہند سے اُسکی خوب صحبت رہی ہے اور علم موسیقی مین بھی مہارت تھی اُردو مین یہ مطلع لکھا ہے۔ ؎

باہمن کی بیٹی ایک مری آنکھ مون پری
گالی دیا و غصہ لیا اور دگر لری

آخر عہد عالمگیر سے شعرا اس زبان مین شعر کہنے لگے چنانچہ مرزا عبدالقادر بیدل جو شاعر کامل اور فقر و تصوف مین بے مثال تھے اور سنہ گیارہ سو تینتیس ۱۱۳۳ ہجری مین انتقال کیا کہتے ہین۔ ؎

مت پوچھ دل کی باتین وہ دل کہان ہے ہم مین
اس تخم بے نشان کا حاصل کہان ہے ہم مین
جب دل کے آستان پر عشق آنکر پکارا
پردے سے یار بولا بیدل کہان ہے ہم مین

مرزا عبدالغنی بیگ قبول کہتے ہین۔

دل یون خیال زلف مین پھرتا ہی نعرہ زن	تاریک شب مین جیسے کوئی پاسبان ہے ۱

مگر ایک عہد شاہ [illegible] اردو نے بہت سا رواج نپایا اور نہ کوئی نثر زبان اُردو مین تصنیف ہوئی محمد شاہ کے عہد سے پہلی کوئی تصنیف نثر اُردو کی دیکھنے مین نہین آئی محمد شاہ کے عہد مین ۱۱۴۵ ہجری مین ایک شخص نے کتاب وہ مجلس اُردو مین لکھی ہے جس مین وہ خود کہتا ہے "لہذا کوئی اس صنعت کا نہین ہوا مخترع اور ابتک ترجمہ فارسی بعبارت ہندی نثر نہین ہوا مستمع پس اس اندیشہ عمیق مین غوطہ کھایا اور بیابان تامل و تدبر مین سرگشتہ ہوا" یہ عبارت اوپر کے بیان کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے اُسوقت کی زبان کتابی بھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر بعض بعض تصانیف اُردو مین ہونے لگین اور شاعری کا چرچا بھی زیادہ ہوگیا یہانتک کہ سرحلقہ شعراے ریختہ بسم اللہ دیوان شاعری عنوان رسالۂ سخنوری **حاجی ولی** متخلص بہ **ولی** نے دہلی مین آکر اس فن کو رونق بخشی اور ہندوستان مین تخم شاعری کا بویا اسے نظم اُردو مین وہی رتبہ حاصل ہے جو انگریزی نظم مین چاسر کو اور فارسی مین رودکی کو اور عربی مین مہلہل کو یہ شخص احمد آباد گجرات کا رہنے والا عالمگیر کے عہد مین پیدا ہوا محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے وقت مین دہلی مین آیا اور آخر عمر اپنی یہین گذاری اور اُردو شاعری کو پھیلایا اور فارسی کے طور پر دیوان کو مرتب کیا اگرچہ اس سے پہلے اور اُسکے عہد مین اس زبان مین حکیم یار علی **شفا** اور **غازی** اور **غواص** اور **شاہ تجلی** اور **سراج** اور **جولان** اور **طالب** وغیرہ اکثر شعرا نے فارسی بحرون مین اُردو کے اشعار کہے ہین لیکن کوئی شاعر اُسوقت تک زبان ریختہ مین اُسکے رتبے کو نہین پہونچا ہرچند کلام اُس کا بہ نسبت کلام زمانہ حال کے ایسا ہے جیسے ہندوستانی گزی بمقابلے انگریزی ململ کے لیکن وہ اپنی طبع خداداد کی مدد سے نظم اُردو کا دیوان جمع کر کے پچھلون کو اس امر کا شوق دلا گیا اور اردو شاعری کو فارسی شاعری کے ڈھنگ پر لانے کے لیے رہنما ہوگیا گو اُسکے نقش قدم آنے والے ہجوم خلائق کے پیرون نے مٹا کر رکھ دیے مگر نہین اُسنے اپنا نقش قدم نظم اُردو کی تواریخ کے صفحون پر ایسا جما دیا ہے کہ قیامت تک حق اُستادی اُسکا کسیطرح باطل نہین ہوسکتا اُسکے کلام مین اکثر مضمون مناسب بھی ہین اور فصاحت بھی بہ نسبت دوسرے شعراے معاصر کے زیادہ ہے اور مذاق ۔ اچھا ہے یہانپر بطور نمونہ کچھ اُسکے اشعار لکھے جاتے ہین۔ ؎

طاقت نہین کسی کو کہ اک حرف سُن سکے	احوال اگر لکھون مین دل بے قرار کا
آئے ولی ہماری طرف تیغ ناز سے	اُس شوخ کو خیال اگر ہے شکار کا
خط کے آنے نے خبردار کیا گرد کو	نشۂ ہوش ہے اس بادۂ ریحانی مین
سُن ولی رہنے کو دُنیا مین مقام عاشق	کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

تجھ لب کی صفت لعل بدخشان سے کہونگا — جادو ہین تری نین غزالان سے کہون گا
مین جب سے دکھا خواب ہی اے مایۂ خوبی — اس خواب کو مین یوسف کنعان سے کہون گا
تعریف ترے قد کی الف وار اے ساجن — جا سروِ گلستان کو خوش الحان سے کہون گا
بے وفائی نہ کر خدا سون ڈر — جگ ہنسائی نہ کر خدا سون ڈر
آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور — خود نمائی نہ کر خدا سون ڈر
یہ تل تجھ مکھ کے کعبے مین مجھے اسود حجر دستا — زنخدان مین ترے مجھ چاہ زمزم کا اثر دستا

چونکہ اسوقت تک زبان ریختہ شستہ اور صاف نہین ہونے پائی تھی بندش کی چستی ترکیب کی درستی لفظون کا دروبست کم تھا اور نہ خیالات مین آجکل کی سی نزاکت تھی اور نہ تشبیہ و استعارہ تھا اور نہ فارسی محاورون کا زور تھا اسلیے بہت سے الفاظ بھاشا اور گجراتی وغیرہ کے ایسے تھے کہ اب سُننے مین بھی نہین آتے اور محاورات مین بھی فرق تھا مثلاً سون اور سین اور سیتی بجاے سے اور کون بجاے کو اور ہمن کو بجاے ہم کو اور جگ منے بجاے دنیا مین اور برمنے بجاے برہمن میان آبرو کا قول ہے مصرع ~ منے جامہ نہ تھا اک جھول تھی ~ اور تجھ لب کی صفت بجاے تیرے لب کی صفت اور ہمن بجاے طرح یا صفت اور بچن بجاے کلام اور نت بجاے ہمیشہ اور مکھ بجاے مُنھ اور بھیتر بجاے اندر اور مجھ دل بجاے میرے دل اور موہن - سریجن - پی - پتیم بجاے معشوق اور انجھوان آنسوؤنکی جمع کے لیے اور بھوان پلکان بھوون پلکونکی جگہ اور نین آنکھونکی جگہ اور مرا بجاے میرا اور یوہ بجاے یہ اسی طرح درا اور برا اور رازو وغیرہ اکثر بلکہ بالکل حروف روابط موجود تھے جسطرح مردون مین ولی دکنی اُردو زبان مین سب سے پہلے صاحب دیوان ہوا ہے اسیطرح تذکرۂ حکیم قاسم سے ثابت ہوا کہ عورتون مین سب سے پہلے مہ لقا نام چندا تخلص ایک حیدرآبادی عورت بازاری شاگرد شیر محمد خان متخلص بہ ایمان نے اُردو زبان کا دیوان فراہم کیا مزید بران یہ کہ ولی دکنی عالمگیر اول کے وقت مین موجود تھا تو چندا رنڈی دکنی نے عالمگیر ثانی کے عہد مین یہ فخر پایا کہ عورات مین سب سے پہلے صاحب دیوان کہلائی یعنی اس فن مین جسکا چرچا عالمگیر ہی کے زمانے مین دکن مین پیدا ہوا۔ اختر تابان سے ظاہر ہوا کہ چندا اسکا نام اور مہ لقا تخلص تھا اور طبقات الشعرا سے دریافت ہوا کہ سنہ ۱۷۹۹ع مین اس شاعرہ نے اپنا دیوان کسی محفل مین ایک عالیشان انگریز کو نذر دیا تھا جو سرکار کمپنی کے کتب خانۂ موجودۂ شہر لندن مین رکھا گیا اسکے کلام سے صرف یہی ایک شعر اکثر تذکرون مین دیکھا گیا۔ ~

اخلاق سے تو اپنے واقف جہان ہے گا — پر آپ کو غلط کچھ اجتک گمان ہے گا

مگر یہ ثابت نہین کہ زبان اُردو مین پہلے پہل کس عورت نے شعر کہا کیونکہ بعض لوگون نے لکھا ہے کہ نورجہان نععجہ جہانگیر شہنشاہ ہندوستان نے اُردو شعر کہا بلکہ یہ شعر اُسکی طرف منسوب کرتے ہین۔ ~

اگر تم جو یہ کہتے تھے شمشیر ہے اور مین ہون | یہ طشت ہے یہ سر ہے تقصیر ہے اور مین ہون
چمن مین ہے جو یہ ننھی سی بوٹی | نگہ کے بوجھ سے جاتی ہے ٹوٹی
ظاہر مین مرے حال کو سرسبز نہ جانو | پوشیدہ جگر رہتے ہون مانند حنا کے

مگر یہ قول پایۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نورجہان ایاز تاتاری کی بیٹی قندھار کے جنگل مین پیدا ہوئی اپنے والدین کے ہمراہ اکبر اعظم کے زمانے مین وارد ہند ہو کر شیر افگن خان ترکمان سے بیاہی گئی جو اُسکو اپنی جاگیر اضلاع بدرب مین لیگیا اور جہانگیر نے تخت نشین ہو کر سنہ جلوسی چھ یا سات مین شیر مذکور کو روباہ گری سے مروا کر اُسے اپنے محل مین داخل کیا پس اُسکی زبان کس طرح اُردو ہو سکتی ہے کیونکہ گو خلجیون کے زمانے مین حضرت امیر خسرو دہلوی نے کچھ کچھ چھیڑ چھاڑ ہندی بولی مین شروع کی تھی اور اشعار اُردو کی اکثر صنف کے موجد ہوے تھے اور اس سے بعد بھی بعض بعض نے اُردو کی شعرگوئی پر مبادرت کی مگر اسکو اکثر نے تسلیم کیا ہے کہ زبان اُردو نے ایک تمام صورت شاہجہان کے وقت سے اختیار کی ہے بلکہ شعرگوئی تو اُسکے زمانے مین بھی بخوبی نہوئی تھی پھر نورجہان کیونکر اردو کے شعر کہتی شاید ایسا ہو کہ اُس شاعرہ فاضلہ نے وہ مضامین فارسی مین ادا کیے ہون اور متاخرین نے اپنی زبان مین ترجمہ کر لیے ہون البتہ اس قدر ثابت ہے کہ مردون کے ساتھ ہی ساتھ عورتون کی شعرگوئی بھی شروع ہوئی ہے ۔

پھر روز بروز اُردو کی شاعری ترقی پاتی گئی اور بہت سے اساتذہ فارسی گو نے بھی اس مین طبع آزمائی کی اور باعث فصاحت و بلاغت و موجب شستگی الفاظ اور درستی زبان ہوے چنانچہ **حشمت** تخلص میر محتشم **علی خان** کہ اُستاد فارسی گو ہین اور میر افضل ثابت اور شیخ عبدالرضا متین سے انکی صحبت اور مطارحات رہے ہین اور شاعر بامذاق ہین سخن در خوش بیان مضامین عاشقانہ باندھنے مین طاق ہین اور ۱۱۶۳ھ ہجری مین حیات ابدی کا شربت نوش کر کے زندگی جاوید پائی ہے کہتے ہین ۔ ع

گور کے سونے والون کو جگاتی ہے بہار | شور ہے غل ہے قیامت مست آئی ہے بہار

میر **شمس الدین فقیر** دہلوی کہ علم عروض و قافیہ و معانی و بیان و بدیع مین ید طولےٰ رکھتے تھے اور ۱۱۸۱ھ ہجری مین دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی ہے کہتے ہین ۔ ع

خال [illegible] بیاض ... | نقطۂ انتخاب ہے گویا
ہے غرض دید سے یان کام تکلف سے نہین | خواہ ادھر بیٹھ گئے خواہ اُدھر بیٹھ گئے
کم ہے آواز ترے کوچے کے باشندون کی | نالہ کرنے سے مگر اُنکے گلے بیٹھ گئے

سراج الدین **خان** **آرزو** جو زبان فارسی کے اُستاد تھے بڑے ذی استعداد تھے اور جنکے دامن تربیت سے ایسے ایسے باکمال شعراے ریختہ پرورش پا کر اُٹھے جو زبان اُردو کی اصلاح دینے والے کہلائے اور

جس شاعری کی بنیاد جگت اور ذو معنی لفظوں پر تھی اُسے کھینچکر فارسی کی طرز و ادائے مطالب پر لے آئے یعنے
مرزا جان جانان مظہر ـ مرزا رفیع سودا ـ میر تقی میر ـ خواجہ میر درد وغیرہ اور سنہ ۱۱۶۹ ہجری مین رحلت کی ہے کہتے مین ـ

اُس تند خو صنم سے ملنے لگا ہون جب سے
[illegible] تیری دلاوری کو

جان تجھ پر کچھ اعتماد نہین
زندگانی کا کیا بھروسا ہے

بتخانے بیچ جاکر شیشے تمام توڑے
زاہد نے آج اپنے دل کے پھپولے پھوڑے

آتا ہے صبح اُٹھ کر تیری برابری کو
کیا دن لگے ہین دیکھو خورشید خاوری کو

بدھ [illegible] نام قلندر تخلص انہی کا ہم عصر یون نغمہ سرائی کرتا ہے ـ

جی کو سر زندگی [illegible] نہین ہے
کیا جی [illegible] کرین کہ جی نہین ہے

تھمتے ہی تھمے گا اشک ناصح
رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہین ہے

نظام الدین احمد بلگرامی ـ صانع تخلص جنہون نے شیخ علی حزین اور والہ داغستانی کی صحبت سے
لطف اُٹھایا ہے اور اقسام شعر کی ہر زمین مین رنگ طبیعت دکھایا ہے کہتے ہین ـ

صنم کی اُس محبت پر دیا تھا جان و دل صانع
نہ تھا معلوم ہو جائے گا یون نامہربان اپنا

حسان الہند مولانا سید غلام علی آزاد بلگرامی نے بھی زبان اُردو مین طبع آزمائی کی ہے یہ شخص وہ
ہے جسنے علمائے ہندوستان مین سب سے پہلے دیوان عربی اشعار کا مرتب کیا ہے اور سنہ ۱۱۸۰ ہجری مین سب سے
پہلے اول ہندوستان کے اُن عالمون اور ادیبون کا تذکرہ جو تصانیف سے باقیات صالحات رکھتے ہین کتاب
سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان کی دوسری فصل مین لکھا ہے ـ

کیا دھوان دھار اس مسی سے اُسکی ہے تحریر لب
دل جلون کا ہے یہ دود آہ دامن گیر لب

جسکی ٹھوکر سے مسیحائی ہوا اُسکے لب کو مین
گر لب عیسیٰ سے دون تشبیہ تو ہے تحقیر لب

دانہ خال لب سے اُسنے دام مین بانو نکلے آہ
کل دکھا کر مرغ دل میرا کیا تسخیر لب

تیری تحریر مسی نے قتل اک عالم کیا
ہے بجا اُس کو میان کہیے اگر شمشیر لب

اُنھون نے ایک قصہ دلچسپ نثر اُردو مین بھی لکھا ہے جو تُلی نامے کے نام سے مشہور ہے ـ انکے سوا دوسرے
شعرائے ریختہ گو مثل نجم الدین آبرو معروف بہ شاہ مبارک اور حسن خان شوق اور شیخ شرف الدین ـ
مضمون اور مصطفےٰ خان یکرنگ اور شرف الدین علی خان پیام اور شیخ ظہور الدین شاہ
حاتم اور شاہ غلام محمد خان غلامی اور میر سجاد اور میر محمد شاکر ناجی اور شیخ احسن اللہ احسن وغیرہ نے
اس زبان کو تھوڑا سا صاف کیا ان سب مین فصیح تر ظہور الدین شاہ حاتم تھا اُسنے اوائل مین جو غزلین اور قصائد

اور رباعیات ومثنوی وغیرہ لکھیں وہ شاہ مبارک آبرو اور ناجی کی طرز پر ہین اور اکثر زبان قدیم کا استعمال ہے
لیکن آخر عمر مین بہت سی باتین غیر مانوس چھوڑ دین چنانچہ اپنے کلیات سے ایک چھوٹا سا دیوان خود انتخاب کرکے
اسکا نام دیوان زادہ رکھا جس مین پانچ ہزار سے زیادہ ابیات ہین دیوان زادہ کے دیباچے مین لکھتا ہے کہ مین
نے بہت سے محاورات والفاظ قدیم جیسے فندبرد ازد بسی بجاے تسبیح دصحی بجاے صحیح وبگانہ بجاے بیگانہ و
دوانہ بجاے دیوانہ ونین وجگ دنت ومرا بجاے میرا اور ستی بجاے سے اور ادھر بجاے اُدھر اور کیدھر بجاے کدھر
اور یہ بجاے پر اور یان اور وان بجاے یہان اور وہان کو ترک کردیا اور راے مہملہ کا قافیہ راے ہندی کے ساتھ
مثل گھوڑا وبورا وپٹرو سر بھی موقوف کردیا اسلیے شاہ حاتم کا کلام بہ نسبت دیگر شعراے سابق کے صاف ہے اور
اسنے صنعت ایہام وغیرہ کا بھی بہت کم استعمال کیا ہے مگر پھر بھی ایہام کا طریقہ بہت جاری رہا بلکہ اس کے
بعض ہمعصرون نے اس صنعت کو اپنا شیوہ اختیار کرلیا تھا چنانچہ ناجی دہلوی بھی اُنہی مین سے ہے اور یہ
طوفان قباحت زیادہ تر اکبرآبادی شاعرون کا حصہ ہے چنانچہ شاہ مبارک آبرو اور اُنکے ہمعصر شرف الدین مضمون
کو اسکا بہت خیال تھا اور میر سجاد ایہام گو اکبرآبادی بھی اپنے اُستاد آبرو کے شیوے کا تبع ہے چنانچہ سید انشا
کہتے ہین ۔ ؎

جھمکا جھمکا ترے اس نمک کا	نہ لیتا جو مکا تو تھا بن کمک کا
یہ ہے میر سجاد کا طور انشا	دوانہ ہون مین تو غرض اس جھمک کا

ایک بڑا نامی شاعر اُس عہد کا کہتا ہے ۔ ؎

پوست کھینچے اُن رقیبون کا خدا	جن مرے لاے کو نافرمان کیا
کافر بچہ لب شکری دودھ ملائی	ٹک آن گلے لاگ تجھے رام دہائی
سوتا پڑا تھا کیاری نازک بدن اکیلا	دل آم ہو کے ٹپکا جامن اسے اُٹھا لا
کیون نہ ہم سے ہو وہ سجن باغی	قد ہو جس کا نہال کی مانند

غور کیا گیا تو اُسکی وجہ یہ دریافت ہوئی کہ زبان اُردو کا ماخذ زبان عربی وفارسی وہندی ہے اور ان
تینون زبانون مین اس قسم کی صنعتون کو نہایت حُسن وخوبی سمجھتے ہین ۔ شعر عربی کی مثال ۔

اَصَحّ واقوے ماسمعناہ فے النّدے	من الخبر الماثور مُنذُ قدیم
احادیثُ یرویہا السیُولُ عن الحیا	عن البحر عن کفّ الامیر تمیم

ان اشعار مین شاعر ممدوح کے جودوسخا کی تعریف بیان کرتا ہے اور صنعت مراعات النظیر مین کہتا ہے کہ صحیح
ترین اور قوی ترین اخبار ماثورہ سے جو سُنے جودوبخشش کے بارے مین گئے ہین وہ خبرین ہین کہ سیل نے زبان باران

اور باران نے دریا سے اور دریا نے ممدوح کے ہاتھ سے سُنی ہین اور معنعن چلی آتی ہین پس یہ بات ثابت ہوئی
کہ آخذ اخبار صحیحہ جود سخا کا ممدوح ہے اور رتبے مین بحر و سیل و ابر سے بڑھ گیا ہے۔ فارسی مثال۔

مولوی جامی

مرا فراق تو روزے ہزار بار کشد — فراق چون تو کلے این چنین ہزار کشد
خنجر عشق خون من ریخت بخاک پائے تو — رائے تو بود کشتنم کشتہ شدم برائے تو

انوری

ساقیا خیز کہ گل رخت بصحرا آورد — بوستان جنت دے کوثر طوبے است چنار

سلمان ساوجی

چو زاغ کمان گرد عقاب تیر او پران — شود بوم وجود شوم دشمن جفت با عنقا

علی ہذا القیاس ہندی و سنسکرت کی کتابین استعارات و کنایات سے بھری ہوئی ہین ہماری شاعری تو
چونکہ فقط احتمالی اور وہمی مضامین ہوتے ہین اس باعث سے جو تاریخ کی کتابین نظم مین ہین وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہین
اور ایک راست مطلب کو صاف صاف ادا کرنا ہمارے شاعرون کو نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور عبارت سے مطلب اصلی
مفہوم نہین ہوتا اس امر کی شکایت مین مرزا رفیع السودا نے کیا مزے کا ایک مخمس لکھا ہے۔

کامل فن سخن کہتے ہین اُس کو اکمل — پرورش لفظ کی منظور ہو جس کو اول
پہ یہان تک کہ عبارت ہی کو کر دین مہمل — اعتقاد اُن کا ہے یون وہ جو کوئی ہین اجہل

مو نہ ہو پرورش شانہ مین تو ہو موسل

شعر مربوط پڑا یا دیہ کرتے نہ ڈرین — اپنے دیوان مین اُس شعر کو پڑھ پڑھ کے مرین
لفظ بے ربط تلازم کے لیے جس مین بھرین — چشم کو آہو سے بن شاخ یہ نسبت نہ کرین

ابرو کو تیغ سے تشبیہ نہ دین بے صیقل

ریش بابا جو سُنی ہے کوئی قسم انگور — شانۂ وسمہ بن اُسکا وہ نہ لادین مذکور
ربط الفاظ کو معنی سے نہ دین تا مقدور — لف و نشر اُن کو مرتب جو ہو کرنا منظور

رام پور کی یہ کٹاری ہے اور سیتا پھل

یان تلک باک نہین مادہ کے گر ساتھ ہو شہر — زلف کے واسطے بندھ جائے کہین سانپ کی لہر
چشم کے وصف مین گو ہووے تو ہو گردش دہر — نہ تلاش انکے سخن کا ساکہ جس مین یہ قہر

باندھین لب کو جو یہ اخگر تو دہن کو منقل

ایک قصیدے مین بھی اس بات کی شکایت کی ہے۔

استاد کی اُن کے ہے اُنھون کو یہ نصیحت — لفظی نہ تناسب ہو تو مت کرو تحریر
اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ — بے پنجۂ و ناخن نہ لکھو دودم کو تم شیر
جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو — باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر
تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن — بولونگہ یار کو یارو نہ کبھو تیر
چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ — تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے گلگیر
مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو — لکھو الف و لام کے سیپارے کی تفسیر
ملحوظ قراین رکھو ہر آن نظر مین — مرجع ہو مؤنث تو ضمیر اُسکی ہو تذکیر

آغا حسن **امانت** اور منشی اسمٰعیل حسین **منیر** کہ بڑے ذی استعداد تھے وہ بھی رعایت لفظی مین صاحب ایجاد تھے غرض یہ قباحت اسقدر شائع ہوئی کہ آج اگر کوئی چاہے تو اصلاح اسکی ممکن نہین بہرحال لفظاً معنوی خلاف محاورہ نہ لانا چاہیے کیونکہ جب تصنع اور بطلان اصل مطلب کا سامع کے دل پر ثابت ہوگا تو اُسکی طبع پر ایسے جھوٹ اور خیالی باتون کا کچھ اثر نہوگا اور اُسکے دلچسپ ہونیکا تو کیا ذکر زیادہ تر مایۂ رمیدگی اور باعث استہزا ہوگا اور جو معاملہ بندی و بیان واقعی اور راست مقالی ہو تو اس صورت مین اُس کا فائدہ نکلے گا اور تاثیر و توجہ اور شغف خاطر سامع ضرور ظاہر ہوگا ایسے ہی نثر کی جو کتابین مشتمل قصص عجیبہ و حکایات غریبہ دروغ سے خالی و صحت سے مملو ہین بہت مفید ہین لیکن اس تقریر سے یہ غرض نہین کہ زبان کے کپڑے اُتار کر ننگا کردین استعارہ و تشبیہ کا نام نہین نہین بلکہ ایسے کپڑے پہنانا چاہیے جو لطافت و نازک خیالی کے رنگ مین رنگے ہوے ہون اور اُسکے اصلی حسن کو روشن کرین اور خوبی تمہید و رعایت مناسبت الفاظ و معانی پیدا ہوا اور کوئی بات نکلتی ہو۔

دلی کے بعد اکثر محاورات اور الفاظ جو مُنھ مین کھٹکتے تھے ترک ہوگئے اور سجن اور میان اور نور نجان اور لالہ بمعنی معشوق قائم رہے اور تنک بمعنی تھوڑا اور نپٹ بمعنی بہت اور ٹک بمعنی ذرا اُپرے بروزن زُحل اور تس ابمعنی اسپر اور دس بجاے اُس اور اودھر اور کیدھر اور جیدھر اور سون اور ستین اور سیتی بجاے سے وغیرہ الفاظ بھی مستعمل رہے۔ اسی زبان مین انتظار اور داؤد۔ اور اشرف علی خان **فغان** اور میر محمد علی **حشمت** اور میر فقیر اللہ **آزاد** اور عبد **السبحان** اور خلیفہ محمد **علی** مرثیہ گو شاگرد ندیم اور نجم الدین علی خان **سلام** بن شرف الدین علیخان **پیام** اور محمد **شفیع** اور **شیفتہ** اور **مزمل** اور جلال الدین **عاشق** اور **عشاق** اور محمد حسن لاہوری **فدوی** تخلص شاگرد شاہ مبارک آبرو اور میر نجف علی **نجف** اور مرزا مغل **ندرت** اور **بیتاب** اور شاہ شمس الدین **ثاقب** شاگرد آبرو اور آفتاب راے **رسوا** اور میر محمد ناصر **ساماں** اور **حزین** ریختہ گو اور سعادت علی **سعادت**۔

شعر ... رہے۔

جب خواجہ میر درد اور میر تقی میر اور مرزا رفیع سودا شاگرد شاہ حاتم اور میر سوز اور مرزا جان جانان۔ مظہر کا دور آیا تو انھون نے زبان اُردو کو بہت درست کیا اور اکثر الفاظ غیر مانوس و قبیح مثل پی و پیتم (بمعنی معشوق) و درشن (بمعنی دیدار) و پاتی (خط) اور رین (رات) اور سانجھ (شام) اور برہ (فراق) اور اگن (آگ) اور منے بفتح میم و نون مکسور و یاے مجہول (بمعنی مین) وغیرہ الفاظ ترک کردیے تاہم لفظ ریت بمعنی رسم اور سجن بمعنی معشوق اور نت بمعنی ہمیشہ اور ٹک اور تسپر اور جیدھر اور کیدھر اور اودھر اور تنک اور اور بروزن کور بمعنی طرف اور دکھو بغیر یاے تحتانی بجاے دکھیو اور لگ بمعنی تک اور ستی اور سیتی بجاے سے اور باتان اور راتان اور بلبلان وغیرہ علامت جمع بالف و نون اور جیو (بمعنی جی) اور مجھ دل کی بجاے میرے دل کی اور تجھ رُخ کی صفت بجاے تیرے رُخ کی صفت اور مجھ ساتھ بجاے میرے ساتھ اور بچن بمعنی کلام یا باتین اور جون اور جیون بمعنی مثل اور نکسے بمعنی نکلے اور سون بمعنی قسم اور دوانہ بجاے دیوانہ اور لوہو بجاے لہو و بیچ بمعنی درمیان اور الفاظ جمع بے اضافت اور اکثر جگہ علامت فاعل کا نہ ظاہر کرنا جیسے مین دیکھا بجاے مین نے دیکھا وغیرہ استعمال مین رہے سودا کہتے ہین ؎

گرہ کلیون ہی غنچون کی صبا اک دم مین کھولے ہے	نہ ... تجھ سے اے آہ سحر مجھ دل کی گلجھڑیان ؟

ولہ

یا الٰہی مین کہون کس ستی اپنا احوال	زلفین خوبان کی مرے دل پی ہوئی ہین جنجال

اسی واسوخت مین ایک جگہ سیتی بزیادتی یاے تحتانی آیا ہے اور لفظ سیر جواب مؤنث بولا جاتا ہے سودا نے اسکو مذکر باندھا ہے۔ ؎

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا	موسےٰ نہین جو سیر کرون کوہ طور کا

قلندر

ہمنے عالم کا سیر کر دیکھا	اُس پری رو سا کم بشر دیکھا

سوز

قصد ارادہ ... ادھر آن نکلا	کہ لینے کو جس کے مرا جان نکلا

میر

اُجھ جہان مین نے سب جہان مارا	... اُس کی نایابی نے جان مارا

ولہ

نہین نکسے ہے مرے دل کی اُبلا ہے گا ہے	اے فلک بہر خدا رخصت آہے گا ہے

اور بھیچک بزیادتی یاے تحتانی بجاے بھچک میر کے کلام مین آیا ہے اور انھون نے برخلاف جمہور جنگ کو مونث موزون کیا ہے میر سوز کو (علامت مفعول) واو معرف سے استعمال کرتے تھے اور بعض شعرا کون باضافۂ نون غنہ لکھتے تھے اور مرزا جان جانان مظہر بجاے کو تکون بولتے تھے چنانچہ جب میر انشاء اللہ خان انکی ملاقات کو گئے اور وقت ملاقات کے کہا بڑوحیات سے تا عنفوان اور عنفوان سے الی الآن اشتیاق مالا یطاق تقبیل عتبہ عالیہ نہ بجہ رے تھا کہ سلک تحریر و تقریر مین منتظم ہو سکے الحمد للہ کہ اب باحسن وجوہ شاہد مراد جلوہ گر ہوا" تو مرزا صاحب نے اسکے جواب مین فرمایا "ما نے تکون بھی بد وطفلی سے تھین ایسے اشخاص کے ساتھ موانست و مجالست رہلی ہے" اور لفظ دسا بمعنی دیکھا گیا خواجہ محمد میر اثر تخلص چھوٹے بھائی اور سجادہ نشین خواجہ میر درد کی مثنوی مین آیا یہ مثنوی نری محاورات مین تصنیف فرمائی ہے کوئی مثنوی اس تعریف کے ساتھ زبان اُردو عام فہم مین کم نظر آئی ہے۔

انشاء اللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ خواجہ میر درد تلوار کی جگہ تروار بولتے تھے۔ تکلفات صنائع اور فضول استعارات اور ایہام کا ترک اور صفائی کلام کی خواجہ میر درد کی ذات سے ہوئی ہے۔

اِسی زمانے کی آخری سرحد مین میر حیدر علی حیران اور مرزا جعفر علی حسرت شاگرد راے سرپ سنگھ دیوانہ اور انشاء اللہ خان انشا بن میر ماشاء اللہ خان مصدر تخلص اور غلام حسین شکیبا دہلوی اور غلام ہمدانی مصحفی شاگرد امانی اور میر حسن دہلوی ابن میر غلام حسین ضاحک اور قلندر بخش جرأت شاگرد حسرت وغیرہ شعراے دہلی و لکھنؤ شعر کہتے رہے اور زبان اُردو مین بہت سے تصرفات کیے اور الفاظ ایھر اور جیدھر اور کیدھر اور بھی بمعنی بازسے حرف یا اور راودھر اور آونا اور جیونا وغیرہ سے حرف واو اور ستی سے حرف تا کو نکالا اور ربا تان دراتان وغیرہ الفاظ کی علامت جمع کو واو اور نون سے بدل دیا اور بھبیرا در ریت اور سجن اور تنک و نیٹ وغیرہ سب الفاظ ترک کردیے اور جہان علامت فاعل کا ذکر کرنا ضرور ہے وہان اُسے ذکر کرنے لگے مگر انھین سے مصحفی کے کلام مین میر و سودا کے وقت کے محاورے باقی تھے چنانچہ اُنکے کلام مین تلک اور میان اور مین بجاے مین نے اور جنھون کو بجاے جنکو اور اُنھون کو بجاے اُن کو اور ایدھر اور کیدھر اور پوچھو ہو بجاے پوچھتے ہو اور رقیبان اور شرمانیان اور رہجاتیان اور رت اور بولیان اور کھولیان مستعمل ہوے ہین۔

سید انشا اور جرأت نے بہت صاف کلام کہا اور بمقابلے دوسرے ہمعصرون کے بہت کچھ چھوڑ دیا مگر نت اور تلک اور انکھڑیان اور رندو بمعنی بہت اور کنے بمعنی پاس اور جنھون کے بجاے جن کے اور تسپہ بمعنی اس پر اور میان بے تکلف بولتے رہے اور واچھرطے۔ بھلا آرے۔ جھمکڑا۔ اجی۔ سید انشا کا انداز خاص ہے اور کہین کہین جرأت کے کلام مین ہین نے کی جگہ مین اور بھیرا اور جیدھر یاے تحتانی کے اضافے

کے ساتھ آیا ہے اور مین کی جگہ بیچ بھی بول جاتے ہین۔

جب زمانہ شیخ امام بخش ناسخ اور خواجہ حیدر علی آتش شاگرد مصحفی اور حکیم مومن خان مومن اور شیخ محمد ابراہیم ذوق اور شاہ نصیر دہلوی شاگرد میر محمدی مائل اور مرزا اسد اللہ خان غالب اور میر مستحسن خلیق اور میر سلامت علی دبیر اور میر ببر علی انیس کی شاعری کے عروج کا آیا تو ان حضرات نے قدما کی ناہموار روش کو ایسا صاف کیا کہ طرز جدید پیدا ہو گئی اور اس زبان کو نہایت صفائی اور شستگی حاصل ہوئی تئین اور ہیگا تک کو استعمال سے خارج کیا اور بہت سے قدیمی الفاظ جو سید انشا اور جرأت کے یہان مستعمل تھے وہ چھوڑ دیے۔

اساتذۂ دہلی کے کلام مین آئے ہے اور جائے ہے اکثر ہے مگر اخیر کی غزلون مین انھون نے بھی بچاؤ کیا ہے شاہ نصیر اپنی ابتدائی غزلون مین کہین کہین تک بول جاتے ہین اور جس طرح جمع مؤنث کے لفظون کو الف و نون کے ساتھ مصحفی کے زمانے تک بے تکلف بولتے تھے ان کی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ہے چنانچہ میر اغزل کا مطلع ہے۔

بھلا ہوا کہ تری سب برائیان دیکھین	جفائین دیکھ لیان بے وفائیان دیکھین

شاہ نصیر کا مطلع ہے۔

گھٹا مین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین	کبھی نہ اُس رُخ روشن پہ چھائیان دیکھین

اسی زبان مین ظفر۔ خواجہ وزیر علی وزیر میرزا علی صبا۔ رند۔ رشک۔ قلق۔ اسیر امیر اللہ تسلیم حکیم ضامن علی۔ جلال۔ بحر۔ منیر۔ امانت منشی امیر احمد مینائی امیر نواب مرزا خان داغ شعر کہتے رہے ان لوگون کی زبان آج ہمارے واسطے سند ہے اور یہ لوگ زبان اُردو کو ایسی حالت مین کر گئے ہین کہ جبتک کوئی اور طرز جدید نہ پیدا ہو تب تک یہ زبان کچھ حاجت اصلاح و مداخلت کی نہین رکھتی لیکن اس عہد مین دہلی و لکھنؤ کی زبان مین بڑا فرق پڑ گیا یعنے شعرائے دہلی کے بہت سے متروک الفاظ و تراکیب کو شعرائے لکھنؤ نے جائز رکھا ہے اور بہت سے الفاظ و محاورات جو شعرائے دہلی کے نزدیک درست تھے انکو ترک کر دیا ہے کیونکہ زبان دانان لکھنؤ کو الفاظ کی تراش و خراش کا بڑا خیال رہتا ہے اور رات دن اسی فکر مین رہتے ہین اور حضرات دہلی ایسی باتون کو فضول سمجھتے ہین **فائدہ** جن الفاظ و محاورات کا ترک کرنا ہر ایک طبقے کے شعرا کی نسبت بیان کیا گیا ہے وہ بسبیل اکثریت کے ہے اگر کوئی محاورۂ متروک اُنمین سے کسی کے کلام مین پایا جائے تو اس سے ہمارے بیان کی تکذیب نہین ہو سکتی اسلیے کہ فصحائے متاخرین جو متفق علیہ اور مستند تمامی شعرا کے ہین بعض بعض موقع پر اُنکے کلام مین اس قسم کے الفاظ موجود ہین چنانچہ ناسخ اور امیر کے کلام مین ایک جگہ زور کا لفظ بہت کے معنی مین آیا ہے۔

ناسخ

عابد و زاہد چلے جاتے ہین پیتا ہے شراب — اب تو ناسخ زور رند لا ابالی ہو گیا

اسیر

لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے — صحن در مین گھنگور گھٹا چھائی ہے

غالب

آیئنہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے — صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یعنے آیئنہ دیکھکر۔

جمال حور و پری پر ہے طعنہ زن مٹی — آتش ابلائے جان ہوئی سُرخ و سفید بن مٹی

یعنے بن کے یا بنکر۔

موصوف جمع ہو اور صفت لفظ ہندی ہو تو اب موصوف کی مطابقت کے لیے صفت کو جمع بولنا خلاف سمجھتے ہین مگر خواجہ حیدر علی آتش فرماتے ہین۔

عہد طفلی مین بھی تھا مین بسکہ سودائی مزاج — بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین نے بھاریان

انیس جلدی مین گو جوانون نے چوٹین بچائیان ؛ آتش خفتگان مجھکو نظر آتے ہین مردون سے پڑے ؛ غالب ستم کش مصلحت سے ہون کہ خوبان تجھپہ عاشق ہین ؛ ولہ کیون ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے ؛ یان تو کوئی سُنتا نہین فریاد کسو کی ؛ غالب اپنے دیوان کے خاتمے مین کہتے ہین کہ کسو فصیح نہین قافیہ کی رعایت سے اگر لکھا جائے تو عیب نہین ورنہ فصیح بلکہ افصح کسے ہے واؤ کی جگہ یائے تحتانی سے۔ میرے دیوان مین ایک جگہ قافیہ کسو ہوا ہے۔ ناسخ کے کلام مین جو باتین رہ گئی تھین وہ رشک کے یہان درست ہوئین اور منیر پر خاتمہ ہو گیا۔

طرز قدیم و جدید

شعرائے ریختہ کی طبع آزمائی اکثر فقط انھی چند مطالب مین محصور ہے مضامین عاشقانہ گلگشت مستانہ نصیبون کا رونا امید موہوم پر خوش ہونا اُمرا کی ثنا خوانی جسپر خفا ہوے اُسکی خاک اڑائی اور اب تو صرف اسیقدر رہ گیا ہے کہ چند معمولی ژولیدہ خیالون اور پامال مضمونون کو بار بار غزل کے چند شعرون مین جو سیدھی سادھی متعارف بحرون مین ہوتے ہین جمع کر دیتے ہین پیش پا افتادہ تشبیہون اور تبذل استعارون کا ذخیرہ اُنکے لیے موجود ہے جسکو متعدد صدیون سے لوگ دوہراتے چلے آتے ہین ایسے ہی کارنامون کے طفیل ان مین سے بعض کے آوازہ کمال کے ڈنکے بجے ہوے ہین اور جہان استاد کہلاتے ہین۔ زمانہ کہان سے کہان تک پہونچا دنیا کہین سے کہین گئی۔ مگر گیا

ان شعرا کو یہ معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے ہین۔ انکی نظمون مین سوائے زلف و رخ خط و خال اور معمولی چھا چاٹی
اور بے مزہ مبالغون کی دھوم دھام اور قافیون کے مسلسل کھٹکون کے کوئی اور ایسا مضمون نہین ہوتا جس سے
قومون کے دل ہل جائین اور جس کام پر انکو آمادہ کرنا چاہین آمادہ ہوجائین سخت سے سخت جگر انسان کے دل مین
جوش پیدا ہوجائے گریبان چاک ہوجائین در و دیوار سے صدائے آفرین بلند ہو۔ ایسی شاعری کسی کام کی نہین
جس مین زلف اتنی دراز ہو کر سراہی نہ ملے معشوق کی کمر ندارد ؎

مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا	دیوان مین سادہ ہی جگہ چھوڑدی ہم نے

البتہ اب اہل کمال کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی ہے جو ایشیائی طرز قدیم کی انشا پردازی مین کامل
دستگاہ رکھنے کے علاوہ زبان انگریزی کی بڑی قابلیت مین ماہر ہے اسلیے مغربی خیالات کو نرالے استعارون
نئی تشبیہون انوکھی ترکیبون اور لفظون کی عمدہ تراشون سے ایشائی لباس پہنانے مین ساعی رہتی ہے ان لوگون
نے کہنہ طرز سخن کو بدل کر فن شاعری کو سہل کیا اور ایشیائی تخشفانہ خیالات کو قدرتی مضامین کے سانچے مین
ڈھالا جس سے ایشیائی طرز قدیم مین مغربی انشاپردازی کا رنگ ملکر ایک طرز جدید پیدا ہوگئی جو حد درجہ دلچسپ
اور دلکش ہے اسکی اشاعت اخبارات کے ذریعہ سے روز افزون ہونے لگی فارسی کی تقلید سے اُردو نظم مین جسقدر
سختی کی گئی تھی اور صدہا قسم کی قیدین اور ہزارہا قسم کی پابندیان مقرر ہوئی تھین وہ ان اہل قلم نے کم کرنا
شروع کردین اب وہ بے لطف مضمون آفرینی اور خیالی معرکہ آرائیون کو چھوڑتے جاتے ہین اور دلی جذبات
کے ابھارنے اور نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ ہین جس سے ہماری زبان کا فیشن نہایت خوبصورتی سے
بدل رہا ہے اب یہ طرز ایسی مقبول خلائق ہوئی ہے کہ وہ پُرانے اور نامی شاعر جنکی طبیعتون پر پُرانی روشنی اپنا
سکہ جما چکی تھی اُس سے متنفر ہوتے جاتے ہین اور بمصداق کل جدید لذیذ اس نئی مفید طرز پر ایسے فریفتہ و دلدادہ
ہوے کہ یہی رستہ اختیار کرنے لگے ہین اس نئی طرز مین نہایت سہولت سے کام لے رہے ہین یہان تک کہ
اب انگریزی کی تقلید سے قافیہ کی قید کو بھی اُڑانا چاہتے ہین انکی دلیل یہ ہے کہ قافیہ خاصکر ایسا جیسا کہ شعرائے
عجم نے اُسکو نہایت سخت قیدون سے جکڑبند کردیا ہے اور پھر اُسپر ردیف اضافہ فرمائی ہے شاعر کو بلاشبہہ
اُسکے فرائض ادا کرنے سے باز رکھتا ہے جس طرح صنائع لفظی کی پابندی معنی کا خون کردیتی ہے اسی طرح بلکہ
اس سے بھی زیادہ قافیہ کی قید ادائے مطلب مین خلل انداز ہوتی ہے۔ اب اُردو کی نظم و نثر دونون چیزین
نہایت آسان ہوتی جاتی ہین کیونکہ نظم اُردو کی قیود کی مجبوریان قدیم شاعری کی تقلید نہین کرنے دیتین اور
نہ اگلا رنگ زمانۂ حال کے مذاق کے موافق ہے۔ خدا جانے شور انگلستان زبان استقبال کیا قیامت برپا کرینگے
مگر حیف کہ اُس وقت مین ہم نہونگے ؎

دنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہونگے		چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہونگے	

شاید کہ یاران وادرس ہماری یاد مین بھی کوئی آہ حسرت کھینچین اور دعاے خیر مین یاد کرین یورپ مین۔
بلینک ورس یعنے غیر مقفے نظم کا بہ نسبت مقفے کے زیادہ رواج ہے غیر مقفے نظم کی مثال یہ اشعار مولوی محمد اسمٰعیل ہین۔

ارے چھوٹے چھوٹے تارو	کہ چمک دمک رہے ہو
تمھین دیکھ کر نہ ہووے	مجھے کس طرح تحیر
کہ تم اونچے آسمان پر	جو ہے کل جہان سے اعلیٰ
ہوے روشن اس روش سے	کہ کسی نے جڑ دیے ہین

گہر اور لعل گویا

جو ہین آفتاب تابان	نے چھپا یا اپنا چہرہ
وہین جلوہ گر ہوے تم	یہ تمھاری جگمگاہٹ
ہے مسافرون کے حق مین	بڑی نعمت اور راحت
اگر اتنی روشنی بھی	نہ میسر آتی اُن کو
تو غریب جنگلون مین	یون ہی بھولتے بھٹکتے
نہ تمیز راس وچپ کی	نہ طرف کی ہوتی اٹکل

نہ نشان راہ پاتے

مولوی محمد حسین آزاد

ہے جو مہ ہستی کو	گر غور سے دیکھو تم ؎
ہر خشک و تر عالم	صنعت کے تلاطم مین ؎
جو خاک کا ذرہ ہے	یا پانی کا قطرہ ہے
حکمت کا مرقع ہے	جس پر قلم قدرت
انداز سے ہے جاری	لہر کرتا ہے گلکاری ؎
اک رنگ کہ آتا ہے	سو رنگ دکھاتا ہے ؎
اور دیکھنے والون کی	آنکھین تو کھلی ہین ؎
خرمہرۂ رنگین یا	بلور کے ٹکڑے ہین

ہر لحظہ و ہر ساعت	قدرت کے تماشے ہین
عالم مین پڑے ہوتے	پر اُن کی نہین پروا
ہر گز کہ یہ سب کیا ہے	اور یہ اُس کا سبب کیا ہے

تنبیہ اس قسم کے تمام کلام اصطلاح کی رو سے نثر مرجز مین داخل ہو سکتے ہین انکو نظم مین داخل کرنا فن انشاپردازی عربی - فارسی - اُردو کے خلاف ہے یہان انگریزی کا قاعدہ چلانا گویا ایک مقررہ اصطلاح فن کے گلے پر چھُری پھیرنا ہے -

شعرا کا کلام - اور شعر فہمی کے وجوہ

عوام مین جو یہ بات مشہور ہے کہ ہر شہر مین شعرا کا کلام غیر شعرا کے کلام سے فصیح اور روزمرہ اُنکا اور فنکی بول چال سے صحیح ہوتا ہے قابل اعتبار اور لائق تسلیم نہین تمامی اہل الرائے اور ارباب تحقیق کا اسپر اتفاق ہے کہ اکثر اوقات شعر بسبب رعایت قافیہ وحفظ وزن کے خلل انداز فصاحت ہوتا ہے سخان آرزو نے داد سخن مین کہا ہے کہ غالب یہ ہے کہ اہل روزمرہ سے بھی غلطی واقع ہوتی ہے اور سبب اسکا اکثر وزن وقافیہ کی رعایت ہے جو نظم کے واجبات سے ہے اور اسوجہ سے تقدیم وتاخیر پیدا ہوتی ہے اور روزمرہ دان کو اپنی ترکیب کی غلطی پر اطلاع حاصل نہین ہوتی اور کبھی عجز طبیعت کی وجہ سے وزن اور قافیہ کا تنگ راستہ غلطی مین ڈالتا ہے اور غیر موقع لفظ استعمال مین آجاتا ہے ہان جس لفظ کو شاعر کے کلام مین مطابق محاورے کے پائین وہ فصیح اور مستند ہے جس لفظ کو چار شاعر عالی مرتبہ نے استعمال کیا ہو وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو یا دس شاعر اہل زبان اُسپر اتفاق کرلین یا علی العموم اُسکے ساتھ تلفظ کرنا روا رکھتے ہون تو وہ بھی سند ہے لیکن بحر و قافیہ مین خطا قابل سند نہین ہو سکتی

اور شعر کے سمجھنے کے کئی طریق ہین (۱) علم اہل زبان کا طریق کہ مفردات ومرکبات کے معانی جو کچھ مشہور ومعروف ہوتے ہین بزرگون سے سنکر یاد کرلیتے ہین اور اُسکے موافق شعر کا مطلب سمجھ لیتے ہین اور اس طریق مین خواص وعوام دونون شریک ہین اس باب مین فصیح وغیر فصیح کا کوئی تمیز نہین - چونکہ عوام کو کلام کی باریکیون پر اطلاع نہین ہوتی اسلیے وہ شخص زیادہ فصیح اور سمجھدار ہوگا جسنے خواص سے تربیت پائی ہو اور وہ شخص ایسا سمجھدار اور فصیح نہین ہو سکتا جسنے عوام سے تربیت پائی ہو پس یہ بات کہنے کا حق کسی اہل دہلی یا لکھنؤ کو نہین پہونچ سکتا کہ زبان اُردو ہماری مادری زبان ہے اور ہمنے اسکو اپنے ہان کی بوڑھی عورتون سے سیکھا ہے اسلیے ہمارا روزمرہ دوسرے شہرون کے رہنے والون سے زیادہ فصیح اور صحیح ہے کیونکہ عوام سے زبان کو سیکھنا کمال مین داخل نہین اور عوام کے موافق بولنا عزت واعتبار کے قابل نہین جب تک دقائق اور اسرار پر اطلاع حاصل نہو اور یہ بات فصحا کی تربیت اور اُنکے کلام کے سمجھنے پر موقوف ہے (۲) اُن لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے کچھ کتابین زبان اُردو کی پڑھی اور

دیکھی ہین اور کسی اہل کمال کی صحبت نہین پائی ہے (۳) ارباب معانی کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ نکات تقدیم
و تاخیر اور فصل و وصل اور ایجاز و اطناب کو جانتے ہین مگر مجاز مرسل اور تشبیہ و استعارہ کے اسرار سے واقف نہین
ہوتے حالانکہ انہی پر شعرا کے کلام کی بنیاد ہوتی ہے (۴) ارباب بیان کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ تشبیہ وغیرہ کے
نکات کو تو جانتے ہین لیکن محسنات بدیعی سے مطلع نہین ہوتے (۵) عالمان بدیع کا سمجھنا ہے کہ وہ اس فن مین
پوری پوری مہارت رکھنے کی وجہ سے کمال سخن کو نکات بدیعی پر مقصور کر دیتے ہین اور یہانتک صنائع بدائع
مین مبالغہ کرتے ہین کہ فصاحت و بلاغت سے بے خبر ہو جاتے ہین اور یہ عجیب بات ہے کہ بعض اہل بدیع
نے نکتہ التفات کو کہ علم معانی کے مسائل مین سے ہے اور استعارے کی بحث کو جو علم بیان کے قبیل سے ہے
علم بدیع مین داخل کر دیا ہے اسیطرح سرقہ شعر کو بعض اہل بدیع نے صنائع مین شمار کیا ہے حالانکہ عیوب مین داخل ہے
اور بعض اہل بدیع نے حشو کو جو علم معانی کے مباحث سے ہے علم بدیع مین وارد کیا ہے اور صرف حشو ملیح کے سبب سے
جو حقیقت مین کوئی صنعت نہین ہے حشو قبیح وغیرہ کو بھی صنائع معنوی کے بیان مین لکھنا پڑا ہے (۶) اُن
لوگون کا سمجھنا ہے جنھون نے نہ تو اس فن کے کاملین کی صحبت اُٹھائی ہے اور نہ کسی قسم کا کمال علمی رکھتے ہین اسلیے
یہ جو اشعار کے معانی اپنے قیاس و رائے سے کرتے ہین وہ فصاحت و بلاغت سے بہت گرے ہوے ہوتے
ہین (۷) مذاق شعرا کے موافق سمجھنا ہے اور یہ اتنی باتون پر موقوف ہے بندوبست اور ترکیب الفاظ کا جاننا اور
اُس طریق کی رعایت رکھنا جو صاحب شعر کو منظور ہو خواہ وہ خیال ہو یا ادا بندی ہو یا تمثیل ہو یا اور کچھ ہو اور
ان چیزون کا معلوم کرنا نہایت مشکل ہے اسلیے کہ متاخرین مین سے بعض شعرا یہ کہتے ہین کہ یہان و ہان
بروزن جان نہو بروزن جہان ہو پہ بمعنی بالا و لیکن کی جگہ پر ہو تلک نہو تک ہو نہی کے لیے مت
ترک کر دیا جائے اُسکی جگہ نون نفی کا استعمال کیا جائے حروف علت جو آخر الفاظ عربی اور فارسی مین
آتے ہین اُنکا خوب واضح ہونا چاہیے تنگی کے ساتھ دبکر زبان پر نہ آئین مگر الفاظ ہندی مین خصوصًا مقام جمع مین
مضائقہ نہین ساتھ اور ہاتھ کو بات اور رات کے ساتھ قافیہ نکرنا چاہیے اور پر کی جگہ جو بر کے معنی مین
ہے پر لانا چاہیے لفظ فارسی یا عربی اور ہندی کے درمیان واو عاطفہ نہ آنا چاہیے جو نون آخر الفاظ عربی
و فارسی مین آتا ہے اگر وہ بے کسی ترکیب کے ہو تو باعلان استعمال کیا جائے بہ استثناے چند الفاظ کے
جنکو گفتگو مین فصحا اعلان کے ساتھ نہین بولتے ہین مثلاً گران اور خزان اور روان اور دوان اور طپان اور
عیان وغیرہ اور جس لفظ مضاف الیہ مین نون واقع ہو اسکا اعلان نہ کرنا چاہیے الف آخر الفاظ ہندی
و فارسی دعوبی سے ساقط نہ کرنا چاہیے البتہ الف کا سقوط دو حرفی الفاظ مین مضائقہ نہین لفظ سر
جو راس کے معنے مین ہے جب ترکیب کے ساتھ نہ آئے تو حرف اول کے کسرے سے موزون

کیا جائے اسلیے کہ روزمرہ مین اسی طرح مستعمل ہے اور جب یہ لفظ با ترکیب ہو تو چاہیے کہ حرف اول کے فتح سے
باندھا جائے اگر کہ حرف شرط ہے بے الف کے نہ باندھا جائے لفظ اور کہ حرف عطف ہے اس مین ظاہر ہونا لولو
اور رائے مہملہ کا ضرور ہے باے موحدہ کو الفاظ فارسی اور عربی کے قبل نہ لگانا چاہیے جیسے بوقت صبح یا بہنگام
شام عرصہ بمعنی دیر کی جگہ فقط بولنا چاہیے آئے ہے جائے ہے کی جگہ آتا ہے جاتا ہے لکھنا چاہیے رکھے
تخفیف کاف کے ساتھ نہو کاف مشدد کے ساتھ ہو۔ لفظ۔ بل بے کو استعمال نکرنا چاہیے بٹھانا نہ ہو بیٹھانا
بعد باے موحدہ کے یاے تحتانی کے ساتھ ہو اسیطرح پنہانا نہو پہنانا بعد باے فارسی کے ہاے ہوز کے ساتھ ہو
کبھو نہو کبھی ہو شعلہ اور وعدہ وغیرہ کو دریا کا قافیہ نہین کرنا چاہیے لفظ طرح کہ لغت کی رو سے ساکن الاوسط
ہے برعایت اصلی ساکن الاوسط ہی باندھنا چاہیے زیادہ اور پیادہ اور پیالہ اور سیاہ کی یاے تحتانی کو خوب ظاہر
کرنا چاہیے مگر ہندی الفاظ مین یعنی پیار اور پیاس کی یاے تحتانی کو بہت ظاہر نکرنا چاہیے بلکہ بہ تخفیف
وب کر زبان سے نکالنا چاہیے رکھا اور چکھا کو حرف اوسط کی تشدید کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے نہ بغیر
تشدید کے اس باب مین کی جگہ اس بارے مین استعمال کرنا چاہیے کے تئین اور ہیگا کو ترک کر دینا چاہیے
اول کی جگہ کو اور دوم کی جگہ ہے استعمال کرنا چاہیے اور دیکھ کر کی جگہ صرف دیکھ نہ لکھنا چاہیے مگر دوسرے
ان الفاظ کا لانا جائز جانتے ہین اور یہ عمل احتیاط کے نہایت مناسب ہے اسلیے کہ ارباب تصوف نے
کہا ہے کہ مباح کو مت چھوڑ تا کہ تو حرام مین نہ پڑ جائے۔

اور اس ذرۂ بے مقدار کا مختار یہ ہے کہ اُس شخص کو ان تمام مراتب کا جامع ہونا چاہیے اور مراتب مذکورہ
کے جامع اور شاعر سخن فہم مین فرق ہے۔

تذکرہ نویسون کے نقائص

تذکرہ نویسون نے عجب ڈھنگ اختیار کیا ہے جسپر مہربان ہوے اُسکی تعریف مین بہت کچھ خامہ فرسائی
کی ہے اور جن سے کچھ سروکار نہین اُنکے حال سے چشم پوشی کی ہے کسی شاعر کے حالات اصلی اور کیفیت استعداد
اور دستور العمل ایام زندگانی اور اُسکے معاملات جو اُسکے ابنائے عصر کے ساتھ واقع ہوے ہون اور تاریخ ولادت و
وفات و ذکر تصنیفات اور نام حاکم وقت وغیرہ ضروری باتین درج نہین کین نہ یہ لکھا ہے کہ یہ شخص صاحب دیوان
تھا یا نہین جس سے کچھ تعلق ہوا اُسکے اشعار بہت اور عمدہ عمدہ انتخاب کر کے لکھدیے ہین اور جس سے عداوت
ہوئی اُسکے ایسے اشعار تلاش کر کے درج کیے ہین جو موجب مضحکہ ہون بلکہ اُسکے اوصاف سے اعراض کر کے
ہجو ملیح لکھی ہے۔ نواب مصطفے خان شیفتہ نے اپنے تذکرۂ گلشن بیخار مین اکثر شاعرون کے اُستاد کا نام تک
لکھنے مین کاہلی کی ہے اور بہت سے شاعرون کے حالات ایک ایک دو دو سطرون مین ختم کر دیے ہین البتہ

بعض شعرا کی تعریف بہت کی ہے خصوصاً اپنے اُستاد مومن خان مومن کی تعریف اور نقل اشعار مین بہت سے
تذکرے کا صرف کیا ہے اور بعض شعرا کو مفت عیب لگایا ہے چنانچہ میان یحیٰی امان عرف قلندر بخش جرأت
کی نسبت بہت کچھ موتی اُگلے ہین کہ لکھتے ہین کہ یہ شخص اُصول و قوانین شاعری سے بہرہ نہ رکھتا تھا نغمات خارج
از آہنگ گاتا تھا اور اُسکی ناموری کا باعث یہ ہوا کہ اشعار موافق طبائع اوباش و اولاط کے کہتا تھا ہم کہتے ہین
کہ جرأت بڑا خوش فکر تھا اُسکی نازک خیالی سب پر ظاہر ہے سخنور خوش مذاق شعر عاشقانہ کہنے مین طاق تھا عاشق
و معشوق کے راز و نیاز اور حُسن و عشق کے معاملین کہجس شوخی اور چوچلے پن سے اُسنے برتا ہے وہ اُسی کا حصہ ہے
جرأت سا شاعر معاملہ بند کم گذرا ہے اور اس امر سے ہر شخص کو اقرار ہے چنانچہ نواب مصطفےٰ خان نے اس مضمون کو
یون ادا کیا ہے "جو مضامین درمیان عاشق و معشوق کے گذرتے ہین اکثر موزون کرتا تھا طبیعت ذکی رکھتا تھا
اور اپنے اُستاد حسرت کا فخر تھا انتہے" یہ بھی عجب بات ہے کہ جرأت کے کلام مین رطب و یابس بہت نہین ہے
اور وہ غزل گوئی مین اگرچہ میر کا تبع ہے مگر میر کی فصاحت اور سادگی پر ایک شوخی اور بانکپن کا انداز ایسا
بڑھایا ہے کہ خود صاحب طرز ہو گیا ہے اُسکی طرز اُسی کا ایجاد ہے اور آجتک اُسی کے لیے خاص ہے جیسے
اُسوقت مقبول خلائق تھی آجتک ویسی ہی چلی آتی ہے۔ اسی طرح سید انشاء اللہ خان کی نسبت جو ایک
نامور شاعر تھے لکھا ہے کہ اُنکے کلام کی روش طریقۂ راسخہ پر نہین اور علم تو اسقدر نہ تھا مگر ہر فن مین کوس لمن
الملکی بجاتے تھے اور مشاعرات و مطارحات سے شعراے معاصرین کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا مین کہتا ہون کہ میر
انشاء اللہ خان علم تازہ طبع بلند آوازہ رکھتے تھے کلام اُنکا عالی الفاظ رکاکت سے خالی سقم سے پاک عیب سے
صاف ہے سابقین جو موجد فن تھے اُنکے دیوانون مین دس پانچ شعر مثالی صنائع و بدائع وغیرہ کے دیکھنے مین
آتے ہین مصنف مزاج آشنا کا کلام دیکھے اور غور کرے کوئی تحریر کیفیت سے خالی اور کوئی مضمون نادرست
نہین ہر ایک غزل مطلع سے لیکر مقطع تک پری کی صورت ہے بیان کا لطف محاورے کی نمکینی ترکیبون کی
خوشنمائی شین دل کو تڑپا دیتی ہین۔ علم کے ساتھ شوخی طبع و ظرافت بہت تھی اسلیے اُنھون نے کلام کا انداز ایسا
رکھا ہے کہ جو چاہتے ہین سو کہہ جاتے ہین نہین معلوم ہوتا کہ ان کا روزمرہ یہی ہے یا مسخرہ پن کرتے ہین جو غزلین یا
غزلون مین اشعار با اُصول ہو گئے ہین وہ ایسے ہین کہ جواب نہین انکی غزلون مین جو غزلیت کے اُصول کی پابندی
نہین تو وجہ اسکی یہ ہے کہ اُن کی غزلین اکثر سنگلاخ زمین مین ہوتی تھین پھر اُس مین قافیے نہایت سخت
لیتے تھے اسی واسطے قانون کلام یہ رکھا تھا کہ کیسا ہی قافیہ ہو اور کیسا ہی مضمون جس برجستہ پہلو سے بندھ جائے
چھوڑنا نہین چاہیے یہی حال قصائد کا ہے کہ کبھی کوئی ایسا شوخ مضمون نئی تراش سے لے آتے ہین کہ قصیدے
کی متانت اور وقار کے اُصول ہاتھ سے جاتے رہتے ہین پس اپنی قوت بیانی اور جوش مضامین کی وجہ سے

کہین کہین قصیدے کے ا[illegible] ہین شبہہ کرنا تحقیق کے خلاف ہے علوم متداولہ درسیہ
مین وہ خاصی دستگاہ رکھتے تھے چنانچہ یہ مقطع اُنکا زبان پوربی مین اس مدعا پر شاہد ہے ؎

انشا لہ کہان میان بڑے بہاجل جہین ہین	صدرا پڑھین ہین جن سیتی طلبلم آئے کے

اُنکی نسبت یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین معلوم ہوتا کہ لٹریری قابلیت کے لحاظ سے انشا جیسا جامع جثیات آدمی
امیر خسرو اور فیضی کے بعد آجتک ہندوستان کی خاک سے نہین اُٹھا اُنکی نسبت کہا گیا ہے کہ اُنکے علم کو شاعری
نے اور شاعری کو مسخرے پن نے برباد کیا - ایسے ہی میر سوز کے ذکر مین لکھتے ہین کہ کلام اُن کا جادہ مستقیم
سے ہٹا ہوا ہے مین کہتا ہون کہ گو اُنکی انشا پردازی مین صنائع اور اغراق نہین مگر زبان عجیب میٹھی زبان
ہے درحقیقت غزل کی جان ہے مجالس رنگین کی بعض مجلسون سے اور ہمارے عہد کے پہلے کے
تذکرون سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام صفائی محاورہ اور لطف زبان کے باب مین ہمیشہ سے ضرب المثل ہے
انکے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے فارسی بندشین - اضافت - تشبیہ - استعارہ انکے کلام مین بہت
کم ہے - اس لحاظ سے انھین گویا اُردو غزل کا شیخ سعدی کہنا چاہیے اگر اس انداز پر زبان رہتی یعنی فارسی
ترکیبین مشکل استعارے - بعید الفہم تشبیہین سخت و سنگین الفاظ اور نازک خیالیان اُس مین داخل ہوتین
بلند پروازی اور مضمون آفرینی کی بجاے اس مین قوت بیانی کا مادہ زیادہ ہوتا تو آج اہل اُردو کو
اسقدر دشواری نہوتی اور اُردو نظم مین ہر ایک مضمون کے ادا کرنے کی لیاقت اور طاقت ہوتی کلام کو
رنگینی اور استعارہ و تشبیہ سے بلند کر دینا آسان ہے مگر زبان اور روزمرہ کے محاورے مین صاف صاف
مطلب اسطرح ادا کرنا جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہو بہت مشکل ہے مثنوی میر حسن کی نسبت لکھتے
ہین کہ "قطع نظر بعض پا لغزہاے شاعری کے محاورہ عوام مین بُری نہین کہی ہے" یہ الفاظ سحر البیان کی شان سے
بہت گرے ہوے ہین اُسکے صاف بیان فصیح محاورے ایسے ہین کہ آجتک کوئی مثنوی اُسکو نہ پہنچ سکی بیان
ایسا دلچسپ ہے کہ اصل واقعہ کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھنچ جاتا ہے اور باوجود اسکے ایک شعر بھی اُصول فن سے
بال بھر ادھر یا ادھر نہین گرا ہے اُسنے قبول عوام ہی کا شرف نہین پایا ہے بلکہ خواص نے بھی اُس کو پسند کر کے
تعریف کی مولوی شبلی نے موازنہ انیس و دبیر مین گلشن نیچار کے مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے میر حسن واقعہ نگاری کی
وسعت مین ابتذال اور عامیانہ بول چال کی پروا نہین کرتے افسوس مولوی صاحب نے میر حسن کے
انتہائی کمال پر کیسا بدنما داغ لگایا ہے یہ نہ خیال کیا کہ میر حسن کی خوش بیانی واقعات اور نیچرل مذاق مین
ڈوبی ہوئی ہے اُسکی صفائی بیان اور لطف محاورہ اور ضرب المثل کی خوبصورتی کے ساتھ بندش اور شوخی
مضمون اور طرز ادا اور ادا کی نزاکت حد توصیف سے باہر ہے آج کس کا منھ ہے جو اُن خوبیون کے ساتھ پانچ شعر

بھی موزون کرسکے میر حسن کی مثنوی بالکل فطرت کے اصول پر ہے یعنی جو جذبات عاشق و معشوق
کے دلون مین پیدا ہون وہی ادا کردیے ہین نظیر اکبرآبادی کی نسبت کہتے ہین کہ "اُسکے اکثر اشعار
بازاریون کے زبان زد ہین باعتبار ایسے اشعار کے اُسکا شمار شعرا مین نہین ہوسکتا مگر ہم سے کوئی پوچھے
تو یہی کہینگے کہ نظیر کا ذہن بہت رسا تھا مشق کا یہ عالم تھا کہ مواجی طبیعت سے دریا کی طرح بہتا تھا اور
موزونی طبع کا یہ حال تھا کہ کیسی ہی سنگلاخ زمین ہوتی اُسکی سمند فکر کی پامال تھی وہ اپنے کلام مین
نیچر کا سمان دکھانے کی طرف متوجہ تھا اور وہ خیالی معرکہ آرائیون پر اس کو ترجیح دیتا تھا اور اب جو جو
انگریزی ترقی کرتی جاتی ہے نظیر کا رنگ ہر دل عزیز ہوتا جاتا ہے انگریزی تعلیم سے دلون کو واقعات
اور قدرتی مناظر کے ساتھ ایک خاص قسم کا لگاؤ ہوجاتا ہے اور انسان اُس قسم کا رنگ ہر جگہ ڈھونڈھنے
لگتا ہے پس اُردو کی دنیا مین ایسے شخص کو نظیر کے شعرون مین اپنے مذاق کی کچھ کچھ پھیکی پھیکی باتین نظر
آجاتی ہین مگر شعرا کی نازک خیالیون مین جسکو شیفتہ اصل شاعری سمجھتے ہین ایسی ایک بات بھی نظر نہین
آتی اسلیے اُنکی شاعری روز بروز بیکار اور فضول ہوتی جاتی ہے چنانچہ اس زمانے مین حالی وغیرہ کچھ
لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہین جنکو نیچرل مذاق کی طرف توجہ ہے۔ شبلی نے موازنہ انیس و دبیر مین نظیر کے
کلام کو مبتذل اور سوقیانہ بتایا ہے اور یہ نہین خیال کیا کہ اُسکے بیان مین اگرچہ مبالغے کے زور یا
جوش و خروش کی دھوم دھام نہین مگر جس چیز کا بیان کرتا ہے اُسکی کیفیت واقعی دکھا دیتا ہے جس سے
سُننے والے کو وہ مزہ آجاتا ہے جو اصل شے کے دیکھنے سے آتا برخلاف اُن شعرا کے جن کو اُنھون نے
انتہا درجے کا قادر الکلام مانا ہے کہ وہ جس شے کا ذکر کرتے ہین صاف اُسکی بُرائی بھلائی نہین دکھا دیتے
بلکہ اسکے مشابہ ایک اور شے جسے اُنھون نے اپنی جگہ اچھا یا بُرا سمجھا ہوا ہے اُسکے لوازمات کو شے اول کے
لگاکر بیان کرتے ہین جسکی شدت نے کلام کو خیالی باتون سے شمع توہمات کا فانوس بنا دیا ہے شیخ امام بخش
ناسخ کے حق مین صاحب تذکرہ گلستان سخن نے لکھا ہے کہ ناسخ بے معنے گو ہے اور اُسکے اشعار مہمل ہین مگر یہ
کلام نہایت ناملائم ہے اور اپنے زعم مین ازالۂ ثقالت طعن اور تخفیف شدت اعتراض کے لیے اس
مطلب کو گویا بپردۂ لطیفہ و کنایہ مین بیان کیا ہے۔ ایک دشمن کمال نے اپنے دیوان مین ناسخ کو
خود مِنڈا اور بے مرشدا لکھا ہے۔ ارمغان گوکل پرشاد مین محمد عیسیٰ تنہا دہلوی شاگرد مصحفی کا تلمیذ قرار دیا ہے
منشی شیو پرشاد وہبی لکھتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ نے سرقۂ مضامین سے متقدمین کے فارسی دیوانون کو
خراب کیا ہے اور اسیر اکبرآبادی نے اپنے تذکرے مین شیخ صاحب کے ہر شعر کے مقابل ایک شعر لکھدیا ہے
مین کہتا ہون کہ ناسخ کا سا اعتبار کسی کو نصیب نہوا دشمنون نے بھی عاجز ہوکر اور اپنے اُستادون کی

زبان چھوڑکر اُنھی کی پیروی کی اور ناسخ کے دیوانون کے طفیل سے زبان دان بن گئے اُنکے اشعار بلند
اور صحیح الذدق کی زبانون پر مذکور اور سخنورون مین مشہور ہین ہان نابلدان کوچۂ شعر فہمی اُن کے اشعار
صحیح المعانی کو بے معنے کہکر نادانون کو دھوکا دیتے ہین کیونکہ انکے ادراک و فہم سے دُور ہین۔ ناسخ کا کلام
عموماً شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقمون سے بہت پاک ہے اُصول کبھی ہاتھ سے نہین جانے
دیا صائب کی تشبیہ و تمثیل کو اپنی صنعت مین ترکیب دیکر ایسی خوبی سے بیان کیا کہ بعض موقع پر کلام مین
بیدل اور ناصر علی کا رنگ آگیا اور اُردو مین وہ اُس سے صاحب طرز قرار پائے اُنھین ناسخ کہنا بجا
ہے کیونکہ ناہموار طرز قدیم کو نسخ کیا ہے اُنکی طرف سرقۂ مضامین کی نسبت کرنا اپنی نادانی دکھانا ہے
ایسا صاحب کمال جسکی تصنیفات کمال نازک خیالی اور مضامین عالی کے ساتھ کئی دیوانون مین موجود
ہے وہ سرقہ کا قصد کرتا اور توارد مضامین سے کوئی بشر خالی نہین بس ان خردی باتون پر توجہ
بے حاصل ہے۔ مؤلف گلشن بے خار چونکہ طبیعت مشکل پسند رکھتے تھے موشگافی اور خیال بندی
کو پسند کرتے تھے اسلیے وہ ایسے کلام کے زیادہ مداح ہین جسکے مضامین مین خیالی نزاکت او رانتہا درجے کی
موشگافیان ہون اسی لیے ناسخ اور آتش کو رتبۂ شاعری مین برابر نہین جانتے حالانکہ دونون
صاحب کمال ہین اور اپنی اپنی طرز مین ہر اک جواب نہین رکھتا دونون مین سے کوئی کمال سے
خالی نہین البتہ طبیعتین مختلف ہین ناسخ کی طبیعت مضمون دقیق کی طرف مائل تھی اُنکے کلام مین
شوکت الفاظ اور بلند پروازی اور نازک خیالی تو بہت ہے مگر تاثیر کم ہے اور خواجہ صاحب کو کلام کی
سادگی اور محاورے کی صفائی پسند تھی وہ سیدھی بات کو پیچ نہین دیتے تھے استعارے اور تشبیہین
قریب الفہم لکھتے تھے جس سے سُننے والے کے دل پر اثر ہوتا تھا۔

اہل تذکرہ کو چاہیے کہ شاعر کا اصلی حال بغیر رعایت و طرفداری کے لکھین اور عداوت کا اظہار بھی
تذکرہ نویسی مین نکرین اول سے آخر تک نیک نیتی اور انصاف پر نظر رکھین اور اشعار کے انتخاب کیطرف
متوجہ نہو کر حتی الوسع پوری غزل نقل کرین تاکہ ناظرین اُس شاعر کی لیاقت و استعداد سے واقف ہون
اور جانین کہ فن شعر مین اس شخص کی کیسی دستگاہ ہے اور کس رتبے کا شاعر ہے۔

تیسرا موتی شعر کی تعریف مین

شعر کے معنی لغت مین جاننے کے ہین اور اصطلاح مین اُس کلام موزون کا نام ہے جو اوزان مقررہ
مین سے کسی وزن پر ہو اور مقفے ہو اور بالقصد موزون کیا گیا ہو بس یہان سے معلوم ہوا کہ اگر ایک کلمہ کسی رکن
کے وزن پر ہو یا کلام ہو مگر موزون نہو یا کلام موزون ہو مگر مقفے نہو یا کلام موزون مقفے بالقصد نہ موزون

کیا گیا ہو وہ اصطلاح کے موافق شعر نہین ہے اور شاعر کے لغوی معنی جاننے والے کے ہین اور اصطلاح مین اُس شخص کو کہتے ہین جو بُرائی بھلائی بحر و وزن و تقطیع و قافیہ وغیرہ لوازم شعر کو جانتا ہو بس جو شخص ان لوازم شعری سے خبردار نہوگا گو طبع موزون رکھتا ہو اُسکو شاعرانہ کہنا چاہیے۔ حالی اپنی کلیات کے مقدمے مین لکھتے ہین کہ شعر کے لیے وزن ایک ایسی چیز ہے جیسے راگ کے لیے بول جس طرح راگ فی حد ذاتہ الفاظ کا محتاج نہین اسی طرح نفس شعر وزن کا محتاج نہین البتہ وزن کی شرط نظم کے لیے ہے قدیم عرب کے لوگ یقیناً شعر کے یہی معنی سمجھتے تھے جو شخص معمولی آدمیون سے بڑھکر کوئی مؤثر اور دلکش تقریر کرتا تھا اُسی کو شاعر جانتے تھے جاہلیت کی قدیم شاعری مین زیادہ تر اسی قسم کے برجستہ اور دلاویز فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین جو عرب کی عام بول چال سے فوقیت اور امتیاز رکھتی تھین یہی سبب تھا کہ جب قریش نے قرآن مجید کی نرالی اور عجیب عبارت سُنی تو جنھون نے اُسکو کلام الٰہی نہ مانا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے لگے حالانکہ قرآن شریف مین وزن کا مطلق التزام نہ تھا محقق طوسی اساس الاقتباس مین لکھتے ہین کہ عبری اور سُریانی اور قدیم فارسی مین شعر کے لیے وزن حقیقی ضرور نہ تھا سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے قافیہ بھی ہمارے ہان شعر کے لیے ایسا ہی ضروری سمجھا گیا ہے جیسے کہ وزن مگر درحقیقت وہ بھی نظم ہی کے لیے ضروری ہے نہ شعر کے لیے اساس مین لکھا ہے کہ یونانیون کے یہان قافیہ بھی مثل وزن کے ضروری نہ تھا۔ الغرض وزن اور قافیہ جنپر ہماری موجودہ شاعری کا دار و مدار ہے اور جنکے سوا اُس مین کوئی خصوصیت ایسی نہین پائی جاتی جسکے سبب سے شعر کا شعر پر اطلاق کیا جا سکے یہ دونون شعر کی ماہیت سے خارج مین اسی لیے زمانہ حال کے محقق شعر کا مقابل جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے نثر کو نہین ٹھہراتے بلکہ علم و حکمت کو ٹھہراتے ہین وہ کہتے ہین کہ جسطرح حکمت کا کام براہ راست یہ ہے کہ ہدایت کرے تحقیقات مین مدد پہونچائے اور روشن کرے عام اس سے کہ کوئی اُس سے محظوظ یا متعجب یا متاثر ہو یا نہو اسی طرح شعر کا کام براہ راست یہ ہے کہ فی الفور لذت یا تعجب یا اثر پیدا کرے عام اس سے کہ حکمت کا کوئی مقصد اُس سے حاصل ہو یا نہو اور عام اس سے کہ نظم مین ہو یا نثر مین حالی نے یہان انتہا درجے کی غلطی کی ہے اور اپنے معتقدون کو غلطی مین ڈالنے کا کام کیا ہے اسلیے کہ جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ شعر کے لیے وزن شرط نہین وہ اہل منطق ہین اور اساس الاقتباس کا جو حوالہ دیا ہے وہ بھی فن منطق ہی مین ہے منطقین کی اصطلاح مین شعر اور چیز ہے اور شعرا کے نزدیک شعر اور چیز ہے پس حالی نے نافہمی سے منطقین کی تعریف کو شاعرون کی تعریف کے بحث مین داخل کر دیا ہے محقق طوسی نے اساس الاقتباس مین بطور منطقیون کے شعر کی تعریف کی ہے کیونکہ یہ کتاب ہی منطق مین لکھی ہے اور معیار الاشعار مین شعر کی تعریف اسی طرح کی ہے جو عرف جمہور مین

مشہور ہی اور وہ یہ ہی کہ شعر کلام موزون مقفےٰ کا نام ہے کیونکہ یہ کتاب فن عروض مین لکھی ہے پس منطقیون کے
نزدیک وزن شعر کی ماہیت مین معتبر نہین انکے نزدیک جو کلام قضایاے تخیلیہ سے بنے وہ شعر ہے وزن کا
ہونا اُس مین ضرور نہین چنانچہ شیخ بوعلی سینا کتاب شفا کی بحث منطق مین فرماتا ہے لا نظر للمنطقی فی
شئ من ذلک الا فی کونه کلاما مخیلا یعنے منطقی کی نظر وزن اور قافیے کی طرف نہین اُس کے
نزدیک تو یہ چاہیے کہ وہ کلام مخیل ہو اور دوسری جگہ کہتا ہے انما ینظر المنطقی فی الشعر من حیث
ھو مخیل یعنے وہ شعر مین اس حیثیت سے فکر و غور کرتا ہے کہ وہ کلام مخیل ہے اور امام رازی نے
شرح عیون الحکمۃ مین فرمایا ہے ان نظر فیه من حیث انه یفید تخیلا قائما مقام التصدیق
والترغیب فذلک ھو المنطق بلکہ محقق طوسی نے معیار الاشعار اساس مین دونون اصطلاحون کے فرقون کو
کھولدیا ہے اس طرح کہ شعر در عرف منطقی کلام مخیل ست و در عرف متاخران کلام موزون مقفےٰ اور دوسری
جگہ لایا ہے مادہ شعر سخن ست و صورتش نزدیک متاخران وزن و قافیہ و نزدیک منطقیان تخییل اور
پھر کھولکر اساس مین یون کہا ہے نظر منطقی خاص ست بہ تخییل و وزن را ازان جہت اعتبار کنند کہ بوجہ
اقتضاے تخییل کند و صناعت منطق باحث بالذات از تخییل شعر ست و بالعرض از دیگر احوال یہ تو
شعر منطقی کی نسبت تھا دیکھو شعر متعارف کی نسبت اساس مین کیا کہا ہے بحسب این عرف
ہر سخن را کہ وزنے و قافیتے داشتہ باشد خواہ آن سخن برہانی باشد خواہ خطابی خواہ
صادق خواہ کاذب و اگر ہمہ توحید خالص یا ہذیانات محض باشد آنرا شعر خوانند و اگر از وزن و قافیہ
خالی باشد اگرچہ مخیل بود آنرا شعر نخوانند اور مخیلات وہ باتین ہین کہ جب نفس کو پہونچتی ہین تو وہ اُنکی
تاثیر سے کسی چیز کی طرف راغب ہوجاتا ہے یا اُس سے نفرت کرنے لگتا ہے بغیر غور و فکر کے کیونکہ
نفس رغبت یا دہشت سے منفعل ہوجاتا ہے اور تخییل کا اثر بمقابلے تصدیق کے نفس پر جلد پڑتا ہے
کیونکہ اُس مین تعجب صدق سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہ لذیذ ہے اور مخیلات کئی طرح کے ہوتے ہین کبھی
سچے ہوتے ہین کبھی جھوٹے ہوتے ہین کبھی مستحیل ہوتے ہین کبھی ممکن ہوتے ہین اور نفس مین انکے اثر سے یا
انبساط پیدا ہوجاتا ہے یا انقباض اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخیلات کی تاثیر تصدیق سے زیادہ ہوتی ہے
اگرچہ اُسکے ساتھ تصدیق نہین ہوتی اور منطقین نے شعر کے لیے یہ بات شرط کی ہے کہ کلام قانون لغت
کے مطابق ہو اور اُس مین ایسے اعلیٰ درجے کے استعارے اور عمدہ تشبیہین ہون کہ نفس مین اُنکی وجہ
سے تاثیر عجیب و انفعال غریب پیدا ہوکر فرحت یا رنج و غم آجائے اسی لیے قضایاے شعریہ مین اولیات
صادقہ کا استعمال جائز نہین اور اولیات صادقہ سے مراد ایسے قضایا ہین کہ عقل اُن قضایا کا تصور کرتے ہی

اُن کے قطعی ہونے کا حکم لگا دیتی ہے کسی دوسری چیز کی طرف محتاج نہین ہوتی جیسے کل بڑا ہے جزء سے بلکہ شعر مین مخیلات کاذبہ کا استعمال مستحسن ہے جس شعر مین مخیلات صادقہ کا استعمال ہوتا ہے وہ بے مزہ ہوتا ہے جیسے ناسخ کی نظم سراج کے یہ شعر ــــ

کی خدا نے جو یہ زبان عطا
ہے بلا شک عطیۂ عظمےٰ

اس سے ہے مختلف مزونکی تمیز
اس سے پاتے ہین لذت ہر چیز

کوئی کڑوی ہے کوئی ہے میٹھی
نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی

کوئی اچھی ہے کوئی زشت و زبون
مزے سب چیزونکے ہین گوناگون

سب مزون سے زبان واقف ہے
انہی اسرار کی یہ کاشف ہے

جو نہو یہ تو کچھ نہ ہو معلوم
نہ ہو کوئی مزہ کبھی مفہوم

اور بھی ہوتے ہین زبانسے کام
ہے ممد وقت بلع آب و طعام

اس کے احکام بہر دندان ہے
قوت تام بہر دندان ہے

وله

نفع کیا کیا ہوا کو بخشا ہے
صحت جسم اس سے پیدا ہے

بعض اوقات اگر ہوا نہ چلے
کبھی دن رات اگر ہوا نہ چلے

دم رکین آدمی پڑین بیمار
میوے فاسد ہون سوکھین اشجار

آوے طاعون یا وبا آوے
غلے پر آفت و بلا آوے

اس سے ہے زندگانی ابدان
اس سے ہے نفع صحت انسان

ناک سے جوف تن مین جاتی ہے
زندگی اس سبب سے آتی ہے

خارج تن مین لگتی ہے یہ اگر
حق مین ابدان کے ہی مصلح تر

اسی طرح یہ شعر مولوی محمد حسین آزاد کے ــ

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو
عالم کے کاروبار مین دن بھر پھرا ہے تو

ہین روز و شب زمانے کے بیہم قدم ترے
پیمانے مختلفون کے یہ ہین بیش و کم ترے

داماں کو ہسار مین اب جا کے سو رہو
دن بھر کا کام شام کو سمجھا کے سو رہو

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین
اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین

دن ہے خدا نے ہمکو دیا کام کے لیے
اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے نہ کلی اسلیے کہ بعض نظم باوجود صدق مقدمات کے عمدہ استعارون اور برجستہ تشبیہون کی وجہ سے نفس مین تاثیر اور لذت پیدا کرنے مین مخیلات کاذبہ سے کم نہین ہوتی جیسے متاخرین مین سے درد تخلص ایک شاعر سیر کوہسار کی کیفیت لکھتا ہے۔

در حقیقت ہے عجب پر لطف سیر کوہسار / بسکہ ہر نظارے پر صد ذوق جنت ہے نثار
ایستادہ ہین کرورون اک طرف ساکھو کے پیڑ / گر رہے ہین دوسری جانب ہزارون آبشار
دیکھتا کیا ہون کہ صد ہا چشمہ ہاے کوثری / سنگلاخون پر ہین کرتے اپنی ہستی کو نثار
اک طرف سر آسمان جا ہی ہین صد ہا چوٹیان / دوسری جانب نظر آتے ہین دہشت ناک غار
رستم دوران بھی ان غارون کو گر دیکھے کبھی / کیا عجب ہے خوف سے آجاے اُسکو بھی بخار
باوجود اسکے ہے انمین کچھ عجب دل بستگی / یعنی اُٹھتی ہین اُسی جانب یہ نظرین بار بار
تحت کوہی کی طرف دیکھو کہ کس انداز سے / باغبان قدرت کا دکھلاتا ہے پھولون کی بہار
نرم نازک ڈالیون پر انسے بھی نازک ہین برگ / اور ان پتون کی نوکین کس طرح ہین قطرہ بار
کس قدر دلچسپ تھا نظارہ ہنگام سفر / اونچی اونچی چوٹیون پر لہلہاتے مرغزار
ایک جانب اُٹھ رہا ہے قلّہاے کوہ سے / کس قدر آہستہ آہستہ یہ نورانی غبار
رفتہ رفتہ چھا گیا اطراف وادی مین دھوان / اور پھر پڑنے لگی چارون طرف ہلکی پھوار
اسکو مین ناحق دھوان کہتا ہون یہ تو اصل مین / کوثر مواج ہے یا جوے شیرین کی ہے دھار
یا کہ ابناے زمانہ کی زبونی دیکھکر / قلب سے اشجار صحرا کے یہ نکلا ہے بخار
یا کہ آہین مجتمع فرقت کے مارون کی ہین یہ / جا رہی ہین بہر عرض حال سوے کردگار
یا نظر بازون کی نظرون سے بچانے کے لیے / حُسن کوہی پر یہ پردہ کھچ رہا ہے بار بار
الغرض جو کچھ بھی ہو یہ ہے بہت دلچسپ چیز / دیکھنا اب رفتہ رفتہ ہو رہا ہے کم غبار
جس قدر کم ہوا جاتا ہے یہ نورانی دھوان / بس اُسی نسبت سے ظاہر ہو رہے ہین سب ابھار
جس طرح تصویر خانے مین مصور کی پلیٹ / اپنی جزئیات کا کرتی ہے تدریجی اُبھار
بس اُسی صورت سے جتنا ابر ہے کم ہو رہا / آرہے ہین پھر مرے پیش نظر کوہی سنگار

بہر صورت جمہور کے نزدیک شعر مین وزن اور قافیہ دونون معتبر ہین صرف تخیل ہی کافی نہین پس جو سخن وزن حقیقی اور قافیہ رکھتا ہو خواہ اُسکی ترکیب برہانیات سے ہو یا جدلیات سے یا خطابیات سے یا مغالطات سے یا مخیلات سے یا ہذیانیات سے وغیرہ وغیرہ وہ شعر ہے اور

تخییل ذات شعر مین معتبر نہین اسی لیے شعر کی تعریف کلام موزون مقفے کے ساتھ کرتے ہین نہ کلام مخیل موزون مقفے کے ساتھ اور **وزن** (واو کے فتحہ زائے ہوز کے سکون سے) مراد ہے اُس ہیئت سے جو نظام ترتیب حرکات و سکنات اور ترتیب حروف اور تناسب عدد حروف اور مقدار کے تابع ہوا ایسے نہج پر کہ نفس اُس سے ایک خاص قسم کی لذت کا ادراک کرے اس ادراک کو **ذوق** کہتے ہین میزان الوافی مین محمد سلیم بن عظیم جعفری نے کہا ہے کہ بعض کے نزدیک وزن ہیئت ذوقی کا نام ہے جو ذہن مستقیم مین حاصل ہوتی ہے ترتیب ارکان موضوعہ سے اور نتیجہ دونون تعریفون کا ایک ہے تناسب عدد سے مراد یہ ہے کہ ارکان مصرعون کے مساوی ہون پس چار رکن والا مصرع تین رکن والے مصرع کے ساتھ موزون نہ سمجھا جائیگا اور مقدار کے تناسب سے یہ مراد ہے کہ ارکان باہم مقدار حروف مین تناسب و متقارب ہون پس جو مصرع تین مفعولن پر مشتمل ہو وہ اس مصرع کا جو تین مستفعلن پر مشتمل ہو متحد الوزن نہ ہوگا لیکن سالم اپنے مزاحف کے ساتھ جیسے فعولن اور فعولان اسی طرح ایک مزاحف دوسرے مزاحف کے ساتھ مثلاً فعول اور فعل تناسب معتبر سے خالی نہین اور چونکہ طبیعتین مختلف ہوتی ہین اسلیے اوزان شعر بھی قومون مین مختلف طور پر ہوتے ہین اور ہر موزون کسی وجہ سے مخیل ہوتا ہے اور اک طرح کی تاثیر پیدا کرتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ ہر کلام مخیل وزن شعر رکھتا ہو بہت سی نثر کی عبارتین تخیل کا فائدہ بخشتی ہین اور چونکہ وزن سے کلام کی خوبی دوبالا ہوجاتی ہے اسی لیے کہا ہے کہ وزن دار کلام سلاست مین پانی کی طرح ہے اور لطافت مین ہوا کی مثل ہے اور انتظام مین موتیون سے مشابہت رکھتا ہے۔ عرب کی قدیم شاعری مین جو زیادہ تر برجستہ فقرے اور مثلین پائی جاتی ہین تو اس سے شاعرون کی طبیعت کی خوبی ثابت ہوتی ہے اور یہ بات ثابت نہین ہوسکتی کہ شعر کے لیے وزن ضرور نہین اور عرب جو قرآن کی فصاحت و بلاغت کو دیکھکر پیغمبر خدا کو شاعر کہنے لگے تھے تو اس سے بھی یہ امر ثبوت کو نہین پہونچ سکتا کہ شعر کے لیے وزن شرط نہین بلکہ وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ یہ جانتے تھے کہ فصیح و بلیغ کلام نظم ہو یا نثر شاعر ہی ادا کرسکتا ہے۔ نظم اور شعر مین وزن اور عدم وزن کے اعتبار سے کوئی فرق نہین دونون مین وزن معتبر ہے شعرا کی اصطلاح مین نظم الفاظ کی ایسی ترکیب کو کہتے ہین کہ اُنکے معانی مین بھی ترتیب ہو اور اُن کی دلالت کا بند و بست مقتضائے عقل کے موافق ہو اور یہ بات نہو کہ لفظون کو آگے پیچھے بول دیا جائے اور جس طرح اتفاق پڑے بغیر لحاظ ترتیب اور دلالت کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے ملا دیا جائے پس یہ نظم ہے۔ سہ

تماشا ہے پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے	سیہ چوٹی زرافشان مانگ سبز اُسپر دوشالہ ہے

اور جب اسکو یون کہین کہ سیہ افشان زر سبز مانگ دوشالہ چوٹی ہے اُسپر ہے پر ہے تماشا کہ
کالے طاؤس پالا ہے ؛ تو یہ لفظ ہوگا نہ نظم۔ اور حالی کا یہ کہنا کہ حال کے محقق شعر کا مقابل نثر کو نہین
ٹھہراتے بلکہ علم وحکمت کو ٹھہراتے ہین یہ بھی درست نہین اسلامی دنیا کے تمام انشاپرداز اور سخنور
بالاتفاق شعر کا مقابل نثر کو ٹھہراتے ہین عروضیون کا یہی مذہب ہے اور جو لوگ شعر کا مقابل علم وحکمت کو
ٹھہراتے ہین وہ اہل فلسفہ ہین انکے نزدیک شعر غیر یقینات مین سے ہے اسلیے وہ علم وحکمت یعنی یقینیات
کا مقابل ہے پس یہ ہر اک علم کی علحدہ اصطلاح ہے اور یہ کہنا کہ شعر کے لیے وزن حقیقی ضروری نہ تھا
سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے بالکل تحقیق کے خلاف ہے واقعہ یہ ہے کہ ہر زبان کے شعر
کے لیے وزن ضروری ہے البتہ موجودہ قواعد وزن کو عربون نے ایجاد کیا ہے ورنہ فن عروض کی ایجاد
کے پہلے سے بھی شعر وزن دار ہوتے تھے اور اُنکے وزن کا معیار وجدان سلیم اور ذوق طبع مستقیم تھا
اُنہی اشعار کو جانچ کر وزن کے قواعد مقرر ہوے ہین۔ اور محقق طوسی نے اساس مین یہ جو کہا ہے
کہ قدما کلام مخیل کو شعر کہتے تھے اگرچہ وہ وزن حقیقی نہ رکھتے ہوے اور یونانیون کے بعض اشعار
اس طرح کے تھے اور دوسری پُرانی زبانون جیسے عبری سریانی فارسی مین بھی اس کا اعتبار نہ تھا
عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا ہے مثل قافیہ کے اور پھر دوسری قومون نے انکی
متابعت کی یہ قول بھی حالی صاحب کے مفید نہین اسلیے کہ ہم یہ کہین گے کہ قومون نے جس شعر مین
وزن کا اعتبار نہ کیا تھا وہ وہ ہے جو یقینیات کے مقابل ہے اور قدما سے مراد محقق طوسی کی حکما و
فلاسفہ ہین نہ شعرا کیونکہ شعرا واہل عروض کو اُنھون نے متاخرین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے علاوہ
اسکے ان زبانون مین علما نے علم عروض کے قواعد بھی منضبط نہ کیے تھے اسلیے سوائے ذوق طبع
سلیم کے وزن شعر کے جانچنے کا کوئی معیار نہ تھا یہی حال شعرائے عرب کا بھی تھا کہ وہ ذوق طبیعت
سلیم کے اقتضا سے شعر تو کسی وزن عروضی پر کہتے تھے مگر انکے ہاتھ مین اُسکے جانچنے کے لیے کوئی
میزان نہ تھی اسی وجہ سے کبھی ایک وزن سے دوسرے وزن قریب پر انتقال کر جاتے تھے اور
غلطیان کھا جاتے تھے قواعد عروض کے ایجاد کرنے کے وقت اُنکی انہی غلطیون کو تغیر زحافات اور
سکتہ ماننا پڑا ہے کیونکہ قواعد عروض ان کے اشعار کے مطابق بنائے گئے ہین نہ یہ کہ قواعد عروض کو
پیش نظر رکھ کر شعر کہے جاتے تھے۔ جسکو جمہور کی اصطلاح مین شعر کہتے ہین ایسا شعر ہر زبان مین وزن دار
ہی ہوتا رہا ہے اگر کوئی جاہل اپنا دل خوش کرنے کو چند الفاظ بے وزن جوڑ کر انکو شعر سمجھتا تو لیا

کلام اہل علم کے نزدیک سلف سے خلف تک کسی زبان مین شعر نہین مانا جاتا۔ اور یہ قول بھی صحت سے عاری ہے کہ عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر مین اعتبار کیا اسلیے کہ ہندوٗن[۱] کے یہان ہزارون برس سے شعر مین وزن حقیقی کا اعتبار چلا آتا ہے پس جس کلام مین وزن حقیقی موجود ہو وہ شعر ہے اور جس مین نہو وہ نثر ہے۔ اس مین اختلاف ہے کہ قافیہ مطلق شعر کے واسطے ضرور ہے یا نہین بعض اس طرف گئے ہین کہ مطلق شعر کے واسطے ضرور نہین بلکہ اُسکی بعض قسمون کے واسطے ضرور ہے جیسے قصیدہ اور قطعہ اور رباعی وغیرہ اور اس تقریر پر ذاتیات شعر سے نہوگا بلکہ اسکے عوارض سے ہوگا اور محققین کا گروہ اعظم قافیہ کا اعتبار ذات شعر مین واجب سمجھتا ہے چنانچہ بوعلی سینا بھی شفا مین کہتا ہے کلا یکاد ان یسمی عندنا الشعر مالیس بمقفے یعنے جو مقفے نہین وہ ہمارے نزدیک شعر نہین یاد رکھو کہ کلام اُن دو کلمون کو کہتے ہین جو باہم ایسی اسناد رکھتے ہون کہ اگر اُسکا کہنے والا چُپ رہے تو سامع کو فائدہ حاصل ہو جائے اور کچھ انتظار نہ رہے پس شعر مین کلام کی قید سے سخن بے معنے بھی نکل گیا اور شعر کی تعریف اُسپر صادق نہ آئی اسلیے کہ اُس سے سامع کو کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا لیکن مجازاً اُسکو بھی شعر کہتے ہین جیسے کہین یہ شعر مہمل و بے معنی ہین مثال اسکی یہ شعر راشد علی ضیا بدایونی شاگرد منشی اسماعیل حسین منیر کا۔

	ملحوظ موقع طلب مدعا رہے		چشم حباب بحر مین سرمہ لگا رہے

ایسے ہی یہ شعر شاگرد تخلص بدایوانی کا۔

	تم چشم حنائی مین لگاؤ کے جو مسی		ہر بیضۂ اشتر مین نکل آئینگے چھالے

[۱] ابوریحان محمد بن احمد بیرونی جسنے تقریباً سنہ چارسو تیس مین وفات پائی ہے اُسنے کتاب الہند کے تیرھوین مقالے مین جو زبان سنسکرت کے علم نحو اور شعر کی کیفیت اور ایجاد کے بیان مین ہے لکھا ہے کہ ایک مہاراجہ جسکا نام سالی دان ہے اور فصیح نام شالی واہن ہے اُسکے عہد مین ایک ہندو عالم نے مہادیو کی بہت پرستش کی تو اُنھون نے ظاہر ہو کر نحو کے کچھ قواعد بتائے اس عالم نے وہ قواعد سالی دان کو سکھائے اور اُسکے سامنے چھند پڑھے اور چھندون سے شعرون کا وزن کیا جاتا ہے اور یہ علم عروض کے مقابل ہے ہندو اس سے مستغنی نہین ہو سکتے کیونکہ اُنکی کتابین نظم مین ہین و یتلوہ چند وہو وزن الشعر نقابل لعلم العروض لا یستغنون عنہ فان کتبہم منظومۃ۔ بعد اس بیان کے علم وزن شعر کے ایجاد کی نسبت البیرونی لکھتا ہے و اول من استخرج ہذہ الصناعۃ کان پنگل وچلت یعنے جس نے اس صناعت کو اول استخراج کیا وہ یہ دو شخص ہین۔ (۱) پنگل (۲) چلت سالی وان کا سن ساکھا کہلاتا ہے اور سنہ عیسوی سے اٹھتر برس اور سمت بکرمی سے ایک سو ۳۵ سال بعد شروع ہوا ہے ۱۲ منہ۔

ہدہد الشعرا

مرکز محور گردون بہ لب آب نہین
ناخن قوس قزح شبہ مضراب نہین

آب حیات مین لکھا ہے کہ جب شیخ ناسخ کے پاس کوئی ناواقف شخص شائق کلام آتا تو چند بے معنے غزلین بنا رکھی تھین اُن مین سے کوئی شعر پڑھتے یا اُسی وقت چند بے ربط الفاظ جوڑ کر موزون کر لیتے اور سُناتے اگر وہ سوچ مین جاتا اور چپ رہ جاتا تو سمجھتے تھے کہ کچھ سمجھتا ہے اُسے اور سُناتے تھے اور اگر اُسنے بے تحاشا تعریف کرنی شروع کر دی تو اسی طرح کے ایک دو شعر پڑھکر چپکے ہو رہتے تھے مثلاً۔ ؎

آدمی مخمل مین دیکھے مور جے بادام مین
ٹوٹی دریا کی کلائی زلف اُلجھی بام مین

تونے ناسخ وہ غزل آج لکھی ہے کہ ہوا
سب کو مشکل ید بیضا مین سخندان ہوتا

چوتھا موتی شعر کی قسمون مین باعتبار اوصاف کے

بدائع الافکار فی صنائع الاشعار مین مذکور ہے کہ اشعار کئی قسم کے ہوتے ہین (۱) مطبوع اور یہ ایسا شعر ہے جو پسندیدہ وزن مین بنایا جاے جیسے۔

مومن

دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے
فلس ماہی کے گل شمع شبستان ہونگے

تو کہان جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کرے
ہم تو کل خواب عدم مین شب ہجران ہونگے

ہم نکالینگے سُن اے موج ہوا بل تیرا
اُس کی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

تاب نظارہ نہین آئینہ کیا دیکھنے دون
اور بنجائینگے تصویر جو حیران ہونگے

منت حضرت عیسیٰؑ نہ اُٹھاؤنگا کبھی
زندگی کے لیے شرمندۂ احسان ہونگے

ناصحا دل مین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ نادان ہوے کیا تجھسے بھی نادان ہونگے

غیر جھوٹا ہے لحد پر ترے دل تفتہ کی
گل نہونگے شرر آتش سوزان ہونگے

صبر یارب مری وحشت کا پڑے گا کہ نہین
چارہ فرما بھی کبھی قیدیٔ زندان ہونگے

ایک ہم ہین کہ ہوے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہو گی
پھر وہی پانؤن وہی خار بیابان ہونگے

داغ دل نکلینگے تُربت پہ مری جون لالہ
یہ وہ اخگر نہین جو خاک مین پنہان ہونگے

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

(ب) جس کا وزن ثقیل ہو وہ نامطبوع ہے جیسے۔

انشا

ارے دل کچھ اُنھیں تیری خبر نہین
تری چاہت مین نگوڑے اثر نہین۔

غالب

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے
کہ اپنے سائے سے سر پانْون سے ہے دو قدم آگے

ظفر

کہان ہین رُخ پہ بالے کے گہر نزدیک نزدیک
ستارے ہین یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک

کام

یہ تھوڑی سے مدے کلائی موڑ کر
بھلا ہو تیرا ساقیا پلاوے خم نچوڑ کر

(۲) ملائم ایسا شعر جسکے الفاظ آسان اور شیرین اور دل پسند ہون جیسے۔

انشا

جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا
لگا کے برف مین ساقی صراحی مے لا

قدم کو ہاتھ لگاتا ہون اُٹھ کہین گھر چل
خدا کے واسطے اتنے تو پانْون مت پھیلا

نکل کے وادیٔ وحشت سے دیکھ ای مجنون
کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقۂ لیلا

گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کہین تیشہ
درون کوہ سے نکلی صدائے واویلا

نزاکت اُس گُلِ رعنا کی دیکھ اے انشا
نسیمِ صبح جو چھُو جائے رنگ ہو میلا

(ب) اسکے خلاف کو متنافر کہتے ہین جیسے۔

مُنیر

ترے ناخنون مین ہی عقدہ کشائی
انامل مقالید قفل مآرب

ترے آگے آئین جو حوران جنت
مکحل عیون اور مشکین ذوائب

ترے عہد مین ہین معطل بتون کے
سہام جفون و سیوف حواجب

ترے خصم کے نطفۂ بد کی خاطر
بنین تربت کمنہ صلب ترائب

ترا جد شہ انبیا و ملائک
شہ قاب قوسین فخر الاطائب

اسی پر ہے نصّ اَلْقِیَا فِی جہنم
خدا سورۂ قاف مین ہے مخاطب

علی بحر ذخار علم لدنی
علی ہی مغیث الوریٰ فی النوائب

ائمہ تیری نسل سے تا بمہدی ۔ بروج امامت کے ہین لوکواکب
ہوا حلم کُونُوا مَعَ الصّٰادِقِیْنَ ۔ ہین منصوص اُسکے یہ بارہ اطائب
نبیؐ کے کبھی جزو ہین اقربا ہین ۔ سب اُنکے سوا من قبیل لاجانب
تمھارے عدو ساکن شام و کوفہ ۔ وقود سقر دشت عصیان کے حاطب
ہین ذات اعلام و ذات القلائد ۔ افاعی کی اولاد نسل عقارب
بظاہر مسلمانون کی صورتون مین ۔ طویل المحاسن قصیر الشوارب
منافق تھے وہ مرتدان قدیمی ۔ دم حیض ام الخبائث کے شارب
ترے بغض سے شام کا شہر ٹھہرا ۔ سواد رخ شخص مخذول و خائب
تری نکث بیعت سے کچھ پھل نہ پایا ۔ فصار و کمن کان فی اللیل حاطب
ترے سب عزادار و ارباب ماتم ۔ ہوے مستحق نعیم و مواہب
ترے غم مین کفار تک رو رہے ہین ۔ تاسف مین احبار و قسیس و راہب
فرس کا اگر وصف ورد زبان ہو ۔ تو الکن ہو طی اللسانی مین غالب
مطیع اشارات راکب سراسر ۔ نہ کا برق خاطف نہ للنفع جالب
صدا شیرون کی اسکے شیہہ کے آگے ۔ صیاح ذباب و نباح اکالب

(۴۳) ایسا شعر جس سے لطائف و معانی کا سمجھنا آسان ہو جیسے۔

میر تقی

آکے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد ۔ نہ رہی دشت مین خالی مری جا میرے بعد
منھ پہ رکھ دامن گل روئین گے مرغان چمن ۔ باغ مین خاک اُڑاے گی صبا میرے بعد
اب تو ہنس ہنس کے لگاتا ہے وہ مہندی لیکن ۔ خون رُلاے گا اُسے رنگ حنا میرے بعد
وہ ہوا خواہ چمن ہون کہ چمن مین ہر صبح ۔ پہلے مین جاتا تھا اور باد صبا میرے بعد
چاک کرتا ہون اسی غم سے گریبان کفن ۔ کون کھولے گا ترے بند قبا میرے بعد
تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنون ۔ شاید آجاے کوئی آبلہ پا میرے بعد
کیا عجب مرقد لیلےٰ سے یہ نکلے جو صدا ۔ میرے مجنون ترا کیا حال ہوا میرے بعد
بعد مرنے کے مری قبر پر آیا وہ میر ۔ یاد آئی مرے عیسےٰ کو دوا میرے بعد

(ب) اسکی ضد تعسف کہلاتی ہے تعسف سیدھے راستے سے پھر جانے کا نام ہے جیسے۔

غالب

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا	تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا
ہوائے سیر گل آئینہ بے مہری قاتل	کہ انداز بخون غلطیدن بسمل پسند آیا

ولہ

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی	ہیولے برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

ولہ

اک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا	جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

منہ

پوچھ مت رسوائی انداز استغنائے حسن	دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ تھا

ایضاً

ذرہ ذرہ ساغر میخانۂ نیرنگ ہے	گردش مجنون بچشمکہائے لیلے آشنا
شوق ہے سامان طراز نازش ارباب عجز	ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا
شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہیے	میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا
کوہکن نقاش یک تمثال شیرین تھا اسد	سنگ سے سر مار کر ہووے نہ تیرا آشنا

(۴۸) سہل ممتنع لغت مین سہل آسان کے معنے مین ہے اور ممتنع دشوار کے معنے مین اصطلاح مین ایسے شعر کو کہتے ہین جس کی مثال بنانا دشوار ہو اگرچہ بظاہر سہل معلوم ہوتا ہو جیسے۔

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین	اس کا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

نصیر

خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر	گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

نسیم

عالم کا مرے جہان بیان ہے	بے تابی دل جہان جہان ہے
زنجیر جنون کڑی نہ پڑیو	دیوانے کا پانؤن درمیان ہے
ذرے کا بھی چمکے گا ستارہ	قائم جو زمین و آسمان ہے
جو داغ کہ مہر ہے فلک پر	دل مین مرے ابتلک نہان ہے

کس سوچ مین ہو نسیم بولو	آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

(۵) جزل لغت مین تمام اور بڑے کو کہتے ہین اصطلاح مین ایسے شعر کا نام ہے جس مین الفاظ عمدہ اور زوردار ہون اور اُنکی نشست مضبوط ہو معانی عالی اور متین ہون پُھس پُھسے الفاظ اور بھسینڈی بندش سے پاک ہو لفظاً اور معناً اُس مین کسی طرح کا نقصان متصور نہو جیسے

غالب

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا	اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا	کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو	یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح	کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا
کہون کس سے مین کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے	مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا
ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیون نہ غرق دریا	نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

(۶) مرتجل ایسا شعر ہے کہ بے سوچے فی الفور اور ترت کہا جاے اس لفظ کا اشتقاق ارتجال سے ہے جس مین جیم ابجد ہے اور اس کے معنے ہین فوراً بغیر سوچے بات کہنا اور فی البدیہ شعر بنانا آب حیات مین لکھا ہے کہ میر سوز نے اپنا یہ مطلع سودا کے سامنے پڑھا۔

نہین نکلے ہے مرے دل کی اُبا ہے گاہے	اے فلک بہر خدا رخصت آہے گاہے

مرزا سنکر بولے کہ میر صاحب بچپن مین ہمارے ہان پشور کی ڈومنیان آیا کرتی تھین یا تو جب یہ لفظ سنا یا آج سنا ہے میر سوز بیچارے ہنسکر چپکے ہو رہے مرزا نے خود اُسیوقت مطلع کہکر پڑھا۔

نہین جو گل ہوس ابر سیا ہے گاہے	گاہ ہون خشک مین اے برق نگاہے گاہے

اسی کتاب مین لکھا ہے کہ شاہ نصیر نے رنگترون کے حسن تشبیہ مین فوراً یہ شعر کہے تھے۔

اے نیر برج آسمان اقبال	ان رنگترون پر غور سے کیجے گا خیال
یہ نذر حقیر ہو قبول خاطر	پردے مین شفق کے ہین گرہ بند ہلال

ایک بار نواب سعادت علی خان کے کہنے سے انشا نے فی البدیہ یہ رباعی بنائی۔

عربی نہ فارسی نہ ترکی	نہ سم کی نہ تال کی نہ سُر کی
یہ تاریخ کہی ہے کسی لُر کی	حویلی علی نقی خان بہادر کی

ایک رنڈی کو رتھ مین سوار دیکھ کر شاہ نصیر نے اُسی وقت کہا۔

اُسکے رتھ کا کلس سُنہری دیکھ	بھر پرواز یہ نکالی ہے	شب کہا ماہ سے یہ پروین نے	جوچُغ بیضے سے مرغ زرین نے

ناسخ نے ایک مصرع کہا کہ ہے چشم نیم باز عجب خواب ناز ہے۔

مگر دوسرا مصرع جیسا جی چاہتا تھا ویسا نہ ہوتا تھا اسی فکر مین غرق تھے کہ خواجہ وزیر آگئے اُنھون نے خاموشی کا سبب پوچھا شیخ صاحب نے بیان کیا اتفاق ہے کہ اُنکی طبیعت لڑگئی فی البدیہ یہ کہا کہ فتنہ تو سو رہا ہے در فتنہ باز ہے شیخ صاحب بہت خوش ہوے (۷) فکری یعنی وہ شعر جو غور و فکر کے بعد بنایا جاے یہ مرتجل کی ضد ہے۔ (۸) ذوالنوعین ایسا شعر جس مین دو قسم کی صنعتین ہون جیسے ترجیع مع التجنیس کہ یہ مجموعہ ہے دو صنعتون کا جس مین سے ایک صنعت ترجیع یہ ہے کہ الفاظ ایک دوسرے کے مقابل ہم قافیہ ہون دوسرے صنعت تجنیس یہ ہے کہ وہ مرصع الفاظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنے مین مغائر جیسے کرم کے اس شعر مین

نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہات		نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہیہات	

ایک جگہ پہونچا عضو کا نام ہے اور دوسری جگہ مصدر پہونچنا سے ماضی کا صیغہ ہے اور ایک جگہ کلائی ہاتھ کے خاص حصے کا نام ہے اور دوسری جگہ کل آئی چین و آرام حاصل ہونے کے معنے مین ہے اور ایک جگہ ہات ایک خاص عضو کا نام ہے اور اُسکے قبل ہے کا لفظ رابطہ مُثبت غیر زبانی ہے اور دوسری جگہ ہیہات عربی کا لفظ ہے افسوس کے معنی مین جسکو فارسی مین تحیر اور تعجب کی جگہ بھی استعمال کر لیتے ہین اگر دو سے زیادہ صنعتین جمع ہون تو اُسے متنوع کہتے ہین جیسے۔

ناسخ

کچھ تری بات کو ثبات نہین		ایک ہان ہے تو پانچ سات نہین	

اس مین تین صنعتین ہین ایک صنعت تجنیس زائد و ناقص ہے بات اور ثبات مین دوسرے تضاد ہے ہان اور نہین مین تیسرے سیاقۃ الاعداد ہے ایک و پانچ اور سات مین (۸) خمریات ایسے اشعار کا نام ہے جن مین شراب کے اوصاف اور ساقی اور آرائش محفل کے حالات ہون۔

سید محمد خان رند

ساقیا پلوا تنک ظرفون کو چلو بھر شراب		مین ہون دریا نوش کیا دیتا ہے اک ساغر شراب	

فصل گل ہی کچھ نہی ہے آجکل گھر گھر شراب
بادہ کش بدمستیان کرتے ہین پی پی کر شراب

ہے دعا مستون کی یارب مثل ماہ و آفتاب
جام گردش مین رہے کھایا کرے چکر شراب

پھر بہار آئے الٰہی پھر شگفتہ ہو دین گل
تاک کے سائے مین اینڈین مست پھر پھر کر شراب

شوق سے دامادی پیر مغان کرتے قبول
خوبصورت سی اگر ہوتی کوئی دختر شراب

گر یون ہی چندے رہی افراط مے کی ساقیا
چاہیے بہتی پھرے مے خانے کے باہر شراب

غم غلط ہوتا ہے غمگین کا سرور بادہ سے
خون دل پینا پڑے مجھکو نہووے گر شراب

کھل ہی جاتی ہے بناوٹ آدمی کی نشہ مین
صاف دکھلا دیتی ہے انسان کا جوہر شراب

مغتنم ہے وقت فرصت ایک دورہ اور ہو
ہے ابھی شیشے مین اے ساقی کئی ساغر شراب

ذوق

دلوے ساقی جسے اک جام وہ دعوے سے کہے
آج جو پاس ہے میرے نہین جمشید کے پاس

اللہ اللہ رے تری مستی و بالادستی
شب کے مست کہ کر لی گردون سے مساس

سلسبیل آکے اگر خلد سے ہو آب سبیل
کیے مے نوش کہ بجھتی ہے کہین اس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شراب و ساقی
اور باقی ہے تو سب وہم و خیال و وسواس

زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو
پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاس انفاس

بیٹھ گوشے مین نہ تو چھوڑ کے اس جلسے کو
دیکھ رندان خرابات نشین کا اجلاس

مے نہین بر قدح مینا مین مگر جلوہ فروز
کوئی خورشید لقا ہے شفقی رنگ لباس

اے غنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرم نشاط
غم کو جا دل مین نہ دے جی کو نہ رکھ اپنے اداس

دل جو گھر غم کا ہوا اس مین ہو سرمایۂ عیش
وہ مثل ہے کہ کہان گھونسلے مین چیل کے ماس

دل پر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے واشد
کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفل وسواس

سودا

پہونچ ساقی کہ اب دل کو نہین صبر
تری دوری مجھے اسوقت ہے جبر

لگی ہے کرنے آکر سوے گلشن
چراغ گل نسیم صبح روشن

گھمنڈ آیا ہے ابر از غرب تا شرق
مجھے بے کشتئ مے تو نہ کر غرق

تغافل کو نہ اب فرمائیو کام
لپک لیکر بغل مین شیشۂ و جام

ستم ہے گر نہو اب ساغر و جام
عجب ہی لطف سے پھولی ہے یہ شام

جھکادے منھ مین ساقی شیشۂ مے
مغنی پھونک دے بہر خدا نے

کہ آپہونچا ہے وقت بادہ نوشی
نہین مطرب یہ ہنگام خموشی

ترانا گا وہ پی کر ساغر مل
کہ ہووے سرمۂ آواز بلبل

جو بولے محتسب منھ توڑ اُس کا
جو ملا کچھ کہے سر پھوڑ اُس کا

سخن اِسوقت اُس کا بے محل ہے
بہار اب جو کہے اُس پر عمل ہے

کہے ہے دیکھ اب اِس ہوا کو
جواب مے کشان مین دون خدا کو

کریم اپنے کو مین کرلون گا راضی
دہن سے شیشے کے لو ریش قاضی

مثنوی میر حسن

خواصون نے گھر کو دیا انتظام
تمامی کے پردے لگائے تمام

ہوا فرش اور کر چھپر کھٹ کو صاف
مرصع کا اُس پر اُڑھا کر غلاف

وہ نرگس کے رستے جو آفاق مین
نہ نکلین سو لا کر چنے طاق مین

ولایت کے میوے دھرے ہر طرف
کہ لیجاوے بو اُنکی گل بر شرف

دھرے نخلخے خاص ایوان مین
ہوا ہوگئی عطر دالان مین

دھری کیاریان اک طرف بے شمار
مچی اک طرف ڈالیون کی قطار

اچار و مربے دھرے خوشنما
وہ باہر کے دالان مین جابجا

چھپر کھٹ کے پاس ایک مسند بچھا
اور اُسپر تمامی کے تکیے لگا

چنگیرین بنا اور رکھ پاندان
قرینے سے اُس مین رکھے ہار پان

کئی عطردان وان مرصع دھرے
انوکھی گھڑت کے کئی چوگھڑے

سرہانے مجلد دھری اک کتاب
ظہوری نظیری کا کل انتخاب

دھری اک بیاض اور رشک چمن
پُر از شعر سودا و میر حسن

قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھرا

دھرا اک طرف گنجفہ خوش قماش
دھری چوپڑ اک طرف کو غم تراش

کھچی ایک چوکی پڑا تورہ پوش
کرین دیکھ کر غش جسے بادہ نوش

صراحی و ساغر شراب و کباب
دھرا اُسپہ ساقی نے کر انتخاب

و لے اُسکو رکھا چھپائے ہوے
کہ چھوٹے نہ ہے منھ لگائے ہوے

کہا خاصے پز کو خبردار کر — کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

ایضاً

عمارت کی خوبی درون کی وہ شان — لگے جس مین زربفت کے سائبان
چقین اور پردے بندھے زرنگار — درون پر کھڑی دست بستہ بہار
کوئی ڈور سے در پہ اٹکا ہوا — کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
وہ مقیش کی ڈوریان سربسر — کہ مہ کا بندھا جس مین تار نظر
چقون کا تماشا تھا آنکھون کا جال — نگہ کو وہان سے گذرنا محال
سنہری مغرق چھتین ساریان — وہ دیوار اور در کی گلکاریان
دیے ہر طرف آئینے جو لگا — گیا چوگنا لطف اُس مین سما
وہ مخمل کا فرش اُسکا ستھرا کہ بس — بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس
رہین نخلخے اُس مین روشن مدام — معطر شب و روز جس سے مشام
چھپرکھٹ مرصع کا دالان مین — چمکتا تھا اس طرح ہر آن مین
زمین پر تھی اس طور اُسکی جھمک — ستارون کی جیسے فلک پر چمک

فائدہ جس نظم کے اشعار مین باے قسمیہ لاکر کوئی مضمون لکھین وہ نظم قسمیہ کہلاتی ہے جیسے

میر تقی

بصانعے کہ یہ نقاشیان ہین سب اُسکی — زمین ہو یا ہو فلک یا حجر ہون یا اشجار
باحمدؐ کہ نبوت ہوئی ہے اُسپر ختم — بفاطمہ کہ وہ ہے بنت سید مختار
بمرتضےٰ کہ ولایت مسخر اُن نے کی — بہادری ہے غلامون کا جسکی فن شعار
بہ آن امام کہ کشتہ ہے زہر قاتل کا — گرے ہین لخت دل اُسکے زمین پہ ٹکڑے ہزار
بہ آن شہید کہ تشنہ لب و شکستہ دل — موا ہے دشت بلا مین ہین اب تلک آثار
بہ سردمہری شیرین بکینۂ خسرو — بگرم جوشی فرہاد و سختی کہسار
بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام — بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار
بہ آب و رنگ گلستان بہ بیکسی اسیر — کہ اُسکو کنج قفس مین رہی ہے یاد بہار
بساغر مے گلگون بہ توبۂ سنگین — بدل نوازی ساقی بہ ابر دریا بار
بہ تنگیری چاک و بہ بیقراری جیب — بسینہ کاوی دشنہ بزخم دامن دار

بحیرت رخ جانان بچشم وا مانده
بقلقل و بہ سبو و بلغزش مردم
بہ پوچ گوئی دبے تابی و بہ بے خوابی
بدیر و برہمن دکفر و با صنم گوئی
بسیل خانہ خراب و بوادی مجنون
بخوشہ خوشہ سرشک بدار بست مژہ
بضعف جسم نزار و بطاقت سرکش
بخاک عاشق بے خانمان کہ باد صبا
باضطراب چراغ و بدشمنی نسیم
بدور گردی رنگ قبول و یاس دعا
بخیل خیل خرابی بگوشہ صحرا
بشوق وصل نگار بجان مایوسی
بہ سینہ کوبی زخم جگر بماتم میر
قسم ہے میرے تئین ان تمام قسمونکی
یہ آرزو ہے مرے دل مین مدتونسے شہا
اڑا ے اسکو صبا یان تلک کہ لے پہونچے

بسعی باطل ناخن بعقدۂ دل کار
بہ مستی مے ناب و بخاطر ہشیار
بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار
بشیخ دمسجد و تسبیح و رشتہ زنار
بجرگہ جرگہ غزالان بدیدہ خونبار
بقطرہ قطرہ شراب و بجام دست یار
بجان عاشق مسکین کہ یار پر ہے نثار
نہین دکھاتی اُسے بعد مرگ کوچہ یار
بخاطر دم آخر کہ اُس سے ہے بیزار
باعتزاز اجابت بحلقۂ اذکار
بخوش سوادی شہر و بقریہ و بدیار
بہ آرزوے ہم آغوشی و بہ بوس و کنار
بجان کنی گلوگیر و حسرت دیدار
کہ تجھکو علم ہے ان سب کا کیا کرون مین شمار
رہے نہ بعد مرے ہند مین یہ مشت غبار
تجھ آستان کے آگے کہ ہے فلک کردار

فائدہ دیگر المعجم مین لکھا ہے کہ شعر کی بنیاد اچھے وزن۔ شیرین الفاظ عمدہ معانی۔ درست قوافی۔ سہل ترکیب اور لطیف مضامین پر ہو اس طرح کہ اُسکا سمجھ سکنا آسان ہو اُسکا مطلب اخذ کرنے کے لیے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہو اور استعارات بعیدہ۔ مجازات شاذہ تشبیہات کاذبہ اور تجنیسات مکررہ سے خالی ہو اور ہر بیت کے لفظ و معنے پورے اُس مین موجود ہون سواے سیاق کلام اور سلسلۂ معانی کے دوسرے اعتبار سے غیر بیت پر موقوف نہو اور الفاظ و قوافی کا دروبست بخوبی ہو اور خاص قصیدے کے لیے اتنا اور ضرور ہے کہ وہ تمام ایک طرز پر ہو۔ ایسا نہو کہ عبارت کہین عمدہ اور کہین خراب ہو جاے اسی طرح نہ معانی کبھی مرتب اور کبھی مضطرب ہو الفاظ کا باہم میل بنا رہے اور متروک الفاظ سے پاک ہو اس امر کو **تفویف** کہتے ہین

جولغت مین کپڑے پر رنگ برنگ کے خطوط بنانے کے معنے مین ہے۔

پانچوان موتی شعر کی تقسیم مین باعتبار اقسام نظم کے

اصطلاح مین شعر کو بیت بھی کہتے ہین کہ دو مصرع مساوی ہوتے ہین اور عروض وضرب رکھتے ہین وجہ اسکی یہ ہے کہ بیت کے معنی گھر کے ہین اور گھر کے لیے زمین چھت ستون میخ رسی کمبل ٹاٹ۔ کپڑا اور نقاشی سب چاہیے ایسے ہی یہ چیزین شعر کو چاہیین کہ اُسکو بھی گھر سے مناسبت ہے پس اسکی زمین مضمون ہے یعنی جب کوئی ارادہ مکان بنانے کا کرتا ہے تو پہلے زمین تلاش کرلیتا ہے اسی طرح جب شاعر شعر کہنے کو ہوتا ہے تو پہلے مضمون تلاش کرلیتا ہے اور اُسکی چھت قافیہ ہے اور رسّی اور میخ اور ستون ارکان بیت ہین جس طرح کہ رسّی اور ستون اور میخ سے گھر مستحکم ہوتا ہے ایسے ہی ارکان بحر سے مضبوطی ہے کیونکہ ارکان مرکب ہین سبب ور وتد اور فاصلے سے اور لغت مین سبب رسّی کو کہتے ہین اور وتد میخ کو اور فاصلہ ستون کو اور جیسے کہ گھر کپڑے اور کمبل اور ٹاٹ سے تیار ہوتا ہے اسی طرح بیت الفاظ سے تیار ہوتی ہے **فائدہ** اکثر صحرا نشینان عرب کا گھر کمبل ورکپڑے کا ہوتا ہے بطور بال کے۔ اور گھر مین آرائش کے واسطے نقاشی بھی کرتے ہین تو بیت کی نقاشی صنائع وبدائع لفظی ومعنوی کی رعایت کرنا ہے اور گھر کے دروازے کے دو کنواڑ ہوتے ہین اسی طرح غالبًا شعر کے بھی دو مصرع ہوتے ہین اور جس طرح لوگ گھر کے اندر دروازے کی راہ سے آتے جاتے ہین اسی طرح خیالہاے مردم مدعاے بیت مین مصاریع کی راہ سے پہونچتے ہین خلیل کے نزدیک بیت کے لئے دو مصرعون کا ہونا لازم ہے اور شعر اسکے نزدیک بیت کا مرادف ہے اور سواے خلیل کے دوسرے علما بیت کے لیے دو مصرعون کا ہونا واجب نہین جانتے بیت کے مصرع اول کے پہلے جز کو صدر اور اخیر جز کو **عروض** کہتے ہین اور دوسرے مصرع کے جز اول کا نام ابتدا و **مطلع** اور پچھلے جز کا نام **ضرب وعجز** ہے اور درمیان مین دونون مصرعون کے جو رہا اُسکو **حشو** قرار دیتے ہین لغوی معنے صدر کے اول وبلندی وابتدا اور مطلع کے معنے شروع وجاے آغاز وغیرہ اور عروض کے معنی طرف کے اور ضرب کے معنی قسم وحصہ کے اور عجز کے معنی سرین وغیرہ کے ہین اور حشو بھرتی کو کہتے ہین پس وجہ تسمیہ اجزاے بیت کی ان اسما کے ساتھ ظاہر ہے الغرض کلام موزون و مقفےٰ کی دس قسمین ہین۔ غزل۔ قصیدہ۔ مسمط۔ ترکیب بند۔ ترجیع بند۔ مثنوی۔ قطعہ۔ رباعی۔ مستزاد۔ فرد۔

بیان غزل

غزل اُن اشعار متفق الوزن والقوافی کو کہتے ہین جنکی بیت اول کے دونون مصرع مقفیٰ ہون اور
اُس بیت کو مطلع کہتے ہین اور باقی ابیات غزل مین صرف مصرع ثانی مین قافیہ ہوتا ہے اور بیت ثانی کو
حسن مطلع ذریب مطلع بولتے ہین اور ایک غزل مین دو یا تین یا زیادہ مطلع بھی لاتے ہین جیساکہ
لطف نے ایک غزل چودہ شعر کی لکھی ہے اور وہ سب شعر مطلع ہین چنانچہ خود انھون نے اسکی
طرف اشارہ کیا ہے۔

لکھے سب اس غزل مین لطف تونے مدح کے مطلع	غزل اک اور بھی پڑھو ہے اگر مداح حضرت کا

اور امانت کی اس غزل مین ۹ مطلع ہین

مداح مین ہوا شہ گردون جناب کا	ذرّے کو حق نے رتبہ دیا آفتاب کا

اور اسی غزل مین ۱۱ مطلع ہین۔

نظر مین تولتا ہے شعر اب ہر غیرت یوسف	امانت گرم ہے بازار اپنی طبع موزون کا

امانت کی ایک غزل مین ۳۲ شعر ہین جس مین سولہ مطلع ہین۔
ذوق کی اس غزل مین ۱۰ مطلع ہین۔

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دارالشفا سمجھے	اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

اور سب سے آخر کی بیت کو ختم غزل اور مقطع کہتے ہین۔ فارس اور ہند کے شعرا نے ایک
اچھا طریقہ وضع کیا ہے کہ اپنی ذات کے لیے ایک مختصر سا نام اختیار کر لیتے ہین اور اُسکو اپنی نظم کے بیت آخر
مین لاتے ہین اور اُس کا نام تخلص ہے خان آرزو چراغ ہدایت مین لکھتے ہین کہ تخلص اُس بیت کو
کہتے ہین جس مین شاعر اپنا تخلص لائے جیساکہ اس شعر مین کمال خجند کے۔

کمال از گفتۂ خود ہر چہ داری	تخلصہا ے تو بس آبدار ست

مؤلف کہتا ہے کہ اس شعر مین تخلص سے مراد گریز ہے کہ اُسکا ذکر قصیدے مین آنیوالا ہے مقطع مقصود نہین
اور ظاہر ہے کہ حسن تخلص بھی اُس صنعت کو کہتے ہین کہ قصیدے ہین اول چند شعر کسی مضمون کے لکھکر پھر مدح
ممدوح کی طرف سلاست الفاظ اور نفاست معنے اور وجہ لطیف اور طرز ظریف کے ساتھ رجوع کی جائے شعرائے
عرب مین تخلص کا دستور نہ تھا یہ تخلص یا نام کا جز ہوتا ہے جیسے انشاءاللہ خان نے اپنا تخلص انشا کیا اور حکیم
مومن خان نے مومن اور منشی امیر احمد مینائی نے امیر یا کوئی اور نام کسی رعایت و مناسبت سے تجویز کرتے ہین
جیسے محمد تقی نے میر اور مرزا رفیع نے سودا اور مرزا اسد اللہ خان نے غالب اور شیخ ابراہیم نے ذوق اور نواب

مرزا خان نے داغ اور شیخ امام بخش نے ناسخ اور خواجہ الطاف حسین نے حالی رکھا۔ تخلص اختیار کرنے کی وجہ
یہ ہے کہ اکثر نام شاعر کا ارکان بحور مین گنجائش پذیر نہین ہوتا اسلیے ضرورت تخلص کی ہوتی ہے ایسا بھی
دیکھا گیا ہے کہ بعض شاعر جو فارسی و ریختہ یا اُردو بھاشا یا فارسی و بھاشا دو زبانون مین سخن سرائی کرتے ہین
وہ دونون مین تخلص مختلف لاتے ہین جیسے عنبر شاہ خان فارسی مین عنبر اور اُردو مین آشفتہ تخلص کرتے تھے
اور نواب مصطفےٰ خان کا فارسی مین حسرتی اور اُردو مین شیفتہ تخلص تھا اور حسین علی خان شاگرد مرزا غالب
فارسی مین خیالی اور اُردو مین شادان تخلص کرتے تھے جن لوگون نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تخلص مؤنث نہ چاہیے
اور اس خیال سے تخلص نسیم پر معترض ہوے ہین یہ اُنکی محض نادانی ہے اسلیے کہ بہت سے تخلص اساتذہ کے
مثل جرأت اور وحشت اور حشمت وغیرہ کے مؤنث ہین ہان تخلص اچھا چاہیے کیونکہ اسما کی تاثیر ضروری ہوتی ہے
جب واجد علی شاہ اورنگ نشین اودھ کے قلق و اسیر جو نامی شاعر ہین مصاحب ہوے ایک درویش
صاحب حال نے کہا خدا خیر کرے اللہ تاثیر اسماے مصاحبین سے بچاے انجام کار عرصہ قلیل مین فقیر
روشن ضمیر کے اندیشے کا ظہور ہوا بادشاہ کی ریاست جاتی رہی یکایک اسیر قلق عظیم ہوے۔ شاذ و نادر
بعض شعرا تخلص مطلع مین بھی لے آتے ہین اور پھر اُسی غزل کے مقطع مین مکرر لاتے ہین یہ بات سودا
کے کلام مین بہت پائی جاتی ہے مثلاً۔ ؎

جرأت

عاشقی جرأت نکر ناحق نہ جی کو غم لگا
دن بدن تحلیل جرأت کیون ہوا جاتا ہے تو

ربط سب سے رکھ بہت یونہی کسی سے کم لگا
آہ یہ بیٹھے بٹھائے تجھکو کیا غم لگا

میر

وہ کمان ابرو اگر در پے ہوا ہے میر کے
روے دلکش وہ خدا جانے کہ کس سے کھنچ گیا

تیر ترکش ان پلکون کا ہے بالاے ترکش میر کے
میر ہم عاشق رہے ہین ایسی ہی تصویر کے

ناسخ

گر اُسے ناسخ نہ ہجر سے کچھ کام نہین
رات دن نور خدا کو وہ نجف سے ہی عیان

بخدا اُس بت مغرور سے کچھ کام نہین
مجھکو ناسخ جبل طور سے کچھ کام نہین

اگر تخلص کو مقطع مین اس طرح لائین کہ وہ معنے کی طرف بھی رجوع کرتا ہو اور اُسکو قطعی تخلص کہنے مین تامل ہو
اور اس سے تخلص قائل معلوم نہ ہوتا ہو تو یہ بات بے لطف ہے اور خالی رکاکت سے نہین مثلاً لفظ تمنا کہ
خواہش کے معنی مین ہے شاعر کا تخلص ہو تو چاہیے کہ مقطع مین اس طرح لائین کہ شاعر کے تخلص ہونے پر

دلالت کرے جیسے اس مقطع مین مولوی محمد قاسم تمنا مرادآبادی کے۔ ؎

رکھیے جاؤ قدم آنکھو نپہ تمنا کی ذرا　　او میان اُس حرم پاک کے جانے والے

نہ یہ کہ سامع جب تک دوسرے شخص سے نہ پوچھے معلوم نہو جیسے اس مقطع مین۔ ؎

عاشق خستہ کی رخصت دم آخر ہے ضرور　　ہے اُسے تیرے ہی ملنے کی تمنا باقی

اس بیت مین یکایک بغیر تحقیق کے لفظ تمنا سے شاعر نہین معلوم ہوتا بلکہ خواہش کے معنے پیدا ہوتے
علی ہذا القیاس اس مقطع مین مرزا الکین رفاقت کے ؎

برسونکی ایک دم مین رفاقت جو چھوڑ دے　　کیا ایسی زندگی کا بھروسا کرے کوئی

اس مین صاف صاف نہین معلوم ہوتا کہ یہ شعر رفاقت کا ہے۔
لطیف کا مقطع ہے۔ ؎

بندگی پر نہین موقوف ترا لطف لطیف　　تو نے جب چاہا تو درویش کو سلطان کیا

سکندر کا مقطع ہے۔ ؎

حیف عقبیٰ کے لیے کچھ نہ سکندر نے کیا　　آپ کے روز جیا کس لیے دارا مارا

الغرض غزل مین سوا ے ذکر شراب وکباب و خال و خط و شاہد رعنا و شکوہ الم مفارقت و ذکر وصال و بیان جفاے فلک و خوے بد معشوق کے اور قسم کے مضمون مثل نصیحت و معرفت و وعظ و پند وغیرہ کے زیبا نہین اور یہ بھی ضرور ہے کہ اول سے آخر تک ساری غزل ایک ہی مضمون کی ہو خواہ فراق کی خواہ وصال کی خواہ اور مضمون کی مگر متاخرین کے نزدیک غزل مین ہر شعر کا مضمون علٰحدہ اور مختلف ہونا بھی جائز ہے یعنی اگر شاعر مطلع مین وصل کا حال باندھے اور دوسرے شعر مین جدائی کا حال بیان کرے تو روا ہے بلکہ یہی بہت شائع ہے اور ایک نئی طرح اور نکلی ہے کہ اپنے معشوق کو دوسرے کا عاشق قرار دیکر کچھ اسکی بیتابی کچھ اپنا رشک کچھ اور چھیڑ چھاڑ لکھتے ہین اس سے عجیب غریب لطف حاصل ہوتا ہے شعرا نے مستعمل استعارون سے بچنے کے لیے نئے استعارے اور استعارے در استعارے نکالے ہین اور اسکا ایجاد جدید تصور کر کے نازک خیالی نام رکھا ہے اس سے کلامون مین خیالی نزاکت اور تازگی لطافت تو ہو جاتی ہے مگر کلام پُر اثر نہین ہوتا چونکہ دنیا مین ہر اک نئی چیز مزہ دیتی ہے اسلیے یہ طرز ہر اک کو پسند ہے اور علم کی مشکل پسندی نے اسے زیادہ تر قوت دی ہے جو قدما کی تقلید سے صفائی اور سادگی کی لکیر پر فقیر ہین اور اغلاق کو ناپسند کرتے ہین ادا مطلب ور طرز کلام مین صفائی پیدا کرنے کی کوشش رکھتے ہین جس سے سننے والے کے دلپر اثر ہوتا ہے۔
نازک خیالی کا نمونہ۔ ؎

تصویر یار بسکہ نکیرین پاس ہے — رکھ دیجیو میری قبر مین شیشہ گلاب کا

مطلب شاعر کا یہ ہے کہ جب قبر مین نکیرین آئینگے اور مجھ سے کچھ سوال کرینگے تو یار کی تصویر د ادونگا
یا یہ کہ جب وہ مجھ سے پوچھینگے کہ تیرا رب کون ہے تو مین یار کی تصویر دکھاونگا اور کہونگا کہ مین اس کے سوا
کسی کو نہین جانتا جیسا کہ مجنون کا جواب مشہور ہے ع نہ چندان شور لیلی در سرم بود * کجا پروائے کار دیگرم
بود * اس بعد وہ اُس تصویر کو دیکھ کر غش کر جائینگے اُنکے ہوش مین لانے کے لیے شیشہ گلاب کا ساتھ ہونا ضرور ہے
میری قبر مین رکھدینا اس قسم کے اشعار معما سمجھے جاتے ہین۔ اور ہر ایک کے فہم مین مشکل سے آتے ہین غالب ع

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگینگے نکیرین — ہان منھ سے مگر بادہ دوشینہ کی بو آئے

بادہ دوشینہ یعنے رات کی پی ہوئی شراب جو مرنے سے پہلے پی تھی محض ازراہ شوخی کے کہتا ہے کہ
نکیرین کے سوال وجواب سے بچنے کی کوئی تدبیر اُسکے سوا نہین کہ شراب پیکر مرین تاکہ نکیرین اُسکی بو کی
کراہت سے بغیر سوال وجواب کیے چلے جائین ولہ ع

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے
برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

یعنے دہقان کی سعی گل کے حق مین گل کی خرمن راحت کے لیے برق کا کام دیتی ہے دیکھو وہ لالے
کے درخت پر اسقدر کوشش کرتا ہے لیکن اسکا نتیجہ صرف یہ ہوتا ہے کہ گل لالہ کے دل پر داغ ہوتا ہے۔

ولہ

غنچہ ناشگفتہا برگ عافیت معلوم — باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہے

مطلب یہ ہے کہ کھلنے کے وقت تک غنچے کے مایۂ آرام وعافیت کا باقی رہنا ناممکن ہے گو
ظاہر مین اگرچہ اُسکی صورت صنوبری سے اُسکی دلجمعی کا خیال ہوتا ہے لیکن حقیقت مین اُسکی پنکھڑیون
مین پریشانی کا مادہ پنہان ہوتا ہے۔

ولہ

رہا غفلت سے دور افتادۂ ذوق فنا ورنہ — اشارت فہم ہے ہر ناخن بریدہ ابرو تھا

ولہ

پریشانی سے مغز سر ہوا ہے پنبۂ بالش — خیال شوخی خوبان کو راحت آفرین پایا

ناسخ

میری آنکھون نے تجھے دیکھ لے وہ کچھ دیکھا — کہ زبان مژہ پر شکوہ ہے بینائی کا

ولہ

رابطہ واجب سے ممکن دوست دشمن مین نہین	کھل گیا ہم پر عناصر جب ہوے بے اعتدال

آج کل کے بعض شعرا کلام مین نہایت تکلف کرتے ہین الفاظ مصنوعی او رشکل بھرتے ہین اور یاران بلید الطبع پر رعب غالب کرنے اور صاحب طرز جدید مشہور ہونے کو اپنے اشعار کو معما کرتے ہین اور اکثر کلمات خلاف محاورۂ روزمرۂ اُردو استعمال مین لاتے ہین جنکے دریافت کرنے کے واسطے کتب لغت وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے اسواسطے کلام اُن کا غیر فصیح اور قابل عدم التفات ہوتا ہے کلام نحس و شوم سے بھی شاعرون کو احتراز کرنا چاہیے بعض اوقات ایسا مضمون بدشگون زبان سے نکلتا ہے کہ اُسکی تاثیر سے ضرور خرابی واقع ہوتی ہے جیسے ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ خاتم آل تیموریہ کا یہ شعر ؎

دل کی دل ہی مین تمنائے رہائی رہ گئی	مر گئے آخر پھڑک کر دام سے چھوٹے نہ ہم

حضرت بادشاہ صاحب مرتے مر گئے انگریزون کی قید سے نہ چھوٹے دل کی دل ہی مین تمنائے رہائی رہ گئی۔

المختصر اصطلاح مین غزل اُن اشعار کا نام ہے جنکی تعریف اوپر کی گئی اور لغت مین غزل جوانی کا حال بیان کرنے اور عورتون کی صحبت اور عشق کا ذکر کرنے کو کہتے ہین اور بعض کا قول ہے کہ ایک شخص عرب مین تھا جس نے اپنی ساری عمر رندمشربی اور عشقبازی مین گذاری اُس کا نام غزل تھا اور ہمیشہ عشق و حسن کی تعریف کیا کرتا تھا اور سخن عاشقانہ کہتا تھا پس ایسے اشعار کو جن مین حُسن و عشق وغیرہ کا بیان ہوا اُسکے نام سے موسوم کردیا یعنی غزل کہنے لگے مگر قول اول دُرست ہے۔ عرب کے اشعار مین مرد کا عشق عورت کی طرف ہوتا ہے اور فارسی مین عشق مرد کا امرد کی طرف اور اُردو مین مرد کا عشق عورت کی طرف اور مرد کا عشق امرد کی طرف یعنی دونون طرح ہے اس لیے کہ ماخذ اُردو کا عربی اور فارسی ہے اور شعرا ریختہ تتبع عرب و عجم دونون کے ہین پس اد یبان عرب کی تقلید سے مرد کے عشق کا عورت کی طرف اظہار کیا اور شعراے فارس کی اتباع سے امرد کے ساتھ عشقبازی کا شیوہ اختیار کیا جو لوگ کہتے ہین کہ اُردو مین عشق مرد کا امرد کی طرف ہے نہ عورت کی طرف وہ بڑی غلطی پر ہین یہ نہین دیکھتے کہ شاعری ریختہ مین امردون کے سبزۂ خط وغیرہ اور عورتون کی پستان وغیرہ دونون کی تعریف موجود ہے اور اساتذہ و موجدین فن کے کلام سے یہ بات ظاہر ہے۔ مثلاً ؎

امانت

لے پری انگیا کا سب آب روان آبی ہوا	یار محرم سے پڑے ہین سینۂ نازک مین بل

[illegible]

کسی کی محرم آب روان کی یاد آئی	حباب کے جو برابر کبھی حباب آیا

برق

چاندنی بن گئے کرتی جو نہا کر پہنی	[illegible]

[illegible]

سبز محرم مین دکھائے گر لطافت حسن کی	خام انار آسا بنت رنگین کی پستان سبز ہو

رند

روشن ہے آفتاب سے وہ گورا گورا پیٹ	بستر کرن سے یار کی کرتی کی ٹوٹی ہے

قلق

گلو پر خاص دھوکا ہو گیا رنگین کٹورے کا	رگ گل ہین جو عالم تھا تری انگیا کے ڈورے کا

ولہ

دوپٹہ آب رواں کا سر کا جو اسکے سر سے مجھے یہ	کہ بحر حسن صنم کا ہمکو دکھا دیا ہے حباب آدھا

مصحفی

بیم کیون پنجۂ شاہین سے نہ ہو پستان کو	دام مین رکھتی ہے اپنے دو کبوتر کرتی

اخگر

اس ناک کی لونگ سونگھتا ہون	حاجت مجھے کیا الائچی کی

ذوق

اللہ ری تاب حسن کہ اسکا دُر بلاق	چشمک نئی لڑے ہے [illegible]

نادر

کیل سونے کی بنے عکس طلائی رنگ سے	حلقۂ بینی کی جا رکھو جو تنکا ناک مین

حزین

پہنے جو یار تنے کرن پھول کان مین	پتو نپہ لوٹتی رہی شبنم تمام رات

احمد حسین خان صبا

[illegible] عرش آیا مجھکو
بالے پن ہی مین کیا بس تہ و بالا مجھکو

محسن

واہ کیا تاثیر ہے رنگ صبیح یار کی　　بن گیا ہیرا جو پہنا اسنے سبزہ کان مین

شہید

چاندی کی چوڑیونکو طلائی بنادیا　　رنگ حنا ہے یا ترے اکسیر ہاتھ مین

ولہ

شوخ یہ رنگ حنا ای گل ہے جسکے عکس سے　　گجرے پھولوںکے بنے سونیکے کنگن ہاتھ مین

نادر

بوجھ اتنی چیز کا کیا دست نازک سے اٹھے　　آرسی چھلہ کڑے پہونچی ستارے چوڑیان

بحر

حسن روزافزون مے گنجائش نہائی جسم مین　　بنگیا انگیا کے اندر وہ سمٹکر چھاتیان

ثابت

ٹوٹتے ہین شب وصل دست شوق انھین　　یہ گول گول ہی کیا سخت تیرے سینے مین

جلال

آرہی زلف ہوا سے جو تری پستان پر　　ابر نے لیلیا آغوش مین کہساردن کو

جوش

تمھاری مانگ نے لوٹا ہی ہوش و صبر قرار　　لٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ دل کا

امانت

سیہ موباف پاجامہ گلابی چینٹی نیفہ　　دوپٹہ سرخ انگیا سبز کرتی زعفرانی ہے

جلال

بنائی نے سر چڑھا اسنے ہی چوٹی　　گیاہ سنبلہ سے بھی رہے بڑی چوٹی

گویا

لپٹی ہے چوٹی یار کی پھولونکے ہار مین　　سنبل نے گل کھلائے ہین فصل بہار مین

منیر

سعتیہج بڑے لاکھ بلائین ہوئین باہم　　ان سب سے بنائی بت مغرور کی چوٹی

ان تمام اشعار مین اُن چیزون کی تعریف مذکور ہے جو عورتون سے خصوصیت رکھتی ہین -

ا

خط نمودار ہوا وصل کی راتین آئین	جن کا اندیشہ تھا سر پر وہی باتین آئین

آباد

سبزۂ خط ہے طلسم حُسن سے رخ پر عیان	ورنہ کب ممکن ہے شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا

تسلیم

دید کے قابل ہے جوبن سبزۂ رخسار کا	معجزہ ہے سبز ہونا آگ پر گلزار کا

خلیل

بتونکا سبزۂ خط خال کا نہین محتاج	بغیر مہر یہ خط اعتبار [illegible] ہے

وزیر

سبزۂ خط سے ہوا اور وقار عارض	خضر آباد ہوا نام دیار عارض

وزیر

مسین بھیگی نہین ہین اے وزیر اُس آئینہ رو کی	نمایان پشت لعل لب پہ ہے یہ عکس مژگان کا

ان اشعار مین ایسی چیز کی تعریف ہے جو امردون سے خصوصیت رکھتی ہے -
ریختہ کے مقابل ایک زبان ریختی اور ایجاد ہوئی ہے اُس مین عورتون کی بولی عورتون کے ساتھ باندھی جاتی ہے موجد اسکے سعادت یار خان رنگین ہین اُسکی بنیاد فقط یارون کے ہنسنے ہنسانے پر ہے مگر انشاء اللہ خان نے اِس طرز کو جلا دے کر خوب گلدستہ سجایا متاخرین مین جان صاحب اس فن کے بڑے ماہر ہین یہان پر ایک دو شعر ریختی کے بطور نمونہ کے لکھے جاتے ہین -

رنگین

مین وہ بھی اوڑھنے کی نہین کل کی اوڑھنی ذرا گھر کو رنگین کے تحقیق کر لو	باجی مجھے منگا دو جھلاجھل کی اوڑھنی یہان سے ہے کے پیسے ڈولی کہارو

انشا

مردوا مجھ سے کہے ہے چلو آرام کرین	جسکو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام ہو نوج

ولہ

تم نے کہہ بیتی کہانی تو بیٹری انا	آپ بیتی تو کوئی بات نہ چھیڑی انا

نہین سنکار لیا تو نے تو پھر انشا نے — مرے دروازے کی کیون چول اکھیڑی انا

ولہ

مین ترے صدقے نر اے مری پیاری نور — بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

جانصاحب

نماز پڑھ پڑھ کے تو گنا ہون سے اپنے توبہ کیا کر — نجان ہندو یہ دے دوگانہ خدا خدا کر خدا خدا کر

نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے متاعی رنڈی کو گھر مین ڈالا — بنایا صاحب امام باڑہ خدا کی مسجد کو تمنے ڈھا کر

بھاشا مین عشق عورت کا مرد کی طرف ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ ہندوؤن کی قوم مین مرد کم اور عورتین زیادہ ہونیکے سبب مرد محبوب ہوے کیونکہ کم چیز عزیز اور زیادہ چیز محقر ہوتی ہے پس شان محبوبی مردون سے متعلق ہوگئی اور عاشقی عورتونکے ساتھ مخصوص ہوئی مولوی غلام علی آزاد نے اسی طرح لکھا ہے۔ ؎

باہین چھڑاے جات ہو نبل جان کے موے — اس ہردے تی جاؤگے مرد بدونگی توے

ہتی دوہرین سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر عورت کی طرف سے عشق بازی کی ابتدا کی جاتی ہے تو ایسے بیان مین شیرینی زیادہ ہوتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عورت کا عشق مرد کی نسبت بیان کرنا چاہیے پھر عورت کی عاشقی کا ڈھنگ دیکھ کر مرد کا عشق عورت کی نسبت بیان کرنا چاہیے۔

غزل کے اشعار طاق ہوتے ہین اور محققین کے نزدیک ایک غزل کی تعداد پانچ شعر سے کم نہین ہوتی اور گیارہ شعر سے زیادہ نہین لیکن بعض اگلے شاعرون کے نزدیک ایک غزل کی تعداد کم سے کم تین شعر اور انتہا پچیس شعر تک ہے اس زمانے مین سترہ اور انیس اور اکیس بلکہ اس سے زیادہ اشعار کی غزل لکھتے ہین چنانچہ سخنوران متاخرین فارسی کے کلام مین چالیس شعر تک اور شعراے متاخرین ریختہ کے کلام مین پچاس پچپن شعر تک کی غزلین موجود ہین پس اگر کوئی شاعر نہایت برجستہ اور پسندیدہ زمینون اور دلچسپ بحرون مین لطف محاورہ درستی ترکیب اعلی درجے کی لطافت و فصاحت نئے خیالون اور چینتے قافیون کے ساتھ طول طویل غزل لکھے اور اصول غزلیت کو ہاتھ سے نہ جانے دے تو یہ کمال مشق سخنوری پر دلیل ہے البتہ اگر مضمون پھیکے واہیات اور قافیے پوچ و خراب ہونگے تو کوئی پسند نہ کرے گا۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا طائر مضمون کم پایا جاتا ہے جو دام متقدمین کا اسیر نہوا ہو۔ ؎

حریفان بادہ ہا خوردند و رفتند — تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

یہ تو قول ہرگز مسلم نہین اسلیے کہ مبدء فیاض کا فیض نا متناہی ہے اسکی فیض رسانی مین کسی صورت سے کمی نقصان نہین ہم اس قول کو ایک شاعر کے اپنی راے کے مطابق پاتے ہین۔ ؎

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

اور نیز کہتا ہے۔ ؎

ہر چند گراں اہل فن تھے	سلطان قلمرو سخن تھے
آگے ان کے فروغ پانا	سورج کو چراغ ہے دکھانا
پر بحر سخن سدا ہے باقی	دریا نہین کار بند ساقی

اور صاحب ترانۂ شوق کہتا ہے۔

لیکن نہین انجمن ہے خالی	کب میکدۂ سخن ہے خالی
حاصل مے کش کو کچھ نہ کچھ ہے	تلچھٹ ہی سہی اگر نہین مے

شعراے ریختہ نے ایک زمین مین چار چار پانچ پانچ غزلین لکھی ہین اور ہر غزل کے مقطع مین دوسری غزل کا اشارہ کیا ہے شیخ امداد علی بحر ابن شیخ امام بخش ناسخ کے شاگردون مین نامور ہین ہفت غزلہ لکھا ہے یعنی سات غزلین ایک زمین مین کہی ہین ایک غزل کا مقطع یہ ہے۔ ؎

سگ و دربان کے لیے کوچۂ جانان چھوڑا	بحر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہو کر

مولوی مذاق کا بھی ایک ہفت غزلہ ہے جو نہایت آب تاب کے ساتھ لکھا ہے اُن مین کا ایک شعر یہ ہے ؎

پھاڑ کر پھینک اے مصور کاغذ کشمیر کو	پردۂ دل کا ورق لا یار کی تصویر کو

زمین غزل مراد ردیف وقافیہ سے ہے مع قید بحر کے۔ صورت مذکورۂ بالا مین ہر غزل مین دوسری غزل کا اشارہ کرنا ضرور نہین۔ اکثر شعراے ریختہ ایسا بھی کرتے ہین کہ ایک زمین مین ایک غزل لکھکر اُسی زمین مین قافیہ بدلکر دوسری غزل لکھتے ہین اور غزل اول کے آخر مین تبدیل قافیہ کا اشارہ کردیتے ہین۔ اور کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ مطلع غزل کے مصرع ثانی کو مقطع کا مصرع ثانی کر دیتے ہین جیسے اس غزل مین خواجہ درد علیہ الرحمۃ کے۔ ؎

ڈرتا نہین ہون کچھ مین اس سخت دل کے ہاتھون	پستا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون
اے درد جی پھر آتا دل مین ہی ہے میرے	پستا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون

غالب

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا	جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا
مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ مین	شایان دست و بازوے قاتل نہین رہا
گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار	لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا
بیداد عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد	جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

ضامن نے مطلع کے مصرع ثانی کو تمام غزل کا مصرع ثانی بنایا ہے۔ ۵

نبی جی کا وہ عالی آستان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
اڑائی خاک میں نے اب وہان ہے	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ملائک لے گئے رضوان شداد	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
شب یلدا مین نیچے ہو گیا چاند	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے
ہوا ضامن یہ ثابت عکس مضمون	زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے

مثال اس غزل کی جو مضمون واحد مین ہے۔

ت

شب وہ جو پیے شراب نکلا	جانا یہ کہ آفتاب نکلا
قربان پیالۂ مے ناب	جس سے کہ ترا حجاب نکلا
تجھ بن جو پیا تھا قطرہ مے کا	آنکھون سے ہو خون ناب نکلا
مستی مین شراب کی جو دیکھا	عالم یہ تمام خواب نکلا
شیخ آنے کو میکدے مین آیا	پر ہو کے بہت خراب نکلا
ایک جرعہ شراب ہی مین واعظ	ہر مسخرگی کا باب نکلا
تھا غیرت بادہ عکس گل سے	جس جو سے چمن سے آب نکلا

سوز

قضا را وہ قاتل ادھر آن نکلا	کہ لینے کو اس کے مرا جان نکلا
کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے	یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا
کھڑے رہنے والو مگر سوز ہے یہ	بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا
مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر	یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا
چھری لے کے من بعد سینے کو چیرا	تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

فطرت کی یہ غزل فقط چشم و ابرو اور دیکھنے کے مضمون مین ہے۔

غزل

بہت سے چشم جادو اور بہت دیکھے کمان ابرو	نہ ایسی چشم دیکھی اور نہ ایسے دلستان ابرو
پسند آوین نہ کیونکر وہ تمہارے دیدۂ دلکو	عجب نگہ ہے وہ چشم طرفہ سائبان ابرو

نہ آوے کس طرح وحشت مجھے اُس چشم و ابرو سے
کہ ترک مست ہی وہ چشم تیغ خون فشان ابرو

نظر اپنی پری و حور و غلمان پر پڑے کیونکر
تمھاری سی نہ اُنکی چشم دیکھی نے بتان ابرو

ہزارون لالہ رو غنچہ دہان دیکھے پر ای فطرت
کہان وہ چشم فتان شاخ نخل گل کہان ابرو

مثال اُس غزل کی جو متفرق مضامین مین ہے -

ذوق

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی
رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

بیٹھے بھرے ہوے ہین خم مے کی طرح ہم
پر کیا کرین کہ مہر ہے مُنھ پر لگی ہوئی

چاٹے بغیر خون کوئی رکتی ہے تیری تیغ
ہے یہ تو اُسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی

میت کو غسل دیجیو نہ اس خاکسار کی
ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی

عیسے بھی گر ہے پاس تو ممکن نہین شفا
خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی

نکلے ہے کب کسی سے کہ اُسکی مژہ کی نوک
ہی پھانس سی کلیجے کے اندر لگی ہوئی

بیٹھے ہین دل کے بیچنے والے ہزار ہا
گذری ہے اُسکی راہ گذر پر لگی ہوئی

مُنھ سے لگا ہوا ہے اگر جام مے تو کیا
ہے دل سے یاد ساقئ کوثر لگی ہوئی

اے ذوقؔ دیکھ دختر رز کو نہ مُنھ لگا
چھٹتی نہین ہے مُنھ سے یہ کافر لگی ہوئی

زندہ

قہقہہ سنکر صراحی کا سبو خاموش ہے
جسکو جتنا ہے نشہ اُتنا ہی اُسکو ہوش ہے

اپنا اپنا ظرف ہی ساقی کے سب محتاج ہین
کوئی تو خم نوش ہی اور کوئی ساغر نوش ہے

ہے بندھی خلقت کی گردن مین غلامی کی رسن
خوب چھوٹا مین یہ اُن کا صدقۂ پاپوش ہے

جلوہ فرماتے ہی رخصت ہو گئے سب کے حواس
اُنکی آمد کیا ہے گویا الوداع ہوش ہے

اپنا پا انداز خود آکر چڑھایا یار نے
اسلیے مرقد ہمارا آج مخمل پوش ہے

قید سے ہستی کے چھٹکر خوب آسائش ملی
قبر نے سمجھا مرا پروردۂ آغوش ہے

دیکھکر آتے ہوے زندہ کو دیوانہ منش
دور سے ساقی نے تاڑا یہ کوئی مدہوش ہے

بیان قصیدہ

قصیدہ اصطلاح مین اُن اشعار کا نام ہے جنمین کسی کی مدح یا ہجو ذکر کی جاتی ہے یا وعظ و نصیحت و پند و موعظت یا تعریف بہار یا شکایت روزگار وغیرہ مضامین درج ہوتے ہین اور وہ اشعار معانی دقیق

اور صنائع بدائع لفظی و معنوی کے ساتھ بیان کیے جاتے ہین جس سے زور طبیعت شاعر کا معلوم ہوتا ہے
اور شاعری کی تکمیل خاص قصیدے کی مشق و مہارت پر موقوف ہے جس شاعر نے قصیدے مین کمال بہم
نہین بہونچایا وہ مسلم الثبوت نہین سمجھا گیا یہانتک کہ حکیم سنائی شیخ سعدی۔ اور امیر خسرو جیسے بزرگون کا
دامن بھی اس آلودگی سے پاک نہین رہا مرزا غالب کا قول تھا کہ جو قصیدہ نہین لکھ سکتا اُسکو شعرا مین شمار
کرنا نہ چاہیے اور اسی بنا پر وہ شیخ ابراہیم ذوق کو پورا شاعر اور شاہ نصیر کو ادھورا جانتے تھے۔ برخلاف غزل
کے قصیدے مین فصاحت و بلاغت و متانت تینون باتون کا ہونا ضرور ہے آجکل کے اکثر شعرا نے قصیدے کو غزل
کے ڈھنگ پر لا رکھا ہے اور یہ نہین جانتے کہ قصیدہ اور غزل مین بڑا فرق ہے۔ لغوی معنوی قصیدے کا ٹھیے
مغز کے ہین چونکہ ان اشعار مین بڑے بڑے مضامین زور طبیعت اور پوری طاقت کے ساتھ لکھے جاتے
ہین اس مناسبت سے انکو قصیدہ کہنے لگے بعضون نے اور بھی وجہین لکھی ہین مگر رکیک ہین ریختہ مین
متقدمین سے لیکر متاخرین تک میر تقی و مرزا رفیع سودا اور حسرت اور آتشا اور مومن و غالب و ذوق نے
قصیدے لکھے ہین مگر متقدمین مین میر کا قصیدہ بہ نسبت اُنکی غزل کے کم پایا ہے اور سودا کے قصائد
لاجواب اور نہایت زور کے ہین یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہین کہ سودا کی غزلین انکے قصائد سے پست
رتبہ ہین متوسطین مین سید انشا کے قصیدے بھی نہایت عمدہ ہین متاخرین مین شیخ ابراہیم ذوق اور
اسمٰعیل حسین منیر سے وہ زور طبیعت دکھایا اور ایسے قصیدے لکھے کہ آج تک کسی کو وہ بات نصیب
نہوئی سچ پوچھو تو قصیدہ گوئی ختم کر گئے دو قصیدے نعت و منقبت مین شہیدی کے بھی مشہور ہین
ہر چند کہ اور شاعرون نے بھی اُس زمین مین زور طبیعت آزمایا ہے مگر اُنکا کلام اُس مرتبے کو نہ پہونچایا
میزان الافکار مین بحث ایطا مین لکھا ہے کہ کمتر قصیدہ وہ ہے جو سات شعر رکھتا ہو اور ریختہ مین قصیدے
کے اشعار پندرہ شعر سے اور بقول بعض انیس بیس شعر سے کم نہین ہوتے اور انتہا ستر تک قرار دی
ہے لیکن فصحاے متاخرین کے قصیدے دو دو سو شعر تک کے پائے جاتے ہین بعض شعراے فارسی
نے بھی ایک سو بیس شعر تک حد مقرر کی ہے اور عرب کے شعرا نے پانچ پانچ سو اشعار کے قصیدے لکھے
ہین حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی سبحۃ المرجان مین کہتے ہین کہ مین نے قصیدے کی حد اکیس بیت سے
اکتیس تک مقرر کی ہے تاکہ قوت سامعہ کو اُس سے آرام ملے اور طبیعتون کو ناگوار نہ گذرے یہ بھی دستور
ہو کہ اکثر قصیدے اپنے حرف ردیف سے مشہور ہوتے ہین مثلاً حرف آخر بیت قصیدہ کا کاف ہوگا تو کافیہ
کہینگے اور لام ہوگا تو لامیہ اور قاف ہوگا تو قافیہ علی ہذا القیاس بعض قصیدے اپنے مضمون سے مشہور ہوتے
ہین یعنے جو ذکر اُن مین ہوتا ہے اُسی سے منسوب ہو جاتے ہین مثلاً اگر قصیدے مین کسی کی

مدح ہو تو مدحیہ اور اگر اپنے فخر و مباحات مین ہو تو فخریہ اور جو اُس مین بہار کا ذکر ہو تو بہاریہ اور عشق کا ذکر ہو
تو عشقیہ کہلاتا ہے اور کبھی قصیدے کا نام باعتبار اُسکے ردیف کے ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی نے اپنے ایک
قصیدہ فارسی کا نام عمان الجواہر رکھا ہے اور ایک کا ترجمۃ الشوق اور انشا نے ایک قصیدے کا جو صنعت
عاطلہ مین ہے اور کئی صنعتون پر مشتمل ہے طور الکلام نام رکھا ہے اور سودا نے اپنے قصیدونکو باب الجنۃ اور
بحر بیکران اور تضحیک روزگار کے ساتھ موسوم کیا ہے حسرت نے اپنے ایک قصیدے کی جس کی ردیف
ساتون ایک ہے گل باغ نجف تاریخ نکالی ہے غرضکہ ہر صورت مین قصیدے کی دو قسمین ہونگی ایک
تمہیدیہ دوسرا خطابیہ جسکو مجردیہ بھی کہتے ہین -

بیان قصیدۂ تمہیدیہ

تمہیدیہ کے معنے لغت مین فرش بچھانے کے ہین چونکہ ایسے قصیدون مین مدح ممدوح کی اور نام ممدوح کا
بعد ذکر چند امور زائد کے بیان کیا جاتا ہے بس یہی فرش بچھانا ہے اور اس جگہ تمہید سے یہ مراد ہے کہ مدح
کے پیشتر چند بیتون مین کچھ بہار کی صفت یا زمانے کی شکایت خواہ عشق و حسن کی کیفیت یا اور کوئی مضمون
بیان کیا جائے اُسکے بعد عمدہ طور سے ربط دیکر مدح ممدوح کی یا ہجو یا جو کچھ مقصود ہو شروع کیا جائے تمہید کے
بعد مطلب کی طرف متوجہ ہونے کو گریز اور حسن تخلص اور تخلیص کہتے ہین اور جس مقام سے تمہید چھوڑکر
مطلب شروع کیا جائے اُس مقام کو مخلص کہتے ہین اور وہان پر ایک اشارہ معقول بھی کر دیا کرتے ہین اور
جس قصیدے مین گریز نہ ہو اُس کو **مقتضب** بولتے ہین اور تمہید کو **تشبیب** بھی کہتے ہین شین منقوط
سے تفعیل کے وزن پر اور بعضون نے اُسکا نام **نسیب** نون و سین مہملہ سے بروزن نجیب بھی لکھا
ہے اہل تحقیق کا قول ہے کہ تشبیب وہ ابیات ہین جن مین ایام شباب اور عشق کا ذکر ہو اسلیے
کہ تشبیب شباب کا حال بیان کرنے اور معشوق کی صفت کرنیکے معنی مین شباب سے مشتق ہے اور
نسیب بھی غزل کہنے اور عورت کے جمال کی صفت کرنے کے معنے مین ہے اور شاعرون کے
نزدیک تشبیب اور نسیب اُن ابیات کا نام ہے جو قصیدے مین تمہید کے طور پر مدح یا ہجو کے پہلے لکھتے
ہین اور شاید پہلے ہی عادت ہو کہ اُن شعرون مین مضمون عشقیہ ہی لکھتے ہون لیکن اب اس کی قید
نہین تشبیب عام ہے خواہ حسن یا عشق یا اور طرح کے اشعار ہون یہان سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ
تشبیب بمنزلہ جزو قصیدہ کے ہے گویا اُس کا دیباچہ ہے پس قسم علیحدہ نہ ٹھہری جیسا کہ اور بعض لوگون نے
اسکو ایک قسم جدا قرار دیا ہے حالانکہ علیحدہ نہین بلکہ قصیدے ہی کے شمار مین ہے **بیت القصیدہ**
یہ ہے کہ شاعر کے اول اول کوئی مضمون ذہن مین آے اور اُس کو نظم کرکے قصیدے کی بنیاد اُسپر

رکھے پس چونکہ مدار قصیدے کا اس شعر پر ہے اسلیے اسے بیت القصیدہ کہا گیا اور عرف عام مین قصیدے کی جو بیت بھی بہتر ہو وہ بیت القصیدہ کہلاتی ہے۔

الغرض ایک ہی قصیدے مین ممدوح کو غائب فرض کر کے پھر خطاب پر آتے ہین اور تعریف کرتے ہین اور جو کچھ مدعا ہوتا ہے وہ عرض کیا جاتا ہے تاکہ اُسکی خاطر عاطر پر بار نہ گذرے بعض شعرا غیبت سے خطاب کی طرف آتے وقت ایک اشارہ بھی کر دیتے ہین جیسے اب کوئی مطلع مدح حاضر مین پڑھتا ہون ممدوح میرے سامنے ہے یا اور طرح پر اشارہ ہوتا ہے اور قصیدے کے آخر مین ممدوح کے حق مین دعا کرتے ہین اور اُسکو دعائیہ کہتے ہین اور اگر دعا شرط کے ساتھ ہو اس طرح کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہے تیرا اقبال قائم رہے تو بعض شرطیہ بھی کہتے ہین اور بعض صرف دعائیہ قصیدے مین چار چیزون کا اچھا ہونا ضرور ہے **ایک** مطلع کہ سامع سُنکر خوش ہو جائے اور طبیعت اُس کی ایسی محظوظ ہو کہ بے اختیار ہو جائے اور بے سُنے باقی قصیدے کے قرار نہ پڑے اگر مطلع بُرا ہوگا تو سامع کا جی نہ لگے گا اور طبیعت کو وحشت ہو گی کیونکہ مضمون نا ملائم طبیعت کو ناگوار ہوتا ہے بلکہ قصیدہ سننے سے گھبرائے گا اگرچہ باقی کلام نہایت عمدہ اور لطیف ہو جس قصیدے مین کئی مطلع لکھتے ہین اُسے **ذوالمطالع** اور **ذات المطالع** کہتے ہین اور یہ بات خوبی مین داخل ہے۔ ذیل کے مطالع کو ملاحظہ کرو۔ ـــہ

	سودا	
اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا		تو آب و دانہ کو لے کر گہر نہ ہو پیدا
	ولہ	
اُٹھ گیا بہمن ودے کا چمنستان سے عمل		تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل
	ولہ	
ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے سلمانی		نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی
	مطلع ثانی	
عجب نادان ہین جن کو ہے عُجب تاج سُلطانی		فلک بال ہما کو پل مین سونپے ہے مگس رانی
	ولہ	

صباح عید ہی اور یہ سخن ہے شہرۂ عام
حلال دختر رز بے نکاح و روزہ حرام

ولہ

ہے پرورش سخن کی مجھے اپنی جان تلک
جون شمع زندگانی ہی میری زبان تلک

ولہ

چہرۂ مہروش ہے اک سنبل مشک فام دو
حسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو

ولہ

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ
کھلے جو کام سے ۔ ے پڑے ہزار گرہ

ولہ

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہو تسخیر
معدن ہی جہان سونیکا وان خاک ہی اکسیر

ولہ

ہم جوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تنگ
باور نہین تو دیکھ کہ نالان سدا ہی زنگ

انشا

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک
عشق نے کردیے عیان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

صبحدم مین نے جو لی بستر گل پر کروٹ
جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اچٹ

نیند

ولہ

کیا چیز دیو مرد سخندان کے سامنے
پر جلتے ہین فرشتون کے انسان کے سامنے

ولہ

سحر بہار سے خوشبو مین آگئی یہ لپیٹ
کہ صاف چاند سے مکھڑے کے کھل گئے گھونگٹ

ولہ

بگھیان نور کی تیار کر اے بوے سمن
کہ ہوا کھانے کو نکلینگے جوانان چمن

ذوق

زہے نشاط کہ گر کیجیے اُسے تحریر
عیان ہو خامے سے تحریر نغمہ جاے صریر

داغ

کیا جوان بخت جوان سال ہوا ہے عالم
فلک پیر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم

مومن

کٹتی ہے میری تیغ زبان سے زبان تیغ | کیونکر سخن فروش ہون سود اگران تیغ

مطلع ثانی

سہلا دیا عدو کو ہوین لسان تیغ | میری زبان کے آگے چلے کیا زبان تیغ

دوسرے قصیدے کا مخلص یعنی گریز اچھا ہونا چاہیے اور یہ مقام تمام قصیدے مین مشکل ہے کیونکہ دو مطلب نا آشنا کو باہم ربط دینا ایسا ہے جیسا دو وحشی کو آپس مین موافق کرنا گریز تمام قصیدے کی جان ہے مثلاً۔ ع

سودا

وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا | اور ہے بھی جو کوئی شہ مردان ہی برابر

اسمین حضرت علیؑ کی مدح کی طرف گریز ہے۔

ولہ

جو طلعت شمع نہ ہوا سکے روضے مین جاکر | تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے گم ہوتا

اس مین مدح حضرت علی موسیٰ رضاؑ کی طرف گریز ہے۔

ولہ

خدا کے واسطے بانا آتو اب ملنے سے خوبان کے | نہین ہی اُنسے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی
نظر رکھنے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے اوپر | مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی
نکال اُس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے | برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی
زہے دین محمدؐ پیروی مین اُسکی جو ہووے | رہے ہے خاک قدم سے اُسکے چشم عرش نورانی

گریز ہے مدح حضرت پیغمبر خدا کی طرف۔

ولہ

معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر | نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ
ہوتا نہ اتنے ناخلفون مین جو ایک خلف | کھا جاتی زہر مادر ایام آگے تنگ

یعنی وہ سیف دولہ بہادر کی جس سوا
پاوے نہ کوئی لطف و کرم کا کسی مین ڈھنگ۔

گریز ہے مدح سیف الدولہ کی طرف۔

ولہ

ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے	بے دعوے خدائی کیونکر مجھے گمان ہو
جو کچھ کہا ہے تو نے یہ تجھکو سب مبارک	مین اور میرے سر پر میر لبسنت خان ہو

گریز ہے مدح لبسنت خان خواجہ سرا ے بادشاہی کی طرف۔

ولہ

غلط ہے تو جو زمانے مین سمجھے یہ سودا	کہ کار بستہ سے یارون کی کھولین یار گرہ
بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی	کسی کے کام کی کھولے نہ زینہار گرہ

گریز ہے منقبت حضرت علیؑ کی طرف۔

ایضاً ولہ

اکا غذ و خامہ د تحریر دم مرکب سودا	ہوکے کہتے ہین بیک اہل کرم چارون ایک
شاہ مردان جو نہوتی تری خلقت منظور	ہوتے عنصر نہ کبھی ملکے بہم چارون ایک

ایضاً حسرت

ہفت اقلیم کی مین سیر کی پر میرے لیے	باعث رنج و تعب ہین یہ مکان ساتون ایک
ہان مگر دل مین یہ ہی کو ے نجف کو جاؤن	کہ بہشتین ہوئین اب حق کی وہان ساتون ایک

مومن

اے فلک دل کو داغ کرتی ہے	از زر خورشید کی درخشانی
بے زری سے مری تجھے حاصل	کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی
تجھے معلوم ہے کہ ہون مین کون	کھول دون مین یہ راز پنہانی
مدح خوان شہ وزیر لقب	ختم جس پر ہوئی سخندانی

حالی

گر کرون ذکر لذت طاعات	تلخ کردون مذاق فسق و فجور
چھیڑدون گر فسانہ نشرها د	دل حشر و مین ڈالدون ناسور
کرنے جاؤن جو حق سے عذر گناہ	لے کے آؤن نوید عفو قصور
لون ملائک سے داد حسن کلام	گر لکھون نعت سرور جمہور
وہ شہنشاہ ہنتی جس کا	یان گنہگار اور وان مغفور

تیسرے حسن طلب یعنی مداح ممدوح سے مقصد حاصل کرنے اور کوئی چیز مانگنے مین ایسی سحر بیانی و فسونسازی کرے کہ التماس قبول ہو جائے اور ممدوح اگرچہ بخیل و شوم ہو مگر علو ہمتی کو کام فرما کر بڑی سیر چشمی و سخاوت سے اُسکی حاجت روا کرے مثال اُسکی ۔ ع

غالب

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون	مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے

وله

مہر تاباں کو ہو تو ہو اے ماہ	قرب ہر روزہ بر سبیل دوام
تجھکو کیا پایہ روشناسی کا	جز بہ تقریب عید ماہ صیام
جانتا ہون کہ اُس کے فیض سے تو	پھر بنا چاہتا ہے ماہ تمام
ماہ بن ماہتاب بن مین کون	مجھکو کیا بانٹ دے گا تو انعام
میرا اپنا جدا معاملہ ہے	اور کے لین دین سے کیا کام
ہے مجھے آرزوے بخشش خاص	گر تجھے ہے اُمید رحمت عام
جو کہ بخشے گا تجھکو فر فروغ	کیا نہ دے گا مجھے مے گلفام

دریاے لطافت

دل مرا مجھ سے طلب کرتا ہی سو دینار سُرخ	مین یہ کہتا ہون کہ مفلس پاس اتنا زر کہان
سُنکے کہتا ہے کہ تمکو شرم بھی آتی نہین	جھوٹ سے کیا فائدہ فرمایئے اے مہربان
آپ ہین مداح ایسے کے کہ جسکے ہاتھ سے	بحر کا کیسہ تہی ہے اور خالی جیب کان
کس کو باور ہے کہ تم رکھتے نہین ہو اندنون	اسقدر زر دولت کہ رکھتے تھے سلاطین کیان

چوتھے مقطع عمدہ ہو اسلیے کہ سامع تمام ابیات سُنکر بھول جاتا ہے اور مقطع کا منتظر رہتا ہے پس اگر مقطع اچھا ہوا تو تمام ابیات از سر نو لطف دینگی ورنہ سارے قصیدے کا مزہ جاتا رہے گا۔ مثال اُسکی ۔ ع

سودا

مے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن	طرف سے ساقی کوثر کے ساقی گلفام

وله

نخل اُمید سے اپنے ہون بہرہ مند محب	ہو محبت نہ تری جسکو نہ پاوے وہ پھل

وله

پرواز ہما جب ہو سوا اوج سعادت	شہباز کا طالع کے ترے اُسپہ ہے چنگل

ولہ

تامہر و مہ فلک پر یارب رہے درخشان | یہ آستان دولت مسجود دو جہان ہو

انشا سلیمان شکوہ کے مدحیہ قصیدے مین

بس سلیمان جہان تو ہی ہو اور دنیا ہو | جب تلک گنبد مینا مین رہے چمکاہٹ

ولہ

ہرچند ہون مین بے سروسامان ولیک آج | آیا ہون تجھ سے باسروسامان کے سامنے
کلغی مجھے بھی ہووے تعجب نہین کہ تھا | ہدہد کے سر پہ تاج سلیمان کے سامنے

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو | جیسے مومن پہ فضل رحمانی

داغ

دعا اٹھون پہر ہے ہفت اقلیم آئے قبضے مین | ترے قلعہ کے ٹھہرے ربع مسکون چار دیواری

مثال قصیدہ تمہیدیہ کی ذوق کہتے ہین۔

شب کو مین اپنے سر بستر خواب راحت | نشہ علم مین سرمست غرور و نخوت
مزے لیتا تھا پڑے علم و عمل کے اپنے | تھا تصور مرا ہر امر مین تصدیق صفت
ہوگیا علم حصولی تھا حضوری مجھکو | تھا مرا ذہن نہ محتاج حصول صورت
جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام | عقل کو تجربے کی آتی ہوئی تھی کثرت
نہ غرض مجھکو نتیجے سے نہ کچھ شکل سے کام | تھی مری فکر کو ہر شکل خطاے عصمت
ذہن مین سب مرے حاضر صور علمیہ | پر جتانی نہ تھی منظور مجھے علمیت
چار و ناچار چو تر غیب سے یار دنکی کبھی | درس و تدریس پہ آجاتی تھی مجھکو رغبت
کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف مین صرف | کبھی تھی نحو مین ہر نحو سے مجھے محو ہمت
کبھی منطق کو تفوق تھا مرے ناطقے سے | تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ ہی تحت حکمت
کبھی مین کرتا تھا تصریح معانی و بیان | کبھی مین کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت
کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا | کبھی کرتی تھی طبیعی مین طبیعت جودت
کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانند حکیم | کبھی مثل متکلم مجھے پاس ملت
کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات | اور کبھی کرتا تھا باطل بہ سمارا لشقت

کبھی انکار قیامت پہ مین لاتا تھا دلیل
کبھی تکرار تناسخ پہ مجھے سوجھت

حشر اجساد مین تھا گاہ تردد مجھکو
کبھی تھی عالم برزخ مین مجھے اک حیرت

کبھی تھی عرصۂ تدویر فلک کی مجھے سیر
کبھی مین ناپتا تھا سطح زمین کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
کبھی مثبت مرے نزدیک زمین کی حرکت

کبھی مین کرتا تھا اعراض مین جوہر قائم
کبھی مین کرتا تھا معلول سے ثابت علت

کبھی منقول پہ مائل کبھی ہوے معقول
کبھی مین فقہ پہ راغب کبھی سوے حکمت

کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر
کبھی کرتا تھا اشارات وشفا کی صحت

کبھی مین کرتا تھا قانون سے تشریح علاج
کبھی مین کرتا تھا قاموس مین تصحیح لغت

کبھی مشائیون سے کرتا تھا مین پیش روی
کبھی لیجاتا تھا اشراقیون پر مین سبقت

کبھی مین نفی حقائق مین تھا سوفسطائی
کبھی مین معتزلی باعث ردّ رویت

گہہ ملاحدہ کی تھی تردید کلام الحاد
گہہ وجودی وشہودی سے بیان وحدت

کبھی مین شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس
کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت

مائل موسقی ایسا کہ ادا کرتا تھا
کبھی مین بارہ مقام اور کبھی چاردن مت

کبھی مین شاعر غرا ادب دان بلیغ
نظم مین نام مرا نثر مین میری شہرت

کبھی پیش نظر انجیل وزبور و توریت
کبھی مصحف مین نظر میری سر ہر آیت

کبھی زردشتیون مین ایسا کہ سارے موبد
ژند و پاژند مین کرتے تھے مری تحسیت

کبھی یہ آگہی شاستر و بید و پران
کرون اک بات سے پنڈت کی کتھا مین کھنڈت

آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر
عاقبت پایا تو ہان ابلہ کو اہل جنت

فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف
فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت

بے مقدر نہ پڑے صورت بہبود نظر
دور آئینۂ دل سے نہو زنگ کلفت

علم سے لاکھ ہو شیخی تری پر بے تقدیر
نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت

یہ مقالات مثال قصص مصنوعہ
ہوے اکبار جو افسانۂ خواب غفلت

لگ گئی آنکھ مری دیکھا کیا خواب مین حور
کہ مجسم نظر آتی ہے نوید بہجت

اللہ اللہ رے حسن اُس کا کہ سر تا بہ قدم
تھا وہ خالق کا تماشاے ظہور قدرت

چینی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم
ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین جنیبت

آ اُس رشک مسیحا نے لما بالین پر
لا تنم قم کہ یہ غافل نہین وقت غفلت

دیکھ تو کیا افق مشرقِ انوار سے ہے
جلوہ افروز رُخ بانوے صبح عزت

چرخ مینائی پر اک سبز پری کا عالم
شفق صبح پر اک لال پری کی حالت

دی ہے مسجد مین مؤذن نے اذان ہر نماز
با وضو ہو کے نمازی نے ہی باندھی نیت

ہوئی بتخانے سے ناقوس کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لیکر مورت

سحر عید ہے کر عیدکا سامان نشاط
روز شادی کی ہے آمد شب غم کی رخصت

فکر کر تہنیت عید کا اُس شاہ کی تو
دور مین جس کے ہی ہر صبح صباح دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسریٰ انصاف
خسرو جم خدم و داور دارا حشمت

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد
حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

کون اُس کا نہین وصاف صفات نیکو
کون اُس کا نہین سرگرم ثنا و مدحت

سُنتے ہی مین نے بھی وہ مطلع روشن لکھا
مطلع صبح کو ہو سننے سے جسکے خجلت

مطلع ثانی

مصحف رُخ ترا اے سایۂ ربّ العزت
کھولدے معنی اتممت علیکم نعمت

ترا آوازۂ دولت ہے مقام اُمید
ترا ایوان عدالت ہے محل عبرت

ترے عشرت کدے مین دخل کسے غیر نشاط
ترے خلوت کدے مین بار کسی جز طاعت

صفحۂ علم پہ برجیس سے تو ہم زانو
حجلۂ عیش مین ناہید سے تو ہم صحبت

ماہ نوایک فلک پر ترے نوبردون مین
نو فلک نوکرون مین تیرے قدیم الخدمت

کیسۂ گوہر انجم ترا صرف انعام
طاقۂ اطلس گردون ترا وقف خلعت

نیت نیک تری آئینۂ حُسن عمل
عمل خیر ترا جلوۂ حُسن نیت

تجھ سے راضی ہی خدا اور خدا کا محبوب
تیرا حامی ہے نبیؐ اور نبیؐ کی عترت

کیا اللہ نے جب تجھ سا دلی نعمت خلق
کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکر نعمت

نطق شیرین سے ترے عام حلاوت ہو اگر
ثمر تلخ ہو حنظل کا سبوے شربت

آئے طوفان جو ترے قہر کا طغیانی پر
کشتی نوحؑ بھی اعدا کو ہو گرداب صفت

وہ تری تیغ کی برش ہی کہ سایہ جس کا
کرے اک دم مین ہیولے سے مفارق صورت

آسیا دار پھرے کیون نہ فلک گرد زمین
ترے توسن کے جو کاوے کی اُڑ جاے پھرت

کیا ترے فیل کے اوصاف لکھوں میں کہ وہ ہو
ابر رفتار جبل پیکر و گردون رفعت

اسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلیٰ کی مثال
تو ہین دندان صفا ساعد سلمیٰ کی صفت

آب باران کرم تیرا ہی وہ شربت خضر
برسے لالے پہ تو افیون مین نہو سمیت

عدل کے لفظ کو دیتا نہین نقطہ کوئی
عدل سے تیرے جو موتوف ہی رسم رشوت

دور انصاف مین گر تیرے ہو کشتہ سیماب
تو بلا شبہ پڑے دینی مہوس کو دیت

عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم
کہے عارف کہ یہ کثرت مین ہی پیدا وحدت

منتہی ہون نہ کبھی تیری صفات نیکو
گر بیان کیجیے تا حشر صفت بعد صفت

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختم سخن
کہ زبان کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم مین
با شکوہ و حشم و جاہ و بعمر و صحت

خیر خواہون کے ترے چہرے پہ ہو رنگ نشاط
اور بد خواہون کے رخسار پر اشک حسرت

بیان قصیدۂ خطابیہ

قصیدۂ خطابیہ یا مجددیہ اُسے کہتے ہین کہ ابتدائے قصیدہ سے مدح یا ہجو وغیرہ اصل مطلب شروع کردین اور تمہید نہ لکھین عامۂ شعرا ایسے قصیدے کو مکابرہ بولتے ہین مثال اسکی یہ قصیدہ شہیدی کا بطور انتخاب کے جس مین خود شاعر نے قصیدے کے مجدد ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ ؎

طلوع روشنی جیسے نشان ہو شہ کی آمد کا
ظہور حق کی حجت ہی جہان مین نور احمدؐ کا

دبستان ازل مین وہ معلم عقل کل کا تھا
تھا نام ولنشان جن روز دن اس لوح ابجد کا

عجم مین زلزلہ نوشیروان کے قصر مین آیا
عرب مین شور اُٹھا جس دم اُسکی آمد آمد کا

چمن پیرائے کن فراش اُسکی بزم رنگین مین
بہار آفرینش ایک بوٹا اُس کی مسند کا

شرف حاصل ہوا آدم اور ابراہیم کو اس سے
نہ تنہا فخر عالم فخر تھا اپنے اب و جد کا

شب و روز اُسکے صاحبزادون کا گہوارہ جنبان تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

وہ اس عالم مین رونق بخش تھا حورون کی تسکین کو
گیا جنت مین طوبیٰ بنکے سایہ اُس سہی قد کا

شب معراج چڑھکر عرش پر دم مین اُتر آیا
بیان اُس قلزم معنی کے کیا ہو جزر اور مد کا

گنہ رو وحدت سے کثرت مین تہوتا ذات مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقش احد مین میم احمدؐ کا

بھروسا ہر کسی کو اک حصار عافیت کا ہر
مجھے نام مبارک کا ہی ذوالقرنین کو سد کا

ترے پابوس سے ہفتم فلک پر منزل کیوان
ترے سجدے سے ہشتم آسمان پر فرق فرقد کا

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق کا شامل
خواص اُس برزخ کبریٰ مین ہے حرف مشدد کا

بٹینگے جس گھڑی عشرت کے ساماں بزم جنت مین
کھلے گا حال اُمت کو ترے انعام بیحد کا

خدا مانگے کیا کیا نعمتین دیتا ہی بندون کو
ترا دست دعا ضامن ہے جب کل کے مقصد کا

رہا کعبے مین تیرے در کے روضے پر نہ جا پائی
اسی اندوہ سے ہی رنگ تیرہ سنگ اسود کا

لب گوہر فشان وا ہونگے جب عرض شفاعت کو
تماشا گاہ محشر مین تکینگے نیک منھ بد کا

عدو کو حشر تک انکار ہو تیری رسالت مین
محل باقی رہے اللہ کے قول مؤکد کا

تری تعریف سے میری زبان مین آئی ہی تیزی
صفاہان تک مسخر ہوگا اس تیغ مہند کا

پھٹینگے مثل تقویم کہن دیوان ہزارون کے
ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا

ہوئی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب
میسر ہو طواف اے کاش مجھکو تیرے مرقد کا

کبھی نزدیک جا کر آستانے پر ملون آنکھین
کبھی مین دور بیٹھون اور کرون نظارہ گنبد کا

مدینے کی زمین کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ
کسی صحرا مین اون کی مین خورش ہون وام اور دد کا

تمنا ہی درختو پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

خدا منھ چوم لیتا ہی شہید کس محبت سے
زبان پر میری جس دم نام آتا ہے محمدؐ کا

بیان مُسمّط

مُسمّط مفعول ہے تسمیط کا اور تسمیط کے معنی موتی پرونا اور جمع کرنا ہین اور اصطلاح شعرا مین اُسے کہتے ہین کہ چند مصرعے متحد الوزن والقوافی جمع کرکے بند اول کرین اسی طرح اور کئی بند اُسی وزن مین لکھین اور ہر بند کا قافیہ جدا ہو لیکن مصرع آخر ہر بند کا قافیے مین بند اول کا تابع ہو اور اُسکی آٹھ قسمین ہین مُثلّث مُربّع مُخمّس مسدس مسبع مثمن متسع معشر

مُثلّث اُسے کہتے ہین جسکے ہر ہر بند مین تین تین مصرع ہون پہلے تینون مصرعون کا ایک قافیہ ہو باقی بندون مین دو مصرع قافیہ جداگانہ مین لکھکر تیسرے مصرع مین قافیہ بند اول کی رعایت سے ہو وعلی ہذا القیاس مثال اسکی

عباس علی خان بیتاب رامپوری

اُمید کا ہے کو تھی دلربا کے آنے کی
خوشی نہ ہو نہ مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
خبر ہے نعش پہ اُس بیوفا کے آنے کی

نہین ہون اتنا بھی نادان بھلا مین ای ناصح
سمجھ کے اور ہی کچھ مرچلا مین ای ناصح
کہا جو تونے نہین جان جا کے آنے کی

بگڑ نہ پہلے ہی ظالم خدا کو تو سہی
نہ جائے کیون دل مرغ چمن [illegible] گھر کی

بہار وضع ترے مسکرا کے آنے کی ۶

شب فراق محبت نے مرنے بھی نہ دیا | خیال زلف مین خود رفتگی نے قہر کیا
امید تھی مجھے کیا کیا بلا کے آنے کی

نہ کی کسی نے وفا تھی امید جس جس سے | کرون مین وعدہ خلافی کا شکوہ کس کس سے
اجل بھی رہ گئی ظالم سنا کے آنے کی ۶

کہو اُس آفت جان سے کوئی برائے خدا | مرے جنازے پر آنے کا ہے ارادہ تو آ
کہ دیر اُٹھانے مین کیا ہے صبا کے آنیکی

خدا کے واسطے بیتاب تم تو یہ کہدو | مجھے یہ ڈر ہے کہ مومن کہین نہ کہتا ہو
مری تسلی کو روز جزا کے آنے کی

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین۔

نظام الدین میرٹھی

خوشی اک مشغلہ ہو رات دن کا | شمار افزون ہو اُسکے سال و سن کا
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

کوئن دنیا کے ہر خطے مین نامی | غریبون اور مسکینون کی حامی
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

رہے زندہ کوئن با دولت و بخت | رہے محفوظ اُس کا تاج اور تخت
خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

عبدالمجید ازل لاہوری نے مثلث مین تیسرے مصرع کا قافیہ بندادل کے قافیہ کا تابع نہین رکھا ہے اور یہ اصطلاح جمہور کے خلاف ہے۔ س

ہم ہین جب محروم تیرے دید سے | کیا غرض ہمکو ہلال عید سے
کیا مزہ ہمکو وصال عید سے

عید کیا ہم بے قرارون کی بھلا | عید کیا فرقت کے مارون کی بھلا
عید کیا ہو دل فگارون کی بھلا

وہ جو آملتے ازل تو عید تھی | ہم سے ہوتے ہم بغل تو عید تھی
دل کو پھر پڑتی جو کل تو عید تھی

نظام رامپوری نے ایک مثلث اسطرح کا لکھا ہے کہ اُسکے بند اول کے تینون مصرع ہم قافیہ ہین باقی بندون کا دوسرا اور تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہے اور پہلے مصرع کا قافیہ علحدہ ہے حالانکہ دستور یہ ہے کہ ہر ایک بند کا پہلا اور دوسرا مصرع ایک طرح کا قافیہ رکھتا ہے اور صرف تیسرا مصرع قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے ۔ ف

گل فردوس سے حورون نے تو گوندھا سہرا	کہو نیسان سے کہ تو موتیون کا لا سہرا
اچھے نوشہ کے لیے چاہیئے اچھا سہرا	
جوش مین آکے جو مستونکی طرح جھومتا ہے	کس کی آنکھون کا یہ ہے دیکھنے والا سہرا
مست و مدہوش ہے کسواسطے ایسا سہرا	
عکس چہرہ سے ہی نوشہ کی ہر اک گل شاداب	عرق رخ سے بنا نور کا دریا سہرا
لہر لیتا ہے پڑا موج مین کیا کیا سہرا	
آیا سرکار سے نوشہ کا شہانا خلعت	آبیار چمن خلد لے بھیجا سہرا
دل حاسد مین ہے کانٹا سا کھٹکتا سہرا	
منھ یہ اسواسطے نوشہ کے ہے رومال نظام	در دندان سے ندامت زدہ ہوگا سہرا
گو درخشانی مین تابش مین ہے یکتا سہرا	
ظفر	
کنجڑے کی سی ہاٹ ہے دنیا جس مین ہے ساری اکٹھی	میٹھی چاہے میٹھی لے لے کھٹی چاہے کھٹی
لے ترے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا	
روپ رنگ پہ بھول نہ دلمین دیکھ عقل کی بیری	اوپر میٹھی نیچے کھٹی انبوا کی سی کیری
لے ترے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا	
وله	
دنیا ہے سرا اس مین تو بیٹھا مسافر ہے	اور جاتا ہے یان سے جانا تجھے آخر ہے
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا	
جو رب نے دیا تجھکو تو نام پہ رب کے دے	گر یان نہ دیا تو لے وان دیویگا کیا بندے
کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا	
دیوے گا اسی کو تو وہ جس کو ہے دلواتا	پر ہے یہ ظفر تجھکو آواز سنا جاتا ۔

کچھ راہ خدا دیجا جا تیرا بھلا ہوگا

مُرَبّع مین چار چار مصرع اسیطرح ہوتے ہین پھر دوسرے بند مین تین مصرع قافیۂ جُداگانہ مین لکھکر چوتھا مصرع قافیہ بند اول کی رعایت سے لکھا جاتا ہے ایسے ہی بند تیسرا اور چوتھا اور پانچوان جہانتک اتفاق پڑے لکھتے ہین یا ایسا کرتے ہین کہ غزل کے اشعار پر دو مصرع بڑھا دیتے ہین منشی عبد العلی خان تونگر خلف عبد الواحد خان مسکین نے مؤلف کے شعرون کو مربع کیا ہے۔ سہ

جان جاتی ہے یہان ہجر بتِ دلجو مین ۔۔۔ دل نہین ہے مرا بے یار مرے قابو مین
بیقراری نہو کسطرح ہر اک آنسو مین
دردِ فرقت کا بشدت ہی مرے پہلو مین

تپش مہرِ رُخ یار سے تن گل جاتا ۔۔۔ سر سے لے تا بہ قدم آبلون سے پھل جاتا
طالب دید تو بس دیکھتے ہی جل جاتا
سرد مہری کا جو ہوتا نہ اثر مہر دین

دل خوش

کیا صلّ علیٰ روے رسول دو سرا ہے ۔۔۔ وہ لوح جبین مرأۃ انوار خدا ہے
عارض پہ فدا شمس و قمر ہین تو بجا ہے
اُس چہرۂ پر نور کا عالم تو جُدا ہے

گو دل ہے سراپاے تصور مین عرقناک ۔۔۔ پر ہووے رقم کیونکہ شبیہ شہ لولاک
سب نور سے معمور ہے اُسکا جسد پاک
وہ مطلع انوار خدا شمس ضحےٰ ہے

مرزا قتیل دریاے لطافت مین کہتا ہے کہ اس زمانے مین شعراے ریختہ جنکی طبیعت مین شاعری کی قوت نہین ہوتی جب اپنی شہرت اور حصُول منفعت کے لیے مرثیہ گوئی شروع کرتے ہین تو مربع مین لکھتے ہین تا

گویا

دیتے تھے اہل بیت پیمبر کے واسطے ۔۔۔ سُنتے تھے مجرئی نہ لعین زر کے واسطے
کہتے تھے شیر تک نہین اصغر کے واسطے
پانی پلاؤ ساقی کوثر کے واسطے

جب تیر کھا کے اصغر بے شیر مر گیا ۔۔۔ گودی کو خالی دیکھ کے بانو نے یہ کہا

یا شاہِ دین بتا دُمرا لال کیا ہوا
اصغر کو لاؤ خالقِ اکبر کے واسطے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی باقی بندون مین تکرار کرتے ہین جیسے

مولوی محمد اسمعیل

تنے گا مسرت کا اب شامیانہ | بجے گا بت کا نقارخانہ
حمایت کا گائین گے مل کر ترانہ
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھین گے لیکن | چمک اپنی دکھلائینگے اب بھلے دن
رُکے گا نہ عالم ترقی کیے بن
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

زبان قلم سیف پر ہو گی غالب | دبینگے نہ طاقت سے پھر حق کے طالب
کہ محکوم حق ہو گا دنیا کا قالب
کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

مخمس اُسکو کہتے ہین کہ پانچ پانچ مصرع کے بند لکھے جائین اور ہر بند کا پانچوان مصرع پہلے بند کے پانچوین مصرع کے قافیہ پر ہو یعنی پہلے بند کے پانچون مصرع اور باقی بندون کا صرف پانچوان مصرع متحد القوافی ہون مثال اسکی۔

دیا شنکر نسیم

مجھے تو کہتے ہو رنگ تیرا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے | زمانے کی طرح ڈھنگ کسکا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
نہ آج مانو نگا کل کا وعدہ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے | کسے بھروسا کہ دم کا نقشا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
گھڑی کی صورت نگاہ کھٹکا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

مین ہون مریض تپ محبت عیان ہے بیتابیونکی صورت | مین دل جلا ہوں دم عیادت نہ جیکے بچنے کی آئی نوبت
جو کوئی دم پائے گرم صحبت تو پھونکے جا صورِ سحر الفت | نہ کیجو ہمدم ذرا بھی غفلت کہ مثل اخگر ہے دم کی حالت
جو دم مین زندہ تو پل مین مردہ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

شگوفہ بازو نہ تم قبولو یہ پابندی ہے حسب فضولو | جو مثل برق آسمان کو چھولو تو پیل مست سحاب ہولو
نہ شاخ شاخ چمن پہ پھولو نہ تہمت عشق رنگ و بو لو | نہ باغ سیر جہان پہ پھولو نسیم نیرنگ ہے نہ بھولو

کہ بازی گر کا یہ ہی تماشا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

اکثر ایسا کرتے ہین کہ غزل کے اشعار پر تین تین مصرع لگاتے ہین اور یہ قسم مخمس کی بہت شائع ہے اور ہر ایک شاعر نے متقدمین سے لیکر اس زمانے تک مخمس لکھے ہین اور اپنی یا دوسرے شاعرونکی غزلون پر مصرع لگائے ہین کمال مخمس کا لطف یہ ہے کہ پانچوان مصراع بیکار ہوجائے یعنی تین مصرع اس قسم کے لگائے جائین کہ چوتھا مصرع اُسکے ساتھ بہت چسپان ہو اور پانچوین مصراع کا محتاج نرہے اور اس مین ربط تیسرے اور چوتھے مصرع کا بہت عمدہ چاہیے باوجودیکہ تمام شعراے ماضی وحال نے اسکی طرف توجہ کی ہے مگر ان لطائف سے کم لوگ واقف ہوئے ہین جن شاعرون نے ان باتون کا التزام رکھا ہے اُنکے مخمس ہر ایک کو پسند و مرغوب ہین حق یہ ہے کہ مخمس مشکل ترین اور اعلیٰ ترین اقسام مسمط سے ہے شاعر کی طبیعت اور استعداد کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے مضمون کو اپنا کر لینا بڑا مشکل کام ہے مرزا کلب حسین خان نادر نے تمام شعراے مشاہیر کی ایک ایک غزل کی تخمیس کرکے دیوان ترتیب دیا ہے ؎

مخمس نادر بر غزل مصحفی

ہمکو ہمسائے مین رہنا [illegible] بنانا منع ہے
سر ور کھتے ہین گردن کا اٹھانا منع ہے
راہ چلنا منع ہے کوچے مین آنا منع ہے
دیکھنا کس کا وہان در تک بھی جانا منع ہے
روزن دیوار سے آنکھین لڑانا منع ہے

ہوتی ہے تدبیر سے ہر ایک مشکل دل نشین
طرفہ ظلم ایجاد کرتے ہین بتان نازنین
ہو سکے ممکن محال ایسا بھی ہوتا ہے کہین
راز دل کا پوچھتے ہین بولنے دیتے نہین
بات منہ پر آ [illegible] ہے لب ہلانا منع ہے

دم نہ نکلے [illegible] جان کو [illegible] ہے
ہونٹون پر نالہ ہے اب [illegible] کو [illegible] ہے
تر نہون پلکین یہ چشم خون فشان کو حکم ہے
سینے مین سوزش ہے اور ضبط فغان کو حکم ہے
آگ گھر مین لگ رہی ہے اور بجھانا منع ہے

کبھی ایسا بھی کرتے ہین کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرہ مین تکرار کرتے ہین جیسے ؎

جرأت

جب سے اے راحت جان تجھسے جدا رہتا ہون
مضطر و ششدر و حیران و خفا رہتا ہون
کیا کہون سخت مصیبت مین پھنسا رہتا ہون
کسی حرچے مین تو مشغول مین کیا رہتا ہون
منہ لپیٹے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہون

کیا بیان اپنی جوانی کا کرون مین غمگین
نہ تو بیٹھون ہون نہ اُٹھتا ہون نہ چلتا ہون کہین
طاقت اب بستر اندوہ پہ ہلنے کی نہین
یاد کر کے تری صحبت کو بس اے پردہ نشین
مُنھ لپیٹے ہوے دن رات پڑا رہتا ہون

دستور یہ ہے کہ ہر شعر کو علٰحدہ علٰحدہ ایک بند مین تضمین کرتے ہین مگر حکیم سید مہدی کمال نے نواب حامد علی خان والی رامپور رشک تخلص کی ایک غزل کو یون مخمس کیا ہے کہ مطلع چار بند مین تضمین کیا ہے اور باقی اشعار کو تین تین بند مین در حقیقت ایک غزل کے تین مخمس ہین تضمین مقطع کے بند یہ ہین۔

بگڑی ہوئی حالت مین کوئی بھی نہین اپنا
تنہائی فرقت مین کوئی بھی نہین اپنا
اندوہ کی کثرت مین کوئی بھی نہین اپنا
اے رشک مصیبت مین کوئی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانہ کو کیا کہیے

بیگانہ جو ہو وہی ہوتا ہے کہین اپنا
کب وہم کی صورت سے ملتا ہے یقین اپنا
انداز بدلتا ہے کہین چرخ برین اپنا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانے کو کیا کہیے

کیا کہیے کمال اس کو قسمت نے دکھایا کیا
کھنچتا تھا رگ جان سے دم اپنون کا یہ نقشہ تھا
اپنون سے دم آخر آنکھون کو پھرا دیکھا
اے رشک مصیبت مین کوئی بھی نہین اپنا
اپنا نہین جب اپنا بیگانے کو کیا کہیے

مُسَدَّس اس مین چھ چھ مصرع کا بند ہوتا ہے اور ہر بند کا مصرع ششم قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے مثال اسکی۔

غلام محمد باشندۂ سورت

خامہ ہے جی مین کہ اک نعت پیمبر [illegible]
سنگ موسی کی کھرل ہر دیدۂ بینا کرون
[illegible] شعلے کا کاجل لاؤن ہور [illegible] کرون
آب در اشک سے حل ہو سکے جتنا کرون
ہر کاغذ سایۂ بال ہما پیدا کرون
وصف اُس حبیب کے سایہ کا انشا کرون

ہے سیہ کاری پڑی جون شانہ ہر بال مین
کان کے بالے کی مچھلی کی طرح ہون جال مین
زلف خوبان کے پھنسا ہون بطرح [illegible] جال مین
ہون گرفتار بلا سودا ے خط و خال مین

یارسول اللہ تڑپون کب تلک اس حال مین
آؤن بازار مدینہ مین کچھ اب سودا کرون

ریختہ گویون نے ایسے چھ مصرعون کو جن مین چار ایک وزن اور قافیہ کے ہون اور دو مصرع اسی وزن اور دوسرے قافیہ کے بطور گرہ کے ایک مطلع کی طرح واقع ہون مسدس قرار دیا ہے اور اسکو مسمط مین شمار کرنا محض غلطی ہے اسلیے کہ مسدس کی تعریف ایسے اشعار پر صادق نہین آتی مسمط مین اول بند مین سب مصرعون کا متحد الوزن والقوافی ہونا اور بندون کے صرف مصرع آخر کا باعتبار وزن اور قافیہ کے بند اول کا تابع ہونا شرط ہے وہ بات ایسے اشعار مین پائی نہین جاتی اسلیے کہ ان مین دو مصرع آخر کے علیحدہ قافیہ رکھتے ہین اور چار مصرع دوسرے قوافی مین ہوتے ہین یہی حال تمام بندون کا ہوتا ہے کہ دو شعرون مین قافیہ اور ہوتا ہے اور تیسرے شعر کا قافیہ اور ہوتا ہے پس اس قسم کا مسدس داخل مسمط نہین۔

مسبّع۔ یہ سات مصرع کا بند ہوتا ہے پہلے بند کے ساتون مصرع متحد الوزن و القوافی اور دوسرے تیسرے چوتھے بند کے جہان تک اتفاق ہو چھ مصرع اور قافیہ پر اور ساتوان مصرع ہر بند کا مثل قافیہ بند اول کے ہوتا ہے۔

مثمن۔ مین ہر بند آٹھ مصرع کا ہوتا ہے پہلے بند کے آٹھون مصرع متحد الوزن والقوافی اور بندون کا صرف آٹھوان مصرع قافیہ مین تابع بند اول کا۔

متسع مین نو نو مصرع کا بند اور **معشّر** مین دس دس مصرع کا بند برعایت معلومہ ہوا کرتا ہے مگر یہ قسمین شعرا کے دیوانون مین کم دیکھی جاتی ہین شاذو نادر کسی رسالے مین بطور مثال کے لکھدی ہین ہم بھی بسبب طوالت اور متروک الاستعمال ہونیکے ان اقسام کی مثالین درج نہین کرتے۔

بیان ترکیب بند

ترکیب بند اُسے کہتے ہین کہ ایک غزل کے طور پر کچھ اشعار مع مطلع کے لکھکر اُسکے بعد ایک اور بیت مقفے یعنی ایک مطلع بطور گرہ کے لگائین پھر دوسرے بند مین دوسری غزل بند اول کے ہی وزن پر بند کو رکرین اور اسکے بعد بھی ایک اور مطلع سے گرہ لگائین ایسے ہی جتنے چاہین بند لکھین اور ہر بند کا مطلع یعنی گرہ مختلف لاتے جائین کیونکہ اگر ایک ہی مطلع کی ہر گرہ مین تکرار ہوگی تو اُسکو ترجیع بند کہین گے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

ترکیب بند کی مثا[illegible]۔

نا[illegible]

ساقیا انجمن دہر ہے عبرت کا مقام	دل پر خون ہے یہان جام شراب گلفام

متلون ہے مزاج فلک مینائی
صبحکو اور ہے کچھ رنگ جہان شام کو اور
ایک کو ایک طرح پر نہین اک لحظہ قرار
شاہد اس قول پہ ہے رنگ حسینان جہان
چھیڑکی ہین نہ وہ گھاتین نہ ہنسی کی باتین
نہ کنائے نہ اشارے نہ وہ چتون نہ وہ آنکھ
نہ وہ غمزہ نہ وہ عشوہ نہ وہ عالم نہ وہ روپ
زیب و زینت سے نہ تھی جنکو گھڑی بھر فرصت
زلف کے دام مین کرتے تھے جو عنقا کو شکار
وہ نہ خاک بلاؤن مین سراسر مین اسیر
کوئی سنتا نہین آواز اب انکی افسوس
خواب مین بھی نظر آتی نہین انکی صورت

طرفہ نیرنگ دکھاتا ہے طلسم ایام
طبع خوبان کی طرح رنگ بدلتا ہے دوام
چین بلبل کو نہ اس باغ مین گل کو آرام
کہ نظر آتے ہین وہ خار جو تھے گل اندام
نہ کسی سے وہ بگڑنا نہ کسی پر الزام
رسم ورہ اب وہ کسی سے نہ وہ پیغام و سلام
نہ وہ گرمی کی ادائین نہ وہ شوخی کے کلام
اب نہ مطلب انھین لکھے سے نہ مستی کے کام
خود وہ صیاد ہین نخچیر کی صورت نہ دام
کنگھی چوٹی مین گرفتار جو رہتے تھے مدام
جو نہ اغماض سے سنتے تھے مسیحا کا کلام
دلمین گھر آنکھوں مین جن جور وشون کا تھا مقام

روپ بدلا جو زمانے نے نیا دور ہوا
اور تھا رنگ جہان اور سے کچھ اور ہوا

کیا ہوا سرو قدو اب وہ تمھارا خم و چم
کہو کیون چھوٹ گئی مشق جفا کاری کی
کھینچتے کیون نہین اب میان سے تم خنجر ناز
کچھ نہ عشاق سے مطلب ہے نہ اغیار سے کام
چین کیونکر تمھین آغوش لحد مین آیا
کیا گذرتی ہے تہ خاک تمھارے سر پر
ناز شیوہ وہ نزاکت کہو کس نے لے لی
صحن تک تھا تمھین دالان سے آنا منزل
ناز و انداز و ادا عشوہ کرشمہ غمزے
ہاے وہ چین جبین شوخی و انداز کے ساتھ
ہاے وہ ابروے خمدار وہ مژگان دراز

کیا ہوا لالہ رخو اب وہ تمھارا عالم
کہو کیون ٹوٹ گیا سلسلۂ جور و ستم
دیکھتے کیون نہین اب تیغ ادا کا دم خم
نہ ادھر چشم غضب ہے نہ ادھر چشم کرم
تم تو آغوش تصور مین بھی لیتے نہ تھے دم
فرش پر تم تو نزاکت سے نہ رکھتے تھے قدم
سچ بتاؤ تمھین اپنی ہی نزاکت کی قسم
کس طرح طے ہوئی راہ سفر ملک عدم
خاک مین مل گئے سب ہاے ستم ہاے ستم
ہاے وہ ناز سے تیور کا بدلنا ہر دم
ہاے وہ چشم فسونگر کی ادائین پیہم

ہاے وہ شعلۂ رخسار کی غصّے مین بھڑک ہاے وہ گیسوے پرپیچ کا ہونا برہم
ہاے وہ فتنہ جگانے کی روش سے چلنا ہاے وہ چھاگلین پہنے ہوے پھرنا چھم چھم

داد ریغا نرہی ایک بھی صورت باقی
بہر عبرت ہے زبانون پہ حکایت باقی

بیان ترجیع بند

ترجیع بند اُسے کہتے ہین کہ ایک ہی شعر کی ہر گرہ مین تکرار ہو اسمین و ترکیب بند مین یہی فرق ہے کہ وہان ہر گرہ مین مختلف شعر لگائے جاتے ہین اور یہان ایک ہی شعر لگایا جاتا ہے مثال اُسکی۔

نظیر اکبرآبادی

تیرے لب لال سے گل اندام ہے حمرت لعل حسرت انجام
گل برگ ہے غرق شبنم رشک دیکھے سے ترا یہ لطف اندام
عارض سے خجل ہے عارض صبح کاکل سے خجل ہے کاکل شام
یہ حسن بکام دل تو پاکر رکھتا ہے غضب ہمین تو ناکام
خوبی نے تجھے کیا ہے زیبا زیبندہ نہین ہے تجھ سے یہ کام
اتنی بھی نہ کیجیے جفائین جو خوبی پہ جس سے آئے الزام
دکھ پاکے تری تعدیون سے ہم سخت بجان ہین اے دلآرام
اب چھوڑ عتاب کی ادا کو دے طول نہ رشتۂ جفا کو

وہ گل ہے تو آج حسن ایجاد ہے گلشن حسن تجھ سے آباد
قامت کا ترے بیان خوبی کرتے ہین چمن مین سرو و شمشاد
ہین تیرے ہوا کے ہم ہوادار تو ہمکو الم سے کر نہ برباد
ہم دیکھ تجھے ہین شاد ہوتے تو ہمکو کرے ہے غم سے ناشاد
یون زلف مین تیری ہم پھنسے ہین ہو دام مین جیسے صید صیاد
ہو دل سے فدا جو اپنے اوپر اتنی نہین کرتے اُسپہ بیداد
تیرا ہے نظیر جان و دل سے سُن عرض یہ اس کی ملے پریزاد

اب چھوڑ عتاب کی ادا کو
دے طول نہ رشتۂ جفا کو

بعض کتابون مین ترجیع کی ایسی تعریف کی ہے کہ اُس سے خبط ہوگیا ہے مثلاً مصنف مناظر الانشا
نے کہا ہے کہ ترجیع وہ شعر ہے کہ ایسی بیت کے ساتھ حصّہ کیا جاے کہ اُسکے ہر مصرع مین قافیہ ہو اور
حصّہ اُس کا ایسی چند بیتین ہوتی ہین جو تمام مطلع ہوتی ہین اور وزن و قافیہ مین اتحاد رکھتی ہین اس
حصے والی بیت کو بند ترجیع کہتے ہین اور وہ بند غالباً ہر جگہ ایک ہی بیت ہوتی ہے اور کبھی کبھی اول
سے غیر ہوتی ہے اور یہ چاہیئے کہ بند باعتبار معنے کے ابیات سابق سے مربوط ہو شمس فخری
معیار جمالی مین لکھتا ہے کہ ترجیع کئی قسم ہے اول یہ کہ شاعر پانچ یا سات یا نو یا گیارہ بیتین
جس وزن اور قافیہ اور ردیف مین چاہے کہے اور بعد اُنکے ایک اور بیت لائے کہ اُس قافیے
اور ردیف پر نہو اور پھر اُسی قدر بیتین کہ پہلے کہی تھین لکھکر ایک اور بیت لائے اسی طرح آخر
تک انجام کو پہونچاے اُن ابیات کو خانہ اور اُس بیت کو بند کہتے ہین دوسرے یہ کہ بعد ہر خانے
کے ابیات بند ایسے ہون کہ قافیہ اور ردیف مین اتحاد رکھتی ہون اگر ابیات بند کو جمع کرین
ایک قطعہ ہوجاے تیسرے یہ کہ بند ہر جگہ ایک ہی بیت ہو چوتھی قسم یہ ہے کہ سب خانون کی
ردیف ایک اور قافیہ مختلف ہو یا بالعکس مولوی عبد الحلیم پسر مولوی صہبائی ذوق کے
مرثیے مین ایک ترجیع بند لکھا ہے جس کے ہر بند کے ۴۴ شعر ہین اور اس شعر فارسی کی
تکرار ہے ۔

روے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد	حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

ترکیب بند و ترجیع بند باختراع جدید

ریختہ گویون نے ایک صورت نکالی ہے کہ اپنے مسدّس کو ترکیب بند قرار دیتے ہین اس طرح کہ اول
چار مصرع ایک قافیہ مین کہتے ہین پھر دو مصرع دوسرے قافیہ مین لکھکر اُن کو اُن چار مصرعون کے ساتھ ملحق
کر دیتے ہین اور پہلا بند نام رکھتے ہین پھر چار مصرع دوسرے قافیہ مین لکھکر دو مصرع دوسرے قافیہ کے اُس سے
ملحق کرتے ہین اسے بند دوم بولتے ہین اسی طرح اور بند لکھتے ہین یہ قسم نہ تو ترکیب بند مین داخل ہوسکتی
ہے اور نہ مسمط کی تعریف اس پر صادق آسکتی ہے کیونکہ ترکیب بند مین پہلا شعر مقفے ہوتا ہے اور باقی
اشعار کے مصرع دوم مین قافیہ ہوتا ہے اور اُس مسدّس مین بند کے دونون شعر مقفے ہوتے ہین اور مسمط
مین ہر بند کا مصرع آخر یا شعر آخر قافیہ مین بند اول کا تابع ہوتا ہے پس ایسا مسدّس دونون سے علیحدہ ہے
اور کبھی اس مین گرہ کا شعر مکرر آتا ہی جب ہر بند کی گرہ کا شعر علیحدہ ہوگا تو وہ ترکیب بند ہے اور جو ایک ہی
شعر مکرر آئیگا تو یہ ترجیع بند ہوگا اور اس قسم کے ترکیب بند و ترجیع بند مسدس پر منحصر نہین مثمن اور

معشر وغیرہ صورتین بھی مستعمل ہین مسدس ترجیع بند کی مثال۔

امیر

ہر روش اور ہی سامان نظر آتے ہین — جان تازہ گل و نسرین و سمن پاتے ہین
جھومتے ہین جو شجر سرد ہوا کھاتے ہین — رقص کرتے ہین تو طاؤس یہ چلاتے ہین

تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

کرتے ہین مرغ چمن شور گھٹا چھائی ہے — ہر روش ناچتے ہین مور گھٹا چھائی ہے
لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے — صحن گلزار مین گھنگھور گھٹا چھائی ہے

تند و پر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
مے کشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

مثال مسدس ترکیب بند کی۔

حالی

امیرون کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے — خمیر اُنکا اور اُن کی طینت جدا ہے
سزاوار ہے اُن کو جو ناسزا ہے — روا ہے اُنھین سب کو جو ناروا ہے

شریعت ہوئی ہے نکو نام اُن سے
بہت فخر کرتا ہے اسلام اُن سے

ہر اک بول پر اُن کے مجلس فدا ہے — ہر اک بات پر وان درست اور بجا ہے
نہ گفتار مین اُنکی کوئی خطا ہے — نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

وہ جو کچھ کہین کہہ سکے کون اُن کو
بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

کسی قوم کا جب اُلٹتا ہے دفتر — تو ہوتے ہین مسخ اُن مین پہلے تونگر
کمال اُن مین رہتے ہین باقی نہ جوہر — نہ عقل اُنکی ہادی نہ دین اُن کا رہبر

نہ دُنیا مین ذلت نہ عزت کی پروا
نہ عقبے مین دوزخ نہ جنت کی پروا

اور ضمن ترجیع بند مولوی سید احمد بریلوی کا جسکی گرہ مین اس بیت کی تکرار ہے۔

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے	مکی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

اور مثمن ترجیع بند میر حسن صاحب مثنوی سحرالبیان کا جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

نقاب چہرے سے خورشید جب اٹھاتا ہے	سحر ہر ایک کو ہر کام پر لگاتا ہے

اور مثمن ترکیب بند میر تقی کا جسکے پہلے بند کا پہلا شعر یہ ہے۔

عمر گذری ہو چکا آسود ہ کا روزگار	رنج و محنت کے تئین آرام سے ہم ننگ و عار

اور معشر ترجیع بند شہید کا نعت مین جسکا ایک بند یہ ہے۔

جب چلا چاند مدینے کا سوے رب جلیل	بجھ گئی مہر درخشان کی فلک پر قندیل
شیر فردوس کی رکھی کہین آدم نے سبیل	کہ اسی راہ سے گذرے گا وہ فرزند جمیل
فرش خلعت کا بچھاتے تھے کسی جا یہ خلیل	کہین یوسف تھے کھڑے اور کہین اسمٰعیل
روح پر روح لگی گرنے براہ تعجیل	جب ہوا نغمہ سرا صور مین یون اسرافیل

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اور مولوی کافی نے ایک ترجیع بند لکھا ہے اُسکے ہر بند کے سولہ سولہ مصرع ہین گویا مثمن مضاعف ہے اور اس مین شیخ سعدی کے اس شعر کی تکرار ہے۔

اگر بر سر و چشم من نشینی	نازت بکشم کہ نازنینی

ترکیب بند کی گرہ کے مصرع جو آخر بند پر واقع ہوتے ہین خواہ وہ سب متفق القافیہ ہون خواہ مختلف القافیہ دونون امر جائز ہین پس اگر وہ سب گرہ کے شعر نکال کر جمع کیے جائین اور سب شعر ایک ہی قافیہ مین نہون تو ایک مثنوی جداگانہ بن جائے گی بشرطیکہ وہ ترکیب بند بحور مخصوصہ مثنوی مین قصداً کہا گیا ہو ورنہ مثنوی نہوگی اور ترکیب بند کا وزن مثنوی مین لکھنا لازم ضروری نہین جس بحر مین چاہین لکھین اور جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ وہ گرہ کے اشعار اگر متفق القافیہ ہون تو علٰحدہ جمع کیے سے ایک غزل ہو جائے گی یہ اُنکی خطا ہے یہ نہین خیال کرتے کہ وہ سب مطلع ہین غزل کی شکل کہان سے ہوگی۔

بیان مثنوی

لغت مین مثنوی منسوب ہے مثنےٰ کی طرف اور مثنےٰ بمیم مفتوح و سکون ثاے مثلثہ و الف مقصورہ سے دو کے معنے مین ہے جب یاے نسبت اُسکے آخر مین لگائی گئی تو الف مقصورہ واو سے بدل گیا اور اصطلاح مین اُن اشعار کو مثنوی کہتے ہین جن مین دو دو مصرع باہم مقفے ہون شعراے ریختہ مین میر تقی میر اور میر حسن اپنے اپنے

وقت مین مثنوی لکھنے مین کامل گذر گئے ہین اس فن مین ید طولےٰ رکھتے تھے باقی شعرا انہی کے پیرو ہین
متاخرین شعراے ریختہ مین حکیم مومن خان مومن نے مثنوی کے فن کو بہت چمکایا اور خوب داد سخنوری کی
مثنوی کے دیباچے مین توحید و مناجات اور مدح حاکم وقت و تعریف سخن و عشق وغیرہ و سبب تالیف و
تصنیف کا ہونا مولانا نظامی گنجوی کی ایجاد ہے پہلے یہ بات ضرور نہ تھی اور مثنوی کے سات وزن مقرر
ہین اُنہی مین لکھتے ہین۔ اُنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) **بحر متقارب مثمن محذوف الآخر یا مقصور الآخر** اسکا وزن یہ ہے فعولن فعولن فعولن فعل
یا فعول دوبار اس بحر مین کارزار اور محاربات سلاطین وغیرہ لکھتے ہین جیسے فارسی مین شاہنامہ فردوسی
طوسی اور شاہنامہ قاسم گناآبادی اور سکندرنامہ خواجہ نظامی اور ظفرنامہ ملا ہاتفی شاگرد مولانا جامی اور
ریختہ مین شاہنامہ مولچند متخلص بہ منشی شاگرد شاہ نصیر دہلوی اور تاریخ بدیع تصنیف منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی
شاگرد نسیم دہلوی اور سکندرنامہ اُردو مصنفہ سید معین الدین احمد متخلص بہ احمد اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار اسکے ہین

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر	صف آرا ہوا شاہ گردون سریر
جوان وہ جو تھے شیر صحراے جنگ	چلے دشمنون کی طرف بے درنگ
ملے دونون لشکر بہم اس طرح	کہ ساون سے بھادون ملے جس طرح
کسی سمت تھے گرز آتش فشان	کہین بار سینون کے نوک سنان

منشی طوطارام شایان نے اسی وزن مین مہابھارت کو نظم کیا ہے۔ شروع کتاب مین لکھا ہے۔ ؎

زبان قلم گل فشانی پہ ہے	بہار مضامین جوانی پہ ہے
دکھائے ورق تختۂ گل کا رنگ	صریر قلم بانگ بلبل کا رنگ
مہک اُٹھے غنچے کی صورت دوات	نہو جس سے سرسبز غنچے کی بات

سعدی نے اُس وزن مین بوستان اخلاق و آداب و نصائح مین لکھی ہے۔ لیکن اُستاد ابوالقاسم
منصور فردوسی نے اس وزن مین مثنوی یوسف زلیخا قصہ عشقیہ کو بھی موزون کیا ہے یہ شعر اس کا بطور
نمونہ کے لکھا جاتا ہے۔ ؎

بدنبال چشمش یکے خال بود	کہ چشم خودش ہم بدنبال بود

اور ریختہ گویون مین سید غلام حسن خلف میر غلام حسین ضاحک نے قصہ عشقیہ مثنوی سحر البیان معروف
بہ مثنوی میر حسن اس وزن مین لکھی ہے جس کا ہندوستان مین شہرہ ہے اور آج تک جواب نہین ہوا
یہ شعر اُسی کا ہے۔ ؎

... کہین گے سبھی	نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی

اسی طرز پر صغیر علی مروت فرزند کبیر علی سنبھلی نے ایک مثنوی لکھی ہے فن شعر مین اُسکے دعوے کا ادا راسخ ہے اور غلام علی تخلص بعلی کی مثنوی خستہ لقا جو بنام نہاد جواب مثنوی سحرالبیان کے لکھی گئی ہے اور مثنوی یوسف زلیخا مصنفۂ شاہ رؤف احمد رافت اور مثنوی اکرام الدین ضیغم بھی اسی وزن مین ہے یہ اُسکے شعر مین سے

دکھاتی تھی زیور کی اپنے پھبن	جواہر کے دریا مین تھی غوطہ زن
حنا سے ہوا دست و پا کا وہ رنگ	کہ یاقوت دیکھے تو ہوجائے دنگ

تپش نے بہار دانش کو بھی اسی بحر مین نظم کیا ہے یہ شعر اُسی کے ہین۔ ؎

طبیعت کو تھا ایک شب اضطراب	جگر تفتہ تھا اور آنکھین پر آب
دل و سینہ بھی متصل تھا طپان	الم سے تھی ہر اک مژہ خون چکان

(۲) **بحر ہزج مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر** اسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل دوبار یہ وزن عشق و عاشقی کے ذکر کے ساتھ مختص ہے چنانچہ فارسی مین مثنوی یوسف زلیخا مولانا جامی کی اور یوسف زلیخاے ناظم ہروی اور مثنوی نیرنگ عشق تصنیف محمد اکرم غنیمت لاہوری اور مثنوی شیرین خسرو خواجہ نظامی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین نواب محبت خان فرزند حافظ الملک حافظ رحمت خان کی مثنوی اسمو بنو اور مثنوی پدماوت مصنفۂ میر ضیاء الدین عبرت شاگرد نواب محبت خان اور میر غلام علی عشرت شاگرد مرزا علی لطف تلمیذ سودا اسی وزن مین ہے تصنیف دو شاعر اُس کا مادہ تاریخ ہے اگرچہ یہ مثنوی دلچسپ مرثیۂ عاشقان ہے لیکن بہت سی باتین اُس مین پوچ و لچر ہین جس سے اہل علم کو اسپر حرف ہے میان عشرت نے ایک جگہ لکھا ہے۔ ؎

نہین اسکا جو تاج و تخت تابوت	تو یہ تخت روان ہے تخت تابوت

ثابوت مین الف زائد غلط ہے صحیح ثبوت ہے لیکن اس جگہ واو زائد ہے۔

عبرت کہتا ہے ؎

وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے	برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

ولیکن جتنے وان خرد و کلان ہین	بسان عاشقان اہل وفا ہین

ہان عبرت کی نظم مین تمثیلین اچھی واقع ہوئی ہین اور اسکا کلام بھی عشرت کے کلام سے برزور ہے مثنوی طلسم شایان بھی اسی وزن مین ہے لیکن اپنے طبائع سخن سنج نہین منشی سید اسمٰعیل حسین منیر کی مثنوی

معراج المضامین کا بھی یہی وزن ہے یہ اُسکا شعر ہے۔ ع

ہوا جسدم سے اس کھانے کے قابل	نہ بچے پُرقیں کھانے کے قابل

سودا کی دو مثنویان اس وزن مین ہین ایک مثنوی مین کہتے ہین۔ ع

الٰہی بہ زبان آتشِ دل	تپ دل دے بقدر خواہش دل
کرامت کردہ عشق آتش انگیز	کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلریز

دیگر

مرا دل نام پر اُس کے ہے شیدا	کیا ہے جس نے حُسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا	وہی معنے ہے طوطی کے سخن کا

بعض شعرا نے اس وزن مین سوا مضامین عشقیہ کے دوسرے حالات بھی لکھے ہین چنانچہ خوشتر نے رامائن کے داستانون کو اس وزن مین نظم کیا ہے مگر زور شاعری اور قوت بیانی کے اعتبار سے یہ مثنوی گری ہوئی ہے۔ ع

ہوا ہے جینا اُسے بے رام مشکل	نہ لائی تاب ہے گل عنادل

یہان عنادل بے محل ہے عندلیب چاہیے رنگین نے اس وزن مین گھوڑون کے علاج مین ایک رسالہ لکھا ہے جسکے خاتمے کا شعر ہے۔ ع

فرسنامہ جو یہ پہونچا باتمام	فراست نامۂ رنگین رکھا نام

(۳) بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفعول مفاعلن فعولن یا مفاعیل دو بار یہ وزن بھی حالات طالب و مطلوب کے ساتھ مخصوص ہے فارسی مین لیلی مجنون نظامی و نلدمن فیضی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین دیا شنکر نسیم لکھنوی شاگرد آتش کی مثنوی گلزار نسیم کا یہی وزن ہے ریختہ مین کوئی مثنوی آج تک ایسی عمدہ اس بحر مین نہوئی نسیم نے ہر مضمون کو تشبیہ کے پردے اور استعارے کے پیچ مین ادا کیا ہے اکثر مطالب کو اشارون اور کنایہ کے رنگ مین دکھایا ہے باوجود اسکے زبان فصیح اور کلام شستہ اور پاک ہے اختصار بھی اس مثنوی کا ایک خاص وصف ہے ہر معاملے کو اس قدر مختصر کرکے ادا کیا ہے جس سے زیادہ ہو نہین سکتا اور ایک شعر درمیان سے نکال لو تو داستان برہم ہو جاتی ہے یہ اشعار اُسکے ہین۔ ع

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری	ثمرہ ہے قلم کا حمدِ باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر	حمد حق و مدحت پیمبر

پانچ اُنگلیون مین یہ حرف زن ہے	یعنے کہ مطیع پنجتن ہے ؀

منشی مظفر علی اسیر کی مثنوی درۃ التاج بھی اسی وزن مین ہے یہ ایک شعر بُراق کی تعریف مین اُسکا ہے ۵

شوخی سے نہ تھی کسی جگہ تاب	پانی کی جگہ پہیا تھا سیماب

مثنوی لیلی مجنون مصنفۂ نواب مرزا تقی خان ہوس کا بھی یہی وزن ہے یہ اشعار اُسی کے ہین۔ ۵

یارب مرے سر مین شورِ غم رکھ	بے غم مجھے صاحب الم رکھ
ہوتا رہے درد میرے دل مین ؀	بجنبی ہو میری آب و گل مین
تڑپون غمِ دل کی کاہشون سے	دون جان ہزار کاوشون سے
ابرِ غمِ عشق دل پہ برسے	ریزان رہین اشک چشمِ تر سے
جلتا رہے غم سے داغ دل کا	افسردہ نہ ہو چراغ دل کا

یہی وزن مثنوی ترانۂ شوق کا ہے۔طالب علی خان عیشی کی عشقیہ مثنوی کا بھی یہی وزن ہے ۵

سرمایۂ سوز و ساز ہے عشق	نیرنگ نیاز و ناز ہے عشق
ہے عشق سے داغ داغ لالہ	ہے عشق اثر طراز لالہ
بے نیش کرے یہ سینہ کاوی	دے نوکِ مژہ کو خون ترادی
بے جرم و گنہ بجنون بُلبل	آلودہ کرے ہے دامنِ گل

(۴) بحرِ خفیف مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے

فاعلاتن مفاعلن فعلن یا فعلان دوبار اس وزن مین زیادہ تر مواعظ اور حقائق و حکم مذکور ہوتے ہین جیسے فارسی مین حدیقۂ حکیم سنائی غزنوی اور سلسلۃ الذہب مولوی جامی کی اور ریختہ مین اسی وزن مین حالی نے مثنوی حبِ وطن لکھی ہے چنانچہ اس مین کہتے ہین ۔ ۵

اے وطن اے مرے بہشت برین	کیا ہوے تیرے آسمان و زمین
رات اور دن کا وہ سمان نہ رہا	وہ زمین اور وہ آسمان نہ رہا
تیری دوری ہے موردِ آلام ؀	تیرے چھٹنے سے چھٹ گیا آرام
کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے	گل ہین نظرون مین داغ بن تیرے

لیکن بعض شعرائے ریختہ اس وزن مین عشق کا بیان کرتے ہین جیسے مثنوی دریائے عشق میر تقی کی اور مثنوی سحرین انوار حسین تسلیم کی اور بعض مثنویان مرزا شوق کی اور مثنوی طلسم الفت نسلق کی۔ ۵

قلق

ساقیا دے وہ جام اُلفت خیز	ہو جو صہباے جوش عشق انگیز
اس لیے ہون ایاغ کا مشتاق	اک کلیجہ ہے داغ کا مشتاق
ایک دل چاہتا ہے عشق کا داغ	ایک ویرانے مین جلے گا چراغ
عہد طفلی ہی سے برنگ جوان	محو اُلفت تھا وہ شہ خوبان

(۵) بحر رمل مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا فاعلان دو بار اس وزن مین اکثر حقائق ومعارف وحکایات علما و اہل اللہ وپند ونصائح وغیرہ بیان کی جاتی ہین جیسے مثنوی حضرت شیخ فرید الدین عطار موسوم بہ منطق الطیر اور مثنوی شاہ بو علی قلندر اور مثنوی مولانا ے روم کی اور رسالۂ نان وحلوا تصنیف خواجہ بہار الدین آملی بھی اسی وزن مین ہے اور ریختہ مین مثنوی ایجاد رنگین تصنیف سعادت یار خان رنگین اور مثنوی گلزار ابراہیم اسی وزن مین ہے یہ چند اشعار ایجاد رنگین کے ہین۔ ع

مین جو چندے دہر مین مہمان رہا	گرچہ دانا تھا و لے نادان رہا
مین نے جیتے جی کیے لاکھون گناہ	جانکر نامہ کیا اپنا سیاہ
سالہا افسوس یادر گل جیا	مین جیا دنیا مین پر غافل جیا
تو کہین چلنا نہ میری راہ پر	رکھیو دھیان اپنا ذرا اللہ پر

محمد عبد اللہ خان نے مثنوی عابد اسی وزن مین لکھی ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔ ع

دور چشم خلق سے حق سے قرین	تھا کسی صحرا مین اک عابد مکین
حاصل اُس کو جب سے تھا سن شعور	اہل دنیا سے رہا کرتا تھا دور

کبھی اس وزن مین قصہ عشقیہ اور شوریدہ سرون کی شورش بھی بیان کرتے ہین چنانچہ انور تخلص امام الدین خان نے اس وزن مین ایک مختصر مثنوی موسوم بہ فراق نامہ ریختہ مین موزون کی ہے یہ اُسکے اشعار ہین۔ ع

عشق سے ہے زلف کا مصرع دراز	عشق روے حسن کا آئینہ ساز
عشقبازی کا سُنا چاہے جو حال	پوچھ انور سے کہ ہے اُس کو کمال
دل کی سوزش سے وہی آگاہ ہے	اُس کو اس آتش کدے مین راہ ہے

اور ایک مثنوی حکیم مومن خان کی بھی اس وزن مین ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔ ع

ساقیا اب ناز بیجا کس لیے	چین ابروے محابا کس لیے
اے تنک ظرف اس قدر بدخو نہو	دل ہوا کھٹا ترش ابرو نہو

میرکی کئی مثنویان مختلف مضامین مین اسی وزن مین ہین جنکے آغاز کا ایک ایک شعر یہ ہے۔

میر

تھا گتے کا بچہ اک درویش پاس	بود و باش اسکی تھی مجھ دلریش پاس

ولہ

ایک بلی موہنی تھا اُس کا نام		اُسنے میرے گھر کیا آکر مقام
معتبین جب تھین تو یہ فن شریف	ولہ	کسب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف
سُنیو اے اہل سخن بعد از سلام	ولہ	چھیڑتا ہے مجھکو اک تخم حرام

سودا نے ایک شخص کی ہجو مین اسی وزن پر ایک مثنوی کہی ہے کہتے ہین۔

آہ و اویلا ز دست روزگار	قوش خانون مین یہ غم ہے رو بکار

میان فوقی کی ہجو مین بھی ایک مثنوی ہے۔

ساقیا بھر اُس مئے جادو سے جام	جس کا سحر سامری بھی ہو غلام

(۶) بحر رمل مسدس مخبون محذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فعلاتن فعلاتن فعلن یا فعلان دو بار اور اس مین حسب قواعد مقررہ عروض فعلاتن کی جگہ فاعلاتن سالم بھی اول مین آسکتا ہے اس وزن مین بھی بزرگان دین اور ارباب حکمت کا ذکر پسندیدہ ہوتا ہے مولوی غلام امام شہید کی مثنوی ریختہ موسوم بہ نغمۂ عشق اسی وزن مین ہے۔

اے عاشق تھی حلیمہ دائی	جس نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی
وہ بھی اس رمز سے آگاہ نہ تھی	اُس کی قسمت مین یہ دولت تھی لکھی
یعنے اُس شاہ کو لائی گھر مین	نور اللہ کو لائی گھر مین

اس وزن مین مومن خان نے قصہ عشقیہ بھی لکھا ہے جسکے چند شعر یہ ہین۔

ساقیا زہر پلا دے مجھکو	شربت مرگ چکھا دے مجھکو
تلخی یاس عبادت کب تک	حسرت ذوق شہادت کب تک
کیا ذرا سودۂ الماس نہین	سم ہلاہل ترے کچھ پاس نہین
بھر دے اک جام کہ مر جاؤن ابھی	بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

(۷) بحر سریع مسدس محذوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن یا فاعلان اس وزن مین سواے عشقیہ قصّون کے اور سب کچھ حالات زیبا ہین مخزن الاسرار نظامی کا مطلع الانوار خسرو اور تحفۃ الاحرار جامی یہ تینون مثنویان فارسی کی اسی وزن مین ہین اور ریختہ مین ایک مثنوی جس مین میلاد شریف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال کو موزون کیا ہے مولوی [illegible] اللہ بدیوانی متخلص بہ بندہ نے لکھی ہے جسکے یہ شعر ہین۔ ؎

حمد خدا خامے کی معراج ہے — نام خدا نامے کا سرتاج ہے
بسملۂ مصحف [illegible] رقم — شاہد مضمون کی ہے ابرو کا خم

غلام امام شہید نے قصۂ حضرت بلال کو اس وزن مین لکھا ہے۔ سودا [illegible] لاٹھی کی تعریف مین ایک مثنوی اس وزن مین موزون کی ہے۔ ؎

ہوتی ہے دنیا مین جو کچھ تحفہ چیز — سب سے سوا سودا کو لاٹھی عزیز

سودا نے حکیم غوث کی ہجو مین ایک مثنوی لکھی ہے۔ ؎

صدر کے بازار مین ہے اک دبنگ — عار اطبا و طبابت کا ننگ

المختصر مثنوی انہی ساتون وزن کے ساتھ مخصوص ہے سوا [illegible] دوسرے اوزان مین نہین لکھی جاتی اور جو بعض شعرا نے دوسرے اوزان مین مثنویان لکھی ہین مورد طعن ہوے ہین مثلاً فارسی مین میر نجات اصفہانی کی مثنوی گل کشتی جسکا یہ شعر ہے۔ ؎

آنجوان باد بر زندگی [illegible] جوانی [illegible] — نی در نظرے دُرّ خوش آلبش گوید

اس وزن مین ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن روزبہان علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیر و شکر اس وزن مین ہے فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین اور ریختہ مین میر کی ایک مثنوی متقارب اثرم سالم کے وزن پر ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔ ؎

کوئی مرد اندازجیسا پیرہ — آنکھ تھی اُس کی پشت پا پر

اور اسی وزن [illegible] مثنوی [illegible] ہے جسکا یہ شعر ہے۔ ؎

کھویو سا [illegible] سبو — پیتے ہین کب سے گھونٹ لہو کے

میری ایک مثنوی کا وزن یہ ہے مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان۔ ؎

[illegible] برس سے ہمارے تھا ایک خروس — خروس عرش کی اولاد سے وہ لے افسوس

میر صاحب کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاعلن۔

اے جھوٹ آج شہر مین تیرا ہی دور ہے	شیوہ یہی سبھون کا یہی سب کا طور ہے

ایضاً ولہ

اک جو بحر کو رزق کی وسعت سی ہو گئی	تنگی حوصلے نے تو رجعت سی ہو گئی

محمد حسین آزاد کی مثنوی موسم زمستان کا یہ وزن ہے فاعلاتن. فعلاتن فعلاتن فعلن۔

ہے جوان لیتا اسی شب مین جوانی کا مزا	اور جو بڈھا ہے تو لیتا ہے کہانی کا مزہ

اور آزاد کی مثنوی شب قدر کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن۔

اے رات سنتا ہون کہ ترے سر پہ تاج ہے	ہر گوہر اُسمین ملک جنس کا خراج ہے

یہی وزن مثنوی ابر کرم کا ہے۔ ؎

شہر پر زمین کے دیکھو تو ہے خاک اُڑ رہی	اور گرد چار سو تہ افلاک اُڑ رہی ہے

سوز کی ایک مثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن آغاز مثنوی کا یہ شعر ہے۔ ؎

دعوے بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا	جو غور کیجئے تو ہے کوڑی کے کام کا

اگرچہ ان مین سے بعض مثنویون کے لاجواب ہونے مین کسی کو کلام نہین اور حق یہ ہے کہ بسبب عمدگی مضامین اور شوخی ادا کے اس طرف توجہ بھی نہین کی جاتی ہے لیکن یہ وزن مثنوی کے نہین۔

بیان قطعہ

قطعہ بکسر اول وسکون ثانی اسکے لغوی معنی ٹکڑے کے ہین حرف اول کے فتحہ کے ساتھ خطا ہے مگر بعض فصحاے متاخرین نے فتحہ بھی جائز رکھا ہے۔ اصطلاح شعرا مین مراد ہے اُن چند ابیات سے کہ جن مین ایک بیت کا مطلب دوسری بیت سے متعلق ہو یعنی جب تک دوسری بیت نہ معلوم ہو مطلب کھلے اور بیت اول مقفےٰ نہو اور بناے قافیہ بیت اول کے مصرع ثانی پر ہو اور دوسری بیتین قافیہ مین اُسی مصرع کی تابع ہون اب غزل مین بھی قطعہ پائے جاتے ہین مگر متقدمین کے نزدیک غزل مین قطعہ لکھنا معیوب تھا شعرا نے حد قطعہ کی دو بیت سے لیکر ایک سو ستر شعر تک مقرر کی ہے جو لوگ قصیدہ مختصر کو قطعہ کہتے ہین محض نادانی ہے قصیدے مین دو تین بلکہ زائد مطلع ہو سکتے ہین اور قطعہ مین مطلع نہین ہوتا کبھی قطعہ مین کسی دوسرے کے یا اپنے شعر کو فارسی ہو یا ریختہ یا کسی ضرب المثل کو تضمین کرتے ہین۔

ذوق

کہون کیا ذوق احوال شب ہجر	کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے
نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر	مرے بخت سیہ کی تیرگی نے

تب غم شمع سان ہوتی نہ تھی کم
اور آتے تھے پسینون پر پسینے

یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے
کہ او بے مہر بد اختر دیکھنے

کہان مین اور کہان یہ شب مگر تھے
مری جانب سے تیرے دل مین کینے

سواب ظلمت کے پردے مین کیے ظلم
ارے ظالم تری کینہ وری نے

عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج
پڑے یہ زہر کے ست گھونٹ پینے

حواس و ہوش جو مجھ سے قرین تھے
قرینے سے ہوے سب بے قرینے

مری سینہ زنی کا شور سن کر
پھٹے جاتے تھے ہمسایون کے سینے

اُٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا
مجھے بے تابی و بے طاقتی نے

کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سورہ
بہت الماس کے توڑے نگینے

نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ
بہت سی جان توڑی جانکنی نے

بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی
طلوع صبح سے منھ روشنی نے

کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات
یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے

لگے پانی چوانے منھ مین آنسو
پڑھی یاسین سرہانے کسی نے

مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی
گار کھے تھے میری زندگی نے

کہ قسمت سے قریب خانہ میرے
اذان مسجد مین دی ہارے کسی نے

بشارت مجھکو صبح وصل کی دی
اذان کے ساتھ مین دفرخی نے

ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر
کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے

موذن ہر جا بروقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

تیرے جویا ہین اس چمن مین ہم ؛
سودا ڈھونڈھے ہی گل کو عندلیب اے دوست

تو برا مان مت مضائقہ کیا ؛
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

غالب

گو ایک بادشہ کے سب خانہ زاد ہین
دربار دار لوگ بہم آشنا نہین

کانون پہ ہاتھ رکھتے ہین کرتے ہوے سلام
ہے اس سے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

اکبر

قدیر وضع پہ قائم رہون اگر اکبر
تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہی میلا

جدید طرز اگر اختیار کرتا ہون	خود اپنی قوم مچاتی ہے شور واویلا
جو اعتدال کی کہیے تو وہ ادھر نہ اُدھر	زیادہ حد سے ہیے پاٗون سب نے ہین پھیلا
ادھر یہ ضد ہے کہ لمنڈ بھی چھو نہین سکتے	اُدھر یہ دھن ہے کہ ساقی صراحی مے کا
ادھر ہے دفتر تدبیر و مصلحت ناپاک	اُدھر ہے وحی ولایت کی ڈاک کا تھیلا
غرض دوگونہ عذاب ست جان مجنون را	بلاے صحبت لیلا و فرقت لیلا

بیان رباعی

بدائع الافکار فی صنائع الاشعار مین مولانا حسین کاشفی واعظ نے لکھا ہے کہ اسکو رباعی اس لیے کہتے ہین کہ یہ بحر ہزج سے مخصوص ہے اور بحر ہزج عرب کے شعرون مین چار اجزا پر ختم ہوتی ہے پس رباعی کی ہر ایک بیت دوبیت مربع کی طرح ہوگی اور مجموعہ چار بیتین ہوگا ہزج مربع الاجزا سے۔ اہل فارس اسکو دوبیتی کہتے ہین اور بعض ترانہ بھی بولتے ہین کیونکہ واضع اس کا ایک تر و تازہ بچہ تھا چونکہ رباعی چار مصرعون پر تمام ہوتی ہے سلیے شاعر کو چاہیے کہ اُسکے الفاظ مین نہایت کوشش کرے اگر تیسرا مصرع بھی قافیہ رکھتا ہوگا تو اُسے مصرع کہین گے ورنہ خصی بولینگے بفتح خاے معجمہ وصاد مہملہ ابن قیس کہتا ہے کہ جو کہ ارباب موسیقی نے اس وزن مین اچھے اچھے راگ اختراع کیے ہین اسلیے فارسی مین اسے ترانہ کہتے ہین - اور اوزان اس کے مخصوص ہین انکے سوا رباعی اور اوزان مین نہین لکھی جاتی ہین تفصیل اوزان رباعی کی بتوضیح تمام جزیرۂ عروض مین مذکور کیجائیگی رباعی مین چار مصرع ہوتے ہین جن مین سے چوتھا مصرع پہلے اور دوسرے مصرع کے ساتھ قافیہ مین متفق ہوتا ہے اور تیسرے مصرع کے واسطے لازم نہین کہ اُسکا بھی وہی قافیہ ہو چوتھا مصرع نہایت خوبی کے ساتھ ہونا چاہیے جس سے تینون مصرعون مین جان پڑجائے مثال اس کی -

امانت

گر عجز اگر عاقل و فرزانہ ہے	دانائی پہ بھولا ہے تو دیوانہ ہے
تسبیح کے دانے پہ نظر کرنادان	گردش مین گرفتار ہے جو دانہ ہے

مومن

اُلفت مین بھی مجھکو دکھ دیے جاتے ہو	مذکور ندامت کا کیے جاتے ہو
کہتے ہو کہ اب غیر کا مین نام نہ لون	یون بھی تو وہی نام لیے جاتے ہو

ناسخ

تصویر صنم مین کمرا ے کلک ازل	پنہان ہے نگہ سے یا نگہ کا ہے خلل
جز عالم غیب کون جانے یہ راز	لکھے موسے پڑھے خدا سچ ہے یہ مثل

غالب

کہتے ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین	عشاق کی پرسش سے اُسے عار نہین
جو ہاتھ کہ ظلم سے اُٹھایا ہوگا	کیونکر مانون کہ اُس مین تلوار نہین

قدما کو بیشتر اس کا بھی التزام تھا کہ رباعی کے ہر مصرع مین قافیہ رکھتے اب کچھ ضرور نہین رہا اس قسم کی رباعی کی مثال یہ ہے۔

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جم جاہ نے دال	ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال ہی بے بحث و جدال	ہی دولت و دین و دانش و داد کی دال

ولہ

ہین شہ مین صفات ذوالجلالی باہم	آثار جلالی و جمالی باہم
ہون شاد نکیون اسافل و عالی باہم	ہے اب کے شب قدر و دوالی باہم

بیان مستزاد

مستزاد اسے کہتے ہین کہ رباعی کے مصرعون کے ساتھ ایک ایک فقرہ رباعی کے وزن کا ملحق کردین متقدمین نے غزل کے ساتھ بھی غزل کے وزن کا فقرہ لگا کر مستزاد کیے ہین اور یہ دو قسم ہوتا ہے۔ مستزاد عارض اور مستزاد الزم مستزاد عارض وہ ہے کہ مضمون شعر کا فقرہ پر منحصر نہو اور مستزاد الزم وہ ہے کہ معنی اسکے فقرے پر منحصر ہون قسم اول بہتر ہے بعض کہتے ہین کہ مستزاد زوائد مذکور ہین اور اکثر کے نزدیک مستزاد مزید علیہ کا نام ہے اور مستزاد کی کئی صورتین ہین یا ایک فقرہ ایک مصرع کے ساتھ ہو یا دو فقرے یا تین فقرے یا زیادہ ایک شعر کے ساتھ مثال ایک فقرے کی ایک مصرع کے ساتھ غزل مین اور یہ بہت شائع ہے۔

غزل

مین ہون عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہین ٭ کہ ہے غم میری غذا

تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہین ٭ کھائے غم تیری بلا

دل و دین تیرے حوالے کیے کرتے ہی طلب ÷ اور جو کچھ کہا سب
پھر جو بیزار رہے تو مجھ سے بتا اس کا سبب ÷ میری تقصیر ہے کیا
بھیجے خط سیکڑون لکھکر تمھین ہشیاری سے ÷ بڑی دشواری سے
تمنے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے ÷ یہ بھی قسمت کا لکھا
طلب بوسہ پہ کیون اتنا برا مانتے ہو ÷ ہمین بیجا سنتے ہو ÷
دیکھو ہم ہین وہی جانباز جنھین جانتے ہو ÷ کرتے ہین جان فدا
ہے حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل ÷ تیرے ہاتھون قاتل
تیرے آب دم شمشیر کو تیرا بسمل ÷ سمجھے ہے آب بقا
کیا کہون مین ترے انداز و ادا کا عالم ÷ ہے ستم ہاے ستم
دیکھ کر ہوش رہین کیا کہ نکل جائے گا دم ÷ اے بت ہوش ربا
نہ تو تقدیر سے ہو اور نہ تحریر سے ہو ÷ اور نہ تدبیر سے ہو
ہمتو کہتے ہین ظفر جو ہو سو تقدیر سے ہو ÷ ہے یہی بات بجا

جرأت

جادو ہی نگہ چھپ سے غضب قہر ہی مکھڑا + اور قد ہی قیامت	غارت گر دین وہ بت کافر ہی سراپا + اللہ کی قدرت
ہین بال یہ بکھرے ہو مکھڑے یہ دھوان دھار جون دود بہ شعلہ	حسن بت کافر ہی خدائی کا جھگڑا + ٹک دیکھو صورت

انشا

مین نے جو کہا ہو گئی مین ترا عاشق و شیدا + ای کان ملاحت	فرمانے لگے ہنسکے سنو اور تماشا + یہ شکل یہ صورت
کعبے کا کرون طوف کہ بتخانے کو جاؤن کیا حکم ہے مجھکو	ارشاد مرے حق مین بھی کچھ ہو دیگا آیا + ای پیر طریقت

ایک مصرع کے ساتھ دو فقرون کی مثال۔

محمد جان شاد

نالہ زن باغ مین ہو بلبل ناشاد نہین	بند رکھ کام و زبان + کرنہ فریاد و بکا +
ڈر یہی ہے کہ خفا ہو ستم ایجاد نہین +	باغبان دشمن جان + گھونٹ ڈالے گا گلا
سنگ سمجھا ہے پڑین تیری سمجھ پہ پتھر +	غور سے کر تو نظر + گفتگو سخت نہ کر
دل نازک ہے یہ میرا کوئی فولاد نہین +	تو مٹنے کا ہے گمان + نہ کڑی بات سنا
پوچھ اے خانہ برانداز نہ کچھ حال ستم +	لامکان جیسے ہین ہم + تیرے ہی سر کی قسم

بے گھر ایسا کوئی مرغ چمن آزاد نہین | آشیان کا ہے نشان + نہ نشیمن کا پتا
مصرع شعر سے اے شاد جوافزون ہو کلام | وہ عبارت ہے تمام + مستزاد اسکا ہے نام
غزل اس طرح کی کہنے پر کرا ایراد نہین | دیکھ تو ہوگا عیان + شاعرون نے ہے کہا

اور ایک شعر کے ساتھ ایک فقرے کی مثال یہ مستزاد میر سید حسین ساکن بارہ کا۔ ہ

اُس رشک مسیحا کی جُدائی مین یہ ہے حال | عاشق کو نہ ہی صبر نہ طاقت ہی بدن مین + بیمار ہے گویا
کس طرح ادا ہو سکے اُس بُت کا سراپا | خاموش زبان ہوتی ہی اوصاف دہن مین + اسرار ہے گویا
فریاد ہے بسمل ہون تری تیغ نگہ سے | خنجر کی طرح پھرتی ہی عاشق کے بدن مین۔ تلوار ہی گویا
اُس بُت کی محبت ہے مری خاک مین مخلوط | یہ رشتۂ رگ ہی جو عیان ہے بدن مین + زنار ہی گویا

کنور حامد علی خان ناشاد نے مستزاد اس طرح کا لکھا ہے کہ ہر شعر مثنوی کی طرح علیحدہ قافیہ رکھتا ہی اور فقرۂ زائد کا قافیہ اول سے آخر تک ایک ہی طرح کا ہے وہ یہ ہے۔

مرا دل دُکھتا ہے اور سنسنی سی چھائی ہی دلبر | حواس وہوش غائب ہین کہ جیسے زہر ابھی پی کر
ہوا ہون مضمحل اک دم

شراب ناب ٹھنڈی اور تہ خانے سے گراتی | مزا تب دخت رز دیتی الا یا ایہا الساقی
پلائے جا نہین کچھ غم

فنا ہوجاؤ مٹ جاؤ نہ یاد آؤ نہ یاد آؤ | غم وکلفت تردد ہاے ابتو تم چلے جاؤ
ہو تم آپس کے رنج وغم

مرے پیرون کے نیچے کون سے ہین پھول کیا جانون | نہ شاخون ہی کے خوشبودار پھولون کو مین پہچانون
سمجھ لیتا ہون کم سے لم

اری او غیر فانی موت تجھکو کون کہتا ہے | یہ چشمہ زندگی کا مدتون سے یون ہی بہتا ہے
ترے آگے ہے گردن خم

مستزاد کی مثال رباعی مین۔

مومن ۱

گہ دین مین تھا لقب یگانہ اپنا + تھے بُت سے خفا | گاہے صنمون کو جانا اپنا + اللہ ری خطا
سب دیر وحرم کی خاک چھانی مومن + کیا خاک کہین | دیکھا تو کہین نہین ٹھکانا اپنا + جی بیٹھ گیا
ولہ
مومن دل سا مکان جو برباد دیا + مانند حباب | ان سنگدلون کو دے کے کیا خاک لیا + جز رنج وعذاب

برباد کیا اُسے یہ کیا کام کیا۔ اے خانہ خراب		یعنے وہ مکان کہ تھا خدا کا مسکن + گزند بتان

مرزا رفیع السودا نے ایک مربع مستزاد لکھا ہے۔

ہے ایک روایت زروایات پُراز غم ؛ رواُس کو تو سُن کر

میدان مین شہ دین کے مارے گئے جس دم + سب خویش و برادر

زینب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم + تم سنتی ہو خواہر

سر پر نرہا کوئی مرے مونس و ہمدم + غیر از دم خنجر

یہ کہکے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ + رخصت ہو بہن سے

اور راست کیے اپنے بدن پر سلح جنگ + ہمشکل کفن سے

اُس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا رنگ + فرقت کے محن سے

اکبار گیا شیون دلہا ے پُراز غم + افلاک سے اُودھر

راغب کرو دل صبر پہ حق کا ہے یہ مرغوب + گو جی ہے غم اندوز

اس امر مین بندے کو خموشی ہے بہت خوب + از نالۂ جانسوز

اگر یہ مبادا نہ کہین حضرت ایوبؑ + محشر کے تمھین روز

صابر نہ رہی مرضیٔ ایزد پہ کوئی دم + اولاد پیمبرؐ

بیان فرد

فرد اُسے کہتے ہین کہ ایک بیت بلا قافیہ متضمن مثل وغیرہ مضمون خاص کی لکھین اور بعضون کے نزدیک دونون مصرعون کا قافیہ مختلف ہونا ضرور نہین اور ابیات غزل وغیرہ پر اطلاق فرد کا نہین ہوسکتا یعنے غزل اور قصیدے کی بیت کو ہرچند واحد ہو فرد نہین کہینگے پس فرد خاص ہے اور اور بیت عام کیونکہ فرد اُسی شعر کو کہنا چاہیے جو تنہا ایک شعر ہو پس معلوم ہوا کہ بہار بے خزان کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے (کہ فرد کے واسطے یہ بات ضرور نہین ہے کہ شاعر جب ایک ہی شعر کہے تب اُسکو فرد کہینگے بلکہ غزل یا قصیدہ خواہ قطعہ یا مثنوی وغیرہ کا بھی شعر لکھا یا پڑھا جاے تو وہ بھی فرد کہا) سہواً تحریر کیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا کہ ہر بیت بے قافیہ وغیرہ پر اطلاق فرد کا روا رکھتے تو قسم جداگانہ کیون قرار پاتی ۔ دریاے لطافت مین مرزا قتیل بھی ایسا ہی لکھتے ہین۔ الحاصل فرد کہنا پیشتر طریق قدما کا تھا۔

مذاق

اللہ	کیونکہ نکتہ نواز ہے		عشق خال بُتان سے ہوگی نجات	

ولہ

زہر کھائیں اُس شکر لب پر نہ کیونکر سبزہ رنگ
آج طوطی بولتا ہے اُسکے خط سبز کا

درد

نہیں ہے بے سبب یہ خندۂ دندان نما ہرگز
کسی کے تو لہو پینے پہ یعنی دانت رکھتا ہے

مومن

جانباز مومن اُسنے دیا غیر کو خطاب
ہم جان پر بھی کھیلے پر نام اور کا ہوا

ولہ

رحم کرنے کا نہیں مومن وہ کافر کیش پھر
فائدہ رونے سے سر چوکھٹ سے حاصل پھوڑنا

چھٹا موتی اقسام نظم مین باعتبار مضمون

مضمون کے لحاظ سے نظم کی اتنی قسمیں ہین واسوخت - مرثیہ - سلام - نوحہ - ندبہ - شہر آشوب -

بیان واسوخت

واسوخت بیزاری کو کہتے ہین اور شاعرون مین اُس نظم کا نام ہے جس مین معشوق سے بیزاری اور عاشق کے لیے بے پروائی کا مضمون اور دوسرے معشوق سے دل لگانے کی چھیڑ کر اُسکو جلی کٹی کہتے ہین لکھیں - مثال از نواب یوسف علی خان -

ناظم

کیا نہیں اور جہان مین صنم سیمین بر
اور بھی سرو گل اندام ہین تجھ سے بہتر
جس مین ہو بوے وفا ایسے بھی گل ہین اکثر
تلخ دو ایک ہین تو سیکڑون شیرین ہین ثمر
ولولہ چاہیے بلبل کا تو ہین بہت
آنکھ قمری کی ہو پیدا تو صنوبر ہین بہت

اب وہ گل چہرہ کرون فضل خدا سے پیدا
جسکے کوچے مین نہ اغیار کی پہونچی ہو صدا
خار ہون دامن پکڑ نگی طینت سے جدا
کوئی گلچین نہو اُس باغ مین بندے کے سوا
خوش مزاجی بھی ہو انداز و ادا بھی اُس مین
رنگ اُلفت کا بھی ہووے تو وفا بھی اُسمین

گرمی آتش رخ جب نظر آئے تجھکو
ہیزم خشک کی مانند جلائے تجھکو
نازکی سیب ذقن کی وہ دکھائے تجھکو
صورت سیب کہن داغ لگائے تجھکو

رشک سے روے یہ خون دیدۂ گریان تیرا
غیرت دامن گلچین ہو گریبان تیرا

بیان مرثیہ

دستور قدیم ہے کہ کسی عزیز و قریب یا دوست خواہ امیر و رئیس کی وفات کا واقعہ اور حزن و ملال کا حال مرثیے مین لکھتے ہین اور یہ وضع صرف اہل فارس کی نہین ہے بلکہ عرب مین بھی یہ دستور قدیم سے جاری ہے اور اب اکثر مرثیہ وہی ہے جس مین حضرت امام حسین اور اُنکے رفقا کی شہادت کا حال اور واقعۂ کربلا لکھا جاتا ہے اور مسدس یا مثمن ترجیع بند خواہ ترکیب بند کی شکل مین ہوتا ہے مثال اس کی۔

دلگیر

قاسم نے کہا دل سے کہ اب کیا ہین ارادے
ایسا نہو کوئی نام محمدؐ کا مٹا دے
شبیر کو گھیرے ہین سوار اور پیادے
مرنے کا یہی وقت ہے ہمت جو خدا دے
دیکھا سوے شبیر جو ہمت کی نظر سے
تلوار نکلنے لگی قاسم کی کمر سے

قاسم نے جو کی فوج لعین سب تہ و بالا
احسنت اُسے کہتا تھا سب عالم بالا
پھر تو کسی خود سر نے وہان سر نہ نکالا
جو ایک نے آ نیزہ اُسے پیچھے سے مارا
فرمایا کہ کہدے یہ کوئی میرے چچا سے
اک اہل دغا نے اُسے مارا ہے دغا سے

جس وقت ہوا فرط جراحت سے بہت چور
دل سے کہا کوتاہی ہے ہمت سے بہت دور
اور سینہ بُرا ز زخمون سے جون خانۂ زنبور
ہاتھون سے نہ تلوار چھٹے تا بہ لب گور
ہمت سے کہا اب نہین موقع ہے کمی کا
پانوُن سے کہا وقت ہے ثابت قدمی کا

تیورا کے گرے جب تو یہ عمو کو پکارے
گر آؤ تو پورے ہون سب ارمان ہمارے
کوثر کی طرف جاتے ہین ہم پیاس کے مارے
جو دم ہے سو آخر ہو وہ قدمون پہ تمھارے
جس وقت سنا شور یہ اُس غنچہ دہن کا
شبیر کو مطلق نہ رہا ہوش بدن کا

اعضائے تن قاسم کے جُدا سب نظر آئے
سیدھا کیا گردن کو یہ بین اُس کو سُنائے
وہ ہاتھ کٹے شاہ نے آنکھوں سے لگائے
اب کوئی اُٹھائے تو تمھیں خاک اُٹھائے
یہ تھک کے ہو سوے کہ بجا ہوش نہیں ہے
گردن ہے کہیں ہاتھ کہیں پانوں کہیں ہے

بیان سلام

جو مرثیہ غزل یا قصیدے کے طور پر لکھا جائے اُسے سلام کہتے ہین لیکن ایسی نظم کے مطلع مین سلام خواہ مجرا یا سلامی خواہ مجرئی کا لفظ بھی اکثر مستعمل ہے مثال۔

دلگیر

ای سلامی ہے اثر جذب دل بیتاب مین
غم مین گوہر کے سکینہ روتے روتے مرگئی
شاہ بےکس جلد کیا بیٹی کے آئے خواب مین
تھا نہ فرق اشکون مین اور کچھ سوتیونکی آب مین
زندگی بھر تھا سدا یہ قول سجادِ حزین
مرگ سے بدتر ہے جینا فرقت احباب مین
شاہ فرماتے تھے ہون مین وارث شیر خدا
سجدۂ آخر کرون گا تیغ کی محراب مین
وقت سر کٹنے کے یہ نکلی صدا شاہ دین
آب کوثر کا مزہ ہے خنجر بے آب مین
تھا جہاز آل پیغمبر کا خشکی مین یہ حال
جسطرح پھنس جاتی ہے کشتی کبھی گرداب مین
گیارھوین شب کو محرم کی یہ تھا زینب کا قول
زخمی مان جائے کا لاشہ ہے پڑا مہتاب مین
بولے شہ پانی پہ زینب سکا دینا فاتحہ
حُر مرا مہمان ہوا ہے آکے قحط آب مین
گرمی روز قیامت کا ہے کیا دلگیر خوف
گر ملے گی تجھکو جا گہ شاہ کے سرداب مین

بیان نوحہ

جو مرثیہ مستزاد کی وضع پر ہو تو اُسکو نوحہ کہتے ہین۔ مثال

منصور

بانو نے یہ اصغر سے کہا گود کے پالے + او گیسوؤن والے
اکبار تو او رلخت جگر گود مین آؤ + گو ہٹ پہ چڑھے ہو
یون چڑ گیا تو شمر ستمگار کے پالے + او گیسوؤن والے
معصوم تو ایسے نہ کہین دیکھے نہ بھالے + او گیسوؤن والے
کچھ منہ سے ذرا بولو تو اے اصغر نادان + دائی گئی قربان
رُو رُو کے تڑپتا ہے یہ بھائی علی اکبر + باحالت مضطر
اس کو کہو علی کو کیے تم کس کے حوالے + او گیسوؤن والے
وان تجھکو لگا تیر یہان سینے پہ بھالے + او گیسوؤن والے
ظالم نے مرا لوٹ کے سارا لیا زیور + نے سر پہ ہے چادر
مارا تجھے تیر وان سے مرے ناز کے پالے + او گیسوؤن والے

تو غیرت خورشید ہی اے ماہ منور + پیارے مرے اصغر	زلفین ہین تری چاند سے رخسارون پہ ہالے + او گیسوؤن والے
کرتی ہی بیان رو رو کے بانو دل رنجور + اس طرح سے منصور	اب تو کہین دنیا سے خدا مجھکو اٹھالے + او گیسوؤن والے

مگر واجد علی شاہ نے نوحے غزل کی زمین مین لکھے ہین جیسے۔

سکینہ کہتی تھی رو کر مرے بے سر مرے بھائی	علی اکبر علی اکبر مرے بے سر مرے بھائی
شعاع نیر تابان فروغ کوکب رخشان	سمن بر شکل پیغمبر مرے بے سر مرے بھائی
سر پر نور نیزے پر دھرا ہے اے مہ انور	پڑا ہے خاک پر پیکر مرے بے سر مرے بھائی
ہوا سینے کا کیا عالم نہین باقی ہی تن مین دم	روان سبط پیغمبر مرے بے سر مرے بھائی
گئے دنیا سے یہ پیاسے کہون کس سے کہ وہ دیکھے	خفا ہین ساقی کوثر مرے بے سر مرے بھائی

بیان ندبہ

ندبہ نوحہ وشیون اور ماتم کے معنے مین ہے اصطلاح مین ندبہ وہ لفظ ہے جو مصرع کے آخر مین آتا ہے اور بین کے طور پر رونے مین کہا جاتا ہے اور سینہ کوبی کی جاتی ہے جیسے واجد علی شاہ کہتے ہین۔

[illegible]ت خیر نسا کا جایا حسین حسین حسین
پانی نہ اُسنے دشت مین پایا حسین حسین حسین
تیر لگے تلوارین پڑی ہین برچھیان غم کی دل مین گڑی ہین
بھال سر پہ نیزہ لگایا حسین حسین حسین

بیان شہر آشوب

شہر آشوب اُسے کہتے ہین کہ ملک کی بربادی اور ویرانی اور تباہی اور اہل ملک کی مصیبت کا حال لکھا جاے مثال اسکی نواب مرزا خان داغ کے شہر آشوب کے بند۔

فلک نے قہر وغضب تاک تاک کر ڈالا	تمام پردۂ ناموس چاک کر ڈالا
یکایک ایک جہان کو ہلاک کر ڈالا	غرض کہ لاکھ کا گھر اُسنے خاک کر ڈالا

جسلی ہین دھوپ مین شکلین جو ماہتاب کی تھین
کھچی ہین کانٹون مین جو پتیان گلاب کی تھین

زبان جو بدلین تو صورت بدل نہین آتی	ملین جو خاک بھی منھ پر تو مل نہین آتی
کسی طرح کسی پہلو سے کل نہین آتی	پکارتے ہین اجل کو اجل نہین آتی

جو سر کو پھوڑین تو پتھر پڑے سر کٹے ہین
جو لوٹین کانٹونپہ کانٹے الگ کھٹکتے ہین

پیادہ پا ہون روان شہسوار صد افسوس — لہو کے گھونٹ پیین بادہ خوار صد افسوس
ذلیل و خوار ہون اہل وقار صد افسوس — ہزار حیف دل بے قرار صد افسوس
جھکے ہین بار الم سے تنے ہوے کیسے
بگڑ گئے ہین یکایک بنے ہوے کیسے

رام پور کے کتب خانے مین ایک ضخیم مثنوی شہر آشوب نام رکھی ہے اس مین قوم کسبی کی چالاکیان فریب دھوکہ بازی اور بداعمالی دکھائی ہے اور اطراف ہندوستان کے اکثر شہرون کی نام ور کسبیون کے مکر و دغا کا کچا چھٹا بیان کیا ہے مصنف اِس کا ناظم ہے اور مین خیال کرتا ہون کہ وہ نواب یوسف علی خان ناظم والی رامپور ہونگے یہ ایک شعر اسی کا ہے۔

دم سگ سے کبھی نہ بل جائے — برسون نلکی مین رکھ کے پچتائے

سودا

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا — مگر کبھی کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
کہ یون مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا — عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا
کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی وان نہین روشن تھے جس جگہ فانوس — پڑے ہین کھنڈرون مین آئینہ خانہ کے فانوس
کرورون دل پُر از امید ہو گئے مایوس — گھرون سے یون نجبا کے نکل گئے ناموس
ملی نہ ڈولی انھین جو تھے صاحب چوڈول

نجیب زادیون کا اندنون ہے یہ معمول — وہ برقع سر پہ ہے جسکا قدم تلک ہے طول
ہے ایک گود مین لڑکا گلاب کا سا پھول — اور انکے حسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول
کہ خاک پاک کی تسبیح ہے لیجئے جو مول

اگر حبیب ہوا سمع تو سنتے ہی یہ نام — دیا کچھ اُسنے بمقدور کر کے نذر امام
پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام — دروغ و راست کا لایا دہ درمیان کلام
یہ آگے اور چلین کر کے زیر لب لاحول

پہلا جزیرہ علم عروض مین

اور اس مین چھ شہر دلاویز ہین۔

پہلا شہر بحرون کی ایجاد کے ذکر مین۔

عقلا نے چند قاعدے مقرر کیے ہین کہ اُنسے وزن شعر کی صحت وسقم دریافت ہوجائے اور اس علم کا نام عروض ہے مین کے فتحہ سے موجد اس علم کا خلیل بن احمد بصری ہی جسنے اس علم کو کوبۂ گاذر کی آواز سے استخراج کیا ہے حمزہ بن حسن اصفہانی خلیل کے حق مین کتاب تنبیہ مین لکھتا ہے کہ خلیل نے یہ علم اپنی ایجاد سے نہین نکالا بلکہ اُسنے تصحیف کی ہے یعنی علم موسیقی اور نغم سے یہ اصول علٰحدہ کر کے اُنپر ایک فن بنا کر کھڑا کر دیا ہے کیونکہ یہ دونون علم آپس مین قریب و رایک دوسرے کے نزدیک ہین اور خلیل کو ان فنون مین بہت مہارت تھی مگر یہ بھی اُسی کتاب مین لکھا ہے کہ جب سے اہل اسلام کا شیوع ہوا کسی نے ایسا علم کوئی بھی نہین نکالا جس کی اصل علماے عرب نے نہ نکالی ہو سواے خلیل مذکور کے کیونکہ اسکی کوئی اصل نہ کسی حکیم کی مقرر کی ہوئی تھی اور نہ کوئی اُسکی مثال مقابل اسکے سابق مین ہو چکی تھی اور وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ جب اُسنے یہ علم ایجاد کیا تھا تو مکہ معظمہ مین وارد تھا سو تیمنًا و تبرکًا کعبہ معظمہ کے نام سے نام زد کیا کیونکہ عروض ایک نام ہے خانہ کعبہ کا۔ المعجم فی معاییر اشعار العجم مین لکھا ہے کہ عروض اسکو اس لیے کہتے ہین کہ شعر کو اس پر عرض کرتے ہین مطلب یہ ہے کہ شعر کو اس سے جانچتے ہین تا کہ موزون غیر موزون سے علٰحدہ ہوجاے اور وہ فعول ہے مفعول کے معنے مین یعنے عروض معروض کے معنے مین ہے بناء عروض کی **ف ع ل** پر ہے جس طرح بنا اوزان لغات عرب کی ان تینون حروف پر ہے تا کہ تعریف اور گردان اوزان لغوی اور شعری کی ایک طور پر ہو جس طرح اہل لغت کہتے ہین کہ ضَرَبَ فَعَلَ کے وزن پر ہے ضارب فاعل کے وزن پر اور مضروب مفعول کے وزن پر عروضی کہتے ہین لفظ اِلٰہی فعولن کے وزن پر ہے اور عدد آیا۔ مفاعیلن کے وزن پر اور لفظ لعل لب سبا [illegible] علاتن کے وزن پر۔

اسکے علاوہ اور کئی وجہ تسمیہ ہین جنکو رسالہ عروض سیفی وغیرہ مین لکھا ہے مثلًا۔ (۱) عروض طرف اور کنارہ چیز کے معنے مین ہے چونکہ یہ علم بھی بعض علمون سے کنارے پر ہے اس لیے عروض نام رکھا (۲) بعض کہتے ہین کہ لفظ عروض کی ترکیب مین عین وراو ضاد ہے جسکے معنے ظہور کے ہین چونکہ اس علم سے وزن صحیح اور غیر صحیح مین فرق ظاہر ہوتا ہے اسلیے عروض کہنے لگے (۳) بعض کہتے ہین

کہ عروض لغت مین راہ کشادہ کے معنی مین ہے اور جس طرح پہاڑ کے رستے مین ہوکر شہرون اور
مقامون کو جاتے ہین اسی طرح اس علم کے ذریعے سے شعر موزون اور ناموزون کی طرف پہونچتے
ہین اور اس کے جاننے سے شعر غلط اور صحیح معلوم ہوجاتا ہے (۴) بعض کہتے ہین کہ عروض بادل
کے معنے مین ہے اور جس طرح بادل اور اُس سے پیدا ہوئی چیزون مین نفع زیادہ ہے اسیطرح
اس علم مین نفع کثیر ہے (۵) بعض کہتے ہین کہ شعر کے مصرع دوم کے لفظ آخر کا نام عروض ہے
اور اس علم مین اُس کا ذکر زیادہ آتا ہے اس لیے یہ بھی عروض کہلاتا ہے۔

مگر وجہ موجہ وہی ہے جو المعجم مین مذکور ہے القصہ خلیل کے بعد دوسرون نے بھی اُسی قیاس پر
اور اس مین زیادتیان کین چنانچہ اول خلیل بن احمد نے یہ پندرہ بحرین ایجاد کی ہین طویل۔ مدید۔ بسیط۔
کامل۔ وافر۔ ہزج۔ رجز۔ رمل۔ منسرح۔ مضارع۔ سریع۔ خفیف۔ مجتث۔ مقتضب۔ تقارب۔ بعد اسکے چار بحرین
اور نکلین ایک متدارک اسکو ابوالحسن اخفش نے وضع کیا ہے فرہنگ لغات وحالات نحاۃ ضمیمہ کتاب
غایۃ البیان ومسالک البیہ مین جو لکھا ہے کہ بعد خلیل بن احمد عروضی کے اخفش نے بحر مجتث ایجاد کی یہ
بات سراسر غلط اور محض بے بنیاد ہے بلکہ بحر مجتث منجملہ اُن پندرہ بحرون کے ہے جنکو خلیل بن احمد نے
وضع کیا ہے اخفش نے تو بحر متدارک نکالی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا دوسری جدید اسکو بزرجمہر نے
استخراج کیا ہے اور بعض اس بحر کو غریب بھی کہتے ہین مولوی صہبائی اور مولوی مفتی سعد اللہ نے بزرجمہر
وزیر نوشیروان کا لکھا ہے یہ محض غلط ہے اسلیے کہ عہد بابرکت حضور پرنور نبوی مین آخر زمانہ بزرجمہر
وزیر کا تھا اور خلیل بن احمد عروضی زمانہ تابعین مین دوسری صدی مین ہوا ہے کہ سنہ ایک سو تیس مین پیدا
ہوا اور سنہ مین مرا اور یہ بھی معلوم ہے کہ بحر جدید بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اُسوقت بزرجمہر وزیر
نوشیروان کہان تھا تیسری بحر قریب اُسکو مولانا یوسف نیشاپوری نے نکالا ہے اور یہ وہ شخص ہے کہ فارسی
مین علم عروض پہلے اسی نے جاری کیا ہے اور یہ شخص خلیل بن احمد عروضی سے دوسو برس کے بعد پیدا ہوا
ہے چوتھی مشاکل یہ کسی اور شخص نے نکالی ہے۔

بحور مذکورۂ بالا سے بحور مجددہ یعنی جدید قریب اور مشاکل اشعار فارسی کے ساتھ مختص ہین اہل عرب
ان مین شعر نہین کہتے اسی طرح طویل ومدید وبسیط ووافر کو شعراے عجم نے استعمال نہین کیا اسلیے کہ وہ وزن
نامطبوع ونامرغوب ہین عربی شعرون کے ساتھ مخصوص ہین متقدمین فصحاے عجم نے بحر کامل مین بھی شعر نہ کہے تھے
لیکن حضرت امیر خسرو اور مولوی جامی نے اس وزن مین شعر کہنا شروع کیا یہ بحر بہت شائع ہوگئی اور بحر مقتضب
نہایت کم مستعمل ہے سوا اُن کے باقی بحرین عربی وفارسی وریختہ مین علی العموم مستعمل ہین القصہ بحور مذکورہ سے سات

بحرین مفرد ہین اور بارہ مرکب مفرد اُنکو کہتے ہین جن مین ایک ہی رُکن کی تکرار ہو اور مرکب وہ جو دو مختلف رکنون کی تکرار سے حاصل ہون اور وہ سات بحرین مفرد یہ ہین ہزج رجز رمل کامل وافر متقارب متدارک - اور بارہ بحرین مرکب یہ ہین منسرح مقتضب مضارع مجتث طویل مدید بسیط سریع خفیف جدید قریب مشاکل - بحور مفردہ مین متقارب اور متدارک مثمن الاصل ہین یعنی سب آٹھ آٹھ ارکان سے مرکب ہین اور ہزج اور رجز اور رمل اور کامل اور وافر مسدس الاصل ہین لیکن شعراے فارس اور ریختہ کے یہان یہ بھی مثمن مستعمل ہین اور بحور مرکبہ مین بعض مثمن ہین اور بعض مسدس اب خواہ مثمن کو مسدس و مربع و مثنے وغیرہ استعمال کرین خواہ مسدس کو مثمن و مربع وغیرہ لائین جو بحر مثمن ہو اور وہ مسدس لائی جائے اُسکو مجزو کہتے ہین اسلیے کہ ایک ایک جز مصرع سے کم ہوگیا اور مجزو کے معنے کٹے ہوے کے ہین پس جس بحر کے مصرع مین چار رکن ہون اُسے باعتبار بیت کے مثمن کہتے ہین اور جس مین تین رکن ہون اُسے باعتبار بیت کے **مسدس** - اور جسکے مصرع مین دو رکن ہون اُسے بلحاظ کل بیت کے مربع کہتے ہین - عربی کی بحرین مثلث اور مثنے اور موحد بھی ہوتی ہین **مثلث** خلیل کے نزدیک اور **مثنے** اخفش کے نزدیک اور موحد سواے زجاج کے سب کے نزدیک شعر نہین ہے بلکہ سجع مین داخل ہے اور مثلث دو مصرعون پر مشتمل نہین ہوتا بلکہ وہ تمام ایک بیت ہوتا ہے اور یہ راے غیر خلیل کی ہے جنکے نزدیک بیت کی تقسیم دو مصرعون پر واجب نہین اور خلیل کے نزدیک سجع مین داخل ہے کیونکہ وہ بیت کا انقسام دو مصرعون پر واجب جانتا ہے البتہ مثنے دو مصرعون پر مشتمل ہوتا ہے مگر فارسی و ریختہ مین مثمن و مسدس کے سوا بہت ہی کم رائج ہے بلکہ متاخرین نے دس دس اور سولہ سولہ اور بیس بیس رکن کے اشعار کہے ہین ارکان کا حال آگے ہم مفصل بیان کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ -

فائدہ علم عروض ہندوستان مین قبل بناے ریختہ سے رائج ہے اور اس علم کا نام ہندی مین پنگل ہے شعراے ہند بڑے نازک خیال گذرے ہین اب بھی خال خال موجود ہین زبان ہندی مین اشعار قریب ایک سو بحر مین یہ صنعتہاے گوناگون پائے جاتے ہین بحرین عربی و فارسی و ہندی کی اکثر مختلف ہین کچھ متفق بھی ہین چنانچہ بحر تقارب و رکض الخیل یعنی متدارک و بحر سریع عربی و فارسی و ہندی تینون زبانون مین مستعمل ہین تقارب کو ہندی مین **بھجنگ پریات** بضم باے موحدہ و فتح جیم کہتے ہین معنی اسکے سانپ کی چال ہین اور یہ اُنکے یہان مثمن مستعمل ہے اور رکض الخیل کا نام تربھنگ ہے بکسرۂ تاے فوقانیہ سے اور ہندیون کے یہان یہ وزن مثمن و مسدس و مثمن مضاعف مستعمل ہے مضاعف ہونیکی صورت مین اکثر سبب خفیف یا ثقیل اول مصرع مین اور ایک سبب خفیف آخر مصرع مین لاتے ہین اور درمیان مین سات فعلن ہوتے ہین اُن مین بھی اکثر متحرک العین ہوا کرتے ہین تربھنگی کے لغوی معنی ٹوٹنے والے کے ہین اصطلاح مین اُس بحر کو کہتے ہین جس مین تین جگہ بسرام یعنے وقف ہو اور

اس بحر مین ڈو ڈو تک یعنی دو دو مصرع مقفے ہوتے ہین اور تکون کی تعداد مقرر نہین ہے اور بحر سریع کو ہندی مین چوپائی کہتے ہین اکثر مثنویان اسی بحر مین نظم کرتے ہین۔ ہندی کی ایک بحر مین جسکا نام سورٹھ[له] ہے قافیہ درمیان شعر کے آتا ہے اور عجب لطف دیتا ہے ظاہرا ایسا قافیہ کسی زبان مین نہین آتا جیسے اس سورٹھ مین ؎

پنگل کرت بکھان چھند سورٹھ ہوت ہین	دوہا اُلٹا جان اور بات دوجی نہین

ان دونون تکون یعنی مصرعون مین جان اور بکھان قافیہ ہے اور دوہہ کو اُلٹا کرنے سے سورٹھ ہوجاتا ہے اسی مضمون کو شاعر نے اس سورٹھ مین ادا کیا ہے چنانچہ سورٹھ مذکور کے اُلٹا کرنے سے یہ دوہا ہوجاتا ہے ؎

چھند سورٹھ ہوت ہین پنگل کرت بکھان	اور دوجی بات نہین دوہا اُلٹا جان

مولوی غلام علی آزاد بلگرامی نے ہندی کے علم بدیع و تشبیہات وغیرہ کو عربی و فارسی کا جامہ پہنایا ہے اُنکی کتاب غزلان الہند فارسی زبان مین مین نے دیکھی ہے صنائع ہندی کے لیے شعراے فارسی کے اشعار تلاش کیے ہین وہ کہتے ہین کہ علم بدیع ہندی در ازمنہ سابقہ پیش از زمان اسلام بوجود آمد۔ صنائع تین طرح پر ہین ایک وہ جو عربی اور ہندی مین مشترک ہین جیسے ایہام حسن التعلیل۔ تجاہل العارف۔ مراجعت۔ استعارہ۔ تشبیہ جناس۔ سجع اور بعض عربی سے مخصوص ہین جیسے استخدام حسن المخلص۔ یعنی قصیدے مین گریز اور تاریخ بقاعدۂ جمل وغیرہ اور بعض ہندی کے ساتھ مخصوص ہین۔

دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحرون کی ترکیب اور دائرون کے بیان مین

اشعار کے وزن کرنے کے لیے چند طرح کے الفاظ مقرر کیے گئے ہین اُن کو ارکان کہتے ہین اور بحرین اُنھی ارکان سے مرکب ہوتی ہین اور ارکان آٹھ ہین جن مین سے دو خماسی یعنی پنج حرفی ہین ایک **فعولن** دوسرا **فاعلن** اور چھ سباعی ہین **مفاعیلن** اور **مفعولات** بضم تا بلا تنوین اور **فاعلاتن** اور **مستفعلن** اور **متفاعلن** اور **مفاعلتن** لیکن عروضی دو رکن فاعلاتن اور مستفعلن کو چار قرار دیتے ہین اور دو قسم کرتے ہین **فاعلاتن** اور **مستفعلن** کو متصل اور **فاع لاتن** اور **مس تفع لن** کو منفصل کہتے ہین اس حساب سے دس رکن ہوے لیکن یہ فرق اعتباری ہے اور فائدہ اسکا دائرہ مشتبہ و منعکسہ

[له] بضم سین مہملہ و سکون واو مجہول و راے مہملہ مفتوح و تاے ہندی مفتوح و ہاے مخلوط التلفظ ۱۲

مین معلوم ہوگا اور وجہ اتصال و انفصال کی کتابت سے معلوم ہوسکتی ہے غرض کہ ارکان کو اصول اور
اجزا اور میزان اور تفاعیل اور مفاعیل اور افعال اور اوزان عروض بھی کہتے ہین اور اُن سے
فقرہاے شعر کو برابر کرتے ہین اور یہ رکن ان تین جزون سے جن کو اصول سہ گانہ کہتے ہین مرکب
ہوا کرتے ہین سبب وتد۔ فاصلہ۔ **سبب** کلمۂ دو حرفی کو کہتے ہین اور اُسکی دو صورتین
ہین اگر حرف اول متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو اسکو **سبب خفیف** کہینگے جیسے اب۔ تو جا۔ مف۔ عو۔ لن وغیرہ
اور اگر دونون حرف متحرک ہون تو **سبب ثقیل** کہتے ہین اور اسطرح کا لفظ سوا عربی کے اور کسی زبان مین
پایا نہین جاتا یا کسی لفظ کا جز ہوتا ہے جیسے لفظ ہمہ مین ہاے مختفی نہ شمار کیجاے تو سبب ثقیل رہتا ہے اسلیے
کہ میم متحرک ہے ہندی مین سبب ثقیل ترکیب حرفی یا لفظی سے حاصل ہوسکتا ہے مثلاً نرہا مین نرکو سبب
ثقیل اور ہا سبب کو خفیف اعتبار کرسکتے ہین ورنہ دراصل نون حرف نفی اور ہا صیغۂ ماضی ہے **وتد** کلمۂ سہ حرفی کو کہتے ہین اُسکی
دو قسمین ہین اگر دو حرف اول متحرک واقع ہون اور حرف ثالث ساکن تو اُسے **وتد مجموع یا وتد مقرون** کہتے ہین جیسے دیا لیا
وغیرہ اور اگر حرف اول و آخر متحرک اور حرف وسط ساکن ہو تو اُسے **وتد مفروق** کہتے ہین جیسے ہار اور یار اور جان اور بخت اور
تخت اور درد اور زرد مین حرف ثالث ساکن نہین اسلیے کہ عروضیون کی اصطلاح مین حرف ساکن اس حرف کو کہتے ہین جسکے ماقبل حرف
متحرک ہو پس جب حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہے اُسکو اصلا ساکن نہین جانتے بلکہ متحرک کے حکم مین رکھتے ہین اور وجہ اُسکی مرزا قتیل نے
چہار شربت مین اسطرح لکھی ہے کہ عروضی ساکن ایسے حرف کو کہتے ہین جس سے ابتدا محال و ممتنع ہو پس جس حرف ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہے اُسکے ساتھ
ابتدا کرنا محال نہین بخلاف ایسے حرف ساکن کے جسکا ماقبل متحرک ہے مثلاً سودا ع کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا
دل بنا + ظاہر ہے کہ کچھ آگ مفعول بضم لام کے وزن پر ہے اور اگر مفعول مضموم اللام کی جگہ مفعول بسکون لام پڑھین تو
درست نہو اسلیے کہ تقطیع مین یہ وزن لام کے ضمے سے آتا ہے بلکہ مفعول سکون لام سے رسائل عروض مین آیا ہی
نہین ہے اور اگر عروضیون سے خلاف کیا جاے تو حسرت کے اس مصرع کا کیا حال ہوگا جو اسی وزن مین ہے
ع نازک دلون کے زخم کو مرہم کبھو نہو + کہ دال دلون کی مفعول کے لام اور آگ کی کاف کے مقابل واقع ہوئی ہے
پس ایسے کاف کو ساکن نہ کہنا چاہیے یہی حال ہار اور یار اور جان اور بخت اور تخت اور درد اور زرد وغیرہ کے حرف
سوم کا ہے غرضکہ عروضی جس حرف کو ساکن قرار دیتے ہین وہ کبھی تقطیع مین متحرک نہین ہوسکتا جیسے اب۔ تو جا کا
حرف دوم گو وہ حرف جو دوسرون کے نزدیک ساکن ہے متحرک ہو جاتا ہے پس جو حروف ساکن ایسا ہے کہ جسکا
ماقبل بھی ساکن ہے وہ اس گروہ کے نزدیک متحرک ہے مثلاً ع بدقت اشک اب نکلے ہے شاہد اشک کا
کاف مفاعیلن کے میم کے مقابل ہوا ہے پس اگر ساکن ہوتا تو ابتدا رکن کی اسکے ساتھ کس طرح جائز و ممکن ہوتی
اور اگر دراصل متحرک نہوتا تو مصرع ناموزون پڑھا جاتا صاحب بصیرت پر یہ بات روشن ہے

کہ جب واقف عروض یہ مصرع سُنتا ہے تو بوقت اش مفاعیلن اُسکے ذہن مین گذرتا ہے اور بعد اسکے
ک اب نکلے مفاعیلن ذہن مین آتا ہے اگر مصرع مین کاف کی حرکت پڑھنے مین ظاہر نہو اور سرکی راے مہملہ کی
طرح ساکن قطعی قرار پائے تو مصرع کا موزون ہونا ممتنع ہوجائے **فاصلہ** بھی دو طرح پر ہے اگر چار حرف کا کلمہ
ایسا ہو کہ اس مین تین حرف اول متحرک ہون اور چوتھا ساکن تو اُسکو **فاصلۂ صُغریٰ** اور **فاصلۂ صُولت**
کہتے ہین جیسے عربی مین اَحَدٌ تنوین کے ساتھ (یعنی اَحَدُن) اور فارسی مین صنما اور جگنم ہندی مین کوئی لفظ
ایسا دیکھنے مین نہین آیا البتہ ترکیب کے ساتھ حاصل ہوسکتا ہے جیسے نگیا اور نرہا کہ نون نفی کا ہے اور
گیا اور رہا صیغہ ماضی کا برج کی زبان مین بجنی بمعنی معشوق جیتوت بمعنی دکھیتی ہے یا دیکھتا ہے بنری بمعنی دُلھن وغیرہ
کلمات پائے جاتے ہین اور اگر پانچ حرف ایسے ہون جن مین چار حرف متصل متحرک ہون اور پانچوان ساکن
اُسکو **فاصلۂ کبریٰ** کہتے ہین اور بعض اُسکو **فاصلۂ ضبط** کہتے ہین ہندی مین اسکی مثال نہین البتہ عربی
مین ہے جیسے سمکۃ بحالت تنوین (یعنے سَمَکَتُن) بعض کہتے ہین کہ چار حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور سبب خفیف
سے بنا ہے اور پانچ حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور وتد مقرون سے مرکب ہے اور فاصلہ علیحدہ کوئی چیز نہین
مولوی صہبائی بھی کہتے ہین کہ یہی حق ہے لیکن جمہور نے اس جزو ثالث کا بھی اعتبار کیا ہے چنانچہ رکن متفاعلن
مین بعضون کے نزدیک وتد مجموع پر فاصلۂ صغرے مقدم ہے اور جو لوگ فاصلے کے قائل نہین وہ کہتے ہین کہ
وتد مجموع کے پہلے ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف ہے اور مفاعلتن مین بھی کہ اسکا عکس ہے وہی
ترکیب برعکس ہے یعنی فاصلہ یا ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف پر وتد مجموع مقدم ہے اور بعضون نے
فاصلے کو مانا ہے لیکن سبب ثقیل کے قائل نہین مرزا قتیل کی بھی یہی راے ہے اور حق یہ ہے کہ عروض عجم مین
فاصلہ نہین سبب ثقیل و خفیف یا سبب ثقیل و وتد مجموع کی ترکیب قرار دی جائے گی اور عروض عرب مین فاصلہ
معتبر ہے مثلاً اَحَدُن لفظ عربی کو عروضیان عرب فاصلۂ صغرے بولینگے اور صنما کو عروضیان فارس سبب ثقیل اور
سبب خفیف سے مرکب بتلائین گے سَمَکَتُن کو عربی عروض والے فاصلۂ کبریٰ کہین گے اور فارسی والے
ایک سبب ثقیل اور ایک وتد مجموع پس سبب اور وتد عربی و فارسی مین مشترک ہین اور فاصلہ عربی کے
ساتھ خصوصیت رکھتا ہے فارسی مین اسکا اعتبار نہین علیٰ ہذا القیاس ریختہ مین۔ بعض فاصلۂ کبرے کو
فاصلہ بضاد معجمہ اور فاصلۂ صغرے کو **فاصلہ** بصاد مہملہ کہتے ہین اور بعضے دونون کو بضاد معجمہ قرار دیتے
ہین **فائدہ** شاعر کو اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ ایک بیت مین فقط اسباب یا اوتاد یا فواصل ہی نہون بلکہ
سب کا جمع کرنا لازم ہے گو شعراے قدیم نے اصول سہ گانہ مین اشعار مفرد کہے ہین لیکن وہ پسند طبائع
نہوے جیسا کہ۔

میر

گل آشفتہ اُس کے رو کا | سنبل اک زنجیری مُو کا

اس شعر مین سبب خفیف جمع ہوے ہین کیونکہ وزن اسکا فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دو بار ہے

بہادر سنگھ کام بدایونی

یہ تھوڑی تھوڑی سے ندے کلائی موڑ موڑ کر | بھلا ہو تیرا ساقیا پلا دے خم نچوڑ کر

اس شعر مین تمام وتد جمع ہوے ہین اسلیے کہ اس کا وزن یہ ہے مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار

ظفر

مراد غمین اگرچہ زمانہ رہا | ترا یون ہی مین دوست یگانہ رہا

اس شعر مین تمام فاصلے جمع ہوے ہین اسکا وزن یہ ہے فعلن فعلن فعلن فعلن بکسر عین۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ارکان مذکورۂ بالا مین سے فعُولن مین وتد مجموع ایک سبب خفیف پر مقدم ہے اور فاعِلُن مین عکس اسکا ہے مفاعیلن مین وتد مجموع کے بعد دو سبب خفیف ہین مفعولات بضم تا بلا تنوین مین اول دو سبب خفیف ہین پھر وتد مفروق۔ اور متَفَاعِلُن مین بعضون کے نزدیک فاصلہ صغری وتد مجموع پر مقدم ہے بعضون کے نزدیک ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے مُفَاعِلَتُن مین اسکا عکس ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا مستَفعِلُن متصل مین دو سبب خفیف مقدم ہین ایک وتد مجموع پر مس تفع لن منفصل مین ایک وتد مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے۔ اور فاعلاتن متصل مین وتد مجموع درمیان دو سبب خفیف کے ہے اور فاع لاتن منفصل مین وتد مفروق مقدم ہے دو سبب خفیف پر متصل اور منفصل کا فرق بسبب کتابت کے ہے یعنی مستفعلن منفصل مین عین لفظ لن سے اور فاعلاتن منفصل مین عین لفظ لاتن سے جدا لکھا جاتا ہے اس وجہ سے منفصل قرار پائے اور مستفعلن اور فاعلاتن متصل مین ملا ہوا ہے اسلیے یہ متصل کہلائے ہندی مین اتصال اور انفصال نہین ہوتا یہ فرق اعتباری ہے مستفع لن منفصل بحر خفیف مجتث جدید۔ بدیل۔ صغیر اور حمیم مین آتا ہے اور فاع لاتن منفصل بحر مضارع) قریب مشاکل۔ صریم قلیب اور اصیم مین واقع ہوتا ہے۔

جب بیان ارکان کا ہو چکا تو ہم یہان پر بحرون کے اوزان بیان کرتے ہین۔ یاد رکھو کہ سات مفرد بحرون مین سے بحر ہزج مین رکن مفاعیلن کی تکرار ہے اور اُسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار اور بحر رمل مین رکن فاعلاتن کی تکرار ہے اور اُسکا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار اور بحر رجز کا وزن یہ ہے مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار اور بحر کامل کا وزن ہے متفاعلن متفاعلن

متفاعلن متفاعلن دوبار۔ اور بحر وافر کا یہ وزن ہے مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دوبار۔ اور
بحر متقارب کا یہ وزن ہے فعولن فعولن فعولن فعولن دوبار۔ اور بحر متدارک کا یہ وزن ہے فاعلن
فاعلن فاعلن فاعلن دوبار۔ اور بحور مرکبہ سے بحر منسرح کا یہ وزن ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات
دوبار۔ اور بحر مقتضب کا یہ وزن ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار۔ اس بحر کو بحر منسرح
سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات ہے اور بحر مقتضب مفعولات مستفعلن
مفعولات مستفعلن ہے دونون مین ارکان ایک ہی ہین لیکن ترتیب مین فرق ہے بحر مضارع کا یہ وزن ہے
مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر مجتث کا یہ وزن ہے
مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اس بحر مین مستفع لن منفصل ہے بحر طویل کا یہ وزن ہے فعولن
مفاعیلن فعولن مفاعیلن دوبار بحر مدید۔ کا یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دوبار بحر بسیط
کا یہ وزن ہے مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دوبار۔ بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن مفعولات
دوبار بحر خفیف کا یہ وزن ہے فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے۔
بحر جدید کا جسکو بحر جہری بھی کہتے ہین یہ وزن ہے فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دوبار اس بحر مین
مس تفع لن منفصل ہے بحر قریب کا یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دوبار اُس بحر مین
فاع لاتن منفصل ہے بحر مشاکل کا یہ وزن ہے فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار اس بحر مین فاع لاتن
منفصل ہے۔

فائدہ بحور مستخرجہ سے تین بحرین اور ہین کہ انکو عروضیان پارسی نے ایجاد کیا ہے وہ یہ ہین ایک
بحر عریض اسکا وزن مفاعیلن فعولن مفاعیلن فعولن دوبار ہے صاحب معیار الاشعار کہتے ہین کہ اسکا
نام مقلوب طویل رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عکس طویل ہے دوسری بحر عمیق اسکا وزن فاعلن فاعلاتن
فاعلن فاعلاتن دوبار ہے یہ مقلوب مدید ہے اور عریض کو مستطیل اور عمیق کو ممتد بھی کہتے ہین تیسری بحر
مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن دوبار ہے اسکے رکن سالم مین آٹھ حروف ہین م ف اع ل ا ت
ن مگر اس بحر کا کوئی نام نہین رکھا گیا ہے اور حقیقت مین یہ وزن رجز مثمن مخبون مرفل یا کامل مثمن
موقوص مرفل ہے اور ابو عبداللہ قرشی نے لو بحرین اور دائرہ منعکسہ سے استخراج کی ہین مگر اہل فن مثل
بہرامی سرخسی وغیرہ کے نزدیک یہ بحرین مقبول نہین کیونکہ بحور قدیمہ مشہورہ مین مندرج ہین غور کیا جاتا ہے
تو تغائر کلی نہین پایا جاتا جیسا کہ حدائق العجم مین غایۃ العروضین سے نقل کیا ہے۔ اور وہ بحرین یہ ہین بحر صریم
اس بحر کا وزن مفاعیلن فاع لاتن فاع لاتن دوبار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے بحر کبیر اسکا

وزن مفعولات مفعولات مستفعلن دوبار ہے **بحر بدیل** اس کا وزن مس تفع لن مس تفع لن فاعلاتن دوبار کر
اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے **بحر قلیب** فاع لاتن فاع لاتن مفاعیلن دوبار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل
ہے **بحر حمید** اس کا وزن مفعولات مستفعلن مفعولات دوبار ہے **بحر اصیم** فاعلاتن مفاعیلن فاع لاتن
دوبار ہے اس بحر مین فاعلاتن منفصل ہے **بحر سلیم** مستفعلن مفعولات مفعولات دوبار ہے **بحر صغیر** مس تفع لن
فاعلاتن مس تفع لن دوبار ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے **بحر جمیم** فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن
دوبار ہے اس مین مس تفع لن منفصل ہے۔

ایک شخص معاصر حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ عاشق صادق نام نے اپنے رسالہ جامع الصنائع مین
دو رکن **متفاعلتن** اور **مفعولاتن** ہشت حرفی تازہ اختراع کیے ہین اور تین بحرین اور ایجاد کی ہین
لیکن نظر غور سے دیکھا جاتا ہے تو متفاعلتن اجتماع دو فعلن بکسر عین کا ہے اور مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا
اجتماع ہے اول بحر متدارک مخبون ہے اور دوسری متدارک مقطوع اور وہ تین بحرین یہ ہین **اول کفت**
متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن دوبار **دوم زلل** مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دوبار
یہ وزن رجز مثمن مطوی مرفل معلوم ہوتا ہے جسکو بعض رسالہ والون نے بحر منسرح مین ذکر کیا ہے اور یہ انکی
غلطی ہے بہرکیف مفتعلاتن رکن مستفعلن کی فرع ہے چنانچہ آگے چلکر معلوم ہوگا **سوم اوفر** مفعولاتن مفعولاتن
مفعولاتن مفعولاتن دوبار اور صاحب جامع القواعد نے ایک رکن مفعولاتن ایجاد کر کے منون نام رکھا ہے
اور دوسرا مفتعلات تاے فوقانی کے فتحہ اور عین کے کسرے اور تاے فوقانی آخر کے ضمے سے ایجاد کر کے اسکا
نام اثقل رکھا ہے مگر مفعولاتن دو فعلن ساکن العین کا اجتماع ہے اور مفتعلات فعلُ فعولُ کے وزن پر
ہے اور یہ دونون رکن فعولن کی فرع ہین اول اثرم ہے اور دوم مقبوض ہے۔

علاوہ انکے اور بھی بحرین ہین **خبب** مفعول فعلال مفعول فعلال دوبار **مواسع** فاعلتن مفعول
فعولن فاعلتن مفعول فعولن دوبار **مرتن** مفعول مفاعیل فعولن فعلاتن دوبار (گویا ہزج مثمن
اخرب مکفوف محذوف پر فعلاتن بڑھا دیا ہے) غرض یہ ہے کہ اصول محصور ہین نہ فروع یعنی ارکان افاعیل
دس سے زائد نہین آسکتے اور جو رکن پایا جائیگا وہ انھی کی ترکیب و کمی بیشی وغیرہ سے پیدا ہوگا اور
فروع کی شکلین اور بحرون کے تغیرات محصور نہین چنانچہ عرب اور متقدمین شعراے عجم کے یہان بھی ایسی ایسی
شکلین ارکان کی مستعمل ہین جو ریختہ مین نہین دیکھی جاتین پس ہم جس قدر فروع بیان کرینگے وہ وہ ہین
جو غالبا موجود ہین اور ان سے سوا کا بھی حاصل ہونا ممکن ہے۔

دائرون کا بیان

انھی بحرون مین سے ایک بحر کے سبب اور وتد و فاصلے کو مقدم اور موخر کرین تو اس سے دوسری بحر نکل سکتی ہے اور نکلنا اسطرح کا ہوتا ہے کہ اُس وزن کے الفاظ نکل آتے ہین پھر اُن الفاظ کی جگہ اصلی ارکان رکھدیتے ہین اور اس امر کو فکِ بحور کہتے ہین اور اسکے واسطے دائرے بھی مقرر ہین یعنی ارکان کو ایک دائرے مین لکھتے ہین پس مدور جگہہ مین لکھنے سے ایک رکن کا جزو آخر دوسرے رکن کے جزو اول کے متصل ہونے سے تکلف معلوم ہوجاتا ہے اور جو بحرین باہم سبب وتد فاصلے کی تقدیم و تاخیر سے نکلتی ہین اُن کو کہتے ہین کہ ایک دائرے سے ہین مثلاً رکن مفاعیلن کو کہ اس مین اول وتد مجموع پھر دو سبب خفیف ہین اگر چار بار پڑھین تو بحر ہزج ہے اور اگر دونون سبب خفیف وتد مجموع پر مقدم کرکے عیلن مفا چار بار پڑھین تو بروزن مستفعلن بحر رجز ہوجائے اور وتد مجموع کو دونون سببون کے بیچ مین ڈالدین اور لن مفاعی چار بار پڑھین تو بروزن فاعلاتن بحر رمل ہوجائے پس یہ تینون بحرین ایک دائرے سے نکل سکتی ہین اور چونکہ اُس دائرے مین ارکان کے سبب اور وتد اور فاصلے کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ رکھتے ہین اسیلیے اس کام کا نام مجتلبہ رکھا گیا ہے کیونکہ جلب کے معنی کھینچنے اور ایک جگہہ سے دوسری جگہہ رکھنے کے ہین صورت اُس دائرے کی یہ ہے ۔

بحر ہزج
بحر رجز
بحر رمل
مفاعیلن بروزن مفاعیلن
عیلن مفا بروزن مستفعلن
لن مفاعی بروزن فاعلاتن
مستفعلن
فاعلاتن

دائرۂ مجتلبہ
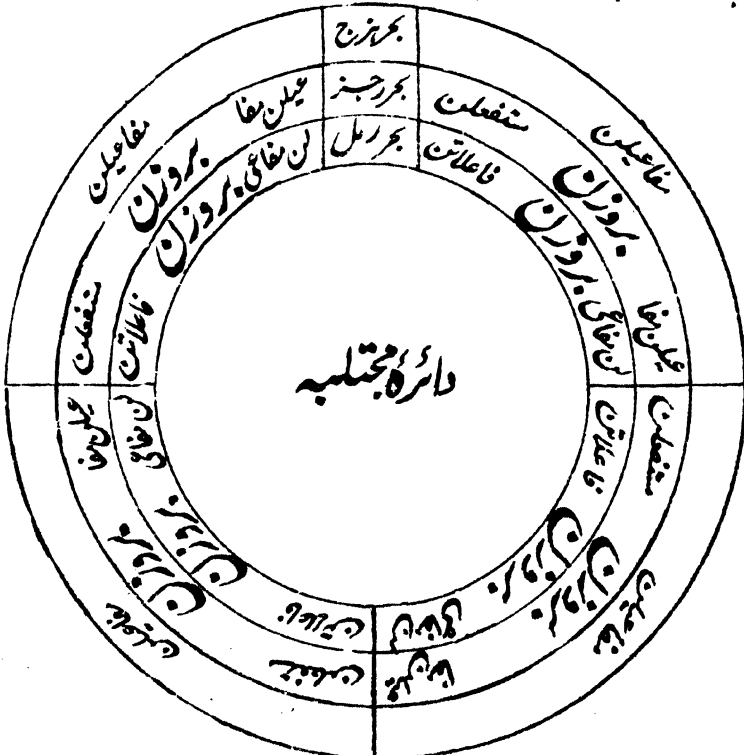
ایسے ہی رکن متفاعلن کو کہ اُس مین فاصلۂ صغرے وتد مجموع پر مقدم ہے اگر چار بار پڑھین تو اور بحر کامل ہے اگر اُس کے برعکس وتد مجموع کو فاصلۂ صغرے پر مقدم کرین اور چار بار پڑھین تو علن متفا بروزن مفاعلتن بحر وافر ہے پس یہ دو بحرین بھی ایک ہی دائرے سے نکلتی ہین اور اُس دائرے کا نام موتلفہ ہے اس لیے کہ اُلفت سے ماخوذ ہے اور ان دونون بحرون کے ارکان مین اُلفت ہے یعنے جیسے بحر طویل کا رکن متفاعلن فاصلۂ صغرے اور وتد مجموع سے مرکب ہے اسی طرح بحر وافر کا رکن مفاعلتن وتد مجموع اور فاصلۂ صغرے سے بنا ہے۔ اُس دائرے کی صورت یہ ہے۔
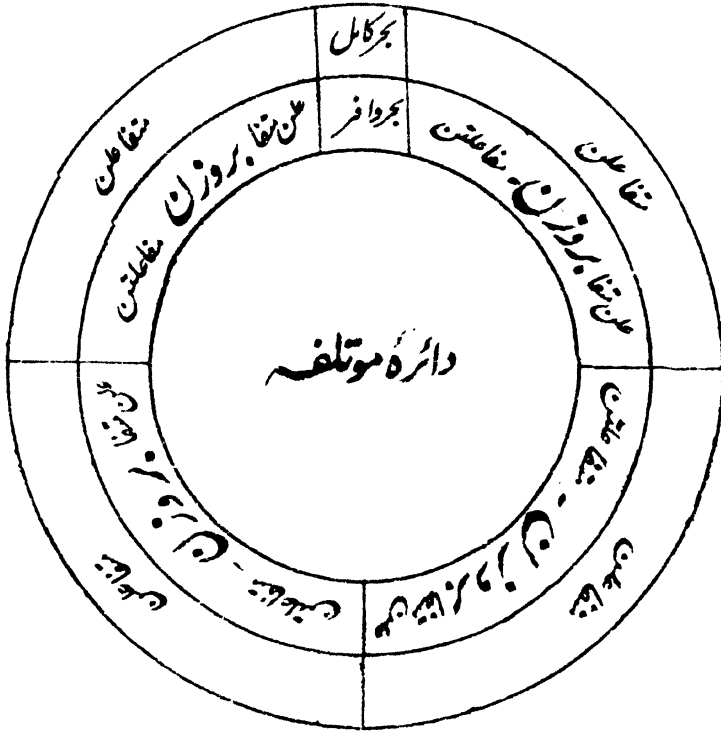
اسی طرح اگر رکن فعولن کو چار بار پڑھین تو بحر متقارب ہے اور جو سبب خفیف یعنی لن کو فعو پر کہ وتد مجموع ہے مقدم کر کے لن فعو چار بار پڑھین تو بروزن فاعلن بحر متدارک بنتی ہے اس دائرے کا نام متفقہ ہے اسلیے کہ دونون بحرون کے رکن وتد اور سبب سے مرکب ہونے مین اتفاق رکھتے ہین صورت دائرے کی ذیل مین لکھی جاتی ہے پہلے اس دائرے سے صرف بحر تقارب حاصل ہوئی تھی اور منفردہ نام تھا بعد خلیل بن احمد رحمہ کے جب اخفش نے بحر متدارک ایجاد کی تو اس دائرہ کا نام
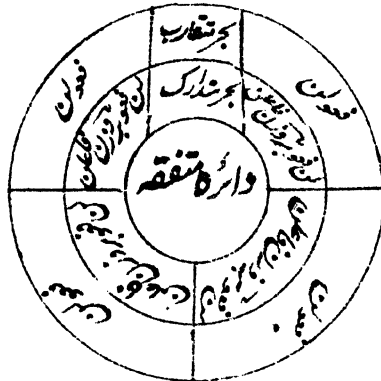
بحر طویل اور بحر مدید اور بسیط بھی ایک دائرے سے ہین یعنی بحر طویل مرکب ہے فعولن مفاعیلن سے یہ رکن چار بار آتے ہین پس اگر فعولن کے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مجموع کو آخر مین ڈالدین تو لن مفاعیلن فعو چار بار بروزن فاعلاتن فاعلن چار بار یہ بحر مدید ہے اور اگر مفاعیلن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مجموع یعنی مفا کو آخر مین ذکر کرین تو عیلن فعولن مفا چار بار بروزن مستفعلن فاعلن چار بار ہو جاے یہ وزن بحر بسیط کا ہے اور بعض عروضیون نے بحر عریض اور عمیق کو بھی اسی دائرے سے انفکاک کیا ہے بحر عریض مفا سے شروع کرکے مفاعیلن فعولن چار بار ہے اور بحر عمیق لن سے شروع ہوکر لن فعولن مفاعی چار بار بروزن فاعلن فاعلاتن چار بار ہے اس حساب سے پانچ بحرین ایک دائرے سے نکلتی ہین اور دائرہ کا نام مختلفہ ہے کیونکہ ارکان باہم مخالف ہین کوئی خماسی ہے کوئی سباعی اُس دائرے کی صورت یہ ہے۔

بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب اور سریع اور خفیف بھی ایک دائرے سے جسکو دائرۂ منتزعہ
کہتے ہین نکلتی ہین مگر اُس صورت مین کہ بحر منسرح کا چوتھا رکن اور مقتضب کا تیسرا رکن مفعولات اور بحر مجتث
کا تیسرا رکن مستفعلن اور بحر مضارع کا چوتھا رکن فاعلاتن نکال کر مثل بحر سریع اور خفیف کے مسدس قرار دے
لیا جائے کیونکہ یہ بحرین مثمن ہین اور سریع وخفیف مسدس الاصل ہین مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے مستفعلن
مستفعلن مفعولات دو بار اگر دوسرے مستفعلن سے شروع کرین اور اول کو پیچھے ڈالدین تو مستفعلن مفعولاتُ
مستفعلن دو بار ہوجائے یہ بحر منسرح مسدس ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع
کرین اور ما قبل کو آخر مین لائین تو تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن دو بار بحر خفیف
ہوجائے اور اگر مستفعلن ثانی کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولات مستفعلن مس تفع بروزن مفاعیلن
فاعلاتن مفاعیلن ہوجائے اور یہ بحر مضارع مسدس ہے تنبیہ بحر خفیف مین مس تفع لن اور بحر مضارع مین
فاع لاتن منفصل ہے اسلیے کہ بحر خفیف مین عو کے وزن پر مس اور لاتُ کے وزن پر تفع اور مف کے وزن پر
لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور بحر مضارع مین لاتُ کے وزن پر فاع اور مف کے وزن پر لاتن ہے اس طرح
فاعلاتن حاصل ہوا ہے اور بحر سریع کو مفعولات سے شروع کیا جائے تو مفعولات مستفعلن مستفعلن دو بار
بحر مقتضب مسدس ہوجائے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف
سے ابتدا کرین تو عولاتُ مستفعلن مستفعلن مف دو بار بروزن مستفعلن
فاعلاتن فاعلاتن دو بار بحر مجتث مسدس ہوجائے اس مین بھی رکن مس تفع لن منفصل ہے
اس لیے کہ عو اور لاتُ اور مس کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہوا ہے ا بحر جدید اور قریب
اور مشاکل بھی اسی دائرے سے نکلتی ہین یعنے اگر بحر سریع کے مستفعلن اول کے سبب ثانی سے پڑھین
تو تفعلن مستفعلن مفعولاتُ مس دو بار بروزن فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار ہوجائے یہ بحر جدید
ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ عو کے مقابل مس اور لات کے مقابل تفع اور مس
کے مقابل لن واقع ہوا ہے اور اگر مستفعلن اول کے وتد مجموع سے شروع کرین اور سببون کو موخر
کرین تو علن مستفعلن مفعولات مستف دو بار بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن بحر قریب ہوجائے
اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لاتُ مستف کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر مفعولات
کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لاتُ مستفعلن مستفعلن مفعو دو بار بروزن فاعلاتن مفاعیلن
مفاعیلن دو بار بحر مشاکل ہوجائے اس بحر مین بھی فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لاتُ
کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اسی سبب سے بعضون نے اس دائرے کا نام وتد

سکھاہے یعنے اس دائرۂ مشتبہ مین وتدمفروق واقع ہین اور وجہ اشتباہ بھی اس مین یہی ہے کہ
مس تفع لن اور فاع لاتن دونون متصل اور منفصل واقع ہوے ہین پس دونون مین شبہ پڑتا ہے اور
سہروردی نے کہا ہے کہ بحرین اس کی مشتبہ ہین۔ **فائدہ** میرشمس الدین فقیر حدائق البلاغت مین کہتے ہین
کہ بحر جدید اور بحر قریب اور بحر مشاکل کو کہ متاخرین کی اختراع سے ہین اساتذہ نے استعمال نہین کیا
اور نہ یہ بحور پانچون دائرون مین سے کسی دائرے سے نکلتی ہین یہ لکھنا اُن کا صحت کے خلاف ہے اسلیے
کہ یہ تینون بحرین دائرۂ مشتبہ سے بموجب تشریح مندرجہ بالا نکلتی ہین۔ صورت دائرے کی یہ ہے۔
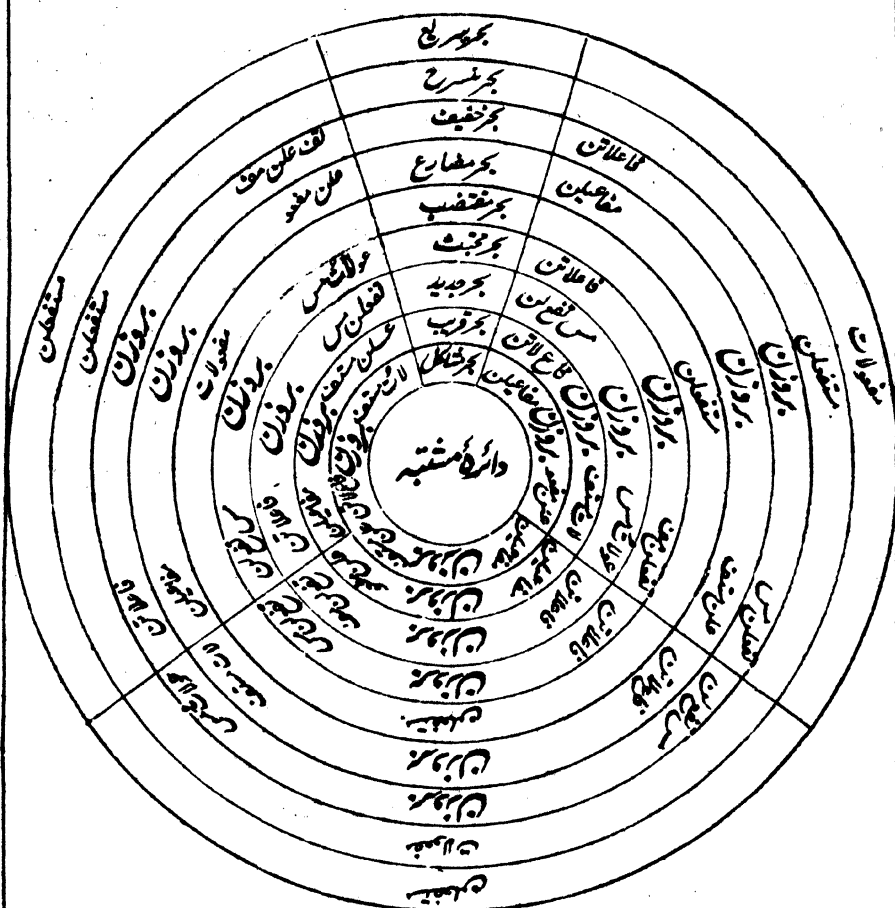
تعجب ہے ان اہل خرد سے کہ بحور مسدس اور مثمن کو ایک دائرے سے انفکاک کرنے کے لیے بڑا انفصال
گوارا کرتے ہین اسکی بعینہ نظیر یہ ہے کہ ایک عضو کی اصلاح کے واسطے دوسرا عضو صحیح اور سالم کاٹ ڈالا جائے

اور پھر بھی کوئی نفع معتد بہ مترتب ہنوز نہین سوچتے کہ جب مثمن بحرین مسدس ہو گئین باوجودیکہ وہ بیشتر مثمن
ہی مستعمل ہین تو ایک دائرے سے نکالنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا لطف انفکاک اُس صورت مین ہے کہ
اصل رکن بحر کے محذوف نہون اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثمنات کے واسطے علٰحدہ ایک دائرہ تجویز کیا جائے
اور مسدسات کے واسطے جداگانہ دائرہ قرار دیا جائے۔ اسلیے ہم دو دائرے لکھتے ہین کہ جن سے بخوبی مثمن بحرین
باہم جداگانہ منفک ہو سکتی ہین اور مسدس جداگانہ اور نام بھی اُن کے مناسب حال تجویز کرتے ہین۔

بحر منسرح اور مجتث اور مضارع اور مقتضب دائرہ متوافقہ سے نکلتی ہین مثلاً **بحر منسرح** کا یہ وزن ہے
مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات دو بار اگر مستفعلن کے وتد مجموع سے پڑھین تو علن مفعولاتُ مستفعلن
مفعولات مستفـ بروزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن ہو جائے اور یہ **بحر مضارع** ہے اور اس بحر مین
فاعلاتن منفصل ہے اسواسطے کہ لات کے وزن بفاع اور مستفـ کے وزن پر لاتن ہے اسطرح فاعلاتن حاصل ہوا ہے
اور بحر منسرح کو اگر مفعولات سے شروع کرین تو مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن **بحر مقتضب** مثمن ہو جائے
حاصل یہ ہے کہ اس بحر کو بحر منسرح ہی سے نکالا ہے اسلیے کہ بحر منسرح مین مستفعلن سے شروع کر کے مفعولات پر
تمام کرتے ہین اور مقتضب مین مفعولات سے شروع کر کے مستفعلن پر تمام کرتے ہین ان دونون مین ارکان ایک ہی
ہین صرف فرق ترتیب مین ہے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتدا کرین تو عولات مستفعلن
مفعولات مستفعلن مفـ بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن **بحر مجتث** مثمن ہو جائے اور اس مین بھی رکن مس تفع لن
منفصل ہے اسلیے کہ عو اور لات اور مس کے مقابل مس اور تفع اور لن واقع ہے اور نام اس دائرے کا متوافقہ
اس نظر سے رکھا گیا ہے کہ ارکان اس دائرے کی بحرون کے سباعی ہونیکے سبب سے باہم متوافق ہین۔

بحر منسرح
بحر مضارع
بحر مقتضب
بحر مجتث
دائرۂ متوافقہ

بحر سریع اور خفیف اور قریب اور جدید اور مشاکل دائرہ متضائفہ سے نکلتی ہین مثلاً بحر سریع کا یہ وزن ہے
مستفعلن مستفعلن مفعولات اور اگر مستفعلن اول کے سبب ثانی سے شروع کرین تو تفعلن مستفعلن مفعولات مس بروزن
فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن ہوجائے یہ بحر جدید ہے اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے مفعولات مس کے مقابل
مستفعلن واقع ہوا ہے اور اگر اسی مستفعلن کے وتد سے شروع کرین اور اسباب کو مؤخر کردین تو علن مستفعلن مفعولات
مستف بروزن مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن بحر قریب ہوجائے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ لات مستف
کے مقابل واقع ہوا ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خفیف ثانی سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین
تو تفعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن بحر خفیف ہوجائے اس بحر مین مس تفع لن منفصل
ہے اسلیے کہ عو کے وزن پر مس اور لات کے وزن پر تفع اور مس کے وزن پر لن ہے یون مستفعلن بنا ہے اور اگر مفعولات
کے وتد مفروق سے شروع کرین تو لات مستفعلن مستفعلن مفعو بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن بحر مشاکل ہوجائے
اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے کیونکہ فاع مقابل لات کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اس دائرے کا
نام متضائفہ اس اعتبار سے رکھا ہے کہ اسکی سب بحرین مسدس الاصل ہونیکی وجہ سے باہم نسبت رکھتی ہین۔

دائرہ متضائفہ

بحر سریع
بحر جدید
بحر قریب
بحر خفیف
بحر مشاکل

بحرِ کبیر ۔ قلیب ۔ حمید ۔ جمیم وغیرہ جنکو ابو عبداللہ قرشی نے استخراج کیا ہے وہ دائرہ منعکسہ سے نکلتی ہین اس دائرے کی ہر ایک بحر دو وتد مجموع اور چار وتد مفروق پر مشتمل ہے برعکس دائرہ مشتبہ کے کہ اس کی ہر بحر چار وتد مجموع اور دو وتد مفروق کو شامل ہے اسی واسطے نام بھی اسکا منعکسہ رکھا ہے صریم قلیب اصیم مین فاع لاتن منفصل ہے اور بدیل ۔ صغیر ۔ جمیم مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے ۔ یہ نوون بحرین دائرہ منعکسہ سے اس طرح نکلتی ہین ۔ (۱) بحرِ صریم کا وزن یہ ہے مفاعیلن فاعلاتن فاعلاتن اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۲) اگر مفاعیلن کے وتد مجموع کو مؤخر کر کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین عیلن فاع لاتن فاع لاتن مفا بروزن مفعولا ست مفعولات مستفعلن ہوجاے یہ بحرِ کبیر ہے (۳) اگر مفاعیلن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور ماقبل کو آخر مین لائین تو لن فاع لاتن فاع لاتن مفاعی بروزن مستفعلن مستفعلن فاعلاتن بحرِ بدیل ہوجاے اس بحر مین مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع پڑا ہے (۴) اگر پہلے فاع لاتن سے شروع کرین اور مفاعیلن کو پیچھے کردین تو فاعلاتن فاعلاتن مفاعیلن بحرِ قلیب ہوجاے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۵) اگر پہلے فاعلاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو آخر مین لے آئین تو لاتن فاع لاتن مفاعیلن فاع بروزن مفعولات مستفعلن مفعولات بحرِ حمید ہوجاے (۶) اگر پہلے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور اول کو آخر مین لائین تو تن فاع لاتن مفاعیلن فاعلا بروزن مستفعلن فاعلاتن مستفعلن بحرِ صغیر ہوجائے اس مین مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے (۷) اگر دوسرے فاع لاتن سے شروع کرین اور اس کے ماقبل کو مؤخر کردین تو فاع لاتن مفاعیلن فاعلاتن ہوجاے اور یہ بحرِ اصیم ہے اس مین فاع لاتن منفصل ہے (۸) اگر اسی فاع لاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کرین اور وتد مفروق کو پیچھے پڑھین تو لاتن مفاعی لن فاع تن فاع بروزن مستفعلن مفعولات مفعولات ہوجائے اور یہ بحرِ سلیم ہے (۹) اگر دوسرے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کرین اور پہلے تمام اجزا کو پیچھے کردین تو تن مفاعیلن فاع لاتن فاع لا بروزن فاعلاتن مس تفع لن مس تفع لن بحرِ جمیم ہوجائے اور اس مین مس تفع لن منفصل ہے کیونکہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے ۔

تیسرا شہر زحافون کے بیان مین

مخفی نہ رہے کہ جو رکن اوپر بیان کیے گئے اور جو بحرین لکھی گئین ہمیشہ اسی صورت یعنی اصل وضع پر انکا استعمال نہین ہوتا بلکہ اکثر ارکان کے حروف مین کمی بیشی تسکین و تبدیل وغیرہ کرتے ہین جس سے ایک بحر سے کئی بحرین اور ایک رکن سے کئی ارکان جنکو فروع کہتے ہین پیدا ہوجاتے ہین اور یہ تغیر کبھی

[illegible] کرنے سے [illegible] کم کرنے سے کبھی کچھ زیادہ کرنے سے ہوتا ہے اور اس تغیر ارکان کا نام
زحاف ہے اور زحاف جمع زحف کی ہے اور زحف بالفتح کے معنے لغت مین تیر کے نشانے سے گر جانے
اور کسی چیز کے اصل سے دور ہو جانیکے ہین اور بعض کے نزدیک زحاف حرف اول کے کسرے سے لغت مین
تیر کے نشانے کے پاس پہونچ جانے کے معنے مین ہے اور اصطلاح علم عروض مین تغیر و تبدیل و کمی بیشی اور
ساکن کرنے حروف ارکان کو کہتے ہین اگر زحاف کو زحف کی جمع قرار دیا جاے تو یہ جمع مفرد کی جگہ مستعمل
ہے اور دوسری صورت مین زحاف لفظ مفرد ہوگا نہ جمع اور نہایۃ الراغب سے بھی یہی ثابت ہے
اور ارکان کا متغیر ہونا تین طرح پر ہے یا متحرک کو ساکن کر دینا یا بعض حروف کو کم کر دینا یا بعض حروف
رکن مین بڑھا دینا متاخرین تمام تغیرات کو زحاف کہتے ہین اور متقدمین کے نزدیک اُس تغیر کا نام زحاف
ہے جو حرف آخر سبب خفیف یا ثقیل مین واقع ہو اگر وتد یا فاصلے یا سبب کے حرف اول مین کسی قسم کا تغیر
ہوگا تو **علل**[3] ہے لیکن متقدمین کا قول آجکل مشہور نہین علی العموم ہر ایک تغیر کو زحاف ہی کہتے ہین ہم بھی
طریقۂ مروجہ کو پسند کرکے عام طور پر زحاف سے بحث کرتے ہین اور بے فائدہ ناظرین کتاب کو خلجان مین
نہین ڈالتے بعض اہل فن نے زحاف و علل کو علٰحدہ علٰحدہ قرار دیکر دونون کی تفصیل جدا جدا کی ہے لیکن
اپنے ہی قول سے مخالف ہوکر زحاف کو علل مین اور علل کو زحاف مین داخل کر دیا ہے۔ تمامی زحاف
دو قسم ہین منفردہ اور مزدوجہ منفردہ وہ کہ کسی رکن مین ایک ہی تغیر واقع ہو مثلاً خرم اُسے کہتے ہین کہ اُس وتد مجموع
سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پہلا حرف گرا دینا اور کف یہ ہے کہ رکن کے ساتوین حرف ساکن کو ساقط
کر دینا مزدوجہ۔ وہ ہے کہ ایک سے زیادہ تغیر ایک رکن مین واقع ہون اور نام ایک ہو اور تغیرات مزدوجہ
مین سے بعض ثنائی ہین بعض ثلاثی ثنائی وہ کہ دو تغیر سے مرکب ہون اور ثلاثی وہ کہ تین تغیر سے مرکب ہون
انہین سے بعض کے لیے لقب خاص یعنی لفظ مفرد موضوع ہوتا ہی مثال ثنائی کی خرب ہی کہ اجتماع خرم و کف کا نام
ہے اور مثال ثلاثی کی جم ہے کہ یہ اجتماع کف و عقل و خرم کا نام ہے پس جم [illegible]
کو تعبیر سے عقل اور بعض کے لیے کوئی لقب خاص مقرر نہین ہوتا بلکہ ترکیب مفردات کے موافق اُس سے
تعبیر کرتے ہین جیسے مقبوض مسبغ زحاف منفردہ بائیس ہین۔ اذالہ۔ اضمار۔ ترفیل۔ تسبیغ۔ تشعیث۔
ثلم۔ جب۔ جدع۔ حذذ۔ حذف۔ خبن۔ خرم۔ رفع۔ صلم۔ طے۔ عصب۔ عضب۔ قبض۔ [illegible]۔ قطع۔ کف

[1] دریاے لطافت ۱۲

[2] غیاث اللغات ۱۲

[3] علت کی جمع ہے ۱۲

وقف اور زحاف مزدوجہ ا۔ ہین۔ تبر۔ ثرم۔ جحف۔ جم۔ خبل۔ خرب۔ خزل۔ خلع۔ ربع۔ زلل۔ شتر۔ شکل۔ عضب۔ عقل۔ قصم۔ قطف۔ کسف۔ نخر۔ نقص۔ وقص۔ ہتم۔

ان مین سے بعض مخصوص کسی ایک بحر سے ہین بعض مشترک ہین چند بحرون ہین اور بعض عروض عربی سے مخصوص ہین اور بعض عروض فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہین بعض مشترک ہین دونون ہین اس کتاب مین انھین زحاف کا ذکر ہوگا جو ریختہ مین مستعمل ہین اور ریختہ مین زیادہ وہی زحاف مستعمل ہین جو شعراے فارس استعمال ہین ہین کیونکہ اُردو کی شاعری انھین کا فیضان ہے۔ مگر تکمیل فن کی غرض سے بعض وہ زحاف بھی کہین کہین ذکر کیے جائینگے جو ریختہ مین مستعمل نہین ہوے زحافات کے بعد جو فروع حاصل ہوتی ہین اُن کی دو قسمین ہین ایک مؤلف ایک غیر مؤلف **مؤلف** اُس فرع کو کہتے ہین جسکی تعبیر دو کلمون سے ہوتی ہو جیسے مقبوض مسبغ اور **غیر مؤلف**۔ وہ ہے کہ اُسکی تعبیر دو کلمون سے نہو اگرچہ اُسکا مصداق دو تغیر سے مرکب ہو مگر لفظ مین مفرد ہو جیسے اخرب کہ عبارت ہے اخرم ومکفوف سے۔ یہ بیان مجمل زحاف کا تھا اب مفصل بقید ارکان کے لکھاجاتا ہے اور تفصیل ارکان کی ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہین اور سب رکن باعتبار ترکیب تجدید کے دس قرار دیے ہین۔

زحافات مفاعیلن

رکن مفاعیلن کے بارہ زحاف ہین خرم۔ کف۔ قصر۔ قبض۔ شتر۔ حذف۔ خرب۔ ہتم۔ زلل۔ جب۔ تبر۔ تسبیغ۔

خرم۔ بفتح خاے معجمہ وسکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنے اونٹ کے نتھنے مین حلقہ ڈالنے کے ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے جو رکن کے اول مین واقع ہو پس مفاعیلن سے فاعیلن رہتا ہے اسکی جگہ مفعولن رکھدیتے ہین کیونکہ اہل عروض کا قاعدہ ہے کہ جو رکن مزاحف بے معنے یا غیر مانوس رہجاتا ہے اُسکو لفظ مانوس متفق الوزن سے بدل لیا کرتے ہین اور جہان تک ممکن ہوتا ہے اس رعایت کو ملحوظ رکھتے ہین اور جہان ممکن نہین ہوتا ناچار لفظ مہمل کے ساتھ تعبیر کرتے ہین جیسے فع۔

کف بفتح کاف وتشدید فا اسکے لغوی معنی باز رکھنا ہین اور اصطلاح علم عروض مین رکن کے ساتوین حرف ساکن کے گرانے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام رہجاتا ہے۔

قصر بفتح قاف وسکون صاد مہملہ ورا مہملہ اسکے لغوی معنی چھوٹا کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے ساقط کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو اور ساکن کرنا اُسکے ماقبل کا پس مفاعیلن سے لن سبب خفیف کا ساکن گر پڑا اور لام ساکن ہوگیا مفاعیل رہا فائدہ ہر چند کہ مفاعیل کا لام عروضیون کے نزدیک

متحرک ہے اسلیے کہ وہ حروف موقوف کا اعتبار نہین کرتے یعنی جس حرف کا ماقبل ساکن ہو اُسکو متحرک مانتے ہین مگر چونکہ قصر مصرع کے آخرین واقع ہوتا ہے اور حرف آخرمین سکون کو چاہتا ہے اسلیے حرف مذکور کو ضرورۃً ساکن مان لیتے ہین میزان الافکار مین لکھا ہے کہ مفاعیل بسکون لام کی جگہہ فعولان بہتر ہے تاکہ مفاعیلُ مکفوف کے ساتھ کتابت مین التباس پیدا نہو۔

قبض بفتح قاف وسکون باے موحدہ وسکون ضاد معجمہ اسکے لغوی معنی پنجے سے پکڑنا ہین اور اصطلاح مین عبارت ہے اس سے کہ رکن کے پانچوین حرف ساکن کو جو سبب مین ہو گرا دینا پس مفاعیلن کا پانچوان حرف ساکن یاے تحتانی ہے اُسکو گرانے سے مفاعلن رہجاتا ہے۔

شتر۔ بفتح شین معجمہ و فتح مثنات فوقانی وسکون راے مہملہ لغت مین اسکے معنی پلک کے پھر جانے اور کٹ جانیکے ہین اور عروضیون کی اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع خرم وقبض سے پس بسبب خرم کے حسب مندرجۂ بالا مفاعیلن سے میم گرا اور بسبب قبض کے یاے تحتانی کہ حرف پنجم ہے ساقط ہوئی تو فاعلن رہگیا۔

حذف بفتح حاے حطی وسکون ذال معجمہ و فا اسکے معنے ڈالدینا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اسقاط سبب خفیف سے جو رکن کے آخرمین ہو پس مفاعیلن سے لن کہ آخر کا سبب خفیف ہے گر پڑا مفاعی رہا اسکو اسکے ہموزن فعولن سے بدل لیا۔

خرب۔ بفتح خاے معجمہ وسکون راے مہملہ و باے موحدہ اسکے معنی ویران کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد ہے اجتماع خرم وکف سے پس میم مفاعیلن کا بسبب خرم کے اور نون بسبب کف کے گرادیا تو فاعیل رہگیا اسکو مفعول سے بدل لیا۔

ہتم۔ بفتح ہاے ہوز وسکون تاے فوقانی و میم اُسکے معنے جڑ سے دانت توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع حذف وقصر سے پس مفاعیلن سے لن بسبب حذف کے گرا اور یاے تحتانی بسبب قصر کے گر کر عین ساکن ہوگیا تو مفاع رہا اُسکو فعول لام ساکن سے بدل لیا یہ زحاف مصرعہ کے آخرمین آتا ہے۔

جبّ۔ جیم مفتوح اور باے موحدہ کی تشدید سے اسکے لغوی معنی خصی کرنا ہین اور اصطلاح عروض مین دو سبب خفیف جو آخر رکن مین ہون اُنکے حذف کرنے کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے عی اور لن دو سبب گر کر مفاع رہ گیا اُسکی جگہہ فعل رکھدیا لام ساکن سے۔ یہ زحاف بھی مصرع کے آخرمین آتا ہے اور بعض جب کی تعریف یون کرتے ہین کہ رکن مفاعیلن مین دو مرتبہ حذف کو عمل مین لانا جب ایک مرتبہ مفاعیلن کے آخر سے سبب خفیف ساقط کیا تو مفاعی رہا اور دوسری مرتبہ سبب خفیف کے حذف کرنے سے مفاع رہ گیا جسکو فعل سے بدل لیا پہلی صورت مین زحافات مفردہ سے ہوگا اور دوسری تقدیر پر زحافات مزدوجہ مین سے۔

زَلَل۔ بفتح زاے معجمہ و لام اول وسکون لام دوم اسکے لغوی معنی ران کا بے گوشت ہونا ہین اور اصطلاح مین اجتماع خرم وہتم کو کہتے ہین پس مفاعیلن سے بسبب خرم کے فاعیلن اور بسبب ہتم کے فاع باقی رہ گیا۔

تَبر۔ بفتح باے موحدہ وسکون تاے فوقانی وراے مہملہ لغت مین دم کاٹنے اور جڑ سے اُکھیڑنے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین مراد اجتماع خرم وجب سے ہے پس میم بسبب خرم کے اور دونون سبب بسبب جب کے حذف ہوگئے فاعیلن سے فا باقی رہا اُسکو فع سے بدل لیا۔

تَسبیغ۔ بفتح تاے فوقانی وسکون سین مہملہ وکسر باے موحدہ ویاے تحتانی معروف اور سکون غین معجمہ سے لغت مین اسکے معنی تمام کرنا ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اس سے کہ ایک سبب خفیف کے بیچ مین جو آخر رکن مین واقع ہوا ہو الف زیادہ کرنا پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہوگیا اور توجیہ القوافی کی تعریف کے بموجب مفاعیلن کے آخر مین ایک نون ساکن اضافہ ہوکر مفاعیلنن دو نون ساکن کے ساتھ بنا اور وہ مفاعیلان سے بدل گیا یہ زحاف آخر مین اپنے اصلی رکن مفاعیلن کے ہموزن گنا جاتا ہے اسی طرح مفاعیل اور فعولن ہموزن شمار کیے جاتے ہین اور فعول و فعل باہم اور فاع و فع آپس مین ایک وزن مین خیال کیے جاتے ہین بشرطیکہ آخر مصرع مین واقع ہون وسط کلام مین کمی وبیشی درست نہین پس یہ بارہ زحاف مفاعیلن کے ہوے اور فروع اسکی اٹھارہ ہین یعنی رکن مفاعیلن اصل ہے اور بعد واقع ہونے زحاف کے اٹھارہ صورتین اسکی ہوجاتی ہین مفعولن اخرم ہے مفاعیلُ لام مضموم سے مکفوف ہے مفاعیل سلام ساکن سے مقصور ہے مفاعلن مقبوض ہے فاعلن اشتر ہے مفعولُ لام کے ضمے سے اخرب ہے فعولن محذوف ہے فعول۔ لام ساکن سے اہتم ہے فعل بفتح عین وسکون لام مجبوب ہے فل ع۔ ازل ہے۔ فع ابتر ہے مفاعیلان مسبغ ہے مفاعلان مقبوض مسبغ ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مفاعیلن قبض کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور جب مفاعلن مین تسبیغ کی وجہ سے ایک الف زیادہ کیا گیا تو مفاعلان ہوگیا اسلیے مفاعلان کو مقبوض مسبغ کہتے ہین مفعولان اخرم مسبغ ہے یہ فرع خرم اور تسبیغ کے جمع ہونے سے بنی ہے خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور تسبیغ کی وجہ سے اس مین ایک الف زیادہ کرکے مفعولان کر لیا فاعلان اشتر مسبغ ہے اسلیے کہ مفاعیلن شتر کی وجہ سے فاعلن ہوا اور تسبیغ کی وجہ سے فاعلن فاعلان بن گیا ہے۔

فعولان محذوف مسبغ ہے حذف کی وجہ سے مفاعیلن مفاعی ہوا اسکو فعولن سے بدل لیا اور تسبیغ سے فعولن فعولان بن گیا غیاث اللغات مین اسی طرح لکھا ہے حالانکہ یہ اور مقصور یعنی مفاعیل بوقف لام سے ایک ہی وزن ہے فعلن بسکون عین اخرم محذوف ہے یہ فرع خرم اور حذف کے جمع ہونے سے حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ مفاعیلن خرم کیوجہ سے فاعیلن ہوجاتا ہے اور حذف کے سبب سے فاعی رہتا ہے اسے

فعلن سے بدل لیتے ہین فعلان بسکون عین اخرم مقصور ہے اسلیے کہ خرم کی وجہ سے مفاعیلن فاعیلن ہوا
اور قصر کے سبب سے فاعیل لام ساکن سے رہا اسکو فعلان سے بدل لیا۔

زحافاتِ فاعلاتن ۔۱

فاعلاتن متصل کے دس زحاف ہین خبن ۔کف ۔تشعیث ۔قصر ۔شکل ۔حذف ۔تبر ۔ربع ۔جحف ۔
تسبیغ۔

خبن بفتح خاے معجمہ وسکون باے موحدہ وسکون نون اسکے لغوی معنی چھپا دینا یا لپیٹ دینا اور
دامن کا سی دینا ہین اصطلاح عروض ہین مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف سے جو رکن کے
اول ہین ہو پس فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا۔ **فائدہ** یہ زحاف بحر مضارع کے فاعلاتن ہین نہین آتا اس
سبب سے کہ خبن سبب خفیف کے ساتھ مخصوص ہے اور مضارع ہین جو فاع لاتن ہے اُسکے اول ہین وتد مفروق ہے
کیونکہ وہ منفصل ہے۔

کفّ کاف کے فتح اور فے کی تشدید سے باز رکھنا یہان مراد ہے اسقاط ساکن ہفتم سبب خفیف سے
پس فاعلاتن فاعلاتُ بضم تا رہ گیا۔

قصر بفتح قاف وسکون صاد مہملہ و راے مہملہ رکن کے آخر سے سبب خفیف سے حرف ساکن کے گرانے
اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو کہتے ہین پس بسبب قصر کے فاعلاتن سے نون کہ سبب خفیف کا حرف ساکن ہے
گرا اور اُسکے ماقبل کی تاے فوقانی ساکن ہوکر فاعلات بسکون تا رہ گیا اور فاعلان سے بدل دیا تاکہ فاعلات
مضموم التا سے التباس نہ ہو۔

تشعیث بفتح تاے فوقانی وسکون شین معجمہ وکسر عین مہملہ وسکون یاے معروف و ثاے مثلثہ موقوف
عیون الفاخرہ ہین بدرالدین ابی عبداللہ نے لکھا ہے کہ بیان تشعیث کی بابت عروضیون ہین چار قول ہین
(۱) خلیل کہتا ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کے گرانے کا نام تشعیث ہے پس فاعلاتن ہین علا وتد
مجموع ہی بسبب تشعیث کے فاعاتن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا شریف کہتا ہے کہ تشعیث لغت ہین تفریق
کے معنے ہین ہے پس جب لام کو علا سے جو وتد کا درمیانی حرف ہے گرا دیا تو اُس کا انتظام بگڑ گیا (۲) بعض
کہتے ہین کہ وتد مجموع کے دو متحرک ہین سے پہلے حرف کے گرانے کا نام تشعیث ہے اور یہ قول اخفش کا
ہے پس فاعلاتن ہین سے بسبب تشعیث کے عین گر کر فالاتن رہا اُسکو مفعولن سے بدل لیا۔
(۳) بعض کہتے ہین کہ تشعیث وتد مجموع کے حرف ساکن کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن
کرنے سے مراد ہے پس فاعلتن بسکون لام ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا بعض کے نزدیک یہ مذہب

قطرب کا ہے (۴) زجاج کہتا ہے کہ تشعیث زحافات مزدوجہ مین سے ہے کہ اول فاعلاتن مین خبن کرتے ہین یعنی سبب خفیف اول کے ساکن کو گرا دیتے ہین بعد اسکے وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن کر دیتے ہین پس الف کے حذف کر دینے کے بعد فَعلاتن بن جاتا ہے جسکو مفعولن سے بدل لیتے ہین یہی قطرب کا مذہب بتاتے ہین پہلے مذہب کو یون ترجیح دی جاتی ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کا گرانا بہ نسبت دوسرے عملون کے بہتر ہے۔ اور دوسرے مذہب کی ترجیح کی بابت کہا گیا ہے کہ وتد کا پہلا حرف حذف کرنا بہتر ہے جیسا کہ خرم مین معمول ہے تیسرے مذہب کو یون ترجیح دی گئی ہے کہ وتد مجموع کے ساکن کا گرانا اکثر معمول ہے چوتھے مذہب کو ابوالحکم نے یون ترجیح دی ہے کہ یہ امر قیاس سے باہر نہین ہے اور خاص کر ایسی صورت کے ساتھ کہ حرکت کا حذف واقع ہوتا ہے جو حرف کے حذف سے سہل ہے **فائدہ** محقق طوسی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی سبب خفیف کے حرف ساکن کے حذف کر دینے کے بعد اُسکا حرف متحرک وتد مجموع سے ملکر تین حرف متحرک جمع ہو جائین اور جب درمیان کے حرف متحرک کو جو وتد مجموع کا پہلا حرف ہوتا ہے ساکن کیا جائے تو اس تغیر کو ہم **تسکین** کہتے ہین اور تسکین کا شمار زحافات مزدوجہ مین ہوگا اگرچہ تسکین حقیقت مین یہ ہے کہ وتد کے متحرک اول کو ساکن کر دین اور یہ بسیط ہے مگر چونکہ اس کا وقوع ایک تغیر سابق پر موقوف ہے اور وہ سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کرنا ہے اسلیے تسکین کو مرکبات مین داخل کیا گیا۔ زجاج مفعولن کو مخبون مسکن نہین کہتا بلکہ شعث کہتا ہے شعث مین اگرچہ چار قول ہین لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی عبارت مخبون مسکن سے ہے پس مخبون مسکن عین شعث ہی اور شعث عین مخبون مسکن ہے یہ زحاف بحر مضارع کے رکن فاع لاتن مین نہین آتا اس سبب سے کہ اُس مین وتد مجموع نہین ہے۔

شکل بفتح شین معجمہ و سکون کاف و لام اسکے معنے لغت مین چوپایے کے پاؤن رسی سے باندھنا ہین اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع خبن و کف سے ہے پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے الف گر کر فعلاتن اور بسبب کف کے نون گر کر فعلات بضم تا باقی رہ گیا یہ بھی بحر مضارع مین نہین آتا اسلیے کہ خبن و کف جمع ہونیکا نام شکل ہے اور بحر مضارع کے فاع لاتن مین خبن ہی نہین ہوتا۔

حذف بفتح حاے حطی و سکون ذال معجمہ و فا بمعنی ڈالدینا اسلیے اصطلاحی معنی حذف کرنا سبب خفیف کا ہین جو رکن کے آخر مین واقع ہو پس فاعلاتن سے تن گر کر فاعلا رہ گیا اسکی جگہ فاعلن رکھدیا۔

بتر بفتح باے موحدہ و سکون تاے فوقانی و راے مہملہ موقوفا اسکے لغوی معنی دُم کاٹنا ہیں اور اصطلاح مین

حذف وقطع کے جمع ہونے کو کہتے ہین پس فاعلاتن سے بسبب حذف کے فاعلا رہا اور قطع کی وجہ سے
الف گر کر اُس کا ماقبل ساکن ہوگیا تو فاعل بنا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا بعض اسکو بجاے ابتر کہنے
کے مقطوع محذوف کہتے ہین اور بعض اسکو صرف مقطوع بولتے ہین اور ان کا قول ہے کہ فاعلاتن مین
قطع ایسے واقع ہوتا ہے کہ آخر سے سبب خفیف کو مع ساکن وتد مجموع کے گرا دیا جاتا ہے اور اُسکے حرف
ماقبل کو ساکن کر دیا جاتا ہے **تنبیہ**۔ قطع رکن فاع لاتن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین وتد مجموع
نہین اور اس زحاف کے واسطے رکن مین وتد مجموع کا ہونا شرط ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ مفعولن
مشعث کے محذوف کرنے سے بھی فعلن پیدا ہوتا ہے یعنے مفعولن سے بسبب حذف کے لن گرا مفعو رہا
اسکو فعلن سے بدل لیا پس ایک فعلن ابتر ہے اور ایک مشعث محذوف اور فعلن مخبون محذوف مسکن بھی
ہے یعنی فعلاتن مخبون سے بسبب حذف کے تن گرا فعلا عین متحرک سے ہوا اور بسبب تسکین کے
عین ساکن ہوگیا پھر اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے نزدیک یہی
بہتر ہے کیونکہ اس جگہ خبن لازم ہے۔

رَبَع بفتح راے مہملہ وسکون باے موحدہ ووقف عین مہملہ یعنی چار ہونا مراد ہے اجتماع خبن وتبر سے
پس فاعلاتن سے بسبب خبن کے فا کے بعد کا الف گر گیا اور بسبب تبر کے آخر کا سبب یعنی تن اور اُسکے
ماقبل کا الف گر کر لام ساکن ہوگیا اس صورت مین فعل ساکن اللام باقی رہا بعض لوگون نے اسکی ترکیب اور
طرح بھی لکھی ہے جس کا مآل یہی ہے جو ہمنے بیان کیا تفصیل کا فرق ہے اور یہ زحاف چونکہ مرکب
ہے خبن اور حذف اور قطع سے اسلیے بعض اسکو مخبون محذوف مقطوع بھی کہتے ہین۔

جَحْف بفتح جیم وسکون حاے حطی ووقف فا یعنی نقصان کرنا اور کھال اُتارنا اور گینہد کا اُچک لینا۔
عروضیون کی اصطلاح مین مراد ہے فعلاتن مخبون کے فاصلہ صغرے کے حذف کرنے سے پس فعلاتن سے
تن باقی رہا اسکی جگہ فع نقل کر لیا۔

تسبیغ تفعیل کے وزن پر ہے۔ توجیہ القوافی اور اُسکے ترجمے شایگان مین لکھا ہے کہ یہ لفظ سین مہملہ
اور غین معجمہ سے ہے جسکے معنے ہین کپڑے کو لمبا کرنا اور چیز کو پورا کرنا اُسکے تمام لوازم کے ساتھ یا شین معجمہ
وعین مہملہ سے ہے جسکے معنے ہین پیٹ بھرنے کے قریب ہونا اور اصطلاح مین علل مین سے ہے اور وہ
زیادہ کرنا نون ساکن کا ہے اُس سبب خفیف کے بعد جو آخر مین اُس رکن کے ہو جو مصرع اول ودوم
کے آخر مین آوے اور ایسے رکن کو مسبغ باے موحدہ کی تشدید یا تخفیف سے بولتے ہین پس فاعلاتن
اس عمل کے بعد فاعلاتن آخر مین دونون ساکن کے ساتھ ہو جائیگا اور ایک سے دو ساکنون کے

ملنے کی وجہ سے ایک نون الف سے بدل کر فاعلاتان ہوجائے گا اسکو فاعلیان سے بدل
دیتے ہین اس عمل کا نام اسباغ بھی ہے لیکن مشہور تعریف یہ ہے کہ سبب خفیف جو آخر رکن مین
واقع ہوا ہو اُس مین الف زیادہ کرین پس فاعلاتن سے فاعلاتان ہوا اسکی جگہ فاعلیان استعمال کرتے ہین یہ رکن آخر مین اپنے
اصلی رکن فاعلاتن کا ہموزن شمار کیا جاتا ہے اور رکن محذوف اور مقصور بھی ایک ہی وزن مین محسوب
ہوتے ہین یہ دس زحاف فاعلاتن کے ہوے اور اُسکی فروع سولہ ہین **فعلاتن** بکسر عین مخبون ہے
فاعلاتُ بضم تا مکفوف ہے **مفعولن** مشعث یا مخبون مسکن **فاعلان** بسکون نون مقصور **فعلات**
بکسر عین وضم تا مشکول **فاعلن** محذوف **فعلن** بسکون عین ابتر یا مشعث محذوف یا مخبون محذوف
مسکن یا مقطوع یا مقطوع محذوف **فعل** بکسر عین و سکون لام مربوع **فع** مجحوف **فاعلیان** مسبغ **فعلن** بکسر
عین مخبون محذوف یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ فاعلاتن خبن کی وجہ سے
فعلاتن ہوگیا اور حذف کی وجہ سے فعلاتن کے آخر سے تن گر گیا تو فعلا عین کے کسرے سے رہا اسکو فعلن
سے بدل لیا **فعلاتُ** بکسر عین و سکون تاے فوقانی مخبون مقصور ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے
سے بنی ہے فاعلاتن کو خبن نے فعلاتن کر دیا اور قصر کی وجہ سے فعلاتن کا نون حذف ہو کر تاے فوقانی
ساکن ہو گئی اس طرح فعلات حاصل ہو گیا اس کو فعلان سے بھی بدل لیتے ہین **فعلان** بسکون عین و
سکون نون مخبون مسکن مقصور ہے یہ فرع کئی زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن خبن کی وجہ
سے فعلاتن بکسر عین ہوا اور فعلاتن مخبون کے عین کو ساکن کرنے سے فعلاتن ہوگیا اور پھر قصر کی وجہ سے
اس کے آخر کا نون ساقط ہو کر نون کے ماقبل کی تا ساقط ہو گئی پس فعلات بسکون عین و تا کو فعلان بسکون عین و
نون سے بدل لیا اور اس فرع کو مشعث مقصور بھی کہہ سکتے ہین یعنی فاعلاتن مین تشعیث اور قصر کے جمع ہونے سے
بھی فعلان حاصل ہو سکتا ہے اس طرح کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فاعاتن یا فالاتن یا فاعلتن رہ جاتا ہے
اور جب قصر اس مین آتا ہے تو آخر کا نون حذف ہو کر تاے فوقانی ساکن ہو جاتی ہے پھر فاعات یا فالات یا
فاعلت فعلان سے بدل جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بسکون
عین سے ہو جاتا ہے جیسا کہ زجاج کا مذہب ہے اور قصر کے باعث سے فعلات تاے ساکن سے رہتا ہے
اسکو فعلان سے بدل لیتے اسکو مقطوع مسبغ بھی کہتے ہین اور ابتر مسبغ بھی بولتے ہین اسلیے کہ زحافات قطع یا بتر کے
واقع ہونے سے فاعلاتن فعلن بسکون عین بنتا ہے اور فعلن مین تسبیغ کے آنے سے فعلان ہو جاتا ہے اور
خواجہ نصیر الدین کے نزدیک چونکہ یہان خبن لازم ہے اسلیے مخبون مسکن و مقصور ہی سمجھنا چاہیے **فاع** مجحوف
مسبغ ہے یہ فرع دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ جحف کی وجہ سے فاعلاتن فع ہو گیا

فعلان

اور رفع تسبیغ کے سبب سے فاع بنگیا فعلیّان بکسر عین و کسر لام و تشدید یاے تحتانی مخبون مسبغ ہے خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسر عین ہوا اور اس مین تسبیغ کے آنے سے فعلاتان ہوگیا جسکو فعلیان سے بدل لیا مفعولان شعث مسبغ ہے تشعیث کی وجہ سے فاعلاتن مفعولن ہوتا ہے اور تسبیغ کے سبب سے مفعولن مفعولان بن جاتا ہے اس کا نام مخبون مسکن مسبغ بھی ہے کیونکہ فاعلاتن خبن و تسکین کی وجہ سے فعلاتن سکون عین سے ہوجاتا ہے اور تسبیغ کے باعث سے یہ فعلاتان بن جاتا ہے پھر مفعولان سے بدل لیتے ہین۔

زحافات فاع لاتن

فاع لاتن منفصل کے تین زحاف ہین۔ کف۔ قصر۔ حذف۔

کف۔ مراد ہے گرانے ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاع لاتن سے فاع لاتُ بضم تا رہ گیا۔

قصر کہتے ہین ساکن سبب خفیف رکن آخر کے گرانے اور اُسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو پس فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا باقی رہا اُسکو فاع لان سے بدل لیتے ہین تاکہ فاع لات مضموم التا سے امتیاز رہے۔

حذف اُس سبب خفیف کے گرانے کو کہتے ہین جو رکن کے آخر مین ہو پس فاعلا رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا اور اُسکی فروع بھی تین ہین فاع لاتُ بضم التا مکفوف۔ فاع لان بسکون نون مقصور فل علن محذوف۔

زحافات مستفعلن

رکن مستفعلن متصل مین نو زحاف آتے ہین۔ خبن۔ طے۔ قطع۔ خبل۔ خلع۔ رفع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل

خبن یعنے حذف کرنا حرف ساکن سبب خفیف کا جو رکن کے اول مین آیا ہو پس مستفعلن سے بسبب خبن کے سین گرکر متفعلن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔

طےّ بفتح طاے حطی و تشدید یاے تحتانی بمعنی لپیٹنا اصطلاح مین مراد ہے اسقاط ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین بے فاصلہ واقع ہون پس مستفعلن سے بسبب طے کے حرف فا گرکر مستعلن رہا اُسکو مفتعلن بکسر علین سے بدل لیا یہ زحاف مس تفع لن منفصل مین نہین آتا کیونکہ اُس مین چوتھا ساکن وتد مین ہے نہ سبب خفیف مین اور طے کے واسطے دو سبب خفیف کا اول رکن مین بے فاصلہ واقع ہونا شرط ہے۔

قطع بفتح قاف وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ اصطلاح مین مراد ہے حرف ساکن وتد مجموع کے
حذف کرنے اور اسکے ماقبل کے ساکن کرنے سے بشرطیکہ رکن کے آخر مین واقع ہوا ہو پس مستفعلن سے
بسبب قطع کے نون گر کر لام ساکن ہوگیا اور مستفعل باقی رہا اسکی جگہ مفعولن لے آئے۔

خبل بفتح خاے معجمہ وسکون باے موحدہ ولام اسکے لغوی معنی ہاتھ یا نون کاٹنا ہین اور اصطلاحی
تعریف عیون فاخرہ مین یون لکھی ہے کہ اجتماع خبن وطے کا نام ہے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے
حرف سین اور بسبب طے کے فے گر کر متعلن رہا اسکو فعلتن بفتح عین ولام سے بدل لیا ہے۔

خلع بفتح خاے معجمہ وسکون لام وعین مہملہ اسکے لغوی معنی کپڑے اتارنے کے ہین اور یہان مراد ہے اجتماع
خبن وقطع سے پس مستفعلن سے بسبب خبن کے بموجب تشریح مندرجۂ بالا سین اور بسبب قطع کے
نون گر کر لام ساکن ہوا اور متفعل رہا اسکی جگہ فعولن رکھدیا۔

رفع بفتح راے مہملہ وسکون فا وعین مہملہ اس کے لغوی معنی اُٹھانے کے ہین اصطلاح مین ایک
سبب خفیف کے حذف کرنے کو کہتے ہین اس رکن سے جس کے اول مین دو سبب خفیف واقع ہوے ہون
پس مستفعلن سے تفعلن رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

حذذ بفتح حاے حطی وذال منقوطہ اول مفتوح وذال منقوطہ دوم ساکن بمعنی چھوٹا ہونا دم کا اصطلاح
مین عبارت ہے اسقاط وتد مجموع سے جو آخر رکن مین واقع ہو پس مستفعلن سے مستف رہا اس کی جگہ
فعلن بسکون عین رکھدیا اور یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اسمین وتد مجموع نہین ہے۔

اذالہ بکسر الف وفتح ذال نقطہ دار وسکون الف دوم وفتح لام بمعنی دامن دراز کرنا اصطلاح مین
عبارت ہے ایک الف وتد مجموع مین قبل از ساکن زیادہ کرنے سے بشرطیکہ وتد رکن کے آخر مین واقع ہوا
ہو پس مستفعلن سے مستفعلان ہوگیا یہ زحاف مستفعلن منفصل مین نہین آتا اسلیے کہ اس مین ایک وتد
مفروق درمیان دو سبب خفیف کے ہے۔

ترفیل بفتح تاے فوقانی وسکون راے مہملہ وکسر فا وسکون یاے تحتانی ولام بمعنی دامن کھینچنا
اور دراز کرنا اور بزرگ کرنا یہان مراد ہے وتد مجموع آخر رکن پر سبب خفیف زیادہ کرنے سے پس
مستفعلن سے مستفعلن تن ہوگیا اس کو مستفعلاتن سے بدل لیا یہ زحاف بھی مستفعلن منفصل
مین نہین آتا کیونکہ اس مین وتد مجموع نہین ہے **فائدہ** فارسی اور اُردو مین یہ زحاف کم آتا ہے
عربی مین بکثرت۔

یہ نو زحاف مستفعلن کے ہوے اور فروع یہ ہین یعنی زحاف کے بعد ایسی شکلین اور نام پیدا ہوتے ہین

مفاعلن مخبون ۔ مفتعلن مطوی ۔ مفعولن مقطوع ۔ فعلتن مخبول ۔ فعولن مخلع ۔ فاعلن مرفوع ۔
فعلن بسکون عین محذوذ ۔ مستفعلان مذال ۔ مستفعلاتن مرفل ۔ مفاعلان مخبون مذال یہ فرع دو زحافوں کے
جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مستفعلن خبن کی وجہ سے مفاعلن ہوا اور مفاعلن اذالہ کی وجہ سے
مفاعلان ہوگیا ۔ مفتعلان مطوی مذال ہے مستفعلن طے کی وجہ سے مفتعلن ہوا اور مفتعلن
اذالہ کے سبب سے مفتعلان بن گیا ۔ فعلتان عین اور لام کی تحریک سے مخبول مذال ہے
اس فرع میں خبل اور اذالہ جمع ہوئے ہیں خبل کی وجہ سے مستفعلن فعلتن ہوا اور فعلتن اذالہ کے باعث
سے فعلتان ہوگیا ۔ فاعلان مرفوع مذال ہے یہ فرع زحاف رفع اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے رفع
کی وجہ سے مستفعلن فاعلن ہوگیا اور فاعلن اذالہ کے باعث سے فاعلان بن گیا ۔ مفاعلاتن مخبون مرفل
ہے خبن کی وجہ سے مستفعلن مفاعلن ہوگیا اور ترفیل کے سبب سے اس کے آخر میں تن زیادہ ہوکر
مفاعلن تن بنا جسکو مفاعلاتن سے بدل لیا ۔ فع محذوذ محذوف ہے اس فرع [illegible] یہ دو زحاف جمع
ہوئے ہیں مستفعلن حذذ کی وجہ سے مستف ہوکر فعلن بسکون عین سے بدلا گیا پھر فعلن کے آخر سے بوجہ
حذف کے سبب خفیف ساقط ہوگیا پس فع رہ گیا ۔ فاع محذوذ مقصور ہے یہ فرع حذذ اور قصر کے
جمع ہونے سے بنی ہے حذذ کی وجہ سے مستفعلن مستف رہا اور قصر کی وجہ سے ستف کے پچھلے سبب
خفیف کا حرف ساکن ساقط ہوکر اُسکا ماقبل ساکن ہوگیا پس سین کے حذف ہوکر تاے فوقانی کے
ساکن ہونیکے بعد مُست رہا اسکو فاع سے بدل لیا ۔

زحافات مس تفع لن

زحافات مس تفع لن منفصل کے پانچ ہیں ۔ خبن ۔ قصر ۔ شکل ۔ تسبیغ ۔ کف ۔

خبن سے حرف ساکن سبب خفیف جو رکن کے اول میں ہو گر جاتا ہے پس تفع لن سے سین گر کر
متفع لن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا ۔

قصر سے حرف آخر سبب خفیف کا جو آخر رکن میں ہو گر جاتا ہے اور ماقبل اُسکا ساکن ہو جاتا ہے پس
مس تفع لن سے مس تفعل حرف آخر کے سکون سے رہ گیا اسکی جگہ مفعولن رکھدیا ۔

شکل سے مراد اجتماع خبن و کف کا ہے پس مس تفع لن سے بسبب خبن کے حرف سین اور بسبب
کف کے حرف نون گر کر متفعل بضم لام رہا اسکو مفاعل مضموم اللام سے بدل لیا ۔

تسبیغ سے یہ مراد ہے کہ سبب خفیف کے درمیان میں جو رکن کے آخر میں واقع ہو ایک الف زیادہ کردینا
پس مس تفع لن سے مس تفع لان ہوگیا جیسا کہ صاحب میزان الافکار نے حدائق البلاغت سے نقل کیا ہے

مستفعلن متصل مین مستفعلان مذال کہلاتا ہے اور یہان مسبغ۔

کف اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ رُکن کے ساتوین ساکن کو کہ سبب خفیف مین ہو گرادین پس مس تفع لن سے مس تفع ل لام کے ضمے سے رہجاتا ہے۔ اور فروع مس تفع لن کے یہ ہین **مفاعلن** مخبون۔ مفعولن مقصور **مفاعل** بضم لام مشکول مس تفع لان مسبغ **مستفعل** بضم لام مکفوف **فعولن** مخبون مقصور۔ یہ فرع مس تفع لن مین خبن وقصر کے جمع ہونے سے حاصل ہوئی ہے اسطرح کہ خبن کی وجہ سے مس تفع لن متفع لن ہوا اور پھر قصر کی وجہ سے پچھلے سبب خفیف کا حرف ساکن ساقط ہو کر اسکا پہلا حرف کہ لام ہے ساکن ہو گیا اور اب متفعل رہ گیا جسکو فعولن سے بدل لیا **مفاعلان** مخبون مذال ہے مس تفع لن سے بوجہ خبن کے مفاعلن حاصل ہوا اور جب بوجہ اذالہ کے آخر کے وتد مجموع مین ساکن سے ماقبل ایک الف بڑھایا تو مفاعلان ہو گیا۔

زحافات مفعولات

زحاف مفعولات بضم تاے فوقانی کے نو ہین۔ وقف۔ طے۔ خبن۔ خبل۔ کسف۔ رفع۔ صلم۔ جدع۔ نحر

وقف بفتح واو و سکون قاف و فا بمعنی کھڑا ہونا اصطلاح مین مراد ہے اسکان تاے مفعولات سے پس مفعولات بسکون تا نہ گیا اور مفعولان سے بدل لیا اور یہ بدل لینا محض واسطے امتیاز مفعولات غیر موقوف کے ہے ورنہ مفعولات بھی غیر مانوس نہین۔

طے مراد ہے سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کے دُور کرنے سے پس بسبب طے کے واو گر کے مفعولات بضم تا رہا اسکی جگہ فاعلات بضم تا لے آئے۔

خبن سبب خفیف اول کا ساکن گرانا پس بسبب خبن کے فے گر کر مفعولات سے معولات بضم تا رہا اسکو فعولات یا مفاعیل سے بدل لیا اور ان دونون کا حرف آخر مضموم ہے۔

خبل یعنے اجتماع خبن و طے کا پس مفعولات سے بسبب خبن کے فے اور بسبب طے کے واو گر کر مُعلاتُ رہا اسکو فعلات تاے مضموم سے بدل لیا۔

کسف بفتح کاف اور سکون سین مہملہ و فا کپڑا بُوتنے اور اونٹ کی ایڑی کاٹنے کے معنے مین ہے اور بعض کہتے ہین کہ۔ **کشف** شین معجمہ سے برہنہ کرنے کے معنے مین ہے لیکن صاحبان کشاف اصطلاحات و قاموس و مفتاح اسے پہلے لغت سے تصحیف بتاتے ہین اور اصطلاح مین مراد ہے اس سے وتد مفروق کے دوسرے متحرک کو گرا دین پس تاے آخر کے سقوط کے بعد مفعولاتُ سے مفعولا باقی رہتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہین اور صاحب مفتاح کے نزدیک کسف اجتماع وقف و کف کا نام ہے

مفروق

پس معولات بسبب وقف کے مفعولاتْ بسکون تا رہا اور بسبب کف کے تاے ساکن گر کر مفعولا
رہا اس کی جگہ مفعولن رکھدیا پہلے قول کے مطابق کسف زحافات مفردہ مین سے ہوگا اور دوسرے
قول کے موافق زحافات مزدوجہ مین سے ۔
رفع بمعنے اٹھانا یہان مراد ہے دُور کردینا سبب خفیف کا جو اول رکن مین واقع ہو پس مفعولات سے
عولات رہ گیا اسکی جگہ مفعولُ لام مضموم سے رکھدیا۔
صَلْم صاد مہملہ کے فتح اور لام اور میم کے سکون سے اسکے معنی جڑ سے ناک کان کاٹنے کے ہین اصطلاح
مین مراد ہے وتد مفروق کے حذف کرنے سے پس مفعولات بسبب صلم کے مفعو رہا اسکو فعلن ساکن العین
سے بدل لیا۔
جدع بفتح جیم و سکون دال و عین مہملہ سے بمعنی ناک یا کان یا ہاتھ یا ہونٹ کاٹنا اور اصطلاح
مین مراد ہے اسقاط دو سبب خفیف سے اور حرف آخر وتد مفروق کے ساکن کرنے سے پس مفعو حذف ہو کر
لاتُ بضم تا رہا پھر لاتُ کی تاے فوقانی ساکن ہو کر لات بسکون تا ہوا اسکی جگہ فاع رکھدیا۔
نحر بفتح نون و سکون حاے حطی و راے مہملہ سینہ کاٹنا اور اونٹ کو مار ڈالنا اصطلاح مین عبارت ہے
بعد جدع کے اسقاط الف سے پس مفعولات بسبب جدع کے لات بسکون تا رہا تھا اور اس سے الف
ساقط ہوا تو لت رہ گیا اسکو فع سے بدل لیا یہ نو زحاف مفعولات کے ہین اور فروع اسکے اس قدر
ہین مفعولان۔ یا علان نون موقوف فاعلاتُ بضم التا مطوی مفاعیلُ بضم اللام مخبون فعلات
بضم عین و تا مجہول مفعولن۔ مکسوف مفعولُ۔ بضم لام مرفوع فعلن بسکون عین اصلم فاع۔
مجدوع فع منحور۔ فائدہ مجدوع اور منحور ہموزن شمار کیے جاتے ہین فاعلان بسکون نون مطوی موقوف یہ فرع
طے اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات طے کی وجہ سے مفعلات بضم تا ہو گیا اور وقف کی
وجہ سے حرف آخر ساکن ہو گیا اسکو فاعلان سے بدل لیا مفاعیل بسکون لام مخبون موقوف ہے خبن کی وجہ سے مفعولات معولاتُ بضم تا رہا اور
وقف کی وجہ سے اسکا حرف آخر ساکن ہو گیا جس کو مفاعیل سے بدل لیا فاعلن مطوی مکسوف ہے
اس فرع مین طے اور کسف دونون زحاف جمع ہوے ہین مفعولاتُ طے کی وجہ سے مفعلات ہوا اور کسف کی
وجہ سے مفعلا رہ گیا اسکو فاعلن سے بدل لیا فعلات بضم عین و سکون تاے فوقانی مخبول موقوف
ہے یہ فرع خبل اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات بسبب خبل کے معلات بضم تا
اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہو گیا اسکو فعلات سے بدل لیا اسکی جگہ فعلان عین متحرک کے ساتھ
بھی استعمال کرتے ہین فعلان مین ساکن کے ساتھ مخبول موقوف مسکن ہے فعِلُن بکسر عین مخبول

نحر

مکسوف ہے خبل کی وجہ سے مفعولات معلات بفتح میم وضم عین وضم تا ے فوقانی رہ گیا اور ... کی وجہ سے تاے فوقانی گر گئی اور معلا باقی رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔ **فعولن** مخبون مکسوف ہے مفعولات خبن کیوجہ سے معولات بضم تا رہگیا اور کف کی وجہ سے حرف آخر گر کر معولا ہوگیا جس کو فعولن سے بدل لیا **فعولان** مخبون موقوف ہے اس لیے کہ خبن ووقف کی وجہ سے معولات بسکون تا ہوگیا اس کو فعولان سے بدل لیا۔

زحافات مفاعلتن

مفاعلتن کے آٹھ زحاف ہین عصب۔ عضب۔ قصم۔ عقل۔ جمم۔ نقص۔ عقص۔ قطف۔

عَصْب بفتح عین مہملہ وسکون صاد مہملہ و باے موحدہ اسکے لغوی معنی فراہم کرنا شاخہاے درخت کا کاٹنے کے لیے اور خشک ہونا تھوک اور زبان کا مُنھ مین پیاس کی وجہ سے ہین۔ اصطلاح مین عبارت ہے اسکان لام مفاعلتن سے پس بسبب عصب کے مفاعلتن بسکون لام رہا اسکو مفاعیلن سے بدل لیا۔

عَضَب بفتح عین مہملہ و فتح ضاد معجمہ وسکون باے موحدہ اسکے لغوی معنی شاخ کا ٹوٹنا ہین اصطلاح مین رکن مفاعلتن مین خرم کرنے سے مراد ہے یعنی اُس وتد مجموع کا جو رکن کے اول مین ہو پہلا حرف گرا دینا تو یہان میم گر کر فاعلتن رہا اسکی جگہ مفتعلن نقل کر لیا۔

قصم بفتح قاف و فتح صاد مہملہ وسکون میم اسکے معنی دانت توڑنا ہین اور مراد ہے اجماع خرم اور عصب بصاد مہملہ سے پس مفاعلتن سے بسبب خرم کے میم گرا اور بسبب عصب کے لام ساکن ہوگیا فاعلتن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا۔

عَقْل بفتح عین مہملہ وسکون قاف ولام لغوی معنی اس کے اونٹ کے بازو اور ساق باندھنے کے ہین اصطلاح مین اجتماع عصب بصاد مہملہ اور قبض کو کہتے ہین پس مفاعلتن کا بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور بسبب قبض کے گر پڑا مفاعلتن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔ اور مولوی سعد اللہ نے قول المانوس نے صفات القاموس مین یون کہا ہے کہ عقل مفاعلتن مین عصب اور قبض کے جمع ہونے کا نام ہے پس مفاعلتن بسبب عصب کے مفاعیلن ہوگیا اور پھر معصوب مذکور قبض کی وجہ سے یاے تحتانی گر کر مفاعلن بن گیا غرض کہ مولوی صاحب اول مفاعلتن کا لام عصب کی وجہ سے ساکن کر کے مفاعیلن سے بدلتے ہین اور پھر مفاعیلن کی یاے تحتانی کو قبض کی وجہ سے گراتے ہین اور ہمارے پہلے قول مین یہ بیان ہے کہ مفاعلتن کا لام بسبب عصب کے ساکن ہوجاتا ہے اور

اُسکو بغیر مفاعیلن سے بدلے ہوے بوجہ قبض کے لام ساکن کو گرا دیتے ہین پس مفاعتن رہتا ہے وہ
مفاعلن سے بدل دیا جاتا ہے مطلب ایک ہی ہے طرز بیان مین فرق ہے اور صاحب بحر الفصاحت کہتا ہے
کہ عقل عبارت ہے اس سے کہ مفاعلتن کے سبب ثقیل کے دوسرے متحرک کو کہ پانچوان حرف رکن کا
یعنی لام ہے گرا دین پس مفاعتن کو مفاعلن سے بدل لیتے ہین اور اس صورت مین عقل زحافات مفردہ
مین سے ہوگا **فائدہ** یہ مفاعلن مشابہ ہے ساتھ اُس مفاعلن کے جو مفاعیلن سے بسبب قبض کے
حاصل ہوا ہے لیکن امتیاز یہ ہے کہ یہ مفاعلن معقول سوا بحر وافر کے نہین آتا اس لیے کہ زحاف عقل
رکن مفاعلتن سے خصوصیت رکھتا ہے اور رکن مفاعلتن مخصوص ہے بحر وافر سے۔

جمم بفتح جیم تازی و میم اول و سکون میم دوم اسکے لغوی معنی مرد کا لڑائی مین بے نیزہ ہونا ہین اور اصطلاح
عروض مین مراد ہے اجتماع عقل و خرم سے پس مفاعلتن سے بسبب عقل کے لام ساکن ہو کر گر گیا اور بسبب
خرم کے میم متحرک حذف ہوئی فاعتن باقی رہا اسکو فاعلن سے بدل لیا۔

نقص بمعنی کم کرنا مراد اجتماع عصب بہ صاد مہملہ و کف سے ہے پس بسبب عصب کے مفاعلتن کا لام ساکن
ہوا اور بسبب کف کے نون ساکن گر پڑا مفاعلتُ بضم تا باقی رہا اسکو مفاعیلُ بضم لام سے بدل لیا۔

عقص بفتح عین و سکون قاف و صاد مہملہ بمعنی زلفون کے بال بیٹھنا اور اصطلاح مین عبارت ہے
اجتماع خرم و نقص سے پس بسبب خرم کے مفاعلتن سے میم گرا اور بسبب نقص کے لام ساکن ہو کر نون حذف ہوا
فاعلتُ بضم تا رہ گیا اسکی جگہ مفعولُ بضم لام لے آئے۔

قطف۔ بفتح قاف و سکون طاے مہملہ و فا اسکے لغوی معنی انگور وغیرہ کا خوشہ کاٹنا ہین اصطلاح عروض
مین مراد ہے اجتماع عصب بصاد مہملہ اور حذف سے پس مفاعلتن سے بسبب عصب کے لام ساکن ہوا اور
بوجہ حذف کے آخر کا سبب خفیف گر گیا مفاعل لام کے سکون سے رہا اسکی عوض مین فعولن لے آئے۔

یہ آٹھ زحاف مفاعلتن کے ہوے اور فروع کے یہ نام ہین معصوب صاد مہملہ سے **مفاعیلن** اعضب
ضاد معجمہ سے **مفتعلن** اجم **مفعولن** معقول **مفاعلن** اجم **فاعلن** منقوص **مفاعیلُ** بضم لام
اعقص **مفعولُ** بضم لام معطوف **فعولن**۔

زحافات متفاعلن

زحاف رکن متفاعلن کے سات ہین اضمار وقص خزل وقف حذذ اذالہ ترفیل۔

اضمار بکسر الف و سکون ضاد معجمہ و میم و الف و راے مہملہ اسکے لغوی معنی گھوڑے کا دبلا کر دینا ہین اور فتح ربیع الابرار
مین چھپانے کے معنے مین لکھا ہے اور اصطلاح مین مراد ہے ساکن کرنے تا سے متفاعلن سے

پس متفاعلن بسکون تا کی جگہ مستفعلن رکھتے ہین۔

وقص بفتح واو وسکون قاف وصاد مہملہ اسکے معنی گردن توڑنا ہین اور یہان مراد ہے اجتماع اضمار وخبن سے پس بسبب اضمار کے متفاعلن کی تے ساکن ہوئی اور بسبب خبن کے گرپڑی مفاعلن رہ گیا فائدہ مفاعلن سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ مفاعلن ہوگا جو مستفعلن سے بسبب خبن کے حاصل ہوا ہے یعنی مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے سین گرکر مُتَفْعِلُنْ رہتا ہے اور متفعلن مفاعلن سے منقول ہوجاتا ہے پس پہچان یہ ہے کہ مفاعلن موقوص متفاعلن کا سوا بحر کامل کے نہین آتا اسلیے کہ رکن متفاعلن بحر کامل سے مخصوص ہے۔

خزل۔ زکریا انصاری نے قصیدۂ خزرجیہ کی شرح موسوم بہ فتح رب البریہ مین لکھا ہے کہ خزل خاے معجمہ اور زاے معجمہ سے ہی اور بعض نے جیم اور زاے معجمہ سے لکھا ہے اور دونون صورتون مین حرف اول مفتوح اور دوم وسوم ساکن ہے اور معنے اسکے کاٹنے کے ہین یہان عبارت ہے اجتماع اضمار وطے سے پس متفاعلن سے بسبب اضمار کے لام ساکن ہوا اور بسبب طے کے چوتھا حرف ساکن حذف ہوگیا متفعلن رہ گیا اسکی جگہ مفتعلن رکھدیا۔

قطع بفتح قاف وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ یعنی رکن کے آخر سے ساکن وتد مجموع کو گرا کر اسکا ماقبل ساکن کرنا پس متفاعلن سے متفاعل لام ساکن سے رہا اسکو فعلاتن عین مکسور سے بدل لیا۔

حَذَذ۔ بفتح حاے حطی و فتح ذال نقطہ دار اول وسکون ذال نقطہ دار دوم بمعنی دم کا چھوٹا ہونا اصطلاح مین مراد ہے رکن کے آخر سے وتد مجموع کا ساقط کرنا پس متفاعلن سے متفا رہا اسکو فعلن عین مکسور سے بدل لیا قاموس وصراح وغیرہ کتب لغت وعروض مین حذذ حاے حطی و دو ذال منقوطہ سے لکھا ہے لیکن مولوی صہبائی جذذ جیم مفتوح اور ایک ذال منقوطہ سے لکھتے ہین اور کہتے ہین کہ جس رکن مین یہ زحاف واقع ہو اُسکو اجذ کہینگے اور میر شمس الدین فقیر کا بھی یہی مقولہ ہے اور باعتبار لغوی معنی کے بھی دونون لفظ مترادف ہین اور یہ جو میزان الافکار مین لکھا ہے کہ بعضے اسے جیم اور دال مہملہ سے کہتے ہین انتہے تو یہ انکی غلطی ہے۔

اذالہ یعنی وتد مجموع مین جو رکن کے آخر مین ہو ایک الف زیادہ کرنا پس متفاعلن سے متفاعلان ہوگیا

ترفیل آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف اور بڑھانا پس متفاعلن سے متفاعلن تن ہوا اسے متفاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ سات زحاف متفاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہین مستفعلن مضمر مفاعلن موقوص مفتعلن مخزول فعلاتن مقطوع فِعلن بکسر عین محذوذ یا اجذ متفاعلان مذال متفاعلاتن مرفل مستفعلان مضمر

مذال یہ فرع اضمار اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ متفاعلن مین اضمار کی وجہ سے تائے فوقانی کو سکون ہو گیا اور اذالہ کے سبب سے نون سے پہلے ایک الف بڑھ گیا اس طرح متفاعلان بن گیا جس کو مستفعلان سے بدل لیا اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ متفاعلن اضمار کی وجہ سے مستفعلن سے بدلا گیا اور اذالہ کے سبب سے مستفعلن مستفعلان بن گیا **مفاعلان** موقوص مذال ہے یہ فرع ان دو زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے وقص و اذالہ متفاعلن وقص کی وجہ سے مفاعلن ہو گیا اور پھر مفاعلن اذالہ کی وجہ سے مفاعلان بنگیا **مفتعلان** مخزول مذال ہے متفاعلن خزل کی وجہ سے متفعلن ہو کر مفتعلن سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے مفتعلن مین نون سے قبل ایک الف زیادہ ہو کر مفتعلان ہو گیا **فعلان** بکسر عین محذوذ مذال ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن سے عین گر گیا تو متفا کو فعلن بکسور العین سے بدل لیا اذالہ کی وجہ سے اس مین ایک الف نون سے قبل زیادہ ہو کر فعلان بن گیا **مستفعلاتن** مضمر مرفل ہے یہ فرع اضمار اور ترفیل کے جمع ہونے سے بنی ہے اضمار کی وجہ سے متفاعلن کی تے ساکن ہو گئی پھر ترفیل کے سبب سے ایک سبب خفیف اُسکے آخر مین اضافہ ہوا تو متفاعلن تن ہو کر مستفعلاتن سے بدل گیا **مفاعلاتن** موقوص مرفل ہے وقص کی وجہ سے متفاعلن مفاعلن ہو گیا اور ترفیل کے باعث سے ایک سبب خفیف اُسکے آخر مین بڑھ گیا تو مفاعلن تن ہوا اسکو مفاعلاتن سے بدل لیا **مفتعلاتن** مخزول مرفل ہے متفاعلن خزل کی وجہ سے متفعلن ہو گیا تائے فوقانی کے سکون سے اور ترفیل کے باعث سے اُسکے آخر مین ایک سبب خفیف زائد ہو کر متفعلن تن جسکو مفتعلاتن سے بدل لیا مفعولن مقطوع مضمر ہے زحاف قطع کے آنے سے متفاعلن متفاعل لام ساکن ہو گیا اور اضمار کی وجہ سے متفاعل کی تائے فوقانی ساکن ہوئی پھر اسکو مفعولن سے بدل لیا **فعلن** بسکون عین محذوذ مضمر ہے حذذ کی وجہ سے متفاعلن متفا تا سے متحرک سے رہ گیا اور اضمار کے سبب سے تا ساکن ہو گئی تو متفا کو فعلن سے بدل لیا۔

زحافات فعولن

رکن فعولن کے ساتھ زحاف ہین قبض۔ قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔ تسبیغ۔

قبض یعنی ساکن پنجم سبب کا نون گرانا پس فعولن سے فعول بضم لام رہا۔

قصر یعنے ساکن سبب خفیف کا آخر رکن سے گرانا اور اسکا ماقبل ساکن کرنا پس فعولن سے فعول بہ سکون لام ہو جاتا ہے۔

ثلم بضم ثائے مثلثہ و سکون لام و میم بمعنی سوراخ کرنا اصطلاح مین مراد ہے رکن فعولن مین خرم کرنے سے یعنی وتد مجموع سے کہ رکن کے اول مین ہو حرف اول متحرک کو حذف کر دین پس فعولن سے فے دور ہو کر

عولن رہا اسکی جگہ فعلن بسکون مین رکھا گیا۔

ثرم بفتح ثاے مثلثہ و راے مہملہ مفتوح و میم ساکن یعنی آگے کے دانت توڑنا اور اصطلاح عروض مین مراد اجتماع قبض و خرم سے ہے پس بسبب خرم کے فے اور بسبب قبض کے نون فعولن کا گر پڑا عول لام مضموم سے رہ گیا اسکو فعل عین ساکن اور لام مضموم سے نقل کر لیا اور فاع بھی اسکی جگہ رکھ سکتے ہین۔

بتر بفتح باے موحدہ و سکون تاے فوقانی و راے مہملہ بمعنی جڑ سے اکھیڑنا اور دم کاٹنا اصطلاح مین عبارت ہے اجتماع حذف و قطع سے پس فعولن سے سبب خفیف بوجہ حذف کے گر گیا اور واو بسبب قطع کے گر کر عین ساکن ہو گیا اس طرح فع باقی رہا بعض اسکی جگہ فل تجویز کرتے ہین اور ابن قیس کے نزدیک بتر یہ ہے کہ فعولن کا وتد گر جاوے یعنی لن باقی رہتا ہے اس صورت مین مرکب نہو گا۔

تسبیغ یعنی سبب خفیف کے درمیان مین الف بڑھانا پس فعولن سے فعولان ہو گیا۔

یہ سات زحاف فعولن کے ہوے اور اسکی فروع یہ ہین **فعولُ** بضم لام مقبوض **فعولْ** بسکون لام مقصور **فَعَلْ** بفتح عین و سکون لام محذوف **فعلن** بسکون عین اثلم **فعلُ** یا **فاع** اثرم **فع** ابتر **فعولان** مسبغ **فعلان** بسکون عین اثلم مسبغ اس فرع مین دو زحاف جمع ہوے ہین ایک ثلم جس کی وجہ سے فعولن سے عولن ہو جاتا ہے اور تسبیغ کی وجہ سے نون ساکن کے پیشتر ایک الف بڑھکر فعلان سے بدل لیا جاتا ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اول عولن کو فعلن سے بدل لیتے ہین پھر فعلن مین نون تسبیغ کا اضافہ ہو کر فعلان بن جاتا ہے۔

زحافات فاعلن

رکن فاعلن کے چھ زحاف ہین خبن۔ قطع۔ خلع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔

خبن یعنی ساکن سبب خفیف کو حذف کر دینا جو رکن کے اول مین ہو پس فاعلن سے فعلن عین مکسور سے رہا۔

قطع یعنی ساکن وتد مجموع کو گرا کے اسکے ما قبل کو ساکن کرنا پس فاعلن سے فاعل رہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین سے آئے اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ وتد مجموع کے دوسرے متحرک کو حذف کر دینا چاہیے اس صورت مین لام گر جائیگا اور فاعن رہیگا اسکو بھی فعلن سے بدل لینگے۔

بعض کہتے ہین کہ فعلن بسکون عین مخبون مسکن ہے یعنی فاعلن مین خبن کے بعد تین حرف متحرک جمع ہو گئے پھر بسبب تسکین کے درمیانی حرف کو ساکن کر دیا کہ وہ وتد مجموع کا پہلا حرف ہے پس فعلن بسکون عین حاصل ہوا وجہ اسکی یہ ہے کہ رکن مقطوع صرف مصرعون کے اور آخر مین آتا ہے اور فعلن بحر متدارک مین اوروں بھی آ جاتا ہے اس تقدیر پر یہ فرع مخبون مسکن کہلائے گی اور بحر متدارک کے ساتھ خاص ہو گی فعلن کو فاعلن سے

مقطوع کہنے کی صورت مین علت تغیر اور ہے اور مجنون مسکن کہنے کی حالت مین علت تغیر دوسری چیز ہے
اور پہلی صورت مین فاعلن کا نون اور لام کی حرکت گر کر فعلن حاصل ہوتا ہے اور دوسری صورت
مین الف اور عین کی حرکت محذوف ہو کر فعلن بنا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تمام شعر فعلن بسکون عین کے
وزن پر ہو تو اُسکو مجنون مسکن کہنا چاہیے اور اگر عروض و ضرب مین فعلن واقع ہو تو اُسے مقطوع سمجھنا چاہیے اور
مجنون مسکن متدارک کے سوا دوسری جگہ نہ آئیگا اور مقطوع بسیط مین بھی آتا ہے۔

مخلع یعنے اجتماع خبن و قطع کا پس فاعلن سے الف بسبب خبن کے گرا اور نون بسبب قطع کے گر کر لام ساکن
ہوا فعل بکسر عین و سکون لام ہو گیا۔ یہ قول ابن قیس کا ہے صاحب مخزن الفوائد نے جو مخلع خبن و قصر کا اجتماع قرار
دیا ہے اور فعلن کو مجنون مقصور لکھا ہے یہ غلط ہے اسلیے کہ قصر اصطلاح مین عبارت ہے اسقاط ساکن سبب
خفیف اور اسکان ماقبل سے اور فعلن مجنون مین سبب نہین کیونکہ یہ رکن فاعلن سے حاصل ہوا ہے
اور اس مین سبب خفیف کے بعد وتد مجموع ہے غرض کہ نہ اصل رکن فاعلن مین سبب کا وجود ہے نہ فعلن
مجنون مین جو قصر آسکے۔

حذذ یعنے وتد مجموع کا ساقط ہونا پس فاعلن سے وتد مجموع گر کر فا رہا اسکو فع سے بدل لیا۔

اذالہ یعنی آخر رکن کے وتد مجموع مین ساکن سے ماقبل الف بڑھانا پس فاعلن سے فاعلان ہو گیا
ترفیل وتد مجموع پر سبب خفیف زیادہ کرنا پس کرنا پس فاعلن سے فاعلن تن ہوا اس کو فاعلاتن
سے بدل لیا۔

یہ چھ زحاف فاعلن کے ہوے اور فروع اسکی یہ ہین فعلن بکسر عین مجنون فعلن بسکون عین
مقطوع فعل بکسر عین و سکون لام مخلع فع محذوذ فاعلان مذال فاعلاتن مرفل فعلان عین کے
کسرے سے مجنون مذال یہ فرع دو زحافون کے اجتماع سے بنی ہے ایک خبن دوسرے اذالہ خبن کیوجہ
سے فاعلن سے فعلن مکسور العین بنا اور اذالہ کی وجہ سے نون سے پیشتر ایک الف زیادہ ہو کر فعلان
ہو گیا اور بعض کہتے ہین کہ فاعلان مذال ہین سے الف بسبب خبن کے گرنے کے بعد فعلان ہو جاتا ہے
فعلان بسکون عین سے مقطوع مذال قطع کی وجہ سے فاعلن فاعل رہ کر فعلن ساکن العین سے بدل گیا
اور اذالہ کی وجہ سے ایک الف اضافہ ہو کر فعلان ہو گیا۔ اور بعض فعلان کو مجنون مسکن مذال کہتے ہین

بیان معاقبہ و مراقبہ و مکانفہ

معاقبہ بضم میم و فتح قاف و باے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہین اور اصطلاح
عروض مین اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین جب دو سبب خفیف جمع ہون تو اُن دونون کو جا ہین ایک ساتھ

رہنے دین یا ایک کو رکھین ایک کو گرائین مثلاً بحر مجتث مین رُکن مستفعلن کی سین اور نون کا ایک ساتھ گرانا جائز نہین خواہ دونون کو ثابت رہنے دین خواہ ایک کو گرا ایک رکھین اور دو سبب خفیف کے جمع ہونے کے ایک شعر مین تین طور ہین یا یہ کہ بہ حسب وضع کے اصل رُکن مین دو سبب خفیف جمع ہونگے جیسے مفاعیلن مستفعلن اور مفعولات مین یا بعد مزاحف ہولے کے دو سبب اکٹھے ہوجائین جیسے متفاعلن مضمر ہوکر مستفعلن اور مفاعلتن معصوب ہوکر مفاعیلن ہوجاتا ہے یا دو رکن ملکر دو سبب خفیف پیدا ہونگے جیسے بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن کہ یہان رُکن اول کا آخر اور رُکن ثانی کا اول ملکر تن فا دو سبب خفیف ہو گئے پس یا تو ان دونون سببون کو سالم رکھ کر تن فا پڑھتے ہین یا سبب اول کے نون کو حذف کرکے ت فا حاصل کرتے ہین یا دوسرے سبب کے الف کو دُور کرکے تن ف پڑھتے ہین ان تینون صورتون کو معاقبہ کہتے ہین۔ اور ت ف کہنا جائز نہین اس لیے کہ دونون سببون کے حرف ساکن حذف کردینے سے تفعلا پیدا ہوجائے گا اور یہ فاصلہ کبرے ہے جیسے عروضی ثقیل جانتے ہین۔

خبن وکف مفاعیلُ مفا علُ مستفعِ فا ہر گیا۔

خا معترضہ خمسہ

مُراقَبہ بضم میم و فتح قاف و بائے موحدہ اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کی نگہبانی کرنا ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ جب دو سبب خفیف جمع ہوجائین تو دونون کا گرانا اور دونون کا ثابت رکھنا ایک ساتھ جائز نہین بلکہ ایک کو ضرور گراتے ہین اور یہ رکن مفاعیلن اور مفعولات اور مستفعلن مین واقع ہوتا ہے مثلاً۔ بحر مضارع مین رُکن مفاعیلن کی ی اور نون کا ایک ساتھ رکھنا اور ایک ساتھ گرانا جائز نہین۔

مُکانَفہ بضم میم و فتح نون و فا اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کو پکڑ لینا ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ جب دو سبب خفیف جمع ہوجائین تو دونون کا ایک ساتھ گرانا جائز ہو یعنی چاہین تو دونون کو ایک ساتھ رکھین چاہین گرا دین یا ایک ہی کو رکھین اور یہ حذف کرنا حرف ساکن کا بسبب کسی زحاف کے زحافون متذکرۂ بالا سے ہوتا ہے۔ چنانچہ رکن مفعولات مین بسبب جدع کے دونون سبب خفیف گرجاتے ہین یہ بھی معلوم رہے کہ یہ تینون صورتین ارکان سے کچھ خصوصیت نہین رکھتی ہین بلکہ بحرون سے متعلق ہین یعنے ایک رکن مین کسی بحر کے درمیان معاقبہ ہے مراقبہ نہین اور اسی رکن مین کسی دوسری بحر مین مراقبہ ہے معاقبہ نہین اسلیے ہم لکھے دیتے ہین کہ معاقبہ مدید منسرح رمل وافر ہزج خفیف طویل کامل اور مجتث مین آتا ہے مگر کامل اور وافر مین ایسی حالت مین واقع ہوتا ہے کہ مضمر و معصوب ہوگئے ہین اور مراقبہ مشاکل قریب جدید اور مضارع مین لازم ہے اور سریع و منسرح مین غالبًا ہوتا ہے اور بحر خفیف مین جائز ہے اور مکانفہ سریع منسرح بسیط اور رجز مین آتا ہے۔

کون کون زحاف کس کس زبان اور بحر سے خصوصیت رکھتا ہے

ناظرین پر مخفی نرہے کہ اگرچہ کل زحاف اڑتالیس ہین جن مین سے گیارہ زحاف حصب بصاد مہمل
عصب بضاد معجمہ۔ عقل۔ نقص۔ قطف۔ قصم۔ جمم۔ عقص۔ اضمار۔ وقص۔ خزل عربی سے مخصوص ہین۔
اور اہل فارس کے استعمال مین بہت ہی کم ہین۔ اور یہ تیرہ زحاف اہل فارس کی ایجاد سے ہین۔
جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر۔ جدع۔ نحر۔ جحف۔ ربع۔ درس۔ عرج۔ طمس۔ سلخ۔ رفع۔ عربی مین مستعمل نہین اور یہ
چوبیس زحاف۔ خبن۔ طے۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ خرم۔ ثلم۔ خرب۔ شتر۔ ثرم۔ قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔
خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث مشترک ہین جو بتر اہل فارس کی ایجاد سے ہے وہ
رکن مفاعیلن سے مخصوص ہے اور بتر مشترک فعولن اور فاعلاتن سے مخصوص ہے مگر ہم نے اُنہی
زحافات کو بیان کیا جو زبان اُردو مین کثرت سے مستعمل ہین خواہ وہ عربی سے مخصوص ہون یا فارسی
سے اور جو زحاف اس زبان کے اشعار مین جاری نہین اُن کا ذکر خاص کر مع تفصیل بے سود ہے اور
زحافات کی تقسیم بھی باعتبار خصوصیت کے جو انکو عربی و فارسی سے حاصل ہے اس کتاب مین بالکل
فضول ہے مگر بر سبیل شذوذ کہین ایسا بھی ہوگیا ہے خصوصًا فارسی کے تیرہ زحافون مین سے کل
چار زحاف جب۔ ہتم۔ زلل۔ بتر رباعی سے مخصوص ہین کسی رباعی کا عروض و ضرب ان سے خالی نہین
ہوتا لیکن اساتذہ نے رباعی کے وزن مین غزل کہنی بھی جائز رکھی ہے اسلیے یہ زحاف غزل کے
عروض و ضرب مین بھی آسکتے ہین باقی نو زحاف بہت ہی کم مستعمل ہین اور تعریف و تفصیل
اُس زحاف کی زیادہ مفید ہوتی ہے جو زحاف کئی رکنون مین مشترک ہوتا ہے اور اگر غور سے دیکھو تو
مستفعلن متصل مین مفعولان جسے اہل فارس اعرج کہتے ہین مقطوع مسبغ ہے اسلیے کہ مستفعلن مقطوع
ہوکر مفعولن ہوجاتا ہے اور مفعولن تسبیغ سے مفعولان ہوسکتا ہے مگر اس سبب سے کہ اس حالت مین رکن
کے آخر مین کمی بھی اور بیشی بھی ماننی پڑے گی اور یہ معیوب ہے اسلیے ایک نیا زحاف ماننا پڑا اور
مستفعلن کے لام کی تسکین کے قائل ہوے اور اسکو مفعولان سے بدل لیا اسی طرح مستفعلن منفصل
مین فعلان بسکون عین کو جسے مطموس کہتے ہین ہم اُسے محذوذ مسبغ بول سکتے ہین کیونکہ مستفعلن
محذوذ ہوکر فعلن بسکون عین رہ جاتا ہے اور فعلن مسبغ ہوکر فعلان ہوسکتا ہے مگر یہان بھی اسی خوف
سے ایک نیا زحاف جس مین وہ عیب نہ ہو ماننا پڑا چنانچہ طمس۔ جسمین اسقاط عین و لام کے قائل
ہوے اور مستفعن کو فعلان سے بدل لیا پس اعرج کو اعرج اور مطموس کو مطموس کہنا چاہیے ۔

اعرج کو مقطوع مسبغ اور مطوس کو محذوف مسبغ ہرچند کہ یہ دونون زحاف ایک ہی رکن مین ہوتے ہین اور ان کی نظیر کہین پائی نہین جاتی مگر ان کا انکار نہین ہوسکتا کس لیے کہ ان دونون زحافون مین بلکہ سلخ اور فرس مین بھی کہ اول فلع لاتن منفصل مین اور دوم فاعلاتن متصل مین فاع ہوکر آتا ہی ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے جو سواے مستفعلن متصل اور فلع لاتن منفصل اور متصل کے کسی اور رکن مین نہین ہوتا یہان سے ثابت ہوا کہ محقق طوسی نے جو تشعیث کے بیان مین خلیل کے مذہب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسکی نظیر کہین پائی نہین جاتی بیجا ہے کیونکہ بہت سے تغیرات ایسے ہین جن کا نظیر کہین پایا نہین جاتا اسی طرح شعث مین بھی ایک ایسا نیا تغیر ہوتا ہے کہ سواے فاعلاتن کے اور کہین پایا نہین جاتا۔

جبکہ اول مجمل بیان زحاف کا کیا گیا اور پھر ہر ایک رکن کے ساتھ زحافون کی تشریح ہوئی تو اب ہر ایک زحاف کا حال بہ تخصیص بحور لکھا جاتا ہے۔ زحاف - **اذالہ** بحر رجز و متدارک و بسیط و کامل اور سریع و منسرح و مقتضب و مدید و جدید مین آتا ہے اور اکثر عروض و ضرب مین واقع ہوتا ہے حشو مین کم اور صدر و ابتدا مین بالکل نہین آتا اور یہ ہم تیسرے موتی مین بیان کر چکے ہین کہ مصرع اول کے پہلے جزکو صدر اور مصرع ثانی کے پہلے جزکو ابتدا و مطلع کہتے ہین اور مصرع اول کے پچھلے جزکو عروض اور مصرع ثانی کے پچھلے جزکو ضرب و عجز بولتے ہین اور دونون مصرعون کے بیچ مین جو اجزا ہین انکا نام حشو ہے **اضمار** اور **وقص** اور **خزل** یہ زحاف بحر کامل سے مخصوص ہین **ترفیل** یہ زحاف فارسی و ریختہ مین نادر الوقوع ہے عربی مین بحر کامل سے اختصا رکھتا ہے کبھی رجز مین آتا ہی **تسبیغ** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث مدید خفیف ان آٹھ بحرون مین آسکتا ہے **تشعیث** بحر رمل مجتث مدید خفیف چار بحرون مین آتا ہے **ثلم** یہ زحاف بحر متقارب مین واقع ہوتا ہے اور طویل مین بھی آتا ہے **جب** یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **جدع** منسرح مقتضب سریع تین بحرون مین آتا ہے۔ **حذذ** بحر رجز و کامل و متدارک و بسیط مین بہت آتا ہے باقی بحرون مین اگرچہ مستفعلن متصل ہو بہت کم آتا ہے **حذف** بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید خفیف مشاکل قریب مین آتا ہے۔ **خبن** بحر رمل رجز متدارک منسرح مقتضب مجتث مدید بسیط سریع خفیف جدید گیارہ بحرون مین آتا ہے **جحف** بحر رمل اور مجتث اور خفیف مین واقع ہوتا ہے **خلع** بسیط اور رجز اور متدارک مین آتا ہے **خرم** بحر ہزج اور مضارع اور قریب مین واقع ہوتا ہے **رفع** رجز و منسرح دو بحرون مین آتا ہے **صلم** بحر منسرح و مقتضب و سریع مین آتا ہے **سطے** بحر رجز منسرح مقتضب بسیط سریع پانچ بحرون مین واقع ہوتا ہے

اور بشرط اضمار بحر کامل مین بھی آتا ہے **قبض** بحر ہزج متقارب مضارع طویل چار بحرون مین آتا ہے
قصر بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید مشاکل خفیف جدید مین واقع ہوتا ہی **قطع** بحر رجز کامل
رمل متدارک مقتضب مدید بسیط سریع خفیف نو بحرون مین آتا ہے چونکہ قطع رکن مستفعلن متفاعلن فاعلن
مین آتا ہے اور اول سے مفعولن دوسرے سے فعلاتن عین مکسور سے تیسرے سے فعلن بسکون عین بعد
قطع کے حاصل ہوتے ہین اور مفعولن و فعلاتن و فعلن اور ارکان سے بھی اور زحافات کی وجہ سے
پیدا ہوتے ہین پس خیال رکھنا چاہیے کہ مفعولن سوائے بحر مضارع و مجتث کے سب بحرون مین مقطوع
ہے اور ان دونون بحرون مین مقصور ایسے ہی فعلاتن صرف بحر کامل مین مقطوع ہے اور فعلن صرف
بحر متدارک مین مقطوع ہے مگر متدارک مین فعلن کو خواجہ نصیر الدین طوسی کی رائے کے موافق مقطوع نہین
کہہ سکتے۔ اور دوسرون کے نزدیک کہنا درست ہے **کف**۔ ہزج۔ رمل۔ مضارع۔ مجتث۔ طویل مدید
خفیف۔ قریب۔ جدید۔ مشاکل مین آتا ہے۔ **بتر** یہ زحاف تین طرح پر ہے یعنی اجتماع ثلم و حذف کو
بھی بتر کہتے ہین جیسے فعولن سے فع اور اجتماع حذف و قطع کو بھی تبر کہتے ہین جیسے فاعلاتن سے فعلن
اور اجتماع خرم و جب کو بھی تبر کہتے ہین جیسے مفاعیلن سے فع پس بعض رکن مین اس کا لقب ابتر ہوتا ہے
اور بعض مین مقطوع و محذوف کہتے ہین اور بعض مین اخرم و مجبوب بولتے ہین اور یہ زحاف
حسب تشریح ارکان مذکورۂ بالا بحر ہزج و رمل و تقارب و مضارع و مجتث و خفیف و مدید
مین آسکتا ہے **شرم** بحر طویل و متقارب مین واقع ہوتا ہے **خبل**۔ چار بحر منسرح اور رجز
اور بسیط اور سریع مین آتا ہے **خرب** بحر ہزج و مضارع و قریب مین آتا ہے **سلع** بحر رمل و مجتث و مضارع
مین آتا ہے **زلل** بحر ہزج اور مضارع مین آتا ہے **شتر** بھی بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہی **تشکل**
یہ زحاف بحر رمل و مجتث و مدید و خفیف مین آتا ہے۔ آٹھ زحاف **عصب** بصاد مہملہ **عضب**
بضاد منقوطہ۔ **جمم**۔ **عقل**۔ **عقص**۔ **قصم**۔ **قطف**۔ **نقص**۔ بحر وافر سے مخصوص ہین ان آٹھ زحاف
مین سے چار زحاف عضب بضاد معجمہ۔ قصم۔ جمم۔ عقص۔ صدر و مطلع سے مختص ہین اور تین زحاف
عصب بصاد مہملہ۔ عقل۔ و نقص عام ہین اور قطف عروض و ضرب مین آتا ہے **کسف**۔ و نحریہ زحاف
بحر منسرح مقتضب اور سریع تین بحرون سے آتا ہے **وقف** بحر منسرح۔ مقتضب۔ سریع تین بحرون مین آتا ہے
ہتم۔ یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع مین واقع ہوتا ہے۔

باوجودیکہ اضمار بحر کامل سے خصوصیت رکھتا ہے اور عصب بحر وافر سے مخصوص ہے لیکن نواب سید
محمد خان رند تخلص شاگرد خواجہ حیدر علی آتش نے ان دونون زحافون کو ایک بحر مین جمع کیا ہے۔ ؎

مدت ہوئی نہیں دیکھا دلدار کو قیامت ہے	تدبیر کچھ نہیں بنتی کیا موت سے ندامت ہے

تقطیع مدت ہوئی مستفعلن نہین دیکھا مفاعیلن دلدار کو مستفعلن قیامت ہے مفاعیلن تدبیر کچھ مستفعلن نہین بنتی مفاعیلن کیا موت سے مستفعلن ندامت ہے مفاعیلن۔

تنبیہ ارکان افاعیل مین سے فاعلن اور فعولن مفاعیلن کی فرع واقع ہوے ہین اور مفاعیلن مفاعلتن کی فرع ہے اور مستفعلن متفاعلن کی پس یہ چارون بہ نسبت اپنے اصول کے فرع ہونگے اور انہی فروع کے مقابلے مین اصول ہونگے۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ زحاف تین قسم کے ہین ایک وہ جو بیت مین سب جگہہ آتے ہین اور وہ یہ چھہ ہین خبن۔ طے۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔ مگر کف اور شکل اور خبل[۱] عروض وضرب مین نہین آتے یہ زحاف چونکہ کسی خاص مقام سے خصوصیت نہین رکھتے اس وجہ سے ان کو عام کہتے ہین۔

دوسرے وہ کہ صدر ومطلع سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ پانچ ہین خرم ثلم خرب[۲] شتر۔ ترم۔ مگر استعمال عرب مین یہ پانچون زحاف صدر ومطلع سے مخصوص ہین اہل فارس وریختہ نے انکو کسی مقام سے مخصوص نہین رکھا یہانتک کہ کبھی کبھی خرم وثلم کو عروض وضرب مین بھی استعمال کرجاتے ہین البتہ جسوقت حشو وغیرہ مین خرم کرتے ہین تو اُس وقت خرم نہین کہتے تخنیق کہتے ہین اور رکن کو بجاے اخرم کہنے کے مخنق بولتے ہین اور تخنیق خاے نقطہ دار اور نون کے ساتھ گلا گھوٹنے کے معنے مین ہے حدائق عجم مین اسی طرح لکھا ہے لیکن علامہ نقشبند نے شرح خزرجیہ مین حاے مہملہ اور باے موحدہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور تحبیق کے معنے جمع کرنا ہین اور اس صورت مین رکن کو محبق کہنا چاہیے مگر مشہور خاے نقطہ دار ونون ہی سے ہے اور باقی چار زحافون کا نام بھی نہین بدلتے پس اہل فارس وریختہ کے استعمال مین بجاے چھہ زحاف کے گیارہ زحاف عام ہین۔ اور [illegible]

تیسرے وہ جو عروض وضرب سے مخصوص ہین اور باقی ارکان مین نہین آتے اور وہ یہ تیرہ ہین قطع۔ حذذ۔ اذالہ۔ ترفیل۔ خلع۔ وقف۔ کسف۔ صلم۔ قصر۔ حذف۔ تسبیغ۔ بتر۔ تشعیث۔ پچھلی دونون قسمون کے زحاف خاص کہلاتے ہین۔

فائدہ جلیلہ۔ صاحب معیار الاشعار نے ایک زحاف ایجاد کیا ہے اور وہ فارسی کے ساتھ مختص ہے محقق طوسی کہتے ہین ازجملہ تغیرات عام کہ بہ شعر فارسی خاص ست یکے آن ست کہ ہر کجا سہ حرف متحرک متوالی افتد تسکین اوسط روا دارند در یک وزن محرک ومسکن باہم بیامیزند واین مطرد ست الا آنجا کہ مانعے افتد مثلا باشد کہ بحر بسبب تسکین در بدل افتد

[۱] خبل عروض [illegible] مین آ سکتا مگر مستفعلن مفعولات

[۲] خرب و ترم وضرب میں [illegible]

[illegible] زحاف [illegible] اور اضمار تسکین بھی زحاف رخصو[illegible]

چنانکہ درین وزن کہ فَعِلاَتُ فاعلاتن اگر عین فَعِلاَتُ مُسکّن کنند تا این وزن شود مفعول فاعلاتن ہر یک از بحر دیگر ست پس تسکینے کہ مقتضی اشتباہ بود نشاید۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہان کہین تین مسلسل متحرک حرف واقع ہون ان مین تسکین اوسط جائز ہے لیکن ایسے موقعون پر جہان کوئی ایسا مانع موجود ہے جس سے بحر بدل جانیکا اندیشہ ہے مثلاً وزن رمل مثمن مشکول فَعِلاَتُ فاعلاتن اگر فَعِلاَتُ کے عین کو ساکن کردیا جاے تو بحر بدل جائےگی اور مضارع کا وزن مفعول فاعلاتن پیدا ہوجائے گا ایسی صورت مین تسکین جائز نہین۔

چوتھا شہر تقطیع کے بیان اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر مین

مخفی نہ رہے کہ لغت مین تقطیع کے معنے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہین اور اصطلاح علم عروض مین جزو شعر کو ارکان افاعیل سے ہموزن و برابر کرنے کو کہتے ہین تقطیع مین تخصیص نہین کہ حرکات باہم یکسان آئین اسی قدر کافی ہے کہ متحرک اور ساکن مقابل ہوجائین یعنی یہ ضرور نہین کہ ضمہ مقابل ضمے کے اور فتحہ مقابل فتحے کے اور کسرہ مقابل کسرے کے ہو حرکت کا مقابل حرکت کے اور سکون کا مقابل سکون کے ہونا شرط ہے مثال۔

ذوق

عدو آیا ہے نامہ بر لکھا نصیبون کا	کرینگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

عدو آیا مفاعیلن ہ نامہ بر مفاعیلن لکھا نصیبو مفاعیلن کا کرے گے مفاعیلن ے لے ک خط کا مفاعیلن دعی سے مد مفاعیلن دعا سمجھے مفاعیلن۔

ایضاً

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب	کام چور اس کام پر کس منھ سے اُجرت کی طلب

دل عبادت فاعلاتن سے چرانا فاعلاتن اور جنت فاعلاتن کی طلب فاعلن ۔ کام چورس فاعلاتن کام پرکس فاعلاتن منھ سے اُجرت فاعلاتن کی طلب فاعلن ۔ الفاظ لیے مثلے اکثر اشعار کے تقطیع کرنے مین مقابل ارکان کے واقع ہوتے ہین اگر با معنے ہون تو بہتر ہے گرچہ کچھ

ضرور نہین ہے۔

اس شعر مین ذوق کے ہر رکن کے مقابل الفاظ بامعنے آئے ہین۔

مرے دل مین جو حسرت ہے نکالون مین کہان اُسے	نہ وہ زیرے فلک نکلے نہ وہ زیر زمین نکلے

لقطیع: مرے دل مین مفاعیلن جو حسرت ہے مفاعیلن نکالون مین مفاعیلن کہان اُسے مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن فلک نکلے مفاعیلن نہ وہ زیرے مفاعیلن زمین نکلے مفاعیلن۔

اس امر کا بھی لحاظ مستحسن بلکہ واجب ہے کہ جزو شعر کا جو مقابل جزو بحر کے واقع ہو وہ مضحکہ انگیز نہ ہو جیسے میر حسن ۔ اس شعر مین ۔

اُسے ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا	پہ او پری او پر مزے لوٹنا

عروض و ضرب مین نا قابل مقابل کے واقع ہے اگرچہ اساتذۂ کرام و بلغاے عظام کی نظر بیشتر بلندی مضامین وایجاد لطائف معانی و مراعات علم بیان و بدیع وغیرہ اُمور معظم پر مقصود ہوتی ہے اور نگاہ التفات اُمور رکیکہ اور کسی جزئیات کی طرف کم ہوتی ہے اور ارتکاب اس قسم کے عیوب کا کلام کو پایۂ اعتبار سے ساقط اور مرتبہ کمال متکلم کو پست بھی نہین کرتا تاہم ایسی ترکیبون کے احتراز اولے ہے کیونکہ اکثر ارباب دول او صاحبان فراست کے سامنے خجل ہونا اور خفت اُٹھانا پڑتا ہے چنانچہ سرخوش نے اپنے تذکرے مین لکھا ہے کہ ایک شاعر نے جہانگیر کی مدح مین ایک قصیدہ کہا تھا او رأسنے پڑھنا شروع کیا جب ہی کہ پیش مصرع مطلع کا پڑھا ۔ اے تاج دولت برسرت از ابتدا تا انتہا ؛ فرمایا کہ تو عروض جانتا ہے اور شعر کے وزن و تقطیع سے باخبر ہے عرض کیا کہ مجھے یہ چیزین معلوم نہین فرمایا کہ اگر عروض دان ہوتا تو تیری گردن مروا دیتا شاعر بیچارہ گھبرا گیا کہ کیا خطا واقع ہوئی مہربانی سے آگے طلب کرکے فرمایا کہ جب اس مصرع کی تقطیع کرین تو اس طرح وزن ہوگا اے تاج دو مستفعلن لت برسرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن تا انتہا مستفعلن لت برسرت ہدین اور بد فال ہے شاعر کو ایسی چیزون سے خبردار رہنا چاہیے ۔ یہ بات جہالت کی ہے ۔

تقطیع کے واسطے اول جاننا ارکان وبحور کا اور واقفیت اوزان بحور کی ضرور ہے تاکہ تقطیع حقیقی چھوڑ کر غیر حقیقی نہ کرے تقطیع حقیقی اُسکو کہتے ہین کہ تقطیع مین بحر کے رُکن مطابق و صحیح آئین جیسے اس شعر کی تقطیع مین ۔

وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار	باتین کرے ہے سقف سپہر کہن کے ساتھ

تقطیع وحشت گ مفعول اِ ای ن بعد فاع لاتُ فنا بی م مفاعیلُ بلاغبار فاع لان ؛ بلانے ک مفعول ر ے ہ سقف فاع لاتُ سپہ ے ک مفاعیلُ ہن کے سات فاع لان ؛ یہ وزن بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور کا ہے - اور **تقطیع غیر حقیقی** وہ کہ جو اُسکے مخالف ہو مثلاً اُس شعر کی تقطیع اُس طرح پر کی جاے وحشت گئی مستفعلن نہ بعد فعول فنا بی فعولن م اغبار مفاعلان ؛ باتے کرے مستفعلن ہ سقف فعولن کہن ک سات مفاعلان ؛ یہ رکن کسی بحر خاص کے نہین ہین اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ تقطیع مین حروف غیر ملفوظی شامل نہ کیے جائین اور جو حروف کہ لکھے جاتے نہین مگر پڑھنے مین آتے ہین وہ تقطیع مین شمار کر لیے جائین یعنے حروف مکتوبی غیر ملفوظی تقطیع سے ساقط کر دیے جاتے ہین اور حروف ملفوظی غیر مکتوبی داخل کر لیے جاتے ہین -

بیان حروف مکتوبی غیر ملفوظی

مثال حروف مکتوبی غیر ملفوظی کی فارسی مین لفظ خودداری ہے کہ واو اُسکی تقطیع مین نہین آتی -

اکبر

وہ ادا کی کہ قضا اُنکی خودداری لی	وہ نظر کی کہ اثر کر گئی جادو کی طرح

تقطیع - وادا کی فعلاتن کہ قضا آ فعلاتن گ اِ خُد دا فعلاتن ری کی فعلن ؛ و نظر کی فعلاتن ک اثر کر فعلاتن گ اِ جادو فعلاتن ک طرح فعلن - اسی طرح خورشید کی واو تقطیع مین نہین آتی -

ارشد

پیمانہ مے ہاتھ مین ساقی کے نہین تھا	خورشید کو بغل مین لیے ماہ مبین تھا

تقطیع پیمان مفعول ہ مے ہات مفاعیل م ساقی ک مفاعیل نہی نا فعولن ؛ خرشید مفعول کُ بغل م مفاعیل لیے ماہ مفاعیل مبی تا فعولن اور ہندی مین ہاے مخلوط التلفظ معتبر نہین ہوتی جیسے گھر اور مجھ اور جھنڈولا کی ہا اسی طرح انشاکے اس شعر مین لفظ کھولے اور مکھڑے اور گھونگھٹ اور پھر کی ہا تقطیع مین ساقط ہوتی ہے - شعر

کھولے جب چاند سے اُس مکھڑے کا گھونگھٹ عاشق	کیون نہ پھر لیوے بلائین تری چٹ چٹ عاشق

تقطیع - کول جب چا فاعلاتن د س اُس مُک فعلاتن ڑک گوگٹ فعلاتن عاشق فعلن ؛ کون نہ پر فعلاتن لیوے بلائی فعلاتن تر ی چٹ چٹ فعلاتن عاشق فعلن ؛ ان اشعار مین سواے حروف مذکورہ بالا کے اور حروف

بھی تقطیع کے وقت نکال ڈالے جاتے اور رتو ن پنڈول اور داغون سے وغیرہ الفاظ کا بھی معتبر نہین ہوتا اور جہان الفاظ عربی پر الف لام وارد ہو وہان الف تقطیع مین نہین آتا جیسے بوالہوس اور انا الحق اور ابوالحسن اور عبدالحمید وغیرہ ان اشعار کی تقطیع سے سب کی مثالین معلوم ہوسکتی ہین۔

ناسخ

غضب ہے سرو باندھا اُس پری کے قد گلگون کو | یہ کس شاعر نے ناموزون کیا مصرع موزون کو

تقطیع غضب ہے سر مفاعیلن و باندھا اس مفاعیلن پری کے قد مفاعیلن د گلگو کو مفاعیلن ٭ یہ کس شاعر مفاعیلن ن ناموزو مفاعیلن کیا مصرا مفاعیلن ع موزو کو مفاعیلن۔

امانت

ہین لڑکی کی ایمون مین ہیکتی کی پھرتیان | پالٹ کی چوٹ دیتے ہین سرکا بتا کے ہاتھ

تقطیع۔ ہے اک مفعول گا یوم فاعلات یکینہ رک مفاعیل پرتیا فاعلن ٭ پالٹ ک مفعول چوٹ دیت فاعلات ہ سرکا ب مفاعیل تاک ہات فاعلان۔

وہ

بانوسر اصغر کے قریب آکے پکاری | ای لال جھنڈولے ترے بالونیہ مین واری

تقطیع بانوس مفعول راصغر ک مفاعیل قریبا ک مفاعیل پکاری فعولن ٭ ای لال مفعول جھنڈولے ت مفاعیل ربالو پ مفاعیل م واری فعولن۔

مومن

رقیب بوالہوس نے رونما مین تیرے کب جان دی | وہ تو وارد ہے کیا جانے دیار عشق کی رسمین

تقطیع رقیبے بل مفاعیلن ہوس نے رو مفاعیلن نما مے تے مفاعیلن رکب جادی مفاعیلن د تووارد مفاعیلن ہ کا جانے مفاعیلن دیارے عش مفاعیلن ق کی رسمین مفاعیلان

وہ

خدمتِ دختر پڑھ رہے مین فاتحہ خیر | کہتے ہین انا العبد لرز کر حضرت دو دیر

خدمتن مفعول دختر پڑھ مفاعیل ہ ہے نات مفاعیل ح نے خیر مفاعیل + کہتے ہ مفعول انل عبد مفاعیل لرز کر ص مفاعیل ہ دو دیر مفاعیل + کبھی الف لام دونون تقطیع مین گرجاتے ہین جیسے اس شعر مین۔

آسمان جاہ انجم

بیت الصنم کو چھوڑ کے کعبے کو جائین کیون	زاہد تو ہی بتا ہے وہان کیا دھرا ہوا

تقطیع۔ بیتُ صَ مفعولُ نَم کُ چوڑ فاعلات کِ کعبے کُ مفاعیل جا کون فاعلان اور یہ عام قاعدہ ہے کہ نون غنہ لفظ ہین اور ہین اور وہان اور جہان اور کہان اور کہین اور کہون اور جون اور ہون اور نون جمع وغیرہ کے مصرع کے بیچ مین تقطیع مین نہین آتے چنانچہ یہ بات اوپر کی مثالون سے بھی ظاہر ہوئی اور امثلہ ذیل سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

صفیر

جب مین کہتا ہون کہ ہین کسکے پیارے عارض	کیا چمک کر وہ ہین کہتے کہ ہمارے عارض

تقطیع جب مَ کہتا فاعلاتن ہ کِ ہے کس فعلاتن کِ پیارے فعلاتن عارض فعلن۔ کا چمک کر فاعلاتن وہ کہتے فعلاتن کِ ہمارے فعلاتن عارض فعلن + اس شعر مین لفظ مین اور ہین اور ہون کے نون غنہ تقطیع مین نہین شمار کیے جاتے۔

ذوق

سینے کا چاک سینے کی فرصت کہان ہمین	مصروف زخم دل کی مگس رانیون مین ہم

ولہ

جہان دیکھا ہے ساتھ دیکھا	ابھی ہمنے تجھے تنہا نہ پایا

ان شعرون مین الفاظ کہان اور رانیون اور جہان وغیرہ مین نون تقطیع مین شمار نہین کیا جاتا اور نون غنہ جبکہ اوپر ذکر ہوا آخر مصرع مین ہو تو اُسکے گرانے اور رکھنے کا اختیار ہے اور اس کا حال بحور کے بیان مین معلوم ہوگا اور اگر وسط مصرع مین ایسا لفظ آئے کہ اُسکے آخر مین سوا نون کے اور کوئی حرف ساکن ہو اور اُس حرف کا ماقبل بھی ساکن ہو اور اُسکے حرف علت ہونے کی قید نہو تو اُس حرف کو موقوف کہتے ہین اور وہ حرف اکثر اسطرح تقطیع مین آتا ہے کہ اسپر کوئی حرکت قرار دے لی جاتی ہے اور جو آخر مین واقع ہو تو اُسکو بحالہ ساکن رکھتے ہین جیسا کہ ہمنے قصر وغیرہ کے بیان مین اوپر لکھا ہے کہ عروضیون کے نزدیک جس حرف کا ماقبل ساکن ہو وہ ساکن نہین متحرک کے حکم مین ہے اور آخر مصرع مین بدرجہ مجبوری اُسکو ساکن مانتے ہین کیونکہ آخر مین ہر ایک لفظ سکون کو چاہتا ہے مثال لفظ موقوف کی تلاش معاش چشم خشم زرد درد دیر سیر وغیرہ۔

شعوری

چڑھ رہے ہے چار پہر مضطر آفتاب	روشن ہے یہ کہ محو ہوا تجھپہ آفتاب

اس شعر مین چار کی را اور آفتاب کی فا اور محو کی واو تقطیع مین متحرک ہو جاتی ہین اور آفتاب کی باے موحدہ ساکن رہتی ہے تقطیع۔ یہ تا ر مفعول ہے وہ چار فاعلات بہر مضطر مفاعیل رُ آفتاب فاعلان + روشن وہ مفعول بے کس محو فاعلات ہوا تج پ مفاعیل ر آفتاب فاعلان۔

مہدی علیخان جلیس

پاس رہنے کا بھلا ہے بڑوں کا کیا کام	اب تو غیروں کو سمجھتے ہین وہ اچھا دل مین

اس شعر مین پاس کا سین متحرک رکھا گیا ہے کیونکہ درمیان مین واقع ہوا ہے اور لفظ کام اور آخر مصرع مین واقع ہوے ہین ایک مین میم موقوف ایک مین نون غنہ حرف آخر اور دونون ساکن ہی رکھے گئے ہین (کا کام) اور (دل مین) فعلان کے وزن پر ہین اور بسبب اسکے کہ نون غنہ پڑھنے مین نہین آتا فعلان کی جگہ فعلن بھی درست ہے۔ اگر وسط مصرع مین تین ساکن آجائین تو اول کو بحال خود رکھتے ہین اور دوسرے کو متحرک کر لیتے ہین تیسرے کو تقطیع مین شمار نہین کرتے ہین اور اگر آخر مصرع مین ہو تو حرف اول و دوم کو بحال خود ساکن رکھتے ہین اور تیسرے کو گراتے ہین۔

غالب

دوست غمخواری مین میری سعی فرمائینگے کیا	زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائینگے کیا

اس شعر مین لفظ دوست کی واو ساکن اور سین متحرک ہوگا اور تاے فوقانی ساقط ہو جائے گی تقطیع۔ دوس غم خا فاعلاتن ری م میری فاعلاتن سعی فرما فاعلاتن ئے گ کا فاعلن + زخم کے بھر فاعلاتن نے تلک تا فاعلاتن خن ن بڑھ جا فاعلاتن ئے گ کا فاعلن۔

سعداللہ شاہ

وابستہ ہو تجھسے اپنی یان زیست	جب تو ہی نہین تو پھر کہان زیست

اس بیت مین لفظ زیست آخر مین واقع ہے حرف یا اور سین ساکن ہین اور تاے فوقانی ساقط ہوتی ہے تقطیع۔ وابست مفعول ہ تجس اپ مفاعلن ن یا زیس مفاعیل جب تو مفعول ہی ت پہر مفاعلن کہا زیس مفاعیل + اور یاے تحتانی کیاری اور پیولا اور کیون وغیرہ الفاظ کی اور اکثر یاے تحتانی لفظ پیار اور خیال کی تقطیع مین نہین آتی۔

[illegible] آرزو

بولی نرگس کی جو کیاری مین دیکھا پانی ہر ۔ ہے ہماری ہی طرح تجھکو بھی کیاری روزہ

تقطیع بول نرگس فاعلاتن کس ج کاری فعلاتن م ن دیکا فعلاتن پانی فعلن ہی ہماری فاعلاتن سطرح ج فعلاتن ک ب کاری فعلاتن روزہ فعلن -

گلزار نسیم

جاناکہ یہ ہے شگون نرالا ۔ [illegible] نیولا یہ آستین مین پالا ہے

تقطیع جاناک مفعو [illegible] ہے شگو مفاعلن نرالا فعولن + نولا پ مفعول کر آستی مفاعلن م یالا فعولن -

امیر [illegible]

عشق برے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا ۔ دل کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

تقطیع عشق فعل برے ہی فعولن خال پ [illegible] فعولن چین گ [illegible] آ فعولن رام فعل گیا [illegible] دل کا فعلن جانا فعلن ٹہر فعل گیا ہے فعولن صبح فعل گیا یا فعولن شام فعل گیا -

انشا

کھول آغوش نہ تو مجھ سے رکا وٹ سے لپٹ ۔ اب جو لیٹا ہی تو آ پیار کی کروٹ سے لپٹ

تقطیع کول آغو فاعلاتن ش ن تو مج فعلاتن س ر [illegible] وٹ فعلاتن س لپٹ فعلن + اب ج لیٹا فاعلاتن ہ ت آ پیا فعلاتن ر ک کروٹ فعلاتن س لپٹ فعلن +

یکرنگ

کیون ہوے ہو تم کہو دشمن ہمارے اسقدر ۔ دوست کا ہوتا ہے دشمن کوئی پیارے اسقدر

تقطیع کو ہوے ہو فاعلاتن تم کہو دش فاعلاتن من ہمارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + دوس کا ہو فاعلاتن تا ہ دشمن فاعلاتن کوئی پیارے فاعلاتن اس قدر فاعلن + جو حرف اپنے ماقبل کی حرکت کے اظہار کے لیے ہو وہ حرف بھی مکتوب غیر ملفوظ ہے یعنی تقطیع مین نہ آئیگا جیسے ہاے مختفی نالہ اور لالہ اور بچہ اور غنچہ کی -

[illegible] خان اثر

سُن کے غل شب در زندان [illegible] اکر پھر لیا ۔ شیون زنجیر خواب مجنت کو افسانہ تھا

تقطیع سنک غل شب فاعلاتن ناد زن [illegible] [illegible] اکر فاعلاتن پر لیا فاعلن + شیون زن

فاعلاتن جیرخا بے فاعلاتن بخت کراف فاعلاتن سان تا فاعلن + اور بہت سی ہے یاے تحتانی
جیسے اوساایسے اوراُسے اوراسے اورمیرے اورتیرے اورتمھارے اورہمارے اورپیشانی اور
نورانی وغیرہ الفاظ کی اوراکثر موقعون پر ہا لفظ دہ اورشہ وغیرہ کی اور واو جو اور ہو اور کو اور تو وغیرہ کی
تقطیع کرتے وقت خارج کردیتے ہین اور یہ باتین امثلہ صدر مین بخوبی ظاہر ہین اور اشعار ذیل سے
بھی واضح ہوتی ہین۔ ؎

ہاے وہ دل جسے ہم سمجھے تھے افلاک کمول	دولت عشق سے بکتا ہی یہان خاک کے مول

تقطیع ہاے وہ دل فاعلاتن جس ہم سم فعلاتن جتے افلا فعلاتن ک ک مول فعلان + دولتے
عشق فاعلاتن قس بکتا فعلاتن ہ یہا خا فعلاتن ک ک مول فعلان + اس شعر مین یاے تحتانی
الفاظ جسے اور تھے اور اسے کی تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ پڑھنے مین نہین آتی رحمت مصرعہ
بل ہم سے وہ ہر بات نہین کرجاتے ہین کیسے + تقطیع بل ہم س مفعول وہ ہر بات مفاعیل م کرجا ت
مفاعیل ہ کیسے فعولن + اس مصرع مین ہم سے اور کرجاتے کی یاے تحتانی اور وہ کی ہا شمار
تقطیع مین نہ آئی۔

ہمایون قدرائین

حاجت نہین ہی شمع کی میرے مزار پر	ہر شب ہی سوز آہ سے روشن چراغ دل

تقطیع حاجت ن مفعول ہی ہ شمع فاعلات ل میرے م مفاعیل زار پر فاعلن ہر شب ہ مفعول
سوز آہ فاعلات س روشن چ مفاعیل راغ دل فاعلن + اس شعر مین (ہے) اور (کی) اور
(سے) کی یاے تحتانی تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

بیدار

نہ گئی تیری سرکشی ظالم	ہر چند جبہ سائی کی

تقطیع نہ گئی تے فعلاتن ر سرکشی مفاعلن ظالم فعلن ہ ہمن ہر چن فاعلاتن د جبہ سا مفاعلن ئی
کی فعلن + اس شعر مین تیری اور رہنے کی یاے تحتانی تقطیع سے گرتی ہی امانت بات پیشانی کی جو کچھ
ہے سو پیش آنی ہے + تقطیع۔ بات پیشا فاعلاتن ن ک جو کچ فعلاتن ہ س پیشا فعلان نی ہی فعلن
اس مصرع مین پیشانی اور کی اور ہے کی یاے تحتانی اور سو کی واو تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

غالب

غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے	گر حیا بھی اسکو آتی ہی تو شرما جائے ہے

تقطیع غیر گویا فاعلاتن رب ڈوکر فاعلاتن منع کستا فاعلاتن خی کرے فاعلن + گر جیا بی فاعلاتن اٗس ک آتی فاعلاتن ہے ت شرا فاعلاتن جاے ہے فاعلن + اس شعر مین ہادہ کی او رواو اسکو اور توکی گرتی ہین۔

سید علی احسن اشک

قوس ابرو کی حمایت سے ہین بل پر آنکھین	توڑ کرتی ہین جو تیرون کی برابر پلکین

تقطیع قوس ابرو فاعلاتن ک حمایت فعلاتن سہ ہ بل پر فعلاتن آنکین فعلان توڑ کرتی فاعلاتن ہ جو تیرو فعلاتن ک برابر فعلاتن پلکین فعلان + اس شعر مین کی اور سے کی یاے تحتانی اور جو کہ واو تقطیع مین محسوب نہین اسلیے کہ تلفظ مین نہین آتین۔

میر حسن

مین اس طرح کا دل لگاتی نہین	یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہین

تقطیع مصرع ثانی یہ شرکت فعولن تُ بندی فعولن ک باتی فعولن نہین فعول اس مصرع مین تو اور کو کی واو تقطیع مین نہین آتی اسلیے کہ وہ پڑھی نہین جاتی۔

الف بھی اکثر لفظون سے گر جاتا ہے۔ اشعار ذیل پر غور کرو۔

میر

کدورت بیان کیا کرون مین کہے تو	یہ دل گرد کلفت کا اک کاروان ہے

تقطیع۔ کدورت فعولن بیان کا فعولن کرون مے فعولن کہے تو فعولن ۂ ے دل گر فعولن د کلفت فعولن ک اک کا فعولن روا ہے فعولن + گرد کلفت کا سے الف محذوف ہوتا ہے۔

گویا

چمن مین جبکہ اشارہ جو سوے نخل حنا	تو ساتھ اشارے کے انگلی برنگ مرجان ہو

تقطیع۔ چمن م کی مفاعلن ج اشارہ فعلاتن ج سوے نخ مفاعلن ل حنا فعلن + ت ساتِ شا مفاعلن رِکِ انگ لی فعلاتن برنگ مر مفاعلن جا ہے فعلن دوسرے مصرع مین اشارے کا الف ساقط ہوتا ہے اور سادر بھی کئی حروف ساقط ہوتے ہین۔

حسین آزاد

دفعتہ دیکھا کہ اک پیر کہن سال آئے	پر عجب شان سے وہ مرد خوش اعمال آئے

تقطیع۔ دفعتن دے فاعلاتن ک ک اک پی فعلاتن ر کہن سا فعلاتن لائے فعلن + پر عجب شا فاعلاتن

ن س وہ مر فعلاتن دخش اعما فعلاتن لاآے فعلن ۴ دیکھا کا الف حذف ہوتا ہے اسکے سوا اور بھی دوسرے کئی حرف ساقط ہوتے ہین -

ولہ

کرتا خرمن ہے تو ہی بکھرے ہوے دانون کو ۔ تو ہی اک دانے سے ہے پالتا سو جانونکو

تقطیع - کرت خرمن فاعلاتن ہ ت اِیْ بِکْ فعلاتن رہوے دا فعلاتن نوکو فعلن + توہ اک دا فاعلاتن ن س ہے پا فعلاتن لت سوجا فعلاتن نوکو فعلن + اس شعر مین علاوہ کئی حروف کے کرتا اور پالتا کے الف تقطیع مین گرتے ہین واو عاطفہ بھی کبھی پڑھنے مین نہین آتی اور کبھی اپنے ماقبل کے پیش کے ظاہر کرنے کا کام دیتی ہے پہلی صورت مین تقطیع مین شمار نہین کی جاتی اور دوسری صورت مین شمار کی جاتی ہے -

ذوق

جو سمجھین حسین بتان کو ایمان انھین ہے کفر و دین یکسان ۔ پہو نچتے کعبہ مین وہ مسلمان ہمیشہ چین و فرنگ ہو کر

تقطیع - جو سمجھ جسنے فعول فعلن بتاک ایما فعول فعلن انُ نے رہے کف فعول فعلن ردی وہ یکسا فعلن + پہونچت کعبہ فعول فعلن ہ وہ مسلما فعول فعلن ہمیش چینو فعول فعلن فرنگ ہوکر فعول فعلن

اس شعر مین جو اور کو کی واو اصل ادر کفر و دین کی واو عاطفہ تقطیع مین نہین اتین اس لیے کہ پڑھی نہین جاتین اور چین و فرنگ کی واو عاطفہ تقطیع مین حرف ساکن شمار ہوتی ہے -

بیان حروف ملفوظی غیر مکتوبی

اب یہانسے ان حرفون کا بیان کیا جاتا ہے جو لکھے نہین جاتے اور تقطیع مین شمار کیے جاتے ہین ان کو حروف ملفوظی غیر مکتوبی کہتے ہین جیسے الف ممدودہ کو بجاے دو حرف الف کے شمار کرتے ہین اور صورت مد کی یہ ہے جس حرف پر یہ نشان ہوتا ہے اسکو کھینچکر پڑھتے ہین جیسے آدیگا بروزن مفعولن

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جبتک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا ۔ اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

تقطیع - صاف تاجب فاعلاتن تک ت ہمکو فاعلاتن بی جوابے فاعلاتن صاف تا فاعلن + اب ت خط آ فاعلاتن نے لگا شا فاعلاتن یدکہ خط آ فاعلاتن نے لگا فاعلن + حروف مشدد بھی دو حروف گنے جاتے ہین کیونکہ تشدید ایک حرف کے دو دو دفعہ پڑھنے کو کہتے ہین اور صورت اسکی

یہ ہے جس حرف پر یہ علامت ہوگی وہ دو مرتبہ پڑھا جائے گا اور دو حرف تقطیع مین آئین گے جیسے مہذّب بروزن فعولن اسکو تقطیع کے وقت یون لکھینگے مُہذذب۔

واسطی

سوزِ عشقِ قدِ جانان نے کیا کسکو نہ خشک ۔ سوکھ کر گلزار [illegible] ہر سرو کا ٹا ہوگیا

تقطیع سوز عشقے فاعلاتن قدِ جانا فاعلاتن نے لیا کس فاعلاتن کو نہ خشک فاعلان + سوک کر گل فاعلاتن زارمے ہر فاعلاتن سرو کا ٹا فاعلاتن ہوگیا فاعلن + فائدہ مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ حروف ملفوظی غیر مکتوبی ہندی مین نہین آتے یہ بات خالی سہو سے نہین کس لیے کہ بہت سے الفاظ ہندی مین ایسے دیکھے جاتے ہین جن مین ان قسم کے حروف موجود ہین جیسے آجاؤ اور رتّی اور کنا اور ندّی اور بھدّا اور بتی وغیرہ امثلہ ذیل پر غور کرو۔

امانت

کشتۂ رخ ہون جلاؤ نہ اگر کی بتی ۔ چاہیے قبر پہ کافورِ سحر کی بتی

سودا

ہو یہ کتوال تو وہ مانے زور ۔ یہ تو [illegible] کی جھول کا ہے چور

ولہ

ہو نہ سکے شاعر اور شعر پہ دل دیا ۔ اپنا تخلص ندان بننے کا الّو کیا

عظم

اتنا بھی کیجیے حوصلہ خوارہ سان تنگ ۔ چلو ہی بھر جو پانی مین گر بھر اچھل چلے
تم اپنے فیل مغنے کو نکالو ۔ سے مرے ہاتھی سے دو ٹکر لڑا لو

ارشد

دوپٹہ آب رواں کا پڑا ہے سینے پر ۔ بھلا کسی نے؟ دیکھے حباب دیتے آب

[illegible]

ایک دن ایک کوّا آبیٹھا ۔ بے گمان جیسے ہوّا آبیٹھا

ولہ

بیٹھ مین کیون نہ پھیلے یک سرہ
مچھوندس بھی تو نہین ہے چھپّر پر

ولہ

پیکر اپنی خدا نے رکھی ہے ۔ ڈالس اک ایک جیسے لکھی ہے

و

نکہ جستجو مین ہوا رسوا باٹ کا ۔ دھوبی کا کتا ہے کہ نگھر کا نہ گھاٹ کا

و

غرض افسوس کی جگہ بلی ۔ اب کہان گو کہ چھاپنے دلی

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیون پینا پیسے ۔ بڑا دانا جو ہو جگی مین کیا چھوڑون کو دل ڈالے

ولہ

برہنہ ہوا سا جو ایک ہے بیٹھا ۔ اسکا پالی مین ہے بندھا لٹھا

ا

دل نصز [illegible] کہ لگائے جگر ۔ یہ رخ بوجے کا حسینون کا تماشا ٹھہرا

ضیا

بادہ نوشی مین جو زلف یار کا ذکر آگیا ۔ حلق مین ایسا پڑا پھندا کہ اچھو ہو گیا

سید اصغر علی آبرو

حال ہان ملک عدم کا کوئی پوچھے انسے ۔ عقل کو جنکی ہے مضمون کمر مین جیسے

[illegible]

رات کو گھر کے کواڑ انکے نہ کھل سکتے مگر ۔ زور الفت سے دیے ہمنے جو دھکے کھل گئے

ولہ

اڑادینے کو خاک آندھی کیطرح وہ جوش وحشت ہے ۔ کہ جیسے منہ دم بند ہو صحرا مین جھکڑ کا

ولہ

ہو ترے ہاتھون سے عاشق کا گلا کاٹا ہوا ۔ اور پھر پوچھے ہے تو یہ کیسا گھبراتا ہوا

ہو گیا اس ناتوان کا ہو گیا بس دم ہوا ۔ صید افگن تیرے ناوک کا یہ سناٹا ہوا

کھینچے ہے دامن مرا خار جنون جب دشت مین
پوچھے ہے آہو سے مجنون کیا یہ چھرا اٹا ہوا

حاتم

مارنے تو رقیب کے حاتم | الستیر ہے ببر ہے دغضنفر ہے

تنوین بھی جو آخر کلمات مین آتی ہے اور لکھی نہین جاتی دوسرا حرف قرار دیجاتی ہے اور تقطیع مین محسوب ہوتی ہے کیونکہ تنوین نون ساکن کا نام ہے۔

درد

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحا لیکن | مین جو پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

تقطیع ذکر میرا فاعلاتن ہ وکرتا فعلاتن ت صریحن فعلاتن لیکن فعلن ؛ مے ج پوچھا فاعلاتن تو کہا تے فعلاتن ر یے مذکو فعلاتن رنہ تا فعلن ؛ الحاصل جو حرف پڑھے اور بولے جاتے ہین اگرچہ لکھے نہ جاتے ہون تقطیع مین شمار کیے جائینگے جیسے لفظ طاوس و کاوس مین دو واو اور اس کسرے مین جو کھینچ کر پڑھا جائے ایک یاے تحتانی اور ہاے مختفی وغیرہ مین وقت اضافت جانب کلمۂ دیگر ایک ہمزہ متحرک محسوب کرتے ہین اور جو ہمزہ کھینچکر پڑھا جائے وہ بمنزلے ایک حرف مستقل کے گنا جاتا ہے۔

نشتی

سُنی شاہ کاوس نے یہ خبر | کہ ترکون نے کاٹا سیاوش کا سر

تقطیع سُنی شا فعولن ہ کا ود فعولن س نے یے فعولن خبر فعل ؛ کہ ترکو فعولن ن کاٹا فعولن سیاوش فعولن ک سر فعل ؛ لفظ کاوس مین دو واو شمار کی گئی ہین۔

محمد سعید خان سعید

دیکھا نہین ہے مار کو طاوس مارنے | گیسو پڑا ہے پیچھے دل داغدار کے

تقطیع دیکھا ن مفعول ہی ہ مار فاعلات ک طاوس مفاعیل مارنے فاعلن گیسو پ مفعول ڑا ہ پیچ فاعلات ولے داغ مفاعیل دار کے فاعلن اس شعر مین طاوس مین دو واو شمار کی ہین اور دل کے لام کے بعد ایک یاے تحتانی اضافہ کی گئی جو کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے پیدا ہوئی ہے۔

ذوق

بندھ سکا ہم سے نہ مضمون اس دہان تنگ کا | ہاتھ اپنا فکر مین زیر زنخدان ہی رہا

تقطیع۔ بن سکا ہم فاعلاتن سے ن مضمو فاعلاتن اس دہا نے فاعلاتن تنگ کا فاعلن ؛ ہات اپنا فاعلاتن فکر مے زے فاعلاتن رے زنخدا علاتن ہی رہا فاعلن ؛ اس شعر مین لفظ دہان تنگ و زیر زنخدان مین کسرہ کھینچ کر پڑھا جاتا ہے اور یاے تحتانی شمار کیجاتی ہے ؛ اور دال اور ہا لفظ بندھ سے اور

نون لفظ مضمون اور زنخدان سے خارج کر دیے جاتے ہین۔

ایضاً

طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردمان باندھا	کہ ہے اک اک گرہ مین حاصل صد بحر و کان باندھا

تقطیع طلسمے طر مفاعیلن فہ تر آ سو مفاعیلن ن میرے مر مفاعیلن دما با دا مفاعیلن ک ہے اِک اک مفاعیلن گرہ مے حا مفاعیلن صلے صد بح مفاعیلن رکا با دا مفاعیلن اس شعر مین بھی طلسم طرفہ تر اور حاصل صد بحر کے کسرے کے کھینچنے سے یاے تحتانی پیدا ہوتی ہے اور نون اور یاے تحتانی وغیرہ چند حروف گرتے ہین۔

انشا

نالۂ مرغ سحر نے اُسے بیدار کیا	کہین ڈر ہے کہ خفا مجھسے وہ دلدار نہو

تقطیع نالئے مر فاعلاتن غ سحر نے فعلاتن اُس بیدار فعلاتن ر کیا فعلن ۂک وڈر ہے فعلاتن ک خفا مج فعلاتن سے وہ دلدا فعلاتن ر نہو فعلن ۂ اس شعر مین لفظ نالۂ مرغ سحر مین ہاے مختفی کے مرغ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ہمزہ پیدا ہوتا ہے اور تقطیع مین وہ ایک حرف علیحدہ شمار کیا جاتا ہے۔

پانچوان شہر بحور کی تشریح مین

جس قدر بحرین دوسرے شہر مین بیان کی گیئن اُن مین سے بعض بحرین اشعار عرب سے خصوصیت رکھتی ہین جن مین شعراے عجم نے طبع آزمائی نہین کی اور بعض فارسی شعرون کے ساتھ مخصوص ہین عرب مین مستعمل نہین اور بعض مشترک ہین اور بحور مستعملۂ فارسی مین سے بعض ایسی ہین جن مین متقدمین نے اشعار کہے ہین اور متاخرین نے انکو متروک کیا ہے یا اس طرح پر اُن کا استعمال نہین کرتے ہین یا جو بحر مسدس و مربع استعمال کی جاتی تھی اب اُسکو مثمن کے سوا نہین لاتے غرضکہ ایسے ہی اختلاف واقع ہو گئے ہین اور ان سب بحور مستعملۂ عرب و عجم مین سے بعض ایسی ہین جو ریختہ مین مستعمل ہین اور بعض ایسی ہین جنکو ریختہ والون نے متروک کیا ہے پس یہ کتاب جو عروض و قافیہ ریختہ کی ہے اس مین وہی بحرین اور وہی شکلین بحرون کی بہ تشریح لکھی جائینگی جو ریختہ مین مستعمل ہین اگر ضرورۃً کوئی ایسی بحر لاوینگے جو شعر عربی یا فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے تو اُسکی طرف اشارہ کر دینگے اور اس کتاب مین ہر ایک مقام اور ہر ایک فن مین زبان ریختہ سے بحث

کی جائے گی۔

ناظرین کتاب کو یہ بات اول معلوم ہو چکی ہے کہ بعض بحرین مفرد ہین بعض مرکب پس یہان بہ لحاظ امور سے قطع نظر کر کے اول بحور مفردہ کا پھر بحور مرکبہ کا حال مع وجہ تسمیہ لکھا جاتا ہے۔

بیان بحور مفردہ

(۱) بحر ہزج

بحر ہزج مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار ہزج بفتح ہا و فتح زائے معجمہ و سکون جیم لغت مین آواز اور گانے کی آواز کو کہتے ہین چونکہ عرب مین اکثر اسی وزن کے اشعار گائے جاتے ہین اس لیے بحر کا نام ہزج رکھا گیا بحر ہزج کی اصل مسدس ہے مگر شعراے فارس و ریختہ مثمن بھی استعمال مین لائے ہین حدائق البلاغۃ کے ترجمے مین مولوی صہبائی کا یہ قول کہ اصل اس بحر کی آٹھ رکن ہین دو رکن کم کر کے مسدس بھی استعمال کرتے ہین سامعت سے خالی نہین۔ شعراے عرب اس بحر کو مزاحف بھی استعمال مین لائے ہین مثمن ہونے کی صورت مین سالم اور مزاحف دونون طرح آئی ہے بخلاف مسدس کے کہ اکثر مزاحف آتی ہے سالم نہین آتی اور عروض و ضرب اسکے سالم یا مقصور یا محذوف ہوتے ہین اور رباعی مین اور طرح بھی آتے ہین چنانچہ رباعی کی بحث مین وہ اوزان بیان کیے جائینگے اور صدر اور ابتدا و حشو مین زحاف بہت آتے ہین اور اُن سے بہت سے وزن حاصل ہوتے ہین۔

ہزج مثمن سالم مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار مثال اسکی

عبدالغنی خان جدید

خموشی اسلیے دیوانگی مین ہمنے حاصل کی	خدا جانے وہ کیا پوچھے ہمارے منہ سے کیا نکلے

تقطیع خموشی اس مفاعیلن لیے دیوا مفاعیلن نگی مے ہم مفاعیلن ن حاصل کی مفاعیلن ؛ خدا جانے مفاعیلن وکا پوچھے مفاعیلن ہمارے مو مفاعیلن ہ سے کا نکلے مفاعیلن ؛

غالب

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے	تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اور عروض و ضرب مفاعیلان مسبغ بھی آتے ہین۔

الموجد

جو کوئی درد دل میرا اُسے جا کر سُناتا ہے	تو کیا کہتا ہے بیہودہ بک یہ کیا باتین بناتا ہے

رخ رشک قمر کو اپنے وہ جس دم دکھاتا ہے
تو حیران ہو کے آئنہ بھی اپنا منھ چھپاتا ہے
اگر ہم دل لگی کے واسطے بیٹھیں کہیں جا کر
دل وحشی بصد ذلت وہیں وان سے اٹھاتا ہے
یہ حالت ناتوانی نے تیرے بیمار کی کر دی
کہ اک اک گام پر وہ ٹھوکرین لاکھوں ہی کھاتا ہے

اور عروض و ضرب مفاعیلان مسبغ بھی آئے ہین۔

میر محمد زکی

برا ہو ناتوانی کا رلایا ہے لہو برسون
مرے دل مین رہی ہر داغ مین حسرت زر برسون
حباب آسا محیط عشق سے جو پار اترتے ہین
امیر گذر جاتے ہین پہلے سر سے پیچھے پانون دھستے ہین

ان شعرون مین عروض اور ضرب مفاعیلان ہے۔ محقق طوسی معیار الاشعار مین کہتے ہین کہ ایسے دو ساکنون کے واقع ہونے کی وجہ سے مسبغ نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ الف اور نون غنہ دو حرف نہیں بلکہ ایک حرف کے قائم مقام ہین جیسا کہ درمیان ابیات مین ایسے دو حرف ایک حرف کے حکم مین شمار کیے جاتے ہین اگر کہا جائے کہ درمیان ابیات مین چونکہ اشباع نہیں ہو سکتا اسلیے وہان ایسے دو حرف ایک قرار دے لیے جاتے ہین بخلاف اواخر ابیات کے کہ وہان اشباع ہوتا ہے پس یہان مسبغ نہ ماننے کا کیا سبب ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ اواخر ابیات محل تسبیغ ہے لیکن دائرے سے خروج لازم آتا ہے اسلیے یہان بھی دو ساکنون کو ایک ہی ساکن قرار دینا چاہیے البتہ مجزو مین مضائقہ نہیں لیکن خواجہ کا یہ قول نون غنہ مین جاری ہو سکتا ہے حالانکہ متاخرین ساکن زائد غیر غنہ بھی لاتے ہین اور وہ سوائے تسبیغ کے دوسری تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا مولوی سعد اللہ نے شرح مین اسی طرح لکھا ہے۔ مثلاً

از ولی

وہ چپ ہے جو نہ ہوتا تھا تہ وار درس خاموش
اُسی کی چپ سے گویا ہو گئی ہے انجمن خاموش
قناری کا اُسکی بھلا ہی کیا وقت اے صیاد
نہ ہو کیون رنج فصل گل مین ہے مرغ چمن خاموش
خموشی بھی نہ بن جائے گی کیونکر غیرت فریاد
غضب ہے اس طرح ہون خوش نوایان چمن خاموش

عروض و ضرب دونون مسبغ ہین۔

اسمٰعیل خان صبر رامپوری

فلک ظالم بری قسمت جہان دشمن وہ بت سنکے درد
بتاؤ تو بھلا پھر کس سے جا کر مین کرون فریاد

عروض و ضرب دونون مسبغ ہین کبھی ایک مسبغ ہوتا ہے اور دوسرا سالم۔

سید محمد خان رند

گلیم فقر کو کیون دوش پر ہم ڈالتے اے رند | اگر کمبل سے بہتر جانتے کم خواب و شبنم کو
سدا تصویر کی صورت جو حیران رہتے ہوا ای رند | کسی آئینہ روسے کیا کہین پھر دل لگایا ہے
یگانے زندگی تک ہین عزیز و اقربا اے رند | لحد مین سوئے جب جاکر نہ رشتہ ہے نہ ناتا ہے

ولی

تہ و بالا ہوا نالون سے آخر عالم بالا | مری تلخی سے آخر ہوگئے شیرین دہن خاموش
اثر فریاد کا ہے صاف ظاہر اُسکی چتون سے | ولی آخر سبب کیا ہین جو ابنائے وطن خاموش

رند کے اشعار مین عروض مسبغ ہین اور ولی کے اشعار مین ضرب مسبغ ہین بلکہ مدمیان مصرع مین بھی اتباع جائز ہے۔ قا[illegible] یوسف مرگھے یوسف تخلص۔

رسول [illegible] دل بند | ہین زہرا کے جگر پیوند محی الدین جیلانی

سواے عروض کے دونون مصرعون کے حشو مین بھی [illegible] مسبغ واقع ہے۔ اسفا عیلان

بعض شعرانے بحر ہزج مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے مثال اسکی۔

از معیار البلاغت

[illegible] پریشان راست قد خوش جسم مہ سیما جو اگر جلوہ گر ہووے
بنفشہ جا پڑے سودا مین سنبل پیچ کھائے پا بگل شمشاد نرگس زرد و گل چاک جگر ہووے

ہزج مثمن سالم محذوف الآخر یا مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل دو بار حذف مراد ہے اسقاط سبب آخر کن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اور قصر مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے پس مفاعیل مقصور رہا۔ محذوف کی مثال ؎

ظفر

بتون پر جان جاتی ہے خدا مارے کہ چھوڑے | اُنھین کی طرز بھاتی ہے خدا مارے کہ چھوڑے

تقطیع بتون پر جا مفاعیلن ن جاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چھوڑے فعولن ۔ اُنھین کی طر مفاعیلن ز بھاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چھوڑے فعولن ۔ مثال مقصور کی۔

کہان ہین گرخ یہ پائے کے گھر نزدیک نزدیک | ستارے ہین یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک | ولہ

حنائی ناخن یا زبر سروقامت یار	پڑے دس پانچ ہین گلبرگ تر نزدیک نزدیک

دونون بیتون مین عروض وضرب مقصور یعنی مفاعیل کے وزن پر ہین باقی بدستور ہے اور اجتماع دونون کا ایک غزل مین جائز ہے جیسا کہ۔

ولہ

بجز بزم بتان دشمن دین ودل وجان	کوئی صحبت نہین بھاتی خدا مارے کہ چھوڑے

عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف باقی بدستور مگر محقق طوسی کی رائے کے مطابق عروض بھی محذوف ہے۔

ہزج مثمن ابتر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فع دو بار جیسے

نہ چل شوخی سے کر اے دل خرام آہستہ	نکلتا ہے یہان نادان کام آہستہ
نہ کر دون کی ہے ایدل تتبع کرنا	صبا کو دیکھ کیا رکھتی ہے گام آہستہ

تقطیع نہ چل شوخی مفاعیلن سہ کر ایدل مفاعیلن خرام آہس مفاعیلن تہ فع الخ لفظ فع ابتر ہے۔

ہزج مثمن مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار قبض مراد ہے اسقاط حرف پنجم سے جو ساکن ہو پس مفاعیلن سے مفاعلن مقبوض رہا مثال اسکی یہ شعر بہادر سنگھ کام بدیوانی کا۔ ؎

یہ تھوڑی تھی ندے کلائی موڑ موڑ کر	بھلا ہو تیرا ساقیا پلادے خم نچوڑ کر

تقطیع یہ توڑ تو مفاعلن ڑی ندے مفاعلن کلا ئی مو مفاعلن ڑ موڑ کر مفاعلن ؛ بھلا ہ تے مفاعلن رساقیا مفاعلن پلاد خم مفاعلن نچوڑ کر مفاعلن **فائدہ** مفاعلن مفاعیلن سے بسبب قبض کے حاصل ہوا ہے اور مستفعلن سے بھی بسبب خبن کے مفاعلن بنتا ہے جیسا کہ اوپر زحافون کے بیان مین معلوم ہوا ہوگا پس رجز مخبون اور ہزج مقبوض دونون کا ایک وزن ہوا لیکن اس وزن کو بحر ہزج مین شمار کرنا زیادہ مناسب ہے اسلیے کہ یہ رکن مفاعلن مفاعیلن سے بہ آسانی پیدا ہوتا ہے بہ نسبت مستفعلن کے کیونکہ اس مین صرف حرف یا ساقط کیا گیا ہے اور اس مین حرف سین گرا کر مستفعلن کو مفاعلن سے بدلا ہے۔

ہزج مثمن مقبوض سالم مفاعلن مفاعیلن مفاعلن مفاعیلن دو بار مثال اس کی یہ اشعار غالب کے۔

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے ۔ کہ اپنے سایے سے سر پانون سے ہی دو قدم آگے
قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ الفت ۔ فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے
قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہین غالب ۔ ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

تقطیع عجب نشا مفاعلن ط سے جلا مفاعیلن د کے چلے مفاعلن ہم آگے مفاعیلن کہ اپ ن سا مفاعلن ے سے سر پا مفاعیلن د سے ہ دو مفاعلن قدم آگے مفاعیلن قضا نے تا مفاعلن مجھے چاہا مفاعیلن خراب با مفاعلن د ے الفت مفاعیلن فقط خرا مفاعلن ب لکھا بس مفاعیلن ن چل سکا مفاعلن قلم آگے مفاعیلن قسم جنا مفاعلن زپے آنے مفاعیلن کہ مے رکا مفاعلن ت ہے غالب مفاعیلن ہمے شہ کا مفاعلن ت تے جو مے مفاعیلن ر جان کی مفاعلن قسم آگے مفاعیلن ۔ اسکی تقطیع بحر مجتث مثمن مجنون مین بھی ہو سکتی ہے

ہزج مثمن اشتر فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دو بار شتر مراد ہے اجتماع خرم وقبض سے یعنی حرف اول وتد مجموع و حرف پنجم ساکن کو گرانا پس مفاعیلن سے فاعلن اشتر بنالیا ۔

الشا

برق شعلہ زن چمکی ابر بھی خروشان ہے ۔ گرم اس گھڑی ساقی بزم دُرد نوشان ہے

تقطیع برق شع فاعلن ل زن چمکی مفاعیلن ابر بی فاعلن خروشا ہے مفاعیلن ۔ گرم اس فاعلن گڑی ساقی مفاعیلن بزم در فاعلن د نوشا ہے مفاعیلن ۔

ہادی

کیا مضائقہ اس مین ہم بھی گر ہوے رسوا ۔ شوق تھا بڑا ہمکو اپنی خود نمائی کا

غالب

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا ۔ درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

ولہ

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا ۔ بنگیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا

دگار

فتنہ ہی خود قیامت تھا لیک کیون بڑھائی ہے ۔ اور ساتھ ۔۔ شے کے اِک بلا لگائی ہے

ان سب اشعار مین صدر و ابتدا اشتر ہے اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک مصرع اشتر ایک سالم ہے اور عروض یا ضرب مسبغ بھی آتے ہین جیسے حیا کے شعر مین ؎

بتکدے سے ہم اُٹھکر اُلٹے پانوُن گھر آئے | اپنے نقش پا کو تھا سجدہ ہر قدم کے بعد

تقطیع بتکدے سِ اُٹ کر فاعلن مفاعیلن اُلٹ پاؤ گر آئے فاعلن مفاعیلن ؛ اپن نقش پاک تا فاعلن مفاعیلن سجدہ ہر قدم کے بعد فاعلن مفاعیلان ؛ صدر و ابتدا اشتر ہے اور حشو مین بھی ایک رُکن اشتر ہے اور ایک ایک سالم اور عروض بھی سالم مگر ضرب مسبغ واقع ہوئی ہے اسی وزن مین ہے یہ شعر منعم کا ؎

وان اشارہ ابرو مطلع ہلالی ہے | ہے یہ آہ کا مصرع مقطع فغانی یان

ہزج مثمن اخرب مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن دوبار خرب مراد ہے اجتماع خرم و کف سے یعنے بسبب خرم کے حرف اول اور بسبب کف کے حرف ہفتم گرایا تو مفاعیلن سے فاعیل اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا۔

مغل

خورشید جو نکلا ہی اسوقت یہ لرزان ہو | کوٹھے یہ طرّا شاید وہ ماہ لقا ہوگا

تقطیع۔ خورشید مفعول جُ نکلا ہے مفاعیلن اس وقت مفعول ی لرزا ہو مفاعیلن ؛ کوٹے پ مفعول طرّا شاید مفاعیلن وہ ماہ مفعول لقا ہوگا مفاعیلن ؛ صدر و ابتدا اخرب ہے اور عروض و ضرب سالم اور ایک رکن حشو کا بھی اخرب ہے اور ایک سالم۔

عبدالرسول نثار

جب حرف محبت کے باہم سے گئے گذرے | ہم تم سے گئے گذرے تم ہمسے گئے گذرے

اور عروض و ضرب مسبغ بھی لانا درست ہے جیسے سودا کے اشعار مین۔ ؎

مت پوچھ کہ کس تیغے پر قرض پیے ہین رند | اِک شیخ نمو ہے کی دستار نظر مین ہے
سینے سے کھینچے کیونکر عاشق کے خدنگ عشق | جز داغ کہین اُس کا سوفار نظر مین ہے

میر محمدی بیدار

بے طرح کچھ ادھر کو وہ مست شراب حسن | کھینچے ہوے آتا ہے تلوار خدا حافظ
یون مہر سے فرمایا اس ماہ نے وقت صبح | ہم جاتے ہین اب بیدار خدا حافظ

چارون شعرون مین عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔ اس وزن مین درمیان مصرع مین مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان سکون نون کے ساتھ آسکتا ہے لیکن مصرع زبان پر کھٹکتا ہے اور اسکو سکتہ کہتے ہین اسی قبیل سے ہے بابو غلام محمد طور کی ایک نظم۔ ؎

معبود تھے جب اصنام مفقود تھا حق کا نام | اسدم علم اسلام تجھ سے ہوا اونچا ہے

تقطیع معبود مفعول ت جب اصنام مفاعیلان مفقود مفعول ت حق کا نام مفاعیلان ٭ اسدم ع مفعول لم اسلام مفاعیلان تجھ سے ہ مفعول وا اونچا ہے مفاعیلان۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیلن دوبار خرب مراد ہے اجتماع خرم وکف سے یعنے حرف اول وحرف ہفتم کو گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل اخرب ہوا اسکو مفعول مضموم اللام سے بدل لیا اور کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سے پس مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف رہا یہ وزن ریختہ مین مروج نہین بہر صورت مثال یہ ہے۔ ؎

| تا عکس رخ یار کو سینے مین رکھے اپنے | آئینے کو اس واسطے سیماب سے ربط ہیگا ٭ |
| ہے دل مین اڑانے کی مرے پرزے گریبان کو | ہمدم تجھے کیا فکر رفو ساز کا خبط ہیگا ٭ |

صدر وابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض وضرب سالم ہین تقطیع تا عکس مفعول رخ یار مفاعیل کُ سینے م مفاعیل ر کے اپنے مفاعیلن ٭ آئین مفعول کُ اس واس مفاعیل طے سیماب مفاعیل س ربطیگا مفاعیلن ان شعرون مین ہیگا کی ہا بھی ساقط ہوتی ہے۔ ؎

| اپنے تو مجھے زخم کا ہرگز نہین خطرہ ہے | پر ڈر ہے کہین تیرے نہ پیکان کے ٹکڑے ہون |

اس شعر مین ضرب مفاعیلان مسبغ ہے اور عروض بدستور ہے۔

ہزج مثمن مکفوف محذوف الآخر مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا اور حذف کہتے ہین اسقاط سبب خفیف کو آخر رکن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال

طالب

| تپ ہجر سے اے یار دل زار جلا ہے | ذرا دیکھ دل زار نیا باغ کھلا ہے |

تقطیع تپے ہجر مفاعیل س اے یار مفاعیل دے زار مفاعیل جلا ہے فعولن۔ اگر اس وزن مین ایک مصرع اخرب مکفوف مقصور یا محذوف ہو تو شعر ناموزون نہو گا۔ جیسے۔ ؎

| احباب تو یون کہتے ہین کچھ تو کھالو | مگر خون جگر جسکی غذا اُسکی غذا کیا |

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن۔ ؎

| یہ دم لیتا ہے اور یرکے کہا ہنسکے اگرچہ | ہستی سو یہ لے راہ عدم دیکھیے کس وقت |

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل۔

ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل دو بار خرب سے مراد ہے اجتماع خرم وکف کا یعنی حرف اول و ہفتم کو گرا کر مفاعیلن سے مفاعیل اخرب بنا اُسے مفعول سے بدل گیا اور بعضے نزدیک اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا قصر سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف ہے جو آخر رکن میں ہو اور ساکن کرنے اُسکے ماقبل سے پس مفاعیل سے مفاعیل بسکون لام مقصور رہا مثال۔

عشقی

توجسکو کمر سمجھا ہے شیشے میں وہ ہی بال | آئینے میں چھپا لا ہے نہیں ای گل تر ناف

تقطیع۔ توجسک مفعول کمر سمج مفاعیل ہ شیشے م مفاعیل وہی بال مفاعیل۔

ناسخ

تیرے لب جان بخش ہوے پان سے جب سرخ | عالم نے کہا چشمۂ حیوان میں لگی آگ

آتش

اُس رشک مسیحا کا جو کرتا ہے کوئی ذکر | ہوتا ہے مرا صورت بیمار عجب ویب

ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دو بار

میر درد

مقدور ہمین کب ترے وصفون کے رقم کا | حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

نواب محبت خان

جسکو تری آنکھون سے سروکار رہے گا | بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہے گا

لمؤلفہ

کیون کرتے ہو چشم بت عیار کا چرچا | بیمار سے اچھا نہیں بیمار کا چرچا

ولہ

طوطے کی طرح آنکھ بدل جاتا ہی سب سے | یہ گنبد دوار نہیں یار کسی کا

ولہ

ای چارہ گرد کرتے ہو تدبیر دوا کیسا | باقی تن رنجور مین اب میر رہا کیا

اگر عروض و ضرب مختلف ہون یعنی ایک مقصور دوسرا محذوف تو شعر ناموزون نہوگا جیسے اس شعر مین

قائم

تھا مو مجھے آمدین کوئی اُسکی کہ ناگاہ	لیجائے نہ گھر سے کہین باہر تپش دل

صدر وابتدا اخرب ہے ہی اور حشو مکفوف ہے اور عروض مقصور اور ضرب محذوف -

انشا

ہم معتکف خلوت بتخانہ ہین اے شیخ	جاتا ہے تو جا تو ہی طواف حرم ا
کہکر گئے آتا ہون کوئی دم مین مین تم پاس	پھر دے چلے کل کی طرح سے مجھکو دم چھا

اگر حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب یعنی مفاعیل مفاعیل کی جگہ مفاعیلن مفعول آجائے تو درست ہے مثال -

لمؤلفہ

اشیدا نہین ہوتا ہون کسی بت پہ اسی سے	مین آپ ہی مجنون ہون مین آپ ہی لیلا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعولن تقطیع یون ہے مے آپ مفعول ہ مجنو ہو مفاعیلن مے آپ مفعول ہ لیلا فولن صدر وابتدا اخرب اور عروض وضرب محذوف اور مصرع اول کا حشو مکفوف اور مصرع ثانی کے حشو مین ایک رکن سالم اور ایک اخرب ہے -

ہزج مثمن اخرب مقبوض ازل مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع دو بار فاع رکن مفاعیلن مین اجتماع خرم وہتم سے حاصل ہوتا ہے اسکو اصطلاح مین ازل کہتے ہین مثال اسکی سید غضنفر علی خان حکیم پسر سید مظفر علی خان اسیر کہتے ہین - ع

کیا خوب چھپا ہے واسطی کا دیوان	ہر دل کو حکیم یہ سخن ہے مقبول

تقطیع کا خوب مفعول چپاہ وا مفاعلن سطی کا دی مفاعیلن وان فاع ہر دل کُ مفعول حکیم یے مفاعلن سخن ہے مق مفاعیلن بول فاع

ہزج مثمن اخرم اشتر مکفوف مجبوب مفعولن فاعلن مفاعیلُ فعل دو بار مفعولن اخرم ہے اور فاعلن اشتر ہوا اور مفاعیل بضم لام مکفوف اور فعل بفتح عین وسکون لام مجبوب ہے -

ہزج مثمن اخرب اہتم - مفعول مفاعیلن مفعول فعول دوبار مفعول اخرب ہے اور فعول اہتم - مثال ہر دو وزن -

حکیم

پوچھا جس وقت مجھسے ہاتف نے کہی	تاریخ چھپا دیوان فضل رسول

مصرع اول کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعل اور مصرع دوم کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیلن مفعول فعول تقطیع ہر دو مصرع پوچھا جس مفعولن وقت مج فاعلن س ہاتف ن مفاعیل کہی فعل تاریخ مفعول چھپا دیوا مفاعیلن نے فضل مفعول رسول فعول۔

ہزج مسدس سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دو بار مثال اسکی یہ ہے۔

مؤلفہ

کیا کیون زلف کو قربان ٹکڑے پر	بلائین گر صنم لیتے تو ہم لیتے
وہ الٹی لگ گئے ہمسے قسم لینے	جو سچ پوچھو قسم لیتے تو ہم لیتے

تقطیع۔ کیا کو زل مفاعیلن ف کو قربا مفاعیلن ن ٹکڑے پر مفاعیلن الخ۔

ہزج مسدس مقبوض مفاعلن مفاعلن مفاعلن دو بار قبض سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن ساکن پنجم پس مفاعیلن سے مفاعلن رہ گیا مثال اسکی۔

غالب

روانہ میرے گھر سے جب ہوا صنم	ہوا ستم ہوا ستم ہوا ستم

تقطیع روان ے مفاعلن رگرس جب مفاعلن ہوا صنم مفاعلن۔

مؤلفہ

کہو تو یہ شب کو تم رہے کہان	سحر تلک پڑا رہا مین نیم جان

ہزج مسدس مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل دو بار مثال۔

میر حسن

نہین دیتی دکھائی صورت زیست	غضب صورت ہوں آیا دیکھ کر آج

عروض و ضرب مقصور ہین باقی ارکان سالم تقطیع نہی دیتی مفاعیلن دکھائی صو مفاعیلن رتے زیست مفاعیل اسی وزن مین ہے یہ شعر آتش کا۔

محبت کوڑیون کے ہو اگر مول	نبی آدم نہ لے یہ درد سر مول

ہزج مسدس محذوف الآخر۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن دو بار مثال۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے	تو ہم نے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا
کہے کیا ہاے زخم دل ہمارا	دہن پایا لب گویا نہ پایا

لمؤلفہ

عبث سامان ہے غافل برس کا	بھروسا ہے نہین یان اک نفس کا
ہوس باقی رہی دل مین نہ کوئی	مگر اک نام باقی ہے ہوس کا
خیال دل ہی آخر ہم نے چھوڑا	کہ یہ ظالم نہین ہے اپنے بس کا

سبب شعر دوم یہ ہے عروض ضرب محذوف ہے یعنی مفاعیلن سے سبب خفیف گرا دیا مفاعی محذوف رہا اسکو فعولن سے بدل لیا اگر عروض و ضرب مین ایک جگہ مفاعیل مقصور دوسری جگہ فعولن محذوف لایا جائے تو ہو سکتا ہے مثال اسکی۔

صدؔ

بدقت اشک اب تھمتے ہے شاید	ہوا آنکھون مین ہے لخت جگر بند

ہزج مسدس اخرب مقبوض مسبغ مفعول مفاعلن مفاعیلان دوبار مفاعیلن لسبب خرب کے مفعول اخرب حاصل ہوا اور لسبب قبض کے مفاعیلن سے مفاعلن اور تسبیغ سے مراد ہے آخر سبب خفیف مین ایک الف بڑھانے سے پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہوا۔

مولوی صہبائی

کہتا ہے کہ اب نہ کھینچ تو آہین	ہین دل سے ترے تو ہم تلک راہین

تقطیع کہتا ہ مفعول ک اب ن کے مفاعلن ہچ تو آہین مفاعیلان الخ اس وزن مین زحاف بھی بدل جاتے ہین یعنے صدر و ابتدا و حشو و عروض و ضرب مین باہم کچھ فرق بھی ہوجاتا ہے جیسے اس شعر مین مولوی صہبائی کے۔

بیٹھا وہ رقیب کے جو پہلو مین	اُٹھا یہ درد دل کہ کھینچی آہ

تقطیع بیٹھا و مفعول رقیب کے مفاعلن ج پہلو مین مفاعیلان اُٹھا یہ مفعولن درد دل مفاعلن کہ کھینچی آہ مفاعیلان صدر اخرب اور ابتدا اخرم اور عروض و ضرب مسبغ واقع ہوئے ہین اور پہلے مصرع کا حشو مقبوض دوسرے کا حشو اشتر۔

ہوس

جی مین ہے کسی کو منھ نہ دکھلاؤن	اک کھینچ کے آہ سرد مرجاؤن
مفعول مفاعلن مفاعیلان	مفعول مفاعلن مفاعیلان

اگر نون غنہ کو اعتبار نہ کرین تو بجاے مفاعیلان مسبغ مفاعیلن سالم کہہ سکتے ہین مسبغ کی

مثال بے خلاف یہ ہے ؎

کیا کیا نہیں مجھ پہ کر چلے بیداد	اللہ سے ہے بتوں سے مجھے فریاد

تقطیع - کا کا ن مفعول ہ مج پ کر مفاعلن چلے بیداد مفاعیلان الخ۔

ہزج مسدس اخرب مقبوض۔ مفعول مفاعلن مفاعلن دوبار مثال ؎

گل پھولے جو تھے چمن کے جھڑ گئے	وہ نقش و نگار سب بگڑ گئے ؛

تقطیع گل پھول مفعول ج تھے چمن مفاعلن ک جڑ گئے مفاعلن ؛ وہ نقش مفعول نگار سب مفاعلن بگڑ گئے مفاعلن اگر اس شعر میں جھڑ گئے اور بگڑ گئے میں ہمزہ مکسور کو ساقط کر کے صرف کاف فارسی کو مفتوح اور یائے تحتانی کو ساکن پڑھیں تو یہ وزن ہو جائے مفعول مفاعلن فعولن یہ شعر ہوس نے مثنوی لیلی مجنون میں اسی وزن میں لکھا ہے اور وقت و تکلف سے خالی نہیں اور ہمنے جس وزن کی مثال میں وارد کیا ہے وہ بے تکلف ہے۔

ہزج مسدس اخرب سالم الآخر۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن دوبار مثال ؎

کہتے ہیں کہ وہ نگار آتا ہے	کیا فائدہ جی ہی تن سے جاتا ہے

تقطیع کہتے ہ مفعول وہ نگا مفاعلن ر آتا ہے مفاعیلن ؛ کیا فا مفعول ءدہ جی ہ تن مفاعلن س جاتا ہے مفاعیلن اور اس وزن میں عروض و ضرب سبغ اور سالم جمع کرنا بھی جائز ہے۔

ہزج مسدس اخرب مکفوف مقصور۔ مفعول مفاعیل مفاعیل دوبار ؎

جب تک ہے جہان میں گل و گلزار	یا رب رہے وہ گوشۂ دستار

تقطیع۔ جب تک ہ مفعول جہاں مے گ مفاعیل ل گلزار مفاعیل ؛ یا رب ر مفعول ہ وہ گوش مفاعیل ءِ دستار مفاعیل ؛

مثال دیگر

حاصل نہوا یار کا پابوس	افسوس صد افسوس صد افسوس
منھ زرد ہے کلے بھی ہوئے خشک	بیماری فرقت نے لیا چوس

ہزج مسدس اخرب مقبوض۔ محذوف الآخر مفعول مفاعلن فعولن دوبار مثال۔

کیا پوچھے ہے حال بلبلوں کا	محمد شاکر	جوانپہ گذرنی ہے گذر لے
گل چین تجھے کیا تری بلا سے		گل توڑ کے تو تو گود بھر لے

مولوی محمد حسن کاکوروی

بیضاوی صبح کا بیان ہے	تفسیر کتاب آسمان ہے

تقطیع بیضاوِ مفعول ہے صبح کا مفاعلن بیاںہے فعولن ٭ تفسیر مفعول کتاب ا مفاعلن سماںہی فعولن

لمولفہ

اے خانہ خراب یہ خرابی	دیکھ آپ کو اے دل اور سنبھل کچھ
یکساں نہیں دور چرخ اول	خوش باش کہ آج کچھ ہے کل کچھ

ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور الآخر مفعول مفاعلن مفاعیل دو بار مثال

مولوی محمد حسن

انوار بیاض مطلع صاف	والفجر کے حاشیہ پہ کشاف

ہیبت قلی خان حسرت

فرہاد سے ہمسری کرے کون	سرکس کا پھرا ہے یوں مرے کوا،

ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف الآخر مفعولن فاعلن فعولن دو بار خرم سے مراد ہی اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور شتر و حذف کا حال اوپر معلو ہو چکا ہی فاعلن اشتر اور فعولن محذوف ہے۔

نعیم

کاٹا دن تو تڑپ تڑپ کر	آفت کی رات سر پر آئی

تقطیع کاٹا دن مفعولن تو تڑپ فاعلن تڑپ کر فعولن ٭ آفت کی فعولن رات سر فاعلن پر آ ئی فعولن۔

گویا خرطوم اژدہا تھی	انشا	صورت دیوار قہقہا تھی

ترانۂ شوق

صبح کاذب کو دن نہ جانو	ٹٹی دھوکے کی ہے یہ مانو

ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور الآخر مفعولن فاعلن مفاعیل دو بار۔

انشا

چنچل پیاری تھی مادہ فیل ایک	جس پر ہو جائیں غش بد و نیک

تقطیع چنچل پا مفعولن ریت ما فاعلن دفیلیک مفاعیل ٭ جس پہ ہو مفعولن جاے غش فاعلن

بدونیک مفاعیل **فائدہ** یہ چارون وزن یعنی مسدس اخرب مقبوض محذوف اور مسدس اخرب مقبوض مقصور اور مسدس اخرم اشتر محذوف اور مسدس اخرم اشتر مقصور ایک ہی شمار کیئے جاتے ہین اور انکو شاعر ایک غزل مین جمع کرے تو جائز ہے۔ **ناظم** ...

بڑھتا ہے شراب پی کے لاحول	ناظم رندون مین پارسا ہے

مصرع اول ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر محذوف۔

انشا

خاطر مستون کی جس سے ہو جمع	روشن وہ کرے مرادکی شمع

پہلا مصرع ہزج مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور۔

احسن کاکوروی

تجھ سے دشمن کو دوست جانا	دل نے مرے ساتھ دشمنی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعول مفاعلن فعولن
خال ابرو نے مار ڈالا	کعبے والون نے رہزنی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
جی بھی نکلا تو وائے حسرت	نکلی حسرت نہ اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعولن فاعلن فعولن
احسن کیون چپ ہو کسکی ہو پاس	کچھ ہمسے کہو تو اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فعولن	مفعول مفاعلن فعولن

اوزان مذکورہ بالا کا کلیہ یہ ہے کہ اگر صدر و ابتدا اخرب (مفعول) آوے تو حشو مقبوض (مفاعلن) آوے گا اور اگر اخرم (مفعولن) آوے تو حشو اشتر (فاعلن) آویگا اور عروض و ضرب محذوف یا مقصور اس اختلاف کو کہ زحاف مین واقع ہوتا ہے عوام سکتہ کہتے ہین۔

ہزج مسدس اشتر محذوف الآخر فاعلن فاعلن فعولن دوبار مثال۔ ؎

آج ہے یار سے جدائی	پھر بلا سر پر اپنے آئی

تقطیع۔ آج ہے فاعلن یار سے فاعلن جدائی فعولن ؎ پھر بلا فاعلن سر پر اپ فاعلن نے آئی فعولن ؎ صدر و ابتدا اور حشو اشتر ہے اور عروض و ضرب محذوف۔

ہزج مسدس اشتر مقصور الآخر فاعلن فاعلن مفاعیل دوبار مثال۔ ؎

بادہ ایسا کہ ہو اُلو العزم	جسکو پیکر سنوار دون اک بزم
جس پہ للچائے زاہد خشک	جس سے شرمائے نافہ مشک

صدر و ابتدا اور حشو اشتر ہے اور عروض و ضرب مقصور **فائدہ** عروض و ضرب مین ایک ہی بیت مین یا کئی اشعار مین بمقابلے فعولن کے مفاعیل بھی آسکتا ہے۔

ہزج مربع سالم مفاعیلن مفاعیلن دو بار اس وزن پر نہایت مؤثر مضمون کا ایک بھجن ہندی زبان مین دیکھا گیا ہے اُس مین سے دو شعر ہم یہان پر درج کرتے ہین۔ ~

سجن جگنے کی باری ہے	عجب شدھ بدھ بساری ہے
بھجن بن کام جاتا ہے	[illegible] من بول بھاری ہے

فرمائی سوجان پوری

ہلال عید جان افزا ۔ دکھائی دے گیا ہر جا

جہان مین غلغلہ اُٹھا

کہ روز عید ہست امروز

جوان و پیر گاتے ہین ۔ نہین پھولے سماتے ہین

نقاب غم اُٹھاتے ہین

کہ روز عید ہست امروز

اس مربع مین گرہ کے شعر کے آخر مین مفاعیلان واقع ہے لیک اخبار مین ایسا ہی لکھا دیکھا ہے

ہزج مربع مقبوض مفاعلن مفاعلن دو بار مثال۔

المؤلفہ

دل و جگر کو چھین کر	وہ بے وفا گیا کدھر
ہمارے حال زار سے	اُسے ذرا نہین خبر

تقطیع دلو جگر مفاعلن ک چھین کر مفاعلن وہ بے وفا مفاعلن گیا کدھر مفاعلن۔

ہزج مربع اخرب مفعول مفاعیلن دو بار محمد حسین آزاد کی یہ نظم غیر مقفے اسی وزن پر ہے ~

ہنگامہ ہستی کو	گر غور سے دیکھو تم
ہر خشک و تر عالم	صنعت کے تلاطم مین

ہزج مربع اخرب مقصور محذوف مفعول مفاعیل یا فعولن دو بار کشن پرشاد

کہتے ہین۔ ؎

آیا ہون وطن سے — ناشاد دکن سے — فرزند کا غم آہ — لایا ہے وطن سے
ہان آہ خبردار — نکلے نہ دہن سے — اُبَل گئی اُڑکر — افسوس چمن سے
برخاست ہوئی شمع — دنیا کی لگن سے — ہے مجھکو شکایت — اس چرخ کہن سے
آنسو ہین کہ موتی — آئے ہین عدن سے — اس عشق کو پوچھو — نل اور دمن سے
مُردے کو سروکار — ہے گور و کفن سے — منصور کو ہے کام — ہان دار و رسن سے
لیکر مرے دل کو — رکھیے گا جتن سے — واقف ہے تو اے شاد — کیا شعر کے فن سے

(۲) بحر رمل

بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار رمل بفتح راے مہملہ و فتح میم و سکون لام لغت مین دوڑنے اور بوریہ چلنے کے معنے مین ہی چونکہ یہ بحر جلدی اور سرعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اسلیے اس کو رمل کہتے ہین بعض نے وجہ تسمیہ اسکی یہ لکھی ہے کہ رمل لغت مین بوریا بننے کو کہتے ہین چونکہ اس بحر کے رکن مین دو سبب کے درمیان مین وتد ہے اور وتد رسی کو کہتے ہین تو گویا سبب کو وتد سے بن دیا ہے اور اس تقدیر پر میم کے سکون سے ہونا چاہیے مگر مشہور میم کے فتح سے ہی چنانچہ سید انشا کہتے ہین۔ ؎

گر تو مشاعرے مین صبا آج کل چلے — کہیو غظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے
اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے — پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے
بحر رجز مین ڈال کے بحر رمل چلے

اس بحر کو شعراے عرب نے مثمن استعمال نہین کیا ہے اور فصحاے عجم و ریختہ نے مثمن اور مسدس دونون طرح استعمال کیا ہے اور عروض و ضرب اس بحر کے اشعار اُردو مین سالم نہین آتے اسلیے کہ اُن کے سالم ہونے سے شعر بے لطف ہو جاتا ہے۔ غرائب الجمل کا یہ مصرع اسی وزن مین ہے ؎ نونہال گلشن شاہی گرامی ہین یہ دونون + تقطیع نونہالے فاعلاتن گلشن شا فاعلاتن ہی گرامی فاعلاتن ہے یے دونون فاعلاتن۔

دیگر

تاب یارا نہین مطلق دل بے تاب جواب — پیچ کیا کھانے لگین زلفین تمھاری اندنون مین
خانہ جنگی کی تری شہرت بھی ہے اس قدر — ٹہرکے بھی پاس دہشت سے ہے شمشیر طلائی

دی بیان غم نے میرے کوہ کو یان تک گداز	آخرش سُن سُن کے رشک آبگینہ ہوگیا وہ
تیرے دیوانے کی خاطر زلف کی زنجیر سے اب	لے پری جوش جنون مین کچھ توڑ یو رچاہیے ہی

اسلیے اکثر محذوف یا مقصور یا مقطوع یا مشعث یا مسبغ لاتے ہین اور اس مین نو زحاف آتے ہین۔ خبن۔ کف۔ شکل۔ حذف۔ قصر۔ تشعیث۔ تسبیغ۔ ربع۔ جحف۔

رمل مثمن محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار بسبب حذف کے فاعلاتن سے سبب خفیف آخر کا گر کر فاعلن سے بدل لیا گیا۔

مولوی شاہ محمد طالب

چیرے سینے کو تش تیجے دل دلگیر کو	یہ ہی دو جاگہ ہی اور کیا کھا گیا مین تیر کو

تقطیع چیرے سی فاعلاتن نے کُ تش کی فاعلاتن بجے دے دل فاعلاتن گیر کو فاعلن ٭ یے ہ دو جا فاعلاتن گاہ اَر کا فاعلاتن کا گیا مین فاعلاتن تیر کو فاعلن ٭

جرأت

کیا غضب ہی اُسکی تو مرضی ہی اُسکو ٹال دو	اور مین کہتا ہون کوئی پانون اُسکے ڈال دو

قلندر

قصد خونریزی کا گر دلمین ترے اے جان ہے	تیغ کرے تیز کچھ مشکل نہین آسان ہے

ذوق

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے	قصہ پہونچایا زبان دار تک منصور کا

مؤلفہ

کردیا زندہ ہمین ٹھوکر لگا کر ناز سے	بعد مرنے کے دکھایا معجزہ رفتار کا

ولہ

عالم مستی مین ہم جو بوسہ بازی کر گئے	واقعی اُس وقت وہ بندہ نوازی کر گئے

ولہ

اگرچہ ہے مطلوب جان حزین کے واسطے	منت منع کھینچے کیون سائلین کے واسطے

رمل مثمن مقصور فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار بسبب قصر کے فاعلاتن کا ساکن ہفتم گر کر اور اسکا ماقبل ساکن ہو کر فاعلات رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال۔

قدرت

جرم پر تیری محبت کے ہمین کرتے ہین قتل ا — حفظ جان کے واسطے گر کیجیے انکار حیف

امانت

نقش پا سے ہے خجل حسن و جمال آفتاب — یار کے منہ پر چڑھے کب ہی مجال آفتاب

لمؤلفہ

کوئی تو میخوار یان ڈوبا ہے ای دریای حسن — پھوڑتے ہین سر جو اپنا جام معکوس حباب

اور وزن محذوف کو مقصور کے ساتھ جمع بھی کرسکتے ہین مثال ۔

اقبال

اس چمن مین مرغ دل گائے نہ آزادی کا گیت — آہ یہ گلشن نہین ایسے ترانے کے لیے

رجب علی سرور

یا تو ہم پھرتے تھے اُن مین یا ہوا یہ انقلاب — پھرتے ہین آنکھون مین ہر دم کوچہائے لکھنؤ

لمؤلفہ

شب بسر کرنے لگے اختر شماری مین مدام — عقد پروین کو سمجھ کر خوشۂ انگور ہم
اسقدر اجلاف سے ہی گردش ایام ساز — خان دوران زمان ہر اک کمینہ ہوگیا

سب شعرون مین عروض مقصور اور ضرب محذوف ہے اور اُسکے بالعکس کی مثال یہ ہے۔

ناسخ

دشمنی کرتا ہے جس سے ہو اُمید دوستی — روشنی کی جا جلاتی ہے مرا کاشانہ شمع
بیٹھتے دیکھا نہین ہرگز کسی نے ایک دم — گنتی ہے اس بزم کو ایسا مسافرخانہ شمع

امیر مینائی

کہدو رضوان سے یہی اک پھول سبزہ وان بھی ہے — اور کیا جنت مین رکھا ہے جو دکھلائینگے آپ

یار محمد خان شوکت

سیر جنت خوب جب رضوان مجھے دکھلا چکا — بے تامل منہ سے نکلا ہائے لطف کوے دوست

حضرت ظفر علیہ الرحمۃ نے بحر رمل کو مثمن بھی استعمال کیا ہے یہ اُنکا کلام ہے۔

ہو کے خاک اپنا مٹا دینا جسے منظور ہو وہ خاکسار — خاک رہ ہو خاک پا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ نہ ہو

بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف۔

رمل مثمن مجنون فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن دوبار بسبب خبن کے حرف دوم ساکن سبب خفیف کا گر کر بجائے فاعلاتن فعلاتن رہگیا اگرچہ یہ وزن بحر کامل مقطوع سے مشتبہ ہے اسلیے کہ رکن قطع کے بعد متفاعل رہتا ہے جسکو فعلاتن سے بدل لیتے ہین مگر اس وزن کا رمل مین شمار کرنا بہتر ہے کیونکہ رمل مین فعلاتن بدل کر نہین آتا ہے مثال ظفر کے مخمس کا بند حکیم سنائی کی غزل فارسی پر۔

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی	ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستار ہے سب واقف اسرار نہانی	ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی

ہمہ را رزق رسانی کہ تو موجود عطائی

تقطیع گنہ و جر فعلاتن م پ بی کر فعلاتن ت ہ تو رز فعلاتن ق رسانی فعلاتن اور عروض و ضرب مین فعلاتن کے عوض فعلیان مسبغ بھی درست ہے۔

ولہ

ظفر اسوقت مین خاموش ہو گیا غنچہ کی مانند	کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اُسے چند
کرے توصیف مین کسطرح تری اپنی زبان بند	لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند

مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

اور رکن اول سالم بھی آتا ہے اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ارکان شش حرفی ارکان اصلی دائرے مین نہین ہین بلکہ سباعی کی فرع ہین اسلیے کہ جب اکثر ارکان سداسی پائے گئے اور ایک سباعی اور سباعی سے زحاف خبن کی وجہ سے سداسی بنتے ہین تو معلوم ہوا کہ ارکان سداسی دائرے مین در اصل سباعی ہین پس جن عروضیون نے رمل سالم اور رمل مجنون کو علحدہ علحدہ بحر قرار دیا ہے یہ انکی راے تحقیق کے خلاف ہے۔ مثال۔

مین شہید اُس لب لعین کا ہون ہمدم مرے خون سے	سنگریزون مین بھی ہو لعل بدخشان کی سی رونق
ہمسا جانباز بھی ہو کوئی بشر دیکھین تو جہان مین	رکھدے اُس تیغ جفا کے تلے سر دیکھین تو جانان

پہلے شعر کے عروض و ضرب مین فعلاتن ہے اور دوسرے شعر مین فعلیان واقع ہوا ہے۔

رمل مثمن مجنون مشعث مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان۔ بسکون عین دوبار بسبب خبن کے فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا اور تشعیث سے مراد یہ ہے کہ وتد مجموع کے پہلے حرف متحرک کو اور ایک قول کے موافق وتد مجموع کے دوسرے حرف متحرک کو گرا دیتا اور ایک قول کے مطابق وتد مجموع کے ساکن کو گرا کر اسکا

ماقبل کو ساکن کردینا اور ایک قول کے مطابق اول فاعلاتن مین خبن کرکے پھر وتد مجموع کے حرف اول کو ساکن کردینا پس فاعلاتن سے فاعلاتن یا فاعاتن یا فاعلتن بسکون لام یا فعلاتن بسکون عین رہا اور بسبب قصر کے نون گر کر فالات یا فاعات یا فاعلت بسکون تا ولام یا فعلات بسکون عین مشعث مقصور ہوا اسکو فعلان ساکن العین سے بدل لیا خواجہ نصیر الدین محقق طوسی کے قول کے موافق فعلان کو مشعث مقصور نہین کہہ سکتے اسلیے کہ یہان خبن لازم ہے پس فعلاتن مخبون کو مسکن و مقصور کیا ہے۔ مثال۔

نظیر

یہی دل ہے کہ ہوا تھا نہ کبھی بھی غمناک	وہی دل ہے کہ ہوا تیغ قضا سے صدچاک

تقطیع یہ ہ دل ہے فعلاتن ک ہوا تھا فعلاتن ن کبھی بی فعلاتن غمناک فعلان ؛ وہ دل ہے فعلاتن کہ ہوا تے فعلاتن غ قضا سے فعلاتن صدچاک فعلان ؛

غالب

غم شبیر سے ہو سینہ یہان تک لبریز	کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

رمل مثمن مخبون مقصور فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان عین کے کسرے سے دوبار

غالب

تپش دل نہین بے رابطۂ خوف عظیم	کشش دم نہین بے ضابطۂ جر ثقیل

تقطیع تپشے دل فعلاتن نہ ہ بے را فعلاتن بطئے خو فعلاتن ف عظیم فعلان ؛ کشش دم فعلاتن نہ ہ بے ضا فعلاتن بطئے جر فعلاتن رثقیل فعلان ؛

رمل مثمن مخبون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دوبار خواجہ نصیر الدین طوسی کا قول ہے کہ یہان فعلن کو ابتر کہنا نہ چاہیے اسلیے کہ ابتر محذوف مقطوع ہوتا ہے بدون خبن کے اور اس جگہ خبن لازم ہے پس بہتر یہ ہے کہ مخبون محذوف مسکن کہین فعلاتن مخبون کو محذوف کیا تو فعلا بکسر عین رہا اور مسکن کرنے سے فعلا کا عین ساکن ہوگیا اسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا۔

مصحفی

مرض عشق سے گر ابکی سنبھل جاؤنگا	تو مین دو چار برس کو کہین ٹل جاؤنگا

عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن ہے اور باقی تمام رکن پہلے شعر کی طرح ہین۔

رمل مثمن مخبون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن عین کے کسرے سے دوبار

فعلن مجنون محذوف ہے مثال۔

غالب

ہوسِ گل کا تصور مین بھی کھٹکا نرہا ۔ عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

تقطیع ہوسے گل فعلاتن ک تصوّر فعلاتن م ب کھٹکا فعلاتن نرہا فعلن عجب آ فعلاتن رام دیا بے فعلاتن پر بالی فعلاتن ن مجے فعلن۔

کنورسین مضطر

خلل انداز وفا کو نا غمزہ انداز ہوا ۔ جو جواب خط مضطر قلم انداز ہوا

ان چارون وزنون کے واسطے ایک حکم ہے اور اجتماع ایک غزل مین روا ہے اور اگر سب مین پہلا رکن سالم ہووے یا صدر سالم ہووے اور ابتدا مجنون یا اُسکے برعکس تو بھی شعر ناموزون نہوگا اور یہ اکثر مستعمل ہے۔

عباس علی خان بیتاب

بھاگیا اپنے زلبس قتل کا ایما ہمکو ۔ بعد مردن بھی ہے مرنے کی تمنا ہمکو

لمؤلفہ

یاد مین پاے نگارین کے ترے اے گلرو ۔ جس کو دیکھا کف افسوس ہی ملتے دیکھا

صدر وابتدا ساکن ہی اور عروض وضرب مجنون محذوف مسکن۔

مولوی شاہ محمد عرف حافظ شیراتی طالب

قاصد اُسنتے ہی اُس عہد شکن کا پیغام ۔ دل مرا آج پیمبر کی قسم ٹوٹ گیا۔

صدر وابتدا ساکن ہی اور عروض مجنون مسکن مقصور اور ضرب مجنون محذوف۔

داغ

روکش اُس چین جبین سے خم گیسو نہوا ۔ نہ ہوا مد مقابل بجز ابرو نہ ہوا

صدر سالم اور ابتدا مجنون اور عروض وضرب مجنون محذوف۔

منولال صبا لکھنوی

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری مین ۔ کوئی معشوق ہی اس پردۂ زنگاری مین

صدر وابتدا سالم اور عروض وضرب مجنون مسکن مقصور۔

ناسخ

گو پہنتا نہین جز جامۂ رنگین تو آج	کفن اک روز ملے گا تجھے خود کام سفید

صدر سالم اور ابتدا مخبون اور عروض مخبون مسکن مقصور ہی اور ضرب مخبون مقصور ہی۔

لمؤلفہ

نور رخ زلف سے چمکا تو جھکے سجدے کو	لیلۃ القدر سمجھ کر در و دیوار تمام

صدر و ابتدا سالم ہی اور عروض مخبون محذوف مسکن اور ضرب مخبون مقصور۔
یہ بھی ہوسکتا ہی کہ حشو مین مفعولن بجاے فعلاتن لایا جاے مثال اسکی۔

انشا

لیا فقط آنکے نچھاور کے لیے اے انشا	اپنی مٹھی مین ہر اک غنچہ زر لیتا ہے

پہلا مصرع بدستور ہی اور دوسرے مصرع کی تقطیع یہ ہے اپنِ مٹ ٹی فاعلاتن م ہر ک غن فعلاتن چہ زر لے مفعولن تا ہے فعلن۔

ولہ

اردلی کے جو گرانڈیل ہین ہونگے سب جمع	کرنا پھو نکے گا جسوقت کہ آسکہ درشن

جو وزن پہلے شعر کے دوسرے مصرع کا ہی وہی اس شعر کے دوسرے مصرع کا ہے تقطیع یون ہے کرن پھو کے فاعلاتن گا جس وق مفعولن ت ک آ اسک فعلاتن درشن فعلن۔

##

اُس ختان ہو گئے یون عیسوی ہجری سال	خلد روح افزا مضمون وچمن بیر الظمہ

دوسرے مصرع کے حشو مین مفعولن واقع ہے۔ جبکہ حشو مین بجاے فعلاتن کے مفعولن لانا جائز ٹھہرا اور اساتذہ نے اسکا استعمال کیا تو ہم بکشادہ پیشانی کہ سکتے ہین کہ بیچارے امانت سے ہرگز خطا و غلطی نہین ہوئی بلکہ جن لوگون نے اعتراض کیا ہے اُن کی غلطی و نافہمی ہی۔ اسکے اس شعر کو۔ ع

اُس پہ راضی ہو تو قرآن اٹھا لاؤن مین	رکھ تو اے مصحف رو ہاتھ قسم کھاؤن مین

ایک صاحب نے اپنے رسالے مین درج کرکے زور طبیعت دکھایا ہے اور بے تکلف قلم اٹھا کر لکھدیا ہی کہ ان مین اضافت زائد ہے ہم اُنسے کہتے ہین کہ اگر اضافت ہی نہ قرار دیجاے تو کیا مضائقہ ہے اُنکو چاہیے کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے اس شعر فارسی مین بھی غلطی نکالین۔ ع

زر بدہ مرد سپاہی را تا سر بدہد	وگرش زر ندہی سر بنہد در عالم

[illegible]

تقطیع شعرا مانت اس پہ راضی فاعلاتن وت فرا افعلاتن ن اٹھا لا فعلاتن او مین فعلان ¶ رک مے لائے مُص فاعلاتن حف رُ کہا مفعولن ت قسم کا فعلاتن او مین فعلان ¶ تقطیع بیت فارسی زر بدہ مر فاعلاتن وسیاہی فعلاتن را تا سر مفعولن بدہد فعلن ¶ وگرش زر فعلاتن ندہی سر فعلاتن بنہد در فعلاتن عالم فعلن وزن رمل مثمن مجنون کو خواجہ عصمت اللہ بخاری وغیرہ نے مضاعف بھی استعمال کیا ہے اور بسبب طوالت کے عوام اُسے بحر طویل کہتے ہیں لیکن اُردو مین کم مستعمل ہے یہ قصیدہ شہید کا اُسی وزن پر ہے۔ س ۵

یہ سحر کیسی ہے پر نور کہ جمہور ہین مسرور ہراک باغ مین معمور ہے سامان بہار
گل جھمکتا ہے چمن نور مہکتا ہے ٹپکتا ہے ہراک شاخ تروتازہ سے فیضان بہار
کیا جھمکڑے سے چلی آتی ہے سرمست ادا مائل شوخی و حیا نکہت گل دست گریبان بہار
تا کسی خار سے اُلجھے نکہین پانہ لگے گرد زمین ہاتھ مین پھولون کے ہے دامان بہار

پہلے شعر مین صدر مجنون ہے اور ابتدا سالم اور دوسرے شعر مین صدر وابتدا دونون سالم ہین اور عروض وضرب دونون شعر کا مجنون مقصور اور حشو مجنون ہے۔

رمل مثمن مشکول فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن دوبار شکل مراد ہے اجتماع خبن وکف سے بسبب خبن کے الف فاعلاتن کا گرا اور بسبب کف کے ساکن ہفتم یعنے نون گرا پس فعلات مشکول رہ گیا مثال۔

انشا

چلے تھے حرم کو رہ مین ہوا اک صنم پہ عاشق	نہ ہوا ثواب حاصل یہ لیا عذاب اُلٹا

تقطیع چل تے ح فعلات رم ک رہ مے فاعلاتن ہوا اِک صَ فعلات نم پہ عاشق فاعلاتن ¶ نہوا ثَ فعلات واب حاصل فاعلاتن یہ لیا عَ فعلات ذاب اُلٹا فاعلاتن۔

زا احمد بیگ قیس

دل مضطرب کا دیکھا عجب اضطراب اُلٹا	ہوا اور مضطر اسنے جو دیا نقاب اُلٹا

غالب

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا	کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو	یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب	تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تمام اشعار مین صدر وابتدا مشکول ہے اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رکن مشکول اور ایک سالم ہے۔ اور عروض وضرب مین فاعلیان مسبغ بھی درست ہے۔

بندرابن راقم

مری بدشرابیوں سے کون تو ہو مے گساران ‏| ہے وہ عمل کہ ہووے سبب نجات یاران

صدر و ابتدا مشکول ہے اور عروض وضرب مسبغ ہے اور حشوین ایک رکن سالم ہے اور ایک مشکول ہے تقطیع مری بدش فعلات رابیوں سے فاعلاتن کن توب فعلات مے گساران فاعلیان ہے وہ عم فعلات ل کہ ہووے فاعلاتن سبب ن فعلات جات یاران فاعلیان۔

انشا

یہ نگہ یہ منھ یہ رنگت یہ مستی یہ لعل خندان ‏| غضب ور سیہ بینا یہ زبان بزیر دندان

اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن لایا جائے بہر صورت مسبغ کی مثال یہ ہے۔

ا

کٹی عمر میری ساری جیسے شمع باد کے بیچ ‏| یہی رونا جلنا گلنا یہی اضطراب تجھ بن

عروض مسبغ ہے اور ضرب سالم۔

رمل مسدس سالم فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار مثال۔

قتل عالم کر چکا غمزہ تو بولے ‏| کیا کیا لے خانمان برباد تو نے

تقطیع قتل عالم فاعلاتن کر چکا غم فاعلاتن زہ تُ بولے فاعلاتن ؎ کا کیا لے فاعلاتن خان ما بر فاعلاتن باد تو نے فاعلاتن ؎ اور عروض وضرب مسبغ یعنی فاعلیان بھی لا سکتے ہین جیسے۔

بے محابا چاک کرتا ہے گریبان ‏| کس کے آگے سے ہوا ہے گل پریشان

میر کی مثنوی زبان زد عالم کے اس شعر کی تقطیع بھی اس وزن مین ہو[illegible] ہے۔

جب بڑون سے مارنا ہموار کھائین ‏| کج خرا[illegible] سے تب اپنی باز آئین

تقطیع۔ جب بڑون سے فاعلاتن مارنا ہم فاعلاتن وار کھائین فاعلیان ؎ کج خرامی فاعلاتن سے تب اپنی فاعلاتن باز آئین فاعلیان ؎ اگر الف اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جاے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن آئیگا مثال ذیل مین فاعلیان ہونے مین کوئی شبہ نہین۔

فندقی انگشت سے وہ کرتا ہے رنگ ‏| اور یان دل پر ہے غم کے ہا[illegible] سے سنگ

رمل مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوبار۔

ہے بیان کسکو شب فرقت مین ہوش ‏| آنا[illegible] ہو چلی ہوگی ہزارون بار صبح

تقطیع ہے یہاکس فاعلاتن کو شبے فرقا علاتن قت م ہوش فاعلان ؛ ہو چکی ہو فاعلاتن گی ہزار د فاعلاتن بار صبح فاعلان۔

مؤلفہ

خالی ابرو پر نہین اُس بُت ے خال	خانۂ حق مین موذن ہے بلال

رمل مسدس **محذوف** فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دو بار مثال۔

خواجہ وزیر

خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر	بولا ان مرغون کا ڈربہ کھل گیا

نواب یوسف علی خان ناظم

ہے لڑائی ابتو آؤ سامنے
صلح مین ہمسے بہت پردہ کیا

لمؤلفہ

ایک کو گالی ہے بوسہ ایک کو	ان بتون کا یہی ایدل کام ہے
چشم کے خس خانے مین رہ برق وش	سرد تر ہے خطۂ کشمیر سے
راہ گم کی زلف کے کوچے مین جب	آہ سوزان شمع دکھلانے لگی

عروض وضرب مین ایک جگہ فاعلان مقصور اور ایک جگہ فاعلن محذوف بھی جمع کرنا درست ہے

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ

کھول جلد اے شیفتہ آغوش شوق	یہ صدا آئی لب سوفار سے

لمؤلفہ

پائون کیون پڑتی ہی میرے بار بار	کیا خطا صادر ہوئی زنجیر سے

رمل مسدس **مخبون** فعلاتن فعلاتن فعلاتن دو بار مثال

تجھے عاشق کی بھی اے یار خبر ہے	کہ ترے واسطے وہ خاک بسر ہے

تقطیع تج عاشق فعلاتن کب اے یا فعلاتن رخبر ہی فعلاتن ؛ کہ ترے وا فعلاتن سطے وہ خا فعلاتن ک بسر ہے فعلاتن۔

رمل مسدس **مخبون** مسبغ فعلاتن فعلاتن فعلیان دو بار مثال سہ

نالے کا دیکھ مرے باغ مین انداز	لب نکل سکتی ہے بلبل سے بھر آواز

صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مخبون اور عروض و ضرب مخبون مسبغ۔

رمل مسدس مخبون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلن بسکون عین دوبار۔

شہید

کبھی آنکھوں پہ بٹھا لیتی تھی	کبھی سینے سے لگا لیتی تھی

تقطیع کبِ اآنکو فعلاتن پ بٹھالے فعلاتن تی تی فعلن الخ۔

مومن

نہ کچھ آشفتہ سری نے مارا	کہ مجھے چارہ گری نے مارا

رمل مسدس مخبون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلن بکسر عین دوبار۔

شہید

در و دیوار سے آئی تھی صدا	کہ حلیمہ پہ ہوا فضل خدا

تقطیع۔ درُو دیوا۔ فعلاتن رس اآ ئی فعلاتن ت صدا فعلن۔

مومن

خفگی پھر کسی صورت نہ گئی ہے	نہ گئی دل سے کدورت نہ گئی ہے

رمل مسدس مخبون مقصور۔ فعلاتن فعلاتن فعلان۔

رمل مسدس مخبون مشعث مقصور یا مخبون مسکن مقصور فعلاتن فعلاتن فعلان اول مین فعلان عین کے کسرے سے ہے اور دوم مین سکون سے مثال دونون کی

مومن

سر مجنون پہ بھی تو ہے مشہور	کہ ہوا ناقۂ لیلےٰ کا عبور ہے

ایضاً

کسی کے لب پہ مین مر جاتا کاش	کسی کے چہرے پہ ناخن کی خراش

دونون شعرون کے پہلے مصرعے دوسرے وزن کی مثال ہین اور دوسرے مصرعے پہلے کی ان اوزان کے صدر و ابتدا مین بجاے فعلاتن مخبون کے فاعلاتن سالم بھی آتا ہے۔

جرأت

ناصحو آپ مین جرأت نرہا	اب بھلا اُسے سمجھائیے گا

خواجہ وزیر

سر مرا کاٹ کے پچھتایئے گا	پھر جھوٹی [illegible] ایئے گا

دونون شعرون [illegible] صدر و ابتدا سالم [illegible] اور حشو مخبون اور عروض و ضرب مخبون محذوف ہے۔

[illegible]

[illegible] کی طرح ای ساقی	چھیڑو مت کہ بھرے بیٹھے ہین

[illegible]

ہم ذرا چشم نمائی کر دو	شوخیان ہم سے ہرن کرتے ہین

دونون شعرون مین عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن اور صدر و ابتدا سالم ہین

غالب

اہل تدبیر کی واماندگیان	آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین

صدر و ابتدا سالم اور عروض و ضرب مخبون محذوف یعنی فعلن عین کے کسرے سے۔

لموٴلفہ

دل کو ہم اُنپہ فدا کرتے ہین	جان پر اپنی جفا کرتے ہین

اس شعر مین عروض و ضرب دونون مخبون محذوف مسکن ہین باقی بدستور۔

راغب

منھ دوپٹے سے چھپایا اُسنے	دل کو پردے مین بٹھایا اُسنے

لموٴلفہ

شوق [illegible] گلزار ہے بلبل	دیکھ لے آکے بہار عارض

ان دونون شعرون مین بھی عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن ہین۔

[illegible] پرشاد شاد

ہاے کیا جور ہے کیسی بیداد	کس سے مین جاکے کرون اب فریاد
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دن دہاڑے مین لٹی ای لوگو	آسمان نے کیا مجھکو برباد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان

دے گیا داغ مرا لخت جگر	مرا پیارا مرا آصف پرشاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
دیکھتا تھا جو تجھے باپ ترا	دل ہی دل مین وہ رہا کرتا تھا شاد
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلان
ابتو وہ دام الم مین ہے اسیر	کہین اس دام سے ہو جلد آزاد
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فعلاتن فعلاتن فعلان

جُراٗت

پردہ مت منھ سے اٹھانا یکبار	مجھ مین اوسان نہین ہین ہشیار
فاعلاتن فعلاتن فعلان	فاعلاتن فعلاتن فعلن
تو چلا اور رہی جی اس تن مین	کسی عنوان نہین رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن
ہجر کے غم سے نہ گھبرا جرأت	آتنا حیران نہین رہنے کا
فاعلاتن فعلاتن فعلن	فاعلاتن فعلاتن فعلن

عروض پہلے شعر مین مخبون مسکن مقصور ہے اور باقی مین عروض اور سب مین ضرب مخبون محذوف مسکن ہے ہمنے ان تمام شعرون مین نون غنہ کو علیحدہ حرف ساکن نہین مانا ہے اگر ضرورۃ حشو مین بجائے فعلاتن کے مفعولن ہو توبھی درست ہے مثال اسکی۔

ادھر آ او جانی اب نہ ستا	بس نہ اتنا بھی عاشق کو کڑھا

تقطیع۔ ادر آاو فعلاتن جانی اب مفعولن ن ستا فعلن ٭ بس ن اتنا فاعلاتن بی عاشق فعولن ک کڑھا فعلن ٭

رمل مربع سالم۔ فاعلاتن فاعلاتن دو بار مثال سے

رخ اٹھا کر دل پھنسا کر	جا ملا دشمن سے دلبر
ناصحا مت کر نصیحت ٭	ہو گیا دل مثل پتھر
ٹالتا ہے بات کو وہ	دیدہ و دانستہ سنکر

بروزن فاعلاتن فاعلاتن۔

رمل مربع مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلاتن یا فاعلن دو بار مثال۔

ظفر

بوسۂ رُخ دو ہمین	دل ہم اپنا دین تمھین
درد دل اپنا صنم	کیون نہ ہم تم سے کہین
چپ رہا جاتا نہین	کب تلک چپکے رہین
وہ عبث ہین کوستے	آئے بن کیونکر مرین
اس غزل پر سب ظفر	آفرین تجھکو کہین

ان تمام اشعار مین عروض وضرب کو محذوف قرار دینا چاہیے اور نون غنہ کو علٰحدہ ساکن نہ ماننا چاہیے جیساکہ محقق طوسی کا مذہب ہے مقصود کی مثال اشعار ذیل کے عروض ہین۔

شاہ وزیر اعٰ حیدرآباد

اس نے میرے ساتھ حیف	کیا کہون مین کیا کیا۔
اس نے صد ہا گھر کو آہ	دم مین ویران کر دیا
باپ سے بیٹے کو حیف	کر دیا اُس نے جُدا
باپ کا بیٹے کو رنج	اس ستمگر نے دیا
دے گا وہ دل کی مراد	کر دعا صبح و مسا
کیسی شادی کیسا رنج	ہونا جو تھا ہو گیا

رمل مربع مخبون۔ فعلاتن فعلاتن دوبار۔

انشا

اری موتی اِدھر آ تو	کہ سکھائے ہنر آ تو
ے دل کی بھی خبر ہے	تجھے اے بےخبر آ تو

پہلے رکن کا سالم ہونا بھی جائز ہے مثلاً۔

[illegible]

مار یے کیا ہی کو دے	جاوے اپنے جو آ تو

[illegible]

ہو جہان خوش وہین جاؤ	چٹکیون مین نہ اُڑاؤ

آٔکے دل مین نہ لگاؤ		بس نہ انشا کو کڑھاؤ

اور یہ بھی جائز ہی کہ ایک شعر کے صدر و ابتدا مین رکن سالم و مخبون کو جمع کیا جائے جیسے۔

ولہ

رہ گئی دیکھ انھین کل		پکڑا اپنا جگر آ تو
کوئی کمبخت نہ ہو گی		کہین تجھ سی کٹر آ تو

ولہ

ادھر آؤ نہ ستاؤ		پاس اپنے نہ بُلاؤ

ولہ

کیجیے کیا ہی اندرین		دیوے چھٹی اگر آ تو
کیا ہو گر انشا تجھے ہان		دیکھ لے بھر نظر آ تو

رمل مربع مشعث مقصور۔ فاعلاتن فعلان بسکون عین دو بار یہ تمکو پہلے بتا دیا گیا کہ جمہور فعلان کو مشعث مقصور کہتے ہین اور محقق طوسی کی راے کے مطابق اسکو مخبون مسکن مقصور کہنا چاہیے مثال اسکی سے

نازمت کرائے سرو		لعبت چوب ہے تو

عروض مشعث مقصور ہے اور ضرب مخبون محذوف یعنی فعلن کسرہ عین سے کس لیے کہ فاعلاتن سے بسبب خبن کے فعلاتن ہوا اور اسکے آخر سے سبب خفیف گرا بسبب حذف کے پس فعلا کو فعلن سے بدل لیا۔

رمل مربع مشکول فعلاتُ فاعلاتن دو بار مولوی محمد اسمعیل نظم غیر مقفے مین کہتے ہین۔ سے

وہ غریب کھیت والے		وہ اُمید وار دہقان
کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی		کہین کھیت کٹ رہا ہے
کہین گہ رہا ہے خرمن		نہین آنکھ اُن کی جھپکی
یون ہی شام سے سحر تک		ہین تمام رات جاگے

یہ چارون شعر اس وزن پر ہین فعلاتُ فاعلاتن دو بار اور آخر مین فاعلیان بھی درست ہے جیسے حکیم مظفر حسین اظہر دہلوی کی نظم غیر مقفے یون ہے۔

اے خدائے پاک و برتر		مرے ملک کو عطا کر

وہ بہشت محویت تو

نہ جہان ہو خوف دل کو	رہین سرفراز احرار	
نہ جہان ہو پارہ پارہ	یہ وسیع ربع مسکون	

بہ تفرّق و تقسّم

جہان ہو طلب نہ عاجز	بڑھے دست شوق اُس کا	

طرف کلام پیہم

اے خدائے جل و اکبر	وہ بہشت حویت دے	
کہ جہان تمنا کا صحرا	نہ سکھا سکے وہ دریا	

جو ہے چشمۂ تعقا

جہان میرے سارے کامون	جہان میرے سب خیالون	

مین فقط توہی ہو رہبر

(۳) بحر رجز

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار رجز بفتح رائے مہملہ و فتح جیم و سکون زائے معجمہ اُن اشعار کو کہتے ہین جو معرکۂ جنگ مین اور فخر کے موقع پر اپنی قوم کی مردانگی اور شرافت کے جتانے کو پڑھتے ہین اور چونکہ اکثر ایسے اشعار اس بحر مین ہوتے ہین اس لیے اس بحر کا نام رجز رکھدیا یا رجز کے معنے اضطرابی اور شتابی کے ہین اور اشعار بہادری جو میدان جنگ مین پڑھے جاتے ہین وہ وقت اضطراب کا ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا نام رجز رکھا ہے اور بعض نے وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ رجز اونٹ کی ایک بیماری کا نام ہے جو اسکے چوتڑون مین ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے چلنے مین کانپتا ہے چلتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے چونکہ اس بحر کے پہلے دو سبب خفیف ہین اس وجہ سے حرکت کے بعد سکون واقع ہے اس مناسبت سے اس بحر کا نام رجز رکھا ہے اس بحر کو فصحاے فارس و ریختہ نے اکثر مثمن سالم استعمال کیا ہے بخلاف شعراے عرب کے کہ مثمن استعمال نہین کرتے مسدس اور مثلث اور مشطور بیشتر استعمال مین لاتے ہین اور شعراے فارس و ریختہ مسدس مستعمل نہین کرتے لیکن بدیعی بلخی نے فارسی مین مثلث کا بھی جواب دیا ہے چنانچہ اول اُس کا یہ ہے۔ ؎

[illegible] ن زین لو ہر [illegible] نو

برعذن مستفعلن مستفعلن اور یہ تمام ایک بیت ہے جس مین دو مصرع نہین اور موحد اسی

بحر سے مخصوص ہے اور بحر موحد نہین ہوتی اور سواے خبن وطے کے اور کسی زحاف کا استعمال کم کرتے ہین اور اس بحر مین پانچ زحاف آتے ہین خبن طے ۔قطع ۔اذالہ ۔ترفیل ۔

مومن خان

دنیا ت فلک جور مین یون رنج اٹھانا کب تلک	مین بھی ذرا آرام لون تم بھی ذرا آرام لو

تقطیع دنیا ت فک مستفعلن رے جور مے مستفعلن یون رنج اٹھا مستفعلن نا کب تلک مستفعلن مے بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن تم بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن ۔

ولہ

مومن تم اور عشق بتان ای پیر و مرشد خیر ہے	یہ ذکر اور منھ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

میر تقی

مستی مین لغزش ہوگئی معذور رکھا چاہیے	اے اہل مسجد اسطرف آیا ہون مین بہ ہوا

اور رکن سالم کے مقابل رکن مستفعلان مذال بھی آسکتا ہے اذالت عبارت ہے ایک الف وتد مجموع مین بڑھانے سے ذوق کا ایک مخمس ہے ۔ ؎

انوار عرفان سے ترا سینہ ہوا ہے ایسا صاف	جسکی بہو مختی روشنی ہے قاف سے لے تا بہ قاف
خورشید و مہ کو روبرو تیرے کہان مقدور لاف	کرتے ہین دونون روز و شب آکر ترے در کا طواف

اے قبلۂ روشن دلان اے کعبۂ اہل صفا

تیری ثنا کب ہو سکے اے خسرو والا نگاہ	اب یہ دعا ہے ذوق کی حق مین ترے شام و پگاہ
جب تک زمین پر ہی فلک اور ہین فلک پر مہر و ماہ	فرخ ہمیشہ عید ہو تجھکو شہا با عز و جاہ

بدخواہ ہو تیرا سدا رنج و الم مین مبتلا

ہراک بند کے چارون مصرعون کے عروض و ضرب مذال ہین ۔ اسی طرح حالی کے قول مین ۔

آتا ہے وقت انصاف کا نزدیک ہی یوم الحساب	دنیا کو دینا ہوگا ان حق تلفیون کا وان جواب

اگر آخر مین نون غنہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ وہ تقطیع مین علیحدہ محسوب نہین ہوتا لیکن یہان نا غیر غنہ ہے اور اس صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے ۔ اور اس مین کوئی مضائقہ نہین ایک جگہ رکن سالم دوسری جگہ مذال بھی درست ہے مثال ۔

گلشن ۔ شاد شاد

اُسنے کہا کیا کام ہے مین نے کہا ہر وقت دید	اُسنے کہا کیا شغل ہے مین نے کہا سودا تیرا

اُسنے کہا وہ کون تھا خلوت مین خواہان وصال		مین نے کہا یہ شاد ہے عاشق ترا شیدا ترا

امیر مینائی

پیری مین اے زاہد نہین یہ تیرے گیسوے سفید		ہین دوش پر یہ دو کفن اک اس طرف اک اُس طرف

حالی

یان تک تمھاری ہجو کے گائے گئے دنیا مین گیت		تمکو بھی ہے دنیا کی گھن کا آگیا آخر یقین

عام اشعار مین ارکان عروض مذال ہین اور ارکان ضرب سالم برعکس کی مثال۔

مولوی محمد حسن علمی بریلوی

مدت سے تھے ہم منتظر شکر خدا آیا تو پھر		پر حیف جلدی جلد یا ماہ مبارک الوداع
اب کوچ ہی پیش نظر آنکھون مین اشک آتے ہین پھر		کرتا ہے دل آہ و بکا ماہ مبارک الوداع
گر زیست ہی پھر پائینگے ورنہ بہت پچتائین گے		تو اب تو رخصت ہو چلا ماہ مبارک الوداع
رخصت سے ہی دلبر الم فرقت سے جا پر سخت غم		شدت سے ہے رنج دعا ماہ مبارک الوداع

بلکہ اشباع درمیان مصارع مین بھی جائز ہے جیسے داغ کے قول مین۔

ہے عید کا سامان دوچند آئینہ ہون پست و بلند		کر صاف اے باد صبا صحن زمین سطح فلک
مطلع بمضمون وسیع اک لکھون با شان رفیع		جسپر ہون شیدا و فدا صحن زمین سطح فلک

اُستاد عبدالواسع جبلی نے رجز مثمن کو دوچند بھی استعمال کیا ہی اور قصیدۂ مسجع لکھا ہی اگرچہ ریختہ مین مستعمل نہین مگر مولوی غلام امام شہید نے ایک قصیدہ مسجع لکھا ہے اُسکے اشعار یہ ہین ؎

آئی بہار اب ہر چمن ہی بلبل و گل کا وطن دیر و حرم سے نعرہ زن آتے ہین شیخ و برہمن
ناہد سے کہدو یہ سخن ہی فصل گل توبہ شکن گر جا ہے عیش جان و تن میخوار دنکا سیکھے چلن
آئی بہار جانفزا لائی گلستان مین صبا پیغام وصل دلربا گل کھل کھلا کر ہنس پڑا
موج ہوا نے وا کیا ہر غنچے کا بند قبا بلبل یہ کرتی ہی صدا اب مین ہون اور سیر چمن

رجز مثمن مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار ہے اُسے کہتے ہین کہ اُن دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہون چوتھے ساکن کو گرا دینا پس مستفعلن سے مستعلن مطوی رہا اس کو مفتعلن سے بدل لیا شان اُسکی یہ ؎

خواب مین اک بوسۂ رنگ کف پا ہاتھ لگا		رات اندھیری مین مرے دزد حنا ہاتھ لگا	

تمام ارکان مطوی ہین **تقطیع** خاب م اک مفتعلن بوسہ رن مفتعلن ئے کف پا مفتعلن ہات لگا مفتعلن اسی طرح دوسرا مصرع ہے۔

رجز مثمن مطوی مرفل مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن مفتعلاتن دو بار۔ ترفیل سے کہتے ہین کہ آخر رکن کے وتد مجموع پر ایک سبب خفیف زیادہ کردینا پس مفتعلن کے آخر مین کہ مطوی ہی تن بڑھایا تو مفتعلن تن ہوا اسکو مفتعلاتن سے بدل لیا۔

ذوق

توسر دنیا ظل الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی
تخت ترا ہے تا بہ ثرے اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا

حکم پہ حاضر نظم پہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر
فوج سکندر لشکر دارا تخت فریدون مسند کرے

جلوے سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر
مہر ہو دوا ے دیدۂ شپر مہر ضیاے حیرت حربا

تیری شمیم خلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری
باد بہاری مشک تتاری عود قماری عنبر سارا

تقطیع توسر دنیا مفتعلاتن ظل الٰہی مفتعلاتن حکم ترا تا مفتعلاتن ماہ بماہی مفتعلاتن ؎ تخت ترا ہے مفتعلاتن تا بہ ثرے ار مفتعلاتن فوق ہ تیرا مفتعلاتن تا بہ ثریا مفتعلاتن ؎ یہ وزن متقارب مثمن مضاعف اثرم سالم فعل فعولن سے ملتا ہے اور جہان ایسا اتفاق ہو کہ ایک بحر کا زحاف دوسری بحر کے زحاف کے مطابق پڑھا جائے تو فرق وہان اس طرح ہوگا کہ جہان ارکان اصلی مزاحفات مخصوصہ ایک بحر کے ساتھ پائے جائینگے تو وہ بحر ممتاز و متعین ہوجائیگی پس جبکہ بحر متقارب اثرم سالم مین رکن اصلی بھی رکن اثرم کے ساتھ موجود ہی تو بہتر یہ ہے کہ اس وزن کو اُسی مین داخل رکھنا چاہیے۔

رجز مثمن مطوی ۔ مخبون مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دوبار مفتعلن مطوی ہی اور مفاعلن مستفعلن سے بدلا ہوا مخبون ہے۔ مثال۔

اور

باغ مین گلعذار ہو فصل بہار ہو نہ ہو
مین ہون غزل سرا وہان بلبل زار ہو نہو

تقطیع باغ م گل مفتعلن عذار ہو مفاعلن فصل بہار مفتعلن۔ ہو نہ ہو مفاعلن اسیطرح دوسرے مصرع کی تقطیع ہوتی ہے۔

لمؤلفہ

اؤ نہ تم تو تجھی خستہ جگر کو لو بلا
کوئی تو بات مان لو یہ نہ سہی تو یہ سہی

بھی بادہ کش سے کہہ دیوے ہمین بھی جام مے
کیونکہ تنگ ہین بہت نشہ کے اب خمار سے

حشو یا عروض یا ضرب کا مخبون مذال یعنی مفاعلان لانا جائز ہے مثال۔

ذوقؔ

تاکہ یہ گبر اور ہنود طاق پرست یوں باز ‌ ‌ چھوڑ دین شرک پوجنا آتش و آب و خاک و باد

تقطیع۔ تاک یہ گب مفتعلن ر او ر ہنود مفاعلان طاق پرس مفتعلن ت یوں باز مفاعلان ۰ چھوڑ د شر مفتعلن ک پوجنا مفاعلن آ آتش آ مفتعلن خاک باد مفاعلان ۰ مصرع اول کا حشو اور مصرع ثانی میں عروض وضرب مخبون مذال واقع ہوے ہیں یعنی مفاعلن مخبون ہیں بسبب ذالت کے سبب خفیف کے درمیان الف اور بڑھ گیا ہے

غالبؔ

میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی	سنکے ستم ظریف نے مجھکو اٹھا دیا کہ یوں
کھیل کھلاڑی کے یہ دیکھ کیا ہی ہم یہ ہوگئے **انشا**	ایک یہ ایک مہربان آتش و باد و آب و خاک
جان پڑی غشی میں ہے ایسی کشاکشی میں ہے	کیا کہوں ہائے بے زبان آتش و باد و آب و خاک

ایک رکن مطوی اور ایک مخبون یا ایک مطوی اور ایک مخبون مذال علی الترتیب واقع ہوے ہیں

رجز مثمن مخبون مطوی یعنے رکن مخبون کو مقدم اور رکن مطوی کو مؤخر لانا مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن دو بار شعراے ریختہ نے اسکو استعمال نہیں کیا بہر نہج یہ شعر اس وزن پر ہی۔

جو اٹھ گیا رشک پری دکھا مجھے اپنی ادا	تو کیا کہوں میرے وہیں حواس سے جاتے رہے

تقطیع۔ جو اٹھ گیا مفاعلن رشک پری مفتعلن دکا مجے مفاعلن اپن ادا مفتعلن ۰ تو کا کہو مفاعلن میرو ہی مفتعلن حواس سے مفاعلن جات رہے مفتعلن۔

رجز مسدس سالم مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار مثال۔ سو

ہمکو ملا جو لطف کوے یار کا	کب وہ صبا کو لطف ہے گلزار کا

رجز مسدس مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار مثال۔

ظلم کا اب اس سے گلہ لطف ہے	جو نہ سنے شکوے کا کیا فائدہ

رجز مربع سالم مستفعلن مستفعلن دو بار۔

واجد علی شاہ اخترؔ

اس عشق نے رسوا کیا	میں کیا بتاؤں کیا کیا
آہ دل ناشاد نے	اور آسمان پیدا کیا

رجز مربع مطوی مخبون مفتعلن مفاعلن دو بار عروض و ضرب میں مخبون مذال یعنی مفاعلان بھی

درست ہے۔ کنور حامد علی خان ناشاد کہتے ہین ؎

صبح نسیم کی بہار	ساتھ لے آئی بوے یار
ہوش وحواس پھر کہان	دل کو قرار پھر کہان ؛

اس بحر مین شعراے عرب ایسے ایسے زحاف استعمال کرتے ہین کہ شعراے فارسی اوہ خیال مندان ریختہ وہ صورتین استعمال نہین کرتے۔

(۴) بحر کامل

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن دوبار یہ بحر جیسی دائرے مین وضع کی گئی ہے ویسی ہی مستعمل ہے اسلئے اسکو کامل کہتے ہین مثال۔

رفیق

رہ عشق کے کج ویج مین جو رفیق تھے سو جدا ہوے	مگر ایک نالہ وآہ کو مرے دم سے ہم سفری رہی

تقطیع رہ عشق کے متفاعلن کج ویج مے متفاعلن ج رفیق تے متفاعلن س جدا ہوے متفاعلن مگریک نا متفاعلن لہ آہ کو متفاعلن مر دم س ہم متفاعلن سفری رہی متفاعلن۔

نعیم

ہمین یہ اُمید نہ تھی صبا کہ یہ خاک یون اُڑے جابجا	ترے دربدر کے پھرانے کو بھلا کیا مرا ہی غبار تھا

شیخ مدارا

وہ ابھی ہی تو گل آرزو وہ ہنوز تازہ بہار ہے	نہ کچھ آئنے سے اُسے خبر نہ حنا سے کچھ سروکار ہے

حسرت

یہ بھی اک ستم ہی کہ خواب مین مجھے شکل آ کے دکھا گئے	کبھی نیند برسون مین آئی تھی سو اسی بہانے جگا گئے

عروض وضرب مذال بھی درست ہے جیساکہ مرزا جعفر علی فصیح کے اس شعر مین۔

علی اصغر ابھی تھا جان بلب عبث اُسکو مارا لعین نے تیر
وہ حباب سا سر آب تھا تھی ہوا سی جان حباب مین

عروض مذال ہے اور باقی اجزا بدستور ہین اگرچہ عروض وضرب کے مذال ہونے کی صورت مین دائرے سے خروج لازم آتا ہے مگر جبکہ اساتذہ نے استعمال کیا ہے تو اس مین مضائقہ نہین۔

اذالت مراد ہے وتد مجموع مین الف زیادہ کرنے سے پس متفاعلان مذال ہے اور یہ بحر زبان فارسی وریختہ مین مزاحف مستعمل نہین الا شاذ و نادر بعض بعض شعرا نے طبع آزمائی کی ہے مگر ایک دو بیت سے

زیادہ نہین اسکے زحافون مین مضمر بہتر ہے اگر تمام ارکان مضمر ہونگے تورجز کی طرف رجوع کرجائے گی ہم بھی بطور مثال کے دو ایک وزن لکھتے ہین۔

کامل مثمن مضمر متفاعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن دو بار اضمار سے تاے متفاعلن کا ساکن کرنا مراد ہے پس متفاعلن مضمر ہوا اُسکو مستفعلن سے بدل لیا مثال۔

طالب

نہوئی کبھی مجھ سے خطا نہوا کرو مجھپر جفا	نہ دیا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھپر جفا

ایک رُکن سالم اور ایک مضمر ہے علی الترتیب **تقطیع**۔ ن ہُئی کبی متفاعلن مج سے خطا مستفعلن نہوا کرو متفاعلن مج پر جفا مستفعلن الخ اور اگر اسکو مقلوب کرین تو یہ وزن ہوگا مستفعلن متفاعلن مستفعلن متفاعلن دو بار بہرنج بعض رکن سالم اور بعض رکن مضمر بلا ترتیب لانا اور کامل سالم و مضمر کا جمع کرنا بھی درست ہے مثال اسکی یہ ہے۔

اُس خوبرو کو جو دیکھ لے یہ مجال کیا ہے حور کی	کہ وہ سیتن نام خدا تصویر ہے ڈھلی نور کی

تقطیع اُس خوب رو مستفعلن کُ ج دیک لے متفاعلن یہ مجال کا متفاعلن ہے حور کی مستفعلن کہ وہ سیتن متفاعلن نامے خدا مستفعلن تصویر ہے مستفعلن ڈھلی نور کی متفاعلن۔

ضامن

ہر مکان اپنا لامکان سو نشان اپنا ہے بے نشان	لب ضامن آکرے کیا بیان کہ خرد بھی وان پہ دھری ہی

تقطیع ۂ مکان آپ متفاعلن نالامکا مستفعلن سُ نشان آپ متفاعلن الخ باقی تمام ارکان سالم این

حامد علی رضوی بیتاب

مد علی بینوا کے گناہ بخشدے ای خدا	بطفیل احمد مجتبےٰ تری شان جل جلالہ

مصرع اول کا یہ وزن ہے مستفعلن متفاعلن متفاعلن۔

کامل مسدس مضمر مذال۔ متفاعلن مستفعلن مستفعلان دو بار مثال۔

ترے ہجر سے آئی ہے لب پر جان زار	یہ بتا نہ تو تھا کہان اے گلعذار

تقطیع ترِ ہجر سے متفاعلن آ ای ہ لب مستفعلن پہ جان زار مستفعلان یہ بتا نہ متفاعلن تو تا کہا مستفعلن اے گلعذار مستفعلان صدر و ابتدا سالم ہین اور حشو مضمر اور عروض و ضرب مضمر مذال ہے۔

کامل مربع متفاعلن متفاعلن دو بار کنور حامد علی خان ناشاد تخلص نے اس بحر کو بطور اہل عرب کے مربع بھی استعمال کیا ہے۔ ع

مرے دل نہین نہ دماغ ہے	لموٴلفہ	مجھے ہوش ہی نہ حواس ہے
جو تھے جانے والے چلے گئے		ابھی باقی حسرت ویاس ہے
دل وسینہ اپنے فگار ہین		تری پلکین ہین کہ کٹار ہین
وہی خوش نصیب شہید ہین		ترے کو مین جنکے مزار ہین
کبھی ایک بھی نہ وفا کیا		ترے جھوٹے سارے قرار ہین
کہا مین نے ایکدن ای صنم		ترے غم مین زار ونزار ہین
لگا کہنے ہنسکے کہ تجھ سے سن		یون ہی روتے پھرتے ہزار ہین

(۵) بحر وافر

مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن دوبار وافر فا کے کسرے سے اسلیے کہتے ہین کہ اس بحر مین شعر بہت کہے گئے ہین یا اس بحر مین حرکات کثرت سے ہین یہ بحر عربی سے خصوصیت رکھتی ہے ریختہ مین مستعمل نہین بعض شعراے فارس نے بہ تکلف اس مین شعر کہے ہین۔

وافر مثمن سالم۔ طالب کہتا ہے۔

ڈراکے کہا بھلا بے بھلا خفا جو ذرا ہوا وہ صنم	مراابھی ذرا گلہ نرہا ہنسا جو گیا مجھے یہ ستم

تقطیع۔ ڈراک کہا مفاعلتن بلاب بلا مفاعلتن خفاج ذرا مفاعلتن ہوا وصنم مفاعلتن ۞ مراب ذرا مفاعلتن گلہ نرہا مفاعلتن ہسا جُ گیا مفاعلتن مجے یہ ستم مفاعلتن ۞

(۶) بحر متقارب

فعولن فعولن فعولن فعولن دوبار یہ بحر اکثر مثمن سالم مستعمل ہے اور تقارب اور متقارب اس لیے کہتے ہین کہ اس مین وتد اور سبب نزدیک ہین کیونکہ لغت مین تقارب تفاعل کے وزن پر باہم نزدیک ہونے کے معنی مین ہے اور متقارب ضم میم اور فتح تاے فوقانی اور کسر راے مہملہ ایک دوسرے سے نزدیک ہونے والے کو کہتے ہین۔

عروض وضرب اس بحر کے سالم یا مقصور یا محذوف ہر طرح مستعمل ہوتے ہین اور اسکو شعراے فارسی نے بہت استعمال کیا ہے اور شعراے ریختہ بھی اس کو پسند کرتے ہین اور اس کے زحاف چھ ہین قبض قصر۔ حذف۔ ثلم۔ ثرم۔ بتر۔

متقارب مثمن سالم الآخر فعولن فعولن فعولن فعولن دوبار۔

الشا

سُنی تھی کسی سے جو بحر تقارب	اُسے کرلیا گھنگرودن کا تفنن
کہ تولے ہے اپنے سبق پر یہ کرکے	فعولن فعولن فعولن فعولن

تقطیع سُنی تی فعولن کسی سے فعولن جُ بحرے فعولن تقارب فعولن ۔ اُسے کر فعولن لیا گھنگ فعولن رودن کا فعولن تفن نن فعولن۔

رند

عدو غیر نے تجھکو دلبر بنایا	کوئی جوڑ تجھپر مقرر بنایا
نہ گنتا تھا کوئی حسینون مین اوبت	تجھے دے کے دل مین نے دلبر بنایا
شکر لب کہا مین نے کڑوے ہوئے تم	عبث منہ کو مجھپر ستمگر بنایا

لمولفہ

جو ہے کسر بار رنگ رخسار تیرا	ہوا کیا کہین دل گرفتار تیرا
کٹی عُمر مثل حباب آہ اپنی	نجانا کہ اس بحر فانی مین کیا ہے

متقارب مثمن مسبغ ۔ فعولن فعولن فعولن فعولان دوبار شمار۔

نواب سید جعفر علی خان جعفر شمس آبادی

لیے ہین سلیمان کی بے کے عدو بس	نہین تورہ چارہ بالکل بھی مسدود

عروض وضرب دونون مسبغ ہین۔

سید علمدار حسین واسطی

مبارک تمھین تاجداری شہنشاہ	مبارک یہ دربارداری شہنشاہ
مبارک تمھین بختیاری شہنشاہ	مبارک زبان پر ہماری شہنشاہ

شہنشاہ کی عمر وعزت زیادہ ا

چارون مصرعون کے عروض ضرب مسبغ ہین اور کاتب کا تصرف یہان نہ سمجھنا چاہیے یعنی یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ اصل مین شہنشہ تھا کاتب نے شہنشاہ لکھدیا ہے اسلیے کہ مصنف نے ریاست پٹیالہ کے قصبہ بنوڑ مین ۲۳ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ایک جلسے کے اندر اپنی زبان سے شہنشاہ پڑھا تھا۔ تو اُس نے ملاں پڑھا تھا ۱۲

سحاب

پڑا اُنکی چوٹی مین کوڑے کا موباف	نظر آئے دو سانپ اک کینچلی مین

ناسخ

لب گنگ بیتابی ایسی ہے بے یار		کبھی وارین ہون کبھی بارین ہون

رند

چڑھاؤنگا گل گور مجنون پہ لے رند		نظر جب وہ لیلی شمائل پڑے گی

ولہ

کرم کیجے آیئے حضرت عشق ؛		ہے خون جگر مہمانی تمھاری

مطیر نواب جعفر علی خان لکھنوی

زبان مبارک سے ہو جلد ارشاد		مدینہ نبیؐ کا تمھارا وطن ہے
سکینہ یہ کہتی تھی اللہ فریاد		بہت تنگ میرے گلے مین رسن ہے
ہر اک کہتا تھا دیکھ کر شان عباس		یہ حمزہ ہے یا حیدر صف شکن ہے

ان اشعار کے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم اسلیے برعکس کی مثال یہ ہے۔

جعفر

پسر کو پدر کا ملا ارث یک سر		حکومت ہو عثمان علی خان کو مسعود
وراثت کی آیت کو لفظی مین لکھکر		نکالے ہین جعفر نے اعداد مقصود
یہ تاریخ بھی ترجمہ ہے اسی کا		سلیمان ہوا وارث تاج داؤد

محقق طوسی کہتے ہین کہ یہ ناپسندیدہ ہے اسلیے کہ حرف آخر عروض وضرب کا دائرے سے باہر ہو پس اسی وجہ سے عروض وضرب کے نون غنہ کو مع اسکے ساکن ماقبل کے ایک حرف شمار کرتے ہین۔

امانت

کشش لذت شوق وصلت کی دیکھو		لبون سے وہ میری زبان کھینچتے ہین

منشی میر محمود جان اوج

کہون کیا مین اس چشم جادو کی باتین		لڑایا مجھے آنکھیں سب سے لڑا کر

شعرا نے متقارب مثمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ شعر ذوق کا اسی وزن مین ہے۔

تمنا نہین ہے کہ امداد دل کو تپش کا صلہ ہو کہ مزد قلق ہو		یہی حق ہے قاتل اگر حق ولا کے یہ بسمل سے سر بانیٔ جان کو ہو

نظام ساکن، جا دره

یہ عمان معنی وہ ہی رشک جیحون کہ ہر حرف جسکا ہی اُٹھو کے آئی ہی غوطہ جبہ بھر طبع موزون اُگلا نی ہی گوہر تازہ مضمون

متقارب مثمن محذوف الآخر فعولن فعولن فعولن فعل دو بار فعولن بسبب حذف کے فعو رہ گیا اُسکو فعل سے بدل لیا مثال۔

میر حسن

یہ حسن و جوانی اور اس پر یہ غم	ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم

تقطیع۔ یہ حسنو فعولن جوانی فعولن ارُاُسپر فعولن یہ غم فعل ستم ہی فعولن ستم ہی فعولن ستم ہی فعولن ستم فعل۔

امیر مینائی

تصور مژہ کا تری رات بھر	رگِ جان مین نشتر چبھو رہا

بیدھم

لہو مین ہمارے جو بیسی گئی	بہت شوخ رنگ حنا ہو گیا
خدا تک یہ بُت بھی ہین پہونچے ہوے	کہ جو کچھ زبان سے کہا ہو گیا

متقارب مثمن مقصور الآخر فعولن فعولن فعولن فعول دو بار شاہ رؤف احمد رافت مثنوی یوسف و زلیخا مین لکھتے ہین۔ ؎

پلا ساقیا مجھکو جام شراب	وہ پانی کہ ہو جس مین موتی کی آب
یہی ہے مری آبرو کی سبیل	لگا وے مرے لب سے دریائے نیل
نہانے کو جاتا ہے وہ سوے آب	کہ ہر نقش پا جس کا ہے آفتاب

سب بیتوں مین عروض و ضرب مقصور ہے۔

اوج

نہ غیر و نہ کرائے ستمگار ناز	اُٹھائین گے ہرگز نہ اغیار ناز

اجتماع قصر و حذف کا ایک شعر مین درست ہے۔ مثال۔

میر

کوئی نا اُمیدانہ کرتے نگاہ	سو تم ہم سے مُنھ بھی چھپا کر چلے

عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف۔

سعید رامپوری

سعید انکے غم مین ہوا دن بسر ۔ خدا جانے اب کیا دکھائیگی رات

عروض محذوف ہے اور ضرب مقصور۔ قدمانے اس وزن کے صدر و ابتدا کو اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی بہ ندرت استعمال کیا ہے لیکن شعراے ریختہ کے کلام مین ایسے اشعار نظر سے نہین گذرے بہرصورت مثال یہ ہے۔

للمؤلفہ

مہمان نوازی بہت خوب ہے ۔ خدا کو بھی یہ بات مرغوب ہے

تقطیع مہما فعلن نوازی فعولن بہت خو فعولن ب ہی فعل خدا کو فعولن بی یہ با فعولن ت مرغو فعولن ب ہے فعل۔

متقارب مثمن اثلم سالم الآخر فعلن فعولن فعلن فعولن دو بار فعلن مین عین ساکن ہی ثلم مراد ہے فعولن کے حرف اول کو گرانے سے پس عولن اثلم رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔

انشا

دست جنون سے ای واے ویلا ۔ سونے نپاے ٹک پانون پھیلا

ابر ہوا ہے چمکے ہے بجلی ۔ مت روٹھ ساقی لا جام مے لا

صدر و ابتدا اثلم اور عروض و ضرب سالم ہے اور حشو مین بھی ایک جزو اثلم ہے اور ایک سالم۔

تقطیع دستے فعلن جنو سے فعولن ای وا فعلن ے ویلا فعولن سونے فعلن نپاے فعولن ٹک پا فعلن نو پھیلا فعولن حشو مین بجاے فعولن سالم فعولان مسبغ لانا بھی جائز ہے خواہ ایک مصرع مین خواہ دونون مین جیسے

انشا

جام مے عشق موند آنکھ پی جا ۔ ہے ایک ہی گھونٹ کڑوا کسیلا

اس شعر کا وزن یہ ہی فعلن فعولان فعلن فعولن دوبارہ۔

ولہ

کرتے تھے مذکور میرا تمھارا ۔ فرہاد و شیرین مجنون و لیلے

اس شعر کے پہلے مصرع کا وزن یون ہی فعلن فعولان فعلن فعولن اور دوسرے مصرع کا وزن یہ ہے فعلن فعولن فعلن فعولن۔ سوز

اے سوز وہ دیکھ آتا ہے قاتل ۔ ٹک چونک ظالم اتنا بھی غافل

سب کچھ لیا چھین تس پر بھی بیدل	دین و دل و جان و صبر و تحمل
ای اشک ای چشم ای آہ ای دل	کس کس کو روؤن میں اب یاد کر کر
مذبوح مجروح مقتول لبسمل	کوچے مین اسکے لاکھون پڑے ہین

پہلے اور چوتھے اور آٹھوین مصرع کا یہ وزن ہی فعلن فعولان فعلن فعولن باقی مصرعون کا یہ وزن ہے فعلن فعولن فعلن فعولن ۔

متقارب مثمن اثلم فعلن فعلن فعلن فعلن بسکون عین دوبار میر جوش عشق مین کہتے ہین ۔ ٥

شمع مجلس پانی پانی ؎	دیکھ اُس رخ کی نور افشانی

تقطیع دیکس فعلن رخ کی فعلن نورف فعلن شانی فعلن ؎ شمع فعلن مجلس فعلن پانی فعلن پانی فعلن ؎

منہ

خواہش اُس کی سب کے دل مین	کیا ہے اُس کے آب و گل مین
طوق لبسمل چشم پر خون	خون باری سے چہرہ گلگون

متقارب مثمن اثرم سالم الآخر فعل فعولن فعل فعولن دوبار یا فاع فعولن فاع فعولن دوبار فعل اور فاع کو خواہ اثرم کہین خواہ اثلم لمقبوض یعنی اگر بسبب ثرم کے فا و نون فعولن کا گرا دیا تو عول لام کے ضمے سے اثرم رہا اُسکو فعل یا فاع مضموم الآخر سے بدل لیا اور اگر بسبب ثلم کے حرف اول یعنی فا کو گرایا اور بسبب قبض کے نون حرف پنجم ساکن کو گرا دیا تو بھی عول لام کے ضمے سے اثلم مقبوض رہا اسکو فعل یا فاع سے بدل لیا اور فعولن سالم ہے پس اس بحر کو خواہ اثرم سالم کہین خواہ اثلم مقبوض سالم کہین مثال ۔

شاہ جہان بیگم شیرین

نقش و نگار مسند و ثروت	باغ و بہار جاہ و مناصب

صدر و ابتدا اثرم اور عروض و ضرب سالم اور حشو مین ایک رُکن اثرم اور ایک سالم ہے ۔

تقطیع باغ فعل بہارے فعولن جاہ فعل مناصب فعولن ؎ نقش فعل نگارے فعولن مسن فعل و ثروت فعولن ۔

مومن خان

راگ کے سننے سے مشق فغان ہو	شعر روان سے اشک روان ہو
عمر ابد نے مار ہی ڈالا	درد روان نے بیسر نکالا

چشم کرو انصاف کی گردا | میر یوسف و شیرین لیلی و عذرا

مومن

عیش وطن اندوہ غریبان | دست جنون سے چاک گریبان
زلف مسلسل سلسلۂ جنبان | حلقۂ کاکل یاد رزندان

اس وزن مین رکن فعل و فعولن اثرم و سالم کے ساتھ رکن اثلم یعنی فعلن بسکون عین بھی آتا ہی اور خلط ان ارکان کا ایک وزن مین روا بلکہ کثرت سے شائع ہی چنانچہ میر کی مثنوی مسمیٰ بہ جوش عشق کے ان اشعار مین ـ

صبر نے چاہی دل سے رخصت | تاب نے ڈھونڈی اپنی فرصت
فعل فعولن فعلن فعلن | فعل فعولن فعلن فعلن
خواب و خورش کا نام نہ آیا | ایک گھڑی آرام نہ پایا
فعل فعولن فعلن فعولن | فعل فعولن فعل فعولن
گل آشفتہ اُس کے رو کا | سنبل اک زنجیری مو کا
فعلن فعلن فعلن فعلن | فعلن فعلن فعلن فعلن
حب وہ چہرہ تابندہ ہو | ماہ دوہفتہ شرمندہ ہو
فعلن فعلن فعلن فعلن | فعل فعولن فعلن فعلن
چشم برہ سارا چمن اُس کا | آغشتہ قدم تھا یاسمن اُس کا
فعل فعولن فعل فعولن | فعل فعولن فعل فعولن
چشم کرشمہ جان تغافل | شایان اُس کے شان تغافل
فعل فعولن فعل فعولن | فعلن فعلن فعل فعولن
سر پر اُس کے سنگ ہمیشہ | جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ
فعلن فعلن فعل فعولن | فعلن فعلن فعل فعولن
تھا دیکھا ایک رہ پردے مین | برق خرمن مہ پردے مین
فعلن فعلن فعلن فعلن | فعلن فعلن فعولن فعلن
ہنسنے مین وہ صفاے دندان | برق خرمن عالم امکان
فعلن فعل فعولن فعلن | فعلن فعلن فعلن فعلن

رشک سحر کو صافی تن پر	خون صراحی اُس گردن پر
فعل فعولن فعلن فعلن	فعل فعولن فعلن فعلن

اس وزن مین عروض وضرب مین فعل بفتح عین و سکون لام اور فع اور فعول بھی واقع ہوتے ہین فعل محذوف ہے اور فع ابتر اور فعول مقصور ۔ سہ

محذوف

غزل

گذرے جو ہم پر کیا کہوین	پوچھ نہ دلبر کیا کہوین
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
ہم تو ازل سے غم کش ہین	تجھکو مقدر کیا کہوین
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
تیری کدورت سنگدلی	خاک اور پتھر کیا کہوین
فعل فعولن فعلُ فعل	فعلن فعلن فعلن فع
زلف در رخ ہے شام و سحر	یہ نہ کہین گر کیا کہوین
فعلن فعلن فعلُ فعل	فعلُ فعولن فعلن فع
رخ کو تیرے خورشید کہین	ماہ انور کیا کہوین
فعلُ فعولن فعلُ فعل	فعلن فعلن فعلن فع
جھوٹ وہ تو بناتے ہین	ہانین ظفر پر کیا کہوین
فعلن فعل فعولن فع	فعل فعولن فعلن فع

ولہ

جی کا ضرر دو دن سے ہے	درد جگر دو دن سے ہے
فعلُ فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
اُس کو سکھاتا کیا کیا شہ	کوئی بشر دو دن سے ہے
فعلُ فعولن فعلن فع	فاع فعولن فعلن فع
پھرتا ہے وہ ماہ کہان	خالی گھر دو دن سے ہے
فعلن فعلن فعل فعل	فعلن فعلن فعلن فع

اشک فشانی کرتے کیون	یہ چشم تردودن سے ہے
فعل فعولن فعلن فع	فعل فعولن فعلن فع
پھرتا قاتل تیغ بکف	آٹھ پہر دودن سے ہے
فعلن فعلن فعل فعل	فعل فعولن فعلن فع
بیٹھا عاشق مرنے پر	باندھے کمر دودن سے ہے
فعلن فعلن فعلن فع	فعلُ فعولُن فعلن فع

صاحبقران

مت مجھکو بہکانا آج	صدقے جاؤن جانا آج
فعلن فعلن فعلن فاع	فعلن فعلن فعلن فاع
رونا کل کا بھول گیا	ہنستا ہے دیوانا آج
فعلن فعلن فاع فعل	فعلن فعلن فعلن فاع
کرتے ہین اوقات بسر	نادان ہوکر دانا آج
فعلن فعلن فاع فعل	فعلن فعلن فعلن فاع
شمع رخون کی مجلس مین	کہتا تھا پروانا آج
فاع فعولن فعلن فاع	فعلن فعلن فعلن فاع
میرے دل کی خدمت مین	گر تجھکو ہے جانا آج
فعلن فعلن فعلن فع	فعلن فعلن فعلن فاع

یہ وزن دوچند بھی مستعمل ہے مثال اُسکی۔ ے

احمد مرسل کان رسالت جان ولایت مالک ملت	ساقی کوثر شافع محشر مجھکو دکھا دو اپنی زیارت

بروزن فعل فعولن آٹھ بار ایک رُکن اثرم ہے ایک سالم علی الترتیب۔

میرتقی

عشق گیا سر دین گیا ایمان گیا اسلام گیا	دل نے ایسا کام کیا کچھ جس سے مین ناکام گیا
کن کن اپنی کل کو روؤے ہجران مین بیکل اُس کا	خواب گئی ہے تاب گئی ہے چین گیا آرام گیا

تقطیع عشق فعل گیا سر فعولن دین فعلُ گیا ای فعولن مان فعل گیا اس فعولن لام فعل گیا فعل ؎

دل نے فعلن ایسا فعلن کام فعلُ کیا کچھ فعولن جس سے فعلن مے نا فعلن کام فعلُ گیا فعل ؎

آغا لکھنوی

لوٹ لی میری دولتِ ایمان کعبۂ دلکو تونے ڈھاکے	ہان ذرا بھی دُبت کافر تجھکو خدا کا خوف نہ آیا

تقطیع لُوٹ فعلُ لی میری فعولن دول فعل ت ایما فعولن کعب فعل بِ دل کو فعولن تو نے فعلن ڈاکے فعلن ؛ ہا ذ فعل رابی فعلن او ب فعل بُ ت کا فر فعولن تج کو فعلن خدا کا فعولن خوف فعل نہ آیا۔ فعولن ؛ جلد اول خمخانۂ جاوید مین پہلے مصرع کے ابتدا مین ہان ہی لکھا ہے جو حرف ایجاب ہے اگر ہائے ہو جو رنج و افسوس کا کلمہ ہے تو پھر تقطیع یون ہوگی ہاے فعل ذرا بھی فعولن۔

شاہ نصیر

شب کو کیونکر تجھکو ای پھبتا سر پر طرہ ہار گلے مین	جون پروین و ہالۂ مہ تھا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع شب کو فعلن کو کر فعلن تجھ ک فعل ہ پب تا فعولن سر پر فعلن طرّ ہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ؛ جو پر فعلن دینو فعلن ہا ل فعل ءِ مہ تا فعولن سر پر فعلن طُرّ ہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن۔

ولہ

رونق سر یان داغ جنون ہے اشک مسلسل زیب گلو ہے	چاہیے تجھکو غیرت لیلے سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رون فعل ق سر یا فعولن داغ فعل جنو ہے فعولن اشک فعل مسلسل فعولن زیب فعل گلو ہے فعولن ؛ چاہ فعل یے تج کو فعولن غیر فعل ت لیلی فعولن سر پر فعلن طرّ ہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن۔

ولہ

رشک چمن تو سیر کرے گا جب کہ کنار حوض لب جو	فوارہ اور پھول رکھے گا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع رشک فعل چمن تو فعولن سیر فعل کرے گا فعولن جب کِ فعل کنارے فعولن حوض فعل لبِ جو فعولن ؛ فوّا فعلن رہ او فعلن پھول فعلن رکے گا فعولن سر پر فعلن طُرّ ہ فعلن ہار فعلن گلے مین فعولن

ولہ

عکس شعاع مہر نہین یہ بیل چنبیلی لپٹی ہے	سرو چمن نے کیا ہی پیدا سر پر طرہ ہار گلے مین

تقطیع عکس فعل شعاعے فعولن مہر فعل نہی یے فعولن بیل فعل چنبیلی فعولن لپٹی فعلن ہے فع ؛ سرو فعل چمن نے فعولن کیا ہے فعولن پیدا فعلن سر پر فعلن طُرّ ہ فعلن ہار فعل گلے مین فعولن ؛

الستا

لالہ کھلا سو کوس سراسر رعد و ہوا کا وہ عالم	ولولہ دل کا معرکہ آرا آہ گروہ اہل صلاح

تقطیع لاَل فعل کلا سو فعولن کو س فعل سراسر فعولن رعد فعل ہوا کا فعولن وہ عا فعلن لم رفع ہا دو فعل ل دل کا فعولن ہمر فعل ک آ ازا فعولن آ آہ فعل گرد ہے فعولت اہل فعل صلاح فعول۔
متقارب مثمن مقبوض اثلم فعول فعلن فعول فعلن دو بار قبض سے مراد ہے گرانا حرف پنجم ساکن کا پس فعولن سے فعول مقبوض ہے اور ثلم سے مقصود ہے گرانا حروف اول کا پس فعولن سے عولن اثلم ہوا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا۔

طالب

تڑپ رہا ہون مین نیم بسمل — خبر لے میری شتاب قاتل

دو رکن مقبوض ہین دو اثلم **تقطیع** تڑپ ر فعول ہا ہو فعلن م نیم فعول بسمل فعلن ہا خبر ل فعول میری فعلن شتاب فعول قاتل فعلن۔

یہ عشق اب کیا بسا ہے دل مین — کہ بجسر خون بہ رہا ہے دل مین

یہ وزن مولوی جامی نے دو چند سولہ رُکن پر مبنی کیا ہے اور ریختہ مین بہت مستعمل ہے۔

انشا

جو کوئی ہم سے ستم کشون کو عبث ستا کر خفا کرے گا — یہی کہینگے کہ جاؤ صاحب خدا تمھارا بھلا کرے گا

محب علی حالی

عوض مین بوسے کے دے ہے گالی سوال دیگر جواب دیگر — یہ طرز تو نے نئی نکالی سوال دیگر جواب دیگر

لمولفہ

تماشا ایسا نہ دیکھا ہوگا کسی نے ہمدم کہین کبھی بھی — کہ مے پلاتا تھا ہمکو ساقی نہ بہکے ہم وہ بہک رہا تھا

رؤف احمد رأفت

یہ کسکی خرگان کے آہ یارب بھرے ہین برمن ہماری برمین — کہ شکل غربال پڑ گئے ہین ہزارون رُوزن دل و جگر مین

خواجہ امام الدین آثر

وہ ہمسے چھپ ہین ہم اُنسے چھپ ہین منانیوالے منا رہے ہین — شکایتین دل کی ہو رہی ہین مزے محبت کے آ رہے ہین

شاہ نصیر

سدا ہی اس آہ و چشم تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران — نکل کے دیکھو ٹک اپنے گھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
نہان ہی کب چشم ہر بشر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران — ہے اُس نگہ سے اس اشک تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ضیائی بیگم

تمھارا ہم سے ہمارا تم سے نہ اُٹھ سکے گا عتاب ہرگز	اُٹھا تو کیونکر اُٹھے بتاؤ کہ تم ہو نازک مین ناتوان ہون

لمؤلفہ

نظر نہ آیا جو کوئی تجھ سا زمین کے اوپر فلک کے نیچے	اسی سبب سے ہے تیرا چرچا زمین کے اوپر فلک کے نیچے
بھووں سے تیری ہلال ترسان خرام سے زلزلہ ہی لرزان	کیے ہین تو نے یہ فتنے برپا زمین کے اوپر فلک کے نیچے

راقم الحروف نے اس وزن مین سے چار رُکن گھٹا کر بحر کو بارہ رکن پر بھی بنی کیا ہی -

لمؤلفہ

حریف دیے مہر و شوخ و دل کا ستانے والا	صنم رکھائے ہین کیسے کیسے یہ نام تم نے
عجب نہین ہی فلک جو لیوے زمین کا بوسہ	کیا ہے نا نو ادا سے جانان خرام تم نے

عروض و ضرب مین بجائے فعلن اثلم کے فعلان اثلم مسبغ اظہار نون کے ساتھ بھی لا سکتے ہین جیسے اکبر شاہ خان فرحت رامپوری کے شعر مین ؎

لگی ہی ہاتھون سے جا کسی کے یہ دست بردُ اُسکا دیکھ آہ	ہیون نہ خون ایک چُلّو کیونکر بھلا کہو تو مین اب حنا کا

عروض مین فعولان ہے - وسط مصرع مین بھی لاتے ہین مگر مصرع کا نون کو ناموزون معلوم ہوتا ہے اور اُسکو سکتہ کہتے ہین مثال ؎

مین تیرے قربان مرا لہامان تو چل مرے ساتھ ذرا مے خانے	کہ کھائین گلفام ہوئے گلزار شراب کا شغل رکھینگے دلدار

بروزن فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان فعول فعلان دوبار شیخ علی حزین مرحوم کی ایک غزل فارسی وزن متقارب مقبوض اثلم پر ہے اور اُسکے تین مصرعون کے درمیان فعول فعلان بجائے فعول فعلن واقع ہوا ہے چنانچہ یہ مصرع اُسی غزل کا ہے مصرع اگرچہ صد سال زیبد و بہا بخاک راحت فتادہ باشم تقطیع اگرچ صد سال فعول فعلان زبے خدیہا فعول فعلن بخاک راحت فعول فعلن - فتادہ باشم فعول فعلن -

خواجہ عصمت اللہ بخاری نے متقارب مثمن مقبوض اثلم مضاعف کو بھی دو چند کیا ہے اور ایک ایک مصرع کی بنا سولہ رُکن پر ڈالی سے مگر اشعار اُردو اس وزن مین نہین دیکھے گئے -

متقارب مسدس سالم فعولن فعولن فعولن دو بار جیسے -

محمد رضا برق

سٹرب کی جو تعریف کیجے		بجا ہے بجا ہے بجا ہے	

مریضون کو صحت ہے چلنا	گلِ پاکِ خاکِ شفا ہے
یہان کور ہوتے ہین بینا	غبار آنکھ کا طوطیا ہے
مسیحا نفس ہے ہوا سے	ہوا کھانی اُس کی دوا ہے
دل تنگ کھلتا ہے اس جا	فرح بخش ہے دل کشا ہے
عدو کو ہے ثعبان موسٰے	برائے محبان عصا ہے

عروض وضرب مین فعولن کی جگہ فعولان بھی درست ہے جیسے۔

ولہ

یہ مصرع لما حسب ارشاد	عیان کیا خطا استوا ہے

تقطیع۔ یہ مصرع فعولن کماحَسْ فعولن بارشاد فعولان +عیا کا فعولن خطا اِسْ فعولن توا ہے فعولن۔

۷ بحر متدارک

متدارک بضم میم و فتح تاے فوقانی وکسر راے مہملہ کے معنے ملنے والے کے ہین چونکہ یہ بحر بعد خلیل بن احمد کے اخفش نے نکالی ہے اور خلیل کی بحرون مین ملگئی ہے اس لیے اس کا نام متدارک رکھا گیا اور اسکو رکض الخیل اور غریب بھی کہتے ہین اس بحر مین یہ زحاف بہت آتے ہین۔ خبن۔ قطع۔ تسکین۔ حذف۔ اور اسکے ارکان اصلی یہ ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دوبار۔

متدارک مثمن سالم مثال منیر کی غزل کے یہ اشعار۔

ہاتھ کیا پہونچے گیسوے خمدار تک	دُور کھنچے لگا دامن یار تک
بے نشان ضعف سے ہی تن زار تک	میرے جامے مین باقی نہین تار تک
دم گھٹا آکے میرے سیہ خانے مین	روشنی ڈھونڈھتی ہی شب تار تک
سخت جانی سے میری ہی حق نہ تھے	دانت پیسا کی غصے مین تلوار تک
نوح عصیان نے گھیرا ہی ہر سمت سے	توبہ کس طرح پہونچے گنہگار تک

تقطیع۔ ہات کا فاعلن پہُنْ چ گے فاعلن سوے خم فاعلن دار تک فاعلن +دور کھنچ فاعلن نے لگا فاعلن +دامنے فاعلن یار تک فاعلن۔

علی اوسط رشک

شعر گوئی اٹھی لکھنؤ سے دلا	رشک نے مصرع سال رحلت کہا

تقطیع رشک نے فاعلن مصرعے فاعلن سال رح فاعلن لت کہا فاعلن + شعر گوئی فاعلن ای اُٹھی فاعلن لک ن او فاعلن سے دلا فاعلن۔

عروض یا ضرب مین بجاے فاعلن کے فاعلان بھی درست ہے۔ جیسے۔

منیر

میری عرضی پہونچ جاتی سرکار تک	دل جو ہوتا حرم کا کبوتر

عروض مین فاعلان ہے اور ضرب مین فاعلن سالم۔

متدارک مثمن مذال فاعلان فاعلن فاعلان فاعلن دو بار مثال

مؤلفہ

بس تمام دفتر درد و رنج دھل گیا	میرے ساتھ باغ کو کل وہ رشک گل گیا

تقطیع میر سات فاعلان باغ کو فاعلن کل و رشک فاعلان گل گیا فاعلن الخ اک رکن مذال ہے اور ایک سالم۔

متدارک مثمن محذوف۔ فاعلن فاعلن فاعلن فع دو بار مثال اسکی یہ اشعار غزل مؤلف کے۔ ع

میرے دل کی لگی کو بجھا دو	اپنی صورت ذرا تم دکھا دو
اپنے مردے کو آکر جلا دو	مر رہا ہون خبر لو مسیحا
جس کو تم اپنے کوچے مین جا دو	اُس کو جنت کی پروا ہی کیا ہی
تو یہ کہتے ہین اس کو اُٹھا دو	اُن کے در پر جو مین بیٹھتا ہون

تقطیع اپن صو فاعلن رت ذرا فاعلن تم دکا فاعلن دو فع ؛ میر دل فاعلن کی لگی فاعلن کو بجا فاعلن دو فع ؛ یہ وزن مضاعف بھی مستعمل ہے اور چوتھا رکن ہر مصرع کے حشو مین محذوف آتا ہے مثال اسکی یہ اشعار نوحے کے۔ ع

اپنی بیکس بہن کی خبر لو میرے ماجائے مظلوم بھائی	جان دیتی ہون درد کے دیکھو آنکھیں کھولو ذرا منھ سے بولو
کربلا کی زمین تم کو بھائی میرے مان جائے مظلوم بھائی	پیاس مین تمنے گردن کٹائی تمنے جنگل مین بستی بسائی

تقطیع جان دے فاعلن تی ہ رو فاعلن رد کِ وے فاعلن کو فع آ آ ک کو فاعلن لو ذرا فاعلن

منھ رس بو فاعلن لو فع ؎ اپن بے فاعلن کس ہین فاعلن کی خبر فاعلن لو فع میر ما فاعلن جا لے مظ فاعلن لوم با فاعلن ای فع ؎

متدارک مثمن مخبون فعلن فعلن فعلن فعلن دوبار عین کے کسرے سے۔

ظفر

مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا
نہ تو اپنا رہا نہ یگانہ رہا
ترا یون ہی مین دوست یگانہ رہا
جو رہا سو کسی کا فسانہ رہا
مرا سینہ و دل مرا جان و جگر
ترے تیر نگہ کا نشانہ رہا
رہی کثرت داغ بدولت غم
مرے پاس ہمیشہ خزانہ رہا
گیا موسم گردش ساغر مے
نہ وہ دور رہا نہ زمانہ رہا
رہین خانہ خرابیان جسکے لیے
وہ رقیب کا رونق خانہ رہا
ظفر اسکی تو زلف مین دل ہی مرا
مرے پاس بلا سے رہا نہ رہا

تقطیع۔ جمیع اجزا مخبون ہین۔ مرادش فعلن من گر فعلن چہ زما فعلن ن رہا فعلن ؎ ترا یو فعلن ہم دو فعلن س یگا فعلن ن رہا فعلن۔ یہ وزن دو چند بھی مستعمل ہے چنانچہ۔

مرزا صادق شرر

گئے دونون جہانکے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

فعلن سولہ بار۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہ گلو مین گلو نکی ہی بو وہ رہی نہ عزیزو نمین لطف کی خو وہ رہی
نہ وہ آن رہی نہ امنگ رہی وہ رندی و نہد کی جنگ رہی
نہ حبیبو نمین رنگ فادہ رہا کہین اور کی کیا دہ ہمین ہے
سو قبلہ نگاہ ہونکے رخ نہ رہے در دیر پہ نقش جبین نہ رہے

واجد علی شاہ اختر

دل و جان سے فدا تھا جو تجھپہ صنم گیا عشق مین وہ سو ملک عدم
بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرنے کا تجھکو بھی غم نہوا

سلیمان خان اسد

ہوے دلسے جو عاشق زار ترے یہ سمجھ لے انھین کہ مرے تو جیے
جو مریض محبت و عشق ہو کہین انکو دوا و شفا سے غرض

فائدہ فعلن بکسور العین کی جگہ بعض رکن فعلن ساکن العین بھی جائز ہے جیسے۔

گویا

جو ہو بخدکے بن مین لذار مرا ہے کا نٹون سے جسم نزار مرا ۔ کرو عضو ہر ایک فگار مرا انھین قیس برہنہ پا کی قسم

تقطیع کر عض فعلن (بکسر عین) و ہر ے فعلن (بکسر عین) ک فگا فعلن (بکسر عین) ر مرا فعلن (بکسر عین) تم قے فعلن (بکسر عین) اس برہ فعلن (بکسر عین) نا پا فعلن (بسکون عین) ک قسم فعلن (بکسر عین) اور اگر برہنہ پا کو اضافت کے ساتھ پڑھا جائے تو اگرچہ فعلن بکسر عین کے وزن پر ہو جائے گا مگر اضافت زائد ماننا پڑے گی اور یہ عیب ہے کیونکہ ایسی ترکیب کی دو حالتین ہوتی ہین ایک قول کے مطابق پہلا اسم صفت مقدم ہے اور دوسرا اسم موصوف مؤخر ہے اور ایسی صفت جو اپنے موصوف حقیقی پر مقدم ہو اس کا حرف آخر ساکن ہوتا ہے اور دوسرے قول کے مطابق پہلا اسم تمیز مقدم ہے اور دوسرا ممیز موخر اور اس صورت مین برہنہ پا کے معنے یہ ہونگے کہ برہنہ از روے پا جیسے بلند پایہ اور خوبرو اور بد شکل یعنی بلند از روے پایہ اور خوب از روے رو اور بد از روے شکل۔ اور ممیز و تمیز کے درمیان بھی کسرۂ اضافت نہین آتا یا یہ کہ ایسی ترکیب قائم مقام اضافت لفظی کی ہو اور یہان کسرہ آخر مضاف کا دور ہو جاتا ہے بخلاف اضافت معنوی کے بہر صورت اسکی صاف مثال یہ ہے۔

لمولفہ

بہے چشمون سے ایسے لخت جگر ہوے دیکھ خجل جنھین لعل و گہر ۔ کیا نالے نے تب بھی نہ اُن پہ اثر شب ہجر کی سوز و بکا کی قسم

تقطیع بہ چشمن فعلن (بکسر عین) م س آئے فعلن (بکسر عین) سے لخ فعلن (بسکون عین) الی آخرہ۔

متدارک مثمن مقطوع فعلن فعلن فعلن فعلن دوبار عین کے سکون سے چونکہ قطع اواخر مصاریع سے مخصوص سمجھا گیا ہے اور اس جگہ تمام بیت مین ہوتا ہے لہذا اس کو مخبون مسکن بھی کہتے ہین یعنی فعلن مخبون مکسور العین کو ساکن العین کر لیا ہے۔ مثال۔

طالب

ہر دم کرتا ہون مین زاری ۔ دیکھی بس بس تیری یاری

تقطیع ہر دم فعلن کرتا فعلن ہو مین فعلن زاری فعلن ۔ دیکھے فعلن بس بس فعلن تیری فعلن یاری فعلن

نواب جعفر علی خان رئیس شمس آباد

سُن تو باتین موزون گر کی ۔ ٹکڑے ٹکڑے ہے ہے تر کی

تنبیہ۔ یہ وزن متقارب مین بھی داخل ہو سکتا ہے اور وہان اسکو متقارب مثمن اثلم کہین گے

اسلیے کہ فعولن سے فعلن اثلم ہوکر آتا ہے پس دونون وزنون مین مابہ الامتیاز یہ ہے کہ متقارب مثمن اثلم مین فعلن اور فعولن اور فعول بھی جمع ہو سکتے ہین فعولن رکن سالم ہے اور فعلن اثرم ہے اور فعول مقبوض ہے اور متدارک مین نہ فعولن آسکتا ہے اور نہ فعل واقع ہوسکتا ہے اور نہ فعول کیونکہ رکن سالم اسکا فاعلن ہے اور رکن فاعلن کی کوئی فرع نہ فعل آتی ہے اور نہ فعول اور نہ فعولن میر کی مثنوی جوش عشق بحر متقارب مین ہے اور اُسکے بعض شعر پورے پورے وزن متدارک مثمن مقطوع مین تقطیع ہو سکتے ہین جیسے ۔ ؎

دیکھ اُس رخ کی نور افشانی	شمع مجلس بانی پانی
گل آشفتہ اُس کے رو کا	سنبل اک زنجیری مو کا

متدارک مقطوع کو ہزج اخرم اور رمل مشعث کے مطابق بھی تقطیع کر سکتے ہین کیونکہ یہ دونون وزن مفعولن ہین جو دو فعلن کی برابر ہے پس جب متدارک مثمن مقطوع کو اخرم یا رمل مشعث کے مطابق تقطیع کرین گے تو ہر مصرع دو مفعولن اور ایک فعلن کے وزن پر ہوگا اور اس وزن کو ہزج مسدس اخرم محذوف یا رمل مسدس مشعث محذوف کہا جائے گا۔ حدائق البلاغۃ مین میر شمس الدین فقیر نے لکھا ہے کہ وزن متدارک مثمن مقطوع کا نام **صوت الناقوس** بھی ہے اور وجہ تسمیہ حضرت عبداللہ بن جعفر انصاری سے اس طرح منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ملک شام کو تشریف لیے جاتے تھے راہ مین ایک ترسا ناقوس بجا رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ناقوس کہتا ہے حقا حقا حقا حقا ؛ صدقا صدقا صدقا صدقا ۔ اور یہی فعلن فعلن فعلن فعلن کا وزن ہے ۔
یہ وزن مثمن مضاعف بھی مستعمل ہے اور بعض رکن کا مخبون اور بعض کا مخبون مسکن و مقطوع لانا بھی ہو سکتا ہے ۔

امانت

صیاد کے جب پھندے مین پیسے فریب بہانہ کیا ہمنے	ہمدم یہ پھڑکنے کی ہے جگہ ہم دام مین آکر دم سے چھپے

تقطیع صیّا فعلن (مخبون مسکن) دِ کِ جب فعلن (مخبون) پھندے فعلن (مخبون مسکن) مِ پسے فعلن (مخبون) مرنے فعلن (مخبون مسکن) کبہا فعلن (مخبون) نکیا فعلن (مخبون) ہمنے فعلن (مخبون مسکن) ہمدم فعلن (مخبون مسکن) یہ پھڑک فعلن (مخبون) نے کی فعلن (مخبون مسکن) ہ جگہ فعلن (مخبون) ہم دا فعلن (مخبون مسکن) م مِ آ فعلن (مخبون) کر دم فعلن (مخبون مسکن) سے چھپے فعلن (مخبون) ۔

عاشق

جب اعضا ہ کرخاک ہوے اور اُڑگیا بالکل نور نظر	ٹوٹا بنا پھرنا سہو ہوا اور آنکھ لڑانا بھول گئے

تقطیع جب آ ع فعلن (مخبون مسکن) ضاگل فعلن (مخبون مسکن) اکرخا فعلن (مخبون مسکن) ک ہوے فعلن (مخبون) اکثار فعلن (مخبون مسکن) گئے بل فعلن (مخبون) کل تو فعلن (مخبون مسکن) ان نظر فعلن (مخبون) آتو چل فعلن (مخبون مسکن) ناپر فعلن (مخبون مسکن) ناسچہ فعلن (مخبون مسکن) وہ ہوا فعلن (مخبون) آنسا فعلن (مخبون مسکن) ک لو فعلن (مخبون) نابو فعلن (مخبون مسکن) ل گئے فعلن (مخبون)۔

متدارک مثمن مخبون مسکن محذوذ فعلن فعلن فعلن فع دوبار مثال۔

کیا کہیے کیسا کچھ تھا	القصہ ایسا کچھ تھا	

تقطیع کا کہ فعلن یے کے فعلن سا کچھ فعلن تا فع ؛ القص فعلن صہ اَے فعلن سا کچھ فعلن تا فع اس کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ بیت ذوق کی اسی وزن مین ہے۔

پارہ پارہ دل ہے جس مین تودہ تودہ حسرت ہے	قطرہ قطرہ آنسو جسکی طوفان شدت ہے

تقطیع قطرہ فعلن قطرہ فعلن آنسو فعلن جسکی فعلن طوفا فعلن شدت فعلن ہے فع الخ۔
اور اس وزن کو اس طرح بھی مضاعف کرتے ہین کہ حشو مین بھی چوتھا رکن محذوذ ہوتا ہے۔

متدارک مسدس مخلع فاعلن فاعلن فعِل دوبار۔

انشا

بس مرا سر نکھا ارے	دور ہو چل تجھے پرے
سیر کا ہے مزہ ابھی ؛	کھیت ہین سب ہرے بھرے
تو ہی بتلادے اے صنم	کوئی اب تجھسے کیا کرے
دیکھ انشا مجھے بھلا	سانس ٹھنڈی نکیون بھرے

تقطیع۔ بس مرا فاعلن سر نکا فاعلن ارے فعل ؛ دور ہو فاعلن چل تجے فاعلن پرے فعل۔

بحور کبیرہ کا بیان

(۸) بحر منسرح

منسرح بضم میم و سکون نون و فتح سین مہملہ و کسر راے مہملہ و سکون حاے حطی اُسکے معنے آسان کیے ہوے کے ہین چونکہ یہ بحر آسان ہے اسلیے اسکا نام منسرح رکھا گیا اور مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ اس بحر کا نام اسلیے منسرح ہے کہ انسراح کے معنی کپڑے اتارنے کے ہین چونکہ اس بحر مین بھی ایسا اختصار ہوتا ہے

کہ شعرائے عرب دو ہی رکن مستفعلن مفعولاتُ کو ساری بیت اعتبار کر لیتے ہین اس نقصان کو گیڑے آر
سے تشبیہ دیکر اسکا نام منسرح رکھ لیا اور وزن اُسکا یہ ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولاتُ بضم تا
دو بار یہ بحر مزاحف مستعمل ہے نہ سالم اور شعرائے عرب نے مسدس استعمال کیا ہے مگر شعرائے فارسی و
ریختہ مثمن استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین عروض وضرب موقوف یا مکسوف یا مجدوع یا منحور آتے ہین اور اس مین
چودہ زحاف واقع ہوتے ہین منجملہ انکے پانچ مستفعلن سے متعلق ہین طے۔ قبض۔ حذذ۔ تسبیغ۔ رفع۔ اور نو
مفعولاتُ سے علاقہ رکھتے ہین خبن۔ طے۔ اجماع خبن و وقف۔ اجماع خبن وکسف۔ اجماع طے
وکسف۔ اجماع طے و وقف۔ رفع۔ جدع۔ نحر۔

منسرح مثمن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات دو بار مفتعلن مطوی ہے
مستفعلن کا اور بسبب وقف کے مفعولات بضم تا سے مفعولات بسکون تا رہا اور بسبب طے کے
اُس سے واؤ گر پڑی مفعلات مطوی موقوف ہوا اسکو فاعلات بسکون تا سے بدل لیا۔

نیاز

دل مین ہم اپنے نیاز رکھتے ہین سو طرح راز		سوجھے ہے اُسکو یہ بھید جسکی نہو چشم کور	

تقطیع دل مِ ہم اپ مفتعلن نے نیاز فاعلات رکھتِ ہ سو مفتعلن طرح راز فاعلات سوج ھ اُس
مفتعلن کو یِ بید فاعلات جس ک نہو مفتعلن چشم کور فاعلات۔

منسرح مطوی مکسوف مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دو بار فاعلن مطوی مکسوف ہے اسلیے کہ
مفعولاتُ مین سے بسبب طے کے واو گر پڑی اور بسبب کسف کے تے گر پڑی پس مَفعُلا رہا اس کو
فاعلن سے بدل لیا مثال۔

ناصر جنگ

یاس وغم و آرزو جمع یہ سب چیز ہے		بلبے ترا حوصلہ دل بھی عجب چیز ہے	

اس شعر مین چار رکن مطوی ہین اور چار مطوی مکسوف **تقطیع**۔ یاس غمو مفتعلن آرزو فاعلن جمع
یہ سب مفتعلن چیز ہے فاعلن ؛ بلب ترا مفتعلن حوصلہ فاعلن دل بِ عجب مفتعلن چیز ہے۔

محمد روشن جوشش

یار کو قاصد مرے جائے اگر دیکھنا		میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا	
کل جو اُسے دیکھ کر ہو گئے ہم بیخبر		ہنسکے وہ کہنے لگا پھر بھی ادھر دیکھنا	

یہ بھی جائز ہے کہ حشو مین دوسرا رکن فاعلن (مطوی مکسوف) واقع ہو اور عروض و ضرب مین فاعلات

(مطوی موقوف) آئے جیسے

الشا

اُسکو سُنا کر کہا آپنے او بے لحاظ | مجھسے نہ اتنے اجی ہوتے رہو بے لحاظ

ہونٹھ ہی مل ڈالیے یہ تھی دلمین خیر | اُسکو مجھے ایکے تم کہنے تو دو بے لحاظ

تقطیع کس ک سُنا مفتعلن کر کہا فاعلن (مطوی مکسوف) آپ نے ا د بے مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) مجس ن اِت مفتعلن نے اجی فاعلن (مطوی مکسوف) ہوت رہو مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی موقوف) دونون شعرون مین رُکن مستفعلن مطوی یعنی مفتعلن آیا ہے اور رُکن مفعولات عروض وضرب مین مطوی موقوف ہے اور حشو مین مطوی مکسوف ہے غرض کہ یہ بات جائز ہے کہ حشو مین یا عروض وضرب مین مطوی مکسوف فاعلن اسی طرح تینون جگہ مطوی موقوف فاعلات لائین اور انکو باہم جمع کرین۔

نیاز بریلوی

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہی شور | جن و ملک کے اُپر کر رکھا ہے اپنا زور

تقطیع خاک ک پُت مفتعلن لے ن دیک فاعلات کاہ مچا مفتعلن یاہ شور فاعلات جن ن ملک مفتعلن کے اُپر فاعلن کر رکھ ہے مفتعلن آپ ن زور فاعلات مصرع اول مین حشو مطوی موقوف یعنے فاعلات ہے اور مصرع ثانی مین حشو مطوی مکسوف یعنے فاعلن آیا ہے اور عروض وضرب مطوی موقوف ہے۔

نزاکت

کیون نہ مین بان ہون جب وہ کہے ناز سے | ہمکو جفا کا ہی شوق اہل وفا کون ہے

یہان عروض وضرب مین بجاے فاعلات مطوی موقوف کے فاعلن مطوی مکسوف واقع ہی اور مصرع اول کے حشو مین بھی مطوی مکسوف ہی اور مصرع ثانی کے حشو مین مطوی موقوف ہی۔

سودا

سُنکے سپاہی یہ بات دلمین بہت خوش ہوا | لیک بظاہر یہ حرف تند ہو اُسنے کہا

حشو مین دونون مصرعون کے فاعلات مطوی موقوف ہی اور عروض وضرب مین فاعلن مطوی مکسوف ہے اس وزن مین اختلاف زحاف کا بھی جائز ہے مثلاً۔

حال دل خستہ آہ مین نے جو اُن سے کہا | تو بولے یہ چپ ہی رہ سُننے کی طاقت کہان

مصرع اول اس وزن پر ہے مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلن اور دوسرا مصرع اس وزن پہ

مفاعلن فاعلن مفتعلن فاعلات مصرع اول ہین مفتعلن مطوی اور فاعلات حشو ہین مطوی موقوف ہے اور عروض مطوی مکسوف اور مصرع ثانی ہین ابتدا مخبون اور ایک رکن حشو کا مطوی مکسوف اور ضرب مطوی موقوف ہی تقطیع حال دے مفتعلن خست آہ فاعلات ہین ج اُن مفتعلن سے کہا فاعلن ہٹ بول یے مفاعلن چپ ہ رہ فاعلن سُن ن ک طا مفتعلن قت کہا ن فاعلات۔

منسرح مثمن مطوی منحور مفتعلن فاعلات مفتعلن فع دو بار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور نحر سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف اول و والف کو گرا کر تاے آخر کو ساکن کر دین پس مفعولات سے لت منحور حاصل ہوا اسکو فع سے بدل لیا انشاء اللہ خان نے ایک غزل اس وزن مین لکھی ہے۔ ؎

کوئی نہین اُس پاس خوف نہین کچھ	ہوتے ہو کیون بیحواس خوف نہین کچھ
یہ نہین فتنے کا عطر جس سے کہ ڈر ہو	آتی ہی پھولون کی باس خوف نہین کچھ
کچھ یہ نہین چوکیدار جس سے جھجک ہو	ٹیلہ ہے اور اُسپہ گھاس خوف نہین کچھ
باندھیو انشا نہ دھیان آگ دھوین کا	پھولے ہوئی ہین پلاس خوف نہین کچھ

تقطیع۔ کوئی نہی مفتعلن اُس پاس فاعلات [illegible] بے حواس فاعلات خوف نہی مفتعلن کچ فع۔

غالب

آ کہ مری جان کو قرار نہین ہے	طاقت بیداد انتظار نہین ہے
دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے	نشہ باندازۂ خمار نہین ہے
تو نے قسم مے کشی کی کھائی ہی غالب	تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

تقطیع آ ک مری مفتعلن جان کو ق فاعلات را ر نہی مفتعلن ہے فع + طاقت بے مفتعلن داد انت فاعلات ظار نہی مفتعلن ہے فع۔

منسرح مثمن مطوی مجدوع مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع دو بار۔ جدع اُسے کہتے ہین کہ مفعولات کے دو سبب خفیف کو ساقط کرکے وتد مفروق کے متحرک آخر کو ساکن کر دین اس صورت مین مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع رہتا ہے اس کو فاع سے بدل لیتے ہین۔ انشا کے چارون شعرون مین عروض و ضرب منحور ہے اسلیے کہ ہاے مخلوط التلفظ خواہ شعر کے آخر مین واقع ہو یا درمیان مین تلفظ مین نہین آتی اور تقطیع مین بھی ساقط کر دیجاتی ہے مثال اسکی یہ ہے۔ ؎

منھ تو ٹک اپنے کو دیکھ لیویگا یہ مول
یہ بھی ہوا لون تیل لے ہے جسے تول

تقطیع۔ موںھ تُ ٹک اپ مفتعلن نے ک دیک فاعلات لے وِگ یے مفتعلن مول فاع٭ یے بھ ہوا مفتعلن لون تیل فاعلات لے ہ جسے مفتعلن تول فاع٭ ان دونون وزنون مین حشو مطوی مکسوف یعنی فاعلن بھی درست ہے مثلاً۔ ؎

شعر تو بے ربط و پوچ لینے سے ہی شوق
آسپ انھین خلق مین شہرے سے ہی ذوق

تقطیع۔ شعر تُ بے مفتعلن رَبط پوچ فاعلات کہن سی ہے مفتعلن شوق فاع٭ آس پ انے مفتعلن خلق مے فاعلن شہر س ہے مفتعلن ذوق فاع۔

عروض وضرب مین منحور و مجدوع کا جمع کرنا بھی جائز ہے جیسے۔ ؎

کان ہین اُسکے زبس نالون سے مملو
حال دل زار کب کرتا ہے مسموع

تقطیع۔ کان ہ اُس مفتعلن کے زبس فاعلن نال س مم مفتعلن لو فع٭ حال دلے مفتعلن زار کب فاعلن کرت ہ مس مفتعلن موع فاع٭ مفتعلن مطوی اور فاعلن مطوی مکسوف اور فاع مجدوع اور فع منحور ہے۔

منسرح مسدس مطوی مفتعلن فاعلات مفتعلن دو بار مثال۔ ؎

نالۂ دل نارسا ہے یار تلک
اپنی پہونچ کب ہے گلعذار تلک

تقطیع نالۂ دل مفتعلن نارساہ فاعلات یار تلک مفتعلن٭ اپن پہونچ مفتعلن کب ہ گلع فاعلات ذار تلک مفتعلن اس بیت مین سب اجزا مطوی ہین۔

منسرح مسدس مطوی مقطوع مفتعلن فاعلات مفعولن دوبار مفتعلن اور فاعلات مطوی ہین اور مفعولن مقطوع ہے یعنے مستفعلن سے بسبب قطع کے حرف آخر وتد مجموع یعنی نون گر کر اُسکا ماقبل یعنی لام ساکن ہو گیا تو مستفعلن مقطوع رہ گیا اسکو مفعولن سے بدل لیا مثال اسکی۔ ؎

آنکھون مین مے کا خمار ابتک ہے
سچ کہین ہم کو تو آپ پر شک ہے

تقطیع آنکھ مے مفتعلن کا خمار فاعلات ابتک ہے مفعولن٭ سچ کہ ہم مفتعلن کو ت آپ فاعلات پر شک ہے مفعولن عروض وضرب مقطوع ہے اور باقی مطوی اور یہ دونون وزن شعراے فارس و ریختہ مین کمتر مستعمل ہین۔

(٩) بحر مقتضب

مقتضب بضم میم وسکون قاف وفتح تاے فوقانی وفتح ضاد معجمہ و سکون باے موحدہ اسکے

معنے ایک چیز سے نکلا ہوا اور کاٹا ہوا ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے نکالی اور کاٹی ہے یعنی اُس بحر کا عکس ہے اسلیے اسکا نام مقتضب رکھا گیا وزن اسکا یہ ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار یہ بحر کلام عرب مین مجزو مستعمل ہے یعنے آخر کا جزو اُس سے گرا کر استعمال کرتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف آتے ہین۔ خبن۔ طے۔ قطع۔ صلم۔ وقف۔ کسف۔ جدع۔ پس ان مین سے خبن اور طے اور وقف اور کسف اور جدع اور صلم رُکن مفعولاتُ سے علاقہ رکھتے ہین اور قطع واذالہ مستفعلن سے تعلق رکھتے ہین۔ اس بحر مین مفعولات کے واو اور ف مین مراقبہ ہے یعنی معًا دونون کا گرانا یا ثابت رکھنا جائز نہین اگر فے ساقط کی جائے تو واو ثابت رکھینگے اور اگر واو ساقط کیجاے تو فے ثابت رہے گی شعراے قدیم نے اس بحر کے ایک دو وزن مثمن اور مسدس مین طبع آزمائی کی ہے مگر وہ شعر ثقیل ہونے کے سبب سے پسند طبائع نہوئے نازک خیالان عرب وفارس نے اکثر اس بحر کو مربع استعمال کیا ہے اور خیال بندان ریختہ نے اس وزن کو مثمن بھی پسند فرمایا ہے۔

مقتضب مثمن سالم صفی کہتا ہے۔

ان بالون مین اب کیون نہین ہوتا شانہ کیا ہی صنم	تیرے گیسو اُلجھے مرا دل آشفتہ ہوا ای صنم

تقطیع۔ ان بالوم مفعولاتُ اب کو نہی مستفعلن ہوتا شان مفعولاتُ کا ہی صنم مستفعلن تیرے گیسُو۔ مفعولاتُ اُلجھے مرا مستفعلن دل آشفت مفعولات ہوا ے صنم مستفعلن۔

مقتضب مثمن مطوی فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار مفعولات سے فاعلات مطوی ہے اسلیے کہ مفعولات مین طے اس طرح واقع ہوتا ہے کہ سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کو دور کردیتے ہین اور مفعولاتُ فاعلات سے بدل لیتے ہین اور مفتعلن مستفعلن سے مطوی ہو کر آیا ہے کیونکہ مستفعلن مین طے سے یہ مُراد ہے کہ دوسرے سبب خفیف کے ساکن کو گرادین اور مستعلن کو مفتعلن سے بدل لیتے ہین۔ مثال۔

شعر

تجھ بغیر رشک پری کب خوش آئی سیر چمن	گل ہو خار دل کو مرے دیتے ہین زیادہ الم

تقطیع۔ تج بغیر فاعلات رشک پری مفتعلن کب خشائی فاعلات سیر چمن مفتعلن گل ہُ خار فاعلات دل کُ مرے مفتعلن دیتِ ہین زیا فاعلات دہ الم مفتعلن اور یہ بیت بھی اسی وزن مین ہے۔

یار بے وفا سے ہمین کب اُمید وصل ہوئی	شوخ دلربا سے ہمین کب اُمید وصل ہوئی

اس مین بھی جمیع اجزا مطوی ہین۔ **تقطیع** یار بے وفا علات فا س ہمے مفتعلن کب اُمید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن ؛ شوخ دل رفاعلات باس ہمے مفتعلن کب اُمید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن۔

مقتضب مثمن مطوی مقطوع فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن دوبار فاعلات مطوی ہے مفعولات سے اور مفعولن مقطوع ہے مستفعلن سے مثال۔

غالب

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے	برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے
ہمسے رنج بے تابی کس طرح اُٹھایا جائے	داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

تقطیع کارگاہ فاعلات ہستی مے مفعولن لال داغ فاعلات ساما ہے مفعولن ؛ برق خرم فاعلات نے راحت مفعولن خون گرم فاعلات دہقا ہے مفعولن ؛ یاد رکھو کہ یہ بحر بحر ہزج مثمن اشتر سے مل جاتی ہے۔ اسلیے کہ بحر ہزج مثمن اشتر کا یہ وزن ہے فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دوبار مثلاً شعر مذکورہ صدر کو بحر ہزج مثمن اشتر مین یون تقطیع کر سکتے ہین **تقطیع**۔ کارگا فاعلن ہستی مے مفاعیلن لال دا فاعلن غ ساما ہے مفاعیلن برق خر فاعلن منے راحت مفاعلن خون گر فاعلن م دہقا ہے مفاعیلن مگر خیال رہے کہ مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین کبھی مستفعلن مطوی ہو کر یعنے مفتعلن بن کر اور کبھی سالم بھی آجاتا ہے اور یہی بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مطوی مقطوع مین باعث تمیز ہے چنانچہ دریاے لطافت مین مرزا قتیل کے کلام سے اور زر کامل العیار مین منشی مظفر علی اسیر کے قول سے یہی بات پیدا ہوتی ہے مثلاً اس شعر مین مہری شیرازی کے یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ ع

در فراق او مہری فرض کن کہ شبہارا	میتوان بروز آورد روز را کسے چہ کند

تقطیع اسکی یہ ہے در فراق فاعلات او مہری مفعولن فرض کن ک فاعلات شبہارا مفعولن ؛ مے تواں فاعلات روز آور د مفعولان روز را ک فاعلات سے چ کند مفتعلن ؛ پس اگر ہم اس بحر کو ہزج مثمن اشتر مین کہین اور پچھلے مصرع کی یون تقطیع کرین **تقطیع** میتوا فاعلن بروز آور د مفاعیلان روز را فاعلن کسے چکند مفاعلتن ؛ تو ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ مفاعیلن کی فرع مفاعلتن کہان آئی ہے بلکہ مفاعلتن کی فرع بحر وافر مین مفاعیلن آتی ہے پس فرق درمیان بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع کے ظاہر ہوگیا اس مقام پر ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراض خان آرزو نے شیخ علی حزین کے چند اشعار پر باعتبار بحر ہزج مثمن اشتر کے کیا ہے اور مولوی امام بخش صہبائی نے قول فیصل مین اُس کا جواب دیا ہے ذکر کرین کیونکہ یہ بات فائدے سے خالی نہین شیخ کے اشعار یہ ہین۔ ع

شب کہ با ہزار افغان در فراق یوسف خویش ؎ داشتم بسینہ دلے رشک پیر کنعانے
غیر تم صلا زد و گفت دامنے بزن بجہان ؎ تا بکے فرو ماندہ در طلسم حیرانے
فکر زاد در راہ طلب رسم رہ نوردان نیست ؎ بس بود شکستہ دلی با درست پیمانے
زین سروش فرخندہ ہوش در سماع آمد ؎ تن ز شوق جانان شد بائے تا بسر جانے
از ادب بجاے قدم دیدہ قطرہ زن کردم ؎ ناگہان بہ پیش آمد سہمگین بیابانے

خان آرزو نے سب اشعار کو بروزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن بحر ہزج مثمن اشتر مین قرار دے کر شیخ کی غلطی نکالی ہے اور کہتے ہین کہ پہلے مصرع مین (یوسف خویش) کی فے اور دوسرے مصرع مین (بسینہ دلے) کی واو اور تیسرے مصرع مین (زد و گفت) کی اور چوتھے مصرع مین (شکستہ دلی) کی دال اور تیسرے مصرع مین (بجہان) کی جیم اور پانچوین مصرع مین (راہ طلب) کی طوے اور نوین مصرع مین (بجاے قدم) کا قاف ساکن ہون اور تیسرے مصرع مین (گفت) کی تے ساقط کی جاے جب یہ وزن درست ہو مولوی صہبائی کہتے ہین کہ ان اشعار کو بحر ہزج مثمن اشتر مین شمار کرنا بڑی غلطی ہے یہ ساری غزل بحر مقتضب مین ہے اور بحر مقتضب کے اصلی ارکان یہ ہین مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار ان اشعار مین مفعولات مطوی ہو کر ہر جگہ فاعلات آیا ہے اور مستفعلن بعض مقام پر مطوی ہو کر مفتعلن ہے اور بعض جا مطوی مسبغ مفتعلان اور بعض جا مقطوع ہو کر مفعولن اور بعض جا مقطوع مسبغ ہو کر مفعولان آیا ہے اور یہ بات تمام عروضیون کے نزدیک جائز ہے اور تقطیع یون ہے **تقطیع**۔ شب کہ باہ فاعلات زار فغا مفعولن در فراق فاعلات یوسف خویش مفتعلان ؎ داشتم ب فاعلات سین دے مفتعلن رشک پیر فاعلات کنعانی مفعولن ؎ غیر تم ص فاعلات لا ز د گفت مفتعلان دامنے ب فاعلات زن بجہان مفتعلان ؎ تا بکیف فاعلات رو ماندہ مفعولن در طلسم فاعلات حیرانے مفعولن ؎ فکر زاد فاعلات راہ طلب مفتعلن رسم رہ ن فاعلات وردانیست مفعولان ؎ بس بودش فاعلات گشت دلی مفتعلن با درست فاعلات پیمانی مفعولن علیٰ ہذا القیاس اور شعرون کی بھی تقطیع ہوتی ہے یہان سے ثابت ہے کہ ملبۃ الالتباس بحر ہزج مثمن اشتر اور بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع مین مفتعلن مطوی و مفتعلان مطوی مسبغ وغیرہ کا آجانا ہے ورنہ بحر ہزج مین وہان پر مفاعلتن لانا پڑے گا حالانکہ مفاعلتن بحر ہزج کی فروع مین سے ہے ہی نہین۔

(۱۰) بحر مضارع

مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دوبار جاننا چاہیے کہ مضارع بضم میم و فتح ضاد معجمہ و کسر راے مہملہ

وسکون عین مہملہ کے معنے مشابہ کے ہین چونکہ یہ بحر منسرح سے اور بقول بعض بحر ہزج سے مشابہ تھی
اس لیے اسکا نام مضارع ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے یہ بحر سالم مستعمل نہین مزاحف مستعمل ہے
اور اس بحر کو جب مجزو یعنے مسدس کرتے ہین تو فاع لاتن گراتے ہین نہ مفاعیلن کو جیساکہ مثمن سے مسدس
کرتے وقت معلوم ہوگا اور اس بحر کے رکن مفاعیلن مین یا اور نون مین مراقبہ ہے یعنی دونون کا ساقط
کرنا یا ثابت رکھنا جائز نہین اور اسکے زحاف سات ہین کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر حذف۔ قبض۔ تسبیغ۔
بعض رسالون مین تین زحاف سلخ اور طمس اور تخنیق اور بھی لکھے ہین اس صورت مین بحر مضارع
کے زحاف دس ہوے۔ مخفی نرہے کہ سَلخ بفتح سین مہملہ وسکون لام وخاے معجمہ لغت مین پوست
کھینچنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین مراد ہے فاع لاتن مین دو سبب خفیف کے حذف کرنے
اور عین کے ساکن کرنے سے پس فلع عین موقوف سے باقی رہے گا اور بعض
فلع کو مجبوب موقوف کہتے ہین کیونکہ جبّ یہ ہے کہ دو سبب خفیف جو رکن کے
آخر مین ہون گرا دیے جائین پس جبّ کے بعد فاع بکسر عین رہے گا اور وقف
سے مراد حرف آخر وتد مفروق کا ساکن کرنا ہے اس صورت مین فاع سکون
عین سے باقی رہا اور طمس بفتح اول وسکون میم رنونٰ بمعنے ناپدید کرنا اور مونڈنا
اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ فاع لاتن سے دو سبب خفیف کو مع عین کے
گرا دین اس صورت مین فا رہا اسکو فع سے بدل دیتے ہین پس بحر مین
فع مطموس ہے اور بحر ہزج مین ابتر ہے اور بعض اس کو مجبوب مکشوف کہتے ہین کیونکہ زحاف جب
کی وجہ سے فاع لاتن فاع رہجاتا ہے اور کشف عبارت ہے اس سے کہ وتد مفروق کا حرف آخر
ساقط کر دیا جائے اس صورت مین فا رہ جائے گا جسے فع سے بدل لینگے اور تخنیق بفتح تاے فوقانی
وسکون خاے معجمہ وکسر نون وسکون یاے تحتانی وقاف موقوف لغت مین گلا گھونٹنے کے معنے مین
ہے اور اصطلاح مین خرم کا قائم مقام ہے اور وہ یہ ہے کہ مفاعیلن کے وتد مجموع کے حرف اول کا
گرا دینا پس مفاعیلن سے فاعیلن رہتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہین اشعار عرب مین خرم ابتداے شعر
کے سوا نہین آتا اور شعراے فارس نے جمیع اجزاے بیت مین اسکا لانا جائز رکھا ہے جو کہ مفعولن مفاعیلن
سے مشتق ہے اسلیے اگر شروع مین ہو تو اخرم کہینگے اور باقی اجزاے بیت مین مخنق بولا جاتا ہے
مگر متاخرین اس تفریق کی پابندی کم کرتے ہین اور یہ لفظ خاے معجمہ اور نون مشدد مفتوح کے
ساتھ ہے حدائق العجم وغیرہ سے اسی طرح ثابت ہے لیکن شرح خزرجیہ مین علامۂ نقشبند کے

کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ لفظ حاے حطی اور باے موحدہ سے ہے اور مشتق ہے تجبیب سے جو جمع کرنے کے معنے مین ہے۔ بہر صورت کف۔ قصر۔ سلخ۔ طمس۔ حذف۔ فاع لاتن سے علاقہ رکھتے ہین اور کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر۔ جب۔ ذلل۔ تخنیق۔ قبض۔ تسبیغ رکن مفاعیلن سے تعلق رکھتے ہین۔

مضارع مثمن اخرب یمفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن دوبار خرب کہتے ہین اجتماع خبن و کف کو یعنی رکن کے حرف اول اور حرف ہفتم کا گرانا پس مفاعیلن سے فاعیل بضم لام اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال۔

راجہ بہادر

یہ زخم دل ہمارے مرہم تلک نہ پہونچے
ہم اُن تلک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے

تقطیع — یہ زخم دل ہمارے مفعول فاع لاتن مرہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن + ہم اُن تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن وہ ہم تلک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن رکن مفاعیل اخرب ہے اور فاع لاتن سالم آیا ہے۔

انشا

صاحب نے ہرزہ پن سے ہر ایک کو گلا ہے
مین جو نباہتا ہون میرا ہی حوصلہ ہے

دین گالیان ہزارون سن مطلع اس غزل کا
کہنے لگا کہ انشا اس کا یہی صلہ ہے

محتشم

دل کا پتہ نپایا زلفون کو کھول دیکھا
گیسو کو ڈھونڈھ مارا طرہ ٹٹول دیکھا

شگفتہ

اُلجھے ہوے دلون مین دیتے ہین اور گرہین
کاکل کو تاب دیکر سنبل سے بال والے

ہر گام پر دکھا کر ناز و ادا سے جلوہ
دل چھین لے چلے ہین غنج و دلال والے

اشعار کا سُنانا نادان کو ہے حماقت
رمز سخن کو سمجھین نازک خیال والے

عروض وضرب مسبغ یعنے بجاے فاع لاتن فاع لیان بھی آسکتا ہے خواہ ایک مین فاع لاتن اور دوسرے مین فاع لیان ہو مثال۔

میر

رہیے بغیر تیرے اے رشک ماہ تا چند
آنکھون مین یون ہماری عالم سیاہ تا چند

عروض وضرب مسبغ ہین۔

ولہ

غلط سے جو ہے گرفتہ وہ مہ نہین نکلتا	مانند چشم اختر ہم دیکھین راہ تا چند

عروض مین فاع لاتن اور ضرب مین فاع لیان ہے۔

میر

شرم وحیا کہان کی ہر بات پر ہی شمشیر	اب تو بہت وہ ہمسے بیباک ہو گیا ہے
زیر فلک بھلا تو رووے ہی آپ کو میر	کس کس طرح کا عالم یان خاک ہو گیا ہے

ولہ

یوسف سے لیکے تا گل پھر گل سے لیکے تا شمع	یہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہونچا

تینون شعرون کے عروض مسبغ ہین اور ضرب سالم۔

سودا

اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر	واژون ہی عقل تیری اوندھا ہی تو جنم سے

میر حسن

مین حال دل کہون ہون تم شکوہ سمجھو ہو واہ	کہتا ہون مین کہانی سنتے ہو تم کدھر کی
ہون آئنہ سراپا کس کا ہون محو دیدار	نے پاؤن کی خبر ہے مجھکو نہ اپنے سر کی

حشو مین بھی فاعلیان آتا ہے مثال بحر۔

کیا جانے زاہد پیر رہے درد مے بھی اکسیر	ادنی سی ہے یہ تاثیر عود شباب ہوگا

مضارع مثمن اخرب محذوف مفعول فاع لاتن مفعول فاع لن دو بار فاع لن محذوف ہے فاع لاتن سے۔ ؎

رکھتا نہین ہی مطلق تاب عتاب دل	پہلو مین ہو گیا ہے مثل کباب دل

تقطیع۔ رکھتا ن مفعول ہی مطلق فاع لاتن تا بے ع مفعول تاب دل فاع لن پہلوم مفعول ہو گیا ہے فاع لاتن مثلے ک مفعول باب دل فاع لن۔

مضارع مثمن مکفوف مقصور مفاعیل فاع لات مفاعیل فاع لان دو بار بسبب کف کے مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف حاصل ہوا اور بسبب کف کے فاع لاتن سے فاع لات بضم تا مکفوف رہا اور بسبب قصر کے فاع لاتن سے فاع لات بسکون تا رہا اسکی جگہ فاع لان رکھدیا مثال ؎

ارے دل کہا تو مان نہ زلف دوتا کو چھیڑ | خبردار کیا کرے ہے نہ کالی بلا کو چھیڑ

تقطیع ارے دل ک مفاعیل ہا تُ مان فاع لات نہ زلفے دُ مفاعیل تاک چھیڑ فاع لان ٭ خبردار مفاعیل کا کرے ہَ فاع لات نہ کالی ب مفاعیل لاکُ چھیڑ فاع لان یہاں پر مفاعیلن کی فرع مفاعیل مکفوف اور فاع لاتن منفصل کی فرع لات مکفوف اور اسی کی فرع فاع لان مقصور ہی اور اگر حشو میں بجاے فالات کے فاع لن آجائے تو بھی جائز ہے مثال۔ ؎

ہو مواج جبکہ دل میں غم کا شطِ سیاہ | ہو پھر بیوں نہ اُس میں دلکی شناور لبِ سیاہ

تقطیع۔ ہ مُوداُج مفاعیل جبک دل فاع لن م غم کاش مفاعیل طے سیاہ فاع لان ہ پھر کو نہ مفاعیل اُس م دل کِ فاع لاتُ شنا ورب مفاعیل طے سیاہ فاع لان۔ اور عروض و ضرب میں بھی فاع لن درست ہے مثال۔ ؎

مرے استخوان پارۂ اخگر سمجھ کے کھا | کہیں جل نہ جائے اُنسے یہ تیرا دہان ہما

تقطیع مرے است مفاعیل خان پار فاع لات ، اخگر س مفاعیل جھ ک کا فاع لن کہی جل نَ مفاعیل جاے اِنْ س فاع لات یِ تیرا د مفاعیل ہا ہما فاع لن۔

ایضاً

رہی سیر جب مقابلۂ چرخ پیر تھا | کہ گردون ہدف تھا اور مرا نالہ تیر تھا

مضارع مثمن اخرب مکفوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لاتن دو بار بسبب خرب کے مفاعیلن سے مفعول اخرب حاصل ہوا اور بسبب کف کے ساکن ہفتم نون گر کر فاع لاتن سے فاع لات اور مفاعیلن سے مفاعیل مکفوف باقی رہا مثال۔ ؎

اے عشق تجھکو میرے ستانے سے فائدہ کیا | جب دل ہی جل چکا ہو جلانے سے فائدہ کیا

تقطیع اے عشق مفعول تجھکو میر فاع لات ستانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن جب دل ہ مفعول جل چکا ہ فاع لات جلانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن ٭

دیگر

سینے پہ داغ آئینہ کے اس سبب آئے | پرچھائین پڑ گئی یہ کسی رشک ماہ کی ہے

تقطیع سینے پ مفعول داغ آئی فاع لات نِ کے اس سَ مفاعیل بب س آئے فاع لاتن پر چھا مفعول پڑ گئی ی فاع لات کسی رشک مفاعیل ماہ کی ہے فاع لاتن +

مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان دو بار مثال۔

مکرم الدولہ غالبؔ

ر ــ تے ہین آئینہ سے ہمیشہ دوچار آپ | تنہا ہی لوٹتے ہین یہ ساری بہار آپ

تقطیع رہتے ہ مفعول آ اینے س فاع لات ہمیشہ دُ مفاعیل چار آپ فاع لان ؀ تنہا ہ مفعول لوٹتے ہ فاع لات یہ ساری ب مفاعیل ہار آپ فاع لان۔

لمؤلفہ

ساقی یہ لاش مست کی ہی منتظر مین اب | اسکو خم شراب کے تو تہ نشین مین داب

ایک مصرع کے حشو مین بجاے فاع لات مکفوف کے فاع لاتن سالم اور بجاے مفاعیل مکفوف کے مفعول اخرب لائین اور دوسرا مصرع وزن سابق پر ہو تو جائز ہے جیسا کہ منیر کے شعر مین ہے۔

ہو حکم تو گرہ دل اعدا کی کھولدین | رکھتے ہین چشم ناخن سے انتظار ہاتھ

پہلا مصرع اس وزن پر ہی مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن اور دوسرا اس وزن پر مفعول فاعلاتن مفعول فاع لان۔ تقطیع ہو حکم مفعول تو گرہ دِ فاع لات ل اعدا ک مفاعیل کولدے فاع لن ؀ رکھتے ہ مفعول ہ چشم ناخن فاعلاتن سے انت مفعول ظار ہات فاع لان ؀

انشاء اللہ خان

کیا کام ہمکو سجدۂ دیر و حرم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
مستو نکا سر جھکے ہی صراحی کے خم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

وحشی تری نگہ کا بیابان کعبہ دیکھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
بھرنے لگا شلنگ غزال حرم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

کم قوت ایسے ہم نہین اوقات اپنی یار
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان
بنجہ ہی کرتے گذرتے ہی شیر اجم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

مضارع [illegible] اخرب [illegible] محذوف مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن دو بار مثال۔

سوداؔ

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا | کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا دل بنا

[illegible] ۔ آ اُدم ک مفعول جسم جبک فاع لات عناصر س مفاعیل مل بنا فاع لن ؀ کچھ آگ مفعول

ره گئی ت فاع لات س عاشق ک مفاعیل دل بنا فاع لن۔

مناصاحب

[illegible] بنا	پر یہ بڑا غضب ہے کہ پتھر کا دل بنا

حسرت

نازک دلوں کے زخم کو مرہم کبھو نہ ہو	پیراہن حباب پھٹے تو رفو نہ ہو

لمؤلفہ

قاتل نے جبکہ تن سے مرے سر جدا کیا	اتنا کوئی نہ بولا کہ ظالم یہ کیا کیا
ہرگز نہ آگ سینۂ پرسوز کی بجھی	گو سیل اشک آنکھوں سے میری بہا کیا
کیا مال تھا جو دل اسے نخچیں نہ دے سکا	ناچیز چیز کے لیے ناحق خفا کیا

تمام شعر دن میں صدر وابتدا اخرب اور عروض وضرب محذوف ہے اور حشو مکفوف عروض فاع لن محذوف اور ضرب فاع لان مقصور اور بالعکس بھی درست ہے اول کی مثال جان صاحب طوماس کہتا ہے۔ ؎

سودا ہے زلف یوسف ثانی کا اسقدر	[illegible] ہیم کٹے سر بازار زار زار

عروض فاع لن محذوف ہے اور ضرب فاع لان مقصور ہے بالعکس کی مثال سلیمان خان اسد کہتا ہے۔ ؎

کیا کیا نہ ذلتیں ہوئیں اس عشق میں نصیب	عزت گئی وقار گیا مال و زر گیا

مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر مفعول مفاعیل فاع لاتن دو بار مفاعیلن سے مفعول اخرب ہے اور اسی سے مفاعیل مکفوف ہے اور فاع لاتن سالم شامل۔

شکوہ ہے کسی کا نہ ہمکو اے دل	دے بیٹھے جان ابتو اسکو دے دل

تقطیع شکوہ ہ مفعول کسی کا ن مفاعیل ہمک اے دل فاع لاتن ؛ دے بیٹ مفعول ہ جانبت مفاعیل اُس کو دے دل فاع لاتن ؛ یہاں پر ایک رکن فاع لاتن اصل مثمن سے حشو میں کم کر دیا ہے

مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم الآخر بطور دیگر۔ مفعول فاع لات مفاعیلن دو بار مثال ؎

پردہ اُٹھا جو اُس رخ روشن سے	دن کا گمان ہے سارے زمانے کو

تقطیع۔ پردہ اُ مفعول ٹھا ج اُس ر فاع لات رخ روشن سے مفاعیلن ؛ دن کا گ مفعول

ماہ سا ر فاع لاتُ زمانے کو مفاعیلن + ؎

شیشے مین ہم پری کو اُتارین گے | چڑھ جائینگے کبھی تو وہ قابو مین

تقطیع شیشے مِ مفعول ہم پری ک فاع لات اُ تا ر ینگے مفاعیلن + چڑھ جا ر مفعول گے کبھی تُ فاع لات وقابو مے مفاعیلن آخر مین مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان بھی آسکتا ہے جیسے ؎

سُنتا ہون محتسب نے کیا ہے فرق | مے خانہ میکشان بلا نوشو

تقطیع سُنتا ہُ مفعول محتسب نِ فاع لاتُ کیا ہے فرق مفاعیلان + مے خان مفعول مے کشان فاع لات بلا نوشو مفاعیلن۔

اسی مثال مین ہے یہ بیت بھی ؎

چھوٹے بڑے پہ کچھ ہے نہین موقوف | مے کش ہون مجھکو جام دے یا خم دے

تقطیع چھوٹے ب مفعول ڑے پ کچ ہ فاعلات نہی موقوف مفاعیلان + مے کش ہُ فاعلات مجھکُ جام فاعلاتُ دیا خم دے مفاعیلن + یہان مفعول اخرب ہے اور فاع لات مکفوف اور مفاعیلن سالم اور مفاعیلان مسبغ اور پہلے بیان کردیا گیا ہے کہ اس بحر کا جب کوئی جز گرائین گے تو فاعلاتن ہی گرائین گے نہ مفاعیلن۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفعول اخرب ہے مفاعیل مکفوف اور فاع لان مقصور اور عروض وضرب مین محذوف و مقصور کا جمع کرنا بھی جائز ہے یعنے عروض مین فاع لن اور ضرب مین فاع لان لانا ممکن ہے۔ مثال ؎

کیون چاک گریبان گل نہ ہو | ہے تنگ قبائے شکست رنگ

تقطیع کو چاک مفعول گریبان مفاعیل گل نہو فاع لن + ہے تنگ مفعول قبا اے ش مفاعیل کست رنگ فاع لان صدر وابتدا اخرب اور حشو مکفوف اور عروض محذوف اور ضرب مقصور ہے۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول فاع لاتُ فعولن دوبار۔ مثال ؎

تا صبح نیند آئی نہ دم بھر | تو چکیان چلین مرے سر پر

تقطیع تا صبح مفعول نیند آئی فاع لات ن دم بر فعولن + تو چک ک مفعول یا چلی م فاع لات ر سر پر مفعولن۔

مضارع مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل دوبار۔ ؎

بہتے ہین اشک چشم جگر یار	دل کھینچتا ہے آہ شرربار
ہربار چشم سے نگرے اشک	برسے نہین ہے ابر گہربار
دل چھوڑکر کے جاتا نہ ہربار	ہوتا نہ بزم یار مین گربار

(۱۱) بحر مجتث

مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار اجتثاث لغت مین بمعنی جڑسے اُکھاڑنے کے ہے چونکہ اس بحر کے مسدس کو بحر خفیف سے نکالا ہے اسلیے مجتث بضم میم وسکون جیم و فتح تاے فوقانی وسکون ثاے مثلث نام رکھا ہے گویا بحر مجتث بحر خفیف ہے کہ جڑسے اُکھاڑی ہوئی ہو پس مجتث مثمن مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار ہے اور مجتث مسدس مین مس تفع لن مقدم ہے دو فاعلاتن پر اور بحر خفیف مین مس تفع لن دو فاعلاتن کے بیچ مین ہو گویا بحر خفیف کے مس تفع لن کو بیچ مین سے اُکھاڑکر اول مین رکھکر مجتث مسدس کو حاصل کرلیا ہی یہان سے معلوم ہوا کہ مجتث اصل مین مسدس کا نام ہی لیکن مثمن کو مجازاً کہتے ہین اور اس بحر کو شعراے عرب مسدس اور مربع استعمال کرتے ہین اور فصحاے عجم مثمن کے سوا نہین لاتے پوشیدہ نرہے کہ اس بحر مین رکن مس تفع لن منفصل کی سین اور نون مین معاقبہ ہے یعنی معاً گرانا دونون کا جائز نہین اور اس بحر مین زحاف طے نہ آسکے گا اسلیے کہ طے اُسے کہتے ہین کہ دو سبب سے کہ رکن کے اول مین بے فاصلہ واقع ہوے ہون چوتھا ساکن گرادیا جائے اور اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے جس مین دو سبب خفیف کے درمیان ایک وتد مفروق ہو اور اس بحر مین نو زحاف آتے ہین خبن۔ قصر۔ حذف۔ کف۔ ربع جحف۔ تسبیغ۔ تشعیث تسکل ان مین سے مس تفع لن کا ایک زحاف خبن ہے باقی سب زحاف فاعلاتن کے ہین اور قطع اگر اس بحر مین آئیگا تو فاعلاتن مین آئے گا نہ مس تفع لن مین۔

مجتث مثمن مخبون مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار مس تفع لن بسبب خبن کے مفاعلن رہا اور فاعلاتن بسبب خبن کے فعلاتن ہوگیا۔ مثال۔

رند

موافقت مین عناصر کی گر نفاق نہوتا	فراق روح کا قالب سے اتفاق نہوتا

تقطیع موافقت مفاعلن م عناصر فعلاتن ک گر نفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ؛ فراق رو مفاعلن ح ک قالب فعلاتن س اِت تفا مفاعلن ق نہوتا فعلاتن ؛

مرزا غالب

تم اپنے شکوے کی باتین نہ کھود کھود کے پوچھو	حذر کرو مرے دلسے کہ اس مین آگ دبی ہے
دلا یہ درد الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر	نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

تمام اجزا مخبون ہین اور فعلاتن کی جگہ مفعولن بھی آسکتا ہے اسکو مسکنہ کہتے ہین۔ مثال + ے

تو ایک عمر سے بیچین و بیقرار پڑا تھا	سبب ہے کیا اب یدل جو اضطراب نہین ہے

تقطیع تُ ایک عم مفاعلن رِس بے چ فعلاتن ان بے قرار مفاعلن ر پڑا تا فعلاتن ہا سبب ہ کا مفاعلن اب ا یدل مفعولن جُ اضطرا مفاعلن ب نہی ہے فعلاتن۔

مجتث مثمن مخبون مقصور۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان دو بار (فعلان بحرکت عین ہے)

ظفر

لگا نہ خط سے رخ شوخ پر عتاب کو عیب	دگرنہ لگتا کسن سے ہے آفتاب کو عیب
اگر شراب کی موجین نہین سراب مین سانپ	خط شعاع سے لہرائین آفتاب مین سانپ

تقطیع لگا نہ خط مفاعلن س رخے شو فعلاتن خ پر عتا مفاعلن ب ک عیب فعلان عین متحرک ہے الخ عروض و ضرب مخبون مقصور ہے اور باقی مخبون۔

مجتث مثمن مخبون محذوف مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن عین کے کسرے سے دو بار۔

عالی

سریع اسکو اگر حال دل جتا نہ سکے	تو کیا غزل بھی پڑھ پڑھ کے ہم سنا نہ سکے

عروض و ضرب مخبون محذوف ہے۔

لمؤلفہ

جگر مین زخم کا شاید کہ اب نشان نہ رہا	جو اپنی چشم سے سیلاب خون سعان نہ رہا
جنون کی پردہ دری سے جہا نہین پر فلک	کسی طرح سے مرا راز دل نہان نہ رہا

جہان ہم اُسکے لیے جا کے جبہ سا نہ ہوے
کوئی زمانے مین ایسا تو آستان نہ رہا

مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دو بار فعلن عین کے سکون سے ابتر اور مقطوع بھی کہلاتا ہے مگر محقق طوسی اسکے مخبون محذوف مسکن ہی کہنے کو ترجیح دیتے ہین مثال۔

عشرت

غضب وصال مین دلبر قلق ابھی سے ہے	سحر ہے دور مرا رنگ فق ابھی سے ہے
کسی نے شام کے آنے کو کیا کہا عشرت	کہ پھولی آپکے منھ پر شفق ابھی سے ہے

دونون بیتون مین عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن ہے۔

مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان (عین کے سکون سے) دو بار مثال۔

ظفر

غضب ہی بنا ہے اُس شوخ خشمگین پر دانت	جو پیستا ہے سدا عاشق حزین پر دانت
رہا ہی شانہ صفت کش مکش مین وہ اک عمر	رکھا ہے جسنے تری زلف عنبرین پر دانت

عروض و ضرب مخبون ہے جسے مشعث مقصور بھی کہتے ہین۔

یاد رکھو کہ یہ چارون وزن متحد شمار کیے جاتے ہین اور ایک غزل مین جمع ہونا انکا جائز ہے مثال۔

غلام محی الدین مبتلا

کہے ہے سُنکے وہ یون مبتلا کے قصّے کو	کہ خواب ناز کو تازہ یہ اک فسانہ ہوا

اس بیت مین عروض مخبون محذوف مسکن ہے اور ضرب مخبون محذوف۔

ظفر

جہان ہین دل عاشق کو ہو کہان آرام	سمجھا عشق مین ہر کون اضطراب کو عیب

عروض و مخبون مسکن مقصور ہے اور ضرب مخبون مقصور۔

نعیم

شکست چرخ سے ہے اپنے آبگینے کی	الٰہی ٹوٹے کہین گردن اس کمینے کی
میان گلاب ہے یا عطر یا کہ نافۂ مشک	عجب ہی لطف کی بو ہے ترے پسینے کی
ہر ایک شخص کو دے بیٹھنا وہین دشنام	میان یہ بات بھی ہے کچھ بھلا قرینے کی

مؤلفہ

یہ کسکی ساق بلورین کی تاب ورتہ آب	کرے ہے ماہی کا خانہ خراب ورتہ آب
پھڑک کہین ترے تخنے کی دیکھ لی شاید	جو مچھلیون کو ہوا اضطراب ورتہ آب

نہین ہی ناف وہ آب روان کی کرتی ہین ـــ اُلٹ گیا ہے کوئی یہ حباب ورتہ آب
سمجھ نہ تو عرق آلودہ اُسکے ٹکڑے کو ـــ ہوا ہے جلوہ فزا آفتاب ورتہ آب
جلے ہوے کی جو آتی ہی بو یہ دریا سے ـــ کلیجہ ہوتا ہے کسکا کباب ورتہ آب

ولہ

حرم مین کعبے مین بت خانے مین کلیسا مین ـــ تمھارے حسن کا چرچا کہان کہان نرہا

ولہ

سمجھے ہاتھ لگانا کہ عاشق جانباز ـــ نہوگا مجھ سا زمانے مین جانمن پیدا

جرأت

اجل گر ابنی خیال جمال یار مین آئے ـــ تو پھر بجائے فرشتہ پری مزار مین آئے
بھلا پھر اُسکے اُٹھانے مین کیون نہ دیر لگے ـــ کسی کی موت کسی کے جو انتظار مین آئے
فغان پھر اُسکی ہو لبریز یاس کیونکہ نہ آہ ـــ بزیر دام جو مرغ چمن بہار مین آئے
تُلین نہ وانسے اگر ہمکو گالیان لاکھون ـــ وہ دینے غیرت گل ایک کیا ہزار مین آئے

اُٹھے جہان سے نہ جرأت اُٹھا کے درد فراق
الٰہی موت بھی آئے تو وصل یار مین آئے

مجتث مثمن مشعث مخبون محذوف یا مسکن مقصور مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن بسکون عین یا فعلان بسکون عین دو بار فاعلاتن سے مفعولن کرنے کو تشعیث کہتے ہین اور اس زحاف کی کئی ترکیبین ہین بعض فاعلاتن کا عین ساقط کرتے ہین اور بعض لام حذف کرکے اُسکی جگہ مفعولن رکھ دیتے ہین اور بعض فعلاتن یہ بسکون لام بنا کر اسکو مفعولن سے بدلتے ہین اور زجاج نحوی کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اول فعلاتن مخبون کیا جائے بعد اُس کے عین کو ساکن کرین اس صورت مین فعلاتن عین ساکن سے [illegible] مفعولن سے بدل دیا جائے مثال اسکی۔

شاد بدایونی

کسی کو ہرگز اپنا نہ جانیو اے شاد ـــ کہ دشمن جان ہوتا ہی بھائی بھائی کا

تقطیع کسی ک ہر مفاعلن گز اپنا مفعولن نہ جانیو مفاعلن اے شاد فعلان بسکون عین ؛ کہ دشمنے مفاعلن جا ہوتا مفعولن ہ بای ہا مفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین ؛ صدر و ابتداء دونون مصرعون مین

مخبون اور عروض مسکن مقصور اور ضرب مخبون محذوف مسکن اور حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک جز مشعث - اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک مصرع کے حشو مین فعلاتن ہو اور دوسرے کے حشو مین مفعولن مثال اسکی -

شاد بدایونی

کسی کا جاہ وثروت نظر نہین آتا	خراب ہو جیو خانہ یہ خود نمائی کا

مصرع اول مین حشو کا ایک جز مخبون ہے اور ایک جز مشعث اور دوسرے مصرع کا حشو مشعث نہین تقطیع کسی ک جا مفاعلن ہوثروت مفعولن نظر نہی مفاعلن آتا فعلن بسکون عین ہے خراب ہو مفاعلن جیو خانہ فعلاتن یہ خدنما مفاعلن ئی کا فعلن بسکون عین ہے

المؤلفہ

بنا سمجھ کے خم زلف عنبرین کا تو	اثر کرے نہ کہین زہر مار شیشے مین

تقطیع بنا سمجھ مفاعلن کے خم زل مفعولن فِ عنبری مفاعلن کا تو فعلن بسکون عین ہے اثر کرے مفاعلن ن کہی زہ فعلاتن ر مار شی مفاعلن سے مے فعلن بسکون عین ہے

(۱۲) بحر طویل

فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن دوبار اس بحر کا طویل اس سبب سے نام ہوا کہ اول واضع نے اس سے بڑی کوئی بحر وضع نہین کی تھی مثال کنہیا لال مؤلف رسالہ بحر العروض کا شعر ہے

نکر تو جفا کاری نکر تو یہ عیاری	خدا سن سبھی مین ہے خدا سن سبھی مین ہے

تقطیع - نکر تو فعولن جفا کاری مفاعیلن نکر تو فعولن یہ عی یاری مفاعیلن + خدا سن فعولن سبی مے ہی مفاعیلن خدا سن فعولن سبی مے ہی مفاعیلن ہے

صفی امروہوی

تمھاری جدائی مین لبون پر دم آیا ہے	کوئی تنگ جی سے یون مسیحا کم آیا ہے

تقطیع تمھاری فعولن جدائی مے مفاعیلن لبو پر فعولن دم آیا ہے مفاعیلن ہے کُ ئی تن فعولن گ جی سے یو مفاعیلن مسیحا فعولن کم آیا ہے مفاعیلن ہے اس بحر مین قبض - کف قصر - حذف - ثلم - شرم - تسبیغ یہ زحاف آتے ہین اور فعولن مین قبض ثلم - شرم - حذف یہ چار زحاف واقع ہوتے ہین اور مفاعیلن مین قصر - قبض - کف - حذف - تسبیغ یہ پانچ زحاف آتے ہین ریختہ مین مستعمل نہین فارسی مین بھی

یہ تکلف بعض بعض نے اس مین اشعار کہے ہین یہ بحر عربی سے مخصوص ہے **فائدہ جلیلہ** جو لوگ تحقیق سے بہرہ نہین رکھتے وہ ہر اُس وزن کو بحر طویل کہتے ہین جس مین رکن زیادہ ہون مثلاً شہید کے اس شعر مین ؎

یہ سحر کیسی ہے پُر نور کہ جمہور ہین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہے سامان بہار
گُل جھمکتا ہے چمن زور مہکتا ہے ٹپکتا ہے ہر اک شاخ تر و تازہ سے فیضان بہار

اسی طرح نظیر کے اس قول کو بحر طویل مین ایک مصرع سمجھتے ہین۔

اک دن باغ مین جا کر چشم حیرت زدہ وا کر جامۂ صبر قبا کر طائر ہوش اُڑا کر شوق کو راہ نما کر مرغ نظارہ اُڑا کر دیکھی رنگت جو چمن کی خوبی نسرین و سمن کی شکل بچون کے دہن کی تازگی لالے کے تن کی تازگی گل کے بدن کی کشت سبزے کی ہری تھی نہر بھی لہر بھری تھی ہر خیابان مین تری تھی ڈالی ہر گل کی ہری تھی خوش نسیم سحری تھی سرو شمشاد و صنوبر سنبل و سوسن وغیرہ نخل میوے سے رہے بھر نفس باد معنبر دردیوار معطر کہین قمری تھی مطوق کہین انگور معلق نالے بلبل کے مدقق کہین غوغائی کی لق لق اس قدر شاد ہوا دل شل غنچہ کے گیا کھل غم ہوا کشتہ و بسمل شادی خاطر کے گئی مل خوری ہو گئی حاصل روح بالیدہ ہوئی شان قدرت دی دکھائی جان سی جان مین آئی باغ کیا تھا گویا اللہ نے اُس باغ مین جنت کو اُتارا ؎

اور انشا کے اس قول کو بحر طویل جانتے ہین۔

بخداوندی ذاتے کہ رحیم ست و کریم ست و علیم ست و حلیم ست و حکیم ست و عظیم ست و سلیم ست و قدیم ست و شریف است لطیف ست و خبیرست بصیرست و نصیرست و کبیرست رؤف است و غفورست و شکورست و ودودست و در اخلق نمودست و بود خالق آفاق قسم سے خورم اکنون کہ مرا ہیچ بہجز تو سروکار نبودست و دے از طرف گشت شروع این ہمہ اقوال مزخرف شنوا سے مردک نادان اندر دہنت شاشۂ عالم الخ۔

(۱۳) بحر مدید

فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دو بار مدید بروزن جدید کے معنے کھینچے ہوئے کے ہین چونکہ اس بحر کے رکن سباعی مین اول و آخر وتد مجموع کے ایک ایک سبب کھینچا ہوا واقع ہے اسلیے اسکو مدید کہا یہ بحر اکثر سالم آتی ہے شعرائے عرب کے یہان کثرت سے اور شعرائے فارس مین کمتر مستعمل ہے اور ریختہ مین

بالکل مستعمل نہین شاذ و نادر کسی کسی نے طبع آزمائی کی ہے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلن کے درمیان معاقبہ ہے ابن جنی وغیرہ اس بحر کو مسدس لاصل بتلاتے ہین مگر صحیح قول اول ہے۔
مدید مثمن سالم۔ قدیر کہتا ہے۔

اور تو باتین بُری چھوڑ دین سب خیر سے	برنہ اُس کوچے کی باز آیا اب تک سیر سے		

تقطیع اور تو با فاعلاتن تے بری فاعلن چوڑدی سب فاعلاتن خیر سے فاعلن ٭ برنہ اُس کو فاعلاتن چے ک با فاعلن ز آ ے ابتک فاعلاتن سیر سے فاعلن۔

صفی

ہجر مین یہ حال ہی زیست کی صورت نہین	اُڑ جائی اب ہمین طاقت فرقت نہین		

تقطیع ہجر مے یے فاعلاتن حال ہی فاعلن زیس کی صو فاعلاتن رت نہی فاعلن الخ۔
اور عروض وضرب مین مذال یعنے فاعلن کی جگہ فاعلان بھی دُرست ہے۔
اور شعرائے عرب اس وزن سے ایک فاعلن گرا کر مسدس بھی استعمال کرتے ہین اور اہل فارس نے بھی بہ تکلف اس وزن مین موافق اور بحور مخصوصۂ عرب کے شعر کہے ہین اور اس صورت مین عروض وضرب فاعلاتن سالم اور فاعلان مقصور اور فاعلن محذوف اور فعلن بہ تحریک عین مخبون محذوف اور فعلن بسکون عین ابتر مخلط اور غیر مخلط دونون طرح وا ہین اور معیار الاشعار مین ایک جگہ خواجہ نصیر الدین کے قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ عروض وضرب فعلان بہ تسکین عین بھی جائز ہے جیسے اس شعر مین۔

خاک مین ملک ہوے برباد	دل لگانے کی ملی کیا داد		

بروزن فاعلاتن فاعلن فعلان دو بار لیکن اسیر صاحب میزان الافکار شارح معیار الاشعار اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ فعلان اگرچہ فاعلاتن کی فرع مین سے ہی لیکن بحر مدید مین نہین واقع ہوتا زر کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار مین منشی مظفر علی اسیر لکھتے ہین کہ فعلان مدید مین کیون نہین آتا کہ محقق علیہ بحر مدید مین لکھتے ہین کہ در مجزو عروض محذوف یا مخبون محذوف وضرب مخبون محذوف یا ابتر بکار رفتہ لہذا سی فعلن اور فعلان ایک ہی اور الف اور نون آخر مین بجاے یک حرف ہے اور زیادت یک ساکن بھی مغیر وزن نہین ہے اور خود محشی لکھتا ہے کہ فعلان از فروع فاعلاتن ست اور بحر مدید مین خود حاشیہ لکھا ہے کہ بعضے خبن در فاعلان مقصور جائز نہ دارند مگر صواب جواز آن ست اور تسکین وسط سبب جگہ جائز ہے اور رسالہ عبد الواسع مین فعلان مقطوع مسبغ بحر مدید مین لکھا ہے فتامل۔ اور مربع اس بحر کا

بسبب اسکے کہ رمل سے ملتا ہوا ہے خوشنما ہے ظفر کی یہ غزل سے اس غزل پر سب ظفر ؎ آفرین تجھکو کہین ؎ اسی وزن مین ہے۔

لموءلفہ

درد کی حالت مری	کہہ دو جا کے یار سے
رات بھر ٹپکا کیا	سر تری دیوار سے
پوچھتے ہو حال کیا	عاشق بیمار سے
فتنہ برپا ہو گیا	یار کی رفتار سے
شاد کیجیے ایک دن	وعدۂ دیدار سے
رات بھر تڑپا کیا	فرقت دلدار سے

بروزن فاعلاتن فاعلن دو بار یہ وزن بعینہ رمل مربع محذوف الآخر ہے اور فاعلان یہان آخر مین مذال ہے نہ مقصور۔

(۱۴) بحر بسیط

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو بار بسیط بفتح اول اور رطاے حطی آخر مین اسکے معنے بچھے ہوے کے ہین چونکہ اس بحر کے ارکان مین اول سبب بچھے ہوے ہین پھر وتد مجموع ہین اسلیے اسکو بسیط کہا ہے عروض اس بحر کی مخبون اور سالم اور مقطوع مستعمل ہے اور ضرب مخبون اور مذال اور سالم اور مقطوع بھی آتی ہے مگر فاعلن سے فعلن اور مستفعلن سے فعولن۔ اور میزان الافکار مین مولوی سعد اللہ مرحوم نے مخبول بھی لکھا ہے مگر مخبول اس بحر مین کوئی ضرب نہین بالجملہ یہ اوزان ریختہ مین مستعمل نہین زبان عربی مین اس مین اشعار کہے جاتے ہین۔

بسیط مثمن سالم مثال اسکی ہے ؎

گبھرا گیا گھر مین دل الفت ہوئی دشت سے	بہلائین دل ای جنون جنگل کی اب گشت سے

تقطیع گبرا گیا مستفعلن گرم دل فاعلن الفت ہوئی مستفعلن دشت سے فاعلن ؎ بہلاے دل مستفعلن اے جنو فاعلن جنگل کی اب مستفعلن گشت سے فاعلن ؎

صفی

تا حق بلا مین پڑا کیون دل تجھے کیا ہوا	کاکل کی ہے یاد مین کیا سودا ہوا

بسیط مثمن مخبون مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن (عین کے کسرے سے) دو بار مثال۔

گویا

دکھادے شکل ذرا صنم برائے خدا	یہ ہے سوال مرا گلہ رہے نہ ذرا

تقطیع دکا دِ شک مفاعلن ل ذرا فعلن صنم برا مفاعلن ءِ خدا فعلن ۲ یہ ہے سوا مفاعلن ل مرا فعلن گلہ رہے مفاعلن ن ذرا فعلن تمام اجزا مخبون ہین۔

بسیط مثمن مخبون ۔ مفتعلن فاعلن مفتعلن دو بار مفتعلن مطوی ہے مستفعلن سے۔

گویا

دیکھ کے تجکو پری ایک ذری	ہوگئی مجھکو وہین بے خبری

تقطیع دیک کے تج مفتعلن کو پری فاعلن ایک ذری مفتعلن ۲ ہوگئی مج مفتعلن کو وہی فاعلن بے خبری مفتعلن۔

(۱۵) بحر سریع

مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولاتُ دو بار سریع بروزن امیر مشتق ہے سُرعت سے سُرعت کے معنی شتابی کے ہین چونکہ یہ بحر جلد پڑھی جاتی ہے لہذا اسکا نام سریع ہوگیا اور یہ بحر مثمن سالم استعمال مین نہین آتی بلکہ مسدس مستعمل ہے اور اصل سے ایک رکن مفعولات کم کردیتے ہین اور مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ لاتے ہین اور شعراے فارسی و ریختہ اکثر مطوی لاتے ہین اور عروض و ضرب اکثر مطوی موقوف یا مکسوف ہوتے ہین اور اس بحر مین نو زحاف آتے ہین طے خبن خبل۔ وقف کسف صلم۔ نحر۔ جدع۔ قطع ان مین سے طے خبن خبل قطع مستفعلن سے متعلق ہین اور خبل کشف وقف صلم جدع نحر مفعولاتُ مین آتے ہین۔

سریع مسدس مطوی مکسوف مفتعلن مفتعلن فاعلن دو بار طے مُراد ہے اسقاط حرف ساکن چہارم دو سبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہون پس مستفعلن بسبب طے کے مستعلن مطوی رہا اسکو مفتعلن سے بدل لیا اور مفعولاتُ کا واؤ بسبب طے کے گر کر مفعلات رہتا ہے اور بوجہ کسف کے اُسکی تاے فوقانی دُور ہوجاتی ہے اور مفعلا مطوی مکسوف رہجاتا ہے اسکو فاعلن سے بدل لیتے ہین مثال۔

شیفتہ

غیر بھی کیون تجھ سے نہ تاب آزما	جرم وفا قابل تعزیر ہے

تقطیع غیرب کو مفتعلن رج س بنا مفتعلن ہیگ گر فاعلن ؛ ہم وفا مفتعلن قابل سا مفتعلن تر یہ ہے فاعلن ؛

شرک سے دل جبلہ جدا ہو گیا	**نشاط** سنگ سے بت بت سے خدا ہو گیا

عجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا	مجھ سے یہ اک کار خطا ہو گیا
چشم کو جو اپنی نہین کھولتا مار سیہ یا کہ ہے کالی بلا مردون کو ٹھوکر سے جلاتا ہے وہ	**للمولفہ** کس کا یہ دل طالب دیدار ہے زلف ہے یا کوئی شب تار ہے ہے یہ کرامات نہ رفتار ہے

سریع مسدس مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن فاعلان دو بار مفعولات سے بسبب طے کے مفعلات بضم عین و تا رہا اور بسبب وقف تے ساکن ہوئی مفعلات رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال یہ دو شعر غفلت کے ایک قاضی کی ہجو مین ـ ؎

مرد سے بولے کہ نہ کردو نکاح دے کوئی ہندو گر اسے ایک دام	زن سے کہے چار ہین شوہر مباح گائے مسلمان پہ یہ کر دے حرام

عروض و ضرب مطوی مکسوف کے ساتھ مطوی موقوف جمع کرنا بھی درست ہے مثلاً نسیم دہلوی کے شعر مین ؎

آپ کے وعدون کو ہمارا سلام	دیکھ چکے خوب اجی جاؤ بھی

اس وزن مین زحاف بدل بھی جاتے چنانچہ غلام امام شہید کے اس قول مین ؎

جس گھڑی اللہ اکبر کہا مفتعلن مفعولن فاعلن	کٹتا تھا لوگون کا چھری سے گلا مفتعلن مفتعلن فاعلن

پہلا مصرع مطوی مقطوع مکسوف ہے اور دوسرا مطوی مکسوف مفعولن مستفعلن سے مقطوع ہے قطع سے مراد یہ ہے کہ مستفعلن کے وتد مجموع کے حرف ساکن کو گرا کر اسکے ماقبل کو ساکن کر دین پس نون گر کر لام ساکن ہو گیا مستفعل رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا **تقطیع** جس گڑال مفتعلن لاہو اک مفعولن بر کہا فاعلن ؛ کٹ تت لو مفتعلن گوک چھری مفتعلن سے گلا فاعلن ـ ظفر نے ایک غزل لکھی ہے جس مین زحافات کی بڑی تبدیلی واقع ہوئی ہے اور اس مین بعض اجزا مرفوع بھی آئے ہین اور رفع رکن مستفعلن مین ہے کہ اسکی وجہ سے مستفعلن کا پہلا سبب خفیف حذف ہو کر تفعلن رہتا ہے

اور اسکی جگہ فاعلن لے آتے ہین پس صدر وابتدا مین یا حشو مین فاعلن مرفوع ہوگا اور عروض وضرب مین مطوی مکسوف اور کہین عروض صرف مکسوف اور کہین فقط موقوف واقع ہوا ہے اگرچہ اہل عروض نے زحاف رفع کے بحر سریع مین واقع ہونے کی تصریح نہین کی ہے لیکن ظفر کی غزل مین جبتک رفع نہ مانا جائےگا وزن درست نہوگا وہ غزل یہ ہے۔ ؎

کی تھی کیا مجھ سے مرے یار شرط	کچھ بھی ہے یاد ستمگار شرط
مفعولن مفتعلن فاعلان	مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا مقطوع ہے اور حشو مطوی اور عروض وضرب مطوی موقوف۔ ؎

دین وایمان ودل وجان لیکر	دینا بوسہ بھی ہے اکبار شرط
مفعولن مفتعلن مفعولن ؛	مفعولن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا مکسوف ہے باقی بدستور کسف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تاے مضموم کو ساکن کرکے حذف کردیتے ہین پس مفعولا کو مفعولن سے بدل لیتے ہین۔

شمع کی طرح رہ الفت مین	سر کٹانا بھی ہے سوبار شرط
فاعلن مفتعلن مفعولن	فاعلن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا مرفوع ہے اور حشو مطوی اور عروض فقط موقوف اور ضرب مطوی موقوف۔
وقف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تاے مضموم کو ساکن کردین پھر اسکو مفعولان سے بدل لیتے ہین

در پہ اسکے نہ فغان کر اتنی ؛	ہے ادب بھی دل بیمار شرط
فاعلن مفتعلن مفعولن	فاعلن مفتعلن فاعلان
چپکا نہ رہ مرغ چمن دام مین	کچھ ہی نہ کچھ تجھکو ہے گفتار شرط
مفتعلن مفتعلن فاعلن	مفتعلن مفتعلن فاعلان
راز نہان گریہ سے کھل جائےگا	ہووے گا رسوا سر بازار شرط
مفتعلن مفتعلن فاعلن ؛	مفتعلن مفتعلن فاعلان

صدر وابتدا اور حشو کا مخبون ہونا بھی جائز ہے اور خبن مستفعلن مین اس طرح ہوتا ہے سین کو حذف کرکے مفاعلن سے بدل لیتے ہین مثلاً۔ ؎

دل وجگر سوز سے تھے داغ داغ	گھر مین نہ رکھتا تھا وہ گھر کا چراغ

تقطیع دلو جگر مفاعلن سوز سے تے مفتعلن داغ داغ فاعلان ؛ گرم نرک مفتعلن تات وگر

مفتعلن کا چراغ فاعلان ؛ واو عطف کو تلفظ مین لانے سے یہی بہتر ہے۔

سریع مسدس مطوی مقطوع مجدوع مفتعلن مفعولن فاع دوبار مفتعلن مطوی ہی اور مفعولن مقطوع اور یہ دونون مستفعلن کی فرع ہین اور جدع مراد ہی اس سے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف حذف کر کے تاے آخر کو ساکن کر دیا جائے پس مفعولات سے لات بسکون تا مجدوع حاصل ہوا اسکو فاع سے بدل لیا۔ مثال۔ سه

نالہ ہمارا ہے پُرزور ؛		سنگ کو بھی کرتا ہے چور	

تقطیع نالَ ہما مفتعلن را ہے پُر مفعولن زو ؛ فاع ؛ سنگ ک بی مفتعلن کرتا ہے مفعولن چور فاع۔ حدائق البلاغت مین لکھا ہے کہ بجاے مفعولن مقطوع کے مستفعل مضموم اللام مکفوف بھی جائز ہے تمکو اس بات سے تعجب ہوگا کہ مستفعلن کے زحافات مین ہمنے کف نہین لکھا ہے پھر یہان کیسے آسکتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ بعض محققین کا یہ مذہب ہے کہ کف رُکن کے ساتوین ساکن کے گرانے کا نام ہے جو سبب خفیف مین ہو اس صورت مین کف کا آنا سواے مس تفع لن منفصل کے نہین ہو سکتا ہے لیکن زمخشری اور صاحب مفتاح کے نزدیک کف سبب سے خصوصیت نہین رکھتا بلکہ مطلقاً رکن کے ساکن ہفتم کے حذف کرنے کا نام ہے خواہ وہ سبب مین ہو یا وتد مین پس اس صورت مین اُس کا آنا مستفعلن متصل مین بھی جائز ہے اور جبکہ مستفعلن کا ساتوان ساکن گر جائے تو مستفعلُ لام مضموم سے باقی رہے گا اور اس مذہب کے مطابق بحر سریع مین مستفعل مکفوف کا آنا سوا ہوا ہے۔ جیسے اس بیت کے مصرع ثانی مین۔

	از معیار البلاغت	

تو ہے سراپا حُسن اور ناز		مین ہون مجسم سوز و گداز

تقطیع تو ہ سرا مفتعلن پا حُسنِ مفعولن ناز فاع ؛ مے ہُ مُجس مفتعلن سم سوز گُ مستفعلُ داز فاع +

سریع مسدس مطوی مقطوع منحور مفتعلن مفعولن فع دو بار نحر سے مراد ہے دو سبب خفیف اور حرف آخر کے گرانے سے پس مفعولات سے مفعو اور تُ گر کر لا منحور باقی رہا اسکو فع سے بدل لیا

مثال۔ سه

عشق کا دیوانہ ہے دل ؛		ابرو سے اُس کی جان بسمل	

تقطیع عشق ک دی مفتعلن وانا ہے مفعولن دل فع ؛ ابرُ س اس مفتعلن کی جا بس مفعولن مل فع

سریع مسدس مخبون مکسوف مستفعلن مستفعلن فعولن دو بار بسبب خبن کے مفعولاتُ

حولاتُ بفتم تا مخبون رہا اور بسبب کسف کے تے گر کر معولا مخبون مکسوف ہو گیا اسکو فعولن سے بدل لیا مثال ؎

اے دل بجا زلفون مین اُس صنم کی	ہر چین اُسکا قید ہے ستم کی

عروض و ضرب مخبون مکسوف ہی اور باقی سالم یہ وزن فارسی و اردو مین مستعمل نہین۔
تقطیع اے دل بجا مستفعلن زلفوم اُس مستفعلن صنم کی فعولن ؛ ہر چین اُس مستفعلن کی قید ہے مستفعلن ستم کی فعولن ؛

(۱۶) بحر خفیف

خفیف کے معنے ہلکے کے ہین چونکہ اس بحر کے سب ارکان ہلکے ہین بسبب اسکے کہ دو سبب خفیف وتد مجموع کو گھیرے ہوئے ہین اسلیے اس بحر کا نام خفیف رکھا ہے اس بحر کو متاخرین شعرائے فارسی اور شعرائے ریختہ نے سوائے مسدس مزاحف کے اور کسی طرح استعمال نہین کیا ہے اور تمام اجزا سالم مستعمل نہین مگر صدر و ابتدا سالم بھی استعمال مین آتے ہین اور مخبون بھی اور عروض و ضرب کبھی مخبون کبھی مخبون مسبغ کبھی مخبون مقصور کبھی مشعث مقصور جسکو مخبون مسکن مقصور بھی کہتے ہین کبھی مخبون محذوف کبھی مقطوع جسکو مخبون محذوف مسکن بھی کہتے ہین آتے ہین اور اس بحر مین اتنے زحاف واقع ہوتے ہین خبن شکل قصر حذف تشعیث جحف تسبیغ بتر کف رکن مس تفع لن مین خبن قصر کف شکل واقع ہوتے ہین اور فاعلاتن مین خبن کف شکل حذف تشعیث بتر جحف اور تسبیغ آتے ہین یہ چونکہ اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے اسلیے زحاف طے نہین آسکتا کیونکہ اسکے لیے رکن کے اول مین دو سبب خفیف کا ہونا ضرور ہے اور یہان اول مین ایک ہی سبب خفیف ہے اسی طرح قطع بھی اس بحر کے رکن مس تفع لن مین نہین آسکتا اگر آسکتا ہے تو فاعلاتن مین آسکتا ہے اور اس بحر کے اصلی رکن یہ ہین فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دو بار متقدمین فارس نے مثمن بھی استعمال کیا ہے اور مزاحف لائے ہین اور مثمن ہونے کی صورت مین آخر مین ایک مس تفع لن کا اضافہ ہوتا ہے زبان اُردو مین اسکے استعمال کی جو صورتین ہین وہ ہم بیان کرتے ہین اور درمیان نون فاعلاتن اور سین مس تفع لن کے اسی طرح درمیان نون مس تفع لن اور الف فاعلاتن کے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلاتن کے معاقبہ ہے۔

خفیف مسدس مخبون فعلاتن مفاعلن فعلاتن دو بار فعلاتن مخبون ہے فاعلاتن سے اور مفاعلن مخبون ہے مس تفع لن سے مثال۔

لمولفہ

نظر آتی نہین وصال کی صورت	دل مضطر تڑپ رہا ہے ولیکن

تقطیع دل مضطر فعلاتن تڑپ رہا مفاعلن ہ ولیکن فعلاتن ؛ نظر آتی فعلاتن نہی وصا مفاعلن لک صورت فعلاتن ؛ اس بحر کے اوزان مین صدر وابتدا خواہ فاعلاتن سالم ہون یا فعلاتن مخبون آوین ایک حکم مین ہین چنانچہ یہ شعر اسی وزن مین ہے۔

لمولفہ

غنچہ سان درد سے جگر ہوا شق ہے	مثل گل رنگ چہرے کا ہوا فق ہے

تقطیع ۔ مثل گل رن فاعلاتن گ چہرکا مفاعلن ہوفق ہے فعلاتن ؛ غنچ سا در فاعلاتن دسے جگر مفاعلن ہوشق ہے فعلاتن۔

مرزا غالب

وہ شب و روز وماہ وسال کہان ہے	وہ فراق اور وہ وصال کہان ہے
ذوق نظارۂ جمال کہان ہے	فرصت کاروبار شوق کسے ہے

یہ دونون شعر مرزا غالب کے ہین اور درستی مثال کے واسطے اصل مصرعون پر لفظ ہے بڑھا دیا ہے۔

خفیف مسدس مخبون مسبغ فاعلاتن مفاعلن فعلیان دوبار خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بکسر عین ہولیا اور اس مین تسبیغ آنے سے فعلاتان بن گیا جس کو فعلیان بہ تشدید یاے تحتانی سے بدل لیا مثال ؎

یون ہنسا کر ہمین رلانا تھا اے واہ	پاس سے اسکے دور کر کے فلک آہ

تقطیع ۔ پاس سے اس فاعلاتن ک دور کر مفاعلن ک فلک آہ فعلیان ؛ یو ہنسا کر فاعلاتن ہمے رلا مفاعلن ن ت اے واہ فعلیان ۔

خفیف مسدس مخبون مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بکسر عین دوبار مثال ۔

قلق

ابھی ہوجاتی ہے حضور حیات	مگر اُس جان بلب کی سُنئے یہ بات

تقطیع ۔ مگر اس جا فعلاتن بلب ک سن مفاعلن ک یہ بات فعلان ؛ آپ ہوجا فعلاتن تہے حضور مفاعلن ۔ حیات فعلان ؛ صدر وابتدا سالم کی یہ مثال ہے۔

یار علی خان مستمند

نزع تک وصل کی ہے یار اُمید | ہے مثل ایک دم ہزار اُمید

اسی مثال مین ہے یہ شعر مثنوی مہر و ماہ مولفۂ نواب علی بہادر خان علی تخلص کا ؎

صبح کے جب عیان ہوے آثار | ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی اکبار

خفیف مسدس مخبون محذوف فعلاتن مفاعلن فعلن دوبار عین کے کسرے سے۔

انھین باتون مین تھا وہ رشک چمن | قلق آہ جواتے مین قبل قطع سخن

تقطیع ان باتو فعلاتن م تا درش مفاعلن ک چمن فعلن کہ جوتنے فعلاتن م قبل قط مفاعلن ع سخن فعلن صدر و ابتدا سالم کی مثال۔

برہان الدین زار

چرخ کے کیسے انقلاب ہوے | پر کبھی ہم نہ کامیاب ہوے

آپ مارا قضا کا نام کیا | مؤلف واہ جی واہ خوب کام کیا

خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن فاعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دوبار۔

غالب

شکن زلف عنبرین کیون ہے | نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

تقطیع شکن زل فعلاتن ف عنبری مفاعلن کو ہے فعلن نگہے چش فعلاتن م سرمسا فاعلن کا ہے فعلن۔ اور صدر و ابتدا سالم اس وزن مین یون ہے۔

حالی

سب کمالات اور ہنر ان کے | قبر مین ان کے ساتھ جائین گے

قوم کیا کہکے ان کو روئے گی | نام پر کیونکہ ہان کھوئے گی

مست

آج دلبر کو خواب مین دیکھا | نور حق کا حجاب مین دیکھا

خفیف مسدس مخبون مسکن مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان بسکون عین دوبار۔

قلق

کہ گھڑی بھر مین چھوڑ کر گھر بار | نکل آئی تو اے جگر افگار

تقطیع کی کڑی بر فعلاتن م جوڑ کر مفاعلن گر بار فعلان ہ نکلا ئی فعلاتن ٹ ا ے جگر مفاعلن انگار فعلان + صدر و ابتدا سالم کی مثال

تسلیم

چشم بدور وہ نشیلی آنکھ	صفت عینی ہے رسیلی آنکھ

اگر ایک مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین مکسور سے اور دوسرے مصرع کے آخر کے رکن مین فعلان اور فعلن عین کے سکون سے لائے جائین تو موزون ہے اور ایک غزل مین جمع ہوتے ہین چنانچہ شعرا پر بخوبی روشن ہے۔ مثال اسکی۔

عنبر شاہ خان آشفتہ

زندہ مانند شمع پھر نہ اٹھا	اسکی محفل مین جا کے جو بیٹھا

عروض محذوف ہے اور ضرب مجبون [illegible] وف۔

احمد علی نسبت

ہر کسی سے جو بل یہ کرتی ہے	کسی بانکے سے کیا لڑی ہے آنکھ

شاہ حاتم

اسکے کوچے مین مجھکو پھرتا دیکھ	رشک کھاتی ہے آسیا میرا

عروض مخبون مسکن محذوف ہے اور ضرب مخبون مسکن مقصور ہے۔

درد

دیکھنے کو رہے ترستے ہم سب کے جوہر نظر مین آے درد	نہ گیا تونے رحم پر نہ کیا بے ہنر تونے کچھ ہنر نہ کیا
ہو گیا جو فنا حباب آسا چشم سے اشک نے نکل کے کیا بحر ہستی مین جو کوئی آیا	**مولف** وہی دریاے غم سے پار ہوا دل کے جانے کا با تراب شتاب مٹ گیا جلد وہ بسان حباب

بحر خفیف مربع مخبون۔ فاعلاتن مفاعلن دو بار مفاعلن مجبون ہے مس تفعلن سے آخر مین مفاعلان بھی جو مس تفع لن سے مخبون مذال ہے آسکتا ہے مثال۔

ہم ترستے رہین لگا [illegible]	ہوں اور دون سے ہم نثار
منتظر ہم رہے ہزار	وہ نگاہین ہوئین نہ چار

مجھ سے پوچھا رقیب نے	روتے تم کیون ہو زار زار
دل مکدر ہے یار سے	ہے یہ آئینہ پر غبار
موت آئی نہ ہجر مین	بہت ہون دل مین شرمسار

تقطیع۔ ہم تر ستے فاعلاتن رہے نگار مفاعلان + ہوت آ ئی نہ فاعلاتن سن ہم کنار مفاعلان۔ فاعلاتن سالم ہے اور مفاعلان مخبون مذال۔
پہلے دونون شعرون کے عروض وضرب مین مخبون مذال ہے باقی تینون شعرون کے عروض مین صرف مخبون اور ضرب مین مخبون مذال۔

دیگر

ہے خدا سے یہی سوال	بیٹھ چشم اُس کا ہو جمال
شب یہ گذرے کسی طرح	ذکر اُس ماہ کا نکال

کبھی رکن فاعلاتن بھی مخبون ہو کر فعلاتن آتا ہے جیسے۔

اے جنون تیرے ہاتھ سے	نہ بچا اک قبا کا تار

تقطیع۔ اے جنو تے فاعلاتن رہات سے مفاعلن +
نہ بچا اک فعلاتن قبا کا تار مفاعلان۔

(۱۷) بحر جدید

فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دُوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے۔ یہ بحر نئی ہے اور بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اسکو جدید کہتے ہین اور بزرجمہری بھی مشہور ہے اسلیے کہ بزرجمہر قمی نے ایجاد کیا ہے اس بحر مین فقط چار زحاف کف اور خبن اور قصر اور اذالہ آتے ہین فاعلاتن مین خبن وکف واقع ہوتے ہین اور مس تفع لن مین خبن وقصر و اذالہ آتے ہین قدمائے عجم اسکو مربع بھی کرتے تھے مگر متوسطین اور متاخرین نے متروک فرمایا۔
جدید مسدس سالم۔ فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار مثال۔

مؤلفہ

لے گیا وہ بیمروت آرام دل	کچھ نہین باقی رہا اب جُز نام دل

تقطیع۔ لے گیا وہ فاعلاتن بےمروت فاعلاتن آرام دل مس تفع لن کچھ نہی باقی فاعلاتن

ئی رہا اب فاعلاتن جز نام دل مس تفع لن ۔
جدید مسدس مخبون فعلاتن فعلاتن مفاعلن دو بار فعلاتن فاعلاتن سے اور مفاعلن مس تفعلن سے مخبون ہے اس وزن مین انشا نے ایک غزل لکھی ہے ۔

غزل

تجھے حاصل ہو جو ٹک بھی فراغ دل	تو رہے کیون بپش و درد داغ دل
نہ تجھے لازم ہے تغافل یہ ساقیا	مے عشرت سے تہی ہو ایاغ دل
نہ تجھے باد مخالف سے تو کبھی	یہ مرا بار خدایا چراغ دل
غزل اب اور بھی بحرون مین کہکے پڑھ	نہ ملا اس مین بھی انشا سراغ دل

تقطیع ۔ تجے حاصل فعلاتن ہُ جُ ٹک بی فعلاتن فراغ دل مفاعلن ؎ تُ رہے کو فعلاتن بپش و در فعلاتن د داغ دل مفاعلن ۔

انشا

نہ کرون شکوہ شکایت سو کیون بھلا	مری حالت پہ تجھے کچھ نظر نہین
جو کبھی ایک گھڑی ہان بھی ہو گئی	تو یہی پھر وہی دُو دُو پہر نہین
جو کہا مین نے کہ غش ہون تو وہ پری	یہ لگی کہنے کہ کچھ اس کا ڈر نہین
ابھی اٹھنے لگے قارون کی طرح	یہی افسوس ہے انشا کے پر نہین

جدید مربع مکفوف ۔ فاعلاتُ مس تفع لن دو بار فاعلاتُ مکفوف ہے کف اُسے کہتے ہین کہ فاعلاتن کا ساتوان حرف ساکن جو سبب خفیف مین ہے گرا دین پس فاعلاتن سے فاعلاتُ بضم تا رہ گیا اور مس تفع لن سالم ہے اور اصل بحر سے یہان ایک فاعلاتن کم ہوگیا ہے ۔ مثال ۔

اعتبار کچھ تو ر...	آپنے بدگمان مت ہو

تقطیع اعتبار فاعلات کچ تو ر کو مس تفع لن ؎ اپ نے بدگ فاعلات ما مت ہو مس تفع لن ۔

(۱۸) بحر قریب

چونکہ اس بحر کے ارکان بحر مضارع و بحر ہزج کے قریب قریب ہین اسلیے اسکو قریب کہتے ہین ۔
اصل اس بحر کی مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن دو بار ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے اور یہ بحر مزاحف مستعمل ہے اور اس مین پانچ زحاف آتے ہین کف ۔ خرم ۔ خرب ۔ شتر ۔ حذف پہلے تین زحاف

مفاعیلن مین آتے ہین اور دو پچھلے فاع لاتن مین۔

قریب مسدس مکفوف۔ مفاعیل مفاعیل فاع لاتن دُوبار مفاعیلن سے بسبب کف کے مفاعیل بضم لام رہ گیا ہے مثال ۔ ؎

ترے غم مین پیارے نکل گیا دل
شرارے سے ہے فرقت کے جل گیا دل

تقطیع ترے غم م مفاعیل پیارے ن مفاعیل کل گیا دل فاع لاتن ۞ شرارے س مفاعیل ہ فرقت ک مفاعیل جل گیا دل فاع لاتن۔

قریب مسدس مکفوف محذوف یا مقصور مفاعیل مفاعیل فاع لن یا فاع لان دُوبار مثال ؎

کرون شکوہ شکایت نہ کیون بھلا
مرے غم سے اُسے ہے خبر نہین

تقطیع کرو شکو مفاعیل شکا یت ن مفاعیل کو بلا فاع لن + مرے غم س مفاعیل اُسے ہے خ مفاعیل بر نہی فاع لن۔

قریب مسدس اخرب مکفوف مفعول مفاعیل فاع لاتن دُوبار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام مکفوف ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا اور فاع لاتن سالم ہے مثال ؎

کیون کرتا ہے مجھکو تو یار رسوا
پھر تجھکو ملے گا نہ مجھ سا شیدا

تقطیع کو کرت مفعول ہ مجھکو ت مفاعیل یار رسوا فاع لاتن ۞ پر تجکُ مفعول ملے گا ن مفاعیل مجھ س شیدا فاع لاتن ۞

قریب مسدس اخرب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفاعیلن سے مفعول بضم لام اخرب ہے اور مفاعیل بضم لام اسی سے مکفوف ہے اور فاع لاتن سے فاع لان مقصور ہے ۔ ؎

اُس شوخ سے پیدا ہو کیسے ربط
گستاخ ہین ہم اور وہ بد مزاج

تقطیع ۔ اُس شوخ مفعول س پیدا ہ مفاعیل کیسے ربط فاع لان ۞ گستاخ مفعول ہ ہم اور وہ مفاعیل بد مزاج فاع لان۔

قریب مسدس اخرب مکفوف محذوف مفعول مفاعیل فاع لن دُوبار فاع لن فاع لاتن سے محذوف ہے مثال ۔ ؎

اے یار چلو باغ سیر کو
پر ساتھ نہ لے چلنا غیر کو

تقطیع ای یار مفعول مجلو باغ مفاعیل سیر تو فاع لن ہے پرسات مفعول نہ لے چلن مفاعیل غیر کو فاعلن ہے

قریب مسدس اخرم اخرب مفعول مفعولن فاع لاتن دوبار خرم مراد ہی اسقاط حرف اول وتد مجموع سے پس مفاعیلن سے فاعیلن اخرم رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور خرب مراد ہے اجماع خرم و کف سے پس مفاعیلن مین حرف اول وتد مجموع بسبب خرم کے اور حرف ہفتم بسبب کف کے گر کر فاعیل لام مضموم سے حاصل ہوا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال ۔ ؎

دکھ بھگتے اس عشق کی بدولت		مدت تک پائی نہ ہم نے راحت	

تقطیع ۔ دکھ بھگتے مفعولن اس عشق مفعول کی بدولت فاع لاتن ہے مدت تک مفعولن پائی ن مفعول ہم نے راحت فاع لاتن ہے

قریب مسدس اخرب اخرم مفعول مفعولن فاع لاتن دوبار مناسب یہ ہے کہ یہان اخرم کو مخنق کہین ۔ ؎

جانی چلو جلدی اٹھ کھڑے ہو		من جاؤ اتنی خفگی نہ کیجئے	

تقطیع جانی چ مفعول لو جلدی مفعولن اٹھ کھڑے ہو فاع لاتن الخ ۔

(۱۹) بحر مشاکل

اس بحر کی اصل فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار ہے اور مشاکل بضم میم و فتح شین معجمہ و کسر کاف و سکون لام اس سبب سے نام ہوا کہ مشاکل کے معنے مانند کے ہین اور یہ بحر قریب کی مانند ہے ۔ تھوڑا سا فرق ہے اس بحر مین فاع لاتن منفصل ہے شعراے ریختہ نے اس بحر کو کم استعمال کیا ہے اور اس بحر مین تین زحاف کف ۔ قصر ۔ حذف ۔ واقع ہوتے ہین کف فاعلاتن اور مفاعیلن دونون کا زحاف ہے اور حذف و قصر صرف مفاعیلن کے ۔

مشاکل مسدس مکفوف مقصور فاع لاتُ مفاعیلُ مفاعیل دوبار مثال ۔ ؎

بارِ غم کو اٹھا نا ہی پڑا آہ		داغ ہجر کو کھانا ہی پڑا آہ	

تقطیع اس طرح ہے بارِ غم کُ فاع لاتُ اٹھانا ہ مفاعیل پڑا آہ مفاعیل ہے داغ ہجر فاع لات ک کانا ہ مفاعیل پڑا آہ مفاعیل ہے بسبب کف کے رکن فاعلاتن سے فاع لات بضم تا اور پہلے مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام رہا ہے اور دوسرے مفاعیلن سے بسبب قصر کے نون حذف ہو کر

اُس کا ماقبل یعنی لام ساکن ہوا ہے اور عروض و ضرب مین فعولن محذوف بھی دُرست ہے
محمد بن قیس نے اپنے رسالے مین لکھا ہے کہ بعض شعراے قدیم اس بحر کو مثمن کر کے اشعار کہا
کرتے تھے مگر چونکہ وہ پڑھنے مین نہایت ثقیل ہوتے تھے اسلیے وزن مثمن کو ترک کر دیا۔
مشاکل مثمن مکفوف مقصور فاع لات مفاعیل فاع لات مفاعیل دو بار فاع لاتن سے
فاع لاتُ بضم تا مکفوف ہے اور مفاعیلن سے مفاعیلُ بضم لام مکفوف ہے اور پچھلا مفاعیل بسکون لام
مقصور ہے اور یہ بھی مفاعیلن کی فرع ہے مثال ے

لوٹتے ہین شب و روز مست یون بسر خاک	جون بہار مین انگرائیان مین بجر تاک

تقطیع لوٹتے ہ فاع لات شب و روز مفاعیل مست یون فاع لات سرے خاک مفاعیل جو
بہار فاع لات مِ انگرا مفاعیل ئیا لے بش فاع لات جرے تاک مفاعیل۔
یہ اُن انیس بحرون کا بیان ہوا جو خلیل بن احمد کے عہد مین اور اسکے بعد اخفش اور بزرجمہر وغیرہ
نے ایجاد کی ہین اور شعراے فارسی و ریختہ نے انکو استعمال کیا ہے باقی گیارہ بحرین عریض و عمیق وغیرہ
جو عروضیان پارسی نے نکالی ہین چونکہ زبان ریختہ مین مستعمل نہین اسلیے اُن کا ذکر مجملاً کیا جاتا ہے
ارکان ان کے پہلے معلوم ہو چکے اب اس قدر جان لینا چاہیے کہ بحر صریم کے دو وزن نہایت
ہلکے ہین ایک **مکفوف مقصور** مفاعیل فاع لات فاع لان **دوسرا اخرب** مفعول فاع لاتن
فاع لاتن مگر پہلا وزن ہزج مکفوف اشتر مقبوض مسبغ مفاعیل فاعلن مفاعلان سے ملتا ہے اور
دوسرا مضارع اخرب اشتر مطموس مفعول فاع لاتن فاعلن فع سے ملتا ہے یاد رکھو کہ فع بحر مضارع
مین مطموس ہے نہ مجحوف کیونکہ اس بحر مین زحاف جحف واقع نہین ہوتا وجہ یہ ہے کہ اس مین فاع لاتن
منفصل ہے جس مین خبن نہین آتا او جحف کے لیے اول خبن کا ہونا ضرور ہے پس جس نے یہان
فع کو مجحوف کہا ہے یہ اسکی سخت غلطی ہے ہان فع کو مجبوب مکشوف کہہ سکتے ہین اور اس صورت
مین یہ وزن مضارع اخرب اشتر مجبوب مکشوف کہلائے گا اور بحر کبیر کے بھی بہت خفیف دو وزن
ہین ایک **مطوی**۔ فاعلات فاعلات مفتعلن یہ وزن وافر احم معقول فاعلن مفاعلن مفاعلتن سے
ملتا ہے اور دوسرا **مخبون مذال** مفاعیل مفاعیل مفاعلان یہ وزن بعینہ وزن ہزج مکفوف مقبوض مسبغ
ہے اور بحر بدیل کے خفیف ترین اوزان سے مخبون ہے مفاعلن فعلاتن مگر یہ وزن بعینہ وزن
کامل موقوض مقطوع ہے اور بحر قلیب کے دو وزن نہایت سُبک ہین ایک **مکفوف مقصور**
فاع لات فاع لات مفاعیل اور **دوسرا محذوف**۔ فاع لاتن فاع لاتن فعولن پہلا وزن مدید مکفوف

مخبون مسبغ سے نکلتا ہے چنانچہ اُسکے یہ رُکن ہین فاعلات فاعلن فعلیان اور دوسرا مدید مسبغ فاعلاتن
فاعلن فاعلیان کا ہموزن ہے اور بحر حمید سے کے بھی اخف یہ دو وزن ہین **مطوی موقوف**
فاعلات مفتعلن فاعلان سو یہ وزن بعینہ مقتضب مسدس کا وزن ہے اور **مخبون مکسوف** مفاعیل
مفاعلن فعولن یہ وزن اور بحر ہزج کا وزن مکفوف مقبوض محذوف ایک ہی ہین اور بحر اصیم کا سبک تر
وزن فعلاتن مفاعلن فعلاتن **مخبون مقبوض** ہے لیکن حقیقت مین یہ وزن خفیف مسدس مخبون ہے
کسی طرح کا تفاوت نہین اور شعرا اس بحر کو کبھی اخرم مقصور یا محذوف یعنے فاع لاتن مفعولن فاع لاتن
اور فاع لاتن مفعولن فاع لن استعمال مین لاتے ہین مگر یہ وزن بحر رمل کو شعث مقصور اور محذوف
کر کے بھی نکال سکتے ہین اور مفعولن کو جو ہمنے یہان اخرم کہا ہے بہتر یہ ہے کہ اسکو مخنق لولین جیسا کہ
ہم بحر مضارع مین بیان کر آئے ہین اور بحر سلیم کا اخف وزن **مطوی موقوف** مفتعلن فاعلات
فاعلان ہے مگر یہ وزن منسرح مطوی مکسوف مخبون مذال سے بھی پیدا ہوتا ہے جو یہ ہے مفتعلن
فاعلن مفاعلان اور مطوی مکسوف مفتعلن فاعلات مفعولن بھی آتی ہے مگر حقیقت مین یہ وزن
بحر منسرح کا مطوی مقطوع ہے اور اس بحر کا ایک وزن نہایت خفیف **مخبون موقوف** مفاعلن مفاعیل
مفعولان ہے جو بعینہ بحر ہزج کا وزن مقبوض مکفوف مقصور ہے اور بحر صغیر کا سب سے زیادہ
خفیف وزن ۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن مخبون ہے لیکن یہ وزن مجتث مسدس سے بھی نکلتا ہے اسی طرح
اس بحر کے وزن سالم کا حال ہے اور بحر جمیم کا سُبک تر وزن **مخبون** ہے جسکے رُکن یہ ہین فعلاتن
مفاعلن مفاعلن لیکن یہ وزن کامل مقطوع موقوص اور مشاکل مخبون مقبوض سے متحد ہے کچھ بھی تفاوت
نہین اور یہ بحر ایک رُکن کی کمی سے مجزو بھی مستعمل ہے چنانچہ فاعلاتن مس تفع لن اور فعلاتن مس
تفع لن مگر یہ دونون وزن بحر خفیف کو بھی مجزو کیے سے حاصل ہو سکتے ہین اسی واسطے ہم نے
مثالین ترک کر دین۔

تتمہ عیوب عروض مین

(۱) تخلیع وزن نامطبوع و ناخوش و ارکان ثقیل مین شعر لکھنا عیوب کلام سے ہے اور اس عیب کو تخلیع
بفتح تاے فوقانی و سکون خاے معجمہ و کسر لام و یاے معروف و عین موقوف کہتے ہین۔

(۲) توجیہ الوافی لمصطلحات العروض والقوافی مین لکھا ہے کہ تحریر بجاے حطی بروزن تفعیل بحر
کے اختلاف و تغیر کو کہتے ہین شاعر کو احتیاط چاہیے کہ ایک بحر سے دوسری بحر پر نقل نہ کر جائے کیونکہ

جو بحرین آپس مین متشابہ ہین اور جن مین تفاوت بہت کم ہے اُن مین شاعر دھوکا کھا جاتے ہین اور بعض شعر ایک بحر مین اور بعض دوسری بحر مین کہہ جاتے ہین جیسا کہ مرزا عظیم بیگ عظیم شاگرد شاہ حاتم سے جو سودا کے شاگرد بھی مشہور ہین ایسا ہو گیا تھا کہ بحر ہزج کے ساتھ بحر رمل کو ملا دیا تھا اور انشاء اللہ خان نے جلسۂ مشاعرہ مین اعتراض کیا تھا ہان اگر اشارہ کر دیتے تو کچھ مضائقہ نہین اور شعرا اکثر ایسا کرتے ہین۔

کہا لیلی نے مجھ شعلے سے جو اُسکو نہان لیٹے	انشا	یہ خوہی اُنکی سادیسی جہان لیٹے وہان لیٹے
بدل کر بحر کو انشا غزل طرحی کی بھی اب طرح		کہ اہل ذوق باہم جس لیے ہین خوشہ سان لیٹے
گلے سے تیرے کدھر کوئی اہل دل لپٹے		یہان تو آٹھ پہر رہتے ہین مخمل لیٹے
اگرچہ ہمسے وہ سو بار متصل لیٹے		پر ایسے ڈھب سے نہ لپٹے کہ دل سے دل لپٹے

گستاخ لکھتا ہے کہ وحشت کے اس شعر کا۔

سنبھالے ہین مرے نالون نے بھالے	فلک اپنی پشت خمیدہ کو تھامے

مصرع اول ہزج مسدس اور مصرع ثانی تقارب مثمن ہے مگر مؤلف کی دانست مین دونون مصرع وزن تقارب مثمن مین ہین پہلے مصرع مین سے ایک سبب خفیف کاتبان کور سواد کی غلطی سے قلم انداز ہو گیا ہے شاید یون ہو مصرع

سنبھالے ہین اب میرے نالون نے بھالے

مولوی سید محمد عبد الرشید متخلص برشید شعر غالب کے تکملے مین کہتے ہین۔ ؎

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد	عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے
دنیا ردو سرا ہی کب دہر مین بتا تو	پھر کیا یہ تو تو مین مین ہی کیا قیل و قال ہے

تیسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن اور باقی مصاریع کا وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن۔

(۳) اختلاف غیر معتاد۔ بھی عروض بحر مین عیب ہے جیسے استعمال عروض محذوف یعنی فعولن کا بحر طویل مین اور عروض مقطوع یعنی فعلاتن کا بحر کامل مین کہ حسب مذہب سکاکی صاحب مفتاح کے معتاد نہین ہے اور اس عیب کا نام اقعاد ہے اور حسب مذہب صاحب قصیدۂ خزرجیہ کے اختلاف مطلق معتاد و غیر معتاد کو کہتے ہین بحر رمل مین پس نظیر معتاد کی یہ ہے کہ شاعر عروض سالم یعنی متفاعلن سے طرف عروض محذوذ یعنی فعلن (بکسر عین) کے انتقال کرے۔

چھٹا شہر رباعی - بیان مین

عرب مین رباعی کا دستور نہ تھا شعرائے عجم نے یہ بحر ہزج مین سے نکالی ہے معیار البلاغت
مین لکھا ہے کہ موجد اسکا رودکی ہے ایک روز راہ مین چلا جاتا تھا اثنائے راہ مین امیر یعقوب بن لیث
صفار کا بیٹا یازدہ سالہ لڑکون مین جوز بازی کر رہا تھا یعنی چند جوز کو گوچی مین ڈالنا چاہتا تھا ایک بار
چھ جوز گوچی مین جا پڑے اور ایک جو باقی رہا تھا وہ بھی اٹک کر جا پڑا تب وہ خوش ہو کر کہنے لگا مصرع
غلطان غلطان ہمے رود تا بن گو۔ استاد رودکی کو یہ کلمات فصیح بہت اچھے معلوم ہوے اور غور
کیا تو علم عروض مین موزون پایا پھر اس سے چوبیس وزن اختراع کیے مگر یہان ایک امر قابل
غور و تردد ہے وہ یہ کہ امیر یعقوب بن لیث صفار نے بقول مؤلف تذکرۂ خزانۂ عامرہ ۲۵۱ھ
ہجری مین نام وری حاصل کی تھی اور بروایت ضعیف عہد اسلام مین نظم فارسی کا موجد یہی
ہے چنانچہ اُس کا ایک مصرع اور بقولے ایک شعر نقل کرتے ہین اور اُستاد رودکی نے چوتھی
صدی کے اوائل مین عرصۂ ظہور مین قدم رکھ کر معماری طبع کی مدد سے اقسام شعر کی بنا ڈالی
ہے۔ بعض کتابون مین اُس لڑکے کا نام نہین لکھا ہے مطلقاً لڑکے کا لفظ لکھ دیا ہے اور رودکی
کو رباعی کا موجد ماننے کے لیے یہی بہتر ہے تذکرۂ دولت شاہ مین یون بیان کیا ہے کہ یعقوب بن لیث
صفار جسنے سب سے اول ملک عجم مین خلفاے بنی عباس پر خروج کیا تھا اُسکا بیٹا عید کے دن چند لڑکون
کے ساتھ جوز بازی کرتا تھا امیر بھی اُسکے پاس کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگا امیرزادے نے جوز گوچی کی
طرف پھینکے جن مین سے سات گوچی مین چلے گئے اور ایک اُچھل کر باہر کی طرف آگیا امیرزادہ ناامید
ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی اٹک کر اندر چلا گیا اس خوشی مین امیرزادے کے مُنھ سے یہ الفاظ نکلے
مصرع غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو۔ یعقوب کو یہ کلام پسند آیا اور اپنے مصاحبون کو حکم دیا کہ اس کو
جانچین کہ شعر کی قسم سے ہے یا نہین ابودلف اور زینت الکعب نے متفق ہو کر تقطیع کی تو بحر ہزج
مین موزون پایا اور ایک مصرع اسکے سلسلہ لگا دیا پھر ایک بیت بڑھا کر دوبیتی کہنے لگے اور یہی نام مشہور ہو گیا
تھوڑے عرصے کے بعد یہ نام موقوف کر کے رباعی نام مقرر کیا۔ شمس الدین محمد بن قیس نے المعجم مین
بیان کیا ہے کہ ترانہ اسکو اسلیے کہتے ہین کہ ارباب موسیقی نے اس وزن پر اچھے اچھے راگ بنائے
ہین عربی مین ایسے اشعار کو قول بولتے ہین اور کسی خاص راگ وغیرہ کے لحاظ کے بغیر صرف اشعار کے
لحاظ سے دوبیتی کہتے ہین کیونکہ اس مین دو بیت سے زیادہ نہین اور عرب مستعربہ رباعی

بولتے ہین کیونکہ یہ بحر ہزج مین ہے اور وہ اشعار عرب مین مربع الاجزا ہے پس رباعی کی ہر ایک بیت عربی کے اعتبار سے بمنزلے دو بیت کے ہوئی لیکن وہ زحاف جو رباعی مین مستعمل ہین عرب کے اشعار مین نہ تھے اسلیے اس مین اگلے زمانے کے شعراے عرب نے شعر نہ کہے متاخرین عرب نے اسکی طرف خوب رغبت کی اور عربی مین اس کا بڑا رواج ہوگیا ابن قیس نے یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ امام حسن قطان نے کہ ائمۂ خراسان سے ہے ان چوبیس اوزان کے منضبط ہونے کے لیے دو شجرا ایجاد کرکے اُن مین لکھا غرضکہ زحاف اس مین نو آتے ہین خرب۔ خرم قبض۔ کف۔ ہتم۔ جب۔ تبر۔ شتر۔ زلل۔ اور ارکان مزاحف یا مزاحف و سالم باہم مرکب ہو کر بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین اور ان سب کا جمع کرنا جائز اور روا ہے اگرچہ بعضون نے لکھا ہے کہ پہلا مصرع وزن اخرب مین ہو تو اور دوسرے مصاریع بھی انہی اوزان مین چاہیین اور جو مصرع اول اخرم ہو تو اور تینون مصرعون کو بھی اسی وزن مین لکھیین یعنی اخرم کو اخرب کے ساتھ جمع نہ کرین بعض عروضیون کے نزدیک جیسے اخرب کے بارہ وزن اخرم کے بارہ وزنون کے ساتھ جمع نہین ہوسکتے اسی طرح وہ اوزان جن کے عروض و ضرب مین فعول اور فاع ہین ان اوزان کے ساتھ بھی جن کے عروض و ضرب فعل اور فع واقع ہوے ہین جمع نہین ہوسکتے مگر اساتذہ کے کلام مین اس کی قید کم دیکھی گئی اور اُن کے نزدیک جائز ہے کہ اُن اوزان مین سے ایک وزن پر چارون مصرع ہون یا ہر مصرع اُن اوزان مین سے ایک ایک وزن پر ہو خواہ بعض مصرع ایک وزن پر ہون اور بعض ایک وزن پر ہون جیسا کہ ان رباعیون مین۔

میر تقی

جانان نے ہمین کبھو نہ جانا افسوس	جو ہمنے کہا سو وہ نہ مانا افسوس
تب آلے مین دیر کی قیامت ابتو	آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

پہلا اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع ؛

نواب یوسف علی خان ناظم

سجادہ ہے میرا فلک نیلی فام	تسبیح کواکب آفتاب اُس کا امام

تارے گنتا ہون مین سحر تک ناظم	تسبیح امام تک پہونچکر ہو تمام

پہلا مصرع اس وزن پر ہی مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع اور دوسرا اور چوتھا اس وزن مین ہے مفعول مفاعلن مفاعیل فعول اور تیسرے کا یہ وزن ہی مفعولن فاعلن مفاعیلن فع ۔

منشی اسمٰعیل حسین منیر

جس روز سے دخل بے لبسی نے پایا	ہونٹوں کا نہ قرب بھی ہنسی نے پایا
اپنا ساتھی تمام دنیا مین منیر	ڈھونڈھا تو مجھی کو بے کسی نے پایا

اس رباعی کا پہلا اور دوسرا اور چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیل فعول ۔

امانت

ہر گل کو خجل داغ جگر سے پایا	بلبل کو ندیم شور و شر سے پایا
دیکھا دم سرد سے صبا کو ٹھنڈا	پانی شبنم کو چشم تر سے پایا

پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرا اور تیسرا اس وزن پر مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور چوتھا اس وزن پر مفعولن فاعلن مفاعلن فع ۔

غالب

جن لوگون کو ہی مجھسے عداوت گہری	کہتے ہین مجھے وہ رافضی اور دہری
دہری کیونکہ ہو جو کہ ہووے صوفی	شیعی کیونکہ ہو ما ورا، النہری

پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعلن مفاعیلن فع اور تیسرے و چوتھے مصرع کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن فع ۔

الحاصل اس بحر کا نام بحر رباعی ہے کیونکہ رباعی سوا اس بحر کے اور بحر مین نہین کہی جاتی اور قصیدہ و غزل کا رباعی کے وزن مین کہا جانا درست ہے پس جو لوگ نا واقف ہین وہ عوام کی طرح ہر اک وزن کی دوبیت قافیہ دار کو رباعی نہ کہین گے لیکن منتہے العروض کے مؤلف کا یہ قول کہ جو رباعی اوزان مذکورۂ بالا سے خارج ہو تو اُسکو قطعہ کہنا چاہیے نہ رباعی تعریف قطعہ کے مقابلے مین تردد سے خالی نہین اور یہ جو کہا ہے کہ رباعی ان چوبیس وزن سے خالی نہین ہوتی تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رباعی کا انحصار انہی مین ہے بلکہ رباعی اتحاد و اختلاف اوزان مصاریع کے اعتبار سے

بہت سے وزن رکھتی ہے مطلب اُس قول سے یہ ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی مصرع ان وزنون سے خالی نہین ہوتا اور مؤلف غیاث کی اس تعریف مین بھی کہ رباعی کا وزن خاص لاحول و لا قوۃ الا باللہ ہے اگر اس وزن مین نہو تو قطع کہین گے مسامحت ہے کیونکہ رباعی کے چوبیس وزن ہین اُن مین سے ایک وزن لاحول و لا قوۃ الا باللہ بھی ہے پس وزن رباعی اس مین منحصر نہین جیسا کہ اُس نے ... ہے -

	واسطے
کچھ کام نہین ہے مجھکو جز نالۂ و آہ	عاشق مین ہوا ہون اک بُت کافر کا
لاحول و لا قوۃ الا باللہ	اب کفر سے مطلب ہے نہ اسلام سے کام

وہ دس ارکان جن سے باہم ترکیب ہو کر رباعی کے چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین یہ ہین رکن **مفاعیلن** سالم ہے اور **مفعولن** اخرم ہے جسکو مخنق بھی کہتے ہین اور **مفعولُ** بضم لام اخرب ہے اور **مفاعلن** مقبوض ہے اور **مفاعیلُ** مکفوف ہے لام مضموم سے اور **فعول** اہتم ہے لام موقوف سے اور **فعَل** مجبوب ہے اور **فع** ابتر ہے اور **فاعلن** اشتر ہے اور **فاع** ازل ہے اُن چوبیس اوزان مین سے بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخرب ہے یعنی مفعول اور باقی بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخرم یعنی مفعولن آتا ہے اور یہ چوبیس اوزان تشریح کے واسطے دائرون مین لکھے جاتے ہین اور بلحاظ اخرم و اخرب کے بارہ بارہ اوزان کے واسطے علٰحدہ علٰحدہ دائرے مقرر ہین -

دائرہ اخرب الصدر و الابتدا کے اوزان کی تفصیل یہ ہی

اول یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون **دوم** یہ کہ ایک جز حشو کا مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہون **سوم** یہ کہ دونون جز حشو کے مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون **چہارم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور ایک اخرم اور عروض و ضرب ازل ہون **پنجم** یہ کہ ایک جز حشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون **ششم** یہ کہ حشو کا ایک جز مکفوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب ابتر ہون **ہفتم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرب اور عروض و ضرب اہتم ہون **ہشتم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور دوسرا اخرم اور عروض و ضرب ابتر ہون **نہم** یہ کہ حشو کا ایک جز سالم اور

دوسرا اخرب اور عروض و ضرب مجبوب ہون دہم یہ کہ حشو مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہون یازدہم یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض ایک جز مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہون دوازدہم یہ کہ حشو مین ایک جز مقبوض اور ایک جز مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون۔

دائرہ اخرب الصدر والابتدا

مفعول

۱ — مفاعلن مفاعیلن فاع

۲ — مفاعیل مفاعیلن فاع

۳ — مفاعیل مفاعیل فعل

۴ — مفاعیلن مفعولن فاع

۵ — مفاعلن مفاعیلن فع

۶ — مفاعیل مفاعیلن فع

۷ — مفاعیلن مفعولن مفعولن

۱۲ — مفاعلن مفاعیل فعل
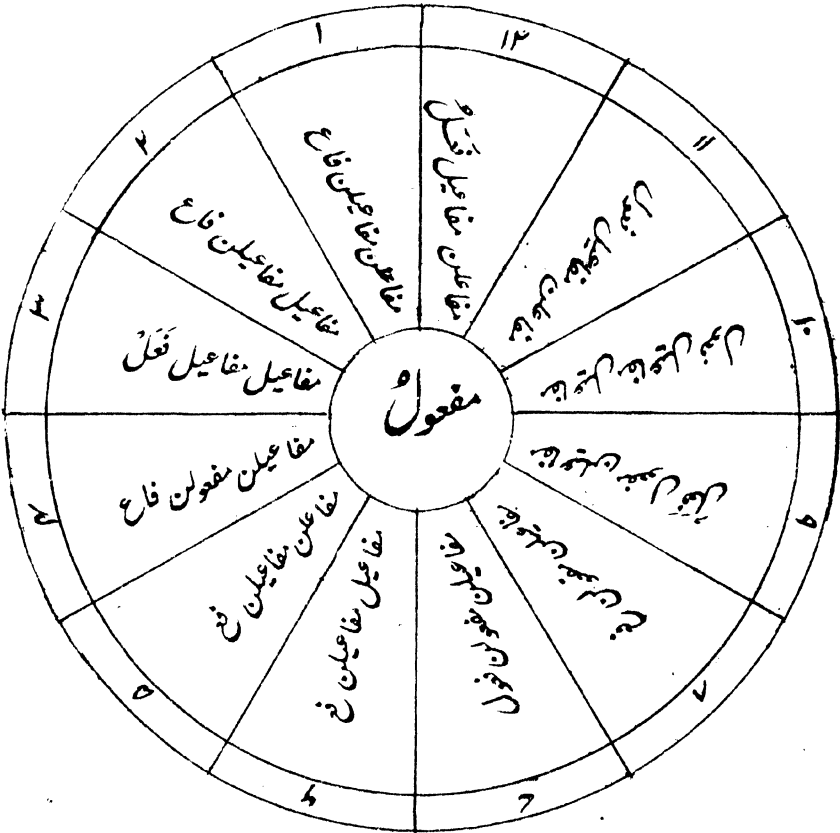
مثالون مین وہ نمبر لکھدیے جائینگے جو دائرون کے اوزان کے مقابل لکھے ہوے ہین۔

عزیز بریلوی

۷	ہے شبنم حیران کو مجھ سے یہ حجاب	آنکھون کو کرے چار نہین یہ اُسے تاب	۱۰
۶	حیرت کو مری غور اگر کرتا ہے	آئینے کی آنکھون مین بھر آتا ہے آب	۲

تقطیع ہے شبنَ مفعول م حیرا کو مفاعیلن مج سے ے مفعول حجاب فعول ہے اور دوسرے مصرع کی تقطیع یون ہے آنکو ک مفعول کرے چار مفاعیل نہی یے اُ مفاعیل س تاب فعول ہے تیسرے مصرع کی تقطیع یون ہے حیرت کُ مفعول مری غور مفاعیل اگر کرتا مفاعیلن ہے فع اور چوتھے مصرع کی تقطیع یون ہے آ ئی نِ مفعول ک آ آ کو م مفاعیل بر آتا ہے مفاعیلن آ ب فاع ۔

ایضاً

۳	سرمایۂ غفلت ہے تماشاے جہان	بینا ہے وہ جو نہ وا کرے آنکھ یہان	۱۲
۵	ہر پردۂ دید ہے حجاب غفلت	عارف ہی کو کھلتا ہے یہ راز نہان	۸

تقطیع سرما ے مفعول ءِ غفلت ہَ مفاعیل تماشاے مفاعیل جہان فعل + بینا ہ مفعول وجو نہ وا مفاعلن کرے آک مفاعیل یہا فعل + ہر پر دَ مفعول ءِ دید ہَ مفاعلن حجاب غف مفاعیلن لت فع + عارف ہِ مفعول ک کھلتا ہے مفاعیلن ے راز نِ مفاعلن ہا فع +

ایضاً

۱۱	ہے اہل سخا سے چرخ دون برسر جنگ	پایا ہے خسیسون نے تاج و اورنگ	۴
۹	غنچے سے چمن مین ہے یہ معلوم ہوا	زر جس کی گرہ مین ہے وہی ہے دل تنگ	۱۱

تقطیع ہے اہل مفعول سخا س چر مفاعلن خ دُو برس مفاعیل سر جنگ فعول + پا یا ہَ مفعول خسیسون نے مفاعیلن تاجُ و اَو مفعولن رنگ فاع + غنچے س مفعول چمن مے ہے مفاعیلن ے معلوم مفعول ہوا فعل + زر جس ک مفعول گرہ م ہے مفاعلن وہی ہے دل مفاعیلن تنگ فاع ۔

امیر مینائی

۵	بالفرض حیات جاودانی تم ہو	بالفرض کہ آب زندگانی تم ہو	۵
۵	ہم سے نہ ملو تو خاک سمجھین تم کو	لین نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو	۵

چارون مصرع اس وزن پر ہین مفعول مفاعلن مفاعیلن فع تقطیع بالفر مفعول حیات جا مفاعلن و دانی تم مفاعیلن ہو فع ہے بالفرض مفعول کہ آب زن مفاع دگانی تم مفاعیلن ہو فع +

ہم سے ن مفعول ملوت خا مفاعلن ک مجھے تم مفاعیلن کو فع ٭ لے نام مفعول ن پاس کا مفاعلن رج پانی تم مفاعیلن ہو فع ٭

مولوی محمد اسمٰعیل

۱	کچھ عیب نہین اگر چلو دھیمی چال		تیزی نہین منجملۂ اوصاف کمال	۱۰
۱	ہان راہ طلب مین شرط استقلال		خرگوش سے لے گیا ہے کچھوا بازی	۵

تقطیع تیزی ن مفعول ہ منجل مفاعیل ۂ اوصاف مفاعیلن کمال فعول ٭ کچھ عیب مفعول نہی اگر مفاعلن چلو دی می مفاعیلن چال فاع ٭ خرگوش مفعول س لے گیا مفاعلن ہ کچھوا با مفاعیلن زی فع ٭ ہاں راہ مفعول طلب م شر مفاعلن ط ہے استق مفاعیلن لال فاع۔

ناسخ

۶	تازہ یہ زمانے کی نہین نیرنگی		وہ خط نہین لکھتا تو ہو کیون دل تنگی	۶
۵	اب اپنے قلم کو بھی ہے عذر لنگی		ہمنے بھی کیا نامے کا لکھنا موقوف	۲

تقطیع وہ خط ن مفعول ہ لکتا ت مفاعیل ہُ کو دل تن مفاعیلن گی فع ٭ تازہ ے مفعول زمانے ک مفاعیل نہی نے رن مفاعیلن گی فع ہمنے ب مفعول کیا نام مفاعیل کے لکنا مو مفاعیلن قوف فاع اب اپن مفعول قلم کُ بی مفاعلن ہ عذر ے لن مفاعیلن گی فع۔

ولہ

۵	تربت مین نہ کوئی استخوان ہے باقی		ہے جسم مرا اور نہ جان ہے باقی	۶
۶	ہر دم مجت کا ہنوز امتحان ہے باقی		کرتا ہے خدا تو امتحان تا دم زیست	۱۱

تقطیع ہے جسم مفعول مرا اور مفاعیل نہ جاں ہ با مفاعلن قی فع ٭ تربت م مفعول ن کوی اس مفاعلن تخاں ہے با مفاعیلن قی فع ٭ کرتا ہ مفعول خدات ام مفاعلن تحاں تا د مفاعیل م زلیست فعول ٭ ہر بت ک مفعول ہنوز ام مفاعلن تحاں ہے با مفاعیلن قی فع۔

رند

۱۱	عالم مین ہین خرمی کے آثار پدید		عید رمضان ہے واہ کیا روز سعید	۱۱
۱۱	ہر شب ہو شب برات ہر روز ہو عید		اللہ وزیر ہند کو رکھے شاد	۱۱

تقطیع۔ عیدے ر مفعول مضاں ہ وا مفاعلن ہ کا روز مفاعیل سعید فعول ٭ عالم م مفعول ہ خرمی مفاعلن کے آثار مفاعیل پدید فعول ٭ اَل لاہ مفعول وزیر ہن مفاعلن د کو رکھے

مفاعیلن شاد فاع ۹ ہر شب ۵ مفعول شب بر ا مفاعلن ت ہر روز مفاعیل ۵ عید فعول ۹

تفصیل اوزان دائرہ اخرم الصدر والابتدا

اخرم الصدر والابتدا سے مُراد وہ ہے جسکے صدر و ابتدا میں مفعولن آتا ہے پہلا یہ کہ حشو کا ایک جزا شتر ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہون دوسرا یہ کہ ایک جز حشو کا اخرب اور ایک سالم اور عروض وضرب ازل ہون تیسرا یہ کہ حشو کا ایک جزا شتر اور ایک مکفوف اور عروض و ضرب مجبوب ہون چوتھا یہ کہ حشو اخرم اور عروض وضرب ازل ہون پانچوان یہ کہ حشو اخرم اور عروض ضرب ابتر ہون چھٹا یہ کہ حشو کا ایک جزا شتر اور ایک سالم ہو اور عروض و ضرب ابتر ہون ساتوان یہ کہ حشو کا ایک اخرب ہو اور ایک مکفوف ہو اور عروض و ضرب اہتم ہون آٹھوان یہ کہ حشو کا ایک جزو اخرب اور ایک سالم اور عروض اور ضرب ابتر ہون نوان یہ کہ حشو کا ایک جزا خرم اور ایک اخرب اور عروض و ضرب مجبوب ہون دسوان یہ کہ حشو کا ایک جزا خرب اور ایک جز مکفوف اور عروض ضرب مجبوب ہون گیارھوان یہ کہ حشو کا ایک جزا شتر ایک جز مکفوف اور عروض و ضرب اہتم ہون بارھوان یہ کہ حشو کا ایک جزا خرم اور ایک جزا خرب اور عروض و ضرب اہتم ہون۔

صورت دائرے کی یہ ہے۔

دائرہ اخرم الصدر والابتدا

مفعولن

۱ فاعلن مفاعیلن فاع

۲ مفعول مفاعیلن فاع

۳ فاعلن مفاعیل فعل

۴ مفعولن مفعولن فاع

۵ مفعولن مفعولن فع

۶ فاعلن مفاعیلن فع

۷ مفعول مفاعیل فعول

۱۲ مفعولن مفعول فعول

مثالون مین یہان بھی مصرعون کا مقابلہ اوزان رباعی سے ہندسے کیا جاے گا۔

غزیز

۱۰	لازم ہے انسان کو ہو سب سے جدا		ہوتا ہے مشہور رہے جو تنہا	۸
۳	وحدت سے ہی فرد غ خورشید فلک		شہرت عزلت مین ہے مثال عنقا	۶

تقطیع لازم ہے مفعولن انسان مفعول لُ ہو سب سِ مفاعیل جُدا فعَل ٭ ہوتا ہے مفعولن مشہور مفعول رہے جو تن مفاعیلن ہا فع ٭ وحدت سے مفعولن ہے فرد فاعلن غ خرشید مفاعیل فلک فعل ٭ شہرت عز مفعولن لت م ہَ فاعلن مثالے عن مفاعیلن قا فع ٭

منہ

۷	دنیا مین ہنسنے سے بشر کون ہی پاک		لیکن ہی دیوانہ اگر ہو بے باک	۲
۹	دیکھو تو گلشن مین گل نے یہ کیا		ہنستے ہنستے دامن کر ڈالا چاک	۴

تقطیع۔ دنیا مے مفعولن ہنسنے سِ مفعول بشر کون مفاعیلُ ہُ پاک فاع + لیکن ہے مفعولن دیوان مفعول اگر ہو بے مفاعیلن باک فاع + دیکو تو مفعولن گلشن مے مفعولن گل نے یہ مفعول کیا فعل + ہنستے ہنس مفعولن تے دامن مفعولن کر ڈا مفعولن چاکس فاع

ولہ

۱۲	ہین باغ عالم مین کیا کیا گل و خار		لیکن ہے دیدۂ بصیرت درکار	۱
۵	بینا آنکھون مین نرگس کے ہو		گلشن مین تب کرے تماشاے بہار	۱۱

تقطیع ہَیَ باغے مفعولن عالم مے مفعولن کا کاگُ مفعول لُ خار فعول ٭ لیکن ہے مفعولن دیدہ یِ فاعلن بصیرت در مفاعیلن کار فاع ٭ بینا ئی مفعولن آ کو مے مفعولن نرگس کے مفعولن ہو فع ٭ گلشن مے مفعولن تب کرے فاعلن تماشاے مفاعیل بہار فعول۔

ان اوزان مین سے وہ وزن خفیف اور مطبوع ہے جسکے اسباب واوتاد مین اعتدال ہو اور جس وزن مین سبب وو تد زائد ہونگے وہ ثقیل و نامطبوع ہوگا یہی سبب ہے کہ دائرۂ اخرب کے اوزان دائرہ اخرم کے اوزان سے سبک اور مطبوع زیادہ سمجھے جاتے ہین اوزان اخرب مین سب سے زیادہ ثقیل مفعول مفاعیلن مفعولن فع ہے کیونکہ اس مین چھ سبب پے در پے جمع ہوے ہین اور اخرم کے اوزان مین سب سے زیادہ ثقیل وزن مفعولن مفعولن مفعولن فع ہی کہ اسمین سب سبب جمع ہوئے ہین اور اخرب کے اوزان مین سب سے ہلکا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فعل ہی اور اخرم کے اوزان مین سب سے سبک یہ وزن ہی مفعولن فاعلن مفاعیل فعول کیونکہ

اس مین چار سبب اور چار وتد آئے ہین ۔

یہ اُن چوبیس اوزان رباعی کی تشریح ہے جن کو اُستاد رودکی نے ایجاد کیا تھا اور اسکے بعد دوسرے شعرا نے بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف پر فعلن بکسر عین اور فعلن بسکون عین اور فعلات بسکون عین بڑھاکر تین وزن نکالے ہین وہ یہ ہین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین ۔ مفعول مفاعلن فعولن فعلات علیٰ ہذا القیاس اگر بحر ہزج اخرم اشتر محذوف پر بھی تینون رُکن بڑھائے جائین تو یہ وزن اور پیدا ہو سکتے ہین مفعولن فاعلن فعولن فعلن بکسر عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلن بسکون عین اور مفعولن فاعلن فعولن فعلات لیکن بنظر تامل دیکھا جائے تو یہ وزن اُن چوبیس اوزان سے علیحدہ نہین صرف تباین ارکان ہے چنانچہ مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسر عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیل فَعَل ہے بوجہ ناواقفی کے مفاعیل کے آخر سے لام کم کر کے فعولن بنا لیا ہے اور اُس لام کو فَعَل سے ملاکر فعلن بکسر عین کر لیا ہے اسی طرح مفعول مفاعلن فعولن فعلن بسکون عین کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فع ہے مفاعیلن کے آخر سے ایک سبب خفیف کم کر کے مفاعیلن کو فعولن بنایا ہے اور اس سبب کو فع سے ملاکر اُسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا ہے اور تعجب یہ ہے کہ غالب جیسے سخن سنج نے بھی یہان دھوکا کھاکر بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف پر ایک فعلن کی زیادتی کو رباعی مین مان لیا ہے اور مفعول مفاعلن فعولن فعلات بروزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع ہے اسی طرح اوزان اخرم مین قیاس کر لینا چاہیے جب ارکان مذکورۂ بالا مین اوزان رباعی کا انحصار ہو سکتا ہے تو انھین کے ہموزن نئے رُکن بڑھانا بالکل فضول ہے ۔

الغرض بارہ بارہ وزنون کے جو دو حصے کیے ہین ان مین ہر حصّے کی رباعیان اختلاف وزن اور ترتیب مصاریع سے اکتالیس۴۱ ہزار چار سو بہتر ہو سکتی ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب ایک حصّے کے بارہ وزنون مین سے ہر اک وزن کے پہلے مصرع کے ساتھ دوسرا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائے گا تو اس دوسرے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو بارہ مین ضرب دینے سے ایک سو چوالیس تنائی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے ۔

۱۲
۱۲
———
۲۴
۱۲
———
۱۴۴

اور جب ان ایک سو چوالیس شکلون مین سے ہر ایک شکل کے ساتھ تیسرا مصرع چوبیس چوبیس

طرح سے لگایا جائے گا تو اس تیسرے مصرع کے ملنے سے یعنے چوبیس لو ایک سو چوالیس مین ضرب دینے سے تین ہزار چار سو چھپن ثلاثی شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

```
 ۱۴۴
  ۲۴
 ----
 ۵۷۶
۲۸۸
 ----
۳۴۵۶
```

اور جب ان تین ہزار چار سو چھپن شکلون مین سے ہر ایک شکل کے ساتھ چوتھا مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائے گا تو اس چوتھے مصرع کے ملنے سے یعنے بارہ کو تین ہزار چار سو چھپن مین ضرب دینے سے اکتالیس ہزار چار سو بہتر کامل شکلین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

```
 ۳۴۵۶
   ۱۲
 -----
 ۶۹۱۲
۳۴۵۶
 -----
۴۱۴۷۲
```

اور جب ایک حصے کی اکتالیس ہزار چار سو بہتر شکلین ہوئین تو ظاہر ہے کہ دونون حصون کی اس سے دگنی یعنے بیاسی ہزار نو سو چوالیس شکلین ہونگی جنکے وزن یا ترتیب مصاریع مین کچھ نہ کچھ فرق ہوگا الحمدللہ بحور کا اختتام ہوا۔

دوسرا جزیرہ علم قافیہ مین

اس جزیرے مین پانچ شہر پُر لطافت ہین

پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان مین

علم قافیہ ایک ایسا علم ہے جس مین شعر کے لفظ آخر کے تناسب اور عیوب سے بحث کی جاتی ہے اور **غرض** اُسکی یہ ہے کہ ایسا ملکہ حاصل ہو جائے کہ شعرا ایسے قافیون کے ساتھ بنا سکین جو مقام کے مناسب ہون اور ایسے عیوب سے خالی ہون جن سے طبع سلیم کو تنفر نہ پیدا ہو اور **غایت** اُسکی یہ ہے کہ قافیہ مین خطا سے احتراز رہے اور **مبادی** اُسکے وہ مقدمات ہین جو اشعار کے قافیون مین تلاش کرنے سے حاصل ہوتے ہین اور بعض نے کہا ہے کہ قافیہ ایک ایسا علم ہے کہ اُس مین مرکبات موزون سے انکے اواخر ابیات کی حیثیت کے ساتھ بحث کی جاتی ہے حاشیہ کبری

مین سید محمد ومنہوری نے لکھا ہے کہ اس علم کا موجد امرءالقیس کا ماموں مہل ہل بن ربیعہ ہے لغت مین قافیے کے معنے پیچھے آنے والے کے ہین اور اصطلاح مین قافیہ چند حروف و حرکات معین کا نام ہے جو مطلع غزل و قصیدہ وابیات مثنوی کے ہر مصرع کے آخر مین اور قطعہ و باقی اشعار غزل و قصیدہ کے مصرع ثانی کے آخر مین الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر آتے ہین اور مستقل نہین ہوتے جیسے ان شعرون مین امیر کے ؎

وقت رفتار ہے زر ریز عجب فیض قدم	نقش پا راہ مین بن جاتے ہین دینار و درم
در دولت کی وہ عظمت ہے کہ جس سے ہر دم	لو لگائے ہوے ہے لام ہو یا واو قسم
تنگدل وہ ہے عدو نام جو اُسکا ہو رقم	ساحت لوح یہ سمٹے کہ ہو میدان قلم

پہلے شعر مین لفظ قدم اور درم کے آخر کی میم اور دوسرے شعر مین لفظ ہر دم اور قسم کی میم اسی طرح تیسرے شعر مین رقم اور قلم کے آخر کی میم حرف قافیہ مین سے ہے اور غیر مستقل ہے یعنی علحدہ نہین آسکتی بخلاف ردیف کے کہ وہ بعد قافیہ کے کلمۂ مستقل ہوتا ہے کہین متحد المعنے کہین مختلف المعنی مگر اختلاف لفظ ردیف کا روا نہین اور اسکا بیان مفصلاً آگے آئے گا الحاصل قافیے کا اطلاق نو حروف پر ہوتا ہے - ردف - قید - تاسیس - دخیل - روی - وصل - مزید - خروج - نائرہ - لیکن ان سب حروف کا جمع ہونا ضرور نہین ایک خواہ دو خواہ تین یا زیادہ جس قدر چاہین جمع کرین اور یہ بھی خیال رہے کہ حرف روی اصل قافیہ ہے اسی پر قافیہ منحصر ہے باقی آٹھ حرفون کے لانے نہ لانے کا شاعر کو اختیار ہے بخلاف حرف روی کے کہ اُسکے لانے مین شاعر مجبور ہے اس کا ترک اُسکے اختیار سے باہر اور دُور ہے جیسے اشعار بالا مین میم حرف روی ہے غرضکہ حرف روی کی رعایت تمام ابیات مین ضرور ہے -

روی کا بیان

روی رائے مہملہ کے فتح اور واو کے کسرا اور یائے معروف سے لفظ کے اس حرف آخر کو کہتے ہین جو مصرع یا بیت کے آخر مین واقع ہوا ہو اور یہ حرف مکرر آتا ہو اور قافیہ کی بنیاد اسی پر ہوتی ہو اور یہ حرف اکثر اصلی ہوتا ہے جیسے امیر کے اشعار مین حرف میم - کبھی حرف زائد کو بھی حرف اصلی کے حکم مین کر لیتے ہین مثلاً

مرزا محمد تقی خان ہوس

مزرع مین ہے میرے خشک سالی	جو کوئی صدف ہو در سے خالی

خشک سالی مین یاے زائد ہے اور خالی مین یاے اصلی۔

و

محنت زدۂ ستم رسیدہ	از دفتر دوستان جریدہ

رسیدہ مین ہا زائد ہے اور جریدہ مین اصلی

امیر حسن

نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی	ہر اِک عالم شوق مین تھی کھڑی

انیس

کس مرتبہ تھا لطف و کرم ربِّ غنی کا	تھا زہد یہ اور زور تھا خیبر شکنی کا

دبیر

جنبش مین ہوا اب روضۂ رسولؐ عربی کا	اک ہاتھ نکل آیا ہے مرقد سے نبی کا

باقی آٹھ حرفون مین سے بجملہ نو حروف قافیہ کے چار حرف ردف۔ قید۔ تاسیس دخیل۔ روی سے پہلے آتے ہین اور اصلی ہوتے ہین اور وصل و مزید و خروج و نائرہ حروف روی کے بعد ملحق ہوتے ہین اور زائد ہوتے ہین پس جب تک کہ کوئی حرف بعد حرف روی کے ملحق نہ ہوگا۔ حرف روی ساکن ہوگا اس صورت مین اسکو روی مقید کہین گے جیسے سرشار بریلوی کے ان اشعار مین۔ ؎

مری جانب سے چھاتی تمنے کر لی یار پتھر کی	بنائی ہے دلو نکے درمیان دیوار پتھر کی
پگھلتا ہی نہین وہ سنگدل عاشق کی باتون سے	مگر کر لی ہے چھاتی صورت کہسار پتھر کی

یار دیوار کہسار مین حرف روی راے مہملہ ساکن ہے اور جس صورت مین کہ حرف روی متحرک ہو تو اسکے بعد حرف وصل مل جائے تو اسکو روی مطلق کہتے ہین مثال۔

سودا

نے بلبل چمن نہ گل نودمیدہ ہون	مین موسم بہار مین شاخ بُریدہ ہون

اس شعر مین دال مہملہ متحرک روی مطلق ہے۔

انیس

پُرسان کوئی کب جوہر ذاتی کا ہے	ہر گل کو گلہ کم التفاتی کا ہے

اس شعر مین تاے فوقانی متحرک روی مطلق ہے۔

المؤلفہ

مین دیوانہ ہون اے ساقی کسی کی چشم میگون کا	پلادے آج تو ساغر شراب ارغوانی کا
کیا خاموش وہی باتون مین اُس گل نے اے مجھی	بہت دعوی تھا بلبل کو بھی اپنی خوش بیانی کا

اُن حروف کا بیان جو روی سے قبل آتے ہین

ردف کا بیان

جاننا چاہیے کہ ردف بکسر اول و سکون دال مہملہ و فا دو قسم ہے ردف مطلق اور ردف زائد **ردف مطلق** اُسے کہتے ہین کہ ایک ساکن قبل حرف روی کے بلا فاصلہ واقع ہو اُسکے اور روی کے درمیان کوئی اور حرف واسطہ نہو اور وہ حرف ساکن حروف مدہ مین سے ہوتا ہے جیسے یار اور نور اور تیر مین الف اور واو اور یاے ساکن اور جو یاے تحتانی اور واو کے ماقبل فتح ہو تو ردف نہین جیسے واو دَور اور جَور کی اور یاے تحتانی خَیر اور سَیر کی مگر بعض اہل فن جیسے ابن قطاع وغیرہ نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی ردف شمار کیا ہے اور جمہور کا اتفاق مذہب اوّل پر ہے۔ **فائدہ** الف اور واو اور یاے ساکن کو حروف علت کہتے ہین پس اگر انکے ماقبل کی حرکت ان کے موافق ہو تو حروف مدہ ہین جیسے یار اور نور اور تیر اور جو موافق نہو جیسے دور اور سیر تو لین بروزن دین کہلاتے ہین اور جہان کہین الف ساکن آئے گا اُسکے ماقبل فتح ہی ہوگا پس الف ہمیشہ ہی مدہ رہتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ جہان فتح ہو تو بعد اسکے الف ہی ہو بلکہ کبھی ڈلو لو کبھی یا اور سوا اسکے اور حرف حروف صحیحہ مین سے آسکتا ہے خواہ ساکن ہو خواہ متحرک جس وقت الف کے ماقبل فتحہ ہوگا اُس فتحہ کو فتحہ طویل کہین گے جیسے باپ یار اور اگر بعد فتحہ کے کوئی اور حرف ہوگا تو وہ فتحہ قصیر کہلاتا ہے جیسے قلم کرم سفر حضر وغیرہ اور حروف واو اور یا کی دو صورتین ہین ایک معروف ایک مجہول واو معروف یا مجہول کے قبل ضمہ ہوتا ہے اور یاے معروف و مجہول کے قبل کسرہ فرق اس قدر ہے کہ معروف کا ضمہ اور کسرہ خوب کھینچکر پڑھا جاتا ہے اور مجہول کا ضمہ اور کسرہ زیادہ کھینچا نہین جاتا خلاصہ کلام یہ ہے کہ حروف ردف غالباً اصلی ہوتے ہین کیونکہ حروف روی بھی اصلی ہوتا ہے اور اگر حرف روی زائد ہو اور حکم مین حرف اصلی کے کر لیا جائے تو بالضرور حرف ردف بھی زائد ہوگا جیسے زرین اور قالین مین۔

قلق

چار سو فرش مخمل و قالین	بیچ مین ایک مسند زرّین ہا

چونکہ نون غنہ زرّین کا قالین کے نون کے مقابل حرف روی کے حکم مین معتبر ہوا تو یاے تحتانی زرّین کی قالین کے مقابل ردف ٹھہری حالانکہ قالین مین یاے تحتانی اصلی اور زرّین مین زائد ہے اور یہ دو نون حرف زر کی نسبت کے واسطے لاحق ہوے ہین۔

شوق سے نام صنم کو دل پہ کندہ کیجیے	کیونکہ ہی وہ نقش زیبا اس نگین کے واسطے
عمر ضائع کی ہوا و حرص دنیا مین عبث	کام کیا اے دل کیا خلد برین کے واسطے
شانہ سان ہمنے کیا ہی دلکو اپنے چاک چاک	اُس پری پیکر کی زلف عنبرین کے واسطے
عشق سے دل کو جلا سینے مین خاکستر کیا	ہمنے اب رہنے کو آہ آتشین کے واسطے

المولفہ

اِس قسم کے ردف کو ردف مطلق اس لیے کہتے ہین کہ اسکے اور حرف روی کے درمیان کسی حرف کا واسطہ نہین ہے۔

ردف بالالف کی مثال۔

مظفر علی اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو
گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سلطان کو

انسان اور سلطان مین آخر کا نون حرف روی ہے اور اسکے ماقبل کا الف ردف اصلی۔

نواب میر محبوب علی خان آصف

انصاف اپنا اے بتِ عیار ہو چکا	جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

عیار اور یار مین راے مہملہ حرف روی ہے اور الف حرف ردف

ردف بالواو اور ردف بالیا۔ دو طرح پر ہے ایک معروف کہ اسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر پڑھا جائے جیسے نور اور تیر۔ واو معروف کی مثال۔

ذوق

شوق نظارہ ہی جب اُس رخ پر نور کا	ہے مرا مرغ نظر پروانہ شمع طور کا

نور اور طور کی راے مہملہ حرف روی ہے اور واو معروف ردف۔

حسرت

کوئی دشمن سے بھی کرتا ہی اس اسلوب سلوک	دوستی کرکے کیا ہے میان خوب سلوک

یاے معروف کی مثال۔

مذاق

ہوئی جب جسم آدم کے لیے تخمیر مٹی کی	فلک سے اور ملک سے بڑھ گئی توقیر مٹی کی

خمیر اور توقیر کی راے مہملہ حرف روی ہی اور یاے تحتانی ردف شاد۔

گر بن آتی مری تقدیر سے تدبیر نہین	کیا ہوا نالے کو اس مین بھی تو تاثیر نہین
کیا ترے دید سے غافل ہون کسی دم ای جان	کیا مری آنکھ مین پھرتی تری تصویر نہین

لمؤلفہ

پھر ہوا ہے کوچۂ قاتل گریبان گیر ہے	کس طرح جائین نہ ہم وان خواہش تقدیر ہے
ہرزہ گردی دربدر کی دن کو رہتی ہی مجھے	رات بھر شور درون ہے نالۂ شبگیر ہے
کس طرح چھپکے سے اُس کا ہو میسر پاے بوس	ہر قدم پر یان جھٹکتی پانون کی زنجیر ہے

اُسکے در پر لیجلو اور کچھ دوا مطلق نہ دو
جو مریض عشق ہے اُسکی یہی تدبیر ہے

دوسرے مجہول کہ اُسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچکر نہ پڑھا جائے جیسے زور اور دیر۔ واو مجہول کی مثال۔

جوشش

توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہم کو	گرامت دیجیو ای ناتوانی دوش سے ہمکو

آغوش اور دوش مین حرف شین روی ہے اور واو مجہول ردف۔

یاے مجہول کی مثال۔

سرشار بریلوی

پرہیز ہمسے اور اُنھین غیرون سے میل ہے	قدرت کا تیری قادر مطلق یہ کھیل ہے
آنسو مین میرے خون جگر کا جو میل ہے	دامان تر کے حاشیے پہ سُرخ بیل ہے

میل اور کھیل اور بیل مین حرف لام روی ہی اور یاے مجہول ردف۔

واو اور یاے معروف و مجہول کا قافیہ مین باہم جمع کرنا

شعراے فارس نے اکثر بلکہ بیشتر معروف کو مجہول کے ساتھ قافیہ کر لیا ہے اور مجہول کو معروف پڑھنا اُنکے یہان جائز ہے مگر ریختہ مین ایسا قافیہ کرنا معیوب ہے گو فارسی کی تقلید سے بعض بعض فصحاے ریختہ نے بھی ایسا کیا ہے لیکن بنظر غور و انصاف دیکھا جائے تو خالی عیب سے نہین کیونکہ ان کا لہجہ یہ ہرگز نہین کہ مجہول کو معروف پڑھتے ہون اس بارے مین ہمکو تحقیق مرزا قتیل کی پسند ہے یہانپر چند شعر بطور مثال کے قافیہ معروف و مجہول کے لکھے جاتے ہین جو کہگئے اُن سے تعرض نہین آیندہ کہنے والون کو نصیحت ہے ـ

ذوق

وادیٔ ظلمت مین یہی دخل ہی کب نور کا
مہر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغ دُور کا

تیرے کوچے مین تن لاغر ترے رنجور کا
اِک غبار ناتوان ہے کاروان مور کا

عشق کے مکتب مین ہو فرہاد سے بے تیز ذہن
تین دن جائے اگر تعویذ میری گور کا

حافظ شیرازی طالب

ابتو یہ عزت ملی اس نالۂ پُر شور سے
دیکھکر مجھکو اُٹھا شور قیامت دُور سے

احمد خان غفلت

علو شان ترے ہاتھی کی ہو رقم کیونکر
نمود ارض و سماوات ہے یہ جسکے حضور

گر اُسپہ چڑھ کے تلے دیکھیے تو آئے نظر
فرشتہ شکل عصا فیر آدمی جون مور

دبیر

خاموش دبیر اب نہین لکھنے کا ہی مقدور
رن مین ہین بہتر شہدا بیکفن و گور

میر حسن

نکلے اُس کنوئین سے یکایک نصیب
کہ آیا وہ اُس مین مہ دلفریب

مومن خان

وہ گردن دیکھ یہ حالت ہوئی تغیر شیشے کی
کہ تھمتی ہی نہین ہچکی ہوئی ہی دیر شیشے کی

مُدام اُس لب میگش کے مُنھ لگتا ہی ای ساقی
بنائی ہاے کیا اللہ نے تقدیر شیشے کی

سودا

سالہا ہم نے صنم نالۂ شبگیر کیا
آہ اک روز ترے دل مین نہ تاثیر کیا
حشر مین بھی نہ اُٹھے بسکہ اذیت کھینچی
زندگانی نے دو عالم کی مجھے سیر کیا

ولہ

ہوے دیکھ حیران صغیر و کبیر
جب آگے سے اُٹھ بھاگے قالین کے شیر

ناسخ

ہم نمازون مین جو تا دیر کھڑے رہتے ہین
سامنے یہ بُت بے پیر کھڑے رہتے ہین

ظفر

زلف شب کس کی رہی دیر آنکھون کے تلے
آج سارے دن رہا اندھیر آنکھون کے تلے
آ گئی جو یاد مجھکو ابروے پر خم تری
پھر گئی اِک صورت شمشیر آنکھون کے تلے

کبھی اُس یاے تحتانی کو جو کلمات عربی مین الف کے امالے سے پیدا ہوئی ہو یاے ردف کے ساتھ جمع کرتے ہین جیسے اس شعر مین سوداکے ۔ ع

معشوق مثل عاشق جنکی رکیب مین تھے
اُس یار دلستان کے دے بھی جلیب مین تھے

میر شمس الدین فقیر کا یہ قول ہے کہ جس الف کو امالہ کرکے یاے ردف کر لیتے ہین وہ معروف نہین آتی یہی مرزا تقی سپہر نے براہین العجم فی قوانین العجم مین فرمایا ہے اور اس باب مین تاکید بلیغ کی ہے مگر صاحب انجمن آراے ناصری امالے کے بیان مین کہتا ہے کہ آزیر اور رادبیر جو آنار رواد بار کا امالہ ہین دونون کا تدبیر کے ساتھ قافیہ کیا ہے ۔

ردف زائد وہ حرف ساکن ہے جو حرف مدہ یعنی ردف مطلق اور روی کے درمیان مین واقع ہو جیسے دوست کا سین مہملہ اور تاخت کی خاے نقطہ دار پس جو ردف ایسا ہے کہ اس مین اور روی مین حرف ساکن واسطہ ہوتا ہے اُسکو **ردف اصلی** کہتے ہین اور اُس حرف ساکن کو **ردف زائد** بولتے ہین اور جو ردف کہ اُس مین اور روی مین کسی حرف کا واسطہ نہو اُسکو علی الاطلاق ردف کہتے ہین اور خواجہ نصیر الدین محقق طوسی نے ردف زائد کو ردف مین داخل نہین کیا بلکہ روی مین داخل کیا ہے اور روی **مضاعف** یعنی روی دوچند نام رکھا ہے محمد بن قیس عروضی خوارزمی اور مُلّا جلال نے بھی یہی لکھا ہے اس صورت مین حروف قافیہ دس ہوتے ہین کیونکہ روی مفرد سمیت نو حرف پہلے ہی تھے جب ایک حرف یہ (روی مضاعف) بڑھا تو دس ہو گئے

غرض کہ خواجہ کے نزدیک ایک حرف والی ردی کا نام ردی مفرد ہے اور دو حرف والی ردی کا نام روی مضاعف اور جمہور کے نزدیک حرف اول روی نہے اور دوم ردف زائد اور ردف زائد کے چھ حرف مخصوص ہین اُن کے سوا نہین آتے (۱) نون (۲) خاے معجمہ (۳) سین مہملہ (۴) شین معجمہ (۵) راے مہملہ (۶) فا - پس جبکہ ردف مطلق کے تین حرف ہوے واو - الف - یا - اور ردف زائد کے چھ اور جب چھ کو تین مین ضرب دیا تو اٹھارہ ہوے لیکن یہ اٹھارہ صورتین بہ تسلسل علی الترتیب کسی زبان مین نہین آتین بلکہ فارسی مین سوا تیرہ کے اور نہین دیکھی گئین ہم اردو کی مثالین لکھتے ہین اول **نون** مثال اُس نون کی جو الف کے ساتھ ہو چاند اور ساند۔

انشا

کہون اُسکی جبین کو کس طرح چاند	کہ اُس سے لاکھ حصہ چاند تھا ماند

میر حسن

غلافون پہ بانات کے پردہ ٹانک	تنابی سے نقارون کو سینک سانک

امین

خورشید ترا دیکھ کے مُنھ کانپ کے نکلا	ہے چاند ر مہتاب مین مُنھ ڈھانپ کے نکلا

سودا

ٹھگ نہ تنہا چڑھے ہے اُسکے آنٹ	مل رہی ہے اُچلون سے بھی سانٹ

ولہ

مال صندوق مین رہے کس بھانت	تن کے کپڑون پہ چورون کا ہے دانت

مثال اُس نون کی جو یاے معروف کے ساتھ ہو چھینک اور سینک۔

انشا

اور کچھ چھینکنا عبث مت چھینک	تیز بینی کو دیکھ آئے چھینک پہ

مثال اُس نون کی جو یاے مجہول کے ساتھ ہو سینک اور بھینک۔

مرزا اختر یار خان شباب ساکن جاورہ

چوٹ کا دل کے نہین اس سے کوئی بہتر علاج	آتش رخسار مہرویان سے اسکو سینک دو

بدنصیبی سے نہ یہ تدبیر ممکن ہو شباب | چیر کر پہلو سے بہتر ہی کہ دل کو پھینک دے

مثال اُس نون کی جو واو معروف کے ساتھ ہو بوند اور موند۔ سونس اور گھونس۔

میر تقی

لگ گیا مین پیکے لوہو کا سا گھونٹ | یعنی دیکھون بیٹھے ہی کس کل یہ اونٹ

و

اُن نے جو ماریان ہین گھونسین دھونس | موش دشتی ہوا ہے کونے گھونس

ولہ

ان نے ماری ہین ایسی کتنی دھونس | گھونس دیکھے تو ہووے کونے گھونس

انشا

پی آب حیات عیش کے گھونٹ | یکبارگی نا چنے لگے اونٹ

مثال اُس نون کی جو واو مجہول کے ساتھ ہو گوند اور توند بمعنی بڑا پیٹ۔

انشا

ماری بلبل نے جون ہی اک چونچ | دامن مین گل کے لگ گئی کھونچ

ولہ

وہ جو میرے چھیڑنے کو مجھکو آکر چونپ دے | اُسکی دم مین باندھ نندہ چاندنی کو سونپ دے

دوسرا نقطہ دار۔ مثال اُس نے کی جو الف کے ساتھ ہو شناخت اور تاخت جنکی اصل مصدر جو روزمرہ اُردو مین [illegible] ہے۔

شباب

آرزو حسرت و ارمان ہون پامال شوق | ملک دل پر غمزہ نازو ادا کی تاخت ہی
چھوڑنا ہرگز نہ دامن ہمت صبر و شکیب | ہان اسی اک بات کی تو غور اور پرداخت ہی
ایسی بے بنیاد چیزون پر نہ دل لانا شباب | لاکھ جان اُس پہ ہو قربان کہ جسکی ساخت ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ہ

بدنمائی اُسکی ہے بے ساختہ | کیا ہے یان عیش جو انداختہ

اس شعر مین خاے معجمہ ردف زائد ہے۔ اور تاے فوقانی روی اور ہاے ہوز حرف وصل جسکی تفصیل

آگے آتی ہے۔
مثال اُس نے کی جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے سُوخت اور دوخت بمعنی حاصل مصدر نہ بمعنی صیغۂ ماضی کہ یہ دونون لفظ دونون معنے مین زبان فارسی سے ہین لیکن اُردو مین حاصل مصدر کے معنے مین الفاظ تاخت اور شناخت کی طرح استعمال کیے جاتے ہین چنانچہ کہتے ہین فلان نے از راہ سوخت لینے حسد کے یہ بات کہی۔ فلان درزی کی دوخت عمدہ ہے۔

شباب

سخت باتون سے جو اُنکی کبھی پھٹ جاتا ہے	سُوزن مژہ سے کر دیتے ہین وہ دوختِ دل
زاہد خشک اُسے کون کہے گا انسان	ہوا جس کو میسر شرف سُوخت دل

اسی قبیل سے ہے۔

بیدار

تیرے ہی رُخ سے یہ شمع نگہ افروختہ ہے	رشتۂ دیدے اورون کی نظر دوختہ ہے
نذر مین اُس شہ خوبان کی کرون کیا بیدار	دل ہے سو داغ ہے جان ہے سو غم اندوختہ ہے

یہ وہ نے کہ یائے تحتانی کے ساتھ ہو گوش زد نہین ہوئی اگر کوئی کہے کہ لفظ ریخت بھی ریختہ مین مستعمل ہے تو اسکے دو جواب ہین اول تو ریخت کو اُردو مین علیحدہ بولتے ہی نہین بلکہ شکست و ریخت کہتے ہین دوسرا جواب یہ ہے کہ ریخت کے مقابل قافیہ کے واسطے کونسا لفظ اور ایسا لائین گے جو اُردو مین مستعمل ہو تیسرا **سین** مہملہ مثال اُس سین کی جو الف کے ساتھ ہو۔

انشا

مدت آتی ہی اور درخواست	تھی ویسی ہی صاف بے کم و کاست

میر حسن

دکھائی اُنھون نے ہمین راہ راست	کہ تا ہو نہ اُس راہ کی بازخواست

سودا

اے زنخ لب جو پوچھے تو سودا سے حرف راست	گنتون آپ چٹائیے تجھ منھ کو ملکے ماست

اور وہ سین جو واؤ کے ساتھ ہو جیسے دوست اور پوست۔

ن

وحدت ہی چمن مین مغز تا پوست	صادق ہے بہار پر ہمہ اوست

سودا

نکل گیا بی چلا جو ۔ کو دوست ۔۔۔ پیاز کا اُسکے ہاتھ مین تھا پوست

ولہ

اور غذا اُسکو یہ بتلائی دوست ۔۔۔ ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پوست

اور وہ سین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو سواے لفظ زلیست کے اور کوئی لفظ اُسکے مقابل زبان اُردو مین نہین سُنا گیا مگر میر کے بند کے ایک مصرع مین قافیہ بیست لفظ مستعمل فارسی ہے اور ایک مصرع مین زلیست مروجہ اُردو اور باقی دو مصرعون مین نیست اور یکرنگی ست قافیہ آیا ہے۔ ؎

میران مستون مین کوئی نہین پابستۂ زلیست ۔۔۔ کیونکہ یہ زلیست بہت ہووے تو وہ روزہ کہ بیست
جتنے یہ ہست نظر آتے ہین اب سب ہین نیست ۔۔۔ کہ ترا نیز باین فرقۂ سر یک رنگی ست

محمد حسین علمی

دس ابرس کی عمر جسدن ہوگئی یا بیست کی ۔۔۔ آدمی کو چاہیے کچھ قدر سمجھے زلیست کی

چوتھا شین نقطہ دار وہ شین کہ الف کے ساتھ ہو جیسے برداشت بمعنی تحمل اور چاشت بمعنی سورج نکلنے اور دوپہر کے درمیان کا وقت نو بجے کے قریب اور کاشت بمعنی کھیتی کرنا۔ بو جوت۔ زراعت۔ برداشت اور کاشت دونون ماضی کے صیغے ہین اور حاصل مصدر کے معنے مین مشتمل ہوتے ہین۔

شایان

غرض ایک دن بھیکم دھر تراشت ۔۔۔ بیاس وبدر اور سب وقت چاشت

شباب

خواہش وصل بتان ترغیب دیتی ہے اگر ۔۔۔ آرزو و حسرت و ارمان کی دل مین کاشت ہو
شیخ صاحب پھر نہین دشوار وصل مہوشان ۔۔۔ خاطر اقدس مین اس سختی کی گر برداشت ہو

اور وہ شین کہ واو کے ساتھ ہو جیسے گوشت اگرچہ یہ لفظ زبان اُردو مین مروج بلکہ کثیر الاستعمال ہے مگر قافیہ کے واسطے کوئی اور لفظ اسکے مقابل نہین اور وہ شین کہ یاے تحتانی کے ساتھ ہو مثال اُسکی سُننے مین نہین آئی **پانچوان رائے مہملہ** چونکہ یہ حرف اشعار اُردو مین ردف زائد کی جگہ نہین آیا اس کی مثال اُردو مین نہین اگر کوئی تکلف سے چھُری کو کارد اور آٹے کو آرد باندھے تو تمام اشعار مین یہی رعایت کرنا ہوگی **چھٹا فے** وہ فے جو الف کے ساتھ ہو جیسے یافت بمعنی فائدہ پانا اور وہ فے جو واؤ کے ساتھ ہو

جیسے کوفت بمعنی اندوہ انکے مقابل کوئی لفظ دوسرا اُردو مین مستعمل نہین اور وہ فے جو یاے تحتانی کے ساتھ ہو اُسکی کوئی مثال نہین۔

قید کا بیان

یہ حرف بھی ساکن ہوتا ہے سواے ردف کے (یعنی سواے حروف مدہ کے) جو ساکن بے فاصلہ روی کے قبل آئے اُس کا نام قید ہے جیسے ابر کبر او رچیز ستر بفتح اول وسکون تاے فوقانی بمعنی چھپانا۔ شرمگاہ کا ڈھکنا اور وحد نجد اور نحو محو اور بخت تخت اور صدر قدر اور جذب عذب بفتح عین مہملہ و سکون ذال نقطہ دار و باے موحدہ بمعنی آب شیرین خوش مزہ وخوش گوار اور ہر ایک کھانے پینے کی چیز جو خوش مزہ خوش گوار ہو اور سرد درد اور بزم رزم اور پست مست اور چشم خشم اور اصل فصل اور قطع نطع اور لعل جعل اور نغز مغز اور جفت مفت اور نقل عقل اور ذکر فکر اور حلم علم اور شمع جمع اور بند پند اور غور جور (ماقبل واو کے فتحہ سے) اور زہر قہر اور سیر خیر (ماقبل یاے تحتانی کے فتحہ سے) الفاظ مذکورہ مین سے عذب اور نطع بفتح نون وسکون طاے مہملہ وعین مہملہ بمعنی فرش فرش چرمین اور وہ چمڑا جو درویش کمر پر باندھتے ہین اہل اُردو کی زبان پر جاری نہین پس شعراُردو مین باندھ لینے سے داخل اُردو نہین ہوسکتا کیونکہ لفظ کا شعر مین آنا معتبر نہین بلکہ مشہور ہونا شرط ہے پس اسکے اُردو کہنے مین تامل ہے۔

مخفی نہ رہے کہ بعض اہل فن نے واو اور یاے ساکن ماقبل مفتوح کو بھی ردف مین داخل کیا ہے جیساکہ ہم ردف مطلق کی بحث مین بیان کر آئے ہین مگر تحقیق یہ ہے کہ جو حرف ساکن روی کے قبل بے فاصلہ آئے اور حرف مدہ سے نہو وہ قید مین داخل ہے خواہ واو ماقبل مفتوح اور یاے تحتانی ماقبل مفتوح ہو خواہ سوا انکے اور حرف اور جن لوگون نے حروف قید کا حصر حرف ان دس حرفون مین کیا ہے۔

عین و فا و نون و یا میدان یقین	با و خا و را و زا و سین و شین

اُنکا استقرا ناقص ہے۔

فائدہ حروف مخصوصۂ فارسی یعنی پ چ ژ گ اور حروف مخصوصۂ ہندی یعنی ٹ ڈ ڑ بسبب ثقالت کے حروف قید نہین ہوتے اب حروف قید کی مثالین نظم مین بھی واسطے فائدہ کے لکھتے ہین۔

آتش

پاس رسوائی سے دلپر مردے کا سا جبر ہی — ضبط نالہ ہجر کی شب مین فشار قبر ہے
صاف میرے آنسوؤن کا تار ہی اسکی چھڑی — دیدۂ تر کا کسی عاشق کے رومال ابر ہے
پہلے پروانے سے مغز شمع مین لگتی ہی آگ — بے تامل حسن بھی ہی عشق اگر بے صبر ہے

مومن حسین صفی

خرم وخرب اور قبض کف اور ہتم — اشتر ابتر وجب ذزلل لبس خم

فصیح

طعنون پہ ذوالفقار کی چالونکو وجد تھا — لیلی تھی آپ قیس عدو دشت نجد تھا

حسن

بعد اسکے پڑھ تو علم صرف و نحو — لے سبق جتنا نہ کر تو اُس کو محو

سودا

محبت کا جہان سر سبز ہو نخل — سن و تو کے ثمر کو کیا ہے وہان دخل

میر حسن

مبارک تجھے اے شہ نیک بخت — کہ پیدا ہو وارث تاج و تخت

لمؤلفہ

بلبلو کیون کر نہو سرسبز بخت باغبان — لا رہا ہی کیا ہی پھول اور پھل مرخت باغبان
سبزۂ و گل دیکھ کر بلبل یہ مانگے ہی دعا — حشر تک قائم رہے یہ تاج و تخت باغبان
گل کی خاطر ہی مجھے تجھی جو کچھ کہتا نہین — اسلیے سنتا ہون ہر دم نرم و سخت باغبان

سودا

وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر — دفور اپنے سے آمرزش ہو بے قدر

دبیر

یہ بھوک یہ پیاس اور جہان کا ستم دعذر — ان عارضون مین عارضون پر توہ ہی بدر

نفیس

اسی ثنا مین بشر اپنی عمر صرف کرے — سخن کو رشک وہ گوہر شگرف کرے
مثال آئینہ شفاف دل کا ظرف کرے — کلام صاف کرے پاک دل کا حرف کرے

ب ت

کسی نے ایسا دیکھا ہے اولوالعزم | کہ جائے رزم کو سمجھے ہے نت بزم

منشی

سنی اور دیکھی بہت رزم و بزم | پر اب سُنیے سہراب و رستم کی رزم

امانت

رتبہ شانون کا بڑا جانتے ہین حسن پرست | واژگون جام ہون انکو تو مضمون ہے یہ پست
اس سے بہتر کوئی مضمون نہین ملتا سردست | تن کی کرسی پہ غضب ہے موے ڈھونڈھے ہوئے پائی ہے نشست

میر حسن

آنا محال ہوش مین ہے مجھ سے مست کا | بیہوش ہو چکا ہون مین روز الست کا

اُلفت مظفر نگری

ہمیشہ لیتے تھے اُلفت کو لوگ نت نصیب | سو آج کوچے مین تیرے ہوا نشست نصیب

میر حسن

ہے شمع سان کیون کوئی اشک سے | جلے کس لیے آتش رشک سے

سوز

حاجیو طوف دل مستان کرو تو کچھ ملے | ورنہ کعبے مین دھرا ہے کیا بغیر از سنگ و خشت
ناصحا گر یار ہے ہمسے خفا تو تجھکو کیا | چین پیشانی ہی ہے اسکی ہماری سرنوشت
سوز نے دامن جو ہین پکڑا تو وہ ہین جھین کر | کہنے لاگا ان دنون کچھ زور چل نکلا ہے نت

مثنوی لیلیٰ مجنون از تجلی

رہے تا کجا وادی فصل مین | جگہ دے اسے محمل وصل مین

مثنوی لیلیٰ مجنون از ہوس

بے نشتر و بے طبیب بے قصد | چھٹنے لگی اُسکے ہاتھ کی فصد

لاحد

جو شمع تھی شب کو زینت نطع | گلگیر نے اُس کا سر کیا قطع

نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل | طائر بھی کہین نگلتے ہین لعل

میر حسرہ

نلورے وہ نوبت گئے ور آنکے بعد	گرجنا وہ دھولسون کا مانند رعد
نہین اس سے چارہ کوئی اور نغز	کہ سانپون کو دے آدمی کا تو مغز
تماشا ہاتھ آوے گا تجھے مفت	لے گا سہل ہین تیرا دہان جفت

منشی

وہ یک دست تھا سرخ و زرد و بنفش	رکھا نام [illegible] کاویانی درفش

مثنوی [illegible] مولفہ نکہت

تا نہ [illegible] سے لیے عقد	دو ذر دمین کیا بچے دم نقد

مثنوی ظل ہما

ہو کس سے خدا کا ذکر مشکل	آسان نہین ہے یہ فکر مشکل
القصہ یہ طول ہوگیا ذکر	مطلب سے اڑا ہے طائر فکر

سود

جو دیکھی والدین کی اُسنے یہ شکل	حرام اُنپر ہوا کیا شرب کیا اکل

ولہ

اگر بالغرض تھی وہ عید کی سلخ	شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ

یار محمد خان شوکت

پڑے قافلے پر جو ترکان بلخ	لگا لٹنے سامان ہوا عیش تلخ

جوہر

کہین ہے تمنائے تحصیل علم	کہین ہے خیال بزرگی حلم

عشرت

وہ دونون عاشق و معشوق ہو جمع
چلے یکبار جون پروانہ و شمع

مرزا محمد علی فدوی معروف بہ مرزا ببجو دہلوی

تجھ سے ہوتے ہین درد مند جُدا ۔ اگر کرے کوئی بند بند جُدا

میر حسن

نہ گوہر مین ہے اور نہ ہی سنگ مین ۔ و لیکن چمکتا ہے ہر رنگ مین

المولفہ

بگڑی دھڑی بہا ہوا کاجل نہین فقط ۔ بکھرے ہین بال چہرے کا کچھ رنگ اور ہے
مر قد پہ اپنے کشتے کے بیٹھے نہ کس لیے ۔ اے کشتگان نازیہ اورنگ اور ہے
دشت جنون کی سیر کو پائے پر آبلہ ۔ چلنا مجھے ابھی کئی فرسنگ اور ہے
دل کو ترے بزور لیا پھر دیا لیا ۔ تجھی خیال کیجیئے یہ جنگ اور ہے

محمد امان نثار

گردش کا اُس نگاہ کی اب طور اور ہے ۔ لے ساکنان مے کدہ یہ دور اور ہے

میر حسن

وہ نزدیک پہونچے جب اُس شہر کے ۔ کیا پاس جا خیمہ اک نہر کے

انیس

دریا خجل تھا سبز بچھرے مین تھی یہ لہر ۔ سبزہ بھی اسکے عشق مین کھائے ہو تھا زہر

انشا

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے ۔ آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہے
کس سبب کس لیے کیا فائدہ چھیڑو ہو مجھے ۔ جُرم و تقصیر و گنہ واسطہ کیون خیر تو ہے
دوستی کا جو گمان تمسے ہوا اس کا کیا دخل ۔ ہان یہ سچ واقعی انشا سے تمھین بیر تو ہے

فائدہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض شعرا حرف قید کے مقابل قافیے مین غلطی کا خیال نہین کرتے ناجائز الفاظ لے آتے ہین حالانکہ یہ بات اُنکی سخنوری کو بٹہ لگاتی ہے جیسے نگار صاحب مثنوی اُردو یوسف زلیخا کے اس شعر مین ۔ ؎

بدی کیا مجھ مین ہی اے سرو خوش قد
جو دل مین مجھسے تو ہے گا مکدر

تھانیسری

ولہ ۔ قوی ہے شریعت کی حد　　اسی واسطے ان کو کہتے ہین عبد

یار محمد خان شوکت

پیاپے تھا حملہ کنان بے ادب　　چلی ہاتھ سے اُسکے ہفتاد ضرب

ولہ

کہ موتہ مین اسدم ہے جنگ و جدل　　زجیش محمد زفوج ہرقل

مفتون

آج ہے وہ شاہ والا زیب تخت　　جس سے شاہان جہان کی ابہت

تاسیس کا بیان

یہ الف ساکن کا نام ہے جو قبل روی کے ہو اور اس حرف کے اور روی کے درمیان ایک متحرک فاصل ہوتا ہے جیسے جاہل اور عاقل ۔ داورا در جا کر تساہل اور تغافل قافیے مین تاسیس کی رعایت تمام ابیات مین واجب نہین بلکہ مستحسن ہے اگر نہ ہو تو قباحت نہین عاقل کا دل در کا فر کا سر قافیہ بہت آتا ہے ۔

ذوق

ہے کان اُسکے زلف معنبر لگی ہوئی　　رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

محو

عطر سے جبکہ ۔ اسونگھی گل یک بیک　　ہو گیا بس سونگھتے ہی مست سنبل یک بیک

محشر

وقت قتل اتنی ندی فرصت کہ کہلوں دل کی بات　　سانس بھی لینے نہ پایا کیا کہوں قاتل کی بات

ولہ

گر تجھ سے بیوفائی مین ہے گل کا اتفاق　　ہے مجھسے داد خواہی مین بلبل کا اتفاق

دینے مین پیچ و تاب دل ناتوان کے　　موے کمر کے ساتھ ہے کاکل کا اتفاق

الغرض قافیہ جو لفظ بلفظ مقابل ہو اس کو شعرائے صنعت مین داخل کیا ہے اور اس صنعت کا نام اعنات بکسر اول و سکون عین مہملہ و نون و الف و تاے فوقانی

موقوف) ہے اور لزوم مالا یلزم بھی کہتے ہین یعنے لزوم ایسی چیز کا جو لازم نہ ہو اور حرف لزو
سی بولتے ہین منیر نے دو سو پندرہ شعر کا قصیدہ لکھا ہے جس مین اس حرف کا التزام ہے
دو شعر اُسی مین سے ہین۔

جب افیون شب سے ہوا چرخ تائب	ہوے تخم خشخاش انجم بھی غائب
چُننے مرغ زرین نے دانے کی صورت	نہ مردکی دنیا سے حب کواکب

راحت صاحب مثنوی نلدمن اُردو

مثل کہتے ہین یہ اُستاد کامل	کہ دیوانہ بکار خویش عاقل

میر سوز

اہل ایمان سوز کو کہتے ہین کافر ہوگیا	آہ یارب راز دل اُن پہ بھی ظاہر ہوگیا

اسعید

عجب کیا ہے اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون	کسی زہرہ شمائل کی ذقن پر دل سے مائل ہون

ناسخ

آج دعوے اُسکی یکتائی کا باطل ہوگیا	سجدہ کرنے کو جو آئینہ مقابل ہوگیا

فائدہ۔ حرف تاسیس کا عربی مین ہونا ضرور بلکہ واجبات سے ہے۔

دخیل کا بیان

یہ وہی حرف متحرک ہے جو تاسیس اور ردی کے درمیان حائل ہوتا ہے جیسے ہاے ہ
اور قاف جاہل اور عاقل مین اور واو اور کاف اور اور جا کر مین اور ہاے ہوز اور فا تساہل
اور تغافل مین اور ایک شعر مین اگر حرف دخیل مختلف ہو تو کچھ قباحت نہین اس کی موافقت
مستحسن ہے نہ واجب مثلاً شامل و کامل و اصل و فاصل عاقل و ناقل نسیم دہلوی جلد اول
الف لیلے مین کہتے ہین۔

وہ بولی وہ قلندر یون ہے ناقل	کہ جب سب چلے وہ مرد عاقل
طلب کی دل سے ہر اک سے اجازت	سو واکر چلیے اب نہین اتنی تمازت
تمنائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی	فقط ہی ملک عدم جان واصل ہوئی

انیس

ناخن تھے یہ تو سے جو بالاے انامل	سو قید مین بڑھ بڑھ کے ہو وہ یہ کلل
اعضا مین عوض خون کے حرارت ہوئی شامل	تھی ضعف کی تصویر وہ دُکھ درد کی حامل

نواب یوسف علی خان ناظم

جو لوگ میسر فیض کے ہین سائر	ہوتے ہین قبور اوصیا کے زائر
خورشید کو جس طرح سے ہو سیر بروج	حق بارہ اماموں مین ہی یون ہی دائر

ترا ب کی ساری غزل اسی قبیل سے ہے۔ ع

شریعت پہ ہو جسکی خوب استقامت	وہ کیونکر نہو اہل کشف و کرامت
یہی دونون کام آتے ہین عاقبت مین	رہین دین و ایمان اپنے سلامت

انکی یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہے۔ ع

یا الٰہی بانکی صورت پر کوئی مائل نہ ہو	زخمی تلوار ہوا برو کا پر گھائل نہ ہو
روے جانان دیکھکر مہتاب کا ہو رنگ زرد	زلف کالی گورے مکھڑے پر اگر حائل نہ ہو

مولوی محمد اسمٰعیل

اک قطرہ جو تھا بڑا دلاور	دریاے محیط کا شناور

مولف نے ایک غزل کہی ہی جسکے ہر قافیے مین حرف تاسیس کے لانے کا التزام کیا ہی اور حرف دخیل کی موافقت کا بھی التزام رکھا ہے یہ اشعار اسی غزل کے ہین۔ ع

صاف سینہ ہی غضب تو نکیلی پستان	طرفہ تر کرتی ہے محرم کی سادھی نئی
پانی ہو جاے نہ کیون رشک سے سونے کی جھری	چشم خونبار کی بھی یہ مہاوٹ ہے نئی

اُن حرفون کا بیان جو بعد حرف روی کے آتے ہین

اور زائد ہوتے ہین

اول وصل یہ حرف بعد روی کے بلا فاصلہ آتا ہے اور اگر سوا حرف وصل کے کوئی اور حرف خروج و مزید وغیرہ نہ ملا ہو تو یہ حرف وصل روی کو متحرک کر دیتا ہے اور خود ساکن ہو جاتا ہے

ورنہ قاعدہ کلیہ نہین متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی رہتا ہے اگر یہ حرف حذف کردیا جا- تب بھی کلمہ بامعنی باقی رہتا ہے بخلاف روی کے کہ اگر اسکو دُور کردین تو کلمہ مہمل و بے معنے ہوجائیگا جیسے نپٹ اور لپیٹ مین تاے ثقیل کے دُور کرنے سے لفظ بے معنے ہوجائےگا مثال وصل کی بیقراری غفلت شعاری موڑا چھوڑا وغیرہ-

امانت

رکھے محفوظ خدا عشق کی بیماری سے	موت بہتر ہی مین دل کی گرفتاری سے

لفظ سے ردیف اور یاے تحتانی وصل در راے مہملہ حرف روی ہے -

سودا

ہمیشہ جون رگ تاک بُریدہ	ہو آنسو تا سر مژگان رسیدہ

میر

نہ گئے دست دے ہم آغوشی	ہم سری ہم کناری ہم دوشی

ولہ

بوسہ اُس بُت کا لیکے منہ موڑا	بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا

ہوس

گھر بار سے تونے منہ کو موڑا	کیا جی مین ٹھنی جو سب کو چھوڑا

دونون شعرون مین راے ثقیل روی ہی اور الف حرف وصل-

نعیم

مین نے دشمن سے دوستداری کی	اپنے ہاتھون سے اپنی خواری کی

ولہ

داد پائی نہ یہان کسی فریادی نے	گھر دیے گھر کئی ویران تری بیدادی نے

دوسرا خروج یہ حرف بلا فاصلہ حرف وصل کے بعد آتا ہی جیسے آنا اور جانا کہ آ اور جا کا الف ساکن روی ہی اور نون حرف وصل در اُسکے بعد کا الف خروج-

مذاق

آج آتے ہین وہ کچھ آنکھو نہین فرماتے ہوے	سحر از اعجاز پردے مین دکھلاتے ہوے

فرماتے اور دکھلاتے مین الف حرف روی ہے اور حرف تا وصل اور یاے تحتانی خروج اور

لفظ ہوے ردیف۔

میر

جو اس شور سے میر روتا رہے گا — تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

روتا اور سوتا مین واو حرف روی اور تے حرف وصل و رالف خروج ہی اور ہوگا ردیف ہی۔

ولہ

مژگان لڑتے ہین ایک دو لاتین — سیکڑون ان سفیہون کی باتین

لاتین اور باتین مین تاے فوقانی روی اور یاے تحتانی وصل ور نون خروج۔

ولہ

خون جگر ہو بہنے لاگا — پلکون ہی پر رہنے لاگا

بہنے اور رہنے مین ہا ردی ہے اور نون وصل اور یا خروج۔

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین — دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوستین ہونگی — اشک تر کی تراوشین ہونگی

حالی

دیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا — دل مین کانٹا سا اک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین کاف حرف روی ہی اور تاے فوقانی حرف وصل اور الف خروج۔

ایسر

پروا تیغ زبان کو سجنے کی نہین — حاجت طبل سخن کو بجنے کی نہین

دربار ہے ابر طبع لیکن ہون خموش — عادت ہے برسنے کی گرجنے کی نہین

مولانا یوسف عروضی نے خروج کا ذکر نہین کیا لہذا محقق طوسی نے اُنکی اتباع سے فرمایا ہی کہ درست ہے کہ خروج فارسی مین نہین ہے کیونکہ حرف وصل متحرک نہین ہوتا مولوی صہبائی کہتے ہین کہ مولانا یوسف عروضی نے حرف خروج کو حرف وصل مین شمار کیا ہے جس طرح جمہور متاخرین حرف بعد از نائرہ کو نائرہ کہتے ہین۔

تیسرا مزید یہ حرف بعد خروج کے بلا فاصلہ آتا ہے جیسے کہے گا اور رہے گا مین ہاے ہوز

حرف روی اور یاے تحتانی حرف وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید ہے۔

انیس

پیارے تو اسی خاک پہ گھوڑے سے گریگا
ہے ہے یہین خنجر تری گردن پہ پھریگا

گریگا اور پھریگا مین راے مہملہ روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید

میر حسن

کدھر سے تم آئے کہان جاؤ گے
دیا اپنی ہمیں بھی فرماؤ گے

جاؤگے اور فرماؤگے مین الف روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید

ولہ

کہا ہم ہین مشتاق کچھ گائیے
سمان ہین کا ہمکو دکھلائیے

گائیے اور دکھلائیے مین الف روی ہے اور ہمزہ وصل اور یاے تحتانی متحرک خروج اور یاے تحتانی ساکن مزید۔

سودا

بولے مرزا برا نہ مانو گے
اپنا استاد مجھکو جانوگے

مانوگے اور جانوگے مین نون روی ہے اور واو وصل اور کاف فارسی خروج اور یاے تحتانی مزید۔

ولہ

پر اب اس جا سے کیونکہ جاؤن
بھلا وان جاکے منھ کسکو دکھاؤن

جاؤن اور دکھاؤن مین الف روی ہے اور ہمزہ مضموم وصل اور واو ساکن خروج اور نون مزید۔

ولہ

تری مہندی کو مین ململ کے دھوؤن
تری کلفت کو سرتا پا ہی [illegible] ؤن

[illegible] اور [illegible] ؤن مین واو اول روی ہے اور ہمزہ [illegible]م وصل اور واو ثانی خروج اور نون مزید ہے۔

منشی

ہوے حملہ آور جو تورانیان
تو پہونچے ادھر سے بھی ایرانیان

تورانیان اور ایرانیان مین پہلا نون روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور الف خروج اور نون ثانی مزید ہے۔

حسن

کھون کیا مین اُس اسپ کی خوبیان	پرندون مین سب ہون یہ محبوبیان

سودا

بلبل چمن مین کسکی یہ ہین بدشرابیان	ٹوٹی پڑی ہین غنچون کی ساری گلابیان

میر تقی

تلوار غرق خون مین آنکھین گلابیان ہین	دیکھین تو تیری کب تک یہ بیحجابیان ہین

ان تینون شعرون مین باے موحدہ حرف روی یاے تحتانی وصل الف خروج نون مزید ہے۔

چوتھا نائرہ۔ یہ بعد مزید کے بلافاصلہ آتا ہے جیسے کھونگا اور رہونگا کہ یہان واو حرف وصل اور نون خروج اور گاف مزید اور الف نائرہ ہے۔

دبیر

ہم انکو نہ چھوڑینگے ہمین چھوڑینگے عباس	تم پوچھ لو بابا سے کہ توڑینگے عباس

راے ثقیل حرف روی ہے اور یاے تحتانی اول وصل نون مزید کاف فارسی خروج یاے ثانی نائرہ ہے۔

ولہ

پرسش مین اماموں کی علی جیلے رہینگے	قائل جو ہمارے ہین یہ وہ آپ کہینگے

رہینگے اور کہینگے مین حروف ہا روی یاے تحتانی وصل نون خروج کاف فارسی مزید یاے آخر نائرہ۔

انیس

تارِ زندان مین نہ اس طرح گھٹینگے	یوسف تو چھٹے قید سے لیا ہم نہ چھٹینگے

گھٹینگے اور چھٹینگے مین تاے ہندی روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یاے آخر نائرہ۔

ولہ

ان باغیونکے زور کو دم بھر مین توڑینگے	ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے مین راے ہندی روی ہے اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور یاے آخر نائرہ۔

سودا

چارہ گر ڈھونڈھے جب یہ جاوے گا	توشہ کی روٹی کو بھی کھاوے گا

الف جاویگا اور کھاویگا مین روی ہی اور واو حرف وصل اور یاے تحتانی مزید اور گاف خروج اور الف آخر کا نائرہ۔

میر

ناچار ہم تو تجھ بن جی مار کر رہینگے	پر اس روش کو تیری یہ لوگ کیا کہینگے

مولوی امام بخش صہبائی نے لکھا ہے کہ ان چار حرفون مین سے بجز حرف وصل کے اور کوئی حرف اشعار اُردو مین واقع نہین ہوتا اور وہ بھی اغلب کہ اُنھی الفاظ مین ہوتا ہے جو فارسی ہین جیسے خفتہ اور نہفتہ مین تے حرف روی ہے اور ہا حرف وصل مگر یہ قول تحقیق کے خلاف ہے مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین ثابت کیا ہے کہ زبان ہندی مین بھی چارون حرف زائد آتے ہین اور اسی پر محققین کا اتفاق ہے چنانچہ اساتذہ کے کلام مین دیکھا گیا ہے اور اوپر کی مثالون سے واضح ہوا بلکہ نائرے کے سوا ایک دو حرف اور بھی آتے ہین لیکن قافیہ کی فرع یہی چارون حرف ہین اور وہ حرف زائد نائرے کی فرع ہین اور بقول خواجہ نصیر الدین طوسی یہ حروف داخل ردیف ہین خواہ کلمہ مستقل ہو یا غیر مستقل (مثال ایک حرف زائد کی) جلاوے گا اور گلاوے گا مین جل اور گل صیغہ امر لازم ہے اور الف کی زیادتی سے متعدی ہو گیا پس لام روی ہے اور الف وصل اور واو خروج اور یاے تحتانی مزید اور کاف فارسی نائرہ کی فرع ہے۔

عبد الرسول نثار

ہاتھ سے ان جامہ زیبون کے نکل جاوینگے ہم	یہ گریبان دامن صحرا کو دکھلاوینگے ہم

سودا

کیا ترے بعد کرکے کھاوین گے	جبکہ کسب اپنا بھول جاوین گے

میر حسن

بہت آپ اُس سے اُٹھاینگے حظ	بہت ہین سے اُسکی پاینگے حظ

میر تقی

نور نظر کو کھو کے مین سوؤن گا دیکھیو	دل بھر رہا ہی خوب ہی روؤنگا دیکھیو

مثال دو حرف زائد کی جلاوینگے اور گلاوینگے الف حرف وصل اور واو خروج اور یاے تحتانی مزید اور نون نائرہ اور کاف فارسی اور یاے تحتانی آخر کی نائرے کی فرع ہین۔

حالی

ہرآفت مین سینہ سپر کرنے والے		فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے	

کرنے والے اور ڈرنیوالے مین رائے مہملہ روی ہے اور نون وصل اور یائے تحتانی خروج اور واؤ مزید اور الف نائرہ اور لام اور یائے آخر نائرے کی فروع -

ایضاً

بہت آگ جیلمون کی سلگانے والے		بہت گھانس کی گٹھریان لانے والے	

اگر کوئی کہے کہ نون غنہ عروضیون کے نزدیک حرف مین داخل نہین ہے توپھر نون غنہ جلاوینگے اور گلاوینگے وغیرہ مین کس طرح محسوب ہوا ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ اہل قافیہ اُن حرفون کو جنکو عروضی تقطیع مین نہین لاتے قافیہ مین معتبر سمجھتے ہین اور اگر ایسا نہوتا توپھر کیون الفاظ سینک اور جھینک اور چاند اور ماند اور اونٹ اور گھونٹ اور جھینک اور چھینک اور چونچ اور کھونچ وغیرہ کو مثال ردف مرکب مین داخل کرتے -

روی کی قسمین

حرف روی جب ساکن ہو جیسے دہن اور دتن مین نون تو اُسکو روی مقید[1] کہتے ہین کیونکہ اُس کا سکون اُسکے لیے ایک قید ہے کہ اُسکو جاری ہونے سے روکتا ہے اور جب حرف وصل سے ملکر متحرک ہو جائے جیسے کرے اور دھرے مین رائے مہملہ متحرک ہے تو اُسکو روی مطلق[2] بولتے ہین کیونکہ اُس مین اطلاق اور روانی ہوتی ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا پس روی مطلق ہو یا مقید دو قسم پر ہے (۱) اگر اسکے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا شامل نہو تو اُس کو روی مجرد[3] کہتے ہین اُن حروف قافیہ مین سے یہ چار حرف ایسے ہین کہ روی کے اول مین آتے ہین - ردف - قید - تاسیس - دخیل اور یہ تین حرف روی متحرک کے آخر مین متصل ہوتے ہین مزید - خروج - نائرہ پس ایسی روی کو جس کے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا نہ آئے ساکن ہونے کی حالت مین روی مقید مجرد کہینگے اور متحرک ہونے کی صورت مین روی مطلق مجرد بولینگے -

---

[1] مفعول ہے تقیید کا ۱۲

[2] مفعول ہے اطلاق کا ۱۲

[3] مفعول ہے تجرید کا ۱۲

روی مقید مجرد کی مثال

بقاء اللہ خان بقا

بہت رات آئی نہ آیا پیارا	ترازو ہوا نیم شب کا ستارا
چھپا منھ کو دامن سے دیتے ہو بوسہ	یہ بوسہ ہے کیسا نہ آدھا نہ سارا

ان اشعار مین رائے مہملہ کے بعد الف روی مجرد ہی کیونکہ یہان روی کے سوا کوئی اور حرف قافیہ کا نہین ہے اور بسبب ساکن ہونیکے روی مقید بھی ہے اسلیے روی مجرد مقید کہینگے۔

شاہ حاتم

[illegible] سب ڈر ہے	شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے

ڈر اور ستمگر مین رائے مہملہ روی مجرد مقید ہے۔

اشرف علیخان فغان

کباب ہوگیا آخر کو کچھ بُرا نہ ہوا	عجب یہ دل ہی جلا تو بھی بے مزا نہ ہوا

بُرا اور بے مزا حرف آخر روی مجرد مقید ہے۔

مصحفی

دعا دینے سے شب میرے وہ ترک تیغ زن بگڑا	سپاہی زادہ کا بھی لہجہ مین دیکھو ہون چلن بگڑا

تیغ زن اور چلن مین نون روی مجرد مقید ہی۔

مثال روی مطلق مجرد

غفلت

کوڑی کوئی ہاتھ پر اس کے دھرے	نوح کی کشتی مین یہ رخنہ کرے

قلق

اُن سے سرگرم دلبری ہوگا	محو شوق ستمگری ہوگا

پہلے شعر مین دھرے اور کرے اور دوسرے مین دلبری اور ستمگری کی رائے مہملہ حرف یائے تحتانی کے ساتھ ملی ہوئی روی مطلق مجرد ہے۔

غلام حسین خان خیال

مژگان کی یہ کاوش نہین ناوک فگنی ہے	ابرو کی اشارت نہین شمشیر زنی ہے

فگنی اور زنی کا نون یا کے ساتھ ملکر روی مطلق مجرد ہی۔

شوق شاگرد سودا

دامن کو تیرے خون نہ رہے بن بھرے ہوے	چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مرے ہوے

بھرے اور مرے مین رائے مہملہ مع یائے تحتانی کے روی مطلق مجرد ہے۔

(۲) اگر کوئی حرف قافیہ کا اول یا آخر مین شامل ہو تو روی کو اُسکے ساتھ منسوب کر دیتے ہین جسکی تفصیل یہ ہے۔

(الف) مقید مردف یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف ردف ہو اور مردف مفعول کا صیغہ ہے ارداف سے۔

مشیر

پہچان کے زینب کی صدا کو بدل زار	دوڑا سوے ہمشیر یداللہ کا دلدار

اس شعر مین زار اور دلدار کی رائے مہملہ روی مقید مع ردف ہے۔

محبت

ہوتا ہے ا[illegible] حاصل سب کام محبت کا	دے اُس کو خداوندا تو جام محبت کا

کام اور جام مین میم روی مقید مع ردف کے ہی اور محبت کا ردیف ہے۔

آتش

پری پسند طبیعت یہ ہے نہ حور پسند	تمھارے بندے ہین ہم کو ہین حضور پسند

رائے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہی اور پسند ردیف ہے۔

جرأت

ای جنون آباد رہیو تو کہ وحشت نے مری ہمکو بھی جرأت کے مرنیکا بڑا افسوس ہے	بعد مجنون پھر لبایا خانۂ زنجیر کو کی بہت تدبیر لیکن کیا کرین تقدیر کو

ان اشعار مین رائے مہملہ روی مقید مع ردف کے ہی اور کو ردیف ہے۔ اور حرف قید بھی اس مین داخل ہے مثلاً۔

بقاء اللہ خان بقا

مژگان ترکے تیچے یون دل کا لخت دم لے	جون آنکر مسافر زیر درخت دم لے

لخت اور درخت مین تاے فوقانی روی مقید مع قید کے ہے اور دم لے ردیف۔

رافت

وہ گردن کا موتی صراحی کی شکل ثا	چھٹے جسکے نظارے سے شرب واکل

شکل واکل مین لام روی مقید مع قید کے ہے۔

انیس

کھچ کھچ کے جاے ساری زراعت مین آب نہر	محروم ابن ساقی کوثر یہ کیا ہے قہر
اُس مین یہ نہر بھی ہر جو ہے فاطمہ کا مہر	شہرہ ہی تازیون کی تواضع کا شہر شہر

نہر اور قہر اور مہر اور شہر مین راے مہملہ روی مقید مع قید کے ہی۔

قلندر

طالب نہین ہون دین کا دنیا پرست ہون	عاشق ہون درد کش ہون قلندر ہون مست ہون

تاے فوقانی روی مقید مع قید کے ہی اور ہون ردیف ہی۔

مومن

اب پریشان ہون مین خاطر جمع	رات دن تاب مہر و شعلۂ شمع

جمع اور شمع مین عین روی مقید مع قید کے ہے۔

محبت

گرپا دسوز دل کو مرے کھینچی ایک آہ	دیکھا جو اُسنے شمع پہ جلتے پتنگ رات
شب تیری خوب کھائین محبت نے گالیان	کیا کہیے اُس کا جاتا رہا عار و ننگ رات

پتنگ اور ننگ مین کاف فارسی روی مقید مع قید کے ہے اور رات ردیف ہی۔

(ب) مقید موسس یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف تاسیس و دخیل ہو مثلاً۔

ہوس

تھا عشق سے یہ کچھ اُسکو حاصل	تھا چارہ عاشقان پہ مائل

اس شعر مین حاصل اور مائل مین لام روی مقید مع تاسیس و دخیل کے ہی۔

انیس

وہ شان وہ شوکت وہ شکوہ وہ جلالت	چھپتے ہین کہین جوہر شمشیر اصالت
طینت مین کرم طبع مین انصاف و عدالت	اقبال علے شان شہنشاہ رسالت

چارون مصرعون مین تاے فوقانی ردی مقید مع تاسیس و دخیل کے ہے۔

(ح) مطلق مردف موصول غیر مخرج یعنے روی متحرک کے ساتھ ردف و وصل ہو مگر حرف خروج نہ ہو

فغان

مبتلاے عشق کو اے ہمدمان شادی کہان	آ گئے اب تو گرفتاری مین آزادی کہان
کاش آ جاے قیامت اور کے دیوان حشر	وہ فغان جو ہے گریبان چاک فریادی کہان

شادی اور آزادی اور فریادی مین دال روی مطلق ہے اور یاے تحتانی اور دال کے قبل الف ردف۔

داغ

دشمنون سے دوستی غیرون سے یاری چاہیے	خاک کے پتلے ہے تو خاکساری چاہیے

اس مین بھی وہی صورت ہے۔

مومن

اک غلو ہوش پہ بیہوشی کا	عالم اک اپنی فراموشی کا

شین بیہوشی اور فراموشی مین روی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے آخر وصل ہے۔

بیدار

رشتۂ دوستی اور دن سے جو چاہون ٹوٹے	پر کوئی بات ہی تجھ سے مری اُلفت چھوٹے
مجھکو ہر روز یہی خوف ہے اے طفل مزاج	شیشۂ دل نہ کہین ہاتھ سے تیرے پھوٹے

ٹوٹے اور چھوٹے اور پھوٹے مین تاے ثقیل روی مطلق مع ردف کے ہے اور یاے تحتانی وصل

محشر

نرگس کی طرح شوق مین سب تن مین دیدہ ہون	حیرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون
قمری کی طرح طوق بگردن ہے دل مرا	ان خوش قدون کا بندۂ بے زر خریدہ ہون

دیدہ اور دریدہ اور خریدہ مین دال آخری روی مطلق ہے اور یاے تحتانی ردف اور ہا آخر وصل۔

انشا

تھی جو دریا کے گرد کی ریتی	واں ہوئی زعفران کی کھیتی

ریتی اور کھیتی مین تاے فوقانی روی مطلق ہے اور ماقبل کی یاے تحتانی مجہول ردف اور آخر کی یاے معروف وصل۔

خوشتر

نہ دکھلائے خدا رنج غریبی	کہ ہے رہنا وطن کا خوش نصیبی

غریبی اور نصیبی مین باے موحدہ روی مطلق ہی اور اُسکے ماقبل کی یاے معروف ردف ہے اور آخر کی یاے معروف وصل اور حرف قید بھی ردف کے شمار مین ہی۔

مومن

تکلیف کُن سیاہ مستی	مفتی طریق مے پرستی

مستی اور مے پرستی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہی اور یاے تحتانی حرف وصل۔

خوشتر

برادر کی یہی ہے نیک بختی	رہے پیش برادر وقت سختی

نیک بختی اور سختی مین تاے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہی اور یاے تحتانی حرف وصل۔

تسلیم

ران کے پائچے مین نیرنگی	بادہ بردار شوخی و شنگی

نیرنگی اور شنگی مین کاف فارسی روی مطلق مع قید کے ہی اور یاے تحتانی وصل۔

(د) مطلق مردف موصول مخرج یعنے حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ بھی ہون مثلاً۔

سودا

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین	دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

راتین اور باتین مین الف ردف ہی اور تاے فوقانی روی مطلق اور یاے تحتانی وصل اور نون خروج

امیر حسن

کہون کیا مین اُس اسپ کی خوبیان	پرندون مین کب ہون یہ محبوبیان

خوبیان اور محبوبیان مین واو ردف ہے اور باے موحدہ روی مطلق اور یاے تحتانی حرف وصل اور الف خروج اور نون مزید۔

سودا

جھینکنا جاڑے کا جو ... ہین	اک سخن ہے تو لاکھ جھینکلین ہین

دونون مصرعون کے قافیون مین یائے معروف ردف اصلی ہے اور نون ردف زائد اور کاف حرف روی مطلق یائے تحتانی دوم حرف وصل اور نون خروج۔

سودا

بلبل چمن مین کسکی یہ ہین بد شرابیان	ٹوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان

شرابیان اور گلابیان مین بائے موحدہ روی مطلق ہے اور اُسکے ماقبل الف ردف اور یائے تحتانی وصل اور الف و نون خروج و مزید۔

انیس

ان باغیونکے زور کو دم بھر مین توڑینگے	ہم سایۂ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے

توڑینگے اور چھوڑینگے مین واو ساکن ردف ہے اور رائے ہندی روی مطلق اور یائے تحتانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی مزید اور آخر کی یا نائرہ۔

تسلیم

بات بگڑی ہوئی سنوارونگی	اڑی چوٹی یہ جان وارونگی

سنوارونگی اور وارونگی مین الف حرف ردف ہے اور رائے مہملہ روی مطلق اور واو حرف وصل اور نون خروج اور کاف مزید اور یائے تحتانی نائرہ۔

(۵) مطلق موسس موصول غیر مخرج۔

نگار

کہا یوسف نے یہ بے حاصلی ہے	تری یہ آرزو سب جاہلی ہے

حاصلی اور جاہلی مین الف تاسیس ہے اور صاد و ہا دخیل اور لام روی مطلق اور یائے تحتانی وصل

(۶) مطلق موسس موصول مخرج یعنی حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ دوسرے حروف بھی آئین جیسے

تسلیم

ناخن غم کی کاوشین ہونگی	اشک ترکی تراوشین ہونگی

کاوشین اور تراوشین مین الف تاسیس ہے اور واو دخیل اور شین روی مطلق اور یائے تحتانی وصل اور نون خروج۔

تنبیہ قافیہ کے باعتبار حرفون کے یہ نام ہے۔
اگر قافیہ مین ردی کے ساتھ کوئی اور حرف جمع نہو ردی تنہا ہو تو اُسے **قافیہ مجردہ** کہتے ہین اور
اگر ردی کے ساتھ کوئی اور حرف بھی قافیہ کا شامل ہو تو دیکھنا چاہیے کہ یہ حرف اُن حروف مین
سے ہی جو ردی کے قبل آتے ہین یا اُن حروف مین سے ہے جو اُسکے بعد آتے ہین پس اگر اُن حروف
مین سے ہے جو ردی سے پہلے واقع ہوتے ہین تو ایسے قافیہ کو **قافیہ مردفہ** اور **قافیہ موسسہ** کہتے ہین
اور اگر اُن حروف مین سے ہے جو ردی کے بعد آتے ہین تو ایسے قافیہ کو **قافیہ موصولہ** بولتے ہین جو
قافیہ حرف قید کے ساتھ ہو اُسکو بھی قافیہ مردفہ کہتے ہین کیونکہ قید بھی ردف کے قبیل سے ہی اور جو قافیہ
دخیل کے ساتھ ہو اسکو بھی موسسہ کہتے ہین اسی طرح جو قافیہ خروج اور مزید اور نائرہ کے ساتھ ہو
اُسکا نام بھی موصولہ ہے اور جس قافیے مین ردی ساکن ہو اُسے **قافیہ مقیدہ** کہتے ہین اور اگر ردی
متحرک ہو تو **قافیہ مطلقہ** کہتے ہین خواجہ نصیر الدین طوسی رسالۂ معیار الاشعار مین لکھتے ہین کہ جو کچھ
وصل کے بعد ہو وہ ردیف ہے خواہ مستقل ہو خواہ غیر مستقل اور جمہور کا مذہب یہ ہی کہ جو کچھ ردی کے
بعد آئے اگر مستقل نہو ردیف نہین ہے۔

استعمال قافیہ کی صورتین

قافیہ جو اُن حرفونکی ہئیت مجموعی سے مراد ہے جن کا ذکر اوپر ہوا تین حال سے خالی نہین۔
(۱) یا الفاظ اور معنی دونون مین مختلف ہوگا جیسے درد اور زرد وغیرہ۔

میر

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا	اب جس جگہ ہی داغ یہان پہلے درد تھا
عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبط عشق کے	دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

داغ

یہ اہل کبر مٹے یادگار تک نہ رہا	مکان کیسے کسی کا مزار تک نہ رہا
ہوا سے تند نے کیسا غضب کیا بس گ	کہ اُس گلی مین ہمارا غبار تک نہ رہا

داغ

اب بھی گر پڑ کے ضعف سے نالے	ساتوان آسمان لیتے ہین
مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی	آیئے امتحان لیتے ہین

(۲) یا فقط معنی مین مختلف ہو اور الفاظ مین متفق اور یہ صنائع مین شمار کیا جاتا ہی۔

غنیم

اِک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے لیے طلق ۔۔۔ دیوان شاعرون کے نظر سے رہے بہ طاق
ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی ہی طاق ۔۔۔ ہر چند ابھی نہ آئی ہی فہمید جفت و طاق

وجیہ

تسلین درد دل کو نا آج ہو نہ کل ہو ۔۔۔ بے یار بیکلی ہے وہ ہی ملے تو کل ہو

جرأت

حسرت مین مر گئے ہم ہمدم تلک نہ پہونچے ۔۔۔ دم ہم تلک نہ پہونچا ہم دم تلک نہ پہونچے

غالب

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال ۔۔۔ ہی لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال ۔۔۔ ہی دولت و دین و دانش و داد کی دال

بیدار نے ایک غزل لکھی ہے اور اُس مین لفظ قافیہ مع التجنیس کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔

کون ہے بازار خوبی مین ترے ہم سنگ ہے ۔۔۔ حُسن کی میزان مین تیرے مہر و مہ پا سنگ ہے
مین جو دیوانہ ہوا سرخیل ارباب جنون ۔۔۔ ہاتھ مین تھر لیے ہر طفل میرے سنگ ہے
جاے تکیہ عاشقون کا جائمن ہر وقت خواب ۔۔۔ زیر سر کوچے مین تیرے خشت ہی یا سنگ ہے

حسرت کی غزل مین قافیہ لفظ دم ہی مگر معنے مین تغائر ہے۔

کٹ نہین چکتی شب غم اور کوئی ہمدم نہین ۔۔۔ یا یہ شب ہی سخت دل یا صبح تجھہ مین دم نہین
جو لچک داری پڑھانے مین تری ابرو کے ہی ۔۔۔ سچ کہون قاصد کسی شمشیر مین یہ دم نہین
دم مجھے دیتا ہی تو یعنی ترا ہون آشنا ۔۔۔ غیر سے پھر لوٹنا کیون ہی اگر یہ دم نہین

قلق

کچھ پتہ ملتا نہین عشق ذقن کی چاہ کا ۔۔۔ پانی نا پایا آشنا یون نے بہت اس چاہ کا

راقم الحروف نے بھی ایک غزل اسی صنعت مین لکھی ہی چنانچہ اُسکا مطلع یہ ہے۔

کس مصور نے بھرا ہی لب مین تیرے رنگ ہے ۔۔۔ آفرین ہی اسکو اور صنعت کو اُسکی رنگ ہے
جب سے تیرے حُسن کی روشن ہوئی ہی ماہتاب ۔۔۔ رُخ سے خوبان دو عالم کے پریدہ رنگ ہے

برق

سینہ داغون سے رشک باغ ہوا	جسنے دیکھا وہ باغ باغ ہوا

(۳) قافیہ لفظون مین متغائر ہو اور معنے مین متفق ہو جیسے سرد اور برد بمعنے سرد اور قرآن و فرقان اور زاغ اور کلاغ اور عجائب و غرائب۔

تپش

جلانا تھا مردے کو عیسےٰ نمط +	تھا اعجاز اُس کا مسیحا نمط

مذاق

واعظ بتون کے آگے نہ قرآن نکالیے	صورت سے اُنکی معنی فرقان نکالیے

مسر

جگر کیا ہی پرزن ہلوا اس بن مین زاغ	یہ زہرہ نہین رکھتے کہ دیکھے [illegible]اغ

اشرف بیگ خان اشرف

اسی اُمید پہ کیا کیا ہے پروتا گوہر	اسی اُمید پہ اپنا ہے دکھاتا جوہر

یہ بھی معلوم ہو کہ جہان ردیف نہین ہوتی وہان قافیہ آخر مین ہوتا ہے کیونکہ اسکے لغوی معنی پیچھے آنے والے کے ہین مثال اسکی۔

الفت

صبح دم مین نے جو لی بستر گل پر کروٹ	جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اُچٹ

اس مین قافیہ آخر مین ہے۔

رد

ہر طرح زمانے کے ہاتھون مین ستم دیدہ
گر دل ہو تو آزردہ خاطر ہو تو رنجیدہ

حسرت

ہوش جسکا ہے [illegible]	سمجھے بن بوے نہ ہرگز رسکھے گو نطق کلیم
مقتضائے بشریت ہی زبس سہو و خطا	منفعل سہو پر اپنے ہو بہت طبع سلیم
داد حق گرچہ ہے شیری و معنے سخن	فن وے لے شعر کا آتا نہین ہے بے تعلیم

علم کتنے ہین کہ اس فن کے تئین لازم ہین	ورنہ بے علم کا احوال ہے مانند سقیم
نغز کشین لاکھ جگہ یاد ے زبان شاعر کی	جب تلک صحت الفاظ سے ہووے وہ علیم
فن مہمل نہین یہ اس ہین جو لکھے واہی	رکھتے تھے پاس بلاغت وہ جو شاعر تھے قدیم

اور اگر بعد قافیہ کے ردیف بھی ہو تو قافیہ حکم آخیر مین ہوتا ہے مثال اسکی۔

نصراللہ خان سلطان

اُس لب سے کیا لعل نے جب رنگ برابر	دیکھا تو نہین اُسکے یہ پاسنگ برابر

اس مین قافیہ حکم آخر مین کیا جاتا ہی اور ردیف آخر مین ہی۔

غالب

دھوتا ہون جب مین پینے کو اس سیم تن کے پانون	رکھتا ہی ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانون

الغرض قافیہ الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر واقع ہوتا ہی اور مستقل نہین ہوتا یعنی بغیر ملائے دوسرے لفظ کے نہین آتا کیونکہ مستقل ہونا ردیف کے واسطے لازم ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا مثلاً۔

انیس

خورشید نے جو رخ سے اٹھائی نقاب شب	در کھل گیا سحر کا ہوا بند باب شب

اس شعر مین نقاب و رباب کے اندر بائے موحدہ اور الف قافیہ ہی اور یہ دونون علٰحدہ نہین آسکتے ہے دونون نقاب اور باب کے ضمن مین آئے ہین۔

آتش

امانت کی طرح رکھا زمین نے روز محشر تک	نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا
لگے منھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب	زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

ان اشعار مین کفن اور دہن سے نون قافیہ ہین اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے نہین آسکتے۔

ذوق

رکھتا بہر قدم ہے وہ یہ ہوش نقش پا	ہو خاک عاشقان نہ ہم آغوش نقش پا

اس شعر مین ہوش اور آغوش کے اندر واو اور شین قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین یعنی دوسرے حروف کے ساتھ آتے ہین۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

اونچا نیست کا اپنی زینہ رکھنا	احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر	لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

اس رباعی مین زینہ اور سینہ اور کینہ کا حرف آخر قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے یعنے تنہا استعمل نہین ہو سکتا۔

وزیر

عبث چھوا ترے گیسوے عنبرین کا سانپ	ہوا ہے ہاتھ مرا میری آستین کا سانپ

عنبرین اور آستین مین یاے تحتانی اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہین کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دے سکتے۔

آغا علیخان مہر

ترے منھ کی کنہ پاے نہین ایسا منھ کسی کا	ترے پانونکی صفت ہو کسے طاقت بیان ہے
ترے منھ کے آگے بالکل نہین قدر سوسن و گل	وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان ہے

ان اشعار مین الف اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہی۔

الموی

درد الفت کا ان آنکھو نمین اثر تھا کہ نہ تھا	قطرۂ اشک ہمارا بھی گہر تھا کہ نہ تھا
تو ہی کہدے کہ کف پاے بت غیرت مہر	حسن خوبی مین فزون تجھسے قمر تھا کہ نہ تھا
جبہ سا جبکہ نہ تھے ہمتو یہ تم ہی کہدو	سجدہ گاہ دوجہان آپ کا در تھا کہ نہ تھا
چیر سینے کو مرے ہو کے خفا یون بولا	اس سیہ بخت کے پہلو مین جگر تھا کہ نہ تھا

ان اشعار مین راے مہملہ قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہے کہ بغیر ملے اور الفاظ سے تنہا کام نہین دے سکتا۔

میر

کہین اودھر یہ شیر جاتا تھا	پھیرتا منھ پہ نیچے آتا تھا

جاتا اور آتا مین تین تین حرف پچھلے قافیہ ہین یعنے دو دو الف ساکن اور ایک ایک تاے فوقانی مفتوح قافیہ مین شمار پاتے ہین مگر غیر مستقل ہین۔

گھر تے آئے داغ سیاہی	ولہ	کام جگر کا کرنی تباہی

سیاہی اور تباہی مین الف ساکن اور ہاے ہوز اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہے کہ تنہا مستعمل نہین ہو سکتے۔

ولہ

شب و روز فریاد کرنا اُسے	کئی بار اک دم مین مرنا اُسے

کرنا اور مرنا مین راے مہملہ اور نون والف قافیہ ہے اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے استعمال مین نہین آسکتے۔

امیر مینائی

ہماری بیخودی تمہید ہی تیرے نمایش کی	مٹا کر نقش ہم اپنا ترا نقشہ جماتے ہین
امیر افسردہ ہو کر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے	وہ میلے ہمکو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

جماتے اور آتے مین الف اور تاے فوقانی اور یاے تحتانی قافیہ ہین اور ظاہر ہی کہ بغیر ملے دوسرے حروف کے قابل استعمال نہین۔

ولہ

ہٹاؤ آئینہ ہمکو بھی دیکھنے دو گے	کہ خود ہی دیکھو گے حسن اپنی خود نمائی کا
بہار آئی ہے پھر خیر ہو خداوندا	جنون کے ہاتھو نہین دامن ہی پارسائی کا

خود نمائی اور پارسائی مین الف ساکن مع یاے مصدری اور ہمزہ کے قافیہ ہے اور اس مین یہ صلاحیت نہین کہ بے ضم ضمیمہ کے آسکے یاے مصدری پر ہمزہ کے ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب یاے مصدری یا یاے نسبت ایسے کلمے کے آخر مین آتی ہین جس کے مابعد کا حرف الف مدہ ہوتا ہے تو اُنکے الحاق کے وقت ایک ہمزہ ان سے پہلے بڑھا دیتے ہین۔

قافیہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام کلمہ تمام کلمے کے مقابل آتا ہے جیسے عاقل اور کامل۔

امانت

شل ہاروت اسیر چہ بابل ہو	دل گرفتار جبینوں پہ نہ مائل ہووے

مومن

دیکھی جو ادھر سے یون لگاوٹ	سمجھا نہ کہ سب یہ ہے بناوٹ

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جزو کلمہ ایک کلمہ مستقل کے مقابل آتا ہے جیسے قل عاقل کا دل کے مقابل مین۔

محمد علی خان عرف آغا حیدر

مین تو قائل ہوں عشق کامل کا — مرتبہ اور ہو گیا دل کا

سودا

آوے جو کھینچ سامنے تلوار — جب تلک پہونچے اُسکا اُس تک وار

نثر مثنوی مین دو قافیون کے سوا گنجایش نہین اسلیے کہ مثنوی مین ہر بیت جداگانہ ہوتی ہے
اور نثر مین دو فقرون سے زیادہ تلت کے ساتھ حاصل ہوتے ہین مگر اسکو نظم مین **قافیہ** اور نثر مین
سجع کہتے ہین اور باعتبار اس لفظ کے نظم کو **مقفے** اور نثر کو **مسجع** کہا جاتا ہے اور قرآن شریف
کی آیتون مین **فاصلہ** بولتے ہین اخفش کے نزدیک بیت کے آخر کا تمام کلمہ قافیہ مین داخل ہے۔
شرح خزرجیہ مین ملا غلام نقش بند نے لکھا ہے کہ قافیہ دو طور پر ہوتا ہے۔ (۱) اصلی اور
وہ یہ ہے کہ لفظ مفرد ہو جس کے اجزا ہو سکین جیسے۔

ذوق

تا بزبان زود ہو مین ہو فلسفی کا یہ کلام — ہے پئے افلاک ثابت نفی خرق والتیام

[illegible] معنے نہین ہو سکتے۔ (۲) معمولہ اور وہ یہ ہے کہ مرکب ہا
جیسے۔

امانت

پانون آخر کو مرا در تری پیشانی ہے — جو مین کہتا ہون وہ اک دن ترے پیش آنی تہا

دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتون کے بیان مین

قافیہ کی حرکتین چھہ قسم پر ہین۔ توجیہ۔ مجرے۔ رس۔ اشباع۔ حذو۔ نفاذ۔

بیان توجیہ

توجیہ بفتح تاے فوقانی وسکون واو وکسر جیم تازی وسکون یاے تحتانی معروف وہاے ہوز ردی کے
ماقبل کی حرکت کو کہتے ہین بشرطیکہ ردی ساکن ہو جیسے دہن اور ذقن مین حرکت ہاے ہوز اور قاف کی مثال

صادق عظیم آبادی

وہ ہی عرق سے یار کے چاہ ذقن مین آب — دیکھے تو خضر کے بھی بھر آئے دہن مین آب

آصف الدولہ

تری تیغ جب ہم علم دیکھتے ہین
وہین سر کو اپنے قلم دیکھتے ہین
جو جلوہ صنم تجھ مین ہم دیکھتے ہین
خدا کی خدائی مین کم دیکھتے ہین
گذرتے ہین سو سو خیال اپنے دل مین
کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہین

ان اشعار مین میم حرف روی ہے اور اُسکے ماقبل کے حروف کی حرکتون کا نام توجیہ ہے اور وہ فتح ہے

میر ابر علی اختر

تماشے کی ہی جا مژگان سے جو لخت جگر نکلا
عجب یہ نخل ہی جس مین کہ شکل گل ثمر نکلا

ثمر اور جگر مین راے مہملہ روی ہے اور اُسکے ماقبل کے حرف کی حرکت کا نام توجیہ ہے اور وہ فتح ہے

داغ

عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجھکو
اور پھر ڈھونڈھتے گھبرائے ہوے تم مجھکو
غیرت ماہ کہے خسرو انجم مجھکو
نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجھکو

ان اشعار مین میم حرف روی ہے اور اُسکے ماقبل کی حرکت ضمہ کا نام توجیہ ہے۔

بیان مجرے

مجرے بفتح میم و سکون جیم تازی و فتح راے مہملہ اور آخر مین الف مقصورہ جو یاے تحتانی کی شکل پر لکھا جاتا ہے لغوی معنی اُسکے جاری ہونے اور روان ہونے کے ہین اصطلاح مین روی متحرک کی حرکت کو کہتے ہین جیسے۔

داغ

کہان تک کہ کھون اسکا حال بربادی
کہان تک آہ کھون آسمان کی جلادی
کسی کو قید محن سے نہین ہے آزادی
کہ داغ داغ ہی دل ہر کوئی ہی فریادی

دال مہملہ حرف روی ہی اور یاے تحتانی حرف وصل پس دال کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہی۔

غیور

تحسین بھی نکلی شیرین نے کچھ تیشہ زنی پر
پتھر پڑین فرہاد تری کوہ کنی پر

نون حرف روی ہے اُسکی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

بقا

مے کشی غیر کی محفل مین جو کرنی ہو تو یار | باخبر رہیو کہ ہے بیخبری شیشے مین
محتسب ہے مے نہ روزہ گری ماہ صیام | شام کو مے سے نہ رکھ لین سحری شیشے مین

دونون شعرون مین راے مہملہ کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہے۔

سودا

تجھکو بخشی ہے خلق کی خوبی | حق نے ایسی کہ بہ ز محبوبی
سن کے باہم تری وفاداری | نبھے ہے عمر خضر مین یاری

پہلے شعر مین باے موحدہ کی حرکت اور دوسرے شعر مین راے مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہے۔

میرحسن

شنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے | تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

مرے اور کرے مین راے مہملہ حرف روی ہے اور یاے تحتانی وصل جسکے متصل ہونے سے رے مکسور ہوگئی ہے اسی کسرے کو مجرے کہتے ہین۔

حالی

طلسم درع ہر مقدس کا توڑا | نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

توڑا اور چھوڑا مین راے ثقیل حرف روی ہے حرف وصل کے ملنے سے مفتوح ہوئی ہے اسی حرکت فتحہ کا نام مجرے ہے۔

میر

راہ پہ بیٹھا وہ سرگشتہ | دیکھے راہ عمر گذشتہ
آگے تھا کب ہجران دیدہ | آہ وہ تازہ ظلم رسیدہ

پہلے شعر مین تاے فوقانی کی اور دوسرے شعر مین دال مہملہ کی حرکت کا نام مجرے ہے۔

بیان رس

رس بفتح راے مہملہ وسکون سین مہملہ الف تاسیس کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے جیسے برابر اور سراسر مین حرکت پہلے راے مہملہ کی۔

ناسخ

ماہ تو سے جو وہ خورشید مقابل ہووے | یہ یقین ہے کہ نظر آنے ہی کامل ہووے

مقابل اور کامل مین قاف اور کاف کی حرکت کا نام رس ہے اس حرکت کا اختلاف ممکن ہی نہین

ہمیشہ فتح ہوتا ہے اور حرف مین موافقت کی قید نہین۔

بیان اشباع

اشباع بکسر الف وسکون شین معجمہ وفتح باے موحدہ وسکون الف وعین مہملہ موقوف لغت مین پیٹ بھرنے کے معنے مین ہے اور اصطلاح قافیہ مین حرف دخیل کی حرکت کا نام ہے جیسے حرکت واو اور دال مہملہ کی کاوِل اور چادر مین اور حرکت باے موحدہ اور میم کی مقابل اور کامل مین

سودا

کہ اس حُسن تکلم پر طوالت	مُبادا ہو کسی دل کو ملالت

طوالت اور ملالت کی لام کے فتح کا نام اشباع ہے۔

بیان حذو

حذو بفتح حاے حطی وسکون ذال معجمہ و واو موقوف لغت مین اسکے معنے دو چیز کا باہم برابر کرنا ہین اور اصطلاح مین ردف اور قید سے ماقبل کی حرکت کا نام ہے پس یہ حرکت ردف مین الف کے قبل زبر اور واو کے قبل پیش اور یاے تحتانی کے قبل زیر ہوتا ہے۔ الف کی مثال۔

قدرت اللہ قاسم

مین مدنظر اپنے کچھ کام نہین رکھتا	آغاز محبت یا ان انجام نہین رکھتا

کام اور انجام مین میم کے ماقبل الف ردف ہی اور الف کے ماقبل فتح ہے۔

ارمان پسر جعفر علی حسرت

تا سر بالین اُسے آنا قیامت شاق ہے	یہ دل بیمار جسکا نزع مین مشتاق ہے

شاق اور مشتاق مین الف ردف ہے اور شین و تا کے فتحون کا نام حذو ہی۔
واو مجہول کی مثال۔

سرج

پیا شراب محبت لے دل کے خم مین جو تبا	عجب نہین جو قیامت تلک رہون مدہوش

واو ردف ہی اور اُسکے ماقبل کے ضمون کا نام حذو ہی۔

واؤ معروف کی مثال۔

آتش

ہنگامۂ گرم کن جو دلِ ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شورِ نشور تھا

ناصبور اور نشور مین واؤ ردف ہے اور اُسکے قبل ضمہ ہے جسکو حذو کہتے ہین۔
یاے مجہول کی مثال۔

دبیر

گرتی تھی کوند کر جو وہ برق شرارہ ریز
چلنے مین تیغ تیز فرس تیز ہاتھ تیز

دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچۂ گریز
رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامۂ ستیز

ریز اور گریز وغیرہ مین یاے مجہول ردف ہی اور اُسکے ماقبل جو کسرہ ہے وہ حذو کہلاتا ہے
یاے معروف کی مثال۔

مرزا علی نقی محشر

جان منتظر ہی آنکھون مین وقت رحیل ہے
جلدی پہونچ کہ تیرے ہی آنیکی ڈھیل ہے

رحیل اور ڈھیل مین یاے معروف ردف ہے اور اسکے ماقبل کا کسرہ حذو ہے یہ تمام مثالین
اُس حذو کی ہین جو ردف کے ساتھ ہو۔ اب اُس حذو کی چند امثلہ پر غور کرو جو قید کے ساتھ ہوتا ہی

قید کی مثال

حالی

روح تھی بادۂ دوشینہ سے اپنی بدمست
تھا ترقی پہ ابھی نشۂ صہباے الست

تاے فوقانی روی ہی اور سین ساکن قید میم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ولہ

ناتوان ٹھہرے کوئی کوئی تنومند بنے
ایک نوکر بنے اور ایک خداوند بنے

تنومند اور خداوند مین میم اور واؤ کی حرکت کا نام حذو ہے۔

خوشتر

کسی کا خوش نہین آتا اسے عیش
براے جنگ پھرتا ہے لیے جیش

عیش اور جیش مین عین اور جیم کی حرکت کا نام حذو ہے۔

گلزار نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل	طائر بھی کہین نگلتے ہین لعل

جعل اور لعل مین جیم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔

مومن

مجھ پہ بھی تجھکو رحم نہین یہ کرخت دل	کم ہوئے گا جہان مین تجھ سا بھی سخت دل

کرخت اور سخت مین راے مہملہ اور سین کی حرکت کا نام حذو ہے۔

سودا

اٹھایا رخت غم وان سے بصد جبر	کیا صرف گریبان رشتۂ صبر

جبر اور صبر مین جیم اور صاد کی حرکت کا نام حذو ہے۔

محمد حسین آزاد

رنگ سنولائے ہوے چہرے تھے گرد آلودہ	دل تھے کلفت زدہ اور سینے تھے درد آلودہ

درد اور گرد مین گاف اور دال کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ہاے نے کعبہ نے کنشت پرست	**مومن** بنگئے لیک سنگ وخشت پرست

کنشت اور خشت مین نون اور خا کی حرکت کا نام حذو ہے

جب ہوئی خاطر پریشان جمع ہے	**ولہ** پھر تو ہر شب بسان شعلۂ شمع ہے

جمع اور شمع مین جیم اور شین کی حرکت کا نام حذو ہے۔

مثنوی سعدین

ایسی سمادے مین صاحب فکر	ہر زبان ہر مکان مین اُن کا ذکر

فکر اور ذکر مین فے اور ذال کی حرکت کا نام حذو ہے۔

داغ

پئین جو آب بقا بھی تو زہر ہو جائے	جو چاہین رحمت باری تو قہر ہو جائے

زہر اور قہر مین راے معجمہ اور قاف کی حرکت کا نام حذو ہے۔

ستایان

نمایان ہوے اس قدر علم رزم	کہ تحسین کہتے تھے سب اہل بزم

ندم اور بزم مین راے مہملہ اور باے موحدہ کی حرکت کا نام حذو ہی۔

بیان نفاذ

نفاذ بفتح نون و فتح فا و سکون الف و ذال معجمہ موقوف نام ہے حرف وصل و خروج و مزید کی حرکتونکا اور چونکہ زبان اُردو مین نائرے کے بعد بھی ایک دو حرف آتے ہین اور نائرہ متحرک ہوجاتا ہی اسلیے نائرے کی حرکت بھی نفاذ کے قبیل سے ہوگی یہان چارونکی مثالین ترتیب وار بیان کی جاتی ہین۔

(۱) وصل کی مثال جیسے حرکت واو کی آوے اور جاوے مین۔

مرزا ابراہیم بیگ شرر

جھوٹی ہی محبت تم یان کسکو جتاتے ہو	تقریر مین لکنت ہی کیون باتین بناتے ہو

جتاتے اور بناتے مین تاے فوقانی مفتوح ہی اور یہی حرف وصل ہی اُس کسرے کو نفاذ کہتے ہین۔

حالی

دلیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا	دل مین کانٹا سا اِک کھٹکتا رہا

بھٹکتا اور کھٹکتا مین تاے فوقانی مفتوح ہی اور یہ حرف وصل ہی بس اس فتح کا نام نفاذ ہی۔

داغ

حسرتین لیگئے اس بزم سے چلنے والے	ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

چلنے اور ملنے مین نون حرف وصل ہی اور اسپر جو کسرہ ہی اسی کا نام نفاذ ہی۔

مومن

واد پڑھے تو ہونٹ کاٹتے ہو	لام آیا ہے تو لب کو چاٹتے ہو

کاٹتے اور چاٹتے مین تاے فوقانی حرف وصل ہی اور اسکی حرکت نفاذ کہلاتی ہی۔

(۲) خروج کی مثال جیسے حرکت یاے تحتانی کی جالیا اور آلیا مین۔

مصحفی

تیغ نے اس کی کلیجہ کھالیا	سامنے آتے ہی مجھے سنگوالیا

کھالیا اور سنگوالیا مین یاے تحتانی خروج ہی اُسکی حرکت کو نفاذ کہتے ہین۔

امیر

کہین مجھکو سائے مین ٹھہرائیے	جو دم ٹھہرے تو آگے لیجائیے

ٹھہرایئے اور لیجایئے مین الف روی ہی اور ہمزہ مکسور وصل اور اُسکے بعد کی یاے تحتانی مکسور خروج جسکے کسرے کا نام نفاذ ہی اور دوسری یاے تحتانی مزید ہے۔

امیرحسن

یلا نو جوانو بڑھے جا ئیو	دو جانب سے باگین لیے آئیو

جائیو اور آئیو مین الف روی ہی اور ہمزہ مکسور وصل اور یاے تحتانی مضموم خروج اور واؤ مزید پس یاے مضموم کے ضمے کا نام نفاذ ہی

بولی اس رستے سے اُسلولائیو انگیین آگے آگے اُسکے پر لوآئیو

(۳) مزید کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جاد یگا اور آویگا مین۔

یہ کیا خبر تھی کہ پیغام اپنی بیعت کا	مذاق	یزید ابن سپیر لویون سنائے گا
اُجاڑ ہوگی مدینے کی بستی آبادی		حسین چھاؤنی کرب بلا مین چھائے گا

(۴) نائرے کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جلاویگا اور گلاوے گا مین۔

کیا ترے بعد کر کے کھاوین گے	سودا	جبکہ کسب اپنا بھول جاوین گے

کھاوینگے اور جاوینگے مین واو حرف وصل ہی اور یاے تحتانی اول خروج اور نون مزید اور کاف فارسی نائرہ اور یاے دوم نائرہ کی فرع پس کاف فارسی کے کسرے کا نام نفاذ ہی۔

مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ ازبسکہ حرف خروج کا اشعار اُردو کے قافیے مین خود ہی نہین واقع ہوتا اسی لیے یہ حرکت بھی نہین واقع ہوسکتی یہ قول سراسر تحقیق کے خلاف ہے اور اُسکی تفصیل اوپر ہوچکی ہے۔

تیسرا شہر عیوب قافیہ کے بیان مین

قافیے کے عیب مجملاً تین قسم کے ہین ایک قسم ایسی ہی کہ اُسکا استعمال عندالضرورت بھی جائز نہین ہے اور دوسری قسم ایسی ہے کہ عندالضرورت جائز ہے مگر قبیح ہے اور تیسری قسم ایسی ہے کہ بے ضرورت بھی روا ہے مگر قبیح ہے اور عیوب مذکورہ مین بعض کے القاب مخصوص ہین اور بعض کے القاب نہین ہین بہر کیف یہ نوہین۔ اقوا۔ اکفا۔ اجازہ تحریف روی۔ سناد۔ ایطا ~~معمول~~ غلو ~~تضمین~~۔ تغیر۔

بیان اقواء

اقوار بکسر اول وسکون قاف لغت مین بے توشہ ہونے کو کہتے ہین اور اصطلاح قافیہ مین توجیہ کے اختلاف کا نام ہے یعنی روی کے ماقبل کی حرکت کا مختلف ہونا چونکہ یہ عیب اسلیے ہوتا ہی کہ شاعر کا توشہ جو قافیہ صحیح ہے تمام ہو جاتا ہی اسلیے اقوا کہتے ہین جیسے گُل بالضم کا قافیہ جَل بالفتح سے کرنا اسطرح کا قافیہ لانا ناروا ہے جیسے مرزا غالب کے ان اشعار مین۔ سہ

یاد ہی شادی مین بھی ہنگامہ یارب مجھے	سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے
دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے	عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

لفظ صاحب کی حاے حطی باعتبار قواعد صرف کے مکسور ہی اور لب ویارب مین لام اور رے مفتوح اگر کوئی کہے کہ محاورے مین صاحب کی حاے حطی بھی مفتوح ہی تو ہم جواب دینگے کہ شعراے متقدمین ومتاخرین نے بکسر حاے حطی لکھا ہے۔

سودا

مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ	بات کہنی یہ نامناسب ہے
لیکن اسواسطے مین کہتا ہون	درد سننے کا تو جو طالب ہے
ہے جو کچھ نظم ونثر عالم مین	زیر بار میر صاحب ہے
ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح	لوگ کہتے ہین سہو کاتب ہے

انشا

ہین فارسی مین کلاک صاحب	وہ خاص حضور کے مصاحب

قلق

کہیے تو آپ کون صاحب ہین	کوئی ~~تنے کے~~ جیسے طالب ہین

انیس

دونون تھے اسی بھائی کے آرام کے طالب	جانے وہی جب شخص یہ گذرین یہ مصائب
وسواس کا یہ کونسا ہنگام ہی صاحب	بیجان ہوئے ہے علی اکبر کے مصاحب

راقم نے شہر رامپور مین ۱۳۰۲ھ ہجری مین نواب مرزا خان صاحب داغ سے اس باب مین استفسار کیا تو جواب دیا کہ غالب نے مقولۂ غیر بیان کیا ہی اور مثال مین یہ شعر نواب یوسف علی خان ناظم کا

پڑھا۔ ؎

غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم		مین جو آتا ہون تو کہتا ہی نواب آتے ہین	

اور حق یہ ہی کہ اب روزمرہ اُردو مین صاحب اعلام کے ساتھ بفتح حاے حطی بیشتر مستعمل ہی ہمکو اس سے کیا مطلب کسی کی زبان مین کچھ ہو جو الفاظ ہم لوگون کی زبان پر جاری ہونگے وہی صحیح سمجھے جائینگے جیسے آتش کے اس شعر مین۔ ؎

دختر رز مری مونس ہی مری ہمدم ہے	مین جہانگیر ہون وہ نور جہان بیگم ہے

لفظ بیگم کاف فارسی کے فتحہ سے واقع ہوا ہے اور اُردو مین یہی مروج ہے اگرچہ یہ لفظ ترکی ہے اور اہل زبان کاف پر کسرہ بولتے ہین اور امیر آدمی کی بی بی کو اور ہر عمدہ عورت کو بیگم کہتے ہین اور یہ لفظ کاف کے فتحہ سے امیر من کے معنے مین آتا ہے جیسا کہ غیاث اللغات مین لکھا ہی ہان جس وقت لفظ صاحب عربی عبارت مین لکھین یا تلفظ کرین اس وقت اُنکی زبان کی پابندی لازم ہے قافیہ مین البتہ صحت لفظی ضرور ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالی

غالب ہے نہ شیفتہ نہ نیّر باقی	وحشت ہی نہ سالک ہی نہ انور باقی
حالی اب اسی کو بزم یاران سمجھو	یارون کے جو کچھ ہین داغ دلپر باقی

نیّر بفتح نون و تشدید یاے تحتانی مکسور مبالغے کا صیغہ ہی بسیار نور کنندہ کے معنے مین اس کو انور کے ساتھ قافیہ کرنا صحیح نہین۔

نثار شاگرد شاہ حاتم

یہ سودا تو دیکھو کہ دل بیچتا ہون	لے شیشے کو زیر بغل بیچتا ہون

گلزار نسیم

بولا کہ وہ رات کو اُفق مین	خورشید تھا آتش شفق مین

افق بضمتین ہی اور شفق بفتحتین۔

گویا

تھے جو نادان اس مین آکر گھر گئے	تھے جو دانا وہ کنارہ کر گئے

شہیدی

پھٹینگے مثل تقویم کہن دیوان ہزارو نکے زمین کے شاعرونکو کب مجال گفتگو مجھ سے	ہوا عالم مین شہرہ میرے اشعار مجدد کا ترے صدقے سے مین محسو د رہتاہون عطارد کا

عطارد لغت کی روسے عین بے ضمے اور رائے مہملہ کے کسرے سے ہے اور مجدد مین پہلی دال مہملہ مشدد و مفتوح ہے۔

مثنوی نادر

درپیش ہے مجھکو ایک حاجت	دینار و درم کی ہے ضرورت

سودا

کہدیا مستنقی سے جا فصد کر	لکھدیا مجنون کو شیر سُشتر ہے

ولہ

کردے لب میرے کو اس ساغر سے پُر	آگے پھر قدرت خدا کی سیر کر

میر

کہون کیونکہ یکبارہ وہ جل گیا	کف خاک ہو خاک مین مل گیا

خوشتر

پھرے ہم چار سوا نیک باطن	نیا لی انتہا فوج دشمن ہے

فگار صاحب مثنوی یوسف زلیخا

تجھے گودی مین اپنی پرورش کی	ہمیشہ جان اپنی مین نے خوش کی

ولہ

یہ سچ ہے پوچھیے گر خوب در دل	کہ دل لگنے سے بس ہوتی ہی بیکل

ولہ

حکیمون نے کہا اب ہے یہ لازم	کرو نشتر بلا فصاد اس دم

ولہ

کسے ہے عاشقون مین یہ میسّر
کہ معشوق اُسکی خدمت مین ہو حاضر

ولہ

ولیکن اب بھی ہے یہ بات ظاہر	رکھا ہے جو مجھے اس قید اندر

حلیم سید اکبر علی گوالیاری

سرخیل دبیران جہان میرا قلم ہے	رتبہ یہ ہے اُسکو وہ اوصاف رقم ہو
رستم لکھون طاقت مین تو رستم سے زیادہ	مدہوش ہون اس جا پہ حواس اپنا بھی گم ہو

انشا

عداوت پر تو سب کی مستعد ہے	خصوصًا عاشقون سے اسکو کد ہے

ایضًا

اصحاب سے فرماتے تھے یہ احمد مرسل	جو حضرت جبریل ہوے عرش سے نازل

راحت صاحب مثنوی نلدمن اُردو

اسی صورت سے دل مین کر تصور	جُدا کری دمن لی نصف چادر

علی

غرض ہر کہین سیر کرتی ہوئی	چلی آئی ہر سمت پھرتی ہوئی

ولہ

کھڑی رہ گئی ہے یہ گرتی ہوئی	دم سرد سینے سے بھرتی ہوئی

عشرت در مثنوی پدماوت

شہ زرین کلاہ چرخ چارم	ہوا رونق فزاے تخت عالم
کہ اس مین وہ پری پرواز طائر	پدم کے پاس پہونچا نامہ لے کر

منشی طوطا رام شایان در طلسم شایان

کہ جب تک آہ مین آؤنگا پھر کر	یہ حمزہ آہ رہ جائیگا مر کر

اور اگر حرف روی متحرک ہووے یعنی بسبب حرف وصل کے روی متحرک ہو جائے تو حرکت

توجیہ کا اختلاف مضائقہ نہین رکھتا جیسے

میر تقی

جو سیل سرشک کا چلے ہے	دریا کے بھی ہونٹھ جا ملے ہے

اس شعر مین حرف لام روی ہے اور یاے تحتانی وصل ہے پہلے مصرع مین روی کا ما قبل مفتوح ہے اور دوسرے مصرع مین مکسور۔

میر حسن

کہ یہ سنگ اُلفت یہان سے ہلے	کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے

فگار

نہین موج حوادث سے ٹلے وہ	کہ جب تک پیارے اپنے سے ملے وہ

دبیر

غلہ جو مرے غم مین ہے آہ چلے گا	فاقہ شکنی کے لیے وہ تمکو ملے گا

میر

جنون میری کی باتین دشت و گلشن مین جہان پھیلیان	نہ چوب گل نے دم مارا نہ چھڑیان بید کی ہلیان

فائدہ بعض کتابون مین اقوا اختلاف مجرے کا نام لکھا ہے۔

بیان اکفا

اکفا بکسر الف و سکون کاف تازی و فتح فا اسے کہتے ہین کہ حرف روی مختلف ہو اور حرف روی کا اختلاف بہت معیوب ہے جیسے بال کو پان سے قافیہ کرنا مثنوی پدماوت مصنفۂ میر ضیاء الدین عبرت کی اس بیت مین یہ عیب ہے۔

صنم کا ہو اگرچہ آہنین دل	یہ عاشق کا اگر ہو جذب کامل
وہ آہن کو ہے باتخصیص کھینچے	برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

ولہ

نہین کوئی عمل مین اُسکے قزاق	بغیر از غمزۂ چشم ستمناک

چہار باغ رنگین

[illegible] سے یہ بات نا بجا ہے نفس	ہوا لالہ کم سب ہو پاے بند ہوس

مثنوی مدح فاطمۃ الزہرا

کسی ہاتھ بندوق ہے در سیاہ	زرہ پوش کا خون اُس پر مباح

اور یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ حروف عربی و فارسی و ہندی کو قافیہ مین جمع کرین مثلاً تب اور کب راج اور ناچ ۔ سگ اور شک ۔ غور اور دوڑ وغیرہ ۔

دل چاہے ہے پھر لینے کو بوسہ ترے لب کا	مختصر کیا کیجیے بے طرح پڑا اب تو یہ لپکا
دل لینے کا وہ اور ہی ہے شیوۂ الفت	ہم یار برے کب ہین جو تو یار ہے سب کا

ستم

مفت اُٹھنے کے نہین یار کے کوچے سے ہم	ایک بوسے کیلئے باندھ کے ارسیٹھ گئے
پیر و مرشد کی قسم ہے کہ وہی لینگے وہی	جگہ بستر پہ جم آ کھول کر بیٹھ گئے

مثنوی پدماوت از عشرت

سو اسکی راے پردہ راے چتوڑ	غرض اب مستعد بیٹھا ہے ہر طور

یار محمد خان شوکت

عنان سمند صبا دم پکڑ	جو کاوے پہ ڈالا کمر راست کر

فگار

زمین تک سرسے جو سہرے کا لڑ تھا	خدا کے نور کا وہ اک شجر تھا

سودا

ستون اسکے تلے یہ پاؤن ہین چار	رہے دو دانت آگے سو ہین اژدار

ولہ

الغرض اس طرح سے کشتی لڑ	ڈال ٹپکا گلے کا پانون پر

نواب بہادر ذکی

دن جو گذرا تو یہ دھڑکا ہے کہ شب آتی ہے	عشق کے نام سے اب تو مجھے تپ آتی ہے

میر حسن

اسی طرح مدت گئی جب اُسے	چڑھی گرمی عشق کی تپ اُسے

تپ باے فارسی سے مستعمل ہے اسلیے ان دونون شعرون مین شب اور جب کے ساتھ قافیہ نادرست ہے استاد نے ایک غزل مین اس کا قافیہ باے فارسی ہی سے کیا ہے ۔

شب خواب مین دیکھا تھا مجنونکو مین نے — دل ہے جو گراہ اٹھی تیری ہولیا تب سے
ہی جنس پری سا کچھ آدم تو نہین صلا — اک آگ لگا دی ہے اس امرد خوش گپ نے

تراب

اُسکی چشم مست نے کیا مجھکو حیران کردیا — نرگس ادھر دیکھتی ہے کیون تو آنکھین پھاڑ پھاڑ
اے جنون وہ کیون نہ دامنگیر ہو تیرا کبھی — ہاتھ سے تیرے ہو جسکا گریبان تار تار

ولہ

لب پہ ہے تلخی فغان کی دل پہ ہے شیرین کا شور — تن مین ہے صفرا کا غلبہ من مین ہے سودا کا زور
اب کرم کر کب تلک غم سے ترے روتا رہون — آستین کھد سے مری آنکھون پہ یا دامن نچوڑ

میر حسین تسکین دہلوی

رہتے ہین یون تو رفو ہی اسکے کو دار بند — کیا جانے آج کیا ہے جو کی ہے دراز بند
ہوتا نہ ہے ہاتھ لگانے سے گر غبار — تو باندھتے قبا کے نہ وہ چار چار بند

فرہنگ [illegible] مین راڑ اور دراڑ دونون طرح لکھا ہے۔

گو قدمانے کاف فارسی اور کاف تازی اور زاے فارسی اور زاے تازی اور باے فارسی و رتازی اور جیم فارسی و رتازی وغیرہ کو بعض جگہ قافیہ مین جمع کرلیا ہے مگر اہل بلاغت اُسے معیوب جانتے ہین اگر ایسا نہو تو تلو تکاح اور گناہ۔ اعتراض اور التذاذ اور احتراز احتیاط اور اعتماد۔ الغیاث اور التماس اور اخلاص کہ ابتدا مین شعراے فارس جمع کرتے تھے درست ہوتے مگر درست نہین بلکہ ان کا جمع کرنا عیب فاحش ہے اگرچہ دونون حرف قریب المخرج ہون خاصکر ہاے ہوز اور حاے حطی کا اختلاف تو ہرگز مناسب ہی نہین۔

محقق طوسی کے نزدیک اختلاف حرف روی کا بے اختلاف قرب مخرج کے اکفا ہے یعنی اعتبار قرب مخرج کا اس مین ضرور نہین قریب المخرج ہون یا نہون اور یہی ابن حاجب نے مقاصد الجلیل مین کہا ہے اور باعتبار قرب مخرج کے اجازہ ہے اس صورت مین اکفا عام ہے اور اجازہ خاص لیکن صاحب مفتاح اور خزرجیہ کے نزدیک اکفا اختلاف روی کا ہے بشرطیکہ مخرج مین متقارب ہو اور جو قرب مخرج نہو تو اجازہ ہے۔

بیان تحریف روی

وہ یہ ہے کہ صیغۂ مستعمل سے حرف روی کو ایسے صیغے کے ساتھ تبدیل کرین جو شایستگی قافیہ کی پیدا کرے مثالین اس مقام کی صاحب رسالہ مطلع خورشید نے یہ لکھی ہین جیسے باے موحدہ خواب کی واؤ کے ساتھ بدل کر گاؤ کے ساتھ قافیہ کرین۔

مولوی

گر خرے دیوانہ شد یک دم گاؤ | بر سرش چندان بزن کاید بخواو

عمادالدین اسفرنگی

بروزین معرفتہاے پراز ریو | سر بار افکن اے شیخ کالیو
غلط کردم درین صورت کہ گفتم | زنخدان نگار خویش راسیو

لفظ سیو کو کہ اصل مین سیب بباے موحدہ تھا واؤ کے ساتھ بدل کر سیو کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مین نے غلطی کی اس صورت مین کہ زنخدان یار کو سیو کہا اور یہ مصرع ذومعنے ہے مشترک باظہار اختلاف حرف روی و تشبیہ انتہے مولف کہتا ہے کہ اُسکی مثال اُردو مین مثنوی لیلی مجنون کے یہ شعر ہو سکتے ہین۔ ؎

تا زیست جدا مین اُس سے کد ہون | وہ روح ہے اور مین جسد ہون
رحلت مین کرون گا دہر سے جد | ہووے گا تو جانشین مسند

کد اور جد کو کہ اصل مین باے موحدہ سے تھے بسبب جسد اور مسند کے دال کے ساتھ بدل کر کد اور جد کر دیا۔

انشا

آنے کا ترے خیال جد سے گذرا | دل صبر و حیا سے اپنی تد سے گذرا
کب تک دیکھا کرون بھلا بیٹھا راہ | بس یار کہ انتظار حد سے گذرا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب نہین ہی بجانے جو میر چاہ کی ریت | گھسنا نہین ہی مگر یہ کہ جوگی کس کے میت
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے | ہمارے عندیہ مین تو ہی وہ خبیث و پلیت

میرے نزدیک اشعار ذیل بھی تحریف ردی مین داخل ہو سکتے ہین۔

غالب

آمد سیلاب طوفان صدائے آب سے	نقش پا جو کان مین کھتا ہے انگلی جادہ سے
بزم مے وحشت کدہ ہے کسکی چشم مست کا	شیشے مین نبض پری پنہان ہے موج بادہ سے

یہان پر دوسرے شعر پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قافیہ بادہ اور جادہ ہے لیکن پہلے شعر مین اُردو ترکیب کے اعتبار سے جادے سے چاہیے نہ کہ جادہ سے اور اسلیے قافیہ غلط ٹھہرتا ہے۔

نشی

شکستہ کیے یکسر آتش کدہ	کیا زند و اُستا کو آتش زدہ

بیان سناد

بکسر سین مہملہ و فتح نون و سکون الف و وقف دال مہملہ اشباع (یعنے حروف دخیل کی حرکت) اور حذو (یعنے ردف و قید کے ماقبل کی حرکات) کے اختلاف کا نام ہے اسی نام سے مشہور ہے اختلاف حروف ردف اور قافیہ کا تفصیل اسکی یہ ہے۔

(۱) اشباع یعنے حرف دخیل کی حرکت کا اختلاف ہے۔

غلام سرور

کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی	ویسی ہی بحکم شہ عالم نکل آئی

فگار

کہا ہر ایک نے اُس دم یکایک	عجب آدم ہے یہ شکل ملایک

ولہ

پریریان بہت گانے مین ماہر	وہان تھین صف بہ صف حاضر سراسر

ایاز محمد خان جوپالی

جواہر سب بچہ رام حاضر کیے	گل زر کو عاقل نچھاور کیے

سودا

نہ ہے تقدیر ہی اُسکی سراسر	ہے کیا دانش جو ہوئے اُسپہ دایر

تراب

کیا نام خدا درد بھری اُس کی صدا ہے	کوئی فکر کرے بجھے تو کیا کہتی ہے سارس
جو اہل ارادت ہین سو مرشد کی طلب مین	کوئی ہند کو آتے مین کوئی جاتے ہین فارس

میر حسن

وہ ظاہر مین ہر چند ظاہر نہین	یہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہین

باہر محاورۂ اُردو مین ہاے ہوز کے فتحہ سے مستعمل ہے چنانچہ رند کہتے ہین۔ ؎

باغ سے کونسا نکلا ہے گل تر باہر	آپ سے ہو گئے ہین سرو صنوبر باہر
شہر مین جی نہین لگتا کسی صورت میرا	مرد سودائی ہون پھرتا ہون مین باہر باہر

نامۂ قلق

پوچھے طرز لباس کیونکر سہے	کبھی جامے سے اپنے باہر رہے

مومن

سُنتے ہی اُس کے مین آنے کی خبر	پردے کے واسطے آیا باھر

داغ

رشک کہتا ہے کہ قاصد کے ملا اُسنے عطر	کہ مرے نام کا خط ایکے معطر آیا
شب وعدہ نہوا ایک جگہ مجھکو قرار	صبح تک مین کبھی گھر مین کبھی باہر آیا

اگر روی کے ساتھ حرف وصل ملکر متحرک ہو جائے تو حرکت اشباع کا اختلاف جائز ہے جیسے حاضری اور داوری۔

(۲) حذو ردف کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف اور یہ ردف بالالف مین ممکن ہی نہین باقی صورتون مین ناروا ہے جیسے نور بالضم کا قافیہ دور بالفتح سے اور دیر بالکسر کا قافیہ سیر بالفتح سے۔

مثال اختلاف حذو کی ردف بالواو و ردف بالیا مین۔

اشرف مؤلف تفسیر سورۂ یوسف

کرامت ہی عبرت ہی ہیبت ہے زور	محبت امانت ہے کر تو یہ غور

یار محمد خان شوکت

سپہدار حارث نے بازور و شور	بہت جب کیا بست کرنے کا طور

غوث

کوئی مال چھینے کسی کا بزور	کسی پر کرے تھا کوئی ظلم وجور

علی مصنف خجستہ لقا

بٹیرون کے بیٹھے درختون پہ جوق	پھرین قمریان ڈال گردن مین طوق

سود

ایک دن مرزا گئے کرنے کو سیر	ہو گئی اس مین ٹک اک ظمہ کو دیر

ولہ

تھا غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر	گر پرند اس سے بچا سو ہے وہ طیر

(۳) قید کے ما قبل کی حرکت کا اختلاف جیسے۔

علی

وہ پشواز کی چین آفت کی لہر	گرے جس سے گرداب حیرت مین مہر

بلاقی داس مصنف رسالہ دلشاد جہان

پوچھا کھانے کو کہا اُس نے کہ زہر	نوش باد اُسنے کہا از روے مہر

منشی

ہوئی بعد سلطان پُوران دخت	وہ ششش مہ رہی زیب دیہیم وتخت

سودا

اُٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے	کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے

میر

نہ کلنگ نہ تیتر رہا دشت مین	نہ غمخوار ک آیا نظر کشت مین

تنبیہ جو مثالین ہم نے ردف مین ذکر کی ہین وہ قید مین بھی وارد ہو سکتی ہین۔
اگر حرف روی متحرک ہو جائے تو اختلاف خذو خواہ ردف مین ہو یا قید مین مضائقہ نہین ورنہ ناجائز ہے۔

(۴) حرف ردف کا اختلاف اشعار عرب مین جائز اور شائع ہے لیکن زبان فارسی مین کسیطرح جائز نہین اور ریختہ مین بھی کار کو دُور کے ساتھ قافیہ نہین کرتے بلکہ اختلاف ردف کو بعید معیوب

سمجھتے ہین جیسے ؎

یار کے ساتھ غیر کو دیکھا	پہلوے گل مین خار کو دیکھا

(۵) حرف قید کا اختلاف معیوب ہے لیکن قدماے فارسی و ریختہ کے کلام مین بہت پایا جاتا ہی خواہ دونون لفظ مختلف قریب المخرج ہون یا نہون اور اول بہت معیوب نہین مثال۔

سودا

نہایت اک کنیز کہنہ عصر	کہ دلکش نظم سے جس کی ہر اک نثر

ولہ

چنانچہ مین جو یہ قصہ کیا نظم	کہ ہووے تا قیامت رونق بزم

یار محمد خان شوکت

دو بالا ہوئی آتش جنگ گرم	نہ دیکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

نشی

ہوا بلخ مین چینیان کو جو دخل	کیا بلخیون کو اسیر اور قتل

قلق

فرش کی جا ہے فرش دامن دشت	زیب دیتی ہی صدر بیخودی کی نشست

عبرت

برہمن کو وہان ہے رزق حاصل	ہے بدکار و نکو اُس سے فسق حاصل

علی

زمانے مین ہے آج یکتاے عصر	کرون کیا بیان خوبی نظم و نثر

محمد بخش مہجور مؤلف نورتن

اور جن کو نہین ہے اس مین دخل	اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

مرزا ابو القاسم ابن مولوی محمد عباس رفعت

ایک زبان کہتے ہین سب اہل عقل	ہیگی بہت خوب یہ واللہ نظم

عرش سے تا فرش یہ ہے غلغلہ
روح فزا نظم ہے تاریخ ختم

نگار

ہزارون اشتر و فیل سیہ مست	کہ ہو دریائے نیل اس فیل سے دشت

مثنوی سعدین

سب حسینون سے اُسکی وضع نئی	بخدا بانکپن کی قطع نئی

شایان

ورق رو کش شعلۂ مہر ہو	بھرا خالی نقطون مین اک سحر ہو
سمجھتا تھا وہ ہر برہمن کی قدر	یکایک تھا جو کچھ کیا اُس کی نذر

انیس

بے سر تھا ازل سے تھی خطا اصل مین جسکی	مارا اُسے دیندار نہ تھا نسل مین جسکی

بعض اختلاف حذو اور اختلاف اشباع کو داخل اقواء کہتے ہین اور بعض محققین نے اختلاف توجیہ کو بھی اسناد مین داخل کیا ہے اور ہمنے جو اختلاف توجیہ کا نام اقواء لکھا ہے وہ اُن کے نزدیک اختلاف مجرے کا نام ہے۔

بیانِ ایطاء

ایطاء بکسر الف و یائے معروف و طائے مہملہ پائمال کرنا صاحب کشف اللغات نے جو ایطاء بیائے موحدہ لکھا ہے خطا کی ہے اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ قافیہ مین معنی واحد پر تکرار حروف زوائد کی ہو بغیر موافقت روی کے اور اُسکی دو قسمین ہین خفی اور جلی **ایطائے خفی**۔ وہ ہے کہ حرف زائد کی تکرار خوب ظاہر نہ ہو جیسے دانا اور بینا کہ اگرچہ الف ان مین زائد اور مکرر ہے لیکن بسبب کثرت استعمال کے جزو کلمہ معلوم ہوتا ہے اسی مثال مین صاحب غیاث نے آب و گلاب بھی لکھا ہے۔

سودا

دال روٹی اگر جو گھر مین پکے	نچہ بھر گھی کبھی نہ اُس مین رَلے

پکے اور رَلے مین یائے تحتانی حرف زائد ہی اُسکے حذف کردین تو ردی مین اختلاف ہو جائے گا۔ فرہنگ آصفیہ مین لکھا ہے کہ رُلنا مصدر لازم ہے اور ہندوؤن کا محاورہ ہے اسکے معنے ہین ملنا۔ آمیزش ہونا۔ شامل ہونا اور اس مین رائے مہملہ مفتوح ہے رَلے اسی سے ماخوذ ہی

مثنوی پدماوت

بلاک برہمن ہشیار و دانا	بہ تحصیل علوم اس بُت کو سونپا

دان اور سونپ امر کے صیغے ہین ایک فارسی کا لفظ ہے دوسرا ہندی کا۔

ولہ

تر زلف اُسکے وہ کن پھول زیبا	گل شبو ہے جیسے شب کو پھولا

اصل مین زیب اور پھول ہین الف زائد ہین۔

ناسخ

معطر اُسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا	حباب بحر ہر اک شیشہ گلاب ہوا

اور **ایطاے جلی** ۔ وہ ہے کہ اُس مین تکرار ہوتی ہے جیسے چلتا ہی اور کہتا ہی ۔ جانے والا اور رونے والا ۔ قادران اور فاضلان دیوے اور جاوے چاہنا اور مانگنا پس تا ہے چلتا ہے اور کہتا ہے مین اور نے والا جانے والا اور رونے والا مین اور وے دیوے اور جاوے مین اور نا چاہنا اور مانگنا مین اور الف ونون قادران وفاضلان مین مکرر زائد واقع ہوے ہین اگر ان کو حذف کردین تو حرف روی مین اختلاف ہوجائے گا اور ایطا مین یہی قاعدہ کلیہ ہے کہ جب حروف زوائد علامت کو کسی کلمے کے آخر سے دُور کردیا جائے تو قافیہ درست تر ہے اس طرح کے الفاظ کا ایک بیت کے قافیہ مین لانا دُرست نہین ہان اس طرح اگر قافیہ کیا جائے تو دُرست ہی جلتا ہے چلتا ہے جانے والا آنے والا دیوے نیوے چاہنا کراہنا فاضلان واصلان اس قسم کے الفاظ کا قافیہ بے عیب ہے اگر کوئی حرف زائد ان سے گرادیا جائے تو بھی روی کی موافقت مین فرق نہ آئے گا دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ جو حروف روی پر زائد ہون اُن کو گرا دینے کے بعد اگر روی دونون مصرعون مین موافق نہ رہے تو قافیہ کے معیوب اور غلط ہونے مین شبہہ نہین اس وجہ سے یہ کہنے کا حق حاصل نہین کہ متقدمین فارسی مین ایسا قافیہ لائے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ اختلاف تصریف کا نفی اور اثبات مین جیسے کرا ورمت کر مقتضی تکرار قافیہ نہین۔

میرتقی

دیکھے سب لوگ پھر کے چارون دانگ	مردمی بانکی ہے عجائب سوانگ
شخص ہمت کے دل کے ہاتھ نہ مانگ	مانگے ہی تو جو کچھ خدا سے مانگ
جو کہے ہے سو تو عشقی سے کہہ	

مرزا نوشہ غالب نے لکھا ہے کہ ایطا اُسے کہتے ہین کہ دو کلمے ایک صورت کے ہون جیسے الف فاعل گویا اور بینا ، و رشنوا کا اور ایسا ہی الف و نون جمع مثل چراغان و جوانان کے اور ایسا ہی الف و نون مانند گریان و خندان کے پس اگر یہ مطلع مین آپڑے تو ایطاے جلی ہے اور اگر غزل یا قصیدے مین بطریق تکرار قافیہ آئے تو ایطاے خفی ہے اہل خرد نے خاک اڑائی ہے اور بات بنائی ہے اور خفی و جلی کی تفسیر مین وہ لکھا ہے کہ صاحب طبع سلیم کبھی اُسکو نہ سمجھے چہ جائے آنکہ مانے مثال ایطاے جلی کی۔

سودا

تکی مشرف کے گھر لگاؤن گا | اور بیٹھن ترا لنکا لون گا ٭

لگاؤنگا اور لنکا لونگا مین الف اور لام روی ہین کیونکہ در اصل لگا اور نکال ہین اور اُنکے مابعد کے حروف زائد ہین جنکے حذف کردینے سے حروف روی مین موافقت نہ رہے گی۔

شاہ رحمان

بوقت سحر اُس کو مارینگے ہم | لہو خاک مین اُسکا ڈالین گے ہم

مارینگے اور ڈالینگے مین (ینگے) حروف زائد ہین جنکے حذف کردینے کے بعد روی مین اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

اسی قبیل سے ہے یہ بند امانت کے مخمس کا۔

اُدھر سے اجڑے ہوے کاروان جو گذرینگے | ہر اک کو اپنے مسافر کا ہم پتا دینگے
نہ کب تلک دل گم گشتہ کی خبر لینگے | پھرا جو کوچہ کاکل سے کوئی پوچھینگے

سُنا ہے لٹ گیا رستے مین قافلہ دل کا

ناسخ

کتنی ہی جھلیون مین لیٹا ہے | صدمون سے امن مین وہ رہتا ہے

لیٹا اور رہتا مین تاے ثقیل و رہاے مختفی روی ہین اور مابعد انکے حروف زائد ہین۔

مثنوی پدماوت

جو بے ۔ ی نکرتی زلف خوبان | تو ہوتی مجھکو کیون شام غریبان

غریب اور خوب پر الف و نون زائد ہین۔

منہ

ستارون کے بتاؤ نیک ساعات | رجال الغیب کے سیر و مکافات

ساعت اور مکان پر علامت جمع زائد ہین۔

مثنوی نل دمن مولفہ نکہت

ہر ایک سے تھا مراد خواہان	مطلب جویان بکوچہ پویان

دونون قافیون مین الف و نون زائد ہے۔

سخن مؤلف سروش سخن

لا ساقی وہ شراب کہ جس مین ہون میستان	پی کر جسے مین توڑون سبو اور گلابیان

میستان اور گلابیان مین (یان) حروف زائد ہین جو حذف کر دینے سے دونون قافیون کی ردی مختلف ہو جاتی ہے۔

میر شیر علی افسوس

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبون کے	چمن مین پھول گویا آج ہین تیرے شہیدون کے

عندلیبون اور شہیدون مین (ون) زائد ہین جن کے حذف ہونے کے بعد روی مین اختلاف آجائیگا

معصوم ؔ

تو انیس دل غمزدیان ہے	مرہم زخم سینہ ریشان ہے

دونون مصرعون مین الف اور نون جمع کی تکرار ہے۔

انقلاب سڑکی مولفہ ہاتف

نہین دیکھتے دوست دشمن کی آنکھین	لگی ہین رقیبون کی کیا کیا نہ گھاتین

عبرت

رکھین مالن نے پیش شاہ خوبان	یہ رکھ کے عرض کی پھولون کی چھڑیان

خوبان اور چھڑیان مین (ان) زائد ہین۔

سود

پٹکا گاڑھے کا کب تلک باندھون	موٹی شلوار تا کجا پہنون

باندھون اور پہنون کے حروف زوائد کو حذف کر دیا جائے تو ردی مین موافقت باقی نہ رہے۔

ولہ

چیرا مین تیس گز کا باندھون گا	سُرخ ہی باندھونگا پہرون کا

اگر باندھونگا اور بہرونگا کے حروف زائد کو حذف کر دیا جائے تو روی مین موافقت باقی نرہیگی
متعارف نسخون مین بہرونگا ہے اگر اسکی جگہ پہنون گا ہو تب بھی وہی قباحت باقی ہے۔

ولہ

تو مین جامہ بھی اُس کا بنواؤن	اونچی چولی کا تنگ سلواؤن

بن اور سل مین نون اور لام حروف اصلی ہین باقی زوائد جنکے حذف کرنے کے بعد حروف روی کی موافقت باقی نہین رہے گی۔
اسی قبیل سے ہے۔

انیس

ہر سمت تھی سنان پہ سنان مثل خار زار	ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

زار کلمۂ زائد ہے جس کے دُور کر دینے سے روی کی مطابقت نہین رہتی اور زار کا زائد اور مکرر ہونا خوب ظاہر ہے۔

ولہ

قربان صنعت قلم آفریدگار	تھی ہر ورق پہ صنعت ترصیع کردگار

گار کلمۂ زائد ہے جسکے دُور کر دینے سے روی مین مطابقت نہین رہتی۔

منشی

لیا خسرو نامور نے خراج	دیا اُس کو ہر تاجور نے خراج

نامور اور تاجور مین ور کلمہ زائد کے دُور کرنے سے حرف روی کی مطابقت نہین رہتی اور ور کا زائد اور مکرر ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ایطاے جلی کے قبیل سے ہے کہ قافیہ مین کلمۂ واحد کی معنی واحد پر تکرار ہو یعنی ایک لفظ ایک معنے مین مکرر لایا جائے جیسا کہ اس مطلع مین۔

میر درد

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا	ہم سبھی مہمان تھے وان وہ ہی صاحب خانہ تھا

دیوان نعیم کے قلمی نسخے مین ایک غزل دیکھی ہے جسکے مطلع مین ایطا ہے۔

جفا پیشہ ہو جو کوئی کسی کا درد کیا جانے	تکلف بر طرف ظالم کسی کا درد کیا جانے

کسی نے اُس سے پوچھا میرے تئین یہ کون ہے سچ کہہ
کہا ہنسکر مین کیا جانون اُسے میری بلا جانے

بشیرخان لکنت

ہزاروں ہمنے گل کھائے بدن پر	فداجب سے ہوے اُس گلبدن پر

اور یہ کہنا کہ گل بدن اسماے معشوق مین سے ہی تفرقہ معنی ہوکر قافیہ جائز ہے دُرست نہین اسی قبیل سے ہے نادر علی نادر لکھنوی کی مثنوی کا یہ شعر۔

نہ ایسا کوئی شے آباد ہے	کہ آباد جو فرخ آباد ہے

اگرچہ شعرا بسبب زور طبیعت کے ایک لفظ کو ایک ہی معنی پر قافیے مین کئی طرح سے لاتے ہین لیکن مطلع غزل و قصائد اور اشعار مثنوی و قطعات مین جائز نہین چنانچہ آتشؔ نے ایک غزل اسی قسم کی لکھی ہے لیکن اُس مین قافیہ کا مطلع مین مکرر نہ لانے کا اشارہ کردیا ہے کہتے ہین۔ ع

اس زمین مین وہی اک باغ لگائی آتشؔ	جو کہ طوبے کی بھی چوٹی کو کتر لیتا ہے
یعنی اور ایسی غزل لکھ کہ بس اک مطلع چھوٹ	جس مین ہر پھر کے یہی آدے بتر لیتا ہے

میر یار علی تخلص بہ جان صاحب اس غزل کے قافیہ مین ایک لفظ کو ایک ہی معنی مین بار بار لایا ہے۔ ع

مرجاؤن تو نہ آئے وہ بندی کی گور پر	کیا ہون گدھی مین جان دون بہرام گور پر
پروانے باجی صبح سے مرتے ہین شام تک	روتی ہی شمع رات کو عاشق کی گور پر

کل غزل کا یہی طور ہے بجز مطلع کے کہ اس مین لفظ گور تجنیساً واقع ہے اور مصرعون مین بجز معنی قبر کے نہین ہین۔ خواجہ محمد مرتضیٰ خان آبقاؔ نے چودہ شعر کی غزل لکھی ہے جس مین تین مطلع ہین تیسرے شعر کے دوسرے مصرع مین سو قافیہ ہے اور جائیگا ردیف باقی تمام شعرون مین یہی قافیہ اور ردیف ہے اور اس قافیہ کو بارہ شعرون مین نئے نئے مضامین کے ساتھ باندھا ہے۔ ع

ہوش ہر پایۂ افساد کا کھو جائیگا	آپ جاگینگے تو فتنہ ابھی سوجائیگا
دل کی بیتابی کا قصہ مین سناؤن کسکو	ایک ہشیار وہ عیار ہے سوجائیگا

مولوی عبداللہ کانپوری عزمؔ تخلص کی ایک غزل ہی جسکا مطلع یہ ہی۔ ع

سُنا جو تار عنقا کی نظر کا	پری وہ بال ہے تیری کمر کا

گیارہ شعر کی غزل ہی باقی تمام شعرون مین قافیہ کمر ہی ہی یہ دو شعر بھی اُسی کے ہین۔ ع

نہ ہو جو عضو وہ عیب بدن ہے	نہونا وصف ہے ہان تو کمر کا
جسے کہتے عدم ہین وہ یہی ہے	مین سمجھا مرکے یہ نکتہ کمر کا

عبد الاحد تخلص بہ احد کے دیوان مین ۲۵ شعر کی غزل ہے مطلع کے مصرع اول مین بسمل قاتل آیا ہے باقی سب جگہ قاتل قاتل ہے یہ اشعار اسکے ہین۔

بعد مرنے کے بھی یہ شوق شہادت ہے مجھے	پھر جو جی جاؤن تو کہنے لگون قاتل قاتل
اس قدر دید کی حسرت تھی پس مرگ مجھے	مردم دیدہ پکارا کیے قاتل قاتل
تو پئے قتل اگر تیغ بکف ہووے کبھی	سارے عالم سے صدا آئے کہ قاتل قاتل
یاد آئے گی جو لذت تہ شمشیر کی وان	روح جنت مین پکارے گی کہ قاتل قاتل
کشتہ تیغ ادا ہون مری تربت سے احد	بعد مردن بھی صدا آئے گی قاتل قاتل

امانت کی ایک غزل بیس شعر کی ہے مطلع مین توجان اور رہڑیان قافیہ ہے باقی تمام شعرون مین ہڈیان قافیہ کیا ہے۔

رباعی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط کے بندون مین ایطا بالکل ناجائز ہے جیسے مرزا دبیر کے شعرون کے ان بندون مین۔ سے

اب عقل ہماری یہی کرتی ہے گوارا	لشکر پسر فاطمہؑ کا کٹ گیا سارا
عباس بھی پیارا ہے اور اکبر بھی ہے پیارا	ان دونون کا مرنا نہوا شہ کو گوارا

ولہ

کہنے لگا پکار کے یون شمر بد شعار	بس رو چکے اسیر ہون اونٹون پہ اب سوار
تاکید کر رہے تھے ہزارون ستم شعار	پر چھوڑتی تھین لاش کو بیبین نہ زینہار

انیس

چار آئینہ والون کو نہ تھا جنگ کا یارا	جو رنگ تھا سینہ تو کلیجہ تھا دو پارا
کہتے تھے زرہ پوش نہین جنگ کا یارا	بچ جائین تو جانین کہ ملی جان دوبارا

جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دام اجل ہے

امانت

عشق کے نام سے آگے نہ خبر تھی واللہ	حال یون دل کا نہ تھا حسن پرستی سے تباہ
جھیپتی آنکھ حسینون سے سدا تھی واللہ	دیکھتا تھا کسی معشوق کو بھر کر نہ نگاہ
کوئی کہتا تھا جو عاشق تو مین کٹ جاتا تھا	اچھی صورت پہ کبھی دل نہ تڑپ جاتا تھا

رباعی ناسخ

وہ موتمن افضال الٰہی سے ہین	خوش رات دن افضال الٰہی سے ہین
ہے مصرعۂ تاریخ بقول ناسخ	وہ موتمن افضال الٰہی سے ہین

اس رباعی کا مصرع اول وچہارم ایک ہے اسلیے ایطاے جلی واقع ہوا ہے اور مصرع ثالث مین بقول ناسخ لکھدینے سے عیب کا تدارک کچھ ہوگیا ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی اور مسدس وغیرہ اقسام مسمط مین اگر ایطا واقع ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ فرماتے ہین ؎ در قوافی سجعہا ومثنویہا وخانہاے مربع ومسمط استقصاے بسیار نکنند واستعمال بعضے عیوب را روا دارند الغرض ایطاے جلی سخت عیب ہے اور ایسے قافیے کا استعمال بہت نازیبا وقطعاً ناروا ہے لیکن غزل خواہ قصیدے مین چو دہ شعر کے بعد لانے کا مضائقہ نہین اور تکرار ایسے قافیے کی ردیف والی غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک روا ہے مگر مطلع مین قبیح محض ہے اور تکرار قافیے کی جتنی زیادہ قریب ہوتی ہے اُتنی ہی معیوب زیادہ ہوتی ہے پس سات بیت سے کم کے بعد تکرار قافیے کی نہ کرنی چاہیے اگر سات بیت کے بعد تکرار واقع ہو تو زیادہ معیوب نہین کیونکہ کم سے کم اشعار قصیدہ کی تعداد سات شعر ہے پس جبکہ سات بیت کے بعد قافیہ مکرر آئے گا تو یہ فرض کیا جائیگا کہ گویا اعادہ دوسرے قصیدے مین ہوا ہے اور اگر لفظ کی تکرار دوسرے معنے مین ہو تو وہ ایطا نہین بلکہ تجنیس ہے جیسے۔

تسلیم

کبھی دیکھے سُنے نہ ایسے کان	لکھون کانون کو نازکی کی کان

میر

وہین مچھلی بکتی تھی دمڑی کی سیر	ولیکن نہ کھاتا تھا ہو کوئی سیر

ہادیعلی بیخود

یہ کافر ہین درخشان اُن مین وہ مانگ	دل مجنون کو جو لیلا ہے سے مانگ

صاحب برہان قاطع شایگان خفی وجلی کی تفسیر کے بعد جو فارسی مین ایطاے خفی وجلی کے نام ہین لکھتا ہے کہ ایسا قافیہ غزل بلکہ قصیدہ بھر مین ایک جگہ لانا جائز ہے مثلاً جس قصیدے مین کہ قافیہ نہان اور گران اور جہان ہو روا ہے کہ اسپان لائین اسلیے کہ فقط ایک جگہ سے تکرار معنی لازم نہین آتی اور پھر خران لانا جائز نہوگا کیونکہ الف ونون اسپان وخران مین ایک معنی مین ہے اور رضا قلی خان

ہدایت انجمن آرائے ناصری مین لکھا ہے کہ مفرد کو جمع کے ساتھ قافیہ کرنے کو شائگان جلی کہتے ہین جیسے دلبران اور مردمان کو جان اور زبان کا قافیہ کرین اور مفرد کو اسم فاعل کے ساتھ قافیہ کرنے کو شائگان خفی کہتے ہین جیسے گویا اور بینا اور شنوا کو معما اور زلیخا اور ریما کے ساتھ قافیہ کرنا۔

محمد بن قیس کا قول ہے کہ جب قافیے مین روی حرف اصلی نہوگا وہ شائگان نہین ہی جیسے دلبرا اور فنا اور حرف زائد اُس وقت شائگان ہی جب قوافی مقید مین واقع ہون نہ قوافی موصول مین۔

پس میر کے اس شعر مین ؎

وقت یکسان تو نہین اے دوستان	اب یہی ہی ہر زمان ورد زبان

ایطائے جلی ہے۔ کیونکہ دوستان جمع ہے اور زبان مفرد ہے۔

ولہ

بہت ہمنے دیکھے وزیر شہان	شکار ایسے دستور سے تھا کہان

شہان جمع ہے اور کہان مفرد۔

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سرکردہ کمان	ہین پیش راہوارون کی گویا کنوتیان

کمان مفرد ہے اور کنوتیان جمع ہے اور بہزاد بہر کے اس شعر مین ایطائے خفی ہے۔

مین اُسکا پسر ہون جو خدا ہے شناسا	فرزند ہون اُسکا جو نبی ہے دانا

شناسا مین الف فاعلیت کیلئے ہے اور دانا کا الف اصلی ہے۔

نسیم

شہ نے کہا سُن وزیر دانا	بے دیکھے سُنے کو کس نے مانا

حالی

حنین ابن اسحاق قیس دانا	ضیا ابن بیطار راس الاطبا

ناسخ

تا نبات و شجر مین اے دانا	مادے میوون کے ہون سب پیدا

اور خواجہ نصیر الدین طوسی نے لکھا ہے کہ جب قافیہ مرکب سے ایک جز مکرر واقع ہو اور سب جگہ معنی واحد پر آئے اُس قافیہ کو شائگان کہتے ہین جیسے الف و نون جمع اور الف فاعلیت کا اور یائے تنکیر و مصدری وغیرہ اور مراد شائگان سے کثرت نامحدود ہے اسواسطے کہ گنج شائگان

اُس گنج کو کہتے ہین جس ہین مال بہت اور بیجد ہوا ور قافیہ شائگان ہین بھی تکرار ایک معنی کی بکثرت ہے اور شائگان کے معنی لغت مین بیگار کے بھی ہین یعنی وہ کام جو حاکم کے حکم سے بے مزدوری کیا جائے اور جس طرح بیگار کا کام ناقص وخراب ہوتا ہے اسی طرح اس قسم کا قافیہ بھی بسبب بے اہتمامی اور نقصان وخرابی کے بیگار سے مشابہ ہے یا یہ امر بھی بے مزدوری کے کام کی طرح تحکم کا ہے اور تعلق شاہ وحاکم سے رکھتا ہے مُردّف شعر مین شائگان کا لانا حرف گیری کے قابل نہین رہتا کیونکہ ردیف عیب قافیہ کو چھپا دیتی ہے جیسے۔

حالی

فسون جب یہ باقی نہین کارگرد ہ	تو کرتی ہے آخر کو دریوزہ گرہ

ولہ

بڑا غلغلہ جنکا تھا کشورون مین	وہ سوتے ہین بغداد کے مقبرون مین

پہلے شعر مین علامت فاعلیت کی تکرار ہے اور دوسرے شعر مین علامت جمع کی تکرار ہے اور دونون جگہ ردیف نے تکرار کے عیب پر پردہ ڈالدیا ہے۔

حالی

طاؤس کو ناچنا بتایا	کوئل کو الاپنا بتایا

ناچنا اور الاپنا مین علامت مصدر کی تکرار ہے غزل اور قصیدے مین قافیہ اول مصرع کا چاہیے کہ اور ابیات کے مصرع اول مین مکرر لائین کہ اسکو ذوالمطالع کہتے ہین اور یہ خارج ہے عیب ایطا سے جیسے۔

ذوق

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے	اُنکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے
چاہین گر چارہ جراحت کا محبت والے	بیچین الماس و نمک سنگ جراحت والے
گئے جنت مین اگر سوز محبت والے	تو یہ جانو ہے دوزخ ہی مین جنت والے

ناسخ

پہنے وہ صنم جو پیرہن زرد	ہوجائے سفید یاسمن زرد
پہنا ہے جو تونے پیرہن زرد	یان ہے یرقان غم سے تن زرد
رستی سے ہو رہا ہی جو اُس کا دہن کبود	ولہ یان سنگ کو دکان ہے سارا بدن کبود

ہستی سے لررہے ہو عبث تم دہن کبود	نازک یہ ہونٹھ ہین کہ کرے گا سخن کبود

داغ

دل نہ رہا سینے مین دم کی طرح تم مرے دل مین رہو غم کی طرح	ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح دم نہ سہی حسرت و غم کی طرح

لیکن مصرع دوم مین نہ چاہیے ورنہ ایطا ہوگا۔

بیان معمول

معمول اُسے کہتے ہین کہ ایک جگہ قافیہ لفظ واحد ہو اور ایک جگہ ترکیب سے حاصل ہو مرزا قتیل نے چہار شربت مین لکھا ہے کہ معمول مین بنا قافیہ کی تلفظ پر ہوتی ہے لہٰذا کمی و بیشی حروف کی کتابت کی رو سے قابل اعتبار نہین اور مرزاے موصوف نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ اگرچہ معمول کو آج کل صنائع مین شمار کرتے ہین مگر دراصل قافیہ کا عیب ہے بہرکیف یہ دو طرح پر ہے ایک ترکیبی دوسرا تحلیلی ترکیبی اُسے کہتے ہین کہ قافیہ پورے دو کلمون سے مرکب ہو مثلاً۔

مرزا دبیر

صادق مثال شمس و قمر کی نہ آئے نہ	کیا تاب منھ تو دیکھو جو برروہو آئینہ

خوشتر

خوش آئی رام کو جب خاکساری	ملی اپنے بدن پر خاک ساری

امانت

پائون آخر کو مرا اور تری پیشانی ہے	جو مین کہتا ہون وہ اک دن ترے پیش آنی ہے

غالب

نکتہ چین ہے غم دل اُسکو سُنائے نہ بنے مین بلاتا تو ہون اُس کو مگر اے جذبۂ دل	کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے اُسپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

ضمیر

کس سے اے چرخ کہون جاکے تری بیدادی	جو ہے دنیا مین سو کہتا ہے مجھے ایذا دی

دبیر

مین اُسکا پسر ہون جو خدا کا ہے شناسا
فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہے نواسا

جان اُسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا — مین وہ ہون پدر جسکا ہے دو روز کا پیاسا

مومن

ایک دن جی زیادہ گھبرایا — جان بیتاب کو نہ صبر آیا

ناسخ

آیا نہین وہ ماہ مہینے گذر گئے — رویا مین اسقدر کہ سفینے گذر گئے
پیہم جو اُسنے کی صف عشاق پر نگاہ — پیٹھون سے تیر توڑ کے سینے گذر گئے
ہی حشر سے زیادہ جلو خانہ آپ کا — مجرائیون کے سر سے پسینے گذر گئے
وہ یار ہم پیالہ وہ ساقی وہ مے کہان — سب اپنی میکشی کے قرینے گذر گئے
پوچھا جو رو کے یار نے ناسخ کے حال کو — ہنسکر کہا رقیب شقی نے گذر گئے

منت

مدعی اُس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے — پھر تمنا کو یہان مژدۂ پابوسی ہے
تہمت عشق عبث کرتے ہین منت مجھپر — ہان مگر ملنے کی خوبان سے تو اک خوبی ہے

تحلیلی وہ ہی کہ ایک لفظ کے ٹکڑے کئے سے قافیہ حاصل ہوتا ہے یعنے ایک لفظ کے ایک جز کو قافیہ مین شمار کرین اور ایک جز کو ردیف مین داخل کرین جیسے قاتل قضا اور بسمل قضا اور بالقضا بس بل کو قافیہ قاتل اور بسمل کے مقابل کیا اور قضا کو ردیف مین داخل کیا جیسا کہ میر وسعدی کی اس غزل مین شرر اور نظر وغیرہ قافیہ ہی اور سے ردیف ۔ ہ

ہمچشمی ہے وحشت کو مری چشم شرر سے — آتی ہی نظر پھر وہین غائب ہو نظر سے
کیون تیغ تری دشمنی کرتی ہی سر سے سلطان — مجھکو تو نہین کام کسو کی بھی کمر سے
اسطرح کے رونے سے تو دل اپنا رُکے ہم — ای کاش یہ ابر مژہ دل کھول کے برسے

بر قافیہ ہی مقابل نظر اور شرر اور کمر کے اور سے ردیف ہی ۔

دلاور خان بیرنگ

نہین مطلب مجھے کچھ باغبان اور — دوانا ہون مین گل کے [illegible]
سدا بیرنگ رہ غفلت سے مدہوش — مثل مشہور ہے سویا سو چوکا

ذوق

ساقیا ہون جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اُٹھین نہ ترے متوالے

رہے جون شیشہ ساعت وہ مکدر دونون
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہین دوا یہ لب جان بخش ترے
جان بلب ہین ترے آزار محبّت والے

مومن

کہے ہی چھیڑنے کو میرے گر سب ہوے اُن پر یسمین
نہ زور ملنے کسی معشوق اور عاشق کو اے یسمین

اگر مشہور ہوا افسانہ اپنی بُت پرستی کا
برہمن کیا عجب یان لے آئین بنارس مین

رقیب بوالہوس نے رونمائی میں ترے کب جان دی
وہ نو وارد ہے کیا جانے دیار عشق کی رسمین

نہ مین اپنا نہ دل اپنا نہ تم میرے نہ جان میری
اثر کس کس کو ہو ہو بھی اگر فریاد بے کس مین

ذرا سمجھو تو جان من وصال غیر پر ہر دم
مرے جان کون ہے یہ کس کی جھوٹی کھاتے ہو قسمین

امانت

رفتار کے چلن سے غضب دل لبھایئے
چھوٹے سے سن مین یار بڑے تم ہو جایئے

انشا

سمند ناز پہ وہ شہسوار جو نکلا
تو غل سا مچ گیا بازار بیچ بیچ کا

لچک سی آگئی ہر شاخ گل کے شانے مین
خدا کے واسطے اپنی کمر تو مت لچکا ؂

جو خوب سوچیے تو ہے نام جسکا استغنا
وہی تو اصل ہے انشا ہزار لالچ کا

سوز

جو دل کہ تھا الٰہی اس دلربا کے گھر سا
خالی پڑا ہے اب یون اُجڑا ہوا نگر سا

ساتون فلک کے دل مین چھید آخ دیکھ لیجو
نکلی اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا

شاید کہ اپنے گھر کی دی اُسنے خاک بدلی
خورشید کی کلہ پر کچھ تو دھرا ہے پرسا

جرأت

دیکھو زخمی مجھے اب کوچۂ قاتل والے
ہنسکے کہتے ہین کہ آ زخم جگر سلوالے

عشق کا جو ہو دل افگار سو بچتا ہی نہین
گرچہ قسمت سے ہون جان بر مرض سل والے

اب بجز حشر ملاقات ہماری معلوم
ٹک دم نزع کوئی اُس سے ہمین ملوالے

آج گلشن مین سُنا باد بہاری آئی
غنچۂ دل کو ہمارے بھی کوئی کھلوالے

نوا

اس پاے حنائی پر رکھتا ہون جو مین کو	کس ناز سے وہ ہنس کر کہتا ہی کہ بس سر کو

آتش

ہاتھ سے تیر لکھی ہی جو کوئی قاتل قضا	زندگی سے تنگ ہین ہم بھی رعینا یا قضا
دل نہ دونگا پیشتر سے دیکھا ہون یار کو	جان حاضر ہی جو مجھسے ہوتی ہو سائل قضا

ناسخ

دے دوپٹہ تو اپنا ململ کا	ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا
درد سر مین جو سر رگڑتا ہون	تیرا دروازہ کیا ہے صندل کا
لکھون ناسخ جو وصف چشم سیاہ	ہو سیاہی مین طور کا جل کا

امیر حسین تسکین

مین نے جو رکھا پانون پر سر کو	بولے وہ ناز سے [illegible] سر کو

آتش

آئے بہار جائے خزان ہو چمن درست	بیمار سال بھر کے نظر آئین تندرست
پرچھاوان اُن کا عاشق و معشوق پر پڑے	برسون رہا معاملہ روح و تن درست
سجدہ کرین تجھے بُت و زنار توڑ کر	چاہین حقیقت اپنی اگر برہمن درست

ظفر

واہ کیا طرز ستم تجھکو ستمگر یاد ہے	اب جہان تیر [illegible] رہا جلاد ہے
کھیلتا ہی تو جو اُس مار سیاہ زلف سے	کیا تجھے اے دل کوئی کالے کا منتر یاد ہی

ایسا قافیہ ایطائی طرح غزل مین ایکبار اور قصیدے مین تین بار تک گنجایش رکھتا ہی اور مطلع مین بھی آپڑے تو صحیح ہی بخلاف ایطا کے کہ مطلع مین اُسکا واقع ہونا نہایت معیوب ہی۔

بیان غلو

غلو غین منقوطہ اور لام کے ضمون سے یہ ہے کہ ایک مصرع مین حرف ردی ساکن ہو اور دوسرے مین متحرک مثال۔

مومن

مین اگر آپ سے جاؤن تو قرار آجائے	پر یہ ڈرتا ہون کہ ایسا نہو یار آجائے

کر دن اور بھی اے جوش جنون خوار و ذلیل | مجھ سے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی پیار آجائے
ٹھہر جا جوش جنون ہے تو تڑپنا لیکن | چارہ سازون مین ذرا دم دلِ زار آجائے
حسن انجام کا مومن مرے بارے ہی خیال | یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے

اس غزل مین رے مہملہ روی ہی اور تمام اشعار مین وہ ساکن ہی مگر مقطع مین مفتوح ہے۔

جرأت

کیونہ بستر پہ کرے پانون وہ رنجور دراز | جسکی خود رفتگی بھی ہو سفر دور دراز

اس غزل مین رنجور دیجور طور قافیہ اور دراز ردیف ہے اور اس شعر کے مصرع ثانی مین دُور و دراز جو قافیہ اور ردیف ہے اس مین یہ نقصان ہے کہ باعتبار محاورۂ اصلی کے دُور کی رے کا ساکن کرنا جائز نہین اسلیے کہ دُور و دراز عطف کے ساتھ ہی پس پہلے مصرع مین روی ساکن ہی اور دوسرے مین متحرک ہے جیسے اس شعر مین۔

میر دوست محمد صائغ

بپای برق ہم نتوان رسیدن از حریم او | رہ دور و دراز ست ای کبوتر بال و پر بشکن

اور محاورۂ فارسی مین اُردو والے داخل نہین کر سکتے حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ مطلع ہے

صلاح کار کجا و من خراب کجا | ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اسی قبیل سے ہے لیکن چونکہ اُنھون نے آگاہ کر دیا پس وہ عیب جاتا رہا اور یہ ایک عجیب نکتہ ہے حاصل یہ ہے (ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا) یعنی فرماتے ہین دیکھنا کتنا تفاوت ہے ایک جگہ حرف روی ساکن ہی اور ایک جگہ متحرک مگر یہان معترض کو گنجایش ہے کہ کہے تفاوت کو ہم جانتے ہین سوال یہ ہی کہ تفاوت تمنے کیون رکھا اسکا جواب پہلا مصرع ہی (صلاح کار کجا و من خراب کجا) یعنی مین عاشق زار دیوانہ ہون صلاح کار سے مجھکو کیا کام شعرا کے یہان یہ قاعدہ علی العموم جاری ہے کہ اگر مطلع مین یا اور اشعار مین غزل و قصیدے کے کوئی نقص آجائے اور اسکی اطلاع کر دین تو وہ عیب جاتا رہتا ہے جیسا کہ مذاق بدایونی نے اپنی اس غزل کے مقطع مین ایک امر کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

کرین شیخ و برہمن اللہ اللہ رام رام آکر | زیارت گاہ ہے وہ کعبۃ اللّٰہی کنشتی کا
ترا نامی گرامی گھر تو ابن ساقی کوثر | تفضر ہے نام ای خواجہ ترے گھر کے بہشتی کا

نذاق اعجاز خواجہ سے چلاؤن ناؤ خشکی مین | زمین شعر تر مین قافیہ لاؤن مین کشتی کا

مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ اصل لغت مین کشتی بفتح کاف تازی ہے اور قافیہ مین یہ لفظ یہان پر نہین آسکتا لیکن اعجاز خواجہ سے مین قافیے مین لاؤنگا گویا ناؤ خشکی مین چلاؤن گا یعنے ناؤ خشکی مین چلانا اور ایسے الفاظ کا قافیہ ایسے موقع پر لانا دونون امر محال ہین لیکن اعجاز خواجہ سے یہ بات ممکن ہے
مولوی صہبائی لکھتے ہین کہ یہ بھی عیوب قافیہ سے ہے اور قریب غلو کے ہے کہ ایک مصرع مین روی حرف اصلی ہو دوسرے مصرع مین حرف زائد کو حرف اصلی کے حکم مین کر لیا ہو جیسے کہ یاے تحتانی لالی کی بمقابلہ یاے اصلی کالی کے۔

فراست نامۂ رنگین

اگر حد سے زیادہ ہووے لالی | اور اُس لالی پہ بجتی ہووے کالی

محشر

صف مژگان ہین ترے چمکے ہی تیر نکی انی | کسکے تاراج کو اُمڈی ہے یہ فوج دکنی

پہلے مصرع مین روی یاے اصلی ہے اور دوسرے مین یاے نسبت زائد

میر حسن

زبس شعر کہتے ہین وہ فارسی | ہر اک شعر اُن کا ہے جون آرسی

یاے تحتانی آرسی کی اصلی ہے اور یاے تحتانی فارسی کی زائد ہے کیونکہ نسبت کے واسطے لاحق ہوئی ہے۔

جرأت

اب نجا مین جان بلب اسوقت اے جانانہ ہون | تیرے اٹھ جانے سے کافر ہون اگر مرتا نہ ہون
اپنا حال اپنے ہی سے کہتا ہون مین تنہائی مین | آپ ہی افسانہ گو ہون آپ ہی افسانہ ہون
اُسکی محفل مین اگر کچھ ڈھب بنے اے دوستو | کیجیو مذکور میرا اُسکے مین ہون یا نہ ہون
منھ نہ موڑون گا تری شمشیر سے قاتل لگا | نام ہی جرأت مرا اس بات کو مردانہ ہون

حالی

یہان اور ہین جتنی قومین گرامی | خود اقبال ہے آج اُن کا سلامی
تجارت مین ممتاز دولت مین نامی | زمانے کی ساتھی ترقی کی حامی

ولہ

طبیعت میں جو اُسکے جوہر تھے سب	ہوئے سب بھٹے مٹی میں ملکر وہ مٹی

میر

آفریں صناع لوگو آفریں	کیا دیا پایا ہے آنکا خزیں

بقاء اللہ خان بقا

جبکہ دل صد چاک تیرے عشق سے بتخانہ تھا	گو چھپائے زلف میں شغل شانہ تھا
ہائے جس گلشن کی ہم کرتے تھے سیرین پر سال	اب یہ ہوتا ہے گمان سبزہ ہی گویا وان تھا

نواب کلب علی خان والی رامپور

ملا ہزاروں سے میں تجھسے اک زمانہ ملا	مگر خدا کی قسم تم سا بے وفا نہ ملا
ملا ہی یار تو نواب اتنے خوش کیون ہو	خدا ملا کوئی دولت ملی خزانہ ملا

آتش

روئے مژہ اُن آنکھوں نے دلکو دکھا دیا	صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا
تشبیہ دی جو چہرۂ قاتل کے خال سے	گولی نے بے تفنگ نشانہ اُڑا دیا
کافر سے بھی نہو جو کیا ناز حسن نے	عاشق کے دل کو توڑکے کعبے کو ڈھا دیا
ٹھہرا حضور یار نہ ماہ چہاردہ	دن ہو گیا نقاب جو شب کو اُٹھا دیا
سودائے زلف یار کی سر میں جگہ ہوئی	دام بلا میں دل کو قضا نے پھنسا دیا
خط سے رہا نہ حسن رُخ یار کا فروغ	بجھنے نے اس چراغ کے دل کو بجھا دیا

پوچھا ہے عارفوں سے جو تونے وہ ہے کہاں
آنکھوں کو بند کرکے ہے دل کا پتا دیا

اُن اشعار میں دکھا اور لڑا اور اُڑا اور ڈھا اور اُٹھا اور پھنسا اور بجھا اور پتا قافیہ ہے اور دیا ردیف اور الف جو حرف روی ہے کہیں حرف اصلی ہے کہیں زائد یہ بھی غلو کے قبیل سے سمجھنے کے قابل ہے کہ ایک جگہ روی حرف ملفوظ و مکتوب ہو اور دوسری جگہ حرف ملفوظ غیر مکتوب مثلاً یش مصنف بہار دانش کے شعر میں۔ ع

بُلا لایا گھر میں اُسے دفعتہً	کھائے گئی کر کچھ اس کا جتن

ولہ

ہوا حکم خر گوش کو دفعتہ	کیا سلطے خوشنود شہ یہ سخن

شاعر نے تنوین کو جو نون حکمی ہے نون اصلی کے مقابل ردی بنایا ہے تنوین اصطلاح صرف مین نون ساکن زائد کا نام ہے جو لفظ کے آخر مین تاکید کے لیے آتا ہے علامت اُس کی ایک سی دو حرکتین ہین اس طرح کہ لکھنے مین کسی حرف پر دو فتحے یا دو کسرے یا دو ضمے کر دیتے ہین دونون حرکتین پڑھنے مین نون ساکن معلوم ہوتی ہین لیکن نون لکھا نہین جاتا میزان الافکار مین لکھا ہے کہ نون تنوین حقیقت مین حرف جداگانہ ہے جسکو پڑھتے ہین اور لکھتے نہین ہین اور تنوین کے جتانے کے لیے جو دو حرکتین لکھدیتے ہین یہ مبتدیون کے سمجھانے کے لیے ہے حقیقت مین نون تنوین کی یہ شکل نہین بہرصورت اہل لغت نون تنوین کو نہین لکھتے بخلاف عروضیون کے کہ وہ نون تنوین کو لکھتے ہین اس طرح فعلنٌ (فعلٌ) آتش کے اس شعر مین بھی ردی کا مدار تلفظ پر ہے۔

زندگی سے تنگ ہین ہم بھی رضینا بالقضا	ہاتھ سے تیرے لکھی ہے جو کوئی قاتل قضا

بیان تضمین

قافیہ اصطلاح مین تضمین جس عیب کا نام ہے وہ اُس تضمین سے جو شاعری مین متعارف ہے جدا ہے یعنے ایک مصرع مین ایسا قافیہ لانا کہ اُسکے معنی مصرع ثانی پر موقوف ہون اگرچہ اس کا عیب مین داخل ہونا کوئی وجہ نہین رکھتا اور حق وہی ہے جو مولوی امام بخش صہبائی لکھ گئے ہین مگر ناچار بہ تقلید گذشتگان ہمنے بھی عیوب مین لکھدیا مثال اسکی۔

دبیر

بابا نے غلامون کے بھی حق مین کہا کیا عباس غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا پر بھائیون مین میری حقارت تو غضب ہے	ناچیز سہی کم سہی رتبے مین مین اِلّا ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسن پاک کو سونپا میراث کی خواہش ہے نہ درثے کی طلب ہے

لفظ الّا کے واقع ہونے سے دریافت ہونا معنے کا اُسکے مابعد پر منحصر ہے۔

مومن

کہ ہوا مہربان فلک یعنے	کچھ نہ کچھ کر گئے اثر طعنے

گئی دن بعد ایک شب تنہا	اتفاقاً آ گئی وہ مہ سیما

انیس

صغرا کی تو وطن سے کچھ آئی نہین خبر اکبر نے عرض کی کہ ہین سب خیر سے مگر	جلدی کہو کہ منھ سے نکلتا ہے اب جگر لٹتا ہے کوئی آن مین خیر النسا کا گھر

ملتی نہین رضا ہمین آنسو بہاتے ہین
بابا گلا کٹانے کو میدان مین جاتے ہین

میر

جگر مین اپنے بانی روئے روتے کبھی جو آنکھ سے چلتی ہے آنسو	اگرچہ کچھ نہین اے ہم نشین پر تو پھر جاتا ہے بانی سب زمین پر

منشی

تو مائل ہوا سوے کشتی اگر نہین چاہتا یہ کہ تجھ سا جوان	تو ہان مین بھی کشتی کو حاضر ہون پر مرے ہاتھ سے کشتہ ہووے یہان

یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ ایک لفظ مفرد کے دو جز کر کے بعض کو مصرع اول کے قافیے مین اور بعض کو مصرع ثانی کے ابتدا مین لے آتے ہین اشعار عرب مین ایسا قافیہ کثیر الاستعمال ہی صاحب قصیدۂ بردہ فرماتے ہین۔

محمد سید الکونین والثقلے	ن والفریقین من عرب ومن عجم

مصرع پہلا یاے ثقلے پر تمام ہوا اور نون مصرع ثانی مین شامل ہے۔ مگر فارسی اور اردو مین یہ امر نہایت معیوب ہے ایسا کوئی نہین کرتا مگر بسبیل ظرافت اور ہزل کے جیسے مولوی جامی کی اس رباعی مین سے

اے شادی عید چون بکام دل لع ذورم براہل دل کہ آزادی مح	دایم شدہ محبوس درین غمکدہ مع بوس ست برسم عیدہم از تو طمع

مصرع اول کے آخر اور مصرع دوم کے اول جز سے اعلام اور مصرع دوم کے جز و آخر اور مصرع سوم کے جز و اول سے معذورم اور مصرع سوم کے جز و آخر اور مصرع چہارم کے جز و اول سے محبوس حاصل ہوتا ہے اردو مین ایسی تو کوئی مثال نہین ملتی مگر اس کے قریب قریب مولوی محمد اسمعیل کا یہ شعر ہوسکتا ہے۔ سے

جو ہیں آفتاب تابان	نے چھپایا اپنا جلوہ

اسی قبیل سے ہے حکیم مظفر حسین اظہر کی نظم کے یہ مقطع ہیں۔

جہان میرے سارے کامون	جہان میرے سب خیالون

ہین فقط تو ہی یہ ہو رہبر

بیان تغییر

یعنے اشعار مین قافیہ بدل ڈالنا یہ بھی عیب ہے مگر اشارہ کردینے سے کوئی عیب باقی نہین رہتا اور شعراے ریختہ اکثر مقطع مین اس امر کا اشارہ کردیتے ہین اسکی مثال یہ ہے۔ شعر

انشا

آدمی چیز ہی کیا اُسنے نہ چھوڑے پتھر | [illegible] جس جلوے نے سب طور کے روڑے پتھر

لکھ غزل اور بدل قافیہ انشاؔ کہ شرار | نکل آئے ہین بہت تونے یہ چھوڑے پتھر

ولہ

کھادین ہر چند کہ بارش کے تڑ تڑ پتھر | پر نہین سب مرے اشکون کے دریڑے پتھر

لکھ غزل اور بہ تبدیل قوافی انشا | تونے آخر تو ہین اس بحر کے چھیڑے پتھر

ولہ

فوج لڑکون کی چڑھے کیون نہ تڑا تڑ پتھر | ایسے خبطی کو جو پا جائے جو کڑ کڑ پتھر

ولہ

غزل انشا اور بھی ایک لکھ اسی بحر اور ردیف کی | نہ زہر کے قافیے سمجھین ہون مجھے نفرت آگئی زیر سے

نہ تو کام رکھیے شکار سے نہ تو دل لگائیے سیر سے | بس آگئے حضرت عشق جی چلے جاؤ گھر ہی کو خیر سے

جرأت

نہ جی کو دل کی خبر ہے نہ دل کو جی کی خبر | ترے بغیر کسی کو نہین کسی کی خبر

بدل کے قافیہ کہیے غزل اک اور ای طبع | جو پہونچے شاعرون تک اپنی شاعری کی خبر

مطلع

بتاؤن ہم نفسان کیا مین گلستان کی خبر | قفس مین مجھکو نہین اپنے آشیان کی خبر

بسان شمع کرین سوز دل بیان کیا خاک | زبان رکھتے ہین لیکن نہین زبان کی خبر

حسن

آتے آتے آج گر وہ گلبدن رہ جائے گا | بیکلی سے مرکے تو یہ خستہ تن رہ جائے گا

گر کہے گا یان بدل کر قافیہ اور اک غزل | شاعرون مین نام تیرا اے حسن رہ جائے گا

مطلع

آشیان [illegible] اپنا لشان رہجائیگا
[illegible] جلے جاوینگے اور یہ آشیان رہجائیگا

ہا اور الف کا قافیے مین جمع ہونا

شعراے ریختہ بعض جا ہاے آخر الفاظ کو قافیے مین الف سے بدل دیتے ہین جیسے۔

ہوس

ہون شیخ پیر سے [illegible] رسیدہ
آگاہ کرو کہ یہ ہوا کیسا

دیدہ

پردہ رہے نامۂ عمل کا
کھلجائے نہ قبر مین لفافا

رند

خوار کرتا ہے جوانمردون کو سفلون کو عزیز
حسن تو چرخ پیر کیا تو بھی کمینا ہو گیا

وقت فکر شعر اگر آیا بناوٹ کا خیال
گل رخ رنگین ہوا شبنم پسینا ہو گیا

کب محیط غم مین ڈوبا جسکا تو حامی ہوا
ہر حباب اسکے لیے گویا سفینا ہو گیا

اس مہینے مین بھی ہر روے رہا پہلو تہی
عید کا بھی چاند خالی کا مہینا ہو گیا

گھر ہوا ہے عشق کا اُس عرش مسند کے یہ دل
آسمان کوٹھے کا جسکی ایک زینا ہو گیا

دوسرا مجھ سا نہوگا کوئی برگشتہ نصیب
کی محبت مین نے جس سے اُسکو کینا ہو گیا

اب کہان وہ ایڈنا مستونکا وہ ہوحق کہان
ساقیا موقوف جب سے مے کا پینا ہو گیا

اب نہین دل مین کدورت رند حاصل ہے صفا
جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینا ہو گیا

لیکن یہ بھی شرط ہی کہ وہ لفظ کسی اور لفظ سے ترکیب نہ دیا گیا ہو ورنہ قافیہ غلط ہوگا جیسے ان شعرون مین مرزا دبیر کے۔ ع

مین سوزن مژگان سے ترے زخم سیون گا
موجود مرا رشتۂ جان ہے پے بخیہ

و

کہتی تھی [illegible] یہان [illegible] مدینہ
گذرا ہمین رستے مین محرم کا مہینا

ولہ

صغر کو مان کی گود مین جو تھا مہینا تھا
عابد کو تب بھی زرد جمال [illegible] تھا

ولہ

خاموش دبیر اب کہ ہے جی تن سے روانا — اللہ سے کر عرض کہ اے رب زمانا
از بہر حسینؑ و حسنؑ اے خالق دانا — جو مجھ سے جلین تو انھین دوزخ مین جلانا

سیونگا اور بے بخیہ۔ رب زمانہ اور دانا۔ شاہ مدینہ اور مہینا اور جمال سکینہ کا قافیہ جائز نہین بسبب مضاف الیہ ہونے بخیہ اور مدینہ اور زمانہ اور سکینہ کے (استفاداز تحقیقات مولوی عبد الغفور خان نساخ۔)

میر

گئے پاس اُسکے وہ شیخ زمانہ — رکھا پھر اُسکے آگے لا کے کھانا

شیخ زمانہ اور کھانا کا قافیہ جائز نہین بسبب مضاف الیہ ہونے لفظ زمانہ کے۔

مرزا محمد سعید الدین احمد خان طالب

ملایک کو مری مٹی عزیز اور محترم ہوتی — اگر مین خاک در ہوتا معین الدین چشتی کا
نہ جچے میری نظر مین جلوہ کون و مکان کیونکر — کہ مین ہون محو نظارہ معین الدین چشتی کا

بات اور رات وغیرہ کو قافیہ مین ہاتھ اور ساتھ کے ساتھ جمع کرنا

شعرا بات اور رات اور مہیات اور گات وغیرہ کا قافیہ ساتھ اور ہاتھ بھی کر لیتے ہین مگر غور کیا جائے تو ایسا قافیہ درست نہین کیونکہ ہاتھ اور ساتھ مین ہائے مختفی بھی ہے اور رات اور بات اور گات اور مہیات مین نہین۔

علی محمد خان علی تخلص

دھیان مین لاے ہین جب بھری کسی کی گات ہم — مارتے ہین تب ہین چھاتی پہ دونون ہاتھ ہم

[illegible] امیور

جب گردش مین اپنی ندنون اوقات کٹتی ہے — [illegible] ہر کوئی ساعت جو کسے ساتھ کٹتی ہے

دلیر شاہ دلیر

پھر بھی یارب وہ کبھی دن رات ہو
یار ہو مے ہو گلے مین ہاتھ ہو

دبیر

دیکھینگے حضور ایسی کوئی بات نہو گی	درج ابؔ ہمارے کے لیا ساتھ نہو گی

اسی قبیل سے ہی سودا کے ان اشعار مین بات قافیہ ساتھ کے ساتھ جسکے آخر مین تاے ہندی کے تلفظ مین ہا مخلوط ہی جیسا کہ نفائس اللغات مین مذکور ہے۔ سہ

منظر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ آگاہ فارسی تو کہے اسکو ریختہ	سودا الیقین جان کہ روڑا ہی باٹ کا واقف جو ریختہ کے ذرا ہووے ٹھاٹھ کا

چوتھا شہر اقسام قافیہ مین باعتبار وزن کے

طلسم کشایان گنجینۂ سخن تحریر کرتے ہین کہ موافق قول خلیل بن احمد عروضی کے حد قافیہ کی باعتبار وزن شعر کے حرف آخر ساکن سے اسکے ماقبل کے حرف ساکن تک ہی برابر ہی کہ کلمہ کا جز ہو یا پورا کلمہ ہو یا ایک کلمہ پورا اور دوسرے کلمے کا جز ہو یا پورے دو کلمے ہوں پس مصحفی کے اس شعر مین۔ سہ

تیغ نے اسکی کلیجہ کھا لیا	اس نے آتے ہی مجھے سنگوا لیا

کھا لیا اور سنگوا لیا مین دو الف اور دو حرف متحرک کہ انکے درمیان مین واقع ہین قافیہ ہین چنانچہ کھالیا مین دو الف اور انکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک اور سنگوالیا مین دو الف اور انکے درمیان کا لام اور یاے تحتانی متحرک قافیہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ خلیل کے نزدیک کھالیا مین کاف عربی کی حرکت اور سنگوالیا مین واؤ کی حرکت بھی قافیہ مین شمار ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاف عربی اور واؤ قافیہ سے خارج ہین مگر سکاکی اور صاحب خزرجیہ نے لکھا ہے کہ یہ دونون بھی خلیل کے نزدیک قافیے مین داخل ہین اور انیس کے ان شعرون مین بھی قافیہ کا یہی حال ہے۔ سہ

اماؔ مین سے چلے جو اُسے شاہ اتقیا سمجھانے پر حسین کے بانو نے رو دیا	بانو پکاری لونڈی کو صاحب جلا لیا دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا

و

یہ وہ ہے رہا راہ خدا مین جو مجاہد پیدا ہوا جب خلق مین اسکا ہون مین شاہد	یہ سابق الایمان ہے یہی عابد و زاہد سجدہ نہ کیا اور کو جز خالق واحد

مجاہد اور عابد اور شاہد اور واحد مین الف اور دال اور انکے درمیان کے حروف قافیہ ہین اور

دوسرے قول کے مطابق جیم اور زاے معجمہ اور شین منقوطہ اور رداؤ کی حرکات بھی قافیے مین شامل ہین
پس حرف ساکن تک جس قدر فاصلہ زیادہ ہوتا جائیگا قافیہ کا نام بھی علیحدہ بدلتا جائیگا جیسا کہ
ہم آگے بیان کرینگے اور اس قول کے موافق قافیہ نو حرفون مین منحصر نہ رہا اور ان حرفون کا کچھ نام نہین
ہے اور اگر آخر بیت مین دو حرف ساکن واقع ہون تو وہ دونون ساکن اور اُنکے ماقبل کی حرکت
قافیہ ہے جیسے۔

رضا

خواہ نزدیک رکھو خواہ رکھو دور ہمین	دیکھنا ایک نظر تملو ہے منظور ہمین

کہ یہان دور مین واو اور را اور دال کا ضمہ قافیہ ہے اور منظور مین واو اور را اور ظاے معجمہ
ضمۂ قافیہ ہے۔

[illegible]

گلرخون مین وفا کا پاس نہین	جون گل کاغذی مین باس نہین

پاس اور باس کا الف اور سین قافیہ ہے اور باے عربی اور باے فارسی کی حرکت بھی قافیے
مین داخل ہے۔ اور اخفش کے نزدیک شعر کا تمام کلمۂ آخر قافیے مین داخل ہے اور بعضے تنہا حرف
روی کو قافیہ اعتبار کرتے ہین اور بعض حرف ماقبل روی کو بھی قافیے مین شامل کرتے ہین پس جبکہ
خلیل کے نزدیک قافیہ دو ساکن مین منحصر ہوا تو اُسکی پانچ صورتین ہوئین **اول** مترادف یعنی
لفظ قافیہ کے آخر مین دو ساکن بلا فصل آوین جیسے نوک جوک۔ نور جور **دوم** متدارک جس مین
درمیان دو حرف ساکن کے ایک حرف متحرک ہو جیسے دلبر اخگر۔ بہتر بدتر **سوم** متدارک
جس مین درمیان دو حرف ساکن کے دو حرف متحرک واقع ہون جیسے طنطنہ۔ غلغلہ۔
حوصلہ ولولہ۔ باخبر بے ہنر **چہارم** ۔ متراکب یعنی وہ قافیہ جس مین دو حرف ساکن کے
درمیان تین حرف متحرک واقع ہون جیسے قبلۂ من کعبۂ من بستر غم خار الم **پنجم** ۔ متکاوس یعنی
وہ قافیہ جس مین درمیان دو ساکن کے چار حرف متحرک واقع ہون اسکی مثال اُردو مین نہین یہ قسم
عربی سے مخصوص ہے فارسی مین بھی مستعمل نہین۔

قافیہ مترادف

یہ قافیہ آٹھ بحرون مین آتا ہے ایک بحر ہزج اس مین جب آوے گا کہ عروض و ضرب مقصور

ہمان یعنے مفاعیل یا اہتم ہون یعنی فعول یا ازل ہون یعنی فاع یا مسبغ ہون یعنی مفاعیلان یہان مجملاً مثال قافیۂ مترادف کی دیجاتی ہے -

ضعیفی سے کرون اسکی ہین کیا بات (مفاعیل)	سودا کہ جسنے لہ تھی بڑھیا آک کی مات (مفاعیل)

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

مرغان چمن ہین نغمہ پرداز (مفاعیل)	کرتے ہین بذوق وشوق پرداز مفاعیل)

مومن

اے خراجۂ خواجگان دم ختم وعتاب (فعول)	کیا تاب کہ دیسکے کوئی تجھکو جواب (فعول)

ولہ

یہ کچھ رہ سنت نہ طریق توحید (فاع)	پھر کیا ہے ضرور سبکی یکسان فہمید (فاع)

ذوق

قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین (مفاعیلان)	قلم زن تا ہو مشک افشان و کاغذ خط سے مشک آگین مطلع (مفاعیلان)
زبان پرتا سخن ہو اور سخن ہین معنی رنگین (مفاعیلان)	سخن تا داد چاہے اور تا اہل سخن تحسین (مفاعیلان)

فائدہ یہ قول بعض مؤلفین کا کہ قافیہ مترادف بحر ہزج مین جب آئے گا کہ عروض ضرب مقصور یا اہتم ہون ازراہ انحصار نہین ہے کیونکہ اس بحر مین جب عروض وضرب ازل یا مسبغ ہون تو بھی آسکتا ہے جیساکہ اوپر کی مثالون سے واضح ہوا دوسرا بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقصور یا مسبغ ہون اور قصر وتسبیغ رکن سالم مین ہون یا مزاحف مین مثال قافیہ مترادف کی بحر رمل مین -

مومن

اُس ملنے کی نہین مرنا محال (فاعلان)	ہر طرح سے ہم ہین محروم وصال (فاعلان)

یہان قصر رکن سالم مین ہے اس لیے کہ فاعلاتن سے فاعلات مقصور ہے جس کو فاعلان سے بدل لیا ہے -

و

فکر واندیشۂ انجام ومآل (فعلان)	وہم ناکارہ وبے صرفہ خیال (فعلان)

یہان قصر رکن مزاحف مین ہوا اسلیے کہ فعلاتن مخبون کو مقصور کرنے سے فعلات عین کے کسرے سے بنا ہے جسکو فعلان سے بدل لیا ہے -

	ولہ	
پشیمان کہ کیون کی تھی چاہ (فعلان)		اسکا انجام نہ کیون سوچ آہ (فعلان)

عروض وضرب مین تشبیغ رکن مزاحف مین واقع ہوئی ہے اس لیے فعلن (بسکون عین) مقطوع یا ابتر کو سبغ کرنے سے فعلان حاصل ہوتا ہے اسکو مخبون مسکن مقصور اور شعث مقصور بھی کہتے ہین۔

	ہ	
فندقی انگشت سے وہ کر رہا ہے رنگ فاعلیان		اور یان دلبر ہی غم کے ہاتھ سے سنگ (فاعلیان)

عروض وضرب مین فاعلیان سالم مسبغ ہے۔

فائدہ مولوی امام بخش صہبائی قافیہ مترادف کے بیان مین لکھتے ہین کہ بحر رمل مین جب ہوتا ہی کہ مقصور ہو یعنی فاعلات تے کے سکون سے یا شعث ہو یعنی مفعولن فاعلتن سے بدلا ہو اکیونکہ فاعلتن بسبب سکون لام کے مستعمل نہ تھا بدانست ناقص مؤلف کے فاعلات مقصور کا ذکر تو بجا ہے لیکن مفعولن مشعث کا لکھنا سہو سے خالی نہین کیونکہ فاعلات کے آخر مین الف ساکن پھر تے ساکن ہے اور قافیہ مترادف کی بھی یہی تعریف ہے کہ اُسکے آخر مین دو حرف ساکن بلا فصل واقع ہون پس مفعولن شعث مین یہ بات نہین اس لیے کہ اس مین واؤ ساکن پھر لام تحرک وسط مین فاصل پھر نون ساکن ہے تعجب ہے کہ مسبغ یعنی فاعلیان اور شعث مقصور یعنے فعلان بسکون عین کے ذکر کو تو چھوڑ دیا اور مفعولن مشعث کو لکھدیا جو مفید مدعا نہین **تیسری بحر** مضارع اس مین جب آوے گا کہ عروض وضرب مقصور یعنی فاع لان یا مسبغ یعنے فاع لیان ہو دن مثال۔ قافیہ مترادف کے بحر مضارع مین آنے کی۔

	میر تقی	
لائق تری صفت کے میری ہے محال (فاع لان)		آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال (فاع لان)

	ولہ	
کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائین (فاع لیان)		اس چرخ نے کری ہین ہمسے بہت ادائین (فاع لیان)

فائدہ یہ تشریح بعض محققین کی کہ بحر مضارع مین قافیہ مترادف جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقصور یا مسبغ ہون کیونکہ بحر مضارع مسدس کا رکن آخر مفاعیلن مقصور ہو کر مفاعیل اور مسبغ ہو کر مفاعیلان ہو جائے گا کچھ ٹھیک نہین معلوم ہوتی اسلیے کہ اول تو بحر مضارع ریختہ مین مسدس مستعمل ہی نہین مثال کے طور پر کچھ وزن مسدس عروض کی کتابون مین لکھدیے جاتے ہین دوسرے اور جو

مستعمل ہے اُس مین رُکن فاع لاتن کو آخرین لاتے ہین مفاعیلن آخر مین نہین واقع ہوتا یعنی مسدس مثمن بہت مستعمل ہے اور اُس مین رُکن آخر فاع لاتن کے قصر و تسبیغ کی حالت مین قافیہ مترادف کا آنا ممکن ہے جیساکہ اوپر کی مثالون مین معلوم ہوا چوتھی بحر سریع اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلان ہون یا مجدوع یعنے فاع مثال۔

غفلت

مردسے بولے کہ نکر دو نکاح (فاعلان)	زن سے کہے چار ہین شوہر مباح (فاعلان)

قدیر

عشق محمد مین دن رات (فاع)	رہوے مری صرف اوقات (فاع)

پانچوین بحر منسرح اس مین قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی موقوف یعنے فاعلات یا مجدوع یعنے فاع ہون مثال۔

شاہ نیاز احمد

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہی شور (فاعلات)	جن و ملک کے اوپر کر رکھا ہی اپنا زور (فاعلات)

قدیر

کلبۂ احزان مین آپ لائے جو تشریف (فاع)	بندہ نوازی کی کیا ہو سکے تعریف (فاع)

چھٹی بحر رجز اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مذال یعنی مستفعلان ہون مثال۔

ظفر

واللہ بغیر از پنجتن یار اسی کو یہ کہان (مستفعلان)

جو اس بلا کو ٹالدے ہووے شفیع عاصیان (مستفعلان)

باور نہ آتا ہو جسے دیکھے عیان کا کیا بیان (مستفعلان)

لکھتے ہین دروازے اُپر تا گھر رہے دارالامان (مستفعلان)

ساتوین بحر تقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقصور یعنے فعول یا مسبغ یعنے فعولان یا اثلم مسبغ یعنے فعلان بسکون عین ہون۔

میر حسن

نہفتہ اُسی سے سوال و جواب (فعول)	سدا رو برو اسکے غم کی کتاب (فعول)

لیلی مجنون مؤلفہ میر تجلی

۔ے غور مین نے جو کی اے ندیم (فعول)	جواہر کا تھا وہ درخت (فعول)

مو ن

صبح جُدائی شام غریبان (فعولان)	کام دل ناکام رقیبان (فعولان)

میر

خون باری سے چہرہ گلگون (فعلان)	خلق بسمل چشم پر خون (فعلان)
ہنسنے مین وہ صفاے دندان (فعلان)	برق خرمن عالم امکان (فعلان)

آٹھوین بحر کامل اس مین اُس وقت آتا ہے کہ عروض و ضرب مذال یعنی متفاعلان یا مضمر مذال یعنے مستفعلان ہون جیسے ۔

امیر مینائی

وہ نسیم گلشن کن فکان وہ شمیم روضۂ جاودان (متفاعلان)
وہ قمر خدم فلک آستان وہ قضا علم وہ قدر نشان (متفاعلان)

رامپوری

کسی دوست کو شب غم نہ تھی مرے جینے کی ذرا بھی اُمید (متفاعلان)
جو سُنا دیا کہ وہ آتے ہین نہ مرض رہا ہوئی سب کو عید (متفاعلان)

لا اعلم

ترے ہجر سے آئی ہے لب پر جان زار (مستفعلان)
یہ بتا مجھے تو تھا کہان اے گلعذار (مستفعلان)

قافیہ متواتر

چھ بحرون مین آتا ہی ایک بحر ہزج اس مین جب آئیگا کہ عروض و ضرب سالم یعنی مفاعیلن یا محذوف یعنے فعولن ہون ۔ مثال قافیہ متواتر کی بحر ہزج مین ۔

ذوق

گلستان مین ہوتا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا (مفاعیلن)
نیستان مین ہوتا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا (مفاعیلن)
نہال تاک مین انگور ہو انگور مین صہبا (مفاعیلن)
نشہ صہبا مین ہو اور ہو نشہ جب تک نشاط افزا (مفاعیلن)

[illegible]

[illegible] لطف سے کیا کیا اشارے کیون | کہ منظور نظر ہو تم ہمارے (ن ـ لن)

مثنوی نلدمن مؤلفہ نکہت

اے مہر منور رسالت (فعولن)	دیباچۂ دفتر عدالت (فعولن)

دوسری بحر رمل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنی فاعلاتن یا مخبون یعنی فعلاتن یا مخبون محذوف مسکن یعنی فعلن عین کے سکون سے ہون مثال اول۔ سہ

میری آنکی اب نہین مہر ومحبت (فاعلاتن)	ہی فقط اک دوستی صاحب سلامت (فاعلاتن)
گر خدر میرا نہین ہر شیشہ خالی (فاعلاتن)	تیغ ہی اُسمین شراب پرتگالی (فاعلاتن)

ظفر

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت (فعلاتن)	نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت (فعلاتن)

مومن

مثال سوم۔

وہی صحبت وہی ہی عالم (فعلن)	وہی ہنسنا وہی رونا باہم (فعلن)

تیسری بحر رجز اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب مقطوع یعنے مفعولن ہون مگر ایسا وزن ریختہ مین دیکھا نہین گیا شاید کسی نے لکھا ہو **چوتھی** بحر مضارع اس مین قافیہ متواتر جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے فاع لاتن ہون مثال۔

آیا ہے ابر جب کا قبلے سے تیرہ تیرہ (فاع لاتن)
مستی کے ذوق مین ہین آنکھین بہت سی خیرہ (فاع لاتن)

پانچوین۔ بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے فعولن ہون جیسے۔

میر

سنو سرگذشت اب ہماری زبانی (فعولن)	گئی گرچہ جاتی نہین یہ کہانی (فعولن)

مومن

ہے تما بیر اچھین وہ بالکل (فعولن)	ساتھ سدھارے صبر و تحمل (فعولن)

پانچوین بحر متدارک اس مین جب آئیگا کہ عروض و ضرب مقطوع یعنی فعلن بسکون عین ہون جیسے۔

طالب

ہردم کرتا ہون مین زاری (فعلن)	دے ناکس بس تیری یاری (فعلن)

اور رباعی مین بھی آتا ہے بشرطیکہ عروض و ضرب ابتر یعنی فع ہون کیونکہ فع کے قبل مفاعیلن آتا ہے یا مفعولن پس ان دونون کا حرف آخر ساکن بمنزلہ حرف ساکن ماقبل فا ے فع کے ہوگیا اور دو سکونون کے درمیان ایک فے متحرک ہوگئی مثال۔

مومن

یہ چند منافق سراپا بدعت (فع)	ہے کفر و ضلال و فسق جنکی طینت (فع)
بتلاتے ہین بدعتی امام حق کو (فع)	گویا کہ جہاد ہے خلاف سنت (فع)

قافیہ متدارک

نو بحرون مین آتا ہے ایک بحر ہزج اس مین جب آئے گا کہ عروض و ضرب مقبوض یعنے مفاعلن ہون جیسے۔

ظفر

مین ہون ضعیف و ناتوان وہ رہی یار کی گلی (مفاعلن)	اسکی ہوا وصل بھر مجھکو اٹھا کے لے چلی (مفاعلن)
میرا علاج درد سر یہ ہی جو تجھ سے ہوسکے (مفاعلن)	سر سے تو میرے باندھ دے اپنا دوپٹہ صندلی (مفاعلن)

دوسرا بحر رمل اس مین جب آئیگا کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فاعلن ہون جیسے۔

مومن

عاشقون پر ناصحون کا ولولہ (فاعلن)	محتسب [illegible] (فاعلن)

دیوان سوم

تب کہا اس نے اکھٹا لیجیو (فاعلن)	آدمی کل اپنا بھجوا دیجیو (فاعلن)

تیسری بحر رجز اس مین قافیہ متدارک جب آئے گا کہ عروض وضرب سالم یعنے مستفعلن یا مخبون یعنے مفاعلن ہون۔
مثال اول۔

نظیر اکبر آبادی

جو اور کی بستی رکھے اُس کا بھی بستا ہے پُرا (مستفعلن)
جو اور کے مارے چھُری اُس کے بھی لگتا ہے چھُرا (مستفعلن)

حافظ بانکی پوری

اے ابطحی و یثربی اے محتشم اے محترم (مستفعلن)
اے مخزن صدق و صفا اے معدن جود و کرم (مستفعلن)
مثال دوم۔

مومن

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری (مفاعلن) ہا
کثرت درد سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری (مفاعلن)

چوتھی بحر کامل اس مین جب آتا ہے کہ عروض وضرب سالم یعنے متفاعلن یا مضمر یعنے مستفعلن ہون مثال اول۔

امیر مینائی

شب جشن خالق بحر و بر جو طلب ہوے تو بندھی کمر (متفاعلن)
صف انبیا تھی ادھر اُدھر وہ نجوم مین صفت قمر (متفاعلن)

ولہ

کیے خلق حق نے جو انبیا انھین ایک ایک شرف ملا (متفاعلن)
جو کلیم کو ید بیضا تو مسیح کو دم جان فزا (متفاعلن)
مثال دوم۔

طالب

نہ ہوئی کبھی مجھسے خطا نہوا کر و مجھپر جفا (مستفعلن) | نہ دیا کبھو تم گالیاں نہ کیا کرو مجھپر جفا (مستفعلن)

پانچوین بحر متقارب اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فعل عین مفتوح ولام ساکن سے ہون اور اس مین دو ساکن اس طرح ہوتے ہین کہ فعل کے قبل فعولن آتا ہی اسکا نون ساکن ہے پس فعولن کا نون ساکن بمنزلے ساکن ماقبل فا کے ہو تو نون ساکن اور لام ساکن کے درمیان فا و عین متحرک ہووے جیسے اس شعر مین۔

میر حسن

وحوش و طیور دن تلک سب بے محل (فعل) | پڑے آشیانون سے اپنے نکل (فعل)
وہ ہاتھون مین سونے کے موٹے کڑے (فعل) | جھلک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے (فعل)

چھٹی۔ بحر متدارک اس مین جب آتا ہی کہ عروض و ضرب سالم ہون جیسے اس شعر مین قطعۂ تاریخ رحلت شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے۔

رشک

رشک نے مصرع سال رحلت کہا (فاعلن) | شعر گوئی اٹھی لکھنؤ سے ولا (فاعلن)

ساتوین۔ بحر منسرح اس مین جب آتا ہی کہ عروض و ضرب مطوی مکسوف یعنی فاعلن آوین جیسے۔

سودا

اتنے لیے صاحبو آگے یہ ہم سے اڑے (فاعلن) | تا کوئی جانے انھین یہ بھی ہین شاعر بڑے (فاعلن)

آٹھوین بحر مضارع اس مین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب محذوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

میر

آداب سلطنت سے نہ تھا مجھکو رابطہ (فاعلن) | حرکت ہوئی مجھ سے کوئی نہ ضابطہ (فاعلن)

نوین۔ بحر سریع اس مین قافیہ متدارک جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مطوی کسوف یعنے فاعلن ہون جیسے۔

شہید

مجھکو نہین چاہیے باغ ارم (فاعلن)
سر ہو مرا اور وہ خاک قدم (فاعلن)

قافیۂ متراکب

یہ قافیہ دو بحروں میں آتا ہے۔
ایک بحر رجز میں جبکہ عروض وضرب مطوی یعنی مفتعلن ہوں جیسے۔

قدیر

اب نہیں طاقت کہ سہے خون شدہ دل رنج وتعب (مفتعلن)
لطف کرو لطف کرو چھوڑ دو سب قہر و غضب (مفتعلن)

دوسری بحر رمل اس میں اُس وقت آتا ہے کہ عروض وضرب مخبون محذوف یعنی فعلن بکسر عین ہوں اور یہاں دو ساکنوں کے درمیان تین متحرکوں کے جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ فعلن کے پہلے فعلاتن آتا ہے اور اس کا نون ساکن ہے پس فعلاتن کا نون ساکن بمنزلہ ساکن ماقبل فعلن کے ہی تو فعلاتن کے نون ساکن اور فعلن کے نون ساکن کے درمیان تین حرف متحرک یعنے ف ع ل ہوے۔ جیسے مومن کے اس شعر میں۔

جگر و سر زنش نشتر غم (فعلن)
سینہ وقف خلش خار الم (فعلن)

فائدہ ان چاروں قسموں کا قافیہ بحور مذکورۂ بالا میں واقع ہونا برسبیل حصر کے نہیں اور ابیات مردف مستثنےٰ ہیں اور قافیہ متکاوس چونکہ عربی سے مخصوص ہے اور اشعار فارسی میں بھی گلشن و گلگشن قافیہ نہیں کرتے اسلیے کہ فاصلۂ کبرے ہے لہذا اُس کا بیان فضول ہے یہ مثالیں جو تمام قافیوں کی دی گئیں اور اشعار ہر قسم کے برعایت بحور لکھے گئے اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک قصیدہ یا غزل وغیرہ میں ایک ہی قسم کا قافیہ ہونا چاہیے نہیں بلکہ یہ مُراد ہے کہ قافیہ عربی میں ان پانچ قسموں سے اور ریختہ میں پہلی چار قسموں سے زیادہ نہیں ہو سکتا خواہ ایک غزل و قصیدہ میں چند طرح کا قافیہ لائیں اور ایک مطلع میں ایک مصرع کا قافیہ ایک قسم کا ہو اور دوسرے مصرع کا قافیہ دوسری قسم کا جیسا کہ علی العموم شائع ہے۔

اور یہی مثالوں میں اس قسم کے اشعار تلاش کر کے لکھے گئے ہیں جنکے دونوں مصرعوں میں ایک قسم کا قافیہ ہے اور شاعر اگر اسکا التزام کرے اور دونوں مصرعوں میں مطلع کے یا ہر ایک شعر میں غزل و قصیدہ کے ایک قسم کا قافیہ لائے تو لزوم مالایلزم کے قبیل سے ہے۔

تنبیہ یہاں یہ سوال پیش آتا ہے کہ نون غنہ محققین اہل عروض کے نزدیک حرف میں داخل

نہین ہے اس وجہ سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے ہین پھر اس شہر مین نون غنہ کا کیون اعتبار کیا ہے
جواب اسکا یہ ہے کہ اہل قافیہ کے نزدیک نون غنہ معتبر ہے اور اُسکو ایک علیحدہ حرف سمجھتے ہین چنانچہ
مرزا قتیل نے دریاے لطافت مین کہا ہے کہ نون غنہ عروضیون کے نزدیک حروف مین داخل نہین اسوجہ
سے اسکو تقطیع مین نہین لکھتے اسی طرح جو حرف تلفظ مین نہ آئے یا جہان کوئی حرف دو حروف کی ترکیب
سے حاصل ہوا ان مین سے ایک کو شمار نہین کرتے جیسے واؤ خود کی اور تا و دال راست دار کی اور
نون چاند کا اور اہل قافیہ ان حروف کا اعتبار کرتے ہین -

پانچوان شہر ردیف کے بیان مین

پوشیدہ نرہے کہ ردیف کو شعراے عجم نے اختراع کیا ہی شعراے عرب کے یہان مانند رباعی اور
تخلص کے اسکا دستور نہین لیکن سکاکی نے شعراے عجم کی اتباع سے چند غزلین مردف کہی ہین اور رباعی
کو اُس سے بھی پہلے دوسرے شعراے عرب نے شعراے عجم کی تقلید سے اختیار کیا ہے -
ردیف اس لفظ کا نام ہے جو قافیے کے بعد آتا ہے اور دو قسم پر ہوتا ہی ایک مستقل کہ براہ استقلال حقیقی بلفظ
آبیات مین بقید مکرر وارد ہو دوسرا غیر مستقل یعنی مستقل حکمی وہ ہے جو قافیہ معمول تحلیلی مین پایا جائے
کہ نصف لفظ کو قافیہ اور نصف کو ردیف ٹھہرائین مگر باتفاق جمہور یہ لفظ خواہ کلمہ ہو یا کلام مستقل اور
متحد اللفظ والمعنے ہوتا ہے اور معنے شعر کے اس سے ایسے متعلق ہوتے ہین کہ بے اُسکے تمام نہین ہوتے
مثال ردیف متفق اللفظ والمعنے کی -

سودا

جو گذرے مجھپر اُسے مت کہو ہوا سو ہوا	بلا کشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر	مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہلے شعر مین کہوا ور دوسرے شعر مین دھو قافیہ ہی اور ہوا سو ہوا ردیف -

نثار

زخمی کو محبت کے سبب ہے سے راحت ہے
گر لون بھی تو چھڑکے تو سنگ جراحت ہے

راحت اور سنگ جراحت قافیہ ہی اور ہی ردیف ہے -

نواب احمد علی خان رند

حشر کو جب حساب مانگینگے	الامان شیخ و شاب مانگینگے
اپنے ساقی لاابالی سے	رندوان بھی شراب مانگینگے

پہلے شعر مین حساب اور شاب اور دوسرے شعر مین شراب قافیہ ہی اور مانگینگے ردیف۔

حالی

ہین یار رفیق پر مصیبت مین نہین	ساتھی ہین عزیز لیک ذلت مین نہین
اس بات کی انسان سے توقع ہی عبث	جو نوع بشر کی خود جبلت مین نہین

پہلے مصرع مین مصیبت اور دوسرے مین ذلت اور چوتھے مین جبلت قافیہ ہی اور مین نہین ردیف

لمؤلفہ

اس دل دیوانہ پر وحشت ہے طاری اندنون	لاکوی موج ہوا زنجیر بھاری اندنون
چین دم بھر بھی ہین لینے نہین دیتی ہو آہ	کام کر ڈالے گی اپنا بے قراری اندنون

ان دنون دونون شعرون مین ردیف ہے۔ خواجہ نصیرالدین طوسی کے نزدیک لفظونکی تکرار شرط ہے نہ معنے کی یعنے اگر دوسرے شعر مین یہ کلمہ دوسرے معنی مین آجائے تو درست ہی جیساکہ مرزا سلیمان شکوہ کے ان دو شعرون مین۔ ؎

گالیان سیکڑون ہر بات پہ اب دینے لگے	دیکھیو جھڑتے ہین کیا منھ سے مرے یار کے پھول
کس طرح لن ترانی ائین کرون کیونکر تعظیم	دست و پا اپنے گئے دیکھتے ہی یار کے پھول

غالب

صبحدم دروازۂ خاور کھلا	مہر عالم تاب کا منظر کھلا
خسرو انجم کے آیا صرف مین	شب جو تھا گنجینۂ گوہر کھلا
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود	صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا
ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ	دیتے ہین دھوکا یہ بازی گر کھلا
بزم سلطانی ہوئی آراستہ	کعبۂ امن و امان کا در کھلا

تاج زرین مہر تابان سے سوا
خسرو آفاق کے منھ پر کھلا

جرأت

بجا ہو گوہر اشک چشم سے دامان تر پایا — تری دولت سے بس اے عشق ہمنے خوب بھر پایا
سکھادی پردہ داری حسن نے یہ اسکو خاموشی — کہین قسمت سے ہمسایہ جو اُسکے ہمنے گھر پایا
جا ز راہ تلطف پاؤن وہ رشک ملک رکھے — تو پہونچے کرسی دل کا ہمارے عرش پر پایا

خواجہ نصیر الدین طوسی کا یہ بھی قول ہے کہ مستقل ہونا ردیف کا بھی ضرور نہین ہے کلمہ ردیف مستقل ہو یا غیر مستقل دونون طرح درست ہے لیکن ردیف غیر مستقل سے خواجہ کی مراد وہ حروف قافیہ ہین جو بعد حرف وصل کے آتے ہین مثل خروج اور مزید اور نائرہ کے مگر اتفاق جمہور قول اول ہی پر ہے یعنے مستقل ہونا ردیف کا شرط ہے پس ان اشعار مین۔

حالی

وہ نبیون مین رحمت لقب پانے والا — مرادین غریبون کی بر لانے والا
مصیبت مین غیرون کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

خواجہ کے نزدیک پانے والا اور لانے والا اور آنے والا اور کھانے والا سے حرف ی وال ردیف مین داخل ہین کیونکہ یاے تحتانی خروج ہے اور واؤ مزید اور نون نائرہ اور لام اور الف نائرے کی فرع ہین اور جمہور کے نزدیک یہ قافیے مین داخل ہین۔

نواب کلب علی خان مرحوم والی رامپور کی ایک غزل ہے جسکے دو شعر یہ ہین۔

وہ چشم و رخ دکھاتے ہین سیر گل و شراب — گیسو و لب ہین پیش نظر سنبل و شراب
واعظ نماز و روزہ مبارک رہے تجھے — یان بزم مین ہے زمزمۂ قلقل و شراب

اس مین واو حرف عطف ردیف مین داخل ہے اور شراب سے کے شامل ہے حالانکہ حرف معنوی کلمۂ غیر مستقل ہوتا ہے لیکن اس مین کوئی مضائقہ نہین جبکہ ردیف کے لیے استقلال ضرور نہین حرف عطف معطوف علیہ اور معطوف دونون سے تعلق رکھتا ہے۔

شیخ امام بخش ناسخ کے کلام مین غلطی کا گمان بہت کم کیا جاتا ہی ایک مرتبہ دیوان دوم کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ردیف الہا مین یہ غزل نظر پڑی۔ ؎

کر دیے خط نے ترے عارض پر نور سیاہ — ہوگیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

غرض کہ اس ساری غزل مین حور طور کافور بلور قافیہ اور سیاہ ردیف ہے دوسرا شعر یہ ہے ؎

ع؎ مطبوعۂ مطبع نولکشور ماہ فروری ۱۹۰۰ء بار ہفتم ۱۲

یاد ساقی مین ٹپکتی ہی شراب اشک کی جا	ہین مرے دیدہ ترباکہ ہین بلور سیاہ

اس شعر مین راے ہمسہ بور کی کسرہ توصیفی جاتی ہے مگر محاورہ اُردو مین بعض موقع پر ساکن پڑھنا بھی جائز ہی - جو قیاس لغوی کے خلاف ہے شیخ مقطع مین فرماتے ہین ؎

یاس جو بیٹھے پڑھتے تھے غزل وہ گئے دن	اب تو تاریخ کبھی کرآتے ہین ہم دو دو سلے آہ

مقام غور ہے کہ لفظ سیاہ مین لفظ آہ جز بھی نہین کیونکہ لفظ سیاہ مین یاے تحتانی تحرک اور الف ساکن ہے اور شیخ مقطع کی ردیف مین سے ازکا ترجمہ اور آہ الف ممدودہ سے لائے ہین میر نے اس سے بھی ایک عجیب کام کیا ہے کہتے ہین ۔ ؎

اثر ہو تا ہماری گرد عا مین کفن کیا عشق مین مین نے ہی پہنا ضعیف وزار تن اسے ہین ہر چند	لگ اُٹھتی آگ سب ارض و سما مین لہو میں بھتیرون کے جامے ولیکن میر اُڑتے ہین ہوا مین

ساری غزل مین دعا اور سما اور ہوا وغیرہ قافیہ اور مین ردیف ہے دوسرے شعر مین جامے کو لاکر جا کو قافیہ کے مقابل مانا ہے اور مے کو ردیف کے باوجودیکہ اور جگہ مین تین حروف کا کلمہ ہے اور آخر مین نون غنہ ہے ایسی ردیف نہایت معیوب ہے ۔

میر سید حسین

کوچہ ترا اے سرو روان رشک چمن ہے عاشق جو شب وصل ہوا طالب بوسہ	بلبل کی روش کوچے مین عاشق کلو طن ہی گلزار گویا ہو جاتے ہین خاموش وہ ہر ایک سخن مین قرار ہے گویا

شعر اول مین لفظ ہے ردیف ہی اور باقی اشعار مین لفظ مین ردیف واقع ہوا ہے اور یہ لکھا ہے ہان اگر اس امر کا اشارہ کردین تو مضائقہ نہین چنانچہ شعراے ریختہ کے یہان یہ دستور ہی کہ مقطع مین غزل آخر کے اختلاف ردیف کا اشارہ کردیتے ہین چنانچہ انشا کہتا ہے ۔

بدل اب ردیف کو اک غزل کہو انشا بحر کوئی بڑھا غم و درد دنا سعت یاس الم سے دلا مجھے آہ فراغ کہان	کہ برے ہی جوش عظیم سے بھی کچھ اس گھڑی یہ دماغ دل مری جانے بلا خراب یہ کسے خم بادہ کدھر ایاغ کہان

ولہ

کل بھی محفل سے تری ہم نہ تلے بیٹھ گئے کہ دلا اور بہ تبدیل ردیف ایک غزل	لوگ اُٹھ اُٹھ بھی یا نتک کہ گلے بیٹھ گئے قافیے اسکے بھی چپ چپ ہین لے بیٹھ گئے

تپش دل ہی سے ہم ملکے نہ بیٹھے ہین
چھیڑمت شعلۂ گل بسکہ جلے بیٹھے ہین

جائز ہے کہ تمام شعر یا تمام مصرع قافیہ اور ردیف ہو جیسے ۔

ظفر

صنما ہم کہین تو کیا کہوین
[illegible] ہم کہین تو کیا کہوین

مدعی کہنے ہی نہین دیتے
مدعا ہم کہین تو کیا کہوین

گلزار نسیم

بے رخ ترے واسطے ہوئی مین
فرخ ترے واسطے ہوئی مین

ولہ

رنجور جو ہون تو مین تمہین کیا
مجبور جو ہون تو مین تمہین کیا

منشی انوار حسین تسلیم

زاہدون کے طفیل سے یارب
عابدون کے طفیل سے یارب

ولہ

سونا سوگند ہو گیا اُس کو
رونا سوگند ہو گیا اُس کو

درد

ای درد بہت تو نے ستایا ہمکو
بے درد بہت تو نے ستایا ہمکو

سید منصور علی رامپوری

کسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین
اِسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین

بیچین کرے اُسے بھی کوئی یارب
جسنے مجھے چین سے کیا ہے بیچین

مومن

کیا مناسب تھے یہ بے باک سخن
نامناسب تھے یہ بے باک سخن

ناسخ

عشق بد ہے اے دل نادان سمجھ
یہ سند ہے اے دل نادان سمجھ

گم نہ ہو ظلمات کاکل مین نہ جا
نابلد ہے اے دل نادان سمجھ

قول ناصح منع شغل عشق مین بجا	مستند ہے ای دل نادان سمجھ

رنگین

شب ... سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا	جب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا
دل تجھکو بہت چاہتا ہے ای رنگین	اب تجھ سے جدا ہوئی تو معلوم ہوا

ردیف کا جو لفظ زائد واقع ہو کہ معنے سے کچھ تعلق نہ رکھتا ہو اُسے ردیف معیت کہتے ہین خاقانی کے عہد سے مرزا صائب کے زمانے تک تمام شاعرون کے کلام مین یہ ردیف پائی جاتی ہے مگر متاخرین نے اسے فضول سمجھ کر یک قلم ترک کر دیا خاصکر مطلع مین ایسی ردیف کا آنا زیادہ تر معیوب سمجھا ہے جیساکہ اس شعر مین مرزا دبیر کے۔

چلائی ... کہ خدا را ارے لوگو	بتلاؤ نہین ضبط کا یارا ارے لوگو

دونون مین مصرعون مین پہلی ردیف بیکار ہے۔

حافظ عمر دراز فائض

ساقیا بادۂ دوشینہ کا اک جام پلا	مین نہین معتقد کفر نہ اسلام پلا

پچھلے مصرع کی ردیف زائد ہی۔

محمد حسین آزاد

اس تیرہ شب مین شاعر روشن دماغ ہی	بیٹھا اندھیرے گھر مین جلائے چراغ ہے

پہلے مصرع مین ردیف زائد ہی اسلیے کہ شاعر روشن دماغ مبتدا ہی اور بیٹھا خبر ہے دوسرے مصرع مین ہے رابطہ ہی درمیان مبتدا و خبر کے پس پہلے مصرع مین ہے کی ضرورت نہین اور جلائے چراغ حال ہے اور اس تیرہ شب مین اور اندھیرے گھر مین خبر سے متعلق ہین۔

آتش

کہے جو یوسف اُنھین کوئی تو یہ کہتے ہین	ہمین بھی سمجھے ہو تم بیچنے کے قابل کا

لفظ کا کہ ردیف ہی بیکار رہی۔

خوجہ وزیر

کیون نہ انگشت شہادت سے ہون بسمل قاتل	تیر دستی ہین نہین تیری انامل قاتل
دل ترا قتل پہ کیونکر نہ ہو مائل قاتل	آب شمشیر عناصر مین ہے داخل قاتل

ایک ایک ردیف بیکار رہی۔

و

اُس صنم کو خدا کہوں نہ کہوں	ہے سخن گو خدا حافظ

ردیف زائد ہے۔

شمس النسا بیگم متخلص بہ شرم

حاصل	لوگ کرتے ہین عبث میری دوا کیا حاصل

بڑہین مجھکو اگر ہوگی شفا کیا حاصل

دوسرے شعر مین عبث نے کیا حاصل کو بیکار کردیا ہے۔

میر وزیر علی صبا

نقد دل ہاے چورا کر بت پُرفن کیسا	چپکے بیٹھا ہی جھکائے ہوے گردن کیسا

دوسری ردیف بیکار ہے۔

ولہ

دیکھکر رنگین ترا رخسار قیصر باغ مین	گُل سے بُلبُل ہوگئی بیزار تیرے باغ مین

دوسری ردیف زائد ہی۔

منیر

مرجع روح ملک ثانی عقل اول اُنکی تصنیف ہین کیا کیا کتب بسوطہ	زائر حضرت شاہ شہدا ہے واے باقیات الصلحا شمس ضحا ہے واے

دوسرے شعر مین ردیف فضول ہے۔

حسرت

دل اُسکی سیہ زلف کا مارا نہ جیے گا	افعی جو ڈسے کچھ نہین چارا نہ جیے گا

دوسری ردیف بیکار رہے۔

ضامن

چشم گریان سینہ بریان سیکڑون	ہین ترے کوچے مین جانا دیدہ دل

دوسری ردیف فضول ہے۔

فائق

ترے عارض سے ہین شرمندہ ای سیمین تن پانچون	گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نسترن پانچون

جس شعر مین ردیف ہو اسے مُردّف کہتے ہین اور یہ مفعول ہے تردیف کا اور جس مین ردیف نہ ہو صرف قافیہ ہو اسے مقفّٰے بولتے ہین **فائدہ** واجب و لازم ہے کہ غزل و نظم مین ردیف پر ہرگز کفایت و حصر نکرے جس طرح پر دائم کے شعرون مین جو طبقہ شعراے متقدمین مین سے ہے۔

تجھ قد کی طرح سرو گلستان مین نہین ہے	مانند لب تعل بدخشان مین نہین ہے
مت زلف ہلا اس مین غریبون کا ہی دل قید	کچھ آس بھی جینے کی غرض اس مین نہین ہے

بدخشان و خراسان و گلستان قافیہ اور مین نہین ردیف قرار دے کر مصرعہ رابعہ مین قافیہ نہ رکھا اور ردیف پر اکتفا کی۔

جرأت

دیدۂ حُسن کو بھی دید کی ہو جسکے ہوس	ساق پا ہو یہ بلورین کہ جلے اُسپہ ہوس

اگر لفظ اُسپہ کو یون لکھین اُس پے تو عیب رفع ہو جائیگا۔ مگر بے معنی ہو جائیگا۔

سودا

عاشق تو نامراد ہین بس اس قدر کہ ہم	دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کے ہم

اس شعر مین بھی اگر لفظ اس قدر کہ ہم کی کاف کو یون لکھین رکے ہم تو عیب نہ رہے گا۔ مگر بے معنے ہو جائے گا۔

ولہ

محمدؐ باعث ایجاد افلاک	محمدؐ علت غائی افلاک

مثنوی طالب علی خان عیشی

ہے عشق سے داغ داغ لالہ ہٴ	ہے عشق اثر طراز لالہ

مثنوی گلزار عشق

واہ رے ظالم تری بے باکیان
طرفہ تر ہین کچھ تری بے باکیان

بُدھ سنگھ قلندر

نہین ہے وصل ہمارے نصیب یا قسمت	بنے ہین غیر کے ہی وے نصیب یا قسمت
تھی جن لبون سے طمع بوسہ گالیان بھی نہین	اب ایسے پھوٹ گئے یہ نصیب یا قسمت
ملا تھا یار ٹک اک غیر اگر نہ بہکا وے	یہ دیسی میری کہان ہی نصیب یا قسمت
نہین جو فضل قلندر تو کیون ہون نومید	کہین اُلٹ نہین دیکھے نصیب یا قسمت

فائدہ متقدمین کا قاعدہ تھا کہ واحد کے لیے وہ اور یہ ہا کے ساتھ استعمال کرتے تھے اور جمع کے لیے وے اور یے حرف اول کے کسرے سے لاتے تھے اسی بنا پر قلندر کی غزل کا قافیہ معلوم ہوتا ہے اور اس صورت مین عیب نرہے گا - ان قافیون مین ایک غلطی یہ ہے کہ حرف ما قبل روی کی حرکت کا اختلاف ہے۔

آج کل جو لوگ انگریزی شاعری کی کورانہ تقلید کرتے ہین وہ تو سرے سے قافیہ ہی کو بیکار کہتے ہین ردیف کا ذکر کیا شاید انگریزی زبان کی ساخت اسی قسم کی ہو جیسا کہ عربی مین ردیف نہایت بدنما معلوم ہوتی ہے لیکن فارسی اور اردو مین تو ردیف نہایت لطف پیدا کر دیتی ہے البتہ ردیف کے التزام کے لیے بہت بڑا قادر الکلام ہونا ضروری ہے ورنہ ردیف کے التزام کے ساتھ آمد اور بے ساختگی قائم نہین رہتی لیکن اگر یہ خوبی ہاتھ سے نہ جانے پائے تو ردیف سے شعر چمک جاتا ہے ان دونون شعرون پر غور کرو۔ ؎

ساقیا عید ہے لا بادۂ مینا بھر کے	کہ مَے آشام پیاسے ہین مہینا بھر کے

ولہ

چاہنا خلق کو صہباءِ صنم سے محروم	ایسی نیت پہ بہشت آپکو واعظ معلوم

دونون شعر اپنی اپنی حیثیت سے لاجواب ہین لیکن پہلے شعر کو ردیف نے کسقدر چمکا دیا ہے۔

تیسرا جزیرہ فصاحت وبلاغت مین

امام فخر الدین رازی نے نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز مین کہا ہے کہ بلاغت یہ ہے کہ آدمی کا عبارت مین اُس باریکی کو پہونچنا جو اُسکے دل مین ہے اور ساتھ اسکے خلل پیدا

کرنے والے اختصار اور ملال پیدا کرنے والی طوالت سے عبارت کو بچاے اور فصاحت یہ ہے کہ عبارت تعقید سے خالی ہو امام کا کلام نہایت مجمل ہے مین تفصیل کے ساتھ دوسری عبارت مین کہتا ہون کہ۔

فصاحت کلمہ اور کلام دونون مین پائی جاتی ہے یعنے کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی۔کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اُس مین جو حروف آئین اُن مین تنافر نہ ہو اور مخالفت قیاس لغوی اور غرابت لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اُسکے سُننے سے کراہیت معلوم ہو اور کلام فصیح وہ ہے جو ضعف تالیف۔تنافر کلمات۔تعقید۔لفظ واحد کی کثرت تکرار پے در پے اضافت ابتذال۔تغیر اثقال۔تناقض وغیرہ عیوب نہ رکھتا ہو اور ان عیوب کا ذکر مفصل انشاء اللہ ہم آگے بیان کرین گے۔

بلاغت سے کلام متصف ہوتا ہے نہ کلمہ۔کلام بلیغ وہ ہے جو فصیح ہو یعنی عیوب سے خالی ہو اور مقتضاے حال کے بھی مناسب ہو **مقتضاے حال کے مناسب ہونا**۔ ایسا جامع لفظ ہے جس مین بلاغت کے تمام انواع واسالیب آجاتے ہین مثلاً جہان تاکید کی ضرورت ہو وہان اختصار نہ کیا جاے اور جس جگہہ اختصار وایجاز چاہیے وہان اطناب وطوالت نہ ہو۔ بتدا اور خبر کہان مقدم لائے جائین اور کہان موخر کہان معرفہ ہو کہان نکرہ کہان مذکور ہو کہان محذوف اسناد کہان حقیقی ہو کہان مجازی جملہ کہان خبریہ ہو کہان انشائیہ اور فقرون مین کہان وصل ہو کہان فصل غرضکہ کلام مناسب موقع ومقام کے ہو یہان سے معلوم ہوا کہ فصاحت کو بلاغت ضرور نہین ہے بلاغت کو فصاحت ضرور ہے یعنے جہان فصاحت ہو وہان بلاغت ضرور نہین اور جس جگہہ بلاغت ہو گی وہان فصاحت ضرور ہو گی لیکن کلام کی فصاحت کے مدارج مین اختلاف ہے بعض الفاظ فصیح ہین بعض فصیح تر بعض اُس سے فصیح تر لیکن کلام کی بلاغت مین صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہین بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب مین آئے اُسکی ساخت ہیئت نشست سُبکی اور گرانی کے ساتھ اُسکو خاص تناسب اور توازن ہو زور طبع اور اصول شاعرانہ قائم ہو اور جو لفظ جس مصرع کا حق ہو اُس مین آئے ورنہ فصاحت قائم نہ رہے گی مثلاً کہتے ہین۔ ؎

ابر اُٹھا تھا کعبے سے اور جھوم پڑا میخانے پر	بادہ کشون کا جھرمٹ ہیگا شیشہ اور پیمانے پر

اگرچہ اصل محاورہ ابر قبلہ ہی اور وہ یہان اٹھی سکتا ہے لیکن کعبے سے ذرا مصرع کی ترکیب

گرم ہوگئی ہے۔

سودا

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا ‏ ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر یہان ساغر کی جگہ پیالے کا لفظ آئے باوجودیکہ دونون ہم معنی ہین تو شعر پایۂ فصاحت و بلاغت سے گر جائے گا میر انیس کا مصرع ہے ع۔

فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور

صحرا و جنگل دو ہم معنے الفاظ ہین لیکن اگر اس مصرع مین صحرا کے بجائے جنگل کا لفظ آئے تو خود ہی لفظ غیر مقام ہوا ورانہی کا ایک شعر ہے۔

طائر ہوا مین مست ہرن سبزہ زار مین ‏ جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار مین

یہان جنگل کے لفظ نے جو فصاحت پیدا کی ہے وہ صحرا سے نہین ہو سکتی انہی کا ایک شعر ہے

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا ‏ تھا موتیون سے دامن صحرا بھرا ہوا

اوس اور شبنم ہم معنے ہین اور دونون فصیح ہین مگر یہان اوس کی جگہ شبنم کا لفظ لایا جائے تو یہی لفظ غیر فصیح ہو جائیگا لیکن یہی شبنم کا لفظ اس شعر مین نہایت فصیح ہے۔

خواہان تھے زیب گلشن زہرا جو آب کے ‏ شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

اگر یہان شبنم کے بجائے اوس لائین تو فصاحت بالکل جاتی رہے۔

انشا

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی ‏ تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

یہان لگ کی جگہ لے لکھنے سے شعر کی گرمی جاتی رہے گی۔ صاحب کمال کی یہ بات ہے کہ جو لفظ جس مقام پر اسنے بٹھادیا ہے اسی طرح رہے تو ٹھیک ہوتا ہے نہین تو شعر رتبے سے گر جاتا ہے۔ اور متکلم کی یہی فصاحت و بلاغت ہے کہ مضمون کو ایسے الفاظ مین بیان کرے جو عیوب کلام سے پاک اور مقتضائے حال کے موافق ہون اور اپنے زور طبعی سے لفظون کو پس و پیش سے اس بندوبست کے ساتھ ترکیب دے کر پڑھنے سے لطف معلوم ہو۔

ایضاح مین لکھا ہے کہ مقتضائے حال مختلف ہوتا ہے کیونکہ مقامات کلام کے متفاوت ہوتے ہین چنانچہ نکرے کے مقام پر معرفے کے خلاف ہوتا ہے اور اطلاق کا مقام تقیید کے خلاف ہوتا ہے اور تقدیم کا مقام تاخیر کے خلاف ہوتا ہے اور ذکر کا مقام حذف کے خلاف ہوتا ہے اور قصر کا حال اسکے مخالف سے بتاین رکھتا ہے اور وصل کا مقام مباین ہے فصل سے اور ایجاز کا مقام مخالف

ہوتا ہے اطناب و مساوات بے مقام سے وغیرہ وغیرہ۔
کلام فصیح و بلیغ مین کبھی کچھ صنائع لفظی و معنوی بھی پائی جاتی ہین جو زیادہ تر باعث خوبی کلام ہوتی ہین اور بلاغت کلام کا مرجع دو باتون کی طرف ہے جب تک وہ دونون باتین حاصل نہ ہون بلاغت حاصل نہین ہو سکتی جس طرح بغیر دولت کے حاصل ہوے سخاوت حاصل نہین ہو سکتی اُن دونون باتون سے ایک یہ ہے کہ معنی مقصود کے ادا کرنے مین غلطی سے بچے دوسری بات یہ ہے کہ کلام فصیح و غیر فصیح مین تمیز کر سکے۔ بغیر غلطی سے بچے اور لفظ فصیح و غیر فصیح مین تمیز حاصل ہوے کسی کا کلام بلاغت کے رتبے کو نہین پہونچ سکتا۔
اگر کوئی شخص مضمون کو ایسے الفاظ مین ادا کرے جو مقتضاے حال کے مطابق نہون یا مقتضاے حال کے تو مطابق ہون لیکن فصیح نہون تو وہ بلیغ نہین سمجھا جائیگا۔
کلام فصیح اور غیر فصیح مین تمیز علم لغت۔ صرف۔ نحو۔ اور حس سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ علم لغت سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ لفظ فصیح ہے اور یہ غریب ہے اسی طرح علم صرف سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ لفظ کو اس طرح استعمال مین لانا قیاس لغوی کے مطابق ہے اور اس طرح استعمال کرنا قیاس لغوی کے مخالف ہے اور علم نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی کیفیت روشن ہوجاتی ہے اور بعض چیزون کو حس معلوم کرلیتا ہے چنانچہ حروف اور کلمات کا تنافر حس سے معلوم ہوجاتا ہے مگر ان چارون سے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے کیونکر بچ سکتے ہین اور نہ تعقید معنوی کا حال معلوم ہو سکتا ہے اسلیے علما نے معنی مقصود کو ادا کرنے مین خطا سے بچتے رہنے کے لیے علم معانی ایجاد کیا اور تعقید معنوی کو جاننے کے واسطے علم بیان نکالا ان دونون کو علم بلاغت کہتے ہین اور صنائع لفظی و معنوی کو پہچاننے کے واسطے بھی ایک علم علٰحدہ ایجاد کرکے اُس کا نام علم بدیع رکھا اور یہ علم معانی و بیان کا تابع ہے کیونکہ صنائع و بدائع بلاغت کے تابع ہین یہان پر تینون علمون کا بیان علٰحدہ علٰحدہ جزیرے کی مناسبت سے ایک ایک شہر مین کیا جاتا ہے۔

خیر البلاغت مین لکھا ہے کہ کلام مین دو قسم کا حُسن ہوتا ہے۔
(۱) ذاتی اور وہ یہ ہے کہ بدون اُسکے کلام صحیح نہ ہو اور اُسکو پسند نہ کرین اور یہ بات علم معانی سے معلوم ہوتی ہے۔

(۲) حسن عارضی یہ ہے کہ اُس سے کلام فصیح و بلیغ کی رونق بڑھ جاے یہ تین طرح پر ہے
(الف) لطافت (ب) رعایت نسبت (ج) اور صناعت۔
لطافت یہ ہے کہ کلام سے سواے معنی مراد کے دوسرے معنے بطریق لطیفے کے نکلتے ہون جیسے انشانے جراٴت کے نام کا معما کہا تھا۔ ؎

سر مونڈی نگوڑی گجراتن ✝ گجراتن کا سرا ور پانؤن دور کرنے سے

جرات پیدا ہوتا ہے لطیفہ اس مین یہ ہے کہ گجراتن جرأت کی مان کا نام ہے۔
رعایت نسبت یہ ہے کہ متکلم جس چیز کا بیان شروع کرے اول سے آخر تک اُسکی رعایت ملحوظ رکھے اور مناسبات کو جمع کرتا ہے۔
صناعت یہ ہے کہ ایسے ماہران سخن آرائش کلام کے لیے اختیار کرتے ہین اور علم بدیع مین اس کا حال مفصل مذکور ہوتا ہے۔

شہر پہلا علم معانی کے بیان مین

علم معانی ایسے قواعد کا نام ہے جن سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ یہ لفظ مقتضاے حال کے مطابق ہے یا نہین۔
موضوع اس کا اُردو کے اہل بلاغت کی ترکیب مقتضاے مقام کی مطابقت کے ساتھ ہے اسی مطابقت کو جو کلام کی طرز سے سمجھی جاتی ہے خاصیت الترکیب کہتے ہین اسکی رعایت وہی کرسکتا ہے جو بلاغت سے بہرہ رکھتا ہو اور وہی اُسکو سمجھ سکتا ہے جس کا ذوق سخن فہمی صحیح اور درست ہو اُسکی **غایت** یہ ہے کہ ذہن سخن کی مطابقت مین مقتضاے حال کے ساتھ خطا و غلطی سے محفوظ رہے پس اگر اُن قواعد پر لحاظ رکھین تو کسی لفظ کے معنی مراد لینے مین خطا و غلطی واقع نہوگی اور یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ یہ کلام فصیح و بلیغ ہے یا نہین کلام اُن دو یا زائد کلمون کو کہتے ہین جو باہم اسناد رکھتے ہون یعنی اُن کے درمیان مین نسبت ہو جیسے نسبت فعل و فاعل یا مفعول بہ کی یا نسبت مضاف و مضاف الیہ یا موصوف و صفت کی اور کلام دو حال سے خالی نہین یا سکوت متکلم کا اُس پر صحیح ہو اور سُننے والے کو اُس کلام سے فائدہ حاصل ہوجائے یا اُس پر سکوت درست نہو اور اسقدر

کلام سے کچھ مطلب نہ معلوم ہوتا ہو قسم اول **کلام مفید و تام** اور قسم ثانی کو **کلام غیر مفید و ناقص** کہتے ہین مثال کلام تام کی زید کھڑا ہے عمرو کو مار و مثال کلام غیر مفید کی زید کا گھوڑا صاحب کی گھڑی۔ چالاک گھوڑا بے حیا آدمی۔ کلام مفید و تام کو جملہ بھی کہتے ہین جیسا کہ مفصل مین زمخشری کے کلام سے نکلتا ہے لیکن تساوی کلام و جملہ مین اختلاف ہے شیخ جمال الدین بن ہشام مغنی مین کہتا ہے کہ کلام جملے سے خاص ہے مرادف نہین کیونکہ کلام اس قول کو کہتے ہین جو مفید بالقصد ہو اور جملہ عبارت ہے فعل اور فاعل اور مبتدا و خبر اور اُس چیز سے جو بمنزلے مبتدا یا خبر کے ہو اور عموم کی وجہ یہ ہے کہ جملے مین افادت شرط نہین ہے بخلاف کلام کے کہ اسمین یہ امر شرط ہے اسی سبب سے جملۂ شرط اور جملۂ جزا اور جملۂ صلہ کہا کرتے ہین اور کلام نہین کہتے کیونکہ کہنے والے کو اُس سے فائدہ حاصل نہین ہوتا اور تہذیب النحو کی شرح مین لکھا ہے کہ کلام سے جملہ خاص ہے اسلیے کہ کلام خداے پاک کو جملہ نہین کہتے کلام کہتے ہین مگر اکثر نحاۃ کی راے یہی ہے کہ کلام اور جملہ مترادف ہین بالجملہ اُسکی دو قسمین ہین خبریہ اور انشائیہ خبریہ اُسے کہتے ہین کہ مدلول کلام ایک ہی وقت صدق و کذب دونون کا احتمال رکھتا ہو **صدق** سے مراد نفس الامر اور واقع کے مطابق ہونا ہے اور **کذب** یہ ہے کہ واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت نہو اور بعض نے خبر کی یون تعریف کی ہے کہ اُسکے کہنے والے کو ایک وقت مین جھوٹا یا سچا کہہ سکین اور فرق دونون تعریفون مین یہ ہے کہ پہلی تعریف کے مطابق غیر مصدق جملہ خبریہ ہوگا اسلیے کہ احتمال صدق و کذب جملۂ خبریہ کا وصف ہے اُسی کے نفس مفہوم سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری تعریف کے مطابق احتمال صدق و کذب جملہ خبریہ کا وصف نہین ہو سکتا اسلیے کہ یہان صدق و کذب بالذات کہنے والے کا وصف ہے اور جملۂ خبریہ کا وصف کہنے والے کے ذریعے سے ہے۔ بعض کہتے ہین کہ خبر صرف سچائی کے لیے بنی ہے اور جھوٹ اُس سے عقل کی دلالت کے ساتھ مادے اور مقام کی خصوصیت کے سبب سے معلوم ہوتا ہے نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ صدق یہ ہوگا کہ حکم واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابق ہو نظام معتزلی یہ کہتا ہے کہ خبر کا صدق و کذب متکلم کے اعتقاد پر مبنی ہے پس اگر وہ خبر کو سچا سمجھتا ہے تو صدق ہے اور اگر جھوٹا جانتا ہے تو کذب ہے اور جاحظ کا یہ مذہب ہے کہ واقع کے ساتھ مطابق ہونے اور نہونے کا نام خبر کا صدق و کذب ہے اسکے سوا نہ صدق ہے نہ کذب ہے اور ہر ایک مذہب پر دلیلین موجود ہین جو مطولات مین مذکور ہین مثال اسکی یہ ہے زید کھڑا ہے۔ خالد چلا گیا۔ شیخ الٰہی بخش کو مارو **سوال** آفتاب ایک نورانی کرہ ہے اور زمین نارنگی کی طرح چپٹی ہے اور عالم حادث ہے اور اللہ معبود ہے اور خدا ایک

اور محمد اللہ کے رسول ہین یہ تمام جملہ خبریہ ہین لیکن ان مین جھوٹ کا احتمال نہین پس ان پر
خبر کی تعریف صادق نہین آئی **جواب** ان مین لفظون کے معانی کذب کا احتمال رکھتے ہین
گو مسند الیہ یا مسند کی خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال نہین ہے اسی طرح کبھی کہنے والے کی
خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال اُٹھ جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خبر مین کذب کا احتمال نہین ہے غرضکہ اگر صرف خبر کے مفہوم کو دیکھا جائے تو وہ فرد را یک وقت
مین دونون احتمال رکھتا ہے اور مسند الیہ یا مسند یا متکلم کی خصوصیت اُمور خارجیہ مین سے
ہے اور خبر کے سچا ہونے کی دلیل تواتر ہے لیکن شرط یہ ہے کہ غرض اور استہزا سے خالی ہو کیونکہ
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اہل غرض اپنے فائدے کے لیے امیرون کے سامنے جو دن بھر مکان مین
بیٹھے رہتے ہین اور دوسرے مقامات کی خبرین سُنکر دل خوش کرتے ہین جھوٹی خبرین اپنی
طرف سے گڑھ کر بیان کرتے ہین یا بطور ظرافت کے گپین مارتے ہین مثلاً آج جامع مسجد
کے پاس ایک گھوڑی ہاتھی کا بچہ جنی ہے اور اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کی خبر عوام مین
مشہور ہو جاتی ہے اور لوگ تماشا دیکھنے کے لیے جاتے ہین **انشا** وہ ہے جسکے مضمون مین
صدق وکذب کا احتمال نہو کیونکہ مخبر عنہ نہونے کی وجہ سے اُس سے خبر مقصود نہین ہوتی اور
جس چیز مین خبر مقصود نہ ہو اس مین صدق وکذب کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ احتمال کا مدار
اس پر ہے کہ مخبر عنہ سے خبر دیجاوے اور جملۂ انشائیہ کا بولنے والا اپنی طبیعت سے ایک
مضمون ایجاد کرتا ہے چنانچہ کسی کو کہنا کہ یہ کام کر یا مت کر۔ اور ہر جملے مین مسند الیہ اور مسند
کا ہونا ضرور ہے خواہ وہ اسناد خبری ہو یا انشائی **مسند الیہ** وہ جس کی طرف کوئی امر منسوب
ہو **مسند** وہ جس کو کسی کی طرف منسوب کرین اور ان دونون مین جو نسبت ہوتی ہے
اُسکو **اسناد** کہتے ہین اور وقوع ولا وقوع کو کہ عبارت نسبت تامہ ایجابیہ و سلبیہ سے ہے **حکم** کہتے
ہین اگرچہ نسبت مرکب غیر مفید مین بھی ہوتی ہے مگر وہ مخاطب کو فائدہ تام نہین دیتی یعنی
سُننے والا اُسکو سُنکر خاموش نہین رہ سکتا بلکہ اس سے مقصود دوسری چیز ہوتی ہے اور
مرکب مفید مین جو نسبت ہوتی ہے وہ مخاطب کو پُورا فائدہ دیتی ہے اور اُسکو پھر کیا اور کون
کی احتیاج نہین رہتی۔ کیا کی احتیاج اُسوقت ہوتی ہے کہ ذات کو بغیر صفت کے بیان
کیا جائے یعنے کیا سے صفت کا سوال ہوتا ہے اور کون کی احتیاج اس حالت مین ہوتی
ہے کہ صفت کو بغیر ذات کے بیان کیا جائے یعنے کون سے ذات کا سوال ہوتا ہے پس

پورا فائدہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ ذات صفت کے ساتھ اسی طریق سے بیان ہو اور
بعد ان اسکے مطلب اور مفہوم بخوبی نہین سمجھا جا سکتا ہے جیسے اس مثال مین زید کھڑا ہے
زید مسند الیہ ہے اسکی طرف کھڑے ہونے کی نسبت کی گئی ہے اور کھڑا مسند ہے کہ اسکو زید کی
کی طرف منسوب کیا ہے اور جو نسبت زید مین اور کھڑا ہونے مین ہے اس کا نام اسناد ہے
یا جیسے زید عمرو کو مارتا ہے زید مسند الیہ ہے کہ اسکی طرف مارنا عمرو کا منسوب کیا گیا ہے اور
مارنا مسند ہے کہ اسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے اور نسبت جو زید اور مارنے مین ہے
وہی اسناد ہے ۔ مسند الیہ اور مبتدا اور مخبر عنہ تینون ایک چیز کے نام ہین اسی طرح مسند
اور خبر اور مخبر بہ سے ایک چیز سمجھی جاتی ہے ۔ سوا ے مسند الیہ اور مسند کے جملے مین جو
اور کلمات ہون خواہ مفرد ہون خواہ مرکب ناقص یا تام اُن کو **زوائد و توابع و لواحق و**
ملحقات کہتے ہین ۔ مبتدا و خبر **ملحق بہ فاعل** کہلاتے ہین اور حال و تمیز و **مستثنے**
ملحق بہ مفعول کیونکہ یہ تینون مثل مفعول کے فضلہ ہین اور کلام ان کے بدون تمام
ہو جاتا ہے اس وجہ سے انھین **مشبہ بمفعول** بھی کہتے ہین اور مبتدا و خبر و فاعل عمدہ ہین
اور مبتدا **مشبہ بفاعل** اور خبر **مشبہ بفعل** بھی کہلاتے ہین ۔

الحاصل علم معانی مین آٹھ چیزون سے بحث کی جاتی ہے ۔ اسناد خبری ۔ مسند الیہ ۔ مسند ۔ متعلقات
فعل ۔ قصر ۔ انشاء ۔ وصل و فصل ۔ ایجاز و اطناب و مساوات ۔ ان آٹھون چیزون کو شہر کے لحاظ
سے ہم ایک ایک باغ مین بیان کرتے ہین ۔

پہلا باغ اسناد خبری کے بیان مین

اسناد یعنی جو نسبت باہم کلمتین مین ہو اور اس سے مخاطب کو کوئی خبر معلوم ہوتی ہو اس
خبر سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہین (۱) یا تو متکلم کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سامع ناواقف
کو کسی امر سے مطلع کرے اسکا نام **فائدہ خبر** ہے جیسے کہے عمرو زید کا بیٹا ہے سامع کو یہ معلوم
نہ تھا کہ یہ کون شخص ہے اسلیے اسکو خبر دی یعنی مطلع کیا کہ وہ زید کا بیٹا ہے ۔ شاہ نیاز
کہتے ہین ۔ ؎

ادھر کی نہین جانتے رسم و راہ ۔۔۔ میان ہم تو باشندے ہین پار کے

اس مین خبر دی کہ ہم ادھر کی رسم و راہ سے واقف نہین غیر ملک کے رہنے والے ہین ۔

اور یہ شعر مذاق صوفیہ مین اور ہی معنے دیتا ہے اور وہی منشا شاعر کا ہے مگر یہان اُس کے بیان کا موقع نہین۔

حالی

عرب کچھ نہ تھا اک جزیرہ نما تھا | کہ پیوند ملکون سے جس کا جُدا تھا
نہ وہ غیر قومون پہ چڑھ کر گیا تھا | نہ اُس پر کوئی غیر فرمان روا تھا

تمدن کا اُس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا وان قدم تک نہ آیا

قبیلے قبیلے کا بُت اِک جُدا تھا | کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزے پہ وہ نائلہ پر فدا تھا | اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہان ابر ظلمت مین تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیون پر

(۲) یا متکلم کا اپنے علم سے مخاطب کو آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے اُسکو لازم فائدہ خبر کہتے ہین مثلاً کوئی شخص کسی آدمی کی تعریف کرے اور دوسرا شخص کہے کہ وہ آدمی بہت اچھا ہے یعنے مین بھی اُس سے واقف ہون۔

لمؤلفہ

اے چرخ تو گذر یو نہ کینے سے اجکل | واقف ہین ہم بھی تیرے قرینے سے آجکل

متکلم نے آسمان کو اِس بات سے مطلع کیا ہے کہ مین آجکل تیری کینہ پروازی کی روش سے واقف ہون جو کچھ تجھ سے میری خرابی کی تدبیر ہو سکے اُس سے در گذر نہ کرنا۔

غالب

جانتا ہون ثواب طاعت وزہد
پر طبیعت ادھر نہین آتی

میر

قدر والا تمھاری ہے معلوم | خلق خادم ہے اور تو مخدوم
اِس سعادت سے جو رہے محروم | ہے یقینی کہ وہ اُلاغ ہے شوم

شتر کو ہوگا مرکب دجال

عزت

پھرتے ہو ہمسے روٹھے نہیں مانتے ہو بات	ہم جانتے ہیں تم کو کسی نے سکھا دیا

(۳) یا فائدہ خبر اور لازم فائدہ خبر کے واقف کو انجان قرار دیکر کوئی بات کہی جاتی ہے جیسے کوئی شخص عبادت الٰہی میں تساہل کرے اور فوائد عبادت کرنے کے جانتا ہے اُس سے کہا جائے کہ عبادت کرنا بہت اچھی بات ہے۔

سودا

پیارے نہ بُرا مانو تو اک بات کہوں میں	کس لطف کی اُمید پہ یہ جور سہوں میں

ہر چند یہ شخص جانتا ہے کہ معشوق کو عاشق پر لطف کرنا اور نہ کرنا اپنا معلوم ہے لیکن تنبیہاً اُسکو یاد دلاتا ہے گویا کہ وہ اپنے لطف کرنے اور نہ کرنے پر مطلع نہیں ہے اور یہ منظور ہے کہ شاید اسوقت تنبیہ ہو کر لطف کرنے لگے۔

واجد علی شاہ

لگا ٹھوکر نہ پائے ناز سے تو	کبھی تاج سر ہندوستاں تھے

انیس

قاسم کو غرض کیا جو سنیں گریہ و زاری	میں کون سکینہ ہی چچا جان کو پیاری
اللہ تو ہے گر کوئی غمخوار نہیں ہے	مٹی مری کیمپر قبر کو دشوار نہیں ہے

یہ بات حضرت صغرےٰ نے کہی تھی حالانکہ جن لوگوں سے ایسا کہا تھا وہ اُن کو بہت عزیز رکھتے تھے چونکہ بیمار ہونے کی وجہ سے اُنکو ساتھ نہیں لیے جاتے تھے اسلیے اُنھوں نے بطور شکوے کے ایسا کہا۔

غالب

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں	کبھی فتراک میں تیری کوئی نخچیر بھی تھا

میر حسن

رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے	جھکے جو کوئی اُس سے جھک جائیے

ان باتوں کو بدر منیر جانتی تھی مگر چونکہ وہ اسپر عمل نہیں کرتی تھی اسلیے نجم النساء نے اُسے انجان قرار دے کر ایسا کہا۔

سُنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے	و لہ تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو | تو پھر چاہیے اُس کی پروا نہ ہو

یہ بات نجم النسانے بدر منیر سے اسوقت کہی تھی جب کہ بے نظیر کا آنا موقوف ہو گیا تھا۔

دبیر

مین اسکا پسر ہون جو خدا کا ہی شناسا | فرزند ہون اُس کا جو نبی کا ہی نواسا
جان اسکی ہون پانی نہ ملا جسکو ذرا سا | مین وہ ہون پدر جسکا ہی دو روز سے پیاسا

دلدار ہون خاتون قیامت کے پسر کا
ٹکڑا ہون محمدؐ کے کلیجے کے جگر کا

یہ بات حضرت علی اکبر بن امام حسینؑ نے فوج یزید سے کہی تھی۔

(۴) یا متکلم کو اپنی شان و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہی جیسے ایک مشہور و معروف آدمی کہے کہ ہمارے پاس ہزارون روپے ہین حضرت امام حسینؑ کی زبان سے انیس کہتے ہین۔ ع

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین | مین ہون انگشتر پیغمبر خاتم کا نگین
مین ہون خالق کی قسم دوش محمدؐ کا مکین | مجھسے روشن ہی فلک مجھسے منور ہی زمین

غالب

آج مجھ سا نہین زمانے مین | شاعر نغز گوئے خوش گفتار

مصحفی

سب خوشہ ربا ہین مری خرمن کے جہانین | کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مرے آگے

چونکہ مصحفی مسلم الثبوت شاعر تھا اور اہل لکھنؤ اُسکو جہان اُستاد مانتے تھے اسلیے اسکا یہ کہنا پہلی قسم مین داخل نہین ہو سکتا۔

دبیر حضرت امام حسینؑ کی زبانی

آگے جو رسولان ہدایت شیم آئے | لیکر خبر آمد خیر الامم آئے
گمراہ مگر راہ پر اُن سے بھی کم آئے | اللہ کو سب جان گئے جب کہ ہم آئے

ہر شرک کے طوفان رُکے اپنے قدم سے
بُت خاک پہ سجدے کو جھکے اپنے قدم سے

نفیس حضرت علی اکبر کی زبانی

صدا یہ دی کہ بڑھے رن سے لشکر گراہ | وہ مین ہون جسکا ہی جد نائب رسول اللہؐ

(۵) یا تحزن وتحسر مقصود ہوتا ہے جیسے۔

نتشی

مین افتادہ یا رب سر خاک ہون | ستم دیدۂ دور افلاک ہون

انشا

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین | دفور درد سے یہانتک کہ ہون بشکل سطیح
تگرگ کی منطاب بس گھلا ہی جلا ہون | بوضع برگ کے ہون مرتعش بصد مریح
نفس کو تنگ کیا ہے حرارت دل نے | ہلا دے مروحۂ لطف تک پئے ترویح

سودا

مین ہون گر قابل نار جہنم | یہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم

تپش

مین الکن ہون اور سخت عاجز بیان | تکلم مین اُلجھے ہے میری زبان

اگرچہ ان مثالون مین خبر کے الفاظ اپنے معنون مین مستعمل ہین لیکن نہ یہان مخاطب کو حکم کی خبر دینا منظور ہے اور نہ متکلم کا مخاطب کو اپنے علم سے آگاہ کرنا مقصود ہے کیونکہ مخاطب خدا ے تعالیٰ ہے جو اُن دونون باتون کا عالم ہے پس یہ الفاظ تحزن وتحسر کے واسطے ہین۔

(۶) یا خبر سے شکر گذاری مقصود ہوتی ہے جیسے سودا جناب باری کی طرف خطاب کر کے کہتا ہے۔

عطا کی جب سے مشت خاک کو جان | فراوان ہے دم آب ولب نان
رکھے ہی کام مین جب تک زبان تر | نمک گاہے چکھا دے گاہ شکر
برائے پوشش تن بھی بہر حال | کبھی کمل اُڑھاتا ہے کبھی شال
ہمارے واسطے اے رب معبود | کرم مان باپ سے تیرا ہے افزود
بیان کیا کیجئے تیری عنایت | دیے ہین چشم اور نور بصارت
کہ تا معلوم ہو شام وسحرگاہ | چلین پستی بلندی دیکھ کر راہ

زبان کو ذائقے سے دی ہی تحسین	کیا معلوم جس نے ترش و شیرین

(۷) یا خبر مدح و ثنا کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

الشا

نسیم فضل و کرم مین ترے وہ ہی بوباس	نہ پہونچے گرد کو جسکی کبھی شمیم مسیح

یہ خطاب جناب باری سے ہی۔

جرأت

محمدؐ ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا	کرے بندہ ثنا اُسکی تو دعوے ہے خدائی کا

رند

شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلی تیرا	تو ہے یکتا کوئی ثانی نہین حقا تیرا

ظفر

پانی مین اُسنے راہ بری کی کلیم کی اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا	آتش مین وہ ہوا چمن آرا خلیل کا لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

رد

ارض و سما کہان تری وسعت کو پاسکے	میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سما سکے

(۸) یا خبر طنز کے طور پر استعمال کی جاتی ہے جیسے۔

میر حسن

یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش تمھین نے تو چھڑکا تھا مجھپر گلاب	لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا بہانے تو کرتی ہے کیون مجھپہ دھر ہوئی تھی اُسے دیکھ مین ہی تو غش بھلا میری خاطر بُلا لو شتاب

بدر منیر شاہزادے بے نظیر کو دیکھکر عاشق ہو گئی تھی مگر جب نجم النسا نے اُس سے کہا کہ بے نظیر کو بُلا کر اس سے حظ جوانی حاصل کر تو بدر منیر نے جواب دیا کہ دل تو تیرا چاہتا ہے اور بہانے مجھپر دھرتی ہے جس کا جواب نجم النسا نے بطور طنز کے یہ دیا کہ مین ہی بے نظیر کو دیکھکر غش ہو گئی تھی اور تمھین نے مجھپر گلاب چھڑکا تھا پس یہان خبر سے بدر منیر کو واقف کرنا منظور نہین کیونکہ وہ اپنے غش ہو جانے اور نجم النسا کے اُس پر گلاب چھڑکنے سے بخوبی آگاہ تھی علی ہذا القیاس

اسناد خبری سے بہت سے فائدے نکلتے ہین مگر ان مین سے پہلے دونون معنے تو حقیقی ہین اور باقی سب مجازی۔

یاد رکھو کہ جب مخاطب حکم سے خالی الذہن ہو اور نہ اُسکو حکم مین تردد ہو تو اسناد پر مؤکدات کو نہ لانا چاہیے کیونکہ حکم بغیر مؤکدات کے بھی اُس کے ذہن نشین ہو جائے گا اور اگر مخاطب کو شک و تردد ہو تو اس وقت کوئی مؤکد لاکر اُس کو تقویت دینا جائز بلکہ مستحسن ہے کہ اس مؤکد کی وجہ سے اُس کا تردد دُور ہو جائے اور حکم ذہن نشین ہو جائے اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو اس صورت مین حکم کی تاکید کرنا اور اسناد پر مؤکدات کا لانا واجب ہے پس جبکہ خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ ہو تو اُسے **ابتدائی** کہتے ہین اور جبکہ بطور استحسان کے تاکید آئے تو **طلبی** بولتے ہین اور جبکہ بطور وجوب کے اُس کی تاکید کی جائے تو **انکاری** نام رکھتے ہین اور اس قسم کا کلام مقتضاے ظاہر حال کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر بغیر تردد و انکار کے اسناد پر مؤکدات لائین تو ایسا کلام مقتضاے ظاہر حال کے خلاف ہوگا مگر یان کبھی غیر منکر کے ساتھ منکر کا سا برتاؤ کرتے ہین اور یہ اُس صورت مین ہوتا ہے جبکہ علامات سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ انکار رکھتا ہے جیسے۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رستم نہین	مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

سہراب کو مخاطب کے رستم ہونے کا انکار نہ تھا مگر چونکہ وہ رستم کے نشان اُس مین پاتا تھا یہ علامت اس بات کی تھی کہ وہ اُسکے رستم ہونے کا معتقد ہے اسلیے سہراب کو بمنزلے منکر کے قرار دیکر زنہار کا لفظ تاکید کے لیے ذکر کیا تاکید کے الفاظ بہت ہین جیسے بیشک اصلا ضرور ہرگز وغیرہ اور قسم و سوگند کے تمام الفاظ مثال اسکی۔

میر

جوہر تمھاری ابروؤن کے چیتے ہین ہم	یکتا یہ تیغے ہین قسم ذوالفقار کی

تیغون کے یکتا ہونے کی تاکید ذوالفقار کی قسم سے کی ہے۔

ولہ

تو نے صبا سے ممتر تنویر	ہاتھ آئی ہے آپ کی تصویر

اگرائے شاہزادۂ عالم | دل نہین مانتا خدا کی قسم

شاہزادی نے اپنے عشق کا اظہار کیا ہے اور بغرض رفع شک قسم سے تاکید کی تاکہ بخوبی معلوم ہوجائے کہ شاہزادی عاشق ہوگئی اور کسی طرح کا شک نہ رہے۔

رنگین

الحق تری باتون مین نہین بھدرک | برحق تری باتون مین نہین بھدرک
رنگین تری زبان کے نیچے ہی زبان | مطلق تری باتون مین نہین بھدرک

سروش سخن

سر تک بھی اگر کاٹ کے پھینکوگے ہمارا | ہم آپ کے قدمون کی قسم اُف نکرینگے

اصغر علی ابرو

جو مین چشم سیاہ یار کی لکھون صفت اے دل | تو بیشک [illegible] ہو گمان چشم غزالان کا

ذوق

یہ تو یون مضطرب و سینے مین لکھون [illegible] | [illegible] کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

داغ

جو دکھاؤ بھی نہ دیکھون رخ پُر تاب ہرگز | یہ وہ آنکھ ہی کہ دیکھا نہین جسنے خواب ہرگز

بقا

مری چشم سے کیون نہ خونناب ترسے | کہ البتہ دریا مین سرخاب اترسے

مولوی سیّد حسین احمد بیباک

تو کوچۂ دلدار اگر دیکھ لے واعظ | واللہ کبھی نام نہ لے خلد بریں کا

حالی

سنات پردہ نہین اگر عیب کسی کا ہی چھپا | نہ ہوا آج تو کل ہوگا مقرر رسوا

کمال

بل جو رخسار و نپہ کھاتے ہین یہ دلبر گیسو | قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو

آفاق

خوب بل کھاتے ہین رخ پر ترے دلبر گیسو | ہی یقین پیچ کوئی ڈالینگے پھر گیسو

آصف والی دکن

کہو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر	نہین ہم تو واقف خدا جانتا ہے

آصف الدولہ

وہ قہر سے نہ آئے گا زنہار	تک اُسکی سوچ تو خوش ہو نہ دلمین لا وسواس

مرا زنہار تاکید کے لیے ہے۔

حکیم عبدالکریم برہم

صرف اس تار نفس پر ہے مدار	سچ تو یہ ہے کچھ نہین انسان مین

لمؤلفہ

ہی سبب کچھ اور مستی کی دھڑی مطلق نہین	رنگ ہی نیلوفری جو لعل شکر بار کا

مطلق تاکید کے لیے ہی۔کبھی منکر حکم کو غیر منکر مانکر خبر کو بغیر تاکید کے لاتے ہین بشرطیکہ منکر کو اُسکے ایسے دلائل و شواہد معلوم ہون کہ اگر اُن مین غور و تامل کرے تو انکار کی وجہ باقی نہ رہے مثلاً منکر اسلام سے کہا جاے کہ اسلام حق ہے اور اس کلام کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا جائے ظاہر ہے کہ منکر اسلام کو وہ دلائل معلوم ہین جو حقیقت اسلام پر دلالت کرتے ہین اور وہ قرآن کا معجزہ وغیرہ ہے اگر یون کہا جائے کہ تحقیق اسلام حق ہی تو مقتضاے ظاہر کے مطابق ہوجائے۔

دلا

جیسے نہ اولوالامر ہے حسینؑ شہید
امام برحق و معصوم پاک ازاجداد

ایک شخص امام حسینؑ کو باغی اور یزید کو اولوالامر قرار دیتا تھا اُسکو حضرت امام حسینؑ کی اولوالامری کا غیر منکر مانکر قائل نے کہا مصرع

جیسے کہ نہیں اولوالامر ہے حسین شہید

اس خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا کیونکہ منکر ایک مولوی تھا جسے یزید کی بیدینی کا حال اور حضرت حسینؑ کے اولوالامر ہونے کے دلائل معلوم تھے جنپر وہ غور نہین کرتا تھا اگر غور کرتا تو ضرور اپنے عقیدے سے پھر جاتا۔

اسناد حقیقی عقلی و مجازی عقلی

حقیقت و مجاز جس طرح مفرد مین جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین برابر ہے کہ جملۂ انشائیہ ہو یا خبریہ اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے کبھی مفرد مین حقیقت و مجاز کو لغوی کے ساتھ مقید کر دیتے ہین یعنی **حقیقت لغوی** اور **مجاز لغوی** کہتے ہین اور اس قید سے مقصود احتراز جملے کے حقیقت و مجاز سے ہوتا ہے۔ اور جملے مین حقیقت و مجاز کو عقلی کے ساتھ مقید کرتے ہین تاکہ مفرد کے حقیقت و مجاز سے احتراز ہو۔ اور جملے کے حقیقت و مجاز کو کبھی حکمی بھی بولتے ہین گو نسبت اضافی مین ہو کیونکہ حکم اشرف ہے جو اُسکی ایک فرد ہے یا یہ کہ حکم عقل کی طرف منسوب ہے اور کبھی حقیقت و مجاز فی الاثبات بھی کہتے ہین اگرچہ نفی مین واقع ہو اسلیے کہ بلغا کے کلام مین نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اور اکثر کی یہ راے ہی کہ ہر ایک حقیقت و مجاز اسناد کی صفت ہی نہ کلام کی اور کلام کا اتصاف انکے ساتھ اسناد کی وجہ سے ہی۔

غرضکہ **حقیقت عقلی** ایک جملہ ہی کہ اُس مین فعل یا وہ چیز جو فعل کے معنے مین ہی جیسے مصدر و اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ اُس چیز کی طرف مسند ہو جو اُس فعل یا معنی فعل کے ساتھ بظاہر متصف ہو جیسے فعل معروف مین فاعل کی طرف مثلاً۔

ذوق

نسیم صبح گلشن مین اگرچہ ہو دم عیسےٰ	ترا بیمار غم تجھ بن سموم جانگزا سمجھے

اور فعل مجہول مین مفعول بہ کی طرف جیسے۔

غالب

سہرا لکھا گیا زرہ امتثال امر	دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے

پس یہ دونون مثالین اسناد حقیقی کی ہین فعل مجہول مین مفعول بہ فاعل کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے پہلی مثال مین سمجھنے کی اسناد بیمار غم کی طرف ہی جو اُسکا فاعل ہی اور دوسری مثال مین لکھا گیا کی نسبت سہرے کی طرف ہی جو مفعول بہ اور بمنزلے فاعل کے ہی پہلی مثال مین بیمار غم کو سمجھنے کا اتصاف حاصل ہی اور دوسری مین سہرے کو لکھے جانے کا پس یہ اسناد حقیقی ہی۔

ہوس

تھے محرم راز قیس جو جو	سب حال کہا اُنھوں نے رو رو
عاشق کا بھی ماجرا سُنایا	معشوق کا بھی پتا بتایا

محرم راز سب حال کہنے اور عاشق کا ماجرا سُنانے اور معشوق کا پتا بتانے کے فاعل ہین اور یہ سب فعل معروف ہین۔

انیس

مارا گیا سفر مین غلام شہ اُمم	فریاد ہی کہ رانڈ ہوئی مین اسیر غم

مارا گیا فعل مجہول ہے اسکی نسبت غلام شہ اُمم کی طرف ہی جو مفعول بہ ہی اور بظاہر کی قید سے اس تعریف مین اقوال کاذبہ داخل رہتے ہین جیسے جاہل کا قول کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا اور یہ قول کہ زید آگیا اُس حالت مین کہ زید کے نہ آنے کو کہنے والا جانتا ہو نہ مخاطب پس یہ دونون قول بحسب ظاہر حال کے حقیقت ہین باوجودیکہ دراصل کاذب ہین نہ صادق کیونکہ پہلا قول واقع کے خلاف ہے اسلیے کہ درحقیقت اچھا کرنے کا فاعل خدائے تعالے ہی نہ دوا مگر اتنا ہے کہ یہ قول جاہل کے اعتقاد کے مطابق ہے اور اُسکے نزدیک یہ صفت دوا مین پائی جاتی ہی اسلیے اُسنے اپنے اعتقاد کے مطابق اچھا ہونے کو دوا کی طرف منسوب کیا برخلاف دوسرے قول کے (یعنی زید آگیا ہے) کہ وہ نہ واقع کے مطابق ہی اور نہ اعتقاد کے موافق ہی خلاصہ کلام یہ ہی کہ حقیقت عقلی کی چار قسمین ہین۔

(۱) وہ جو واقع اور اعتقاد دونون کے مطابق ہو جیسے ایک مومن کہے خدا نے بیمار کو اچھا کر دیا اسی قبیل سے ہے

شایان

دکھائی خدا نے وہ قدرت کی شان	کہ مٹی کے پتلے کو بخشی ہے جان
بنایا سراپا مین ہر عضو خوب	نہین اُسکی صنعت مین داخل عیوب
عنایت کیے دیدۂ دُوربین	کہ آئینہ ہو حال روے زمین

مومن

ہر جا پہ ہے تیرا جلوہ لیکن	دیکھا تو کہین نظر نہ آیا
یان عقل ہے گم کہ بس تجھی کو	پایا ہر شے مین پر نہ پایا
تو واحد و بے نظیر و ہمتا	تو حاکم و خالق برایا

تجھکو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل	یاں تک نقش دوئی مٹایا

(۲) جو صرف اعتقاد کے مطابق ہو اور واقع کے مطابق نہو جیسے جاہل کا قول کہ دوالے بیمار کو اچھا کر دیا۔

شایان

دیا آدمی کو شرف اس قدر	ہوے آپ ظاہر بہ شکل بشر
مٹا مچھ اوتار سے یہ فساد	ہوا دفع سنکھا سُر بدنہاد
جو کچھپ کا اوتار آیا پسند	تو مدھا اور کٹیک کو پہونچی گزند
جو ہرنا چھ نے ظلم کی راہ لی	سزا آپنے بن کے باراہ دی
جو نرسنگھ بنکر ہوے آشکار	مٹا نام ہرنا کس بدشعار
ہوئی بل کی جسدم سخاوت عیاں	بنے آپ باون پئے امتحان
پرسرام بن کے سہباو کو	دیا صفحۂ دہر سے نام کھو
میری رام بن کر ہوے جب عیاں	مٹا صاف راون کا نام ونشان

ان اشعار مین بیان کیا ہے کہ خدا نے کبھی مچھ یعنی مچھلی کی شکل مین کبھی کچھپ یعنی کچھوے کی شکل مین کبھی باراہ یعنی سور کی شکل مین کبھی نرسنگھ یعنی ایسے جانور کی شکل مین کہ اُس مین کچھ حصہ شیر کا ہو اور کچھ آدمی کا اور کبھی بونے کی شکل مین اور کبھی پرسرام کی شکل مین اور کبھی رام چندر کی شکل مین ظہور کیا اور یہ اُمور قائل کے اعتقاد کے مطابق ہین اور واقع کے مطابق نہین کیونکہ غیر مین حلول کرنا اور داخل ہونا صفات جسم سے ہی اور اللہ تعالے جسم سے منزہ ہی کیونکہ جسم کے واسطے مکان کا ہونا ضرور ہی اور جب واجب الوجود مکان مین ہوا تو اُسکا امکان اور مکان کا وجوب لازم آیا دوسرے جسم مرکب ہوتا ہی خدا ے تعالے ترکیب سے منزہ ہے اسلیے کہ ترکیب کو حدوث لازم ہے اور ہر مرکب اپنے اجزا کا محتاج ہوتا ہے اور اجزا مین اور اُس مین مغایرت ہوا کرتی ہے اور اور جسکو غیر کی طرف احتیاج ہو وہ خدائی کے شایان نہین تیسرے صفات اجسام کے ساتھ متصف ہونا لازم آتا ہے۔

(۳) وہ کہ نہ واقع کے مطابق ہو اور نہ اعتقاد کے جیسے اُس شخص کا یہ قول کہ زید آگیا ہی جو جانتا ہو کہ وہ ابھی نہین آیا ہے اسی قبیل

ہوس

کب مین نے قصد بے سبب کیا ہے	لیلی نے تجھے طلب کیا ہے

یہ قول مجنون کے باپ کا ہے اسنے اول مجنون کو سمجھایا کہ اب میرے ہمراہ گھر کو چل اب تک تجھکو آدمیون سے نفرت و وحشت رہے گی اور جنگل مین پھرتا رہے گا جب مجنون نے باپ کی نصیحت نہ مانی تو اُسنے اپنی طرف سے دروغ اُس سے کہا کہ چل تجھکو لیلی نے طلب کیا ہے پس مجنون کا باپ لیلی کے نہ طلب کرنے کو جانتا تھا مصلحۃً ایسا کہدیا جس سے مجنون اُس کے ساتھ شہر کو چلا گیا کیونکہ مجنون یہ بات نہین جانتا تھا کہ میرا باپ جھوٹ بولا ہا ہی اسی قبیل سے ہی یہ قول رستم کا سُہراب کے سامنے کہ مین رُستم نہین ہون۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	مگر شاید تو ہے رُستم پہلوان
وہ بولا کہ زنہار رُستم نہین	مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

(۴) وہ قول جو اعتقاد کے مطابق نہو صرف واقع ے مطابق ہو جیسے مولچند منشی کے یہ اشعار نعت سرور کائنات جناب رسالت مآب علیہ التحیۃ والصلوٰۃ مین۔ ؎

شفیع گناہان بروز جزا	شائندہ عقدہ مدعا
فرازندۂ رایت سروری	درخشندہ خورشید پیغمبری
وہی خاص خاصان پروردگا	کہ جسنے کیا دین کو استوار
قدم اُسنے معراج پر جب رکھا	تو پایہ بڑھا اور معراج کا
میسر ہوا جبکہ قرب حضور	نظر اُسکو آیا وہ تابندہ نور

یہ جو کچھ قائل نے کہا ہے اعتقاد کے مطابق نہین اگر ایسا ہوتا تو وہ مسلمان ہوجاتا مرتے وقت تک ہندو کیون رہتا بلکہ صرف اکبر شاہ کے خوش کرنے کو ایسا کہا ہے اسی قبیل سے ہے یہ قول دیا شنکر نسیم لکھنوی کا گلزار نسیم مین۔ ؎

ہر شاخ مین ہی شگوفہ کاری	ثمرہ ہی قلم کا حمد باری
کرتا ہی یہ دو زبان سے یکسر	حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہی	یعنے کہ مطیع پنجتن ہے

نسیم کے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکی آل کی نسبت لکھا ہے یہ کلام اُسکا اعتقاد کے مطابق نہین ہے محض شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے کو لکھا ہے کیونکہ وہ دم آخر تک ہندو رہا اور شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے پر دلیل یہ ہے کہ اُسنے خلفاے رسول کی تعریف نہین کی کیونکہ شاہان

لکھنؤ و اُمرائے لکھنؤ سب شیعہ تھے صرف پنجتن کی نسبت لکھکر خاموش ہوگیا بخلاف مولچند کے کہ اُسنے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بھی تعریف لکھی ہے کیونکہ اکبرشاہ سُنّی تھے۔ اور یہی الناس علی دین ملوکہم کی طرف اشارہ ہے۔

چونکہ نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اسلیے نفی حقیقی عقلی بھی اُسی مین داخل ہے۔

مجاز عقلی وہ جملہ ہے جس مین فعل یا معنی فعل کو ایسی چیز کی طرف نسبت کرین جو اُس کے ساتھ متصف نہو چنانچہ فعل معروف ہو تو غیر فاعل کی طرف اور مجہول ہو تو غیر مفعول بہٖ کی طرف نسبت کی جائے پس یہ غیر مسند الیہ مجازی ہوتا ہے اور اُسکی طرف فعل یا معنی فعل کی نسبت کسی علاقے کی وجہ سے ہوتی ہے اور علاقے سے مُراد یہ ہے کہ مسند الیہ حقیقی کے ساتھ اُسکو کسی قسم کی مشابہت حاصل ہوتی ہے اس مشابہت کی وجہ سے فعل اُسکی طرف بھی منسوب ہوسکتا ہے۔

امیر مینائی

لالہ کہتا ہے کہان موسیٰ ہین آکر دیکھ لین	صاف جلوہ ہے چراغ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کی نسبت لالے کی طرف مجازاً ہے اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ یہ فاعل حقیقی سے مشابہت اس بات مین رکھتا ہے کہ جس طرح اُس کے ساتھ فعل کا تعلق ہوسکتا ہے اسی طرح اسکے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔

ولہ

ڈری یہ رات کو میری سیہ بختی کی ظلمت سے	دعاے نور پڑھکر اپنے اوپر شمع نے دم کی

ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت شمع کی طرف مجازاً ہے کیونکہ یہ فاعل سے مشابہت رکھتی ہے اسوجہ سے کہ فعل معروف کا تعلق دونون سے ہوسکتا ہے پہلے شعر مین کہنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اسی طرح دوسرے شعر مین ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اور ایسے موقع پر کسی ایسے قرینۂ لفظی یا معنوی کا ہونا ضرور ہے جس سے یہ معلوم ہوسکتا ہو کہ فعل یا معنی فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب نہین ہوا ہے بلکہ مسند الیہ غیر حقیقی کی طرف منسوب ہوا ہے۔

چنانچہ ان دونون مثالون مین یہ قرینہ ہے کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ کہنے کا فعل گل لالہ کے ساتھ قائم ہو اور ڈرنے اور پڑھنے کا فعل شمع کے ساتھ قائم ہو کیونکہ یہ باتین ذی روح کی شان سے ہین اور یہ دونون چیزین غیر ذی روح ہین۔

اسی قبیل سے ہے شاد کے شعر مین کہنے کی نسبت حسرت کی طرف۔ ع

حسرتین اکبر کی کہتی تھین یہ دل سے وقت مرگ	حیف ہے خالی یون ہی مقصد کا پیمانہ رہے

اور قرینے کا ہونا اسلیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ بغیر قرینے کے یہ معلوم ہوتا ہی کہ فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب ہے جیسے نہر جاری ہے اس جگہ مسند الیہ غیر حقیقی ہے جو مسند الیہ حقیقی یعنے پانی کے ساتھ فعل کے تعلق مین مناسبت اور ملابست رکھتی ہے پس جاری ہونے کا تعلق پانی کے ساتھ تو اس لیے ہے کہ پانی کے ساتھ اسکو قیام حاصل ہے اور نہر کے ساتھ اسلیے تعلق ہے کہ جاری ہونا نہر مین واقع ہوتا ہے اور غیر عام ہے اس سے کہ فی الواقع غیر ہو یا بظاہر متکلم کے نزدیک غیر ہو اور اس قید سے اقوال کاذبہ جو نہ واقع کے مطابق ہون نہ اعتقاد کے مجاز عقلی کی تعریف سے نکل گئے اور اگر کسی نے یون کہا کہ فصل خزان نے باغ کو سر سبز کر دیا تو یہ نہ حقیقت مین داخل ہے نہ مجاز مین حقیقت مین نہ داخل ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے اور مجاز مین اس لیے داخل نہین کہ مجاز کے لیے علاقے کا ہونا ضرور ہے پس ایسے قول کے قائل کے حق مین یہ کہا جائے گا کہ اُسنے اپنی بے عقلی اور حماقت سے یہ بات مُنھ سے نکالی ہے۔ مجاز عقلی کے علاقے بھی مجاز مفرد کے علاقون کی طرح ہوتے ہین اور یہ کثرت سے استعمال مین ہے۔

کبھی ملابست کی وجہ سے فعل کو مکان کی طرف منسوب کرتے ہین مثلاً۔

مولوی محمد اسمٰعیل

قطرون ہی سے ہوگی نہر جاری	چل نکلینگی کشتیان تمھاری

جاری ہونیکو نہر کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ درحقیقت پانی جاری ہوتا ہی۔ ۵

پانی سے بھرے ہوے ہین جل تھل	ہے گونج رہا تمام جنگل

گونجنے کی نسبت جنگل کی طرف کی ہی ورنہ حقیقت مین جنگل کے رہنے والے گونج رہے تھے۔ ۵

باغون نے کیا ہے غسل صحت	کھیتون کو ملا ہے سبز خلعت

غسل کرنے اور خلعت ملنے کی نسبت باغون اور کھیتون کی طرف کی ہے اور درحقیقت غسل درختان باغ نے کیا ہی اور سبز خلعت اُن نباتات کو ملا ہی جو کھیتون مین اُگے ہوے ہین۔

انیس

دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا	ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسینؑ کا

لٹنے کی نسبت گھر کی طرف کی ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ گھر مین جو چیز تھی وہ ظہر کے وقت لٹی اور وہ فرزند ہے۔

حالی

اسمین قحط کی دُہائی ہے	جان عالم لبون پر آئی ہے

لبون پر جان آنے کی نسبت عالم کیطرف ہے حالانکہ درحقیقت ان لوگون کی جان لبون پر آئی ہے جو عالم مین رہتے ہین۔

مثنوی زائر

کیا ہو گئی تھی فکر ہر دم	کل اُڑے کا یان تمام عالم

میر حسن

اُچھلتے تھے فوارے جو اُسکے وان	گیا سب [illegible]

اُچھلنے کی نسبت فوارون کی طرف کی ہے حالانکہ پانی اُچھلتا ہے جو اُنکے اندر ہوتا ہے۔

برکھارت

دریا تجھ بن سِسک رہے تھے	اور بن تری راہ تک رہے تھے

سسکنے اور راہ تکنے کی نسبت دریا اور بن کی طرف کی ہے جو مکان ہین حالانکہ دریا کے جانور بغیر برسات کے سِسک رہے تھے۔

ایضاً

ندی نالے چڑھے ہوے ہین	تیراکون کے دل بڑھے ہوے ہین

چڑھے ہوے ہونے کی نسبت ندی نالون کی طرف کی حالانکہ پانی چڑھتا ہے جو اُن مین رہتا ہے۔

محمد حسین آزاد

یعنے زمین پہ جل رہے تیرے چراغ ہین	اور آسمان پہ کھلتے ستارون کے باغ ہین

جلنے کی نسبت چراغ کی طرف کی ہے حالانکہ بتی اور تیل جلتا ہے اسی طرح کہتے ہین پرنالہ بہتا ہے حالانکہ بہنے والا پانی ہے چونکہ پرنالے اور پانی مین مناسبت ہے مجازاً اُسی کی طرف منسوب کر دیا۔

ظفر علی خان

موسلا دھار ہوئی ہو گی کم ایسی بارش	بام قدرت سے مگر بہنے لگے پرنالے

اسی قسم سے ہی آگ جلتی ہی حالانکہ جلنے والی لکڑی ہی ہانڈی پک رہی ہے حالانکہ پکنے والی وہ شے ہی جو اُسکے اندر ہے۔

حالی

نصیب اُنکا اشبیلیہ مین ہے سُوتا	شب و روز ہے قرطبہ اُن کو روتا

رونے کی نسبت قرطبہ کی طرف مجازاً ہے۔

منہ

دولت جو زمین مین تھی مخفی	آگے ترے اُسنے سب اُگل دی

دولت اُگلنے کی نسبت زمین کی طرف کی ہی جو اُسکا مکان ہی ورنہ درحقیقت یہ فعل اللہ کا ہی۔

امیر

جسطرف دیکھو زرِ گل باغ مین انبار ہے	شکل فوارہ اُگلتی ہی زمین گنج نہان

کبھی فعل زمانے کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

سود

زمانہ دل کو مرے اور عہد یار کو اب	شکست سے نہین دیتا ہی ایک آن قرار

لمؤلفہ

زمانے نے کچھ قدردانی نہ کی	نظر جانب جان فشانی نہ کی

قدردانی نہ کرنے اور نظر نہ کرنے کے فعل کو زمانے کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ اُن شخصون نے جو زمانے کے اندر ہین قدردانی اور نظر نہین کی ہی۔

حالی

ایک ہین وہ کہ زمانہ کرے انصاف اگر	اور کھلجا ئین کمالات بھی اُنکے سب پر

بظاہر انصاف کرنے کی نسبت زمانے کی طرف ہے اور حقیقت مین اُن لوگون کی طرف ہی جو اُس مین موجود ہین۔

داغ

زمانے نے یکایک چھوڑدی سب ظلم کی عادت
فلک نے یک قلم موقوف کی طرز ستمگاری

کبھی فعل سبب کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

نسخ

نہ رستم نہ سیمرغ نے زال زر	خندہ ہے تو یوں ...

اسفندیار کے باپ سے اسفندیار کی بہنون نے ایسا کہا تھا ... اسفندیار کو رستم کی جنگ کے لیے بھیجا تھا جہان وہ کام آیا پس باپ بیٹے کے قتل کا سبب ہی۔

ولہ

یہ سُن کر اُسے غیرت آئی وہین	وہ غیرت سر رزم لائی وہین

غیرت کسی کے لڑائی مین آنے کا سبب ہوتی ہے۔

ولہ

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ	ہوا رشک سے جسکے لالے کو داغ

باغ کا ترتیب دینا بادشاہ کا کام نہین عملے کا کام ہے بادشاہ سبب ہی حکم دینے والا۔

آتش

گریۂ شادی مینا سے ہے ظاہر ہوتا	حال ہر صوفیونکے خندہ زنی جام کرین

خندہ زنی کرنیکا فعل جام کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ جام خندہ زنی کرنیکا سبب ہی۔

میرحسن

سخاوت یہ ادنیٰ سی اک اُسکی ہے	کہ اک دن دوشالے دیے سات سے

دوشالے دینے کا فعل ممدوح (یعنی نواب آصف الدولہ والی اودھ) کی طرف منسوب کیا حالانکہ اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے مگر ممدوح سبب ہے حکم دینے والا۔

ولہ

یہ چاہ کہ خلقت کسی ڈھب جیے	کئی لاکھ ایک ایک دن مین دیے

ایک ایک دن مین کئی لاکھ دینے کے فعل کو ممدوح کی طرف منسوب کیا ہی جو سبب آمر ہی درنہ حقیقت مین اُسکے حکم سے اُسکے نوکرون نے دیے تھے۔

حالی

جسنے یوسف کی داستان ہی سُنی	جانتا ہوگا روئداد اُس کی
مصر مین قحط جب پڑا آکر	اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر
کھتیان اور کوٹھے کھولدیے	مفت سارے ذخیرے تولدیے

کھتیان اور کوٹھے کھولدینے اور ذخیرے تولدینے کی نسبت ذات یوسف علیہ السلام کی طرف کی ہے حالانکہ یہ کام اُنکے نوکرون نے کیا تھا وہ سبب آمر تھے۔

ؔ

کبھی نادر نے قتل عام کیا	کبھی محمود نے غلام کیا

قتل عام کرنے کی نسبت نادر کی طرف کی ہے اور غلام کرنے کی نسبت محمود کی طرف حالانکہ اُن کے حکم سے اُنکی سپاہ نے یہ کام کئے تھے۔

امیر مینا

فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس	بر مین ہے مردم گیا کے جامۂ آب روان

دراصل اللہ نے اشجار کو آبی لباس دیے ہین اور شبنم سبب ہی۔
کبھی فعل کی نسبت مصدر کی طرف ہوتی ہے جیسے۔

میر حسن

غضب سے غضب اُسکے کانپا کرے	تہور سے ہیبت بھی اُس کے ڈرے

کانپا کرے کی نسبت غضب کی طرف کی ہے اور ڈرنے کی نسبت ہیبت کی طرف کی ہی اور نسبت حقیقی یہ تھی کہ یہ دونون فعل شخص کی طرف نسبت کیے جاتے جو اُن کا فاعل حقیقی ہوتا یعنی یون کہتا کہ اُسکے غضب سے صاحب غضب کانپا کرتا ہے اور اُسکے تہور سے صاحب ہیبت ڈرا کرتا ہے مگر جو مبالغہ کلام مین اُس طرح کہنے سے پیدا ہوا وہ اس طرح کہنے سے پیدا نہوتا چونکہ غضب اور ہیبت فاعل سے مشابہت رکھتے تھے اس وجہ سے کہ فعل کا تعلق دونون سے ہوسکتا ہے اسلیے اسناد فعل کی دونون کی طرف مجازاً صحیح ہے۔

آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھائے	مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

سُننے کا جال بچھانے کی نسبت مجازاً آگہی کی طرف کی ہی اور حقیقت مین اُس شخص کی طرف ہوتی ہے جو اُسکا طالب ہے۔

اسناد مجازی خبر سے خصوصیت نہین رکھتی بلکہ انشا مین بھی جاری ہوتی ہے جیسے بہار دانش منظوم مین تپش کہتا ہے کہ بادشاہ نے وزیرون کو حکم دیا۔ ؎

کہا شہ نے پھر اُس سے بہتر ہی کیا وزیرون نے فی الفور تدبیر کی	کرو اُس کا سامان جو کچھ کہا در بارگہ پردہ تعمیر کی ہے

بادشاہ نے وزیرون کو مکان کی تعمیر کے لیے حکم دیا جو اُنھون نے تعمیر کیا اور ظاہر ہی کہ مکان کی تعمیر کرنا وزیرون کا کام نہین بلکہ عملے کا کام ہے وہ تو سبب ہین حکم دینے والے۔

قرینہ مجاز عقلی

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ مجاز عقلی کے لیے کوئی قرینہ ایسا ہونا ضرور ہے جس سے معلوم ہو کہ معنی حقیقی بیان مراد نہین کیونکہ بغیر قرینے کے معنی حقیقی مفہوم ہوتے ہین اور وہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہے کبھی لفظی ہوتا ہے جیسے سودا کے اس قول مین۔

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل سجدۂ شکر مین ہی شاخ ثمردار ہر ایک	تیغ اُردے[1] نے کیا ملک خزان مستاصل دیکھ کر باغ جہان مین کرم عز و جل

ملک خزان کو مستاصل کرنے کی نسبت تیغ اُردے کی طرف مجازاً ہے اور قرینہ اس پر شعر ثانی ہے کیونکہ یہ شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالے نے اپنی مہربانی اور کرم سے بہار بھیج کر خزان کو دُور کر دیا پس اسناد مستاصل کرنے کی تیغ اُردے کی طرف تاول کے طریق پر ہے تاول اسے کہتے ہین کہ کلام کو ظاہر سے خلاف ظاہر کی طرف پھیرنا یہان تاول کی صورت یہ ہے کہ موسم بہار سبب ہے خزان کے جاتے رہنے کا ورنہ حقیقت مین خزان کا دُور کرنا اللہ کا کام ہے۔

[1] اُردے یاے مجہول سے سال شمسی کا دوسرا مہینہ ہندی کا جیٹھ مہینہ اس سے مطابقت رکھتا ہے اور یہ مخفف ہے اُردے بہشت کا جو مرکب ہے اُرد بمعنی نظیر اور بہشت بمعنی جنت سے وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایران و توران مین اس موسم مین بہار کی کثرت ہوتی ہے پھول کھلتے ہین درختون مین نئے پتے آتے ہین کسرۂ اضافت کے کھینچنے سے یاے تحتانی پیدا ہوئی اور بہمن سال شمسی کا گیارھوان مہینہ ہے اور ہندی کے مہینے پھاگن کے ساتھ تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور دے بروزن مے سال شمسی کا دسوان مہینہ ہے یہ مہینہ ہندی کے مہینے ماگھ یا ماہ سے مطابقت رکھتا ہے ۱۲ از تسہیل اللغات مؤلفہ نجم الغنی خان مصنف این کتاب

محمد حسین ازاد

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان مین	اور روشنی تھی عام زمین آسمان مین

اس شعر مین آفتاب کی طرف خطاب ہے۔

ولہ

دولاب چرخ پر اگر اپنا مدار ہے	چلتا اسی پہ دور خزان و بہار ہے

ان دونون شعرون مین اسناد مجازی ہی اور قرینہ لفظی اسپر شعر آئندہ ہے۔

ولہ

دن ہے خدا نے ہمکو دیا کام کے لیے	اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے

اور کبھی قرینہ معنوی ہوتا ہی اور اسکی بھی کئی صورتین ہین ایک یہ کہ عقل کسی طرح تجویز نہین کرتی کہ مسند الیہ مذکور کے ساتھ فعل حقیقۃً قائم ہو سکے جیسے۔

آبرو

تمھاری زلف پیچان نے کبھی مار رکھا ہے	تماشا دیکھتے ہو کیا مرے حال پریشان کا

زلف کے ساتھ مارنیکا قیام محال ہے۔

جلیل

عشق گیسوے بتان نے سانس بھی لینے نہ دی	اژدہا بیٹھا رہا گنج دل ناکام پر

عشق کے ساتھ سانس نہ لینے دینے کا قیام محال ہے۔

ظفر

دل تجھ سے تیر اس کا یہ کہتا ہی کہ لے	جذبہ شوق ترا کھینچکے لایا مجھکو

جذبۂ شوق کے ساتھ کھینچ کے لانیکا قیام محال ہی اسی طرح تیر کے ساتھ کہنے کا قیام محال ہے۔

امیر مینائی

لالہ کہتا ہی کہان موسیٰ ہین آکر دیکھ لین	صاف جلوہ ہی چراغ طور کا مجھ مین عیان

کہنے کا قیام لالہ کے ساتھ عقلاً محال ہے۔

میر تقی

اکیا کیا اے عاشقی ستایا تونے	کیسا کیسا ہمین کہسایا تونے

اول کے سلوک مین کمین کا نرکھا — آخر کو ٹھکانے ہی لگایا تو نے

ان تمام افعال کا قیام عاشقی کے ساتھ عقلاً محال ہی۔

داغ

کون مرنے کو ترے کوچے مین خود آتا ہی — پر بیتابی دل ہو کہ اُٹھا لاتی ہے
کوچۂ یار مین یہ حسرت دیدار مجھے — روز لیجا کے نئی سیر دکھا لاتی ہے

میر امانت علی ممنون

اے وائے کہ تیرے لیے اس خاک نشین کو — جون بادہ لیے پھرتی ہی گھر گھر تپش دل

دوسرے یہ کہ عادۃً فعل کا قیام مسند الیہ مذکور کے ساتھ محال ہی جیسے اس شعر مین حالی کے۔

کبھی نادر نے قتل عام کیا — کبھی محمود نے غلام کیا

یہ بات عادۃً محال ہی کہ ایک فرد بشر قتل عام کرے پھر غلام بنا لے اگرچہ عقلاً ممکن ہے۔

تیسرے یہ کہ صدور کلام کا موحد کی زبان سے ہو جیسے۔

برکھارت

ہین شکرگذار تیرے برسات — انسان سے لے کے تا نباتات
گلشن کو دیا جمال تو نے — کھیتی کو کیا نہال تو نے
طاؤس کو ناچنا بتایا — کویل کو الاپنا بتایا
امرت سا ہوا مین بھر دیا کچھ — اک رات مین کچھ سے کر دیا کچھ
جو دانے تھے خاک مین پریشان — سب آکے چڑھائے تو نے پروان
بنایا ہند کو گلشن بہار نے ایسا — کہ شوق سیر مین سرو چمن خرامان ہے
نہال گلشن تصویر تک ثمر لائین — بہار کا چمن دہر مین یہ فرمان ہے
بہار باغ مین کیا کیا دکھا رہی ہی گل — شگفتہ غنچہ منقار عندلیبان ہے

(گویا)

چونکہ یہ اقوال موحدون سے سرزد ہوے ہین اس لیے ثابت ہوا کہ انکے کہنے والون کا ظاہر اسناد پر اعتقاد نہ تھا پس ان اسنادون کو مجاز سمجھا جائے گا ہان اگر یہ بات یقین کو پہونچ جائے کہ وہ انکے ظاہر کے معتقد تھے تو ان قولون کا وہی حال ہوگا جو جاہل کے اس قول کا تھا کہ دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا گو احتمال اس بات کا ہی مگر یہ احتمال ضعیف ہی اسلیے کہ کوئی موحد ایسی اسناد کو

حقیقی نہین جانتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ برسات اور موسم بہاران کامون کے سبب ہین اور حقیقت مین یہ فعل اللہ کے ہین۔

مجاز عقلی کی شناخت

مجاز عقلی کی شناخت یہ ہی کہ اُسکے لیے فاعل ومفعول ہوتا ہی کہ جب اُنکی طرف اُس فعل کی نسبت کردی جاتی ہی تو اسناد حقیقی ہوجاتی ہی مگر اس فعل وفاعل کے ہونے کے دو طور ہین یعنے کبھی ایسا ہوتا ہی کہ یہ فعل وفاعل جلد معلوم ہوجاتے ہین جیسے۔

مولوی محمد اسمعیل

غرا کے شیر کرتا ہے جب جوش در خروش	جنگل تمام ہوتا ہی سُنسان اور خموش

یعنے جنگل کے تمام جانور خاموش ہوکر سنسان ہوجاتا ہی۔

مولوی محمد اسمعیل

قطرون ہی سے نہر ہوگی جاری	چل نکلینگی کشتیان تمھاری

یعنے قطرون ہی سے جمع ہوکر پانی نہرین جاری ہوجائے گا۔

المولفہ

زمانے نے کچھ قدردانی نہ کی	نظر جانب جان فشانی نہ کی

یعنے اہل زمانہ نے کچھ قدردانی اور جانفشانی کی طرف نظر نہ کی۔

اور کبھی بڑی غور وفکر کے بعد سمجھ مین آتے ہین جیسے۔

ذوق

کرے آہ رسا میری جو سیر عالم بالا	فلک کو بھی یون ہی اک آبلہ سا زیر پا سمجھے

یعنے جب مین آہ کھینچون تو اللہ تعالے اُس کو اتنی طاقت بخشے کہ وہ آسمان سے بھی آگے نکلجائے۔

ناسخ

اہل زمین نے کیا ستم تو کیا کوئی	نالہ جو آسمان کہن سے نکلگیا

یعنے اللہ تعالے نے نالے کو اتنی تاثیر وطاقت بخشی کہ وہ آسمان کے پار ہوگیا۔

ناسخ

جان جینکی کوئی صورت نظر آتی نہین	لے چلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی

یعنے دلربا کی جُدائی مین اللہ تعالےٰ نے مجھے مرنیکے قریب پہونچا دیا ہی۔

داغ

کیا شب ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہی	اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لاتی ہے

یعنے اللہ تعالیٰ شب ہجر مین مجھپر بلا لاتا ہی اور اسکے ساتھ اجل کو بھی بھیجدیتا ہے۔

مجاز عقلی اور استعارہ بالکنایہ مین فرق

سکاکی مجاز عقلی کو نہین مانتا اُسکے نزدیک اسکی تمام مثالین استعارہ بالکنایہ کے قبیل سے ہین جس مین مشبہ بہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ مذکور ہوتا ہے اور جو شے کہ مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اُسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرتے ہین مثلاً "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" اس مین دوا سے استعارہ شافی حقیقی کی ذات کا کیا ہے اور غرض اس سے تشبیہ مین مبالغہ منظور ہی اور اچھا کرنے کی نسبت دوا کی طرف استعارے کے لیے قرینہ مانا ہے پس جب یہ کہتے ہین کہ "دوا نے بیمار کو اچھا کیا" تو مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ شافی حقیقی نے بیمار کو اچھا کیا ہے اور اچھا کرنا جو فاعل حقیقی کی خصوصیات سے ہی اُسکو دوا کی طرف منسوب کردیا ہے اسی طرح اور امثلہ کو قیاس کرلو خلاصہ کلام یہ ہے کہ فاعل مجازی کو فاعل حقیقی کے ساتھ فعل کے متعلق ہونے کی وجہ سے تشبیہ دیجاتی ہے یعنی جس طرح فاعل حقیقی کے ساتھ اچھا کرنے کا فعل متعلق ہے اُسی طرح فاعل مجازی کے ساتھ متعلق کیا جاتا ہے اگرچہ فاعل حقیقی کے ساتھ وہ فعل بطور ایجاد کے متعلق ہوتا ہے اور فاعل مجازی کے ساتھ بطور سبب کے یعنے خداے تعالےٰ اچھا کرنے کا موجد ہے اور دوا اچھا کرنے کا سبب ہے پھر تنہا فاعل مجازی کو ذکر کرکے اس سے فاعل حقیقی مراد لیتے ہین اور جو چیز فاعل حقیقی سے خصوصیت رکھتی ہی اسکو فاعل مجازی کے لیے ثابت کرتے ہین۔ مگر یہ قول سکاکی کا صحیح نہین معلوم ہوتا اس لیے کہ اس قول مین

غالب

فلک نہ دُور رکھ اُس سے کہ ایک مین ہی نہین	درازدستی قاتل کے امتحان کے لیے

استعارہ بالکنایہ کوئی معنے محصل نہین رکھتا کیونکہ اگر اللہ تعالےٰ کے نامون کو توقیفی مانا جائے یعنے اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقۃً اور مجازاً بغیر اذن شارع کے دُرست نہین تو اس صورت مین خدا کو فلک نہین کہہ سکتے جس کی طرف دُور رکھنے کی نسبت کی ہی اور اگر

توقیفی نہ مانا جائے تب بھی یہ شرط ہے کہ ایسے نام کا اطلاق جناب باری پر کرنا چاہیے جس سے کوئی برابری لازم نہ آئے اور ظاہر ہے کہ فلک برگشتہ اور متغیر و آشفتہ حال ہے اور نیز دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جنکے نزدیک مدار دُنیا کے کامون کا فلک پر ہے اور اُنکا اعتقاد ہے کہ جو کچھ جہان مین ہوتا ہے سب گردش فلکی سے ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ کے وجود کے وہ قائل نہین پس اُن کے نزدیک دُور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف حقیقی ہے اور اہل حق کا قول ہے کہ قادر مطلق ایزد بیچون ہے اور فلک سبب ہے پس دُور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف مجاز عقلی مین داخل ہے۔

سوال۔ مجاز عقلی مین بھی دہریون کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

جواب۔ ایسا نہین اس لیے کہ استعارہ بالکنایہ مین فعل کی نسبت حقیقی ہے اور کلمہ استعار کی ذات سے دوسرے معنے مراد ہوتے ہین بخلاف مجاز عقلی کے کہ اس مین اسناد حقیقی نہین ہوتی۔

سوال عرف عام مین جو ایسے جملے مذکور ہوتے ہین کہ فلان آدمی کے مکان کو آگ نے جلایا یا طاعون نے اتنے آدمیون کا کام تمام کیا یا برف نے ابکی سال بڑا نقصان پہونچایا وغیرہ وغیرہ ؎

عشق نے غالب نکما کر دیا	ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ سب مجاز عقلی مین داخل ہین کیونکہ اہل حق کے نزدیک ہر کام کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ اہل عُرف مین سے کوئی بھی بولنے کے وقت اس بات کا خیال نہین رکھتا۔

جواب اس مین شک نہین کہ اکثر اہل عرف جاہل ہین فاعل حقیقی اور سبب مین فرق نہین کر سکتے اور جو لوگ کہ ذہن سلیم اور فکر مستقیم رکھتے ہین وہ ایسے جملون کے بولنے کے وقت ضرور اسکا خیال رکھتے ہین یا ایسے جملے فہم ... ن کے قصور کی وجہ سے حقیقت عرفی ہو گئے ہین یعنی عرف کے لحاظ سے حقیقت ہین ورنہ فی الواقع مجاز عقلی ہین۔

دوسرا باغ مسند الیہ کے حالات مین

مسند الیہ جس کی تعریف اوپر کی گئی (یعنے وہ کلمہ جسکی طرف دوسرا کلمہ منسوب ہو) اسکے حالات دو قسم کے ہین ایک یہ کہ مقتضائے ظاہر حال کے موافق ہوتے ہین دوسرے یہ کہ مقتضائے

ظاہر حال کے خلاف ہوتے ہین ہم انکو دو چمنون مین بیان کرتے ہین۔

چمن اول اُن اُمور کے بیان مین جو مقتضاے ظاہر حال کے موافق ہین

مسند الیہ کا ذکر جملے مین ضروری ہی یا بلحاظ اس امر کے کہ وہ جملے مین اصل ہی مثلاً۔

گویا

چشم جانان کو دل زار نے سُونے نہ دیا	رات بیمار کو بیمار نے سُونے نہ دیا

پہلے مصرع مین دل زار فاعل ہی اور چشم جانان مفعول اور سُونے نہ دیا فعل ہی جسکی نسبت دل زار کی طرف واقع ہی اور دوسرے مصرع مین پہلا بیمار مفعول ہی اور دوسرا فاعل ہی۔

غالب

نہ پُوچھ نسخۂ مرہم جراحت دل کا	کہ اس مین ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

چونکہ اپنی ایذا دوستی کا اظہار مقصود تھا اسلیے زخم دل کے مرہم مین ریزۂ الماس کا نام لیا کیونکہ ریزۂ الماس سے زخم اور بھی بڑھ جاتا ہی چونکہ ریزۂ الماس جملے مین اصل ہی اور کوئی مقتضی اُسکے ذکر سے عدول کا ہی نہین اسلیے اُسکو ذکر کیا ہے۔

یا اس سبب سے کہ اپنا مطلب بخوبی واضح ہو جائے جیسے۔

فضل الدین فیاض

رہ گئے حضرت سید کے جو ارمان دلمین	پُورے ہوتے وہ اب ارمان نظر آتے ہین

دوسرے مصرع مین ارمان کو ایضاح کے لیے ذکر کیا ہی۔

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین	مین ہون انگشتری پیغمبر خاتم کا نگین

دوسری جگہ ضمیر متکلم کو ایضاح کے لیے ذکر کیا ہے۔

سودا

خانہ پرور د چمن ہین آخر اے صیاد ہم	اتنی فرصت دے کہ ہو لین گل سے ٹک آزاد ہم

دوسرے مصرع مین ضمیر متکلم ایضاح کا فائدہ دیتی ہے۔

یا اس خیال سے کہ سامع کند ذہن اور غبی ہو تو بھی مطلب سمجھ جائے جیسے۔

سودا

حدیث فاطمہ کے حق مین بضعة منی	ہوئی زبان محمد سے بار بار ارشاد
حدیث یہ جو مکرر نبی نے فرمائی	سوا اس حدیث کے فرمانے سے یہی ہے مراد

دوسرے شعر مین لفظ نبی مقصود بالتمثیل ہے۔

یا ایسا ہوتا ہے کہ متکلم جانتا ہے کہ سامع مسند الیہ کو سمجھتا ہے مگر دوسرون پر اُس کا غبی ہونا ظاہر کرنے کو مسند الیہ کا ذکر کرتا ہے۔

شباب

پوچھا عدو نے یار نے کیا جھک کے دیدیا	مین نے کہا کہ یار نے بوسہ دیا مجھے

باوجودیکہ سامع کو سوال کے سُننے اور اُس کے سمجھنے سے غفلت نہ چاہیے مگر مجیب نے اس غرض سے کہ لوگون پر یہ ظاہر ہوجائے کہ یہ شخص غبی ہے جواب مین مسند الیہ یعنے یار کا ذکر کیا تاکہ لوگ سمجھ لین کہ اس سے اسی طرح گفتگو کرنی چاہیے۔

یا مسند الیہ کے ذکر سے اُسکے مدلول کی تعظیم مقصود ہوتی ہے بشرطیکہ وہ تعظیم پر دلالت کرتا ہو جیسے۔

حسن

کسی شہر مین تھا کوئی بادشاہ	کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ

سودا

بس اب تو دل خیر النسا ہے اُس سے خوش	حسین رض کے جو کرے قتل سے دل اپنا شاد

داغ

نواب نے کی جو قدر دانی میری	اے داغ گذر گئی جوانی میری

غالب

ہے جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال	ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

منشی

درِ دولتِ شاہِ عالم پناہ	فقیر و غنی کا ہے اُمید گاہ

خواجہ امام الدین اثر

معین ملت معین دین ہو بھلے بُرے کے تمھین دھنی ہو	تمھارے قدمون مین سر دیا ہے تمھاری بستی ہم آن بسے ہین

یا اُسکے ذکر سے اہانت مقصود ہوتی ہے جیسے۔

سودا

ھدر کے بازار مین ہر اک دبنگ — عار اطبا و طبابت کا ننگ

ولہ

بھلا اس شان کا باقی لعین ہے — کہ جس پر ہر کوئی ایسا تعین ہے

ولہ

سجدہ کرے ہین مہر و ماہ در پہ انھونکے روز و شب — مبرہن اُس سے یون ہوا دعی ہین یہ غلام دد

ولہ

غرض کہ مولوی سادہ نے اُسکو سنی جان — عقیدے اپنے کی باتین سب اُس سے کین ارشاد

یا مسندالیہ کو تبرک کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے۔

میرتقی

ہادی علیؑ رفیق علیؑ رہنما علیؑ — یاور علیؑ محمد علیؐ آشنا سے علیؑ
مرشد علیؑ کفیل علیؑ پیشوا علیؑ — مقصد علیؑ مراد علیؑ مدعا سے علیؑ

جو کچھ کہو سوا ہے تو ہان مرتضیٰ علی

سودا

محمدؐ کنت کنزاً کی گواہی — محمدؐ عالم علم الٰہی
محمدؐ جگ مین سالار رسل ہے — محمد ماہر ہر جزو و کل ہے

یا حظ طبع مقصود ہوتا ہی جیسے۔

مذاق

جی طفلی جانیوالی اور شباب آنیکو ہے — مژدہ اے رندو کہ وہ مست شراب آنے کو ہے

خواجہ درد

ان لبون نے نہ کی مسیحائی — ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

سوز

خدا کے لیے میرے اے ہم نشینو — وہ بانکا جو جاتا ہے اُسکو بُلالو

یا کلام کو طول دینے کی غرض سے جہان سُنانا مطلوب ہو مسندالیہ کو ذکر کرتے ہین اور

اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ سامع اُسکے حال کو سُنے اور دیر تک اُس سے ہم کلامی حاصل رہے
اسی لیے دوستون کے ساتھ اور نیز اُن لوگون کے ساتھ جنسے بات چیت کرنیکو اچھا جانتے ہین
طول کلامی کی جاتی ہے جیسے ~~ع~~

کیسے لگا تھا یہ دل ایسے لگا تھا یہ دل — کچھ مین نے ابتدا کی کچھ تمنے ابتدا

پہلے مصرع مین دل کا لفظ کہ مکرر آیا ہے مقصود ہی۔

انیس

یہ سخن کہہ کے مخاطب ہوا اعدا سے امام — اے سپاہ عرب و مصر در ے و کوفہ و شام
تم پہ کرتا ہی حسین آخری حجت کو تمام — پسر مصحف ناطق ہون سُنو مجھسے کلام

و

سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام — جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترک آداب ہی ہر چند یہ بتلایئے نام — کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب و نا کام

قیدی ہون ظلم رسیدہ بھی ہون نادار بھی ہون
اس لُٹے قافلے کا قافلہ سالار بھی ہون

یہ وہ موقع ہے کہ ہند یزید کی بیوی قید خانے کے دیکھنے کے لیے گئی ہی وہان امام زین العابدین کو
قید مین دیکھ کر نام و نسب پوچھا تو امام نے جواب اس طول کلامی کے ساتھ دیا ہی تا کہ اس کی توجہ
اپنی طرف کھینچین۔

ولہ

بولا کوئی کہ کون ہر تو اے نحیف و زار — دل ہو گیا ہے تیری صدا سُن کے بیقرار
اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل فگار — آفت زدہ اسیر و پریشان و سوگوار

چھوٹے سے سن مین قیدی زندان شام ہون
مین دختر حسین علیہ السلام ہون

پوتی ہون اُسکی جو کہ ہے کونین کا امیر — شیر الہ بادشہ آسمان سریر
ایسا کریم تھا وہ دو عالم کا دستگیر — جسنے ہزارون قید سے چھڑوا دیے اسیر

شہرت جہان مین ہمت مشکل کشائی کی
ہم آج ہین اسیر یہ قدرت خدا کی ہے

بی بی سکینہ سے مجلس کے ایک محافظ نے نام پوچھا تو انھون نے اس وجہ سے کہ وہ اُنکے حال پر رحم کرے اس طول کلامی سے جواب دیا۔
یا اُسکے ذکر سے تخویف اور دھمکی منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر

اُسکی خاطر کھینگے خُرد و کلان	سعی اس مین کرینگے محمدے بجان
دوست اُسکو رکھے ہین پیر و جوان	لے گا منت علے محمد خان

رکھنا ان بیبیون کا ہے کسکی مجال

پہلے چارون مصرعون مین مسندالیہ کا ذکر تخویف کے لیے ہے۔

منشی

یہ کہکر لگا کہنے پھر یون ہجیر	کہ رستم ہے مرد شجاع و دلیر

رستم کے ذکر سے ہجیر کی غرض سُہراب کو ڈرانا تھی۔
یا تعجب کے لیے ذکر کرتے ہین جیسے۔

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہوگئے	عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

مسندالیہ کی تعریف

اصل یہ ہے کہ مسندالیہ معرفہ ہو جیسا کہ خبر کی اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو اور غرض اس سے متکلم کی یہ ہوتی ہے کہ مخاطب کو کامل فائدہ حاصل ہوجائے اور مسندالیہ کی تعریف کئی طرح سے ہوتی ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

مسندالیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ

مسندالیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ کی جاتی ہے اور یہ تین حال سے خالی نہین یا متکلم ہوتا ہے یا مخاطب یا غائب اگر مسندالیہ غائب ہو تو اُسکے لیے مفرد ہو یا جمع وہ اور وو ضمیر ہے اور بعض وے بھی جمع کے لیے استعمال کرتے ہین مگر فصحا کے نزدیک مقبول نہین وجہ اُسکو مُلّاہاے مکتبی کی زبان جانتے ہین اور واحد مخاطب کے لیے تو ہے اور یہی فصیح ہے اور قدماتین بھی بولتے تھے اور تم جمع مخاطب کے لیے ہے اور مین واحد متکلم کے لیے اور ہم جمع متکلم کے لیے ان

سات الفاظ کے سوا اور بھی الفاظ ضمائر کے لیے آتے ہین مثلاً تجھے تجھکو تمھین تمکو مجکو ہمین ہمکو انسے
اس کو اُنھین اُن کو یہ بارہ الفاظ مفعول کی ضمیرین ہین اور اُسنے آتے اُنھون نے تو نے
تمنے ہین نے ہمنے یہ چھ لفظ فاعل کی ضمیرین ہین اور چھ لفظ ضمیر کے حروف سے تعلق رکھتے
ہین مثلاً اُس سے اُن سے تجھسے تمسے مجھسے ہمسے اسی طرح چھ لفظ اضافت کے لیے آتے ہین
چنانچہ میرا ہمارا تیرا تمھارا اُس کا اُن کا اور ہین نے کی جگہہ ہین غیر فصیحون کا لفظ ہے جیسے ہین نے
کیا یا کیا ہین نے کی جگہہ ہین کیا یا کیا ہین بولین۔ ضمائر کا الف لئے اور واسطے کے ساتھ
یاے مجہول سے بدل جاتا ہے اور اُر دو مین یہ دونون لفظ مضاف شمار ہوتے ہین اور خاطر
کے ساتھ یاے معروف سے تبدیل ہوتا ہے جیسے تیرے لیے اور تیرے واسطے اور تیری خاطر
اور اس صورت مین یہ الفاظ ضمائر اضافی مین داخل ہین اور اُنھون کے واسطے اور اُنھون کی
خاطر کے بجاے اُن کے واسطے اور اُن کی خاطر زبان غیر فصیحون کی ہے اور کنے بمعنی نزدیک
بھی واسطے اور لیے کی طرح عمل کرتا ہے اور اُنھین سے دراصل اُن ہی سے ہے لیکن اب
اصل سے نقل کا استعمال اچھا ہے ضمیر غایب کے لیے مرجع کا ہونا ضرور ہے۔ مرجع اس اسم کو
کہتے ہین جسکی جگہہ ضمیر آتی ہے اور یہ مرجع ہمیشہ ضمیر سے پہلے ہوتا ہے جیسے نیرنگ خیال کی اس
عبارت مین دو پیچ کا عجب حال ہے کہ اتنا تو اچھا ہے مگر پھر بھی لوگ اسے ہر وقت اچھا نہین
سمجھتے" اُسے اسے کا مرجع پیچ ہے۔

حالی

کہ کل فخر تھا جن سے ہندوستان کو	ہوے آج سب ننگ ہندوستان وہ

کبھی مرجع لفظاً مذکور نہین ہوتا بلکہ ذہن مین ہوتا ہے چنانچہ غزلیات مین معشوق کی طرف
جو ضمائر راجع ہوتی ہین وہ اسی قبیل سے ہین۔ مثلاً۔

جرأت

وہ گیا کس طرف اُٹھ جانے سے جسکے یارب	دل کسی در طرف جاے ہی جان اور طرف

وہ کی ضمیر معشوق کی طرف راجع ہے اور وہ عبارت مین مذکور نہین لیکن سیاق کلام اور قرینۂ
مقام سے معلوم ہو جاتا ہے بخلاف اسماے ظاہر کے کہ اگرچہ غائب کے لیے موضوع ہین لیکن اُن مین
یہ شرط نہین کہ اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو اور ضمیر غائب کا اسم ظاہر کی طرف رجوع کرنا دضع مذکور بلا
قرینہ ہے جیسے زید آیا۔

خطاب مین اصل یہ ہی کہ معین کے لیے ہو کیونکہ معارف اسیلیے وضع ہوے ہین کہ معین مین استعمال کیے جائین دوسرے خطاب یہ ہی کہ کلام کو حاضر پر پہونچایا جائے مگر کبھی خطاب معین سے ترک کرکے غیر معین کے ساتھ کیا جاتا ہے تاکہ خطاب بطور بدل کے ہر مخاطب کو عام ہوسکے اور ہر مخاطب یہ سمجھے کہ متکلم نے یہ بات مجھسے کہی ہے۔

حالی

کام ہین سب بشر [illegible] ہم وطنو ۔ [illegible] بھی ہوسکن جو مرد بنو
چھوڑو افسردگی کو جوش مین آؤ ۔ بس بہت سوے اُٹھو ہوش مین آؤ
قافلے تم سے بڑھ گئے کوسون ۔ رہے جاتے ہو سب سے پیچھے کیون
تم اگر ہاتھ پانون رکھتے ہو ۔ لنگڑے لولون کو کچھ سہارا دو
تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر ۔ نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر

جبکہ ضمیر مستتر کے سوا کوئی اور لفظ فعل کا فاعل ہو اُس وقت ضمیر کو صرف صیغے کی علامت اعتبار کرینگے جیسا کہ زید آیا۔ مین آیا۔ تم آئے۔ عورتین آئین۔ زید مین تم عورتین فعل کے فاعل ہین اور ضمائر مستتر علامت صیغہ ہین ورنہ لازم آئے گا کہ ایک فعل دو فاعلون کی طرف مسند ہو اور یہ محض غلط ہے بعضون کے نزدیک ضمیر بارز اور اسم ظاہر ضمائر متصل کی تاکید کے واسطے مستعمل ہوتے ہین اور فائدہ ضمیر بارز اور دوسرے اسم ظاہر کے ذکر کرنے مین یہ ہے کہ سامع کو معلوم ہوجاتا ہے کہ نسبت فعل کی بالضرور اسی فاعل کی طرف ہے۔

مسند الیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اور عَلَم وہ ہے کہ نام ہو شخص معین اور خاص چیز کا اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامع کے ذہن مین ابتدا سے بعینہ حاضر ہوجائے تاکہ اُسکو پھر کسی اور کے ساتھ شبہہ باقی نرہے جیسے۔

ترانہ شوق

اللہ کی حمد ہے زبان پر ۔ ہے آج دماغ آسمان پر
وصف اُسکے لکھین جو لکھنے والے ۔ کونین کے دو ورق ہون کالے

دوسرے شعر مین ضمیر نے اُسکو ذات معینہ الٰہی کو بعد علم کے دوبارہ حاضر کردیا

کبھی علمیت سے مسندالیہ کی عظمت وشوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسے

اشا

وہ سعادت علی عالی اعلیٰ جو ہے | معدن جود وسخا لجہ احسان وکرم

یہان یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ سعادت علی کو اظہار عظمت مین دخل نہین بلکہ اسکے اوصاف دلالت کرتے ہین کیونکہ عظمت ایک ایسا امر ہی جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اس صورت مین جو سعادت علی سے مستفاد ہوتا ہی صفات سے اس پر زیادتی پیدا ہوتی ہی۔

ولہ

الامان بول اٹھین قیصر روم وخاقان | اگر کہین ہاتھ مین تو لیکے اسے جاؤ دبے

سودا

شیر یزدان شہ مردان علی عالی قدر | وصی ختم رسل ورا مام اول ہا

علی سے جو عظمت مستفاد ہوتی ہی عالی قدر سے اس مین زیادتی پیدا ہوتی ہی۔

ہوس

کہان ہے جم اور کہان سکندر کہان ہے قیصر کہان ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

مصحفی

خامش ہین ارسطو وفلاطون مرے آگے | دعوی نہین کرتا کوئی موزون مرے آگے

دیا

ہے ایک تیرا آئینہ بردار سکندر | دارا ترے دروازے کے دربانکے برابر

کبھی اظہار علمیت کا تعظیم نظیر کے لیے ہوتا ہے جیسے۔

مومن

تری غلامی کی دولت سے خاک پائے بلال
سفیدہ رخ نغفور چین وقیصر روس

نغفور چین وقیصر روس جو عالی قدر بادشاہ ہین اس لیے مذکور ہوے ہین کہ خاک پائے بلال کی عظمت ظاہر ہو اور بلال کا اسلیے ذکر کیا گیا کہ ذات ممدوح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی بیان ہو۔

کبھی اظہار علمیت سے کنایہ علم کے معنی اصلی کی طرف ہوتا ہے جیسے

مولوی محمد حسین آزاد

آزاد نے قدم نہ رکھا قید حرص مین	سچ ہے کہ دی خدا نے ہی کیا ہی سمجھ اُسے

آزاد اصل لغت مین غیر بندہ اور بے قید اور بے تعلق کو کہتے ہین پس یہان پر کنایہ ہے اسکے حرص دُنیا سے آزاد ہونے کی طرف وضع اول کی وجہ سے اور وضع ثانی کے اعتبار سے محمد حسین کا تخلص تھا پس معنی لغوی قرینہ ہین انتقال کے معنی ثانی کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزادی ہے پس ملزوم سے اور وہ ذات آزاد ہی لازم کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دُنیا سے آزاد ہونا ہے انتقال باعتبار وضع اول کے ہوتا ہی۔

حافظ عبد الرحمن احسان

حکم والا یہ ہوا قلعے مین احسان نہو	سُن کے اس بات کو اک شہر کا اوسان گیا
شہر دہ کیا ہی کہ جس شہر مین احسان نہو	قلعہ وہ کیا ہے کہ جس قلعہ سے احسان گیا

یہ اُس قطعہ کا شعر ہے جو احسان نے اکبر شاہ ثانی کی خدمت مین اُس موقع پر پیش کیا تھا جب دشمنون نے اُنکی طرف سے کان بھر کر قلعہ معلی مین آمد و رفت سلام و مجرا سب بند کرا دیا تھا۔ قلمی دیوان احسان سے یہ شعر نقل ہوے۔

مومن

آج ہوتا کمال کو کہتا	اب تخلص بنا ہے نقصانی

کمال ایک ایرانی شاعر کا تخلص ہی اور یہان پر اس لفظ کے معنی اصلی کی طرف اشارہ ہی چنانچہ نقصانی کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی شعر ذیل مین مومن کا لفظ۔

مومن

گر ترے کوچے سے دی کعبے کو نسبت کیا گناہ	مومن آخر تھے اے دشمن اسلام ہم

اگرچہ مومن شاعر کا تخلص ہی مگر یہان اُسکے معنی اصلی کی طرف اشارہ ہی کہ اس چیز کے تصدیق کرنے کو کہتے ہین جو نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ اسے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہین۔

مومن

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دین	مومن نہون جو ربط رکھین بدعتی سے ہم

ولہ

ہے نام جو بھر تابع فرمان کروں مین	مومن ہوں تو تجھکو بھی مسلمان کروں میں

وزیر

بگڑا ہوا گدا کیکے مجھ ...	فقیر ہوں ترے در وزیر نام نہیں

وزیر کا مقابلہ فقیر کے ساتھ دلالت اس بات پر کرتا ہے کہ ... معنی اصلی کی طرف کنایہ ہے۔

احمد حسین مائل

روز بخشش پوچھ لینا یا حسین	کس جگہ مائل ہمارا رہ گیا

اسی قبیل سے ہے گویا کے اس مقطع میں اگرچہ علم مسند ہے نہ مسندالیہ۔

گر ترے اٹھنے نہ دینے سے بگڑ بیٹھا وہ	تو تو گویا تھا کوئی بات بنائی ہوتی

واجد علی شاہ غلام رضا نام اپنے ایک مصاحب کے حق مین کہتے ہین۔

ظالم ایسا جگر ایسا سخت	تھا غلام رضا وہ کب کمبخت

اسی قبیل سے ہے بحر کا یہ مقطع جس مین علم منادی ہے۔

سنگ در یار نکلے سبب کوچۂ جانان چھوٹا	بحر ہم رک گئے خاشاک سے دریا ہو کر

سودا شاہ عالم کی تعریف مین کہتا ہے۔

ترقی ہو اُسے دلخواہ عالم	کہاوے تا ابد یہ شاہ عالم

جرأت

اسے نہ موڑونگا تری شمشیر سے قاتل ذرا	نام ہی جرأت اس بات کو مردانہ ہون

اس مقطع مین علم مسندالیہ نہین بلکہ مسند ہے۔

کبھی اظہار علمیت سے سامع کا حیران و مشوش کردینا مقصود ہوتا ہے جیسے اس شعر مین۔

غالب

اسد اللہ خان تمام ہوا	اے دریغا وہ رند شاہد باز

انیس

غل ہوتا ہے سمت جدا ہوتی ہے زینب	ہر اک کے گلے ملتی ہے اور روتی ہے زینب

ولہ

علی اکبر کی جوانی کا ہے جانکاہ الم	زانو پہ مارتے ہین دست تاسف ہر دم

(۱) اظہار علمیت سے حظ طبع مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین میرحسن کے۔

ہا میری نجم النسا تو ہے جان	اری تیرے صدقے مری مہربان

جبکہ النسا دزیرزادی بہت مدت کے بعد شہزادی بدرمنیر سے آکر ملی تو اُسنے یہ کہا تھا اس کلام مین نجم النسا کا نام صرف حظ طبع کے واسطے ذکر کیا گیا ورنہ درصورتیکہ وہ خود شاہزادی کے سامنے حاضر تھی اس قدر کہنا کافی تھا کہ اری مین تیرے صدقے جاؤن میری جان تو ہی ایسے موقع پر نام لینا ضرور تھا چنانچہ یہ بات کتاب توبۃ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کے اس فقرے سے ظاہر ہوتی ہی "وہ کلیم مے وہان جا آوازدی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ دھڑنگ جانگیہ پہنے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھکر شرمائے اور بولے آہا آپ ہین معاف کیجیے گا مین نے سمجھا کوئی اور صاحب ہین" الخ آہا آپ ہین کہا کلیم کا نام نہ لیا۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شا[illegible]	[illegible] ہوئے وارث تخت و تاج و کلاہ

انیس

[illegible] علی اکبر مری محنت کیطرف دھیان کرو	اماں واری مری بستی کو نہ ویران کرو

مان نے سامنے علی اکبر سے یہ بات کہی تھی۔

اسی غرض کے لیے شعر ذیل مین فرخ فرخ واقع ہوا ہے۔

گلزار نسیم

شہ نے جو وزیر آتے دیکھا	فرخ فرخ پکار اٹھا

کبھی اظہار علمیت بیان حسرت و افسوس کے لیے ہوتا ہے جیسے مرزا غالب نے ایک خط مین لکھتے ہین "وہی بالاخانہ ہے وہی مین ہون سیڑھیون پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میرن آئے وہ یوسف علی خان آئے مرے ہوؤن کا نام نہین لیتا بچھڑے ہوؤن مین سے کچھ گنے ہین انتھے"۔

گیا قیس ناشاد اس عشق مین ہوئی اس سے شیرین کی حالت تباہ اسنا ہوگا وامق پہ جو کچھ ہوا	میر	کبھی جان فرہاد اس عشق مین کیا اس سے لیلی نے خیمہ سیاہ نل اس عشق مین کس طرح سے موا

جو عذرا پہ گذرا سو مذکور ہے
دمن کا بھی احوال مشہور ہے

غالب

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف		کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا لوئی دن اور

ہوس

بیٹھا تھا جہان یہ چشم پُرخون		وارفتہ عشق یعنی مجنون

دبیر

تم بھی نہ رہے عون و محمد بھی سدھارے		اب کون اُٹھائے گا جنازے کو ہمارے

ولہ

لاشے سے پسر کے نہ جدا ہووے گی مادر		بیٹھون گی مین جس بن مین رہینگے علی اکبر

داغ

میر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہان		داغ اب یہ ہین غنیمت ہمہ دان دہلی

اظہار علمیت تحقیر کے واسطے ہوتا ہے جیسے

انوار حسین تسلیم

سُوکھے مُنہ باتین کرتی ہی رو کھی		وہ فقیر و بھی بھک منگی بھُو کی

قلق

کس سڑی کا ابھی یہ تھا مذکور		کون مجنون جو قیس تھا مشہور

عاشقی کا مزہ وہ کیا جانے
نام مہر و وفا وہ کیا جانے

یعنی قیس کو عاشقی کا کیا سلیقہ تھا۔
کبھی سامع کو ترحم پر برانگیختہ کرنیکے لیے علم کو بیان کرتے ہین جیسے۔

مومن

کہ ترے صدقے مری جان مومن	جان مومن ترے قربان مومن

ولہ

مومن زار کہ تھا گرم بیان	سوزش سینہ سے تھا شعلہ فشان

خسیم

لوگ کہتے ہین ہے ہوا خلد بلیس افسوس	کیا ہوا اُسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نہ تھا

منظر کے ساتھ بلیس کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ سامع رحم کے لیے زیادہ برانگیختہ ہو۔

انیس

تم پہ کرتا ہی حسین آخری حجت کو تمام	پسر مصحف ناطق ہون سنو مجھسے کلام

محشر

حال دل کچھ مختصر کہتا ہی محشر تک تو سُن	ای بت سنگین دل اپنے عاشق بیدل کی بات

نظام رامپوری

ترے کرم سے ہو نومید کسطرح سے نظام	کہ حسب حال ہی یہ قول عارف باللہ

دبیر عباس کی زبانی

ناچیز سہی کم سہی رتبے مین ہین اگلا	بابا نے غلامونکے بھی حق مین کہا کیا کیا
ہاتھ اُن کا پکڑ کر حسن پاک کو سونپا	عباسؑ غلامون سے بھی کم مرتبہ ٹھہرا

اسی فائدے کے لیے بکاولی ا ذا دوسرے شعر مین ہے۔

گلزار نسیم ... کی زبانی

گل کا سا لہو بھرا گریبان	سبزے کا سا تار تار دامان
دکھلا کے کہا سمن پری کو	اب چین کہان بکاؤلی کو

مسندالیہ کا تعریف خطاب لقب ... کے ساتھ

کبھی مسندالیہ کی تعریف کنیت و لقب سے کی جاتی ہے اور اس سے یا تو توصیف مسندالیہ

کی منظور ہوتی ہے جیسے اِس مثال مین۔

مذاق

مرتضیٰ و بُوتراب بوالحسن بوالاولیا | بوالائمہ سید والا علی مشکلکشا

اس مثال سے کنیت ولقب دونون ظاہر ہین۔

گویا

جو دوستون کو سمجھتے ہین دشمنانِ علیؑ | تو اُنکے سر کو کرے تیغ بوتراب قلم

میر تقی

ہے کریم اب بھی وزیر ابن وزیر | آصف الدولہ فلک قدر وجناب

حالی

یہی شفقت تھی کہ جب اُسنے سو جھایا انجام | شیخ فاروق نے بیٹے کا کیا کام تمام

یا تحقیر مسندالیہ کی مُراد ہوتی ہے جیسے ان مثالون مین۔

سودا

یہ کہا شیخ نے شیطان سے کہ آہم سے مل | آشنا مت ہو تو سودا سے خرابی کا

ولہ

اتفاقاً بزم رندان مین ہوا وارد جو شیخ | نیچہ اُنکا دم بدم داڑھی کا اُسکی شانہ تھا

ولہ

کام اُس گلی مین سر سے یہ سودا گذر چکا | کیا تاب یک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

ولہ

پیوند ہو زمین کا یارب شتاب ناصح | سی سی مرا گریبان اُن نے تو جان مارا

نیاز

ٹھانی ہی یہان مغبچون نے اپنے دل مین | واعظ جو لے اُسکے عمامے کو اُتار رد

[illegible]

مُنھ پہ چڑھنا نہین شمشیر ستم کے آسان | بوالہوس بھاگے نہ کیون عشق کے میدان آئے دور

سودا

ٹھہرا نہ گا لیون سے ترے کوئی بوالہوس | اِک مین ہی رہ گیا ہون دعا گو قدیم کا

حافظ یہ چاہے عہد سے اُسکے بر آوُن مین سَبوُ و لیا دے کو دے کے نین و یے لو ر دیے ہوا
شیخ اور ناصح اور واعظ اور بوالہوس اور حافظ الفاظ واسطے تحقیر کے ذکر کیے گئے۔

مسند الیہ کی تعریف اسماے اشارہ کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف اسماے اشارہ کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اسکی خوب وضاحت ہوجائے۔
فرق معنوی ضمیر اور اسم اشارہ مین یہ ہے کہ اشارہ اُمور حسّی کے لیے موضوع ہے اور ضمیر حسّی اور غیر حسّی دونون کے لیے بنی ہے جیسے کہتے ہین زید سے مین ملا تھا وہ نہایت عمدہ آدمی ہے "لفظ ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہے اور زید محسوسات سے ہے۔
غیر حسّی کی مثال۔

از مثنوی سحر البیان

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے	قلم جو لکھے اُس سے افزود ہے
اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے	ولے پرورش سب کی منظور ہے

دونون شعرون مین وہ لفظ ضمیر ہے اور خدا کی طرف راجع ہے جو غیر محسوس ہے اور بعض کہا ہے کہ مرجع ضمیر کا ذہنی ہوتا ہے حسّی نہین ہوتا یعنی اعضاے ظاہر سے تعلق نہین رکھتا اور اشارہ باعتبار معنی حقیقی اپنے کے صرف محسوس حاضر کی طرف ہوتا ہے اور یہ اعضاے ظاہر آنکھ بھون ہاتھ پانوٗن اور دل وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور اگر کہین غیر محسوس غیر حاضر کی طرف اشارہ کیا جائے تو مجاز پر محمول ہوتا ہے کہ غیر محسوس کو محسوس حاضر تصور کرکے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہین چنانچہ منشی شاہنامہ اُردو کی نسبت کہتا ہے۔

لہ واللہ یہ نامۂ دلپذیر	بہت خوب ہے بلکہ ہے بے نظیر

یعنی یہ کتاب کہ ذہن مین معقول و متصور ہی اور ابتک وجود مین نہ آئی ہے بشرطیکہ خطبہ الحاقی نہ ہو اسم اشارہ فاعل لازم اور مبتدا کے لیے واحد ہو یا جمع یہ مقرر ہے اور جمع کے لیے یہ بھی قدما کے محاورے مین تھا مگر اب متروک ہے اور فاعل متعدی اور مفعول اور متعلق بحرف کیلیے

اُس مستعمل ہے جیسے اُسنے مجھے بہت ستایا اور اُسکو مین بہت چاہتا ہون اور اُس سے مجھے کچھ غرض نہین اور فاعل کی جمع کے لیے اُنھون نے اور مفعول کی جمع کے لیے اُنھون کو اور اُن کو استعمال کرتے ہین اور یہ پچھلا لفظ افصح ہے اور متعلق بہ حرف کے لیے اُنھون سے اور اُن سے لاتے ہین اور پچھلا لفظ فصیح تر ہے اور اُس نے کی جگہ اُنھون نے بھی استعمال کرتے ہین اور لفظ یہ اشارہ قریب کے لیے ہے اشارۂ بعید کے لیے اُردو مین وہی لفظ مستعمل ہے جو ضمیر واحد غائب کے لیے آتا ہے انشاء اللہ خان سے دریاے لطافت مین یہ بات فروگذاشت ہوگئی ہے اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ اسم اشارہ مشارالیہ کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور اسم ضمیر مرجع کے ساتھ جمع نہین ہو سکتا۔ پس اِن اشعار مین۔

سید اصغر علی آبرو ساکن ٹونک

اُس زلف سیہ کا ہی یہ نقشا مرے آگے	یا کھیل رہا ہی کوئی کالا مرے آگے

شاہ مُبارک آبرو

افسوس ہی کہ مجھکو وہ یار بھول جائے	وہ شوق وہ محبت وہ پیار بھول جائے

اسکا زلف اور وہ کا یار اور شوق و محبت کے ساتھ جمع ہونا دلیل ہی اس بات پر کہ یہ دو لفظ یہان اشارہ بعید کے لیے مستعمل ہوے ہین اور اِس اور اِن الف مکسور کے ساتھ اشارہ قریب کیلیے ہین اور اُس اور اُن الف مضموم کے ساتھ اشارہ بعید کے لیے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسندالیہ کی تعریف اسم اشارہ کے ساتھ یا تو زیادتی مدح کے لیے ہوتی ہے جیسے۔

عشرت

ارادہ سیر کا کرتا ہے جبکہ وہ گلرو	یہ نازکی کہ جبین پر عرق ابھی سے ہے

یعنی اُسکی نازکی بہت بڑھی ہوئی ہے۔

محمد افضل خان افضل

یہ قطع یہ برید یہ شوخی یہ شان تیغ	یہ کھاٹ یہ تراش یہ پہلو یہ آن تیغ

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب — تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

انیس

سب تھک گئے مگر نہ تھکے تیغ زن کے ہاتھ — وہ معرکہ رہا اسی گل پیرہن کے ہاتھ

یعنی وہ معرکہ [illegible] الخ۔

ولہ

وہ سرد ہوا نور کی وہ صبح کا عالم — اور زمزمے مرغان خوش الحان کے وہ باہم
وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم — اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہر دم

ولہ

چلنا وہ باد صبح کے جھونکوں کا دم بدم — مرغان باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم
وہ آب و تاب نہر وہ موجوں کا پیچ و خم — سردی ہوا میں پر نہ زیادہ بہت نہ کم
وہ نور صبح اور وہ صحرا وہ سبزہ زار — تھے طائروں کے غول درختوں پہ بے شمار
چلنا نسیم باد سحر کا وہ بار بار — کوکو وہ قمریوں کی وہ طاؤس کی پکار
وہ دشت وہ نسیم وہ جھونکے وہ سبزہ زار — پھولوں پہ جا بجا وہ گہرہائے آبدار

میر [illegible]

وہ نکھرا فلک اور وہ مہ کا ظہور — لگا شام سے صبح تک وقت نور
وہ سنسان جنگل وہ نور قمر — وہ براق سا ہر طرف دشت و در
وہ اجلا سا میدان [illegible] سی ریت — اگا نور سے چاند تاروں کا کھیت

نظیر

وہ بہاریں وہ فضائیں وہ ہوائیں وہ سرور — وہ [illegible] وہ عیش کچھ جسکا نہیں حد و حساب

بہ کثرت منظور ہوتی ہے جیسے۔

[illegible]

وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار — [illegible] بالو کو [illegible] دے کے چلا شاہ نامدار

[illegible]

نسیم عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگین — کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

یا تحقیر کے لیے جیسے۔

چھٹرا اگر ترا تجھ سے شہر و دیار	یہ بندی ہی لائی ہے تقصیروار

مولوی محمد اسمٰعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار	ایسی رفتار پر خدا کی مار

پہلا اسم اشارہ تعظیم کے لیے ہے اور دوسرا تحقیر کے لیے۔

انیس

وہ نحس و بد کہ اڑے جس کا سایہ دیکھکے بوم	وہ تیرہ رنگ کہ جس سے کلو دشام ہو دوم

یا باعتبار قرب و بعد کے اسکا حال بیان کرنا مقصود ہوتا ہی جیسے۔

احسن

اشک گلگون کو نہین لعل و گہر سے پیوند	یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

وجاہت جھنجھانوی

زور کر سکتا نہین جہل جو ہو علم سوا	جتنا یہ بڑھتا ہی وہ اتنا ہی گھٹ جاتا ہی

انیس

جنت انعام کرے دوزخ مین جلا	وہ رحم ترا ہے یہ عدالت تیری

مسندالیہ کا معہود ہونا

کبھی نکرہ معہود ہونے کی وجہ سے معرفہ ہو جاتا ہی اور معہود اُسے کہتے ہین جو ایک شے معین اور مقرر ہو اور وہ دو قسم پر ہی ایک معہود خارجی وہ نکرہ ہے کہ بقرینہ مقالیہ یا کسی خاص وجہ سے ذات خاص پر دلالت کرتا ہے مثلاً

منشی

گیا کیو وہین گذربانکے پاس	لگا کرنے گفتار یاس

مصرع دوم مین گذربان سے وہی گذربان مراد ہی جسکا ذکر مصرع اول مین ہوا ہی مگر اسقدر کہ مصرع اول مین گذربان مسندالیہ نہین ہے۔

ناسخ

تاریخ اس ضریح کی مطلوب جب ہوئی	بولے ملک ضریح قبول امام ہے

مقصود بالتمثیل ضریح ہی جو مصرع اول مین مسند الیہ نہین ۔

ایجاد رنگین

ایک اندھا مرد بینا کا تھا یار	ربط تھا دونون مین باہم بے شمار
تھی پرانی قینچی اک اندھے کے پاس	کچھ سفر کٹنے کی تھی جس سے نہ آس

اندھا معہود ہی جو دوسرے شعر مین مسند الیہ نہین ۔

اکبر

قدیم وضع پہ قائم رہون اگر اکبر	تو صاف کہتے ہین سید یہ رنگ ہی میلا

لفظ سید سے سید احمد خان سمجھے جاتے ہین اور اسکو اکبر کے سوا اور لوگ بھی جانتے ہین اور اس کا حال ہندوستان کے اہل علم پر ظاہر ہے ۔

دوسرا معہود ذہنی وہ نکرہ ہے جو متکلم اور مخاطب مین معلوم اور معین ہو اور کوئی شخص اس سے واقف نہو اور اُسکا ذکر بھی پہلے نہوا ہو مثلاً کسی کا دشمن سامنے سے آئے اور وہ دیکھکر کہے کہ موذی آیا اور اُس سے مراد ایک شخص معین ہو جسے متکلم اور مخاطب جانتے ہون تو لفظ موذی اگرچہ نکرہ تھا ۔ لیکن بسبب ہونے معہود ذہنی کے معرفہ ہوگیا اسی طرح بادشاہ وزیر سے کہے کہ دشمن کی فوج آپہونچی اگرچہ نام نہین لیا مگر دونون اُس دشمن کو اور اُسکی دشمنی کے کامون کو اچھی طرح جانتے ہین مرزا غالب ایک دوست کو لکھتے ہین کہ اردو دیکھلو ان غاصب نا انصاف سے پاٹھ آگیا " غاصب نا انصاف سے شخص معین مراد ہی جسکو متکلم مخاطب جانتے تھے اور غاصب نا انصاف مجہور ہے ۔ غرض معہود ذہنی اور خارجی مین یہی ہی کہ معہود ذہنی کو صرف متکلم اور مخاطب جانتے ہین اور کوئی نہین جانتا بولنے والا اگرچہ عام لفظ بولتا ہے مگر حقیقت مین ایک خاص معنی مراد لیتا ہی اور معہود خارجی وہ ہی جسے اور لوگ بھی جانین جیسے لفظ خلیل سے جسکے معنے دوست کے ہین حضرت ابراہیم سمجھے جاتے ہین ۔

داغ

نواب نے کی جو قدر دانی میری	اے داغ گذر گئی جوانی میری

نواب سے مراد نواب کلب علی خان والی رام پور ہین جن کو اس شعر کے پڑھنے اور

سننے والے ۔۔ نہین سمجھ سکتے۔

امیر

ہے لکھنؤ کی جان تو کھلتے مین امیر	خاک آئے میری آنکھ مین اب لکھنؤ پسند

لکھنؤ کی جان سے واجد علی شاہ فرمان رواے اودھ مراد ہین اور اسکے معہود ذہنی ہونے مین کوئی شبہ نہین۔

غالب

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور	فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

غالب کے عہد مین حضور سے بہادر شاہ دوم سمجھے جاتے تھے جو شاہان تیموریہ کے سب پچھلے براے نام تاجدار تھے اور لفظ حضور مضاف الیہ مجرور ہے۔

مسند الیہ کی تعریف موصول بنا کر

کبھی مسند الیہ کی تعریف اُس کو موصول بنا کر کی جاتی ہے اُردو مین اسم موصول کی علامت یہ ہے کہ جونسا واحد مذکر کے لیے اور جونسی واحد مؤنث کے لیے اور جونسے جمع مذکر کے لیے اور جونسیان جمع مؤنث کے لیے اور فصیح لوگ جمع مؤنث کے لیے بھی جونسی بولتے ہین اور جو اور جس نے اور جن نے اور جنھون نے اور جس کو اور جن کو اور جس سے اور جن سے بھی اسم موصول کے الفاظ ہین اور جسکی جگہ جس کسی اور جن کبھی کبھی درست ہے اور جو کی جگہ سو بھی عورتون مین مستعمل ہے اور کوئی سا اور کوئی سی بھی موصولات کے لیے آتے ہین۔

اور اسم اشارہ بھی کاف بیانیہ کے لانے سے موصولات کے حکم مین ہوجاتا ہے اور اپنی حقیقت پر باقی نہین رہتا اور کبھی اسم اشارہ کے ساتھ جو بھی آتا ہے جو سواے شرط کے بیان کا بھی فائدہ دیتا ہے اور اس طرح تعریف کئی سبب سے کیجاتی ہے۔

یا تو اسلیے کہ سامع مسند الیہ کے دوسرے خاص خاص حالات سے واقف نہین ہوتا صرف صلے سے واقف ہوتا ہے پس اُسکے جتانے کے لیے مسند الیہ کو اس طرح ذکر کرتے ہین تاکہ صلے کی وجہ سے جو ایک جملۂ خبریہ ہوتا ہے اور اُس مین بیان اُسی موصول کا ہوتا ہے سامع کو معلوم ہوجائے مثلاً جو لڑکا کل غیر حاضر تھا آیا جو لڑکا اسم موصول کل غیر حاضر تھا یہ جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہے۔

نظام رامپوری

وہ بخشے مجھے للہ بخشے للہ ‖ تمھارے پاس جو گھوڑا کمیت رنگ کا ہے

جو کمیت رنگ کا گھوڑا موصول اور تمھارے پاس موجود ہی جملۂ خبریہ اُسکا صلہ ہی موصول صلے سے ملکر مبتدا خبر اسکی دوسرا مصرع ہی۔

ظفر

بیٹھا ہی زنخدان کیے سو وہ دھر کے تلے ہاتھ ‖ سوتا تھا جو شب رکھکے ترے سر کے تلے ہاتھ

جو موصول ہے سوتا تھا شب رکھکے ترے سر کے تلے ہاتھ صلہ ہی موصول صلے سے ملکر مبتدا اور دوسرا مصرع خبر ہے۔

امیر

جو مرتے ہین وہ جیتے ہین جو جیتے ہین وہ مرتے ہین ‖ دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے

جو بمعنی جو لوگ اسم موصول اور مرتے ہین اسی طرح جیتے ہین صلہ دونون اسم موصول صلے سے ملکر مبتدا اور مابعد اُنکی خبر۔

مسدس حالی

گران کر دیا اُس کا عالم مین پلہ ‖ وہ خطہ جو تھا ایک ڈھورون کا گلہ

یہان وہ اسم اشارہ مع خطہ کے موصول اور جو کاف بیانیہ کا قائم مقام ہے ڈھورون کا گلہ تھا صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا دوسرا مصرع خبر ہے۔

ولہ

درندونکی اور اُنکی طینت تھی یکسان ‖ وہ قومین جو ہین آج غمخوار انسان

منہ

اُن کو وہ خواب مین نہین ملتا ‖ نوکرون کی تمھارے جو ہے غذا

شایان

پکڑے گئے اُن کو یہ بدخصال ‖ مویشی جو چرتے تھے سوے شمال

ناسخ

جو گڑھا آیا نظر وہ گور ہے ‖ دشت غربت مین مرے مرنے کو

ولہ

جو غذا توڑتے ہین آگے ہین — جو چباتے ہین اُنکے پیچھے ہین

یا مسندالیہ کی تعظیم مطلوب ہوتی ہی جیسے ۔

غالب

وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہی مجھ سے — قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب

وہ کافر موصول جو بیان کے لیے اور ما بعد صلہ ۔

ولہ

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین — فرمان روائے کشور ہندوستان ہے

جو بمعنی جو کوئی اسم موصول ہے سایۂ دیوار یار مین بیٹھا ہے صلہ اور یہان تعظیم مقصود ہے ۔

انیس

چڑھائین عدو اسکو نیزے پہ آہ — محمدؐ کے زانو پہ جو سر رہے

جو سر مسندالیہ موصول ہی اور محمدؐ کے زانو پہ رہے صلہ رہے ۔

قاسم علی شوکت

کاٹ ہے جو ابروے خمدار مین — ہے یہ بُرّش کب کسی تلوار مین

جو کاٹ مسندالیہ اور موصول ہے اور ابروے خمدار مین ہے صلہ ہے اور یہان موصول کی تعظیم مقصود ہی ۔

یا مسندالیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہی جیسے ۔

امیر مینائی

جو کربلا مین شاہ شہیدان سے پھر گئے — کعبے سے منحرف ہوے قرآن سے پھر گئے

جو لوگ اسم موصول ہی شاہ شہیدان سے پھر گئے صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا ہوا اور دو مصرع خبر ہی اور یہان موصول کی تحقیر منظور ہے ۔

اقبال

قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے — موتی [illegible] کے شان کریمی نے چُن لیے

جو قطرے اسم موصول اور میرے عرق انفعال کے تھے صلہ ہے اور یہان صلہ سے موصو

تحقیر ۔۔ ہے ۔

تراب

جو ۔۔ پھرے سیم وزر کے لیے	مرے کون اُس سیم بر سے لیے

غلام دستگیر نامی

اصول اُخوت سے جو بے خبر ہین	وہ اسلام کے واسطے پُرخطر ہین

یا اسلیے کہ اسکا ذکر کرنا صراحت کے ساتھ اچھا نہین معلوم ہوتا جیسے ۔

حالی

پھر ۔۔ بھائیون سے جب بھائی	جو نہ آئی تھی وہ بلا آئی ہے

یہان مسند الیہ کا ذکر صراحت کے ساتھ کرنا اچھا نہین معلوم ہوتا ہی کیونکہ وہ کوئی خوبی کی چیز نہ تھا اسلیے موصول بنا کر لائے ۔

ولہ

سزاوار ہے اُن کو جو نا سزا ہے	روا ہی اُنھین سب کو جو ناروا ہے

ولہ

وہ جو کچھ کہہ ہین کہہ سکے کون اُن کو	بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

ولہ

معلوم ہے جو مورد نیہ اسپین مین گذری	جسوقت از بلا ہوئی وان صاحب ا۔

یا اس بات کی طرف اشارہ منظور ہوتا ہی کہ خبر اس قسم کی ہوگی جیسے ۔

ذوق

زمین پہ نور قمر کے گرمے مین صاف اظہار روشنی ہے	کہ جو ہین روشن ضمیر اُنکو فروغ اُنکی فروتنی ہے

جب یہ کہا کہ جو لوگ روشن ضمیر ہین تو اس موصول اور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ اس مبتدا کی خبر ایسی چیز پر مبنی ہوگی جو روشنی اور فروغ کی قسم سے ہوگی ۔

مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو	وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جب یہ کہا وہ قرار جو ہم مین تم مین تھا تو اس موصول اور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا

کہ اس ابتدائی خبر مین کوئی بات قرار کے یاد رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق بیان ہوگی۔

حالی

جو کوندتے ہین وہی مجھسے کھٹکتے ہین سدا	پاکبازون کو نہین عہد مین بے کھٹکا ؎

موصول مع صلے کے یعنی جو لوگ کوندتے ہین اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اسکے بعد کوئی ایسی خبر آئیگی جو مجرمون کے مناسب حال ہوتی ہی۔

و

خوبیان انکی زمانے مین جتاتا ہون مین	جو ہنر مند ہین داد انکا بڑھاتا ہون مین

امیر

جس نے جو مانگا خدا سے مل گیا	برہمن کو بت تجھے تو اے صنم

واجد علی شاہ اختر

بھولے جو تجھے اسکو بھی آیا دنہ نا	ای دل یہ نصیحت کسی ناصح کی ہی سن لے

ناسخ

زندگانی کا لطف خاک نہین	جو ترے عشق مین ہلاک نہین

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ایما کے ذریعہ سے شان خبر کی تعظیم بھی مستفاد ہوتی ہی مثلاً جو آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اُسنے ہمارے لیے مکان بنایا اس مثال مین موصول مع صلہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر مین کوئی تعمیر کا ذکر ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مکان عالی شان ہوگا کیونکہ اُسکا بنانے والا وہ ہی جسنے آسمان کو پیدا کیا ہے۔

حالی

ہاتھ سے جسنے بڑونکی آن ابتک دی نہ تھی	جسنے صورت تک عدالت کی کبھی دیکھی نہ تھی
پانون اک اُسکا عدالت مین تھا اور اک گھر مین تھا	بیگناہون کے لیے وہ رات دن چکر مین تھا

شاعر کے اس قول مین دکہ جو شخص اتنی عظمت رکھتا تھا کہ اُسکو عدالت تک جانے کا کام نہ پڑا تھا اور وہ اپنے اسلاف کی طرح نہایت وقار سے رہتا تھا اور جس طرح اُسکے بڑے عدالت مین جانے کو عار سمجھتے اسی طرح وہ بھی سمجھتا تھا) ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر جس چیز پر مبنی ہے وہ کوئی ایسا امر ہے جس مین عدالت کی قسم کی کوئی بات ہوگی پھر اس مین یہ بات بھی پیدا ہوتی ہی کہ جبکہ

ایسا عالیشان آدمی بیگناہ ہون کے لیے رات دن چکر مین تھا اور عدالت مین پے در پے جاتا تھا تو وہ کوئی اہم معاملہ ہوگا۔

مصحفی

اُنھون لو صاحب خرمن بنا کے ہین	جو مصحفی کے ہین کہلاتے خوشہ چینون مین

شاعر کے اس پر آئینہ کہ جو مصحفی کے خوشہ چین ہین یعنی شاگرد ہین اس بات کی طرف ایما ہے کہ اس کی خبر مین کوئی ایسا ذکر ہوگا جو خوشہ چینی کے مناسب ہوگا اور یہ ایما اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے لوگون کے خرمن یعنے دیوان نہایت عمدہ ہون گے کیونکہ وہ مصحفی جیسے شاعر کامل کے خوشہ چین ہین۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی عظمت پر دلالت کرنیکا ذریعہ ہوتا ہی جیسے۔

دبیر

از بہر حسینؑ و حسنؑ اے خالق دانا	جو مجھسے جلین تو انھین دوزخ مین جلانا

جو مجھ سے جلین موصول مع صلہ کے ہے اور اس مین ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی عذاب و عقاب کی قسم کا مضمون ہوگا اور اس ایما مین متکلم کی شان کی تعظیم سمجھی جاتی ہی کیونکہ اُسکے ساتھ حسد رکھنے کی وجہ سے حاسدون کے عذاب دینے کی دعا کی گئی ہے۔

میر تقی

جو کہ خود سر رکھتے اُستادون سے عار	اُنکے تئین ہرگز نہ ہوتا اعتبار

موصول مع صلہ یعنی مصرع اول ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر کوئی ایسی چیز ہوگی جس مین تحقیر موجود ہوگی اور اُس سے اُستادون کی تعظیم بھی نکلتی ہے اس لیے کہ اُن سے عار رکھنے کی وجہ سے بے اعتباری پیدا ہوتی ہی۔

نفیس

مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہارا ہے	اسکی اصل ہی کیا اژدہون کو مارا ہے

جسنے میرا مقابلہ کیا یہ موصول مع صلہ ہے اور یہ ایما ہے اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی ایسی چیز جس مین مقابلہ کرنیوالے کی ناکامی کا حال ہوگا اور اس سے اُس شخص کی عظمت پیدا ہوتی ہی جس سے مقابلہ کیا جاتا ہی اور وہ متکلم ہی۔

جو حب آل نبی اور صحابہ دل سے رکھے	ظفر اُسے نہین ڈر حشر کی تباہی کا

کبھی یہ ایما شان خبر کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً۔

شباب

جنکو موزون شعر کا پڑھنا بھی ہی کار اہم	فکر دیوان لے بنا رکھا ہی دیوانہ اُنھین

پس یہان موصول مع الصلہ اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ خبر مین کوئی ایسی چیز ہوگی جو شعر سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسے شخص کا دیوان متبذل ہوگا۔

مسدس حالی

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر زمین جس سے ہے زلزلے مین برابر	عفونت مین سنڈاس سے ہی جو بدتر ملک جس سے شرماتے ہین آسمان پر

ہوا علم دین جس سے تاراج سارا
وہ علمون مین علم ادب ہی ہمارا

وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر موصول ہے اور جو بیان صلہ کے لیے ہی اور عفونت مین سنڈاس سے بدتر وغیرہ صلہ ہے اور یہ موصول وصلہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر مین کوئی ایسی چیز ہوگی جو علم انشا پردازی سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایما اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسا علم ادب نہایت خراب ہوگا۔

کبھی یہ ایما غیر خبر کی شان کی اہانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً جو لوگ شیطان کی اتباع کرتے ہین وہ عذاب پاتے ہین موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر خرابی اور بے بہرگی کے قبیل سے ہوگی اور اس سے یہ بات بھی پیدا ہوتی ہے کہ شیطان حقیر و ذلیل ہے اُس کی اتباع کرنا گناہ ہے کیونکہ جب اُس کی متابعت پر عذاب مترتب ہوتا ہے تو ضرور محقر ہوگا۔

مذاق

دنیا و دین مین رہتا ہی آلودہ جو فقیر	دھوبی کا کتا ہی وہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

جو موصول اور دنیا و دین مین آلودہ رہتا ہی اُس کا صلہ ہے موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایما ہے کہ خبر مین زیان اور ناکامیابی کی قسم کی کوئی بات ہوگی اور اس سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ دُنیا و دین بری چیز ہین کیونکہ ان کی محبت مین مبتلا رہنا تقیر کے لیے

محرومی درجات کا سبب ہے۔

علمی

اور دیا ترک اسکو جسنے ہو عذاب اسکو بڑا	ہے یہ مضمون احادیث شریف

جسنے اسکو ترک کیا موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف ایماہی کہ اسکی خبر مین کوئی تہدید اور سزا کا مضمون ہوگا اور یہ امر نماز جمعہ کے ترک کرنے کی برائی پر دلالت کرتا۔

ولہ

ہو کے مومن جو ادا کرتا نہین اس فرض کو	ہو بھلا اسکے جنازے کی ادا کیونکر نماز

موصول مع صلہ کے (یعنے جو شخص مومن ہو کر اس فرض ادا نہین کرتا ہی) اس بات پر ایما ہے کہ اسکی خبر مین پاداش بیان کی جائے گی اور پاداش کے ذکر نے فرض کے ترک کرنیکی برائی ثابت کی۔

ظفر

جو پینگے شراب بے موقع	وہی ہون گے خراب بے موقع

فائدہ اگرچہ جملۂ صلہ تقیید کی وجہ سے بظاہر موصول کے زیادہ واضح کرنیکا موجب ہوتا ہی لیکن یہ اُس تعیین و تشخیص کو جو اسم اشارے مین ہوتی ہے کم کر دیتا ہی سبب سکا یہ ہی کہ موصول مین تعیین عقلی ہوتی ہے اور اسم اشارے مین تعیین حسی۔ اسم موصول معنی کلی کے لیے موضوع ہے اور معنی جزوی پر مبہم طور پر دلالت کرتا ہے پس اسکا مدلول عقلی ہوگا اور امور کلی کے ابہام مین شک نہین غایت یہ ہی کہ امور مذکورہ کے جمع ہونے سے تعیین حاصل ہو جاتی ہی مگر تعیین حسی کے درجے کو نہین پہونچتی اس صورت مین بظاہر اسم موصول نکرہ موصوفہ سے بڑھکر اور اسم اشارہ سے کمتر ہوگا جیسا کہ معہود ذہنی و خارجی کی تعریف کا حال ہے۔

مسندالیہ کی اضافت

مسندالیہ کی تعریف اضافت کے ساتھ بھی کیجاتی ہے کیونکہ یہ طریقہ مسندالیہ کے ذہن مین لانے کا بہت ہی مختصر ہی اس سے متکلم یا سامع کا مقصود نہایت اختصار کے ساتھ مستفاد ہو جاتا ہے مثلاً۔

گلزار نسیم

رستے میں ہے گلشن نگاریں	رہتا ہے وہیں وہ گلچین

یہاں مضاف ہے اور مضاف الیہ یہاں اضافت کی وجہ سے اختصار پیدا ہوا کیونکہ بغیر اضافت کے یون کہنا چاہیے جسنے میرا گل چرایا ہی یا جو میرا گل چننے والا ہی کیونکہ بوجہ جلدی اور رنج وملال کے بکاؤلی کو طول طویل عبارت لکھنے کی فرصت نہ تھی اور اختصار مطلوب تھا اسلیے گلچین کو کہ مسندالیہ ہے مضاف بناکر عبارت کو مختصر کردیا بکاؤلی کا مقصود یہ تھا کہ وہان گلچین رہتا ہی پس اگر وہ تاج الملوک کا نام لیتی یا صرف یہ کہتی کہ وہ وہان رہتا ہے تو علم کے لانے یا ضمیر کے ظاہر کرنے سے یہ فائدہ حاصل نہین ہوسکتا کہ وہ میرا گلچین ہے۔

جرات

ناتوانی سے گرے ایسے کہ پھر اٹھ نہ سکے	ہوگیا جزو بدن ضعف سے بستر اپنا

بستر کی اضافت اپنا کی طرف ہے پس بستر اپنا کہنا یہ کہنے سے مختصر ہے کہ بستر جو اپنی ملک ہے گویا۔

تیرا ہی مکان لعبۂ ایمان کے برابر

مراد یہ ہی کہ جو مکان تیری ملک ہی اضافت سے جو اختصار پیدا ہوگیا وہ اس مین کہان ہی۔

میر حسن

جہان تک کہ سرکش تھے اطراف کے	وہ اس شہ کے رہتے تھے قدمون تلے

اطراف کے سرکش اسقدر عبارت کا اختصار ہی جو لوگ اطراف مین سرکشیان کرتے تھے۔

یا مضاف کرنے سے مضاف کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور مضاف مسندالیہ ہوتا ہی جیسے

انیس

بندی چلی ہی شام کو آل رسول کی	دیکھو بہو ہے علی و بتول کی

آل کی اضافت رسول کی طرف اور بہو کی اضافت علی و بتول کی طرف ہی اور یہان مضافون کی تعظیم مقصود ہی لیکن علی و بتول کی بہو مسندالیہ نہین بلکہ مسند ہی۔

برق

راجہ اندر کا اکھاڑا صحبت قدس ہے برق	نام رکھا ہی پرستان بزم عشرت گاہ کا

اکھاڑے کی اضافت سے راجہ اندر کی طرف اسکی تعظیم مقصود ہی اسی طرح صحبت کی اضافت سے

اقدس یعنے واجد علی شاہ کی طرف صحبت کی تعظیم مقصود ہی صحبت اقدس مسند الیہ ہی اور راجا اندر اکھاڑا مسند ہے۔

حالی

مگر حیف اے فخر عالم کی اُمت	ہوئی آدمیت بھی ساتھ اُسکے رخصت

فخر عالم کی اُمت جو منادےٰ ہی اس مین اضافت تعظیم کے لیے ہی۔
یا مضاف الیہ کی (یعنی جسکی طرف مسند الیہ مضاف ہوتا ہی) تعظیم منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر

عجب شہر تھا اُس کا مینو سواد	کہ قدرت خدا ہی کی آتی تھی یاد

شہر کی اضافت سے ضمیر غائب کی طرف مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے تصرف مین ایک اعلے درجے کا شہر تھا۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہون گدائے پنجتن پرشاد دعا دیتا ہون	اوج پر آصف کا یہ دربار شاہانہ رہے

دربار شاہانہ کی اضافت آصف کی طرف ہی اور اس سے مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہی۔
یا مضاف یعنی مسند الیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہی جیسے۔

سودا

مظہر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ	سودا یقین جانیو روڑا ہے باٹ کا

شعر کی اضافت مظہر کی طرف ہی اور یہان مضاف کی تحقیر منظور ہے۔

غالب

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا	جام جم سے یہ مرا جام سفال اچھا ہے

جام کی اضافت سے سفال کی طرف مضاف کی تحقیر پیدا ہوتی ہی۔
یا مضاف الیہ یعنی اُس چیز کی جسکی طرف مسند الیہ مضاف ہو تحقیر نکلتی ہی جیسے۔

ہوس

اے بخیبر ان مین یہ بلا ہون	انسان خورندہ اژدہا ہون

یہان اژدہا مضاف الیہ ہے اور تحقیر اس اضافت سے نکلتی ہے مگر اس قدر ہے کہ

اژدہا غیر مسند الیہ کا مضاف الیہ ہی۔

ہائے ایسا غم نہین ابتک ہوا	میرزاجی کا ولی نعمت موا

ولی نعمت مضاف ہی اور میرزاجی مضاف الیہ۔
اور بیان مضاف الیہ کی ہجو مقصود ہی اسلیے کہ چپک کو ولی نعمت کے لفظ سے یاد کیا ہی۔
کبھی تھوڑی سی مناسبت کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کر دیتے ہین یعنی تھوڑے سے تعلق کی وجہ سے مضاف مضاف الیہ کی ملک ہوجاتا ہے اور یہ کمال اختصاص کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے یا باعتبار مجاز کے ایسا کرتے ہین جیسے۔

شیخ محمد اقبال

سارے جہان سے اچھا ہندوستان ہمارا	ہم بلبلین ہین اسکی یہ گلستان ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسمان کا	وہ سنتری ہمارا وہ پاسبان ہمارا

دیکھو شاعر ہندوستان کے ایک شہر کے ایک محلے کے ایک مکان مین رہتا ہی اس ذرا سی مناسبت سے تمام ہندوستان کو اپنی ملک بنالیا۔ یہی حال سنتری ہمارا اور گلستان ہمارا اور پاسبان ہمارا کا ہے۔

ناسخ

یہ اعلیٰ مرے لکھنؤ کی ہے شان	زمین ہے جہان آسمان لکھنؤ

سودا

جو کچھ کہا ہی تو نے یہ تجھکو سب مبارک	مین اور میرے سر پر میرا بسنت خان ہو
تا غرہ ہو جائے ذکر کیا ہے	قران ابوالظفر بہادر

رند

داغ

کس مصیبت سے بسر ہم شب غم کرتے ہین	رات بھر ہائے صنم ہائے صنم کرتے ہین

شب غم مین اضافت بادنیٰ ملابست ہی۔ اور یہ مسند الیہ نہین ہے۔
فائدہ مضاف اور مضاف الیہ مین تغائر ضروری ہے پس داغ کے اس شعر مین سے

مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا	رہتا وگرنہ ایک زمانے کو داغ داغ

داغ جو مضاف ہے داغ کی طرف اس مین بھی نفس شے کی اضافت نفس شے کیطرف

نہین بلکہ معنا دونون لفظون مین تغایر ہے کیونکہ پہلے لفظ داغ سے مراد مرنے کے غم کا رنج اور صدمہ ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ مین کوئی دوسرا لفظ حائل ہوجاتا ہے۔

لمؤلفہ

ٹکڑے پہ تیرے صانع قدرت نے خال کے	یہ بہر چشم زخم دے ہین نقط سیاہ

نقط سیاہ مرکب توصیفی مضاف ہے اور خال مضاف الیہ اور دونون مین مفعول لہ حائل ہے۔

مسند الیہ کا نکرہ ہونا

مسند الیہ نکرہ بھی ہوتا ہی اور نکرہ اسم غیر معین کو کہتے ہین جو ایک جنس کی تمام افراد پر بولا جائے اور اُسکے واسطے کئی لفظ مقرر ہین۔ کوئی۔ کسی۔ ہر۔ جو۔ ایک۔ کچھ۔ وغیرہ ان مین سے ہر اور جو حصر کا بھی فائدہ دیتے ہین اور تنکیر مسند الیہ سے کئی فائدے نکلتے ہین۔

یا اُن افراد مین سے جنپر اُس نکرہ کا مفہوم صادق آتا ہے ایک فرد غیر معین مراد ہوتی ہے جیسے۔

غالب

غیر پھرتا ہے لیے یون مرے خط کو کہ اگر	کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہی تو چھپائے نہ بنے

یعنی اگر کوئی ایک بھی پوچھے تو چھپایا نہ جائے۔

انیس

کوئی [illegible] نہین آہ بچانے والا	حربے لاکھون ہین [illegible]

ذوق

[illegible] نے یہ دار شمع پر چڑھ	عجب مزہ ہی جو مرے کسی کے سر چڑھ

مراد [illegible] غیر معین ہے۔

[illegible]

اول سے ہی بشر کو ہی رغبت خلاف ہے
لیتا تھا کام منھ کا شکم مین یہ ناف ہے

حالی

اس عہد مین انسان ہی نہین ظلم سے محفوظ	مظلوم نہ اب بیل نہ گھوڑا ہے نہ خچر

یعنے اس عہد مین ہر آدمی ہی ظلم سے محفوظ نہین بلکہ کوئی بیل اور کوئی گھوڑا اور کوئی خچر بھی مظلوم نہین ہی اگر یہ نکرہ جمع کا صیغہ ہو تو اُسکے معنی ہین سے جماعت غیر معین مقصود ہوتی ہی کیونکہ اُس جمع کے مفہوم کی ایک فرد ہوتی ہی جیسے ۔

حالی

جب بیٹیون نے زندگی اسطرح سے پائی	دی زندگی اک اور انھین علم پڑھا کر

یعنے بیٹیون کی ایک جماعت غیر معین نے ۔

باقر

وہ مین سادات نے بھی تاخت کیا	اُس کا مال و متاع لوٹ لیا

یعنے سیدون کے ایک گروہ نے ۔

احسن

خال ابرو نے مار ڈالا	کعبے والون نے رہزنی کی

یعنے کعبے والون کی ایک جماعت نے ۔

یا اُس نکرے کی جو اسم جنس ہوتا ہی ایک نوع غیر معین مقصود ہوتی ہی جس طرح تنکیر وحدت شخصی پر دلالت کرتی ہی اسی طرح وحدت نوعی پر بھی دلالت کرتی ہی جیسے ۔

آرایش محفل

ہر اک گل کا ہے رنگ و عالم جُدا	نہین لطف سے کوئی خالی ذرا

یعنی پھول کی ہر ایک نوع کا رنگ و عالم جُدا ہی الخ ۔

ذاد

دم بدم علم ہے کرتا عمل ایجاد نئے	آتے ہین کارگہ دہر مین استاد نئے

یا نکرے کی وہ تمام افراد جنپر وہ صادق آتا ہی مقصود ہوتی ہین جیسے ۔

انیس

اس ابر کے قطرون سے پیمبر ہوے پیدا	دریاے نبوت سے یہ گوہر ہوے پیدا

یعنی تمام پیغمبر پیدا ہوے۔
یا تعظیم مقصود ہوتی ہی جیسے۔

گلزار نسیم

ہر چند سُنا گیا ہے اُس کو	اُردو کی زبان مین سخن گو

افسانہ گل بکاؤلی کا نثر مین لکھنے والا خاص ایک شخص معین ہی پس سخن گو کا لفظ جو نکرہ ہے اُسکے نام کی جگہ بغرض تعظیم کے لایا ہے۔

ذوق

چلتا نہین ہے پنجہ مژگان کا کچھ عمل	ہے ایسی چشم تر سے بہم آشنا گرہ

گرہ مین تنکیر عظمت کے لیے ہی۔

ناسخ

تو نہین ساقی تو میخانے مین اک برپا ہے حشر	شیشۂ مے مین نظر آتا ہی نقشہ صور کا

اک حشر سے مراد حشر عظیم ہی۔

ولہ

بستر رنج و کنج تنہائی	رات لیا آئی اک بلا آئی

سید آغا علی خان مہر

حُسن تھا اُس کا بہت عالم فریب	خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا

ولہ

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے	مکّی مدنی ہاشمی و مطلبی نے

یا تنکیر کے لیے۔ تعظیم مین اور اس مین یہ فرق ہی کہ وہان ارتفاع شان و علو مرتبہ مطلوب ہوتا ہے اور یہان مقدار اور تعداد مین زیادہ مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے	دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

یعنے دشت اسقدر ویران ہی کہ اسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہی یا دشت اس قدر

یہان ہے کہ اُسکو دیکھلو بوجہ خوف کے گھر یاد آتا ہے۔

آرایش

ہے اس مملکت کی عجب گُل زمین	کہین پھول یان کے سے ہوتے نہین

یعنے پھول یہان نہایت کثرت سے ہوتے ہین۔
یا تحقیر کا فائدہ بخشتا ہے۔

ناسخ

ہو گئی ہی شمع تیرے سامنے خجلت سے آب	شمعدان کو یا ترا کچھ ہے مین فوارہ ہو

آتش

یون مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے	آتش غزل یہ تونے کہی عاشقانہ کیا

متصل ایسے کام کرتے حریص	کام ایسے تمام کرتے حریص

یا تقلیل کا فائدہ بخشتا ہی جیسے۔

انیس

یہ سب غلط سُنا تھا کہ ہی لشکر کثیر	کچھ نوجوان ہین طفل ہین کچھ اور کچھ ہین کبر

ناسخ

آتش عشق وہ ہی جس مین سمندر جلجائے	اک شرر جائے جو پتھر مین تو پتھر جلجائے

اک شرر مین تنکیر تقلیل کا فائدہ دیتی ہے۔

ہ

صاحب سے اگر کچھ بھی ہے لغزش	تو اسکے رفع کی ہرگز نہ کر سکین تدبیر

یعنی ذراسی لغزش ہو۔ نواب یوسف علی خان ناظم کے اس شعر مین بھی تنکیر تقلیل کے لیے ہے۔ ؎

اک مزہ البتہ ملتا ہی سو وہ بھی مشترک	بوسہ کیا شے ہی کہ جسکے دینے مین تکرار ہو

یا تنکیر اسواسطے ہوتی ہی کہ مخاطب ایک بات کو جانتا ہی مگر اُسپر عمل نہین کرتا اُسکو بمنزلہ نادان کے ٹھہرا کر ایسا کہدیتے ہین جیسے مولوی رکن الدین مکمل کے شعر مین ؎

اتنی بھی جفا نکر تو اے بت	ہم بھی ہین کسی خدا کے بندے

محاصب جور رحم نہین کرتا تو اسکو جتاتے ہین کہ تیرے عاشق ہین تو کیا ہوا آخر کسی خدا کے بندے تو ہین پس بندگان خدا پر رحم کرنا چاہیے مگر یہان تنکیر مسند الیہ مین نہین ہے دوسری مثال تنکیر مسند الیہ کی یہ ہے۔

غالب

ریختے کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب	کہتے ہین گلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

یا تنکیر سے تجدید مقصود ہوتی ہے یعنی نیا شخص نئی چیز مُراد ہوتی ہے جیسے۔

مومن

کوئی کہتا ہے جانتا ہے یہ گرمی عب خالص کی	اسی جانسوز شعلے نے دُھوان دلکا اُڑایا تھا
کوئی کہتا ہے ترکیب در غالب خلط بلغم ہے	رطوبت گر نہین تو کیون پسینے مین نہایا تھا

جیسے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے ایک کہنے والا اور ہے اور دوسرا اور ہے۔

کبھی مسند الیہ علم کو نکرہ کر لیتے ہین یعنی ذات معین اُس سے مراد نہین ہوتی مثلاً کہین ایسی لڑائی مین کوئی رستم ہو جب فتح ہو یہان رستم سے مراد بڑا بہادر جری ہے یا ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ ہوتا ہے یہان فرعون و موسیٰ کی علمیت مراد نہین بلکہ فرعون سے مراد سرکش اور موسے سے مراد سرکوب ہے۔

میر

راہِ دُنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر	پر خانہ خراب کر لیا دل

توصیف مسند الیہ

مسند الیہ موصوف بھی ہوتا ہے پس کبھی صفت کی قید اتفاقی ہوتی ہے جیسے اس شعر مین۔

غالب

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہمکو کیا
آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

ت

مین کہا جان بخش عیسیٰ یا ہے گلفام ہے	بولا دونوں سے زیادہ کچھ مری دشنام ہے

بادے اورے ساتھ گلفام کی قید اتفاقی ہے۔

ذوق

زمین پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ و ثمر	جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

تزویر قید اتفاقی ہے۔

دبیر

کیا کیا الٹ گئی تھی شمشیر خوش نہاد	جوہر کمند نوک سنان خود دو برق و باد

خوش نہاد قید اتفاقی ہی۔

ولہ

دنبہ ریاض خلد سے لے آئے جبرئیل	فدیہ ہوا ذبیح کا حیوان بے عدیل

بے عدیل کی قید اتفاقی ہی۔

ولہ

کونین سے افضل ہی شہنشاہ خوش انجام	پڑھتے ہین درود اُنپہ ملائک سحر و شام

خوش انجام قید اتفاقی ہی۔

فیاض

الٰہی بخشدے فیاض کی خطاؤن کو	جمال احمد مختار باوقار دکھا

کبھی۔ وہ صفت کچھ فائدہ دیتی ہی پس اُس سے اتنے فائدے حاصل ہوتے ہین۔

(۱) مسندالیہ کی توضیح کرتی ہی جیسے اس مثال مین۔

ناسخ

پڑے عکس اُسکے لب سرخ کا گر [illegible] مین	ہو خجالت سے وہین بادۂ گلفام سفید

اس مثال مین لب کے لیے سرخ، اور بادے کے لیے گلفام کی قید توضیح کے لیے ہے اور اسکا ہونا ضروری ہی کیونکہ لب سرخ کے رشک سے شراب سرخ کا سفید ہوجانا فرض کیا ہی۔

[illegible]

اڑ گئے ہی رنگ سرخ مرا نظرون سے تھا نہاد	اُس مرغ پر شکستہ کی پرواز دیکھنا

پر شکستہ کی قید مرغ کے لیے اسلیے ضرور ہی کہ اس سے پرواز مین مبالغہ اور تعجب پیدا ہوتا ہی اسلیے کہ باوجود پر شکستہ ہونیکے اُڑنا ایک تعجب خیز بات ہی ۔

غالب

فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہی		متاع بردہ کو سمجھے ہوے ہین قرض رہزن پر

عیش کے ساتھ رفتہ کی اور متاع ۔ ساتھ بردہ کی قید توضیح کے لیے ہی مگر موصوف مسند الیہ نہین ۔

میر حسن

یہ خالق کی سُن قدرت کاملہ		تماشے کو نکلی زن حاملہ

حاملہ کی قید ضروری ہے اس لیے کہ شاہزادے کی سواری کا ایسا لطف ہے کہ زن حاملہ بھی دیکھے بغیر نہ رہ سکی ۔

عصمت

پستان ہین جو نو رس تو بس انگیا کو اُتار دو		تھیلی نہین چڑھتی ثمر خام کے اوپر

ثمر کے ساتھ خام کی قید ضروری ہے کیونکہ پستان نو رس کو ان کے ساتھ تشبیہ دی ہے مگر مسند الیہ نہین ہے ۔

(۲) مدح و ذم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ موصوف پہلے سے متعین ہو اور مخاطب اُسے جانتا ہو اور اگر متعین نہ ہوگا تو صفت تخصیص کے لیے سمجھی جائے گی اور یہ ہمیشہ معارف کے ساتھ آتی ہے ۔

مثال اول

انیس

بولے ملازمون سے یہ عباس باوفا		دریافت تو کرو کہ ارادہ ہے اُن کا کیا

باوفا کی قید مدح کے لیے ہی ۔

منشی

گیا پھر وہ سُہراب فرخ نہاد
طرف اپنے لشکر کے خندان و شاد

مثال دو

انیس

ایک ایک بیل زور تہمتن شکوہ تھا	ابن رکاب سبز قدم سرگروہ تھا

سبز قدم مذمت کے لیے ہے۔

مصحفی

اگرچہ بازی انشاے بے حمیت کو	رہا خموش سمجھ کر مین بازی تقدیر

بے حمیت مذمت کے لیے ہی اور یہان موصوف مسندالیہ نہین ہی۔

منشی

سرنامہ حمد خداے کریم ہے	کہ ہے کردگار و غفور الرحیم

یہان کریم خدا کی صفت ہے اور اُس کی مدح کے لیے ہونے مین کوئی شبہ نہین ہو سکتا۔ کیونکہ خدا مین تعدد کی گنجائش نہین بخلاف کسان مسمّے بہ عباس کے کہ اُن مین تعدد کو گنجایش ہے اور خدا مین تعدد نا پیدا ہی اسی قبیل سے ہے شیطان لعین اور ابلیس گمراہ کہ ان صفات کی مذمت کے لیے ہونے مین کوئی شبہہ نہین کیونکہ ابلیس ایک ہی بس اُسکی صفت کے محض مذمت کے لیے ہونے مین کوئی کلام نہین۔

عین الدین احمد متخلص بہ آحمد

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر	صف آرا ہوا شاہ گردون سریر

مہر منیر صفت مدح کے لیے ہی اور مہر ایک ایسا علم ہی جس مین تعدد کی گنجایش نہین۔

محمد اکبر خان اکبر

دوش ملک پہ دیکھ کے نعش شہید عشق
حورون کو یہ گمان ہے عرش برین نہو

برین صفت مدح کے لیے ہی اسلیے کہ عرش مین تعدد کی گنجایش نہین۔

(۳) تخصیص کل فائدہ دیتی ہی بشرطیکہ مسندالیہ نکرہ ہو اور تخصیص سے مراد یہ ہی کہ مسندالیہ مین جو جو شریک ہوتے ہین اُنکو کم کردیتی ہی جیسے۔

انیس

نکلی جو رن مین تیغ حسینی غلاف سے | اڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

تیغ موصوف اور نکرہ ہی اور یہ ہر قسم کی تیغ پر صادق آتا ہی جب تیغ حسینی کہا تو ان تیغون سے امتیاز ہو گیا جو غیر حسینی ہون۔

سودا

نہ پوچھ مجھ سے کدھر ہی خزان کہان ہی بہار | کہ بلبل قفسی کو ہی گل سے کیا سروکار

(۴) صفت محض ترحم کا فائدہ دیتی ہی جیسے فرہاد غمگین۔

مولوی محمد اسمٰعیل

اور کچھوا غریب آہستہ | چلا سینے کو خاک پر گھستا

انیس

ہے ہے سنان سے جان گئی مہمان کی | میت کدھر کو ہی مرے کڑیل جوان کی

ولہ

سنکر یہ سخن بانوے ناشاد پکاری | مین لٹتی ہون کیسا سفر اور کیسی سواری

میر تقی

ستایا میر بیکس کو کسی نے | کہ اب عرش تک جاتے ہین نالے

میر موصوف ہے اور بیکس صفت اور یہ صفت ترحم کا فائدہ دیتی ہی اور یہ مرکب توصیفی مفعول ہی نہ مسندالیہ۔

(۵) صفت ضمیر مخاطب کی جگہ واقع ہوتی ہی جیسے ذات گرامی مغتنم ہی اور جب نام نامی زبان پر آتا ہے تو میر النطق میرے دہان کے بوسے لیتا ہی۔

ربط کا دعوے تھا جنکو کہتے تھے مخلص ہین ہم | جانتے ہین ذات سامی ہی کو ہم سب خاکسار

یہان ذات سامی مفعول بہ ہی۔

سودا

بے مرضی شریف قضا گر کرے کچھ امر | جاری کسو طرح نہو اسکی زبان تلک

مرضی شریف مجرور ہی۔
(۶) صفت محض تاکید کے لیے آتی ہو اور یہ اُسوقت مین ہی کہ موصوف مین صفت کے معنی ضمناً موجود ہون جیسے شہد شیرین۔

لمؤلفہ

فرہاد کو کیا چاہیے تھا تیشۂ فولاد ہ	مرنے کو تو عاشق کے لیے آہ۔ بس ہے

صفت فولاد تیشے کے ساتھ محض تاکید کے لیے ہی۔

سودا

خلاف اپنے بزرگون کا جو کرے اُسکا	اگر کٹا تو کٹا نرز خنجر فولاد ہ

موصوف وصفت مجرور ہین۔

مثنوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہونگی	اشک ترکی تراوشین ہون گی

اشک ے ساتھ تر کی قید محض تاکید کے لیے ہی۔

اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ	بجا ہے تل شکری کا گمان ہونٹون پر

خال ے ساتھ سیاہ کی قید محض تاکید کے لیے ہی۔
(۷) صفت صرف تفصیل کا فائدہ بخشتی ہی جیسے اکبر کے دربار مین علماے عربی وعجمی موجود تھے۔

داغ

یہ وہ سرکار عالی ہی کہ جس مین فیض پاتے ہین	بدخشانی و تورانی و شیرازی و بلغار ی
یہ وہ درگاہ والا جاہ ہی جسکے سلامی ہین	حجازی اور عراقی رومی ... و تاتاری

بدخشانی وغیرہ صفات کا موصوف محذوف ہے اور اگر موصوف کو محذوف نہ مانا جائے تو ترکیب اضافی ہی اور اس صورت مین یہ مثال اس محل کے مناسب نہین مگر حق یہ ہے کہ موصوف کا محذوف نا ضرور ہے۔ اس کی صاف اور صریح مثال یہ ہے۔

رحید

ہنہنا ے فرس ابلق دشتی دیکھا	... کوئین ہوے گرمیت

(۸) صفت محض استہزا کے لیے ہوتی ہی جیسے۔

ذوق

راتون کو نہ ہو حق کرای شیخ مناجاتی
سوتے ہوئے چونکینگے رندان خراباتی

مناجاتی کی تقئید محض تمسخر کے لیے ہی۔

غالب

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ
مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

یعنے اسد تم غمخوار جان دردمند کا آنا مبارک ہو جیو کیونکہ اس سے تمکو جراحت بطور تحفے کے اور الماس بطور ارمغان کے اور داغ جگر بطور ہدیے کے ملے گا یا تحفے مین جراحت اور ارمغان مین الماس اور ہدیہ مین داغ جگر ای اسد تمکو مبارک ہو جیو اسلیے کہ تمھاری جان دردمند کا غمخوار آیا ہی اُس سے تمھین یہ چیزین حاصل ہونگی پس غمخوار جان دردمند صفت بطور استہزا کے واقع ہی اور موصوف محذوف تمہارا اور وہ معشوق کی ذات ہی۔

سودا

اک قصہ مین سنا تھا مردم سے یہ قضارا
بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

پیارا کی قید محض تمسخر کے لیے ہی اسوجہ سے کہ آگے چلکر بہت سخت اور مضحکہ انگیز ہجو ہی۔

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید
اور نوکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

رشید کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی۔

ناسخ

دیکھیو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف
کیا کلس ہسواک کا ہی گنبد دستار پر

معمم کی تقئید محض استہزا کے لیے ہی اور شیخ معمم مسندالیہ نہین۔

حالی

طالع مشفق کے پیغام عتاب آنے لگے
تیرہ بختی کے نظر یارون کو خواب آنے لگے

طالع کی صفت مشفق کے محض استہزا کے لیے ہی۔
کبھی صفت و موصوف مین اجنبی کا فصل ہوتا ہی جیسے۔

صورت وہ جو دیکھی پیاری پیاری ہوس	دل مین لگا تیر عشق کاری

یعنے وہ پیاری پیاری صورت۔

مسندالیہ کی تاکید

مسندالیہ مؤکد ہوتا ہے اور تاکید اُسکی **یا** تو اسلیے ہوتی ہے کہ سامع کو یہ گمان پیدا نہو کہ متکلم نے مجازاً مسندالیہ کا نام لے دیا ہی جیسے آب حیات مین میر درد کے حالات مین لکھا ہی شاہ عالم بادشاہ نے خود اُنکے ہان آنا چاہا اور اُنھون نے قبول نہ کیا "خود کے لفظ سے یہ معلوم ہوگیا کہ شاہ عالم کی طرف آنیکی نسبت مجازاً نہین ہی پس اس لفظ نے یہ توہم اُٹھا دیا کہ آنیکی نسبت شاہ عالم کی طرف مجازاً ہی اُنکے کسی آدمی نے آنا چاہا ہوگا۔

مرزا جعفر اوج

پردہ اُٹھ جائے گا جب روے تجلی سے کلیم	آپ خود مُنھ سے کہینگے ابھی دیکھا کیا ہے

مصحفی

مین آپ فاقہ کش اتنا مجھے کہان مقدور	کہ فکر اور کرون کچھ بغیر آش شعیر

سودا

کیا جب آپ تم نے یہ انصاف	مین بھی کرتا ہون عرض رکھیے معاف

یا یہ منظور ہوتا ہے کہ سامع کو یہ توہم پیدا نہو کہ کہنے والے نے سہواً مسندالیہ کا ذکر کیا ہے جیسے۔

انیس

ولی ولی کی صدا تھی جہان جہان پہونچا	علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

دوبارہ جو علی کا نام لیا تو اس سے یہ بات بخوبی یقین کو پہونچگئی کہ نظر آنے کی نسبت علی کی طرف سہواً نہین ہوئی ہی بلکہ ضرور علی نظر آتے تھے اور دوسرا ولی بھی پہلے ولی کی تاکید کرتا ہی اور اس قسم کی تاکید دفع توہم مجاز کے لیے بھی ہوسکتی ہی کیونکہ توہم مجاز تاکید لفظی و معنوی دونون سے دفع ہوسکتا ہے مگر توہم سہو صرف تاکید لفظی سے دفع ہوتا ہی۔

انشا

ضعف پیری مجھے دیا کن نے	اے جوان تونے اے جوان تونے

مہربانی یہ کن نے فرمائی	مہربان تو نے مہربان تو نے

قلندر

کیون توڑتے ہو آئینہ دل کو بیانا ہ	یان دوسرا کمان ہی پیارے تمھین ہو تم

ولہ

ہم نہین تم ہو تم نہین ہم ہین	اور کوئی نہین ہمین ہم ہین

ولہ

گر جفا مانتی اس بات سے بیغم ہین ہم	تو ہمین کوئی بوالہوس مت بوجھ آخر ہم ہین ہم

یا یہ مدعا ہوتاہے کہ مسندالیہ کا مفہوم اچھی طرح متحقق اور ثابت ہو جائے غیر کے شبہہ کی گنجائش نہ رہے مثلاً اسی مثال مین مصرع

علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

یا تاکید اسلیے ہوتی ہو کہ سامع یہ نہ سمجھ جائے کہ مسندالیہ اپنے تمام افراد کو شامل نہین ہی جیسے ان اشعار مین گلزار نسیم کے۔ ع

شہزادے نے اک مکان بتایا	اک اک اُٹھا اِدھر کو آیا
سب اُٹھ گئے پردہ چاردن باغی	بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی

سب کا لفظ تاکید کے واسطے ہی یعنی سوا اُن چاردن کے سب اُٹھ گئے کوئی نہ بیٹھا رہا۔

ولہ

گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب	نیہان تھا جو کچھ عیان کیا سب

آزاد

دفعۃً چاندنی دو بار یہ چھائی یکسر	ہو گئے سب در و دیوار طلائی یکسر

منشی

دلیر و قوی پنجہ سہراب نام	زبردن اُس سے ہین پہلوان سب تمام

سب کا لفظ کہنے سے قبل یہ احتمال باقی تھا کہ بعض پہلوان زبون ہون جب سب کا لفظ کہا تو یہ بات جاتی رہی پھر زبون ہونے مین تفرقہ کا احتمال باقی رہا جب تمام کہا تو اس تاویل کو بھی گنجائش باقی نہ رہی کیونکہ لفظ تمام اس بات دلالت کرتاہے کہ سب پہلوان بالاجماع زبون تھے۔

عطف بیان

کبھی مسندالیہ کے بعد عطف بیان لاتے ہین تاکہ اُسکی وضاحت ہوجائے اور کوئی احتمال باقی نہ رہے اور جواسم اسکی توضیح کرتا ہے وہ کبھی معرفہ ہوتا ہے کبھی نکرہ مگراُس سے کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور رکھتا ہے اور یہ اختصاص حقیقی نہین ہوتا بلکہ نسبی ہوتا ہے۔ اور عطف بیان صفت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے یعنے جیساکہ صفت موصوف کو واضح کرتی ہے اسی طرح عطف بیان مبین کی توضیح کرتا ہے لیکن صفت یا تعریف کے لیے ہوتی ہے یا تخصیص کے لیے اور عطف بیان محض تفسیر وبیان کے لیے ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ ایک اسم کوذکر کرتے ہین اور چونکہ وہ اسم مشہور نہین ہوتا اُس کوظاہر کرنے اور روشن کرنے کے لیے ایک دوسرا اسم ذکر کرتے ہین جس سے پہلا اسم واضح ہوجاتا ہے اور عطف بیان کے لیے یہ ضرور نہین کہ اسم مسندالیہ سے زیادہ واضح ہوکیونکہ غرض ایضاح ہے اور جائز ہے کہ دونون کے مجموعے سے یہ بات حاصل ہوجائے اور عطف بیان علم یا کنیت یا لقب یا تخلص ہین حاصل ہوتا ہے مثلاً سودا کا تخلص زیادہ شہرت رکھتا ہے اور اُسکے نام کو جو مرزا رفیع ہے اتنی شہرت حاصل نہین اگر مرزا رفیع کہین تو معلوم نہ ہوگا کہ کون شخص ہے اور جبکہ علم کے بعد سودا ذکر کردین اور کہین مرزا رفیع سودا نے یہ قصیدہ لکھا ہے تو معلوم ہوجائے گا کہ وہی شاعر مشہور مراد ہے یا کہین "حضرت نعمان ابوحنیفہ نے فرمایا ہے" اور یہ اُس حالت مین ہے کہ کنیت علم سے زیادہ مشہور ہو اور اگر علم زیادہ مشہور ہو تو کہین گے "ابوحفص عمر دوسرے خلیفہ ہین" اسی طرح "جلال الدین اکبر بہت بے تعصب بادشاہ تھا" اور یہ اُس وقت ہے کہ لقب علم سے زیادہ مشہور ہو۔

منشی

گمان ہے مجھے یہ مرا ہے پدر	جہان پہلوان رستم نامور

یہ قول سہراب کا ہی پس مرا ہی پدر مبین ہی اور جہان پہلوان رستم نامور عطف بیان ہی۔

معرفہ

انکے پوتے بھی فضل خالق سے	بڑے لائق محمد اکمل خان

پوتے مبین ہے اور محمد اکمل خان عطف بیان۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ	جو ہے وارث تخت وتاج وکلاہ		

واجد علی شاہ

اک زن فاحشہ تھی گتا نام	راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام

اک زن فاحشہ مبین ہر اور گتا نام عطف بیان ہی۔

ولہ

یعنے گائن ہے ایک گنا نام	خوبصورت ہے اور ہے گلفام

یہی حال بعض اعلام مرکبہ کے جزو ثانی کا ہے جیسے نعش سید علی شاہ قاسم کل جائین۔
کبھی عطف بیان ایسے اسم کے ساتھ ہوتا ہے جو مبین یعنے مسند الیہ کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتا مثال۔

مہابھارت منظوم مصنفہ شلیان

تخلص ہے مشہور عالم اسیر	نہین اُن کا ہندوستان مین نظیر

تخلص مبین ہے اور اسیر عطف بیان ہے اور اسیر تخلص کا ایضاح کرتا ہے اور اسکا اسم مختص نہین اسلیے کہ تخلص اسیر پر بھی صادق آتا ہی اور غیر اسیر پر بھی چنانچہ بہت سے شاعرون کا تخلص ہی مگر اسیر نہین اسی طرح اسیر تخلص پر بھی صادق آتا ہی اور دوسری چیز پر بھی چنانچہ قیدی پر اسیر کا لفظ صادق آتا ہی اور تخلص یہان صادق نہین آتا پس دونون مین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہی مگر دونون کے جمع ہونے سے بیان حاصل ہوتا ہی۔

گلزار نسیم

سب اُٹھ گئے پردہ چارون باغی	بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی

چارون باغی مبین ہی اور داغی عطف بیان ہی اور داغی باغیون کا اسم مختص نہین البتہ اُن کا ایضاح کرتا ہی داغی اُن چارون باغیون پر بھی صادق آتا ہی اور اُنکے سوا دوسرون پر بھی اسی طرح ان داغیون پر بھی باغی ہونا صادق آتا ہی اور اُنکے سوا دوسرون پر بھی۔

ولہ

حمالہ نام دیو نی ایک	چھوٹی بہن اُس کی تھی بڑی نیک

حمالہ مبین ہی اور دیوانی عطف بیان ہی اور دیونی حمالہ کا اسم مختص نہین اسلیے کہ حمالہ دیونی کا بھی نام ہو سکتا ہی اور غیر دیونی کا بھی اسی طرح دیونی حمالہ بھی ہو سکتی ہی اور غیر حمالہ بھی۔

ولہ

فرّخ کہنے تک آدمی تھی	پھر وہ ہی بکاؤلی پری تھی

بکاؤلی مبین ہے اور پری عطف بیان غیر مختص ہی۔

غالب

لب خشک در تشنگی مردگان کا	زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

دل آزردگان عطف بیان ہی اُن لوگونکا جو تشنگی مین مر گئے ہین یعنی مین لب خشک ہون اسلیے کہ اُن لوگون کا جو تشنگی مین مر گئے ہین اور دل آزردہ ہین زیارت کدہ ہون۔

کبھی عطف بیان غیر ایضاح کے لیے بھی ہوتا ہی مثلاً داغ

محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

شہ فرخندہ شیم عطف بیان ہی میر محبوب علی خان کا اور مدح کے لیے آیا ہی نہ ایضاح کے لیے۔

میر

یہ قدر تھی تری مرے مولا ہوا تو جب	رونق فزاے کعبہ محمدؐ کا جانشین

یہان عطف بیان یعنے محمد کا جانشین مدح کے لیے ہی نہ ایضاح کے لیے۔

مبدل منہ و بدل

کبھی مسند الیہ مبدل منہ ہوتا ہی اُسکے واسطے بدل لاتے ہین جس سے اُسکا مفہوم بہت اچھی طرح سامع کے ذہن نشین ہو جاتا ہی اور پھر غیر کے گمان کی گنجائش باقی نہین رہتی جیسے اس مثال مین۔

نسیم

دیکھا تو وزیر زادہ بہرام	بوتے مین تھا شکل [illegible] حسام

وزیر زادہ مبدل منہ ہی اور بہرام بدل ہی پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہی وہی بدل سے بھی مفہوم ہوتا ہی کیونکہ بہرام کی ذات عین ذات وزیر زادہ کی ہی اگرچہ تعبیر مین فرق ہی مگر مفہو[illegible]

پس اس تکرار نے سامع کے ذہن مین مدلول کو ثابت و متحقق کر دیا۔ اسی قبیل سے ہے۔

ولہ

حسن آرا اُس پری کی مادر
قدرون برگ ے کہا ادب سے

باپ اُس کا بادشہ مظفر
حرمت رہی آپ کے سبب سے

ولہ

فردوس کا بادشہ مظفر
سردار کروڑ دیوؤن کا ہے

روح افزا جس کی ہون مین دختر
سلطان ارم اچھا ہے

مثنی

گمان ہے مجھے یہ مرا ہے پدر
جہان پہلوان رستم نامور

جہان پہلوان مبدل منہ ہے اور رستم نامور بدل۔

دار

صاحب طبل و علم مالک شمشیر و قلم
میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

لفظ میر مبدل منہ ہے اور محبوب علی خان بدل ہے۔

تسلیم سہسوانی

بیڑی اور طوق اُس کا گہنا ہے
میان مجنون نے اسکو پہنا ہے

منیر

رکھتے ہین اور صنعتون مین بھی
قاری آغا علے نمو داری

[illegible]ن

جرعۂ مے کے لیے یہ اضطراب
میر ممنون پارسائی ہوچکی

یاد رکھو کہ فائدہ بدل کل کا مبدل منہ کی توضیح اور اسناد مین مبالغہ اور سامع کے نشاط کو تازہ کرنا ہے اسلیے کہ اول جب کوئی عبارت اجمال کے ساتھ کہی جاتی ہے تو سامع کا ذہن آئندہ کا مشتاق ہوجاتا ہے اور اُسکے ذکر سے لذت حاصل ہوجاتی ہے مثلاً مثال اول مین جب وزیرزادہ کہا تو طبیعت مشتاق اُسکے ذکر کی ہوئی کہ وہ کون ہے بعد اسکے بہرام نام اُس کا لیا گیا تو ایک قسم کا حظ حاصل ہوا اور بخوبی وضاحت ہوگئی اور تکرار اسناد سے مبالغہ اسناد مین حاصل ہوجاتا ہے۔

کبھی مدح کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ اس قول میں۔

سودا

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر	ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

ظفر

مرشد پاک روان فخر الدین	قبلہ و کعبۂ جان فخر الدین ہے

غالب

شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے	راز ہستی اُسپہ سر تا سر کھلا

داغ

امیر المسلمین، کلب علی خان خسرو دوران	وہ فیاض زمان جس سے ہے چشمہ فیض کا جاری

نعیم

ای ابر تو تو کیا ہے جو ہو سے مقابل	رو لے کو میرے حضرت یعقوب جاتے ہیں

یہ قسم بدل کل کہلاتی ہی اسلیے کہ بدل تمام اُس چیز پر دلالت کرتا ہی جس پر مبدل منہ دلالت کرتا ہے پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہے وہ تمام بدل سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ بدل کی ذات عین مبدل منہ کی ذات ہوتی ہی اگرچہ دونون کے مفہوم مختلف ہوتے ہین۔

اسکی تین قسمین اور بھی ہین (۱) بدل بعض (۲) بدل اشتمال (۳) بدل غلط۔ بدل بعض اور بدل اشتمال اردو مین مستعمل نہین البتہ بدل غلط پایا جاتا ہے اسکی دو قسمین ہین ایک یہ ہی کہ سبقت لسانی اور بھول چوک کی وجہ سے زبان سے ایک غلط لفظ نکل جاتا ہی پھر اُس کا تدارک دوسرا صحیح لفظ لاکر کرتے ہین یہ قسم عوام کے روزمرہ مین ہوتی ہے فصحا اور بلغا کے تلفظ مین نہین کیونکہ ایسا بدل غلطی کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور فصحا و بلغا سمجھ کر کلام کرتے ہین اسلیے ایسی غلطی کرنے سے محفوظ رہتے ہین پس اس سے اجتناب واجب ہے اسلیے کہ نہایت مکروہ ہی دوسری قسم یہ ہے کہ فصحا و بلغا پہلے ایک معنے بیان کرتے ہین پھر اُس سے انحراف کرکے دوسرے معنی کا قصد کرتے ہین اس سے بظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اول غلطی کی تھی دوبارہ اُس کا تدارک کیا اور درحقیقت اس طرح بیان کرنے سے غرض ترقی ادنی سے اعلی کی طرف ہوتی ہی یہ قسم بلغا کے کلام مین بہت واقع ہوتی ہی شعرا بھی مبالغے اور تفنن کے طور پر اسکو کثرت سے استعمال کرتے ہین جیسے غلام امام شہید کی اس عبارت مین "محراب کا خم ابرو نے اشارہ کر رہا ہے کہ اندر

جا کر ذرا بہار کا عالم دیکھیے نہین غلطی ہوئی مجھسے بلکہ محراب کا اشارہ یہ ہی کہ پہلے حواس کو یہان طاق پر رکھ جائیے تب آگے قدم بڑھائیے۔

یار محمد خان شوکت

جہاز زنگ دا کوان وہ عفریت تھا	غلط بلکہ جرأت مین اُن سے سوا

ولہ

صدا کوس کی تا بچرخ اثیر	غلط بلکہ تا گوش کیوان دبیر

آزاد

جہاز عمر روان پر سوار بیٹھے ہین	سوار خاک ہین بے اختیار بیٹھے ہین

شیخ رضی کہتا ہی کہ بدل کل اور عطف بیان مین مجھے کوئی فرق نہین معلوم ہوتا عطف بیان بھی میرے نزدیک بدل کل ہی اور تمام نحاۃ اس طرح فرق کرتے ہین کہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے بغیر اپنے متبوع کے بخلاف عطف بیان کے اسلیے کہ عطف بیان اپنے متبوع کا بیان ہوتا ہی اور ظاہر ہے کہ بیان مبین کی فرع ہے پس عطف بیان مین مقصود اول ہے نہ دوسرا شیخ رضی کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ بدل مین صرف دوسرا مقصود ہوتا ہے اور سند یہ ہے کہ مبدل منہ منسوب الیہ ظاہر مین ہے اور اُسکے ذکر مین فائدہ ضرور ہے جو بدون ذکر کے حاصل نہین ہو سکتا تھا چنانچہ فصحا کے کلام مین لغو سے بچنے کے لیے مذکور ہوتا ہے سید شریف نے اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ نحاۃ نے جو کہا ہے کہ مبدل منہ مقصود نہین ہوتا تو مراد اس سے یہ ہے کہ مقصود اصلی نہین ہوتا نہ یہ کہ اصلا مقصود نہین ہوتا دریاے لطافت مین انشاء اللہ خان نے دونون مین اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ عطف بیان مین قید علمیت کی واجب ہے جیسے ہندوستان کے بادشاہ اڈورڈ ہفتم ہین اور بدل مین ایسا نہین ہوتا اسلیے کہ تیرا بھائی زید آیا اور زید بھائی تیرا آیا دونون برابر ہین پہلی عبارت مین تیرا بھائی مبدل منہ ہے اور زید بدل ہے اور دوسری عبارت مین زید مبدل منہ اور بھائی تیرا بدل ہے لیکن اس قدر تفاوت سے طالب کی تشفی نہین ہو سکتی اس لیے کہ اس عبارت مین کہ مین رستم کی ناک مروڑنے والا حسن بیگ ہون اگر حسن بیگ کو کہ عطف بیان ہی بدل کہا جائے تو بھی جائز ہے۔

عطف

کبھی مسند الیہ پر عطف ہوتا ہے یعنی ایک امر مین مسند الیہ کے ساتھ کسی دوسری چیز کو شریک کرتے ہین پہلے لفظ کو معطوف علیہ اور دوسرے کو معطوف کہتے ہین اور دونون کے درمیان ان حروف مین سے جو عطف کا فائدہ دیتے ہین ایک حرف واقع ہوتا ہے اسی لیے اُسکو عطف بحروف بھی کہتے ہین اور جب مطلق عطف کا لفظ بولتے ہین تو یہی عطف مراد ہوتا ہی اسی لیے عطف بیان کے ساتھ بیان کی قید لگائی گئی ہے۔ زبان اُردو مین کبھی حرف عطف کو بوجہ ضرورت وزن کے نہین لاتے بلکہ اب اسی کو مزہ دار سمجھتے ہین اور سب سے آخر کے معطوف پر حرف عطف لے آتے ہین اور یہ نثر مین ہر طرز مین لکھا ہی کہ مفردات کے عطف کے لیے یہ شرط ہے کہ بعض کی تقدیم مین بعض پر ملائمت اور مناسبت کی رعایت ہو اور یہ کئی طرح کا فائدہ دیتا ہے۔

یا تفصیل مسند الیہ کی اور اختصار مسند کا منظور ہوتا ہے جیسے زید و عمر و بکر آئے مسند الیہ تین ہین اور مسند ایک ہے۔

داغ

وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد رہتے ہین
فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری

نسیم

حمو[illegible] بزم مینا ہو جمع
مینا و کباب و [illegible] و شمع

باقی

کاٹے کھاتے ہین غم ہجر صنم مین باقی
شمع سیارے ستارے شب دیجور چرغ

انیس

اقبال و تندرستی و آسایش و قرار
امن و امان و صبر و توانائی و وقار
علم و سکون و راحت و آرام و اختیار
رعب و ثبات و سرکشی و قدر و اقتدار
آثار قہر حق انھین معلوم ہو گئے
سب تیغ کے چمکتے ہی معدوم ہو گئے

سودا

سب جن و انس و دیو و پری اور وحش و طیر
حاضر نہون رکاب سعادت مین کیا مجال

جب معطوف علیہ اور معطوف مین اختلاف تذکیر و تانیث کا ہوتا ہی یعنے جب ایک مونث ہو اور ایک مذکر اس صورت مین اکثر مسند کو جمع لاتے ہین جیسے زید و زینب آ گئے تھے۔
یا مسند الیہ کے عطف سے ۔ پیدا ہوتا ہے جیسے۔

[illegible]ت

یون ریختہ [illegible] کو شاعر تو ہزارون ہین
بدنامی کو ای حسرت اک میر ہی اور ہم ہین

یعنے اور کوئی تیسرا بدنام نہین۔

مومن

عشق کے دیکھے ہین ہمنے عالم
عشق جانے ہمین اور عشق کو ہم

سودا

گر کیجئے انصاف تو کین زور وفا ئین
خط آتے ہی سب ٹھ گئے اب آپ ہین یا مین

انیس

زہرا ہین نہ حیدر نہ پیمبر نہ حسن ہین
اب ُنکی جگہ آپ ہین یا شاہ زمن ہین

بشارت اللہ بیتاب

جہان مین جس کا نہین اعتبار دم بھر
ہماری توبہ ہی وہ یا کسی کا پیمان ہی

[illegible]لی

کہیے دُنیا کا ج[illegible] باغ جنان
وہ فرانس ہی آج یا ہے انگلستان

یا معطوف علیہ و معطوف مین التزام ہوتا ہی جیسے۔

میر شمس الدین ثنا

چمن مین خندۂ گل ہی مے و مینا ہی اور تو ہی
فغان ہی نالہ و فریاد ہی زاری ہی اور مین ہون

یعنے [illegible] وہ لاز[illegible] [illegible] یہ لازم [illegible]

زینت

شب مہتاب مین تا صبح زینت
خیال ماہرو ہے اور ہم ہین

ذوقی

ملنے سے تصور مین کچھ کم نہ مزہ دیکھا
گر وہ نہ ہوا انکی تصویر ہی اور مین ہون

شہ پرشاد شاد

تیغ ہے اور سینۂ حساد — تیغ ہے اور فتح و نصرت

غالب

تو اور آرائش خم کاکل — مین اور اندیشہاے دور و دراز
لاف تمکین فریب سادہ دلی — ہم ہین اور رازہاے سینہ گداز

ولہ

تو اور سوے غیر نظرہاے تیز تیز — مین اور دکھ تری مژہ ہاے دراز کا

ولہ

تم ہو اور غیر ہین اب اور ہی گلگشت چمن — ہم ہین ور آبلہ اور خار بیابان کی خلش

سودا

ہے جو کچھ جس کنے ہے اُسکی عطا — آصف الدولہ اور جہان ہووے
دیکھ کر خلق جس کو بولے سے ہے — تو ہو اور عمر جاودان ہووے

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے — مین ہون اور تیرے در کی دربانی

لمؤلفہ

پوچھتے کیا ہو تم اوقات گذاری میری — دن ہی اور نالہ ہی اور رات ہی اور زاری ہی

یا تخویف کے واسطے ہوتا ہی۔ جیسے

منشی

اگر جنگ کی دل مین ہی کچھ ہوس — تو سر تیرا اور تیغ بُرّان ہے بس

اس موقع پر عطف حصر کا فائدہ دیتا ہی یعنی سوا اسکے کچھ نہین صرف تیغ بران ہی اور تیرا سر ہے اس حصر سے جو عطف سے پیدا ہوا تخویف پیدا ہوتی ہے

ولہ

ترے شیدانے مجھ سے چاہی نبرد — نہین مین ہون نامرد گروہ ہی مرد
سر وہ ہی اور مین ہون اور تیغ تیز — کرون ساتھ اُسکے مین تنہا ستیز

ذوقی شاہ ذوقی

لکھ ہاتھ وہ قبضے پر برہم ہو لگا کہنے | اب تو ہی ترا سر ہی شیشہ ہی اور مین ہون

یا مسند الیہ کے عطف سے فائدہ تعجب اور استبعاد کا ... اہی جیسے۔

غالب

مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن | گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یعنی بڑے تعجب کی بات ہی کہ مین بزم مے سے تشنہ کام آیا۔

مومن

مومن تم اور عشق بتان ای پیر و مرشد خیر ہی | یہ ذکر اور منھ آپکا صاحب خدا کا نام لو

یعنی مومن تمھاری ذات سے عشق بتان نہایت بعید ہے اور تمھارے منھ سے یہ ذکر بڑے تعجب کی بات ہی۔

ولہ

در بتخانہ و عشق بتان اور آپ ہی مومن | یہ حضرت آگئی یکبار کیا طبع مقدس مین

ضیاء الدین آزاد

دعوی آب و تاب اور اُس رشک مہر سے | منھ کو بھی آئینے سے دکھایا نہ جائیگا

انشا

ناداں کہاں طرب کا سرانجام اور عشق | کچھ بھی تجھے شعور ہے آرام اور عشق

پوچھا کسی نے قیس سے تو ہے محمدی | بولا وہ بھر کے آہ کہ اسلام اور عشق

حسرت

زنار اور بت ہے میرے دلخواہ | مین اور تسبیح استغفر اللہ

داغ

... روز حشر | مین اور گفتگو ستم بیحساب کی

قاسم علیخان تمام

واہ کس ناز سے کہتا ہے وفا اور معشوق | کیا ہون ارے قاسم تیری قسمت سے مین

قا[illegible]

اور تجھ سے طلب بوسے کی یہ تاکید	اے وہ نادان پر اتنا تو بدآموز نہین

یا مسندالیہ کے عطف سے مساوات و برابری مقصود ہوتی ہے جیسے ۔

حالی

لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول	سو تکلف اور اُسکی سیدھی بات

یعنے لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹول برابر ہین الخ ۔

یا مسندالیہ کے عطف سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مخاطب جو حکم مین خطا کرتا ہے اُسکو صواب کی طرف پھیرے ۔

مومن

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین	لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

مخاطب کو اعتقاد تھا کہ متکلم قابل ترک ہے نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو ہے نہ رنجش بیجا یا اُسکا یہ اعتقاد تھا کہ دونون قابل ترک ہین اور دونون بھول جانے کے لائق ہین اسلیے متکلم نے اُسکے اس اعتقاد کے بدلنے کے لیے سمجھایا کہ ترک کے قابل خوے ستم آرا ہے نہ مین اور سہو کے قابل رنجش بیجا ہے نہ مین ۔

ولہ

لائق جور و جفا ہے وہ نہ مین	مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین

یا متکلم کو شک ہونیکی وجہ سے عطف کیا جاتا ہے یا متکلم کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مخاطب شک مین پڑجائے اگرچہ وہ خود شک مین نہین ہوتا ہے ۔

میرحسن

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن	جوانی کی راتین مرادون کے دن

مومن

نکتہ سنجون سے جی مین ہی پوچھون	کہ مین شہری ہون یا بیابانی

بیباک

عیش و عشرت مین گذرتی ہے عجب راحت مین ہون
محفل جانان مین ہون یا جیتے جی جنت مین ہون

امیر

دمبدم ٹرک ٹرک کے یہی منھ سے نکل پڑتی زبان | وصف اسکا یہ کچکے قوارے یا کنے کوہین

یا ابہام مطلوب ہوتا ہے جیسے۔

انیس

اصغر ہو یا کہ تم ہو مجھے سب پاس ہے | رخصت گلا کٹانے کی لو مان تو پاس ہے

حالی

تربیت یافتہ ہین جو یہان کے | خواہ بی اے ہون اس مین یا ام اے

ولہ

قوم کی خاطر اُن کے ہین سب کام | خواہ اس مین سفر ہو خواہ مقام

السجاد

ایک دل رکھتے ہین جو چاہے سو لیجائے آپ | خواہ خط اور خواہ ابرو خواہ مژگان خواہ زلف

حالی

ہو کسی شے سے اُنکی گرمی بزم | داستان ہو وہ یا کہ نالہ ٔصور
ہے فقط روشنی سے اُنکو کام | موم ہو اصل شمع یا کافور

غالب

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

یعنے خواہ کوئی مسجد ہو یا مدرسہ ہو یا کوئی خانقاہ ہو اُن مین سے اب جس مقام مین شراب ملجائے پی لین۔

یا تخئیر و اباحت مقصود ہوتی ہے تخئیر مین مخاطب کو مختار کر دیا جاتا ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے اور اباحت مین معطوف علیہ و معطوف کا جمع کرنا جائز ہے تخئیر مین دونون جمع نہین ہو سکتے اور یہ دونون مقام انشا مین ہوتے ہین نہ خبر مین اسلیے کہ انشا مین ابتدا ئر کلام ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے پس اُس مین شک کا احتمال نہین ہو سکتا کیونکہ شک کا محل خبر ہے نہ انشا لیکن تخئیر یا اباحت کی تعیین مدلول لفظ سے نہین ہوتی بلکہ قرینۂ خارجہ سے ہوتی ہے۔

مثال اول

امیر

زاہد التسبیح مین زنار کا ڈورا نڈال | یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمانکی طرف

سودا

کتنے سخن واقعی مین عرض کیے ہین | خواہ انکو گہر سمجھے تو اب خواہ انھین سنگ

کپتان الگزینڈر لی آزاد شاگرد عارف

جان تم اپنی بچاؤگے کہانتک آزاد | یا مرد عشق مین یا عشق کا دعوی چھوڑدو

مثال دوم

شاہ مبارک آبرو

خداوندا اُٹھاوے درمیان سے ہجرے پردے | ہمارے دام مین صیاد کو لایا ہمین پردے

عباس علیخان بیتاب

یا بند ناصحون کی زبان کردے ایخدا | یا مجھکو دے یہ صبر کہ میٹھا سنا کرون

یا عطف سے یہ غرض ہوتی ہی کہ ایک محکوم علیہ سے حکم پھیر کر دوسرے کے واسطے ثابت کیا جائے جیسے زید آیا بلکہ عمرو یا زید نہ آیا بلکہ عمر کیونکہ بلکہ اضراب کا فائدہ دیتا ہے یعنی معطوف علیہ سے اعراض کرکے حکم تابع یعنی معطوف کے لیے ثابت کیا جاتا ہی اور معطوف علیہ سے اعراض کرنیکے یہ معنی ہین کہ معطوف علیہ کو مسکوت عنہ کے حکم مین قرار دے لیا جاتا ہے اور یہ مطلب نہین کہ قطعی طور پر اُس سے حکم کی نفی کی جاتی ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ آنے کا حکم زید سے متعلق نہین اور متکلم کو اُس کے آنے اور نہ آنے کے حال سے کوئی خبر نہین اور زید کا لفظ متکلم کی زبان سے سبقت لسانی کی وجہ سے نکل گیا ہے اسی وجہ سے اس سے کلمۂ بلکہ کے ساتھ پھر گیا اور آنے کا حکم عمرو سے متعلق ہی جمہور کا مذہب یہی ہے مگر ابن حاجب کا مذہب یہ ہی کہ اُس سے حکم کی قطعاً نفی کی جاتی ہے پس مثبت ہونے کی صورت مین تو حکم کے پھیرنے کے معنے دونون کے نزدیک ظاہر ہین اسلیے کہ معطوف علیہ جمہور کے

نزدیک تو مسکوت عنہ کے حکم مین ہوگا اور ابن حاجب کے نزدیک اُس سے حکم کی قطعی طور پر
نفی ہوگی لیکن منفی ہونے کی حالت مین حکم کے پھیرنے کے یہ معنے مبرد اور ابن حاجب کے نزدیک
تو بن سکتے ہین اور جمہور کے نزدیک اشکال سے خالی نہین وجہ اسکی یہ ہے کہ مبرد نے کہا ہی کہ منفی
ہونے کی حالت مین حکم کی نفی معطوف سے کرکے معطوف علیہ مسکوت عنہ سمجھا جاتا ہی اور ابن حاجب
کہتا ہے کہ معطوف سے حکم کی نفی کرکے معطوف علیہ کے لیے حکم کا ثبوت قطعًا ہوتا ہی پس زید نہین آیا
بلکہ عمرو اسکے معنے مبرد کے نزدیک تو یہ ہونگے کہ تحقیق عمرو نہین آیا اور زید کا آنا اور نہ آنا احتمال مین ہی
اور ابن حاجب کے نزدیک زید کا آنا قطعًا ثابت ہے اور جمہور کے نزدیک منفی ہونے کی حالت مین
حکم کے پھیرنے کے معنے یہ ہین کہ معطوف علیہ سے حکم کی نفی ہوکر معطوف کے لیے حکم کا ثبوت ہوتا ہی
پس ان کے نزدیک اس قول کے کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو یہ معنے ہوتے ہین کہ تحقیق عمرو آیا ہی
اور اس تقدیر پر نہ آنے کا حکم زید سے عمرو کی طرف نہین پھرتا ہے اسلیے کہ عمرو سے نہ آنا پایا نہین
گیا اس اشکال کا جواب یون ممکن ہے کہ یہان حکم کے پھیرنے سے مراد حکم کا متغیر کرنا ہے اور وہ یہان
موجود ہی اسلیے کہ اس قول مین کہ زید نہین آیا بلکہ عمرو معطوف علیہ کے حکم منفی کو مثبت کی طرف پھیرا
جاتا ہے اور اس قدر کافی ہی۔ کتب فارسیہ مین لکھا ہی کہ کبھی اضراب مین حکم معطوف علیہ اور معطوف
دونون سے متعلق ہوتا ہے اور معطوف مین ترقی کا فائدہ دیتا ہے جیسے۔

میر

بات شکوے کی ہمنے گاہ نہ کی	بلکہ اے جان اور آہ نہ کی

حکم نہ کرنے کا شکوے کی بات اور آہ دونون سے متعلق ہے لیکن آہ نہ کرنے مین ترقی ہی۔

مولوی محمد اسمٰعیل

ریل ہون برق ہون چھلاوا ہون	بلکہ مین ریل کا بھی باوا ہون

ظفر

کیا گریبان ہی بنا اُس ماہ کا شکل ہلال	بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہی اختر سا بنا

ذوق

فیض تعلیم سے جو تیرے ہو منکر انسان
احمق الناس اُسے مانیے بلکہ نسناس

ولہ

مدح اسکی ہے مناسب تجھے بلکہ انسب | یعنی توصیف کے لائق ہے وہ بلکہ الیق

بعض کے نزدیک ایسا بلکہ جسکے بعد مفرد ہو حروف عاطفہ مین سے نہین ہے بلکہ جو کچھ اُس کے مابعد ہے بدل غلط ہے ماقبل سے اور بدل غلط بغیر اسکے فصیح نہین اسلیے کہ بلکہ اس غلط کے تدارک کیلئے موضوع ہے جیسے۔

شوکت

صدا کوس کی تا بہ چرخ اثیر | غلط بلکہ تا گوش کیوان و تیر

اور جسکے مابعد جملہ ہو وہ حروف عاطفہ مین سے ہے اسی قبیل سے ہے یہ بھی۔

ظفر

پھیر نیکے منھ نہین ہین شعلہ خو ہم سخت جان | بلکہ تیری تیغ آتش دم کا منھ پھر جائے گا

ولہ

چشمۂ حیوان خجل ہے لب سے اُسکے کیا ظفر | بلکہ دیکھا تو لب کوثر پہ پانی بھر گیا

مسند الیہ کی ضمیر منفصل سے تاخیر

کبھی مسند الیہ کو ضمیر منفصل سے مؤخر کردیتے ہین اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ مسند کو تخصیص مسند الیہ کے ساتھ ہوجائے یعنے جس مسند کی اسناد عقلاً افراد متعددہ کی طرف صحیح ہوتی ہے اگر اُسکی اسناد ایک کی طرف کرکے ضمیر منفصل لائی جائے گی تو یہ مسند خاص اس ایک پر مقصور ہوجائیگا جیسے۔

امیر حسن

سو حمد مین تیری عزّ و جل | تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

یعنے مین سجدے کے لیے تجھکو مخصوص کرلون سوا تیرے کسی کو سجدہ نہ کرون اور یہ مراد نہین کہ تو سجدے کے ساتھ مختص ہے اور اسی ایک چیز پر تو مقصور ہے اسکے سوا کوئی اور تیرا وصف اور حال نہین۔

لمؤلفہ

تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر | تجھی سے کرے عرض مافی الضمیر

تجھے سمجھے دن رات حاجت روا	ہے کے جو کے مدعا

مسندالیہ کی تقدیم

مسندالیہ مقدم ہوا کرتا ہے کیونکہ اسکا ذکر ضروری ہوتا ہے اور اسکی کئی وجہین ہین۔
یا تو اسلیے کہ اسکا پہلے لانا اصل ہے کیونکہ حکم اسی پر کیا جاتا ہے پس ذہن مین اس کا حکم سے پہلے متحقق ہونا ضرور ہے اسلیے اسکو محکوم بہ سے پہلے لاتے ہین اور اس سے عدول کرنیکی کوئی چیز مقتضی بھی نہین ہوتی ہان اگر ایسا ہو تو اسکو مؤخر کر دیتے ہین جیسے زید آیا۔

میرحسن

وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ	حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ

نجم النسا اور فیروز شاہ مسندالیہ ہین اور کیے مسند۔

نواب محبوب علیخان

آصف

مین اگر غم کہون جدائی کا	شور محشر مین ہو دہائی کا
نالہ کیا لب تک آکے رہجاتا	پاس ہے عرش کبریائی کا

پہلے شعر کے مصرع اول مین ضمیر متکلم مسندالیہ ہے اور غم جدائی مفعول بہ اور کہون مسند اور دوسرے مصرع مین دہائی کا شور مسندالیہ ہے اور مچ جائے مسند محذوف ہے اور محشر مین مفعول فیہ ہے جو مچ جانے سے متعلق ہے اور دوسرے شعر کے مصرع اول مین نالہ مسندالیہ ہے اور آکے رہجاتا مسند ہے اور دوسرے مصرع مین مسندالیہ مقدر ہے اور عرش کبریائی کا پاس مسند ہے۔

بیربہر راجہ ہرکشن سنگھ بیدار

آپ بیدار کو کہین کچھ بھی	ہم اُسے پارسا نہین کہتے

یا اسلیے کہ سامع کے دل مین محکوم بہ خوب جم جائے کیونکہ جب مسندالیہ کو پہلے لائینگے تو اسکے دل مین خبر کا شوق پیدا ہو جائیگا جیسے۔

سودا

اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام	رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک دنگل

میر اسخن مسند الیہ ہی اور سبز رہیگا مسند ہے۔

عاشق

ترے فقیر نے وحشت مین کی ہمت عالی | اُڑائین دامن دولت کی دھجیان کیا کیا

یا ذکر اُسکا اہم ہوتا ہی کیونکہ وہ مطلوب ہوتا ہی اسوجہ سے اسکو اول لاتے ہین جیسے۔

سودا

دماغ آشفتہ یان ہوتا ہی غنچے کے چٹکنے سے | چمن مین ہمسے اے بلبل برے ٹک جا کے چہچہ کر

ولہ

علیؓ خلیفہ تھا عثمانؓ بعد یا کوئی اور | جو کوئی اور تھا تو لا کتب سے تو اسناد
علی خلیفۂ چہارم درست ہی کہ نہین | محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادرزاد

ولہ

محتسب سے چلے ہی مست رگڑ کر کندھا | مغبچہ آیا چلا قاضی کے آگے ندھڑک

مغبچہ کو اسلیے اول لائے ہین کہ اُسکا ذکر اہم تھا۔

و

دل یار کی ہر گز نہ سر زلف سے چھوٹا

رند

یار اندھیرے مین نکل آتا ہی چھپکے میرے پاس

انیس

قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچاکے سر | دو اژدھے گتھے تھے نکالے ہوے سپر

یا اُسکے ذکر سے لذت حاصل ہوتی ہی اسلیے اول لاتے ہین۔

میر حسن

کہا سب نے صاحب چلو تو سہی | یہ بیٹا تمھارا وہی ہے وہی

تمھید [illegible] ل مصرع دوم ہی۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ | جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ

یا اظہار تعظیم لیے جیسے۔

انیس

عباسؑ نامدار نے پہلو سے دی صدا ۔ ہان اب نہ جانے دیجیو حسنت مرحبا

سودا

کرسی اُس کی جو کچھ رکھے ہی قدر دُ[illegible] ۔ دیدہ ۂ مختصر مین یہ عرش کا پایہ لمان

گلزار نسیم

شہزادے نے کرکے پاس اُن کا ۔ [illegible] خلعت سا دیا لباس اُن کا

ولہ

نقطے ہون سپند خوش بیانی ۔ جدول ہون حصار سحر خوانی

حسن

وہ نا[illegible] [illegible] سودہ ہوئے بڑھ کے بدر کمال

[illegible]

محمد جب ہوا پیدا جہان مین ۔ سرایت عشق نے کی اُسکی جان مین

سودا

علیؓ ہی دین کے ارکان کی قوت ۔ علیؓ ہے زور بازوے فتوت
علیؓ بر حق نمونہ بے نمون ہے ۔ علیؓ کے آگے دوجگ سرنگون ہے
علیؓ ہے مظہر فیض فتوت ۔ علیؓ کا ا۔ سخا بحر مروت

داغ

مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا ۔ رہتا وگرنہ ایک زمانہ کو داغ داغ

یا۔ اظہار تحقیر کے لیے جیسے۔

ذوق

[illegible] یہ حاسد [illegible] دے سرکش ۔ زیر شمشیر غضب تیرے ہوں جابردن جو تنگ

[illegible]

غیر نے جب سے ہی اُس گل کو پہنائی پوشاک ۔ دل ہی جاے سے وہ باہر کہ جسے کہتے ہیں

شاہ مبارک آبرو

علمن میان خفا ہین فقیرون کے حال پر ۔ آتا ہے اُنکو جوش جمالی کمال پر

سودا

درد کس کس طرح ہلاتے ہین | گر کے آواز غمی و حزین

ولہ

خط نے ترے حسن سب گنوایا | یہ [illegible] قدم کہان سے آیا

تراب

تو ارباب ملامت کی صلاحیت سے لیا واقف | بغل مین جنکے شیشے اور ہاتھون مین پیالے ہین
تو کیا جانے کسے مجذوب کہتے ہین کسے مجنون | کہان اندھے کو سوجھے ہے یہ گورے ہین کہ کالے ہین

یا مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہے بطور نیک فالی کے جیسے۔

میر حسن

کہا رام جی کی ہے تجھپر دیا | چندر مان سا بالک ترے ہوئے گا

چندرمان سا بالک مسند الیہ ہے اسکی تقدیم تفاول کے لیے ہے۔

سودا

نوید زیر فلک یون ہوئی ہے شہرۂ عام | ہلال عید ہوا اور گیا یہ ماہ صیام
نشاط و جشن و طرب خرمی امن و امان | خوشی و خوشدلی و عیش و عشرت ایام
صباح عید یہ حاضر ہین تہنیت کیلئے | اُس آستانہ پہ کہ ہیگا وہ سجدہ گاہ انام

ولہ

محبوب در نسبت و لطافت تھے یکطرف | یک سو تھا میر سید علی مستعد کار

پہلے مصرع مین تینون مسند الیہ ایسے نام ہین جنکے معانی مین مسرت پیدا کرنیکی کیفیت ہے

ذوق

جشن و نشاط و خوشدلی و عشرت و نعم | عیش و خوشی ہین چین سے خوش وقت و بہم
فرخندگی بخت یہ نازان تھے اپنے سب | ہر ایک نغمہ سنج تھا با طوطی [illegible]

ولہ

خوبی و خرمی و راحت و آرام و سرور | تیرے دروازے کی تا حشر نہ چھوڑین چوکھٹ

ولہ

فتح و فیروزی و شادی رہین سب سکے نصیب | طبع اقدس کے ملائمت نہ پھرے پیرامن

ناسخ

ظفر و فتح مبارک ہو تجھے ای ناسخ ۔ کر گیا معرکے سے دشمن غدار گریز

میر منیر

فصل گل آئی ہوا رشک جنت بوستان ۔ بڑھ کے رضوان سے ہوا ان روزون مالی چمان
فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس ۔ برین ہے مردم گیا کے جامۂ آب روان

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے ۔ اہل دربار جو حاضر ہین یہان کے کم

رند

سر دل سے ہاتف کے فوراً صدا دی ۔ خوش اقبال و مسعود پیدا ہوا آج

نظام رامپوری

یہ شادی یہ شادی کا سامان مبارک ۔ تجھے ذو الفقار علی خان مبارک

یا برائی مین تعجیل مقصود ہوتی ہی پس بطور بدفالی کے مسندالیہ کو پہلے ذکر کرتے ہین مثال۔

سودا

کشتن خلق اُس کا سدا کام ہے ۔ مرگ و قضا مفت مین بدنام ہے

مرگ و قضا کو کہ مسندالیہ ہین اسلیے پہلے بیان کیا کہ برائی مین تعجیل مقصود تھی۔

مردہ شو مولود یو تابوت گر ۔ ولہ پھیرتے ہین آن کے روز اُس کا در

یا اسکی تقدیم تخصیص کا فائدہ بخشتی ہے جیسے۔

انیس

مین ہون سردار شباب چمن خلد برین ۔ مین ہون انگشتری پیغمبر خاتم کا نگین

داغ

نواب نے کی جو قدردانی میری ۔ اے داغ گذر گئی جوانی میری
لیکن یہ خبر نہ تھی کہ وقت پیری
مر مر کے کٹے گی زندگانی میری

مقصود یہ تمثیل لفظ نواب ہے۔

حذف مسندالیہ

مسندالیہ کو حذف بھی کر دیتے ہین اور اُسکے حذف کرنے مین یا تو یہ فائدہ ہوتا ہی کہ عبث چیز کے ذکر سے بچین مثلاً توبۃ النصوح مین لکھا ہی ضرورت کی کل چیزین تو کمان سے بہم پہونچاتا تھا ہمارے توشۂ خانۂ عام سے مگر اسپر تیری ہیکڑی تھی کہ گویا ہم تیرے قرضدار ہین" اس عبارت کے اس جملے مین ہمارے توشۂ خانۂ عام سے لفظ تو مسندالیہ محذوف ہی اور ساتھ ہی مسند بھی محذوف ہی یعنی تو ہمارے توشۂ خانۂ عام سے ضروریات کی کل چیزین بہم پہونچاتا تھا چونکہ ضمیر مخاطب پہلے جملۂ سوال مین آچکی تھی اسلیے اب اُسکا ذکر عبث و بے فائدہ تھا۔

شعر

جو تجھسے ہو سکے تو خانۂ عقبےٰ کو دے تزئین	نہ کر آرایش دنیا کہ یہ گھر کیا ہی یون ہی ہے

یعنے یہ ... یون ہی ہی۔

میرحسن

سو وہ کونسی راہ شرع بنی	کہ رستے ... سیدھی گئی

یعنے وہ راہ ... ہی۔

غالب

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش	رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار
کچھ خریدا نہین ہی ابکی سال	کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار

چونکہ متکلم نے پہلے شعر مین اپنی ذات کو کھولدیا ہی اسلیے خرید او ربنایا کے مسندالیہ ... ن کو ذکر نہین کیا کیونکہ دوبارہ ذکر کرنا عبث تھا۔

یا متکلم اس حذف سے سامع کے فہم وخیال مین ڈالنا چاہتا ہی کہ اُسنے دلیل قوی کی طرف عدول کیا ہی جو عقلی ہے کیونکہ مطالب کے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے دوہی دلیلین ہین ایک عقلی دوسری لفظی ان مین سے دلیل عقلی قوی ہے کیونکہ لفظ اُس کی طرف محتاج ہوتا ہے اور سامع کے فہم وخیال مین ایسا ڈالنا اُس کے لیے نشاط کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جب سامع مسندالیہ کے معلوم کرنے کے لیے عقل کو کام مین لاتا ہے تو اس فکر وغور کے بعد مسندالیہ معلوم ہوجانے سے اسکو ایک طرح کا نشاط ... ہوتا ہے اور اُس کو مسندالیہ کی طرف زیادہ توجہ

کرنا پڑتی ہے۔

غالب

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ | سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں
ہے یعنی میں روسیاہ ہوؤں۔

نسیم

ہے بے باک جو بینی ہو تو پوچھا ؤ | بولیں وہ چلو کہا قسم کھاؤ
کہا کا مسند الیہ کہ تاج الملوک ہے محذوف ہے۔

ولہ

کیا کہتی وہ دیو ے کہا جاؤ | دیوؤں سے کہا کہ تخت کو لاؤ

ولہ

وہ چونک کے بول اٹھا کہ واللہ | بتلاؤ کہاں ہے وہ کہا آہ

ولہ

پوچھا کہ کدھر کہا بہت دور | بولا وہ کہ پھر کہا کہ مجبور

انشا

کیا ہاتھ ہلا کے پوچھتے ہو ہی خوش | ہم جیسے ہیں خوش کبھی نہو گا کے خوش
پہلے مصرع میں لفظ خوش کا مسند الیہ محذوف ہے۔

ناسخ

قاصد اجھوٹ کہا گھر میں وہ مغرور نہیں | کس طرح گلشن جنت میں بھلا حور نہیں
کہا کا مسند الیہ محذوف ہے۔

مہر

شبیہ زلف پریشان جو ہم بنا کے لکھ | رکے ہیں آنے ہیں بگڑے ہیں مار بیٹھے ہیں

فائدہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ پہلے جو مسند الیہ کے حذف کرنے کے یہ دو سبب مرجح بیان کیے ہیں ایک یہ کہ عبث سے بچنا منظور ہوتا ہے دوسرے متکلم سامع کے وہم و خیال میں یہ واقع کرنا چاہتا ہے کہ میں نے زیادہ قوی دلیل کی طرف عدول کیا ہے سو یہ دونوں سبب ایک مقام پر جمع بھی ہو سکتے ہیں البتہ خالی ان سے نہیں ہو سکتا مثلاً مثنوی ترانۂ شوق کے ان شعروں میں

آندھی کو دوان لیا دوان رہتے پھول اسنے کھلائے کھلتے ہین روز	پانی کو روان کیا روان ہے دو وقت ملائے ملتے ہین روز

حذف ان دونون سببون سے مانا جاسکتا ہے یعنی یہ جو نہین کہا کہ آندھی دوان ہے اور پانی روان ہے اور پھول روز کھلتے ہین اور دو وقت روز ملتے ہین اسکا سبب عبث سے بچنا بھی ہوسکتا ہی اور سامع کے وہم وخیال مین یہ ڈالنا بھی کہ اقوی الدلیلین کی طرف رجوع کیا ہی۔

یا متکلم کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع کا امتحان کرے کہ آیا وہ باوجود قرینہ موجود ہونیکے مسندالیہ سے متنبہ ہوتا ہی یا نہین کیونکہ متکلم کو یہ گمان پہلے سے ہوتا ہے کہ سامع قرینے کی وجہ سے مسندالیہ کو جانتا ہے اسلیے اسکا امتحان کرکے اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مسندالیہ کے حال سے واقف ہوگیا ہے جیسے۔

شمس العلما آزاد

لکھتا ہون سب حساب بڑھا جاتا کچھ نہین	ایسا سیاہ ہے کہ نظر آتا کچھ نہین

چونکہ رات کی تاریکی کا بیان ہی اسلیے سیاہ کا مسندالیہ محذوف ہی۔

داغ

جنگ ہی ایک ایک سے آشام مین	بچ رہی تھی کس کی جرعہ جام مین

ولہ

نہ کیون ہون لاکھ مستانہ ادائین میرے نالے مین	گدائے میکدہ ہون ہر طرح کی ہے پیالے مین

مولوی نذیر احمد

بنی جب آن کے جانون پہ اور رہے عاجز	تو ایسی طب کو سلام اور سلام اور سلام

چونکہ مرض کی وجہ سے جانون پر مصیبت کے آنے کا بیان ہے اس لیے عاجز رہے کا مسند[illegible] محذوف ہے۔

یا مسندالیہ کے حذف کرنے سے سامع کی مقدار ذکاوت کا امتحان مقصود ہوتا ہے اسلیے کہ وہ حذف کرکے دیکھنا چاہتا ہے کہ قرائن خفیہ پر متنبہ ہوسکتا ہے یا نہین چنانچہ زید کے پاس دو شخص حاضر ہون جن مین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہو۔

اُس وقت زید یہ کہے خدا کی قسم سلوک کرنے کے لیے زیادہ استحقاق رکھتا ہی" اور مراد اس قول سے زید کی وہ شخص ہو جو زیادہ ہم صحبت اور خدمت گذار ہے اور اس طرح کا کلام کرنے سے زید کا یہ غرض ہو کہ مخاطب کی طبیعت کی ذکاوت معلوم ہو جائے کہ آیا وہ اس محذوف کو سمجھ سکتا ہی یا نہین اور قرینہ یہان ہی مگر خفی ہی اور وہ قرینہ یہ ہے کہ سلوک اُسکے ساتھ کرنا لائق ہے جو قدیم الخدمت اور قدیم الصحبت ہے۔

(دوسری مثال) ایک امیر آدمی اپنے ایک مصاحب کے ساتھ ایک حوض کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اُس امیر نے مصاحب سے دریافت کیا کہ تمکو کونسا کھانا زیادہ پسند ہی مصاحب نے جواب دیا کہ بریانی دوسرے سال پھر اُس حوض کے کنارے پر دونون جمع ہوے اور امیر نے مصاحب سے کہا کہ کس چیز کے ساتھ پسند ہی عرض کیا کہ بورانی کے ساتھ امیر ذکاوت اور تیز فہمی سے بہت متعجب ہوا۔

یا اس غرض سے اُسکا ذکر چھوڑا جاتا ہی کہ اگر موقع آجائے تو متکلم اپنی جان بچانے کے لیے کہدے کہ میری مراد اس قول سے یہ شخص نہ تھا جیسے کوئی زید کی نسبت کہے کہ فاسق و فاجر ہی بشرطیکہ قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ مراد اس سے زید ہی۔

یا اسوجہ سے مسند الیہ کا ذکر چھوڑتے ہین کہ وہ متعین ہوتا ہی اور جو حکم کیا جاتا ہے اُس سے وہی مراد ہوتا ہے دوسرے کی طرف ذہن نہین جاتا جیسے معبود ہے خلاق ہے یہان اللہ کا نام محذوف کردیا اسلیے کہ وہ متعین ہی ذہن اسکے سوا دوسری چیز کی طرف نہین جاسکتا کیونکہ کوئی اُسکے سوا عبادت کے قابل ہی نہ کوئی سوا اسکے پیدا کرسکتا ہی۔

مہابھارت مولفۂ شایان

نگارندۂ نقش لوح و قلم	خداوند ملک حدوث و قدم
علیم و خبیر و سمیع و بصیر	کریم و رحیم و غفور و قدیر

یا متکلم کو اُسکے متعین ہونیکا دعوے ہو جیسے کوئی شخص سلطان کو کہے لکھ بخش ہی متکلم نے یہان مسند الیہ کو چھوڑدیا کیونکہ اُنکی دانست مین وہ متعین ہی اسلیے کہ وہی اتنی دولت بخشتا ہی۔

انیس

وہ شاہ کہ شاہون سے لیا باج نبیؐ	اور عرش پہ تھا شریک معراج نبیؐ

فرماتے ہین مین تن ہون علی سر میرا	اب کہیے کہ زیبا ہے کسے تاج نبیؐ

یعنے نبی فرماتے ہین۔

حالی

جہالت کی رسمین مٹادینے والے	کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سراحکام دین پر جھکا دینے والے	خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت مین سینہ سپر کرنے والے	فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

یہان مسندالیہ کو چھوڑدیا ہی کیونکہ متکلم کی دانست مین وہ متعین ہی اور وہ اصحاب رسول ہین کیونکہ یہ اوصاف وہی رکھتے تھے۔

یا یہ خیال ہوتا ہے کہ اغیار اُسکے حال سے واقف نہوجائین مثلاً کہین رات آیا تھا اور بوجہ قرینے کے مراد یہ ہو کہ یار آیا تھا۔

یا فرصت کے فوت ہوجانے کے خوف سے مسندالیہ کا ذکر چھوڑدیا جاتا ہے جیسے کوئی آدمی شکاری سے کہے ہرن ہے یعنے یہ ہرن ہے پس تم شکار کرو جلدی کی وجہ سے مسندالیہ کو حذف کردیا۔

ناسخ

رات کو چوری چھپے یہو نچا جو مین	غل مچایا اُسنے دوڑو چور ہے

یا گھبراہٹ کی وجہ سے مسندالیہ حذف ہوجاتا ہے جیسے۔

مہابھارت

ہلبلان سے اپنے ہوا تر زبان	کہان ہی کہان ہی کہان ہی کہان

میدان جنگ مین گھبراہٹ کی وجہ سے ارجن کی زبان سے جرجودھن کا نام فوت ہوگیا۔

یا رنج وملال کی وجہ سے طول کلامی کو دل نہین چاہتا جیسے کوئی بیمار سے پوچھے تمھارا کیا حال ہی وہ جواب دے کہ علیل ہون اُسنے یہ نہین کہا کہ مین علیل ہون کیونکہ مرض کی وجہ سے جو ملال اور تنگدلی حاصل ہی اُسنے مسندالیہ کا ذکر چھوڑدیا۔

انیس

پرسا انھین شہید کا دینے کو آئے ہین	کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہین

یہ وہ موقع ہی کہ حضرت عباسؑ شہید ہو چکے ہین اور حضرت امام حسینؑ زنانے مین تشریف

لے ۔ ہین اور حضرت زنیب سے علی اکبر کی شہادت کا واقعہ بیان فرماتے ہین اس موقع پر بسبب رنج و غم کے مسند الیہ کے ذکر کو چھوڑ دیا ہے اور وہ ضمیر جمع متکلم ہے۔

رخصت طلب ہی شاہ سے اکبر سا لالہ فام — شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام

یعنے یہ غلام۔

یا وزن شعر اور رعایت قافیہ کی وجہ سے نظم مین یا رعایت سجع کی وجہ سے نثر مین مسند الیہ حذف کر دیا جاتا ہی جیسے۔

انیس

بیکس ہون تشنہ لب ہون فلک کی ستائی ہون — کچھ اپنا حال تجھسے مین کہنے کو آئی ہون

پہلے مصرع مین وزن شعر کی وجہ سے مین بیکس ہون مین تشنہ لب ہون مین فلک کی ستائی ہون نہ کہہ سکے۔

غالب

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہی ترک رسوم — ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہوگئین

بسبب رعایت وزن کے یہ نہ کہہ سکے ملتین اجزاے ایمان ہوگئین۔

لطفی

ہے تو اللہ کا ۔ نور — جاتے ہین جنکو کچھ ہے عقل و شعور

یعنی وہ جاتے ہین۔

یا مسند الیہ فاعل ہو اُس کو حذف کر کے فعل مسند کو مجہول کر دیتے ہین اور مفعول پر اقتصار کرتے ہین جیسے ۔ ؎

بات اب طول کھچی راہ گذر بند ہوئے — کھڑکیان چھائی گئین روزن و در بند ہوئے

یہان صرف اس امر کا بیان مقصود تھا کہ کھڑکیان اور روزن و در بند ہوگئے اب ملاقات غیر ممکن ہے اس سے غرض نہین کہ کسنے در بند کیے اور کس نے کھڑکیان چھائین اسلئے مسند الیہ فاعل کو ذکر نہ کیا۔

انیس

قاصد جو میرے نام کا خط لیکے آتے ہین — سر کاٹ کر درختون مین لٹکائے جاتے ہین

فائدہ اس مین یہ ہو کہ سامع کو فقط قاصدون کا حال دریافت کرنا منظور تھا اور اس سے غرض نہ تھی کہ کون انکو مار کر درختون مین لٹکاتا ہو اسلیے فعل کو مجہول بنایا گیا۔

وبہ

مارا گیا سفر مین غلام شہ امم	فریاد ہے کہ رانڈ ہوئی مین اسیر غم

یا مسند الیہ فاعل کو اسلیے حذف کرتے ہین کہ فاعل عالی شان ہوتا ہے اور مفعول کم قدر ایسے موقع پر اُسکا ذکر مناسب نہین معلوم ہوتا جیسے۔

محسن

خرقہ ہے نصیب یاسمن کو	عمامہ ملا ہے نارون کو

نارون پھول ہی گلہائے چمن سے مدور بشکل عمامہ اُسکو عمامہ ملنا بسبب مشابہت کے کہا گیا ہے یعنی بارگاہ باری تعالی سے اس پھول کو عمامہ ملا ہی پھول اک ادنی چیز ہے بمقابلے اُس فاعل حقیقی کے اسلیے کچھ ذکر فاعل کا ضروری نہ سمجھا گیا۔

غالب

سبزۂ و گل کے دیکھنے کے لیے	چشم نرگس کو دی ہے بینائی

نثر مین اسکی مثال یہ ہو کہ فلان مجرم بری کیا گیا اور فلان چوکیدار کو انعام ملا یعنی حاکم وقت نے مجرم کا قصور معاف کیا اور چوکیدار کو انعام مرحمت فرمایا۔
یا فاعل مسند الیہ کم مرتبہ ہو اور مفعول عالی مقدار تو مسند الیہ کو حذف کر دیتے ہین اور بخیال عظمت شان مفعول کے فاعل کو ذکر نہین کرتے جیسے کہین لارڈ میو صاحب بہادر جزیرہ انڈمان مین مارے گئے ظاہر ہے کہ اُنکو ایک دنی قیدی نے مجروح کیا جس سے اُنھون نے وفات پائی پس یہان پر ذکر کرنا ادنے رتبے کے فاعل کا بمقابلے مفعول صاحب عظمت کے نامناسب سمجھا گیا۔

رند

نام کیا کیا آپنے رکھوائے ہین	بیمروت خودغرض ناآشنا

اور مقام تحذیر مین یعنی ڈرانے کے موقع پر بھی اکثر مسند الیہ محذوف ہوتا ہو اور محذر منہ کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہو جیسے کہین سانپ سانپ یا چور چور یعنی تم بچو سانپ سے یا تم چور کو پکڑو یہان پر فعل مسند اور مخاطب مسند الیہ کو ذکر نہ کیا۔

انشا

لہر مین چوٹی کے تیرے ڈر کے مارے کانپ		جو نک چونک اٹھتی ہون مین راتونکو مگر سانپ سانپ

بہر نہج قرینے کا ہونا حذف مسندالیہ مین ضرور ہی۔

تاخیر مسندالیہ

کبھی مسندالیہ کو مسند سے مؤخر کردیتے ہین اور جو نکات تقدیم مسند اور تاخیر مسندالیہ کے ہین انکو ہم مسند کے بیان مین بتائینگے کیونکہ یہ امر اُسی کے مقتضاے حال سے ہی۔

چمن دوم مقتضاے ظاہر حال کے خلاف مین

یہ جو کچھ بیان ہوا مقتضاے ظاہر حال کے مطابق تھا کبھی کلام مقتضاے ظاہر حال کے خلاف چلایا جاتا ہی کیونکہ باطن حال اُسکا مقتضی ہوتا ہی جسکی تفصیل اس طرح ہی۔

(۱) مضمر کے مقام پر مظہر کو لانا

جہان ضمیر لانے کی ضرورت ہے وہان اسم ظاہر لایا جائے تو اسے وضع مُظہر مَوضع مُضمَر کہتے ہین اس صورت مین کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جو اسم ظاہر پہلے آتا ہے اُسی کا اعادہ کیا جاتا ہی اسے وضع مظہر موضع مضمر بلفظ کہتے ہین جیسے۔

غالب

وہ نالہ دل مین خس کی برابر جگہ نپا		جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب مین
وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آے		جس سحر سے سفینہ رواں ہو شراب مین

دوسرے مصرع مین نالہ اور چوتھے مصرع مین سحر وضع مظہر موضع مضمر من لفظہ ہے۔
اور کبھی غیر لفظ لاتے ہین جو پہلے لفظ کا ہم معنی ہوتا ہی اسکو وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ بولتے ہین جیسے۔

انیس

مقتل مین کیا ہجوم تھا اُس نور عین پر	یہ	پروانے گر رہے تھے چراغ حسین پر

دبیر

اُترا ہے نبی کے لیے یہ کاسۂ نعمت	ہ	صحبت وہم کاسہ ہین محبوب سے حضرت

پہلے شعر مین چراغ حسین اور دوسرے مین حضرت وضع مظہر موضع مضمر مین غیر لفظ ہے بہرصورت مضمر کی جگہ مظہر کئی فائدون کے واسطے مستعمل ہوتا ہے (۱) سامع کو ثابت اور تحقیق کرانے کے لیے تاکہ کسی طرح کا ابہام باقی نہ رہے کیونکہ مضمر کی دلالت ابہام سے خالی نہین ہوتی بخلاف مظہر کے خصوصًا اُس حالت مین کہ مظہر ایسا لفظ ہو جو اشتراک کو بالکل دُور کر دیتا ہو جیسے علم بس جبکہ ایسا لفظ سامع کے سامنے بیان کیا جائے گا جس مین ابہام نہو تو اُسکے ذہن مین مسند الیہ اچھی طرح جم جائے گا مثال۔

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین بیتاب	پیراہن ... یدہ ہی گویا مکتوب

انیس

عم جس کی ہو شیدا وہ برادر نہ ملیگا	بھر گھر مین جو ڈھونڈو گی تو اکبر نہ ملیگا

حسرت

رقیبون کے حوالے کر کے خط کو نامہ بر آیا	عزیزو کیا کہون قاصد تو میرا کام کر آیا

ضمیر

جا کے میدان مین بس طرح یہ محبوب لڑے	یہ تو کہیے کہ غلام آپ کے کچھ خوب لڑے

سود

علیؓ خلیفہ تھا عثمانؓ بعد یا کوئی اور علی خلیفہ چہارم درست ہی کہ نہین	جو کوئی اور تھا تو لا سبب لوم ... نثار محمدؐ اور وہ آپس مین تھے برادر زاد

اکبر

کیا اچھا جنون نے دار پر منصور کو کھینچا	کہ خود منصور کو جینا تھا مشکل زندان ہو کر

مصرع اول مین منصور مفعول ہی۔
(۲) سامع کے دل مین ہیبت اور رعب ڈالنا منظور ہوتا ہی جیسے۔

نشتی

وہ کہنے لگا سن لے یہ داستان وہ بولا کہ زنہار رستم نہین	کہ شاید تو ہے رستم پہلوان مین اُس کا ہون اک چاکر کمترین

تیسرے مصرع مین لفظ رستم وضع مظہر موضع مضمر ہی اور مقصود اس سے سامع کے دل مین رستم

کے خوف و مہابت کا داخل کرنا ہی مگر اسقدر ہی کہ مسند الیہ نہین بلکہ مسند ہی۔
(۳) تعظیم و تکریم کا فائدہ دیتا ہی جیسے۔

ضمیر

وہ سب تو ایک طرف پر امام اچھے ہین	اُٹھو حسین علیہ السلام اچھے ہین

لفظ حسین وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہی اور یہ تعظیم کا فائدہ دیتا ہی۔

نفیس

رخصت طلب ہی شاہ سے اکبر سالالہ فام	شہزادہ مر نے جائے سلامت رہے غلام

شہزادہ وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ تعظیم کے لیے ہے۔

خلیق

گذری بہار عمر خلیق اب کہینگے سب	باغ جہان سے بلبل ہندوستان گیا

اس شعر مین بلبل ہندوستان وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ تعظیم کے لیے ہے۔

مثنوی زائر

جب اُسکی صدا سُنی علی نے	لکھے دہین چار سو و ۱ سنے

(۴) مقصود اس سے تحقیر ہوتی ہے جیسے۔

رجب علی سرور

کرے گا تو مرے نالون کی ہمسری بلبل	شعور اتنا تو کر جا کے جانور پیدا

لفظ جانور وضع مظہر موضع مضمر من غیر لفظہ ہی اور مقصود اس سے بلبل کی اہانت ہی۔
(۵) داعی مامور کی تقویت کے لیے ہوتا ہی مراد اس سے یہ ہی کہ ایک شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو جو امر شخص مامور کو حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے والا ہوتا ہے مظہر ثانی سے اُسکو تقویت ہو جتی ہی اور وہ آمادہ کرنے والا امر داعی ہے اور مظہر ثانی اُسکو تقویت دینے والا ہی مثلاً بادشاہ اپنے کسی نوکر سے کوئی کام کرانا چاہے اور یون کہے کہ ما بدولت و اقبال تجھکو اس کام کے کرنیکے لیے حکم دیتے ہین تو یہان ما بدولت و اقبال وضع مظہر موضع مضمر ہی اور مقتضاے ظاہر کے خلاف ہی کیونکہ مقتضاے ظاہر تو یہ تھا کہ کہتا ہم حکم دیتے ہین اسلیے کہ مقام تکلم کا ہی پس اس شخص کو اس کام کے کرنے پر آمادہ کرنے والی بادشاہ کی ذات ہے اسلیے کہ اُسکو یہ گمان ہی کہ اگر حکم کی تعمیل نہ کرون گا تو بادشاہ سزا دے گا اور بادشاہ کا اس طرح تعبیر کرنا کہ ما بدولت و اقبال

تجھکو اس کام کے کرنے کے لیے حکم دیتے ہین اُس حکم کی تعمیل کرنے کے خیال کو تقویت دیتا ہے پس داعی خوف سزا کا گمان ہے اور اُسکو تقویت بخشنے والا لفظ با دولت و اقبال ہے۔

خلیق

مرتا ہے باپ ای علی اکبر ابھی نہ جا	دل مانتا نہین مرے دلبر ابھی نہ جا
ای لال سوے نیزہ و خنجر ابھی نہ جا	ہے ہے نہ جا شبیہ پیمبر ابھی نہ جا

دوسرے مصرع مین مرے دلبر سے علی اکبر مراد ہین موقع یہان ضمیر مخاطب کے لانیکا تھا مگر دلبر اسلیے لائے کہ اُنکو باپ کے حکم کی فرمانبرداری کی طرف رغبت ہو اور اُسکو ماننے کے لیے مجبور ہون اسی فائدے کے لیے تیسرے مصرع مین لال اور چوتھے مصرع مین شبیہ پیمبر کہا ہے۔

(۶) طلب رحمت و شفقت کے لیے جیسے۔

انیس

تم سے بڑی اُمید ہی زہرا کی جائی کو	بھیا تمھین سے لیگی بہن اپنے بھائی کو

اول حضرت زینب نے اپنے آپ کو زہرا کی جائی کہا اور پھر کہا بہن اپنے بھائی کو تمھین سے لیگی پس یہان طلب شفقت منظور ہے اگر یہ منظور نہوتا تو کہتین مین تمھین سے اپنے بھائی کو لونگی۔

ولہ

اب کس پہ مین اس صاحب آزار کو چھوڑون	اس حال مین کسطرح سے بیمار کو چھوڑون

صاحب آزار اور بیمار مفعول ہین نہ مسند الیہ۔

ولہ

عابد کی طرف دیکھ کے دوڑے علی اکبر	آنکھون کو ملا ہاتھون سے قدمون پہ رکھا سر
سجاد نے فرمایا کلیجے سے لگا کر	گردن مین مری ڈالدو باہون کو برادر

(۲) التفات

علماے معانی کی اصطلاح مین التفات یہ ہی کہ ایک ذات کو ایک طریق سے منجملہ طرق ثلثہ یعنی تکلم و خطاب و غیبت کے یاد کرکے ان تینون طریقون مین سے کسی دوسرے طریق پر یاد کرین بشرطیکہ مخاطب ایک ہو اور دوسری تعبیر مقتضاے ظاہر کلام کے خلاف ہو اور سامع مقتضاے ظاہر کا

انتظار کرتا ہو پس اس صورت مین یہ اقوال مین زید ہون تو عمرو ہی تعریف التفات سے خارج ہو جاتے ہین گو ان مین سے پہلی مثال مین ایک ذات کو بطریق غیبت کے تعبیر کیا ہی بعد اسکے کہ اُسکو پہلے دوسرے طریق یعنی تکلم کے ساتھ یاد کیا تھا اور دوسری مثال مین ایک ذات کو غائب کے ساتھ تعبیر کیا ہے بعد اسکے کہ اول اُسکو خطاب کے ساتھ تعبیر کیا تھا مگر یہان تعبیر ثانی مقتضا ظاہر کلام کے موافق ہے اور سامع اُسکا منتظر بھی تھا اسلیے کہ جب متکلم نے مین ، در تو ضمائر کے الفاظ زبان سے نکالے تو سامع کو سنتے ہی اس بات کا انتظار ہو گیا کہ ان کے بعد اسم ظاہر مذکور ہو گا جو انکی خبر ہو گا کیونکہ ضمیر کی خبر اسم ظاہر ہی واقع ہوتا ہے -

انیس کہتے ہین ۔ ؎

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون	مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسینؑ ہون

مین کی خبر حسینؑ ہی -

گلزار نسیم

تجھ سے مری خاطر اب کہان جمع	تو نشتر شعلہ مین رگ شمع
تو برق دمان مین خرمن خار	تو سیل روان مین خستہ دیوار
تو جوشش یم مین مور بے پر	مین نقش قدم تو باد صرصر

اسی طرح ان اقوال مین -

غالب

اور وہ مین ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون	غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

میر نثار علی شہرت

تم وہ ہو علم مدن سارے جہان کو دیدیا	وہ ہی تو ہو حرفت صنعت [illegible] بتلا گئے

غافل

کیا تعجب ہے اگر تیری کمر معدوم ہے
تو وہ ہی آئینہ شفاف جس مین مو نہین

وزیر علیخان

ہم وہ نہ قلم تھے کسی مالی کے لگائے	نرگس کی نہالون مین تھے اُسف کے پلے ہم

داغ

ہین وہ ہون آتش قدم جس سے پگھلتے ہین پہاڑ	موم ہو جاتا ہے جو آتا ہے پتھر زیر پا

التفات نہین گو پہلے شعر مین غائب سے انتقال تکلم کی طرف ہی اور دوسرے اور تیسرے شعر مین خطاب سے غیبت کی طرف انتقال ہی اور چوتھے اور پانچوین شعر مین تکلم سے غیبت کی طرف انتقال ہوا ہے اور وجہ اسکی کہ یہان التفات نہین یہ ہی کہ یہ مقتضاے ظاہر کلام کے موافق ہی اسلیے کہ اخبار ہی ظاہر کے ساتھ اور سامع کو جسکا انتظار تھا اُسکے خلاف بھی نہین ہی۔

التفات کے حسن و خوبی کی وجہ یہ ہی کہ جب کلام ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف منتقل ہوتا ہی تو اس سے سامع کو نشاط تازہ پیدا ہو جاتا ہی اور اس صورت مین اُسکو کلام کے سُننے کی طرف ترغیب ہوتی ہی کیونکہ ہر تازہ بہ تازہ چیز مین لذت ہوتی ہی پس وہ لذت کی وجہ سے باقی کلام کی طرف ملتفت رہتا ہی اور التفات کی چھہ صورتین ہین ایک یہ کہ غیبت سے خطاب کیطرف التفات کرین دوسرے یہ کہ غیبت سے تکلم کی طرف التفات کرین تیسرے یہ کہ تکلم سے غیبت کیطرف متوجہ ہون چوتھے یہ کہ تکلم سے خطاب کی طرف توجہ کرین پانچوین یہ کہ خطاب سے تکلم کی طرف چھٹے یہ کہ خطاب سے غیبت کی طرف۔

غیبت سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح مین کہتا ہی۔

بڑھا یہ پایۂ الہام راے صائب سے	کہ مشورے پہ ہوئی اُسکے وحی بھی نازل
یقین کہ راہ نمائی ہی پیروی اُس کی	نہین تو سایے سے کیون بھاگتا ہی دیو مضل
مثال عدل مین نوشیروان کو تجھسے غلط	کہ بت پرست کہان فارق حق و باطل

اول ممدوح کو غائب فرض کرکے اوصاف بیان کیے پھر غیبت سے خطاب کی طرف التفات کیا یعنے حاضر فرض کرکے تعریف کرنا شروع کی۔

ایضًا در مدح امیر المؤمنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

شبہ کیا عصمت لخت جگر احمد مین	جب مسلم ہی کہ معصوم ہی جزو معصوم
نہ وہ خالق ہی مگر ہی اثر باعث خلق	نہ وہ رازق ہی مگر قاسم رزق مقسوم

السّلام اے روش آموز طریق اسلام	السّلام ای خضر جادۂ جنت ملزوم
وہ ترا رتبہ ہی ای شاہ جوانان بہشت	کہ ہوئی حرمت پیری کی تمنا محروم

رند

سنتے ہی پیر خرد نے وہین فی الفور کیا	اسکی شوکت مین زبان سے اسی مطلع نے ظہور
آستانے کا ترے ناصیہ سا ہے فغفور	ہیچ ہی ہمت حاتم تری ہمت کے حضور

غیبت سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

ان اشعار مین مثنوی طلسم الفت مصنفہ قلق کے۔

میرا بیش نگاہ حال رہے	واری اتنا ذرا خیال رہے
کہ یہ مان گور کے کنارے ہے	بے سہارے ہی بے سہارے ہے
تمکو تو لائے گا خدا پھر یان	مین یہان چند دن کی ہ ن مہمان

اول غائب فرض کرکے یہ کہا گیا کہ یہ مان گور کے کنارے ہی اور بے سہارے ہی پھر متکلم کی طرف التفات کرکے یکہا کہ مین چند دن کی مہمان ہون۔

ایضاً

تم سے امید یہ نہ تھی بیٹا	مان پہ کچھ رحم بھی نہین آتا
سہ سکون گی مین داغ فرقت کا	کیا نتیجہ یہی ہے الفت کا

اول مان کو غائب فرض کرکے کہا مان پر رحم نہین آتا پھر اسی کو متکلم قرار دیا اور کہا نہ کسطرح داغ [illegible]قت سہ سکون گی۔

غا[illegible]

جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد	کہ سوا تیرے کوئی اسکا خریدار نہین
شوخی عرض مطالب مین ہی گستاخ طلب	ہی ترے حوصلہ فیض پہ ازبسکہ یقین

وے دعا [illegible] مری وہ مرتبہ حسن قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار امین

تھا [illegible] کا بچہ اک درویش پاس	آیا شو [illegible] کی بہر [illegible] درلیش پاس

انیس

تم یہ کرتا ہے حسینؑ آخری حجت کو تمام — پسر مصحف ناطق ہوں سنو مجھ سے کلام

بیر

لاشے سے پسر کے نہ جدا ہوئے گی مادر — آٹھوں کی ہیں حسینؑ بس بین رہینگے علی اکبر

تکلم سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

قلق

مجھکو اب رو کیے نہ ای خوش ذات — کہ خدا کو بری لگے گی یہ بات
یہ بھی تھا خانہ زاد کا مقدور — کہیں جائے بغیر حکم حضور

ہوس

جاتا نہیں مجھ سے غم کا آزار — تو جان کہ مرچکا یہ بیمار

سودا

کعبے کو نہ پوجوں ہیں ہنر مندوں کے ہوتے — اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

شہید

مری اولاد سب اکبار مرے — یہ حلیمہؓ جگر افگار مرے

ذوق

خسروا میں جو کہوں سب ترے اوصاف نکو — تو سدا منہ سے مرے پھول جھڑیں یا گوہر
ذوق کرتا ہے دعا یہ کہ اب ختم سخن — تا کہ ہو سنگ سے (ا) آب سے پیدا گوہر

میر

ابکے جو ترے کوچے سے جاؤنگا تو سنیو — پھر جیتے جی اس راہ وہ بدنام نہ آیا

انشا

ہے تو کچھ دین سے بہرہ نہ مجھے دنیا سے — سن لے اس بندۂ انشا کی بھی ای میرے حق

انیس

صغرا نے کہا آپکی باتوں کے میں قربان — تم جان بجا لو کہ میں لونڈی ہوں پھوپھی جان
بیٹی ہو علی کی مری مشکل کرو آسان — جیتی رہی صغراؓ تو نہ بھولے گی یہ احسان

سودا

خصوص مین کہ معقد ہے یہ مری خاطر — کہ ہر گرہ مین ہزارون ہین جون انار گرہ
بس اب بتا کہ اس الجھیڑے کی سوا تیرے — کھلا دے کس کنے جا کر وہ خاکسار گرہ

برق

اسی بہانے سے پوچھا تو جاؤنگا اے برق — ہزار شکر کہ بندہ گناہگار رہوا

تکلم سے خطاب کی طرف التفات کی مثال

مومن

رکھے مجھکو جیسا مین اُس کو عزیز — نہ معشوق و عاشق مین ہووے تمیز
مہیا ہون عشرت کے سامان سب — نکالے مرے دل کے ارمان سب
بس اب چُپ کہ مومن دعا ہو چُکی — بہت زاری و التجا ہو چکی

اول کہا گیا کہ مجھکو یہ بات نصیب ہو اور میرا یہ ارمان نکلے پھر خطاب کیا گیا اور کہا گیا کہ چپ رہ

وہ شوخ تو ہے تو بھلا آئیگا ہم تک — رندا گر ہو سکے تو بھو بچ تو ہی اُسکے قدم تک

نطق

چاہتا ہون مین ترا قرب جوار حق مین — اے تو اُمید بر آری مین زمانے مین مثل
روز نون سے جو چھنے نور وہ مجھپر برسے — اپنے ہمسائے مین دنیا کو جنت مین محل
نطق رکھ خامہ بس اب ہاتھ سے تسبیح اُٹھا — تم بالخیر علے سیدنا احمد صلعم

ان اشعار مین پہلے متکلم بنکر یہ کہا گیا کہ مین ایسا چاہتا ہون کہ یون ہو اور وون ہو پھر اُسی ذات کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا کہ بس قلم ہاتھ سے رکھدے۔

خطاب سے تکلم کی طرف التفات کی مثال

انشا

اب دعائیہ پہ کر ختم قصیدہ انشا — کہ بٹھانے تجھے مضامین بہت شایق آتش
پاسبانی کرو تم میرے متاع دین کی — کہین ایسا نہووے چپکے سے سُراق آتش

اولاً خطاب کیا کہ قصیدے کو دعا پر ختم کر پھر متکلم بنکر عرض کیا کہ میرے متاع دین کی پاسبانی کرنا۔

انشا

بس اب دعا یہ کر انشا اس قصیدے کو ختم
الٰہی اُس سے نزاکت رہے سدا لغٹ پٹ
مدام عقدہ کشا رکھ اُسے زمانے مین
اُسی کے ہاتھ رہے میرے دل کی سلجھاوٹ

محسن

محسن اب کیجیے گلزار مناجات کی سیر
کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھرتا بادل
سب سے اعلی تری سرکار ہے سب سے افضل
میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل

خطاب سے غیبت کی طرف التفات کی مثال

مومن

مومن اب ختم کر دعا پہ سخن
تا کجا لافہاے طولانی

اس شعر مین خطاب ہی مومن کی طرف دو شعر کے بعد مومن غائب فرض کیا گیا کہتے ہین۔

ترا اقبال روز افزون ہو
جیسے مومن پہ لطف رحمانی

ناسخ

مسیحا بہ بیعت آئے گا چرخ چہارم سے
نہین موسیٰ سے کم رتبہ ترے جلوے کے بیخود کا
جو نزدیک اُس سلیمان زمان کا دور آئے گا
بیابانون مین ہو گا ایک مسکن دام اور دد کا

حالی

اے نازش برطانیہ اے فخر بزرگ
اے ہند کے گلے کی شبان ہند کی قیصر
یہ سچ ہی کہ فاتح کوئی تجھ سا نہین گذرا
محمود نہ تیمور نہ دارا نہ سکندر
تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا
اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر
بند اپنے فرائض سے مسلمان ہین نہ ہندو
معمور مساجد ہین تو آباد ہین مندر
بجتا ہے فقط چرچ مین اتوار کو گھنٹا
سنکھ اور اذان گونجتے ہین روز برابر
گو منت قیصر سے ہے ہر قوم گرانبار
احسان مگر اسلام پہ ہین اُس کے گرانتر

مثنوی سعدین

سُن تو رے دل مین کیا سمایا ہے
تو نے کس بات پر دھرایا ہے
جب بی آنکھون مین تیری ہی چھائی
نہین دیتا ہے تجھکو دکھلائی

بعد اسکے مخاطب کو غائب کے ساتھ تعبیر کرنا شروع کیا۔

ہاتھ ٹوٹین جو مجھکو ہاتھ لگائے	پچھیان کے تو میری بھی کھائے
ٹوٹے اُس پر ستم جو نوچے ہمین	وہ اُجڑ جائے جو دبوچے ہمین

تنبیہ تعریف التفات مین جو وحدانیت مخاطب کی قید لگائی ہے یعنی ہمنے جو شرط کی ہے کہ مخاطب واحد ہو اس سے غزلیات اس قاعدے سے خارج ہو گئین خواہ پہلی بیت مین خطاب ہو اور دوسری مین غیبت اور تیسری مین تکلم یا اس کے برعکس وجہ خروج کی یہی ہو کہ مخاطب ایک نہین ہوتا۔ مثلاً

مومن

غیر کو سینہ کے سے سیم بر دکھلا دیا	تمنے کیا کچھ کسکو اتنی بات پر دکھلا دیا
زرد مُنھ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا	آج ہمنے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا
صبح سے تعریف ہے صبر و سکون غیر کی	کسنے شب مجھکو تڑپتے بیش و کم دکھلا دیا
غیرت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئے لاش تک	جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

پہلی بیت مین خطاب ہی اور دوسری اور تیسری بیت مین تکلم ہی اور چوتھی بیت مین غیوبت ہے اور تکلم بھی ہے۔

امیر مینائی

گلشن مین سرو فوج مین مثل نشان رہے	عالم مین سربلند رہے ہم جہان رہے
حاتم کا داستانون مین ابتک ہی تذکرہ	وہ کام کر کہ نامورون مین نشان رہے

پہلے شعر مین تکلم ہی اور دوسرے شعر مین خطاب ہے۔

انشا

مجھے کیون نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا	کہ پڑا ہے آج خُم مین قدح شراب اُلٹا
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قربان	وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا
ملے جیب ہو دیکھتے کیا مرے دل اُجڑ گئے کو	وہ گنہ تو کیدو جس سے یہ وہ خراب اُلٹا

پہلے شعر مین تکلم ہی اور دوسرے شعر مین غیوبت ہی اور تیسرے شعر مین خطاب ہی۔
غزل مین اکثر یہ ہوتا ہی کہ پہلے ایک شخص کو خطاب کرتے ہین پھر دوسرے کو جو مخاطب ہی غیبت سے یاد کرتے ہین ہان اگر مخاطب ایک ہو تو وہ اشعار غزل کے بھی التفات کے قبیل سے ہونگے اور خلاف

مقتضاے ظاہر سمجھے جائینگے۔ بعض اہل فن کے نزدیک التفات یہ بھی ہی کہ مضمون تمام ہوجائے پھر تمثیل یا دعا کے ساتھ اُسے ختم کرین۔ مثال اول۔

سودا

گالی نہین بے بوسہ مرے دل کو گوارا | جھوٹا کوئی کھاتا ہی تو میٹھے ہی کے لالچ

مثال دوم۔

ذوق

کتنے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

مصرع دوم بیت اول مین اور خدا مغفرت کرے بیت دوم مین التفات ہی مرزا خان آرزو موہبت عظمیٰ مین اسکے التفات ہونے سے انکار کرتا ہی۔

(۲۳) معنی مستقبل کی ماضی کے ساتھ تعبیر

یہ بھی خلاف مقتضاے ظاہر سے ہے کہ معنی مستقبل کو ماضی کے ساتھ تعبیر کرین اور اس سے اس بات پر تنبیہ ہوتی ہی کہ اس معنی کا وقوع متحقق ہی جیسے مہر کے قول مین۔

آج یہ جوبن گیا یا ڈھل گیا | اے مہ خورشید رو دن ڈھل گیا

یعنی آج یہ جوبن جائیگا یا ڈھل جائیگا۔

نشہ

ذرا تاب جنبش نہین اب مجھے | درندون نے چھوڑا بھلا کب مجھے

یعنی درندے بھلا مجھے اب چھوڑینگے۔

نظام رامپوری

عادت ہی ہوگئی ہی انکی نظام کچھ اور | اُس بزم سے عدو بھی اب [illegible] دشنام نکلا

غالب

یون ہی گر روتا رہا غالب تو ای اہل جہان | دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

یعنی تم ان بستیون کو دیکھنا کہ ویران ہوجائینگی۔

حالی

ہو چکا خانۂ ہنر معمور	دل آباد مفت بے ہنراں

یعنے خانۂ ہنر آباد نہ ہوگا۔

منشی ہیرالال شہرت

جو آج رہ گیا تو مقررہ کل گیا	جانا سبھی کو ہی عدم آباد کی طرف

میر حسن

گو آج ہم گئے نہ گئے سنیو کل گئے	کوچے سے اپنے ہمکو اٹھاتا ہی جلد کیوں

ہو

دیکھیے گا کہ فتنہ پھر اٹھا یا	جب اپنی حدود دیر میں آیا

داغ

تو جہنم کو کیا دیا تو نے	مجھ گنہگار کو جو بخش دیا

کبھی روایات وحکایات گذشتہ میں صیغۂ حال کو استعمال کرتے ہیں جیسے فاتح بنگالہ محررہ دیوان کشن گوپال شید اکی یہ عبارت غنیم ابتک منگیر کا محاصرہ کیے ہوے ہے ٹوڈرمل ابھی تک عقلمندی سے قلعہ کو بچاے ہوے ہیں اندرناتھ روز بروز کامیابی حاصل کر رہا ہے جب کبھی موقع پاتا ہے اپنے سواروں ہی سے دشمن کو پریشان کر دیتا ہے جہاں کہیں غنیم کی تھوڑی فوج سن پاتا ہے مہاراجہ کی اجازت لے کر بخبر اُس پر جا پڑتا ہے قبل ازانکہ کمک پہونچے اُن کو تباہ کر کے قلعہ میں آجاتا ہے اس طرح متواتر کئیں پا کر دشمن گھبرا اُٹھے ہیں قلعہ میں نئے افسر کی جنگی لیاقت ۔حوصلہ اور جوانمردی کی ہر طرف تعریفیں ہوتی ہیں غرضکہ روز بروز اندرناتھ کی بہادری مشہور ہوتی جاتی ہے۔

دبیر

ذبح ہونیگی مجھے عید ہی خالق ہی گواہ	روکے فرماتے ہیں یہ فوج ستمگار سے شاہ

روکے ٬ ماتے ہیں کہا اور درحقیقت یوں چاہیے تھا روکے فرماتے تھے۔

(۴) ضمائر میں وحدت وجمعیت کا اختلاف

مقتضاے خلاف ظاہر کی سے یہ بھی ہو کہ ضمائر میں وحدت وجمعیت کا اختلاف کریں

مقتضاے ظاہر کے موافق تو یہ ہے کہ جب ایک قسم کی دو ضمیرین برابر واقع ہون تو وحدت اور جمعیت مین مطابقت ہو اور اختلاف کرنا مقتضاے ظاہر کے خلاف ہی جیسے۔

اختر

وہ جان سے فدا ہو گیا عشق مین وہ سوے عدم
بھلا اور کا شکوہ تو کیا کرین ہم مرے مرے کا تجھکو بھی غم نہ ہوا

مرزا فخر دہلوی رمز

مجھ سے کی پہلو تہی بے درد نے جس روز سے	درد پہلو مین ہمارے دم بدم پیدا ہوا

تپ

قدر والا تمھاری ہے معلوم	خلق خادم ہے اور تو مخدوم

سوز

سر مشق ظلم تمنے کیا مجھکو واہ وا	تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا

انیس

بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہین شاہ	محسن و منعم و آقا ہے مرا وہ ذیجاہ

ایاز

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم	ت یہ رہی جی ہی ہی مین کے مرہم

اسی قبیل سے ہی۔

دبیر

اکبر نے کہا صبر کرو اے شہ عالم بندے کو تو کچھ مرگ جوانی کا نہین غم	ہم آپکی آغوش مین مہمان ہین ہوئی دم افسوس کہ حضرت ہو بے مونس و ہمدم

ایک مصرع مین اپنی نسبت ہم اور ایک مصرع مین بندہ جو بمنزلے مجھکو کے ہے استعمال کیا ہے اگر غزلیات مین مختلف شعرون مین ایسا ہو تو وہ مقتضاے ظاہر کے خلاف نہ سمجھنا چاہیے جیسے۔

غالب

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی	مری وحشت تری شہرت ہی سہی

دوسری بیت مین کہتے ہین۔

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے	کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

(۵) ضمیر بے مرجع

ضمیر بے مرجع ذکر کرنا بھی خلاف مقتضاے ظاہر کے اقسام سے ہے جیسے۔

ناسخ

واہ کیا حسن ہے بال اُسنے لپیٹے سر سے	خوشنما ایسے نہ دیکھے کسی دستار کے پیچ

غالب

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

دونون شعرون مین ضمائر غائب کا مرجع کوئی نہین اور یہ غزلیات مین کثرت سے واقع ہے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ مرجع ایسا مشہور ہوتا ہے کہ سامع کا ذہن اُسکے غیر کی طرف منتقل نہین ہو سکتا یا متکلم کے ذہن مین مرجع حاضر ہوتا ہے اُسی کی طرف خطاب کرتا ہے۔

(۶) اضمار قبل الذکر

کبھی ضمیر غائب اپنے مرجع سے مقدم آتی ہے اور اس مین عامہ نکتہ یہ ہے کہ جب مخاطب یا سامع ایک ضمیر سُنتا ہے تو وہ متردد ہو جاتا ہے کہ مرجع اس کا مذکور نہین اور جب مرجع سُن لیتا ہے تو نفس کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ انتظار کے بعد جب ایک چیز حاصل ہوتی ہے تو زیادہ تر لذیذ ہوتی ہے۔

غالب

دیا ہے اور کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے	بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے

اُسے کا مرجع تجمل حسین خان ہے۔

جرأت

کیا کیا کسے دیکھ آئے ہے جرأت ہمین حسرت
مایوس جو پھر آتا ہے پیغام بر اپنا

اُسے کا مرجع پیغامبر ہے۔

ناسخ

نام اُسنے جو سُنا عشق کی بیماری کا — میرے در پر سے پھر آ کے مسیحا اُلٹا

اُسنے کا مرجع مسیحا ہی۔

ذوق

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو — جبکہ ہو اُسکی نوید غسل صحت جانفزا

وہ ولی عہد زمان مرزا محمد بو ظفرؔ — اُسکی قوت گر ضعیفون کو بنا دے اقویا

راوی

اُس سے نہ ملے بوسہ وہ آغوش مین آئے — منحوس کر سے ہی زیادہ دہن اُس کا

احسان دہلوی

بیمار ہون مریض وہ کرے دم مین شفا یہ دے مجھے — آہ وہ چشم مے پرست واہ وہ لعل بادہ نوش

واجد علی شاہ

ساقی اُسی سے رُکتے ہین شمشیر غم کے وار — جام شراب کوئی بڑھ کر سپر نہین

ذوق

وہ کہے صل علی یہ کہے سبحان اللہ — دیکھیں مکھڑے پہ جو تیرے سر دفتر سہرا

ولہ

یہ تو یون مضطرب اور سینے مین لاکھون روزن — جی کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

مصحفی

مرے دم اُلٹنے کی جو خبر اُسکو دی کسی نے — وہین نیم رہ سے قاصد بصد اضطراب اُلٹا

سودا

کرین پاک اُسکو کب تک ہم کہ چشم زخم سا یارو — رکھے ہی ڈھب ہمارا دیدۂ خونبار رونیکا

ناسخ

ہون مین دست نگر اُسی کا ہر دم — مین مثل گدا ہون شاہ قاصد

نواب کلب علیخان

خوشبو ہو یارب اُسکی تو اُسکا سرور ہو — پیدا کر ایسی شئے کہ ہم ہون گل و شراب

وزیر

جنبش اُدھر اُٹھانے نہ دی برق تیغ کو	ابرو ہی کہ شمشیر سپر ہے کہ پھری آنکھ	

آتش

یار کو دیکھینگے پہنا کے شب مہ مین اُسے	ململیا کوئی اگر پھولون کا گہنا ؛	

(ب) اضمار قبل الذکر کراہیت طبع کی وجہ سے ہوتا ہی جیسے۔

میر

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلادیتا ہی میر | خوش نہین آتی نصیحت گرکی غمخواری مجھے

چونکہ طبیعت کو ناصح سے کراہیت تھی اس واسطے اس کا ذکر مؤخر کیا۔ اور اسی قسم مین داخل ہے یہ (د)۔

لمؤلفہ

لہو بہے اسکی جار طھون سے سل کو	چیر سینے کو پھینکدون دل کو	

دل کے واقعات سے چونکہ قائل آزردہ ہے اسلیے اُسکے ذکر کو مؤخر کیا۔

یونس

یہ حیات مین ہی دشمن وہ پس ممات دشمن | نہ کم آسمان زمین سے نہ زمین کم آسمان سے

چونکہ قائل آسمان وزمین کی دشمنی سے دل مین کبیدہ ہے اس لیے ان کے ذکر کو مؤخر کیا۔

مؤمن

وہ ہے خالی تو یہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے	کاسۂ عمر عدو حلقۂ آغوش ہوا	

عدو سے چونکہ طبیعت ناراض ہی اسلیے اُسکی عمر کے ذکر کو مؤخر کردیا ہے اور حلقۂ آغوش کا مؤخر کرنا صرف پہلے نکتے کی وجہ سے ہی۔

(۷) استطراد

استطراد بھی خلاف متقضاے ظاہر کی قسم ہے اُسکے معنے یہ ہین کہ ایک کلمے کو ازدواج کی وجہ سے ذکر کرنا اس حیثیت سے کہ مطلب مین اُسکا دخل نہو جیسے۔

ہوس

اُلفت کا ہے جرم تیری گردن	درپے ہین ہزار دوست دشمن	

دشمن درپے ہوتے ہین دوست کا لفظ استطرادًا واقع ہوا ہی۔

تلمیذ

نکل جاؤنگا دیس پردیس مین	اتیت اور جوگی کے ہو بھیس مین

پردیس مین نکلتے ہین دیس کا لفظ استطرادًا ہے۔

عشقی

انسی اور دیکھی بہت رزم و بزم	پر اب سنیے سہراب و رستم کا رزم

چونکہ سہراب و رستم کی رزم دکھانا منظور ہی اسلیے پہلے مصرع مین رزم ہی کا ذکر کافی تھا مگر استطرادًا بزم کا ذکر بھی کر دیا۔

مصحفی

یہ افترا ہے بنایا ہوا سب انشا کا	کہ بزم و رزم مین ہی پاے تخت کا وہ شیر

بزم ہر مجلس عمومًا مجلس عیش و نشاط خصوصًا یہان لفظ رزم استطرادًا واقع ہوا ہے مقصود صرف مجلس ہی جسکے لیے لفظ بزم کافی ہی۔

آزاد

شغل مین اپنے ہر اک شخص تھا مشغول وہان	چھننا تھا راحت و آرام کے پھل پھول وہان

پھل کا لفظ استطرادًا ہے کیونکہ چھننا پھول مین مستعمل ہوتا ہی نہ پھل مین۔
یہ بھی کمال پرہیز پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کہتے ہین کہ "ہم اسکے بھلے برے کے ذمہ دار نہین" مدعا مخاطب کا اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ ہم اُس کی برائی کے ذمہ دار نہین اور کمال پرہیز کی راہ سے بھلا بڑھا دیا کہ ہم دونون صورتون مین خواہ بھلا ہو خواہ برا ضامن نہین ہین حالانکہ بھلائی کی ذمہ داری ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن یہان یہ امر جتانا منظور ہی کہ جب ہم نیک کے ذمہ دار نہین تو بد کے کیون بننے لگے اور بھلا زائد ہے صرف برے کے مقابلے کے لیے واقع ہوا ہے تاکہ زوجیت بھلے برے کی حاصل ہو جائے۔

انشا

تاکہ مشغول عبادت رہے انشاءاللہ	ضائع اوقات کو کھویا نکرے حق ناحق

حق لفظ ناحق کی زوجیت کے لیے استطرادًا واقع ہوا ہے

---

(۸) کلام کو برخلاف مراد قائل کے حمل کرنا

خلاف مقتضائے ظاہر کے اقسام مین سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام کو برخلاف مراد متکلم کے حمل کیا جائے بشرطیکہ وہ حمل کرنا صحیح ہو اور حمل کرنیوالے کا مدعا یہ ہو کہ اگر اس کلام کے یہ معنے تمھارے نزدیک ہون تو بہتر ہے۔

مثنوی قضا و قدر

اُسنے کہا آپ کا تکیہ کدھر	بولے کہ تکیہ مرا اللہ پر

سائل کی مراد تکیے سے وہ مکان ہے جس مین فقرا رہتے ہین اور مخاطب تکیے کو بھروسے پر حمل کرتا ہے اور قرینہ صارفہ اس مین اللہ پر ہے یعنے ہم اللہ پر بھروسا رکھتے ہین جہان اُسنے رکھا وہین رہ پڑے جبکہ ہمارا بھروسا اللہ پر ہے تو رہنے کے لیے مکان کیون مقرر کرین کیونکہ اس صورت مین اللہ پر سے بھروسا اُٹھ جائے گا اور حق یہ ہے کہ یہ قاعدہ صنعت ایہام سے ماخوذ ہے جسکا بیان صنائع معنوی مین آئیگا۔

(۹) قلب

اسکی دو قسمین ہین ایک قلب مطّرد اور وہ قلب صفت و موصوف کا ہے اگرچہ موصوف کا حق یہ ہے کہ مقدم ہو کیونکہ وہ متبوع ہے مگر زبان اُردو مین فصیح یہ ہے کہ صفت مقدم ہو پس چالاک گھوڑا کہنے مین جو لطف ہے وہ گھوڑا چالاک کہنے مین نرہے گا۔

مہر

سیہ چوٹی زرافشان بانک سبز اسپر دوشالا ہے	تماشا ہے پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

منشی

کواکب ہین سب اس سخن کے گواہ	کہ مشعلچی اُسکا ہے رخشندہ ماہ

سودا

تار نگہ مین اُسکی کیونکر پھنسے نہ یہ دل	آنکھون نے جسکی لاکھون وحشی غزال باندھے

دوسرا قلب شاذ اور وہ کم مستعمل ہوتا ہے جیسے غالب کے اس شعر مین۔

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا	دل جگر تشنۂ فریاد آیا

جگر تشنہ بمعنے تشنہ جگر یعنے آرزومند مطلب یہ ہے کہ دیدۂ تر کی یاد نے پھر دل کو

فرہاد کا آرزومند بنا دیا۔

شایان

ہوئی ہر طرف فوج رنج والم	ہوا دور ارجن پسر کا بھی غم

یعنے پسر ارجن کا۔

حسرت

قصاب پسر کہ اُسپر ہے جان فدا	افسوس کہ اُسنے بن چھری ذبح کیا

نشاط

بنا سینہ وہ فوراً خاک تودہ	ترے تیر نگہ نے جس کو تاکا

ناسخ

جان دین کیونکر نہ اُس مطرب پسر کے عشق مین	تال کا سُننا ہماری جان کو سم ہوگیا

نکتہ عامہ ترکیب قلب مین یہ ہے کہ جب کلام دوسرے اسلوب پر اور ترکیب تازہ کے ساتھ لایا جاتا ہے تو سننے والے کو کسی قدر نشاط حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ارجن پسر۔ قصاب پسر اور مطرب پسر بہ نسبت پسر ارجن پسر قصاب اور پسر مطرب کے اور شکرین لب بہ نسبت لب شکرین کے زیادہ دلچسپ ہین۔

کبھی قلب سے تعقید پیدا ہو جاتی ہے جیسے غلام سرور کے اس قول مین۔ ؎

مرے سینے مین کردو نقش تم اسم محی الدین	کہ روشن ہو تمھارے نام سے دل کا نگین میرا

یعنی میرے دل کا نگین تمھارے نام سے روشن ہو پس مقصود بالتمثیل دل کا نگین میرا ہے۔

ذوق

نطق شیرین سے ترے عام حلاوت ہو اگر	تم تلخ ہو حنظل کا سبوے شربت

یعنی شربت کا سبو حنظل کا تم تلخ ہو جاے مقصود بالتمثیل تم تلخ حنظل کا ہے۔

(۱۰) تجرید

تجرید کے معنی یہ ہین کہ ایک کلمے کو معنون سے مجرد کرکے پھر وہی معنی زیادت ایضلاح کے واسطے دوسرے کلمے مین ذکر کرین جیسے تعظیم کرنا۔ تعظیم کے معنی کسی کو بڑا جاننا ہین جب تعظیم خود مصدر ہے تو اُسکے بعد کرنا کہ مصدر ہے کہنا داخل تجرید ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جزو معنی کی تاکید ہو۔

ناسخ

اکرے گا جب کہ وہ اتمام اگر حجت حق کو	زمانے مین رہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا

تمام کیگا مین تجرید ہی۔

ہوس

واکرکے درخزینہ فے الحال	انعام کیا جو تھا زر و مال

انعام کیا مین تجرید ہے۔

ولہ

رمال و نجومیون لو بلوا کے	خلعت دیے اُن کو از سراپا

سراپا خلعت کو کہتے ہین اور تمام کے معنے مین بھی آیا ہے یعنے اول سے آخر تک اور خلعت بکسر اول اُن سلے ہوے کپڑون کو کہتے ہین جو اُمرا اور ملوک دوسرے شخصون کو بخشین اور وہ کم تین کپڑون سے نہین ہوتے اور ظاہر ہے کہ سر سے پاؤن تک کے کپڑے اُس مین ہوتے ہین پس شاعر نے خلعت کے معنے مین تجرید کی اور صرف امیرانہ کپڑے اُس سے مراد لے کر دوسرے معنی لفظ از سراپا مین ذکر کیے۔

کبھی جمع کے صیغے کو مجرد کر کے پھر جمع اسکی بناتے ہین جیسے۔

حسن مولف سمجھ بوجھ

مساکینون کو کر دے صاحب تاج	شہنشاہون کو کر دے دم مین محتاج

۵

اپنے اعمالون سے گو مایوس ہون	غم نہین کچھ غوث کا پابوس ہون

شیخ نیاز علی نجنر

چرچے کرتی ہین یہ ساری حوریان	آج نزہت پر ہی کیا باغ جنان

حور جمع حوراء کی ہی اُسکو مجرد کر کے جمع بنائی ہی۔

ناسخ

غلمان و حوریان ہین تصور مین بےشمار	ہے روبروے وسعت دل مختصر بہشت

انیس کے اس مصرعہ مین بھی یہی بات ہی مصرعہ گرتے تھے طیوران ہوا کھولے ہوے پر

طیور جمع عربی ہے اُس کو مجرد کرکے فارسی کے طور پر جمع بنائی ہی جیسے حکیم حاذق ۔ شعر میں ۔

بدام زلف تو گہ آدمی و گاہ ملک	اگہے وحوش گرفتار گہ طیور انند

اسی قبیل سے میر حسن کے شعر میں طیوروں ہی۔

وحوش و طیوروں نے آ بے قل	پڑے آشیانوں سے اپنے نکل

فائدہ اگرچہ اس چمن میں خلاف مقتضاے ظاہر کی بحث اُتنی ہی لانی تھی جتنی مسندالیہ کے حالات سے تعلق رکھتی تھی لیکن کئی باتین اس مقام پر ایسی بھی بیان کردی گئین جو مسندالیہ کے حالات سے نہین ہین اور اس طرح خلاف مقتضاے ظاہر کے اکثر مباحث ایک جگہ جمع ہوگئے اسی طرح چمن اول کے بعض مباحث مین بعض بعض مثالین ایسی لکھدی گئین ہین کہ اُن کا تعلق مسندالیہ سے نہین ہے لیکن مناسب موقع سمجھ کر ایسا کیا گیا ہے کہین اشارہ کردیا ہی اور کہین ناظرین کے فہم پر اعتماد کرکے اشارہ نہین کیا ہی اور غرض اس سے یہ ہی کہ ہر مطلب کے حالات بخوبی روشنی پڑجائے ۔

تیسرا باغ مسند کے احوال مین

مسند جس کی تعریف اوپر ہوچکی یعنے وہ کلمہ جو مسندالیہ کی طرف منسوب ہو وہ یا اسم ہوگا یا فعل کے اقسام سے اگر اسم ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ یہ صفت مسندالیہ کی ذات مین ثابت ہے جیسے زید کھڑا ہے اس سے پایا گیا کہ زید مین کھڑے ہونے کی صفت ثابت ہے اور اس سے مبالغہ مدح وذم وغیرہ مین پیدا ہوتا ہی ۔

غالب

تاب لاتے ہی بنے گی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

واقعہ مسندالیہ ہی اور سخت مسند ہی اسی طرح جان مسندالیہ ہی اور عزیز مسند ہی پہلے مسند سے مذمت مین مبالغہ منظور ہے اور دوسرے سے مدح مین ۔

امیر اللہ تسلیم

دید کے قابل ہی جو بن سبزۂ رخسار کا	معجزہ ہی سبز ہونا آگ پر گلزار کا

سبزۂ رخسار کا جوبن مسندالیہ ہی اور دید کے قابل مسند ہی اور گلزار کا آگ پر سبز ہونا مسندالیہ ہے

اور معجزہ مسند ہی اور دونون جگہ مدح مین مبالغہ منظور ہے۔

حالی

ہین سراسر فریب و وہم و گمان	تاج فغفور و تخت خاقانی
نقط مہمل ہے نطق اعرابی	حرف باطل ہے عقل یونانی
ایک دھوکا ہے لحن داؤدی	اک تماشا ہے حسن کنعانی

مصرع اول مین فریب و وہم و گمان مسند ہین اور تیسرے مصرع مین نقط مہمل مسند ہے اور چوتھے مصرع مین حرف باطل مسند ہے اور پانچوین مصرع مین دھوکا مسند ہے اور چھٹے مصرع مین تماشا مسند ہے اور اگر فعل ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ صفت مسندالیہ مین پہلے نہ تھی اب موجود ہوگئی جیسے زید سو گیا اس سے ظاہر ہی کہ پہلے جاگتا تھا اب سو گیا۔

آتش

ہزارون حسرتین جاوینگی میرے ساتھ دنیا سے	قرار و برق سے بھی عرصۂ ہستی کو کم پایا

اس سے ظاہر ہی کہ حسرتین پہلے نہین گئی تھین اب جاوینگی اسی طرح عرصۂ ہستی کو پہلے کم نہ پایا تھا اب پایا ہی۔

امیر

نہال عشق کو رد رو کے ہم سرسبز کرتے ہین	نہین آنکھین یہ دو نہرین ہین اپنے گلشن دل کی

اس سے ظاہر ہی کہ نہال عشق کو آگے سرسبز نہین کیا تھا اب کرتے ہین۔

بحر

دیکھ لین ہم ہی تو اس کو دیتا ہے کیونکر کوئی	ہان اشارہ کرے وہ بہم فسونگر زینا

دیکھ لین مسند ہی ہم مسندالیہ و دیتا ہی مسند ہی اور کوئی مسندالیہ اور کرے مسند ہی اور فسونگر مسندالیہ۔

الحاصل مسند اقسام مذکورۂ بالا سے خواہ کسی قسم کا ہو جتنی قیدین اُس مین بڑھائی جائینگی اُسی قدر زیادہ خصوصیت پیدا ہوگی اور یہ بات نہایت مستحسن ہی پس اکثر مسند فعل کو اور جو فعل مشابہ ہی جیسے اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ۔ اسم تفضیل (مفعول بہ۔ مفعول مطلق مفعول فیہ۔ مفعول لہ۔ مفعول معہ۔ حال۔ تمیز۔ استثناء سے مقید کرتے ہین اور اس سے زیادہ وقوف حاصل ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

داغ

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہین ادھر جاتا ہے دیکھین یا ادھر پروانہ آتا ہے

رکھکر فعل مسند وہ ضمیر فاعل مسند الیہ شمع مفعول بہ رخ روشن بترکیب توصیفی مضاف الیہ آگے ظرف مکان مضاف پس مضاف و مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یعنی ظرف مکان فعل اپنے فاعل و مفعول بہ اور مفعول فیہ سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہوا یہ اسم اشارہ مشار الیہ اسکا مضمون مصرع دوم کیونکہ جب اسم اشارہ ایسے جملے پر آتا ہے جو شروع مین کاف بیانیہ لفظاً یا تقدیراً رکھتا ہو تو اسکا مشار الیہ اُس جملے کا مضمون ہوتا ہے پس اسم اشارہ مع مشار الیہ کے مفعول بہ ہے۔ کہتے ہین فعل فاعل اس کا ضمیر مستتر جو مسند الیہ مذکور کی طرف راجع ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا دوسرے مصرع مین جانے اور آنیکا فاعل پروانہ بطریق تنازع کے ہے اور اُدھر اور اِدھر ظروف مکان ہین اور دیکھین اگرچہ فعل ہے مگر یہان شک کا فائدہ دیتا ہے اس لیے مجازاً یا تغلیباً حرف شک سمجھا جاتا ہے اور یہی فائدہ حرف عطف سے مقصود ہے اور چونکہ شک مین مبالغہ منظور تھا اس لیے تاکیداً دو حرف شک کو استعمال کیا۔

امیر مینائی

کہہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی ہائے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

کہہ رہی فعل اور حشر مین مفعول فیہ یعنی ظرف مکان اور وہ آنکھ ذوالحال اور شرمائی ہوئی حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل کہہ رہی کا ہے اور جملہ دوم مقولہ ہے کہہ رہی کا۔

میر حسن

یہ کہہ اُسنے رو رو اُتارا سنگار کیا اپنی پشواز کو تار تار

یہ کہہ مین کر جو عطف کا فائدہ دیتا ہے محذوف ہے یعنے یہ کہکر مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ اول یہ کہا پھر اُسنے رو رو کر اپنا سنگار اُتارا اور اپنی پشواز کو تار تار کیا اُس نے ذوالحال ہے رو رو حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل ہے اوتارا کا سنگار مفعول بہ ہے جس کی علامت یعنی لفظ کو محذوف ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ہے اور حرف عطف دونون مصرعون کے درمیان سے محذوف ہے اپنی پشواز کو بترکیب اضافی مفعول اول کیا فعل ماضی مطلق مشتق کرنے سے ضمیر مستتر اس کی راجع ہے مسند الیہ کی طرف

اسکا فاعل ہے تار تار دوسرا مفعول ہے دونون مفعول مل کر مفعول بہ ہوا یہ قاعدہ کلیہ ہے
کہ پہلے مفعول کے بعد علامت مفعولیت کی لاتے ہین اور دوسرے کے بعد نہین لاتے ہین
مگر دونون کو ملا کر مفعول بہ سمجھتے ہین فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملۂ فعلیہ خبریہ ہو کر
معطوف ہوا معطوف معطوف علیہ سے ملکر جملۂ معطوفہ ہوا۔

ذوق

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض	ہاتھ ملتی ہی مرے حال پہ گیا ہی مقراض

پر کترنے کے بعد کہ واسطے کے معنی ہین ہی جو بیان علت وسبب کے ہے ہی پس پر کترنے
مفعول لہ ہی اور جو حرف شرط ہی صیاد نے فاعل چاہی فعل مقراض مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور دونون
مفعولون سے ملکر جملۂ فعلیہ ہو کر شرط ہی اور دوسرا مصرع جزا ہی۔

ظفر

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا	کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا

کسی نے فاعل اُسکو مفعول بہ سمجھایا تو ہوتا فعل پس فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر
جملۂ فعلیہ ہوا اسی طرح دوسرا جملہ فعلیہ ہی۔

ناسخ

نہا رہے ہین وہ غیرون کے ساتھ گنگا مین	نہائین ہم بھی نہ کیون آنسوؤن کے دریا مین

نہا رہے ہین فعل وہ فاعل غیرون کے ساتھ مفعول معہ گنگا مین مفعول فیہ فعل اپنے فاعل
اور مفعول معہ و مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

سودا

جھینکنا جاڑے کا جو جھینکین ہین	اِک سخن ہی تو لاکھ جھینکین ہین

جھینکنا مفعول مطلق ہی جھینکین کا جھینکنا مضاف ہی اور جاڑا مضاف الیہ مضاف
مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق ہی اور جھینکین ہین فعل حال ہی ہم فاعل مستتر ہی پس فعل اپنے
فاعل اور مفعول مطلق کے ساتھ ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

مثنوی سعدین

چل گئی یان چھری چلی وہ چال	دل بیتاب ہو گیا پامال

چال مفعول مطلق ہی چلی کا جو مسند ہی۔

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر کسوکے یہ پن بیٹا ہے	بُرا ماناجو ہے ہیں کیوں چھوڑن کو دل والے

مہر

مثال بُت سب سنے ہین بے حس یہ دیکھو قہر خدا کی نیندین
یہ جاگے تھے ابتدا مین کس دن جو سوئے ہین انتہا کی نیندین

دوسرے مصرع مین نیندین سوئے ہین کا جو مسند ہی مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے۔

مسند فعلی کی تقیید شرط کے ساتھ

مسند جبکہ فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے تو کبھی اُسکو جملہ شرطیہ کے ساتھ مقید کردیتے ہین اور اس سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہین جو حرف شرط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین۔ یاد رکھو کہ علماے عربیت کے نزدیک کلام جزا ہے اور شرط کو کلام مین کوئی مداخلت نہین وہ صرف حکم جزا کے واسطے بطور قید کے ہی جیسے دوسرے فضلات پس جو حال ظرف اور مفعول وغیرہ کا ہی وہی اُس کا ہے پس کلام جزا ہی ہے شرط ایک قید ہی بمنزلے حال یا ظرف کے اور وہ کلام جس حالت پر شرط سے قبل ہوتا ہی اُسی حالت پر شرط کے بعد بھی رہتا ہی پس اگر جزا جملۂ خبریہ ہوگی تو شرط کی قید لگنے سے خبریہ ہی رہیگی اور اگر انشائیہ ہوگی تو شرط کے بعد بھی انشائیہ ہی رہیگی اور قید کے بعد جملہ شرطیہ خبریہ یا جملۂ شرطیہ انشائیہ بولینگے غرضکہ شرط کو جزا مین کوئی دخل نہین ہی وہ ایک قید ہی جزا کے لیے پس اس مثال مین۔

جرأت

گر ندیکھونگا تمھین تو اور ہونگا بیقرار	اس مین رسوائی ہی کچھ ملنے مین رسوائی نہین

یہان جزا (اور بیقرار ہونگا) ہی اور یہ جملۂ خبریہ ہی تو مع شرط کے بھی وہی جملہ خبریہ رہیگا۔

غالب

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ	اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ

یہان انتظار ساغر کھینچ جزا ہی اور یہ جملہ انشائیہ ہی۔

ولہ

فنا کو سونپ گر مشتاق ہی اپنی حقیقت کا	فروغ طالع خاشاک ہی موقوف گلخن کا

فنا سونپ جزا ہے اور یہ جملۂ انشائیہ ہے۔

شگستہ

قدو کاکل کے دلبے اگر مضمون بندھو	اسے لکھ کر الف اور لام کی تفسیر پر رکھدو

الف اور لام کی تفسیر پر رکھدو جواب شرط ہے جزا ہے اور یہ جملۂ انشائیہ ہے۔
نفس شرط اگر جملۂ خبریہ ہو تو حرف شرط اُسپر داخل ہو کر اُس کو مرکب ناقص بنا دیتا ہے اسی طرح جملۂ انشائیہ ہو تو اُسکو بھی مرکب ناقص کر دیتا ہے پس یہ دونوں قسم کے جملے حرف شرط کے آنے کے بعد خبریت اور انشائیت پر باقی نہیں رہتے بلکہ مرکب ناقص بن جاتے ہیں جو کلام اور مرکب تام سے خارج ہے اور منطقین کے نزدیک شرط و جزا دونوں خبریت سے خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ حرف شرط دونوں کو اُنکی اصل سے خارج کر دیتا ہے پس ان کے نزدیک حکم جزا کا بھی اعتبار نہیں رہتا بلکہ شرط و جزا دونوں کا مجموعہ کلام خبری سمجھا جاتا ہے اور دونوں میں ملازمت ہوتی ہے پس ذوق کے اس شعر میں۔ ؎

ہووے اگر عقدہ کشا ئی نہ یداللہ کے ساتھ	ذوق حل کیونکہ ہو عقدۂ مشکل ہرگز

اہل عربیت کے نزدیک ذوق کے عقدۂ مشکل کے حل ہونیکا حکم یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی نہ ہونیکے وقت یا حال میں ہے پس محکوم علیہ ذوق کا عقدۂ مشکل ہے اور حل ہونا محکوم بہ ہے اور شرط کو اس میں کوئی دخل نہیں وہ ایک قید ہے محکوم علیہ و محکوم بہ کے حکم کے لیے اور منطقین کے نزدیک ذوق کے عقدۂ مشکل کے حل ہونے کے لزوم کا حکم یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونے کے ساتھ ہے پس اس وقت میں محکوم علیہ یداللہ کے ساتھ عقدہ کشائی ہونا ہے اور محکوم بہ عقدۂ مشکل کا حل ہونا ہے۔ جملہ شرطیہ میں زمانے کی قید حکم ثبوت اور دوام کا رکھتی ہے اور ماضی و مضارع اپنے معانی کو چھوڑ دیتے ہیں جب سورج نکلے گا دن ہے اور جب سورج نکلا دن ہے ان دونوں جملوں کے ایک معنی ہیں مستفاد از موہبت عظمےٰ۔ یاد رکھو جملۂ شرطیہ میں پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جواب شرط کہتے ہیں اور جواب شرط میں ایک حرف جزا کا ضرور آتا ہے اور وہ اُردو میں تو ہے جیسے اگر تم آؤگے تو میں پانچ روپے دونگا اور کبھی اس حرف کو حذف بھی کر دیتے ہیں۔

حروف شرط کی تفصیل یوں ہے۔
اگر اور گر۔ ایسی چیز کے لیے لگاتے ہیں جسکے ہونے یا نہونے کا یقین نہو اگر یقینی ہو تو اگر نہیں لگاتے

انیس

گر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ مین | پڑجائین لاکھ آبلے پائے نگاہ مین

دیکھو آنکھ سے نکل کے راہ مین ٹھہر جانا یا نہ ٹھہر جانا یقینی نہین اگر یقینی ہوتا تو اگر نہین لاتے یہی سبب ہے کہ اگر ہمیشہ فعل مستقبل پر آتا ہے اس لئے جو چیز آئندہ ہونے والی ہو اسکے ہونے یا نہونے مین کلام ہوتا ہے۔

میر فخرالدین سخن

اگر یہ شوخ چشم آ کے لڑائین اپنی آنکھون سے | تماشا پتلیون کا ہم دکھائین اپنی آنکھون سے

آنکھون کا لڑانا اور نہ لڑانا یقینی نہین ہے

منشی ریاض احمد ریاض

تو وہ آہو چشم سیر کو جائے اگر گلزار مین | گل و ریحان شاخ مین نکالین نرگس بیمار مین

گلزار مین جانا اور نہ جانا یقینی نہین۔

(۲) ماضی اور حال پر وہان آتا ہے جہان امر یقینی نہو بلکہ ہوجانا یا نہوجانا فرضی ہو جیسے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی | تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ذوق

وہ از خود رفتہ ہون جسکی بیخودی نے | خدائی مین اگر ڈھونڈا نہ پایا

حسن

جی اگر اس سے لگا یار شک سے دل جل گیا | دل اگر اسکو دیا دل ہاتھ سے جاتا رہا

آتش

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے | سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے

(۳) اگر کو یقین کے محل پر لاتے ہین مگر شک کا ادعا بھی بسبب نارسائی اور حسرت بسیار کے موجود ہوتا ہے جیسے۔

ہمنشین گرمری یہ شب کٹ جائے | تو مین جانونگا اک پہاڑ کٹا

شب کا کٹ جانا یقینی ہے مگر درازی شب کی وجہ سے عاشق کو حسرت مایوسی پیدا ہوئی اس لیے ایسا کہا۔

مثنوی یوسف و زلیخا

اگر جان ہے ترے غم مین سلامت
دگر دل ہے سدا تجھ پر فدا

جان کا اور دل کا ہونا یقینی ہے مگر چونکہ معشوق کا وصل حاصل نہین ہوتا تھا اس لیے حسرت بسیار کی وجہ سے ایسا کہا۔

ذوق

پھر اگر آسمان تو شوق سے تیرے ہی سرگردان
اگر خورشید نکلا تیرا گرم جستجو نکلا

مخاطب خدائے تعالیٰ ہے اور یہ دونون امر اگرچہ یقینی ہین لیکن قائل نے اپنی نارسائی کی وجہ سے اگر شرطیہ کے ساتھ ذکر کیا اور یہ مطلب صوفیہ کے مذاق کے موافق پورا ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر شے مین باری تعالیٰ کا عشق مانتے ہین پس کسی منکر کو یہان ان باتون کے غیر یقینی ہونے کی نسبت اعتراض کرنے کی گنجایش نہین۔

یا تجاہل عارفانہ کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے مثلاً خالد زید سے دریافت کرے کہ تمھارا آقا کہان ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ مکان مین ہے مگر آقا کے خوف سے یہ کہے کہ اگر مکان مین ہو تو اطلاع دیتا ہون اسلیے کہ آقا نے اُس سے یہ کہدیا ہو کہ جو کوئی تجھ سے میرا حال پوچھے تو بغیر میرے مشورے کے اُس سے نہ کہنا۔

مومن

[illegible] ہم اپنا دا[illegible]
جہنم مین ہے اے واعظ اگر آگ

حالی

رکھتے ہین حضرت انسان جو بڑائی مین قدم
مالکون کے انھین گر جھیلنے پڑتے ہین ستم
گاؤ خر لاتے ہین کیا جانیے کس بات مین کم
ذلتین انکے لیے بھی ہین مہیا ہر دم

ولہ

کھیت سے اپنے بچھڑنے کا ہی گر انکو ملال
تذکرے کرتے ہین کہ لوٹا گیا یان عیش و صال

و

انکی گردن مین اگر قید کی رسی ہے پڑی
اپنی بے بالوپری کی بھی کہانی ہی بڑی

ولہ

یان اگر بزم تھی تو اُس کی بزم	یان اگر ذات تھی تو اُس کی ذات

سودا الاشنہ حضرت امام حسینؑ کی زبانی

قضا کی تیغ سے مین بھی جواب ٹا تو کٹا	اگر کٹے تو کٹے رن مین دست و پا لے بیٹا

ولہ

اگر مرا ہے مجاسن ہووے لال	تو یہ دعا ہی کہ تو سرخرو ہو روز قتال

یہ تجاہل معانی کے نکات مین اسلیے شمار پایا ہے کہ حال اُسکا مقتضی ہی اور اگر اسکا ایراد بطور ظرافت کے ہوتا تو علم بدیع کے قبیل سے تھا۔

یا غرض اس سے عار دلانا اور توبیخ ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ہین ملے تم کو چشم دگوش اگر	تو چلی جائے کور دکر کی خبر
تم اگر ہاتھ پانون رکھتے ہو	لنگڑے لولون کو کچھ سہارا دو

ولہ

خلف اُنکے الحق اگر یان یہی ہین	سلف کے اگر فاتحہ خوان یہی ہین
تو یادگار عزیزان یہی ہین	اگر نسل اشراف و اعیان یہی ہین
تو یاد اسقدر انکی رہجائے گی یان	کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یان

یا اسوجہ سے اگر کو یقین کے محل مین لاتے ہین کہ مخاطب کو وقوع اور لا وقوع شرط کا یقین نہین ہوتا پس اُسکے اعتقاد کے مقتضا کے مطابق کلام کیا جاتا ہی جیسے۔

مومن

مر دیتی ہون اس ہین دم مین تجھکو	ہو تیغ علی ؑ [illegible] مار مجھکو

خوشتر

قسم ہے رام کی گر جان مانگو	حاضر ہے نہین افسوس مجھکو

اِسی قبیل سے یہ قول درد کا بھی سمجھنا چاہیے۔

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا	تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

یا وقوع ولا وقوع شرط کے عالم اسکو جاہل قرار دیکر اس طرح کلام کیا جاتا ہی اور یہ اُس حالت مین ہوتا ہے کہ وہ مقتضاے علم کے خلاف کام کرتا ہو جیسے کوئی اپنے باپ کو ستائے تو اُسکو کہا جائے کہ اگر یہ تیرا باپ ہے تو اُسکو ایذا نہ دینا چاہیے مخاطب خوب جانتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے اور مقتضا اس جاننے کا یہ تھا کہ باپ کو نہ ستاتا مگر چونکہ ستاتا ہے تو اُسکو بمنزلے جاہل کے قرار دیکر اگر کے ساتھ تعبیر کیا - ایک شخص اپنے حریف کے ظلم سے نالان ہوکر کہتا ہی کہ "تم اگر خدا ہی تو تم بھی اپنے کیے کی سزا پاؤ گے" تم جانتے ہو کہ شرط امر مشکوک پر ہوتی ہے اسی واسطے امر یقینی پر شرط نہین لگاتے چنانچہ یہ نہین کہتے ہو کہ "اگر آدمی ہی تو مین نے تجھکو بھائی بنایا" مگر جب اعتقادی یا مسلم امر کو شک مین ڈال کر تقریر کرتے ہین تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخاطب متنبہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی اُن باتون کا معترف ہوتا ہے مگر جبکہ اپنے علم کے بموجب عمل نہین کرتا تو اُس کے ڈرانے کے لیے اس طرح اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہی "اگر خدا ہے تو یہ بھی اپنے کیے کی سزا پائے گا" ورنہ مطلب اسکا یہ ہی کہ جس طرح خدا مسلم ہے ایسے ہی اس ظالم کے لیے سزا مقرر ہے اسی قبیل سے ہی حالی کے ان شعرون مین سے

بُرا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے	عبث جھوٹ بکنا اگر نا روا ہے مقرر جہان نیک و بد کی جزا ہے

گنہگار وان چھوٹ جائینگے سارے
جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے

بُرے شعر کہنے والے شاعر اس بات کو خوب جانتے ہین کہ ایسے شعر کہنے کی سزا خدا کے ہان ضرور ملیگی اور عبث جھوٹ بکنا بیشک ناروا ہے مگر چونکہ وہ اپنے علم کے مقتضا کے خلاف کام کرتے ہین یعنی ایسے شعر کہنے سے احتراز نہین کرتے اسلیے انکو بمنزلے جاہل کے قرار دے کر اگر کے ساتھ بیان کیا -

ولہ

[illegible] کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم	اُسی کی طلب مین مرد گر مرد تم
ہین یہان گر بلفت کیخواب سو پیرہن ہمنشین صد ہا یہان پر ہین حسین بے نظیر	اور وہان لیجائیگا یان سے اگر کچھ - تو کفن ایک بھی واں پر نہین گر ہین تو ہین منکر نکیر

(۴۷) جب صیغۂ ماضی استمراری پر آتا ہی تو منفی کو مثبت اور مثبت کو منفی کردیتا ہی جیسے -

میر حسن

تمھاری اُسے چاہ ہوتی اگر | تو اب تک وہ تم کو نہ آتا نظر

یعنے اُسے تمھاری چاہ نہیں ہی ورنہ وہ تمکو ضرور نظر آتا -

غالب

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا | کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

تو نے عہد کو توڑ ڈالا اسلیے وہ استوار نہ تھا -

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا | کہ خوشی سے مرجاتے اگر اعتبار ہوتا

خوشی سے نہ مرے اسلیے کہ اعتبار نہ تھا -

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا | اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

یعنے نہ اور جیتے نہ انتظار ہوتا -

ذوق

ذبح ہونے کا نہ جانتا گر صید حرم | آپ گردن پہ چھری پھیر کے بسمل ہوتا

چونکہ صید حرم ذبح ہونے کا مزہ نہ جانتا تھا اسلیے آپ گردن پر چھری پھیر کر بسمل نہ ہوا -

امانت

تری فرقت پہ نہ ہوتا اگر یہ دل مائل | جگر کا آبلہ کیوں نوک خار پر ہوتا

مولوی قدرت اللہ قدرت

زُلفوں میں اگر دل یہ گرفتار نہ ہوتا | یوں روز مرا آہ شب تار نہ ہوتا

جو یہ بھی استقبال میں وہی معنی پیدا کرتا ہے جو اگر کرتا ہے یعنے وہاں آتا ہی جہاں شرط کے واقع ہونے اور واقع نہونے کا یقین نہو جیسے -

جرأت

کوئی آتش کا پرکالہ جو وقت خواب یاد آئے
تو بجھیں کیوں نہ انگارے یہ گلہاے نہالی ہم

سودا

جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن | تو خار و خس نہ کرین شعلے کو کبھو برپا

اور جو ماضی و حال مین آتا ہی تو یقین کا فائدہ دیتا ہی مثلاً۔

آتش

ہوتا ہے سُن کے زرد جو نامرد مدعی | رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا

جرأت

رکھا جو تو نے قدم سر پہ یار از رہ لطف | دماغ عرش پہ اس خاکسار کا پہونچا

چرکین

خیال زلف بتان مین جو پیچ کھاتے ہین | مروڑے ہو ہو کے پیچش کے دست آتے ہین

آتش

جبین پر اپنے افشان کو جو اس محبوب نے چھڑکا | کتاب چہرہ نے نقشہ دکھایا لوح قرآن کا

اصالت

بوسہ جو مانگتا ہون تو انداز و ناز سے | مجھکو دکھاتے ہین وہ انگوٹھا ہلا کے ہاتھ

امیر

ذرے افشان کے جبین پر جو دمکتے دیکھے | اختر طالع خورشید چمکتے دیکھے

اسیر

بحر عالم مین ہی آفت لازم ای اہل کمال | ٹوٹنے کا خوف ہی قطرہ جو گوہر ہو گیا

اور جب اسکا مدخول ماضی تمنائی ہوتا ہے تو اسکا وہی حکم ہے جو اگر کا ہی کہ مثبت کو منفی بنا دیتا ہے اور منفی کو مثبت کر دیتا ہے مثلاً۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہی وہ یکتا | جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہین دوچار ہوتا

یعنے چونکہ اُس مین دوئی کی بو نہین اسلیے دوچار نہین ہوتا۔

امانت

نہ جو سبزۂ خط کا بہار حسن ہوتا | نہ بند یار کا طوطی ہزار مین ہوتا

جب یہ کلمہ استقبال پر آتا ہے تو وہی شرط کا فائدہ دیتا ہی اور اس سے تعیین زمان

مقصود ہوتی ہی اس مین اور اگر مین یہی فرق ہی۔

انشا

جب ہوا کھاکے گھر آئینگے تو دیکھینگے نار	وضع پرہند کی ہی باغ مین جسکا سکن

ظفر

وہ شکار انداز جب لے ہاتھ مین اپنے تفنگ	برق تھرّا جائے رنگت دیکھکے اڑتی ہوئے

اور جب ماضی وحال پر آتا ہی تو جزم ویقین اُس سے مطلوب ہوتا ہی جیسے۔

ذوق

مین اپنے ذوق کے قربان کہ مستی مین محبت کی	بلایا کسنے اُسکو جب وہ آیا بے طلب آیا

آتش

جب مین جاتا ہون تو مجھسے یون کہتے ہین	نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

مومن

جب سے وہ گئے ادھر نہین یاد کیا	پوچھی نہین کچھ خبر نہین یاد کیا

میرحسن

کئی دن جب اُسپہ گئے اور بھی	بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی

جب تک عموم ازمنہ کے لیے ہی جیسے۔

میر تقی

جب تک کہ ترا گذر نہ ہووے	جلوہ مری گور پر نہ ہووے

ناسخ

جب تک نہ آب پاک وہان تیغ پیا	اُس شیر کے نہ دل مین خیال آیا نیرہ

درد

مزاج ہے جب تک تری جستجو ہے	زبان جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

جو ہین اس مین دونون امرون مین شدت التزام اور امر ثانی کا اول پر بشدت مترتب ہونا بھی مقصود ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

دم بلبل اسیر کا تن سے نکل گیا	جھونکا نسیم کا جو چمن سے نکل گیا

ظفر

سرِ تلک دست ستم جو ہین ترا قاتل بڑھا	خون بسملان [illegible]

جب کبھی یہ تعیین زمان کے واسطے آتا ہے اگر استقبال پر آئیگا وہی شرط کا فائدہ دیگا اور اگر ماضی وحال پر آئیگا تو اس سے وقوع فعل مین یقین پایا جائیگا جیسے۔ ع

جب کبھی جوش پہ آجاتا ہی دریاے الم	کشتی دمے کے وسیلے سے گذر جاتا ہوں

جسوقت ظرف زمان ہے مجازاً شرط کے لیے استعمال کرلیتے ہین مگر وقت اُس سے ساقط نہین ہوتا بلکہ تعیین زمان کا فائدہ دیتا ہی جب شرط کے لیے ہوتا ہی تو جواب شرط پر جزا کا حرف ہوتا ہے مذکور ہو یا مقدر جیسے جسوقت تم آؤ گے مین بھی آؤنگا یعنے میرا آنا اسوقت ہوگا جب تمھارا آنا وقوع مین آئیگا مدعا یہ ہی کہ اپنے آنے کا زمانہ متعین کردیا اور اگر صرف زمانہ مقصود ہوتا ہی تو جزا کا حرف اسپر نہین آتا یہی حال حرف جب کا ہی۔ بعض یہ کہتے ہین کہ شرط کے لیے استعمال پاتا ہی تو وقت کا لحاظ نہین ہوتا کیونکہ اگر وقت کا بھی لحاظ ہوگا تو حقیقت و مجاز کا ایک استعمال مین جمع ہونا لازم آئیگا مگر یہ اعتراض صحیح نہین اسلیے کہ درحقیقت استعمال اُس کا وقت ہی کے لیے ہوتا ہے اور شرط کے معنے بطور تضمن کے لازم آجاتے ہین اس طرح کہ طرز کلام سے ایک جملے کے مضمون کا حصول دوسرے جملے کے ساتھ مقید ہوجاتا ہے۔

انیس

کچھ ہوگا نہ ہاتھ پانون مارے سے انیس	جسوقت گذر جائے گا پانی سر سے

اور جب یہ لفظ ماضی وحال پر آئیگا تو اس سے یقین پایا جائیگا۔

ذوق

نیزہ رومی نے تری مہر جہانتاب کا نور	دیا جسوقت اڑا کر تک شب تاب بنا

جہان تعمیم زمان کے واسطے آتا ہی جیسے میرے اس شعر مین۔

کبھی دل کی نہ کہنے پائے اُس سے	جہان بو [illegible] بس بس

یعنی جسوقت الخ کبھی تعمیم مکان بھی اس سے منظور ہوتی ہی جیسے غالب کے اس شعر مین۔

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین
خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

یعنے جس جگہ الخ۔

میر حسن

جہان بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے | محبت مین دن رات گھٹنا اُسے

غالب

حریف جوشش دریا نہین خودداری ساحل | جہان ساقی ہو تو باطل ہے دعوے ہوشیاری کا

ہر چند اور اگرچہ اور گرچہ اور۔ جس جملے پر داخل ہوتے ہین تو اُسکا مضمون متوہم ہوجاتا ہے اسلیے لیکن یا کوئی دوسرا لفظ اسکا مرادف استدراک کے لیے اُسکے جواب پر لفظاً یا تقدیراً لانا واجب ہوتا ہے۔

طالب رامپوری

ہر چند رو سیہ مین بے نور و بے بصر تھا | لیکن برنگ سُرمہ منظور ہر نظر تھا

مظہر

گرچہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا | لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

میر حسن

اگرچہ وہ بیفکر و غیور ہے | وَلے پرورش سب کی منظور ہے

غالب

گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار | لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا

حالی

گو منت قیصر سے ہی ہر قوم گرانبار | احسان مگر اسلام پہ ہین اُسکے گرانتر

فوائد متفرق حرف شرط کو کبھی حذف بھی کر دیتے ہین اسی طرح حرف جزا کو بھی مثلاً۔

غالب

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے | کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

یعنے اگر زبان کٹے اور اگر جان نرہے تو ایسا ایسا کرنا چاہیے۔

دلسوز

وہ منھ زلفون سے ڈھانکے ہین تو ہم آنسو بہاتے ہین
وہ دن کو رات کہتے ہین تو ہم تارے دکھاتے ہین

شاد حیدرآبادی

تم بھی بانکے ہو ادا بھی ہے تمھاری بانکی	تم اگر بات نہیں بنتے ہو سیدھی نہ سہی
کوزۂ وجام بنا بنکی تو تھی خاک مری	اسکے بھی کام کی گر یہ نہیں مٹی نہ سہی

حسرت

سرو کرے جو سرتی قد کشیدہ دکھا	گل جو دکھاوے پیرہن کھول قبا کو اس طرح
اگر کوئی تجھ سے یہ کہے رات کی دن ہو کس طرح	جلدے تو نقاب کو منھ سے اُٹھا کہ اس طرح
گر کہے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے	پیار سے عاشقون کو تو گھر میں بلا کہ اس طرح

پوچھے جو شیخ کیونکہ دل حسرت زار کا لیا
اسکو بھی تو دکھادے یار ایک ادا کہ اسطرح

ظفر

گرد جاے شہسوار آئی نظر اڑتی ہوئی	تیرے آنے کی ہین ہو ئی خبر اڑتی ہوئی

(ب) کبھی مسند کی شرط پر جزا کو مقدم کر دیتے ہین جیسے ۔

غالب

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن ای ندیم	میرا سلام کہیو اگر نامہ بر سلے

صحت

محفل مین رہ گئے کف افسوس ملتے ہم	پردے مین ناز سے جو چھپائے دکھا کے ہاتھ

محشر

تحفۂ لخت جگر جائیو مجنون کو لیے	گر تو اے قاصد اشک بکے بیابان کو چلا

نحویان بصرہ یہ کہتے ہین کہ اگر جزا مقدم ہو تو شرط کے لیے اور جزاے مقدر مانتے ہین اور جزاے مقدم کو اس پر دلالت کرنے والا جانتے ہین اور کوفیون کے نزدیک جزاے مقدم ہی کو شرط موخر کی جزا مانتے ہین اور دونون کے نزدیک ایسی حالت مین کہ جزا مقدم ہو شرط کا ماضی ہونا لازم ہے لیکن یہ لزوم عربی زبان سے مخصوص ہے اُردو مین باوجود جزا کے مقدم ہونے کے شرط غیر ماضی بھی ہوتی ہے جیسے ۔

اپنی سنگینین چمکتی ہوئی دکھلائینگے	الٹا پڑے گی جو کہین نہر پہ سورج کی کرن

غالب

نہ سنو گر برا کہے کوئی | نہ کہو گر برا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی | بخش دو گر خطا کرے کوئی

(ج) کبھی بوجہ قرینۂ دالہ کے جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکے مؤکدات کو قائم مقام کر لیتے ہین۔ جیسے۔

حالی

چرخ کو دے اگر وہ حکم سکون | ہو غلط نسخۂ سنین و شہور

یعنے اگر وہ آسمان کو ٹھہرنے کا حکم دے تو ٹھہر جائے اور اُسکے ٹھہرنے سے سیارون کی گردش موقوف ہو جائے اسلیے سال و ماہ کا حساب جاتا رہے اور زمانے کا انتظام بگڑ جائے نسخۂ سنین و شہور کا غلط ہونا جزا کا مؤکد ہے۔

ولہ

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر | [illegible]

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہے اور مصرع دوم اُسکا مؤکد ہے۔

ذوق

اے ذوق شہید اُسکو کرنے ہین کئی عاشق | کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

یعنی اگر سبقت کرنی ہے تو کیا دیر لگائی ہے جزا اس مین محذوف ہے اور کیا دیر لگائی ہے جو اسکا مؤکد تھا اُسکی جگہہ رکھا گیا۔

احسان شاہجہان پوری

کوچۂ یار مین شاہی تو پھر دیر ہے کیا | تجھکو سمجھائینگے ہم اے دل شیدا کب تک

عاشق

داستون مین زلف کو جو دبانے ہو بار بار | ایکا خاک سانپ کا جب سر کچل گیا

جزا محذوف اور دوسرا مصرع اُسکا مؤکد ہے۔

کبھی بغیر مؤکدات کے قائم مقام کیے ہوے باعتبار قرینۂ سابقہ کے حذف کر دیتے ہین جیسے۔

گلزار نسیم

جسوقت وہ گل چمن سے لایا | محمود اخوش ہوئی کہ آیا
کہنے لگی لو مراد پائی | بولا کہ جویان سے ہو رہائی

یعنی اگر یہان سے رہائی ہو تو جانین کہ مراد پائی نہین تو نہین چونکہ جزا مقدم مذکور ہو چکی تھی اسواسطے اُسے حذف کر دیا تاکہ عبث سے احتراز ہو۔

امیر مینائی

جمع ہین سینے مین پیکان تیرے | سیکڑون دل ہین اگر اک دل گیا

یعنی اگر اک دل گیا تو کیا ہوا۔

میر

اُس تیغزن سے کیو قاصد مری طرف | اب اک ہی نیم جان ہو گر قصد امتحان ہو

جب تک جزا کلام مین معتبر ہو سکے تو اُسکے حذف کا قائل نہونا چاہیے اسلیے کہ اصل ہو مگر جبکہ قطعی طور پر معلوم ہو کہ یہ قائل کی مراد نہین ہو۔

کبھی جزا کو حذف کر دیتے ہین اور اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھدیتے ہین زیادتی قوت کیلئے کہ گویا مفہوم مدلل ہو۔ جیسے۔

نسیم

بچا تو ٹکے کا جانور ہون | اگر ذبح کیا تو مشت پر ہون

یعنے اگر بچا تو کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ ٹکے کا جانور ہون اور اگر ذبح کیا تو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ مشت پر ہون۔

غالب

جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی | حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنی اگر جان دی تو اچھا ہوا کیونکہ اُسی کی دی ہوئی تھی۔

ولہ

رزم کی داستان گر سنیے | ہے زبان میری تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجے | ہے قلم میری ابر گوہر بار

کبھی فعل شرط بھی محذوف ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

لازم ہے کرو مسافرون کا اعزاز	اعزاز نہین تو آؤ اضرار سے باز

یعنی اگر اعزاز نہین کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

امیر

نہین تونے دیکھا ہے اُس بُت کو زاہد	یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا

یعنی اگر دیکھ لیتا تو یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا۔

جو کہ شرط ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ معلق کرنا ہے اسلیے یہ چاہیے کہ شرط و جزا مین اختلاف لفظی نہو اسطرح کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل و علی ہذا مگر کبھی کسی نکتے کے واسطے شرط و جزا کے صیغون مین اختلاف ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ماضی کی طبیعت مضارع سے زیادہ تحقق و قوع پر دلالت کرنے والی ہے اور مضارع کی طبیعت ماضی سے زیادہ وقوع کی ہمیشگی اور اُسکے حدوث کے تجدد پر دلالت کرنے والی ہے جیسا کہ الخاطر الحسان فی المعانی والبیان مین ہے۔ جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) غیر حاصل کو معرض حاصل مین ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ استقبال کا معنی کو کہ ابھی حاصل نہین ہوے ہین ایسے لفظ کے ساتھ جو اُن معنی پر دلالت کرتا ہے جو فی الحال حاصل ہین مثلاً حال کا صیغہ یا زمانۂ گذشتہ مین حاصل ہو چکے ہین جیسے ماضی کا صیغہ ظاہر کرتے ہین اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ جبکہ غیر حاصل کے اسباب قوی ہوتے تو وہ حاصل مان لیا جاتا ہے مثلاً۔

غالب

ابھی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہین	عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

شرط مین ماضی ہے اور جزا مین استقبال تو نکتہ اس مین یہ ہے کہ غیر حاصل کو حاصل ظاہر کرنا منظور ہے یعنے گو معشوق ابھی تک عدو کا نہین ہو لیا ہے مگر بوجہ قوت سبب کے یعنے عدو کا ہو لینے کے اسباب قوی موجود ہونے کی وجہ سے اُسکو عدو کا ہو لیا ظاہر کیا۔

حالی

تن آسانیان چاہین اور آبرو بھی	وہ قوم آج ڈوبے گی کر کل نہ ڈوبی

(۲) یہ ظاہر کرنیکو کہ جزا کا وجود بخوبی ثابت و مقرر ہی جیسے۔

دبیر

کیا خوب دلیل ہی یہ خوبی لی دبیر ۔۔۔ سمجھے جو بُرا آپ کو اچھا وہ ہے

یہان مناسب یہ تھا کہ جزا مین بھی استقبال کا صیغہ ہوتا مگر اُس نکتہ بدیعی کی وجہ سے ایسا کہا

شہر آشوب ناظم

پہلو جو کُتر کتا ہے تو آج آئے گا بشنی ۔۔۔ اور ہاتھ کھجاتا ہے تو دیجائیگا بشنی

وزیر

مر ہی جاؤنگا اگر صبح کا تارا نکلا ۔۔۔ یاد آئے گا کسی مہ کا دُر گوش مجھے

مومن

بالطبع گر کرم ہو تو مفلس بھی ہی کریم ۔۔۔ ہوتا ہے سائے کا شجر بے ثمر سے فیض

ظفر

کہون مین حسن مین کر تجھکو رشک ماہ کنعانی ۔۔۔ تو جھوٹ اس مین بتا ای ماہ پیکر کیا ہے یون ہی ہے

(۳) معنی مستقبل کو جملۂ شرطیہ مین ماضی کے ساتھ اس لیے تعبیر کرتے ہین کہ اُس معنی کی شان وقوع کی طرف مائل ہوتی ہے پس اُسے ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو واقع شدہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جو ثمرہ اُس چیز سے جو واقع ہو مترتب ہوتا ہے وہی ثمرہ فی الجملہ اس سے بھی مترتب ہوتا ہے اور یہ بھی غیر حاصل کو معرض حاصل مین دکھانے کی ایک صورت ہے جیسے مریض کہے کہ اگر مین مر گیا تو اچھا ہوگا۔

مولوی نذیر احمد

دوا کا حیلہ ہی گر وقت ابھی نہین آیا ۔۔۔ تو ہوتے دیکھا ہی چٹکی سے خاک کی آرام

میر

یہان پھر شور و شیون جب گیا میر ۔۔۔ یہ ہنگامہ ہی اُس ہی نوحہ گر تک

[illegible]ار نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی
انسان کی ہے مرگ زندگانی

ذوق

عبث جان منتظر ہو ڈھونڈنیہ ہی وہ شوخ کب آیا | اگر حیلے کو بھی آیا تو ہم جانینگے اب آیا

کبھی خبر امین وہی فعل آتا ہے جو شرط مین ہوتا ہے اور مفہوم مخالف پیدا ہوتا ہے اور جملۂ شرطیہ فرض پر محمول ہوتا ہے۔

وزیر

یار پھر جائے تو پھر جائے پر اپنا دل زار | صفت قبلہ نما رہتا ہے سو ہو کر

یعنے اگر بالفرض یار پھر جائے مگر اپنا دل زار الخ۔

راسخ

الٰہی ابکے ساون مین اگر برسے نمک برسے | ہمارے زخم پھیلائے ہوئے بیٹھے ہین دامن کو

یعنی بالفرض اگر برسے تو نمک برسے۔

میر

مر گئے ہم تو مر گئے تو جی | دل گرفتہ تری بلا ہووے

یعنے بالفرض ہم مر گئے تو تو جیتا رہ حرف شرط اس مین محذوف ہی اسی طرح۔

میر حسن

[illegible] | تو یون جانیو مجھپہ صدقے ہوئی

سودا

دیکھی جبکہ چاٹ کر [illegible] | منھ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

ظفر

کیون ستاتے ہو ناصحو مجھکو | گر ستاوے تو وہ ستانے دو
سر کی پروا نہین ہے شمع صفت | گر جلاوے مجھے جلانے دو

ذوق

ہے کس کو ای بیداد گر مارا تو کیا مارا | جو آپی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا

ولہ

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

ذکر مسند

مسند کا ذکر اس لیے کرتے ہین کہ وہ اصل ہے اور اس بات سے عدول کرنے کے لیے کوئی مقتضی نہین ہوتا۔

مولوی سید اکبر حسین

بزرگ بھی طفل دلکو اپنے سکھا رہے ہین گناہ کرنا	وہ دور چرخ آرہا ہی اکبر کہ اہل تقوےٰ ہین زار و مضطر

وہ دور چرخ مسند الیہ ہی اور آرہا ہی مسند ہی اہل تقوےٰ مسند الیہ ہی اور زار و مضطر مسند ہی بزرگ مسند الیہ ہی اور سکھا رہے ہین مسند ہی اپنے طفل دلکو پہلا مفعول ہی اور گناہ کرنا دوسرا مفعول ان مین سے کوئی مسند ایسا نہین کہ قابل حذف و ترک ہوتا۔

یا قرینے پر اعتماد کمزور ہوتا ہی تو احتیاطاً ذکر کرتے ہین۔

غالب

کچھ بنایا نہین ہے ابکی بار	کچھ خریدا نہین ہے ابکی سال

کچھ خریدا نہین ہی اور کچھ بنایا نہین ہی مین نے کی خبر ہین اگرچہ دونون قریب قریب ہین مگر یہان قرینے پر اعتماد کمزور تھا اسلیے ایک کو حذف نہین کر سکے۔

یا سامع کی غباوت پر تعریض منظور ہوتی ہے مثلاً کوئی پوچھے کہ تمھارے نبی کون ہین تو جواب دے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین پس یہان ہمارے نبیؐ کو کہ مسند ہی محمدؐ کے ساتھ جو علم ہے ذکر کیا حالانکہ قرینۂ سوال سے معلوم ہو سکتا تھا اس ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ منظور ہے کہ مخاطب غبی ہی قرینے سے نہین سمجھ سکتا۔

یا ترحم کے لیے مثلاً حضرت علی اصغرؑ کے پیاس سے جان بلب ہونیکے وقت اُنکی ماں کہنے لگین

انیس

ہے ہے لیے جاتی ہی اجل لال کو میرے	کیا ہو گیا اس صاحب اقبال کو میرے

ایضاً

صاحب کسی جگہ مجھے بٹھلا کے جائیے	کچھ حق ہین اس کنیز کے فرما کے جائیے

یہ بات حضرت امام کی رخصت کے وقت جناب زینب زبانی تھی۔

یا غیر سائل کے سُنانیکے لیے مثلاً۔

انیس

شہ کی مظلومی پہ گریان ہوئی ظالم کی سپاہ	عمر سعد نے کی مڑکے رُخ محر پہ نگاہ
بولا وہ اشہد باللہ بجا کہتے ہین شاہ	مُحسن و منعم و آقا ہے مرا وہ ذیجاہ

محر نے جو مسند کو بیان کیا اُسکی وجہ یہ تھی کہ اُس کی بات کو غیر سائل بھی سُن کر امام کی طرفداری پر آمادہ ہو جائین۔

تہدید کے لیے ذکر کرتے ہین۔

منشی

جدھر قلب مین شاہ کا دُس تھا	اُدھر جا کے سُہراب نے یون کہا
سواران ایران کو میدان مین ہے	تہ تیغ کھینچون مین اک آن مین

مین مسند الیہ ہے اور تہ تیغ کھینچون مسند اور غرض مسند کے ذکر سے ایرانیون کو ڈرانا ہے۔

ولہ

وہ مین ہون دلا در یل نامجو	کہ دیو سپید سیہ کار کو
کیا کشتہ اک دم مین ہنگام جنگ	نہ جانبر ہوے مجھ سے شیر و پلنگ

وہ مین مسند الیہ ہے اور دلا در یل نامجو مسند ہے اور تخویف کیلیے اسے یہان ذکر کیا ہے اور دوسرے شعر مین متکلم کی دلاوری کا بیان ہے۔

ہوس نوفل کی زبانی اقربائے لیلیٰ کو

اے بیخران مین بد بلا ہون	انسان خورندہ اژدہا ہون

بد بلا اور انسان خورندہ اژدہا مسند ہین کہ تہدید کیلیے ذکر کیا ہے۔

نفیس

کہا شقی نے ڈرین جن جو میری تیغ چلے	پکڑلون شیر کی گردن اگر تو سانس نہ لے
جسے مین غیظ سے دیکھون نہ موت سے سر ٹلے	جری وہ مین ہون کہ کاٹے ہین سیکڑون کے گلے

ولہ

وہ مین ہون ضیغم زبرسے زور مین بالا	علی کے شیرون کے آغوش مین جسے پالا
لہو بہا کے تجھے اب جہان سے کھوتا ہون	حسین کا ہون بھتیجا علی کا پوتا ہون

گلزار نسیم

کانٹون مین اگر نہ ہوا اُلجھنا	تھوڑا لکھا بہت سمجھنا
آئیگا تو در گذر کرد نگی	ورنہ مین بہت سا فکر کرونگی

ستایان

بھیروان اُنکے اُسوقت مین حیف ہی	یہ خنجر ہے یہ گرز یہ سیف ہے

یا اسواسطے ذکر کرتے ہین کہ معین کردین کہ مسند اسم ہے یا فعل پس اگر فعل ہوگا تو تجدد کا فائدہ دے گا تجدد سے مراد حدث ہے یعنے نیا کام کرنا جو پہلے فاعل کی ذات مین موجود نہو اور فعل مسند کسی ایک زمانے کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور زمانے تین ہین ماضی مستقبل حال ماضی وہ زمانہ ہے جو زمان تکلم سے پہلے ہو اور مستقبل وہ جو زمان تکلم سے پیچھے ہو اور حال اجزاے آخر ماضی و اول مستقبل ہے جو ایک دوسرے کے پیچھے بدون مہلت کے واقع ہون چنانچہ زید نماز پڑھتا ہے حالانکہ بعض اجزا نماز کے اُسنے ختم کر لیے ہین اور بعض باقی ہین پس جو فعل آنات بسیار یعنی بہت وقتون مین بدون فاصلہ اور مہلت کے واقع ہوتا ہے اُسکو حال قرار دے لیتے ہین فعل جسکی ذات سے ظہور پاتا ہے وہ اُس کا فاعل ہے اور جس زمانے مین ظاہر ہوتا ہے اُسکی طرف اور فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اُس مین حدث یعنی معنی مصدری مستقل ہوتے ہین اور نسبت غیر مستقل اور اس سے معلوم ہوا کہ فعل مین تین چیزین ہوتی ہین ایک معنی مصدری دوسرے زمانہ تیسرے نسبت فاعل کی طرف۔

ناسخ

جو دل ہی ٹوٹ گیا یا ہو شعر تر پیدا	ہوا ہی شاخ شکستہ سے کب ثمر پیدا

دل ٹوٹ گیا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دل مین جو ٹوٹنے کی صفت پہلے نہین پائی جاتی تھی وہ اب پائی جاتی ہے۔

شیخ حیدر علی صفیر

کوئی [illegible] ہی افسون ہی یا اعجاز آنکھون مین	اُلجھا لیتا ہی دلکو وہ بت طناز آنکھون مین

اُلجھا لیتا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس بت طناز مین اُلجھا لینے کی صفت موجود ہے نہ یہ کہ پہلے نہ تھی اور اب ہو گئی۔

داغ

تاریکی لحد سے نہیں دل بجھے نہ کچھ خوف	روشن رہے گا تا بقیامت چراغ داغ

روشن رہیگا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ چراغ مین روشن ہونے کی صفت نہ پہلے پائی جاتی تھی اور نہ فی الحال موجود ہے بلکہ زمانۂ آئندہ مین موجود ہوگی۔
اور اگر مسند اسم ہوگا تو ثبوت کا فائدہ دیگا ثبوت سے یہ مراد ہے کہ مقرر کردین کہ مسند الیہ مین یہ صفت ہے۔

اقبال

قوم گویا جسم ہے افراد ہین اعضائے قوم	منزل صنعت کے رہ پیما ہین دست و پائے قوم

قوم مسند الیہ ہے اور جسم مسند ہے اور یہ ثبوت کا فائدہ دیتا ہے یعنے مسند الیہ مین جسم ہونیکی صفت ثابت ہے اسی طرح اعضائے قوم مسند الیہ ہے اور افراد مسند ہے اسی طرح دست و پائے قوم مسند الیہ ہی اور منزل صنعت کے رہ پیما مسند۔

امیر مینائی

ایک سیدھی نگاہ پر تیری	الالٰہ بانکون کا بانکپن صدقے

بانکپن مسند الیہ ہی اور صدقے مسند اور بانکپن مین صدقے ہونیکی صفت ثابت ہی۔

امداد

اُسکی نگاہ قہر ہے اپنی نگاہ مہر	ہا اُسکے ہین ہدف وہ ہمارا نشانہ ہی

اُسکی نگاہ مسند الیہ ہی اور قہر مسند ہے۔ اپنی نگاہ مسند الیہ ہی اور مہر مسند۔ ہم مسند الیہ ہے اور اُسکے ہدف مسند۔ وہ مسند الیہ ہی اور ہمارا نشانہ مسند ہی۔

بقا

اس کف مین دیکھ ساغر نازک شراب کا	دریا مین سرنگون ہی پیالہ حباب کا

حباب پیالہ مسند الیہ ہی اور سرنگون ہے مسند ہے فعل کبھی تجدد استمراری پر دلالت کرتا ہے چنانچہ حال شلاً ۔۔ ء

ایک مہمان سرا ہے دنیا بھی	اک آتا ہے ایک جاتا ہے

یعنی نیا ہی شخص آنیوالا ہے اور نیا ہی جانے والا اور یہ آنا جانا استمراری یعنی ہمیشہ کے لیے ہے اور اسی طرح مضارع مین بھی تجدد استمراری کبھی پایا جاتا ہی چنانچہ۔

میر

جو اے میر اس طرح روتا رہے گا	تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

اور کبھی محض تجدد ہوتا ہی استمرار نہین ہوتا چنانچہ۔

جرأت

جب نہ تب خون مرا ہی پیتا ہے	غم بہت اُسکا جیسے شیر ہے کچھ

یعنی لحظہ بہ لحظہ میرا خون پیتا ہے۔ اور نفی اثبات کی تابع ہے یعنی جو حال فعل مثبت کا ہوگا وہی منفی کا ہوگا اگر کہا جائے کہ جب کسی کلام مین کوئی قید ملحوظ ہو اور اس کلام پر نفی آجائے تو وہ نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے ارباب تحقیق کا یہی قول ہی پس اس قاعدے کی رو سے کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے مین نفی تجدد یا استمرار کی ہوگی نہ نفی فعل کی کیونکہ مثال مذکور مین دو صفتین ہین ایک تجدد کی دوسرے استمرار کی سو نفی کرنے سے دونون وصف زائل ہوگئے زیادہ توضیح کے لیے ہم کہتے ہین کہ فعل کی تین حالتین ہین یا تو اُسمین قید تجدد اور استمراری کی یا فقط تجدد کی ہوگی یا فقط استمرار کی ہوگی پس اگر ان تینون حالتون مین نفی کرینگے تو وہ نفی ان قیدون کی ہوگی نہ نفی فعل کی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ یہ قاعدہ دُرست اور مسلم ہے لیکن یہ بات بیان کرنی باقی ہے کہ اگر سند مین تجدد یا استمرار ہو تو ایسا ہوتا ہے مگر اُسکی بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ نفی تجدد یا استمرار کی مع نفی فعل کے ہو چنانچہ نہ کوئی آتا ہے نہ کوئی جاتا ہے دوسرے نفی فقط تجدد یا استمرار کی ہو نہ نفی فعل کی اور اگر مسند مین کوئی قید نہو تو دلالت کرتا ہے کہ واضع نے خود فعل منفی وضع کیا ہے۔

آصف

اتنی رہا ہو تیر نہ نکلی حسرت بسمل ذرا	سینہ تیر و ن سے ہی چھلنی تیغ سے دل چاک تھا

حسرت بسمل مسند الیہ ہے اور نہ نکلی مسند سو مسند مین نہ نفی تجدد کی ہی نہ استمرار کی بلکہ اصل واضع نے یہ فعل منفی وضع کیا ہی۔ کبھی مسند ایک فعل واقع ہوتا ہے اور ظاہر مین وہ زائد معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت وہ اثبات تردد اور حسرت کا کرتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ متکلم پر اُسنے ظلم یا رحم کرنے مین کیا کیا تردد کیا ہی جیسے۔

ظفر

کاٹ کر رکھدون سر اپنا اب یہ ہی مرضی تری	تو نے رکھدی لا کے جو شمشیر میرے روبرو

جاننا چاہیے کہ لفظ کے اضافت کے واسطے آتا ہے اور کبھی قائم مقام عطف کے آتا ہے اس صورت مین فائدہ اختصار کا دیتا ہے چنانچہ زید آکے چلا گیا اور دیکھ کے کہنے لگا یعنی آیا اور چلا گیا اور دیکھا اور کہنے لگا اور کر بھی اسی قسم سے ہے اور اسی موقع پر بولا جاتا ہے پس تو نے رکھدی لا کے کے یہ معنی ہین کہ تو جو لایا اور رکھدی اور مطلب فقط اتنی عبارت مین ختم ہو سکتا تھا تو نے جو شمشیر رکھدی میرے سامنے لیکن لایا سے اثبات تردد و سعی کا منظور ہے یعنے میرے مارنے کے لیے شمشیر ڈھونڈھکر لایا اور مجھپر [illegible] کرنیکے لیے اُسے یہ تکلیف اُٹھانی پڑی۔

مسند کا فعلی اور سببی ہونا

مسند دو قسم ہے۔ ایک فعلی وہ کہ بغیر توسط کسی دوسری چیز کے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید کھڑا ہے اور زید آیا۔ دوسرا سببی وہ کہ کسی دوسرے کے ذریعہ سے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید اُس کا باپ کھڑا ہے اس مثال مین کھڑا ہونے کی نسبت بالذات زید کی طرف نہین بلکہ اُسکے باپ کی طرف جو کھڑے ہونے کی نسبت ہے اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے یعنی کھڑا ہونا۔ زید کی طرف اُسکے باپ کے ذریعہ سے منسوب ہوا ہے اور غرض اس سے حصول لذت ہے اسلیے کہ اسناد کسی فعل مین جب واضح اور مبین ہو اگر اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نفس کو سُننے کے بعد ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ مسند کا ذکر کیا جاتا ہے تو مخاطب کے نفس کو زعم ہوتا ہے کہ مسند فعلی ہی ہوگا جیسے کہ عادت روزمرہ کی ہے جب اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کرین تو نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوتی ہے چنانچہ زید اُس کا باپ کھڑا ہے اگر فعلی ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید کا باپ کھڑا ہے سببی اسکو اسلیے کہتے ہین کہ سبب کی طرف منسوب ہے اور وہ سبب ضمیر ہے چنانچہ زید اُسکا باپ کھڑا ہے اس مین سبب لفظ اُس ہے لغت مین سبب رسّی کو کہتے ہین چونکہ ضمیر سے صلات اور صفات ربط پاتے ہین جیسا کہ رسی سے چیزین باندھی جاتی ہین اسلیے ضمیر کو سبب کہنے لگے۔

ترک مسند

مسند کے ذکر نہ کرنے سے وہی فوائد منظور ہوتے ہین جو مسند الیہ کے باب مین ذکر کیے گئے یعنے (۱) عبث کے ذکر سے بچنے کے لیے کسی قرینے کی وجہ سے اور اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مقام مین گنجایش ہو جیسے زید آیا اور عمر و بھی پس یہان عمرو کا مسند بوجہ عبث کے محذوف ہے

باوجودیکہ مقام مین گنجایش ہے (توبۃ النصوح) یہ دار المحن انسان کے رہنے کے لائق ہے
صدہا غصے ہزارہا بکھیڑے روز کے جھگڑے آئے دن کی مصیبت یہان مسند محذوف ہی اور دو
لفظ موجود ہے دوسری صورت یہ ہی کہ مقام مین گنجایش نہو وزن اور قافیہ کی وجہ سے مسند
نہ آسکتا ہو اور قرینہ یہان یا محذوف سے پیچھے ہوتا ہے یا پہلے -

مثال اول

انیس

رتبہ ترے کلام فصاحت سے کیا حصول	بیعت اُنھین تو صلح ہمین بھی نہین قبول

یعنی اگر بیعت اُنھین ہ قبول نہین قرینہ ثانی کی وجہ سے مسند محذوف ہی -

ذوق

تیرے انصاف سے بزم جہان مین شاہا	شمع گل گیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگے

مثال دوم

ولہ

طاقت ہو جسکے دل مین وہ دو چار دن رہے	ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تلک

یعنی ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تک رہین مصرع او ہین رہے آچکا تھا اس قرینے
کی وجہ سے د مصرع مین ترک کیا گیا -

مولوی محمد اسمعیل

مگر دریا کی ہے وہی آن	وہی رونق وہی عظمت وہی شان

قرینہ اول کی وجہ سے وہی رونق اور وہی عظمت اور وہی شان کا مسند محذوف ہی -

ملاقات زندگی کی ہے ملاقات احباب	مزہ مردے کو تنہائی کا ہی زندے کو صحبت کا

یعنی زندے کو صحبت کا مزہ ہی قرینۂ اول کی وجہ سے مسند محذوف ہی -

ممنون

ممنون کا درد دیکھ کے فرمانے لگے ہے مسیح	عاجز ہے اس مرض سے دوا اور دعا سے ہم

یعنی ہم دعا سے عاجز ہین۔

امیر

دریا سے موج موج سے دریا نہین الگ	ہم سے جدا نہین ہی خدا اور خدا سے ہم

یعنے دریا سے موج الگ نہین ہے اور خدا سے ہم جدا نہین ہین پہلے مصرع مین قرینۂ ثانی کیوجہ سے مسند محذوف ہی اور دوسرے مصرع مین قرینۂ اول کے سبب سے۔

سودا

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل	تو اسطرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم
اتنا کہان ہے سوز طلب دل پتنگ کا	رکھتی نہین ہی شمع بھی ایسا جگر کہ ہم
سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے	رسوا ہوا پھرے ہے تو اب دربدر کہ ہم

(۲) بلحاظ کثرت استعمال کے حذف کر دیتے ہین جیسے مزاج مقدس یہان کیسا ہے بسبب کثرت استعمال کے حذف کر دیا ہے۔

امیر مینائی

ہم سے کہتا ہے کہ گیسو نہ چھوؤ اُس سے کے	مار اللہ کی ناصح ترے سمجھانے پر

یعنے اللہ کی مار پڑے۔

محسن

موقوف حدیث شب کی تصحیح	ر دتے کتاب پر مصابیح

یعنی حدیث شب کی تصحیح موقوف رد۔

سودا

سبزہ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہون اک جا	ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چاروں ایک

داغ

ہمت اے خاک ہان مدد اے ضعف	کوئی دامن بچائے جاتا ہے

مثنوی قضا و قدر

پھر یہ کہا آج کدھر کس طرف	بولے ہوا حکم خدا جس طرف

مرزا غالب ایک رقعے میں لکھتے ہین یہ وہ مرشد ادا ہے۔

مولوی احمد آزاد

کیا کہوں سینے میں تھا جو دل بیتاب کا حال	جس گھڑی کہکے وہ اللہ نگہبان گئے

(۳) ۔۔۔ متکلم یہ چاہتا ہو کہ سامع کے خیال میں یہ ڈالے کہ دلائل عقلی و لفظی میں سے دلیل عقلی اختیار کی ہی جو دلیل لفظی سے قوی ہوتی ہی۔

غالب

لاکھوں لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا	لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں

یعنی دوست کی لاکھوں لگاوٹیں ایک طرف ہیں اور ایک نگاہ کا چرانا ایک طرف ہی اور لاکھوں بناؤ سنگار ایک طرف ہیں اور ایک عتاب میں بگڑنا ایک طرف ہی۔

سودا

لگے کہنے نہیں شراکت نیک	میرے سو لقمے اور تیرا ایک

یعنے میرے سو لقمے اور تیرا ایک لقمہ برابر ہیں۔

(۴) رنج و ملال کی وجہ سے خبر کا نام منھ پر نہیں لا سکتے کیونکہ تحسر کی وجہ سے تنگی مقام ہوتی ہی

فسانہ آزاد

"جوگن بولی اچھا جاؤ معاف کیا کوئی اسطرح روتا ہی اللہ جانتا ہی ہم سمجھے کہ خدا نخواستہ کوئی بیچارہ آپکے عزیزوں میں سے" یہاں مر گیا کا لفظ جو مسند ہی تحسر مقام کی وجہ سے محذوف ہی۔

آزاد

اکبر نو دل یہ کہکے سنان خلد کو گئے	شہ کہتے رہگئے مرے دلبر کہاں کہاں

یعنے کہاں گئے یا کہاں جاتے ہو۔

خواجہ وزیر

نہ کیا ذبح گیا چھوڑ کے بسمل قاتل	دہن زخم پکارا کیا قاتل قاتل

(۵) بوجہ مخالفت وزن کے اختصار مطلوب ہوتا ہی اور ساتھ ہی اُسکے مسند قریب الفہم ہوتا ہی۔

میر حسن

چمن سے بھرا باغ گُل سے چمن	کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن

یعنی کہیں نرگس و گل موجود تھے کہیں یاسمن موجود تھا۔

(۶) تکثیر فائدہ کے لیے یہ وہاں ہوتا ہی جہاں کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو کہ اُس کو جس

جاہین حمل کر سکین پس اگر ایک مسند ذکر کر دیا جائے تو یہ فائدہ فوت ہو جائے ۔

نالۂ نسیم

اجازت او خیال قاصد دل	کہ اپھونچا دم تکلیف مشکل ہے

یہان مسندالیہ اور مسند دونون محذوف ہین یعنی اجازت چاہتا ہون ہین یا اجازت دے مجھکو یا اجازت عطا کر ۔

سودا

ہم جنکی تمنا کرتے ہو کیا بات ہے انکی	لیکن ٹک ادھر دیکھیو اے یار بھلا ہین

(۷) مسند واجب الستر ہوتا ہے اسلیے کلام مین ذکر نہین کیا جاتا ۔

کیا پوچھتے ہو وصل کا جو شوق ہے مجھکو	قابو مین مرے پیارے تم آجاؤ تو پھر مین

مین مسندالیہ ہے اور اسکا جو مسند ہے وہ اس قابل نہین کہ علانیہ بیان کیا جائے ۔

الفت

سر ہلانے سے بھروسا نہین پڑتا کس وقت	کس نے کب وہ کدھر یان کہ وہین منھ سے تو پھوٹ

ہم بستری اور مجامعت کا سوال کرتا ہے اور مسندالیہ و مسند دونون محذوف ہین ۔

(۸) کراہیت کی وجہ سے حذف کرتے ہین چنانچہ آپ ہی یہ کہا کرتے ہین اور آپ ہی وہ لیتے بکتے ہین اور جھک مارتے ہین ۔

سوز

دعا دی تو لگا کہنے کہ چپ ہو	سنی مین نے دعا تیری دعا کی

ولہ

کہا مین نے کہ کچھ خاطر مین ہے گا	تمھارے ساتھ جو مین نے وفا کی
گریبان مین ذرا منھ ڈال دیکھو	کہ تمنے اس وفا پر ہم سے کیا کی
تو کہتا ہے کہ بس بس جو بچ کر بند	وفا لایا ہے دُت تیری وفا کی

(۹) کبھی مسند کو حذف کر کے اسم اشارہ پر اکتفا کرتے ہین تاکہ اوصاف متعددہ پر دلالت کرے اور یہ اکثر صفت و موصوف مین واقع ہوتا ہے کہ اس مین اختصار ہے ۔

ذوق

جب تک تھے گرہ مین احمقو نکے پیسے	سب کہتے تھے انکو آپ ایسے ایسے

ایسے ایسے قائم مقام صفت کیلئے ہے اور فائدہ اس مین یہ ہی کہ اس مین اختصار کامل ہو سکتا ہے۔
(۱۰) مقام مدح مین مسند کو حذف کر دیتے ہین جیسے آپ کا وعظ آپکا فرمانا یعنی آپکا وعظ اور آپ کا فرمانا بہت اچھا ہی یا بڑا پُر اثر ہے۔

غالب

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب	تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

یعنی یہ مسائل تصرف نہایت عمدہ ہین اور یہ تیرا بیان غالب بڑا پُر اثر ہے۔

میر حسن

وہ دولھا کا مسند پہ آ بیٹھنا	برابر رفیقون کا جا بیٹھنا

دونون مصرعون مین خبر محذوف ہی۔
(۱۱) مقام تعظیم مین مسند حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے

نسیم

پَل مارنے کی ہوئی جو دیری اُشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے	سُبحان اللہ شان تیری پُر آرد و روغن و شکر سے

یعنی سبحان اللہ تیری شان بڑی ہی۔

مومن

اللہ ری تیری بے نیازی	یعقوب کو مدتون رُلایا

اللہ ری اگرچہ مرکب ہی حرف ندا اور منادی سے اسلیے کہ ری ندا کے لیے اور اللہ منادی ہی مگر یہان اصلی معنون پہ محمول نہین بلکہ کلمات تقدیس کا قائم مقام ہی اللہ اکبر کے معنی مین یعنی اللہ اکبر تیری بے نیازی بڑی ہی یہ تیری بے نیازی ہی مسند الیہ ہی اور بڑی ہی اسکی خبر ہی اور مصرع ثانی بیان ہے۔ بے نیازی کا۔ ع

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین	اُسکا مین دیکھنے والا ہون بقا واہ رے مین

اللہ رے قائم مقام اللہ اکبر کا ہی تقدیس کیلیے مین مبتدا ہی اور مین ہون خبر محذوف۔
(۱۲) تفخیم کے محل پر بھی محذوف ہوتا ہے جیسے بقا کے پچھلے مصرع مین واہ رے مین کیونکہ واہ رے تفخیم کے لیے ہی مین مسند الیہ ہی بڑا خوش نصیب ہون اسکی خبر محذوف ہی۔

ذوق

بل بے وحشت اب تلک بھی شاخ آہو پر ترا | پیچ کھاتا ہے دھواں یہ حب بلبل نور کا

بل بےکلمۂ تفخیم ہے یعنی بڑی وحشت ہے۔

زین العابدین نجات

آنکھیں یا آگئیں ورقسیہ بھی ٹپکے آنسو | بل بے ہجران تری وحشت کہ تجوڑ سے پتھر

غفلت

بیچ میں آہ کسی بلبل سے پوچھتا ہوں | گلشن میاں گل ہے یا گل میاں گلشن

(۱۳) تحقیر کے موقع پر محذوف ہوتا ہے جیسے۔

حالی

یہ کچھ اک محمود خاں کے دم سے تھی قوم کی شمع | اٹھ گیا وہ بھی جہاں آہ قسمت قوم کی

یعنی قسمت قوم کی بری ہے۔

سودا

اسکو ہرگز نہیں حیا سے لگاؤ | جائے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ

(۱۴) تحذیر کے موقع پر بھی محذوف ہوتا ہے جیسے۔

حالی

پانی ہے گھر میں جب دھواں تو | آگ آگ کا غل کرے ہے واں تو

فائدہ چونکہ حذف اصل کے خلاف ہے اسلیئے کوئی ایسا قرینہ ہونا لابد ہے جو محذوف پر دلالت کرتا ہو اور یہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہے۔

(الف) جواب سوال محقق میں واقع ہو جیسے کوئی کہے کون آیا اسکے جواب میں کہا جائے زید یہاں آیا مسند بقرینہ سوال محذوف ہے۔

لکھنوی قضا و قدر

نام جو پوچھا تو فدائے خدا | [illegible] تو رضائے [illegible]

اسی قبیل سے ہے سودا کے ۔ ۔ ۔ مین ۔ ۔

سودا نہ کہتے تھے کہ ۔ کو تو دل نہ دے | رسوا ہوا پھرے ہے تو اب رہ در کہ ہم

جرأت

آشنا بتلاتے ہر جائی ہون مین یار کہ تو	مین ہر اک سے رکھتا ہون سروکار کہ ہم

انشا

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن	دست حسرت ملے کہا چند روز

(ب) یا جواب سوال مقدر مین واقع ہو جیسے۔

غالب

نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین	شب فراق سے روز جزا زیاد نہین

یہان سوال مقدر ہی گویا شاعر سے کسی نے سوال کیا تمکو قیامت کا اعتقاد نہین شاعر جواب دیتا ہی کہ یہ قول صحیح نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین الخ۔

(ج) کبھی سوائے سوال کے دوسرا کوئی قرینہ لفظی یا معنوی ہوتا ہی معنوی کی مثالین تو اوپر بہت سی گذر چکین لفظی کی مثال یہ ہی۔

سودا

جائے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح	مین بیان اس کا اب کرون کسطرح
لاٹھیان لے لے ہاتھ پیر و جوان	کرتے ہی رہ گئے سبھی ہان ہان

ہان کے بعد مسند مع مسند الیہ کے محذوف ہی اکثر ایسے جملے کے شروع مین ایک دریا ہان واقع ہوتا ہی یا ہان ہان اور کی تکرار ہوتی ہی۔

غالب

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے	جلاد سے لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

داغ

کیون صرف نگاہ مری جان ہو گیا	اک تیر اور مین ترے قربان ہو گیا

تنکیر مسند

کبھی مسند نکرہ ہوتا ہی اور کئی فائدے دیتا ہے۔

(۱) قائل کی یہ مراد ہوتی ہی کہ مسند منحصر مسند الیہ مین نہین اور نہ اُس مین تعین ہی جیسے زید شاعر ہی پس اس قول سے متکلم زید کے صرف شاعر ہونیکی خبر دیتا ہی شاعری کا اُس مین حصر نہین کرتا اور نہ یہ غرض رکھتا ہی کہ زید کسی خاص قسم کی شاعری سے متصف ہی۔

مثنوی زائر

شمشیرِ عنا کا ایک گھائل ‖ آکر ہوا شیر حق سے زائل

یہان مقصود یا لتمثیل سائل ہی مگر سائلی کا مسندالیہ مین منظور نہین اور نہ سائلی کا تعین مقصود ہے

مومن

کب تلک چشم سے خون ہو جاری ‖ کب تلک ضبط کرے دل داری

خون مسندالیہ ہی اور جاری مسند ہی جاری ہونیکا حصر مسندالیہ مین منظور نہین اور نہ تعین مقصود ہے

ولہ

ہوا صفائے بناگوش سے وہ گوہر صاف ‖ تجلی سحری سے ہون جیسے اختر صاف

گوہر و اختر مسندالیہ ہین اور صاف مسند ہے اور صفائی کا حصر گوہر و اختر مین منظور نہین اور نہ تعین مقصود ہے۔

ولہ

ایک دن ہم موافق معمول ‖ تھے نشاط و سُرور مین مشغول

ہم مسندالیہ ہے اور مشغول مسند ہے لیکن مشغولی کا حصر مسندالیہ مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہے۔

درد

ہر چند کہ سنگدل ہے شیرین ‖ لیکن فرہاد کوہ کن ہے

سنگدلی کا حصر شیرین مین اور کوہکنی کا حصر فرہاد مین مقصود نہین اور نہ تعین مقصود ہے۔

ثابت

مہ سے سے فزون ہی حسن رخسار ‖ بہار تازہ ترسے لطف اظہار

پہلے مصرع مین حُسن رخسار مسندالیہ ہے اور فزون مسند ہی اور دوسرے مصرع مین لطف مسندالیہ اور اظہار مسند ہے اور فزونی کا حصر حُسن دلدار مین نہین ہی اسی طرح اظہار کا حصر لطف مین نہین ہے اور نہ تعین مطلوب ہے۔

میر

جانور رنگ باختہ سب ہین ‖ یعنے حیران فاختہ سب ہین

رنگ باختہ ہونیکا حصر جانورون مین اور حیران ہونے کا حصر فاختہ مین مقصود نہین اور نہ تعین

مقصود ہے۔

سودا

سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول ... ہمین سے جو انھون کا ہوگا مقبول

(۲) کبھی فائدہ تعظیم مسندالیہ کا دیتا ہی جیسے کہین احمد ایک عقلمند آدمی ہی یا صاحب بہادر ایک مدبر ہین۔

محشر

یہ کل کی بات ہے تھا طفل مکتب عشق کا محشر ... پر اب دیکھا تو اس فن مین ہوا ہے ایک علامہ

حالی

مرد ہو تو کسی کے کام آؤ ... ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

یعنی اگر تم اعلی درجے کے مرد ہو۔

ولہ

تھا بساط سخن مین شاطر ایک ... ہم کو چالین بتائے گا اب کون

شاطر ایک مسند ہی اور مسندالیہ مقدر ہے۔

(۳) کبھی فائدہ تحقیر کا نکلتا ہے جیسے کہین زید ایک بدمعاش ہے۔

امیر

چھوڑ دو گھر مین رکھے ہی اک شتاہ ... کہین چشمک کرے کہین وہ نگاہ

ولہ

تیل حل کی لیے ہین خوش کھڑے ... ایک بھڑوے ہوتے ہین چکنے گھڑے

غالب

اک کھیل ہی اورنگ سلیمان مرے نزدیک ... اک بات ہی اعجاز مسیحا مرے آگے

(۴) کبھی فائدہ تفخیم کا نکلتا ہے جیسے۔

مومن

سچ ہے کہ ایک بیوفا ہین ... جتنے ہین حسین بری بلا ہین

داغ

اک کوہ گران ہے عشق لیکن ... اس کو دل ناتوان بہت ہے

تخصیص مسند

کبھی مسند کو مضاف یا موصوف بھی لاتے ہین اسکا نام تخصیص ہی اور غرض اس سے یہ ہوتی ہو کہ فائدہ اتم ہو کیونکہ خصوص کی زیادتی اتمیت فائدہ کا موجب ہی۔

مثال مسند تخصیص اضافت کے ساتھ

غالب کہتا ہے۔

جس جا نسیم نافہ کش زلف یار ہے	نافہ دماغ آہوے دشت تتار ہے

نسیم مسندالیہ جس جا مفعول فیہ نافہ کش مضاف زلف یار مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مسند ہے اور دوسرے مصرع مین نافہ مسندالیہ اور دماغ مضاف آہو مضاف الیہ اور پھر مضاف طرف دشت کے اور دشت مضاف الیہ ہوکر پھر مضاف ہی تتار کی طرف اور یہ مرکب اضافی مسند ہے

ناسخ

قیامت کیون نہ ہو جسدم چڑھائے آستین قاتل	صفاے ساعد سیمین صفاے صبح گردن ہے

صفاے ساعد سیمین مسندالیہ ہی اور صفاے صبح گردن مسند ہے۔

مہر

ناف ہے ساغر مراداے گل	بادہ حسن کا ہے مینا پیٹ

حالی

لفظ مہمل ہے نطق اعرابی	حرف باطل ہے عقل یونانی

نالہ نسیم

دل مشتاق پابند الم ہے	نفس تار کمند صید غم ہے
حریف نالۂ بیدادہون مین	شریک صحبت فریادہون مین

صبا

پسے مزار جو مرکرمین اشکبار ہوا	سفینہ نوح کا ہر تختۂ مزار ہوا

ہر تختۂ مزار مسندالیہ ہی اور نوح کا سفینہ مسند ہی۔

درد

نہ جاوںگا جب تک مرے جی مین جی ہا	اے اکم پیارے مرا یہ جانی

مرادِ رجائی مسند ہے۔

ولہ

اگر خاکِ مری سُرمۂ ابصار نہووے	تو کوئی نظر قابل دیدار نہووے

مثال مسند کی تخصیص صفت کے ساتھ

سودا کا شعر ہے۔

نے بلبل چمن نہ گلِ نودمیدہ ہون	مین موسمِ بہار مین شاخ بریدہ ہون

مصرع اول مین مسند الیہ محذوف ہی بلبل چمن اور گل نودمیدہ مسند اول مین تخصیص اضافی ہی اور دوم مین تخصیص توصیفی اور دوسرے مصرع مین مین مسند الیہ ہی اور شاخ بریدہ مسند ہی۔

شیخ

محشر سرشک خون نے دیا ہے مجھے بہا	کیا پوچھتا ہی کشتی طوفان رسیدہ ہون

مین مسند الیہ محذوف ہی اور کشتی طوفان رسیدہ خبر ہے۔

مرزا آغا حسن آزل

پیر ہون مین نہ دستگیر ہون مین	خانہ بردوش اک فقیر ہون مین

دوسرے مصرع مین مین مسند الیہ ہی اور اک فقیر خانہ بردوش مسند ہے۔

صاحبزادہ محمد سعید خان رئیس ٹونک سعید تخلص۔

کیا لکھون وصف مطلع ابرو +	مصرعۂ لاجواب ہین دونون +

یعنے دونون ابرو ین مصرعہ لاجواب ہین مصرعۂ لاجواب مسند ہے جو صفت کے ساتھ تخصیص رکھتا ہے۔

وزیر

آئینہ دیکھا تو اپنے خط پہ آنکھ اُسکی پڑی
کاغذی بادام اُس خط کا لفافہ ہو گیا

اُس خط کا لفافہ مسند الیہ اور کاغذی بادام مسند ہی۔

تعریف مسند

کبھی مسند کو معرفہ لاتے ہین اور غرض اس سے یہ ہوتی ہی کہ سامع کو جو امر معلوم ہی اُس پر ایک حکم کا اضافہ ایک ایسی چیز کے ساتھ کیا جائے جو مثل اُسکے ہو جو سامع کو معلوم ہی اور مثل سے یہ مراد ہی کہ دونون متحد نہون کیونکہ اگر مسند الیہ اور مسند کے مفہومون مین مغائرت نہوگی تو کلام سے فائدہ حاصل نہوگا اور تعریف کے کئی طریق ہین مثلاً مسند علم یا ضمیر یا موصول یا اسم اشارہ ہو مگر جبکہ مسند معرفہ ہوگا تو مسند الیہ بھی ضرور معرفہ ہوگا مثال۔

انیس

یہ تو نہین کہا کہ شہ مشرقین ہون	مولا نے سر جھکا کے کہا مین حسین ہون

یہان مسند الیہ اور ... مسند ہی۔

نسیم

بولی وہ ارے بشر سڑی ہے	روح افزا کیا بکاؤلی ہے

حافظ عبد الرحمٰن خان احسان۔

اس کو بھی حکم ہو نکل آئے	صبر کب تک ہو مین نہین ایوب

قدرت

مر قدین دو تین بتلانے لگی کتنے مجھے	یہ سکندر ہی یہ دارا ہی یہ کیکاوس ہے

جرأت

اُف نہ کرون نام کو جرأت ہو مین	چیرے اگر عشق کا آرا مجھے

انیس

ہرگز غلط نہین جو مجھے اشتباہ ہی	زینب تمھین ہو خالق اکبر گواہ ہے

واجد علی شاہ

یہانتک دل و جان سے مفتون تھا مین	کہ لیلی اگر تھی وہ اور مجنون تھا مین

امانت

مین وہ ہون رند اگر دیر و حرم مین جاؤن	گبر آنکھون پہ بٹھائین تو مسلمان سر پر

مین مسندالیہ ہی اور وہ رند ہون مسند ہی

ذوق

مین وہ ہون گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا	رہ گیا بس منشی قدرت جگہہ وان چھوڑ کر

ناسخ

وہ ہمین ہین عشق سے لڑتے ہین جو خم ٹھونک کر	ورنہ ناسخ اسقدر کس پہلوان مین زور ہے

ظرفیت مسند

کبھی مسند کو ظرف لاتے ہین اور اختصار مسند کا مقصود ہوتا ہی جیسے اس شعر مین۔

ناسخ

کونسا تن ہے کہ مثل روح اُسمین تو نہین	کون گل ہے جو ترا مسکن برنگ بو نہین

یعنے وہ کونسا تن ہی جس مین تو مانند روح کے موجود نہین۔

سودا

بجدہ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک	دیکھ [illegible] جہان مین کرم عزوجل

یعنی ہر ایک شاخ ثمردار سجدہ شکر مین معروف ہے۔

رشک

سامنے چشم تصور کے ہین او خانہ خراب	تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

یعنے چشم تصور کے سامنے موجود ہین۔

یوسف علیخان عزیز لکھنوی

اب دل مین ہی خیال جو گیسوے یار کا	عالم ہی روز ہجر مین شبہاے تار کا

یعنی اب جو گیسوے یار کا دل مین موجود ہے تو شبہاے تار کی کیفیت روز ہجر مین پائی جاتی ہے۔

نواب ظفریاب خان راسخ

بے خم ابرو ترے یہ ماہ نو	دیدہ مشتاق مین خنجر ہوا

یعنی یہ ماہ نو دیدۂ مشتاق مین خنجر ثابت ہوا۔

کشن پرشاد شاد

داغ الفت ہو جگر مین خانہ دل مین ہو یاد	یہ چمن پھولا پھلا آباد ویرانہ رہے

پیشے داغ الفت جن مین موجود ہو اور خانہ دل مین یاد موجود ہو۔
قلبان بجیہ جب تک معنی سخن مین اور سخن حرف مین اور حرف خط مین اور خط جان قالب کتاب
مین ہو دانشمندون کا تعویذ جان اس کتاب کا ہر ایک باب ہو یہ دعا ہم کی مستجاب ہو۔

عطف مسند

کبھی مسند معطوف ہوتا ہی اور عطف سے تفصیل مسندی اور اختصار مسند الیہ کا پیدا ہوتا ہی جیسے۔

منشی

توانا ہے وہ آپ اور زور مند | قوی ہے خداوند پست و بلند

وہ آپ مسند الیہ توانا اور زور مند معطوف علیہ اور معطوف مسند۔

ولہ

گنہگار ہون اور عصیان شعار | ولے تو ہے غفار و آمرزگار

حالی

عدالت کے زیور سے سب تھے مزین | بھلا اور بھلا تھا ہر اک [illegible]

غالب

خانہ زاد اور مرید اور مداح | تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

انشا

فیض سحاب فرح سے تھی مزرع امید | گل گل شگفتہ تازہ و شاداب و سبز و نم

مزرع امید مسند الیہ واحد ہے اور شگفتہ و تازہ و شاداب و سبز و نم معطوف علیہ و معطوف ہوکر مسند ہین۔

مومن

تو واحد و بے نظیر و یکتا | تو حاکم و خالق برایا

تو دونون مصرعون مین مسند الیہ ہی اور ان کا مابعد مسند ہے۔

تاخیر مسند

مسند جو مسند الیہ سے پیچھے ہوتا ہی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مسند الیہ کا ذکر نہایت ضرور اور مقدم ہوتا ہی جیسا کہ مسند الیہ کے بیان مین مذکور ہوا۔

میرحسن

درختون کے پتے چمکتے ہوئے	حسن وخار سارے نکھرے ہوئے

رند

مرغان باغ بیٹھے ہین تجھ بن مرے ہوئے	نرگس کھڑی ہے آنکھوں مین آنسو بھرے ہوئے

انیس

شعلہ ہی سر داغ کہ تسکین ہے جگر تمام	نیچے ہوا گرم سے بیتاب ہین تمام

ذوق

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا	کوئی یانتک اُسے لایا تو ہوتا

معصوم علی

ہین سنراوار نار تو ہے نور	ہین گنہگار تو خدا ے غفور

تقدیم مسند

کبھی مسند کو مسندالیہ پر مقدم لاتے ہین اور اسکے مقدم لانے سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہین۔

(۱) زائدہ اہتمام اُسکا مقصود ہوتا ہی یعنی اُسکا بیان ضرور و اہم ہوتا ہو تاکہ تقدیم ایسی چیز کی جسکا حق یہ ہے کہ مؤخر ہو اہمیت پر دلالت کرے چنانچہ۔

ناسخ

طائر روح کو کردیتے ہین کیونکر بسمل	تیر رکھتے ہین پر یرونہ کمان رکھتے ہین

چونکہ بے تیر و کمان کے طائر روح کا بسمل کرنا ایک تعجب کی بات ہی اور اُسکا بیان اہم و ضرور تھا اسلیے اسکو اول بیان کیا اور پر یرو مسندالیہ کو پیچھے ذکر کیا۔

میر

شریف مکہ رہا ہے تمام عمر اے شیخ	یہ میر اب جو گدا ہے شراب خانے کا

مدعا یہ ہے کہ زمانۂ سابق کی عظمت و قدر بیان کی جائے سو وہ شریف بننے سے پائی جاتی تھی اسواسطے اس کو مقدم کردیا۔

ولہ

دوست اُسکو رکھتے ہین پیر و جوان	ہے گا منت غلے محمد خان

مومن

پیٹین نہ اُسے یہ کھول کر بال ۔۔۔ رووین نہ یہ منھ پہ دھرے رومال

غالب

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہے ہے ۔۔۔ خوب وقت آئے تم اس مرغ گرفتار کے پاس

و

مشہد عاشق سے جو اگتی ہی کوسون تک حنا ۔۔۔ کسقدر یا رب ہلاک حسرت پابوس ہے

ولہ

ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام ۔۔۔ مہر گردون ہے چراغ رہگذار باد یان

نظیر

تا ابد آزاد ہین دام و قفس کے جور سے ۔۔۔ بلبل تصویر و طاؤس خیال و آئینہ

ذوق

ٹھانی تھی دل مین اب نملینگے کسی سے ہم ۔۔۔ پر کیا کرین کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

جب ایک چیز مین دو وصف موجود ہون اور سامع سمجھے کہ یہ شے ایک ہی صفت رکھتی ہے نہ دو یہان تک کہ جائز سمجھے کہ یہ دونون وصف خارج مین متعدد چیزون کے ہین پس جس صفت کو سامع جانتا ہو اور بحسب زعم متکلم کے طالب اس بات کا ہو کہ دوسری صفت کا حکم اوس پر لگائے گا ایسے موقع پر واجب ہی کہ اُسی لفظ کو مقدم کرین مگر کسی نکتے کے واسطے چنانچہ اہتمام شان مسند وغیرہ اور یہ اس مثال سے روشن ہو سکتا ہے ۔

سوز

مرقدون مین دیکھتے ہین اپنی ان آنکھون سے ہم ۔۔۔ یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہین

پس اگر مخاطب مثال مذکور کو جانتا ہو مگر یہ نہ جانے کہ یہ برادر ہی یا کوئی اور اسی طرح یہ نہ جانے کہ یہ پدر ہی یا کوئی اور یہ نہ جانے کہ یہ خویش یا فرزند ہی یا کوئی اور تو اس موقع پر کلمہ یہ مقدم ہوگا اور اگر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو تو جانے مگر یہ نہ جانے کہ برادر اور پدر اور خویش اور فرزند یہی ہین اس موقع پر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو مقدم کرینگے اور یہ کو مؤخر ۔

محمد امجد

عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ ۔۔۔ نظر کی پہونچ کا ٹھکانا ہے یہ

سامع یہ تو جانتا ہے کہ سر دن پہ نیلی نیلی ایک شے موجود ہی مگر اسکا قدرتی شامیانہ ہونا نہ جانتا تھا اسلیے اُس شے کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کیا۔

یا

سر قلم کیجے ادا ہے یہ	اپنی قسمت کا بس لکھا ہے یہ

معشوق سر کاٹنا تو جانتا تھا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ سر کاٹنا ادا ہی اسلیے ادا کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کردیا

ولہ

قد جانان نہین قیامت ہے	زلف جانان نہین بلا ہے یہ

سامع معشوق کی زلف کو تو جانتا تھا مگر اُسکا بلا ہونا نہ جانتا تھا اسلیے بلا کے ذکر کو مقدم کرکے یہ کو مؤخر کیا۔

(۲) تفاول کے لیے مسند کو مقدم کرتے ہین تاکہ مخاطب اول ہی سے اُس شے کو سن لے جو اسکو خوشی پہونچائے گی۔

ناسخ

دے نامہ بر آکے در پر دستک	پہونچے مجھے مکتوب یکایک یارب

محض تفاول کے لیے دونون مصرعون کی ترتیبون کو بدل دیا در اصل یون کہنا چاہیے تھا کہ نامہ بر در پر آکے دستک دے اور مکتوب یکایک پہونچے مگر تفاول کے لیے مسند کو مقدم کردیا۔

ولہ

بر آئے ترے قدم کی دولت	اُمید اُمیدوار قاصد

ولہ

آئے یارب جلد در پر نامہ بر	دے مجھے مکتوب دلبر نامہ بر

محمد اسمٰعیل

تھی قحط سے پائمال خلقت	اُس مینھ سے ہوئی نہال خلقت

تفاول کے لیے خلقت اُس مینھ سے نہال ہوئی کو یون کردیا اُس مینھ سے ہوئی نہال خلقت

ہوس

مسرور ہوئی تمام خلقت	ہر کوچے بجی خوشی کی نوبت

میر حسن

اسی سال مین یہ تماشا سنو | رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو
گئے نو مہینے جب اسکو گذر | ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

انشا

بجئے سنکھ ہو کہا دولت بیدار ہون مین | خواب غفلت سے بس اب چونک گلے میرے لپٹ

مقصود بالتمثیل لفظ دولت بیدار ہی۔

رند

آن پہونچا وعدۂ دیدار یار | مژدہ یاد اے عاشقان باوفا

سودا

ہے خوشی نام مرا مین ہون عزیز دنہا | نہ لگے شوق مین جسکے کبھی شائق کی پلک

امیر

ہے مبارک فال کوئی ہونے والی ہی خوشی | ہر چراغ لالہ جوش رنگ سے ہی گل فشاں

داغ

کیا جوان بخت جوان سال ہوا ہی عالم | فلک پیر بھی کھاتا ہی جوانی کی قسم

راگھوندر راؤ جذب

کیا طرب خیز ہے ہنگام ربیع الاول | خلق کو ہے یہی پیغام ربیع الاول

مقصود بالتمثیل طرب خیز ہے جو ربیع الاول کی خبر ہے۔

(۳) ... برا ... کے اظہار مین جلدی مقصود ہو ... ہی اسلیے سند مقدم کیا جاتا ہے جیسے۔

خوشتر

شعید ہے عجب یہ پیر گردون | کہ ہر دم اسکی ہے صورت دگرگون
جفا پیشہ ستمگر فتنہ خو ہے | برائے رنج سرکش حیلہ جو ہے

شعید اور جفا پیشہ اور ستمگر اور فتنہ خو خبر مقدم ہے اور غرض اس سے فلک کی برائی بیان کرنے مین تعجیل مقصود ہے۔

اگرچہ پیر ہے لیکن ہے بے پیر | ولے ہمیشہ منقلب ہے اسکی تدبیر

کسی کا خوش نہین آتا اُسے عیش	براے جنگ بھرتا ہے پے جیش

مومن

کوئی اس دور مین جیسے کیونکر	ملک الموت ہے ہر ایک بشر

قدر

خوش نہون دولت دُنیا سے زلنے والے	رو ینگے صورت فوارہ خزانے والے

سودا

اک قصہ مین سُنا تھا مردم سے یہ قضارا	بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا

نسیم

زنبور سیاہ خال اُس کے	برابر جتائین بال اُس کے

زنبور سیاہ مسند ہی اور خال اُسکے مسند الیہ اور برابر جتائین مسند ہی اور بال اُس کے مسند الیہ مسندون کی تقدیم بیان بُرائی کے اظہار مین تعجیل کی غرض سے ہے۔

مومن

خرس کی پشم اشعار خمیدہ	سخت غبار الاژولیدہ

ہدایت اللہ شیدا

اچھے نہین اچھے نہین یہ ڈھنگ تمھارے	بگڑے ہوے آتے ہین نظر رنگ تمھارے

(۴) کبھی مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے۔

انیس

بولے یہ انھین لیکر جو وہ ظالم سر دربار	خدام لے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

چونکہ حاجزادہ حضرت مسلم کی گرفتاری ہین کدتھی اسلئے دربار مین لیجا کر اُنکے حاضر ہونیکو پہلے ذکر کیا تاکہ گرفتار کرانے والا جلد مسرور ہو جائے۔

میر حسن

خواصون نے خواجہ سراؤن نے جا مبارک تجھے اے شہ نیک بخت	دہین نذرین گذرانیان اور کہا کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت

چونکہ مسرت مین تعجیل مقصود تھی اس لیے پیدا ہوا کو جو مسند ہی اول بیان کیا اور وارث تاج و تخت کو جو مسند الیہ ہے پیچھے ذکر کیا اور یہی وجہ لفظ مبارک کی تقدیم کی ہے۔

(۵) یا مسند کو مقدم کرنے سے سُننے والے کو مسند الیہ کا شوق دلانا مقصود ہوتا ہے کیونکہ مسند مین طول ہوتا ہے اسلیے کہ وہ مسند الیہ کے وصف پر مشتمل ہوتا ہے پس یہ طول سُننے والے کے نفس مین ذکر مسند الیہ کی طرف شوق پیدا کرتا ہے اسلیے مسند الیہ کو نفس مین وقعت اور قبولیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جو چیز طلب کے بعد حاصل ہوتی ہے اُسکو بہ نسبت اُسکے جو بلا تکلیف حاصل ہوجائے زیادہ عزت حاصل ہوتی ہے۔

غالب

جام جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر	سوگند اور گواہی کی حاجت نہین مجھے

جام جہان نما بترکیب اضافی مسند مقدم ہے اور شہنشاہ کا ضمیر بترکیب اضافی مسند الیہ مؤخر۔

رشک

صاحب تصور کے ہین او خانہ خراب	تری آنکھین تری پلکین ترے خمدار ابرو

شیدا

مُنھ لگے ہین ترے رسا ہین بال	چڑھے ہین بُری بلا ہین بال

غلام علی فروغ

تھیہ پڑتی ہے یار سب کی آنکھ	چشم بد دور رہے غضب کی آنکھ

حیدر علی

کوئی تسخیر ہے افسون ہے یا اعجاز آنکھون مین	لُبھا لیتا ہے دلکو وہ بت طناز آنکھون مین

لُبھا لیتا ہے خبر مقدم ہے اور وہ طناز مسند الیہ مؤخر ہے۔

نشتر

کان اُس شوخ کے بھردین تو عجب کیا اے دل	گوشِ جانانکے قرین رہتے ہین اکثر گیسو

اُس شوخ کے کان بھردین اور گوشِ جانان کے قرین رہتے ہین مسند مقدم اور گیسو مسند الیہ مؤخر مسندون کو بیان مقدم اسلیے کیا ہے کہ سامع کو مسند الیہ کے سُننے کا شوق پیدا ہو کہ یہ کسکا ذکر ہے اور جب معلوم ہوا کہ یہ گیسو کا بیان ہے تو لذت حاصل ہوئی۔

آرایش محفل

خوش آیندہ ہے نکہت راے بیل	رہے بزم مین اُس سے نت ریل پیل

خوش آیندہ مسند مقدم ہے اور نکہت راے بیل مسند الیہ مؤخر۔

دو چیزین ہین یادگار دوران قائم تیر ستم اپنی جانفشانی

پہلا مصرع مسند مقدم ہی اور دوسرا مسندالیہ موخر۔

گشن پرشاد شاد

آئینہ بھی ہی تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی	اصل مین ایک ہین سب تیری قسم غیر نہین

آئینہ اور شخص اور عکس مسند مقدم ہین اور مخاطب مسندالیہ موخر۔

محشر

ہم ترے کوچے مین سب چھوڑ کے تنہا بھاگے	دل و دین صبر و خرد طاقت و آرام تمام

امانت

ہے جو سرگرم سلیمان جہان یادو پٹہ	ٹوٹے پڑتے ہین پریزاد پریرا دون پر

تنبیہ جو قواعد و فوائد ہمنے مسندالیہ اور مسند کے باب مین ذکر کیے ہین جیسے تعریف اور تنکیر اور تقدیم اور تاخیر اور اطلاق اور تقئید اور ابدال اور تاکید اور عطف اور ذکر اور حذف یہ انہی دونون کے ساتھ مخصوص نہین ہین بلکہ جو کوئی ماہر سخن غور و خوض کرے گا تو اُسے معلوم ہوجائے گا کہ یہ چیزین مفعول بہ اور حال اور تمیز اور مجرور اور مضاف الیہ مین بھی واقع ہوسکتی ہین۔

چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان مین

بطور تمہید کے یاد رکھنا چاہیے جو کہ صلاحیت مسند ہونے کی رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنی مصدری کے جو کہ اُسکے جوہر ہین ہین تین زمانون مین سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جاتے وہ **فعل** ہے اور ہر فعل کے لیے ضرور ہی کہ کوئی اُسکا فاعل یعنی کرنیوالا ہووے پس اگر فعل صرف فاعل ہی کو چاہے اور فاعل کے سوا اور چیز کا محتاج نہ ہے تو اُسے لازم کہتے ہین جیسے احمد آیا اس مثال مین آیا فعل احمد فاعل ہے فعل آنے کا احمد پر تمام ہوا جو کہ فاعل فعل تھا اور اگر فاعل کے سوا متعلق کا محتاج ہو (اور متعلق لام کی فتح سے وہ شے ہے کہ فاعل کا فعل اُسپر واقع ہو یا بمنزلے واقع ہونے کے ہو اور واقع ہونا فعل کا یا بمنزلے واقع ہونیکے ہونا مفعول بہ ہوتا ہی) تو اُسکو **متعدی** کہتے ہین جیسے احمد نے اپنے بھائی کو مارا یہان سے معلوم ہوا کہ فاعل کو متعلق فعل کا نہین کہ سکینگے اور اسی واسطے فاعل کے حق مین کہتے ہین کہ فعل اُس سے سرزد ہوا یا اُسکے ساتھ قائم ہے یا اُسکی طرف مسند ہے اور یون نہ کہینگے کہ اُس سے متعلق ہم

اور یہ بات اصطلاح کی رو سے ہی نہ لغت کی رو سے اور ہمارا یہ کہنا کہ بمنزلے واقع ہونے
ہوا اسلیے ہی کہ احمد فیروز کو لیگیا یا احمد فیروز کو نہ لے گیا یا احمد نے یہ بات کہی تینون چیزین تعریف
مین داخل ہین پہلی مثال مین وقوع فعل کا فیروز پر ظاہر ہے اور دوسری مثال مین فعل لیجانا
خود واقع نہین ہوا کیونکہ اُسکی نفی کی گئی ہے بلکہ قائم مقام واقع ہونے کے ہے اس سبب سے
کہ اگر فعل مثبت ہوتا ہے تو یون کہتے ہین کہ فعل اُسپر واقع ہوا اور جب نفی کا حرف فعل پر
لائے تو وہ فعل منفی ہوگیا اور باعتبار تاویل کے یون کہا گیا کہ فعل منفی اُسپر واقع ہے اور تیسری
مثال مین کہنا بات کا ہے نہ کہنے کا واقع کرنا بات پر لیکن اُسکو بھی ازروے تاویل کے وقوع
سے تعبیر کرتے ہین اور فاعل اُسکو کہتے ہین جس کی طرف فعل کی اسناد بطور قیام کے کیجائے
مراد اسناد سے یہ ہی کہ فعل قائم ہو فاعل کے ساتھ اور نہین کہ یہ فعل فلان شخص نے کیا ہو وہ کرنیوالا
فاعل کہلائے گا **مفعول** یہ وہ ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہی یا قائم مقام واقع کرنے کے ہی بعض
فعل دو مفعولون کو چاہتے ہین جب فعل اپنے فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اُسے نسبت کہتے ہین
اور اگر کسی اور کی طرف منسوب ہوتا ہے تو **تعلق** بولتے ہین جیسے فعل متعدی کا تعلق مفعول بہ سے
ہر فعل کو فاعل سے ناگزیر ہے کیونکہ پیدا ہونا کسی امر کا بدون پیدا کرنے والے کے محال ہے
مگر اتنا فرق ہے کہ فعل معروف کا فاعل معلوم ہوتا ہے اور فعل مجہول کا نامعلوم یہان مفعول بہ
کو فاعل کا قائم مقام کر کے فعل کی اسناد اُسکی طرف کر دیتے ہین جس کو **مفعول مالم یسم فاعلہ**
کہتے ہین۔

کبھی ایک اسم کی طرف دو فعل مسند ہوتے ہین اسے **باب تنازع** کہتے ہین اور
تنازع چار حالتون سے خالی نہین۔

(۱) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر اُن کا فاعل ہو مثلاً

ذوق

پروانے سے ہی شمع مقرر لگی ہوئی	کرتی ہی نہر برقعہ فانوس تک جھانک

فعل کرتی ہی اور لگی ہوئی کا فاعل شمع ہی اور یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ شمع ہمارا فاعل ہے۔

رند

دل مری جان پر بلا لایا	زلف کو حور کی دکھالایا

فعل دکھالانے اور بلالانے کا فاعل دل ہے۔

بیخود

اڑکر ہوا سے آتی ہے ہر دم عذار پر | منھ چڑھتی ہی ترے نہ کہین منھ کی کھائے زلف

اڑکر آتی اور چڑھتی اور کھائے کا فاعل زلف ہی۔

ظفر

ای ظفر جامۂ گل پر نہ کرے ناز کبھی | دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہار

(۲) دونون فعل چاہتے ہون کہ اسم ظاہر انکا مفعول ہو۔

منشی

مرے ملک سے خصم کو دور کر | الم سے مجھے اے خدا چھڑا سر در کر

چھڑا اور کر یہ دونون فعل چاہتے ہین کہ مجھکو ہمارا مفعول بنے۔

ذوق

مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے | تو ہمنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا
نظیر اُس کا کہان عالم مین ای ذوق | کہین ایسا نہ پائیگا نہ پایا

شعر اول مین کھویا اور پایا دو فعل ہین ان دونون کا مفعول کچھ بمعنی کوئی چیز ہی اور دوسرے شعر مین نپائیگا اور نہ پایا دو فعل ہین اور انکا مفعول نظیر ایک ہی۔

(۳) پہلا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر میرا فاعل ہو اور دوسرا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر مذکور میرا مفعول ہو جیسے۔

ناسخ

تیرے ناخن کی برابر ہو سکے کیا ماہ نو | حُسن مین کرتا ہی مدہم یہ ستارا چاند کو

چاند ہو سکے کا فاعل ہی اور کرتا ہی کا مفعول۔

غالب

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے | مرے بتخانے مین تو کعبے مین گاڑو برہمن کو

مرے کا برہمن فاعل ہی اور گاڑون کا مفعول۔

آصف

ہوتا چلا ہے رنگ گلابی نقاب کا | چھپتا ہے کب چھپائے سے چہرہ عتاب کا

چہرۂ عتاب چھپتا ہے کا فاعل ہی اور چھپائے کا مفعول ہی۔

امیر

جلتے ہین تمسے جان و دل و سینہ و جگر ۔ چارون طرف ہی آگ بجھاؤن کہان تلک

آگ محل تنازع مین ہی کیونکہ اپنے جملے کا بتدا ہی اور بجھاؤن کا مفعول ہی۔

(۲) پہلا فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا مفعول ہو اور دوسرا فعل اُسکی فاعلیت کی خواہش کرے چنانچہ

احسان رامپوری

کھا تو لین ہجر مین گر ڈر ہے ۔ زہر قاتل شکر نہو جائے

زہر قاتل کھالین کا مفعول ہی اور شکر نہو جائے کا فاعل ہی۔

گویا

پھینکدے گا ہاتھ سے اپنے اگر گل کرکے یار ۔ سر کے بل گر گر کرے گی سجدہ شکرانہ شمع

گل کرکے پھینکدینے کا شمع مفعول ہی اور سجدہ کرنیکا فاعل۔

مرزا کاظم حسن

یہی اک رند باقی تھا صد افسوس ۔ خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

حسن بخشے کا مفعول ہی اور قضا کی کا فاعل۔

آصف

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے ۔ خلعت سے ہو زیادہ اسکو کفن مبارک

کفن محل تنازع مین ہی کہ دے کا مفعول بھی ہی اور اپنے جملے کا بتدا بھی واقع ہوا ہے۔

داغ

بات کی شاخ مین آج ہے وہ استحکام ۔ توڑنا چاہین تو ٹوٹین نہ قول و قسم

قول و قسم توڑنا چاہین کا مفعول ہین اور ٹوٹین نہ کا فاعل۔

درد

دید و وا دید ہوئی دور سے میری اُسکی ۔ پر جو مین چاہے تھا وہ بات نہونے پائی

بات چاہے کا مفعول ہی اور نہونے پائی کا فاعل۔

ان صورتون مین تنازع کا رفع کرنا اگرچہ فعل اول و ثانی دونون کے عمل دینے کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے مگر اختلاف اختیار مین ہے چنانچہ بعض فعل ثانی کو عمل دیتے ہین جیسے ان شعرون مین۔

تیرے ناخن کی برابر ہوئے کیا مارو	حسن میں کرتا ہے مدھم یہ ستارا چاند کو

ہوسکے کا فاعل چاند ہے اور یہی کرتا ہے کا مفعول ہے۔

غالب

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے	مرے بتخانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

برہمن مرے کا فاعل ہے اور گاڑو کا مفعول۔

فعل ثانی کو عمل دیا ہے یعنی علامت مفعول کی آئی ہے اور فعل اول میں فاعل کی ضمیر ہے اور اِضمار قبل الذکر اردو میں جائز ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔

امیر

تڑپ کے رہ گئے اُس محفل میں دونوں لیکے یار سو	دل ناداں کو سمجھاتے کہ چشم تر کو سمجھاتے

سہیل

ضد سے عاشق کی یہ ہر بار اُلجھ جاتے ہیں	ایدہ مشاطہ سے گیسو کو نہ سلجھائے بہت

اور بعض فعل اول کو عمل دیتے ہیں اور فعل ثانی کے واسطے ضمیر لاتے ہیں مثلاً۔

نادر

خاک شہید ناز سے جتنا اُٹھا غبار	قشقہ لگانے کو ترے سیند رہو گیا

فعل اول یعنے اُٹھا کو عمل دیا جائے گا اور دوسرے مصرع میں ہو گیا کیلئے ضمیر لائی جائیگی یعنی وہ سیندر ہو گیا۔ غبار فعل اول کا فاعل ہے اور دوم کا مفعول۔

برق

بحر عالم میں رہی کشتی امید تباہ	دم بدم موج حوادث نے تپانچہ مارا

کشتی اُمید تباہ رہی کی فاعل ہے اور مارا کی مفعول پس فعل اول کو عمل دیا جائے گا اور فعل ثانی کے لیے ضمیر لائی جائے گی یعنی اُسکو تپانچہ مارا۔

یاد رکھو کہ فعل کو مفعول بہ کے ساتھ ذکر کرنا ایسا ہی جیسا کہ فاعل کے ساتھ اسکو ذکر کرنا اسلیے کہ فعل کے ساتھ فاعل یا مفعول بہ کو ذکر کرنے سے سامع کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل کو فاعل اور مفعول بہ کے ساتھ تعلق ہے فاعل کے ساتھ تو اسوجہ سے تعلق ہے کہ فعل اُسکی ذات سے وقوع میں آتا ہے اور مفعول بہ کے ساتھ اسلیے تعلق ہے کہ اُسپر واقع ہوتا ہے جیسے احمد بخش نے عبداللہ کو مارا احمد بخش سے مارنے کا فعل وقوع میں آیا ہے اسلیے وہ فاعل ہے اور عبداللہ پر یہ فعل واقع ہوا ہے اس لیے وہ مفعول بہ ہے

اور فعل کے ساتھ ان دونون کے ذکر کرنے سے یہ غرض نہین ہوتی کہ فعل فی نفسہٖ واقع ہوا یا ثابت ہی بغیر اسکے کہ یہ معلوم ہو کہ کس سے وقوع مین آیا اور کس پر واقع ہوا پس جب فاعل اور مفعول کو فعل کے ساتھ ذکر کرتے ہین تو یہ غرض ہوتی ہی کہ فعل اُس سے واقع ہوا ہی اور اس پر واقع ہوا ہی ایسا کبھی نہین ہوتا کہ ان دونون کا صرف جاننا منظور ہو یا صرف فعل کا وقوع اور ثبوت مقصود ہو اگر اس بات کا افادہ منظور نہو کہ فعل کس سے واقع ہوا اور کس پر واقع ہوا تو یہ کہا جائے کہ مارنا وقوع مین آیا یا مارنا پایا گیا یا مارنا ثابت ہوا اور فاعل و مفعول کا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ جب اُن کا جتانا منظور نہین تو انکا ذکر عبث ہی۔

پس اگر فعل متعدی کے ساتھ مفعول مذکور نہو اور غرض صرف یہ ہو کہ فعل کا فاعل کے لیے ثابت ہونا یا نہ ثابت ہونا معلوم ہوجائے تو فعل متعدی کو بمنزلے لازم کے بنا لیتے ہین۔

اور حذف مفعول کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکو مقدر بھی ماننے کی ضرورت نہو کیونکہ مقدر مذکور کی طرح سمجھا جاتا ہی کیونکہ قرینہ اُسکے وجود پر دلالت کرتا ہے اور سامع جس طرح ترکیب مین صریح مفعول کو سمجھتا ہے اسی طرح دلالت قرینہ سے بھی مفعول مقدر کو سمجھ لیتا ہی پس ایسے فعل متعدی کو مفعول مقدر سے بھی تعلق کی احتیاج نہین ہوتی جیسے لفظ ''لو'' شعر ذیل مین۔

وحید

لو آمد اسد کا تلا سنو بس اب	مضطر زمین ہی خوف سے لرزان ہی فوج سب

ولہ

میدان مین لو وہ آگیا نیزہ لیے قلم	اُمڈی وہ فوج وادی قرطاس مین ہم

ایضاً

جو ڑے اس بری کے گرہ آج وا ہوئے	لو دو شام تک کو قیامت بپا ہوئی

ذوق

پیش عشق تلذ رشک سے نہین سایہ کو آنچ	دیکھ ہی آتش نمرود سے آن لیل

دیکھ کو یہان مفعول کی احتیاج نہین صرف تنبیہ کیلئے ہی اسی قبیل سے ہی دیکھو شعر ذیل مین۔

وحید

دیکھو جو تھم رہا وہ نہ زندہ رہے گا آج
کچھ رنگ کہہ رہا ہی کہ پانی خون بہے گا آج

ظفر

نہین دیکھ بہتر ستانا کسی کا	گر ڈھانا کسی کا گر ڈھانا کسی کا

غالب

کہان تلک کہون ساقی کہ لا شراب تو دے	ندے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

لا کے لیے مفعول مطلوب نہین ظاہر ہی کہ ان تمام افعال مذکورہ کے ساتھ کوئی مفعول مذکور نہین ہی اور نہ ہم مقرر کر سکتے ہین کہ اُنکا مفعول ہی پس لابدیہی کہنا پڑتا ہی کہ یہ فعل صرف مخاطب متوجہ کرنے اور حوصلہ دلانے اور سُست کو ہوشیار کرنے کے لیے آتے ہین مفعول کی ضرورت نہین **دوسری صورت** حذف مفعول کی یہ ہی کہ وہ عبارت مین مقدر ہو اور فعل کا تعلق مفعول غیر مذکور سے لابد ہوا اور اس مفعول مقدر کے لیے دو شرطین ہین ایک یہ کہ اُسکے متعین کرنیکے واسطے کوئی قرینہ موجود ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اُس کے حذف کرنے کے لیے کوئی غرض بھی ہو پس تفصیل اغراض کی یہ ہے۔

(۱) مفعول کو اس وجہ سے حذف کر دیتے ہین کہ ابہام کے بعد اسکا بیان کیا جاتا ہے اور اخفا کے بعد اُسکو ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ اکثر فعل چاہنے اور ارادہ کرنے اور کہنے اور فرمانے اور پسند کرنے اور محبت کرنے مین محذوف ہوتا ہے بشرطیکہ یہ افعال شرط واقع ہون پس شرط مین مفعول کو مخفی رکھ کے جزا مین کھول دیتے ہین پس یہ جزا اُس پر دلالت کرتی ہے اور اُس کو بیان کر دیتی ہے مثلاً اگر کہیے تو مین کل آؤن۔ اگر فرمایئے تو مین کھانا لاؤن۔ مین اگر چاہتا تو چلا جاتا اگر مین پسند کرون گا تو تم کو بڑھاؤن گا یعنی اگر آنے کو کہیے اور اگر کھانا لانے کو فرمایئے اور اگر مین چلا جانا چاہتا اور اگر مین تم کو بڑھانا پسند کرون گا۔ ظاہر ہے کہ مبہم ہونے کے بعد بیان زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔

محشر

گرتے ہوے گردون کو تو چاہے تو سنبھالے	ہے سانہ کوئی صاحب وساز ستم ہے

یعنی اگر تو گرتے ہوے گردون کو سنبھالنا چاہے تو سنبھالے جب چاہے فعل ذکر ہوا تو سامع نے جانا کہ کوئی ایسا مفعول ہے جو چاہنے سے متعلق ہے جب جواب شرط مین کہا سنبھالے تو سامع کو معلوم ہو گیا کہ وہان سنبھالنا محذوف ہوا ہے پس سنبھالے جزا سے توضیح مفعول کی ہو گئی۔

مومن

بعد یک چندے گر خدا چاہے	مین ہون اور تیرے در کی دربانی

یعنے اگر خدا تیرے در کی دربانی کرانا چاہے تو مین ہمیشہ تیرے در کی دربانی کرتا رہون گا۔

لمؤلفہ

جو فرماؤ تو دکھلا دون تماشا تمکو رونے کا	گمان رہوے نہ صاحب کو مری پنبہ دہانی کا

یعنے جو رونے کے لیے فرماؤ الخ۔

(۲) اس توہم کے دفع کرنے کے واسطے حذف کردیتے ہین کہ سامع پہلے سے اُس چیز کا ارادہ نہ کرے جو مراد نہین ہی یعنے اُسکے حذف سے یہ مقصود ہوتا ہی کہ سامع یہ نہ خیال کرے کا اہم بیان کرنا اسی کا ہی پس جب اسکو حذف کردیتے ہین تو اُسکی اہمیت جاتی رہتی ہی جیسے۔

امانت

وہ سوختہ ہون مین کہ نہ پاوینگے بعد مرگ	سگہاے کوے یار مرے استخوان تلک

یعنی گوشت کو ہڈی تک نہ پاوینگے پس گوشت جو مفعول بہ ہی اُسکو حذف کردیا ہی اسلیے کہ اگر اُسکو ذکر کیا جاتا تو سامع کو ما بعد کے ذکر سے قبل یہ شبہ ہوتا کہ سگہاے کوے یار ہڈی کو پاوینگے پس ہڈیان نہ جلی ہونگی بلکہ گوشت کا کچھ حصہ جلا ہوگا اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ آتش عشق نے اسمین پورا اثر نہین کیا اور یہ نقصان ہی جو عاشق کامل کی شان سے بعید ہی اور جب یہ کہا کہ ہڈی تک نہ پاوینگے اور گوشت کا ذکر اُڑا دیا تو اس توہم کی گنجایش نہ رہی کیونکہ کوئی چیز جب کسی چیز مین حائل ہو تو بغیر اُس حائل کے جلے دوسری چیز تک آنچ نہین پہونچ سکتی پس معلوم ہوا کہ آتش عشق جب تک گوشت کو نہ جلا لیگی ہڈی تک نہین پہونچ سکتی۔

یا کاظمین چرخ ستمگر کے ہاتھ سے	سودا	پہونچی ہی کارد آکے مرے استخوان تلک
روشن ہر اک چراغ سے جون نخل شمعدان		پہونچا ہی داغ دل کا مرے استخوان تلک

ان شعرون مین بھی اول سے مطابق حالت ہے۔

ولہ

نشو و نماے سبزہ و ریحان دیا مین ؟	ہے طعنہ زن نمود خط گلرخان تلک ؟

یعنے اُن چیزون کی نشو و نما دوسری چیزون کو طعنہ زنی کرتی ہے کرتے کرتے خط گلرخان تلک طعنہ زنی کرنے لگی ہے پس دوسری چیزین مفعول بہ ہین۔

امیر مینائی

ہنس ہنس کے بہت زخم جگر چھیڑ رہے ہین | قاتل وہ لگا ہاتھ کہ دل تک اتر آئے

یعنی سینے کے تمام حصون کو کاٹ کر دل تک کاٹ ڈالے پس دوسرے اعضا کو جو مفعول ہین حذف کردیا ہے اگر ان کو ذکر کیا جاتا تو سننے والے کو مابعد کے ذکر سے قبل یہ شبہہ ہوتا کہ عاشق دل کو کٹوانا نہین چاہتا اور یہ اُس کا نقصان ہے -

(۴) اسلیے حذف کرتے ہین کہ اُس محذوف کا ذکر دوبارہ دوسرے محل پر دوسرے فعل کے ساتھ مقصود ہوتا ہے پس اسواسطے پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر نہین کرتے دوسرے کے ساتھ ذکر کرتے ہین اگر پہلے کے ساتھ ذکر کردیا جاتا تو دوبارہ فعل اُسکی ضمیر پر واقع کرنا پڑتا اور چونکہ دوسرے فعل کے اُس پر واقع کرنے کا نہایت، قصد و اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے اسلیے متکلم اس امر پر راضی نہین ہوتا کہ پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر کرکے دوبارہ دوسرے فعل کو اُسکی ضمیر پر واقع کرے گو ضمیر اُسی سے کنایہ ہوتی ہے جیسے کہین مین نے بہت ڈھونڈھا مگر سخاوت و شجاعت مین کہین آپکا نظیر نہ پایا یعنی مین نے بہت کچھ آپکے نظیر کو ڈھونڈا پہلے فعل کے ساتھ نظیر کو نہ لائے اگر اُسکے ساتھ ذکر کیا جاتا تو آگے یون کہنا پڑتا مگر مین نے اُسکو کہین نہ پایا اور اس سے وہ غرض فوت ہوجاتی جو یہان مدنظر تھی -

میر

تھا کرم پر اُسی کے مشرب مدام | میرے اعمال آہ مت پوچھو
تم بھی اے مالکان روز جزا | بخشدو اور گناہ مت پوچھو

یعنے بخشدو گناہ پس بخشدو کا مفعول کہ گناہ ہے حذف کردیا کیونکہ اسکو دوسرے فعل کا دوسرے مقام پر مفعول بنانا منظور تھا اور وہ مت پوچھو ہے اگر پہلے لے آتے تو دوسرے فعل کو ضمیر پر واقع کرنا پڑتا جس سے غرض فوت ہوتی اور پوچھنے کی غرض نہی کا صریح لفظ گناہ پر واقع کرنا تھا پس اگر صریح لفظ گناہ پر بخشدو کے فعل کو واقع کردیتا تو مت پوچھو کے فعل کو گناہ کی ضمیر پر راجع کرنا پڑتا اور غرض یہ نہ تھی کیونکہ قائل کو اپنے گناہون کی معافی مین انتہا درجے کی تاکید منظور ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اُنکی پرسش ہی نہ ہو جو معافی سے بھی بڑھکر ہے اس صورت مین سزاے گناہ کا توہم بھی باقی نہین رہ سکتا اگرچہ ضمیر سے بھی یہ بات حاصل ہوسکتی تھی مگر جو مبالغہ معانی مین صریح لفظ گناہ پر مت پوچھو کا فعل واقع کرنے مین ہے وہ ضمیر پر واقع کرنے مین نہین ہوسکتا -

سودا

مولوی جی سے اب کوئی جاکے مرا پیام دو	کہنے کہا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو
لکھو لکھا ہے ہر ایک کو صبح سے تا بہ شام دو	مجھ سے جو پوچھو شعر ہی کہنے کو انصرام دو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو ذرا لگام دو

پانچویں مصرع مین دو نہ دو لگام مین نہ دو کے بعد لگام کو ذکر کیا اسلیئے کہ اگر دو کے بعد ذکر کرتا تو غرض فوت ہو جاتی اور وہ یہ ہی کہ نہ دینے کا ایقاع صریح لفظ لگام پر ہو کیونکہ اس مین مخاطب کی مذمت زیادہ ثابت ہوتی ہے اگر ضمیر ذکر کرتا تو اس مین یہ بھی احتمال تھا کہ شاید دوسری شے کی طرف پھرتی اور اگرچہ معنی مراد مقام کی وجہ سے متعین ہو سکتے تھے مگر مبالغہ ہجو مین اسکے مناسب تھا کہ نہ دو واقع کرنا صریح لفظ مفعول پر ہوتا۔

انیس

مجھ سے یہ نہ ہو ویگا کہ امت کو سزا دون	اللہ سزا دیگا مین کیا انکو سزا دون

اللہ سزا دیگا کا مفعول بھی ان کو ہے مگر اس کو یہان حذف کرکے دوسرے فعل کے بعد اسی فائدے کی غرض سے ذکر کیا ہے۔

ولہ

کہتے تھے اعدا لہ بچے بھی علیؑ کے شیر ہین	جب بڑھاتے ہین تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہیں

یعنی جب قدم بڑھاتے ہین تو پھر اسکو پیچھے نہین رکھتے دیکھو پہلے فعل کے ساتھ مفعول کو ذکر نہیں کیا

ستایان

تمنا ہے یہی دے بے ستش دیج	پلا دو آتشہ تا دور ہو رنج

دے کے بعد دو آتشہ کو ذکر نہ کیا پلا کے بعد ذکر کیا اسی نکتے کے واسطے۔

(۴۷) مفعول کے حذف سے تعمیم اختصار کے ساتھ مطلوب ہوتی ہے اگرچہ صیغۂ عموم کے ساتھ مفعول کو ذکر کرنے سے بھی تعمیم حاصل ہو سکتی ہے مگر اس صورت مین اختصار فوت ہوتا ہے۔

مثنوی قصۂ تعزیر

آئے کو محتاج نہ جانے دیا	اسنے دیا اس کو خدا نے دیا

یعنے اس نے عموماً تمام آئے والون کو دیا پس اس مثال مین عموم بطور مبالغہ کے مقصود ہے کیونکہ مقام مبالغہ کا ہے۔

احسان شاہ جہان پوری

[illegible]ر ُ ہین عرش تک آہین نیاز مندونکی ۔ بتو سنی نہ تمھین نے خدا کے بندونکی

یعنے خدا کے بندونکی کوئی فریاد نہ سُنی یہان عموم بطور مبالغے کے مقصود ہی۔

مہابھارت منظوم

[illegible] عنایت کیے فضل سے وہ کمال ۔ نمایان ہوئی قدرت ذوالجلال

یعنی تمام بندون کو فضل و کمال عنایت کیے پس مثال اول و دوم عموم کا فائدہ مبالغۃً دیتی ہی
اور مثال [illegible] سوم تحقیقاً یہ فائدہ بخشتی ہی مثال ذیل مین بھی تعمیم کے لیے مفعول محذوف ہی۔

غالب

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو ۔ میری سُنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

یعنے میری تمام باتون اور نصیحتون کو سُنو یہان عموم کا افادہ مبالغۃً ہوتا ہے۔
(۵) حذف مفعول سے صرف اختصار مطلوب ہوتا ہے کوئی دوسرا فائدہ معتبر نہین ہوتا
جیسے مرزا غالب ایک خط مین لکھتے ہین "قبلہ آپ بیشک ولی صاحب کرامت ہین کم و بیش اِک
ہفتہ گذرا ہوگا کہ ایک امر جدید مقتضی اسکا ہوا کہ آپ کو اُسکی اطلاع دون خانہ کاہلی خراب آج
لکھون کل لکھون اب کون لکھے کل صبح کو لکھونگا صبح ہوئی غالب اسوقت نہ لکھو سہ پہر کو لکھیو۔
(۶) یا محافظت وزن اور رعایت قافیہ کی وجہ سے مفعول کو حذف کر دیا جاتا ہی۔

انیس

[illegible] برچھیان کھاتے چلے جاتے ہین تلوار و تفنگ ۔ مارے [illegible] سے [illegible] سنور [illegible] ہین [illegible]

ماریو کا مفعول وزن کی وجہ سے محذوف ہی اور اُسکی صفت مذکور ہی۔

تراب

[illegible] شوخی سے اُ[illegible] [illegible] بار بار ۔ کیون نکلتی زلف کے مُنھ سے صدائے مار مار
[illegible] شانے سے چھیڑون زلف ناگن یار کی ۔ [illegible] سے [illegible] نکلتی ہے صدا سے مار [illegible]

ان دونون شعرون مین قافیہ وزن کی وجہ سے مار مار کا مفعول محذوف ہی۔

[illegible]

کھاؤ تو پہلے یو خبر اُن کی ۔ جن پہ بیتا ہے بیتی کی بڑی

پہنو تو پہلے بھائیون کو پنھاؤ — کہ ہے اُترن تمھاری جن کا بناؤ

کھاؤ اور پہنو اور پہناؤ کے مفعول محذوف ہین۔

(۷) مفعول کا چھپانا منظور ہوتا ہی تو اسلیے بھی حذف کر دیتے ہین جیسے۔

ظفر

ہین خطاوار ہون خط کیونکر لکھون اے صاحب — جیسا کہ لوگون نے سکھایا مراجی جلتا ہی

لوگون نے جو کچھ سکھایا چھپانے کی غرض سے اُسکا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ اُس کے ذکر سے قائل کو ندامت ہوتی تھی۔

(۸) اسلیے ذکر نہین کرتے کہ اگر کوئی دباؤ واقع ہو تو کہدیا جائے کہ ہمنے اسے بُرا نہین کہا ہی مثلاً جب خالد کے سامنے اُسکے دشمن زید کا ذکر آئے تو کہدے لعنت بھیجو اور مراد اس سے زید ہی ہو بوجہ قیام قرینہ کے تو یہان محض اس وجہ سے اُسکا نام ترک کیا گیا کہ ضرورت کے وقت کہدیا جائے کہ میری مراد اس قول مین زید نہین ہی۔

(۹) متعین ہونے کی وجہ سے بھی مفعول کا ذکر ترک کر دیا جاتا ہے اور اس تعین کی دو صورتین ہین۔

ایک یہ کہ حقیقۃً متعین ہو جیسے سجدہ کرتا ہون یعنے خدا کو سجدہ کرتا ہون۔

ناسخ

جب وہ مسجد مین ادا کرتے ہین — سب نماز اپنی قضا کرتے ہین

ادا کرتے ہین کا مفعول یہان متعین ہی اور وہ نماز ہے۔

میر محبوب علی خان آصف والی حیدر آباد

میخانے مین کیا لطف ہی کریا مال ہی ساقی — آواز چلی آتی ہے لا اور پلا اور

دوسرے یہ کہ ادعاءً متعین ہو جیسے اس عبارت مین فسانۂ آزاد کی جلد اول کی دم میان خوجی جو گر ملے تو پھر کھٹ سے اُٹھ ہی کھڑے ہوے اور لپک پڑے اب آؤ دیکھتے ہین نہ تاؤ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے ہین لینا لینا لینا" اُسی قبیل سے ہی ذوق کے دوسرے مصرع مین سمجھے کے مفعول کا حذف۔

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے — اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بُت سے خدا سمجھے

(۱۰) ادب کی وجہ سے مفعول کو ترک کردین جیسے مین ہر وقت یاد کرتا ہون یعنی جناب سرورکائنات صلعم
(۱۱) اسلیے محذوف کردیتے ہین کہ زبان اُس کے ذکرسے آلودہ نہو جیسے اللہ نے تکبر کی پاداش مین دائمی لعنت کا مستوجب کیا یہان شیطان کو محذوف کردیا ہی۔
(۱۲) مفعول کا ذکر بُرا معلوم ہونیکی وجہ سے متروک کردیتے ہین جیسے۔

ذوق

یہ کیسے ملائک ہین فلک پر روتے	اے کاش کہ انسان سے ہم بھی ہوتے
غفلت مین بھی رہتا ہی یہ اتنا ہشیار	شیطان کے چلا دیتا ہی سوتے سوتے

چلا دیتا ہی کا مفعول بسبب کراہیت کے محذوف ہے یعنی شیطان کی شرمگاہ مین آلہ تناسل سوتے سوتے چلا دیتا ہی بسا اوقات خواب مین شیطان آدمی کے پاس عورت کے بھیس مین اپنے آپکو پہونچاتا ہی یہی سبب احتلام ہونیکا ہی بعض افعال متعدی ایسے ہین کہ ایک مفعول کی خواہش کرتے ہین اور بعض دو مفعولون کو چاہتے ہین متعدی بیک مفعول مین جو نسبت فعل کو مفعول کے ساتھ ہوتی ہی ویسی نسبت متعدی بدو مفعول کو اپنے ہر ایک مفعول کے ساتھ ہوتی ہی پس معلوم ہوگیا کہ متعدی بیک مفعول مین ایک نسبت ہوتی ہی اور متعدی بدو مفعول مین دو نسبتین۔

حٓلی

سکھائے معیشت کے آداب اُن کو	پڑھائے تمدن کے سب باب اُنکو

سکھائے کی پہلی نسبت اُنکو کیطرف ہی اور دوسری نسبت معیشت کے آداب کی طرف اسی طرح پڑھائے کی پہلی نسبت اُنکو کی طرف ہی اور دوسری نسبت تمدن کے سب باب کی طرف۔

حٓلی

ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا	مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا

بنایا کی پہلی نسبت ہر اک شہر و قریہ کی طرف ہی اور دوسری نسبت یونان کی طرف اسی طرح چکھایا کی پہلی نسبت سب کی طرف ہی اور دوسری نسبت علم و حکمت کے مزے کی طرف

مثنوی لیلیٰ مجنون

اور حاجب اسکو یک چند	بخشا اُسے حق نے ایک فرزند

بخشنے کی نسبت پہلی اُسی کی طرف کے اور دوسری فرزند کی طرف۔

ولہ

کہتی نہین خامشی کا یارا | عقرب نے مجھے ہی نیش مارا

ناسخ

ہینے نظارہ در دندان یار سے | تار نظر کو رشتۂ گوہر بنا دیا

بنا دیا کی نسبت پہلی تار نظر کی طرف ہی اور دوسری نسبت رشتۂ گوہر کی طرف۔
اور جب ایک نسبت سے تجرید چاہتے ہین اور منفرد کرنا منظور ہوتا ہی تو پہلی نسبت پر ہی اکتفا کرتے ہین۔

غیاث الدین عزت مؤلف غیاث اللغات

پھرتے ہو ہمسے روٹھے نہین مانتے ہو بات | ہم جانتے ہین تمکو کسی نے سکھا دیا

یہان سکھا دیا کا مفعول ثانی یعنی یہ ہمارے خلاف محذوف ہی تمکو مفعول اول ہے۔ اور جب مقام مقتضی مدح کا ہوتا ہے تو تعمیم اور شمول افراد کے واسطے مفعول ثانی کو حذف کر دیتے ہین تعمیم اور شمول افراد سے یہ غرض ہی کہ جو کچھ سامع کے دل مین آجائے وہی اُس سے مراد لی جائے چنانچہ۔

جرأت

جرأت اب بندہے تنخواہ تو یون کہتے ہین | کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

دے کا مفعول مال و دولت زر و جواہر رزق۔ انعام و اکرام وغیرہ ہو سکتا ہی۔
کبھی ان دونون مفعولون مین سے کوئی ایک حقیقت مین صفت یا موصوف ہوتا ہی اور جو ان مین سے موصوف ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم ذات ہوتا ہی اُسکو مفعول اول بناتے ہین اور جو صفت ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی یعنے اسم صفت ہوتا ہی اُسے دوسرا مفعول قرار دیتے ہین مگر لفظاً موصوف وصفت واقع نہین ہوتے۔

تپش

رُخ مہر و مہ اُسنے تابان کیا

رُخ مہر و مہ حقیقت مین موصوف ہی اور تابان اُسکی صفت۔

شایان

ہستی مٹی تو پردے مین یکسان نہ ہو گیا | گو عشق نے کمر کے کیا بے نشان مجھے

مجھے مفعول اول موصوف اور بے نشان مفعول دوم وصفت۔

ظفر

تو نے فلک بنایا ہے اندوہگین مجھے	صورت یہ میری [illegible] ہو وہ شوخ

مجھے مفعول اول موصوف اور اندوہگین مفعول دوم وصفت۔

لمؤلفہ

اے فلک غنچۂ تصویر بنانا کیون تھا	دلکو میرے گل خندان جو نکرنا تھا تجھے

دلکو مفعول اول موصوف اور گل خندان مفعول دوم وصفت۔

ولہ

مجھے دکھایہ جو کچھ دیدۂ پرخون دیکھا	جیب و دامان کو سدا اشک سے گلگون دیکھا

جیب و دامان مفعول اول موصوف اور گلگون مفعول دوم وصفت۔

ولی

حیرت ہے روشن آئینہ زنگار نے کیا	کیا جلوہ سبز خط سے رخ یار نے کیا

آئینہ مفعول اول و موصوف اور روشن مفعول دوم وصفت ہی۔

بشیشر ناتھ انور لکھنوی

شبنم گلونکو آب خجالت سے ترکرے	دیکھے جو باغ مین عرق آلودہ روے یار

گلون کو مفعول اول و موصوف اور تر مفعول دوم وصفت۔

[illegible]

بندہ پرور بُرا نہ مانیے گا	مجھکو غافل مگر نہ جانیے گا

مجھکو مفعول اول موصوف اور غافل مفعول دوم وصفت۔

منشی

زبان کو مری کرے [illegible] اللسان	مرے خامے کو کر تو گوہر فشان

معمولات فعل کی تقدیم

فعل کے معمول سے مراد مفعول بہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ اور مفعول فیہ اور جار مجرور اور ظرف اور حال اور تمیز ہین مگر یہان ان مین سے بعض کی تقدیم کا بیان کیا جاتا ہے اُس پر دوسرون کو قیاس کرسکتے ہین۔

تقدیم مفعول بہ

اصل مفعول بہ کی یہ ہے کہ فعل کے بعد ذکر کیا جائے لیکن کبھی اس کو مقدم لاتے ہیں اور اس سے کئی باتیں مطلوب ہوتی ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مفعول کی تخصیص پیدا ہوتی ہے جیسے۔

قلق

آپ کو دیکھ دیکھ کر بے آس	ہو ہی جاتی ہے سب غلاموں کو یاس

یعنی خاص آپکو بے آس دیکھکر ہم لوگ بہت گھبراتے جاتے ہیں۔

غالب

فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اسکو یاد اسد	جفا میں اسکی ہے انداز کارفرما کا

یعنی خاص فلک کو دیکھکر وہ یاد آتا ہے کیونکہ جو کچھ ستم فلک کرتا ہے اسی کے حکم سے کرتا ہے۔

ناسخ

خورشید کو دیکھو آسمان کو دیکھو	اتنے بڑے خوان میں ہے یک گردہ ماہ

آصف

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے	خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک

یا

گنہ یا الٰہی یا رب بخشدے تو	بحق آل و یاران محمد

لیلی المجنون میر غلام علی تجلی

تجھے بھیج مکتب میں بچپا سے ہم	ترے لکھنے پڑھنے سے باز آئے ہم

یا

عروس فکر کو دکھلائے گا شباب قلم	[illegible] نہ اب خضاب قلم

مولوی نذیر احمد

سکنجبین کو فرمایا قاطع صفرا	مریض یبس کو بتلایا روغن بادام

منشی

شبستان دل کو مرے سربسر	چراغ خرد سے منوّر تو کر
مجھے اپنے گنجینۂ فیض سے	دُرِ دانش و گوہر عقل دے

سید امداد امام اثر

ہمین بزم عدو مین وہ بلاتا ہے تمنا سے
اگر ایسا بھی ہوتا ہے ستم ایسا بھی ہوتا ہے

انیس

بانو کو تین دیکے چلے شاہ نامدار
وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطرار

شیفتہ

جفا کا ترک کرو تم وفا کا ہم چھوڑ دین
کچھ اشتہار تمھین ہے ہمین اشتہار عشق

چونکہ جفا کو معشوق سے خصوصیت ہی اور وفا کو عاشق کے ساتھ اختصاص ہی اسلیے دونون کا ذکر مقدم کیا۔

شہادت استقراء اور حکم ذوق سے ثابت ہی کہ اکثر صورتون مین تقدیم مفعول سے تخصیص ضرور پیدا ہوتی ہی اور کبھی ایسا نہین بھی ہوتا ہی۔

(۲) مفعول کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی اور تخصیص منظور نہین ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یہان صرف اہتمام شان مفعول مقصود ہی اسلیے کہ دیکھنے کا تعلق آئینے سے اہم ہی۔

صفی

جلانے والونکو اللہ یون جلاتا ہے
رقیب پر ہی وہ پروانہ شمع رو ہو کر

گویا

بے خوف شرع ظاہر مین کوئی نام نہ لے
سدا شراب کو لکھا ہے آفتاب قلم

مرزا احمد علی ندیم

صف مژگان کو چڑھایا ہی خدا خیر کرے
لوٹ رہنا ہے کہ آج فتح ظفر کی صورت

مومن

مجھکو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل
یان تک نقش دوئی مٹایا

رند

دوش دایہ کو نہ جانون مین کنار مادر
پرورش یافتہ ہون دامن صحرا تیرا

کعبے کو نہ پوجو ہمین ہندو نکے ہوتے
اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

غالب

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود	قبلے کو اہل نظر قبلہ نما ۔۔۔ ہین

(۳) اس لیے مقدم کرتے ہین کہ تبرک مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اپنا محبوب کیا۔

(۴) تقدیم مفعول سے لذت حاصل کرنے مین تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے۔

غالب

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ	جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

آصف

نرگس جادو دکھا کر کوئی جادو کر گیا	دوستو لینا خبر میرا دل مضطر گیا

سودا

بادے کو ہاتھ سے زاہد کے نہ ہیوے ملا	پر یہ راضی ہی کہ کپڑے نہ پہ جو جھڑکے تو جھڑکے

ولہ

تجھے دل مین تو رکھ لو نہین یہ ہے رشک	اُسی مین جان ہو اُس مین ہی تو ہو

(۵) مسرت مین تعجیل مقصود ہوتی ہی۔

میر

برقع کو اُٹھا چہرے سے وہ بت اگر آئے	اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے

نسیم

پوشاک جو غنی ہو تو پہوچا دُ	بو مین وہ چلو کہا قسم کھا دُ

سودا

خوشی دلی ایک سی مین پاتا ہوں	ہم غریب و غریب پرور ہین

(۶) برائی مین تعجیل مقصود ہوتی ہی جیسے۔

غالب

کو کیونکر وہ یا رب منع گستاخی کرے	گر حیا بھی اُس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے

سودا

یزید کو تو مسلمان گنے ہے ای نسناس	پھر اسکو کہہ اولاد الا سے کہا

ولہ

الوحوالے کیا با تونکی میزان مین تول		قرض کے دو سو بچا سو کی جڑی ور ڈھول	

(۷) مفعول کے مقدم لانے سے اُسکی شان کی تعظیم مقصود ہوتی ہی

میر حسن

[illegible] ہمارے لیے		وصی اور امام اُسنے پیدا کیے	

شاد

ذات کو اسم و صفت مین جو نہ دیکھے کوئی		دیدہ اُسکا بخدا دیدۂ بینا نہ ہوا	

مقصود بالتمثیل لفظ ذات ہے

قصۂ حلیمہ سعدیہ

یعنی اُس شاہ کو لائی گھر مین		نور اللہ کو لائی گھر مین	

نسیم

انسان کو کیا ہے حق نے فائق		ہے عقل سے اشرف الخلائق	

(۸) تقدیم مفعول مین فاعل کی بڑائی و عظمت نکلتی ہی جیسے اس شعر مین قصۂ شاہ روم کے سے

جسے چاہے تو ہی دیتا ہے عزت		جسے چاہے تو ہی دیتا ہے ذلت	

یعنی تو ایسا عالی شان و صاحب عظمت ہے کہ جسکو چاہتا ہی عزت دیتا ہی جسکو چاہتا ہی ذلت دیتا ہی خواہ بادشاہ ہو خواہ فقیر۔

ممتاز گنگوہی

مُردون کو زندہ غلامان نبی کرتے ہین		معجزہ آپکا اے حضرت عیسیٰ کیا ہے	

سمجھ لو

مساکینون کو کردے صاحب تاج		شہنشاہون کو کردے دم مین محتاج	

تپش

خور [illegible] ہر اک رنگ مین		نہان بوے گل کی ہر اک رنگ مین	
گل و شمع کو اُس نے بخشی نمود		دیا مرغ ویرانہ کو بھی وجود	

اہلشی

کبھی ناتوانون کو بخشے وہ زور		سلیمان کو گاہے کرے مثل مور	

جن و دیو و انسان و حور و پری	مہ و مہر اور زہرہ و مشتری
کیے اُسنے قدرت سے پیدا تمام	نہان تھے ہوے سب ہویدا تمام
دلیرون کو اُس نے کیا ہے دلیر	کیا نرہ شیرون کو اُسنے ہے شیر

غالب

دونون جہان دیے وہ مجھے یہ خوش رہا	یان آ پڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین

مثنوی راز

عیسے کو جگہ ملی فلک مین	قارون کو گرا دیا درب مین
فرعون کو نیل مین کیا غرق	رکھا موسی کے تاج بر فرق

مولوی محمد اسمعیل

بکرم کی سبھا کو تری جبت نے بھلایا	اور بھوج کا شہو تری شہرت نے بھلایا
ارجن کو تری ہمت و جرأت نے بھلایا	اسکندر و جم کو تری شوکت نے بھلایا

[illegible]

اٹھائے سر جو ترے قلم کے بغیر	سر فلک کو لڑے تیغ آفتاب قلم

مقصود با تمثیل سر فلک ہی۔

(۹) تقدیم مفعول سے تخصیص کے علاوہ حصر بھی پیدا ہوتا ہی جیسے۔

میرحسن

وہ [illegible] مین تیری عزوجل	تجھے سجدہ تا چلون سر کے [illegible]

تجھے مفعول ہے جس سے مراد خداے تعالے ہے اور تخصیص کے لیے اسکو مقدم کیا ہی جیسا کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ سورۂ الحمد مین واقع ہے ایاک مفعول ہے جس سے خدا مقصود ہے اور نعبد جمع متکلم کا صیغہ ہی یعنی خاص تجھکو ہم عبادت کرتے ہین اسی طرح میرحسن کے مصرع مین کرتا چلون واحد متکلم کا صیغہ ہے اور ضمیر صیغے مین مستتر ہے یعنی خاص تجھکو مین سجدہ کرتا چلون اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ سجدہ اہل اسلام کے نزدیک سوا خدا کے دوسرے کے لیے ممنوع ہی۔

مذہب الاسلام

تجھے سمجھے دنرات حاجت روا	تجھی سے کہے جو کہے مدعا

تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر	تجھی سے کرے عرض مانی الضمیر

ذوق

جیسے دیکھا سبکو اور تجھکو نہ دیکھا ہر شان	نور ہا آنکھوں میں اور آ... ن پنہان ہی گا

نہ دیکھا مقصود بالتمثیل ہے۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا	جو دوی کی بو بھی ہوتی تو بھی دو چار ہو تا

اُسے کی ضمیر خدائے تعالیٰ کی طرف پھرتی ہی اور مقصود بیان تخصیص وحصر ہے۔

تقدیم مفعول دوم کی مفعول اول پر

پہلے مفعول کا حق یہ ہی کہ دوسرے پر مقدم ہو مگر جہان مفعول دوم کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہے وہان اُسی کو مقدم کرتے ہین۔ جیسے۔

امیر

رونی ہی شبنم گلستان مین لوٹس پڑتے ہین پھول	پانی پانی جو کرے دل کو وہ آنسو اور ہے

حقیقت مین پانی پانی مفعول دوم ہے اور مفعول اول یعنی دل کی صفت ہے لیکن صفت کا بیان کرنا متکلم کے نزدیک اہم تھا اس واسطے مقدم کیا۔

ہوس

دولت ... کسے ... نے دی ہے	نعمت ہمین جو کہ تو نے دی ہے

دولت ونعمت کا بیان اہم تھا انکو پہلے بیان کیا باوجودیکہ مفعول دوم ہین اور کسے اور ہمین مفعول اول کو مؤخر کیا۔

صبح

سحر برائے اگر جہان میں ہی صورت	پر کبوتر کو کرے پر کو بو تر گیسو ہے

پہلی جگہ پر مفعول دوم ہے اور کبوتر مفعول اول اور دوسری جگہ پر ... مفعول اول ہے اور کبوتر مفعول دوم۔

شفقتہ

جو بیگانہ جانے تجھے خلق کیا غم	اگر آشنا آشنا جانتا ہے

تپش

روانی مرے نطق کو کر عطا ؛ سلاست طلاقت سے کر آشنا

۵

کشتۂ ناز آج سر د ہوا ؛ مژدہ پہونچاؤ میرے قاتل کو

نسیم

[illegible] ہین لے مجھے بنایا ؛ مجنون مجھے خطاب دیدے

ولہ

یہ سُنکے اشارے سے بجھایا ؛ بادام بنفشہ کو دکھایا
طوق اُس کو طلسم کا پنھایا ؛ قمری اُسے سرو نے بنایا

گلزار علی [illegible]

خط کبوتر کو دیا لاکھ طرح کے ہین خیال ؛ خاطر وسوسہ پرداز دیوانہ ہون

تقدیم حال کی صاحب حال پر

حال وہ لفظ ہی کہ فاعل یا مفعول بہ کی کیفیت اور حالت کو ظاہر کرتا ہی جبکہ فاعل سے فعل صادر ہو یا اُسکی ذات سے قائم ہو اور مفعول پر فاعل کا فعل واقع ہو جسکی حالت معلوم ہوتی ہی اُسے ذوالحال یا صاحب حال کہتے ہین اصل یہ ہی کہ حال صاحب حال سے پیچھے ہوا کرتا ہی کبھی حال کو صاحب حال پر مقدم کر دیتے ہین اور اُس جگہ زیادہ اہتمام شان کا پایا جاتا ہی -

[illegible]

جب پردہ صبح ہو گیا فاش ؛ خندان خندان اٹھا وہ بشاش

خندان خندان حال ہی اسی کا زیادہ ترجتانا منظور تھا اسلیے مقدم لیا -

آصف والی حیدرآباد

گھلتے گھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا ؛ دل مین زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

ہوس

آزردہ دگر یہ ناک دیر [illegible]
سب آئے یہ حیف کرتے باہم

مولوی مظہر علی حضوری

کل جو غصے سے مجھے اُسنے دکھائی آنکھین | روتے روتے مری آشوب کر آئی آنکھین

ظفر

ہون وہ گلے کے ہار اگر اُنسے پوچھیے | بکھرے ہوے پڑے ہین یہ کیون ہار مین کے پھول

تقدیم ظرف

کبھی ظرف کو اُسکے متعلقات پر مقدم لاتے ہین اور ظرف کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی جیسے

لمؤلفہ

سچ تو یہ ہے اچھی سوجھی پیر مغان کو مستی مین | کعبے مین جاتا قوس بجایا دیر کا جاکے طواف کیا

کعبہ مکان متبرک عبادت گاہ اسلامیان ہی اُس مین ناقوس کا پھونکنا ایک امر عجیب تھا اور اسکا بیان ضروری تھا اسلیے اُسکو مقدم کیا اور اُسکا ذکر اول مناسب سمجھا۔

نسیم

کعبہ مین نہین پایا تو دیر مین جاتا ہون | الٹا ہون کہ شاید وہ بیرحم یہان ہوگا

ناسخ

باغ مین آج جو اُس گل کی سواری آئی | شور بلبل نے کیا باد بہاری آئی

غالب

پینس مین گذرتے ہین جو کوچے سے وہ میرے | کندھا بھی کہارونکو بدلنے نہین دیتے

ولہ

اس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے | بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو | دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ولہ

اپنی گلی مین دفن نہ کر مجھکو بعد قتل | میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

آثار نسیم

واقف اُس بُت کدے سے تھین وہ | سنگدل پہ اُس کو لے گئین وہ
تنہا نے مین تھا طلسم کا ڈر | شش در ہوا چار سمت پھر کر

ذوق	
بدخواہ مین تھا مارنا یا چشم بدبین مین	فلک پر ذوق گر یہ دعا مارا تو کیا مارا

کشن پرشاد شاد	
جو وابستہ ہین گیسو سے ترے یہ اُنکی زینت ہی	گلے مین طوق ہی اور پانون مین زنجیر رکھتے ہین

پانچوان باغ قصر کے بیان مین

قصر کے معنی روکنے کے ہین چنانچہ اللہ فرماتا ہی حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ یعنی حورین ہین خیمون مین رُکی ہوئین اور اصطلاح علم معانی مین یہ ہی کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک خاص طریق پر مخصوص کرنا اور اسکی دو قسمین ہین ایک **حقیقی** اور وہ یہ ہی کہ ایک شے کو دوسری شئے کے ساتھ نفس الامر اور حقیقت مین مخصوص کر دینا اس طرح کہ پہلی شے دوسری شئے سے غیر کی طرف کسی طرح متجاوز نہو جیسے خاتم الانبیا محمد ہی ہین اس مین ختم نبوت کا قصر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ہوگیا اور یہ کام اُن سے دوسرے کی طرف متجاوز نہین ہوسکتا دوسرا **غیر حقیقی** جسکو اضافی بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ ایک شئے کی تخصیص دوسری شئے کے ساتھ بہ نسبت کسی شئے کے ہو اس طرح کہ اس تیسری شئے تک وہ متجاوز نہو سکے اگرچہ یہ ممکن ہو کہ اُسکے سوا کسی اور چوتھی شے تک بعض امثلہ مین متجاوز ہو جائے پس قصر حقیقی مین ایک شئے دوسری شئے سے کبھی کسی کی طرف متجاوز نہین ہوسکتی اور قصر غیر حقیقی مین بھی اگرچہ ایک شئے دوسری شئے سے تیسری شئے کی طرف متجاوز نہین ہوسکتی ہی مگر اس کے سوا کسی اور شئے کی طرف متجاوز ہوسکتی ہے جیسے زید کھڑا ہی ہی اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف متجاوز نہین ہوسکتا اور یہ نہین ہے کہ کھڑا ہونا زید سے کسی اور کی طرف متجاوز نہو سکے عمرو کا یا خالد کا کھڑا ہونا جائز ہی کیونکہ یہان کھڑے ہونے کی تخصیص زید کے ساتھ بہ نسبت بیٹھنے کے ہوتی ہی کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف نہین پہونچ سکتا مگر زید کے سوا اور اشیا تک کھڑا ہونا متجاوز ہوسکتی ہی اور اُن مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین۔

(الف) **قصر موصوف کا صفت پر** اور وہ یہ ہی کہ موصوف اُس صفت سے دوسری صفت کی طرف متجاوز نہو سکے لیکن یہ جائز ہی کہ اُس صفت سے اور شئے بھی متصف ہو سکے (ب) **قصر صفت کا موصوف پر** اور وہ یہ ہی کہ وہ صفت اس موصوف سے کسی اور موصوف کی طرف تجاوز نہ کر سکے لیکن یہ جائز ہی کہ اُس موصوف کے لیے اور صفات بھی ہون اور قصر کی

بحث مین صفت سے مراد صفت معنوی ہی یعنی وہ معنی جو غیر کے ساتھ قائم ہون اور صفت نحوی مُراد نہین۔ نحویون کے نزدیک صفت اُس تابع کو کہتے ہین کہ ایسے معنے پر دلالت کرتا ہو جو ذات متبوع مین موجود ہون جیسے چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک نے اُس چیز پر دلالت کی جو گھوڑے مین موجود ہی یعنی چالاکی یا ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو متبوع کے متعلق مین ہوتی ہی جیسے طفل خوبرو پس خوب اُس شے پر دلالت کرتا ہے جو طفل کے متعلقات مین۔ سے ہی اور وہ رو ہے لیکن اس اعتبار سے کہ وہ طفل کا مُنھ ہی صفت طفل کی ہو گیا اسی کو نعت اور وصف بھی کہتے ہین۔

اقسام قصر حقیقی

اِسکی دو قسمین ہین (۱) وہ قصر حقیقی جس مین قصر موصوف کا صفت پر ہو (۲) وہ قصر حقیقی جس مین صفت کا قصر موصوف پر ہو۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر مولوی صاحب فقیہ ہی ہین یعنی صرف اسی صفت سے مخصوص ہین اور کوئی صفت اُن مین نہین ہی اس قسم کا قصر ایسے بلیغ سے جو صدق کا متلاشی ہو واقع نہین ہوتا کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین کہ اُسکی صفات کا احاطہ ہو سکے تا کہ کسی صفت کا اُسکے لیے ثابت کرنا اور اُسکے ماسوا کا اُس سے بالکل نفی کرنا ممکن ہو بلکہ ایسا کر سکنا محال ہی اسلیے کہ صفت منفیہ کے لیے بھی نقیض ہی اور وہ ایسی صفات مین سے ہی کہ نفی اُسکی ممکن نہین اسلیے کہ نقیضین کا ارتفاع ممتنع ہی مثلاً جب ہمنے کہا کہ زید شاعر ہی ہے اور یہ ارادہ کیا کہ اور کوئی صفت اُس مین نہین پائی جاتی سوائے شاعر ہونے کے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ وہ کھڑے ہونے کے ساتھ اور کھڑے ہونے کے نقیض کے ساتھ بھی متصف نہو اور یہ محال ہے۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر اور یہ قسم بہت جگہ آتی ہے جیسے مکان مین سوائے زید کے کوئی نہین یعنی مکان مین موجود ہونا ایک ایسے معنے ہین جو زید پر مقصور ہین اسی طرح خدا ہی عالم الغیب ہے یعنے اور کوئی اس صفت سے موصوف نہین اسی طرح محمدؐ ہی خاتم الانبیا ہین۔

کبھی قصر حقیقی کو مبالغے کے واسطے بیان کرتے ہین اور صفات متعددہ کو بمنزلے معدوم کے خیال کرتے ہین سو یہ کبھی قصر موصوف کا صفت پر ہوتا ہی چنانچہ کہتے ہین زید دیوانہ ہی ہی یعنی اور جتنی صفات ہین دیوانگی کی ایسی مغلوب ہو گئی ہین کہ گویا معدوم ہین اسی طرح میر صاحب مرثیہ گو ہی

ہیں یعنے انکی تمام صفات مرثیہ گوئی کے مقابلے ہیں کالعدم سمجھی گئی ہیں اور کبھی قصر صفت کا موصوف پر ہوتا ہے مثلاً انیس ہی شاعر ہیں۔

اس حساب سے قصر حقیقی کی چار قسمیں ہوئیں۔

(الف) وہ قصر حقیقی جس میں موصوف کا قصر صفت پر غیر ادعائی ہو۔

(ب) وہ قصر حقیقی جس میں موصوف کا قصر صفت پر ادعائی طور پر ہو۔

(ج) وہ قصر حقیقی جس میں صفت کا قصر موصوف پر غیر ادعائی ہو

(د) وہ قصر حقیقی جس میں قصر صفت کا موصوف پر ادعائی طور پر ہو۔

اقسام قصر غیر حقیقی

اسکی دو قسمیں ہیں (۱) قصر موصوف کا صفت پر (۲) قصر صفت کا موصوف پر اور پھر ان میں سے ہر ایک میں مخاطب یا تو افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرتا ہے پس یہ چھ قسمیں ہوں گی۔

(الف) قصر موصوف کا صفت پر بطریق افراد کے۔

(ب) قصر موصوف کا صفت پر بطریق قلب کے۔

(ج) قصر موصوف کا صفت پر بطریق تعیین کے۔

(د) قصر صفت کا موصوف پر بطور افراد کے۔

(ر) قصر صفت کا موصوف پر بطور قلب کے۔

(س) قصر صفت کا موصوف پر بطور تعیین کے۔

قصر حقیقی اور غیر حقیقی میں فرق یہ ہے کہ حقیقی میں متکلم کے نزدیک جمیع صفات مسلوب ہوتے ہیں اور یہ شرط اُس میں نہیں ہوتی کہ مخاطب افراد کا یا قلب کا یا تعیین کا اعتبار کرے اور یہ سلب مقتضی اس بات کا ہے کہ تعدد صفات نہو اور غیر حقیقی میں واجب ہے کہ ان تینوں میں سے کسی ایک کا اعتبار کیا جائے اور عدم تعدد صفات کو اُس میں دخل نہیں اور افراد اور قلب اور تعیین بسبب مقام معلوم ہو سکتے ہیں۔

اب ہم اسلیے کہ یہ امر بخوبی خاطر نشین ہو جائے ان چھوٹوں صورتوں کو چھ مثالوں میں بیان کرتے ہیں (۱) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہے کہ زید منجم بھی ہے اور شاعر بھی ہے تو اُس وقت کے

یہ کہنے سے کہ زید منجم ہی ہے اُسکا یہ اعتقاد باطل ہو جائے گا کہ زید دونوں صفتوں میں شریک ہے اور اُن سے موصوف ہے اس مثال میں قصر موصوف کا صفت پر باعتبار افراد کے ہے (۲) مخاطب اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید اور بکر دونوں فقیہ ہیں تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید ہی فقیہ ہے مخاطب کا یہ اعتقاد باطل ہو جائیگا کہ دونوں صفت فقہ میں شریک ہیں اور جان لیگا کہ بکر فقیہ نہیں صرف زید ہی فقیہ ہے یہ مثال صفت کے قصر کی موصوف پر باعتبار افراد کے ہے یہ دونوں صورتیں قصر افراد کی ہیں (۳) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے تو متکلم یہ کہنے سے کہ زید بیٹھا ہے نہ کھڑا مخاطب کا یہ اعتقاد کہ زید کھڑے ہونے کی صفت کے ساتھ متصف ہے باطل ہو جائیگا اور یہ صورت قصر موصوف کی ہے صفت پر (۴) اگر مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے نہ خالد تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ خالد کھڑا ہے نہ زید مخاطب کا وہ اعتقاد باطل ہو جائے گا یہ مثال قصر صفت کی ہے موصوف پر۔ یہ تیسری اور چوتھی شکل قصر قلب کہلاتی ہے کیونکہ ان میں متکلم مخاطب کا تمام حکم بدل ڈالتا ہے بخلاف قصر افراد کے کہ اُس میں بعض حکم مخاطب کا متکلم ثابت رکھتا ہے اور بعض کی نفی کرتا ہے (۵) مخاطب منجملہ دو صفتوں کے کسی ایک صفت کے ساتھ زید کے متصف ہونے کا معتقد ہو مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہو کہ خاص اس ایک صفت کے ساتھ متصف ہے نہ دوسری کے چنانچہ ایک شخص یہ تو جانتا ہے کہ فن شعر یا فقہ کے ساتھ زید متصف ہے مگر اُسکے نزدیک یہ متعین نہیں کہ ان میں سے خاص کس کے ساتھ متصف ہے تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہی ہے اُسکا یہ شبہ رفع ہو جائے گا یہ قصر تعیین کی وہ قسم ہے جس میں موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہے (۶) مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ فن شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونوں میں سے ایک شخص بالضرور متصف ہے مگر صاف صاف یہ نہ جانتا ہو کہ خاص یہی ایک شخص متصف ہے پس متکلم کے کہنے سے کہ فقط زید ہی شاعر ہے اُسکو متعین ہو جائیگا کہ زید شاعر ہے خالد شاعر نہیں یہ مثال قصر تعیین کی اُس قسم کی ہے جس میں صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہے اور یہ دونوں قسمیں قصر تعیین کہلاتی ہیں۔ کیونکہ ان میں اُس حکم کو جو مخاطب کے نزدیک معین نہ ہو معین کیا جاتا ہے اور اُس کا شبہ دُور کر دیا جاتا ہے۔

پس یہ چھ قسمیں قصر غیر حقیقی کی ہیں اور چار قسمیں قصر حقیقی کی ہیں سب ملکر دس قسمیں ہوئی

سوال اگر کہا جائے کہ یہاں ایک اور قسم بن سکتی ہے کیونکہ جب سامع کو تردد زید اور عمرو کے آنے میں ہو اور متکلم کہے کہ نہ زید آیا ہے نہ عمرو بلکہ بکر آیا ہے پس یہ نہ تو قصر قلب ہے نہ قصر تعیین کیونکہ قصر قلب میں شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور قصر تعیین میں شرط ہے کہ

تصور موجود تھا اور اشتباہ اس بات مین ہو کہ آیا کون شخص دونون مین سے آیا ہے سو یہان تو بکر کا مخاطب کو تصور بھی نہ تھا۔

جواب اگر سامع کو تردد اس بات مین تھا کہ جو شخص آیا ہے وہ زید ہی یا عمرو ان دونون مین سے ایک کے سوا اور کوئی شخص نہین تو اس وقت یہ قصر قلب ہوگا کیونکہ متکلم کا کلام سامع کے اعتقاد کے برعکس ہی اور اگر مساوات کا ارادہ رکھتا تھا کہ زید آیا ہے یا بکر یا عمرو یا کوئی اور شخص پس بیشک یہ قصر تعین ہوگا کیونکہ اُسکا خاص یہ مطلب نہ تھا کہ زید ہی آوے یا عمرو یا بکر بلکہ اُسکا یہ مطلب تھا کہ کوئی ہو اور مطلب اُسکا طلب تعین اور رفع اشتباہ تھا سو وہ بکر کے کہنے سے حاصل ہوگیا مگر اُس صورت مین اُسکا جواب مشکل ہے کہ سامع خالی الذہن ہو اور ان دونون مین سے کسی کا تصور نہ رکھتا ہو پھر کہہ سکتے ہین کہ اِس قسم کی مثالین بہت کم واقع ہوتی ہین۔ یہ مختصر طور پر بیان قصر افراد اور قصر تعیین اور قصر قلب کا ہے۔

شرائط قصر

قصر افراد مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو شرط ہے کہ دونون صفات باہم متنافی و متبائن نہون پس اس صورت مین یہ نہین کہا جائیگا کہ زید بینا ہے نہ نابینا کیونکہ قصر افراد مین شرط ہے کہ مخاطب اعتقاد شرکت کا رکھتا ہو اور کوئی عاقل یہ اعتقاد نہین کر سکتا کہ زید ایک ہی حالت مین بینا بھی ہو اور نابینا بھی اور قصر قلب مین جو قصر موصوف کا صفت پر ہو یہ شرط ہے کہ مخاطب ایسے معنون کا اعتقاد رکھتا ہو کہ ایک نوع کی تنافی اُن مین پائی جاے پس یہ نہین کہا جا سکتا کہ زید کھڑا ہے نہ شاعر ہے کیونکہ قصر قلب مین شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور یہ اُس صورت مین ممکن ہے کہ دونون امر ایسے ہون کہ اُن مین ایک نوع کی تنافی پائی جاسکے جیسا کہ کہین زید کھڑا ہے نہ بیٹھا اور شاعری ایک صفت علیحدہ ہے اور کھڑا ہونا صفت علیحدہ اور اُس قصر قلب مین جس مین قصر صفت کا موصوف پر ہو یہ شرط جاری نہین ہو سکتی پس جو شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ زید آیا ہے نہ عمرو تو اُس کو یون جواب نہین دے سکتے کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اسلیے کہ آنے کے وصف مین دو موصوفون کا جمع ہونا ممکن ہے پس اس مین تنافی ہونا شرط نہین بلکہ کبھی تنافی نہین پائی جاتی جیسے اس مثال مین کہ زید ہی آیا ہے نہ عمرو اور کبھی پائی جاتی ہے جیسے سوا عمرو کے زید کا باپ نہین اسلیے کہ یہ قصر صفت کا ہی موصوف پر قصر قلب کے قبیل سے ہے اور یہ ممکن نہین کہ دو موصوف زید کا باپ بننے کی صفت مین جمع ہون

در قصر تعیین مین کبھی قصر افراد کی شرط پائی جاتی ہی اور کبھی قصر قلب کی یعنی کبھی قصر قلب کی طرح دونون صفات باہم منافی ہوتے ہین اور کبھی قصر افراد کی طرح منافی نہین ہوتے پس قصر تعیین کی مثالون مین سے بعض مثالین قصر قلب کی ہو سکتی ہین اور بعض قصر افراد کی۔

قصر کے استعمال کے طریق

قصر کا استعمال سات طور پر ہوتا ہے (۱) عطف کے ساتھ (۲) نفی و استثنا سے (۳) کلمہ ہی کے ساتھ (۴) تقدیم و تاخیر سے (۵) مسند الیہ کی تکرار سے (۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شئے کو ثابت کرنے سے (۷) بعض الفاظ سے۔

اب اس اجمال کی تفصیل مفصل ذکر کیجاتی ہے۔

(۱) عطف کے ساتھ قصر

مثال قصر افراد مین قصر موصوف کی صفت پر یہ ہی کہ زید منجم ہی نہ شاعر۔

مصحفی

مزاج انکا ٹھٹول اسقدر پڑا ہے کہ وہ	ہنسی سمجھتے ہین اس بات کو نہ جرم کبیر

وہ موصوف ہے اور ہنسی سمجھنا اور جرم کبیر سمجھنا صفات ہین پس ان مین سے پہلی صفت پر موصوف قصر کیا ہی۔ اور عبد الحلیم شرر کی اس عبارت مین "برٹش حکومت نے اردو کو عدالت کی کرسی تک نہین پہونچایا بلکہ یون کہنا چاہیے کہ خاک سے اٹھایا اور آسمان پر پہونچایا" بلکہ جب نفی کے بعد آتا ہے تو تابع کے لیے اثبات کا فائدہ دیتا ہے اس وجہ سے حصر پیدا ہوتا ہی بخلاف اسکے کہ اثبات کے بعد آتا ہی تو متبوع سے اثبات کا رفع نہین کرتا بلکہ اسکو مسکوت عنہ کے حکم مین کر دیتا ہی اسلیے قصر کا فائدہ نہین بخشتا پس مثال مذکور مین عدالت کی کرسی تک پہونچنے کی اُردو سے نفی ہوتی ہی اور خاک سے اٹھائے جانے اور آسمان تک پہونچائے جانے کا اسکے لیے اثبات ہوا ہی۔

ترجمہ مثنوی روم مؤلفہ راسخ ؎

یہ نہین اپنے لیے تیری قسم	بلکہ تیرے واسطے ہے سچ دم

ظفر

سچ کو تیرے نہ کہون برق نہ شعلہ نہ قمر	بلکہ خورشید جہان تب کہے تو کہہ دو ں

نوبہار امید

لکھنے کے وقت نہ تھا اُسکے قلم کا وہ صریر | بلکہ تھا اُسکے لیے بہجت وشادی کا صفیر

تپش

نہ مار اب مجھے بلکہ دے مجھکو کھول | وہی گفتگو پیار کی مجھسے بول

میر

شہر مین جو نظر پڑا اُس کا | کشتہ ناز یا تغافل تھا

کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ شہر کے لوگ بہت سے اوصاف سے موصوف ہونگے تو یہ کہنے سے کہ ہر شخص کو اُسکے ناز یا تغافل کا کشتہ پایا یہ اعتقاد اُس کا باطل ہوجائےگا اور تمام اہل شہر کا قصر ان دو صفات مین قرار پائیگا۔

قصر قلب مین قصر موصوف کا صفت پر

لمؤلفہ

گریہ زیبا ہے نہ خندہ تجھکو | حال پر میرے ارے او بدخو

معشوق موصوف ہے اور گریہ وخندہ دو صفات ہین اور ان دونون مین تنافی ہی پس ان مین سے صرف ایک ہنسنے کی صفت پر قائل نے معشوق کا قصر کردیا۔

ہادی

دل ہوا ہادی نہ آگہ اُسکے حال رفتگان | بلکہ بہر خواب غفلت یہ بھی اک افسانہ تھا

دل موصوف ہی اور حال رفتگان سُنکر آگہ نہونا اور خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونا یہ دو صفات تنافی ہین کیونکہ خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونے سے مراد غافل ہوجانا ہے اور ظاہر ہے کہ آگہ یعنے ہوشیار نہونے اور غافل ہوجانے مین تنافی ہی۔

مولوی محمد اسمٰعیل

نہین قصہ یہ دل لگی کے لیے | بلکہ عبرت ہے آدمی کے لیے

قصہ موصوف ہے اور دل لگی اور عبرت یہ دو صفات متنافی ہین پس ان مین سے صرف دوسری صفت پر موصوف کا قصر کردیا نسیم کا یہ شعر بھی اسی مثال مین ہی۔ ؎

سوجھین وہ کہ یہ نہین سلجھتی | ہے بلکہ برنگ زلف اُلجھتی

بکاؤلی جسکی طرف وہ کی ضمیر راجع ہی موصوف ہی اور سُلجھتی اور اُلجھتی دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر اُسکا قصر کردیا ہے۔

مولوی محمد اسمعیل

باہنر تو سرکشی کرتے نہین	بلکہ سر کو اور دیتے ہین جھکا

سرکشی کرنا اور سر کو جھکانا دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر باہنر کا قصر کیا ہے

ظفر

دیکھے دل اُس زلف کے ہے [illegible] فائدہ	بلکہ اس سودے مین ہم دیکھتے ہین گھاٹا ہوا

فائدہ اور گھاٹا دو صفات متنافی ہین جن مین سے دوسری صفت پر متکلم نے اپنا قصر کیا ہے۔

مولوی [illegible] علی خان بی اے

لام کاف آپ ذرا چھوڑیئے اسکا نہین وقت	بلکہ یہ وقت ہی اسکا کہ بندے شرق یہ لام

قصر افراد اور قصر قلب کے لیے ہمنے علٰحدہ علٰحدہ مثالین اسلیے ذکر کی ہین کہ موصوف کے صفت پر قصر مین قصر افراد کی مثال قصر قلب کے قابل نہین ہوسکتی اسلیے کہ قصر افراد مین یہ شرط ہی کہ دونون صفات مین باہم منافات نہو۔ اور قصر قلب مین یہ شرط ہے کہ دونون صفات مین کسی قسم کا تقابل اور منافات ہو گریہ اور خندہ ہوشیار ہونا اور غافل ہونا دل لگی اور عبرت سرکشی کرنا اور سر کو جھکانا سُلجھتی اور اُلجھتی۔ فائدہ۔ اور گھاٹا۔ وقت ہونا اور وقت کا نہونا ایسے وصف مین کہ باہم منافات رکھتے ہین اس لیے یہ قصر قلب کے قبیل سے ہین اور زید کے منجم و شاعر ہونے مین تنافی نہین اور نہ ہنسی سمجھنے اور جرم کبیر سمجھنے مین منافات ہے۔ اور نہ قلم کا صریر ہونے اور بہجت و شادی کا سفر ہونے مین تنافی ہے اور نہ عدالت کی کُرسی تک پہونچانے اور خاک سے اُٹھا کر آسمان پر پہونچانے مین منافات ہے اور نہ اپنے لیے ہونے اور تیرے لیے ہونے مین منافات ہے اور نہ رُخ کو برق و شعلہ و قمر کہنے اور خورشید جہانتاب کہنے مین اور نہ مارنے اور کھولدینے مین منافات ہے پس یہ تمام مثالین قصر افراد کی ہین اسی طرح میر کے شعر مین بھی کشتۂ ناز ہونے اور کشتۂ تغافل ہونے مین منافات نہین اسلیے وہ بھی قصر افراد کے قبیل سے ہی۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر زید شاعر ہی نہ خالد یہ مثال قصر افراد مین بھی کام آسکتی ہے

ور قصر قلب مین بھی جیسا موقع ہوگا وہان ویسا اعتبار کرلیا جائیگا اگر قصر افراد کا موقع ہوگا تو اس کو قصر افراد کی مثال مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ صفت شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونون متصف ہین تو متکلم نے یہ کہکے کہ اس صفت سے زید ہی متصف ہے خالد کو شاعری نہین آتی اُسکے اُس اعتقاد کو باطل کردیا کہ دونون شاعر ہین پس یہان افراد کا قصر شاعری پر ہوگیا اور اگر قصر قلب کا موقع ہوگا تو اُس کی مثال مان لینگے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ خالد شاعر ہے زید شاعر نہین تو قائل کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہے نہ خالد اُسکا وہ اعتقاد باطل ہوجائیگا اور اس مین قلب اور عکس اُسکے اعتقاد کا ہے کیونکہ جس کو وہ شاعر جانتا تھا متکلم نے اُس کی شاعری کو باطل کردیا اور جسکو شاعر نہ جانتا تھا اُس کو شاعر مانا پس اُس ایک مثال کے دونون جگہ کام آنے کی تمھین تفصیل معلوم ہوگئی اسیطرح اور بھی وہ مثال قصر افراد کی ہوگی وہ قصر قلب مین اور بالعکس کام آسکے گی بشرطیکہ قصر صفت کا موصوف پر ہو کیونکہ صفات کی تنافی قصر قلب مین اور عدم تنافی قصر افراد مین صرف موصوف کے صفت پر قصر مین شرط ہے اور صفت کے موصوف پر قصر مین اس کی ضرورت نہین کیونکہ یہان خود دونون موصوفون مین علانیہ تنافی موجود ہوتی ہے پس یہان دونون قصرون کا فرق مخاطب کے اعتبار کے موافق ہوتا ہے۔ ؎

یون ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزارون ہین	بدنامی کو اک حسرت اک میر ہے کہ دو ہم ہین

جن لوگون کو یہ اعتقاد تھا کہ فن شاعری مین بہت سے لوگ کمال رکھتے ہین تو قائل نے کہا کہ اس فن مین بدنام یعنی نامور ہم دو ہی شخص ہین اُنکے اس اعتقاد کو باطل کردیا اور کمال کا قصر دو شخصون کے ساتھ کردیا اور یہ قصر افراد کی صورت ہی اور قصر قلب کی صورت یہ کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ فن ریختہ گوئی مین میر اور حسرت نامور نہین انکے سوا دوسرے شاعر نامور ہین تو قائل کے یہ کہنے سے کہ میر اور ہم اس فن مین نامور ہین اُسکا وہ اعتقاد باطل ہوجائیگا اور اس مین اُسکے اعتقاد کو قلب کردیا ہی۔

مومن

لالق جور و جفا ہے وہ نہ مین	مغری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین

ہر مصرع مین موصوف وہ اور مین ہین اور انکا ماقبل صفت ہی پہلے مصرع مین لائق جور و جفا ہونے کی صفت کا قصر اُسپر ہی اور دوسرے مصرع مین مغری فتنہ بلا ہونے کی صفت کا قصر اُسپر ہی

کہ معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ اور متکلم دونوں لائق جور و جفا اور مغتری فتنہ بلا ہین تو اس اعتقاد کے مقابلے مین یہ قول قصر افراد ہوگا اور اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ لائق جور و جفا اور مغتری فتنہ بلا نہین متکلم ایسا ہی تو اُس اعتقاد کے مقابلے یہ قول قصر قلب ہوگا۔

ولہ

قابل ترک تمھی خوے ستم آرا نہ کہ مین	لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

پہلے مصرع مین خوے ستم آرا اور مین دو موصوف ہین اور قابل ترک ہونا ایک صفت ہے جس مین دونون موصوف شریک سمجھے گئے ہین اور دوسرے مصرع مین رنجش بیجا اور مین دو موصوف ہین اور لائق سہو ہونا ایک صفت ہے جس مین دو شریک سمجھے گئے ہین لیس قائل نے قابل ترک کا قصر خوے ستم آرا پر کردیا اور لائق سہو ہونے کا قصر رنجش بیجا پر کردیا۔
یہ صورت قصر افراد کی ہے اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ متکلم قابل ترک نہ خوے ستم آرا اور متکلم لائق سہو تھا نہ رنجش بیجا تو یہ قصر قلب ہوگا۔

ولہ

چھوڑ دینا تھا نہ جھوٹ قسم کو نہ مجھے	دل سے کھونا تھا اس انداز ستم کو نہ مجھے
بھول جانا تھا جفاے پیہم کو نہ مجھے	نیست کردینا تھا اندوہ والم کو نہ مجھے

غالب

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر	دیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

اور یہ ظاہر ہی کہ جو مثال قصر افراد اور قصر قلب کی ہو وہ قصر تعیین کی بھی مثال ہوسکتی ہی کیونکہ باعتبار اختراط کے دونون سے عام ہے۔

(۲) نفی و استثنا سے قصر

استثنا کے معنی لغت مین نکالنے کے ہین اور اہل نحو کی اصطلاح مین استثنا نکالنا ایک چیز کا ہی اُس حکم مین سے جس مین اُس کا غیر داخل ہے کلمۂ استثنا کے ذریعے سے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُس نکلی ہوئی چیز کی طرف وہ حکم منسوب نہین ہے جو غیر کے ساتھ نسبت کیا گیا ہے جس مین سے نکالتے ہین اُس کو مستثنیٰ منہ کہتے ہین اور جس کو نکالتے ہین اُس کو مستثنیٰ کہتے ہین اور جن حرفون سے استثنا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ حروف استثنا کہلاتے

ہین اور استثنا مین نفی سے اثبات اور اثبات سے نفی ہوتی ہے یعنے اول منفی ہو تو دوسرا مثبت ہوتا ہی اور اگر اول مثبت ہو تو دوسرا منفی ہوتا ہے مگر یہ نفی و اثبات ضمناً و اشارۃً سمجھے جاتے ہین الفاظ کلام سے مقصود نہین ہوتے مقصود تو صرف اُن افراد پر حکم ہوتا ہے جو استثنا کے بعد باقی رہتے ہین کیونکہ اہل نحو کا اتفاق ہے اس بات پر کہ استثنا مین تین چیزین ہوتی ہین ایک مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ سے نکالنا دوسرے استثنا کے بعد جس قدر افراد باقی رہتے ہین اُن پر حکم کا ہونا مقصود ہونا بغیر اسکے کہ قدر مستثنیٰ مین نفی و اثبات کا قصد کیا جائے اگرچہ یہ لازم ہوتے ہین تیسرے نفی سے اثبات کا اور اثبات سے نفی کا ضمناً و اشارۃً سمجھا جانا بغیر قصد و عبارت کے اور علماے معانی کہتے ہین کہ استثنا تشریک کی نفی کے لیے موضوع ہی یعنے مستثنیٰ منہ کے افراد مین سے جو کوئی مستثنیٰ سے غیر ہی وہ حکم مین مستثنیٰ کا شریک نہین ہوتا اور اس سے تخصیص لازم آتی ہے یعنی حکم کا ثبوت مستثنیٰ کے لیے لازم آتا ہی اور اُن افراد کے لیے جو مستثنیٰ کے ماسوا ہین حکم کی نفی لازم آتی ہے علماے معانی اس تخصیص کو قصر کہتے ہین پس قصر اُسی استثنا سے ہوتا ہے جو نفی کے بعد ہو اگر ایجاب کے بعد ہوگا تو وہ قصر کے لیے نہین بلکہ اُس سے حکم ایجابی کی تصحیح مقصود ہوتی ہے پس وہ صرف حکم کے لیے بمنزلے قید کے ہی پس جیسے مردان عالم آئے قصر کا فائدہ نہین بخشتا اسی طرح آدمی آئے مگر جاہل قصر کا فائدہ نہ بخشے گا اور اگر یون کہینگے کہ نہین آیا مگر زید تو قصر کا فائدہ حاصل ہوگا اسلیے کہ مقصود اس سے یہ ہی کہ حکم زید پر مقصور کیا جائے اور اگر صرف تحصیل حکم منظور ہوتی تو یون کہا جاتا کہ زید آیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افرادین

مثنوی عابد

راہ مین اُس کو نہ تھی کچھ فکر اور ہان مگر ہر بات مین کرتا تھا غور

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی اس طرح کہ کسی کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ عابد کو راہ مین بہت سی چیزون کی فکر ہوگی پس یہ کہکر کہ صرف غور کرتا تھا اسکے سوا کسی چیز کی فکر نہ تھی اُس کے اعتقاد کو باطل کر دیا۔

مومن

نہ وہ خالق ہی مگر ہے اثر باعث خلق نہ وہ رازق ہی مگر قاسم رزق مقسوم

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ خالق اور اثر باعث خلق ہے پس یہ کہکر کہ خالق نہین مگر اثر باعث خلق ہے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا اسی طرح سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ رازق بھی ہے اور قاسم رزق مقسوم بھی ہے متکلم نے جب یہ کہا کہ وہ رازق نہین مگر قاسم رزق مقسوم ہے تو اُس کا وہ اعتقاد باطل ہوگیا۔

وادر شاگرد طالب علی خان عیش

جو کہ موسیٰ کو تجلی کا تماشا دکھلائے	کوئی شے دوسری ایسی نہین الاہو حجی

ذوق

محشر نہین ہی عرصہ عالم مین بالیقین	غیر از علی جوان بجز ذوالفقار تیغ

حالی

کچھ نہین زاد راہ پاس اپنے	مگر امید عفو رب غفور

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب مین

قلق

سب طرح خوش تھا وہ خجستہ نہاد	غم نہ تھا کچھ بجز غم اولاد

یہان قصر موصوف کا صفت پر اس طرح بنتا ہی کہ کسی کو اعتقاد اس بات کا ہو کہ غم اولاد کا اور اُسکے سوا دوسری چیز کا بھی ہوگا پس جب قائل نے یہ کہا کہ سوائے غم اولاد کے اور کوئی غم نہ تھا اولاد ہی کا غم تھا تو قصر موصوف کا صفت پر ہوگیا اور چونکہ غم ہونے اور غم نہونے مین تنافی ہی اسلیے قصر قلب ہے

غلام حسین شکیبا دہلوی شاگرد میر

نیم بسمل اُسنے کر چھوڑا شکیبا غم نہین	پر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اُٹھ گیا

شاعر نے مخاطب کے اس اعتقاد کو باطل کیا ہی کہ اس نیم بسمل کو متعدد چیزون کا غم ہوگا جب شاعر نے یہ کہا کہ سوائے اسکے اور کوئی غم نہین کہ دست قاتل کا اعتبار اُٹھ گیا تو قصر موصوف صفت پر ہوگیا اور غم ہونے اور غم نہونے مین تنافی ہے۔

ذوق

نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ عمر رفتہ کا	مگر مجھے تو داغ معصیت نقش پا نکلا

متکلم موصوف ہی اور سمجھ مین آنے اور سمجھ مین نہ آنے کی دو صفتین ہین جو دونون باہم تنافی ہین پس استثنا کرنے سے قصر موصوف کا صفت پر ہوگیا۔

غالب

حال دل نہیں معلوم لیکن اسقدر یعنے	ہمنے بارہا ڈھونڈا تمنے بارہا پایا

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی اسطرح کہ مخاطب کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ قائل کو دل سے بہت سے حال معلوم ہین تو اُسنے یہ کہکر کہ دل کا صرف یہی حال معلوم ہی اُن حالات کا قصر کردیا اور دل کا حال معلوم ہونے اور نہونے مین منافات ہی۔ اسلیے قصر قلب ہی۔

الماس

فضل حیدر سے جہان مین ہو نمین وہ ردئین تن	کہ کبھی کھینچلے گر تیغ بھی دشمن مارے
تو مجھے کچھ نہو معلوم نگر اتنا ہو	چھڑی پھولون کی جیسے کوئی سمدھن مارے

یہان قصر موصوف کا صفت پر ہی کہ اگر مخاطب کا یہ اعتقاد ہو کہ قائل نہایت کمزور ہی کسی صدمے کی برداشت نہین کر سکتا تو یہ کہکر کہ مجھے دشمن کی تلوار سمدھن کی پھولون کی چھڑی کی طرح معلوم ہو گی اسکے اس اعتقاد کو باطل کردیا۔ معلوم نہونے اور معلوم ہونے مین تنافی ہی اس سبب سے قصر قلب ہی۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر خواہ قصر افراد ہو یا قصر قلب

میر حسن

نہین ہمسر اُس کا کوئی جز علی	کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

یہ اُس شخص کے اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے ہے جسکا اعتقاد یہ ہو کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی اور بھی ہی یا صرف اور کوئی شخص اُنکا ہمسر ہی پس اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ پیغمبر کا ہمسر علی اور کوئی دوسرا شخص بھی ہی تو قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابلے مین مانا جائے کہ اُن کا ہمسر فقط اور شخص ہی تو قصر قلب ہوگا۔

مہر

جز آہوے چشم ابلق یار	ابلق کوئی ہرن نہ دیکھا

حالی

اُمید نہین ہند کے راحت طلبونکو	راحت کی کسی سائے مین جز سایۂ قیصر

ہوس

جز آہ نہ تھا رفیق کوئی	جز گریہ نہ تھا شفیق کوئی

سودا

واقف اسرار اُسکا کون چھُٹ اسرار حق | رازکا اُسکے نہین جز راز حق کے رازدان

حسرت

ملک نے کوئی اسباب طرب باقی نہین چھوڑا | مگر باقی ہی غم اُسکا بڑی یہ شادمانی ہے

ناسخ

سواے مکرزمانے مین رسم وراہ نہین | وہ کون جا ہی جہان جاہ زیرکاہ نہ ہو

(۳) قصر کلمہ ہی کے ساتھ جو مفید حصر ہی

جب ہی کے ساتھ ضمائر منفصلہ اور اسم اشارہ کے الفاظ ملتے ہین جیسے یہ - وہ - اُس تو اکثر حرف ہا گرجاتا ہے اور جب لفظ ہم اور تم اور اُن ملتے ہین تو آخر مین ایک نون غنہ وربڑھ جاتا ہے -

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر فرادین

زید شاعر ہی کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ زید شاعر بھی ہی اور فقیہ بھی ہی تو اُسکے اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے کہا جائیگا کہ زید شاعر ہی ہی یعنے اس صفت کے سوا کوئی اور صفت نہین رکھتا -

جرأت

اس گلعذار بن تو عزیزو چمن کے بیچ | کچھ لطف سیر ہلو نہین ہے بہار کا
روتے ہی اور تڑپتے ہی گذرے ہی روز و شب | بچنا محال ہے دل زار و نزار کا

عزیزون کو یہ اعتقاد تھا کہ متکلم کو روز و شب روتے اور تڑاپتے اور دوسرے کام کرتے گذرتا ہوگا اُنکے اس اعتقاد کے باطل کرنیکے لیے متکلم نے کہا کہ مجھے روز و شب روتے اور تڑپتے ہی گذرتا ہی -

حالی

شاعرون مین بھی ہے یہی تکرار | خوشنویسون کو ہے یہی آزار

لوگون کو اعتقاد تھا کہ شاعرون مین کئی قسم کی تکرار ہی اور خوشنویسون کو کئی آزار ہین شاعر نے شاعرون کی تکرار اور خوشنویسون کے آزار کا ایک ایک چیز مین قصر کردیا -

کہتے ہین اثر ہیگا روتے مین یہ ہین باتین
اک دن بھی نہ یاد آیا روتے ہی کٹین راتین

سامع کو اعتقاد تھا کہ متکلم کی راتین سونے اور ہنستے اور روتے باتین کسی طرح کٹتی ہونگی قائل نے یہ کہا کہ راتین روتے ہی کٹتیں اُسکے اعتقاد کو باطل کر دیا اور اپنی راتون کے کٹنے کا ایک صفت مین قصر کر دیا

ہوس

ناتشنہ جگر ہو کوئی سیراب	ہے بس یہی لطف چشمۂ آب

چشمۂ آب موصوف ہے اور تشنہ جگر کو سیراب کرنا صفت ہے سامع کو اعتقاد تھا کہ چشمۂ آب کے لطف متعدد ہین پس قائل نے یہ کہکے کہ اُسکا صرف یہی لطف ہے کہ تشنہ جگر اُس سے سیراب ہو۔ اس صفت مین اُسکے لطف کا قصر کر دیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قلب مین

غالب

روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون	دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ اُسکے دل نہین سنگ و خشت ہے پس متکلم نے اُسکے اس اعتقاد کو باطل کرنیکے لیے کہا کہ دل ہی ہے سنگ و خشت نہین پس یہان قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا یہ قصر قلب ہے کیونکہ دل مین اور سنگ و خشت مین تنافی ہے۔

ولہ

غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی	ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے

معشوق یہ اعتقاد تھا کہ عاشق رقیب کو میرا دشمن جانتا ہے حالانکہ وہ مجھسے محبت رکھتا ہے پس عاشق نے یہ کہکر کہ ہم اسکو تسلیم کرتے ہین کہ عدو کو تجھ سے دشمنی نہین محبت ہے معشوق کے اُس اعتقاد کو باطل کر دیا چونکہ دشمنی و محبت مین منافات ہے اسلیے یہ قصر قلب ہے

قصر صفت کا موصوف پر

ذوق

ورنہ جائے کے داغ عصیان میرا دامان چھوڑ کر	کام تیرا ہی تھا اے ابر رحمت مجھے

ابر نے اس اعتقاد کے باطل کرنے کو کہ داغ عصیان میرے سوا دوسرے سے بھی زائل ہو سکتے ہین شاعر نے اس کام کا قصر ابر پر کر دیا یہ قصر افراد ہے اور اگر یہ اعتقاد تھا کہ داغ عصیان دوسرے ہی سے زائل ہو سکتے ہین تجھسے زائل نہین ہو سکتے تو ابر پر اسکا قصر کرنے سے قصر قلب ہوگا۔

درد

جگ مین آکر ادھر اُدھر دیکھا		تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

نظر آنے کی صفت کا قصر مخاطب پر کردیا ہی پس اگر اس اعتقاد کے مقابل سمجھا جائے کہ مخاطب اُس کے ساتھ دوسری چیزین متکلم کو نظر آتی ہین تو یہ قصر افراد ہوگا اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے کہ مخاطب تو نہین نظر آتا دوسری چیزین نظر آتی ہین تو اب قصر قلب ہو جائیگا۔

نسیم

تیرا ہی تو ہے فساد مردار		داماد کو گل دیا مجھے خار

یعنے اور کسی کا فساد نہین تیرا ہی فساد ہے۔

انیس

خادم شہ دین کے ہین تو عباس علی ہین		اس عہدے کے لائق جو اگر ہین تو وہی ہین

ولہ

صورت یہی شوکت یہی اجلال یہی ہے		ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے		گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے

ذوق

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا		دل بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے

واجد علی شاہ

[illegible] کو واعظا پند و نصیحت		کبھی اُس کو بھی سمجھایا تو ہوتا

سودا

فرزند اُسکا سدا جاہ و حشم رکھے		اُسی کو صاحب سیف و قلم رکھے

[illegible]

بُرج شاہی دکھائے کتنے [illegible]		یہی بُرج شرف ہے اُس مہ [illegible]

غالب

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے		تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے
ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے		تمھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

داغ

جب کہا اور بھی دنیا میں حسیں اچھے ہیں	کیا ہی جھنجھلا کے وہ بولے کہ ہمیں اچھے ہیں

(۴) ایسی چیز کی تقدیم سے قصر حاصل ہوتا ہے جسکا حق یہ ہے کہ وہ موخر ہو

(الف) مسند کو مسند الیہ پر مقدم کردینے سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ مسند الیہ معرفہ ہو اگر نکرہ ہوگا تو یہ فائدہ حاصل نہوگا۔

سودا

سودا جہان اپنی زبانی تو ہے	آفاق میں خاقانی ثانی تو ہے
ذی نطق کا ہر چند نہیں تو خالق	پر نطق کا خلاق معانی تو ہے

اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی مسند ہیں اور تو ضمیر مخاطب مسند الیہ ہے اور یہاں اس تقدیم سے قصر مخاطب کا اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی پر ہوتا ہے اور یہ قصر صفت کا موصوف پر ہے اور یہاں قصر افراد اور قصر قلب دونوں بن سکتے ہیں کیونکہ اگر متکلم کا یہ قول اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے ہے کہ خاقانی ثانی اور خلاق معانی اور اپنی زبانی ہونے میں سودا کے شریک دوسرے شعرا بھی ہیں تو یہ قصر افراد کی صورت ہے اور اگر اس اعتقاد کے رد کے لیے ہے کہ سودا خلاق معانی اور خاقانی ثانی اور جہان اپنی زبانی نہیں ہے تو قصر قلب ہوگا کیونکہ اس میں متکلم نے اُس تمام اعتقاد کو بدل ڈالا ہے۔

[illegible]

جان اور مال سے نمرود کو کھویا تو نے	اور فرعون کو دریا میں ڈبویا تو نے
مصر میں قید سے یوسف کو نکالا میں نے	اور ایوب کے بیڑے کو سنبھالا میں نے

(ب) بعض معمولات فعل کی تقدیم سے دوسرے معمولات پر قصر کا فائدہ حاصل ہوتا جیسے۔

ناسخ

[illegible] جلاتا ہے شعلہ رو [illegible]	اپنے داغوں سے جلا دیتے ہیں پروانے کو ہم

جلا دیتے ہیں کا فاعل ہم ہے اور پروانہ مفعول ہے اور مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ دیتی ہے۔

صفیر

کوئی نسخہ ہے افسوں ہے یا اعجاز انکھوں میں	لبھا لیتا ہے دل کو وہ بت طناز انکھوں میں

دل تو مفعول ہی اور بت طناز اسکا فاعل ہی

ہنر

چمن سے ڈھونڈھتا آوے ہزار تا بازار	نیا دے رنگ پریدہ سے پر سراغ ہمیں

رنگ پریدہ یا سراغ مفعول ہی گل فاعل ہے۔

...ہیہ

توبہ سے کیا پشیمان ہین	زاہد و دیکھ کر گھٹا ہین ہم

بعض محققین کہتے ہین کہ مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ نہین دیتی یہی قول مرجح ہی۔

(ج) فعل پر مفعول کی تقدیم سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے۔

میر حسن

سہ حمد مین تیری عز وجل	تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

قصۂ شاہ روم

خدا کو یاد کرا ے پتلۂ خاک	بنایا جسنے تجھکو ایسا چالاک

مصرع اول مقصود بالتمثیل ہی۔

(د) حال کی تقدیم سے بھی فعل پر قصر پیدا ہو جاتا ہی مثلاً۔

ہوس

روتا ہوا وہ بحالت وجد	یاد کنان گیا سو نجد

جواد علیخان ہوس

خندان خلائق جدھر ...ہر اوہ	گریان گریان ادھر ... گئے ہم

نواب محبوب علیخان ...

گھلتے گھلتے عاشق بیمار تیرا مر گیا	دلمین زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا

(ہ) فعل پر ... ورے مقدم کر دینے سے بھی قصر پیدا ہوتا ہی جیسے۔

داغ

زلال لطف کی تاثیر سے مٹ جائے شور البا	یقین ہی اب نہ نکلے حشر تک کوئی الٹوان کھار

تاثیر مضاف زلال لطف بترکیب توصیفی مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مجرور ہی اور حرف سے جو سبب کا فائدہ دیتا ہی جار ہے اور یہ جار مجرور سے ملکر متعلق ہی مٹ جائے سے جو فعل ہی۔

شاہ غلام اعظم افضل

جب سے کہ ترے نور رخ صاف کو دیکھا | [illegible] رشک سے ماہ کسی کی

جب بمعنے جسوقت مجرور ہی اور سے حرف جار ہی۔

امداد

زلف مین کرتا ہی اغیار جو آسکے شانہ | پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نرہے

زلف مجرور سا اور مین جار ہی۔

میر علی سجاد

ان آنکھونپہ دم [illegible] رہا ہے | مجھپر نہ نکال یار آنکھین

ان آنکھون مجرور ہی اور پہ حرف جار ہے۔

(۵) مسند الیہ کی تکرار سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہی

انیس

ولی ولی کی صدا تھی جہان جہان پہونچا | علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

علی مسند الیہ ہی اور نظر آئے مسند ہی اور علی کی تکرار قصر کا فائدہ دیتی ہے یعنی علی کے سوا کوئی نظر نہین آیا۔

(۶) چند اشیا کی نفی کے ساتھ کسی شے کا ذکر بطریق اثبات کے کیا جاتا ہے تو وہان بھی قصر پیدا ہوتا ہے

سراج

کیا خاک آتش عشق نے دل بینوائے سراج کو | نہ حذر رہا نہ خطر رہا مگر ایک بے خطری رہی

اس مثال مین کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مگر کے لفظ سے قصر پیدا ہوا ہی کیونکہ بغیر اسکے بھی قصر ثابت ہے بنظر مزید احتیاط دوسری مثال دیجاتی ہی۔

محسن

کشور کا کل پہ ہیچ و خم سے سرور ہے
نہ خطا ہی نہ ختن ہے نہ یہ عنبر سر ہے

میرحسن

نہ شد ھو بدھ کی لی اور نہ ... لی لی | نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

(د) قصر ان الفاظ سے ہوا کرتا ہے

فقط صرف ۔ تنہا ۔ اکیلا ۔ محض ۔ خاص ۔ وغیرہ ۔

نواب مرزا شوق

ناک میں نیم کا فقط تن کا ہے | شوخی چالاکی تقاضا حسن کا

انشا

کب چاہوں ہوں میں صرف ملاقات کی ٹھہرے | تب خوش ہو ادل کہ جب اُس بات کی ٹھہرے

مومن

تھا میں اس گھات میں کہ گر اک آن | ملے تنہا وہ راحت دل وجان
عذر تحریک اضطراب کروں | شکوۂ جوش پیچ وتاب کروں

شہید

دیکھا جیلے نے درختوں میں چھپا | ایک لڑکا ہے اکیلا بیٹھا

غالب

خاص وہ آم جو نہ ارزاں ہو | نوبر نخل باغ سلطان ہو

لمؤلفہ

ہے جو تجھکو اُمید وصل دلبر | یہ محض تری خام خیالی ہے مگر
وہی چاہے تو اُس سے کچھ دور نہیں | تو بھی رکھ تو خدا کی قدرت پہ نظر

تنبیہ جیسا ... مبتدا خبر میں قصر واقع ہوتا ہے ویسا ہی فعل اور فاعل اور فاعل و مفعول وغیرہ میں بھی قصر واقع ہوتا ہے فعل و فاعل میں قصر ہونیکی مثال یہ ہے "نہیں آیا مگر زید" اور فاعل و مفعول میں قصر کی مثال یہ ہے "زید نے نہیں مارا مگر عمرو کو" اور "نہیں مارا عمرو کو مگر زید نے" اور دو مفعولوں کے باہم قصر ہونیکی مثال یہ ہے "میں نے نہیں دیا زید کو مگر گھوڑا" پس استثنا میں مقصور علیہ کو مع حرف استثنا کے مقصور کے بعد لاتے ہیں پس اگر فاعل پر قصر مقصود ہوگا تو کہینگے "نہیں مارا عمرو کو مگر زید نے" یہاں فاعل مقصور علیہ ہے اور مفعول مقصور اور اگر قصر مفعول پر مقصود ہوگا تو کہیں گے

نہین مارا زید نے مگر عمر کو یہان مفعول مقصور علیہ ہے اور فاعل مقصور۔

اگر کہا جائے کہ قصر کی دو صورتین ہین ایک صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہی دوسرے موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہی حالانکہ فاعل و مفعول دونون ذات ہین نہ صفت پس ان مین قصر کیسے صحیح ہو سکتا ہی تو ہم جواب دینگے کہ فاعل کے قصر سے مفعول پر اور مفعول کے قصر سے فاعل پر یہ مراد ہی کہ جو فعل فاعل کا مسند ہوتا ہی اور جس فعل کے ساتھ مفعول متعلق ہوتا ہی اُس کا قصر ہوتا ہے نہ یہ کہ فاعل یا مفعولون کی ذاتون کا قصر ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مقصور علیہ اور حرف استثنا کو مقصور پر مقدم کر دیتے ہین اور اسوقت مین بھی حرف استثنا مقصور علیہ سے مؤخر رہتا ہے جیسے نہین مارا مگر عمرو کو زید نے اس مثال مین فاعل کا قصر مفعول پر ہے اور نہین مارا مگر زید نے عمرو کو اس مثال مین مفعول کا قصر فاعل پر ہی اور مستثنیٰ منہ عام ہونا چاہیئے تاکہ اخراج اُس سے ثابت ہو جائے اور یہ بھی شرط ہی کہ مستثنیٰ منہ جنس و صفت مین مستثنیٰ سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ سوا ے زید کے اور کسی کو نہین مارا اس مثال مین کسی کو مستثنیٰ منہ ہی اور وہ عام ہی زید کا اخراج اُس سے ہو سکتا ہی اور جب مستثنیٰ منہ کی نفی کی جاتی ہی تو قصر پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ سوا ے مستثنیٰ کے جنس مذکور مین کوئی شامل نہین رہتا۔

چھٹا باب انشا کے حال مین

یاد رکھو کہ انشا کا اطلاق دو چیزون پر ہوتا ہی ایک اُس کلام پر جسکی نسبت [illegible] امر خارجی جسکے ساتھ اُس کلام کی مطابقت یا غیر مطابقت کا قصد کیا جا سکے نہو دوسرے اُسکا اطلاق متکلم کے فعل پر ہوتا ہی اور وہ اس کلام کا القا ہی اور یہان انشا سے مراد یہ دوسرے معنی ہین پہلے معنی پس انشا طلب کو متضمن ہو تو اُس مین یہ لحاظ ضرور رکھنا چاہیے کہ طلب کے وقت مطلوب غیر حاصل حاصل ہو وے کیونکہ حاصل کی طلب محال ہی چنانچہ اگر مردے کو کہین کہ مر جا تو یہ محال ہی کیونکہ مرا ہوا کیا مرے گا یا بیٹھے ہوے آدمی سے کہا جائے کہ بیٹھ غرض یہ ہی کہ طلب کے جتنے اقسام ہین سب مین یہ بعات ضرور ہونی چاہیے پس اگر مطلوب ایسا ہی کہ پہلے حاصل ہو چکا ہی تو ایسے موقع پر اُسکو اُسکے حقیقی معنون پر حمل نہین کیا جاتا بلکہ اُس کے اور معنے لیے جاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری کہ فی الحقیقت خبر ہی لیکن بظاہر انشا ہی اور نکتہ عامہ اس مین یہ ہی کہ مطلب اس قدر واضح ہے کہ گویا مخاطب بھی اُس کو جانتا ہی یہان تک کہ متکلم اُس مطلب کا اُس سے سوال کرتا ہی اور طلب کی پانچ قسمین ہین تمنا

استفہام - امر - نہی - ندا -

بیان تمنا

تمنا اسے کہتے ہین کہ کسی شے کے حصول کی طلب محبت کے [illegible]رنا اور اس [illegible] کہ متمنی ممکن الوجود ہی ہو کیونکہ اکثر اوقات انسان طلب محال کی بھی کر لیتا ہے اور وہ [illegible] یا محال عقلی ہوگا مثلاً۔

جرأت

مالوف طبع جس سے ہو یارب حبیب کی ... ہو جائے کاش شکل مری اس [illegible]

ظفر

نسر طائر بھی انھیں دیکھ کے کہتا ہی کاش ... دیوے مجھکو بھی بنا [illegible]

انشا

پیالیاں گل کی جو دھوئیں تو بلا سے باجی ... کاش چھینٹے کو بھی لگے مرے کچھ دھوتی میں

ولہ

کاش مستوں کو نہ ملتی داڑھی اُگتے اسکی جا ... پنبۂ مینائے صہبائے کہن کے رونگٹے

مومن

پہونچتے واں تو اُس پردہ نشین کو دیکھتے ... کاش ہوتے چشم نرگس دیدۂ بادام ہم

ناظم

ہے شب وصل نہو کاش سحر آج کی رات ... عمر ساری مری ہو جائے بسر آج کی رات

نواب کلب علیخان

آرزو ہے نہ خنجر ہی بسمل ہو کر ... کاش یہ بھی مرے پہلو مین ہے دل ہو کر

ذوق

جا سکتے ضعف سے نہین کوچے مین اسکے آہ ... ہو جائین کاش گریہ کی طغیانیون مین ہم

یا محال عادی۔ ہوگا جیسے۔

داغ

بیکسی صدمۂ ہجران کی مجھے تاب نہین
کاش دشمن ہی چلے آئین جو احباب نہین

میر

کاش کے دل دو تو ہوتے عشق مین ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

دلم

دلخواہ اگر ملاپ ہوتا ملتے ای کاشکے عشق اختیاری ہوتا

اور کبھی متمنی ممکن ہوتا ہے مگر اسوقت مین بھی بالضرور اُسکے وقوع کی اُمید اور توقع نہین ہوتی اگر ایسا ہو تو وہ تمنا نہین رہے گی ترجی ہو جائیگی بہر صورت اسکی مثال یہ ہے۔

شہیدی

ہر دم ہو ہمت [illegible] جی کی طالب آستے ہو طواف ای کاش مجھکو تیرے حرم کا

مومن

ای اجل کاش ترا اُلٹ جائین شب ہجران مین وہ دعائین کہ تری جان کو ہم دیتے ہین

ناسخ

اسکی ہر دم کی نصیحت سے مین تنگ آیا ہون کاش ناصح سے بھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی

غالب

کھیل سمجھا ہے کہین چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے کاش یون بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

انشا

یہ جو بوسہ سا ہی دربان تمہارا ای کاش کوئی چور آئے اور اسکی کوئی گردن مارے

عاشق

سامنے میرے اگر وہ بے حجاب آئے ہین کاش یہ کہکر بلائین آو پردہ ہو گیا

خان آرزو نے موہبت عظمیٰ مین لکھا ہے کہ جب کلمہ کاش یا کاشکے ماضی استمراری کے ساتھ ہوتا ہے تو ندامت وحسرت کا فائدہ بخشتا ہے مثلاً۔

غالب

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے عرش سے اُدھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

نواب کلب علیخان

غش مین بیٹھے رہے وہ سر کو لیے زانو پر کاش تا حشر نہ مین آپ مین آیا ہوتا

سوز

جسکے نامے پہونچتے ہین تجھ تک	کاش ہین اُن کا نامہ بر ہوتا

اور بھید یہ ہی جوکہ ماضی ضرورتی الوجود ہی کہ معدوم ہوگئی اور امتداد رکھتی ہے پس جب تک دلالت اُسکی نفی کی استمرار پر نہوگی طلب ثبوت فعل کی ایک بار بھی کہ مقتضا طلب غیر حاصل کا ہی وقوع مین نہ آئیگی برخلاف حال و استقبال کے اسلیے کہ اول بضرورت معلوم ہی کہ نہین کیا ہے طلب کی وجہ سے اور جو کہ مستقبل ابھی تک نہین آیا ہی وہ [illegible] اسی قیاس پر ہی

بیان استفہام

ذہن مین حصول صورت شے کے طلب کرنے کا نام استفہام ہی اور حصو[illegible] سے مراد ادراک اور صورت سے مراد وہ مفہوم ذہنی ہے جو ذہن مین حاصل ہوکر انکشا[illegible] ادراک کا موجب ہوتا ہی یہی علم ہے اسی کو صورت کہتے ہین یہی موجود ذہنی ہے کیونکہ جس طرح حقائق اشیا کا وجود خارج مین ثابت ہے اسی طرح ان اشیا کا وجود ذہن مین بھی ہوا کرتا ہے اشیا خارج مین اعیان ہین اور ذہن مین صورتین اشیا کے جسقدر آثار و احکام مترتب ہوتے ہین وہ سب وجود خارجی پر مترتب ہوتے ہین پس ہر ایک چیز کیلئے جو خاص مفہوم ذہن مین ہوتا ہے وہی اُس کا وجود ذہنی ہی جسکی وجہ سے وہ چیز ذہن مین معلوم و متمیز ہوتی ہی پس اگر وہ صورت نسبت ہو درمیان دو چیزون یعنی مسندالیہ اور مسند کے خواہ واقع کے مطابق ہو یا نہو تو اس نسبت کے ذہن مین مدرک ہونے کو تصدیق کہتے ہین اگر وہ نسبت نہو بلکہ موضوع یعنی مسندالیہ یا محمول یعنی مسند یا نسبت یا ان مین سے دو چیزین یا تینون ہون بغیر لحاظ تعلقات باہمی کے تو اُسکو تصور بولتے ہین اور یہان نسبت سے مراد خالی نسبت ہے یعنی بغیر لحاظ درمیان دو چیزون کے۔

استفہام کی دو قسمین ہین حقیقی مجازی۔

(۱) استفہام حقیقی وہ ہی کہ متکلم مخاطب سے طلب خبر کرے عام اس سے کہ درحقیقت متکلم اُس سے علم نہ رکھتا ہو یا تجاہل عارفانہ کرتا ہو۔

مثال اول جیسے اس فقرے مین غالب کے "صاحب بہ وعدہ وفا کب کروگے علائی کو کب بھیجوگے ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنیکے دن ہین"

مولوی بادشاہ [illegible] شاگرد برق

اب کیا ہوئی وہ اپکی مہونلی موہنی	باتون مین تھا جو سحر کا عالم کہان گیا

سودا

کسی کی دلشکنی سے جو خوش کرے دلکو | وہ کون قوم ہین کیسے ہین کیا ہین مجکو بتا

[illegible]

شریک دور سے بزم عدو مین خاک ہوتے | کسی سے رات بھر اشارہ [illegible] یہان کیون ؟

ستایان

کہ تو کون ہے تیرا کیا کام ہے | [illegible] تیرا کیا نام ہے
کس استاد سے تونے سیکھا یہ فن | بلا شبہ یکتا ہے ناوک فگن

مثال دوم جیسے اس شعر مین آتش کے۔

بینینگے کس کا زیور چاند سورج | [illegible] کرتے ہین زر گر چاند سورج

شاعر کو معلوم ہے کہ معشوق کا زیور بنینگے مگر بطور تجاہل عارفانہ کے سوال کرتا ہے۔

نوا

کھولی تھی چین زلف سے کسنے گرہ کنار بحر | موج روان مین ہر حباب نافۂ مشکبار تھا

شاعر خوب جانتا ہے کہ معشوق نے چین زلف سے گرہ کھولی تھی مگر تجاہل عارفانہ کرکے سوال کرتا ہے۔

مثنوی سعدین

کیا اسی کام کو بلایا تھا ؟ | اسی خاطر بھگل بنایا تھا

ولہ

کہو کس بات پر اڑے ہو تم | یا توکن بے وجہ کیون پڑے ہو تم

ولہ

کیون جی کیا تھا تمھین یہ عشق کا جوش | تن بدن کا نہ تھا تمھین کو ہوش

داغ

راہ مین وعدہ کرین جاؤن جو گھر پر تو کہین | کون ہے کسنے بلایا اسے کیونکر آیا

احمد علیخان صادق

ہین کہان وہ عاشقان باغ شعر | اب نہین سنتے ہین ہم انکی فغان
ہاے ذوق و غالب و داغ و امیر | چھوڑ کر اسکو گئے ہین خود کہان

(۲) استفہام مجازی دو قسم پر ہی۔

(الف) اقراری یا تقریری یعنی اس سے مدعا ثابت کیا جاتا ہے اور مخاطب سے اُس بات کا اقرار طلب کیا جاتا ہی جو متکلم کے نزدیک ثابت ہوتی ہے اس مین بظاہر انکار ہوتا ہی اور حقیقت مین اثبات مقصود ہوتا ہے جیسے۔

شہید

لوگون نے کہا ہی یہ شہید آپ کا مضطر | فرمایا کہ کیا وہ مرے ہمراہ نہین ہے

یعنے وہ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔

شاد حیدرآبادی

کب ترے جلوے نے حیران نکیا تھا مجھ کو | نرگس ان ترے دیدار سے بریانہ ہوا

دونون مصرعون مین استفہام ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔

شیفتہ

ہرجائی آپ وحشی کو کس منہ سے کہتے ہو | کیا آپ کا نشان قدم کو بکو نہین

یعنے آپکا نشان قدم بھی کو بکو ہی اور آپ بھی ہرجائی ہین۔

اوج

سلامی سوز ماتم سے نہ سرگرم فغان کیون ہو | نہون آتش فشان نالے تو مجلس مین دھوان کیون ہو

یعنی سلامی سوز ماتم کی وجہ سے ضرور سرگرم فغان ہو۔

ناسخ

کیونکر قسیم نار وجنان ہو نہ مرتضےٰ | نائب ہے وہ جناب بشیر ونذیر کا

(ب) انکاری جس سے انکار پایا جاتا ہی اس مین بظاہر اثبات معلوم ہوتا ہے اور درحقیقت نفی ہوتی ہے جیسے۔

آباد

جو [illegible] حسن سے رخ پر عیان | ورنہ کب ممکن ہی شعلے پر ٹھہرنا کاہ

یعنے کاہ کا شعلے پر ٹھہرنا ممکن نہین۔

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مرجھانیکی		غنچہ کہتا ہی بجا ہو سے کہ گلشن سے	

یعنی کوئی بات پژمردگی اور مرجھانے کی نہین ہے

نواب امجد علیخان یوسف

کون ہی نازک بدن تجھ سا ہر دوسا دوسرا		پھول کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہوگیا	

کریم اللہ خان دردمند

کنارے سے کنارا کب ملے ہے بحر کا یارو		پلک لگنے کا مضمون دیدۂ پُرآب کیا جانے	

اگر غور سے دیکھا جائے تو استفہام انکاری و تقریری جملہ خبریہ کے اقسام سے ہین مگر چونکہ این مطلب سعد رواضح ہوتا ہے کہ متکلم اور مخاطب دونون خوب جانتے ہین اور متکلم بنظر اس کے کہ زیادہ وضاحت ہو جائے مخاطب سے استفہام اور استفسار کرتا ہی اسلیے داخل اقسام انشا ہوے کلمات جو استفہام کے واسطے موضوع ہین یہ ہین۔ آیا۔ کیا۔ کون کیون۔ کیلیے۔ کسواسطے کسطرح کیونکر کیسے۔ کیسی۔ کیسا۔ کب۔ کبھی۔ کدھر۔ کہان۔ کے۔ کتنی۔ کتنا۔ کہ۔ وغیرہ۔

آیا۔ الف ممدودہ سے کبھی طلب تصور کے لیے آتا ہی جیسے کہین آیا مکان مین زید ہی یا عمرو اور کبھی طلب تصدیق کے لیے آتا ہی جیسے کہین آیا تو نے زید کو مارا ہی یا عمرو کو اور فرق ان دونون مین بحسب قرائن کے ہوتا ہے اسلیے کہ اگر شک ذات فعل مین ہوگا یعنے مارنا کہ مخاطب سے صادر ہی اور زید واقع ہے اسکے طلب کرنیکا ارادہ کریگا اسوقت مین مخاطب سے صدور فعل کی تصدیق مطلوب ہوگی اور طلب تصور اسکے خلاف ہوتا ہی اور ذوق طبیعت اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ کلمہ آیا قضایاے شرطیہ منفصلہ پر آتا ہی اور بغیر ملاحظہ انفصال کے نہین ہوتا اگرچہ دوسرا جزد رمیان مین نہ ہو اور وہ جز اول کے قرینے سے معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ آیا زید آیا ہی اس قول مین اگر شک نفس فعل مین ہوگا تو دوسرا جز یا نہین آیا ہے ہوگا اور اگر شک فاعل مین ہوگا تو دو اجز یا عمرو ہوگا۔

انشا

کعبے کا کرون طوف کہ بتخانے کو جاؤن کیا حکم ہی مجھکو		ارشاد مرے حق مین بھی کچھ ہووے گا آیا ای پیر طریقت	

میر

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کیا طلب تصور کے لیے آتا ہی اور ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہی اور طلب عام اور طلب حقیقت کے لیے ہی خواہ حقیقی ہو جیسے انسان کیا ہی یعنی اُسکی حقیقت کیا ہی یا ادعائی یعنی باوجود علم کسی چیز کے اُسکی حقیقت سے سوال کیا جاتا ہی ذوی العقول کی مثال۔

غالب

نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا | تمھین بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

غیر ذوی العقول کی مثال۔

جرأت

شب کو ناری مری اُسکن کہتے ہین یون ہمسایہ | کوئی پوچھو تو کہ اُس شخص کو آزار ہے کیا
طرفہ تر بات یہ سُنتا ہون کون کس سے کہ یار | مرے ساتھ اُس بُت عیار کی گفتار ہے کیا

کون طلب تصور کیلئے آتا ہی اور ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہی جیسے۔

غالب

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے | کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

بدھ سنگھ قلندر

دیکھتے دیکھتے یہان سے کون | لے گیا دل کو مار آنکھون مین

کبھی غیر ذوی العقول مین مستعمل ہوتا ہے جیسے۔

ناسخ

وہ کون جا ہے جہان جاہ زیر کاہ نہین

میر

کون گل چہرۂ رنگین کا نہین دیوانہ | بلبل غنچہ ہی ترے چاک گریبانون کا

لفظ سا بھی کون کے ساتھ ملتا ہی اور اسوقت مین اگر مجرد ہوتا ہے تو غیر ذوی العقول سے خصوصیت رکھتا ہی اور جب دوسرا لفظ اسکے ساتھ ملتا ہی تو ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین مشترک ہو جاتا ہے بہر صورت دوسرے لفظ کے ملائے بغیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا بخلاف غیر ذوی العقول کے مثلاً یہ کونسا ہے‘‘ اسکے معنی یہ کون آدمی ہے صحیح نہین بلکہ یہ کونسا آئینہ رکھا ہے یا کونسا مرقع تصاویر ہی کے معنے مین لے سکتے ہین۔

ذوی العقول کے لیے آنے کی امثلہ۔

آزردہ

گیا کونسا صید افگن ادھر سے | کہ خالی پڑے آشیانے بہت ہین

لمؤلفہ

کونسا رشک چمن گلشن مین ہے آیا ہوا | جسکی گرمی سے صبا ہر گل ہے مرجھایا ہوا

خلاف جانے زبانے کا استاد صاحب دیوان کہتے ہے سے

کونسا دشمن مرے اس دوست کو بہکاتے ہے | تند ہو توری چڑھا ہر دم جو مجھپہ آئے ہے

غیر ذوی العقول کے لیے آنے کی امثلہ

سہراب بیگ دہلوی

کس دن نہین خیال دہان و مجھے | وہ روز کونسا ہی جو سیر عدم نہین

داغ

پڑ گئی کیونکر الٰہی دل مین اس بت کے گرہ | بچ رہا تھا کونسا عقدہ مری تقدیر سے

کبھی کیا اور کون طلب تصدیق کے لیے بھی آجاتے ہین چنانچہ استفہام انکاری جو ادعاے کمال وضوح طلب کے لیے آتا ہے یعنی مطلب یہان تک واضح ہوتا ہے کہ مخاطب بھی اسکو جانتا ہے اور پھر اُس سے سوال کرتا ہے۔

آتش

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال | ہمسے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا
ترچھی نظر سے طائر دل ہو چکا شکار | جب تیر کج پڑیگا اڑے گا نشانہ کیا

یوسف

کون ہے جان بدن تجھ ما ہر وسا دوسرا | پھول کی بدھی جو پہنی درد شانہ ہو گیا

کیون اور کسلیے اور واسطے طلب سبب کے واسطے آتے ہین۔

غالب

دھندہ آپکا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے | تمنے کیون سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے

مضطر

ایجان غم دشمن ہین یہ شوریدہ سری کسلیے | ہم کو بھی زندہ ہین تو یہ جامہ دری کیون ہے

قلق

تمھارا افعی گیسو تھا آگے کالا سانپ ۔ بنایا کسلیے افشان سے کوڑیالا سانپ

مومن

کہوں اگر غیر سے مت مل تو کہوے طعن سے رشک کرا ۔ یہ کیوں کس واسطے ہم ایسے تیرے ہو گئے بس ہیں

ذوق

شانہ کا دل چاک پسند آپ کو آیا ۔ کس واسطے اس سینۂ افگار پہ ہیں

کسطرح اور کیونکر اسباب وضع کے واسطے آتے ہیں ۔ جیسے

میر

کس طرح سے زیست ہووےگی بھلا ای دوستو ۔ اب تو قاصد بھی ادھر کو آنے جانے سے رہے

طپش

لگا کہنے طپش ہیں گھر سے باہر کس طرح نکلوں ۔ اندھیری رات ہے برسات ہے بجلی بھی تمام ہے

[illegible]

کسطرح آہ بنے اُس سے ملاقات کا ڈھب ۔ جس سے ہرگز نہ ملا آہ کبھی بات کا ڈھب

غالب

کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن ۔ جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر

امانت

اسپ جانان کو لکھوں گرم عنان میں کیونکر ۔ توسن فکر کو یارا نہیں جولانی کا

کیسا اور کیسے اور کیسی طلب وضع اور کیفیت اور حال اور کام کرنیکی روش کیواسطے آتے ہیں

شہیدی

در پردہ ستم ہم پہ وہ کر جاتے ہیں کیسے ۔ جب پوچھو تو پھر صاف مکر جاتے ہیں کیسے

محسن

کیسی پژمردگی کیا بات ہے مرجھا نکلی ۔ غنچہ کہتا ہے لجا لو سے کہ گلشن سے نکل

[illegible]

وہ جو زندگی میں نصیب تھا وہی بعد مرگ ہے ہا ۔ یہ قلق ہے کیسا کہ ہے ستم گئی جان پر نگیا قلق

نفر

یہ کیسا زمانہ بُرا آگیا ہے	جہان دیکھو ہین وان بُرائی کی باتین

یہ طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہی -

شاد

کب موسم بہاران آئے گا میرے ساقی	رندونکے واسطے کب دور شراب ہوگا
دیر و حرم مین جلوہ دیکھینگے اُسکا کب ہم	ای شاد دور دلسے کب یہ حجاب ہوگا

رند

کب مٹا عشق کا نشان دل سے	زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

مومن

عمر رفتہ کی جستجو کب تک	اپنے مرنے کی آرزو کب تک

اور کبھی بھی طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہی جیسے مومن شاگرد نادر کے شعر مین -

یہ فیض اُسی زلف معنبر کا ہی سارا	ڈوبی تھی کبھی عطر مین باد سحر ایسی

کہان اور **کدھر** طلب تعین مکان کے واسطے آتے ہین -

مشتاق

کہان اتنی بلاؤنسے بچا سکتا ہی کوئی دل	قیامت قد غضب آنکھین نگہ جادو بلا کا کل

میر

رہچکا خون جگر سب اب جگر مین خون کہان	غم سے پانی ہو کے کب کا یہ گیا مین ہون کہان

میر وزیر صبا

نقاب اُلٹ کے وہ گھر سے اپنے جو نکلتے ہین	کہان ہی ماہ کہان آفتاب ہٹتا ہی

مذاق

طریق دیر و حرم جانے کل بگاڑ چکے	چلے ہو آج خدا کے لیے کدھر بنکر

نعیم

کیون اب کدھر گئی وہ تیری شاعری نعیم	سنکر تو اُسکی ایک ہی دشنام رہ گیا

میر حسن علیخان جولان

کنج قفس مین دیکھ کے بے بال و پر مجھے	ای ہم صفیر چھوڑ گئے تم کدھر مجھے

کس طلب تعین کے واسطے آتا ہی اگر تنہا ہو تو غیر ذوی العقول پر صادق نہین آتا اور جو دوسرا کوئی لفظ اسکے ساتھ ملا دیا جائے تو ذوی العقول کے ساتھ خصوصیت باقی نہین رہتی جیسے

غالب

رشک کہتا ہی کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف	عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

ولہ

گرد راہ یار ہی سامان ناز زخم دل	ورنہ ہوتا ہی جہانین کسقدر پیدا نمک
شور جولان تھا کنار بحر پر کس کا کہ آج	گرد ساحل ہی بزخم موجۂ دریا نمک

نعیم

مانگا مین دل ...	اُس کو دیا ہی تونے کوئی ہی گواہ ...

ذوق

کس دم نہین ہوتا قلق ہجر سے مجھکو	کس وقت مرا مُنھ کو کلیجا نہین آتا

کن یہ بھی طلب تعین کے واسطے آتا ہی اور کس کے معنے مین ہی اور یہ مشترک ہے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین بخلاف کس کے کہ ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے مگر دوسرے لفظ سے ملکر غیر ذوی العقول مین بھی استعمال پاتا ہے اور کن دونون مین مستعمل ہے مگر غیر ذوی العقول کے لیے یہ شرط ہی کہ مکرر آئے اول کی مثال۔

امیر مینائی

کون دیرانے مین دیکھے گا بہار	پھول جنگل مین کھلے کن کے لیے

مولف

بستۂ زلف سیہ فام ہین کن کے ان کے	بندہ بے درم و دام ہین کن کے انکے
حور و غلمان و پری تابع فرمان ہین تمام	کفش بردار گل اندام ہین کن کے انکے

دوم کی مثال دریائے لطافت مین ہیکہ کن کن چیزون سے دنیا مین رہ کر پرہیز کیجے اور کن کن باتون کا گلہ لے بیٹھیے۔

میر

کس کن اپنی کل کو روئے ہجران مین بیکل اُس کا	خواب گئی ہی تاب گئی ہی چین گیا آرام گیا

اور بعضون نے ... ہی اور یہ ذوی العقول کے لیے مخصوص ہی جیسے مغلون کی ہجو آپ ہجو کرتے ہین یہ فرمایئے ہندوستان ... کسنے اسکو ... کیا ہی شیخون نے تلوار ماری ہی یا اور قوم نے یہ لفظ اصل مین پنجابی ہی اکثر فصیحان اُردو اس سے اجتناب رکھتے ہین اور اسکی جگہہ کن و کس استعمال

کرتے ہین مستفاد از دریاے لطافت۔
کہین طلب تعیین وقت کا فائدہ دیتا ہے جیسے۔

ذوق

زیادہ ہوگا تو کل سے بھی کہین روزہ | کہ اس مین یا تو روزی ہے اور نہین روزہ

یہان استفہام انکاری ہے۔

ابرو

آبرو تذکرہ زلف رسا خوب نہین | باتون باتون مین نہ دیکھو کہین الجھن ہو جاے

کریم

زلف مژگان سے لٹتی ہے خدا خیر کرے | مشک آلودہ کہین خنجر بُرّان ہوگا

کے اور کتنا اور کتنے اور کتنی طلب کمیت عدد کے واسطے آتے ہین مثلاً کہتے ہین کے روپے ہین یا کتنے آدمی ہین۔

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن | دست حسرت ملکے بولا چند روز

غالب

ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک | سنتے ہو تراویح مین کتنا قرآن

مولوی نذیراحمد

خدا ہی جانے ہوئین کتنی عورتین بیوہ | خدا ہی جانے ہوے بچے کسقدر ایتام

مولوی سید اکبر حسین ا.

نہین کچھ اسکی پرستش الفت اللہ کتنی ہے | یہی سب پوچھتے ہین آپکی تنخواہ کتنی ہے

مگر یہ لفظ شکیہ ہے طلب تصدیق کے واسطے آتا ہے جیسے۔

غالب

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش | غالب اُسکا مگر غلام نہین

یعنی کیا غالب اُسکا غلام نہین ہے۔
اصل استفہام مین یہ ہے کہ حقیقی ہو مگر کبھی کلمۂ استفہام سے مجازاً کوئی اور معنی بھی مقصود ہوتے

جیساکہ انکار چنانچہ اسکا حال اوپر معلوم ہوچکا اور اُسکے سوا مناسب مقام اور بھی معانی کا فائدہ بخشتا ہے
اور یہ معانی قرائن سے معلوم ہوجاتے ہین اور اُسوقت مین حرف استفہام اپنی حقیقت پر باقی
نہین رہتا چنانچہ کبھی حرف استفہام افادہ تعظیم وعظمت کا دیتا ہے جیسے۔

محسن

کیسی تصویر کہ سب صلّ علٰی کہتے ہین | کیسی تصویر کہ سب جل علی کہتے ہین

یعنی بڑی صاحب عظمت اور بڑی مقدس تصویر ہے۔
کبھی حرف استفہام فائدہ تعریف وتحسین کا دیتا ہے جیسے۔

ناسخ

عبث ان غافلون کو رات دن فکر عمارت ہے | کرین عبرت کہ کیا کیا قصر والوان ہوگئے خالی

یعنے کیسا اچھے اچھے قصر والوان۔

انیس

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمت عالی | دم بھر مین نمودار صفین ہوتی تھین خالی

یعنی کیا اچھا ہاتھ تھا اور کیا اچھی تیغ تھی اور کیا ہمت بلند تھی۔

ولہ

حضرت نے مسکرا کے یہ ہمراہیون سے کہا | دیکھو تو کیا ترائی ہے کیا سیر کیا فضا

نسیم

کیا پھول ہے کیا اثر ہے اِس مین | ہوجاتی ہین روشن اندھی آنکھین

ولہ

بولا وہ فسردہ دل سحرگاہ | کیا ٹھنڈی ہوا ہے واہ واہ واہ

مومن

کیا تن بتہ خاک اللہ اللہ | کیا صورت یار اللہ اللہ

مشتاق

اشکون سے تر ہے مژگان نکلے ہے آہ دل سے | بجلی کی کیا چمک ہے عالم ہے کیا گھٹا کا

امانت

نور رخ کیا جلوہ گر ہے یار کی مندیل مین | ہے چراغ طور روشن یار کی قندیل مین

چھاتیان زیبا ہین کیا اُسکے چہرے کے ذیل مین	دو کنول بلور کے روشن ہین اک قندیل مین

کبھی حرف استفہام سے اظہار تمسخر و خوش بیانی ہوتا ہی۔

نسیم

بولا وہ چہ خوش تم ایسی کیا ہو	ڈرنے کا نہین مین کیا بلا ہو

کبھی حرف استفہام سے تحقیر ظاہر ہوتی ہی۔

نسیم

بلبل ایسی رنگ گل کی ہیون ہین	تم کیا ہو ہزار مین کہون مین
مرجاؤن اگر طلب مین تیری	ولہ مین کیا کہ خبر نہ پہونچے میری

طاہر

باغ عالم مین قد یار کا ہمسر کیسا	سروکس باغ کی مولی ہی صنوبر کیسا

شہرت

کیا وہ جگر کہ جس مین نہین داغ جان گداز	کیا دل وہ بیقرار جو آٹھون پہر نہین

سودا

کیا منھ مرا اور کیا لب و لہجہ ہی کہ اُس کا	لون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

غالب

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار	یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

ناسخ

بارہا بیٹھ کے کعبے مین لنڈھائی ہی شراب	محتسب کیا ہے خدا کا ہمین جب پاس نہین

کبھی حرف استفہام سے زجر و توبیخ منظور ہوتی ہی جیسے۔

معروف

کچھ تو سمجھ لیا ہی جو اُسکو دیا ہے دل	کیون ناصحا عبث ہمین سمجھائے جائے ہی

پینے کیون سمجھاتا ہی چپ کیون نہین رہتا ہی مست ۔ ا۔

ذوق

بغل سے لیگئے دل کو نکال کر وہ صریح
جو مانگا تو کہا آنکھین نکال کر کیسا

انشا

لوگون کے چرچے کا انشا جو تجھے ڈر ہوتا ۔ تیری کیون آنکھین بھلا پھوٹ ہین منھ سے تو پھوٹ

کبھی استفہام تجاہل کے لیے ہوتا ہی جیسے میان حسن علی شوق ۔ شعر مین ؎

مدت سے یہ بحث درمیان ہے ۔ پر علم نہین کمر کہان ہے

کبھی حرف استفہام سے تعجب مقصود ہوتا ہی جیسے ۔

غالب

کہان مےخانے کا دروازہ غالب اور کہان واعظ ۔ پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

ولہ

عشق و مزدوری عشرتکدہ خسرو کیا خوب ۔ ہمکو تسلیم نکونامی فرہاد نہین

نسیم

بولی ہوگیا کیا کہا خوب ۔ اب کچھ کیے پھر بھی آئی کیا خوب

کیا خوب تعجب کے لیے ہی ۔

کوکب

وصل کی شب کو تو چہرے سے ہٹا و نقاب ۔ پہلی تاریخ کو یہ چاند گہن کیا

کبھی حرف استفہام سے تفصیل مطلوب ہوتی ہی جیسے غالب کی اس عبارت مین بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اُردو کیا فارسی کبھی کسی عہد مین میرے پاس فراہم نہین ہوا ۔

مومن

کیا کرون اللہ سب ہین بے اثر ۔ ولولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا

۔ حرف استفہام سے دو متغائر چیزون مین برابری اور مساوات منظور ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہی کہ لفظ کیا کے خواص مین سے ہی کہ جب مکرر آتا ہی تو مساوات کا فائدہ دیتا ہی جیسے ذوق کے اس مصرع مین ۔ ؎

کیا صوفی ہو کیا میکش قائل ہو دونون مین

قلندر

مست ہی رہتے ہین دن کیا رات کیا
مجھ سے بدمذہب کی یارب ذات کیا

سودا

کیا کبوتر کیا ٹٹیری کیا بٹیر | قمری اور تیتر لوے اور ابلقے

ولہ

کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند | جو ردیف و قافیہ کیجے پسند
آپ کہئے مجھکو یہ فرمائیے | جسکو جی چاہے اُسے دکھلائیے

کبھی - حرف استفہام سے دو چیزون مین تفریق منظور ہوتی ہے جیسے -

برق

دولت دنیا کجا جرأت ہمت کجا | شیر قالین فرش سے شیر ژیان ہوتا نہین

حاجی سید محمد اکبر شاہ اکبر

لیلی ہی کہان اور ترا دشت کہان ہے | ای قیس تجھے عشق نہین ہے خفقان ہے

مصحفی

سو تاب ذرہ کہان نور آفتاب کہان | کہان وہ سطوت شاہی کہان غرور فقیر
مقابلہ جو برابر کا ہو تو کچھ کہیے | کہان دبیقی و دیبا کہان پلاس و حریر

صفا

بیجا ہے اسکو سرو ریاض ارم کہون | قد صنم کہان شجر بے ثمر کہان

کبھی حرف استفہام سے کثرت مقصود ہوتی ہے -

امیر

توبہ مے سے کیا پشیمان ہین | زاہدون دیکھ کر گھٹائین ہم

مجید

کتنے نازک خیال ہین ہم بھی | کمر یار لفظ لا سمجھے

مصحفی

ادھر سی ہاتھ سے یکدم نہین چھٹتی ہرگز | کتنا وارفتہ ہے وہ شوخ بھی خود بینی پر

کبھی - حرف استفہام سے تاسف و تحسر منظور ہوتا ہے جیسے -

سودا

کہان بہار کہان ساقی اور کہان ہے شراب | کہان مغنی و مطرب کدھر ہے ناخن و تار

رند

حیف بازار دہر مین اے رند | کیا مین لینے گیا تھا کیا لایا

غالب

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک | کون جیتا ہی تری زلف کے سر ہونے تک

مومن

کہان ہو ربط بتان اب کہ اسکو تو مومن | ہزارون سال ہوے سیکڑون برس گذرے

کبھی حرف استفہام کو حذف بھی کر دیتے ہین کیونکہ جب قرینۂ دالہ موجود ہوتا ہی تو ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہین ہوتی جیسے۔

نسیم

تو قید جفا مین ہے کہ ہم ہین | تو دام بلا مین ہے کہ ہم ہین

یعنی آیا تو قید جفا مین ہی یا ہم ہین مراد یہ ہی کہ تو ہی قید جفا مین ہی۔

سید توفیق مہدوی حیدرآبادی

اُسنے کہا باران غم مین نے کہا رونا مرا | اُسنے کہا برق ستم مین نے کہا ہنسنا ترا

ہوس

مکتب کی طرف کبھی وہ آکر | کہتا تھا انیسون کو سُنا کر
لیلی کو نہین ہوئی رہائی | پڑھنے کو وہ اب تلک نہ آئی

یعنے کیا لیلی کو رہائی نہین ہوئی۔

مثنوی سعدین

تمھین ہو جیب چا[illegible] کرتے تھے | تمھین ہو آہ سرد بھرتے تھے
تمھین آ[illegible] بہاتے تھے صاحب | تمھین چھینین لگاتے تھے صاحب

تمھین جی کھوتے جان گنواتے تھے
تمھین دن رات غل مچاتے تھے

قلق

مثال اُس شوخ کی آنکھون سے اندھا ہی کوئی دیگا | یہ چتون یہ شرارت یہ نگہ ہی [illegible] آہو مین

بیان امر

امر موضوع ہی کسی چیز کی طلب کے واسطے جو بطریق استعلا و بزرگی کے کی جائے اور دلیل استعلا و بزرگی کی یہی ہی کہ جب سامع امر کے صیغے کو سنتا ہے تو اُسکے ذہن مین فی الفور گذرتا ہی کہ متکلم مجھکو اس کام کے واسطے مامور کرتا ہی اور خود آمر بنتا ہے اور شک نہین کہ آمر مامور سے بزرگ ہوتا ہی بعض علماسے جو یہ منقول ہی کہ امر اپنے صیغے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی اس سے مراد یہ ہوگی کہ جو لفظ وجوب فعل کا فائدہ دے وہی امر ہی اور اگر اُنکے قول سے یہ معنی سمجھے جائین کہ امر ایسے کلمے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی کہ جو طلب کے لیے موضوع اور اصطلاح مین امر کا صیغہ کہلاتا ہی تو یہ بات دُرست نہ ہوگی اسلیے آمر کا امر کرنا اس صیغے سے مخصوص نہین اور دوسرے لفظ سے بھی اُس کی مراد حاصل ہوسکتی ہی پس جو لفظ طلب فعل پر استعلائً دلالت کرتا ہو خواہ اسم ہو یا فعل امر ہو یا فعل مضارع ہو وہ امر ہی چنانچہ صیغہ مصدر اس شعر مین طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔ ہ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُسنے کہا	مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی ہی مرے لیے

نسیم

سُنبل مرا تازیانہ لانا	شمشاد انھین سُولی پر چڑھانا

اسی طرح شعر ذیل مین صیغۂ مضارع طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف	آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

رکھیو دراصل رکھے تھا کہ مضارع واحد غائب کا صیغہ ہی اس مین واو زیادہ کردی ہی۔

ولہ

ناکردہ گناہون کے بھی حسرت کی ملے داد	یارب اگر ان کردہ گناہون کی سزا ہے

ملے صیغۂ مضارع ہی اور یہان دعا کے لیے مستعمل ہوا ہے۔

آتش

جب مین جاتا ہون تو مُنھ پھیر کے یون کہتے ہین	نیند آئی ہی ہمین آپ بھی آرام کرین

یعنے آرام کرو۔

میر

میر نہین پیر تم کاہلی اللہ رے	نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے

امانت

فوق دے تجھے قد دلدار کو شمشاد دو نیم	کوئی آوازہ کسا چاہیئے آزادوں پر	

اچاہیئے اور کسا چاہیئے وغیرہ افعال کا نام صاحب دریائے لطافت نے فعل تحریصی اور فوری رکھا ہی ایسے افعال امر کی جگہ استعمال پاتے ہین اور ضرورت پر مشتمل ہوتے مین اگر حاضر سے ساتھ کلام کرنے کا اتفاق ہو تو امر حاضر کے حکم مین ہین اور اگر غائب کے حق مین مستعمل ہون تو امر غائب کے حکم مین ہوتے ہین اور اگر متکلم کے نفس کی طرف اشارہ ہو تو کہنے والے کے نفس کی تحریک سمجھی جائے گی۔

تراب

اگر اسکو نہین باور کرو گے	تو اک قصہ مین کہتا ہون سنو گے	

یعنی اگر اس کو باور نہین کرتے ہو تو اک قصہ مین کہتا ہون تم اسکو سنو۔ امر کا صیغہ مصدر کی علامت دور کر دینے سے حاصل ہوتا ہی اور اس مین تذکیر و تانیث کی ایک صورت ہی جیسے کرنا سے کر اور جب اسکے آخر مین واو زیادہ کر دین تو جمع کا صیغہ بن جائے جیسے کرو اور اگر صیغہ مفرد کے آخر مین واو یا یائے تحتانی مجہول ہو تو واو کو ہمزہ سے بدل دیتے ہین اور یا محذوف ہو جاتی ہی جیسے بو سے بوؤ اور سو سے سوؤ اور لے سے لو اور دے سے دو اور اگر یائے تحتانی معروف ہو تو وہ باقی رہتی ہی جیسے سی سے سیو اور پی سے پیو اور امر مفرد کے بعد ہمزہ اور یائے تحتانی مجہول لگانے سے بھی جمع کا صیغہ حاصل ہوتا ہے جیسے اُٹھ سے اُٹھئے اور بیٹھ سے بیٹھئے اور بعض صیغون مین ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور بھی اضافہ کر دیتے ہین جیسے سے اور کیجیے اور دیجئے اصل کیجئے کی کریے ہی ہمزہ کے ماقبل جیم مکسور اضافہ کر کے رائے مہملہ کو یائے معروف سے بدل لیا ہے اور چونکہ یائے معروف اور جیم مکسور کے قبل فتح کاف کا ثقیل معلوم ہوتا ہی اسلیئے اسکو کسرے سے بدل دیا ہی اور جیم مکسور کے بعد سے ہمزہ کو گرا بھی دیتے ہین بلکہ یہ زیادہ فصیح ہی جیسے کیجیے و بیجیے و دیجیے جب گا اور کیجیے وغیرہ کے آخر مین گا لگا دیتے ہین تو صیغہ فعل مستقبل مفرد کے معنے دیتا ہے اور چونکہ اُن معنی مین تعظیم بھی ہوتی ہے اس لیے جمع کے ساتھ مشابہت رکھتا ہی۔ اور مصدر دینا کا امر بھی امر اور اسکی ضد نہی کے صیغے کے آخر مین زیادہ کر دیا جاتا ہی جیسے پھینکدے اور جب امر کے آخر مین دیا لگا دیتے ہین تو وہ ماضی بن جاتا ہے جیسے پھینکدیا ڈالدیا بڑھا دیا یہ صیغہ فعل کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہی بخلاف پھینکا اور ڈالا اور بڑھا کے مثلاً اس مقام مین اس نے

جس وقت کو تجھے پر سے روپیہ پھینکا مین نے زمین پر گرنے نہ دیا ہاتھ مین لیا" اگر پھینکدیا کہون تو اچھا نہ ہو اور اس جگہہ کہ زید نے غصے کے مارے عمرو کو مجلس سے اُٹھا دیا۔ اٹھا یا مستحسن نہو۔

امر کا صیغہ کئی معنون مین مستعمل ہی جو قرینے سے معلوم ہو جاتے ہین۔

(۱) طلب فعل بر بطور علو شان کے جیسے۔

نسیم

حمالہ جلی ہون کیا کہون مین	داما د کو لا تو ٹھنڈی ہون مین

(۲) تسویہ کے لیے مگر اس مین یہ شرط ہی کہ نہی یا اُس پر عطف ہو جیسے۔

سودا

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو ذرا لگام دو

(۳) دعا کے لیے جیسے۔

مومن

خدایا شکر اسلام تک پہونچا کہ آ پہونچا	لبوں پر دم بلا ہی جوش خون شوق شہادت کا

انیس

یارب چمن نظم کو گلزار ارم کر	اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر

(۴) تمنا کے لیے جیسے۔

قلق

جب نپاتا تھا راہ وہ دلگیر	ہر بگولے سے تھی یہی تقریر
تو ہی اب مجھکو راستہ بتلا	کشور یار کا پتا بتلا

چونکہ بگولہ راستہ نہیں بتلا سکتا لہذا اُسکو تمنا کہینگے نہ ترجی۔

نسیم

بلبل تو چہک اگر خبر ہے	گل تو ہی مہک۔ بتا کدھر ہے

بکاؤلی کو کمال اشتیاق ہی کہ گل کا سُراغ کہین سے ملے اسلیے بلبل اور گل سے پتا بتانے کی درخواست کرتی ہی لیکن یہ محال ہی کہ یہ دونون پتا بتا سکین لیکن چونکہ کمال اشتیاق پر محمول ہے اسکو ہم اسلئے تمنا کہینگے نہ ترجی فرق تمنا اور ترجی مین یہ ہی کہ ممکن چیز کی آرزو کو ترجی

کہتے ہین اور محال و ممکن دونون کی آرزو کو تمنا بولتے ہین۔

(۵) ترجی کے لیے جیسے۔

لالہ بہادر سنگھ دلخوش

ہون ترے ہجر مین جون دیدۂ نرگس حیران ۔ چشم پوشی نہ کر اپنے گنہگار سے مل

آغا شاعر قزلباش دہلوی

آنکھون مین ہی دم آؤ خدا کے لیے آؤ ۔ پھر یہ نہ گلہ ہو مرا رستا نہین دیکھا

عاشق

ایکباری تو خواب مین آؤ + کب سے مشتاق ہم تمھارے ہین

(۶) تہدید یعنی غصے کے ساتھ خطاب کرنے کے لیے۔

ذوق

نہین یہ شیشۂ مے ہی کسی میخوار کا دل ۔ محتسب دیکھ نہ کر دلشکنی خوب نہین

ہمارا مطلب دیکھ سے ہی (مستفاد از فائض المعانی)۔

سودا

یزید کیونکہ اولوالامر ہے بنا ملعون ۔ کیا یہ فرض ہوئی اُسلو جاہ جون شداد

نسیم

بیجا وہ ہوا کہا کہ جا جا ۔ کیسی رانی کہان کا راجا

(۷) عرض کے واسطے مستعمل ہوتا ہے عرض اُس طلب کا نام ہی جو بخلاف استعلا کے عاجزی وانکساری سے کیجائے مگر شرط یہ ہے کہ دعا کی حد تک نہ پہونچے کیونکہ دعا بارگاہ ایزدی سے مخص ہی مثال۔

نسیم

حمالہ کو بھیج آکے لیجائے ۔ شاید تجھے زندہ پاکے پہونچائے

ولہ

کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو ۔ عاشق کی سزا جو بوجھتی ہو
مشکین زلفون سے مشکین کسواؤ ۔ کالے ناگون سے مجھکو ڈسواؤ
تلوار سے ہو جو قتل منظور ۔ ابرو کے اشارے سے کرو چور

زندان مین جو زندہ بھیجنا ہو | اپنے دل تنگ مین جگہ دو

ہوس

یا کہ تو ہی پدر کسی کو اپنا | کب بھاوے ہی دردوغم مین پھنسنا

(۸) کبھی امر برابری کے موقع پر بھی استعمال مین آتا ہے جیسے۔

حالی

بیٹھے بیفکر کیا ہو ہم وطنو | اٹھو اہل وطن کے دوست بنو
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ | ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

اس قسم کو علمائے تازی التماس کہتے ہین مگر محاورۂ اہل ہندو فارس مین التماس اس طلب کو کہتے ہین جو بزرگون سے کرین۔

(۹) تخویف کے لیے لاتے ہین جیسے۔۔

نسیم

حضرت یہ وہی تو ہین خبردار | جا ان سے بنو نیو خبردار

یعنے یہان سے چلا جانہ بونیو اور خبردار کے کہنے سے ظاہر ہو گیا امر یہان تخویف کے واسطے لائے ہین۔

امیر

جا سوے گور غریبان ای حریص مال و جاہ | دیکھ کتنی آرزوئین نذر مدفن ہو گئین

(۱۰) محال چیز کی نسبت امر کیا جاتا ہے۔

انیس

وبکر صدا غور نے دی سر کے بل چلو | بولی سلامتی کہ سلامت چلو

سر کے بل چلنا محال ہی لیکن بسبب ادب اور تعظیم کے امر کیا گیا اور تمنا کے واسطے جو امر کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہی وہ بھی اسی قسم سے ہی۔
کبھی امر کو حذف کر دیتے ہین اور مفعول کو قائم رکھتے ہین مدعا اس سے یہ ہوتا ہے کہ اہمیت مفعول کی ثابت ہو۔

سودا

[illegible] سے لگاؤ | جاے تو یہ پلاؤ پلاؤ

لاؤ صیغہ امر کا محذوف ہی جو نہ لفظ پلاؤ کا ذکر [illegible] امر [illegible] کے اسکی تکرار کی

بغیر اسکے بھی صیغہ امر محذوف ہوتا ہی -

تراب

خانۂ باغیر اسکا بے تکلف ہو تراب	جو کہین مرجلے جھٹ پٹ کتے کتے پلا پلا

کبھی امر کو مکرر لاتے ہین اور اس سے علاوہ تاکید کے ایک لطف پیدا ہوتا ہی جیسے -

دبیر

سرہانو نپہ پڑتا ہی ارے جلد سنبھل چل	نقارے و دمام یہی کہتے ہین کہ چل چل

رباعی

ادبار کا لٹھا حشم و جاہ مین ہے	جاگو جاگو کہ خوف اسی راہ مین ہے
اٹھو اٹھو یہ خواب غفلت کب تک	دیکھو دیکھو اجل کمین گاہ مین ہے

انشا

مرتا ہون اجی زبان سے بولو	بولو مجھ نیم جان سے بولو

انیس

مرے پیارے مرے جانی مرے دلبر اٹھو	ہم پہ تنہائی ہی اٹھو علی اکبر اٹھو

تپش

الٰہی تپش کی مناجات سن	سن اس ملتجی عبد کی بات سن

بیان نہی

نہی اُسے کہتے ہین کہ بطریق استعلا و بزرگی کے قطعی طور پر ترک فعل کا طلب کرنا یا کسی فعل سے روکنا اس حیثیت سے کہ اسلوب کلمہ سے وہ ترک طلب اور روکنا سمجھا جائے اگر اسلوب کلمہ سے سمجھا جائے گا تو وہ نہی نہو ایسی ہٹ جا جو اس شعر مین واقع ہی اس قسم مین داخل نہو گا -

ذوق

سردمہری سے کسی کی [illegible] دل سرد ہی	ہٹ جا یہان سے دھوپ اے ابر بہاران چھوڑ کر

کیونکہ یہان نہی ذات کلمہ سے مستفاد ہو ہی نہ اسلوب کلمہ سے بلکہ یہ صیغہ امر کا ہی اور مراد اس سے اپنے سامنے سے ہٹا دینا اور دور کر دینا ہی اور یہ رعایت امر مین بھی ملحوظ ہے اور بعض نے کہا ہی کہ نہی یہ ہی کہ غیر کو کہین کہ یہ کام مت کر اور بعض نے یون کہا ہی کہ نہی عدم فعل کی طلب کو کہتے ہین مگر یہ صحیح نہین اس لیے کہ عدم فعل ازل سے مستمر ہی پس وہ مخاطب کی قدرت

مین نہوگا ہے یا طلب سے اس کا طلب کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہی اور استعلا سے مراد یہ ہی کہ متکلم اپنی ذات کو بڑا سمجھے گو واقع مین بڑا نہو۔ نہی کا صیغہ امر کے قبل نون مفتوح کے بڑھانے سے بڑھ جاتا ہی جیسے کرسے نکر اور مت کے ساتھ بھی نہی کے صیغے کو استعمال کرتے ہین کہ امر پر اسکے آنے سے امر نہی ہوجاتا ہی جیسے کرے مت کر۔

انشاءاللہ خان دریاے لطافت مین لکھتے ہین ع بر زبان ملاہاے مکتبی شاہ جہان آباد و بعضے ہنود مت حرف نہی باشد مانند مت جا اتھنے" مگر مین نے اسکو شعراے مستند کے کلام مین دیکھا ہے۔

نہی اس طلب ترک فعل پر دلالت کرتی ہی جو فی الفور ظہور مین آئے پس یہی سبب ہی کہ حال مین مستعمل ہوتی ہی اور ماضی و مستقبل مین نہین۔ اور نہی کبھی اپنے اصلی معنون کے سوا اور معنون مین بھی مستعمل ہوتی ہی۔

(۱) دعا جیسے۔

لالہ ہندو لال طالع

مت پوچھ کچھ حساب یونہین بخشدے مجھے	مجرم تو ہون پہ عفو سراسر سے ہے غرض

ظفر

اگر خوشی اس دل مغموم سے جاہی آمیز	وصل مین ہجر تو مت بھیجو الٰہی آمیز

رند

نکر عوض مرے جرم و گناہ بیحد کا	الٰہی تجھکو غفور الرحیم کہتے ہین

غالب

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد	مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

(۲) تسویہ کے لیے مگر اس مین یہ شرط ہی کہ امر کا اسپہ عطف ہو جیسے۔

میر محمدی بیدار

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ	اب تیرے شکار ہوگئے ہم

میرے نزدیک یہان تخییر کے لیے ہی دوسری مثال۔

میر حسین تسکین

تم غیر سے ملو نہ ملو مین تو چھوڑ دون	گر اس وفا پہ کوئی کہے بے وفا نے مجھے

یہاں بھی تخیّر کا مطلب نکلتا ہے اور تسویہ کے ساتھ تخیّر کے معنے بھی دوسرے شعر مین لیے جائین تو کوئی مضائقہ نہین مگر پہلے شعر مین خالص تخیّر ہے جس کو خواہ کے لفظ نے ترجیح دیدی ہے۔

(۳) تہدید و زجر و توبیخ کے لیے جیسے۔

نور ورخان

مت اسر مرا اے ناصح جاہل اگر	پھر بھی جاتا ہی نصیحت سے کہین دل اگر

نسیم

... ے سے بھی کر نہ یاد آدم	پھر گھر وہی - تو وہی - وہی سم

(۴) غرض کے لیے جیسے۔

مذاق

ہیبت سے ہجر کی دل وزہرا ہوا ہی آب	مت رکھ بروح فاطمہ زہرا فراق مین

غرض یہی جناب امیر علیہ السلام مین ہے۔

ہوس بجنو زبانی باپ سے

بہتر ہے پر اب یہ اے خردمند	بچھ مجھکو نہ کر نصیحت و پند
اب نوع دگر ہے حال میرا	زنہار نہ کر خیال میرا

(۵) برابری کے لیے ہم مرتبہ سے ترک فعل ... کرانے کو جیسے۔ ع

دوستو مجھسے جو کہتے ہو نہ تو یار سے مل	اُسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

(۶) تخویف کے لیے جیسے۔

میر

آخانہ خرابی اپنی مست کر	قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

نہی کو امر کی طرح کر کر بھی لاتے ہین جیسے۔

وزیر

نہ پوچھو تم مرے آنسو نہ پوچھو	لگے گا کوئی تمکو خوشہ چین ہے

بیان ندا

طلب توجہ کو کہتے ہین اور جس اسم کے مسمے کی توجہ طلب کی جاتی ہے وہ منادی کہلاتا ہے

اور وہ جملہ متضمن اظہار مکار رسیکی غرض کا کہ منادیٰ کے ساتھ واقع ہوتا ہی مقصود بالندا یا جواب ندا کہلاتا ہی اُردو مین اسکے واسطے بہت سے حروف مقرر ہین۔ اے۔ او۔ ارے۔ اری۔ ابے۔ اوبے۔ ہوت۔ اجی اور رے۔ اوری۔ اوجی۔ یہ حروف منادے کے ساتھ آتے ہین یعنے جس کو توجہ مطلوب ہوتی ہے اُسکے نام کے اول یا آخر مین اُن حرفون مین سے کوئی حرف لگایا جاتا ہے ان مین سے اجی معرفہ کے لیے آتا ہے جیسے اجی مرزا محمد علی صاحب باقی تمام نکرہ کے لیے آتے ہین یا ایسے معرفہ کے لیے آتے ہین جو غیر معلوم ہو اور معرفہ غیر معلوم عبارت ہی شخص کے کسی صفت کے ساتھ متصف ہونے سے یا دوسرے سے کسی نشان کے ساتھ ممتاز ہونے سے مثال نکرہ جیسے او بھایا او میان ارے آدمی یا اری لڑکی یا اور اے مچھوکرے یا ابے لڑکے اور اے بھائی وا وجی بی صاحب اور جب منادے کی تحقیر و تذلیل منظور ہوتی ہے یا کم قدر کو منادے کرتے ہین تو یہ حروف معرفہ کے ساتھ بھی مستعمل ہوتے ہین جیسے اورلے بیل اور اری رانے بیل اور رابے بیل ہوت یا اوجی بی لکھو یا اے چنبیلی یا اوری یاسمن اسی طرح مذکر کے لیے مثلاً او مٹرو اور ارے کلوا اور ابے لکھوا اور اوبے کریم بخش اور کریم بخش ہوت مثال معرفہ غیر معلوم کی او جانے والے یا اولال پگڑی والے یا ارے انا کے لڑکے یا ارے لگڑلون والے ہوت یا انا جی ہوت یا اجی سُرخ دوپٹے والی ذرا ادھر تو دیکھو اور فارسی کا الف ندا بھی زبان ریختہ مین مستعمل ہے جیسے ناصحا۔ ساقیا۔ جانا۔ یعنے اے ناصح۔ اے ساقی اے جان۔

	سودا	
خدا کے واسطے خاموش ناصحا بیدرد	لگے ہی بات تری مجھکو تیر سی دل مین	

	درد	
ساقیا یان لگ رہا ہی چل چلاؤ	جب تلک بس چل سکے ساغر چلے	

	عبد اسبحان جان بجان	
جان و دل سے قبول سب جانا	پر گلی ہین تری ہمین آنا	

اور جبکہ ندا کے یہ معنی ہین کہ کسی کی توجہ کو اپنی طرف طلب کرنا تو شرط ہی کہ منادے حاضر نہ غائب مگر غائب کو بھی حاضر تصور کر کے ندا کرتے ہین جیسے اس شعر مین ناظم کے ؎

اے اہل شام تمکو خوف خدا نہ آیا	پر رحم کیا ظلم کا کس زلف عنبرین	

نواب یوسف علی خان ناظم رام پور ملک روہیلکھنڈ کے رئیس تھے اور سنہ ۱۲۸۳ ہجری مین وفات پائی ہے اور حضرت امام حسین کو اہل شام نے سنہ ۶۱ ہجری مین شہید کیا تھا مگر نواب صاحب نے اہل شام کو حاضر سمجھ کے ایسا کہدیا۔

سودا

دماغ جھڑ گیا آخر ترانہ اے نمرود	چلا نہ پشے سے کچھ بس تری خدائی کا

کبھی طلب کے صیغے کو غیر طلب کے موقع پر استعمال کرتے ہین جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) کبھی مدح منظور ہوتی ہی جیسے۔

حالی

ای نازش برطانیہ اے فخر بر ترک	ای ہند کے گلے کی شان ہند کی قیصر

غالب

ای شہنشاہ فلک منظر دبے مثل و نظیر	ای جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل

امیر

ای خوشا وہ سرزمین جاتین جدھر اسکے قدم	ای خوشا کشور ہے جسکی طرف اُسکی عنان

داغ

[illegible]	[illegible] بدل ہو گئی آسانیون سے میری شوا[illegible]

(۲) تاسف و تحسر منظور ہوتا ہی جیسے۔

انیس

ای روشنی خانۂ زہرا ترے صدقے	ای باپ کے عاشق مرے شیدا ترے صدقے
ای تشنہ لب و بیکس و تنہا ترے صدقے	ای رہرو فردوس معلےٰ ترے صدقے

اگر کہا جاے کہ ترے صدقے اور تشنہ لب اور بیکس و تنہا اور رہرو فردوس معلی سے تحسر و افسوس مستفاد ہوتا ہی پس لفظ ای کو اس باب مین دخل نہ ہوگا تو ہم جواب دینگے کہ تحسر و افسوس ایک ایسا امر ہی جو کمی بیشی کو قبول کرتا ہی اس صورت مین جو کچھ اُن الفاظ سے مستفاد ہوتا ہی لفظ ای سے اُس مین زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔

ولہ

بانو سر اصغر کے قریب آ کے پکاری	ای لال جھنڈولے ترے بالو نپہ مین واری

(۳) کبھی شفقت منظور ہوتی ہی جیسے۔

میر حسن

اری چارون کے یہ ہین آشنا	ملا دل کو آخر کرے ہین جدا

(۴) کبھی تمسخر اور خوش طبعی کے واسطے آتا ہی۔

ارشد

اجی شیخ جی زر سے ہے مہکتی	جو مفلس ہوا پارسا ہوگیا

یہان ندا تمسخر و استہزا کے لیے ہی۔

میر حسن

یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا	لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا
مین سمجھی ترا دل گیا ہے ادھر	بہانے تو کرتی ہی کیون مجھپہ دھر

یہان ندا خوش طبعی کے لیے ہی۔

(۵) برانگیختہ کرنے کے لیے جیسے۔

قلق

ارے او بے مروت او جلاد	ارے او ظالم او ستم ایجاد

یہان ایک تو لفظ ارے ہی اور دوسرا او بس اگر ایک ندا کے لیے مانا جائے تو ایک لفظ کو زائد ماننا پڑے گا۔

طور

ارے اے بیمروت تجھکو دل دینا نہین لازم	کوئی پیدا تو کر لیوے ہمارا سا جگر پہلے

مرزا جابر جابر

دشمنون سے تری سازش ہی ارے او دشمن	گو کہ دشمن ہی ترا دوست ہی پر اپنا سا

ذوق

نفس کی آمد و شد ہی نماز اہل حیات	جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

(۶) حقارت و تذلیل منظور ہوتی ہی جیسے۔

جوش شاگرد

مین جو کہا تجھ بن کیا کیا نہ الم گذرا	بولا کہ ابے تیرا رونا ہی جنم گذرا

(۷) کبھی واسطے کمال بے طاقتی اور کثرت شوق کے کہ ایک قسم کا جنون اُس سے ظاہر ہوتا ہے استعمال کرتے ہین اسی قبیل سے ہے یہ کہ صبا عشق نسیم اور دل وغیرہ کو مناد ٹھہراتے ہین مثال اسکی۔

درد

جس جا اہل صفا بتا تو ہمکو	اے آئینہ کس کے گھر گئے ہم

حالی

اے بہار کے جھونکو ٭	دہرنا یا نذار سے دھوکو
اے لب جو کی ٹھنڈی ہوا	اے پہاڑون کی دلفریب فضا
یون تو ہر حال ہین ہوا ئیے عزیز	پر وطن ہین تھے تم کچھ اور ہی چیز

نسیم

سنبل مرا تازیانہ لانا ٭	شمشاد انھین سولی پر چڑھانا
او خار پڑا ترا نہ چنگل ٭	مشکین کس ہین نہ تو نے سنبل
او باد صبا ہوا نہ بتلا	خوشبو ہی سونگھا بتا نہ بتلا
بلبل تو چہک اگر خبر ہے	گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے

گفتگو ہین مناد ے پر حرف ندا نہین لگاتے ہین۔ جناب خان صاحب۔ یا جناب قبلہ یا جیسا مخاطب ہو ویسا خطاب کرکے بولتے ہین کسی کے گھر جا کر پکارتے ہین جناب میر صاحب خان صاحب۔

مولوی غلام غوث وجد

زلف کی بو اور دماغ عدو	باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا

یعنی اے باد صبا تجھکو یہ کیا ہو گیا کہ اسکی بو دماغ عدو تک پہونچا دی۔

شاطر

ہے مرغ دل اسیری کے واسطے گلدام	نہین ہین نشہ کے ڈورے جناب آنکھون ہین

صنعت

قتل ناحق کیا تو نے جسے تلوار گھسیٹ	لاش کو اُسکی نہ ظالم سر بازار گھسیٹ

زیادہ تر حرف ندا علم پر نہین لگاتے اسلیے کہ علم کثرت سے منادے ہوتا ہی پس اگر حرف ندا حذف

بھی ہو جائے گا تب بھی خصوصیت مین فرق نہین آئیگا۔

انیس

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینون کو

میر صادق علی صفدر

صفدر کہین اُسکے کہا تھا گل سرو
سیدھی اُس شوخ نے کیا یہ سنائین مجکو

منادے جمع ہو تب بھی حرف ندا نہین لاتے۔

ذوق

گلو یہ کہ گئی کیا کان مین تمھارے صبا
کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہین سماتے ہو

حالی

مقبلو مدبرون کو یاد کرو
خوش دلو غمزدون کو شاد کرو

سوز

سوز سے مت دل لگاؤ مشفقو پچھتاؤ گے
کاہش جان ہی غریب و میہمان کا اختلاط

کبھی منادے بھی حذف ہو جاتا ہی اور اسکے کئی سبب ہوتے ہین
یا رعایت وزن کے لیے بشرطیکہ قرینہ سیاق کلام موجود ہو۔

مصحفی

آج دعا مانگے ہی تجھسے یارب
ای کہ ہے ذات تری سب پہ غفور و رحیم

یا تعمیم کے لیے کہ سننے والے کا ذہن جس طرف چاہے میل کرے۔

سودا

ای وہ ہی تیرے عدل کی نسبت بخاص و عام
نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام

یعنے ای ممدوح یا ای معظم یا ای نواب یا ای عادل دوران وغیرہ وغیرہ۔ اسی قبیل سے ہی۔

غالب

اے ترا غمزہ یک قلم انگیز
اے ترا ظلم سر بسر انداز

یعنے ای معشوق یا ای پیارے یا ای دلبر وغیرہ وغیرہ۔
کبھی جواب ندا محذوف ہوتا ہی جیسے۔

انیس

آواز دی زمین نے کہ یا حافظ جہان	دہشت سے تھرتھرا گیا مریخ آسمان

اور تکرار منادے کے موقع پر ہمیشہ جواب ندا محذوف ہوتا ہی جیسے۔

تراب

خاتمہ بالخیر اُسکا بے تکلف ہو تراب	جو کہین مرجائے جھٹ پٹ کہتے کہتے یار را

ہوس

لیسلی لیسلی جو تو پکارا	تب راز ہوا یہ آشکارا

بیان دعا

خدا کے سامنے عاجزی اور انکسار ظاہر کرکے کوئی چیز مانگنے کو دعا کہتے ہین دعا کیواسطے جو صیغہ مخصوص ہی وہ بحث مضارع کے صیغۂ واحد غائب سے بنتا ہی اکثر حرف آخر کے بعد واؤ اور لگا دیتے ہین جیسے کرے سے کریو اور سُنے سے سُنیو اور دیکھے سے دیکھیو وغیرہ اور جب کبھی آخر مین واؤ لگاتے ہین تو حرف سوم مضارع کو جیم سے بدل لیتے ہین مثلاً دیوے سے دیجیو اور لیوے سے لیجیو وغیرہ مثال دعا کی۔

غالب

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا	رکھیو یا رب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا

ولہ

جس زخم کی ہوسکتی ہو تدبیر رفو کی	لکھ دیجیو یا رب اسے قسمت مین عدو کی

کبھی دعا کے صیغون کو اور موقع پر بھی استعمال مین لاتے ہین چنانچہ امر بطریق استقبال کے معنی مین آتا ہی امر بطریق استقبال کے معنی یہ ہین کہ امر کے صیغے مین معنی امر کے بحال رہین مگر ظہور فعل کا آیندہ پر موقوف ہو اور صیغہ اسکا دعائیہ یا مصدر رہوتا ہی۔

غالب

دیکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف	آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

اسی طرح نہی کے مقام پر [illegible] صیغہ آتا ہے جیسے جوش۔

توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہمکو
کرامت دیجیو اے ناتوانی دوش سے ہمکو

غالب

ہرچند کہیں کہ ہے نہیں ہے	ہان کھائیو مت فریب ہستی

۱

وجہ حصر انشاے طلبی کی یہ ہی کہ انشاے طلبی کا تقاضا یہ ہی کہ مطلوب ممکن ہو یا یہ کہ غیر ممکن پس دوسری قسم تمنا ہی اور پہلی صورت مین اگر اُس کے ساتھ کسی شے کا حصول مطلوب ہو صیغہ ترجی کے ساتھ تو اُسے ترجی کہتے ہین اور اگر بغیر ترجی کے طالب کے ذہن مین وہ مطلوب ہی تو استفہام کہتے ہین اور اگر اُسکے ساتھ کسی امر کا حصول خارج مین منظور رہی تو دو حالت سے خالی نہین کہ اگر وہ امر کسی فعل کا انتفاء ہے تو وہ نہی ہے اور اگر کسی کا ثبوت ہے تو اُس صورت مین اگر کسی حرف ندا کے ساتھ اُس کا ثبوت ہے تو اُسے ندا کہتے ہین اور اگر حرف ندا کے ساتھ نہین تو دعا کہلاتا ہی اور دعا بھی علماے نحو کے نزدیک امر و نہی مین داخل ہے اور فرق علماے معانی و منطق نے کیا ہے نحوی اس فرق کو نہین مانتے یہ اُنکی خاص اصطلاح ہی۔

کبھی جملۂ خبریہ جملۂ انشائیہ کے موقع پر آتا ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہی جیسا کہ کہتے ہین اُمید ہے کہ کل آپ کچہری مین ملین گے اور مطلب اس سے یہ ہی کہ تم کل کچہری مین ملنا اور اس حیثیت مین اسواسطے کہتے ہین کہ مخاطب کو گوارا نہین کہ مین دروغ گو ٹھہرون یعنی ملنے کا وعدہ کرون اور نہ ملون اور کبھی جملۂ شرطیہ دعا کے محل مین واقع ہوتا ہے چنانچہ تائیدات قصائد مین اس قسم کے جملے بہت ہوتے ہین۔

ذوق

الٰہی یہ بہادر شاہ شاہ ہفت کشور ہو	سپہر ہفت آسمان جب تک کہ دور ہفت اختر ہو

ساتوان باغ فصل و وصل کے بیان مین

فصل اصل ہی اور وصل اُسپر طاری اور عارض ہے اسلیے کہ کسی حرف کی زیادتی سے وصل پیدا ہوتا ہی لیکن ہم وصل کو اسلیے پہلے بیان کرتے ہین کہ وہ بمنزلے ملکے کے ہی اور فصل بمنزلے عدم کے اور ظاہر ہی کہ اعدام بغیر اپنے ملکات کے سمجھ مین نہین آسکتے پس جاننا چاہیے کہ عطف کبھی ایک مفرد کا دوسرے مفرد پر ہوتا ہی اور کبھی ایک جملے کا دوسرے جملے پر ایک مفرد کے دوسرے مفرد پر اور ایک جملے کے دوسرے جملے پر عطف کرنے کو وصل کہتے ہین۔

جس پر عطف کیا جاتا ہے معطوف علیہ اور جسکا عطف کرتے ہین معطوف۔ اتنا ہی اور فصل اسے
کہتے ہین کہ جسکی شان سے عطف ہو اسکا عطف ترک کردینا مفرد کی مثال۔

ترے دندان ولب نے کردیا بے قدر عالم مین | گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو

دندان معطوف علیہ ہی اور لب معطوف اور دونون فعل کردیا کے فاعل ہین اور یہی
مناسبت عطف کی ہی۔

آ[illegible]

صبح امید و شب وصل کو یک جا دکھا | آگئے جب ترے عارض پہ برابر [illegible]

صبح امید معطوف علیہ اور شب معطوف ہی اور یہ دونون دکھائے مفعول ہین ور عطف
کی یہی مناسبت ہی۔
اور عطف ایک جملے کا دوسرے جملے پر چار حال سے خالی نہین۔
(۱) خبریہ کا خبریہ پر جیسے۔

حالی

کھودیا مین نے نشان سلطنت شخصی کا | اور دنیا سے غلامی کو مٹا کر چھوڑا

اس شعر مین پہلا مصرع معطوف علیہ ہی اور دوسرا معطوف اور دونون جملے فعلیہ ہین۔
(۲) انشائیہ کا انشائیہ پر جیسے۔

تپش

خدا جانے اسکے تھا دل مین کیا | لے اب جام مے اور مجھکو پلا

جام مے لے معطوف علیہ ہی اور مجھکو پلا معطوف

مومن

نالہ اک دم مین اڑا دوے دھوئین | چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

چرخ کیا معطوف علیہ ہی اور چرخ کی بنیاد کیا معطوف اور دونون جملے انشائیہ ہین کیونکہ
استفہام کو متضمن ہین۔
(۳) خبریہ کا انشائیہ پر۔
(۴) انشائیہ کا خبریہ پر۔ پہلی اور دوسری قسم تو بہت شائع ہی تیسری اور چوتھی عربی

مین مختلف فیہ ہی اور فارسی مین قلت کے ساتھ کلام مین پایا جاتا ہی اُردو مین بھی یہی حال ہی

میر

نشست و شو کا اُسکے پانی جمع ہو کر مہ بنا | اور منہ دھونیکے چھینٹون کے یہ تارے دیکھیے

پہلے مصرع مین جملۂ خبریہ ہی اور دوسرے مین جملۂ انشائیہ اور انشائیہ کا عطف خبریہ پر کیا ہے -

ولہ

رونے کی ہے جا کہ آہ کریے | اور دل مین ترے اثر نہووے

پہلا جملۂ انشائیہ ہی کیونکہ کریے امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہی اور دوسرا جملہ خبریہ ہی نہ ہووے مضارع واحد غائب کا صیغہ ہی جو اس جملۂ اسمیہ مین رابطۂ زمانی واقع ہوا ہی اور عطف جملۂ خبریہ کا انشائیہ پر درست نہین لیکن اُس صورت مین کہ انشا خبر کے معنے مین ہو چنانچہ ع

رونے کی ہی جا کہ آہ کریے

اس مصرع کے یہ معنی ہین رونیکی جا ہی کہ آہ کرین -

جملون مین فصل و وصل کس کس حالت مین واجب ہی

(۱) جب ایک جملہ دوسرے جملے کے بعد آئے تو دیکھنا چاہیے کہ پہلا جملہ اعراب کے محل مین ہے یا نہین اور محل اعراب مین ہونے سے یہ مُراد ہی کہ مبتدا کی خبر ہو یا حال ہو یا صفت یا مفعول ہو پس اگر اعراب کے محل مین ہی تو اُسوقت پھر خیال کرنا چاہیے کہ اگر اُس سے یہ مقصود ہی کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگائین مثلاً پہلا مبتدا کی خبر ہی اور دوسرے کو بھی اسی مبتدا کی خبر بنائین یا پہلا صفت ہی اور دوسرے کو بھی صفت بنائین یا پہلا حال ہی اور دوسرے کو بھی حال بنائین یا پہلا مفعول ہی اور دوسرے کو بھی مفعول بنائین تو ضرور ہی کہ پہلے پر دوسرے کا عطف مثل مفرد کے کرین پس اگر واو عطف یا کلمۂ اور کے ساتھ عطف کیا جائے تو شرط عطف قبول کرنے کی یہان ایک مناسبت ہوگی جسکی وجہ سے دونون جملے جمع ہو سکین گے اور مفردون پر عطف مین بھی یہی مناسبت ضرور ہوتی ہی اس مناسبت کو علماے معانی جہت جامع کہتے ہین اور اگر جہت جامع حکم اعراب مین نہوگی تو فصل متعین ہی عطف نہین کیا جائیگا مثال وصل کی -

آزاد

بچائیگا عرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا | دیکھو کمایا کس نے ہی اور کون اُڑائیگا

کمایا ہی اور ارانے کا عطف [illegible] پاہی کیونکہ دونون جملے دیکھو کے مفعول ہین پس یہان دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگانیکے یہی معنے ہین کہ پہلا مفعول ہی تو دوسرے کو بھی مفعول بنایا ہی یہی حال جرأت کے شعر مین ہی ؎

دیکھا جو کل اسنے میرے جی کا کھونا ۔۔۔ اور بھرنا آہ سرد ہر دم رونا

رشک

کہدو بسمل سے اک ہاتھ جگر پر رکھے ۔۔۔ اور اک ہاتھ سے تھامے رہے دامن انکا

امیر

موت کہتی ہی کہ دیتے تو حسینون پہ ہین جان ۔۔۔ اور مجھے مفت لیے مرتے ہین مرنیوالے

ذوق

تو جو ہو حامی اسلام تو بتخانے مین ۔۔۔ بت کرے قصد نماز اور کہے ناقوس اذان

کہے ناقوس اذان کا عطف بت کرے قصد نماز پر کیا ہی کیونکہ دونون ایک شرط کے جزا ہین۔ چونکہ واو عطف مین جہت جامع کا ہونا ضرور ہی اس بنا پر کہ سکتے ہین کہ نذر محمد خان بی اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس دہلی کے اس شعر مین

بینش جسے ہو اسکا ہی عالم مین راج ہی ۔۔۔ اسکی مراد حاصل و روشن چراغ ہے

عطف معیوب ہی اسلیے کہ اسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین کوئی مناسبت نہین پس یہ عطف غیر مقبول ہی یہی وجہ ہی کہ انشانے ان ترکیبون مین عطف نہین کیا ہی ؎

فروغ مے سے نہ کیونکہ ہو وے ایاغ روشن مراد حاصل ۔۔۔ مثل یہ مشہور ہی جہان مین چراغ روشن مراد حاصل

اسی طرح فلان پانی پیتا ہی اور شعر کہتا ہی یہ عطف بھی نامقبول ہی فصحا کے کلام مین ایسا عطف نہین ہوتا اور جامع سے مراد وصف خاص ہے ورنہ اسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے مین اسی طرح پانی پینے اور شعر کہنے مین بھی امر جامع موجود ہی لیکن ان مین کوئی خاص وصف پایا نہین جاتا۔

اسی قبیل سے ہین یہ اشعار راسخ کے۔

یعنے چھلتا ہے کھوے سے وان کھوا ۔۔۔ اور صدا لانی ہی کانون مین ہوا

سود ہی نقصان ہین ای خوش صفات ۔۔۔ [illegible] شیرین [illegible] فنا ہین سب حیات

(۲) اگر دوسرے جملے کو [illegible] اعراب کا [illegible] لگانا اور دوسرے کو پہلے کے حکم مین شریک بنا

مقصود نہو تو اس موقع پر فصل کرنا چاہیے کیونکہ ایسے جملون مین دوسرے کا مقصود با
ہونا متصور نہین ہوتا اس لیے کہ یہان پہلے اور دوسرے کے درمیان کوئی نسبت
نہین ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لیکے رہ گئے	صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

اس شعر مین مصرع ثانی کا عطف پہلے پر نہین تا نہ مفعول کے اختصاص مین شریک نہو جائے کیونکہ مفعول اور ظرف وغیرہ کی تقدیم اختصاص کا فائدہ بخشتی ہے پس اگر عطف کرینگے تو لازم آئے گا کہ معشوق کو خاص آئینہ دیکھنے کی حالت مین دل نہ دینے پر غرور تھا حالانکہ یہ مقصود نہین۔

ولہ

مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب	مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

مصرع ثانی پہلے مصرع پر معطوف نہین اگر معطوف کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اسکو مانا کا مفعول ٹھہرائین سو یہ ہرگز مراد نہین پس ترک عطف کیا گیا تا کہ یہ وہم نہو کہ متکلم کے ماننے ہو ونمین سے ہی

ولہ

... مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو	دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

بوسہ بغیر التجا کیے دینے لگا ہے پہلے جملے پر معطوف نہین تا کہ یہ دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اختصاص بالظرف مین شریک نہو جائے کیونکہ ظرف کی تقدیم نے پہلے جملے کو خصوصیت بخشی ہے یعنی بوسہ دینے کی عادت کا پڑنا غیر کی صحبت کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے دوسرے جملے مین یہ منظور نہین کہ بغیر التجا کے غیر کی صحبت مین وہ بوسہ دینے لگا ہے اسلیے کہ یہان بوسہ بغیر التجا دینا بغیر خصوصیت کے منظور ہے۔

جان صاحب

کون کہتا ہے ہم سے بولو تم	منھ تو گھونگھٹ سے اپنا کھولو تم

دوسرے مصرع کا عطف ہم سے بولو تم پر نہین اسلیے کہ اگر اُس پر عطف کرینگے تو یہ بھی کون کہتا ہے کا مفعول ہونے مین اُس کا شریک ہو جائیگا اور قائل کا یہ مقصود نہین وہ تو یہ چاہتا ہے کہ معشوق اگر زبان سے نہ بولے تو منھ ہی دکھا دے۔

(۳۳) اگر پہلے جملے کے لیے محل اعراب سے نہو اور پہلے جملے کا دوسرے کے ساتھ ربط مقصود ہو تو عطف کرتے ہین مگر اُس حرف کے ساتھ جو واو یا اور کے سوا ہو جیسے کہتے ہین زید آیا پس عمرو آیا زید گیا پھر عمرو گیا اور ایسے عطف کے لیے کوئی دوسری شرط نہین ہوتی کیونکہ حروف عاطفہ مین سے واو یا اور شرکت اور جمعیت کیلیے ہین اور ترتیب یعنی تقدیم و تاخیر مقصود نہین ہوتی اور نہ معیت مقصود ہوتی ہی مثلاً جب کہتے ہین میرے پاس زید اور عمرو آئے تو یہ فرق نہین کرتے کہ کون آگے آیا اور کون پیچھے اور نہ یہ لحاظ ہوتا ہی کہ ساتھ آئے اور واو یا اور کے سوا دوسرے حروف عاطفہ سوائے اشتراک کے دوسرے معانی بھی دیتے ہین چنانچہ پس فائدہ جمعیت با ترتیب و بے مہلت کا دیتا ہی یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ معطوف بلحاظ ترتیب کے معطوف علیہ کی نسبت مین شریک ہی مگر مہلت اور تاخیر نہین ہوتی گو عرف مین اس ترتیب کو تاخیر خیال کیا جاتا ہی اور حکم کا ثبوت معطوف علیہ کے لیے معطوف سے قبل ہوتا ہی اور اس قبلیت کی دو قسمین ہین -

(۱) باعتبار وجود کے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ حرف تعقیب کے لیے آتا ہے دوسری صورت یہ کہ تفریع کے لیے ہوتا ہی تعقیب یہ ہی کہ معطوف کو باعتبار زمانے کے تاخیر ہو اور اول کو ثانی کے وجود مین کوئی دخل نہو جیسے زید آیا پس عمرو جبکہ اول زید آیا ہو اسکے بعد عمرو بغیر مہلت کے آیا ہو لفظ پس اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ عمرو بلحاظ ترتیب کے زید کی نسبت مین شریک ہی مگر ایک کا آنا دوسرے کے آنے کی شرط و علت نہین بلکہ تقدیم و تاخیر اتفاقی ہی تفریع یہ ہی کہ معطوف علیہ کو باوجود تقدم ذاتی و زمانی دونون کے معطوف کے وجود مین داخل ہو مثال اسکی -

امیر الدین شوخ

پس غریبوں سے بہت لازم ہی ملنا عید کا	اولیا و قطب رہتے ہین فقیری بھیس مین یا

اولیا و قطب کے فقیری بھیس مین رہنے کو غریبون سے ملنے کے اوپر تقدم ذاتی اور زمانی ہی اور اولیا و قطب کا فقیری بھیس مین رہنا سبب ہی غریبون سے ملنے کا -

(۲) صرف باعتبار ذکر لفظی کے معطوف علیہ معطوف سے قبل ہوتا ہی وجود زمانیکی وجہ سے تقدیم و تاخیر نہین ہوتی اور یہ وہان ہوتا ہی جہان عطف مفصل کا مجمل پر ہو جیسے فعل باعتبار اصالت کے دو قسم پر ہی ایک ماضی دوسرا مضارع پس ماضی وہ ہی جو گذرے ہوئے زمانے پر

دلالت کرے اور مضارع وہ ہی جو زمانۂ موجودہ اور آیندہ پر دلالت کرے۔
پھر فائدہ جمعیت کا مع ترتیب و مہلت کے دیتا ہے اور یہ عام ہی اس سے کہ باعتبار عطف زمانے کے ہو جیسے زید گیا پھر عمرو گیا جبکہ عمرو کا جانا زید کے جانے کے بعد مُہلت کے ساتھ وقوع مین آیا ہو۔

معبود شاہ رند

کہو کیا ہے نقیہ کا جامہ	پھر بتا کیا ہی اُسکا عمامہ

یعنے پہلے یہ بتا پھر وہ۔

نظیر

یہ کچھ بہروپ پن دیکھو کہ بنکر شکل دہکی	بکھرنا سبز ہونا لہلہانا پھر سمٹ جانا

ظفر

پہلے تو دل مین محبت کا شجر پیدا ہوا	پھر لگے حسرت کے گل غم کا ثمر پیدا ہوا

یا باعتبار ارتفاع مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے اس شعر مین میر کے۔

کیا کیا نہ گیا اُس بن صبر اور دماغ و دل	رونق گئی بشرے کی پھر نور بھی دیدوں کا

سودا

یزید کو تو مسلمان ہے ہوا نسناس	پھر اُسکو کہکے اولوالامر مین کرے ہی یاد

یا باعتبار انحطاط مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے ویسرائے آئے پھر اُنکا اسٹاف آیا۔
فائدہ کلمۂ یا جو تردید کے واسطے آتا ہی جب دو جملۂ انشائیہ کے درمیان واقع ہو تو ہر چند یہ دونون جملے صورت مین منفصلہ ہون لیکن پہلا جملہ بحال رہتا ہی اور حرف عطف کے حذف کر دینے پر دوسرا جملہ شرطیہ متصلہ بن جاتا ہی چنانچہ۔

مہتاب رائے تاب

یا تنگ نکر ناصح نادان مجھے اتنا	یا چلکے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

کیونکہ مطلب یہ ہی کہ یا تو مجھے تنگ نکر اگر تنگ کرتا ہی تو تُو مجھے ایسا دہن اور ایسی کمر دکھا دے۔

خواجہ اکبر[illegible] اکبر

یا پھینک دیجے پہلے سے دل اب	یا دل سے [illegible] کے ارمان جائیے

مطلب یہ ہی کہ یا تو آپ پہلو کو چیر کے دل پھینک دیجیے اگر ایسا نہین کرتے تو دل سے [illegible] ب ارمان

نکال کے جائیے۔

یاد رکھو کہ اگر جملے مین محکوم علیہ و محکوم بہ مفرد ہونگے تو اُس کو قضیۂ حملیہ کہین گے اور اگر مفرد نہ ہون تو اُس کی دو حالتین ہین اگر حکم اتصال کا ہی تو شرطیہ متصلہ کہین گے اور اگر حکم انفصال کا ہی تو شرطیہ منفصلہ بولینگے اتصال سے مُراد یہ ہی کہ شرطیہ مین ایجاب کی حالت مین ایک نسبت کے ثبوت کا حکم دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر ہو جیسے اگر زید انسان ہی تو حیوان ہی اور سلب کی حالت مین ایک نسبت کی نفی کا حکم دوسری نسبت کی نفی کی تقدیر پر اور انفصال یہ ہی کہ دو نسبتون مین حالت ایجاب مین منافات کا حکم ہو اور سلب کی حالت مین نفی منافات کا حکم ہو مثلاً کہین کہ یہ عدد جفت ہے یا طاق ہے ظاہر ہے کہ کسی عدد مین زوجیت اور فردیت جمع نہین ہو سکتین اور نہ دونون مرتفع ہو سکتی ہین۔ خلاصۂ کلام یہ ہی کہ جب کہ دوسرا جملہ پہلے پر ایسے عاطف کے ساتھ جو واؤ یا اور کا غیر ہو عطف کیا جائیگا تو فائدہ حاصل ہو جائیگا اور وہ یہ ہے کہ ان حروف کے معانی ظاہر ہو جائینگے بخلاف واؤ کے کہ وہ صرف جمعیت اور اشراک کا فائدہ بخشتا ہے پس یہ اُسی مین ظاہر ہوگا جس کے لیے حکم اعراب ہو جیسے مفردات اور وہ جملے جنکے لیے محل اعراب ہو پس اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ عطف سوائے واو یا اور کے دوسرے حرف کے ساتھ اپنے فائدہ بخشنے مین درمیان معطوف علیہ اور معطوف کے اُس مناسبت کے ہونے کا محتاج نہین جس کا نام ہمنے جہت جامع رکھا ہے اور وہ فائدہ جو مناسبت کا محتاج نہین خود ان حروف کے معانی ہین بخلاف اُس عطف کے جو واؤ یا اور کے ساتھ ہو کہ اُس سے صرف معطوف علیہ معطوف کے درمیان جمعیت و اشتراک کا فائدہ حاصل ہوتا ہے پس جب پہلے جملے کے لیے اعراب سے محل ہو گا تو مشترک فیہ بھی ظاہر ہو جائیگا اور وہ حکم ہے جیسا کہ مفردات مین پس اس کے عطف سے فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر اُس جملے کے لیے محل نہین ہوتا تو مشترک فیہ ظاہر نہین ہوتا پس اس وقت ایسے جامع مخصوص کی طرف محتاجی واقع ہوتی جو دونون جملون مین مشترک ہوتا ہے اور دونون کو جمع کرتا ہے اور اس جامع کا سمجھنا اتنی چیزون کے سمجھنے پر موقوف ہے کہ دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع یعنی انفصال یا کمال اتصال بدون ایہام خلاف مقصود کے ہے یا نہین اور خلاف مقصود کے ایہام نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب دو جملون مین فصل کیا جائیگا تو اُس سے خلاف مقصود کا ایہام حاصل نہو بلکہ فصل کرنے سے مراد بخوبی حاصل

ہوسکتی ہو یا اُن دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع اور کمال اتصال کے ساتھ مشابہت بھی ہے یا نہیں اگر کمال انقطاع یا کمال اتصال کے ساتھ مشابہت اُن میں موجود ہے تو فصل کرنا چاہیے وصل نہ کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایک حیثیت سے مغائرت کو چاہتا ہے اور دوسری حیثیت سے مناسبت کو چاہتا ہے اور ظاہر ہی کہ مغائرت نہ تو کمال اتصال کو اور نہ کمال اتصال کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے اور مناسبت نہ تو کمال انقطاع کو اور نہ کمال انقطاع کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے یا اُن دونوں جملوں کے درمیان نہ کمال انقطاع ہی نہ کمال اتصال اور نہ ان دونوں کمالوں کے ساتھ مشابہت ہے بلکہ اوسط درجے کی حالت ہے تو وصل کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایسے ہی دو جملوں کے درمیان واقع ہوتا ہے جن میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ مغائرت اور مناسبت دونوں باتیں حاصل ہوں اور ان باتوں کا جاننا دقت سے خالی نہیں اور جس کے لیے حکم اعراب ہے اگرچہ وہ بھی جہت جامع پر موقوف ہے لیکن اسمیں دقت نہیں ہی کیونکہ اُس میں جہت جامع ایسی چیزوں کے جاننے پر موقوف نہیں ہی۔

حاصل کلام یہ ہی کہ جب دو ایسے جملے جمع ہوں کہ نہ انکے لیے اعراب سے محل ہو اور نہ پہلے جملے کے لیے کوئی ایسا حکم ہو جسکا دینا دوسرے جملے کو مقصود ہو یا حکم ہو اور دوسرے کو بھی اس حکم کا دینا مقصود ہو یعنی جس طرح اس حکم کو پہلے جملے کے لیے لگا سکتے ہیں اُسی طرح دوسرے جملے کے لیے بھی لگا سکیں تو ایسے جملوں کے چھ حال ہیں۔

(۱) اُن دونوں میں انقطاع (انفصال) اس بات کے ایہام کے بدون ہو کہ اگر فصل کیا جائیگا تو مقصود کا خلاف لازم آئیگا۔

(۲) دونوں میں کمال اتصال ہو۔

(۳) دونوں میں کمال انقطاع کی مشابہت ہو۔

(۴) کمال اتصال کی مشابہت ہو۔

(۵) کمال انقطاع اس بات کے ایہام کے ساتھ ہو کہ اگر فصل کیا جائے گا تو مقصود کا خلاف لازم آئے گا۔

(۶) دونوں کمالوں کے درمیان توسط ہو۔

پس ان میں سے چھٹی اور پانچویں حالت میں دونوں جملوں میں فصل کرنا چاہیے اور باقی پہلی چار حالتوں میں دونوں کے درمیان فصل کرنا چاہیے اب ان چھوؤں حالات کی تفصیل پر غور کرو۔

کمال انقطاع بدون ایہام کے

کمال انقطاع دو جملون مین کئی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک اس وجہ سے کہ دونون لفظاً و معناً مختلف ہوتے ہین مثلاً پہلا انشائیہ ہو اور دوسرا خبریہ یا پہلا خبریہ ہو اور دوسرا انشائیہ سو ان دونون مین وصل نہین ہوتا جیسے غالب کے اس قول مین جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین پہلا جملہ انشائیہ ہی اور دوسرا خبریہ پس ہم تم صاحب عالم کے پاس چلین کو آؤ پر عطف نہین کیا اسلیے کہ یہ خبر ہی لفظاً و معناً اور آؤ لفظاً و معناً انشا۔ ظفر کہتا ہے۔ مصرع۔

ہے خدا جانے کہان مدت ہوئی اُسکو گئے

اس مصرع مین دو جملے ہین پہلا استفہام استخباری کو متضمن ہی اسوجہ سے لفظاً و معناً انشائیہ ہی اور دوسرا لفظاً و معناً خبریہ ہی۔

شعر

ہم اپنا عشق چمکائین تم اپنا حسن چمکاؤ | کہ حیران دیکھ کر عالم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ہم اپنا عشق چمکائین جملہ خبریہ ہے اور تم اپنا حسن چمکاؤ جملہ انشائیہ ہی پس ان دونون کے درمیان عطف نہین کیا گیا اسی مثال مین ہی نسیم کا مصرع۔

سفر ہی دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہی

سفر ہے دشوار لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہے اور خواب کب تک لفظاً و معناً جملہ انشائیہ ہے اسلیے کہ استفہام استخباری کو متضمن ہی اور بہت بڑی منزل عدم ہی لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہی اسلیے ان تینون جملون مین عطف نہین کیا کیونکہ کمال انقطاع ہی۔

یہ مثالین دونون جملون کے درمیان کمال انقطاع کی ہین کیونکہ دونون لفظاً و معناً خبر و انشا ہین اور نہ دونون کو اعراب سے محل حاصل ہی۔

دوسرے کمال انقطاع اس وجہ سے ہوتا ہی کہ دونون مین سے ایک معناً خبر ہو اور دوسرا معناً انشا اگرچہ لفظاً دونون صرف انشائیہ ہون یا صرف دونون خبریہ ہون یہان بھی وصل نہین ہو سکتا پس یہان چار صورتین متصور ہین۔

(الف) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور دونون لفظاً خبریہ ہون جیسے آج زید مرگیا اللہ اُسکو بخشے اللہ اُسکو بخشے کا عطف زید مرگیا پر نہین کیا کیونکہ معنے کے رو سے انشائیہ ہی

اور زید مر گیا خبریہ ہی اگرچہ لفظاً دونون خبریہ ہین۔

مرزا کا حسن

یہی اک رند باقی تھا صد افسوس	خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی

جملہ یہی اک رند باقی تھا معناً خبر ہی اور خدا بخشے معناً انشا ہی کیونکہ دعا ہی پس خدا بخشے کا عطف ... اک رند باقی تھا پر نہین کیا گو کہ دونون جملے لفظاً خبر ہین۔

قائم

بتون کے دید کو جاتا ہون دیر مین قائم	مجھے کچھ اور ارادہ نہین خدا نہ کرے

جملہ مجھے کچھ اور ارادہ نہین دوسرے جملے خدا نہ کرے سے نہایت منقطع ہے اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کیا پہلا جملہ معناً خبریہ ہے اور دوسرا معناً انشائیہ ہے کیونکہ دعا ہے اور لفظاً دونون خبریہ ہین۔

غلام خان وحشت

میرے مرنے کی خبر غیر کو یون دیتے ہین	مر گیا وحشت جان باز تری جان بچے دو

حکیم میر محمد مہدی ظاہر

نہ بھاتی تھی جس شخص بن دل کو سیر	سو آیا ہے لے لو وہ یادش بخیر

(ب) پہلا معناً خبریہ ہو اور دوسرا معناً انشائیہ ہو اور لفظاً دونون انشائیہ ہون۔ جیسے

نواب کلب علیخان

ڈوب مرنے کو مرے داغ جگر کیا کم تھا	چشم تر نے کیے کیون سات سمندر پیدا

اس شعر مین پہلا مصرع معناً خبریہ ہی اسلیے کہ استفہام انکاری ہی جو خبر کی تاویل مین ہوتا ہی اور بظاہر انشا ہوتا ہی اور دوسرا مصرع معناً انشائیہ ہی اسلیے استفہام استخباری ہی اور لفظاً دونون انشائیہ ہین

(ج) پہلا معناً انشائیہ ہو اور دوسرا معناً خبریہ ہو اور لفظاً دونون خبریہ ہون مثلاً۔

غالب

یہ لاش بیکفن اسد خستہ جان کی ہے	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

پہلا جملہ حق مغفرت کرے دوسرے جملے عجب آزاد مرد تھا سے نہایت منقطع ہی اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کیا پہلا جملہ معناً انشائیہ ہی کیونکہ دعا ہی اور دوسرا معناً خبریہ ہے اور لفظاً دونون جملے خبریہ ہین۔

(د) پہلا معنًا انشائیہ ہو اور دوسرا معنًا خبریہ ہو اور لفظًا دونون انشائیہ ہون جیسے۔

نواب [illegible] علیخان

اوسنے کیون ہم سے آج [illegible] ہین ‖ [illegible] کرکے نہین کیا کوئی خنجر پیدا

اس شعر کے دونون مصرعون مین دونون جملے استفہامیہ ہین اس لیے لفظًا انشائیہ ہین مگر پہلا معنًا بھی انشائیہ ہے کیونکہ استفہام استخباری ہی بخلاف دوسرے کے کہ وہ معنًا خبریہ ہے اسلیے کہ استفہام تقریری در اصل خبر ہی۔

تیسرے کمال انقطاع اسلیے ہوتاہے کہ دونون جملون مین کوئی جامع نہین ہوتا اور جامع سے مراد ایسا وصف ہی جو نہایت خصوصیت رکھتا ہو اور یہ جامع دو حال سے خالی نہین ہوتا۔

(**الف**) یا تو صرف جملون کے مسندالیہون مین نہین ہوتا جیسے زید بڑا ہی جا قو چھوٹا ہی یہان فقط مسندالیہون مین کوئی جامع نہین ہے اسلیے دوسرے کا عطف پہلے پر نہین ہوسکتا حالانکہ دونون جملے خبریہ ہین اور بڑے اور چھوٹے مین جامع موجود ہے اور وہ یہ ہی کہ ایک دوسرے کی ضد ہے مگر مسندالیہون مین جامع مفقود ہے۔

شہیدی

خندے کے کرنے مین جو صبح اُس گل کے لب وا ہوگئے ‖ غنچے کی چھاتی پھٹ گئی لعل مین ٹکڑے ہوا

دوسرے مصرع مین دو مسندالیہ ہین ایک غنچہ دوسرا لعل ہمین اور ان مین لوئی جامع نہین ہے البتہ مسندون مین جامع ہی اور وہ یہ ہی کہ دونون کا مصداق ایک ہی۔

انیس

دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال سِدھارے

یہان دولت و اطفال مسندالیہ ہین جن مین کوئی جامع نہین اور مسندون مین اتحاد جامع ہے۔

(**ب**) کبھی جامع فقط مسندون مین نہین ہوتا جیسے زید لمبا ہے عمرو سونیوالا ہے۔

یہان صرف مسندون مین جامع نہین بشرطیکہ مسندالیہون مین جامع فرض کرلیا جاے اور وہ یہ کہ زید و عمرو آپس مین دوست ہون یا کسی اور قسم کا اُن مین تعلق ہو۔

فہمی

مرتا ہے دراز کا کل [illegible] پر ‖ فہمی [illegible] حیات بڑھ گئی ہے

پہلے مصرع مین فہمی مسندالیہ ہی اور دوسرے مین حیات فہمی اور ان مین جامع ظاہر ہی اور پہلے

جملے مین مرتا ہی یعنی عاشق ہے مسند ہی اور دوسرے مین بڑھ گئی ہی مسند ہی اوران مین کوئی جامع نہین

منھ دوپٹے سے چھپایا اُس نے	رعب	دل کو پردے مین لُبھایا اُس نے

دونون جملون کے مسند الیھون مین جامع یہ ہی کہ دونون متحد ہین اور مسندون مین کوئی جامع نہین ۔

(ح) یا مسندالیہ اور مسند دونون مین کسی قسم کا جامع نہین ہوتا جیسے زید کھڑا ہی علم عمدہ ہے اسی قبیل سے یہ بھی ہوسکتا ہی کہ زید لمبا ہی عمرو شوخ والا ہی جبکہ زید وعمر و مین جامع نہو۔

گلزار نسیم

گوشے مین کوئی لگا نہووے	خوشہ کوئی تاکتا نہووے

پہلے مصرع کے جملے مین مسندالیہ کوئی محافظ ہی اور دوسرے مصرع کے جملے مین مسندالیہ خوشہ ہے اوران مین کوئی جامع نہین ہے اور پہلے جملے مین لگا نہووے مسند ہے اور دوسرے مین تاکتا نہووے اوران مین بھی کوئی جامع نہین ہے۔

دوساز طرب ملے خوش آہنگ	وله	دورازادب کھلے بصد ننگ

پہلے مصرع کے جملے مین سازطرب مسندالیہ ہے اور دوسرے مصرع کے جملے مین دورازادب مسندالیہ ہے اوران مین کوئی جامع نہین اور اول مین ملے اور دوم مین کھلے مسند ہین اوران مین بھی کوئی جامع نہین ۔

ایضًا

مرغان ہوا تھے ہوش راہی		نقش کف پا تھی ریگ ماہی
اور آگے بڑھا وہ بحرادہام	وله	ڈوبا خورشید ہوگئی شام
برہمی تھی رُخ جنون کی کاکل	وله	پابوسی گل کو آیا سُنبل

کمال اتصال

دوجملون کے درمیان کمال اتصال چار طور سے پایا جاتا ہے۔

ایک یہ کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید کرتا ہی۔ تائید کبھی معنوی طور پر ہوتی ہے کبھی لفظی طور پر اور تائید کی ضرورت یہ ہی کہ سامع جب ایک جملہ سُنکر گمان کرتا ہی کہ یہ حکم بطور مجاز کے یا غلطی سے کیا ہی تو اسکے اس گمان کے دفع کرنے کے لیے متکلم ایک جملے کا عطف پہلے جملے پر کردیتا ہی تاکہ اس کا یہ توہم دفع ہوجائے یہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے معنی کو ثابت کرتا ہی پس تائید معنوی یہ ہی کہ دوسرے جملے کا مضمون پہلے جملے کے مضمون سے مختلف ہو لیکن ایک کے معنی کے ثبوت سے دوسرے کے

معنے کا ثبوت لازم آئے ایسے جملون مین عطف نہین کیا جاتا کیونکہ تاکید اور مؤکد ایک شے کی مثل ہوجاتے ہین۔

وحید

حاسد یہ دل مین کہتے ہین گھبرا کے یک بیک	سُلطان ملک نظم ہی یہ کچھ نہین ہی شک

جب یہ کہا گیا کہ حاسد اپنے دل مین اس شخص کو سُلطان ملک نظم سمجھتا ہین تو سامع کو یہ توہم ہوسکتا تھا کہ یہ بطور مجاز کے یا غلط کہا ہوگا بس سامع کے اس توہم کے دُور کرنے کے لیے ایک دوسرا جملہ اُسکے بعد ذکر کیا اور وہ کچھ شک نہین ہے۔ اور کچھ شک نہین ہی کا مرتبہ اس ترکیب مین ایسا ہی جیسا کہ شعر ذیل مین خود کا رُتبہ ہے۔

اوج

پردہ اُٹھ جائیگا جب روے تجلی سے کلیم	آپ خود مُنھ سے کہینگے کہ ابھی کیا دیکھا

شاد

سعی کی اُسنے اک زمانے تک	نہین اس مین ذرا بھی شبہ و شک

مصرع دوم مصرع اول کی معنوی طور پر تائید کرتا ہے۔

ناسخ

ہو ترا روے جہان سوز اگر عکس فگن	ہی یقین خانہ آئینہ سمگر جلجائے

خانہ آئینہ سمگر جلجائے شرط کا جواب ہی اور اُسکی تائید یقین ہی کرتا ہی۔

امیر

سب سے بدتر ہی امیر اس مین نہین شک لیکن	لاج اسکی ہے : ور آپ کا کہلاتا ہے

امیر کے سب سے بدتر ہونے کی تائید معنوی طور پر اس مین شک نہین کرتا ہے۔

اور لفظی طور پر تائید کی یہ صورت ہی کہ دونون جملون کا مضمون ایک ہو بس ایسے جملون مین بھی عطف نہین کیا جاتا اسلیے کہ تاکید اور مؤکد ملکر ایک شے کی مثل ہوجاتے ہین جیسے۔

ناسخ

[illegible] خلق	بے خالق ہوا نہ کر خلق

محمد باقر

اُلفت اُنکی ہی اصل مایہ سُود	اُلفت اُنکی ہی اصل ہر بہبود

شاد

میرے مشرب کے سب خلاف کیا | میرے مذہب کے سب خلاف کیا

میر حسن

نہین تیرا کوئی نہ ہوگا شریک | تری ذات ہے وحدہٗ لاشریک

مثنوی سعدین

وہ ملیدہ جو وان سے آیا ہے | وہ ملیدہ جو مین نے کھایا ہے
نا اُسی کا ہے لذّت دنیا | نام اُسی کا ہے نعمت دنیا

دوسرا شعر مقصود بالتمثیل ہے۔

دبیر

یہ تاج ہی اُسکا جو حسین ابن علی ہے | [illegible] ہے

پانچون شعرون مین جو مطلب پہلے مصرعون کے جملون سے حاصل ہوتا ہے وہی دوسرے مصرعون کے جملون سے حاصل ہوتا ہے ایک ایک مصرع ایک ایک جملہ ہے ہر شعر مین دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید اور ثبوت کے استحکام کے لیے ہی تاکہ سامع کو یہ گمان نہ پیدا ہو کہ متکلم نے یہ بات مجازاً کہی ہو یا غلط کہی ہے۔

انیس

دونون کا ایک نور خدا سے ظہور ہے | طاہر ہین ان مین جس سے ہر ایک دور ہی

جو مفہوم طاہر ہین کا ہے وہی اُسکے جملہ مابعد کا ہی۔

لمؤلفہ

زلف سیاہ یار نے اپنا دکھا جلوہ مجھے | ملحد کیا بے دین کیا کافر کیا ترسا کیا

دوسرے مصرع کے تمام جملے مضمون کے اعتبار سے متحد ہین اسلیے عطف نہین کیا۔

مضطر

میری اُنکی رسم اُلفت چھٹ گئی | مدتین گذرین زمانہ ہوگیا

جو مطلب مدتین گذرین سے حاصل ہوتا ہی وہی زمانہ گذرا سے حاصل ہوتا ہی۔

ضامن

مار ڈالا کسی کی چاہت نے | اُلفت یار نے ہمین مارا

اس شعر مین جو مطلب پہلے جملے سے حاصل ہوتا ہے وہی دوسرے سے حاصل ہوتا ہی۔

غالب

کہا تمنے کہ کیون ہی غیر کے ملنے مین رسوائی	بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

جو مطلب بجا کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہی وہی سچ کہتے ہو سے حاصل ہوتا ہے۔

ذوق

جس سے پوچھو کہ تو اگہ ہے امیگا کہ بلے	انت تعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم

پس تمام شعرون مین دوسرے جملے کا ویسا ہی مرتبہ ہے جیسا کہ اس شعر مین دوسرے نچھوٹے کا۔

صد

دل سودا زدہ میرا نہ چھٹے گا نہ چھٹے گا	ہے اک حلقہ ہی کا لاجیل خانہ زلف شبگون کا

تنبیہ۔ جبکہ ایک جملہ دوسرے جملے کی تائید لفظاً کرتا ہو تو عطف نہین کیا جاتا پس اس صورت مین محمد حسین متخلص بہ حسین کے اس شعر مین۔

بھولے ہین پھول باغ مین آئی بہار ہی	مطلع ہی صاف اور نہین گرد و غبار ہی

عطف درست نہین اسلیے کہ مطلع کے صاف ہونے سے بھی یہی مراد ہی کہ مطلع گرد و غبار نہین رکھتا اور مطلع صاف ہونے سے دوسرے معنے مقصود ہین تو اس صورت مین بھی عطف ناجائز ہی کیونکہ یہ کمال انقطاع کی تیسری قسم ہی جیسا کہ بہار آئی ہی اور مطلع صاف ہی مین کمال انقطاع ہی۔

دوسرا طور۔ یہ ہے کہ پہلا جملہ بیان مراد کے لیے کافی نہین ہوتا اُس مین کوئی کمی یا پوشیدگی ہوتی ہی اسلیے اُسکے بعد ایک اور جملہ بطور بدل کے لاتے ہین جس سے تمام و کمال انکشاف مراد کا ہوتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہی کہ مقام اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ مراد کی شان کا بخوبی اہتمام کیا جائے اور نکتہ اس مین یہ ہوتا ہی کہ یا تو مراد فی نفسہ مطلوب ہوتی ہی یا شنیع ہوتی ہی یا عجیب ہوتی ہی یا لطیف اور مستحسن ہوتی ہے پس دوسرا جملہ مراد کے بخوبی کھولنے کے لیے بطور بدل کے لایا جاتا ہے تاکہ ظہور مراد مین کسی قسم کی کمی اور پوشیدگی باقی نہ رہے اور اسکی دو صورتین ہین۔

(الف) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل ہو۔

مراد کے فی نفسہ مطلوب ہونے کی مثال جیسے کہین خدا نے ہمکو بہت سی نعمتین بخشی ہین آنکھین بخشی ہین کان بخشے ہین زبان دل کا حال بیان کرنے کو دی ہے

یہان نعمت الٰہی کا جتانا مراد ہی اور وہ فی نفسہ مطلوب ہی اور عبادت و پرہیزگاری اختیار کرنے کا ذریعہ ہے اسلیے اسکا کھولنا ضرور تھا پہلے جملے سے مجملاً نعمات الٰہی کا حال معلوم ہوتا تھا دوسرے جملون لانے سے اُسکی تفصیل ہوگئی۔

رویاے صادقہ

اور جسم مین پہلوان کہلاتے ہین سینہ اُبھرا ہوا ہے۔ قبضے چڑھے ہوے ہین دیکھنے کو موٹے تازے داؤ پیچ خوب سدان لنج یہان پہلوانون کا حال ظاہر کرنا اور اُنکے قوے کی حالت کا دکھانا مدنظر تھا کیونکہ یہ امر فی نفسہ مطلوب تھا اس لیے پہلے جملے کے بعد دوسرے جملے جو اُنکے حالات پر مشتمل تھے لائے اور اس طرح اُس مجمل کی تفصیل ذہن نشین کردی اور دوسرے جملون کے مفہوم پہلے جملے مین داخل ہین۔

داغ

ہماری آنکھون نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا	بُرائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا

یہان عجب عجب انتخاب تماشون کا بتانا منظور تھا اسلیے دوسرے مصرع مین اُن عجائب تماشون کو کھولدیا چونکہ پہلا جملہ بیان مراد کیلئے کافی نہ تھا اسلیے اُسکے بعد تین جملے دوسرے بطور بدل کے لائے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

تخم ریزی جنس اعلی کی ہوئی	کھیت مین بویا گیا گیہون چنا

مصرع اول مین پہلا جملہ بیان مراد کیلئے کافی نہ تھا اس کا اجمال دوسرے جملہ نے دُور کردیا اور اُس جنس اعلی کو بتادیا جسکی تخم ریزی ہوئی تھی۔

اسیر

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انسان کو	گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہے سُلطان کو

پہلا جملہ جو مصرع اول مین ہی انکشاف مراد کے لیے کافی نہ تھا اُسکے بعد دو جملے بطور بدل کے لائے جنھون نے اُسکا خفا دُور کردیا۔

جرأت

تیرے خیال مین دونون جہان سے ہم گذرے
نہ اس جہان کی خبر ہے نہ اُس جہان کی خبر

ظفر

جاتے ہین کیا کیا گھسیٹے رہروِ راہِ وفا
سر کے بل ہاتھون کے بل سینے کے بل زانو کے بل

جرأت

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی
لب بند ہوے سب کے کچھ منہ سے نہ بات آئی

مراد کے شنیع ہونے کی مثال

کوئی عورت بدکار ہو اور نماز گذار بھی ہو تو اُس کو کہین دو باتین جمع نکر زناکاری چھوڑ دے اور ناز پڑھا کر جیسے واجد علی شاہ کے اس قول مین۔

عجب انداز کی تھی وہ گلرو
جو ترطون سے وہ کرتی تھی اُلو
وہ اُڑانے کا ذوق رکھتی تھی
اور سپستان سے شوق رکھتی تھی
گنے سے آنکھ وہ لگاتی تھی
پور ایک ایک اُسکو بھاتی تھی

پہلے مصرع مین اُس عورت کے انداز فحش کاری کو دکھایا ہی چونکہ اس جملے مین معنی مراد کے ادا کرنے مین خفا ہی اسلیے دوسرے جملے اُسکے بعد لائے جس سے اُسکی توضیح ہوگئی اور پہلے جملے کے ساتھ دوسرے جملون کا عطف اسلیے نہین کیا کہ شے واحد کی طرح سمجھے جاتے ہین۔

حسن

لگے پینے باہم شراب وصال
ہوے نخل امید سے وہ نہال
بوسے ملے لب دہن سے دہن
دلون سے ملے دل بدن سے بدن
لگی آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو
گئین حسرتین دل کی پامال ہو

پہلے شعر مین صحبت جماع کو دکھایا ہی چونکہ معنی مراد بخوبی ادا نہین ہوے ہین اسلیے بعد مین کئی جملے ذکر کیے جنھون نے خفا کو بخوبی دور کر دیا۔

صاحبقران

جتون غضب ہی شوخی مین ہے بیمثال آنکھ
چھوٹے سے سن مین اُسکی بڑی ہی چھنال آنکھ

مراد کے عجیب ہونیکی مثال

ذوق

شب ہجران بسر نہین ہوتی
نہین ہوتی سحر نہین ہوتی

شب ہجران کا بسر نہونا پہلا جملہ ہی اور سحر کا نہونا دوسرا جملہ ہی مگر پہلے جملے سے مراد بخوبی ظاہر نہین ہوسکتی تھی کہ کس طرح شب ہجران بسر نہین ہوسکتی دوسرے جملے نے مراد کو اچھی طرح کھولدیا کہ شب ہجران کا بسر نہونا یہ ہی کہ دن نہین نکلتا جو اجمال پہلے جملے مین تھا اُسکی تفسیر دوسرے جملے نے کردی اور چونکہ کسی شب کا بسر نہونا عجیب بات تھی کیونکہ کوئی شب ایسی نہین کہ بسر نہوسکے پس اُسکی شان کا اہتمام زیادہ منظور تھا اور اس غرض سے وضاحت کی حاجت پڑی اور بطور بدل کے سحر نہین ہوتی اُسکے بعد ذکر کیا اور دونون مین حرف عطف نہ لائے کیونکہ دونون شئ واحد کیطرح سمجھے جاتے ہین

مراد کے لطیف ہونیکی مثال

کوئی شخص رحم دل اور خوش اخلاق ہو تو کہین کہ وہ خوبیون کا مجموعہ ہی رحم دلی اور خوش اخلاقی اُسکے خمیر مین داخل ہین۔

حالی

راستی اور راستبازی اسمین تھی ضرب المثل	اسکے کامو مین ریا تھی اور نہ باتو مین دغل

امانت

تمھارے دُن کے ڈھنگ دُنیا سے نرالے ہین	پریشان ہون تو سنبل ہین جو بل کھائین تو کالے ہین

(ب) جملۂ ثانی کا مفہوم پہلے جملے مین داخل نہین ہوتا بلکہ اُس سے مغائرت رکھتا ہی مثال۔

سیماب

چُپ اے ناصح مجھکو نصیحت مُت بدم آکر	مرے دلبر تو قبضہ ہی کسی مہوش کی الفت کا

یہان چپ پہلا جملہ ہی بطور بدل کے اُسکے بعد کہا مجھکو نصیحت نکر اور مقصود اس سے سرزنش ہی۔

نہ رندو مین ٹھہر تو زاہد اے راستہ اپنا	ولہ	ٹھہرتا ہی تو پہلے صاف کرلے اپنے باطن کو

ناہد کے ٹھہرنے پر کراہت ظاہر کرنے کو کہا کہ رندون مین نہ ٹھہر اور جب کہا کہ اپنا راستہ لے تو اُس نے اُس مضمون کو بخوبی خاطر نشین کردیا کیونکہ جب عرف مین اس طرح بات چیت کرتے ہین تو اس سے کمال کراہت کا اظہار مقصود ہوتا ہی نہ چلا جانا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ راستہ لینا باعتبار مفہوم کے نہ ٹھہرنے سے مغائر ہی اسلیے تاکید و بیان نہین ہوسکتا اور نہ راستہ لینا نہ ٹھہرنے مین داخل ہی اسلیے پہلی قسم سے بھی علیٰحدہ ہوا۔

اسی قبیل سے ہی۔

آفتاب رائے رسوا

رسوا کمیا دیکھ کل شوخ نے گستاخ	چل دور ہو فی النار ہو کافور ہو چھو ہو

چل دور ہو کے بعد بطور بدل کے کہا فی النار ہو اسی طرح اسکے بعد کہا کافور ہو یہی حال چھو ہو کا ہے عرف میں جب کہتے ہین فی النار ہو جاؤ یا کافور ہو جاؤ تو ان سے معنی حقیقی مقصود نہین ہوتے بلکہ محض سامنے موجود ہونے پر کراہت کرنا مقصود ہوتی ہے۔

الضاً

شور محشر پہ یہ کہہ بیٹھے خرام اسکا صاف	دال فے عین بے دور پرے ہو چل ہٹ

تیسرا طور دو جملون مین کمال اتصال کا یہ ہے کہ دوسرا جملہ بطور بیان کے واقع ہو اور یہ بیان اسلیے لایا جائے کہ پہلے جملے مین کسی قسم کا خفا ہو جس سے مراد کی پوری پوری توضیح نہ ہو سکتی ہو اور مقام یہ چاہتا ہو کہ بیان خفا دور کر دیا جائے جو جملہ بطور بدل کے آکر پہلے جملے سے معنی مراد کا خفا دور کرتا ہے اُس مین اور اُس جملے مین جو بطور بیان کے آکر معنی مراد کا خفا زائل کرتا ہے فرق ہی کہ بدل مین مقصود دوسرا جملہ ہوتا ہے نہ اول اور بیان مین پہلا جملہ مقصود ہوتا ہے نہ دوسرا کیونکہ دوسرا فقط توضیح کے لیے ہوتا ہے پس اگرچہ جملہ بدل اور جملۂ بیان دونون توضیح کے لیے ہوتے ہین مگر بدل والے جملے مین جو ایضاح بدل سے حاصل ہوتا ہے وہ اُس سے بالذات مقصود نہین ہوتا اور بیان والے جملے مین جو ایضاح بیان سے حاصل ہوتا ہے وہ بیان سے بالذات مقصود ہوتا ہے۔ مثال۔

واجد علی شاہ

اِک مرض جا تا رہا تو دوسرا پیدا ہوا	قلب کے ہلنے کا مجھکو عارضا پیدا ہوا

دوسرا مصرع بیان ہی دوسرا مرض پیدا ہونے کا چونکہ یہ کہدینا کہ دوسرا مرض پیدا ہوا ایک ایسا امر ہے کہ جس مین خفا ہے اور مقام مقتضی اس بات کا تھا کہ یہ خفا دور کیا جائے اسلیے یہ کہکے کہ دل کے ہلنے کا مجھکو عارضہ پیدا ہوا اُس پوشیدگی کو دور کر دیا۔

حالی

بند اپنے فرائض مین مسلمان ہین نہ ہندو	معمور مساجد ہین نہ آباد ہین مندر

یہ جملہ کہ اپنے فرائض مین مسلمان اور ہندو بند نہین خفا رکھتا ہی کیونکہ یہ معلوم نہین ہوتا کہ وہ کس بات مین بند نہین اور مقام اسکا مقتضی ہی کہ خفا دور کیا جائے پس دوسرے مصرع مین اُس بات کا

بیان کر دیا۔

داغ

محبت مین جس جا گئے لٹ گئے ہم ۔۔۔ لیا دل کسی نے دیا سر کسی کو

امانت

خدا نے اختیار اُسکو دیا ہی روز محشر کا ۔۔۔ وہی مالک ہی جنت کا وہی قاسم ہی کوثر کا

سنوکھ راے بیتاب

نہ رہے باغ جہان مین کبھی آرام سے ہم ۔۔۔ پھنس گئے قید قفس مین جو چھٹے دام سے ہم

سید محمد زکریا خان زکی

قتل ہے مد بھی تو رہتے ہین پریشاں عشاق ۔۔۔ سر جدا ہاتھ جدا پانون جدا ہوتا ہے

چوتھا طور کمال اتصال کا یہ ہی کہ دوسرا جملہ پہلے سے اہم ہو اور پہلے سے غرض متعلق نہو مثلاً کہتے ہین آیئے تشریف رکھیے یا کھانا کھاؤ یا جاؤ سو رہو ظاہر ہی کہ ان مثالون مین دو دو جملے ہین پہلے جملے سے کوئی غرض نہین اور مطلوب دوسرا جملہ ہے اسلیے کمال اتصال کے لحاظ سے فصل کیا گیا اور عطف سے احتراز ہوا جیسے آفتاب راے رسوا کے شعر مین چل دور ہو کہ چل سے کوئی غرض نہین اسی طرح نظام رامپوری کے شعر مین لو ابتو [illegible] ڑ سے

وہ کہنا کے شب وصل اُسکا کہنا ہاے ۔۔۔ لے ابتو چھوڑ مجھے تو نے خوب پیار کیا

اسی قبیل سے ہی اس قول مین میر حسن کے جا کہ اس سے کوئی غرض مطلوب نہین ہے

فقیرون سے اتنا نہ ہو تو خفا ۔۔۔ چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا

[illegible]

نشے مین لے لیا بوسہ خفا کیون ہوتے ہو صاحب ۔۔۔ چلو بل بیٹھو جانے دو کہ ایسا ہو ہی جاتا ہے

مقصود بالتمثیل چلو ہی کہ اس سے کوئی غرض متعلق نہین جیسے انشا کے اس شعر مین۔

چند مدت کو فراق [illegible] و دیر تو ہے ۔۔۔ آؤ کعبے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہے

حالی

ابھی اک نکتے مین تم دونون کو جھٹلاتی ہون ۔۔۔ لو سنو غور سے مین کہتی ہون ورجاتی ہون

کمال انقطاع کی مشابہت

دو جملون کے درمیان کمال انقطاع کی مشابہت یہ ہی کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونے کی مشابہت

رکھتا ہو پس دوسرے کو پہلے پر عطف کرنے سے یہ ایہام پیدا ہوتا ہی کہ دوسرے جملے کا عطف کسی غیر پر ہے حالانکہ وہ مقصود نہین ہوتا اسلیے دوسرے کو پہلے پر عطف نہین کرتے اگر عطف کیا جائے تو معنی مراد مین خلل پیدا ہوجاے پس خلاف مراد کا وہم پیدا ہونا عطف کو مانع ہی اسی وجہ سے اسکو کمال انقطاع کی طرح قرار دیا گیا ہی کمال انقطاع اور اس مین یہی فرق ہی کہ وہان مانع امر ذاتی ہی جس کا دفع کرنا کسی طرح ممکن نہین اسلیے کہ وہان دونون جملون مین سے ایک خبریہ ہوتا ہے اور دوسرا انشائیہ اور دونون مین کوئی جامع نہین ہوتا اور انقطاع کی مشابہت کے موقع پر عطف کرنے کا مانع ایک ایسا امر ہوتا ہے جو دونون جملون کی ذاتون سے خارج ہوتا ہی اور اسکا دفع کرنا کسی قرینے وغیرہ کے نصب کرنے سے ممکن ہوتا ہے اور کمال انقطاع کی مشابہت مین ترک عطف کو **فصل قطعی** کہتے ہین جیسے صاحب باغ و بہار لکھتا ہے "فقیر نے ناچار خاطر سے مہمان کی استقبال کرکے نہایت تپاک سے برابر اُس جوان کے لا بٹھایا جوان اُس کے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی" جملہ دوم یعنی جوان اُسکے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی پہلے جملے پر معطوف نہین کیونکہ معطوف ہونے کی صورت مین لازم آتا ہے کہ یہ بھی متکلم کے فعل سے ہو اور یہ منظور نہین اسی مثال مین ہے یہ عبارت رد یاے صادقہ کی ایک مصاحب کو یہ سوجھی کہ ان دنون ولایتی میوہ فروش آئے ہوے ہین کسی ولائتی کو ایک پہلوان سے لڑوایا جائے صاحب عالم اس ایجاد کو سن کر بھڑک گئے اور فرمایا بھئی واللہ تخت کی قسم کیا بات پیدا کی ہی" اس عبارت مین (صاحب عالم اس ایجاد کو سنکر بھڑک گئے) کا عطف اُسکے ماقبل پر نہین کیونکہ عطف کی صورت مین لازم آتا ہے کہ یہ بھی اُس چیز مین سے ہو جو مصاحب کو سوجھی تھی۔

کمال اتصال مشابہت

یہ ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونے کی مشابہت حاصل ہو صورت اُسکی یہ ہے کہ دوسرا جملہ جواب ہو اُس سوال کا جسکا چاہنے والا پہلا جملہ ہو اور کلام کا قرینہ اُس پر دلالت کرتا ہو پس دوسرے جملے کا پہلے جملے سے فصل کیا جاتا ہی جس طرح سوال محقق مصرح سے جواب کا فصل کیا جاتا ہی کیونکہ دونون مین اتصال ہوتا ہی اگر سوال و جواب کے معانی کی طرف نظر کیجائے تو اُن مین کمال اتصال کی مشابہت ہوتی ہے اور اگر اُنکے الفاظ کو دیکھا جائے تو اُن مین کمال انقطاع ہوتا ہی کیونکہ سوال انشا ہے اور جواب خبر ہے اگر اُنکے قائلون پر لحاظ کیا جائے تو ہر ایک

ایک متکلم کا کلام ہے اور ایک متکلم کے کلام کا دوسرے متکلم کے کلام پر عطف نہین کیا جاتا پس
تمام تقدیرون پر فصل متعین ہی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دوسرے جملے کا عطف پہلے جملے پر نہین کیا جاتا
کیونکہ پہلا جملہ سوال کو مشتمل اور مقتضی ہوتا ہے پس ایسی حالت مین پہلے پر دوسرے کا عطف کرنا
ایسا ہے جیسے جواب کا سوال پر عطف کرنا اس قسم کے فصل کو **استیناف** کہتے ہین اور دوسرا
جملہ کہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے **مستانفہ** کہلاتا ہی اور اسپر استیناف کا بھی اطلاق ہوتا ہے
اور استیناف کی کئی قسمین ہین۔ اُن مین سے **پہلی قسم** یہ ہے کہ سامع پر اُس حکم کا جو پہلے جملے مین
ہوتا ہے سبب مبہم ہو اور سبب دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک عام دوسرا خاص۔
سبب عام یہ ہی کہ سامع کو کسیطرح بھی حکم کا سبب نہ معلوم ہو مطلقاً سبب سے جاہل ہو جیسے۔

سودا

زخم کا دل کے ترو تازہ ہے انگور سدا ۔ جاری رہتا ہی مری چشم کا ناسور سدا

زخم دل کا انگور ترو تازہ ہے پہلا جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہی جسکا جواب دوسرا مصرع ہے
یعنی جب قائل نے کہا کہ زخم دل کا انگور سدا ترو تازہ رہتا ہے تو سوال کیا گیا کہ اس ترو تازہ رہنے کا
سبب کیا ہی اُسنے اس سوال مقدر کا یہ جواب دیا کہ میری چشم کا ناسور سدا جاری رہتا ہی اور یہ
ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی درد کی شکایت کرتا ہی تو اُس شکایت کے سبب اور مرض کا سوال
کیا جاتا ہے اور یہ نہیں دریافت کیا جاتا کہ تمھاری تکلیف کا یہ سبب ہی یا یہ سبب ہی۔

مرزا حاجی شگفتہ

مشکل ہی میری اُسکی ہو صحبت برابر آہ ۔ مین جلد باز ہون وہ تغافل شعار ہے

یہ جملہ کہ میری اُسکی صحبت برابر ہو مشکل ہی ایک سوال کو چاہتا ہی جسکا جواب دوسرا مصرع ہے
یعنی جب قائل نے کہا کہ میری اُسکی صحبت برابر ہونا مشکل ہے تو سوال کیا گیا کہ اسکا کیا سبب ہے
اس سوال مقدر کا یہ جواب دیا گیا کہ مین جلد باز ہون اور وہ تغافل شعار ہے۔

عنایت حسین

بدلے گی نہ پیشانی کی تحریر کسی وقت ۔ ملتا نہین جو خط تقدیر کسی وقت

پیشانی کی تحریر کا نہ بدلنا ایک جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہی اور وہ سوال مقدر یہ ہے
کہ پیشانی کی تحریر کیون نہین بدلتی اس سوال کا جواب دوسرا مصرع ہے۔

مخیف

کس طرح گیسوؤن کی محبت		یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہین

گویا کہ کہا گیا کہ گیسوؤن کی محبت کیون نہ چھٹے اسکا جواب یہ دیا کہ یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہین

...

زیادہ عشق کی آتش اگر بھڑکے تو جلتے ہین		ہمارے استخوان کچھ خشک ہیزم سے ہین

یہ قول کہ عشق کی آتش کے زیادہ بھڑکنے سے جلتے ہین ایک سوال کا مقتضی ہی جسکا جواب دوسرا جملہ ہی جو دوسرے مصرع مین مذکور ہے۔

سبب خاص یہ ہی کہ سامع پہلے جملے کے حکم کے تمام سببون کی نفی کو تصور کرتا ہو مگر ایک سبب خاص ایسا ہو کہ اسکے ثبوت مین متردد ہو اسلیے اُسکا سوال کرے جیسے۔

صاحبقران

مجھکو شہوت ہوئی تیمم سے		تھی مقر کسی چھنال کی خاک

پہلا جملہ جو پہلے مصرع مین واقع ہے وہ ایک سوال کا مقتضی ہی اور دوسرا جملہ یعنی دوسرا مصرع استیناف ہے اور سوال یہ ہے کہ تم کو تیمم سے کیون شہوت ہوگئی پس سوال سبب خاص سے ہے اور قرینہ اس پر تاکید ہے اسلیے کہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سائل سبب خاص کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور تیمم سے شہوت ہو جانے کے ثبوت مین متردد ہے اور تعیین کا طالب ہی پس گویا کہ کہا گیا کہ تم تیمم سے کیون شہوت ہوگئی کیا جس مٹی سے تیمم کیا تھا وہ کسی چھنال کی قبر کی تھی پس تاکید کے ساتھ جواب دیا گیا اور چھنال کی خاک ہونے کی تاکید لفظ مقر سے کی گئی۔ مطلق سبب کے جواب کو مؤکد نہین کیا جاتا بلکہ سبب خاص کے جواب کو مؤکد کیا جاتا ہے پس جواب کا مؤکد کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ سائل سبب خاص کا طالب ہے اور اس مین متردد ہی اور جسوقت مخاطب طالب متردد دیکھا جاتا تو اُس وقت حکم کو مؤکد کرنا مستحسن ہے۔

امانت

دم مارنے کی جا نہین اے صاحب دراک		حقا کہ دہان ذرا نہین وہم وگمان کا

پہلا جملہ جو پہلے مصرع مین ہے سوال کو چاہتا ہی اور حقا۔ بان دخل نہین وہم کا الخ استناف ہے اور سوال یہ ہے کہ کیون دم مارنے کی جا نہین ہی کیونکہ جب کہا گیا کہ دم مارنے کی جا نہین تو مخاطب کے دل مین اس حکم کے ثبوت کے متعلق تردد پیدا ہوا اور وہ اس بات کا سائل ہوا کہ اس عجز کا کیا سبب ہے

پس سائل جملۂ اول کے حکم کے ثبوت مین متردد ہے اور اُسکے سبب کے دریافت کرنے کا طالب ہے پس حتّا کے ساتھ تاکید کر کے جواب دیا گیا کہ وہان وہم وگمان کو رسائی نہین۔ کیونکہ مطلق سبب کے جواب کو مؤکد نہین کیا جاتا۔

شاداب

وصف گیسو مین سر مشاطگی آتی ہے فکر	ہے یقین سب عقدہاے زلف کھلجائینگے آج

گویا کہا گیا کس واسطے سر مشاطگی وصف گیسو مین فکر آتی ہے کیا آج ہی سب عقدے کھلجائینگے پس سائل متردد ہے اور تعیین کا طالب ہی اور جواب مین جو یقین ہی کا لفظ تاکید کے لیے ذکر کیا ہی یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سائل کو سبب خاص کلی دریافت کرنا منظور ہی اور اُس مین اُس کو تردد ہے اسی وجہ سے تاکید کے ساتھ اُس کو جواب دیا گیا۔

ذوق

[illegible] کردی ہے تبدیل قوافی	واللہ ظفر قافیہ بسیار ہے موجود

منشاے سوال مصرع اول ہی گویا کہا گیا کہ کیا قافیہ بہت سا موجود ہی اور سوال سبب خاص سے ہے اور قرینہ اس پر تاکید ہی کیونکہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ سائل سبب خاص کو پوچھنا چاہتا ہی اور اُس مین اُسکو تردد ہی۔

دوسری قسم یہ کہ سامع پر سواے سبب کے کوئی اور چیز مبہم ہو جو پہلے جملے سے تعلق رکھتی ہو اور مقام سوال اُسکا مقتضی ہو اور اُسکی دو صورتین ہین۔

(الف) وہ شے عام ہو مثلاً۔

مثنوی شیرین خسرو

کہا شیرین مری حرم ہے خاص	کہا مجھکو بھی اُس سے ہی اخلاص

یعنے فرہاد نے خسرو کے اس قول کے جواب مین کہ وہ میری خاص حرم ہی کیا کہا پس کہا گیا کہ اُسنے یہ کہا کہ اُس سے مجھے بھی اخلاص ہے اور ظاہر ہی کہ فرہاد کا قول خسرو کے قول کے لیے سبب نہین ہی

مومن

کہا اُس بت سے جاں مرتا ہی مومن	کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

یعنی اُس بت نے اس قول کے جواب مین کہ مومن مرتا ہی کیا کہا پس کہا گیا کہ اُسنے کہا کہ مین کیا کرون خدا کی یہی مرضی ہے۔

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو ہو بچاؤ	بولین وہ کہ تم قسم کھاؤ

یعنی تاج الملوک کے اس قول کے جواب مین اگر تمکو اپنی پوشاک لینی ہو تو مجھکو ہو بچاؤ پریون نے کیا کہا پس جواب دیا گیا کہ پریان بولین چلو پھر یہان سوال پیدا ہوا کہ تاج الملوک نے پریون کے اس قول کے جواب مین کہ چلو کیا کہا پس جواب دیا گیا کہ اسنے یہ کہا کہ قسم کھاؤ۔

(ب) وہ شئے خاص ہو جیسے

مصحفی

زلف مشکین تنکی شدت سے ہوئی خونخوار تیز	سچ ہی ہان ہوتا ہی دندان گزند مار تیز

تقدیر عبارت یہ ہی کہ گویا قائل سے کہا گیا کہ یہ بات سچ ہی یا غلط ہی کہ معشوق کی زلف شدت سے خونخوار تیز ہوئی ہی پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہی اور اُسکی تقویت اور احتیاط لازم سمجھنے کے لیے یہ بھی کہا کہ ہان سانپ کا دندان گزند تیز ہوتا ہی پس اُس زلف مشکین سے اپنے آپکو بچائے رکھنا چاہیے سوال جملہ اول سے پیدا ہوتا ہے اسلیے کہ جب قائل نے زلف کے بشدت تیز ہوجانے کی شکایت کی تو اس سے سائل کو یہ تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ آیا زلف معشوق کا شدت سے خونخوار تیز ہوجانا سچ ہے یا غلط پس سائل کو صدق وکذب کا تصور تو ہے مگر دونون مین سے ایک کی تعیین چاہتا ہے اور یہ بات خاص ہے۔

علمی

مت چھپا حق کو نہ کہ ناحق کہ حق راضی ہے	سچ تو ہی کیون جھوٹ بولے آشنا کے واسطے

تقدیر عبارت یہ ہی کہ گویا سائل سے کہا گیا کہ کیا یہ سچ ہی کہ دوست اور آشنا کے واسطے بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے یا غلط ہی پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہی سوال جملہ اول سے پیدا ہوا ہی اسلیے کہ جب یہ کہا گیا کہ حق بات کو نہ چھپائے اور ناحق بات کو نہ کہنے سے اللہ راضی ہوتا ہی تو اس سے اس سوال کی تحریک ہوئی کہ کیا کسی اپنے دوست کے لیے بھی حق بات کو نہ چھپانا اور ناحق بات کو نہ کہنا چاہیے۔

غالب

کہاتُنے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی	بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

گویا معشوق نے کہا کہ مین جو کہتا ہون کہ غیر کے ملنے مین رسوائی کیون ہوگی تو یہ قول میرا سچ ہی

یا غلط ہے اُسپر عاشق نے جواب دیا کہ تم جو کچھ کہتے ہو درست کہتے ہو سوال کی تحریک معشوق کو اس خیال سے پیدا ہوئی کہ عاشق ... اس بات کو جھوٹ جانتا ہے یا سچ جانتا ہے۔

تیرؔ

تجھسے دل لیکے دیئے اور کو ہم	غلط اے ... یا معاذ اللہ

جب یہ کہا کہ تجھسے دل لیکے ہم اور کو دیئے تو اس سے سائل کو تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ یہ جو تم کہتے ہو یہ بات صحیح ہے یا غلط ہے پس سائل کو صدق و کذب ... سے ایک کی تعیین کرانے کے لیے سوال کیا قائل نے جواب دیا کہ غلط ہے اور اسکی تاکید معاذ اللہ سے کی

از ڈاکٹر سعید احمد سعید

یہ کیا خبر تھی کہ ترکی تمام ہوتا ہے	خراب ہو کے گرفتار دام ہوتا ہے
ہمارے روز سعادت کی شام ہوتا ہے	جو حکمران تھے انھیں خود غلام ہونا ہے
غلط کہ پستیٔ اقبال کا نتیجہ ہے	یہ سب ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے

جب پہلے چار دن مصرعون کا مضمون کہا تو سائل کو تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ یہ جو تم مصائب بیان کر رہے ہو یہ امر صحیح ہے یا غلط کہ یہ پستی اقبال کا نتیجہ ہے تو اُس نے جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے بلکہ یہ سب ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔

تیسری قسم استیناف کی یہ ہے کہ جسکے ذکر کے لیے استیناف وارد ہوتا ہے اسکا اعادہ کیا جاتا ہے جیسے۔

نسیمؔ

عرق سے دو نہ خط شکناب کو پانی	... ہی دے ہی حروف لب کو پانی

یہان پانی کا اعادہ کیا گیا جسکی وجہ سے حکم کا استیناف ہوا ہے اور سوال جو یہان مقدر ہے وہ یہ ہے کہ کیون خط مشکناب کو پانی نہ دین۔

ناسخؔ

مکتوب جو آیا تو ہوا مین دل شاد	پیراہن یوسف ہے گویا مکتوب

یہان دوسرے مصرع مین مکتوب کا اعادہ کیا اسی کے لیے حکم کا استیناف کیا گیا ہے اور سوال مقدر یہ ہے کہ مکتوب کے آنے سے تم دل شاد کیون ہوے۔

ولہ

کیا ہے ذقن و بہی مین نسبت	مانند بہی ہے ذقن زرد

دوسرے مصرع مین ذوقن وہی کا اعادہ کیا گیا ہے اخین کیلیے استیناف ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ ذوقن وہی ین کیون نسبت نہین۔

سودا

نہین ڈرتا یہ لاٹھی والا ھی سے	کیا کرے لاٹھی اسکی لاٹھی سے

یہان دوسرے جملے مین لاٹھی کا اعادہ کیا ہے اسی کے لیے جملہ کا استیناف کیا گیا ہی اور سوال مقدر یہ ہی کہ یہ لاٹھی سے کیون نہین ڈرتا۔

نظام رامپوری

دل لگے ہجر مین کیونکر مرا	دل ترا سا نہین پتھر مرا

صدر استیناف محذوف ہوجاتا ہے جیسے۔ سہ

حمد کی جاتی ہے حق کی رات دن	انبیا و اولیا و انس و جن

گویا کہا گیا کہ رات دن کون حق تعالےٰ کی حمد کرتا ہے تو دوسرے مصرع۔ ذریعہ سے جواب دیا کہ انبیا و اولیا و انس و جن حق تعالےٰ کی حمد کرتے ہین۔
اس طرح زبان اُردو مین استعمال نہین ہوتا یہ عربی کا طریق ہے۔
کبھی جملہ استینافیہ کو حذف کردیتے ہین جیسے۔

انشا

کیا ترے سر آچڑھے چارون للامان	شاہ دریا شیخ سدو زین خان تھے میان

گویا کہ یہان سوال کیا گیا کہ کون چارون آچڑھے ہین اسکا جواب دیا گیا کہ شاہ دریا شیخ سدو زین خان تھے میان یعنی شاہ دریا شیخ سدو زین خان تھے میان آچڑھے ہین۔

آغا علیخان مہر

میرے گریبان کو نہین ڈر ہجر کی برسات مین	برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا

گویا یہان سوال کیا گیا کہ کس چیز کا ڈر نہین تو جواب دیا گیا کہ برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا یعنے برق کا اولون کا مینھ کا ہدم کا سیلاب کا ڈر نہین ہی۔

وحید اللہ خان وحید

ہم چشم تمھارا نہین دنیا مین کوئی اور	باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ

گویا سوال کیا گیا کہ کون ہم چشم ہی تو جواب دیا گیا کہ باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ یعنی یہ چیزین ہمچشم ہین۔

جرأت

پھرتا ہون [illegible] ہے — دوانہ ہو ہو [illegible] ہر شہر وہ بہ دہ خانہ بہ خانہ کو بکو

گویا سوال کیا گیا کہ کہان پھرتے ہو تو جواب دیا گیا کہ شہر بشہر دہ بدہ خانہ بخانہ کو بکو یعنی ان مقامات مین پھرتا ہون۔

منشی رام سہائے [illegible]

ظہور صبح نے سب کارخانہ کردیا ابتر	فروغ شمع کا پروانہ کا ارباب محفل کا
فنا کے بعد رہتا ہے تمنا ذکر خیر اکثر	سخن دان کا سخن کا شعر کا اُستاد کامل کا

[illegible] نصیر

تو نے اک بار نہ دیکھا شہ خوبان افسوس	ہم ترے مجرے کو سو بار اُٹھے اور بیٹھے

گویا سوال کیا گیا کہ کیا نہ دیکھا تو جواب دیا گیا ہم ترے مجرے کیواسطے سو بار اُٹھے اور سو بار بیٹھے۔
کبھی تمام استیناف حذف ہوجاتا ہے جیسے۔

قلندر

دل میں خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہے	اُجڑے ہی ملک آوے ہی جب شاہ دوسرا

دل مین ایک ہی دلبر کا خیال خوب ہے اس سوال مقدر کا یہ جواب ہی کہ جب دل مین دوسرے دلبر کا خیال پیدا ہوجاتا ہی تو دل دو دلبرون کے خیالات کی کش مکش اور صدمات سے خراب ہوجاتا ہے پس یہ تمام استیناف حذف کرکے اُسکی جگہ یہ قول رکھدیا گیا کہ جب دوسرا بادشاہ آتا ہے تو ملک اُجڑ جاتا ہی تاکہ اُس محذوف پر دلالت کرتا رہے۔

[illegible] ذکی

وہ جو کہتے تھے کہ ہم ڈنڈون سے توڑینگے سپر	دوڑ کر [illegible] نہ ٹوٹا یا پڑ

گویا یہان سوال کیا گیا کہ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم ڈنڈون سے سپر توڑینگے وہ سچے تھے یا جھوٹے تھے اسکا جواب یہ دیا گیا کہ وہ جھوٹے تھے یہ سارا استیناف یعنی وہ جھوٹے تھے حذف کرکے اُسکی علت کو محذوف پر دلالت کے لیے اُسکی جگہ رکھدیا گیا۔

وصال مرتبہ انتہا ہے عاشق کو	امید گھر نہ ہاتھ لگین جب [illegible]

گویا یہان یہ سوال کیا گیا کہ وصال کا مرتبۂ انتہا ہونا سچ ہی یا جھوٹ اسکا جواب یہ دیا کہ یہ بات سچ ہی پس یہ سارا استیناف حذف کرکے اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھدیا۔

پاک رکھا پاک دامن سے حساب	ولہ	بوسے بھی گن کے لیے گن کے دیے

تنبیہ یہ بیان اُن چارون حالتون کا تھا جو فصل کی مقتضی ہین اب اُن باقی حالتون پر غور کرو جو وصل کو چاہتی ہین۔

کمال انقطاع مع ایہام

یعنی انقطاع کے ساتھ اس بات کا ایہام ہو کہ اگر وصل نہ کیا جائیگا تو سامع متکلم کی مراد کے خلاف سمجھ لے گا پس ایسے موقع پر وصل کرنا واجب ہوتا ہے تاکہ سامع اُس وہم مین نہ پڑے جیسے کہا جائے کہ یہ گھوڑا سو روپے کو آیا ہے مخاطب کہے نہین اور اللہ تمھاری مدد کرے یعنی یہ بات دُرست نہین پس یہ جملہ اخبار یہ ہی اور اللہ تمھاری مدد کرے جملۂ انشائیہ دعائیہ ہی پس دونون مین یہ کمال انقطاع ہے لیکن باوجود اس انقطاع کے عطف کیا گیا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ مخاطب نے بددعا دی ہی اسلیے کہ جب کہا جاتا کہ نہین اللہ تمھاری مدد کرے تو یہ وہم ہوتا کہ بددعا کرتا ہی حالانکہ مقصود دعا دینا ہی اور جب اور کے ساتھ عطف کردیا تو اس وہم کے لیے بالکل گنجایش نہ رہی اس جگہ معطوف علیہ نفی کا مضمون ہی اور معطوف دعا ہے۔

کمال انقطاع اور کمال اتصال مین توسط

جملون کا کمال انقطاع اور کمال اتصال مین متوسط ہونا وصل کو چاہتا ہی اور توسط وہان ہوتا ہی جہان دو جملون کے درمیان نہ کمال انقطاع ہو نہ کمال اتصال اور نہ اُن دو جملون کمالون کی مشابہت ہو پس جب ایسی حالت کے ساتھ دو جملے جمع ہو جائینگے تو اُن مین وصل کیا جائے گا اور دو جملون مین توسط وہان پایا جاتا ہی جہان دونون جملے خبر ہونے مین یا انشا ہونے مین متفق ہون اور یہ آٹھ صورت پر متصور ہی۔

(۱) دونون جملون کے لفظ و معنے خبر ہون جیسے۔

	شاہ [illegible]
	وہ شعلہ رو ہی سوار توسن وہ اسکا توسن برق جان

حا[illegible]

ہر [illegible] یوسف ہ مخفیان جب [illegible] — اور ہوا ملک مصر [illegible] مور

[illegible]

یان ہی عیش وعشرت باہم اور ہیان ہی آہ ونالہ ہردم — آنکے ہمدم ایسے ہین اور اپنے ہمدم ایسے ہین

انیس

[illegible] بسفیدی ہوا [illegible] رخ مہتاب — اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب

وہ سبزۂ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم — اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہردم

مولوی محمد اسمٰعیل

پنہان ہوئی قوس آخر کار — اور ظلمت شب ہوئی نمودار

[illegible] محسن خان

ظاہر [illegible] کہے جاتے ہی سب — اور یہ بھی ہویدا ہی کہ مین کچھ نہین کہتا

(۲) دونون جملون نے لفظ و [illegible] انشا ہین جیسے ۔

واسوخت قلق

اپنے کچھ دل کی ابھی مجھسے کہو اور سنو — بات بھی میری نہین سنتے ہو لو اور سنو

کہو اور سنو دو جملۂ انشائیہ ہین اور یہ دونون جملے لفظاً و معناً انشا ہین ۔

حالی

قوسے جو تمھارے ہین برتاؤ — سوچو میرے پیارے اور شرماؤ

ظفر

ہے ہی صید افگن یہ صیدگہ ہین کھینچکر خنجر — کہ کتنے رہ گئے جاندار اور بے جان کتنے ہین

تیشر

کہا مین نے اے نادر نیک رائے — یہ گر دے [illegible] اور کیسی ہے گائے

ولہ

یہ لو نیوتا اور جلدی [illegible] — توقف نہ چلنے مین ہرگز کرو

مفتون

ہاتھ مین لے جام اور بوتل سنبھال — جلوۂ جانان کو باتون مین نہ ٹال

(۳) دونون جملے معناً انشا ہون اور لفظاً خبر ہون جیسے۔

سودا

ختم کرتا ہون دعائیہ یہ سودا یہ کلام	دوست ہون شاد ترے اور ہو دشمن پامال

تیرے دوست شاد ہون اور تیرے دشمن پامال ہون یہ دونون جملے دعائیہ ہین جو لفظاً خبر یہ ہین اور معناً انشائیہ ہین

ولہ

یارب جو ترے دوست ہین از قلزم اسکے	ہوتے ہوے پار انکی نہ کشتی کو لگے دیر
اور اُس مین جو بدخواہ ترا ہونے لگے غرق	موج اُسکو نکلنے نہ دے ہو پانون مین زنجیر

دوسرے شعر کے صدر مین اور عطف کے لیے ہی اور اُسکے ماقبل کا جملہ بھی دعائیہ ہی اور مابعد کا بھی جو معناً انشا ہین اور لفظاً خبر۔

میر

لات دار دیجیے خیرون مین گیت و غل	اور سحر سر دُکھنے کا ہمسے بہانہ کیجیے

دیجیے اور کیجیے بظاہر انشا ہین کیونکہ امر کے صیغے ہین مگر مردان سے خبر ہی اس لیے کہ دیتے ہو اور کرتے ہو کے معنے مین مستعمل ہوے ہین۔

مولوی نذیر احمد

جبین تو خوش جبین اور رہین عافیت جبین	جب آ لے موت تو سب کا بخیر ہو انجام

ذوق

جو کہ ہون بدخواہ وہ ناشاد اور غمگین رہین	اور ہوا خواہون کے دل ہو وین ہمیشہ شادکام

(۴) دونون جملے معناً انشا ہون اور پہلا لفظاً خبر ہو اور دوسرا لفظاً انشا جیسے۔

سدا رہے وہ زمانے مین باشکوہ جلال ص	اور اُسکے دشمنون کو رکھ تو پائمال ملال

دونون جملے معناً انشا ہین کیونکہ دعا ہین اور پہلا لفظاً خبر ہے کیونکہ صیغۂ مضارع رکھتا ہی اور دوسرا لفظاً انشا ہی کیونکہ صیغہ امر رکھتا ہی۔

بحرہو جائے یارب پائے انداز ص	اور اپنے عشق سے کر تو افراز

اس مین بھی وہی صورت ہی۔

(۵) دونون جملے معناً انشا ہون اور لفظاً پہلا انشا ہو اور دوسرا خبر جیسے۔

مدام عقدہ کشا ہے اُسے زمانے مین الشا	اور آئے ہاتھ رہے میرے دل کی سلجھاوٹ

دونون جملے معناً انشا ہین کیونکہ دعا ہین اور پہلا لفظاً انشا ہی کیونکہ صیغہ امر ہی جو دعا کے لیے ہے اور دوسرا لفظاً خبر ہی کیونکہ صیغہ مضارع رکھتا ہی جو دعا کیلیے ہی۔

(۶) دونون جملے معناً خبر ہون اور لفظاً انشا ہون جیسے۔

مولوی محمد اسمٰعیل

ورنہ جاڑا کون اور گرمی ہے کیا	ہے حرارت کی کمی بیشی فقط

دوسرے مصرع کے دونون جملے لفظاً انشا ہین اور معناً خبر ہین کیونکہ استفہام انکاری کو مشتمل ہین جو اگرچہ انشا ہین داخل ہی مگر خبر کی تاویل مین ہی اسلیے لفظاً انشا سمجھا جاتا ہی اور معناً خبر۔

نور علی

اور منھ سے کہین کیا کہ ہی تقریر سے باہر	ہم کیا لکھین وصف اُسکا ہی تحریر سے باہر

دونون مصرعون کے دونون جملے استفہام انکاری کو متضمن ہین اسلیے معناً خبر ہین اور لفظاً انشا۔

امیر حسن امیر سہارنپوری

کیا نہ تھی محکوم تو کیا ہم ترے آقا نہ تھے	کیا نہ تھی لونڈی تو اور کیا ہم ترے مولا نہ تھے

امو جان مفتون

آج روز عیش ہے دے بے حساب	خوف عصیان کیسا اور کیسا عذاب

(۷) دونون جملے معناً خبر ہون اور پہلا لفظاً انشا ہو اور دوسرا لفظاً خبر ہو جیسے۔

اور مخلوق ساری مرجاتی	تنگی جسم و جان مین کب آتی

پہلا جملہ بوجہ استفہام انکاری ہونے کے لفظاً انشا ہی اور معناً خبر ہی اور دوسرا جملہ لفظاً و معناً دونون خبر ہی۔

شیخ الٰہی بخش تبسم

اور ہر وقت رہے پیش نظر جام شراب	چشم ہی یہ نہ مجھے آنکھ اُٹھا کر دیکھو

دونون جملے معناً خبر ہین اور پچھلا لفظاً بھی خبر ہی اور پہلا لفظاً انشا ہی اسلیے کہ دیکھو امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہے اور مراد اس سے یہ ہی کہ مجھے آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھتے ہو۔

(۸) دونون جملے معناً خبر ہون اور پہلا لفظاً خبر ہو اور دوسرا لفظاً انشا جیسے۔

کون مرتا ہے بھلا کسی کے واسطے	ہین یہ سارے دوست اپنے جی کیواسطے

پہلے مصرع مین جملہ خبریہ ہی اور دوسرے مصرع مین جملہ انشائیہ ہی جو معناً خبر ہی اور لفظاً انشا ہے کیونکہ استفہام انکاری ہی جو معناً انشا ہوتا ہے اور لفظاً خبر۔

یہ خطا سنلے سے ہو برہم کرے وہ نفرت	اور خطاواروں مین تم اس بے خطا کا نام لو

پہلا جملہ لفظاً خبریہ ہے اور دوسرا لفظاً انشائیہ ہے کیونکہ وہ امر کی جمع کا صیغہ ہے مگر مراد اس سے حال ہے یعنے اس بے خطا کا نام لیتے ہو اس صورت مین معناً دونون جملے خبریہ ہین۔

جامع کی حقیقت

جو وصف دونون جملون کو جمع کرتا ہے اُسکے لیے یہ واجب ہے کہ دونون جملون کے مسندالیہون مین کوئی مناسبت ہو اسی طرح دونون جملون کے مسندون مین بھی مناسبت ہونا چاہیے یہ نہ ہو کہ صرف مسندالیہون مین یا فقط مسندون مین مناسبت ہو کیونکہ دو جملون کے عطف کے لیے اسقدر کافی نہین۔

(۱) اگر مسندالیہ دونون مین متحد ہون تو اُنکے لیے کسی اور مناسبت کی ضرورت نہوگی یعنی متحد ہونے کی نسبت کافی ہے جیسے۔

مثنوی بہار اُمید

تنگدستی مین کشایش کا دلاتی ہے یقین	اور بلاؤن مین ہے توصبر کی کرتی تلقین
الم و رنج مین کام آتی ہے اُنکے اکثر	اور کٹھن وقت مین تو تھامتی ہے اُنکی کمر

چارون جملون مین امید مسندالیہ ہے۔

مرزا احمد بیگ ذا

چھوڑ اسلام کو اور کھینچکے قشقہ ذاکر	طالب کفر ہو اور اُس بت عیار سے مل

دونون جملون مین ذاکر مسندالیہ ہے۔

[illegible]

موجود سخن گو ہون جہان مین ان سے سبب آپ	اور رجاے [illegible] آپ طبیعون مین سخن گو

دونون جملون مین آپ مسندالیہ ہے۔

ولہ

اگر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو	تو جلدی اُٹھو اور اپنی خبر لو

دونون جملون مین مسندالیہ مخاطب ہے۔

ذوق

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف	اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کیلیے

دونون جملون مین مسندالیہ خدا ہی۔

آزاد

اہل تحصیل کو پڑھنے کے سوا کام نہین | اور جہان مین انھین فکر سحر و شام نہین

دونون جملون مین مسندالیہ اہل تحصیل ہے۔

انیس

یان آدمی پہ جان کو وارے ہی آدمی | اور آدمی کو تیغ سے مارے ہی آدمی

دونون جملون مین آدمی مسندالیہ ہی۔

(۲) اسی طرح اگر مسند متحد ہون تو اُن مین پھر کسی دوسری مناسبت کی ضرورت نہین یہی اتحاد کافی ہی صرف مسندالیہون مین کوئی مناسبت ہونا چاہیے۔

اسوخت قلق

ہم ادھر رونے لگے اور وہ اُدھر رونے لگے

دونون جملون مین مسند متحد ہین اور مسندالیہون مین عاشقی و معشوقی کی مناسبت ہی۔

میر

راتون کے تئین مصیبتین گذرین | اور دنون کو قیامتین گذرین

دونون جملون مین مصیبتین اور قیامتین مسندالیہ ہین اور گذرین دونون جملون مین مسند متحد ہین

قدرت

شب ہجران مصیبت مین لکھون کیا قدرت | تن سے جان چھوٹے ہی اور جان سے تن چھوٹے ہی

پچھلے مصرع کے دونون جملون مین مسند متحد ہین اور مسندالیہ بھی باہم مناسبت رکھتے ہین۔

بیتش

ابھی چوغ کھولون تو آفت اُٹھے | خرابی اُٹھے اور قیامت اُٹھے

(۳) اگر دونون جملون کے مسندالیہ مختلف ہون تو اسوقت مین اُن مین کوئی خاص مناسبت ہونا چاہیے عام مناسبت کافی نہین مثلاً دو آدمی مسندالیہ ہون تو اُنکے مسندالیہ واقع ہونے کے لیے صرف انسان ہونا یا کھڑا ہونا یا بیٹھا ہونا کافی نہین بلکہ دوستی یا دشمنی یا رشتہ داری یا امیر ہونے یا تاجر ہونے کی مناسبت ہونا چاہیے یا اسی طرح کوئی اور مناسبت ہو اسی طرح مسند مختلف ہون تو اُن مین بھی کسی قسم کی مناسبت کا ہونا ضرور ہی جیسے۔

مولوی محمد اسمعیل

کو مسافر کو جھلس دیتی تھی تمہ | اور زمین تلووں کو دیتی تھی جلا

پہلے جملے مین لو اور دوسرے مین زمین مسند الیہ ہین اور ان دونون مین ملابست کی نسبت ہے اور مسندون مین یہ نسبت ہی کہ جھلس دینا بھی جلا دینے کے قبیل سے ہی کمی بیشی کا فرق ہی۔

مذہب عشق

تو دریا ہے اور مین ہون تشنہ جگر | بجھا پیاس کو میری جلد آن کر

دونون جملون مین عاشق و معشوق مسند الیہ ہین اور ان مین تعشق کا ہونا یہان جامع ہی اور مسندون مین یہ نسبت ہی کہ پانی تشنگی رفع ہونیکا ذریعہ ہی۔

حالی

طبع غالب ہے اور مین مغلوب | نفس قاہر ہے اور مین مقہور

دونون مصرعون مین مسند الیہون مین جزو کل کی نسبت ہی اور مسندون مین تضاد ہی۔

ظفر

بظاہر سب ہین انسان لیک باطن کی خدا جانے | کہ ہین انسان ان مین کتنے اور حیوان کتنے ہین

دونون جملون مین مسند الیہ انسان اور حیوان ہین اور ان مین جزو کل کی نسبت ہی۔

داغ

دل مین کیا خاک جگہ دون ترے ارمانون کو | کہ یہان ہی یہ خراب اور مکین اچھے ہین

دونون جملون کے مسند الیہون مین ظرفیت و مظروفیت کی مناسبت ہے اور مسندون مین تضاد کی نسبت ہے۔

میر

اب وہی گھر ہے بے سر و سایہ | اور ہون مین وہی فرومایہ

مسند الیہ دونون جگہ وہی ہے اور مسندون مین ظرفیت و مظروفیت کی مناسبت سے ہے اور ملکیت کی مناسبت بھی کہہ سکتے ہین۔

انیس

مضمون گوہر ہین اور صدف سینہ ہی | ہے صاف تو یہ کہ قلب بے کینہ ہے

مضمون اور سینہ مسند الیہ ہین اور دونون مین مناسبت ہی کہ مضمون سینے سے پیدا ہوتا ہے

اور صدف و گوہر مین بھی یہی مناسبت ہی یعنی گوہر صدف مین پیدا ہوتا ہی۔

[illegible]س مین محو اور وہ ہے [illegible]	آئینے مین ہی آپ نہ آئینہ آپ مین

مسندالیہون مین خالقیت اور [illegible]قیت کی مناسبت ہی اور مسندون مین تضاد کی جامعیت ہی۔

احمد علی صادق

تھین تری غزلین قصیدے سے دلربا	اور تھا ہر شعر تیرا اول پذیر

مسندالیہون مین جزئیت وکلیت کی مناسبت ہی۔ اور مسندون [illegible] مضمون متحد ہی۔

مقتول

وہ غنی ہی اور وہ رحمان ہے	آیۂ لاتقنطوا ایمان ہے

ظفر

تیری نے نوشی کی خاطر ساغر سیمین ہو ماہ	اور گزک کے واسطے زرین رکابی آفتاب

آتش

میکدے مین چل رے سیر عالم نیرنگ کر	قلقل مینا ہی نغمہ اور دور جام رقص

انشا

رات وہ بولی مجھسے ہنسکر چاہ میان کچھ کھیل نہین	مین ہون ہنسوڑا در تو ہی مقطع میرا تیرا میل نہین

ناسخ

تمنا ہی ساقی [illegible] بزم مے مین	وہ سرشار ہو اور ہشیار مین ہون

(۴) اگر مسندالیہون مین مناسبت نہوگی اور مسندون مین مناسبت ہوگی یا اسکے برعکس ہوگا تو عطف صحیح نہوگا جیسے کہین میرے موزے تنگ ہین اور میرا مکان تنگ ہی اسی طرح زید شاعر ہی اور عمرو کالا ہی۔

(۵) جامع تین قسم پر ہی ایک عقلی دوسرا وہمی تیسرا خیالی۔ اور عقل ایک قوت ہے نفس کے واسطے جسکے سبب سے نفس علوم اور ادراکات کے لیے مستعد ہوتا ہی اور یہ قوت بالذات کلیات کا ادراک کرتی ہی بہت سے علما جیسے ارباب معانی و علم باطن و متکلمین کہتے ہین کہ عقل کی حقیقت کا علم ہمین نہین اور وصف اسکا صحیح نہین باوجودیکہ اسکے وجود کا یقین ہی مگر ہم اُسکے علم سے ناواقف ہین۔

اور **وہم** سے مراد وہ قوت ہے جو خاص معانی کو جو خاص صورتوں مین ہین ادراک کرتی ہی مثلاً کوئی بھیڑیا خاص ہو اُسکو جو کسی خاص بکری کے ساتھ عداوت ظہور مین آئی ہو اُس کو قوت واہمہ کے ذریعہ سے معلوم کرے بغیر اسکے کہ وہ عداوت حواس ظاہرہ کے ذریعہ سے اُس کو پہونچی ہو کیونکہ حواس کے ذریعہ سے جو چیز پہونچتی ہے وہ **صورت** کہلاتی ہی مثلاً جب ہم کسی چیز کو چکھ کر مزہ معلوم کرتے ہین تو یہ مزہ صورت کہلاتا ہے نہ معنی پس بھیڑیے کو بکری کے ساتھ عداوت کا معلوم کرلینا قوت واہمہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور یہ **معنی** کہلاتا ہے کسی حس کے ذریعہ سے یہ معنی بھیڑیے کو حاصل نہین ہوتے۔

اور **خیال** سے مراد وہ قوت ہے جس مین محسوسات کی صورتین جمع ہوتی ہین اور یہ **حس مشترک** کا خزانہ ہے حواس خمسہ سے جو چیزین محسوس ہوتی ہین اُنکو حس مشترک لے لیتا ہے اور اُنکو لیکر خیال مین رکھ دیتا ہے پھر ایک اور قوت ان صورتون مین تصرف کرتی ہے اسطرح کہ کبھی ایک کو دوسرے سے مرکب کرتی ہی اور کبھی ایک کو دوسرے سے علٰحدہ کرتی ہی اور ایسے ہی ان صورتونمین جو معنی ہین مثلاً بھیڑیے کی دشمنی بکری سے مان باپ کی دوستی بیٹے سے ان معنون کو مرکب کرتی ہے یا علٰحدہ کرتی ہی مثلاً ایک آدمی دس سر کا تصور کرین اس مین ترکیب ہی یا بن سر کا آدمی تصور کرین اس مین تفصیل ہی اور علٰے ہذا القیاس اس قوت کو **مفکرہ** کہتے ہین اور **متخیلہ** بھی اسکا نام ہی مفکرہ اُس قوت کو اُسوقت کہتے ہین جبکہ عقل اس سے کام لے اور متخیلہ اس حالت مین بولتے ہین کہ وہم اُس سے اپنی خدمت لیوے چونکہ **عقل** انسان سے مخصوص ہی اس لیے یہ قوت بھی سواے انسان کے اور حیوانات مین نہین ہوتی یہان خیالی سے قوت خیال کی صورتون اور اُنکے معانی مین قوت متخیلہ کا تصرف بطرز مذکور مراد نہین بلکہ صرف وہ صورت مراد ہی جو حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین پہونچتی ہی۔

جامع عقلی

وہ ایک امر ہے جس کے سبب سے عقل تقاضا کرتی ہے کہ قوت مفکرہ مین دو جملے جمع ہو جائین اور وہ امر کئی طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) دونون جملون کے مخبر عنہ یا مخبر بہ تصور عقل مین ایک ہون اور یہ اُسی صورت مین ہوتا ہے کہ دوسرے جملے کا مخبر عنہ یا مخبر بہ وہی ہوتا ہے جو پہلے جملے کا ہوتا ہی مثلاً۔

ہوس

یون یار سے گفتگو تو مت کر | اور بخد کی آرزو تو مت کر

دونون جملون مین مخبر عنہ متحد ہین۔

ظفر

میرے گریے نے [illegible] داغ | اور دل سے یار کے حرف محبت دھودیا

دونون جملون مین مخبر عنہ متحد ہین اور وہ متکلم کا گریہ ہے۔

ولہ

انسان کو کل کا تپلا بنایا ہی اُسنے آپ | اور آپ ہی وہ بستا ہی تپلے کو کل کے چل

ہوس

جو لیلی سے دل تہی کرون مین | اور حیاہ سے کوتہی کرون مین

دونون جملون مین مخبر عنہ ایک ہین اور وہ متکلم ہے۔

نعیم

مین اس دل کے جفا سہنے کے صدقے | اور اس سہ کے چُپ ہنے کے صدقے

دونون جملون مین مسند الیہ متحد ہین اور وہ متکلم ہی اور مسند بھی متحد ہین۔

انشا

دائیون کے ہوے دوپٹے سُرخ | اور بچّون کے چیٹے بٹے سُرخ
ہوے یکبار ہاتھی گھوڑے سُرخ | اور سوارونکے سارے جوڑے سُرخ

دونون شعرون مین مخبر بہ ایک ہین اور وہ سرخ ہونا ہے۔

ظفر

ہوے دونون کچھ ایسا سوچ کر چُپ | کہ وہ چپ ہین اُدھر اور ہم ادھر چپ

پچھلے مصرع مین دو جملے ہین اور دونون مین مخبر بہ ایک ہین اور وہ چُپ ہونا ہی۔

عبد الغفور شہباز

واے ناکامی رقیب روسیہ گھر لے چلا | اور مین یہ خوش کہ رہبر سوے دلبر لے چلا

دونون مصرعون مین دونون جملون کے مخبر بہ متحد ہین۔

(۲) کسی قید مثلاً صفت۔ حال۔ ظرف وغیرہ مین اتحاد ہو یعنی اگر ایک جملہ صفت یا حال

یا ظرف وغیرہ کے ساتھ مقید ہو تو دوسرا بھی ویسا ہی ہو مثلاً۔

نفیس

فلک کے پار غم و درد کی صدائین تھین	تمام خیمے مین ماتم تھا اور بکائین تھین

پچھلے مصرع کے دونون جملے ظرفیت کے ساتھ مقید اور متحد ہین۔

سودا

نسیم ہی ترے کوچے مین اور صبا بھی ہے	ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے

پہلے مصرع مین دو جملے ہین اور وہ قید ظرفیت مین اتحاد رکھتے ہین۔

[illegible]

چشم و رخ کو دیکھ کر تیرے سدا ای سادہ رو	دنگ ہی نرگس یہان اور آئینہ حیران ہی

دونون جملے پہلے مصرع کے قید ظرفیت مین اتحاد رکھتے ہین۔

گنا بیگم

ترے منھ کی تجلی دیکھ کر کل رات حسرت سے	زمین پر لوٹتی تھی چاندنی اور شمع جلتی تھی

پچھلے مصرع کے دونون [illegible] قید حسرت مین اتحاد رکھتے ہین۔

واجد علی شاہ

حسین سے سوسن کی ہر یہ پوشاک	فلک بھی نیلا ہی اور جامہ گلستان سرخ

غم حسین [illegible] مصرع کے دونون جملے اتحاد رکھتے ہین۔

(۳) دونون جملون مین تماثل ہو اور تماثل یہ ہی کہ حقیقت یعنی نوع مین متفق ہون اور عوارض مین مختلف ہون اور باوجود اسکے کسی ایسے وصف مین بھی دونون شریک ہون جو انکے ساتھ ایک قسم کا اختصاص رکھتا ہو جیسے زید آیا اور عمر و گیا پس یہان زید اور عمر مین تماثل ہی اسلیے کہ دونون کی حقیقت ایک ہی کیونکہ دونون انسان ہین لیکن عوارض مین مختلف ہین کیونکہ ایک کی صورت اور نام دوسرے سے جداگانہ ہی یہ مثال مسند الیہون مین تماثل کی ہی۔

میر

ہم تو لب خوش رنگ کو اسکے مانا لعل احمر آج	اور غرور سے اُن نے ہمکو جانا کنکر پتھر آج

پہلے جملے مین شخص متکلم یعنی عاشق اور دوسرے جملے مین شخص غائب یعنی معشوق کی ذات مسند الیہ ہے اور نوع دونون کی واحد ہی عوارض مین فرق ہی۔

مثنوی سعدین

صاحب عقل اُس کو جانتے ہین | اور منصف سب اُسکو مانتے ہین

صاحب عقل اور منصف دونون جملو نکے مسند الیہ ہین جو نوع مین متفق ہین اور عوارض مین مختلف

اشرف بیگ خان اشرف

آسرا تیرا ہی بس رکھتے ہین کنگال سدا | اور بھروسے پہ ترے جیتے ہین بدحال سدا

کنگال اور بدحال دونون جملون مین مسند الیہ ہین جو نوع مین متحد ہین اور عوارض مین مختلف۔

سید اکبر حسین اکبر

بتانِ مغربی سے ہین تعارف کی تمنائین | مین دیکھونگا انھین اور وہ مرا ایمان دیکھینگے

حسرت

ملا لوہ ... کے معنے کو جو سمجھے | دے پٹکے صراح اور وہ قاموس جلادے

صراح اور قاموس نوع مین متحد ہین اور وہ علم لغت ہی۔

ممتاز

گو تھے مشہور جہان حسن مین یوسف ہمدم | اور عیسیٰ بھی بھرا کرتے تھے اعجاز کا دم ہا

ولہ

یوسف اُٹھے تو مصر کے بازار مین بکے | اور اک نبی نے نار مین جلوے دکھادیے

میر حسن

یہ طرفہ ترکہ تیری سنبھلتی نہین زبان | اور تیرے سامنے مری چلتی نہین زبان

زبان خواہ متکلم کی ہو یا مخاطب کی سب درحقیقت ایک ہین اگرچہ بسبب اضافت کے اُن کا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی مگر جب اضافت شخصہ سے مجرد کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہی۔

اور مسند دن مین تماثل کی مثال یہ ہی زید بکر کا باپ ہے" اور "عمرو خالد کا باپ ہی" بس باپ ہونا خواہ بکر کا ہو یا خالد کا یا اور کسی شخص کا سب درحقیقت ایک ہین اگرچہ بوجہ اضافت کے ان کا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی مگر جب اضافت شخصہ سے مجرد کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہے۔

شباب

کس سوچ مین ہی زاہد اک جرعہ دیکھ پیکر | یہ ہی شراب ہندی اور وہ ولایتی ہے

شراب خواہ ہندوستان کی ہو یا یورپ کی درحقیقت سب ایک ہی اگرچہ بوجہ نسبت کے اسکا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہی۔

ولہ

دیکھکر کہتے تھے لاشون کو عدو مقتل مین — لاش اکبر ہی یہ اور لاشہ اصغر یہ ہے

لاش اکبر اور لاش اصغر مسند ہین ان مین تماثل ہی کیونکہ دونون کی حقیقت ایک ہی لیکن تشخص مختلف ہین۔

تنبیہ اگر کہا جائے کہ عقل کلیات کا ادراک کرسکتی ہی اور جزئیات کا ادراک اُس کا کام نہین بلکہ جزئیات کا ادراک حواس سے علاقہ رکھتا ہی اور تماثل جزئیات مین سے ہی پس اس کا ادراک عقل کیونکر کرسکتی ہی اور تماثل جامع عقلی کی قسم مین کیونکر محسوب ہوسکتا ہی تو ہم کہتے ہین کہ یہ قول بیشک درست ہی لیکن قوت عاقلہ دو مثلون کو یعنے زید اور عمرو کو تشخص اور تعین خارجی سے مجرد کرلیتی ہے یعنے زید کو زید اور عمرو کو عمرو نہین جانتی بلکہ انسان مطلق اُنکو خیال کرتی ہی پس گویا زید آیا اور عمرو گیا کے یہ معنی ہین کہ انسان آیا اور انسان گیا۔

بعض فضلا کہتے ہین کہ تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہی تجانس کے یہ معنی ہین کہ دو چیزین ایک جنس کی ہون مثلاً آدمی اور گھوڑا جو جنس مین شریک ہین یعنے وہ بھی حیوان ہی اور یہ بھی اور تشابہ کے معنے یہ ہین کہ دو چیزین عرضیات مین متحد ہون مثلاً زید اور عمرو دونون سخاوت یا شجاعت مین شریک ہون یعنے یہ بھی سخی یا شجاع ہی اور وہ بھی پس تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہی مثلاً حیوانات کے بیان مین کہا جائے کہ طوطا ایسا ہوتا ہے اور بیل ایسا ہوتا ہے اور گھوڑا ایسا ہوتا ہے اور بہادرون کے ذکر مین کہا جائے کہ زید ایسا شجاع ہی اور عمرو ایسا شجاع ہے۔

اشرف بیگ خان اشرف

موسم خاص کا محتاج نہو جسکا ثمر — اور کسی رنگ سے خالی نہو جسکا گل تر

ثمر و گل دونون جملون مین مسندالیہ ہین اور جنس دونون کی ایک ہی یعنی وہ بھی نباتات مین سے ہی اور یہ بھی اور نوع مختلف ہی اور مسندون مین جو جامعیت ہی وہ بھی ظاہر ہی۔

انیس

اسوار بھی تھا پیادے بھی تھے ہمرہ کرشا — کل ہشتر تو اونٹ ہین اور بیس گھوڑے ہین

اونٹ اور گھوڑے مسند الیہ ہین جنکی جنس ایک ہی یعنی دونون حیوان ہین اور نوع مختلف ہی

برجمارت

کرتے ہین پپیہے پیہو پیہو ؟	اور مور جھنگاستے ہین ہرسو

میرحسن

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن	کہین نرگس اور گل کہین یاسمن
چنبیلی کہین اور کہین موگرا	کہین رائے بیل اور کہین موتیا
کہین ارغوان اور کہین لالہ زار	جُدے اپنے موسم مین سبکی بہار

ظفر علی بی اے

تیری شجاعت نخل تناور	اور میری جرأت اک اُسکی ڈالی

یعنے مخاطب اور متکلم کی شجاعت مین تشابہ ہی اور دونون مسند الیہ ہین۔

(۴) دونون مین تضائف ہو۔ **تضائف** کے معنی یہ ہین کہ ایک چیز دوسری کی نسبت سے معلوم ہو یعنی ایک کا تصور دوسرے کے تصور کو لازم ہو مثلاً کسی شخص کے باپ ہونیکا تصور اُسکے لیے بیٹا ہونیکے تصور کو لازم ہی جیسے کہین زید کا باپ لکھتا ہی اور اُسکا بیٹا پڑھ رہا ہی ان دونون جملون مین باپ اور بیٹا مسند الیہ ہین اور جامع ان دونون مین عقلی ہی اور وہ تضائف ہی۔

وحید

بن بن کے برق سایۂ تیغ ظفر گرا	وان مورچے سے باپ اُٹھا یان پسر گرا

مقصود بالتمثیل مصرع ثانی ہی پہلے جملے مین باپ اور دوسرے مین بیٹا مسند الیہ ہین و ان دونون جملون کے درمیان حرف عطف محذوف ہی اسی قبیل سے ہی اقل و اکثر ان دونون کے مفہومون مین تضائف ہی کیونکہ جو عدد گنتی کے وقت دوسرے سے پہلے فنا ہو جاتا ہی وہ اقل ہی اور دوسرا اکثر ہے پس ہر ایک کا سمجھنا دوسرے کے اعتبار سے ہی مثلاً عمرو بڑا ہی اور زید چھوٹا ہی پس ان مین سے ہر ایک دوسرے کے اعتبار سے سمجھا جاتا ہے۔

حالی

کیا کہون حال درد نہانی	وقت کوتاہ و قصہ طولانی

پہلے جملے مین وقت اور دوسرے مین قصّہ مسند الیہ ہی اور پہلے جملے مین کوتاہ اور دوسرے مین طولانی مسند ہے۔

ولہ

ایک بیمار اور سو آزار — ایک رنجور اور سو ناسور

اضطراب و قلق و ضعف میں کیونکر نہ مروں — جان واحد ہے مری اور ہیں آزار کئی

ظفر

ہو وہی جان بر جسے دے شربت دیدار تو — اک انار اور سیکڑوں بیمار اس میں کوئی ہو

محمد حسین متخلص بہ حسین

قصہ نہیں ہے طول یہ ہے مختصر کلام — تھوڑا ہی وقت اور ہے باقی بہت سا کام

تھوڑا اور بہت کے مفہوموں میں تضائف ہے۔ اسی طرح علت و معلول کے مفہوموں میں بھی تضائف ہے اسلیے کہ جب ایک چیز سے دوسری چیز صادر ہوتی ہے تو پہلی علت ہوتی ہے اور دوسری معلول ہوتی ہے پس اگر معلول کا وجود اس علت کے سوا کسی اور علت پر موقوف نہ ہے تو اسے علت تامہ کہتے ہیں اور اگر کسی دوسرے کے ذریعہ سے صادر ہو تو علت ناقصہ نام رکھتے ہیں مثال اسکی۔

محمد حسین آزاد

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جہان میں — اور روشنی تھی عام زمین آسمان میں

خطاب آفتاب کی طرف ہے۔ آفتاب علت ہے اور روشنی معلول ہے اس مناسبت سے دونوں جملوں میں عطف واقع ہوا ہے۔

ولہ

ہر ہر زمانہ بسکہ ہے وابستہ شام سے — اور تو بھی ہے تھکا ہوا دنیا کے کام سے

مخاطب یعنی آفتاب سبب ہے اور زمانہ مسبب۔

حالی

اُس کے مرنے سے مر گئی دلّی — خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

پہلے جملے کا مسند الیہ خواجہ ہے اور دوسرے کا شہر اور ان میں جو نسبت ہے وہ ظاہر ہے اور مسند پہلے جملے [illegible] نوشہ ہے اور دوسرے کا برات اور ان میں یہ نسبت ہے کہ نوشہ سبب ہے برات ہونے کا

مولوی محمد اسمٰعیل

ہند کی سرزمین ہے ان دا — اور ہمالہ پہاڑ جل داتا

ہند کی سرزمین اور ہمالہ پہاڑ دونون جملون کے مسندالیہ ہین اور یہ جنسیت مین شریک ہین اسلیے کہ دونون جمادات کی قسم ہین اور ان ماتا اور جل داتا مسند ہین اور ان مین وجہ جامع سببیت ہی اسلیے کہ پانی ناج کے پیدا ہونے کا سبب ہی۔

انشا

مفت جل جائے گا پڑے بھی سرک	ارے ہین آگ اور تو ہے خس

مسندالیہون مین دونون جملون کے عشق جامع ہی اور مسندون مین جامع سببیت ہی اسلیے کہ آگ سبب ہی خس کے جلنے کا۔

جامع وہمی

وہ ہی کہ اُس کے سبب سے وہم خیال کرتا ہی کہ دو جملے قوت مفکرہ مین جمع ہو جائین پس جامع وہمی واقع مین کوئی جامع نہین بلکہ باعتبار اس بات کے جامع ہی کہ وہم نے اُس کو جامع بنایا ہی۔ اور جامع وہمی تین وجہ سے پایا جاتا ہی۔

(۱) اس سبب سے ہوتا ہی کہ دونون چیزون مین تماثل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہی یعنے دونون مین اتحاد نوعی معلوم ہوتا ہی جیسے سفیدی و زردی کیونکہ قوت واہمہ ان دونون کو دو مثل خیال کرتی ہے اس جہت سے کہ یہ دونون قریب قریب ہین زیادہ مخالفت باہم نہین رکھتے اسلیے وہم انکو نوع واحد سمجھتا ہی حالانکہ سفیدی و زردی دو متماثل چیزین نہین کیونکہ تماثل یہ ہی کہ دو چیزون مین حقیقت یعنے نوع مین اتحاد ہو اور تعین مین اختلاف ہو حالانکہ سفیدی و زردی مین اختلاف نوعی ہی اور نہ دونون متضاد ہین کیونکہ متضاد ایسی دو چیزین ہوتی ہین کہ اُن مین انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ سفیدی و زردی مین انتہا درجے کا خلاف نہین بلکہ ایسا خلاف سفیدی و سیاہی مین ہی البتہ عقل یہ جانتی ہی کہ سفیدی و زردی دونون نوع متباین ہین جو ایک جنس کے تلے داخل ہین اور وہ جنس رنگ ہے

ناسخ

سفید آگے ترے چاند اور سورج زرد ہی ظاہر	یہ ہی اکسیر سونے کی وہ ہی اکسیر چاندی کی

مومن

قوس قزح نہین ہی کہ تسبیح رکھے ہی چرخ	دو جس مین تار سرخ ہین اور ایک تار سبز

مصحفی

گلو انکو رنگ مین یک سان نہ دیکھا	نظر آئے کہین زرد اور کہین سرخ

سُرخ و سبز اسی طرح زرد و سُرخ مین تماثل ہے ساتھ مشابہت ہے۔

فائدہ چونکہ وہم ایسی دو چیزون کو جن مین شبہ تماثل ہو ہم مثل قرار دیتا ہے اسلیے شعر ذیل کے دوسرے مصرع مین چار موجون کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

غالب

چار موج اُٹھتی ہے طوفان طرب سے ہر سو
موجِ گل موجِ شفق موجِ صبا موجِ شراب

اسلیے کہ وہم نے یہ توہم کیا کہ چار موجین نوع واحد سے ہین وہ طوفان طرب ہے اور عوارض مین مختلف ہوگئی ہین اور عقل جانتی ہے کہ وہ متبائن چیزین ہین اسی طرح سودا کے شعرون مین چار چیزون کا جمع کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

جس کے تو پاس نہووے تو اُسے عالم مین
مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک

وہم نے مجلس اور شادی اور تنہائی اور غم کو جمع کر دیا ہے اور اشتراک ان مین معشوق کی مفارقت صدمہ قرار دیا ہے حالانکہ ان مین نہایت تباعد ہے۔

ولہ

کر دیا ہے مین کرشمے نے تری آنکھون کے
مسجد و میکدہ و دیر و حرم چارون ایک

وہم نے مسجد و میکدہ و دیر و حرم کو جمع کیا ہے اور اشتراک ان مین کرشمۂ معشوق کا فعل قرار دیا ہے حالانکہ ان مین نہایت تبائن ہے۔

ولہ

طبع انسان مین ترے عدل سے کہتے ہین اثر
حنظل و آب بقا شربت و سم چارون ایک

جامع وہمی کی وجہ سے حنظل اور آب بقا اور شربت اور سم کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہم کو یہ متوہم ہوتا ہے کہ چارون ایک نوع سے ہین اور وہ انسان کی طبع مین ایک سا اثر کرتا ہے صرف عوارض مین مختلف ہوگئے ہین چنانچہ حنظل ایک تلخ پھل ہے اور آب بقا ایک خاص قسم کا پانی ہے جو ظلمات مین موجود ہے اور شربت ایک سیال اور شیرین چیز ہے اور سم ایک حجری جسم ہے مگر چارون عقل اور حس کے نزدیک متبائن ہین وہم ان کو ایک نوع سے مانتا ہے اور اگرچہ عدل ممدوح کا ضامن ہونے سے چارون چیزون مین ایک سا اثر پیدا ہو جانا ایک امر عقلی ہے لیکن وہم اس معقول کو بوجہ کمال ادعاے ظہور اُسکے کے بمنزلے محسوس کے قرار دے لیتا ہے۔

(۲) جامع وہمی تضاد کی وجہ سے ہوتا ہے اور تضاد یہ ہے کہ دو ایسی وجودی چیزون مین جو

ایک محل مین بتعاقب طور پر وارد ہوسکتی ہون انتہا درجے کی مخالفت ہو بس ایجاب وسلب اور عدم وملکہ کا تقابل تضاد مین داخل نہ ٹھہرے گا کیونکہ اگرچہ یہان بھی مخالفت ہوتی ہی مگر یہان دونون چیزین وجودی نہین ہین اور اس قید سے کہ دونون ایک محل مین وارد ہوسکین یہ ثابت ہوا کہ دونون اعراض کے قبیل سے ہون نہ اجسام کے اور اس قید سے کہ دونون مین انتہا درجے کا خلاف ہو تعاند بھی نکل گیا کیونکہ تعاند مین انتہا درجے کا خلاف نہین ہوتا چنانچہ سیاہی اور سرخی اسی طرح سفیدی اور زردی مین تعاند ہی تضاد نہین اگر تضاد کی تعریف مین انتہا درجے کا خلاف ماخوذ نہوتا تو تعاند بھی تضاد مین داخل رہتا کیونکہ تضاد حقیقی کی تعریف مین انتہا درجے کا خلاف ملحوظ ہی اور تضاد شہوری مین یہ ملحوظ نہین پس تضاد شہوری تعاند کو بھی شامل ہی تضاد حقیقی کی مثال محسوسات مین سفیدی وسیاہی ہے جیسے کہین کہ سفیدی اچھی ہی اور سیاہی بری ہی اور معقولات مین اسکی مثال ایمان و کفر ہے جیسے ایمان اچھا ہی اور کفر برا ہے حق یہ ہی کہ ایمان و کفر مین تقابل عدم وملکہ کا ہے کیونکہ ایمان اُس چیز کی تصدیق و اقرار کو کہتے ہین جس کی نسبت یہ معلوم ہوجائے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہین جیسے خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت اور حشر و نشر کا حال اور کفر عدم ایمان ہے اُس چیز سے جسکی شان سے یہ ہی کہ ایمان لائے پس ایمان ملکہ ہوا اور کفر اُسکا عدم ہوا اور کبھی یون کہتے ہین کہ اُن چیزون مین سے جن کی نسبت علم ہوجائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اللہ کے پاس سے لائے ہین کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہی پس اس صورت مین دونون وجودی ہونگے اور وہ بھی تضاد کے قبیل سے ہی جو ان چیزون کے ساتھ متصف ہو جیسے سفید و سیاہ اور مومن و کافر۔

ظفر

کوئی جانباز یونکو عاشق جان باز سے پوچھو	کہ ہین یہ کام مشکل کتنے اور آسان کتنے ہین
عشق کو آتے ہیں کیا در اصل آفت مین جا پھنسا	غرض دانا بھی ہم کتنے ہین اور نادان کتنے ہین
کسی دن کھینچکر تیغ امتحان کر اپنے بازو کا	کہ دیتے جان کتنے اور بچاتے جان کتنے ہین

خرد

ہماری اُن کی صحبت آہ ابر و برق کی سی ہے	ہم اُنکو دیکھکر روتے ہین اور وہ ہم پہ ہنستے ہین

سودا

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر	ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

میر حسن

آہ غیرون کو میسر ہو ترے وصل کا دن اور یون ہاے اس دل کو شب تار ملے

فیاض الرحمن خواجہ

اس سبب کی طبیعت سے عداوت نہین جاتی اور دلسے مرے اسکی محبت نہین جاتی

نظام رامپوری

نظام کسکا اپنی اپنی قسمت ہے وصال غیر کو ہو اور فراق یار مجھے

ناسخ

کوئی کڑوی ہے اور کوئی میٹھی نمکین کوئی کوئی کھٹ مٹھی

مذاق

جس دن طفلی چلنے والی اور شباب آنے کو ہے مژدہ اے رندو وہ مست شراب آنے کو ہے

امیر

اے طول جدائی یہ نیا ہے ترا اندھیر دن سارے زمانے مین ہے اور شب مرے گھر آج

ظفر

اگر غنچہ ہو دلگیر خندان گردش گل ہو ظفر اس باغ مین تجھے ہے شادی اور غم پہلے

فضل الدین فیاض

سب ہی خواہ دل فیاض تو ہے خاطر جمع اور بدخواہ پریشان نظر آتے ہین

اور اس شعر مین تضاد نہین۔

سید قطب الدین اشک

ہاے وہ مڑ کر نہ انکا دیکھنا وقت نزع اور مرا یاس و حسرت کی نظر سے دیکھنا

اسلیے کہ تضاد وہ مقابلہ ہے جو دو ایسی وجودی چیزون مین ہو جو ایک محل مین وارد ہو سکتی ہون اور یہان مقابلہ سلب و ایجاب کا ہے اسلیے کہ پہلا جملہ موجبہ ہے اور دوسرا سالبہ۔

(۲۳) کبھی تضاد کی مشابہت ہوتی ہے جیسے زمین و آسمان ظاہر ہے کہ دونون وجودی ہین انمین سے ایک نہایت پست ہے اور دوسرا نہایت مرتفع ہے اور تضاد کی مشابہت کے یہی معنی ہین کہ ایک نہایت پست ہے اور دوسرا نہایت بلند ہے اور متضاد نہین اسلیے ایک محل پر دونون وارد نہین ہو سکتے کیونکہ دونون اجسام سے ہین اعراض نہین ہین اور نہ دونون سیاہ و سفید کی طرح ہین

کیونکہ پست ہونے اور بلند ہونے کا وصف زمین اور آسمان کے مفہوم مین داخل نہین بخلاف سیاہ و سفید کے کہ سیاہی و سفیدی کا وصف دونون کی ذات مین داخل ہی اسی قبیل سے ہے یہ شعر حالی کا۔ ؎

اثر فیض عام سے اُسکے	کعبہ آباد و میکدہ معمور

کعبہ اور میکدہ مین شبہ تضاد ہے۔

راسخ

ہے زمین جائے قرار خاکیان	اور گردون مسکن افلاکیان

لطف

ہزارون رنج و غم ہین خانۂ دل مین نہین کھلتا	نہ صاحب خانہ ان مین کتنے اور مہمان کتنے ہین
سفر دنیا سے ہی درپیش سب کو پر نہ جانے	کہ بے سامان ہین کتنے اور باسامان کتنے ہین

کشن پرشاد شاد

پانون پڑنے سے نکر منع مجھے تو ای یار	غیر کا سر یہ نہین اور یہ قدم غیر نہین۔

سر و قدم مین شبہ تضاد ہی۔

مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

آسمان ایسا بلند اور زمین ایسی فراخ	خاک و باد و آب و ہوا روشنی شمس و قمر

تنبیہ تضاد اور شبہ تضاد مین اس سبب سے جامع [illegible] اُسکو بمنزلے تضائف کے بنالیتا ہے پس یہی باعث ہے کہ جب ایک ضد خاطر مین گذرتی ہی تو دوسری بھی اکثر اوقات خیال مین آجاتی ہی اور یہ خاطر مین گذرنا وہم کی رو سے ہے نہ عقل کی رو سے کیونکہ عقل جب ان مین سے کسی ایک کا تعقل کرتی ہی تو دوسرے کو بھلا دیتی ہی بخلاف متضائفین کے کہ ان مین سے جب ایک عقل مین خطور کرتا ہی تو دوسرا بھی ضرور خطور کرتا ہے

جامع خیالی

وہ ایسا امر ہی جسکے سبب سے خیال چاہتا ہی کہ دو جملے قوت مفکرہ مین جمع ہو جائین اور یہ اس سبب سے ہوتا ہی کہ عطف کرنے سے پہلے ان دونون کے درمیان خیال مین قرب ہوتا ہی اور اس قرب کے اسباب مختلف ہین یہی وجہ ہی کہ جو صورتین خیال مین ثابت ہو جاتی ہین وہ از روے ترتیب و وضوح کے مختلف ہو جاتی ہین کیونکہ بعض صورتین ایسی ہین کہ ایک شخص کے خیال مین وہ ایک دوسرے سے

علحدہ نہین ہوتین اور دوسرے شخص کے خیال مین وہی صورتین آپس مین جمع نہین ہوتین اور بعض ایسی صورتین ہین کہ ایک شخص کے خیال سے بالکل غائب ہی نہین ہوتین اور دوسرے شخص کے خیال مین وہ ہرگز آتی ہی نہین جب یہ حال ہے تو ایسے دو جملون کے اجتماع کے واسطے اسباب بھی مختلف ہونگے پس ایسے خیال کا جاننا ضروری ہی جو الفت طبیعت اور عادت سے پیدا ہوے مثلاً کہین یار کا قامت دیکھا اور قیامت کے قائل ہوئے اجتماع قامت اور قیامت کا خیال مین فتنون کے سبب سے ہی۔

ہوس

غم دست افسوس مل رہا تھا		اور دور شراب چل رہا تھا

اجتماع غم کے دست افسوس ملنے اور دور شراب چلنے کا خیال مین بے فکری کی وجہ سے ہی

سود

جو گوش ہوش تو رکھتا ہو تو برابر ہے		صدائے نغمۂ داؤد و نالۂ دل زار

اجتماع نغمۂ داؤد اور نالۂ دل زار کا خیال مین سوز و گداز کی وجہ سے ہی۔

ناظم

کلام سخت کہکر کیسے وہ ہم پر برستے ہین		لب نیلے لعل ہین اور لعل سے پتھر برستے ہین

انشا

تصور عرش پر ہے اور سر ہے پائے ساقی پر		غرض کچھ زور دھن مین اس گھڑی میخوار بیٹھے ہین

اور یہ خیالی امور شاعری کے طریقے پر ہین اور اس قسم کے آدمیون کے دل مین خوب بھرے ہوتے ہین اگر عام لوگ انکو سنتے ہین تو پسند نہین کرتے۔

جملہ حالیہ

اگر دوسرا جملہ متکلم کے زعم مین پہلے جملے کی قید ہو تو وہ دوسرا جملہ اس موقع پر حالیہ ہوگا اور جملہ حالیہ کی شرط یہ ہے کہ خبریہ ہو نہ انشائیہ اسلیے کہ حال اگرچہ معنی کی رو سے مثل خبر بتلاکے ہی لیکن چونکہ حکم خبری کی قید ہی اسلیے چاہیے کہ مقید کے باقی رہنے تک ثابت اور باقی رہے اور انشا کے لئے خارج نہین ہوتا بلکہ لفظ سے ظاہر ہوتی ہی اور لفظ کے زوال سے زائل ہو جاتی ہی اسلیے قید بننے کی

صلاحیت نہین رکھتی یہی وجہ ہی کہ جملۂ انشائیہ شرط اور ظرف اور صفت نہین ہوتا مگر بہت ہی کم۔

محمد اسحاق خان تمنا

اپنی تو یہ صورت ہی کہ جون بلبل تصویر	پرواز کی طاقت نہین اور پاس چمن ہے

جملہ پاس چمن ہی معطوف ہی جملۂ پرواز کی طاقت نہین پر اور حال بھی ہی چونکہ یہ دونون جملے افادہ مین متصل ایک دوسرے کے ہین تو ربط کلام اور افادے کے واسطے عطف کیا گیا تاکہ جمعیت پر دلالت کرے یعنی پرواز کی طاقت کا نہونا اور چمن کا پاس ہونا دونون ایک وقت مین تھے۔

غالب

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے	سفینہ چاہیے اس بحر بیکران کے لیے

مدح باقی ہی جملہ حالیہ ہی یعنی ایسی حالت مین ورق تمام ہوا ہی کہ مدح باقی ہی۔

حالی

دریکتا ہون اور ہون بے آب	ماہ کامل ہون اور ہون بے نور
چشمہ بیداد کاروان تشنہ	بادہ پر زور و انجمن مخمور ہے

وصل کا حسن اور خوبی

یہ بات ضرور ہی کہ دونون جملون مین کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جو عطف کی صحت کو چاہتی ہو مثلاً دونون جملے لفظاً و معناً انشائیہ ہون یا صرف معناً انشائیہ ہون یا لفظاً و معناً خبریہ ہون یا صرف معناً خبریہ ہون اور ان مین کوئی جامع عقلی یا وہمی یا خیالی پایا جاتا ہو اور دونون جملون کی خوبی مین یہ بات داخل ہی کہ ان مین آپس مین تناسب قائم ہو اور تناسب یہ ہی کہ دونون اسمیہ ہون جیسے۔

ناسخ

پان وسمی کو دیکھکے بولا بت ظریف	ثابت ہوا کہ مرد ہی سرخ اور زن کبود

معصوم علی

اور [illegible] اور [illegible] مین	مغفرت کا امید وار رہون مین

الع[illegible]

وقت ساز خال چہرہ دست کو نسبت ہی کیا	روم ہی نزدیک زنگ اور زنگ ہی لندن کے پاس

فگار

تمنا یوسف ہے گو تو مجھپہ عاشق	اور اپنی عاشقی مین بھی ہے صادق

ظفر

ہو وہ جان جہان نہ ہرگز دوست	اور دشمن ہو اب جہان اپنا

و

کیا تماشا ہے کہ ہے خرقہ مے آلودہ تمام	اور ہے اسیر غرور پاک دامانی مجھے

ولہ

جان ارادہ آج اُس قاتل کے دلمین در ہے	اور یان کچھ آرزو بسمل کے دل مین در ہے

ممتاز

سکوت ہمدمی میرے ستانے کو بھی کم ہے	اور اسپردر پے آزار یارب چرخ [illegible] ہے

محمد یحییٰ الیقین

ہے خواہش دل نامے کی تحریر سے باہر	اور پائے طلب جادہ تقریر سے باہر

یا دونون فعلیہ ہون اور پھر فعلیون کا تناسب یہ ہے کہ دونون جملون مین ایک سے فعل ہون مثلاً دونون جملون مین فعل ماضی مطلق ہو جیسے۔

سودا

دل یار کی ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا	اور اُس کو سر بار مجھ عشق نے کوٹا

حسرت

حسرت اب دیوانگی تیری ہی کا ہے دور دورہ	دن گئے فرہاد کے اور دور مجنون ہو چکا ہے

گلزار نسیم

گلچین نے وہ پھول جب اڑایا	اور غنچہ صبح کھل کھلایا ہے

یا دونون مین فعل ماضی بعید ہو جیسے۔

آزاد

تھا انھون نے ابھی دفتر نہ سمیٹا اپنا	اور نہ تھا علم نے طومار لپیٹا اپنا

یا دونون جگہ فعل ماضی استمراری ہو جیسے۔

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اُٹھائے آتا	اور بغل مین کوئی بیگ اپنا دبائے آتا

اگرچہ لاتا تھا اور آتا تھا ماضی استمراری کے صیغے ہین جو اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ فاعل سے وہ فعل چند مرتبہ صادر ہوا ہی مگر یہان اُنسے معنی اتفاق کے تراوش پاتے ہین یعنی اتفاقات سے کسی کا خود بین دوش پر اُٹھائے لانا اور کسی کا بغل مین اپنا بیگ بائے آتا دیکھا یا بحسب اتفاق کسی کا دوش پر خود بین اُٹھائے لانا اور کسی کا بغل مین بیگ دبائے آنا واقع ہوا۔

حالی

اِک استغنا سے جھک جاتا تھا سر مغرور کا
اور عنایت سے کنول جاتا تھا مزدور کا

یہان جھک جاتا تھا اور کھل جاتا تھا سر کے مکرر جھک جانے اور کنول کے مکرر کھل جانے پر دلالت کرتے ہین

ولہ

پانون اُٹھتا تھا اُس کا بن کی طرف
اور کھنچتا تھا دل وطن کی طرف

یا دونون جگہ فعل مضارع ہو جیسے۔

بیان

سو برس مین نہ نکلے دلی جلتے
اور نہ تو آن مین نکلے

ظفر

ساتھ غیرون کے پیے تو بادۂ عشرت کے گھونٹ
اور ہم تجھ بن پئین خونناب حسرت کے گھونٹ

میر حسن

یون رکھے تو اپنا زانو ناکسان کے زیر سر
اور نہ ہووے سنگ بھی مجھ ناتوان کے زیر سر

یا دونون جگہ فعل حال ہو جیسے۔

ناسخ

مینھ کا سامان کرتی ہے پیدا
اور بادبان کرتی ہے پیدا

محی الدین فوق

سچ ہی کرنے ہی سے کچھ کام ہوا کرتا ہے
اور پھر کام ہی سے نام ہوا کرتا ہے

ظفر

یا تو وہ جانتا ہی جو ہی مرے جی کا خیال
اور یا یا رخدایا مرا جی جانتا ہے

ولہ

مرگ رنگ ترے ساتھ عدو پیتے ہین
اور ہم رشک سے یان اپنا لہو پیتے ہین

غالب

لسکہ لیتا ہون ہر مہینے قرض	اور رہتی ہے سود کی تکرار

یا دونون جگہ استقبال ہو جیسے۔

ظفر

دو گے جو اک بوسہ برابر سو کے صنم ہم سمجھینگے	اور تمھین بھی حاتم عہد اللہ کی قسم ہم سمجھین گے

مولوی عبد الرحمن راسخ

صبر پڑ جائے گا تیری جان پر	اور رہنے گا قید خانہ تیرا گھر

مگر کبھی ایسا ہوتا ہی کہ معطوف علیہ یا معطوف مین سے کسی ایک کے ساتھ کوئی خاص مطلب متعلق ہوتا ہی تو اس تناسب لفظی کو ترک کر دیا جاتا ہی مثلاً ایک مین تجدد مقصود ہوا ور دوسرے مین ثبوت تو ایک جگہ فعل لائینگے اور دوسری جگہ اسم جیسے۔

انیس

مائل بہ سفیدی ہوا رنگ رخ مہتاب	اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب

پہلے جملے مین ثبوت مقصود تھا اسلیے اسم لائے اور دوسرے مین تجدد مقصود تھا اسلیے فعل ذکر کیا

ذوق

بزم رنگین مین تری رنگ طرب ہو ہر دم	اور تری خاطر اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج

اس مین بھی وہی حال ہے۔

مومن

کب گل کھلے گا دیکھیے ہی فصل گل تو دور	اور سوے دشت بھاگنے مین مجھے ابھی سے ہے

اس مین بھی وہی حال ہی۔

جرأت

آہ غیرون کو میسر ہو ترے وصل کا دن	اور یون ہجر کی اس دل کو شب تار ملے

میر

جب ہوا کچھ شعر کا رتبہ بلند	اور مولانا لگے لے پسند

نظم

ٹوٹی سی لگی آکے جو ٹوٹا کوئی تارا	اور ہے مہ نو خنجر عریان کے برابر

یہان پہلے مین تجدد ہی اور دوسرے مین ثبوت۔

حالی

مصر مین قحط جب پڑا آکر | اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر

کبھی ایک جگہ ماضی مقصود ہوتی ہی اور دوسری جگہ حال جیسے۔

اسکی کمند زلف نے باندھے کسی کے پانون **مؤلف** اور کاٹتا ہے خنجر بران کسی کے ہاتھ

باندھے صیغۂ جمع ماضی مطلق ہے اور کاٹتا ہے صیغۂ واحد حال ہے۔

غالب

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب | لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہی

کبھی ایک مین ماضی کا ارادہ ہوتا ہی اور دوسرے مین مستقبل کا جیسے۔

آزاد

لیجائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا | دیکھو کمایا کسنے ہی اور کون اڑائے گا

کبھی ایک مین اطلاق اور دوسرے مین تقیید کا ارادہ کرتے ہین مثلاً ایک جگہ شرط کیساتھ مقید کردیتے اور دوسری جگہ مقید نہین کرتے اور ظاہر ہی کہ شرط جزا کے لیے قید ہوتی ہی جیسے۔

مولوی عبدالرحمٰن راسخ

رات کو تم سو اگر ہے تجھکو ڈر | اور وقت صبح استغفار کر
زہر اگر کھاوے دلی تو نوش ہو | اور طالب کھائے بلی ہوش ہو

دونون مثالون مین معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہی اور معطوف مطلق ہی۔

سودا

بس ہو تو رکھون آنکھو نمین اُس آفت جان کو | اور دیکھنے دون مین نہ زمین کو نہ زمان کو

اس مین بھی معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہی اور معطوف مطلق۔

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے | اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

معطوف علیہ مطلق ہی اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہی۔

جرأت

بات ہی اول تو وہ کرتا نہین مجھ سے کبھی | اور جو بولے بھی کبھی منھ سے تو شرمایا ہوا

معطوف علیہ مطلق ہی اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہی۔

ظفر

بند رکھنا چشم کا غافل ہی عین مصلحت	اور اگر کھولے تو کھول آنکھیں خبرداری سے پھر

اس مین بھی معطوف علیہ مطلق ہی اور معطوف مقید ہی۔

دونون مقید کرتے ہین جیسے۔

حالی

سرسری فیصلہ تو یہ ہے اگر تم مانو	اور نہین مانتے گر بات مری تم جانو

درد

ہی خوف اگرچہ جی مین تو ہی تیرے غضب سے	اور دل مین بھروسا ہی تو ہی تیرے کرم کا

ظفر

سوئے جو دل کھول کر ٹکڑے جگر ہونے لگا	اور اگر رونے کو روکا درد سر ہونے لگا

التشا

بھروسے ہی ہمین اب تو بھروسا ہے ترا	اور تکیہ ہے اگر ہے ہی در کا تکیہ

متفرق فوائد

وصل مین یہ ضرور نہین کہ حرف عطف مذکور ہی ہو کیونکہ اکثر وزن شعر کی ضرورت سے ساقط کر دیا جاتا ہی اور کہین بغیر ضرورت کے بھی حذف کر دیتے ہین بعض مقام پر اس کے حذف سے حسن پیدا ہو جاتا ہے جیسے۔

انیس

عنقا گوگرد سرخ پارس اکسیر	یہ سب ملتے ہین دوست کم ملتا ہے

وله

نازک مزاج نسترن اندام تیز رو	گردون مسیر باد یہ پیما و برق د
صرصر سے تند بو سے سبک رو ہوا سے تیز	چالاک فہم و فکر سے ذہن رسا سے تیز
ذی جاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا	رہوار کیا ہوا یہ سلیمان کا تخت تھا

سمٹا جما اڑا ادھر آیا ادھر گیا
چمکا پھرا جمال دکھایا ٹھہر گیا

یار محمد خان شوکت

رنگ گل حسن چمن بوے سمن لطف بہار	چشم بد دور مرے یار گل اندام میں ہیں

امیر

دیکھئے جس کو وہ ہے حسن میں یکتاے جہان	لب دہن چشم مژہ زلف منبر عارض

فاصلہ اعداد کے درمیان مین نہ لانا زیادتی فصاحت و بلاغت کا موجب ہے جیسے۔

اشنا

ایک دو تین چار پانچ چھ سات	آٹھ نو دس ہوے بس آشنا بس

اگر اعداد مین حرف عطف لائین تو فصاحت مین فرق آجائے۔
واو عطف کو تلفظ مین نہین لاتے کیونکہ اسکا تلفظ مخل فصاحت ہی جیسے۔

سودا

یک دو تین ترے حاجب کو نہ دیتی تھی خلق چین	دار الامارت آگے یہ بستی تھی دن ورین

ولہ

محمد عادل و کامل و عاقل	محمد ہے جو کچھ تھا اُس کے قابل

باوجودیکہ واؤ دو کلمون یا دو جملون کو ایک حکم مین شامل کرتا ہے اور یا تردید کے لیے آتا ہے یعنے دو مین سے ایک کے ہونے کو منع کرتا ہے مگر کبھی ان دونون کو جمع کر دیتے ہین اور اسوقت مین واو زائد ہوتا ہے جیسے۔

ظفر

منزل مقصود تک حسرت مجھے پہونچا گئی	اور یا ادبار مری قسمت مجھے پہونچا گئی

ناسخ

ہو رنج مرے دل کو دیا ہو آرام	جز ذکر خدا مجھکو نہین ہے کچھ کام

ضرورت وزن یا رعایت قافیہ کیلیے جس لفظ کے ساتھ رابطہ لگانا چاہیے اسکے ساتھ تو نہین لگاتے اور لفظ کے ساتھ لگا دیتے ہین اور سر جملہ پر بھی فقط وزن یا رعایت قافیہ کی وجہ سے آسکتا ہے جیسے ؎

سودا

ہے متوطن وہ لعین روم کا	بستی مین رکھتا ہے اثر بوم کا

ہو سکے وصف تری کرح کاکس سے پورا | انشا ہے نمونہ اسی کا مہر درخشاں کی کرن

رابطہ کبھی تامہ ہوتا ہی یعنی موجود ہی کے معنے دیتا ہی جیسے۔

داغ

جشن نوروز ہے دربار شہ والا ہے | اہل دربار ہزاروں ہیں یہاں کم سے کم

اور رابطے کا بعد خبر کے ہونا ضرور نہیں جیسا کہ توبۃ النصوح کی اس عبارت میں "سوچا کہ چلنا اب تو مرکنا نہیں پھر قیامت ہے فائدہ اور اضطراب سے حاصل"

حالی۔

اب نہ سید کا افتخار صحیح | نہ برہمن کو شدر پر ترجیح

میر

شور مطلق نہیں کسو سر میں | زور باقی نہ اسپ واشتر میں
بھوک کا ذکر اقل واکثر میں | خانہ جنگی سے امن لشکر میں
نہ کوئی رند ہے نہ کوئی اوباش

گہر

مزاج غریباں کو کیا پوچھتے ہو | خدا کا کرم مہربانی تمھاری ؛؛

ہر جملے کے بعد رابطہ لانا ضرور ہی مگر یہ کہ تمام کلمۂ سابق کو رابطہ سمجھیں اور لاحق کو سابق پر معطوف کریں جیسے اس فقرے میں توبۃ النصوح کے "

نہ تو ہر وقت گھر میں گھسے رہنے کی اُسکی خو تھی نہ بال بچوں ہی سے بہت اختلاط کرنے کی عادت۔

ایضاً

"ادھر تو فرزند کا فریفتہ ہی اُدھر مال ومتاع کا دلدادہ"

خواجہ حسن اللہ بیان

جز خدا آشنا نہیں کوئی ؛؛ | کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور

جب معطوف علیہ اور معطوف میں نہایت اتصال منظور ہوتا ہی تو بعض لفظ جو معطوف علیہ پر لگے ہوتے ہیں وہ دوبارہ معطوف پر نہیں لگاتے جیسے۔

ذوق

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں | باشکوہ وحشم وجاہ ونعم وصحت

اصل مین یون ہی با شکوہ و با حشم و با جاہ و بعمر و بہ صحت لیکن چونکہ نہایت اتصال منظور ہے اسلیے سب معطوفون کے اوپر سے با کو الگ کردیا۔

ہوس

خود چلیے برائے خواستگاری	با حشمت و جاہ و بُرد باری

آٹھوان باغ ایجاز و اطناب و مساوات کے بیان مین

اصل مراد کے بیان کرتے ہین جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہین یا تو مدعا کے مساوی ہوتے ہین اُسکو **مساوات** کہتے ہین یا اُس سے کم اور ناقص الفاظ سے مدعا ادا کیا جاتا ہے مگر اُن الفاظ سے مدعا نکل آتا ہے اسکو **ایجاز** کہتے ہین یا ادائے مدعا مین کچھ الفاظ بڑھ جاتے ہین مگر بے فائدہ نہین ہوتے اسکو **اطناب** کہتے ہین طراز مین لکھا ہے کہ کلام اپنے معنے کے واسطے ایسا ہے جیسا لباس قد کے واسطے پس اگر لباس قد پر درست بیٹھے کہ نہ ڈھیلا ہو نہ تنگ ہو تو یہ حال مساوات کا ہے اور اگر قد سے بڑھ جائے تو یہ حال اطناب کا ہے اور جو قد سے کم اور اُس پر تنگ ہو تو یہ حال ایجاز کا ہے الخواطر الحسان مین بیان کیا ہے کہ ایجاز دو قسم پر ہے ایک ایجاز قصر اور وہ یہ ہے کہ معنے زائد ہون لفظ سے اور حذف وہان نہو دوسرا ایجاز تقدیر اور وہ یہ ہے کہ لفظ اپنے معنے کے مساوی ہو اگر الفاظ کم ہوے اور ادائے مدعا کو بھی کافی نہوے تو اس کو **اخلال** کہتے ہین جیسا کہ اصغر کے اس مصرع مین۔ ؎

مانا شراب مین ہے تو طاعت مین ہے ریا

اصل مراد متکلم کی یہ ہے کہ فرض کیا کہ شراب مین شر ہے تو طاعت مین بھی ریا موجود ہے الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہین کہ اُن سے وہ مدعا نہین حاصل ہو سکتا اسی قبیل سے ہے غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع۔ ؎

داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے	ہمسے رنج بیتابی کس طرح اُٹھایا جائے

مطلب یہ ہے کہ داغ بزبان حال اظہار عجز کررہا ہے اور شعلہ بھی بزبان حال اظہار عجز کررہا ہے اور دونون بیتابی کی تکلیف برداشت نہین کرسکتے تو بھلا ہم سے رنج بیتابی کیونکر اُٹھے گا۔

ولہ

رُک گیا دیکھ روانی میری	متقابل ہے مقابل میرا

عود ہندی مین غالب کا ایک خط مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام نظر سے گذرا جس مین اس شعر کے
متعلق لکھا ہی تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا نور ظلمت شادی و غم و راحت و رنج و وجود و عدم لفظ مقابل
اس مصرع مین بمعنی مرجع (دوست) ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست کے بھی مستعمل ہی مفہوم شعر یہ ہے
کہ ہم اور دوست از روے خود عادت ضد ہمدگر ہین وہ میری طبع کی روانی دیکھکر رک گیا انتہٰی مگر
الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہین کہ اُن سے مدعا حاصل نہین ہوسکتا۔ میرے نزدیک مرزا نے
اس شعر کا اصلی مفہوم بیان نہ کرسکے متقابل سے مقصود یہان حریف اور عدو ہے اور مراد اُس
سے وہ ہے جو بتکلف مقابلے کو کھڑا ہوگیا ہو حقیقت مین قوت مقابلہ نرکھتا ہو مطلب یہ ہے
کہ حریف چونکہ واقعی طور پر میرے مقابلے کے قابل نہ تھا اسلیے تاب مقابلہ نہ لاسکا اور میری روانی
کے سامنے عاجز ہوگیا متقابل بتکلف مقابلہ کرنے والا اور مقابل بمعنے حریف و عدو ہے۔

ولہ

نقش نازِ بت طناز بہ آغوش رقیب		پاے طاؤس پے خامۂ مانی ما[illegible]

مرزا کا یہ مطلب ہی کہ آغوش رقیب مین اُس بت طناز کی تصویر ناز لینے کے لیے خامۂ مانی کے
بجاے پاے طاؤس کی ضرورت ہی طاؤس حسین ہوتا ہے لیکن پاے طاؤس بدنما ہوتے ہین
اسی طرح نقش نازِ بت طناز خوب ہی لیکن بہ آغوش رقیب ٹھیک نہین اس مطلب کے ادا
کرنے کے لیے الفاظ کافی [illegible]۔

ولہ

[illegible] گر دب گیا لہو نہ تھما		[illegible] گر رک گیا روانہ ہوا

یعنے اگرچہ ہمارا زخم دب گیا ہی لیکن ہنوز اس سے خون جاری ہی اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے
کہ ہمارا کام رکا نہین کیونکہ اگر زخم دب جاتا اور خون بھی تھم جاتا تو اُس وقت البتہ کہ سکتے تھے کہ کام
اگر رک گیا تو بہتر نہوا یہ مضمون الفاظ کلام سے بخوبی ثابت نہین ہوسکتا اسلیے اخلال مین داخل ہے
اگر لفظ مدعا سے زائد ہو اور کچھ فائدہ نہ دے تو اسکی دو صورتین ہین

ایک یہ کہ لفظ زائد متعین نہو اسے **تطویل** کہتے ہین الخواطر الحسان مین لکھا ہے کہ تطویل مین
طوالت کے لیے نکتہ ضرور ہوتا ہی اور غیر متعین ہونے سے یہ مراد ہی کہ اُن مین سے کسی ایک کے گرا دینے
سے معنی مطلوب متغیر نہون اور تطویل کبھی تکرار لفظی و معنوی دونون سے پیدا ہوتی ہے اس طرح کہ
ایک لفظ کی بغیر کسی نکتے کے تکرار کی جاتی ہی۔

بہار دانش

چلاچل چلاچل گئی دن کے بعد | اٹھا رحمت وباد وباران ورعد

کبھی تکرار معنوی سے پیدا ہوتی ہی اسطرح پہ دو مترادف بغیر کسی نکتے کے جمع کیے جاتے ہین جیسے

منور علی آشفتہ

میرا ہی کیا قصور رہی بیتاب وبیقرار | جز غیر اور کون نہین تیرے واسطے

بیتاب اور بیقرار ایک معنے مین ہین انکی جمع کرنے مین کچھ فائدہ نہین پس تطویل ہی اسی قبیل سے ہے میرانیس کا یہ شعر

ہر دم ہے عنایات خدا سے مدد غیب | شک اس مین نہین بندہ شبیر ہون لاریب

شک اس مین نہین اور لاریب غیر متعین زائد ہین۔

بشارت اللہ بیتاب

عاصی وگنہگار وخطادار ہے بیتاب | ستار ہے تو دامن رحمت مین چھپالے

عاصی وگنہگار وخطادار یہ تینون ایک معنی مین ہین۔

داغ

خسرو نامور وبادشہ نام آور | شان مین جسکی کیا داغ نے مطلع یہ رقم

حالی

کر گئے جو نئے پندار کے تھے متوالے | بڑھ گئے پیشۂ مزدوری ومحنت والے

نشی

بہت مین نے دیکھا فراز ونشیب | نکو مجھ سے گفتار مکر وفریب

ولہ

سوار اُس پہ ہو کر یل شیر زاد | نہایت ہوا دل مین مسرور وشاد

مثنوی سعدین

پاس احباب روز وشب ہیتے | بات اندرز وپند کی کہتے

ہو

بہتر ہے پر اب یہ اے خردمند
کچھ مجھکو نہ کر نصیحت وپند

واسطی

جہان سخن ... امیر احمد میناؔ	کہین زمانے مین جسکا نہین شبیہ ونظیر

مشتاق

دیکھ کر عقد ثریا کو فلک پر اے ماہ	سر پر نور وضیا کا ترے جھُوم جانا

مہر

ہمارے ہین ہارین اُنسے جیتے گا کوئی کیونکر	وہ اک اک بات پر انکار کرتے ہین مکرتے ہین

ظفر

ہمنے جون طفل دبستان محبت مین ظفر	پھینکا آخر ورق دانش وفرہنگ مروڑ

ناسخ

ناز رفتار سے پاتے ہین جسد روح رواں	گرد رہ خاک شفا ہے ترے بیمارون کو

داغ

نام لیجے اگر اُس کا تو اُسی دم کھلجائے	عقدۂ کار ہو کیسا ہی جو دشوار دہ اہم

دوسرے یہ نہ متعین ہو اور متعین ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر ایک کے گرا دینے سے معنی متغیر ہون اور دوسرے کے گرا دینے سے متغیر نہون تو دوسرا زائد ہوگا اور اس مین اس بات کا اعتبار نہین ہے کہ فلان آگے ہو اور فلان پیچھے ایسے لفظ کو **حشو** کہتے ہین حشو کے لغوی معنی بھرتی کے ہین جو تکیون کے اندر بھرتے ہین اور اصطلاح مین اُس لفظ سے مراد ہی جو قبل از تمام کلام ذکر کرین اور معنی مقصود بے اُس کے بھی پُورے ہو سکتے ہون یعنی مطلب کو ایسے الفاظ سے ادا کیا جائے کہ اُس سے کم الفاظ مین ادا ہو سکتا ہو پس وہ لفظ جو ادائے مدعا کے واسطے ضرور نہین یعنی مطلب بغیر اُسکے پُورا ہو گیا وہی حشو ہی اور یہ بھی دو قسم ہی ایک **حشو مفسد** یعنی کلام مین فساد پیدا کرنے والا جیسے۔

میر حسن

بنایا سمجھ بُوجھ کر خوب اُسے	خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

سمجھ بوجھکر حشو ہے کیونکہ معنے بدون اُسکے تمام ہوتے ہین اور زیادتی کے لیے متعین بھی ہی اور مفسد اسلیے ہی کہ اس سے لازم آتا ہے کہ فاعل حقیقی کبھی بے سمجھے بوجھے بھی بنایا کرتا ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس قسم کی مخلوقات سے ہین جسکو سمجھ بوجھکر اُسنے بنایا۔ دوسرا

حشو غیر مفسد اور اسکی تین قسمین ہین۔
(الف) حشو قبیح کہ کلام اُسکے سبب سے بے لطف اور کم رتبہ ہوجائے جیسے۔

سخن گو سے روشن دل ہو۔ ۔ ۔ یہ لکھا ہے زیر سپہر بلند

ولہ

دوہفتے مین تو ہو نچو دان ہلک ۔ زیادہ نہو دیر زیر فلک

ولہ

۔۔۔ نے صدا لگی بعد جنگ ۔ خوشی سے تہ چرخ فیروزہ رنگ

شعر اول مین زیر سپہر بلند اور شعر دوم مین زیر فلک اور شعر سوم مین تہ چرخ فیروزہ رنگ حشو قبیح ہے اور یہ زیادتی کے لیے متعین بھی ہی اور مفسد نہین۔

منہ

بنا چار چاہا کہ پھر جایئے ۔ طرف اپنے لشکر کے آیئے

پھر آیئے حشو قبیح ہے۔

دبیر

دو حرف لفظ لب مین ہین اک لام ایک با ۔ ہوتے ہین بسں لام کے دو بے کے واہ وا

واہ وا حشو قبیح ہے۔

منہ

شہ نے کہا یہ ضربت ہوش وحواس ہے ۔ واللہ واہ حق ترا جوہر شناس ہے

واہ زائد محض اور حشو قبیح ہی۔

ولہ

تا سال ابد ہونہ اس آیئنے کی تمثال

سال حشو قبیح ہے۔

منہ

آنکھوں کی تری روغن بادام سے بہتر
عارض کا پسینہ ہی گلاب گل احمر

گل احمر حشو قبیح ہے

عباس

کرے گر خواب مین قندیل روشن	ترا ہو نام بے تمثیل روشن

بے تمثیل حشو قبیح ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا

کہا تب شاہ نے یون اُس گھڑی آہ	نہین یہ آدمی ہے حاشا اللہ

آہ حشو قبیح ہی۔

آفتاب رائے رُسوا

ہی زندگی کا لطف تب آئے خوش اوقات	جب ہاتھ مین ساقی کے صراحی ہو سبو ہو

خوش اوقات حشو قبیح ہی اور دلیل اس پر یہ ہی کہ جب خضر کو یہ چیزین میسر نہین تو اُنکی اوقات خوش کب ہوگی۔

واجد علی شاہ

لیٔے لیکر طلاق وہ گلفام	میرے پاس آئی وہ بت خود کام

بُت خود کام حشو قبیح ہی۔

رنگین

سرا مین اپنی ہم قسمت کو رنگین	ہوے اُست مین ایسے کی جو بے کین

لفظ بے کین حشو قبیح ہی۔

آتش

سودا ہی سر کو زلف گرہ گیر یار سے	دل بستگی ہی کا فرغرض اعتقاد سے

ولہ

چہرۂ محبوب پر گیسو نہین لہرا رہے	بُت کے آگے کرتے ہین کفار نافرجام ہد

نافرجام کا لفظ حشو قبیح ہی۔

تپش

کہ فرزند میرا جہاندار شاہ ہے
جو ہے دارث تاج و تخت و کلاہ

جب تاج کا لفظ موجود ہی تو کلاہ کا لفظ حشو قبیح ہی۔

منیر

یہ بلندی ہے اگر طاق سے شیشہ گر جائے	پہونچے بالائے زمین حشر مین بے عیب و خلل

لفظ بے عیب و خلل حشو قبیح ہی کیونکہ غرض یہان بلندی مین مبالغہ ہی اور وہ بالائے زمین حشر تک پہونچنے سے پورا ہو جاتا ہی اور شیشے کے ایسی بلندی پر سے بے عیب و خلل زمین تک پہونچنے سے کوئی غرض مقصود نہین ہی اور نہ اسکی کوئی وجہ بیان ہوئی ہی۔

(ب) حشو متوسط کہ نہ باعث قباحت کلام ہو نہ موجب خوبی کلام مثال اسکی۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہی بتاؤ	رنج بیمار بھائیون کا ہی تمام

جبکہ استفہام موجود ہی تو امر کے ذکر سے کچھ فائدہ نہین اور نہ یہ تیاقی کے لیے متعین بھی ہی اور مفسد بھی نہین۔

دبیر

کی پیر ترابی نے یہ دعا بے تغیر	کے جلوہ دہ شمس و قمر مالک تقدیر

بادل تغیر حشو متوسط ہی۔

(ج) حشو ملیح اور وہ وہ ہی کہ کوئی کلمہ زائد مبالغہ یا دعا یا مدح یا ذم وغیرہ کے لیے لایا جائے اور اسکے لانے سے ایک نوع کی خوبی حاصل ہوتی ہی۔

مولوی جلال الدین احمد خان جلالی

ہم جلالی کو سمجھتے تھے سدا کافر عشق	یہ تو اے وائے بڑا گبر مسلمان نکلا

مقصود بالتمثیل لفظ اے وائے ہی۔

سودا

کہنے لگا وہ سن کے کہ سودا ہزار حیف	اخاہ مین نے تجھکو نہ سمجھا تھا یان تلک

اخاہ حشو ملیح ہی جو سودا کی نسبت مبالغہ اور تعجب کا فائدہ بخشتا ہی۔

ولہ

اصل آستان فلک مرتبت کی تا بہ ابد	رہے کنیز شب قدر و روز عید غلام

فلک مرتبت کا کلام کے اتمام مین کچھ دخل نہین کیونکہ جملہ دعائیہ فقط اس قدر ہی شب قدر کیطرف

سوند عید غلام اس آستان کا رہے مگر حسن کلام کا موجب ہی۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

آئینہ بھی ہے تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی
اصل مین ایک ہین سب تیری قسم غیر نہین

تیری قسم کو کلام کے پورا ہونے مین کوئی دخل نہین کیونکہ تاکید کیلیے ہی فقط اتنا ہی کہ اصل مین سب ایک ہین غیر نہین مگر اس سے کلام مین خوبی پیدا ہو گئی کیونکہ تاکید سے معشوق کو وثوق پیدا ہو جائیگا

بیان مساوات

اس کو اس لیے مقدم کیا کہ یہ اصل ہی اس بات مین کہ اس پر ایجاز و اطناب قیاس کیے جاتے ہین مثال اس کی۔

ذوق

پہنے جانا تھا کف پا مین تمھارے خال سے
لیکن اب دیکھا سویداے دل پامال ہے

اس شعر مین کوئی لفظ ایسا نہین جو اصل مراد سے زائد ہو یا کم بلکہ پورے پورے ہین۔

سودا

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

اگر کوئی کہے کہ اس شعر مین حرف ندا محذوف ہی اسلیے ایجاز کے قبیل سے ہوگا تو جواب یہ ہی کہ اس حذف سے معنی مراد کے سمجھنے مین کوئی حرج نہین ہے۔

ولہ

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

ناسخ

مرا سینہ ہی مشرق آفتاب داغ ہجران کا
طلوع صبح محشر چاک ہی میرے گریبان کا

مومن

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہین ہوتا

قائم

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہی جا کر کہان کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

بیان ایجاز

ایجاز دو قسم پر ہے ایک ایجاز قصر دوسرا ایجاز حذف۔

ایجاز قصر یہ ہی کہ حذف کے ساتھ التباس نہو یعنی عبارت مین کوئی ایسا لفظ محذوف نہو جو اصل مراد کو ادا کرتا ہو جیسے ۔

غالب

دہان ہر بت پیغارہ جو زنجیر رسوائی

یعنے بتان بیوفا کے حلقہاے دہن ملکر زنجیر رسوائی بنگئے ہین یا یہ کہ حدیث بیوفائی یار ایک بت سے دوسرے تک اور دوسرے سے تیسرے تک پہونچی ہی اور اس طور پر ایک زنجیر رسوائی کی شکل نمودار ہو گئی ہے اس مصرع کے معنی تو بہت سے ہین اور لفظ تھوڑے سے ہین ۔

ولہ

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے	دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

تحصیل دشوار آسان نہین ہوتی مگر ممکن ہوتی ہے اور تحصیل محال سرے سے ممکن ہی نہین ہوتی شاعر کہتا ہی ملنا ترا آسان نہ ہو یعنے دشوار ہو تاہم سہل ہی مگر مشکل تو یہ ہی کہ دشوار بھی نہین محال ہے جس مین میرا کسی طرح قابو نہین مجبور ہون ۔

ولہ

نکوہش مانع بے ربطی شور جنون آئی	ہوا ہے خندۂ احباب بخیہ جیب و دامن مین

یعنی نکوہش میرے شور جنون کی بے ربطی سے مانع آئی اور خندہ احباب کے خیال سے مین جیب و دامن کے چاک کرنے سے باز رہا پس گویا احباب کا خندہ جیب و دامن مین بخیہ ہوا ہی ۔

ایجاز حذف وہ ہے کہ کوئی چیز محذوف ہو اور وہ محذوف دو حال سے خالی نہین ۔

(۱) جزو جملہ ہو مثلاً مضاف محذوف ہو جیسے ۔

نواب نیو تنوی

ہون وہ بیمار محبت کہ نہین تاب و توان	پنج وقتہ مری آنکھون سے ادا ہوتی ہی

یعنی نماز پنج وقتہ ۔

مولوی عبد الرحمن راسخ

صدقہ ہے یہ غیر کی خوشی کا	جلنا مری قبر پرسے گھی کا

یعنی گھی کا چراغ ۔

یا موصوف محذوف ہوتا ہی جیسے۔

جرأت

کافر وہ بلا زلف سیہ ہے تری کافر | جا زیر زمین جسکے چھپا خوف سے کالا

یعنے کالا سانپ۔

حالی

کال ہے ایسا کہ ہیں بھوک | بھوک مین کیونکہ مرتے ہین مفلوک

یعنے مفلوک آدمی۔

نسیم

زنجیر جنون کی نہ پڑے پا | دیوانے کا پانون درمیان ہے

دیوانے کا موصوف محذوف ہی یعنی عاشق دیوانہ کا پانون درمیان ہی۔

امیر

ساقیا ہلکی سی لا انکے لیے | تند مے اور ایسے کم سن کے لیے

یا مضاف الیہ محذوف ہو جیسے۔

نظیر

ہرچند بھی نشے مین وہ شوخ تو بھی اسنے | ہرگز ہمارے لب کو آنے دیا نہ لب تک

یعنے اپنے لب تک۔

غالب

یک قدم وحشت درس دفتر امکان کھلا | جادہ اجزاے دو عالم دست کا شیرازہ تھا

جادہ سے مراد جادۂ وحشت ہے۔

انشا

وہ جو معمار کا اکڑ کے تنا | مین نے پتھر بھی ڈھوے پر نہ منا

[illegible] کا۔

ہوس

یارب مرے سر مین شور غم ر[illegible]
بے غم مجھے صاحب الم رکھ

یعنے میرے سر مین شور رکھ اور دوسری چیزون سے بے غم رکھ۔

خوشتر

قسم ہے مام کی گرجان مانگو ٭ تو حاضر ہی نہین افسوس مجھکو

یعنی اگر میری جان مانگو۔

بیخود دہلی

انکھ ہتی ہی کتاب برباد کرتے ہین تجھے ٭ تسمہ سے یہ ارشاد ہی دل مین ترا گھر ہوگیا

یعنی انکی انکھ اور میرے دل مین۔

نشاط

لطف ابرو کا تری جبکہ مجھے یاد آیا ٭ پھر نہ محراب حرم پر دل ناشاد آیا

یعنی میرا دل ناشاد۔

یا شرط محذوف ہو جیسے۔

لازم ہے کرو [illegible] اعزاز ٭ اعزاز نہین تو آؤ اصرار سے باز

یعنی اگر اعزاز نہین کرتے تو اصرار سے باز آؤ۔

ذوق

زیادہ ہوگا تو کل سے بھی کہین روزہ ٭ کہ اس سے آیا تو روزہ ہی اور نہین روزہ

یعنی اگر نہین آیا تو روزہ ہی۔

یا جزا محذوف ہو اور یہ کبھی صرف اختصار کے لیے محذوف ہوتی ہے کوئی نکتۂ معنوی مدنظر نہین ہوتا جیسے۔

حالی

کہا در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر ٭ کہا اُسیہ بجلی کا گرنا ہے بہتر

پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہی اور وہ یہ ہے تو کیا کرنا چاہیے اور دلیل اسپر دوسرا مصرع ہے اور کبھی اس غرض سے حذف کرتے ہین کہ اُسکا حذف اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ جزا ایک ایسی چیز ہی جسکو کوئی وصف گھیر نہین سکتا یا سامع جس طرح ممکن ہو چاہے اختیار کرے جیسے۔

ذوق

اے ذوق شہید اُسکو کرتے ہین کئی عاشق ٭ کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

کرنی ہی اگر سبقت کی جزا محذوف ہی۔

یا مسند الیہ محذوف ہو چنانچہ انیس حضرت امام حسینؑ کی زبان سے حضرت زینبؑ کے سامنے کہتے ہین۔ ؎

پُرسا تمھین شہید کا دینے کو آئے ہین	کس کس کے دل اج جرعہ اُٹھائے ہین

ضمیر جمع شہ کہ مسند الیہ ہی وہ یہان محذوف ہی۔

یا مسند محذوف ہو جیسے۔

موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہم دم	کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہین گے

یعنی غم میر کا بیان موقوف کرتے ہین۔

ظفر

کوئی کہتا ہے جو وہ آتے ہین +	یہ پوچھتا اُس سے جا نکر ہون کون

یعنی کون آتے ہین۔

منشی

غرض آپ جیحون رہے درمیان	اِدھر ہم اُدھر تم رہو حکمران ؎

یعنی اِدھر ہم حکمران رہین اور اِدھر تم حکمران رہو۔

مرزا جعفر علی شرر

اے شمع جگر سوز شرر کی تجھے سوگند	اِک شعلۂ جان سوز کہ مشتاق فنا ہون

حسرت

لخت دل گرنے لگے اب شک گلگون ہو چکا	رحم اے آنکھو کہ جتنا تن مین تھا خون ہو چکا

یا مفعول محذوف ہو جیسے۔

جرأت

جرأت اب بندھی تنخواہ تو یون کہتے ہین	کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے

خدا نہ دیوے اور سلیمان کب دے کے مفعول محذوف ہین۔

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کوئی یوسف کی قیمت خوب جانے	زلیخا جانے یا یعقوبؑ جانے

زلیخا جانے یا یعقوب جانے کے مفعول محذوف ہین۔

یا ظرف محذوف ہو جیسے۔

غالب

نکتہ چین ہی غم دل اُسکو سُنائے نہ بنے	کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

یعنی وہان کیا بات بنے۔

یا معطوف مع حرف عطف کے محذوف ہو جیسے۔

ناسخ

تواے جراح پہلے باندھ پٹی چشم سوزن پر	کسی کا درد ہوتا ہی کسی کو کب زمانے مین

پہلے چشم سوزن پر پٹی باندھ پھر ٹانکے لگا کیونکہ کسی کا درد زمانے مین کسی کو کب ہوتا ہے

احسان رامپوری

گھر مین اللہ رے واعظ سے نہ بولو رندو	لیچلو اس کو اٹھا کر مع منبر باہر

دوسرے مصرع کے بعد اور وہان اُسکو مار دیا اسکی خبر لو محذوف ہی۔

جرأت

قلق مجھے دل مضطر کا مارے ڈالے ہے	جو پیار سے جھوٹ سمجھتے ہو تم تو لاؤ ہاتھ

یعنی لاؤ ہاتھ اور دیکھ لو۔

مولوی محمد سمیع

یہ سُنتے ہی چاندی کی انگوٹھی بھی گئی جل	اللہ ری طمع کی انگوٹھی تری چھل بل

پہلے مصرع کے بعد یہ عبارت محذوف ہی اور سُننے لگی۔

(۲) وہ محذوف پورا جملہ ہو بلکہ کبھی جملے سے بھی زیادہ حذف کر دیتے ہین۔

سوال شرط و جزا اور معطوف بھی تو جملہ ہوتے ہین پس یہان جملے سے کیا مراد ہی۔

اب یہان جملے سے ایسا کلام مراد ہی جو فائدہ پہونچانے مین مستقل ہو دوسرے کلام کا جز نہو اور ظاہر ہے کہ شرط و جزا کا مجموعہ فائدہ پہونچاتا ہی نہ ہر ایک علٰحدہ علٰحدہ یہی حال معطوف مع حرف عطف ہی۔

اور جملۂ محذوف یا **سبب** ہوتا ہی مسبب مذکور کا جیسے۔

نا[illegible]

اکہربا مین ہی کشش آہن ربا مین جذب ہے	دل نہ کیونکر ہمارا دل ربا کے سامنے

یہان یہ جملہ محذوف ہی [illegible] ہونا ضرور ہی پس یہ جملۂ محذوف سبب ہی اُس جملے کا جو دوسرے مصرع مین مذکور ہی۔

غالب

وہ مہربان ہو تو انجم کہین الٰہی شکر	[illegible]ین ہو تو گردون لے خدا کی پناہ

ان دونون مصرعون مین سبب محذوف ہی مطلب یہ ہی کہ اگر وہ مہربان ہو تو سارے خدا کا شکر ادا کرین کیونکہ اس سے ان کو ترقی حاصل ہوگی اور اگر وہ ناراض ہو تو آسمان خدا سے پناہ مانگے کیونکہ اسکو اپنی تباہی کا اندیشہ ہوگا۔

یا مسبب ہوتا ہی سبب مذکور کا جیسے۔

آتش

دین و دُنیا و نام و عزّ و تمکین	تسکین دل و قناعت و صبر و یقین
خلقت کو اپنی تو نے سب کچھ بخشا	اللہ مگر ہم ترے بندے ہی نہین

چوتھے مصرع کا مسبب محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تو نے ہمکو یہ چیزین اس لیے نہ بخشین شاید ہم تیرے بندے نہین ہین۔

ناسخ

پروانہ کا خون شمع پہ ثابت ہے وگرنہ	کٹتی ہے کہان شمع سر طور کی گردن

پہلا مصرع سبب ہے اور مسبب اس کا محذوف یعنی پروانہ کا خون شمع پر ثابت ہی اسلیے اُس کا سر کٹتا ہی وگرنہ الخ۔

کبھی بغیر سببیت اور مسببیت کے بھی جملے کو حذف کر دیتے ہین۔

نسیم

[illegible] آپ ہی جیسے [illegible]	وعدہ کر آیا ہون کہا خیر

یعنی کہا خیر ہم چلینگے۔

غالب

ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست	نقصان نہین جنون سے جو سودا کرے کوئی

یعنی ہر سنگ و خشت (جو لڑکے دیوانون کو مارتے ہین) گویا ایک صدف ہی جس سے گوہر شکست حاصل ہوتا ہی اسلیے جنون سے معاملہ کرنے مین نقصان نہین

امیر

ملنے کا وعدہ منہ سے تو اُنکے نکل گیا	پوچھی جگہ جو مین نے کہا ہنسکے خواب مین

یعنی ہنسکے کہا کہ ہم خواب مین ملینگے۔

عبد الرحمن خان احسان

آنے پوچھا کہ احسان غلام ہے کس کا	ابو نپہ لاکے تبسم کو یہ کہا میرا

یعنی وہ میرا غلام ہے۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہے بتاؤ	رنج بیمار بھائیون کا بٹاؤ

استفہام کے بعد ایک جملہ محذوف ہے یعنی تندرستی کا شکریہ ہی کہ رنج بیمار الخ۔

سودا

جب عزم کرون گھر سے کوے دوست کو یارو	دشمن ہی مراد وہ جو کہے یہ کہ کہان کو

یعنے تم کہان کو جاتے ہو۔

د ...

افزون ہوا تا کہ قلق تشنہ دہانی	اعدا کی طرف دیکھ کے فرمایا کہ پانی

یعنے تم مجھکو پانی پلا دو۔

شیخ الٰہی بخش تبسم

اپنے میخوار کو یون دفن نکر اے ساقی	ہو ادھر قبر مین شیشہ تو ادھر جام شراب

یعنی اے ساقی متعارف طور پر جیسا کہ رواج ہی اپنے میخوار کو دفن نکر بلکہ یون دفن کر کہ اسکی قبر مین ایک پہلو کو شراب کا شیشہ رکھا ہو اور دوسرے پہلو کو جام رکھا ہو بس دبلکہ یون دفن کر جملۂ مبین محذوف ہے اور بیان اسکا دوسرا مصرع ہی۔

فطرت

جب کہا دلسے نہو خوار کہا تجھکو کیا	زلف مین مت ہو گرفتار کہا تجھکو کیا

یعنی جب مین نے دلسے کہا زلف مین مت ہو گرفتار الخ۔

دو جملون کے حذف کی مثال۔

غالب

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی	اٹھا اور اٹھکے قدم مین نے پاسبان کے لیے

یعنی پہلے وہ گدا سمجھ کے خاموش تھا لیکن میری جو شامت آئی تو مین اٹھا اور مین نے اٹھ کے قدم

پاسبان کے بیچ ہے (جس سے وہ مجھکو جان گیا اور مجھے اپنے روبرو نہ رہنے دیا)۔ کبھی شرط و جزا
سے دونون جملے محذوف ہوتے ہین جیسے میر حسین تسکین دہلوی کے قول مین سے

اُس بزم مین آنا نہین توبہ ... نا صح مجھے ساقی نے دیا جام ... گا

یعنی اگر جام دیتا تو توبہ کا پاس نہ کرتا۔
تکرار مفعول کے مقام پر بھی جملہ محذوف ہوتا ہے جیسے پیاسا کہ پانی پانی یعنی مجھے پانی دو
مجھے پانی دو۔ سے

ساقی مے دے کہ اہل مجلس ... پانی پانی پکارتے ہین

سودا

اُس کو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ ... جائے توبہ کے پلاؤ پلاؤ

ناسخ

ساقیا دے مجھے شتاب شراب ... کب سے کرتا ہون مین شراب شراب

داغ

ہم بادہ کشونکی خاک سے بھی ... آئے گی صدا سبو سبو کی

اور محاورے مین روابط کا حذف اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے۔

میر

تر حلق دم آب سے اُس کا ہوا ... اے آب فرات خاک تیرے سر پر

غالب

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ ... سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

مولوی محمد اسمٰعیل

یہ تن و توش اور یہ رفتار ... ایسی رفتار پر خدا کی مار

انیس

شہ نے کہا کہ بند ہین راہین پدر نثار ... پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوج نابکار

بیان اطناب

اطناب کبھی ایضاح کے ساتھ کرتے ہین جو ابہام کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ اسواسطے
ہوتا ہے کہ ایک معنی دو مختلف صورتون مین بیان کیے جائین یا اسواسطے ہوتا ہے کہ وہ معنی ذہن

یہ جمع بین التفصیل لذت کے واسطے ہوتا ہی جوان عنون سے حاصل ہوتی ہے اور بیان مبہم کے بعد موضح عطف کے ساتھ نہین آتا۔

ہر چند سُنا گیا ہی اس کو ۔ اُردو کی زبان مین سخن گو

سُنایا گیا ہی اسکو مبہم ہی یہ نہین معلوم ہوتا کہ کس زبان مین سُنا گیا ہی اور اُسکی تفسیر اُردو کی زبان مین کرتا ہی۔

تپش

اُسی کا یہ فیض ہی عام کو ۔ نباتات کو اور اجرام کو

عام مبہم تھا اُسکی تفسیر نباتات اور اجرام نے کر دی۔

ہوس

طبیعت کو تھا ایک تب اضطراب ۔ جگر تفتہ تھا اور آنکھین پُر آب

اضطراب مبہم اور نکرہ ہے دوسرے مصرع نے اسکی تفسیر کی ہی۔

مثنوی ہشت بہشت

سدا اس ماہ رو سے کام ہے تو ۔ پلنگ اور اُسے ہر شام ہے تو

کام بے مبہم ہی اسلیے کہ نکرہ ہی دوسرے مصرع نے اسکی تفسیر کی ہی۔

انیس

نکلا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا ۔ پیدل ہو یا سوار ہو یہ دو دوچار تھا

حالی

مجھ سے جو کام چاہیے لیجے ۔ جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور
حسد و بغض و غیبت و بہتان ۔ بخل و حرص و ہوا و فسق و فجور

اور ایضاح بعد الابہام کے قبیل سے توشیع بھی ہے **توشیع** شین معجمہ اور عین مہملہ سے لغت مین روئی کو دھن کر پونی بنانے کے معنے مین ہے اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ ابتداے کلام مین کئی چیزین بلفظ تثنیہ یا جمع کے ساتھ مبہم ذکر کرین پھر اُنکی تفسیر کی جائے اور مفسرین سے دوسری چیز پہلی پر معطوف ہو مثال اسکی۔

دو چیز ہین یادگار دوران ۔ قائم تیرا ستم اپنی جانفشانی

اول دو چیزون کو مبہم ذکر کیا پھر اُنکی تفسیر کر دی اور تیرا ستم کے بعد حرف عطف محذوف ہی۔

ہمفدر

خدا جانے کہ کیا لذت ملی دونون کو مقتل مین | ادھر حیرت ہی بسمل کو اُدھر سکتہ ہی قاتل کو

حسرت

دو شے کا لطف نہایت دو شے بہت لطف | طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار
دو شے ہون مانع یک شے دو شے نہون مانع | بلا کو جو دو سخا سیل کو در و دیوار

محمد عبد الودود داود

یہ دونون جا ملے اُس خاک رہ مین | ہوا اب فیصلہ دل کا جگر کا

مضطر خیر آبادی

قتل مین تیرے فوائد سوچ رکھے ہین کئی | غیر کی تسکین میری مشق تیرا امتحان

میر حسن

گئے دیکھتے ہی سب آپس مین رل | نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل

کبھی اطناب عام کے ذکر کے بعد خاص کے ذکر سے پیدا ہوتا ہی اور خاص کو عطف کے ساتھ ذکر کرتے ہین نہ بطریق بدل یا وصف کے اور اس سے غرض اُسکی مزیت کا جتانا ہوتا ہی کیونکہ باوجود اس بات کے کہ وہ ما قبل مین داخل ہوتا ہی پھر بھی اُسکو علٰحدہ ذکر کرتے ہین تو اُس مین اُسکی مزیت کی طرف تنبیہ ہوتی ہے گو وہ اُسکی جنس سے نکلجاتا ہے اور ایک مغائر چیز سمجھا جاتا ہی اور اُسکا تغائر وصفی ذاتی مان لیا جاتا ہے کیونکہ جب وہ چیز عام کی تمام افراد سے اپنے اچھے یا بُرے اوصاف کی وجہ سے ممتاز ہوتی ہی تو اُسکو ایک علٰحدہ شے عام کے مغائر قرار دے لیا جاتا ہی اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ عام اُس خاص کو شامل نہین ہے پس خاص کا حکم عام سے معلوم نہین ہو سکتا ہے اور اس قدر تغائر کی بنا پر اس خاص کا عطف عام پر صحیح ہوتا ہی جیسے۔

غنی

(

گریزان ہوے ترک و سالار ترک | ہوئی سرد گرمی بازار ترک

سودا

نہ بانیر اُسکی گذرے حرف جس جا گہ شفاعت کا | کرے دان نا ملائم زش ہے ہر اک فاسق و زانی

اسی قبیل سے ہی وہ جو مولوی سید مہدی علی خان نے آیات بینات مین صحابہ کی نسبت لکھا ہی کہ جس طرح اہل سنت اُنکو تمام اُمت سے مرتبے مین اعلیٰ اور افضل اور ایمان اور اسلام مین سب سے بہتر اور کامل جانتے ہین اسی طرح شیعہ و خوارج اُنکو سب سے بدتر اور خراب حتی کہ کافر اور مرتد کہتے ہین سب سے بدتر اور خراب عام ہی کافر اور مرتد اس سے خاص ہی اور کافر عام ہی مرتد اُس سے خاص ہی حتی بھی حرف عطف ہی جو عطف کے ساتھ انتہا کے معنی بھی دیتا ہی اور ترتیب و مہلت کا فائدہ بھی بخشتا ہے مگر اس مین مہلت بہ نسبت پھر کے کم ہے پس حتی بحسب معنی کے پس اور پھر مین متوسط ہی اور حتی کا معطوف جز ہوتا ہی معطوف علیہ کا یا جزئی شل ہوتا ہی حکم سابق مین داخل ہوتے ہین -

کبھی اطناب تکرار سے حاصل ہوتا ہی اور یہ تکرار کسی نکتے کے لیے ہوتی ہی اگر نکتے کے لیے نہ ہو تو وہ اطناب نہین تطویل ہی اور نکتۂ عامہ یہ ہی کہ اُس سے فائدہ تاکید کا نکلتا ہی مثلاً

ذوق

بُرائی مین ہماری نہ اگر اپنا بھلا سمجھے	بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

بُرا سمجھے کی تکرار نے بیان برائے کی تاکید کا فائدہ بخشا ہی بُرا سمجھے جب کئی بار کہا تو اسبات کی زجر و تہدید ہو گئی کہ بُرائی مین اپنا بھلا سمجھنا خطا ہی ایسا نہ سمجھنا چاہیے -

ولہ

نہ ذکر تری بزم مین کس کا نہین آتا	پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

مومن

نہ جاؤنگا کبھی جنت مین مین نہ جاؤنگا	اگر نہووے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

ہری تنہ برق

آئینہ تمھارے روبرو ہے	سچ سچ کہو کون خوبرو ہے

شایان

چمک کر جدھر تیغ برقی چلی	اجل نے پکارا چلی مین چلی

آتش

دو چار سن کے تیرے سخن ہم کڑے کڑے	اُٹھتے ہین کوئی در پہ ترے جب اَڑے اَڑے
جو رخزان سے آہ جوانان باغ دہر	اوراق منتشر کی طرح جو جھڑے جھڑے
آتش ورائے عرش کا رتبہ ہی اُسطرف	ہین اب خیال اور بھی ہم کو بڑے بڑے

افسانہ

ایدل سدا اس شمع پر پروانہ ہو پروانہ ہو
اُس نوبہار حُسن کا دیوانہ ہو دیوانہ ہو

ایدل اگر منظور ہے یان آشنائی عشق کی
ہر آشنائے عشق سے بیگانہ ہو بیگانہ ہو

میر

دل مین رہ دلمین کہ معمار قضا سے ابتک
ایسا مطبوع مکان کوئی بنایا نہ گیا

غلام اکبر مسلم

تو اور آپ کا یہ ثنا خوان نہین نہین نہین
رہنے دے ریز تُبلبل بستان نہین نہین

چلدے حرم کو چھوڑ کے سب رق دیرتی سنو
اس بات مین نکر دل نادان نہین نہین

انشا

کیا دخل تیرے غم مین رہے تن مین جان غلط
حاشا غلط غلط غلط اے مہربان غلط

مین اور ترک عشق بھلا کچھ بھی ربط ہے
ای مہربان غلط غلط ای قدردان غلط

جُرأت

اِمشب کسی کا گل کی حکایات ہی واللہ
کیا رات ہی کیا رات ہی کیا رات ہی واللہ

عالم ہے جوانی کا جو اُبھرا ہوا سینہ
کیا گات ہی کیا گات ہی کیا گات ہی واللہ

جُرأت کی غزل جسنے سنی اُسنے کہا واہ
کیا بات ہی کیا بات ہی کیا بات ہی واللہ

کبھی کثرت مقصود ہوتی ہے جیسے۔

رند

ایک دو ساغر کرینگے نشہ کیا
خم کے خم پیتا رہون مین ساقیا

انیس

صحرا صحرا ہین گو کہ عصیان میرے
دریا دریا مگر ہے رحمت تیری

میر

تظلم کہ کھینچے الم بر الم
ترحم کہ مت کر ستم بر ستم

جو سو سر کی ہو آزماؤن نہ مین
عبث کھاتے ہو تم قسم بر قسم

کئی بار آنا ادھر لطف سے
عطا پر عطا ہے کرم پر کرم

کبھی تکرار سے تعمیم نکلتی ہی جیسے۔

مرزا محمد رضا خان برق

وا جو گلشن مین ترا عقدۂ گیسو ہو جائے
غنچہ غنچہ گرہ نافۂ آہو ہو جائے

سودا

برگ برگ چمن ا ا صفار کھتا ہے ۔ کو دیکھے تو لگ جائے ہے سنبل پہ چپل

مؤلفہ

مانند روئے یار نہ آیا کوئی نظر ۔ گل گل پہ عندلیب پھری گو چمن چمن

کبھی اطناب ایغال کے ساتھ ہوتا ہے ۔ ایغال اُسے کہتے ہیں کہ دُور دُور شہر ویران میں ۔ چلا جانا اور اصطلاح میں خواہ نظم ہو یا نثر اُس کو ایسے لفظ پر کسی نکتے کی وجہ سے ختم کرین کہ اصل معنے بغیر اُسکے تمام ہوتے ہون جیسے ۔

دلّی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب ۔ رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اُسکو فلک نے لُوٹ کے ویران کر دیا ۔ ہم رہنے والے ہین اُسی اُجڑے دیار کے

چوتھے مصرع کے آخر مین اُجڑے دیار کا لفظ ایسا ہی کہ معنے بغیر اُس کے تمام ہو سکتے ہین کیونکہ تیسرے مصرع نے اس مطلب کو بخوبی ادا کر دیا ہی مگر یہان اُس کو اس لیے ذکر کیا کہ سامعین کی ہمدردی اُس کی طرف بڑھ جائے ۔

تسلیم

مرے ملک سے خصم کو دور کر ۔ الم سے چھڑا مجھکو مسرور کر

مسرور کر یہان مخاطب کو کام پر آمادہ کرنے کی تاکید کا فائدہ بخشتا ہی ۔

حالی

بجتا ہے فقط چرچ مین ا ار گھنٹا ۔ سنکھ اور اذان گو بجتے ہین روز برابر

یہان برابر اس بات کی تاکید کا فائدہ بخشتا ہی کہ سنکھ اور اذان کا گو بجنا کسی روز ناغہ نہین ہوتا ۔

سودا

... کی ہے اُن کی تو نے آج تک ۔ جون بھی جن سے مر نہین سکتی ہی چیٹے

رنگین

صبح کو صیاد نے اٹھتے ہی بس ۔ جال کو پانی مین پھینکا کر ہوس

کبھی اطناب تذئیل کے ساتھ ہوتا ہے تذئیل لغت مین ایک چیز کو دوسری چیز کا دامن بنانے کے معنے مین ہی اور اصطلاح مین نا یہ ہی کہ ایک جملے کے بعد دوسرا جملہ بیان کرین اور

دوسرے جملے کے معنے قریب قریب پہلے جملے کے معنون کے ہون یعنی جو مقصود پہلے جملے سے ہوا ہی کا افادہ دوسرا جملہ کرتا ہو اور یہ مراد نہین کہ جو معنے پہلے جملے کے ہون وہی بعینہ دوسرے جملے کے بھی ہون ورنہ یہ تکرار ہو جائے گی اور یہ بھی جملے کی تقویت کرتا ہے اور اس دوسرے جملے کے لیے محل اعراب سے نہین ہوتا اس مین اور ایغال مین یہ فرق ہے کہ یہ عام ہے اور ایغال خاص ختم کلام مین ہوتا ہے اور تذئیل ہر جگہ ہوتا ہے اور ایغال کے لیے یہ ضرور نہین کہ جملہ ہی ہو یا تاکید ہی کے لیے ہو اور تذئیل کے لیے یہ دونون باتین ضرور ہین اور یہ کئی قسم ہے۔

ایک یہ کہ دوسرا جملہ مراد کا فائدہ پہونچانے مین مستقل نہو بلکہ اپنے ماقبل پر موقوف ہو جیسے میر کے اس مصرع مین۔ ؎

شیوہ یہی سبھون کا یہی سب کا طور ہے

جو مضمون پہلے جملے کا ہے وہی دوسرے کا ہی مگر دوسرا جملہ یعنی یہی سب کا طور ہی اپنے ماقبل سے تعلق رکھتا ہی کیونکہ جس شیوے اور طور کا شاعر نے پہلے جملے مین حال بیان کیا ہی اُسی کا ذکر دوسرے جملے مین بھی منظور ہی پس دوسرا جملہ فائدہ پہونچانے مین مستقل نہوا اسی قبیل سے ہی۔

ناسخ

اس سے ہے نفع صحت انسان	اس سے ہے زندگانی ابدان

پہلے جملے مین جس بات کا بیان ہی اُسی خاص بات کا بیان دوسرے جملے مین بھی ہی اور وہ ہی

محمد باقر

اُلفت اُنکی ہے اصل ہر بہبود	اُلفت اُنکی ہے اصل مایۂ سود

اگرچہ دوسرے جملے کے معنے پہلے جملے کے قریب قریب ہین اور جو مطلب پہلا جملہ رکھتا ہی وہی دوسرا بھی مگر فائدہ پہونچانے مین دوسرا جملہ پہلے جملے پر موقوف ہی کیونکہ تنہا اس سے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ کس کی الفت ہر بہبود کی اصل ہی۔

دوسری قسم یہ ہے کہ جملۂ ثانی سے حکم کلی مقصود ہو اور ماقبل اپنے سے منفصل ہو بلکہ استقلال مین اسکا قائم مقام ہو خلخالی نے شرح تلخیص المفتاح مین لکھا ہی کہ اُسکی دو قسمین ہین۔

(الف) جملۂ اول و ثانی مواد الفاظ مین متفق ہون یعنے جملۂ اول کے معنی کو جس مادے کے ساتھ بیان کیا جائے اُسی مادے کے ساتھ جملۂ ثانی کے مضمون کو بھی بیان کرین جیسے۔

مولوی عبدالحکیم

اے خدا تو خالق و رزاق ہے | اے خدا تو رازق و خلاق —

جو مضمون جملۂ اول یعنے مصرع اول کا ہی وہی جملۂ دوم یعنی مصرع دوم ہی اور دونون جملون کے مادے کے الفاظ متحد ہونے مین شریک ہین اور نسبت مین بھی متفق ہین کیونکہ دونون جملے اسمیہ ہین -

(ب) جملۂ ثانی سے صرف جملۂ اول کے مفہوم کی تاکید ہوتی ہو یعنے دونون جملون کے مسندالیہ و مسند ایک مادے مین شریک نہون جیسے -

رشک بیان

یہی بھیم سے اسکا ہردم سخن | بنا مجھکو زوجہ بنا مجھکو زن

جو مضمون پہلے جملے بنا مجھکو زوجہ کا ہے وہی مضمون دوسرے جملے بنا مجھکو زن کا ہے مگر دونون جملون کے اطراف مادے مین شریک نہین باوجودیکہ صورت دونون جملون کی ایک ہی کیونکہ دونون فعلیہ ہین اسی قبیل سے امثلۂ ذیل ہین -

بہار دانش

فلک بے رضا اسکی کب پھر سکے | اجازت اسی کی ہو تب پھر سکے

ناسخ

جو رطوبات و خلط فاسد ہین | جتنے فضلات و خلط فاسد ہین

ج اطناب تکمیل کے ساتھ ہوتا ہی اور اسکو احتراس بھی کہتے ہین اور وہ یہ ہی کہ کلام مین خلاف مقصود کا شبہہ ہو تو اسکے ساتھ ایسی چیز لائی جائے جو اس شبہہ دفع کرتی ہی پس یہ چیز تکمیل کہلاتی ہی اس مین اور تذئیل مین یہ فرق ہی کہ تذئیل مین تین باتون کی قید ہی ایک جملہ ہونا چاہیے دوسرے کلام کے آخر مین ہو تیسرے نسبت کے شبہہ کو دفع کرے اور تکمیل ان چیزون مین سے کسی کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتی اور تکمیل کی تین قسمین ہین -

ایک وسط کلام مین ہو جیسے -

منشی

ہما یہ بارے خدا مہربان | کہ بھیجا بجاہ وحشم تجھکو یان ۃ

بجاہ وحشم مفعول معہ ہی جو تجھکو کی کہ مفعول بہ ہی مشارکت و مصاحبت کے لیے آیا ہے چونکہ بھیجا جانا ذلت کی حالت مین بھی ہو سکتا ہی اور یہ مقصود کے خلاف تھا اسلیے اس وہم کے دفع کرنے

کے لیے بجاہ وحشم لایا۔

مثنوی یوسف زلیخا

ہین ہون مصنوع اُس صانع کے بے عیب || کہ کہتے ہین جسے سب شاہد غیب

یہان یہ وہم ہوتا تھا کہ شاید صانع کا مصنوع عیب دار ہو اسلیے بے عیب لاکر اس توہم کو دور کر دیا

نسیم

بانون پہ فدا ہوا شہنشاہ || لایا بصد امتیاز ہمراہ

بصد امتیاز مقصود بالتمثیل ہے۔

ناسخ

جسم حیوان سے ہوتے ہین تحلیل || سب بتدریج پاتے ہین تبدیل

مقصود بالتمثیل بتدریج ہے۔

دوسرے وسط کلام مین ہوتی ہے جیسے۔

منشی

ملا دون گا تجھکو تہ خون وخاک || بنامردی آخر تو ہو گا ہلاک

بنامردی ضمیر مخاطب کا مفعول معہ ہے یہان دشمن کو اپنی مردی کے ساتھ ہلاک ہونیکا توہم ہو سکتا تھا اسلیے بنامردی کا لفظ لاکر اُسکے اُس وہم کو دفع کر دیا۔

غلام سرور

کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی || ویسی ہی بحکم شہ عالم نکل آئی

یہان یہ توہم ہو سکتا تھا کہ شاید غرق شدہ کشتی ویسی ہی نہ نکلی ہو بلکہ کسی قسم کا تغیر وتبدل اُس مین آگیا ہو اسلیے ویسی ہی کا لفظ لاکر اس توہم کو دفع کر دیا اور سالم بھی اسی فائدے کے لیے ہے مگر وسط کلام مین واقع ہوا ہی۔

منشی

نہ پہونچا اُسے کچھ ضرر زینہار || سلامت وہ نکلا بھرا نجار

تیسرے آخر کلام مین ہوتی ہی جیسے۔

منشی

خدا سے کیا عہداب استوار || کہ تجھکو رکھون جاودان باوقار

پہلے جملے مین استوار اس توہم کے دفع کرنے کے لیے ہی کہ شاید عہد نا پائدار کیا ہو اور دوسرے جملے مین یہ توہم ہوتا تھا کہ شاید بے وقری کے ساتھ رکھنا چاہتا ہو اس لیے باوقار کا لفظ اُس وہم کے دفع کرنے کے لیے لایا۔

ولہ

زنان شبستان گشتاسپ شاہ	ہوئین قید یک سر بحال تباہ

مقصود بالتمثیل بحال تباہ ہی۔

تپش

دیا ہاتھ مین ایلچی کے شتاب	کہا جا جواب اس کا لا با صواب

مقصود بالتمثیل با صواب ہی۔

نسیم

کافور سی جب اُٹھی سراپا	اُٹھنڈی ہوئین تھا جنھین جلایا

مقصود بالتمثیل سراپا ہی۔

کبھی اطناب تتمیم کے ساتھ ہوتا ہے اور تتمیم یہ ہے کہ کلام مین ایک فضلہ یعنی مفعول یا حال یا مجرور ایسا لاوین جو خلاف مقصود کا شبہہ نہ رکھتا ہو اور اس سے مبالغہ مقصود ہوتا ہے مثلاً کہتے ہین کہ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہی اور اپنے کانون سے سُنا ہی اور اپنے ہاتھ سے لکھا ہے الفاظ اپنی آنکھون سے اور کانون سے اور ہاتھ سے تتمیم کے لیے ذکر کیے گئے ہین اور ان سے دیکھنے اور سننے اور لکھنے مین مبالغہ منظور ہی۔

حا

ملک روندے گئے ہین پیرون سے	چین کس کو ملا ہے غیرون سے

لفظ پیرون سے تتمیم کے واسطے مذکور ہوا ہی اور ان سب مثالون مین فضلہ مجرور واقع ہوا ہی۔

سوز

جو جو سُنا ہی کان سے دیکھا ہی آنکھ سے	چُپکا ہی رہو تو لب اظہار دیکھنا

دبیر

بیچارگی کا وقت ہے اکبر خدا گواہ	ہان ہنگی گھر مین باپ یہ یان نرغۂ سپاہ

لفظ گھر مین تتمیم کیلیے مذکور ہے اور اس سے ان کے صاحب پردہ عصمت ہونے مین مبالغہ

مقصود ہے۔

منیر

حضور [illegible] با اقبال بخشے میرے آقا کو | کرے فرمان روائی سارے عالم کی حکومت سے

لفظ [illegible]مت سے [illegible] کے لیے اور فرمان روائی مین مبالغہ مقصود ہے۔

[illegible]س

ابر [illegible] عشق دلیہ برسے | ریزان رہین اشک چشم تر سے

[illegible] ترتمیم کے لیے ہے۔

تیغ

[illegible] یاد مین اُس کی مرغ سحر | مؤظف ہے ہر شاخ و ہر نخل پر

ہر شاخ و ہر نخل پر تتمیم کے لیے ہی اور یہ مجرور ہے۔

یکا [illegible] ایسا ہی عالم ہوا کہ عقل کے | [illegible] اکھاڑے پر یونکے گویا اُتر پڑے جھٹ پٹ

جھٹ پٹ حال ہی۔ ناسخ کے شعر کے پہلے مصرع مین زیر پا بھی تتمیم کیلیے ہی۔

باغ مین روندے بہت پھولونکے خرمن زیر پا | لا کبھی اپنے شہیدون کے بھی مدفن زیر پا

اسی قبیل سے ہی آتش کے شعر مین ترازو مین۔

بوسۂ خال کے سودے مین ہوا ہون یہ زار | تو لیے مجھکو ترازو مین تو ہو تل بھاری

فقر

ہم غیر ہو گئے وہ تمھارے ہوے ہین دوست | سرگوشی تم جو رتے ہو غیرون سے کان [illegible]

کان مین تتمیم کے لیے ہی اسلیے کہ سرگوشی کے خود کسی کے کان مین آہستہ بات کہنے کے معنے مین [illegible]
کبھی اطناب اعتراض کے ساتھ کرتے ہین اور اعتراض یہ ہی کہ کلام کے درمیان مین یا
ایسے دو کلامون مین جو معنوی طور پر باہم اتصال رکھتے ہون مثلاً دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان یا تاکید
یا معطوف ہو ایک جملہ یا جملے سے زیادہ لادین جسکو اعراب سے محل نہو اور نہ پہلے جملے سے خلاف مقصود کا
شبہہ دفع کرنے کے لیے ہو اور کلام سے مراد فقط مسند الیہ و مسند کا مجموعہ نہین بلکہ تمام وہ چیزین بھی مراد
ہین جو مسند الیہ و مسند سے تعلق رکھتی ہون جیسے فضلات اور توابع اور یہ جملہ معترضہ کئی طرح کے فائدے
کے لیے ہوتا ہے۔

(۱) تنزیہ کا فائدہ بخشتا ہے جیسے۔

منیر

یہ بات تو ہے مسلم دلیل کیا لاؤن	کہ مدح اپکی ہے از قبیل [illegible] اب
مرا گواہ ہے حق لا الٰہ الا اللہ	نہین ہے کو ئی [illegible] غیر سب تواب

لا الٰہ الا اللہ یہان تنزیہ کے لیے واقع ہے۔

(۲) تعجب کے لیے آتا ہے۔

گویا

بوقت ذبح منھ کو پھیر کر تکبیر کہتا ہے	عدو قاتل ہے کیا اللہ اکبر اپنے بسمل کا

ولہ

جسے یہ ذبح کرتے ہین نہین پھر دیکھتے اسکو	یہ بت اللہ اکبر کسقدر بیداد کرتے ہین

اللہ اکبر تعجب کے وقت یا عظمت مقام پر بولتے ہین اور یہان مقام تعجب کا ہی۔

(۳) دعا کے واسطے آتا ہی جیسے۔

شیخ نبی بخش حقیر

عین نور نظر گبر و مسلمان ہو تم	چشم بددور ہو قدرت یزدان ہو

تم عین نور نظر گبر و مسلمان ہو معطوف علیہ ہی اور تم قدرت یزدان ہو معطوف اور چشم بددور اوہ مین جملۂ معترضہ ہی دعا کے لیے جو مسند اور مسند الیہ کے درمیان واقع ہوا ہی۔

نہین معلوم اک مدت سے قاصد حال کچھ وان کا	مزاج اچھا تو ہی یادش بخیر اس آفت جان کا

یادش بخیر جملۂ معترضہ دعا کے لیے ہی۔

[illegible]

داغ ہی تابان علیہ الرحمۃ کا چھاتی پہ میر	ہو نجات اسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

علیہ الرحمۃ جملۂ معترضہ ہی دعا کے لیے۔

ناسخ

ناسخ ہے میر سلمہ اللہ کی زمین	اک معنی شگفتہ کو باندھا ہزار رنگ

(۴) تعظیم کے لیے آتا ہے جیسے مذاہب الاسلام کے اشعار۔

محمد کہ الفت سے جنپر مدام	خدا بھیجتا ہے درود و سلام
کوئی اُن سے رتبے مین بڑھکر نہین	خدائی مین ایسا بشر نہین

کے بعد درود وسلام تک جملۂ معترضہ تعظیم کے لیے واقع ہوا ہے۔

(۵) مدح وتحسین یا مذمت ونفرین کے لیے جیسے۔

مد

نواب دولہ زینت ایوان سروری	ہے جسکے التفات سے نشو ونمائے عید
مصروف جشن عیش ہی وہ آسمان شکوہ	ہوتا ہے گرد پھر کے تصدق ہمائے عید

دوسرا مصرع جملۂ معترضہ ہے تعریف کے لیے۔

ولہ

حضرت کلب علی خان خسرو خورشید جان	فرش پا انداز ہے جن کا ردائے صبح عید
جلوہ فرما جشن مین ہی آج وہ کیوان جناب	کیون نہ بزم پاک مین آنکھین بچھائے صبح عید

دوسرا مصرع جملۂ معترضہ مدح کے لیے ہی کیونکہ پہلا مصرع مبتدا ہے اور تیسرا مصرع اسکی خبر ہے۔

میر تقی

دلی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب	رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اسکو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا	ہم رہنے والے ہین اسی اُجڑے دیار کے

دلی کے بعد دوسرے مصرع کے آخر تک جملۂ معترضہ ہے مدح وصفت کے لیے۔

امیر مینائی

نعت مولا مین کہے شعر نے تو نے امیر	واہ کیا صل علی حسن طبیعت پایا

صل علی تعریف کے لیے ہی۔

ولہ

کیا یہ بہکاتا ہی مستون کو تجھے ہوش بھی ہے	جو عطا پاش ہی واعظ وہ خطا پوش بھی ہے

تجھے ہوش بھی ہے کا جملہ مذمت کے لیے ہے۔

(۶) مخاطب کو تنبیہ کے لیے یعنی غفلت وبے پروائی پر آگاہ کرنے کے واسطے ہوتا ہے۔

غالب

ڈر نالہائے زار سے میرے خدا کو مان	آخر نوائے مرغ گرفتار بھی نہین

خدا کو مان جملۂ معترضہ تنبیہ کے لیے ہی کیونکہ یہان مخاطب محبوب ہی اسے تہدید نہین کی جاتی۔

(۷) تہدید کے لیے جیسے -

مومن

ہم نکالینگے سن اے موج ہوا بل تیرا	اسکی زلفوں کے اگر بال پریشان ہونگے

مقصود بالتمثیل سُن ہی -

امیر

خواب مین آئے وہ بولے مرا ارمانون سے	بے خبر کونہ خبر دار خبر ہوسے دو

خبر دار تہدید کے لیے ہے -

(۸) تقویت اور تشدید کلام کے لیے ہوتا ہی جیسے -

علی

اب دعا یہ ہے اے شفیع امم	بسکہ بیتاب ہے دل رنجور
جا لگے تیرے در یہ کشتی سر	جب کرون بحر زندگی سے عبور

ای شفیع امم منادے ہی اور دوسرا شعر جواب نداان مین مصرع دوم جملہ معترضہ ہی تقویت کلام کے لیے

(۹) اظہار حسرت وافسوس کیلئے جیسے -

ذوق

عدو آیا ہے نامہ بر لیا انصیب	[illegible] لیلے کیا اخط زمی سے مدعا سمجھے

مقصود بالتمثیل لکھا نصیبون کا ہے -

دوسرا اشتہر علم بیان مین

علم بیان ایسے قاعدون کا نام ہے کہ اگر کوئی اُن کو جانے اور یاد رکھے تو ایک معنی کو کئی طریق کسے عبارات مختلفہ مین ادا کر سکتا ہے جن مین سے بعض طریق کی دلالت معنی پر بعض طریق سے زیادہ واضح ہوتی ہی پس اگر کوئی شخص بعض معانی ایسے مختلف طریقون مین ادا کرے کہ اُن مین وضوح دلالت کا اختلاف نہو بلکہ صرف الفاظ کا اختلاف ہو اس طرح کہ الفاظ مترادف مین معنی کو ادا کرے جیسے کہے زید کریم ہے اور زید سخی ہے یا زید بہادر ہے اور زید جری ہے تو یہ بیان کے قبیل سے نہوگا اور موضوع (سبجکٹ) اُس علم کا لفظ ہے معنی مقصود پر دلالت کی حیثیت سے دوسری عبارت موضوع اسکا ایسی عبارت ہی جس مین وضوح اور غیر وضوح

دلالت کا تفاوت جاری ہو سے اور غرض اصلی یہ ہے کہ دلالت عقلی کے ساتھ فائدہ دینے
ملکہ حاصل ہوجائے اور دلالت عقلی کے مدلولات کو سمجھ لے اور غایت اسکی یہ ہے کہ ذہن ایک
معنی کو متعدد طریقون کے ساتھ ادا کرنے مین خطا کرنے سے محفوظ رہے اور بعض مبادی اسکے عقلی
ہین جیسے دلالت کی قسمین اور تشبیہین اور علاقے اور بعض وجدانی ذوقی ہین جیسے تشبیہون کی
وجہین اور استعارون کی قسمین اور اُنکی خوبی کی کیفیت۔
علمانے علم بیان مین وضوح دلالت کو اسلیے اختیار کیا ہے کہ اُسکی بحث دلالت عقلی یعنی تضمنی
اور التزامی پر موقوف ہے اور یہ دلالت خفی ہے خاصکر جبکہ لزوم عادت اور طبائع کے مطابق
ہو پس ان دونون کی تعبیر ایسے لفظون کے ساتھ کرنا واجب ہوا جو زیادہ واضح ہون نظیر اسکی یہ ہے کہ
جب کوئی شئے نہایت باریک ہو تو قوت باصرہ اُسکے دیکھنے کے واسطے تیز روشنی کی محتاج ہوتی
ہے اور جبکہ موٹی چیز ہوتی ہے تو تیز روشنی کی ضرورت نہین یہی حال رویت عقلیہ
یعنے فہم و ادراک مین ہے حاصل کلام یہ ہے کہ علم بیان مین جو معانی معتبر ہین جیسے
استعارہ اور کنایہ اُن کا دقیق ہونا چاہیے اور ساتھ ہی اسکے جو لفظ ان معانی پر دلالت کرتا ہو
وہ دلالت کرنے مین واضح ہو۔
دلالت اصطلاح مین کسی چیز کے ایسی حالت پر ہونے کو کہتے ہین کہ اگر اُس چیز کو جان لین
تو اُس سے دوسری چیز کا جاننا لازم آجائے چنانچہ دھوان ایسی حالت پر ہی کہ اُسکے معلوم ہونے سے
یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ وہان آگ ہی پس دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے اور جو دلالت کرے اُسکو
دال کہتے ہین یعنی دلالت کرنے والا اور جس پر دلالت کرتے اُسکو مدلول بولتے ہین یعنی دلالت
کیا گیا چنانچہ دھوان دال ہے اور آگ مدلول اور دلالت کرنے والا اگر لفظ ہو تو اُس دلالت کو
دلالت لفظی کہتے ہین اور اگر سوائے لفظ کے کوئی اور شئے ہو تو اس دلالت کو **دلالت
غیر لفظی** کہتے ہین جیسے رقم لفظون پر اور منار فرسنگ پر اور دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے
ان کی دلالت غیر لفظی ہی کیونکہ یہ سب چیزین لفظ نہین ہین اور دلالت لفظی تین قسم پر ہے۔
ایک قسم یہ کہ اُس لفظ کو جس شے پر دلالت کرنے کے واسطے واضع نے وضع کیا ہے وہ لفظ اُسی
شئے پر دلالت کرے مثلاً شیر کہ مقابل جانور درندہ مشہور کے اصل مین بنایا گیا ہے اور اسی جانور پر
دلالت کرے اس دلالت کو **دلالت وضعی** کہتے ہین اسلیے کہ اس مین وضع کو دخل ہے۔
دوسرے یہ کہ طبیعت کے چاہنے سے وہ لفظ سرزد ہو جیسے بیمار آہ آہ کرتا ہے اور اس لفظ سے

معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے درد ہے پس طبیعت بولنے والے کی درد کے وقت خواہ مخواہ تقاضا کرتی ہر کہ یہ لفظ زبان سے نکلجائے اس دلالت کو **دلالت طبعی** کہتے ہین کیونکہ اس لفظ کے بولنے مین طبیعت کے چاہنے کو دخل ہے۔

تیسرے یہ کہ نہ واضع نے اُسکو اُس شئے پر دلالت کے واسطے وضع کیا ہو اور نہ بولنے والے کی طبیعت کے تقاضے سے زبان سے نکلا ہو بلکہ جسوقت وہ لفظ بولا جائے تو عقل اُس سے کوئی شئے سمجھے مثلاً کوئی شخص دیوار کے پیچھے کھڑا ہوا لفظ دیز کلکہے اور اُس سے معلوم ہو کہ دیوار کے پیچھے کوئی شخص بولتا ہے پس دیز نے فقط بولنے والے کے وجود پر دلالت کی اس دلالت کو **دلالت عقلی** کہتے ہین کیونکہ اس مین عقل کو دخل ہے علوم مین زیادہ تر دلالت لفظیہ وضعیہ کام آتی ہر کیونکہ طبیعت اور فہم مختلف ہوتے ہین اس سبب سے دلالت طبعیہ اور عقلیہ منضبط نہین ہوتین اور نہ اُنسے کوئی معتد بہ فائدہ متعلق ہر اب معلوم کرو کہ دلالت وضعیہ لفظیہ کی تعریف یہ ہر کہ وہ سمجھنا معنی کا ہر لفظ سے جسوقت بولا جائے اور یہ سمجھنا بہ نسبت ایسے شخص کے ہر جو اُس لفظ کے اُس معنے کے لیے وضع ہونے پر آگاہ ہو کیونکہ اگر آگاہ نہو گا تو اُسکے نزدیک وہ معنے مجہول ہونگے اور یہ دلالت تین طرح پر ہے۔

(۱) یہ ہر کہ لفظ جس شئے کے مقابل مین وضع ہوا ہے اُس تمام شئے پر دلالت کرتا ہے جیسے انسان جب اُسکے بولنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مراد بولنے والے کی فقط حیوان ہے بلکہ یہ سمجھا جائے مراد اُس کی وہ شئے ہر جس مین حیوان ہونا اور ناطق ہونا جمع ہو اس دلالت کو **دلالت مطابقی** کہتے ہین اس لیے کہ لفظ اور معنے مطابق ہین۔

(۲) یہ کہ اُس شئے کے ایک جزو پر دلالت کرے مثلاً انسان سے حیوان کے معنی سمجھے جائین اسکو **دلالت تضمنی** کہتے ہین اسلیے کہ جز اُسکے ضمن مین ہر جسکے واسطے وہ لفظ بنایا گیا ہر اور یہ بھی ہو سکتا ہر کہ ایک معنے کسی شئے کا جز ہون اور کسی دوسرے شئے کے جز کا جز ہون مثلاً جسم حیوان کا جز ہر اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم انسان کے جز کا جز ہے۔

(۳) لفظ ایسے معنے پر دلالت کرے کہ نہ وہ اُس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اور نہ وہ معنی اُس لفظ کے سارے معنی کا ٹکڑا ہون بلکہ یہ معنی اُسکو خارج سے لازم ہوگئے ہون مثلاً انسان کا دلالت کرنا ہنسنے والے یا لکھنے والے پر کیونکہ ہنسنا اور لکھنا انسان کی ذات مین داخل نہین بلکہ خارج سے ایک امر اُسکو لازم ہوگیا ہر اس دلالت کو **دلالت التزامی** کہتے ہین بسبب لازم ہونے اس امر خارجی کے پھر اگر لوازم کسی شئے کے قریب ہونگے تو اُسکی دلالت واضح ہوگی اور اگر لوازم اُسکے بعید ہونگے تو دلالت

بعض کی دلالت سخاوت پر زیادہ واضح ہے اور بعض کی دلالت اُس پر کم واضح ہی چنانچہ کہین
زید کے یہان مہمان آتے ہین یا زید کے باورچی خانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہی یا زید کے یہان
گھی اور دوسری کھانے کی چیزین زیادہ خرچ ہوتی ہین یا زید رضائیان بہت تقسیم کرتا ہی یا زید کے
مہمان اُسکی بڑی تعریف کرتے ہین یا زید نے راستون مین بہت سے کنوئین اور مسجدین بنوائی ہین
پس ان مین بعض لوازم کی دلالت سخاوت پر واضح ہی اور بعض کی خفی ہی۔

مراتب وضوح کا اختلاف دلالت التزامی مین ظاہر ہی اسلیے کہ جائز ہی کہ ایک شے کے لیے ایسے
متعدد لوازم موجود ہون جن مین سے بعض لوازم بسبب کم ہونے واسطون کے اُس شے سے قریب ہون
اور بعض بسبب زیادہ ہونے واسطون کے اس سے بعید ہون پس جس مین واسطے کم ہون گے
وہ زیادہ واضح ہوگا اور جس مین واسطے زیادہ ہونگے وہ اُسکی بہ نسبت کم واضح ہوگا جیسے سخاوت
کے لیے لوازم مختلف ہین مثلاً کہا جائے کہ زید بڑا مہمان نواز ہے یا اُسکے یہان باورچی خانے مین
ایندھن زیادہ جلتا ہے یا اُسکے باورچی خانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہے ان لوازم مین سے مہمان نوازی
ایسا لازم ہے کہ سخاوت کی طرف اُس سے ذہن جلدی انتقال کرتا ہے بخلاف اسکے کہ باورچیخانے
مین لکڑیون کے زیادہ جلنے سے ذہن کا انتقال سخاوت کی طرف جلد نہین ہو سکتا کیونکہ اول مین
واسطہ نہین ہے اور باورچیخانے مین زیادہ لکڑیان جلنے سے جتنی جلدی سخاوت کی طرف انتقال
ہوتا ہے اُتنی جلدی باورچیخانے سے راکھ زیادہ نکلنے سے سخاوت کی طرف انتقال نہین ہو سکتا
کیونکہ سخاوت مین اور باورچیخانے مین زیادہ لکڑیان جلنے مین دو واسطے ہین اور سخاوت مین
اور باورچیخانے مین زیادہ راکھ ہونے مین تین واسطے ہین کیونکہ بہت لکڑیون کا جلنا بہت کھانا
پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی کثرت پر دلالت کرتا ہے اور مہمانون کی
کثرت سخاوت پر دلالت کرتی ہے اور باورچیخانے سے بہت سا راکھ کا نکلنا موقوف ہے زیادہ
لکڑیون کے جلنے پر اور زیادہ لکڑیون کا جلنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا
پکنا مہمانون کی کثرت کے سبب سے ہوتا ہے اسی طرح جائز ہی کہ لازم ایک ہو اور ملزوم بہت سے
ہون پس اُس لازم کا لزوم بعض ملزوم کے ساتھ بہت واضح ہو اور بعض کے ساتھ کم واضح ہو جیسے
گرمی سورج اور آگ اور حرکت کو لازم ہے اور ظاہر ہے کہ گرمی کا لزوم آگ کے ساتھ بہت ظاہر
ہے اور بہ نسبت اُسکے سورج کے ساتھ کم ظاہر ہے اسی طرح گرمی کا لزوم جتنا سورج کے ساتھ
ظاہر ہے اُتنا حرکت کے ساتھ ظاہر نہین۔

اور دلالت تضمنی مین اختلاف مراتب لزوم کا ظہور دخفا مین ظاہر نہین ہی بلکہ بیان کی طرف محتاج ہے کیونکہ جائز ہے کہ ایک معنی ایک شے کا جز ہون اور دوسری شے کے جز کا جز ہون پس اُس شے کی دلالت اُن معنی پر جو اُسکا جز ہین بہت ظاہر ہوگی اور اُن معنی پر اُسکی دلالت زیادہ واضح نہ ہوگی جو اُس کے جز کا جز ہین چنانچہ حیوان کی دلالت جسم پر زیادہ واضح ہے بہ نسبت انسان کی دلالت کے جسم پر کیونکہ جسم حیوان کا جز ہے اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم مین اور حیوان مین واسطہ نہین ہی اور انسان اور جسم مین واسطہ ہے اور وہ حیوان ہے اسی طرح دیوار کی دلالت مٹی پر تضمنی واضح ہے اُتنی مکان کی دلالت مٹی پر واضح نہین۔

اس مقام پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جز اپنے کل سے پہلے سمجھ مین آتا ہے چنانچہ انسان سے اول جسم مفہوم ہوتا ہے پھر حیوان پھر حیوان ناطق جواب اس کا یہ ہی کہ اس قول کی صداقت مین شبہہ نہین مگر بیان مراد یہ ہی کہ ذہن اول جز کی طرف انتقال کرتا ہے اور علیحدہ ملاحظہ اُس کا کل کے سمجھنے کے بعد کرتا ہے پس جب آدمی کوئی لفظ سُنتا ہے اور اُسکی وضع سے واقف ہوتا ہے اور موضوع لہ کے تمام اجزا کو سمجھتا ہے تو اول وہ بر سبیل اجمال کے لفظ کے معنی موضوع لہ سمجھتا ہی پھر اُس کا ذہن اس معنے کے جز کی طرف بشرطیکہ جز ہو انتقال کرتا ہے اور اگر اس جز کے لیے بھی جز ہو تو پھر جداگانہ اُسکی طرف انتقال کرتا ہی پس اس تقریر سے ثابت ہی کہ ہمارا وہ قول صحیح ہی کہ لفظ کل کی دلالت جز پر نہایت واضح ہی اور اُسکی دلالت اپنے جز کے جز پر کم ظاہر ہے کیونکہ جز کا جز پیچھے سمجھا جاتا ہے اور جز پہلے سمجھ مین آتا ہے اس تمام بحث سے یہ بات ثبوت کو پہونچ گئی کہ علم بیان مین معنی کے لوازم کو اعتبار کرتے ہین لفظ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اگر اس سے وہی معنی مراد ہون تو اُسکو حقیقت کہتے ہین اور اگر وہ معنی مراد نہون بلکہ ایک ایسے معنی مراد ہون جو معنی موضوع لہ کو لازم ہون پس اگر وہان کوئی قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ یہان معنی موضوع لہ مراد نہین ہین تو اُس لفظ کو مجاز کہتے ہین اور اگر معنے موضوع لہ کا بھی ارادہ جائز ہو تو اُسے **کنایہ** بولتے ہین اور مجاز کو کنایے کے ساتھ وہ نسبت ہی جو مفرد کو مرکب کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ مجاز مین ارادہ لازم کا عدم ارادۂ ملزوم کے ساتھ شرط ہی اور کنایے مین دونون کا ارادہ معتبر ہے پس مجاز مثل جز کے ہی اور کنایہ مثل کل کے کیونکہ مجاز مین صرف لازم مراد ہوتا ہے اور کنایے مین دونون کا مقصود ہونا جائز ہے اور ہر جز اپنے کل پر مقدم ہوتا ہے اسلیے علم بیان مین مجاز کو کنائے سے پہلے بیان کرتے ہین اور مجاز مین معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان علاقے کا ہونا ضرور ہی پس اگر دونون مین تشبیہ کا علاقہ ہی تو ایسے مجاز کو استعارہ کہتے ہین اور اگر تشبیہ کے

سوا کوئی دوسرا علاقہ ہی تو اُسے مجاز مرسل بولتے ہین اس بیان سے واضح ہوا کہ تشبیہ مقدمہ
استعارے کا جو مجاز کی ایک قسم ہے۔ علم بیان کا مقصد اصلی صرف دو چیزین ہین مجاز اور کنایہ مگر
استعارے کے سمجھنے کے لیے تشبیہ کا سمجھنا ضرور ہوا اور اُسکو تمام اقسام مجاز سے اسلیے پہلے بیان
کرتے ہین کہ مجاز کی ایک قسم تشبیہ پر موقوف ہے اور چونکہ مجاز مرسل کو استعارے کے ساتھ اتصال
حاصل ہے اسلیے اُسکو اور استعارے کو منزلے ایک باب کے قرار دیکر تشبیہ کو مجاز مرسل سے بھی پہلے
لاتے ہین اور تشبیہ کو کنایے پر اسلیے مقدم کرتے ہین کہ خود مجاز کو کنایے پر تقدیم حاصل ہی اور چونکہ
تشبیہ مین بہت سی فائدے کی باتین ہین اور اُسکے مباحث کثیر ہو گئے ہین اسلیے اُسکی بحث کو
استعارے کا مقدمہ نہین بناتے بلکہ علم بیان مین ایک علیحدہ مقصد ٹھہراتے ہین۔ اور یہ بھی کہہ سکتے
ہین کہ تشبیہ بھی علم بیان کا ایک مستقل مقصد ہی استعارے کا مقدمہ نہین کیونکہ دلالت کے بہت
ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کا اختلاف اس مین بھی موجود ہے پس یہ بھی علم بیان کا مقصد اصلی
ہے اور یہ علم بیان کے بعض مقاصد اُسپر موقوف بھی ہین لیکن اس مین کچھ مضائقہ نہین کیونکہ بعض مقاصد کا
بعض دوسرے مقاصد پر موقوف ہونا اسبات کو موجب نہین کرتا کہ متوقف علیہ فن کا مقدمہ بنجائے۔ اور حقیقت
و مجاز دونون چار چار قسم پر ہین حقیقت لغوی حقیقت شرعی حقیقت عرفی خاص حقیقت عرفی
عام یعنی کوئی لفظ اگر لغت مین کسی معنے کے واسطے وضع کیا گیا ہی تو اُسکو حقیقت لغوی کہتے ہین
اور اگر شرع مین وضع کیا گیا ہی تو اُسکو حقیقت شرعی کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح
مین وضع کیا گیا ہے جیسے نحوی یا صرفی یا منطقی وغیرہ وغیرہ تو اُسکو حقیقت عرفی خاص
اور حقیقت اصطلاحی کہتے ہین اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح مین وضع نہین کیا گیا
بلکہ عام اشخاص اُس لفظ سے وہ معنی سمجھتے ہین اُسکو حقیقت عرفی عام کہتے ہین اسی طرح مجاز
کی قسمین ہین یعنی اگر لفظ لغت کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے لیے اور اُسکو استعمال
کیا کسی اور معنی مین تو وہ مجاز لغوی ہی اور اگر شرع کی اصطلاح مین موضوع تھا ایک معنی کے لیے
اور اسی اصطلاح مین استعمال کیا گیا کسی اور معنی مین تو وہ مجاز شرعی ہی اور اگر اصطلاح خاص
مین کسی معنی کے واسطے موضوع تھا اور اُسی اصطلاح مین اسکے غیر مین مستعمل ہوا تو وہ مجاز عرفی خاص
ہے اور اگر عام کی اصطلاح مین موضوع تھا کسی اور معنی کے واسطے اور اسی اصطلاح مین مستعمل ہوا
اور معنے مین تو وہ مجاز عرفی عام ہی اسکی مثال یہ ہی کہ شیر لغت مین جانور درندہ مشہور کے واسطے
بنایا گیا ہے اسی معنی مین استعمال کرنے کو حقیقت لغوی کہتے ہین اور مرد بہادر کے معنے مین

استعمال کرنے کو مجاز لغوی اور لفظ صلوٰۃ شرع کی اصطلاح مین نماز کے واسطے موضوع ہوا اور لغت مین دعا کے معنی مین آیا ہی شرع کی اصطلاح مین نماز کے معنی مین استعمال کرنا حقیقت شرعی ہے اور اسی اصطلاح مین دعا کے معنی مین مجاز شرعی اور لفظ فعل علم نحو مین اُس لفظ خاص کے لیے موضوع ہی جو مسند ہونے کی صلاحیت رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علاوہ معنے مصدر کے جو اُسکے جوہر مین تین زمانون سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جائے اور لغت مین لفظ فعل کے معنی کرنا ہین پس نحو کی اصطلاح مین لفظ خاص کے معنے مین حقیقت عرفی خاص ہی اور اُسی اصطلاح مین کرنے کے معنے مین مجاز عرفی خاص اور لفظ تعزیہ عام کے نزدیک تابوت حضرت امام حسین کے معنے مین ہی چنانچہ ؎

مومنو زیر زمین تعزیے دفناتے ہیں | آج دنیا سے حسین ابن علی جاتے ہیں

پس اس معنی مین حقیقت عرفی عام ہے اور اُسی اصطلاح مین ماتم پرسی کرنے کے معنی مین مجاز عرفی عام ارزانی جو منسوب ہی ارزان کی طرف حقیقی معنے اُسکے ارزندہ کے ہین یعنے لائق ہونے والا لیکن یہ معنی متروک ہوکر مجازاً عرف عام مین نرخ اشیا کی گرانی کی ضد مین استعمال ہونے لگا۔ مجاز شرعی اگرچہ مجاز عرفی خاص مین داخل ہی مگر شرع کی تعظیم اور شرف کی وجہ سے اسکو جدا گانہ قسم قرار دیا ہے۔

حقیقت و مجاز در اصل الفاظ کے عوارض مین سے ہین کبھی معنی اور استعمال کو بھی حقیقت و مجاز کے ساتھ متصف کر دیتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ یہ معنی حقیقت ہین اور وہ مجاز ہین اور یہ استعمال حقیقت ہے اور وہ استعمال مجاز ہے۔

علما نے اس بات مین اختلاف کیا ہی کہ جو لفظ معنی مجازی مین مستعمل ہو اُسکے لیے معنی حقیقی مین مستعمل ہونا شرط ہی یا نہین مذہب تحقیق یہ ہی کہ یہ امر شرط نہین۔ اور حقیقت و مجاز جس طرح مفرد مین جاری ہوتے ہین جملے مین بھی جاری ہوتے ہین اور اس سے بحث علم معانی مین کرتے ہین جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان مین بحث ہوتی ہے اور مجاز کا یہ حکم ہے کہ جس چیز مین اُسکو استعمال کرین وہ ثابت ہو خواہ عام ہو یا خاص اور مجاز کے عام ہونے سے یہ مراد نہین ہی کہ ایک لفظ سے تمام علاقے جو مجاز و حقیقت مین ہونا چاہئین سمجھے جاتے ہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک قسم کے علاقے کی تمام فردون کو عام ہوتا ہے جو لفظ جس معنی کے لیے بنایا جاتا ہے اُس سے وہ معنی ساقط نہین ہوتے اور معنی حقیقی کی نفی اُس چیز سے جس پر وہ صادق آتے ہون صحیح نہین ہوتی اور غالب کے قول مین ؎

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا	آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

بشر سے جو بشریت کی نفی ہے اس سے غرض تحقیر ہے یعنی انسان کو لائق اور اچھا ہونا میسر نہین معنی حقیقی کی نفی مقصود نہین اسی قبیل سے ہے برق کا شعر ؎

سگ اصحاب ہوا صحبت انسان سے بشر	آدمی ہو کے بھی انسان تو انسان نہوا

بخلاف معنی مجازی کے کہ وہ اپنے مصداق پر صادق بھی آتے ہین اور اُس سے منتفی بھی ہوجاتے ہین چنانچہ باپ کو باپ کہتے ہین اور یہ کہنا صحیح نہین کہ وہ باپ نہین ہے برخلاف دادا کے کہ اسکو باپ کہہ سکتے ہین مگر یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ وہ باپ نہین ہے اسی طرح اُس جانور درندہ کو جو لفظ شیر کا موضوع لہ ہے شیر کہنا صحیح ہے اور اس نام کی اُس سے نفی نہین ہوسکتی یعنی یہ نہین کہہ سکتے کہ وہ شیر نہین ہے بخلاف بہادر آدمی کے کہ اُس کو مجازاً شیر کہتے ہین اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ وہ شیر نہین ہے۔

علم بیان کا مدار ان چار چیزون پر ہے تشبیہ۔ استعارہ۔ مجاز مرسل۔ اور کنایہ۔ ان مین سے ہم ہر ایک کو علحدہ علحدہ ایک ایک باغ مین بیان کرتے ہین۔

پہلا باغ تشبیہ کے بیان مین

تشبیہ لغت مین دلالت ہو اس بات پر کہ ایک شے دوسری شے کے ساتھ ایک معنی مین شریک ہے اور علم بیان کی اصطلاح مین تشبیہ سے مراد دلالت ہے دو چیزون کی جو آپس مین جدا جدا ہون ایک معنے مین شریک ہونے پر اس طرح کہ بطور استعارہ سے کے نہ ہو اور نہ بطور تجرید کے ہو تجرید کا بیان علم بدیع مین آتا ہے اور تشبیہ کے بیان مین پانچ چیزون سے بحث ہوتی ہے (۱) مشبہ بہ اور مشبہ ان کو طرفین تشبیہ کہتے ہین (۲) وجہ تشبیہ (۳) غرض تشبیہ (۴) ادات تشبیہ۔ یہ چارون تشبیہ کے ارکان کہلاتے ہین (۵) اقسام تشبیہ۔ اور یہ پانچون چیزین ہم پانچ چمنون مین بیان کرتے ہین۔ اور تشبیہ کے قوت و ضعف کے حال کو علحدہ چھٹے چمن مین ذکر کرینگے۔

پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان مین

طرفین تشبیہ دو چیزین ہین ایک مشبہ وہ جسکو تشبیہ دی جائے دوسرے مشبہ بہ وہ ہے

جس سے کسی چیز کو تشبیہ دین اور شبہ سے اس صفت مین زیادہ ہو جسکی وجہ سے تشبیہ دی جائے اور یہ زیادتی خواہ از روے حقیقت کے ہو خواہ از روے ادعا کے اور اگر ایسا نہو بلکہ وہ صفت دونون مین برابر ہو تو تشبیہ صحیح نہوگی کیونکہ تشبیہ مین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہے اور جہان دونون کی مساوات کا قصد ہو تو اسکو تشابہ کہتے ہین یعنی یہ اسکے مشابہ ہے اور وہ اُس کے مثلاً۔

سودا

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ — حکم رکھتے ہین ترے پیش کرم چارون ایک

تشبیہ دشمن کی بد سے اور دوست کی نیک سے منظور نہین بلکہ دونون چیزون مین مساوات منظور رہے۔

ولہ

انوری سعدی و خاقانی و مداح ترا — رتبۂ شعر و سخن مین تو ہین ہم چارون ایک

ان چارون شعرا مین سے کسی ایک کی دوسرے کے ساتھ تشبیہ منظور نہین بلکہ مساوات مقصود ہے۔

ولہ

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک — غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک ہا

گویا

گھر ترا ہے جنت کے گلستان کے برابر — چاؤش ہین دروازے پہ رضوان کے برابر
ہے ایک ترا آئینہ بردار سکندر — دارا ترے دروازے کے دربان کے برابر
قطرہ جو کبھی ابر کف جود سے ٹپکے — رتبے مین ہو وہ گوہر غلطان کے برابر
اکدم مین جسے چاہے فلک پر تو چڑھاوے — ذرے کو کرے مہر درخشان کے برابر
گر خرمن بخشش سے کرے دانہ عطا تو — ہر مور کہے مین ہون سلیمان کے برابر

آتش

یہ خوش اسلوب جسم اُس نوجوان کا ہے کہ جوڑا مین — برابر نکلے ڈورا اُس کا امید گردانی کا

ظفر

نہ گیسوے جو رخ آفتاب پر ہے اور سحاب پر ہے نہ فرق — نہ تاب رُخ مین ترے اور آفتاب مین فرق
نہ فرق یک سر مو مشک و بوے کاکل مین — نہ کچھ پسینے مین عارض کے اور گلاب مین فرق

نہ کچھ شراب و نگہ مین تری کمی بیشی ✤ نہ تیزی چشم مین اور ساغر شراب مین فرق

ولہ

نہ خون دل مین مرے اور ہے شراب مین فرق ✤ نہ میرے سینۂ بریان مین اور کباب مین فرق
نہ میرے اشک مین اور تار چنگ مین دوئی ✤ نہ میرے نالے مین اور نالۂ رباب مین فرق
نہ داغ سینہ مین اور آفتاب مین دوئی ✤ نہ دود دل مین مرے اور کچھ سحاب مین فرق
نہ سوز سینہ مین اور برق مین ہی فرق ظفر ✤ نہ کچھ ہی پارے مین اور دل کے اضطراب مین فرق

تشابہ مین عکس صحیح ہوتا ہی یعنی مشبہ بہ کو مشبہ بنا سکتے ہین جیسے۔

داغ

حسن آئینۂ عشق ہو عشق آئینۂ حسن ✤ مین تجھکو نظر آؤن مجھے تو نظر آوے

مقصود بالتمثیل پہلا مصرع ہی۔

ظفر

خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہین فقیر ✤ اور وہ جانتے ہین مسند کمخواب کو خاک

نصرت

جیحون کو دشت دشت کو جیحون بنائین یہ ✤ گردون کو ارض ارض کو گردون بنائین یہ

یار محمد خان شوکت

سر کو سودائے زلف عنبر ہو گیا ✤ گھر مجھے صحرا ہوا صحرا مجھے گھر ہو گیا

صفیر

سحر پہ آئے اگر یہان متی کی صورت ✤ پر کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو

مولوی محمد اسمعیل

حقیقت مین ہی گی دور نکلی کمان ✤ جہان ذرہ ہی اور ذرہ جہان

ذوق

نیت نیک تری آئینۂ حسن عمل ✤ عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت

امیر

زندے مردہ مردے زندہ ہو چلے ✤ حشر برپا کرچلی رفتار

پس جہان وجہ شبہ مین مشبہ اور مشبہ بہ دونون کا برابر ہونا مقصود ہوا اور یہ مقصود نہو کہ ایک ناقص

اور دوسرا ناقص ہے عام ہے اس سے کہ زیادتی اور کمی پائی جائے یا نہ پائی جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہاں تشبیہ کو ترک کر دین کیونکہ تشبیہ مین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہی پس اس شعر مین ۔

حالی

اُن کی عزت تمھاری عزت ہے	اُنکی ذلت تمھاری ذلت ہے

ایک کی عزت کی دوسرے کی عزت کے ساتھ اور ایک کی ذلت کی دوسرے کی ذلت کے ساتھ تشبیہ مقصود نہو گی کیونکہ دونون کا برابر ہونا مطلوب ہے ۔

مشبہ اور مشبہ بہ دو قسم کے ہوتے ہین ۔

(۱) **حسّی** جسے حواس خمسۂ ظاہری سے دریافت کر سکین اور حواس خمسۂ ظاہرہ پانچ ہین ۔ بصر ۔ سمع ۔ شم ۔ ذوق اور لمس ۔

(۲) **عقلی** جسے حواس ظاہرہ سے معلوم نہ کر سکین پس یا مشبہ اور مشبہ بہ دونون ایک ہی ہونگے یا مختلف یہان مختصر طور پر مثال ہر ایک کی لکھی جاتی ہی ۔

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بباصرہ کی ۔ ناد کہتا ہی ۔

بڑھ چلا رخ سے یہ اُنکے خط اخضر کیسا	پر طاؤس ہی قرآن سے باہر کیسا

صبا

لوگ کہنے لگے کندن مین جڑھا ہے مینا	سبزۂ خط سے وہ خوش رنگ ترا گال ہوا

تصدق حسین خان

سرو ساق تو گل سے رخسارے	شانے بازو بھرے بھرے سارے

صفدری

آنکھ اپنی لسی کے دُر دندان سے لڑی ہے	جو اشک مسلسل ہی سو موتی کی لڑی ہے

ناسخ

ذقن یار مین کی خط نے رسائی پیدا	چاہ یوسف مین خضر بھر تماشا اُترا

امانت

دیکھے اُن پستان پہ زلفون کو توکچہ بھی کہے	دودھ پینے کے لیے بیٹھا ہی جوڑا سانپ کا

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بسامعہ کی محسن کاکوروی کہتا ہی ۔

نوبت ہے صداے قمریان کی | تیاری ہے باغ مین اذان) ہا

وزیر

نالۂ مرغ سحر ہوگی صریر خامہ | لکھی ہے اب صفت دُرّ بناگوش مجھے

سودا

بُلبل محو نغمہ ہون لیک اُس گلستان مین جہان | نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ کا

مومن

روم مصاف ترے دشمنون کے لشکر مین | صداے نوحہ وشیون ہی شور و غلغل

غالب

پُر ہون مین شکوے سے یون راگ سے جیسے باجا | اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسّی متعلق شامہ علی کہتا ہے۔

علی بھری ہے یہ عطر بہشت شیشے مین | تصور عرق روے یار دل مین ہے

یار کے عرق کی بو کو عطر بہشت کی بو سے تشبیہ دی ہے۔

گویا

کہون مین کیون نہ گُل اندام ان حسینون کو | گلاب کی سی مہک آتی ہے بُو پسینے مین

حسینون کے پسینے کی بو کو گلاب کی بو سے تشبیہ دی ہے

قدسی

لگایا مین نے جو شب زلف پُرشکن مین ہاتھ | شمیم مشک لگی گلشن ختن مین ہاتھ

زلف کو مشک کے ساتھ تشبیہ باعتبار خوشبو کے دی ہے۔

برق

اگر گلاب شیشے مین رکھا ہے کھینچ کر | دل مین خیال ہے عرق روے یار کا

ظفر

ترے جو اُس لب میگون سے قطرہ دریا مین | شراب کی سی حباب نکلے ہوا باغ مین بُو
دل برشتہ کی اس طرح بو ہے سینے مین | کہ جیسے سوختہ دانے کی ہو اطلاع مین بُو

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق ذائقہ سودا کہتا ہے۔

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئین تو مزہ دے شراب کا

۵ اطلاع یعنی اول پھوٹنا دیگران اُگنا ۱۲ از تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب

پانی کے مزے کو شراب - مزے سے تشبیہ دی ہے -

مومن

مجھو شراب پنی مجھے مرتے دم تو دے	یہ آب تلخ شربت قند و نبات ہے

ذوق

بدل گئی ہے حلاوت سے تلخی دارو	شراب تلخ بھی ہے میکشوں کو شکر و شیر

شایان

میں کیوں منت کش پیر مغان ہوں	نہ آب تلخ کو کیوں زہر سمجھوں

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسّی متعلق لامسہ قلق کہتا ہے -

پیٹ نرمی سے صورت مخمل	صاف مانند تختۂ صندل

پیٹ کو نرمی میں مخمل سے تشبیہ دی ہے اور صفائی میں تختۂ صندل سے -

عبرت

لہوں کیا جلد کی اُس کے صفائی	ہو جیسے دودھ پر ہلکی ملائی

پیٹ کی ملائمت میں ملائی کے ساتھ تشبیہ دی ہے -

حریق

دل ہے جیسا سخت ہیں ویسی ہی پتھر چھاتیاں	کیا کرینگی جز جفا یہ اور یہ پتھر چھاتیاں

اسیا سی ہیں جلیا اور پتھر چھاتیاں	مونگ چھاتی پر دلینگی یہ گو چھاتیاں

پستان کو سختی میں دل اور پتھر سے تشبیہ دی ہے -

ذوق

یہ خار دشت بھی نرمی میں خواب مخمل ہے	ہر ایک تار رگ سنگ بھی ہے حریر

میر

وہ کف پا کو برگ گل ہے خار	حیف ہے خار سے وہ ہووے فگار

مثال مشبہ اور مشبہ بہ عقلی کی -

حالی

وہ طبیب جسیہ عشق ہیں ہمارے اطبا	سمجھتے ہیں جس کو بیاض مسیحا

بتانے مین ہی بخل جسکے بہت سا	جسے عیب کی طرح کرتے ہین اخفا

علم طب کو عیب سے تشبیہ دی ہی اور ان دونون کے معلوم کرنے مین حواس کو دخل نہین بلکہ عقل سے معلوم ہوتے ہین اور علم طب سے مراد وہ ملکہ ہی جسکی وجہ سے آدمی اُسکے جزئیات کے ادراک پر قادر ہوجاتا ہے اور ملکہ سے مراد ایک حالت بسیط ہی جو کسی فن کی مزاولت سے حاصل ہوجاتی ہی اور جس شخص کو جس فن کا ملکہ حاصل ہوتا ہی جب اُسکے سامنے اُس فن کے جزئیات آتے ہین تو اُن جزئیات کے احکام کو بخوبی ادراک کرسکتا ہی۔

مت [illegible] دیدہ مین [illegible] نگاہ	ہین جمع سویداے دل [illegible] مین آہن

[illegible] وہ مشبہ اور آہ مشبہ بہ اور یہ دونون عقلی ہین۔

منشی جگناتھ اظہر

نطق سے میرے ہی طبع سامعہ عاشق مزاج	شوخیان مضمون مین ہین ناز حسینا نکی طرح

شوخیان مشبہ اور ناز حسینان مشبہ بہ اور یہ دونون عقلی ہین۔

مولوی محمد اسمٰعیل نے لکھا ہے جب انسان نے اپنے عیب کو سمجھ لیا تو گویا مرض کو پالیا اور جب مرض کو پالیا تو پھر علاج کرنا چندان دشوار نہین۔

عیب کو مرض سے تشبیہ دی ہی اور دونون عقلی ہین۔

مثال مشبہ حسّی اور مشبہ بہ عقلی کی۔

نسیم

جب نہ خدا جوان ہوا وہ	مانند نظر روان ہوا وہ

وہ [illegible] مشبہ اور نظر مشبہ بہ ہی۔

ولہ

[illegible] چھوڑکے چل بسے سب انسان	پھر تن مین نہ آئے صورت جان

ولہ

پریان کہ ہزار ہا بھری تھین	ارمان سی سب وہان سے نکلین

ولہ

پھر پانسے نے کی نہ پاسداری	ہمت کی طرح وہ دلسے ہاری
پیارا یہ مرا ہے آدمی زاد	ولہ رکھیو اسے جس طرح مری یاد

ولہ

هیبت ساز میں کے دل میں آیا | اندیشے کی طرح سے سمایا

ولہ

یون ہے یہ آکے سوئی بیتاب | جس شکل سے آئے آنکھ میں خواب

ولہ

اُٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا | بدلا مانند رنگ جوڑا

مقصود بالتمثیل مصرع اول ہی جس میں جی مشبہ بہ عقلی ہی اور تاج الملوک مشبہ حسی۔

مومن

بات کرنے میں رقیبوں سے ابھی ٹوٹ گیا | دل بھی شاید اُسی بدعہد کا ہوگا

انیس

گویا کہ تھا شبیہ الم سر بسر نشان | ڈوبا تھا خون سے پنجۂ پر نور اور نشان

نشان مشبہ حسی ہی اور الم مشبہ بہ عقلی۔

دبیر

ان شیروں کی شمشیرین ہین یاقوت غفار | یہ میان مین خوابیدہ اجل خوف سے بیدار

شمشیر مشبہ حسی اور قوت غفار مشبہ بہ عقلی۔

فائدہ سوال تشبیہ محسوس کی معقول کے ساتھ ممنوع ہی اسلیے کہ محسوس معقول سے قوی ہی وجہ یہ کہ وہ معقول کے لیے اصل ہی کیونکہ علوم عقلیہ حواس سے مستفاد ہوتے ہین اور اُنھین کی طرف پہ منتہی ہوتے ہین پس محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ دینا فرع کو اصل بنانا ہی اور یہ ناجائز ہے۔

جواب اسوقت مین معقول کو بھی محسوس مان لیتے ہین اور مبالغے کے طور پر اسکو محسوس کی اصل قرار دیتے ہین پس اس صورت مین تشبیہ تقدیری طور پر دو محسوسون مین ہوتی ہی۔

مثال مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی کی۔

ناسخ

بدن شراب کشی سے خم شراب بنا | ہے اپنی روح بدن مین برنگ بوئے شراب

روح مشبہ عقلی ہی اور بوئے شراب مشبہ بہ حسی۔

متصرف نہ ہو دماغ کبھی | ولہ | گل نہ ہو عقل کا چراغ کبھی

عقل مشبہ عقلی اور چراغ مشبہ بہ حسی۔

بیدار

آگئی دل مین ناگہان بیدار	نگہ اُس کی خدنگ کے مانند

نگہ مشبہ عقلی اور خدنگ مشبہ بہ حسی۔

دبیر

فرعون کی مانند ہوا غرق حیا ظلم	پڑھتا ہوا توبہ کی دعا بھاگ گیا ظلم

ظلم مشبہ عقلی اور فرعون مشبہ بہ حسی ہے۔

مومن

رنگینی بزم کا بندھا دھیان	جون بوے گل اُڑگئے سب اوسان

اوسان مشبہ عقلی ہی اور بوے گل مشبہ بہ حسی۔

سرشار بریلوی

تار نفس نے دی خبر کاروان عمر	یعنی عدم کو چھوٹنے والی یہ ریل ہے

عمر مشبہ عقلی ہی اور کاروان مشبہ بہ حسی۔

ناسخ

فرقت کی بیکسی مین جو ساتی گزک نہین	لے لینگے لخت دل کو ہی ہم سیخ آہ سے

آہ مشبہ عقلی ہے اور سیخ مشبہ بہ حسی آہ اگرچہ سنائی دیتی ہی مگر بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہے۔

حالی

لبرا گلے فسانے فراموش کردد	تعصب کے شعلے کو خاموش کردوا

تعصب مشبہ عقلی ہے اور شعلہ مشبہ بہ حسی۔

غالب

پانے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے	رُکتی ہی مری طبع تو ہوتی ہی روان اور

طبع مشبہ عقلی اور نالے مشبہ بہ حسی ہین۔

شوق

مثل گل گو کہ رکھیے پردون مین	بوے اُلفت چھپی نہین رہتی

الفت مشبہ عقلی ہی اور گل مشبہ بہ حسی -

امیر

شمع دیکھنے کا ہے انس فقط شکل آئینہ	کرتے ہین دل مرادہ مرے روبرو پسند

صدر الدین عاصی

جہان ہین یہ ملی کیمیا ہمین عاصی ہا	کہ خاک بن کے رہی اپنی کوے یار مین روح

روح مشبہ عقلی اور خاک مشبہ بہ حسی

وزیر

ہون وہ بلبل جو کرے ذبح خفا تو ہو کر	روح میری گل عارض مین رہے بو ہو کر

تنبیہ (۱) علم بیان والون نے تشبیہ خیالی کو حسی مین داخل کیا ہی اسلیے کہ حسی سے مراد وہ چیز ہے کہ یا وہ خود حواس سے ادراک کیجاتی ہو یا اُسکا مادہ پس خیالی سے تشبیہ کی بحث مین وہ مرکب مراد ہی کہ وہ خود تو حواس خمسہ ظاہرہ کے ذریعہ سے محسوس نہو لیکن جن اجزا سے اُسکی ترکیب فرض کی ہو وہ تمام خارج مین موجود ہون اور حواس خمسہ ظاہرہ سے محسوس ہون جن مین قوت متخیلہ تصرف کرکے ایک ایسا مرکب تیار کرتی ہی جو خارج مین معدوم ہوتا ہی اور اس فرضی مرکب کو خیالی اسلیے کہتے ہین کہ اسکے اجزا کی صورتین حس خیال مین مرتسم ہوتی ہین یا یہ وجہ ہے کہ اسکی ترکیب دینے والی قوت متخیلہ ہی مثلاً ایک نیزہ تصور کرین جو یاقوت کا ہو یا ایسا جانور تصور کرین جسکے پر زمرد کے اور منقار یاقوت کی اور آنکھین موتی کی ہون پس یہ دونون چیزین خارج مین نہین پائی جاتین اور معدوم ہین لیکن متخیلہ نے اُن کو جن چیزون سے مرکب کیا ہے مثلاً نیزہ اور یاقوت اور مرغ اور پر اور منقار اور آنکھین اور زمرد اور یاقوت اور موتی یہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین حواس سے مدرک ہوئی ہین اور حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین پہونچی ہین -

نصیر احمد خان سحاب

پڑا انکی چوٹی مین کوڑی کا موباف	نظر آئے دو سانپ اک کیچلی مین

اک کیچلی مین دو سانپ کا ہونا اگرچہ خارج مین نہین پایا جاتا اور معدوم ہی لیکن متخیلہ نے اسکو جن چیزون سے مرکب کیا ہے وہ سانپ اور کیچلی ہی یہ چیزین البتہ خارج مین موجود ہین اور حواس سے ادراک کیجاتی ہین پس سانپ اور کیچلی جو حواس سے مدرک ہوے تھے متخیلہ نے اُن مین ترکیب دی ہی

شاداب

شب دیجور کے جوڑے زلف پر شکن دی	حلب کی صبح شب وادی مین دیکھی

حلب کی صبح اور شب وادی مین ایسے امور ہین کہ حواس سے مدرک ہوتے ہین متخیلہ نے ان کو ترکیب دیکر جمع کیا ہی گو خارج مین ایک جگہ نہین پائے جاتے اور معدوم ہین۔

کوثر

سر کے تعویذ و نپہ تیرے مین کہون کھلتی ہی	خوشۂ پروین ہی یہ ای مہربان بالائے سر

خوشۂ پروین کا سر پر واقع ہونا خیال محض ہی۔

شاداب

مانگ مین کب ہی یہ سیندور کا قشقہ ظالم	سامنے کھینچ کے لے آئے ہین خنجر گیسو

گیسو کا خنجر کھینچکر سامنے لانا خیال محض ہی خارج مین موجود ہونا اسکا ممکن نہین۔

منیر

ای پری زلفونکی الجھن بانگ نے موقوف کی	حد فاصل ناگنون مین کھنکھجورا ہو گیا

سید اصغر علی آبرو

زلف جانان ہوا گر سایہ فگن پانی مین	نظر آنے لگے سنبل کا چمن پانی مین

...

تشبیہ دے جھکا ہون مین ہار دوسرے کے ساتھ	زلفونکو اسکی ہاتھ لگاتا ہون ڈر کے ساتھ

آتش

چھٹے ہین گیسوئے مشکین جو اس رخسار روشن پر	بغل مین ظلمت شب نے لیا ہی نور کا تڑکا

ظفر

ہی عشق کا دریا دل پر سوز مین پنہان	حیران ہون کہ ہی آتش سوزان کے تلے آب

یہ مثالین ترکیب کی تحقیق تفریق کی مثال یہ ہی۔

شائق

زلف تیری تا کمر پہونچی نہ پیر آگے بڑھی	سورۂ واللیل کی تفسیر آدھی رہ گئی

سکندر

گرا ہے مانگ مین دل میرا آہ ڈھونڈھون کدھر	کہ آدھی رات ادھر ہی اور آدھی رات ادھر

(۲) تشبیہ وہمی کو عقلی مین داخل کیا ہی کیونکہ وہ بھی مثل معقولات کے حواس سے ادراک نہین کیجاتی لیکن ایسی ہی کہ اگر پائی جائے تو البتہ حواس سے مدرک ہو اور اسی وجہ سے عقلی اور وہمی مین امتیاز ہوتا ہے اور وہمی سے مراد وہ چیز ہے جس کو تخیلہ اپنی طرف سے اختراع کرے کہ اُسکی کچھ اصل نہو مثلاً سُنا جاتا ہے کہ غول ایسی چیز ہے کہ آدمیون کو راہ مین ہلاک کرتا ہے تخیلہ نے یہ اختراع کیا کہ وہ جانور درندہ کی شکل پر ہوگا اور اُسکے واسطے دانت تجویز کر لیے پس تخیلہ کے اختراع کی مثال دندان غول ہین -

زار

کون کرتا ہے لسون کے گور پر روشن چراغ	ہم کو چشم غول ہے گویا سر مدفن چراغ

ف چشم غول بھی دندان غول کی طرح تخیلہ کے مخترعات سے ہے -

شاداب

دود بالا سے چراغ مہ کامل ہین یہ	یا نمایاں ہین ترے رخ پہ پری رو گیسو

چراغ مہ کامل کے دھوین کی کچھ حقیقت نہین تخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہی

حیدر

دیدۂ افعیٔ اجل بن گیا	زلف کی افشان کا ستارہ ہمین

زلف کی افشان کے ستارے کو افعیٔ اجل کے دیدے سے تشبیہ دی ہی جس کی کچھ اصل نہین ہے تخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہی

امانت

صندل اُسکی ہے مانگ مین کیا خوب	راہ ظلمات مین یہ دلدل ہے

راہ ظلمات مین دَل دَل تصور کرنا وہم کا کام ہے اور یہ چیز حس مشترک کے ذریعہ سے خیال مین نہین پہونچتی ہے -

لطافت پسر امانت

لون مین یار کے منہدی ہی تو سر پر گیسو	آتش رنگ حنا کا ہے دھوان ہر گیسو

عبد البصیر حضور

سنبل سی زلف چھوڑ کے رخ پر وہ گلعذار
دکھلا رہا ہی آتش گل کا دھوان مجھے

اصغر

تری اس مانگ سے کیا معنیٔ دلخواہ پیدا ہے	شب معراج کی اس خط سے گویا راہ پیدا ہے

مانگ کے خط کو شب معراج کی راہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ ایسی چیز ہے جسکا تصور کرنا وہم کا کام ہے اور خیال اس قسم کے تصور سے عاجز ہے ۔

کلامی

یہ سیہ نامۂ اعمال کا دفتر آیا	حشر میں دیکھ کے وہ زلف سیہ کہدونگا

اسیر

حلقۂ چشم ملک ہے اسی مرکب کی لجام	گیسوے حور جنان ہے اسی توسن کی عنان

(۳) بعض چیزین ایسی ہین کہ اُن کو انسان دل مین پاتا ہے مثلاً شیرین چیز کے کھانے سے یا ایک شے ملائم کے ہاتھ لگانے سے یا آواز ملائم اور پسندیدہ کے سننے سے یا ایک خوشنما چیز کے دیکھنے سے یا خوشبو کے سونگھنے سے دل مین ایک مزہ اور لذت حاصل ہوتی ہے یا ان چیزون کے اضداد سے دل مین ایک الم بہم پہونچتا ہے اور مثلاً بھوکا ہونے یا سیر ہونے کو ادراک کرنا ان سب چیزون کو وجدانیات کہتے ہین علماے بیان نے ان کو بھی مثل وہمیات کے عقلیات مین داخل کیا ہے اور یہ چیزین ایسی ہین کہ ادراک ان کا نفس کی اُن قوتون سے ہوتا ہے جنکو وجدان کہتے ہین پس وجدان اندرونی قوتین ہین جو نفس کے ساتھ قائم ہین اور وہ قوتین یہ ہین مثلاً وہ قوت جو بھوک کو دریافت کرتی ہے اور وہ قوت جو سیری کو ادراک کرتی ہے اور وہ قوت جس سے خوف معلوم ہوتا ہے اور وہ قوت جس سے غم و رنج مدرک ہوتے ہین پس لذت الم بھوک سیری خوف غم اور رنج کے دریافت کرلینے کی قوتون کا نام وجدان ہے اور لذت الم بھوک سیری خوشی غم رنج وجدانیات کہلاتے ہین اور ظاہر ہے کہ ایسے معانی ہین کہ نہ تو حواس ظاہرہ ان کا ادراک کرسکتے ہین اور نہ محض عقلیات ہین کیونکہ محض عقلیات معانی کلیہ ہوتے ہین اور لذت الم خوشی غم خوف غضب بھوک اور سیری ایسے جزئیات ہین جو حواس باطنہ کی طرف منسوب ہوتے ہین اور یہان لذت والم سے وہ لذت والم مراد ہین جو حس سے پیدا ہوتے ہین ۔ وہ لذت والم جو عقلی ہین کیونکہ یہ وجدانیات سے نہین بلکہ محض عقلیات مین داخل ہین جو حس سے پیدا ہوتے ہین اُن کا شمار وجدانیات مین ہے ۔ سہ

ے گلگون مین آتا ہے ہمین یان لطف کوثر کا	عبث دیتا ہے لالچ جنت الفردوس کا واعظ

مے گلگون کا لطف وہ لذت ہی کہ اُسکے پینے کے بعد دل مین حاصل ہوتا ہے۔

دلگیر

وقت سر کٹنے کے یہ نکلی صدائے شاہ دین	آب کوثر کا مزہ ہے خنجر بے آب مین

دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان مین

وجہ مشابہت وہ معنے ہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون اُس مین شریک ہون اور وہ معنی مقصود بھی ہون اور مشبہ اور مشبہ بہ سے بہت خصوصیت رکھتے ہون اُسکو وجہ شبہ بھی کہتے ہین اگرچہ شیر اور رستم بہت سی باتون مین شریک ہین مثلاً حیوانیت اور جسمیت اور وجود اور حدوث دونون مین پائے جاتے ہین مگر ان مین سے کوئی شے وجہ شبہ نہین کیونکہ ان چیزون کا قصد نہین کیا جاتا ہی پس وجہ مشابہت کے لیے قصد کا ہونا ضرور ہی۔ شایان نے ایک عابد کو شیر کے ساتھ فقط جنگل مین رہنے کی وجہ سے تشبیہ دی ہے پس یہان یہی چیز مقصود ہے بخلاف رستم اور شیر کی تشبیہ کے کہ وہان شجاعت مقصود ہوتی ہے۔ س

وہ جنگل مین رہتا تھا مانند شیر	چلے آتے تھے پاس اُس کے کبیر

مشبہ اور مشبہ بہ حقیقت مین مشترک ہون تو چاہیے کہ صفت مین جدا ہون اور اگر صفت مین مشترک ہون تو چاہیے کہ حقیقت مین جدا ہون اگر دونون کی حقیقت وصفت ایک ہوگی یا دونون کی حقیقت وصفت بالکل مغائر ہوگی تو تشبیہ باطل ہوگی **مثال** شریک حقیقت کی گدھا مانند ہاتھی کے ہی گدھا اور ہاتھی حقیقت مین شریک ہین یعنی دونون حیوان ہین مگر صفت مین علیحدہ علیحدہ ہین **مثال** شریک صفت کی زید گھوڑے کی طرح سو کوس راہ جاتا ہے **مثال** حقیقت و صفت متحد ہونے کی زید کا ایک گھوڑا جو کمیت ہے اور سو کوس راہ جاتا ہی ایسا ہی جیسا کہ زید کا دوسرا کمیت گھوڑا جو سو کوس جاتا ہے اس مثال مین دونون کی حقیقت وصفت ایک ہی کیونکہ دونون گھوڑے حقیقت مین جانور ہین اور صفت مین بھی یکسان ہین کہ سو کوس راہ چلتے ہین پس تشبیہ کا فائدہ کچھ نہین **مثال** حقیقت وصفت مین غیر ہونے کی بوعلی سینا درخت چنار کی طرح اچھا ذہن رکھتا ہی اس صورت مین بھی تشبیہ صحیح نہین۔

وجہ مشابہت مشبہ بہ اور مشبہ کی حقیقتون سے یا تو خارج نہین ہوتی ہی یعنی دونون کی تمام ماہیت ہوتی ہی یا ماہیت کا جزو ہوتی ہی تمام ماہیت ہونے سے مراد یہ ہی کہ دونون کی نوع ہوتی ہی جیسے

نہین یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کشمیرے کی ہی اور ماہیت کا جز ہونے سے مراد یہ ہی کہ اُن دونون کی جنس یا فصل ہوتی ہی جنس کی مثال یہ ہی کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کپڑے کی ہی اور فصل کی مثال یہ ہی کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح ریشم کی ہی یا دونون کی حقیقتون سے خارج ہوتی ہے اور یہ ایک صفت ہوتی ہی کہ دونون کی ذاتون کے ساتھ قائم ہوتی ہی اور اس صفت کی تین قسمین ہین **ایک** حقیقی کہ ذات مین متمکن اور متقرر ہو اور پھر یہ بھی دو طور پر ہی۔

(الف) حسی اور وہ کیفیت جسمانی ہے کہ حواس خمسہ ظاہری سے مدرک ہوسکتی ہی جیسے رنگ اور شکل اور مقدار اور حرکات اور حُسن و قبیح اور ہنسنا اور رونا اور سیدھا ہونا اور ٹیڑھا ہونا اور آواز اور مزہ اور خوشبو اور بدبو اور سختی اور نرمی اور اونچا ہونا اور نیچا ہونا اور چکنا ہونا اور کھردرا ہونا اور گرمی اور سردی اور تری اور خشکی - اگر کوئی یہ کہے کہ وجہ شبہ مین طرفین تشبیہ شریک ہوتے ہین اور جو چیز ایسی ہو کہ اُس مین دوسرے شریک ہون وہ کلی ہے کیونکہ جزئی مین شراکت ممتنع ہے اور جو چیز حسی ہوتی ہے وہ کسی طرح کلی نہین ہوتی کیونکہ جو حسی ہی وہ جسم مین موجود ہے اور مدرک کے نزدیک حاضر بھی ہی اور ہر ایسی چیز جو جسم مین موجود اور مدرک کے نزدیک حاضر ہو وہ جزئی ہوتی ہی پس وجہ شبہ حسی کیسے ہوسکتی ہی تو ہم اسکا جواب یون دینگے کہ وجہ شبہ کے حسی ہونے سے مراد یہ ہی کہ اُسکے جزئیات اور افراد حواس ظاہرہ سے مدرک ہوتے ہین جیسے سُرخی کہ اُسکے جزئیات حس سے مدرک ہوتے ہین مثلاً گلاب کے پھُول اور معشوق کے چہرے کی سُرخی کہ یہ مطلق سُرخی کے افراد ہین دیکھنے مین آتے ہین البتہ مطلق سُرخی کہ وہ کلی ہی نہ حس بصر سے مدرک ہوسکتی ہی نہ کسی دوسری حس سے۔

(ب) عقلی اور وہ وہ کیفیت نفسانی ہی کہ عقل سے ادراک کی جاتی ہی جیسے فہم کی تیزی اور علم اور معرفت اور قدرت اور کرم اور سخاوت اور حلم اور غضب اور شجاعت۔

دوسرے اضافی اور وہ وہ ہی کہ ذات مین متمکن اور متقرر نہو بلکہ دو چیزون سے متعلق ہو مثلاً کوئی شخص دلیل کو آفتاب سے تشبیہ دے اس نظر سے کہ دونون مین ازالۂ حجاب کی صفت ہی اور یہ صفت دلیل اور آفتاب کی ذات مین ثابت نہین بلکہ دونون سے متعلق ہے۔

تیسرے اعتباری اور وہ وہ ہی کہ اُسکا مفہوم واقع مین نہو اور صرف عقل نے اُسکو اعتبار کر لیا ہو جیسے درندے کی شکل اور دانت کا اختراع کرنا غول کے واسطے کہ یہ صرف صورت وہمیہ ہی اور واقع مین اُس کے واسطے کچھ تحقق نہین۔

دوسری تقسیم وجہ شابہت کی یہ ہے کہ وہ یا تو واحد ہوتی ہی اور واحد سے مراد یہ ہو کہ اُس عرف مین واحد سمجھتے ہون نہ یہ کہ اُس کے لیے مطلقاً اجزا نہون یا بمنزلے واحد کے ہوتی ہی اور وہ وہ ہے کہ کئی چیزین ملکر ایک چیز کے حکم مین ہو جائین یا متعدد ہوتی ہے پہلی دونون قسمون مین سے ہر ایک دو حال سے خالی نہین یا حسّی ہے یا عقلی اور تیسری قسم کے تین حال ہین ایک یہ کہ حسّی ہوتی ہی دوسرے عقلی تیسرے یہ کہ مختلف ہوتی ہی کہ بعض حسّی ہوتی ہی بعض عقلی وجہ شبہ حسّی مین لازم ہی کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسی ہون اسلیے کہ وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ سے حاصل ہوتی ہے اور اُن دونون مین موجود ہوتی ہی اور جو چیز عقل مین موجود ہوتی ہی تو اُسکو حس سے ادراک نہین کرسکتے عقل ہی سے ادراک ہوسکتی ہے کیونکہ جو چیز حس سے مدرک ہوتی ہے وہ یا تو جسم ہوتی ہے یا جسم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اگر وجہ شبہ عقلی ہو تو مشبہ اور مشبہ بہ کا عقلی ہونا ضرور نہین بلکہ جائز ہی کہ وہ دونون عقلی ہون خواہ دونون حسّی خواہ ایک عقلی ہو ایک حسّی اسلیے کہ یہ امر جائز ہے کہ کسی شئے حسّی کے ساتھ بعض وصف عقلی قائم ہو جیسے جرأت کہ ایک وصف عقلی ہے اور زید و شیر کے ساتھ قائم ہوتی ہے باوجودیکہ یہ دونون حسی ہین حاصل کلام یہ ہی کہ وجہ تشبیہ سولہ قسم پر ہے (۱) واحد حسی (۲) مرکب حسی (۳) متعدد حسی (۴) متعدد مختلف یعنے بعض حسی اور بعض عقلی (۵) واحد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۶) واحد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۷) واحد عقلی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۸) واحد عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (۹) مرکب عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۱۰) مرکب عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۱۱) مرکب عقلی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۱۲) مرکب عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (۱۳) متعدد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۱۴) متعدد عقلی جس مین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۱۵) متعدد حسّی جس مین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۱۶) متعدد عقلی جس مین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسّی۔

تنبیہ واحد حسی اور مرکب حسی اور متعدد حسی مین ہمیشہ مشبہ اور مشبہ بہ حسّی ہوتے ہین۔

اب اُنکی امثلہ پر غور کرنا چاہیے۔

وجہ شبہ واحد حسّی جیسے حلقے کی صورت پر ہونا بالے اور ہالۂ مہ کی تشبیہ مین اور چمک بالے اور بجلی کی تشبیہ مین۔

ہالۂ مہ سا جو پہنا اُس نے بالا کان مین	نادر بالا بجلی سا چمک اُٹھا دو بالا کان مین

اور شکل غنچے اور عطردان کی تشبیہ مین۔

سودا

چمن مین کسکی مدارات ہے بتا تو نسیم	کہ صبح غنچون نے سب عطردان کھولدیے

اور رونا خزانے والون اور فوارے کی تشبیہ مین۔

خوش ہون دولت دنیا سے زمانیوالے	رو ئینگے صورت فوارہ خزانے والے

اور بہ آب ہونا چشمے اور چشم منتظر کی تشبیہ مین۔

نسیم

وان سے جو بڑھا تو ایک چشما	پر آب تھا چشم منتظر سا

اور ہلالی ہونا ابرو کی تشبیہ مین کمان اور تیغے کے ساتھ وجہ شبہ ہی۔

برق

دو کمانین ہین کہ ہین تیغے بیای قاتل	ہمنے دیکھے نہین اسطرح کے زنہار ابرو

اور قطع مسافت قاصد اور مرغ کی تشبیہ مین۔

وزیر

خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر	بولا ان مرغون کا دڑبہ کھل گیا

اور آواز کا بھاری ہونا گجنال اور رعد کی تشبیہ مین اسی طرح بھاری ہونا آواز شترنال اور آواز طاؤس کی تشبیہ مین۔

سودا

گجنال مثل رعد کڑکتے تھے دم بدم	آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار

اور خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک و عنبر کی تشبیہ مین۔

مولوی سرور علی سرور

کیون مختصر نہ کرے بزم ترا ہر گیسو	دونون مین ایک ہے مشک ایک ہے عنبر گیسو

اور تلخی شراب اور کف مار سیہ کی تشبیہ مین۔

مومن

بادہ تھی ایسی تلخ کام رہا ہے	کف مار سیہ سے احمر

اور شیرینی بادہ اور شربت کی تشبیہ مین۔

ناسخ

ترے ہونٹوں کی بدولت مثل شربت | ہوا ہے بادہ گلفام شیرین

اور مزیدار ہونا خون جگر اور شراب کی تشبیہ مین۔

سودا

خون جگر شراب ترشح ہے ابر تر | ساغر مرا گر نہین ابر بہار کا

اور نرمی پیٹ اور مخمل کے تکیے کی تشبیہ مین۔

ناسخ

جی مین ہے رکھ کے سر مین سو جاؤن | تکیہ مخمل کا ہے تمھارا پیٹ

اور نرمی زانو کی تشبیہ مین تکیے کے ساتھ۔

مثنوی سحر ین

آکے دل کو کوئی کرے گی گرم | زانو ہوگا کسے کا بالش نرم

اسی طرح نرم پیٹ اور شیر کی تشبیہ مین۔

ناسخ

گو وہ رعنا غزال ہے لیکن | نرم ہے مثل شیر سارا پیٹ

اور نرمی دشمن اور موم کی تشبیہ مین اور سختی دشمن اور آہن کی تشبیہ مین۔

[illegible]

لڑائی مین اثر یہ ہے دشمن | بنجاتا ہے موم اگر ہو آہن

وجہ شبہ واحد عقلی اور اسکے استعمال کی کئی صورتین ہین۔

(الف) مشبہ اور مشبہ دونون حسی ہون۔

جیسے جرأت زید اور شیر کی تشبیہ مین اس لیے کہ وہ غیر محسوس متعلق عقل کے ہے اور یہان مشبہ اور مشبہ بہ دونون حسی ہین۔

نعیم

چتونون مین جان لے لی عاشق ناشاد کی
تیغ ابرو یار کی تلوار ہے جلاد کی

یار کی ابرو کو جلاد کی تلوار سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شباہت فنا کرنا ہے۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین ■ بات گویا نبات اپنی ■

بات اور نبات مین وجہ شبہ رغبت ہے۔

رزم

اپنی ہستی۔ تو اتار فنا سارے ہین ■ شام کو ذرے ہین اور صبح کو ہم تارے ہین ■

متکلم نے اپنے آپکو ذرے اور تارے سے تشبیہ دی ہے اور وجہ تشبیہ معدومیت ہے۔

ولہ

گلزار ہوا ہے یانی یا ■ بلبل یانی کا بندا ہے

بلبل اور حباب کی تشبیہ مین قریب الفنا ہونا وجہ شبہ ہے۔

...ی

حدیث جان فزا کے ہین سخن انس و جان تکسیر | تمھارا لعل لب ہے یا نگینہ اسم اعظم کا ■

لعل لب اور اسم اعظم کے نگینے مین وجہ شبہ تسخیر ہے۔

ناسخ

دیکھکر قبرون کو اے دل کوچ اپنا یاد کر | سب یہ گویا میل ہین راہ فنا کیواسطے ■

قبرین مشبہ حسی اور میل مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ دونون مین ہدایت ہے۔

شاداب

کہین کیونکر نہ شاہ حسن تم کو | مشابہ زلف ہے بال ہما سے

زلف کی تشبیہ مین بال ہما کے ساتھ وجہ مشابہت عزت و شرف ہے اور یہ عقلی ہے اور مشبہ و مشبہ بہ دونون حسی ہین۔

سودا

تیرے پہلو سے جو مجلس مین ہم سے جاتے ہین | شمع رو نظرون سے جو لگا شمع گھٹے جلے ہین ■

عاشق مشبہ اور شمع مشبہ بہ وجہ شبہ بے عزتی ہے۔

خوشتر

زمین پہ اس طرح تھا شاہ کا حال
ہما غلطان ہو جیسے بے پر و بال

شاہ کو ہما کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ہمایون ہونا ہے۔

ذوق

ہو مغز جان : فرنعمت کے واسطے | سطح مین اُس کے پشۂ نمرود زہر ذباب

ذباب و پشہ مشبہ و مشبہ بہ حسی ہین اور ہلاکت وجہ شبہ عقلی-

امیر مینائی

دیکھا نہین ہی بسکہ کئی دن سے روے یاک | بلبل کی طرح باغ مین ہی بے قرار گل

گل مشبہ حسی اور بلبل مشبہ بہ حسی اور بے قراری وجہ شبہ ہی اور یہ عقلی ہی-

(ب) مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ واحد عقلی-

سودا

بس اب جہان مین کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ | ہے زہر مرگ حلال اُسپہ شہد زیست حرام

مرگ و زیست مشبہ عقلی ہین اور زہر و شہد مشبہ بہ حسی اور اول مین فنا کرنا وجہ شبہ ہی اور دوم مین رغبت وجہ شبہ ہی اور یہ دونون واحد عقلی ہین-

ذوق

مومیائی ہو حمایت تری حق مین اسکے | سخت گیری سے فلک توڑے [illegible] اگر اُس

حمایت مشبہ عقلی ہی اور مومیائی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ درستی ہی جو عقلی ہی-

غالب

رگ و پے مین جب اُترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو | ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمایش ہے

غم مشبہ اور زہر مشبہ بہ اور وجہ شبہ ہلاکت ہی ظاہر ہی کہ مشبہ اور وجہ شبہ عقلی ہیں

احمد حسین خان بی اے

اسلام ایک نور ہی اور پاک نور ہے | اسلام پاک نور ہی اور رشد و طور ہی

حالی

یہی شمع اسلام روشن کرین گے | بڑھون کا یہی نام روشن کرین گے

پہلے شعر مین اسلام کو نور یعنی روشنی سے اور دوسرے شعر مین اسلام کو شمع سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ ہدایت ہی ان مثالون مین مشبہ عقلی ہی اور مشبہ بہ حسی اسلام کے ساتھ مطلوب حاصل ہوتا ہی اور حق و باطل کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہی جیسے نور و شمع کے ذریعہ سے مطلوب کا ادراک ہو جاتا ہے اور اشیا مین تمیز حاصل ہو جاتی ہی پس اسلام اور نور و شمع مین وجہ مشابہت

ہدایت ہی کہ ایسے راستے کی طرف دلالت کو کہتے ہین جو مطلوب کی طرف پہونچاتا ہے۔

ولہ

بس اگلے فسانے فراموش کردو	تعصب کے شعلے کو خاموش کردو

تعصب مشبہ عقلی ہی اور شعلہ مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

مثنوی سعدین

طعنۂ کج بلج اقارب سے	نیش نجائین کے عقارب کے

طعنۂ اقارب مشبہ عقلی اور نیش عقارب مشبہ بہ حسی اور ایذا وجہ شبہ واحد عقلی اگر کوئی کہے کہ طعنہ اقارب بوجہ سنائی دینے کے چاہیے کہ مسموعات سے ہون تو جواب اسکا یہ ہی کہ سنائی دینا شان سے آواز کی ہی اور طعنہ اقارب بذریعۂ اس آواز کے عقل سے مدرک ہوتے ہین اسی قبیل سے نسیم کا یہ شعر ہے

جو آکے سخن پکارتا تھا	پتھر سا کھینچ مارتا تھا

سخن پکارنا مشبہ عقلی اور پتھر کھینچ مارنا مشبہ بہ حسی کیونکہ چھونے کی چیزون سے ہی اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہی۔

میر

پایا نہین جائے [illegible] دُر نایاب	اگر مو گرکھ کے عبث جان کو مت کھو یاکر

جان مشبہ عقلی ہی اور دُر نایاب مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ گرامی ہونا ہی۔

امانت

زہر کھائین نہ بات پر کیونکر	قند کی ہے ڈلی تمھاری بات

بات مشبہ عقلی ہی اور قند کی ڈلی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رغبت ہی اور یہ بھی عقلی ہی۔

بیدار

خارسی آہ دل مین کھٹکے ہے	آہ ہر آن گل رخان کی ادا

ادا مشبہ عقلی ہی اور خار مشبہ بہ [illegible] اور وجہ شبہ الم ہی جو عقلی ہی۔

ناسخ

ای حور جاؤن مین تجھے دروازے سے کہان	دوزخ تمام شہر ہے تیرا ہی گھر بہشت

شہر کی تشبیہ مین دوزخ کے ساتھ تکلیف وجہ شبہ ہی اور گھر کی تشبیہ مین بہشت کے ساتھ آسائش وجہ شبہ ہے۔

انیس

لنگر ہے جود تو ہر نفس باد مراد	سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

ایمان مشبہ عقلی اور ناخدا مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رہبری ہی۔

ناسخ

متنفر نہ ہو دماغ کبھی	گل ہو عقل کا چراغ کبھی

عقل کو چراغ سے تشبیہ دی ہی مشبہ عقلی ہی اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ انکشاف ہی اور یہ بھی عقلی ہی
(ج) مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے۔

ظفر

قیامت قامت و رفتار آفت	زبان = و بیان نور [illegible]

رفتار کی تشبیہ میں آفت کے ساتھ مشبہ حسی ہی اور مشبہ بہ عقلی اور تکلیف کا پہنچانا وجہ شبہ [illegible]

تسلیم

وہ اگر جسم تھا تو یہ تھی جان	یہ اگر جان تھی تو وہ ایمان
چشم مشتاق یہ تھی وہ تھا نور	دل رنجور وہ تھا یہ تھی سرور

عاشق معشوق مشبہ حسی ہیں اور جان و ایمان اور نور بمعنی بینائی اور سرور مشبہ بہ عقلی ہی اور جان کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ مدار حیات ہوتا ہی اور ایمان کے ساتھ تشبیہ میں ضروری ہونا ہی اور نور کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ ذریعۂ انکشاف ہونا اور سرور کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ موجب راحت ہونا ہی۔

حسرت

تو بجلی ہے کہ شعلہ ہی تو مہرو ہے کہ آفت ہے	غضب تو ہے کہ فتنہ ہی بلا تو ہے کہ آفت ہے
نہ دل چھوڑے نہ جان چھوڑے نہ چھوڑے دین نے ایمان	بلا کیسے کہ زلف اس کو یہ گیسو ہے کہ آفت ہے

معشوق مشبہ حسی اور آفت و غضب و فتنہ و بلا مشبہ بہ عقلی ہے۔ اسی طرح زلف مشبہ حسی اور بلا مشبہ عقلی اور گیسو مشبہ حسی اور آفت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تکلیف رسانی ہی اور یہ واحد عقلی ہے۔

گلزار نسیم

تختہ ہے زمردین کہ مینو	گلشن ہے جوبن کہ جادو

تاج الملوک نے جو شہر آباد لیا تھا اسکو جادو سے تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت عجائبات پر مشتمل ہونا ہے۔

(د) مشبہ اور مشبہ بہ دونون عقلی ہون اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے علم کو زندگی سے اور جہل کو موت سے تشبیہ دین اور کہین علم زندگی کی طرح ہی اور جہل موت کی شل ہی پہلی مثال مین وجہ شبہ زندہ کرتا ہے اور دوسری مین مارنا۔

محمد حسین علی نسیم ساکن میسور

نگہ بدلی ہی ہوش بلائے آسمانی ہے	ستارہ میری قسمت تمھاری مہربانی ہی

بدلی ہوئی نگہ کو بلائے آسمانی کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ مشابہت دونون مین تکلیف پہونچانا ہے اور یہ تینون عقلی ہین۔

مومن

رکھے مجھکو جیسا ہین اسکو عزیز	نہ معشوق وعاشق مین ہووے تمیز

قائل نے معشوق کے عزیز رکھنے کو اپنے عزیز رکھنے کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ محبت ہی اور یہ تینون عقلی ہین۔

امیر

میرے بالین پہ روتی ہی حسرت	عشق بھی مرگ نوجوانی ہے

عشق کو مرگ نوجوانی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ کثرت الم ہی اور یہ تینون عقلی ہین۔

ولہ

اس قدر غالب ہوای خواب مرگ	آچکا ہے وعدۂ دیدار یار

مرگ کو خواب سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ بیخبری ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

ہے زبان حضور کی جو بات	سحر و افسون ہی یا کرامت ہے

بات مشبہ عقلی ہی کیونکہ بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہی اور سحر و افسون و کرامت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے۔

قلندر

اے قلندر یہ نظم ہی جادو	تو نے تو لعل سا اگا لدیا

نظم جو بذریعہ آواز کے عقل سے مدرک ہوتی ہی مشبہ عقلی ہی اور جادو مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے اور نظم کی تشبیہ مین لعل کے ساتھ مشبہ بہ حسی ہی دیکھنے کی چیزون سے اور وجہ شبہ عمدگی ہی۔

دیا شنکر نسیم

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی — انسان کی ہے مرگ زندگانی

زندگانی کو موت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ عدم نفع ہے یعنی جس طرح کہ موت قابل نفع نہین اسی طرح ایسی زندگی بھی قابل نفع نہین۔

احسان اللہ بیان

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی — ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی

نگاہ مشبہ عقلی ہے اور جادو اور سحر اور بلا مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ نگاہ اور سحر اور جادو کی تشبیہ مین اثر ہے اور نگاہ اور بلا کی تشبیہ مین ایذا و تکلیف دہی وجہ شبہ ہے اور وجہ شبہ دونون جگہ واحد عقلی ہے۔

مومن

عیش وطن اندوہ غریبان — دست جنون سے چاک گریبان

وطن کے عیش کو مسافرون کے اندوہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ دونون عقلی ہین اور وجہ شبہ طبیعت کا مکدر رہنا ہے یہ بھی عقلی ہے۔

حالی

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا — نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا

ورع مشبہ عقلی اور طلسم مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تلبیس ہے۔

رسا

اے ستمگر تیری ابرو بھی دم شمشیر ہے — جو کرشمہ ہے بلا ہے جو کشش ہے تیر ہے

کرشمے کو بلا سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہے۔

وجاہت جھنجھادی

جہل ہے اک متعدی مرض اللہ بچائے — یہ کبھی لکھے پڑھے کو بھی چمٹ جاتا ہے

جہل کو مرض متعدی سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ ہلاکت یا نقصان رسانی ہے اور یہ تینون عقلی ہین
وجہ شبہ مرکب اور یہ بھی کبھی حسی ہوتی ہے کبھی عقلی اول وجہ شبہ مرکب حسی اس کی دونون طرفین یعنی مشبہ اور مشبہ بہ مثل وجہ شبہ واحد حسی کے حسی ہوتی ہین کیونکہ وجہ شبہ جبکہ حسی ہوتی ہے تو ہر حالت مین اُس کی طرفین حسی ہوا کرتی ہین واحد اور متعدد اور مرکب ہونیکی وجہ سے فرق نہین پڑتا اور اسکی چار قسمین ہین۔

(۱) اس مین مشبہ اور مشبہ بہ دونون مفرد حسی ہون جیسے۔

سودا

رنجک ہی بھر شتق اُڑایا کرے ہے برق	گولی ہی ڈھالتا ہے سحاب تگرگ بار

مصرع اول مین رنجک اور برق دونون مفرد ہین اور اسی طرح مصرع ثانی مین گولی اور تگرگ مفرد ہین لیکن اول مین روشنی اور دفعۃً چمکنا اور پھر بعد اس کے جاتے رہنا اور اس کا انعکاس فضا مین اور اس سے دیکھنے والون کی آنکھون کا جھپکنا پانچ چیزین مرکب ہوکر وجہ شبہ واقع ہوئی ہین اور دوسرے مین مدور ہونا اور مقدار مخصوص فقط دو چیزین۔

رند

پھروش یار نے افشان جو چنی ماتھے پر	رُخ خورشید یہ ہے عقد ثریا مجھکو

افشان مشبہ اور عقد ثریا مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہے جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہے جو افشان اور ثریا کے ساتھ قائم ہین اور وہ صفات یہ ہین قریب قریب واقع ہونا ایسی صورتون کا جو سفید اور بُراق اور گول ہین اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہین تو واقع مین بڑی بڑی ہین اور وہ صورتین نہ تو نہایت شدت کے ساتھ باہم ملی ہوئی ہین اور نہ زیادہ دُور ہین اور یہ تمام صفات و کیفیات ایسی مقادیر سے منضم ہین جن مین سے ہر ایک مقدار کو طول و عرض حاصل ہے پس شاعر نے وجہ شبہ مین کئی ایسی چیزون کی طرف نظر کرکے جو عقد ثریا اور افشان کے ساتھ قائم ہین اور وہ قریب قریب ہونا گول ہونا اور چھوٹا ہونا ہے اُس ہیئت کی طرف قصد کیا ہے جو اُن سے حاصل ہوتی ہے یہی صورت ہے امین الدولہ مشتاق کے شعر مین عقد ثریا کی تشبیہ مین [illegible]مر کے ساتھ۔ ؎

دیکھکر عقد ثریا کو فلک پر اے ماہ	سر پر نور ضیا کا ترے جھومر ساتا

امیر

دار بست تاک مین خوشے نظر آنے لگے	جسطرح جھرمٹ ستارون کا فراز آسمان

خوشے مشبہ اور ستارے مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہے جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوئی ہے جو خوشون اور ستارون کے ساتھ قائم ہین اور وہ یہ ہین قریب قریب واقع ہونا ایسی چیزون کا جو سفید اور براق اور گول اور متعدد ہین اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہین اور وہ نہ تو باہم بالکل متصل ہین اور نہ زیادہ منفصل ہین اور انمین سے ہر ایک چیز ذی مقدار ہے

ولہ

ہیں دو چار دانے حاصل کشت محبت ہین	نہین اشک مسلسل بالیان ہین خرمن دل کی

اشک مسلسل مشبہ اور بالیان مشبہ بہ اور یہ دونون مفرد حسی ہین وجہ شبہ ایک ہیئت ہے جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہے جو اشک مسلسل اور بالیون کے ساتھ قائم ہین وہ یہ ہین دراز پر چھوٹے گول گول اجسام کا واقع ہونا اور ان گول اجسام کا چھوٹا چھوٹا نظر آنا اور اُن گول اجسام کا نہ تو بالکل باہم پیوستہ ہونا اور نہ زیادہ منفصل ہونا۔

(۲) مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب حسی ہون جیسے

جرار

کیا سیماب کے چشمے مین مسکن آکے ناگن نے	پڑا ہی تیرے روے صاف پر کیا پیچ کاکل کا

روے صاف پر کاکل کے پیچ کا پڑنا مشبہ ہی اور سیماب کے چشمے مین ناگن کا رہنا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک چمکدار اور شفاف مسطح چیز مین ایک سیاہ اور دراز چیز کا رہنا ہی۔

رسا

کاکل مشکین نہین ہین چہرۂ گلنار پر	ہی بچھایا جال کاہی رنگ کا گلزار پر

کاکل مشکین کا چہرۂ گلنار پر ہونا مشبہ اور گلزار پر کاہی رنگ کے جال کا بچھانا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک رنگین اور خوشنما چیز پر ایک ایسی سیاہ چیز کا جسکے اجزا مین کشادگی ہو پھیل جانا ہی۔

امانت

دل چاہ تیرا اسکو عرق کے کانٹا ہوا ہے کیا	سر تن پہ یون ہے آبلہ ہو جیسے خار پر

تن اور اُس پہ سر کا ہونا مشبہ ہی اور خار پر آبلے کا ہونا مشبہ بہ ہی وجہ شبہ ایک باریک اور لاغر اور دراز چیز پر ایک مدور چیز کا واقع ہونا ہی۔

لمؤلفہ

چین گیسو مین گوشوارہ ہے	برج عقرب مین یا ستارہ ہے

چین گیسو مین گوشوارے کا ہونا مشبہ ہی اور برج عقرب مین ستارہ کا ہونا مشبہ بہ وجہ شبہ ایک چمکدار اور روشن اور خوشنما چیز کا ایک ٹیڑھی اور پیچدار چیز مین واقع ہونا ہے رنگ کو یہان وجہ شبہ مین مداخلت نہین اسلیے کہ گیسو اگرچہ سیاہ ہوتے ہین مگر برج عقرب سیاہ نہین ہے بلکہ وہ روشن ستارون سے بنا ہے۔

ظفر

... سرخ اور اُس مین کاجل	واہ کیا ساتھ شفق کے ہی گھٹا سی چھائی

سُرخ آنکھ مین سیاہ کاجل کا واقع ہونا مشبہ ہی اور شفق کے ساتھ سیاہ بادل کا ملحق ہونا مشبہ بہ ہی اور وجہ شبہ ایک سُرخ رنگ شے مین سیاہ شے کا واقع ہونا ہی۔

شوکت

خال ہے اُس کے روے تابان پر	حبشی جلوہ گر فرنگ مین ہے

خال اور گورا چٹا مُنھ مشبہ اور حبشی اور ملک فرنگ مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک سیاہ فام چیز کا ایک سفید چیز مین واقع ہونا ہے۔

سودا

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر	ساغر لعل مین جون کیجے زمرد کو حل

وجہ شبہ یہان کئی چیزون سے مرکب ہے اور وہ ایک سُرخ چیز کا سبز چیز کے درمیان مین واقع ہونا ہی اور مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہین۔

گویا

روتا ہون مرے ساتھ ذرا ہنستے رہو تم	بجلی بھی چمکتی رہے باران کے برابر

عاشق کے رونے کے ساتھ معشوق کا ہنسنا مشبہ ہے اور باران کے ساتھ بجلی کا چمکنا مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ ایک سیال اور روان چیز مین جسکی وجہ سے تاریکی پیدا ہو جاتی ہی ایک چمکدار چیز کا نمایان ہونا ہی۔

میر اعظم علی اعظم

عرق اُس چہرۂ رخشان پہ افزون عیان یون ہے	شعاع برق مین جون ابر گوہر بار ہو پیدا

ظفر

زلف اپنے رخ پہ دیکھ ذرا لے کے آئینہ	دریا پہ گر نہ دیکھا ہو تو نے سحاب کو

جلال

آ رہی زلف ہوا سے جو تری پستان پر	ابر نے لیلیا آغوش مین کہسارون کو

خلیق

دو چراغ حسن ہین فانوس محرم مین نہان	کہ ہین یہ اک شمع رو انگیا کے اندر چھپا لیا

ناسخ

ہے مثل ہر روشن دل منور تیرہ باطنان کی غرض	جس طرح ہی شمع کو حاجت شب دیجور کی ہے

(۳) مشبہ مفرد حسی ہو اور مشبہ بہ مرکب حسی اور مفرد سے مراد وہ چیز ہی جو ایسی ہیئت پر نہ ہو کہ کئی چیزون سے منتزع ہو بخلاف مرکب کے کہ وہ کئی چیزون سے منتزع ہوتا ہے پس مقید و قید کا مجموعہ بھی مفرد سمجھا جائے گا۔

شباب

آجکل ہے گل لالہ پہ کچھ اس طرح بہار	سبز نیزون پہ ہون جسطرح پھریرے خوشرنگ

گل لالہ مشبہ مفرد حسی ہی اور خوشرنگ پھریرون کا سبز نیزون پر نصب ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہی اور ایسی ہیئت کہ سبز اور دراز اجسام کے سرون پہ خوشرنگ اور بسوط اجسام کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہی وجہ شبہ ہی۔

معجز

نئی تشبیہ مری فکر نے پیدا کی ہے	لب رنگین ہین گلشن مین شفق پھولی ہے

لب رنگین مشبہ مفرد حسی اور گلشن مین شفق کا پھولنا مشبہ بہ مرکب حسی وجہ شبہ اس مین ایک سرخ چیز کا ایک ایسی فضا مین ہونا ہی کہ وہان طراوت اور شگفتگی ہو اسی قبیل سے ہین شہید کے یہ فقرے "دو حرف ہین یا کافور کے قرص پر مشک کے دانے پڑے ہین لفظ ہین یا نیلم کی تختی پر نگینے جڑے ہین"

شاداب

کہتے ہین لوگ اُسکے مہاسے کو دیکھ کر	شبنم کی بوند ہے یہ گل آفتاب پر

مہاسہ مشبہ مفرد حسی اور شبنم کی بوند کا سورج مکھی کے پھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہے اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو ایک گول چمکدار چھوٹی سی چیز کے ایک خوبصورت اور مدور چیز کے درمیان مین واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

ظفر

سفید قرص قمر دیکھ شب خیال آیا	تنور چرخ مین یارب یہ کیون ہی نان سفید

چاند مشبہ مفرد حسی اور تنور چرخ مین نان سفید کا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ اس مین ایک شے سفید رنگ مدور کا ایسی چوڑی چیز مین واقع ہونا ہی جو مجدب ہو۔

سادہ نگین حدید کا دُر نجف مین ہے	ایسی ابتلی بجا نیو دُر مکنون صدف مین ہے

پتلی مشبہ مفرد حسی اور سادہ نگین حدید کا درنجف مین ہونا اور دُر مکنون کا صدف مین ہونا یہ دونون مشبہ بہ مرکب حسی ہین اور وجہ شبہ اس مین ایک شے گول اور چمکدار اور عزیز الوجود کا ایسے جسم مین کہ بیضاوی شکل پر ہو ہے۔

برق

کھینچا ہے آفتاب پہ نقشہ ہلال کا	ابرو بھی اک نمونہ ہی اُسکے کمال کا

ابرو مشبہ مفرد حسی ہی اور آفتاب پر ہلال کا نقشہ کھینچنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو ایک براق اور مدور چیز مین ایک باریک اور خمدار چیز کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

سودا

مٹھی اُسکی ہے جسے نکلے ہو بشدت چیچک	آگے تجھ بحر کرم کے صدف پر گوہر

صدف پر گوہر کو اُس مٹھی کے ساتھ تشبیہ دی ہی جسکو نہایت سخت چیچک نکلی ہو یہان وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو ایک مدور شے مین سوراخون کی وجہ سے ٹھڑونکے چھتے کے خانون کی طرح ہوتی ہے۔

گادر بچھا وین بارچہ جون نہر کے کنار	وہ جھنڈیان نظر پڑین اک دم مین اسطرح ولہ

جھنڈیان مشبہ مفرد حسی درگادر کا بارچہ نہر کے کنارے بچھانا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہی

شاداب

یا پئے تسخیر دل دام معنبر دوش پر	حلقہ گیسو مین یا ہی اک بلائے جان ستان

حلقہ گیسو مشبہ مفرد حسی ہی اور تسخیر دل کے لیے دام معنبر کا دوش پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہی اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

محمود

چشم مے گون ہی کہ کوثر پہ ہی خونبار گھٹا	خال ہے عارض جانان پہ کہ ہی آگ پہ عود

سُرخ آنکھ کو اُس گھٹا سے تشبیہ دی ہی جو کوثر کے چشمے پر خونبار ہو اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

دبیر

اک ٹکڑا انھین ایک انھین حق نے دیا ہے	تیغین نہین کہ شق القمر احمد نے کیا ہے

تیغین مشبہ مفرد حسی اور احمد کا شق القمر کرنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو فضا مین دو اجسام ہلالی شکل کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

سانپ گنڈلی مارے بیٹھا ہی وہان بالائے سر	اُسکے جوڑے کو بھلا کیونکر لگاؤن ہاتھ مین کو شمر

جوڑا مشبہ مفرد حسی ہی اور سانپ کا گنڈلی مار کر سر کے اوپر بیٹھنا مشبہ بہ مرکب حسی ہی اور وجہ شبہ اس مین ایک سیاہ اور مدور چیز کا ایک مسطح چیز پر واقع ہونا ہے۔

میر حسن

وہ دست حنابستہ خوبی کا باب	شفق مین ہون جون پنجۂ آفتاب

دست حنابستہ مشبہ مفرد ہی اور شفق مین آفتاب کا موجود ہونا مشبہ بہ مرکب ہی اور یہ دونون حسی ہین اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہی۔ جو ایک ایسے گول اور براق جسم کے کہ جس مین سے چمکدار دراز اجسام نکلے ہوے ہون ساتھ ایک سرخ جسم کے موجود ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

عبرت

نظر آتا ہے اُس کا وہ پسینہ	جڑا کُندن پہ ہیرے کا نگینہ

پسینہ مشبہ مفرد حسی اور کندن پہ ہیرے کا نگینہ جڑا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہی۔

(۴) مشبہ مرکب حسی اور مشبہ بہ مفرد حسی ہو۔

ظفر

برنگ خانۂ زنبور ہین اے ناوک انداز	ترے تیرونکے میرے دل مین نزدیک نزدیک

یار کے تیرون کے دل مین سوراخ نزدیک نزدیک ہونے کو سوراخون کے چھتے کے ساتھ تشبیہ دی ہی پس مشبہ مرکب حسی ہی اور مشبہ بہ مفرد حسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہی جو سوراخ دار شکل پر چھلنی کے خانون کی طرح ہوتی ہی یہی حال اس شعر مین ہے۔

واجد

جسوقت ہوا فرط جراحت بہت چورا	اور سینہ پُراز زخمون کے ہے جون خانۂ زنبور

محشر

عبث نہ شمع نے سر پر دھوین سے بال رکھے	یہ ہمسری کا ترے مُنھ کے ہے خیال رکھے

شمع کے سر پر دھوین کا دراز ہونا مشبہ مرکب حسی اور بال مشبہ بہ مفرد حسی اور اس مین وجہ شبہ ایک دراز اور راست اور گوری گوری چیز پر ایک سیاہ اور دراز چیز کا موجود ہونا ہی۔

داغ

ہی سیہ ابر مین اس روپ پہ بگلون کی قطار
انجم کاہکشان کی ہو لڑی جیسے بہم

سیہ بادل مین سفید بگلون کی قطار کا ہونا شبہ مرکب حسی ہی اور کا ہکشان کے ستارے شبہ بہ مفرد حسی ہین اور اس مین وجہ شبہ وہ ہیئت جو بہت سی چیزون کے سیاہ چیز مین مجتمع ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔

امانت

ہے کینچلی کا شبہہ چنبیلی کے ہار پر	چوٹی مین متصل جو لپیٹا ہی یار نے

کینچلی شبہ بہ مفرد حسی اور چنبیلی کے ہار کا چوٹی مین متصل لپٹا ہونا شبہ مرکب حسی ہی اور وجہ شبہ ایک دراز و سفید چیز کا سیاہ و دراز چیز پر لپیٹا ہونا ہی۔

غافل

کوڑیالا سانپ ہی کچھ اس مین اتنا سم نہین	یار نے افشان جو چھڑکی زلف مین تو غم نہین

یار کا زلف مین افشان چھڑکنا شبہ ہی اور یہ مرکب ہی اور کوڑیالا سانپ شبہ بہ ہے اور یہ مفرد ہی اور وجہ شبہ ایک سیاہ شے مین ایک سفید چیز کا موجود ہونا ہی۔

سید فضل حسین شاعر

توڑ کر لائے ہین یہ چرخ سے اختر گیسو	ذرے افشان کے درخشندہ نہین بالون مین

افشان کے سفید ذرون کا سیاہ بالون مین چمک دکھلانا شبہ مرکب حسی ہی اور اختر شبہ بہ مفرد حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

دوم وجہ شبہ مرکب عقلی اسکی مثال یہ ہے۔

مہر

گویا وہ اک گدھا ہی کتب سے لدا ہوا	اے مہر بیچ مثل ہی جو عالم ہے بے عمل

اس شعر مین عالم بے عمل کی حالت یعنی اُس ہیئت کو جو علم کے پڑھنے اور اُسکی تحصیل مین محنت اُٹھانے اور اُس سے منتفع نہونے سے منتزع ہی گدھے کی حالت سے یعنی اس ہیئت سے تشبیہ دی ہی جو بڑی بڑی کتابون کا بوجھ اُسپر لدا ہونے اور اُن کتابون مین علم موجود ہونے اور اس گدھے کے اُنسے منتفع نہونے سے منتزع ہے اور جامع دونون مین فائدہ مند نہوتا ہی بڑا نفع کرنیوالی چیز سے باوجود متحمل ہونے مصائب کے اور کھینچنے تعب کے اور پاس رکھنے ایسی نافع چیز کے۔

میر

زمین پہ تاج گرا ہدہد سلیمان کا	جھکا جو سر خرو بے جان

وجہ شبہ یہان ذلیل و خوار ہونا چیز خوب و گرامی کا ہی۔

ذوق

مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا	جون خط سر نوشت ہین پیشانیون مین ہم

متکلم نے اپنی حالت کو یعنی اس ہیئت کو کہ ہم مطلب تو رکھتے ہین مگر سوا خدا کے کوئی اُس کو جان نہین سکتا اُس خط سے تشبیہ دی ہی جو قضا و قدر کی طرف سے پیشانیون پر لکھا ہوتا ہی اور وجہ شبہ دونون مین یہ ہی کہ باوجود موجود اور متعین ہونے کے کوئی حال اور راز کو معلوم نہین کر سکتا۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد متخلص بہ شاد

اس زمانے مین تو ہی ہے یکتا	جیسے کثرت مین ایک وحدت ہے

اس شعر مین وجہ مشابہت اقل کا اثر پر فوقیت رکھتا ہے۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر	کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے

وجہ شبہ یہان کوشش کا ایسے طور پر واقع ہوتا ہی کہ وہ کوشش کرنے والے کے حق مین فضول اور غیر مفید ثابت ہو۔

امانت

لڑکر رقیب یار کے گھر سے نکل گیا	مریخ آج برج قمر سے نکل گیا

وجہ شبہ یہان ایک منحوس اور بدوجود سے ایک مبارک اور اچھے وجود کا پاک و صاف ہوجانا ہے۔
تنبیہ جب وجہ شبہ کوئی ہیئت ہو مرکب کئی چیز سے عام اس سے کہ وہ اجزا حسی ہون یا عقلی اگر اُن مین سے بعض اجزا کو لین اور بعض کو چھوڑ دین تو تشبیہ مین غلطی ہوجاتی ہی اسلیے سارے اجزا مین شبہ کو مشبہ بہ سے تشبیہ دینا چاہیے۔

وجہ شبہ متعدد اسکی تین قسمین ہین اس طرح کہ یا حسی ہوتی ہی یا عقلی یا مختلف۔

مثال اول جیسے سیب کی تشبیہ مین بہی کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو وجہ شبہ ہی اور زلف و سنبل کی تشبیہ مین درازی اور باریکی اور پیچیدگی۔

برق

گول گول اس تری پستان کے تصدق خورشید	جڑ دیے صانع عالم نے بدن مین مہتاب

پستان کو مہتاب سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ گولائی اور خوبصورتی ہی

کھل گئی ... جو اسکی پستان ولہ	مجھے میخوار کہ بلور کا ساغر چمکا

پستان معشوقہ بلور سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ گول اور ابھرا ہوا ہونا اور شفاف ہونا ہے۔

قلق

سرو سا قد تو گل سے رخسار ہے	شانے بازو بھرے بھرے سارے

قد کی تشبیہ مین سرو کے ساتھ راستی و بلندی وجہ شبہ ہے اور رخسار کی تشبیہ مین گل کے ساتھ رنگ کی سرخی اور ملائمت وجہ شبہ ہے۔

وزیر

رہی جاؤنگا اگر صبح کا تارا نکلا	یاد آئے گا کسی مہ کا دُر گوش مجھے

دُر گوش اور صبح کے تارے مین گولائی اور چمک وجہ شبہ ہے۔

آباد

کیا معطر ہے پسینہ پھول سے رخسار کا	جسکے آگے عطر مٹی ہو گیا گلزار کا

فارغ

قطرہ اشک جو نکلا سو وہ گوہر نکلا	بعد مدت کے مری چشم کا جوہر نکلا

قطرہ اشک اور موتی مین گولائی اور آب داری وجہ شبہ ہے۔

سودا

یار کی بیت ابرو پر خال نہین وہ ہے نقطہ	آفرین ہے صد آفرین صاحب انتخاب کو

خال کو نقطے سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ دونون مین رنگ کی سیاہی اور شکل مخصوص ہے۔

قلق

کیا وصف حسن کا مین کہوں اسکے غسل سے	موتی کا دانہ ہو گیا ہر قطرہ آب کا

قطرہ آب کی تشبیہ مین موتی کے ساتھ مدور ہونا اور چمکدار ہونا وجہ شبہ ہے۔

مہدی علی ازکی

جمال یار پہ ہمنے یہ ٹکٹکی باندھی	کہ اپنی آنکھ کا تل اسکے منھ کا خال ہوا

آنکھ کے تل کی تشبیہ مین خال رخ محبوب کے ساتھ وجہ شبہ سیاہی اور شکل مخصوص ہے۔

جیسے کسی پرند کی تشبیہ مین کوے کے ساتھ نظر کی تیزی اور دشمن سے نہایت بچنا اور مجامعت کو چھپانا وجہ شبہ ہے اور یہ سب امور عقلی ہین۔

ضیاء الدین ضیا

جون چنار اس جا نہ پھولے ہین نہ پھل لاتے ہین ہم | جب مراد اپنی کو پہونچے ہین تو جل جاتے ہین ہم

وجہ شبہ اُس مین دو چیزین ہین ایک یہ کہ اُن چیزون کا حاصل نہ ہو سکنا جو موجب کمال و عزت ہین اور دوسرے سرحد کمال کے قریب پہونچکر ایسا نقصان اُٹھانا کہ جس کی تلافی ممکن نہین اور یہ دونون باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے کام کے دونون حال کو چنار کے دونون حال سے جُدا جُدا تشبیہ دی ہے۔

سودا

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ | کھلی جو کام سے میرے پڑی ہزار گرہ

وجہ شبہ اس مین ایک کام کا تھوڑا آسان ہونا پہلی دفعہ اور بعد اُسکے زیادہ تر دشوار ہو جاتا ہے اور یہ دو باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے کام کے دونون حال کو دانے کے دونون حال سے جُدا جُدا تشبیہ دی ہے نہ مجموع کو مجموع سے۔

امیر مینائی

دل مین ہے مثل ہیزم و آتش | جو گھٹائے اُسے بڑھائین ہم

وجہ شبہ اس مین دو چیزین ہین ایک تو مخالف کے ہاتھ سے تنزل حاصل کرنا پہلی دفعہ اُس کے بعد اپنے تنزل کے ذریعہ سے مخالف کو ترقی کو پہونچانا اور یہ دو باتین علیحدہ علیحدہ ہین اور اپنے دونون حالونکو ہیزم و آتش کے دونون حالون سے تشبیہ دی ہے نہ مجموع کو مجموع سے۔

تنبیہ وجہ شبہ مرکب اور وجہ شبہ متعدد مین یہی فرق ہے کہ متعدد مین چند چیزین وجہ شبہ ہوتی ہین جن مین سے ہر ایک بنفسہ مستقل ہوتی ہے بخلاف مرکب کے کہ اس مین سب چیزون کے مجموعے سے جو حقیقت واحدہ نہین بن جاتا عقل ایک چیز یعنے ہیئت اختراع کر لیتی ہے۔

مثال سوم جیسے۔

مومن

بار انداز ہوا روز سپید | نکلی وہ سے نہ نکلا خورشید

سراج

نہین ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانان
کہان سراج کہان آفتاب عالم تاب

معشوق کی تشبیہ مین سورج کے ساتھ دو چیزین وجہ شبہ ہین ایک تو خوبصورتی اور یہ حسی ہے دوسرے شان کا شرف اور یہ عقلی ہی کیونکہ شرف کا ادراک حواس ظاہرہ مین سے کسی حس کے ساتھ نہیں ہوسکتا بلکہ اسکو عقل ادراک کرتی ہی گو اُسکا سبب کبھی حس ہوتا ہے ۔

اشرف

ڈر کے مارے نہین چھوٹے ہین فسونگر گیسو	ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو

ابرو کی تشبیہ مین عقرب کے ساتھ باریکی اورکجی اور ایذا رسانی وجہ شبہ مین اور گیسو کی تشبیہ مین اژدر کے ساتھ سیاہی اور درازی اور ایذا رسانی وجہ شبہ ہین جن مین سے بعض حسی ہی بعض عقلی ۔

رافت

کہ ہر نقش پا جس کا ہے آفتاب	نہانے کو جاتا ہے وہ سوے آب

نقش پا کی تشبیہ مین آفتاب کے ساتھ ایک وجہ شبہ تو خوبصورتی ہی اور دوسرے وجہ شبہ شرف مرتبہ ہے ۔

محتشم

نیش عقرب ہی کہ موے رخ ضیغم ابرو	ہی کھٹک دل مین جدا روح ہلتی ہی جدا

ابرو کی تشبیہ مین نیش عقرب اور شیر کی مونچھ کے بال کے ساتھ وجہ شبہ دو چیزین ہین ایک نوکدار ہونا اور دوسرے ایذا رسانی ۔

آتش

منزل سے اپنی جلوہ نما آفتاب ہے	لائے بام خانہ وہ عالی جناب ہے

انوار حسین تسلیم

جیسے انجم کی انجمن مین ماہ	بیٹھے جلسے مین اس طرح نوشاہ

حسرت

عین گولی ہے مجھے بندوق کی	وقت نظارہ کسی کی مردمک

مردمک کو بندوق کی گولی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ اس مین کئی چیزین ہین ایک گول ہونا اور یہ امر حسی ہی دوسرے جان لے لینا اور یہ امر عقلی ہی ۔

نعیم

تیغ ابرو یار کی تلوار ہے جلاد کی	چتونون نے جان لے لی عاشق ناشاد کی

وجہ شبہ ابرو کی تشبیہ مین تلوار کے ساتھ ہلالی تشکل ہونا اور جان لینا ہے اول حسی ہے دوم عقلی

سودا

یا وہ معجون بہی کی ہین ڈبیان دونون	آتی ہے جان مین چھونے سے جنھین روح کے

پستان کو معجون بہی کی ڈبیا سے تشبیہ دی ہے اور وجہ تشبیہ اس مین کئی چیزین ہین ایک مدور ہونا اور دوسرے ابھرا ہونا یہ دوامر حسی ہین اور تیسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہین۔

آفتاب صبح محشر داغ بر دل کے مرے	حکم رکھتا ہے طبیبو مرہم کافور کا

اس مین وجہ شبہ رنگ کی سفیدی اور گول ہونا ہے کیونکہ جب داغ پر مرہم لگاتے ہین تو پھاہا گول تراشتے ہین اور یہ دونون امر حسی ہین اور تیسری وجہ شبہ راحت کا پہونچانا ہے اور یہ عقلی ہے۔

انشا

اور سقنقور نر و مادہ ہین دونون ساعد	مست ہون دیکھ جنھین مرد سے لیکر تا زن

ساعد کو سقنقور سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ اس مین ایک تو تشکل ہے اور یہ حسی ہے اور دوسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہے

وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرنا

علماے بیان کبھی ایسا کرتے ہین کہ وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرتے ہین اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ دو ضد کو باہم تشبیہ دیتے ہین اور ان دونون مین جو معنی متضاد مشترک ہوتے ہین انھین وجہ شبہ اعتبار کرتے ہین اور ضدیت کو بمنزلے تناسب کے سمجھتے ہین اور اس قسم کی تشبیہ سے غرض دل لگی اور خوش طبعی یا تمسخر اور استہزا ہوتا ہے جیسے نامرد کو شیر سے تشبیہ دین اور کنجوس کو حاتم سے۔

میر

کیونکہ پہونچی ہے جن کو امرائی	سب وہ اولاد حاتم طائی ؛

امراے بخیل کو حاتم طائی کی اولاد سے تشبیہ دی ہے اور اس مین ظرافت و استہزا دونون کی صلاحیت ہے اور فرق شاعر کے قصد پر منحصر ہے۔

حالی

نہ بد خواہ سمجھو پس اب یاورون کو	لٹیرے نہ ٹھہراؤ تم رہبرون کو

رہبرون کی تشبیہ لٹیرون کے ساتھ بطریق استہزا کے واقع ہوئی ہے۔

لبون کا بوسہ ترے لیکے جان دی مین نے **ظفر**	یہ میرے واسطے تریاق زہر کیونکہ ہوا

نریاق کو زہر سے تشبیہ دی اور یہ تشبیہ بطور استہزا کے واقع ہوئی ہی۔
اس مقام پر بعض اہل علم نے یہ خیال کیا ہی کہ وجہ شبہ نامردکی تشبیہ مین شیر کے ساتھ تضاد ہی جو مشبہ اور مشبہ بہ مین باعتبار نامردی وشجاعت کے مشترک ہی اسی طرح کنجوس کی تشبیہ مین حاتم کے ساتھ وجہ شبہ تضاد ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ مین باعتبار کرم وبخل کے ساتھ مشترک ہی اور یہ راے انکی غلطی سے خالی نہین کیونکہ جب ہم کہینگے کہ نامرد شیر کی طرح ہی تضاد مین یعنی نامرد شیر کی طرح ہی اس وجہ سے کہ ایک دوسرے کی ضد ہی تو اس طرح کہنے سے کسی طرح ظرافت اور استہزا کا فائدہ حاصل نہ ہوگا اور یہ کہنا ایسا ہے جیسے کہین سیاہی سفیدی کی طرح ہے رنگ یا تقابل مین کیونکہ یہان تو ضدیت کو بمنزلے تناسب کے مانا گیا ہے اور نہ وجہ شبہ تضاد سے حاصل ہوئی ہی بلکہ نفس تضاد ہے اور اُن کی راے کے غلط ہونے پر دوسری دلیل یہ ہی کہ تشبیہ مین وجہ شبہ کی تصریح صحیح ہی اور تضاد کی تصریح نامرد کی تشبیہ مین شیر کے ساتھ ظرافت واستہزا کے طور پر اسی طرح کنجوس کی تشبیہ مین حاتم کے ساتھ ظرافت واستہزا کے طور پر درست نہین کیونکہ جب ہم اس طرح کہین گے کہ نامرد شیر کیطرح ہی تضاد مین اور کنجوس حاتم کی طرح ہی تضاد مین تو ایسی حالت مین ظرافت واستہزا نہ رہے گا اور جب یون کہین گے کہ نامرد شیر کی طرح ہے شجاعت مین اور کنجوس حاتم کی طرح ہے سخاوت مین تو اب یہ تشبیہ ظرافت و استہزا کے طور پر درست ہوگی اسی قبیل سے ہی ناسخ کے شعر مین کافور کی تشبیہ مین مشک کے ساتھ سیاہی کی تصریح ہے۔

کردیے خط نے ترے عارض پُرنور سیاہ	ہوگیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

سوال وجہ شبہ کے لیے یہ ضرور ہے کہ اس مین مشبہ اور مشبہ بہ مشترک ہون اور ظاہر ہے کہ نامرد شجاع نہین ہوتا اور نہ کنجوس سخی ہوتا ہے پس جبکہ یہان اشتراک نہین ہی تو شجاعت کو نامرد اور شیر کی تشبیہ مین اور سخاوت کو کنجوس اور حاتم کی تشبیہ مین وجہ شبہ بنانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہی وجہ شبہ کا تو حق یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون پر صادق آئے اگر ایک پر صادق نہ آئے گی تو تشبیہ فاسد ہوجائے گی۔

جواب مشبہ اور مشبہ بہ کے معنی متضاد کو بمنزلے تناسب کے قرار دے لیتے ہین پس نامرد وشیر کی تشبیہ مین نامردی کو بمنزلے شجاعت کے مان لیتے ہین اور کنجوس وحاتم کی تشبیہ مین بخل کو بمنزلے سخاوت کے سمجھ لیتے ہین پس نامرد مان لینے کی وجہ سے شجاع ہی اسی طرح کنجوس سمجھ لینے کی وجہ سخی ہے اور اس طور پر اشتراک حاصل ہوجاتا ہے۔ اور وجہ شبہ کے لیے یہ ضرور نہین کہ تحقیقی طور پر مشبہ و

مشبہ مین پائی جائے جیسے شجاعت مرد شجاع اور شیر مین تحقیقی طور پر پائی جاتی ہی بلکہ کبھی تخییلی اور تاویلی طور پر پائی جاتی ہے دونون مین یا ایک مین جیسے کہین علم نور کی طرح ہی یا شرع اسلام نور مانند ہی اور جہل تاریکی کی طرح ہی یا کفر سیاہی کے مثل ہی پس یہان یہ خیال کرلیا ہی کہ علم اور شریعت اسلام ایسے اجسام مین سے ہین جو سفیدی اور چمک رکھتے ہین اسی طرح یہ خیال کرلیا ہے کہ جہل وکفر اُن اجسام مین سے ہین جو ظلمت وسیاہی رکھنے والے ہین پس بسبب تخییل کے علم شرع اور اسلام اُن چیزون مین سے ہوگئے جو سفیدی وچمک رکھتی ہین اور جہل وکفر اُن چیزون مین سے ہوگئے جو سیاہی اور تاریکی رکھتی ہین۔

تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیان مین

غرض تشبیہ وہ ہی کہ تشبیہ ایک چیز کی دوسری چیز سے اُسکے واسطے ہو اسلیے کہ اگر غرض تشبیہ کچھ نہو تو تشبیہ فعل عبث ہوگی چنانچہ ناسخ کے اس شعر مین غرض تشبیہ صاف طور پر معلوم نہین ہوتی ہے

ڈھونڈھتے پھرتے ہین ہم اپنا دہن ان روزون	دہن یار کی مانند ہوا ہے معدوم

ناسخ کا دہن معشوق کے دہن کے مانند کیون ہوگیا اسکی غرض معلوم نہوئی۔ تشبیہ کی غرض دو چیزونکی طرف رجوع کرتی ہے۔

ایک مشبہ کی طرف یعنی اکثر غرض اُس سے یہ ہوتی ہی کہ مشبہ کا حسن وقبح یا کوئی دوسرا حال بیان کیا جائے اور تشبیہ مین زیادہ تر یہی ہوتا ہی اور یہ کئی حال سے خالی نہین۔

(۱) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ بیان کیا جائے کہ مشبہ کا وجود ممکن ہی اور یہ بات وہان ہوتی ہی جہان اُسکے ممتنع ہونے کا بھی دعوے کرسکتے ہین اور اس صورت مین یہ ہونا چاہیے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور اور امکانیت مین مسلم ہو تاکہ مشبہ کے ممکن ہونے پر دلیل ہو۔

ذوق

نور ہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا	تجھسے دیکھا سب کو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ

مراد شاعر کی یہ ہی کہ معشوق باوجود آنکھون مین ہونے کے آنکھون سے پوشیدہ ہی اور یہ ادعا ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہی اسلیے کہ محال ہی کہ کوئی چیز آنکھون مین رہے اور پھر دکھہ نہ سکے اسلیے شاعر نے نگاہ کے ساتھ اُسکو تشبیہ دے کر اس امر کا امکان بیان کردیا اسلیے کہ نگاہ باوجود آنکھون مین ہونیکے آنکھون سے پوشیدہ ہے۔

ولہ

علم ہے کچھ اور شے اور آدمیت اور ہے	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

شاعر نے دعوی کیا ہے کہ آدمیت کا حاصل ہونا علم کی تحصیل پر موقوف نہین اور یہ دعوی ظاہر مین ممتنع ہے اسلیے کہ محال ہے کہ علم کی تحصیل سے آدمیت حاصل نہو جب شاعر نے طوطے کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر ممکن ہو گیا کیونکہ طوطے کو کتنا ہی پڑھایا جائے مگر آدمیت حاصل نہین کر سکتا۔

آتش

برنگ شمع ہم دل سوختون نے بزم عالم مین	زبان کھولی نہ لیکن بات کرنے کا محل پایا

شاعر نے یہ دعوے کیا ہے کہ ہمنے زبان کھولی مگر بات کرنیکا محل نہ ملا اور یہ دعوی ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ محال ہے کہ کوئی زبان کھولے اور پھر بات نہ کرے جب شاعر نے شمع کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر ممکن ہو گیا۔

درد

جون شمع جمع ہون اگر اہل سخن ہزار	آپس مین چاہیے کہ کبھو گفتگو نہ ہو

مراد شاعر کی یہ ہے کہ اہل سخن بہت سے جمع ہون اور بات نہ کرین اور یہ امر ظاہر مین ممتنع معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ محال ہے کہ اہل سخن جمع ہون اور بات نہ کرین اس لیے شاعر نے شمع کے ساتھ اس کو تشبیہ دے کر اس امر کا امکان بیان کر دیا ہے۔

(۲) تشبیہ سے غرض مشبہ کا حال بیان کرنا ہو یعنی یہ دکھانا مقصود ہو کہ وہ کس وصف کے ساتھ متصف ہے مثلاً سفید ہے یا سیاہ ہے یا سُرخ وغیرہ وغیرہ جیسے کسی چیز کو سیاہی یا سفیدی مین دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دین اور اس قسم مین یہ بھی شرط ہے کہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ کے ساتھ مشہور ہو ورنہ تشبیہ بیان حال کے لیے نہو گی اور جب مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ مشہور ہو گا تو اُسکے حال سے مشبہ کے حال پر آگاہی ہو گی جیسے سودا آسمان کی مذمت مین کہتا ہے۔ ؎

رکھتا ہے پر غرور کو جون نیزہ سربلند	جون جادہ خاکسار کو دے ہے زمین پہ ڈال

پر غرور کے سربلند رکھنے کا اور خاکسار کے زمین پر ڈالنے کا حال نیزے اور جادے کی تشبیہ سے واضح ہو گیا۔

نادر

چہرے سے بڑھ کے خال ہے اُس خانہ جنگ کا	زلف سیاہ دود ہے گویا تفنگ کا

یہ شعر خال اور زلف کے گول اور سیاہ اور نیز جان ستان ہونے کے بیان مین ہے اور خال کے گول اور س

زلف کے سیاہ اور دونون کے جان ستان ہونیکا حال چہرے اور بندوق کے دھوین کی تشبیہ سے واضح ہوگیا۔

نسیم

اک شب کہ وہ زلف مہ رخان تھی	یا آتش مہر کا دخان تھی

یہان تشبیہ سے غرض شب کے اندھیرے کا حال بیان کرنا ہی پس زلف اور دھوین کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہوگیا۔

مومن

اک داغ سیاہ خال سا تھا	یہ لطف فغان شعلہ زا تھا

داغ کی سیاہی کا حال اُسکو خال سیاہ کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہوگیا۔

شہیدی

سوسن صفت کبود تھے لب اُسکے بے کسی	تھا سرخ غنچہ سان وہ دہن رنگ پان تھا

لب کے کبود ہونیکا حال اور دہن کے سرخ ہونیکا حال سوسن اور غنچے کی تشبیہ سے ظاہر ہوگیا۔

سودا

جون سگ لیے پھرتا ہو پڑی کسی لستی مین	قاصد کنے ہے ایون نامہ پیچیدہ ؟

انیس

لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیس	جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوے

جوانی کے بالونکو سیاہی مین مشک سے اور بڑھاپے کے بالون کو سفیدی مین کافور سے تشبیہ دی ہی اور غرض اس سے دونون عمرون کے بالون کا حال بیان کرنا ہے۔

نادر

سیاہی ای بدی رویون عیان ہی تیرے پستان کی	سیہ زنبور ہو وے جیسے مخفی نازلستان مین

پستان کے سرے مشبہ ہین اور سیہ زنبور مشبہ بہ ہی اور وجہ شبہ سیاہی ہی اور غرض تشبیہ سے پستان کے سرون کی سیاہی کا حال بیان کرنا ہی۔

آتش

حلبی رُخ مین ترے خالون سے	لشکر زنگ رہا کرتا ہے

خالون کو لشکر زنگ سے تشبیہ دی ہی اور غرض خالون کی سیاہی کا حال بیان کرنا ہی۔

(۴) مشبہ کے حال کی مقدار بیان کرنا منظور ہو تا کہ مشبہ کا حال قوت اور ضعف اور زیادتی

اور نقصان مین معلوم ہوجائے اور یہ ایسی حالت مین ہو کہ سامع مقدار مشبہ بہ کی جانتا ہو نہ مشبہ کی اور اس صورت مین چاہیے کہ مشبہ بہ کے حال کی مقدار مشبہ کے حال کی مقدار کے برابر مشہور ہو نہ کم نہ زیادہ تاکہ مشبہ کے حال کی مقدار جیسی نفس الامر مین ہو ویسی ہی ذہن مین ہی جائے مثلاً کالے کپڑے کو کوے کے پر سے تشبیہ دین سیاہی کی شدت مین یا سفید کپڑے کو برف سے تشبیہ دین سفیدی کی شدت مین اور دہن معشوق کو نقطے سے کمی مین اور زلف کو روز حشر سے درازی کی زیادتی مین اور کمر یار کو عنقا یا بال سے تشبیہ دین اور غرض اول سے نایابی مین اور دوم سے باریکی مین مبالغہ ہو اور شراب کو خون کبوتر سے تشبیہ دین اور غرض اس سے اُسکی سرخی مین مبالغہ ہو۔

میر

کہان ہی وہ خون کبوتر سی مے

سودا

تیری کتنی ہی بنی مجھکو مین چاہون سو کیا	داڑھی ایسی ہی تری روئی کا جیسے گالا

غرض تشبیہ سے یہان داڑھی کی سفیدی مین مبالغہ ہے۔

نظیر اکبر آبادی

وان کوئی آیا لیے ایک مرصع پنجرا	لال دستار دوپٹہ بھی ہرا جون طوطا

غرض تشبیہ سے یہان دوپٹے کی سبزی مین مبالغہ ہی۔

میر

اسینہ کیا سینہ بال کیا یرو بال	جیسے چشم خروس انکھین لال

آنکھ کی سرخی مین مبالغہ منظور ہے۔

نادر

اس قدر ہون زار اُسکی ابروے خمدار بن	فرط لاغری سے بال ہی تلوار کا

یہان غرض تشبیہ سے جسم کی لاغری مین مبالغہ ہی۔

مومن

یہ حالت قامت خمیدہ	جیسے شجر خزان رسیدہ

غرض تشبیہ سے یہان کمزوری اور ناطاقتی اور لاغری مین مبالغہ ہے۔

جون ابر نہایت اشکباری	ولہ جون رعد بشدت آہ وزاری

جو نالہ کہ زینت زبان ہے	جون نوحۂ مرگ نوجوان ہے

ولہ

دم گلگشت وہ سبک رفتن	اہتزاز نسیم بستانی ہے
روز جنگ اُسکے نیم جولان مین	صرصر عاد کی سی طغیانی

سید شاہ محمد اکبر

کشیدہ تھا کبھی مثل الف جو قد سہی	وہ منحنی ہوا ایسا کہ بنگیا ہمزہ

نسیم

یہ کھلکے بہم ملے وہ ایسے	صفحے خط تواماں کے جیسے

دبیر

بس شاعری مین ختم کمر کی یہ ثنا ہے	صدمون کے سبب آئینہ مین بال پڑا ہے

برق

حسرت رہی کہ دام مین عنقا کو لائیے	مشتاق ہین ازل سے تمھاری کمر کے ہاتھ

ظاہر

تیری کمر کو بال سے تشبیہ تام ہے	اس مین نہین ہے فرق سر مو کسی طرح

افضل

عنقا وہان یار کو سمجھا تو ہے بجا	ہے نام تو سنا نہین ملتا نشان مجھے

غرض تشبیہ سے مبالغہ دہن کی ناپیدی مین ہے۔

میر علی اوسط رشک

نام دہن سے جب نہ دہن کا پتا ملا	لفظ دہن کے نقطے کو سمجھا ترا دہن

وزیر

غدار یار یہ زلف سیاہ فام نہین	اگ یہ حشر کا دن ہے کہ جسکی شام نہین

نفیس

گو ہزد یو بھی جس سے کرے وہ جثۂ شوم	سیہ کلائی تھی یا فیل مست لی خرطوم

(۴) غرض تشبیہ سے یہ ہو کہ مشبہ کا حال سُننے والے کے ذہن نشین ہو جائے اس مین اور پہلی قسم مین یہ فرق ہے کہ اُس مین مطلقاً بیان ہوتا ہے اور اس مین بیان خاطر نشین کرنے کے ساتھ

ہوتا ہی اور اس قسم مین اکثر غرض تشبیہ لطور تمثیل کے واقع ہوتی ہی اور یہان یہ چاہیئے کہ مشبہ سے مشبہ بہ اکمل اور اشہر ہووے کیونکہ طبیعت کامل اور مشہور کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہی جیسے مولوی ذکاء اللہ کی اس عبارت مین "ساری دنیا سمندرون بحرون بحیرون خلیجون دریاؤن ندی نالون سے بھری پڑی ہی اسلیے پانی کاروبار تجارت اور آمدورفت مین تمام اُسکی کوششون کو نقش برآب بناتا" کوشش کو پانی پر لکھے ہوے نقش سے تشبیہ دی ہے اور اس مین کوشش کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح ثابت ہوتا ہے بے فائدہ ہونا اور جلد مٹنا اُس نقشے کا ظاہر ہے جب کسی کام کو اس سے تشبیہ دی جائے گی تو اس کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح خاطر نشین ہو جائےگا کیونکہ بہ نسبت عقلیات کے حسیات اچھی طرح فکر مین آجاتے ہین کیونکہ حسیات کے ساتھ نفس کو زیادہ رغبت ہوتی ہی اور نفس کو وہ عقلیات سے پہلے حاصل ہوتے ہین۔

امیر

لے گئے ہین جہان کو سیلاب ॥ نقش عالم کا نقش تھا برآب

عالم کی چیزون کو پانی کے نقش سے تشبیہ دی ہی۔

ذوق

مے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسمان سے ہم ॥ کہ آخر جب اُسے دیکھا فقط خالی سبو نکلا

آسمان کا مے عشرت سے خالی ہونا خالی سبو کی تشبیہ سے دل نشین ہو گیا۔

ولہ

نے بام کی ہین زیب نہ زینت کسی در کے ॥ ہم باٹ کے روڑے ہین اِدھر کے نہ اُدھر کے

قائل کا بیکار محض ہونا باٹ کے روڑے کی تشبیہ سے بخوبی ثابت ہو گیا۔

سودا

نہین ہون طالب رزق آسمان سے کہ مجھے ॥ یقین ہی کاسۂ واژدن مین کچھ نہین ہوتا

آسمان کا نعمت سے خالی ہونا کاسۂ واژدن کی تشبیہ سے دل نشین ہو گیا۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغ اسیر ॥ کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے

خیرالدین یاس

ہوا نہ وہ ثابت رہ اُلفت مین کہ جون نقش قدم ॥ جب تلک مٹ نہین لیتا نہین اصلا ہلتا

درد

مین وہ فتادہ ہون کہ بغیراز فنا مجھے | نقش قدم کی طرح نہ کوئی اُٹھا سکے

برق

سفلہ عالی مرتبہ بڑھنے سے پاے دخل کیا | جادۂ پامال خط کہکشان ہوتا نہین
اہل رفعت کے لیے برگشتگی بھی دور ہے | گردشون سے پست کوئی آسمان ہوتا نہین
ظرف عالی ہو تو اعلی سب سے نیچا تے ہین پست | کس جگہ نیچے زمین کے آسمان ہوتا نہین

(۵) تشبیہ سے غرض یہ ہو کہ مشبہ سننے والون کی نظر مین اچھا معلوم ہو جیسے روے سیاہ کو آنکھ کی پتلی سے تشبیہ دی جائے۔

حیرت

جون برگ شجر سے چھن کے نکلے مہتاب | یون دیتے ہین لطف اُسکے داغ سپید

محسن لکھنوی

داغ چیچک کے نہین اے گل رعنا منھ پر | غنچے جوہی کے ہوے ہین یہ شگفتا منھ پر

صفدری

چیچک کا ستمگر تری ابرو پہ ہے داغ | یا قبضۂ شمشیر مین چنی یہ جڑی ہے

آباد

نظر آتے ہین تبخالے لب رنگین جانان مین | گہر پیدا ہوے ہین پارۂ لعل بدخشان مین

امانت

خون اُسکے مہاسے سے جو عارض پہ بہہ نکلا | یا قوت کی چنی مہ کامل مین جڑی ہے

امیر

تن پہ کیا اسلحۂ جنگ نے پایا ہے فروغ | خود ہے شعلۂ طور زرہ رخت حرم

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا | مثل خورشید درخشان رخ روشن نکلا

ضامن

گوہر نایاب دندان ہین دہان یار مین
سرخی لعل بدخشان ہے زبان یار مین

برق

لال ہونٹوں سے نمایاں دانت موتی سے ہین | کان ہیرے کی نہان یاقوت کی معدن ہین سے

آزاد شاگرد عارف

رُخ روشن پہ جم گئی پتلی | سب کو ناحق گمان ہے تل کا

بیدار

لعل پر منصوب جیسے ہو گہر اس لطف سے | اس لب نلین پہ خوش خوش حسن سے تبخالہ تھا

ذوق

اُس کی خرطوم کسی دلبر لیلیٰ وش کی | جعد مشکین ہے کہ ہے کاکل عنبر افشان

(۶) تشبیہ سے یہ غرض ہو کہ مشبہ سُننے والون کو بُرا معلوم ہو جیسے بدصورت کی تشبیہ دیوے۔

زنبور سیاہ خال اُس کے | ابر گد کی جٹائین بال اُس کے

اس مثال مین خال کو زنبور سیاہ سے اور بالون کو بر گد کی جٹا سے تشبیہ دی ہی اور غرض تشبیہ سے بُرائی بیان کرنا خال اور بالون کا ہی۔

مومن

تفرقہ لب چاک گریبان ہا | رُخ کی سیاہی شام غریبان
خرس کی پشم اشعار خمیدہ | سخت غبار آلا ژولیدہ
نقش اجل تصویر وبا تھی | صورت فتنہ شکل بلا تھی
بات مین وہ آواز مسلسل | صور کا جیسے نفخہ اول

میر

شکل مت پوچھ کھانے کا ہی بلی | منہ ہے چٹون سے جیسے روٹی جلی
صد منی دیگ ہے شکم اُس کا | نفس اژدہا ہے دم اُس کا
گال کلچے سے پھر توے سے سیاہ | کاسہ سر ہے جیسے اوندھا کڑاہ
توند کالی جو کھول جاوے لیٹ | آہنی ہے تنور اُس کا پیٹ

میر

زرد رنگا سی کوئی ڈبہ ہے ہاتھ | حیض کے سے ایک دو لتے ہین ساتھ

مصحفی

غرض دونون کے ملین مجھکو گالیان لاکھون | عوض دوشالے کے خلعت بشکل نقش حصیر

سودا ضاحک کی ہجو مین

یہ تو ہین بوڑھے خرس وہ ہی شوخ اپلی + | ماری کبھو تو دھول کبھو ڈاڑھی نوچ لی

انشا

کسی حسین کا اک منھ تو تھا ہی کلیجا سا | رچاوٹ اور ہوئی اب کہ اُسپہ تل بیٹھے

ولہ

کچھ نہ پوچھو غرض کہ تھے ییسے +
چڑھا رہتا تھا اُنپہ کالا بھوت
چاٹ کھانا ہی اُن کا تھا پیشہ
رکھے تھے آپ کے وہ دونون گال
ہو بیان کس سے وہ شکوہ و شان
مین کرون عرض آپ جو پوچھین +
جب اُنھین سوجھتا لطیفہ تھا
بھٹے کی داڑھی جیسی تھی داڑھی
بسکہ بینک کا اُن کو تھا آسیب

سر تھا اُن کا چکوترا جیسے +
اُنکی دونون بھوین تھین جون شہتوت
اُنکی پلکین تھین آم کا ریشہ
سوکھے ساکھے انار کی سی چھال
مثل اخروٹ تھے وہ دونون کان
تھین کسیرو کے بالون کی مونچھین
تب وہ منھ کھلتا جون شریفہ تھا
بلکہ کچھ اور اُس سے تھی گاڑھی
ٹھٹری جو بن گئی تھی جیسے سیب

(۷) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ مشبہ کا نادر اور طرفہ ہونا ثابت ہو جائے یعنی مشبہ تشبیہ کی وجہ سے ایسی صورت پر واقع ہو کہ عادت کے طور پر اُسکی صورت کا ذہن مین حاضر ہونا ممتنع ہو اور یہ بیشتر تشبیہ خیالی اور وہمی مین پایا جاتا ہی اور مشبہ کے نادر اور طرفہ ہونے کی دو صورتین ہین۔

(الف) مشبہ بہ جسکی وجہ سے مشبہ نادر اور طرفہ ہو جاتا ہے فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو۔

سمجھو

جام مے مین ہے عکس چہرۂ یار | یا چراغ آفتاب مین روشن

اُسکے گورے بدن مین لال لباس
دیکھو آتش ہے آب مین روشن

چراغ کا آفتاب مین اور آتش کا آب مین روشن ہونا فی نفسہ نادر اور عجیب ہے۔

میر مہدی حسن مخلص

ہوا ہے حلقۂ زلف دوتا مین گھر جو ابرو کا | نظر آتا ہے افعی ان دنون ہم خانہ بچھو کا

حلقۂ زلف مین ابرو کے واقع ہونے کی حالت کو سانپ اور بچھو کے ہم خانہ ہونے کی حالت سے تشبیہ دی ہی اور یہ نہایت عجیب بات ہے۔

اسحاق

سوے سر پانو نہ اے رشک صنوبر نہین | سرو کی چوٹی سے نکلا ہے نہال کاکل

سرو کی چوٹی سے نہال کاکل کا نکلنا فی نفسہ نادر ہے۔

ضیا

کھلی عارض پہ زلف یار کیونکر | حلب سے مل گیا تاتار کیونکر

حلب سے تاتار کا ملنا فی نفسہ نادر ہے۔

شاداب

عارض و پیشانی و ابروے قاتل دیکھنا | زیر خنجر چاند ہے بالاے خنجر آفتاب ہے

خنجر کے نیچے چاند اور اوپر آفتاب ہونا فی نفسہ نادر ہے۔

ظفر

دیکھے گر اپنی بھوین وہ مہ جمال آئینے مین | کھیلین طاق او رجفت ملکر دو ہلال آئینے مین

دو ہلالون کا ملکر طاق اور جفت کھیلنا فی نفسہ نادر ہی۔

ولہ

خال مشکین آتش رخسار پر پیدا ہوا | چشمۂ خورشید مین بھی نیلوفر پیدا ہوا

چشمۂ خورشید مین نیلوفر کا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہی۔

ذکی

اُسنے ہونٹون مین دبائی ناز سے زلف سیاہ | زہر گویا آب حیوان مین نچوڑا سانپ کا

آب حیوان مین سانپ کا زہر نچوڑنا فی نفسہ نادر ہے۔

انوار حسین

سنبلستان مین دکھائی دیے دو تازہ انار
آئے اُس گل کے جو پستان کے برابر گیسو

سنبلستان مین دو تا نہ اناروں کا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہی۔

سودا

فندق پالگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا ۔ سرو کی بیخ سے پھولا گل او رنگ ابتک

سرو کی بیخ سے گل اورنگ کا کھلنا فی نفسہ طرفہ اور عجیب وغریب ہی۔

شاداب

آپ کہتا ہے کھلا ہی سرو پر لالے کا پھول ۔ رکھکے تاج سرخ وہ خوش قد جوان بالائے سر

سرو پر لالے کا پھول کھلنا فی نفسہ نادر ہی۔

نصیر

ہے عجب جھو کا عالم اپنے رشک حور کا ۔ سر مین خوشہ لگا دیکھا نہ تھا انگور کا

سر مین انگور کا خوشہ لگنا فی نفسہ نادر ہی۔

(ب) مشبہ بہ فی نفسہ نادر اور طرفہ نہ ہو بلکہ جس وقت مشبہ حاضر ہو اسوقت مشبہ بہ کی ندرت اور طرفگی تحقق ہو۔

محشر

عشق کیون پارۂ دل ہاتھ مین آنسو کے ندے ۔ بن کھلونے بھی کہین طفل بہلتا دیکھا

بن کھلونے کے بچے کا نہ بہلنا فی نفسہ کچھ نادر نہین لیکن جب عشق کے پارۂ دل آنسوؤنکے ہاتھ مین دینے کا اور کھلونے کے ساتھ بچے کے بہلنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

اسیر

تری آنکھونکی گردش دیکھکر سب لوگ کہتے ہین ۔ یہ پتلی پھر رہی ہی واہ کس انداز سے گل پر

پتلی کا گل پر پھرنا کوئی عجیب بات نہین لیکن جب آنکھونکی گردش کا اور پتلی کے گل پر پھرنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

بیخود

یہ لٹکی ہوئی لٹ جو کاکل کی ہی ۔ نئی شاخ یہ نخل سنبل کی ہی

نئی شاخ کا نخل سنبل مین ہونا فی نفسہ کچھ نادر نہین لیکن کاکل کی لٹکی ہوئی لٹ کا اور نئی شاخ نخل سنبل کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

آبرو

نہین ہے تل تری آنکھون کے نزدیک | یہ بھونرا پاس بیٹھا ہے کنول

جو بھونرا کنول کے پاس بیٹھنا فی نفسہ کچھ نادر نہین مگر جبکہ تل کے آنکھون کے نزدیک ہونیکا اور بھونرے کے کنول کے پاس بیٹھنے کا تصور ہوا تو ان دو متباعد صورتون کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

فیق

سیندور اُسکا مانگ مین دیتا ہی یون بہار | جیسے دھنک نکلتی ہے ابر سیاہ مین

سودا

چشم و ابرو کو تری یون دیکھکر کہتی ہے خلق | تل رہے ہین کھینچکر آپس مین دو تلوار مست

ولہ

مژدہ وصل ترا یار مجھے یون پہونچا | جون مہ عید کی صائم کو خبر آخر شب

عقیل

شانہ نہین ہی زلف کے بل مین پڑا ہوا | نکلا ہوا ہے سانپ پھن اپنا نکال کر

میر

پھرتی ہین ادھر اُدھر وے سرخ انکھین ایسی | دو ترک مست جیسے ہون راہ مین بہکتے

انشا

بال اُس زلف بریدہ کے گرے یون وقت قطع | تیغ سے اُڑ جائے جون گردن معلق ساعی کی

بیخود

عیان یون موے سر تھے عنبر آلود | کہ جیسے شمع کے شعلے پہ ہو دود

ظفر

یون ترے لب پہ ہے خط مشک فشان او پری | ہوتا جس طرح سے آتش کے دھوان او پر ہے

ولہ

دیکھنا انگشت مین اُس گل کی انگشت شستم | نیشکر کی شاخ پھوٹی نیشکر کی شاخ سے

ولہ

سبز خط مین لیا مہ سا گال پر پیدا ہوا | بچہ طاؤس ہی بے بال و پر پیدا ہوا

ولہ

ہوے اس کمیل مین دل صید یونکے بند ایسے | دام صیاد مین ہو جیسے گرفتار طیر

ولہ

زلف یون روئے عرق آلودہ پر لہراتی ہے	صبح جون ناگن کنوین پر چلی آتی ہے

شاداب

چشم بد دور ہمین موتیون سے مانگ بھری	شب تاریک مین ہین خوشہ پروین نکلے

معروف

یون ہے دل زلف مین زلف اُس ستم ایجاد کے پاس	صید جون دام مین ہو دام ہو صیاد کے پاس

گشتہ

سانپ دو لہرا رہے ہین بہر حفظ گنج حسن	یا گر افعی نکل جاتے ہین گلزار سے

حیرت

کوئی کس طرح دیکھے وہ بنا گوش	نظارے کا اڑ جاتا ہے وان ہوش
کہ وہ زلف اور لڑیان موتیون کی	سیہ ناگن ہے جون انڈونپہ بیٹھی

جسقدر مشبہ بہ مخفی اور نادر تر ہوتا ہی اُسی قدر مشبہ کی ندرت اور طرفگی ہونیکی غرض زیادہ حاصل ہوتی ہی اور اِن پچھلی تینون صورتون مین وجہ شبہ کا نہ اکمل ہونا لازم ہی نہ بہت مشہور ہونا مثلاً ہندی کے چہرے کو کہ بہت سیاہ ہو آہو کی آنکھ سے تشبیہ دنیا زینت کے واسطے صحیح ہے باوجودیکہ نہ سیاہی ہرن کی آنکھ مین کامل ہے اور نہ ہندی کے چہرے کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور زیادہ ہے

ذوق

اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلےٰ کی مثال	تو ہین دندان صفا ساعد سیمین کی صفت

ہاتھی کی سونڈ کو طرۂ لیلےٰ کے ساتھ سیاہی مین زینت کے لیے تشبیہ دی ہی اور اُسکے دانتون کو لیلےٰ کے بازو کے ساتھ سفیدی مین اسی غرض سے تشبیہ دی ہی حالانکہ نہ سیاہی طرۂ لیلےٰ کی ہاتھی کی سونڈ کی سیاہی سے اور نہ سفیدی لیلےٰ کے بازو کی اُسکے دانت کی سفیدی سے کامل ہی اور نہ ان دونون کی سیاہی و سفیدی کی بہ نسبت اُنکی سیاہی و سفیدی مشہور زیادہ ہی۔

ولہ

پتلی سیاہ دیکھیو اُس چشم مست کی	بھونرا عجب ہی یون گل جنہین مین گھر کرے

سیاہ پتلی کو بھونرے سے زینت کیلیے تشبیہ دی ہی اور ظاہر ہی کہ بھونرے کی سیاہی پتلی کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور بھی زیادہ ہی اور اُس سے اکمل بھی ہی۔

دوسرے تشبیہ کی غرض مشبہ بہ کی طرف رجوع کرتی ہی یعنی تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ مشبہ
کا حسن یا قبح یا اور امر بیان کیا جائے اور یہ دو قسم پر ہی۔
(۱) جس مین صفت کم ہوتی ہے اُسکو مشبہ بہ قرار دے کر بطور ادعا کے اُسکی زیادتی قرار
دیتے ہین جیسے

غالب

صبح آیا جانب مشرق نظر	اِک نگار آتشین رُخ سر کھُلا
تھی نظر بندی کیا جب رد سحر	بادۂ گلرنگ کا ساغر کھُلا

اوپر سے آفتاب کا ذکر ہی پہلے شعر مین آفتاب کو نگار آتشین رُخ سے اور دوسرے شعر مین ساغر
بادۂ گلرنگ سے تشبیہ دی ہی اور اس تشبیہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہی کہ نگار آتشین رُخ کے چہرے کی
تاب اور رونق اور زیادتی حسن یا بادۂ گلرنگ کی سُرخی اور جھلک اور روشنی اس مرتبہ پر ہے کہ
آفتاب کو اُس سے مشابہت دے سکتے ہین غرض کہ اُن دونون مثالون مین نگار آتشین رُخ اور
ساغر بادۂ گلرنگ کو جو صفت مین کم ہین اور حقیقۃً مشبہ بہ نہین ہوسکتے بطور ادعا کے مشبہ بہ قرار دیا ہی
اور صفت کی زیادتی ثابت کی ہی۔

یون سر پہ ہو مہر آتشین خو	ٹوپی پہ کسی کی جیسے جگنو

[illegible]

سنبل بسان زلف پریشان ہے سربسر	سکتے مین ہی کھلی ہوئی نرگس کی چشم تر

اسیر

تشبیہ دی جو ہمنے لب لال یار سے	یاقوت آبدار کی رتی چمک گئی

ناسخ

ماہ نو ہے مثل ابرو لیکن اُسکے سو نہین	ماہ کامل صورت روہے گر ابرو نہین

(۲) جس شے کی شان کا اہتمام منظور ہو اُسکو مشبہ بہ بنا مین یہان تشبیہ سے غرض مشبہ بہ کی
شان کا اہتمام بیان کرنا ہوتا ہی اور اسکو اظہار المطلوب کہتے ہین مثلاً ہلال عید کو روٹی کے ٹکڑے سے تشبیہ دین

سودا آسمان کی [illegible]

ہاتھ سے خست کے آئے گگ مین پیش خاص و عام	حال روشن دل کرے یون مطلع ثانی بیان
عید کی خاطر مقرر وقت شب ہی ایک نان	[illegible]

اِک لب نان کے لیے حیران ہوتے شہر شہر	مثل ماہ نو پڑے پھرتے ہین عالی ہمتان

مومن

صورت وہی عظمت وہی گردش وہی ہاے گئی	حیران ہے کہ یہ چرخ ہے یا آسیا اپنا

غالب

ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام	مہر گردون ہے چراغ رہگذار باد یان

چوتھا چمن اداۃ تشبیہ مین

اداۃ لغت مین آلت کو کہتے ہین یہان وہ چیز مراد ہے جو ایک کو دوسرے سے مشابہ کرنے کا واسطہ ہو خواہ اسم ہو یا فعل یا حرف ادات تشبیہ اردو مین یہ ہین سا مفرد مذکر کے لیے آتا ہے جیسے۔

آتش

لباس سرخ سے کرتا ہے یار خونریزی	حسینون مین بھی ہے سرخ سا جوان ہمتا

اور سے مجموع کے لیے جیسے۔

مومن

جلوے خورشید کے سے ہوتے ہین	نغمے ناہید کے سے ہوتے ہین

میر

رکھے ہمیشہ آتے رہے سر پر تیر سے	ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے

اور سی واحد مؤنث کے لیے آتا ہے جیسے۔

نسیم

کافور سی جل اٹھی سراپا	ٹھنڈی ہوئین تھا جنھین جلایا
وہ مست مے فسانہ گوئی	مہتابی پہ چاندنی سی سوئی
آغوش کی موج سے وہ مضطر	مچھلی سی نکل گئی تڑپ کر

جمع مؤنث کے لیے بھی سی فصیح تر ہے جیسے۔

میر

ہین معذب غرض صغیر و کبیر	کھیان سی گرین ہزارون فقیر

اور جمع مؤنث کے لیے سیان بھی لاتے ہین جیسے زہرہ اور مشتری سیان رنڈیان ہندوستان مین کسی نے دیکھی ہین اور سالک زودی العقول کے آخر کے الف کو یاے مجہول سے بدل دیتا ہے جیسے

خربوزے سا لذیذ میوہ میرے نزدیک دوسرا نہین،، خربوزہ موافق قاعدۂ ہندی کے خربوزا لکھا جاتا ہی جب حرف تشبیہ اُس سے ملا تو الف یاے مجہول سے بدل گیا اور جہان الف کو اپنے حال پر بحال رکھتے ہین وہان مشبہ اور مشبہ بہ کی عینیت بولنے والے کو منظور ہوتی جیسے وہ بوٹا سا قد کیا جانے کیا قیامت برپا کریگا یعنی،، وہ قد کہ ایک بوٹا ہی کیا جانے کیا قیامت برپا کریگا قد مشبہ اور بوٹا مشبہ بہ۔

ذوق

عشق ہی اے ذوق وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے	شیخ صنعا سا مسلمان رند مشرب ہوگیا

یعنی شیخ صنعا کہ ایک مسلمان ہی الخ۔

ناسخ

نمازون مین مسیحا سا پیمبر مقتدی ہوگا	وہی رتبہ ہی تیرا بھی جو رتبہ تھا ترے جد کا

یعنی مسیحا کہ ایک پیمبر ہے الخ۔

نوازش

یہ سانس ہی پیکان ہی نشتر ہی کہ دل ہے	اک کانٹا سا کھٹکتا ہے یہ دیکھو مری برمین

یعنی دل کہ ایک کانٹا ہے الخ۔

قاعدہ ہی کہ مشبہ بہ باعتبار وجہ شبہ کے مشبہ سے کامل تر ہوتا ہی اور اس مقام مین مشبہ اور مشبہ بہ کی عینیت مشبہ کے علو مرتبہ پر دلالت کرتی ہی اسی وجہ سے بلغاے اُردو کے نزدیک حرف تشبیہ کا عمل کہ آخر لفظ کے الف کو یاے مجہول سے بدل دینا ہی لغو ہوگیا ہی اور اُسکے عمل کے لغو ہونیکا فائدہ یہ ہی کہ سا جو حرف تشبیہ ہی اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ دونون لفظون مین تشبیہ واقع ہوئی ہی بلکہ ایک دوسرے کا عین جانا جاتا ہی جون بھی حرف تشبیہ ہی جیسے۔

مومن

گاہ آواز خوش سُنا دینا	جون سحر گاہ مُسکرا دینا

سودا

بات اس طرح سے نکلی تھی دہن سے اسکے	بادہ جون ساغر لبریز سے جاتا ہی چھلک

اور یہ حرف گویا کے معنی مین بھی آسکتا ہی لیکن اس کا استعمال گویا کی جگہ اہل اُردو کے نزدیک ثابت نہین بلکہ تشبیہ کے لیے بھی دہلی کا حرف نہین ریختہ گویون نے بزور اُردو کا لفظ بنالیا ہے لیکن کسی کو اس حرف مین کلام نہین پس اس کو اُردو کہہ سکتے ہین اور جیسا مفرد مذکر کے لیے اور

جیسے جمع مذکر کے لیے اور جیسی مفرد مؤنث اور جمع مؤنث دونون کے لیے اور جمع مؤنث کے لیے جیسیان بھی لاتے ہین اور یہ سا کی طرح تشبیہ کے حروف ہین چنانچہ کہتے ہین ع تیرے قد جیسا ایک بوٹا باغ مین نہین ہو علیٰ ہذا القیاس -

سودا

غرض انسان نہ کبھی ہو سکے ہم تجھ جیسا | آسمان گرکرے خلقت کو جہان کی غربال

اور بعض کے نزدیک جیسے گویا کے معنی مین ہے مثلاً فلان ایسا آتا ہے جیسے شیر -

نبی بخش عاشق

یون جنون سے اضطراب رگ ہے نشتر سے ملے | مضطرب ہو صید وحشی جیسے خنجر کے تلے

ظفر

بگولا دود دل کا خاک سے زلفون کی یاد دل کے | اٹھا یون جیسے چوٹی دار مار اٹھتا زمین سے ہے

رعنا

سبزے ہین اسکے کانون مین اس آب و تاب کے | جیسے کہ برگ سبز ہوان نیچے گلاب کے

حالی

کنیز اور بانو تھین آپس مین ایسی | زمانے مین ماں جائی بہنین ہون جیسی

لیکن صاحب فہم اس کو بھی تشبیہ کا اک حرف جانتے ہین اگرچہ گویا بھی اسی قبیل سے ہے -
لیکن استعمال کے موقع جدا جدا ہین فارسی مین جہان چون استعمال پاتا ہے وہان گویا استعمال مین نہین آتا اور جو لفظ چون کا مرادف ہے وہ چون کا قائم مقام ہوگا مثلاً اس عبارت مین کہ فلانے چون شیر زیان می غرد میتوان گفت کہ فلانے بسان شیر ژیان و برنگ شیر ژیان و مثل شیر ژیان و شیر ژیان آسا و شیر ژیان وار مے غرد بخلاف اسکے فلانے گویا شیر ژیان مے غرد یا فلانے پنداری شیر ژیان ہے مے غرد اور گویا کے مقام مین جیسے اس عبارت مین کہ از پردہ برانداختن فلانے خانہ تاریک جگر سوختگان روشن می شود گویا رویش شمع فروزان ست حرف تشبیہ لانا بیجا ہے اگر گویا کی جگہ عبارت مین چون داخل کیا جائے گا اس طرح کہ رویش چون شمع فروزان ست تو عبارت کی تالیف برہم ہو جائے گی اسلیے کہ لفظ چون کے ذکر کرنے سے شمع فروزان دوسرا فقرہ جسکے شروع مین کاف بیانی ہوا پنا متمم بننے کے لیے چاہتا ہے اور لفظ گویا کی صورت مین اسکو ما قبل کے ساتھ رابطہ ہوتا ہے پس یہان سے معلوم ہوا کہ گویا کا موقع استعمال تشبیہ نہین ہے اور حق تحقیق یہ ہے کہ گویا بیان مشابہت کے لیے ہے جیسے زید ایسا غصے

سے چلا آتا ہے گویا کہ شیر چلا آتا ہے یعنی سر اور گلے اور ہاتھ اور بازو اور گردن و شانہ اور زور اور شجاعت
میں شیر کی طرح ہے لیکن آدمی ہے شیر نہیں ۔

ناسخ

حقّہ جو ہے حضور معلّے کے ہاتھ مین	گویا یہ کہکشان ہے ثریا کے ہاتھ مین

اور مانند اور مثل اور ایسا بھی اردو مین تشبیہ کے لیے آتے ہین اور اکثر فصحاے اردو شعراے
فارس کی اتباع سے لفظ برنگ اور نظیر اور بسان اور مشابہ و رمانا وغیرہ کو بھی استعمال کرتے
ہین ادات تشبیہ کے استعمال کی مثالون پر غور کرو ۔

سودا

ہما ایسا ہے پرواز نخ اوج سعادت پر	گرے ہی مور چڑھ کر سینہ ذو پر جلیانی

دلی

سبز محرم مین دکھائے گر لطافت حسن کی	خام انار آسا بت رنگین کی پستان سبز ہو

ناسخ

نرگس کی طرح شوق مین سب تن مین دیدہ ہون	حسرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون

منیر

تاریخ مہ و مہر انھین آمون کے آگے	بدر رنگ برنگ ثمر خام ہوے ہین

غالب

مستی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیے	سر پستان پریزادسے مانا کہیے

سودا

یاسمن رنگ جو رہتا ہے خزان کے مانا	چاہتی ہی بسماجت کرے سبزے سے بدل

نعیم

گئے تھے کل ہم جو سیر کرنے عجب طرح کی بہار دیکھی	لسان آتش کے کوہ و صحرا گلون سے سارا دہک رہا تھا

گلزار نسیم

ہے نام خدا جوان ہوا وہ	مانند نظر روان ہوا وہ

ترانہ شوق

طاقت چٹکی مین صورت تیر	نصرت قبضے مین مثل شمشیر

رحمت اللہ رعد

ہاتھ عنقا کی طرح آئی نہ دلبر کی کمر
گرچہ پھیلایا کیے جال مگر گیسو

ذوق

زلف افعی وش کو دھوئے گر بہ [illegible]
ہو بجائے موج پیدا مار در نہران آب مین

بدھ سنگھ شگفتہ

پروانہ [illegible] اگر گو خاک ہو گئے ہم
پر شعلہ رو نہ چوکا اپنی شرارتوں سے

گلزار نسیم

ٹوپی جو بنائی چھیل کر چھال
دکھلائی نہ دی نظر کی تمثال

غلام دستگیر نامی

اے عید تو ہے شوکت اسلام کی دلیل
تیوہار ایک بھی تو نہیں ہے ترا عدیل

ظفر علیخان

مرے جد امجد شہنشاہ پیٹر
عدیل فریدون مثیل سکندر

عبد اللہ خان خستہ

سایہ سا ان پہونچے تو تھے پانون تلک گر
اُسنے دامن کو بھی پر ہاتھ لگانے نہ دیا

الفت

بسان بید مرے بند بند جکڑے ہین
وفور درد یہان تک کہ ہون بشکل سطیح

[illegible]

پیرہن سے پھوٹ نکلا یار کا جسم لطیف
حسن [illegible] جامے سے باہر ہو گیا

بحر

مرا اُستاد کہ ہے جس کا سخن عالمگیر
ہے ظہوری کا ظہور اور نظیری کا [illegible]

[illegible]

حروف سے خط مسطر ہون جیسے پوشیدہ
اسی روش سے روش زیر سبزہ پنہان ہے

انیس

یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشق رب کو
یعقوب نمط جاتے تھے یوسف کی طلب کو

ظفر

مشابہ ہم بھی سب ڈھنگو نمین ہین فرہاد سے دیکھو | اگر شیرین سے تم ایجان سب باتو نمین ملتے ہو

شاداب

انھین کیونکر نہ شاہ حسن تم کو | مشابہ زلف ہے بال ہما سے

کبھی تنہا کاف جو حروف معنوی مین سے ہی حرف تشبیہ کی جگہہ کام دیتا ہی جیسے۔

مولوی محمد اسمعیل

جب ستارہ طلوع ہو دم دار | دم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہو انار

یہان کاف جیسے کے معنی مین ہی۔

کبھی دوسری عبارت کو اداۃ تشبیہ کے قائم مقام بنا دیتے ہین۔

مفتون

اس قمر نے جو پریشان کیے یک سر گیسو | ہو گئے دہر مین ہم طالع اختر گیسو

گیسو کو اختر سے تشبیہ دی ہی اور ہم طالع ہونیکو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہی۔

فہمی

دیکھکر سنبل گلزار کو ہمسر اپنا | بل پہ بل کاکل پیچان نے ترے کھائے بہت

کاکل پیچان کی تشبیہ سنبل سے منظور ہی اور ہمسر دیکھنے کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام کیا ہے۔

طوبیٰ

چہرۂ یار پہ بکھری ہوئی کیا خوب ہے زلف | دستۂ سنبل گلشن سے یہ منسوب ہی زلف

سودا

بلبل خوش نغمہ ہون لیک اس گلستان مین جہان | نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ

زاغ کی آواز کو مرغ چمن کی آواز سے تشبیہ دی ہی اور کم نہین کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہی۔

اصغر

مضمون دقیق وصف سراپا مین ہی رقم | تار نظر کو باندھا ہی موے کمر کے ساتھ

موے کمر کی تار نظر کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے۔

ظفر

کوئی کہتا ہی بینی کو کہ ہی رشک گل رنگ | کوئی کہتا ہی چشم سرمگین ہم چشم عنبر ہے

چشم سُرمہ گین کی تشبیہ عنبر سے مقصود ہے اور ہمچشم کو اداۃ تشبیہ کی جگہ استعمال لیا ہے۔

ولہ

کوئی کہتا ہے جو مژگان ہے وہ ناوک سے ہمسر ہے	کوئی کہتا ہے اک سیف کشیدہ ہے وہ دُنبالہ

مژگان کی تشبیہ ناوک سے منظور ہے اور ہمسر اداۃ تشبیہ کی جگہ آیا ہے۔

پانچوان چمن اقسام تشبیہ کے بیان مین

کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونون مفرد ہوتے ہین اور اُن مین کسی طرح کی قید بھی نہین لگی ہوتی یا مفرد ہوتے ہین مگر کوئی قید لگی ہوتی ہے پہلی شق کی مثال تشبیہ چہرے کی آفتاب سے۔

ناسخ

دن ہی آٹھون پہر ہے رات نہین	اُسکے ہان آفتاب عارض ہے

رند

کیا ہی زور و نیہ دست وحشت ہے	توڑین جو ڑی کی طرح ہتکڑیان ہ

میر حسن

کہے تو کہ تھی ناف عکس ذقن	زبس مثل آئینہ تھا اُس کا تن

ولہ

کلی کی طرح سے بکس رہ گئی	کلیجہ پکڑ مان تو بس رہ گئی

نادر

سب اگر ہین یم خوبی تو ہے گرداب دقن	ڈوب جائے دل عاشق تو تعجب کیا ہے

دوسری شق کی مثال۔

میر عارف علی عارف

تیر خاکی ہے مژگان غبار آلودہ	وہ ہوا گرد سے جب وقت شکار آلودہ

مژگان مشبہ مین غبار آلودہ کی قید اور تیر مشبہ بہ مین خاکی قید لگائی ہے۔

مومن

جیسے شجر خزان رسیدہ	یہ حالت قامت خمیدہ
کوئی کہتا ہے وہ در کان کا تابندہ اختر ہے	کوئی کہتا ہے وہ شفاف عارض صبح صادق ہے ظفر

ضمیر

اس نیزۂ سیاہ سے تھا سب کو بیم جان	تھا اژدہائے موسیٰ ان دہ زبان

منشی دیبی پرشاد ربط

ادا و عشوہ ناز و غمزہ ہین یہ چار رکن اُسکے	قد موزون جانان بھی عجب برجستہ مصرع ہے

شاہ نصیر

تو ہمکو دکھاتا ہے مہ نو عبث ای چرخ	ناخن جو ترا شیدہ ہو کب عقدہ کشا ہو

یا صرف مشبہ مفرد ہوتا ہی اور مشبہ بہ مقید یا اُسکے برعکس مثال پہلی صورت کی۔

مہدی علیخان حسن

شعر برجستہ ہین ترے ابرو	کیون نہ اُن پر پڑے ہماری آنکھ

ابرو مشبہ مفرد شعر مقید بہ برجستہ مشبہ بہ۔

میر حسن

غرض وہ مرُی جب دکھائے بال	تو گویا کہ مارا محبت کا جال

بال مشبہ مفرد ہی اور محبت کا جال مشبہ بہ مفرد مقید ہے۔

آتش

واہ ری شانے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا	پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہ ہائے موے دوست

دست مشبہ مفرد اور پنجۂ شل مشبہ بہ مقید۔

عاشق

اپنے باغ حسن کا اُسنے تماشا دیکھکر	آئینہ جب رکھدیا پھولون کی چادر ہوگیا

آئینہ مشبہ مفرد ہی اور پھولون کی چادر مشبہ بہ مفرد مقید۔

دبیر

یہ رخ ہے کہ آئینہ طاق دل زہرا	حسن اپنا انھین آئینون مین شرع نے دیکھا

رخ مشبہ مفرد اور آئینۂ طاق دل زہرا مشبہ بہ مقید۔

ظفر

کوئی کہتا ہی اُسکی جعد کو ہے یہ شب یلدا
کوئی کہتا ہی اُسکے رُخ کو یہ خورشید محشر ہی

مثال دوسری صورت کی

محمد عارف جوشش

جون آئینہ یہ ستم رسیدہ	رہتا ہے مدام آب دیدہ

یہ ستم رسیدہ مفرد مقید مشبہ اور آئینہ مفرد مشبہ بہ۔

داغ

لو کے چشمے ہین چشم پرآب کی صورت	شکستہ کاسۂ سر ہین حباب کی صورت

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہی جس مین کاسۂ سر شکستہ مشبہ مقید ہی اور حباب مشبہ بہ مفرد۔

ظفر

ہے یہ ڈر دل کو نہ چشم مست مدہوش کھینچ لے	اپنے مذہب مین نہ اس صوفی کو میکش کھینچ لے

مدہوش کی چشم مست مشبہ مفرد مقید ہی اور میکش مشبہ بہ مفرد ہی۔

نسیم

بدلی سی چھپی وہ ماہ روشن	بجلی ساعیان ہوا وہ پر فن

ماہ روشن مشبہ مفرد مقید اور بدلی مشبہ بہ مفرد۔

رسا

رنگ عارض سے ہی کیفِ مے گلرنگ عیان	یہ صراحی ہی کہ ساقی کی ہی گردن دیکھو

گردن ساقی مشبہ مفرد مقید اور صراحی مشبہ بہ مفرد۔

کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونون مرکب ہوتے ہین اور مرکب ہونے سے یہ مراد ہی کہ ہر ایک ایک ایسی ہیئت ہوتا ہی جس مین چند چیزین مجتمع ہوتی ہین۔

صوفی

زلفون کا گورے گالون پہ کیا احتشام ہے	لندن پہ جاکے کالون نے باندھا یہ لام ہے

اس مثال مین زلفون کا گورے گالون پہ جمع ہونا مشبہ مرکب اور لندن کے ملک پر جہان کے باشندے سب سفید رنگ ہین کالون کا چڑھ جانا مشبہ بہ مرکب ہے۔

لمؤلفہ

کاکل سے نہ ربط اُس رخ تابان نے کیا ہے
کافر کو ہم آغوش مسلمان نے کیا ہے

ضمیر

نہان زرہ مین ہوتی تھی اس طرح سے سنان	بجلی چمک کے ہوتی ہے جون ابر مین نہان

وحید

شاخ سنان سے ہوا اسطرح پھل جدا	پیرون کے قدسے جیسے جوانی کا بل جدا

ذوق

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ	کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

امیر

دل مین وہ سخت دلون کے بھی اثر کرتا ہے	سنگ پر جیسے پیمبر کے پڑے نقش قدم

ناسخ

سمجھے ہم ابر سیہ سے نکل آیا تارا	کھل گئی بالون سے جو تیری جبین چھوٹی سی

ولہ

حیران بیٹھے ہین گرد سارے مونس	تصویر کی جس طرح کھچی ہو مجلس

کبھی مشبہ مفرد ہوتا ہے اور مشبہ بہ مرکب جیسے۔

شاداب

کہتے ہین لوگ اُسکے مہاسے کو دیکھکر	شبنم کی بوند ہے یہ گل آفتاب پر

مُہاسہ مشبہ مفرد ہے اور شبنم کی بوند کا سورج مکھی کے پھول پہ ہونا مشبہ بہ مرکب۔

ظفر

مانگ ہے یا کوئی سیدھی راہ ہے ظلمات مین	یا عیان ہے کہکشان کا خط اندھیری رات مین

مانگ مشبہ مفرد ہے اور ظلمات مین سیدھی راہ کا ہونا اور اندھیری رات مین کہکشان کے خط کا ہونا دونون مشبہ بہ مرکب ہین۔

یا مشبہ مرکب ہوتا ہے اور مشبہ بہ مفرد جیسے اس شعر مین آتش کے مشعل مشبہ بہ مفرد ہے اور درختون کی چوٹیون پر سرخ پھولون کا مجتمع ہونا مشبہ مرکب ہے۔

چوٹیون پر جو نہالون کی ہے ہجوم گل ہے	دُور سے یون نظر آتے ہین وہ جیسے مشعل

ناسخ

ہے ستارہ ذوذنب یا رخ ہے زلف یار مین	خال ہے خورشید مین یا تل ہے یہ رخسار مین

زلف یار مین رُخ کا واقع ہونا مشبہ مرکب ہی اور دم دار ستارہ مشبہ بہ مفرد۔

اور جو کئی مشبہ ایک جگہہ ذکر کرین بعد اس کے کئی مشبہ بہ لاوین تو ایسی تشبیہ کو تشبیہ ملفوف کہتے ہین جیسے۔

ظفر

پھپھولے پانو مین ہین نمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
نہ دیکھین دیوانے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

ذرا جبین عرق فشان پر تو اپنی افشان دکھا دے چُن کر
کہ تا نظر آوین ماہ پیکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

شاہ نصیر

غضب ہی چین بر جبین وہ کیا ہی بدن سے ٹپکے بھی ہی پسینا
عیان ہی یار دو نے ہنر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

دوپٹہ سر پر ہی بادلے کا گلاب پاش اُسکے ہاتھ مین ہی
نہ کیونکہ چمکے نہ کیونکہ برسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

اکبر شاہ خان فرحت رام پوری

جو ہو دو آس آہ و اشک تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
تو پھیر چمکے نہ اور برسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ہنسے ہی گھوڑے پہ دیکھ مجھکو جلو مین اُسکے وہ اشک ریزان
کہین نکیون سب اِدھر اُدھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ہنسے نہانے مین وہ جو مہرو اور آب اُسکے ہو تن سے ریزان
تو بولین سب آئے یہ کدھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

کناری چہرے پہ ہی نمایان اور اُسکا چہرہ عرق فشان ہی
یہ سیر دیکھے کوئی نظر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ برق وش بام پر ہی خندان مین نیچے جون ابر رو رہا ہون
عجب ہی یہ لطف اک پہر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

رسا

مہاسے اور داغ چیچک اس روئے منور پہ
لب تنگ شکر پر مور قائم ہین شکر پیدا

ناسخ

بندہ بالون مین نہین تعویذ بالون مین نہین
وہ ستارا صبح کا ہے یہ ستارا شام کا

میر وارث علی جوش

جبین گیسو سے عیان رُخ مانگ مین سلک گہر
یہ شب مہتاب ہی وہ کہکشان ہالا ہے سر

آشفتہ

ہے ہجوم داغ سوزان اور دل مایوس ایک
ہر طرف جلوہ چراغان کا ہی اور فانوس ایک

شاداب

یہ زلف و چشم غیرت شمشاد دیکھنا
نرگس کے پھول یہ ہین وہ نافہ غزال کا

کبھی ایسا کرتے ہین کہ شعر مین ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ باہم ذکر کرین پھر ایک اور مشبہ بہ بیان کرین - اسی طرح دو بار یا تین بار لائین اُسکو تشبیہ مفروق کہتے ہین مثال اسکی -

محسن

نگہہ پاک الف صاد ہے چشم زیبا	لام گیسو ہین سرمو نہین کچھ فرق اصلا

نسیم

تو برق وہان مین جسم من خار	تو سیل روان مین خستہ دیوار
توجوشش یم مین مور کے پر	مین نقش قدم تو باد صرصر

طور

وہ گیسو خط جدول ہین وہ ابرو مد بسم اللہ	وہ رخ قرآن ہی خط تفسیر زیر و زبر ملکین

میر دوست علی خلیل

گل فندقین ہین دزدحنا موتیا کے پھول	گلدستہ جنان ہین ترے اے نگار ہاتھ

احمد

عارض ہین گل انار ہین پستان ذقن ہی سیب	ہین نخل قد یار سن گل بھی ثمر کے ساتھ

انیس

چہل وزن مین تھا پھول تجلی مین نخل طور	گرمی مین محض نار تو نرمی مین صاف نور
آسیب سایہ چال پری قبضہ چشم حور	خود مہر آب زہر تڑپ قہر شور صور

ناسخ

روز نور روز جبین ہی شب معراج ہی زلف	ذوالفقار ابروے محبوب ہی قرآن عارض

ولہ

اشک آتش حلکردہ ہے بجلی نالہ	ہر لخت جگر ہے آگ کا پرکالہ

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سر کردہ کمان	ہین پیش راہوار ونگی گویا کنوتیان
تشدید ون پر ہی طرۂ دستار کلکمان	حرفون کے سرپہ خود ہین یا جزم ہین عیان

سطرین تمام شان دکھاتی ہین فوج کی
مد ہین کہ بیرقین نظر آتی ہین فوج کی

میر محمود خان وج

ابرو ہلال بدر جبین خال ہی زحل
کیونکر نہو فلک یہ تمھارا بھلا دماغ

ابرو

نرگس ہی چشم سرو ہی قد غنچہ ہے دہن
رُخ رشک گل ہی غیرت ابر بہار زلف

بابل ہی چشم ہونٹھ بدخشان ہی رُخ ہی روم
گیسو ہی چین جعد ختن ہے تتار زلف

خالق بخش خالق

سرو قد زلف بنفشہ گل نرگس آنکھیں ہا
تن سمن غنچہ دہن اور گلستان عارض

اگر کسی تشبیہ مین کئی مشبہ اور ایک مشبہ بہ ہو تو اسے تشبیہ تسویہ کہتے ہین جیسے۔

سود

دلکو میان خط و زلف تو جو رکھے ہی عدل آہ
ایک ہی مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو

مشبہ میان خط و زلف دو چیزین ہین اور مشبہ بہ یعنی دام ایک چیز ہے۔

حالی

بے حقیقت ہے شکل موج سراب
تاج جمشید و راج ریحانی ہا

مشبہ دو چیزین ہین تاج جمشید اور راج ریحانی مشبہ بہ ایک ہی یعنی موج سراب۔

ذوق

عجب نہین ہی کہ آرائش زمانہ سے
حنائی پنجہ ہون تاک و چنار و بید انجیر

حسرت

بدن کو جان کو دلکو جگر کو آگ لگی ہا
غم فراق مرے گھر کے گھر کو آگ لگی

مشبہ یعنی بدن اور جان اور دل اور جگر چار چیزین ہین اور مشبہ بہ یعنی گھر ایک چیز ہے۔
اگر اسکے برعکس ہو یعنی مشبہ ایک ہو اور مشبہ بہ متعدد تو اسکو تشبیہ جمع کہتے ہین جیسے۔

کیا جگہ کوچۂ محبوب ہے سبحان اللہ
کوئی جنت کوئی کعبہ کوئی گلشن سمجھا

آباد

دل مین چبھ جاتی ہین اُس حور کی اکثر پلکین
کبھی خنجر کبھی ناوک کبھی نشتر پلکین

ظفر

کیا وصف جبین ہین کہون اُس ماہ جبین کا
اک تختہ سراسر ہے وہ فردوس برین کا

یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے ید بیضا	یا صفحۂ رخسار کسی شوخ جبین کا
یا مشتری و زہرہ ہے یا مہر درخشان	یا جلوۂ پُرنور ہے یہ ماہ جبین کا
یا تخت بلورین ہے کہے لوح یہ سیمین	یا صفحۂ سادۂ کسی انمول نگین کا

انیس

دامن وہ سبز اور وہ نیچے کا اُسکے نور	نکلا ہوا ہے قصر زمرد سے روے حور
فرق جناب خضر پہ روشن ہی شمع طور	بے شبہہ وہ امام کے ہے نور کا ظہور

احمد

تشبیہ کیون نہ ابروے قاتل کو دیجیے	خنجر کے ساتھ تیغ کے ساتھ اور تیر کے ساتھ

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی	خنجر سے زیادہ تر روان تھی
تھی یا کوئی تیغ آتشین دم	یا شعلۂ آتش جہنم

امانت

دوست کے حق مین رگ برگ گل تر ہی مژہ	مدعی کے رگ جان کے لیے نشتر ہی مژہ
شعبدہ باز ہی ساحر ہی فسونگر ہے مژہ	کبھی نیزے کی انی ہی کبھی خنجر ہی مژہ

کبھی ایسا کرتے ہین کہ سلسلہ بہ سلسلہ تشبیہ دیتے جاتے ہین یعنی ایک چیز کو ایک چیز سے تشبیہ دی پھر اس مشبہ بہ کو کسی اور چیز سے تشبیہ دی پھر اُس دوسرے مشبہ بہ کو بھی کسی اور چیز سے تشبیہ دی اگرچہ یہ قسم تشبیہ مفروق مین داخل ہو سکتی ہی مگر چونکہ سنسکرت کے علم بیان مین اسکو علٰحدہ بیان کیا ہی اور نام اسکا شِرنکھلُو پَماں (آخر مین نون غنہ سے) رکھا ہی اسلیے ہم بھی اسکو علٰحدہ بیان کرتے ہین مثال اسکی یہ ہی۔

ذوق

ہر ایک خار ہی گل ہر گل ایک ساغر عیش	ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر
ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب	ہر اک نگہ گہر شب چراغ پر تنویر

کبھی ایک شے کو دوسری کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین پھر اس سے رجوع کرکے مشبہ کو مشبہ بہ پر ترجیح دیتے ہین اس کا نام تشبیہ تفضیل ہے مجمع الصنائع مین اسی طرح لکھا ہے مثال۔

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی	خنجر سے زیادہ تر روان تھی

اول زبان کو خنجر سے تشبیہ دی پھر اُس سے رجوع کر کے زبان کو خنجر پر ترجیح دی -

مثنوی پدماوت

کہون کیا جس گھڑی وہ درۃ التاج	کرے زلفون مین اپنی شانہ عاج
نمایان شانہ و زلف گرہ گیر	ہے ابیض فیل کے دانتون مین زنجیر
غلط مین نے یہ دی ساتھ اسکے تمثیل	کجا زنجیر و دندان و کجا فیل
سیہ زلفون مین اُسکی شانۂ عاج	روان مانند مہتاب شب داج

کبھی ایسا کرتے ہین کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دیتے ہین اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قائل کا مقصود تشبیہ نہین بلکہ دوسری چیز ہے اور حقیقت مین غرض تشبیہ ہوتی ہے اس کا نام تشبیہ اضمار ہے جیسا کہ المعجم مین ہے مثال غلام علی خان وحشت کہتا ہے ؎

دل ترا سنگ ہی پر آگ نہ نکلیگا ہے	رُخ ترا آئینہ ہے پر کبھی حیران تہ ہوا

مرزا نوشہ غالب چلپی دہلی کی تشبیہات مین کہتے ہین -

کیون اسے قفل در گنج محبت لکھیے	کیون اُسے نقطۂ پرکار تمنا کہیے
کیون اسے گوہر نایاب تصور کیجے	کیون اسے مردمک دیدۂ عنقا کہیے
کیون اسے تکمۂ پیراہن لیلےٰ لکھیے	کیون اسے نقش پئے ناقۂ سلما کہیے

اگرچہ بظاہر انکار معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین ان اشیا کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے چنانچہ ان کے اشعار ماقبل مین بھی تشبیہ بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہین -

خاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھیے	سر پستان پریزاد سے مانا کہیے
صومعے مین اسے ٹھہرائے گر مہر نماز	میکدے مین اسے خشت خم صہبا کہیے

بیان تشبیہ قریب

بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ وجہ شبہ اُس مین جلد سمجھ مین آجاتی ہے اسکو تشبیہ قریب کہتے ہین ایسی تشبیہ مبتذل ہوتی ہے اور اُسکے کئی سبب ہین -

(۱) وجہ شبہ واحد ہو جیسے۔

محسن

کہتے ہین حسرت سے خود بین دیکھ کرا ے سادہ رو	ہین مصفا تیرے تلوے یا تجلی پانؤن مین

تلوؤن کی تشبیہ مین آئینے کے ساتھ وجہ شبہ واحد ہے اور وہ صفائی ہے۔

ناسخ

ہو مبارک اُسے دنیا مین سعادتمندی	زلف پیچیدہ جو ہے بال ہما ہو جائے

یہان زلف کی تشبیہ مین بال ہما کے ساتھ مبارک ہونا وجہ شبہ ہے شکل و وضع کو اس مین دخل نہین۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہین	بات گویا نبات اپنی ہے

بات کی تشبیہ مین نبات کے ساتھ وجہ شبہ فقط رغبت ہے۔

قلندر

اے قلندر یہ نظم یا جادو	لوٹے تو لعل سا اگال دیا

نظم کی تشبیہ مین جادو کے ساتھ وجہ شبہ فقط تاثیر ہے اور لعل کے ساتھ وجہ شبہ فقط عمدگی ہے۔

سودا

گجنال مثل رعد کڑکتے تھے دم بدم	آواز شتر نال تھی طاؤس کی جھنکار

آواز گجنال اور رعد کی تشبیہ مین اسی طرح آواز شتر نال اور آواز طاؤس کی تشبیہ مین مہیب ہونا وجہ شبہ ہے۔

قلق

پیٹ نرمی سے صورت مخمل	صاف مانند تختۂ صندل ہے

شکم اور مخمل کی تشبیہ مین وجہ شبہ فقط نرمی ہے اور شکم اور تختۂ صندل کی تشبیہ مین وجہ شبہ فقط صفائی ہے۔

(۲) مشبہ مشبہ بہ سے نسبت قریب کی رکھتا ہو جیسے ناشپاتی کی تشبیہ بہی سے یا بہی کی تشبیہ سیب سے اور لباس کی خلعت سے۔

نسیم

شہزادے نے کر کے پاس اُن کا	خلعت سا دیا لباس اُن کا

میر

انت شیطان کی ہے اُسکی آنت	دانت اُسکا ہی ہاتھی کا سا دانت

مومن

ہر بز بہار صد جنون تھا | ہر سنگ وہان کا بے ستون تھا

ہر سنگ مشبہ اور بے ستون مشبہ بہ ہی اور بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہی۔

وله

خرس کی پشم اشعار خمیدہ | سخت غبار آلا ژولیدہ

رند

اب نہین دل مین کدورت رند حاصل صفا ہی | جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینہ ہوگیا

امیر

ہے سپر پشت مبارک یہ کہ حمزہ کی سپر | ذوالفقار اسد اللہ کہ شمشیر دو دم

(۳) مشبہ بہ اکثر ذہن مین گذرتا ہو جیسے زلف کی تشبیہ سانپ سے۔

وحشت

پھرتی ہی زلف یار آنکھون مین | پیچ کرتے ہین مار آنکھون مین

اور آنکھ کی تشبیہ نرگس سے اور قد کی سرو سے۔

عشرت

رہون دیدار کو لے ہر تا پسند | سراپا چشم مین نرگس کی مانند

اور اس مین وہ صنم با عزت و شان | ادھر ادھر پھرے سرو خرامان

یاس

کہکشان رنگ کرے اترے ہو بار دگر | چاندنی محو ہی انہ پھول سے رخسارو نپر

اور زلف کی تشبیہ زنجیر سے۔

زلف چھو کر اس بت کافر کی قیدی ہم ہوے | جوش آیا ہے دل مین پڑگئی زنجیر اپنے ہاتھ سے پا

اور ابرو کی تشبیہ ہلال و تیغ سے اور مژہ کی تشبیہ نیزہ و برچھی سے جیسے۔

فراست

گھائل تو ہو چکا ہی دل ابرو کی تیغ سے | مژگان کی کیون لگاتے ہو اب برچھیان مجھے

اور جبین کی تشبیہ ماہ سے جیسے۔

غنی

پریون کو بھی ملی نہین یہ نازنین جبین | ابرو تری ہلال ہے ماہ مبین جبین

اور بال کی تشبیہ سنبل سے جیسے۔

میرحسن

کسی نے دیے کھول سنبل سے بال	لیا پانچون جون گل کیے سرخ گال

اور زنخدان کی تشبیہ سیب یا بہی یا کنوین کے ساتھ۔

تسلیم سہسوانی

وہ زنخ اُسکی مثل سیب و بہی	بلکہ سیب و بہی کو اُس سے بہی

اور کاکل کی تشبیہ اژدہا کے ساتھ۔

عبرت

ذقن چاہ وصف مژگان وہ خونخوار	وہ کاکل اژدہا زلف سیہ مار

اور لب کی تشبیہ برگ گل سے اور رخسار کی تشبیہ لالہ سے اور زلف کی تشبیہ سنبل سے۔

میرحسن

تری چشم اور لب پیارے تری زلف اور رخسار	وہ نرگس ہی یہ برگ گل وہ سنبل ہے یہ لالہ ہی

اور دانتون کی تشبیہ موتی کے ساتھ جیسے۔

ضامن

گوہر نایاب ہین دندان دہان یار مین	سرخی لعل بدخشان ہے زبان یار مین

اور عقل کی تشبیہ چراغ سے جیسے۔

ناسخ

متضرر نہو دماغ کبھی	گل نہو عقل کا چراغ کبھی

اور رخ کی تشبیہ خورشید سے جیسے۔

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا	مثل خورشید درخشان رخ روشن نکلا

بیان تشبیہ بعید

بعض تشبیہ ایسی ہوتی کہ اُس مین وجہ شبہ بعد تامل کے معلوم ہوتی ہے اس کو تشبیہ بعید اور غریب کہتے ہین اور اُسکے کئی سبب ہین۔

(۱) وجہ شبہ متعدد ہو جیسے۔

جرأت

تشبیہ رگ گل سے انھین دون تو ہے زیبا
ڈورے ہین تری آنکھ کے ای رشک چمن رخ

آنکھ کے ڈورون کو رگ گل سے تشبیہ دی ہی اور وجہ شبہ ایک تو سرخی ہی اور دوسرے باریکی۔

آتش

سرمہ منظور نظر ٹھہرا ہے چشم یار کو
نیلگون گنڈا پنھایا مردم بیمار کو

سرمے کی تحریر کو نیلگون گنڈے سے تشبیہ دی ہی اس مین وجہ شبہ دو چیزین ہین ایک رنگ دوسرے باریکی

آتش

بل نہ نکلا تری زلفون کا صنم شانے سے
واقعی زور نہین پنجۂ شل سے ہوتا

شانے کی تشبیہ مین پنجے کے ساتھ وجہ شبہ متعدد ہی ایک تو صورت اصلی کہ اُس مین دندانے انگلیون کی طرح ہوتے ہین دوسری وجہ شبہ بے حس وحرکت ہونا ہے۔

(۲) وجہ شبہ مرکب ہو جیسے۔

سودا

یون منعکس صفائے عمارت سے ہو چمن
جو ایک رو مکان ہو سو معلوم ہو دورو

چادر تلے ہو آب کے یون سنگ آبشار
چین برجبین نقاب تلے جون رخ نکو

یون جلوہ گر ہو سرو کا سایہ کہ جس طرح
کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنار جو

ولہ

بخشتی ہے گل نو رستہ کی رنگ آمیزی
پوشش چھینٹ قلمکار بہر دشت وجبل

تابارش مین پروتے ہین گہر ہائے تگرگ
ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر
ساغر لعل مین جون کیجے زمرد کو حل

آتش

ذقن یار مین کی خط نے رسائی پیدا
چاہ یوسف مین خضر بہر تماشا کودا

انیس

یون برچھیان تھین چار طرف اُس جناب کے
جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے

(۳) مشبہ کو مشبہ بہ کے ساتھ دو کی نسبت ہو جیسے۔

آتش

گورے گالون پر ترے زیبا ہی خال عنبرین
تھا یہی مینا سزاوار ایسی لوح سیم کا

ظاہر ہے کہ گورے گالون اور سیاہ خال کو لوح سیم اور مینا کے ساتھ عدم اعتبار تشبیہ کی صورت مین مناسبت نہین۔

سُرمے کا چشم یار کے دل گشتہ ہوگیا
ولم مارا پڑا ہے زنگی ابلق سوار سے

لطف

جو پریزاد کا خال تہ گیسو ہوگا
جان لو سانپ کے نیچے کا وہ بچھو ہوگا

مصحفی

حق نے کیا اُس کو تازگی دی ہے
ہر بنا گوش گُل کی پتی ہے

وزیر

جا کے دل بھول گیا راہ نہ آیا پھر کر
کوچۂ زلف ہے یا بھول بھلیان سر پر

(۴) مشبہ بہ ذہن مین ندرت کے ساتھ آئے بسبب اُسکے کہ وہمیات سے ہو یا خیالات سے۔

رند

دہان یار مین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا
کسی نے چھوڑ دی ہے لال مچھلی حوض کوثر مین

خلیق

موے سر پا نو نپہ اے رشک صنوبر یہ نہین
سرو کی چوٹی سے نکلا ہے نہال کاکل

امانت

جلوہ کاکل کا نہین رُخ پہ نظر آتا ہے
کان کی لو کا دُھوان ناز سے بل کھاتا ہے

ولہ

بخشی کیا زیور نے اُس رشک چمن کو تازگی
کان کا پتا نہال تن کو کونپل ہوگیا

قلق

نظر آیا جو اُس کے کان مین یاقوت کا بندہ
کہی یہ بات دل نے ہین یہ مار زلف پیچان کا

وزیر

لگا مضمون ہاتھ اُس کان کی مچھلی کی بالی کا
یہ ہمنے چشمۂ خورشید سے مچھلی نکالی ہے

گوکل پرشاد رسا

بکھرے رُخسار و نپہ گیسو جو ترے سیم بر آج
سانپ اُڑتے نظر آئے مجھے خورشید پر آج

کوکلا

نہین گیسوے عنبرین اُن کے	دود بخت سیاہ عاشق ہے

امانت

ناک کے پاس بھوین سر نہین توڑلئے ہین	شاخ بلورین ہین تلوار کے پھل آئے ہین

تشبیہ مین وجہ شبہ جس قدر ترکیب زیادہ رکھتی ہوگی اُسی قدر اُس مین بعد اور غرابت زیادہ ہوگی اور جتنی کم تفصیل اور ترکیب رکھتی ہوگی اُتنی ہی زیادہ قریب اور مبتذل ہوگی۔ تشبیہ مین جس قدر بعد و غرابت زیادہ پیدا ہوتے ہین اُسی قدر زیادہ **بلیغ** ہوتی ہے اور بہ نسبت قریب و مبتذل کے اُس مین بہت لطف ہوتا ہے پس مولوی شبلی نے جو موازنہ مین تشبیہ قریب الفہم کو تشبیہ کا بڑا کمال سمجھا ہے تحقیق کے خلاف ہے۔

کبھی تشبیہ مبتذل تھوڑا سا تصرف کرنے سے غریب ہوجاتی ہی جیسے زلف کو شانہ پر افتادہ ہونیکے سبب سے دل خانہ بدوش کہین۔

ذکی

شانونپہ اُس پری سے پریشان جو زلف ہے	انداز اُڑائے ہے دل خانہ بدوش کا

یا زلف کے دونون رخسارونپر آویختہ ہونے کی وجہ سے اُسکو مار دوسر سے ساتھ تشبیہ دینا۔

نفیس

تشبیہ دے چکا ہون مین مار دوسر کے ساتھ	زلفونکو اُسکی ہاتھ لگاتا ہون ڈر کے ساتھ

یا دونون ابرون کو دو ہلالون سے تشبیہ دے کر اُن کے یک جا نظر آنے کا ادعا کرنا۔

ظفر

ابرو مین تماشا ترے اے رشک قمر دو	یک جامہ مُنو سامنے آتے ہین نظر دو

مرزا محمد اسمعیل طپش

کہا دل سے کہ چل تجھکو تماشا ایک دکھلاؤن	نہ کاکل عرق آلودہ وہ گردن جھلکتی ہے
لگا کہنے طپش مین گھر سے باہر کسطرح نکلون	اندھیری رات ہے برسات ہی بجلی چمکتی ہے

اگرچہ تنہا کاکل کی تشبیہ اندھیری رات سے اور عرق کی برسات سے اور جھلکتی ہوئی گردن کی چمکتی ہوئی بجلی سے عامیانہ ہی مگر تینون کے ایک جا جمع ہونے سے نادر ہوگئی ہی۔

برق

جھکا بارِ پستان سے چلنے مین قد	انارون سے خم شاخ تر ہوگئی

پستان کو انار سے تشبیہ دی ہے اور یہ کوئی غریب تشبیہ نہین مگر تصرف کرنے سے غرابت آگئی۔

کندن کی طرح جسم دمکتا ہے یار کا	ولہ	پھبتا ہے کمر پہ سوجھی ہی سونے کے تار کی

سونے کے تار سے ساتھ تشبیہ کمر یار کی مبتذل تھی مگر کندن کیطرح دمکنے کی مناسبت سے نادر ہوگئی۔

آباد

شک ہے کمر یار کے اوپر رگ جان کا	کیسی رگ گل رشتۂ باریک کہان کا

شاعر کو کمر یار کی تشبیہ رگ گل اور رشتۂ باریک کے ساتھ بھی منظور ہے اور یہ تشبیہ مبتذل تھی مگر استفہام انکاری کے طور پر بیان کرنے سے غرابت ہوگئی۔

عاشق

دانتوں مین زلف کو جو دباتے ہو بار بار	کاٹے گا خاک سانپ کا جب سر کچل گیا

زلف کی تشبیہ سانپ کے ساتھ مبتذل تھی مگر شاعر کے تصرف سے اُس مین غرابت آگئی۔

عجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا	مجھ سے یہ اک کار خطا ہوگیا

تشبیہ زلف کی مُشک کے ساتھ مبتذل تھی مگر خطا کے ذکر سے غرابت آگئی۔

مملو

مصحف رخسار پر رکھتی قدم ہے بار بار	زلف کافر کو عبث سر پر چڑھایا آپنے

رخسار کی تشبیہ مصحف کے ساتھ اگرچہ مبتذل ہے مگر کافر کے ذکر نے اُسے نادر کر دیا۔

حسام

ہندوے زلف کی صحبت ہی انھین آٹھ پہر	نہین معلوم کہ کیسے ہین مسلمان عارض

زلف کی تشبیہ ہندو کے ساتھ ہے اور مسلمان کے ذکر کی وجہ سے اس مین غرابت آگئی ہے۔

میر قاسم علی شوکت

کتنے دکھلایا ہے یہ چاند سا تلوا مجھکو	ایڑیاں گھستے ہی گذرا یہ مہینا۔ ۔۔۔

اگرچہ تلوے کی تشبیہ چاند کے ساتھ مبتذل ہی مگر ایڑیان گھسنے اور مہینے کے ذکر نے اسے بلیغ کر دیا ہے۔

نسیم

موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جوان کا	اک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا

لٹھ کی تشبیہ عصاے موسےٰ کے ساتھ غریب نہ تھی مگر جب یہ کہا کہ ایک ہی لاٹھی سے سب

مانکا تو اس مین غرابت آگئی۔

آصف الدولہ

زلف مشکین مین پر پردے یہ دل کیون نہ پھنسے	ایسا صیاد ہو اور ہاتھ مین دام ایسا ہو

زلف کی تشبیہ دام کے ساتھ اور معشوق کی تشبیہ صیاد کے ساتھ اگرچہ مبتذل ہی مگر ان کے اجماع سے غرابت آگئی۔

الہام

نگہ وہ دشنہ کہ طعنہ کٹار پر مارے	مژہ وہ تیر کہ خنجر کو دھار پر مارے

اگرچہ نگاہ کی تشبیہ دشنے کے ساتھ اور مژہ کی تشبیہ تیر کے ساتھ بلیغ نہین مگر کٹار پر طعنہ مارنے اور خنجر کو دھار پر مارنیکے ذکر سے غرابت آگئی۔

عاصی

دل مبتلا ہے عشق زنخدان یار مین	کافی ہے ڈوبنے کے لیے یہ کنوان مجھے

زنخدان کی تشبیہ کنوین کے ساتھ مبتذل ہی مگر ڈوبنے کے ذکر نے ندرت پیدا کردی۔

عشقی

خدا جانے ہوا ای بت کیا بلا چاہ زنخدان مین	نہ مانگا اُسنے پانی جو گرا چاہ زنخدان مین

پانی نہ مانگنے کے ذکر نے اس تشبیہ مین ندرت پیدا کردی ہے۔

رسا

دیتے ہین قد یار سے کیون سرو کو تشبیہ	وہ بے ثمر ہے اس مین ہی سیب ذقن پھل

سرو اور قد یار کی تشبیہ مین بوجہ اپنے مفردات کے کوئی غرابت نہین مگر ثمر کے ذکر کی وجہ سے غرابت آگئی

سلام

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ	درازی رات کی بیمار سے پوچھ

اگرچہ زلف کی تشبیہ رات سے اور آنکھ کی بیمار سے علحدہ علحدہ کوئی غرابت نہین رکھتی مگر ان کے اجماع سے ندرت آگئی۔

گویا

کیونکر کہون پیشانی کی افشان کو ستارے	جب ماہ نہ ہو چہرۂ تابان کے برابر

اور اگر تشبیہ مبتذل مین تصرف بطریق شرط کے ہو تو اُسکو تشبیہ مشروط کہتے ہین جیسے یون کہین کہ تجھکو سرو کہہ سکتے ہین اگر سرو مین ماہ کا ثمر لگتا ہو یا تجھکو ماہ کہہ سکتے ہین اگر ماہ مین سرو کا قد ہو۔

شاب ساکن حاورہ

برگ گل کی طرح ہین لب اُسکے	اُس مین اعجاز کا اثر ہوا گر
اُس کی آنکھین ہین صورت نرگس	اُس مین بینائی کا گذر ہوا گر

اسی قبیل سے ہے۔

وقر

اُس صبح رُخ کے ناخن پا کا جواب تھا	ہوتین بلندیان اگر ابروے شام مین

انیس

رُخسار کو قمر جو کہون اُس مین داغ ہے	خورشید ہی تو کیا ہی وہ دن کا چراغ ہے

غلام علیخان وحشت

دل ترا سنگ ہی پر آگ نہ نکلا کا ہے	رُخ ترا آئینہ ہی پر کبھی حیران نہ ہوا

مفردات اُسکے تبذل ہین مگر بوجہ استدراک کے غرابت پیدا ہو گئی۔

دبیر عون و محمد کے سراپا کے بیان مین کہتے ہین

رو دار ہے خورشید پہ ابرو نہین رکھتا	ابرو مہ نو رکھتا ہے پر رو نہین رکھتا
قدر کھتا ہی طوبےٰ پہ یہ گیسو نہین رکھتا	سنبل کے ہین گیسو قد دلجو نہین رکھتا

گر آنکھ ہی نرگس کی تو بینائی نہین ہے
غنچہ کے دہن ہی تو یہ گویائی نہین ہے

گو ہے گل جنت مین یہ رخسار نہین ہے	ایمن مین تجلی ہی یہ دیدار نہین ہے
قدر کھتا ہی طوبےٰ پہ یہ رفتار نہین ہے	شیرین لب کوثر ہی یہ گفتار نہین ہے

آئینے مین رو ہے یہ خط سبز کمان ہی
غنچے کے دہن ہی نہ زبان ہی نہ بیان ہے

شامل پر پوشیدہ نہین ہی کہ ان اشعار مین چہرے کی تشبیہ خورشید کے ساتھ اور ابرو کی تشبیہ مہ نو کے ساتھ اور قد کی تشبیہ طوبیٰ کے ساتھ اور آنکھ کی تشبیہ نرگس کے ساتھ اور دہن کی تشبیہ غنچے کے ساتھ اور رخسار کی تشبیہ گل کے ساتھ اور ہونٹ کی تشبیہ لب کوثر کے ساتھ اور رو کی تشبیہ آئینے کے ساتھ ملحوظ ہی مگر اس طرح بیان کیا ہی کہ غرابت آ گئی ہے۔

اسی قبیل سے ہی ناسخ کا یہ شعر۔

مشک مین خوشبو ہے پیچ و تاب مثل تو نہین	پیچ ہین سنبل مین مثل ہو مگر خوشبو نہین

المعجم فی معاییر اشعار العجم مین شمس الدین محمد بن قیس الرازی نے تشبیہ مشروط کے بعد تشبیہ معکوس لکھی ہے اور اُسکی تعریف مین کہا ہے کہ **تشبیہ معکوس** یہ ہے کہ اول ایک چیز کے ساتھ دوسری چیز کو تشبیہ دین پھر بعد اُسکے مشبہ بہ کو دوسری وجہ سے مشبہ کے ساتھ تشبیہ دین جیسے گھوڑونکی ٹاپون سے میدان جنگ کی زمین ہلال کی طرح ہوگئی اور ہلال زمین کی طرح اول زمین کو گھوڑون کے نعل کی وجہ سے ہلال کے ساتھ تشبیہ دی پھر ہلال کو کثرت غبار سے زمین کے ساتھ تشبیہ۔ دوسری مثال۔ ممدوح کی تعریف مین کہے اُس کے حلم کے آگے بھاری زمین ہوا کی طرح ہلکی ہے اور اُسکی طبع کے مقابل ہلکی ہوا زمین کی طرح بوجھل ہے۔ تیسری مثال۔ روے زمین ہتھیارون کی کثرت سے پشت فلک کی طرح ہوگیا اور غبار کی وجہ سے روے فلک پشت زمین کی طرح بن گیا۔

ظفر

خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہین فقیر	اور وہ جانتے ہین مسند کمخواب کو خاک

منیر

انقلاب آب دریا مین تری ہے سنگ ساحل مین	کلیجا پانی کا پتھر ہے پتھر کا جگر پانی

بیان تشبیہ تمثیل و تشبیہ غیر تمثیل

اگر وجہ شبہ کئی چیزون سے حاصل ہوئی ہو تو اُسکو **تشبیہ مرکب** کہتے ہین اور **تشبیہ تمثیل** بھی اسی کا نام ہے مگر بغیر قید تشبیہ کے صرف تمثیل نہین کہتے اور سکاکی نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ وجہ شبہ وصف حقیقی نہ ہو بلکہ امر متوہم ہو اور شیخ عبدالقاہر جرجانی کے نزدیک تشبیہ تمثیلی وہ تشبیہ ہے جس مین وجہ شبہ مرکب عقلی ہو اور اگر مرکب حسی ہو تو اُسکو **تشبیہ تمثیلی** اور **ضرب المثل** نہ کہنا چاہتے جیسے مہر کے اس شعر مین ؎

اے مہر ہیچ مثل ہی جو عالم ہے بے عمل	گویا وہ اک گدھا ہی کتب سے لدا ہوا

اس مثال مین عالم بے عمل مشبہ اور گدھا کتابون سے لدا ہوا مشبہ بہ ہی اور محنت اُٹھانا اور پھیر ایسے بڑے نفع کی چیز سے محروم رہنا صفت مجموعی کہ مرکب کئی چیز سے ہی وجہ شبہ ہے اور یہ صفت حقیقی نہین ہے اور عقلی بھی ہی پس یہ سب کے نزدیک تمثیل ہے سکاکی کے نزدیک باعتبار

غیر حقیقی ہونے کے اور شیخ کے نزدیک باعتبار عقلی ہونے کے اور جمہور کے نزدیک اس واسطے کہ ان کے نزدیک یہ قیود معتبر نہین بلکہ عام ہے اس سے کہ حسی ہو یا عقلی اور حقیقی ہو یا غیر حقیقی پس شعر مین -

[illegible]

چمن مین گل پہ یون ہی قطرۂ شبنم پڑا چمکے ۔۔۔ انگوٹھی پر گویا سونے کی اک الماس ہے دمکے

قول شیخ کے [illegible] تمثیل نہین ہی کیونکہ اس شعر مین ایک سرخ اور مدور چیز کے درمیان ایک سفید و براق چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہی اور یہ امر مرکب حسی ہی اور چونکہ یہ وصف حقیقی ہی اس لیے سکاکی کے نزدیک بھی تمثیل نہین -

عبرت

دردندان دہن مین یون ہین باہم ۔۔۔ نہان غنچے مین جون قطرات شبنم

اس شعر مین بھی وہی حال ہے کیونکہ ایک گول اور سرخ فام چیز مین ایک سفید اور براق چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہی اور یہ مرکب حسی اور وصف حقیقی ہے۔

سودا

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف ۔۔۔ ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا

جو ناتوان نہ کرین دست گیری دشمن ۔۔۔ تو خار و خس نہ کرے شعلے کو کبھو بر پا

فتادگی مین یہ عزت ہی دیکھ اے سرکش ۔۔۔ کہ نیک و بد لے کیا نقش پا کو راہ نما

سب کے نزدیک ان اشعار مین تمثیل ہے -

اور اگر وجہ شبہ مرکب نہوگی بلکہ واحد یا متعدد ہوگی تو اُسکو **تشبیہ غیر تمثیل** کہین گے **مثال اول** جیسے خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک و عنبر کی تشبیہ مین اور جرأت زید اور شیر کی تشبیہ مین **مثال دوم** جیسے بہی کی تشبیہ مین سیب کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو اور زلف و سنبل کی تشبیہ مین درازی اور باریکی اور پیچیدگی -

بیان تشبیہ مفصل و مجمل

جس تشبیہ مین وجہ شبہ مذکور ہو اُسکو **تشبیہ مفصل** کہتے ہین جیسے فلان آدمی شجاعت مین شیر کی طرح ہے -

گلزار نسیم

دستور کہ عرض کر چکا تھا ۔۔۔ آشفتہ دل بدگمان سا تھا

ولہ

وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر | مانند سرشک چشم مادر

ولہ

لرزہ سا چڑھا وہ دیونی پر | مانند حواس اڑی وہ مضطر

ظفر

اُس شعلہ خو سے بزم جہان مین لگا کے لو | مانند شمع آپ کو ہم نے گھلا دیا

دبیر

سیماب سا سینے مین تڑپنے جو لگا دل | گر گر کے کئی بار اُٹھی صورت بسمل

نفیس

چمک رہے ہین دُرِ نظم اخترونکی طرح | ادا ہے شاہد مضمون مین دلبرونکی طرح

ذوق

ہوا مین ہی یہ طراوت کہ دود گلخن بھی | برسا اُٹھتا ہی آتش سے مثل ابر مطیر

ناسخ

ایسی تاریکی ہی مانند زحل ہووے سیاہ | اے گر خورشید میرے بیت احزان کیطرف

ناسخ

حویلی ہو گئی لنکا کی طرح اے یار سونے کی | ترے پرتو سے ہوتی ہے گلی دیوار سونے کی

اسی قبیل سے ہی وہ تشبیہ بھی جس مین وہ چیز مذکور ہو جسکو وجہ شبہ لازم ہو جیسے۔

ظفر

حلاوت اس شوخ لعل لب کے نہ پُوچھو بُوسے کی ہی یہ شیرین
کہ جو کوئی انگبین خالص کو گھول دے لے کے آب خالص

ولہ

کھائے ہی کس کس حلاوت سے دل عاشق سے | شیر غم شیرین مثال نیشکر پیدا ہوا

بیت اول مین لب معشوق کے بوسے کو شہد مین گھلے ہوے آب خالص سے تشبیہ دی اور دوسری بیت مین شیر غم کو نیشکر سے تشبیہ دی ہی۔ اور وجہ شبہ دونون جگہ شیرینی بیان کی ہی اور درحقیقت وجہ شبہ دونون جگہ رغبت ہے اور وہ شیرینی کو لازم ہے اور یہ بوسۂ لب معشوق اور

شہد مین حل کیے ہوے آب خالص مین مشترک ہے اسی طرح غم اور نیشکر مین بھی رغبت مشترک ہے اور شیرین دونون جگہ وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ مطعومات کے خواص مین سے ہی پس شیرینی بوسے اور غم مین موجود نہ ہو گی کیونکہ وہ کھانے کی چیزون مین سے نہین ہین اور جامع کے لیے یہ ضرور ہو کہ وہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین موجود ہو اور حق یہ ہے کہ ایسی چیز کو وجہ شبہ کی جگہ ذکر کرنا جو خود وجہ شبہ نہو بلکہ وجہ شبہ کا ملزوم تسامح اور تساہل ہے اسی قبیل سے ہی ان دو شعرون مین۔

شہیدی

کبھی عمداً جو ہکلا کر وہ مجھ سے بات کرتا ہے	مزہ دیتا ہی اُس کا ہر سخن قند مکرر کا

وجاہت

کیا ذائقہ بیان کرون اُسکی بات کا	جو بات ہی پس اُس مین مزہ ہی نبات کا

[illegible]

حرف جانے کا زبان پر لانا اے جانان مرے	ہے وہ میرے حق مین جیسے موت کا پیغام [illegible]

[illegible] جانے کی بات کو موت کے پیغام کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور مذکور بیان تلخی حالانکہ درحقیقت وجہ شبہ ناگواری ہے جو تلخی کو لازمی ہے۔

مومن

در د شراب و سختی قاتل	تلخ سخن مانند ہلاہل

سخن کی تشبیہ مین ہلاہل کے ساتھ وجہ شبہ ناپسندیدگی ہے اور وہ تلخی کو لازم ہے۔

عبرت

پر اُسکے سبز مثل بخت کامل	یہ منقار اُسکی پر خون صورت دل

پرون کی تشبیہ مین بخت کامل کے ساتھ وجہ شبہ عمدگی ہی اور وہ سبزی کو لازم ہی اور یہ پر اور بخت کامل مین مشترک ہی اور سبزی وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ اجسام کے عوارض مین سے ہی جو محسوسات مین داخل ہے اور بخت عقلیات مین سے ہی پس سبزی بخت مین موجود نہو گی۔

ولہ

اگرچہ سبز ہے ظاہر مرا رنگ	یہ باطن مین مرے آتش ہی جون سنگ

طوطے۔ باطن کی تشبیہ مین سنگ کے ساتھ وجہ شبہ سوز ہی جو آتش کو لازم ہے۔

غلام سبحان قدیر

چلا یا جو پروانہ سان اُسنے مجھکو ■ ہما ہین نے بھی شمع رو اُس کو جلکر

متکلم کی تشبیہ مین پروانے کے ساتھ وجہ شبہ ■ جلنے کو لازم ہے۔

ذوق

■ مین شمس ہی تو علم مین ■ ن گوہر | فضل مین کعبہ ہی تو حلم مین کوہ رحمت

انسان کی تشبیہ مین شمس کے ساتھ عقل وجہ شبہ نہین بلکہ انکشاف ہے جو عقل کو لازم ہی اور یہ انسان وشمس دونون مین موجود ہی اور عقل وجہ شبہ اسلیے نہین کہ وہ انسان سے مخصوص ہے اور اجرام علوی غیر ذی روح ہین اسی طرح انسان کی تشبیہ مین کان گوہر کے ساتھ وجہ شبہ کثرت منفعت ہی جو علم کو لازم ہے اور یہ ذی علم انسان اور کان گوہر مین مشترک ہی اور علم وجہ شبہ نہین کیونکہ وہ ذی روح وذی عقل کی شان سے ہی پس علم کان گوہر مین موجود نہوگا اور کوہ رحمت کے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ برداشت کرنا ہے اور یہ امر انسان اور کوہ مین مشترک ہی اور حلم وجہ شبہ نہین کیونکہ حلم عذاب مین آہستگی کرنے کو کہتے ہین اور یہ امر پہاڑ مین پایا نہین جاتا۔

ناسخ

غمخانہ تیری یاد مین ہی سیم ہرد بشت | زہر غم فراق بمزے مین ہے دہشت

زہر غم فراق کی تشبیہ مین دہشت کے ساتھ کہ ایک قسم ■ ائی ہی وجہ شبہ درحقیقت مزہ نہین بلکہ مرغوبی ہی جو مزہ کو لازم ہے۔

اور وجہ شبہ مذکور نہو تو اس تشبیہ کو تشبیہ مجمل کہتے ہین اور یہ کئی طرح ہے۔

(۱) یہ کہ وجہ شبہ غیر مذکور اُس مین ایسی ہو کہ ہر ایک کو بے تامل معلوم ہو سکتی ہو جیسے۔

مرزا حاتم علی مہر لکھنوی

بھوین تلوار ہین تو تیری نگاہین ہین تیر | موے مژگان جنھین سب لیتے ہین دو بھالے ہین

جنون

کسی نے تارے نہین دیکھے چاند مین ابتک | تمھارا چاند سا چہرہ ہی اور تارے گال

■ سمائے نہین جامے مین خوشی کے مارے چراغ | جب دیکھا ہی ترے پھول سے رخساروں کو

مومن

داغ اُسکے زبس مثال گل تھے | تھے ہاتھ لہان نہال گل تھے ■

نسیم

ہم بستر آدمی پری تھی	سائے کی بغل مین چاندنی تھی

نادر

سی ہی مثل سرکہ لب اُسکا انگبین ہے	بوسہ جو آج لیجے لطف سکنجبین ہے

عبرت

نکل کر جب چلی گلشن سے وہ ماہ	تدرو باغ بولا بھر کے اک آہ
مین کہتا تھا کہ سرو بوستان ہے	نہ سمجھا یہ کہ تو سرو روان ہے

(۲) وجہ شبہ غیر مذکور پوشیدہ ہو اور سوا خواص کے اسکو کوئی اور معلوم نہ کر سکے جیسے۔

مومن

ہے رگ خواب سے غفلت محسوس	ہوگئی طرز تجاہل کابوس

وجہ شبہ تشبیہ تجاہل مین کابوس کے ساتھ نیند مین ڈر کر چونک پڑنا اور چلانا اور آواز مین اختلال آجانا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اُمور ہر آدمی پر فوراً ظاہر نہین ہو سکتے۔

اسرار

وہ جب ہنستے ہین یہ کہتا ہون یارب	یہ بجلی دیکھیے گرتی کہان ہے

یہان ہنسنے کی تشبیہ برق کے ساتھ واقع ہوئی ہے ہنسنا معشوق کا بسبب شوخی کے واقع ہوتا ہے یا بسبب اسکے کہ ہنسنے مین دانت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہو جاتی ہے اسواسطے اسکو برق سے تشبیہ دیتے ہین اور یہ اُمور سوائے خواص کے اور کوئی دریافت نہین کر سکتا۔

ذوق

واہ وا کیا معتدل ہے باغ عالم کی ہوا	مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا

موج صبا کو صاحب صحت کی نبض کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ مشابہت ایسی چیز ہے جس کو سوائے طبیب کے دوسرا نہین جان سکتا مثلاً صاحب صحت کی نبض طول مین چار انگل سے نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ اور انگلیون کو اُسکی حرکت زور سے صدمہ نہین دیتی اور نہ جلد چلتی ہے نہ آہستہ اور چھوتے مین نہ گرم معلوم ہوتی ہے نہ سرد اور نہ انگلیون کی چوڑائی سے اُسکی حرکت زیادہ ہوتی ہے نہ بہت کم اور اُسکی حرکت ایک ہی طور پر ہوتی ہے اور ڈاکٹرون کے قول کے مطابق بلوغت مین صاحب صحت کی نبض ایک منٹ مین نوے مرتبہ چلتی ہے اور جوانی مین چہتر مرتبہ۔

ولہ

باس دین ہی اجو زنار کی چاہے تبدیل | دوش گردون پہ خط منطقہ ہو خط نطاق

خط منطقہ ایک دائرہ ہے کہ بارون برج اُسی دائرے پر واقع ہین اور نطاق کمر بند یعنے پٹکے کو کہتا ہین دائرہ منطقہ البروج کا اپنی حمائلی شکل جو پہنی ہوئی زنار سے مشابہت رکھتی ہے چھوڑ کر ایسے خطکی شکل اختیار کر لینا جو کمر سے بندھے ہوے پٹکے کی طرح جس مین زنار کی شکل نہین ہوتی وجہ شبہ ہے اور یہ باتین عوام کی سمجھ سے دور ہین ۔

دل افگار کا ہے سودۂ الماس علاج | ولہ | سنگ ہی سنگجراحت لبِ زخم جہان

سنگ کو سنگجراحت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ زخم سے خون کا بند کرنا خشکی پیدا کرنا اور رطوبت کو سکھانا وغیرہ افعال ہین جنکو سواے طبیب کے دوسرا نہین سمجھ سکتا ۔

ولہ

افعی زلف کے کاٹے کو ہی جون مہرۂ مار | گوش خوبان مین تہ زلف سمن سا گوہر

گوہر کو مہرۂ مار سے تشبیہ دی ہی جو ایک پتھر سے جسے سانپ کے کاٹے ہوے زخم پر لگاتے ہین تو چپک کر زہر چوس لیتا ہی وجہ شبہ اپنی تاثیر سے سانپ کے زہر کو دفع کرنا ہی اور یہ امر سواے طبیب کے دوسرے کو معلوم نہین ہو سکتا ۔

گر سحاب قہر تیرا ہو تگرگ افشان تو ہو | ولہ | حال اہل قاف وہ ای خسرو عالی مقام
وادی بطحا مین جیسے بر سر اصحاب فیل | | معجز طیرا ابابیل آیا وقت انہزام

ممدوح کے سحاب قہر کی تگرگ افشانی کو اہل قاف پر اُس واقعہ کے ساتھ تشبیہ دی ہی جو کعبے کے پاس اصحاب فیل کو ابابیل سے پیش آیا تھا اور وجہ مشابہت اس مین جو بات ہے اُسکو عوام مشکل سے جان سکتے ہین ۔

امیر

دل صاف زبان صاف سخن صاف ہی میرا | موتی کی لڑی ہے یہ مسلسل ہی جو تحریر

یعنی جسطرح لڑی کا ہر موتی اچھا معلوم ہوتا ہی اور لڑی کے کسی حصے مین چھوٹے بڑے ہونے کا تفاوت نہین پایا جاتا یہی حال میری تقریر کا ہی کہ اُسکے کسی حصے مین تفاوت اور نقصان نہین ہوتا وجہ شبہ مشبہ اور مشبہ بہ مین ایسا تناسب ہی جس مین تفاوت ممتنع ہی مگر فرق اسقدر ہی کہ مشبہ بہ مین یہ تناسب فقط صورت کے اعتبار سے اور مشبہ مین صورت یعنی لفظ اور معنے دونون کے اعتبار سے اور ظاہر ہے کہ اس وجہ کو سواے خاص کے

دوسرا آدمی نہین جان سکتا۔

یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت ہین	ولہ انہین اشک مسلسل بالیان ہین خرمن دل کی

(۳۶) تشبیہ مین مشبہ اور مشبہ بہ کا وصف مذکور نہو اور مراد وصف سے وہ چیز ہو جس سے وجہ شبہ پر دلالت ہوتی ہو۔

[illegible]

ہلال ابروے قاتل نے معرکہ مارا	نیام شب مین نہان تیغ آفتاب ہوئی

ابرو کو ہلال کے ساتھ اور شب کو نیام کے ساتھ اور آفتاب کو تیغ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کسی کے ساتھ کوئی ایسا لفظ مذکور نہین جس سے وجہ شبہ پر اشارہ ہوتا ہو۔

امانت

پیستا ہی دانت سوتے مین وہ دریاے مراد	خواب مین دیکھے نہ تھے ہمنے تو گوہر پروتے

چونکہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین سے ایک کے لیے بھی کوئی وصف مناسب مذکور نہین ہے اس لیے وجہ شبہ پر ایما نہین ہوتا۔

[illegible]

دندان و لب کے وصف مین تشبیہ ہے نئی	دو لعل ہین ازل سے یکان گہر کے ساتھ

قلق

یاقوت کان مین جگر سنگ مین ہے لعل	صورت یہ ہے صنم ترے منہ مین اگال کی

یہان مشبہ اور مشبہ بہ دونون مین سے کسی کا وصف مذکور نہین اسلیے وجہ شبہ پر اشارہ کسی لفظ سے نہین ہو سکتا

سرفراز علی خان وحید

افعی لہو ناگن کہو اژدر نہ بناؤ	اتنا نہ بڑھاؤ سخن تہ زلف

(ز) صرف مشبہ کا وصف مذکور کرین جیسے۔

اختر

کبھی مرجان کبھی یاقوت کبھی لعل لکھا	چوری کرتا ہون مین اے دست حنائی تیری

مشبہ یعنی دست کا وصف حنائی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجہ شبہ دست کی تشبیہ مین مرجان اور یاقوت اور لعل کے ساتھ سرخی ہے۔

دل یہ کہتا ہے بدخشان مین شفق پھولی ہے	سرخ جب ہونٹ ترے پان سے ہم دیکھتے ہین

ہونٹ مشبہ ہے اور شفق مشبہ بہ ہے اور سُرخی وپان وصف مشبہ کے ہین جن سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ وجہ شبہ یہان سُرخی ہی -

نادر

گوندھا چوٹی کو جو مو باف سبہ سے اوپر یار ~~~ نے ہُوا تیار یہ اک اور جوڑا سانپ کا

مومن

تھی پشت خمیدہ یا کمان تھی ~~~ تھا تیر کہ آہ خون چکان تھی

(۵) فقط مشبہ بہ کا وصف مذکور کرین جیسے -

رند

دہان یار مین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا ~~~ کسی نے چھوڑ دی ہی لال مچھلی حوض کوثر مین

لال کہ وصف مشبہ بہ [illegible] بات پر دلالت کرتا ہی کہ زبان کو مچھلی کے ساتھ تشبیہ سُرخی مین دی ہی -

سید اصغر علی آبرو

کسی مین نا [illegible] ف یار ہے [illegible] جانان کا ~~~ کہ ہم بھی دیکھ لین جوہر کہین اُس تیغ بُران کا

ابرو مشبہ ہے اور تیغ بُران مشبہ بہ اور جوہر و بران مشبہ بہ کے مناسبات ہین جن سے معلوم ہوتا کہ ابرو کو تلوار کے ساتھ کاٹ کی وجہ سے تشبیہ دی ہی -

امیر

عشق ابرو مین سر اترا دوش سے ~~~ چڑھ گئے ہم دم پہ اس تلوار کے

ابرو مشبہ اور تلوار مشبہ بہ ہے دم اور سر اُترنا جو مشبہ بہ کے مناسب ہین اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ یہان وجہ شبہ کاٹ ہے -

ولہ

مجھکو قاتل ہی کے لعل لب خندان کی کمی ~~~ نیمجان چھوڑ نہ اے تیغ تبسم مجھ

تبسم مشبہ اور تیغ مشبہ بہ اور نیمجان چھوڑنا مناسب مشبہ بہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ تبسم کی تشبیہ مین [illegible] وجہ شبہ قتل کرنا ہے -

قلق

[illegible] برق تبسم ترشح سے ~~~ بجلی نے منہ پہ لے لیا دامن حجاب کا

تبسم مشبہ اور برق مشبہ بہ ہی اور چمکنا مشبہ بہ کے مناسب ہے جس سے اس بات پر ایما ہوتا ہے کہ

معشوق کے ہنسنے مین جو دانت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہو جاتی ہے وہ وجہ شبہ ہے۔

رند

مار سیاہ زلف سے اے دل پناہ مانگ	یہ سانپ تجھکو ڈس کے نہ جائے کہین الٹ

سیاہ اور ڈس کے الٹ جانا وصف ملائم مشبہ بہ کے ہین اور اس سے اس بات پر اشارہ ہے کہ زلف کی تشبیہ مار کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی مین ہے۔

ولہ

جانبر نہین ہوتے ہین جنھین ڈستے ہین کالے	اللہ کبھی پیچ مین زلفون کے نہ ڈالے

زلف مشبہ ہے اور کالا سانپ مشبہ بہ اور کاٹنا اور ڈسنا وصف ملائم مشبہ بہ کے ہین اور یہ ایما اس بات پر ہے کہ زلف کی تشبیہ مار سیاہ کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی مین ہے۔

میر انیس

روشن تھا مدینے کا ہر اک کوچہ و بازار	جو راہ تھی خوشبو جو محلہ تھا وہ گلزار
کھولے ہوے تھا آہوے شب نافۂ تاتار	معلوم یہ ہوتا تھا کہ پھولون کا ہے انبار

میر انیس اُس رات کا حال بیان کرتے ہین جس مین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوے تھے اس رات ہر گلی مین خوشبو پھیلنا بیان کیا پھر رات کو آہو سے تشبیہ دی اور نافۂ تاتار جو وصف ملائم مشبہ بہ ہے ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس تشبیہ مین وجہ شبہ خوشبو ہے۔

(۶) مشبہ اور مشبہ بہ دونون کا وصف ذکر کرین جیسے۔

زلف شبگون رخ پہ تیرے کھلکر **ذوق** چھپ گیا مہ	چراغ جلتا نہین کالے کے آگے سچ کہا ہے

زلف کے مناسب شبگون ہے اور سانپ کے مناسب کالا ہونا اور چراغ کا نہ جلنا اور یہ چیزین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ وجہ شبہ سیاہی ہے۔

دل سودا زدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹے گا **صبا**	ہر اک حلقہ ہے کالا جیل خانہ زلف شبگون کا

لفظ شبگون حلقۂ زلف کا وصف ہے اور جیلخانے کا وصف کالا ہے اور یہ دونون وصف اس بات پر دال ہین کہ وجہ شبہ سیاہی و تاریکی ہے۔

امانت

اُسنہری جب چُنی اُس مصحف رخسار نے افشان	جبین پر پھبتیان ہونے لگین لوح طلائی کی

لفظ سنہری صفت مناسب افشان کے ہے جو مشبہ ہے اور طلائی وصف مناسب لوح ہے اور یہ مشبہ بہ ہے

اور یہ دونون وصف اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ افشان اور لوح مین وجہ شبہ [illegible] رنگ ہے۔

شایان

کا لاہرن کا رنگ	ہوتا ہے آفتاب سے	ہ سے چشم سیاہ پر	علم [illegible]

چہرہ مشبہ ہے اور آفتاب مشبہ بہ اور تاب چہرہ کے مناسب ہی اور ہرن کا رنگ کالا ہونا آفتاب کے مناسب ہی اس سے معلوم ہوا کہ ان دونون مین وجہ مشابہت تابش حرارت ہی اور چشم مشبہ ہے اور ہرن مشبہ بہ اور سیاہ چشم کا وصف ہی اور کالا ہرن کا اور دونون اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ ان مین وجہ شبہ سیاہی ہے۔

بیان تشبیہ مرسل و مؤکد و مطلق و مردود و مقبول

جس تشبیہ مین حرف تشبیہ مذکور ہوتا ہی اسکو تشبیہ مرسل کہتے ہین اسی کا نام تشبیہ صریح بھی ہے جیسے۔

گلزار نسیم

دیکھا تو وزیر زادہ بہرام	ہوتے مین تھا شکل نقرہ خام

غالب

خدانے اُسکو دیا ایک خوبرو فرزند	ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوے ماہ

امیر

کُندن سا چہرہ دیکھو کبھی آئینے مین تم	سونا ملاؤ مہر کا چاندی مین ماہ کی

تمنا

سر مو ہے وہ مثل تار نظر	کمر یار مثل مو نہ سہی

اور اگر حرف تشبیہ مذکور نہو تو اسکو تشبیہ مؤکد کہتے ہین اور یہ دو قسم پر ہے

(۱) صرف حرف تشبیہ محذوف ہی ہو المعجم مین ایسی تشبیہ کا نام تشبیہ کنایت لکھا ہے۔

عاشق

روشن سواد زلف سیہ فام ہو گیا	[illegible] کان کا چراغ سر شام ہو گیا

[illegible] کو چراغ سر شام سے تشبیہ دی ہی حرف تشبیہ محذوف ہے۔

یہ حلقہ مارکے بیٹھا ہے پاس بالی کے	قلق [illegible] بنا [illegible] کان کا اُس ماہ رو کی بالا سا

رُسوا

زلفون سے چھوٹ کر دل عشاق لٹکے ہین	بالون مین بحر حسن کے یہ جھمکیان نہین

مومن

ابر رحمت تب عذاب الیم ہے قطرہ قطرہ سرشک خال حمین	سایۂ مادر احتراق جحیم دانہاے سلاسل سجین

(۲) مشبہ بہ مشبہ کی طرف مضاف ہو جیسے۔

ناسخ

ہوا سے بال اُڑکر آتے ہین جو اُسکے چہرے پر	غزال چشم شوخی کر رہے ہین چین گیسو مین ہے

اس مثال مین چشم کو غزال سے تشبیہ دی ہی چشم مشبہ غزال مشبہ بہ اور مشبہ مضاف ہے طرف مشبہ بہ کے یہی حال چین گیسو کا ہے۔

خلیق

روتے تھے لے کے بوسۂ سیب ذقن کا	یوسف کا اپنے سونگھتے تھے پیرہن

ذقن کو سیب سے تشبیہ دی اور مشبہ مضاف ہی مشبہ بہ کی طرف۔

لالہ رادھا کشن شکر

دیکھ تو ای چشم سیاہ اشک طغیانی مین ہے	گھر سنبھال اپنا کہ دیوار مژہ پانی مین ہے

حرف تشبیہ اگر حذف ہو جاتا ہی اُسکے ذکر کرنے سے حذف ابلغ ہی اسکا حال آگے آئیگا جس تشبیہ مین چارون رُکن مذکور ہون اُسکو تشبیہ مطلق کہتے ہین جیسے زید کا چہرہ روشنی مین مانند آفتاب کے ہی چہرہ مشبہ آفتاب مشبہ بہ مانند حرف تشبیہ اور روشنی وجہ شباہت کی۔

قلق

شاخ گل سے ہین نازکی مین ستون	صورت سرو باغ ہین موزون ہے

ستون مشبہ شاخ گل مشبہ بہ نازکی وجہ شبہ سے حرف تشبیہ۔ دوسرے مصرع مین صورت حرف تشبیہ ہے اور وہی ستون مشبہ اور سرو باغ مشبہ بہ اور موزون وجہ شبہ۔

یادگار

چشم بد دور عجب طرح کا جوبن نکلا	مثل خورشید درخشان رُخ روشن نکلا

رُخ روشن مشبہ خورشید مشبہ بہ مثل حرف تشبیہ اور درخشان وجہ شبہ ہے۔

آتش

شمع سان اظہار کا یارا نہ آتش کو ہوا	سر گذشت اپنی زبان تک اپنی لا کر رہ گیا

میر

لے رہیگا جوش گل نے گلستان ہجائیگا	داغ ہی اک اپنے دلپر لالہ سان ہجائے گا

جس تشبیہ کی غرض اچھی طرح ظاہر ہوا اور اُس مین مشبہ بہ ایسا ہو کہ وجہ شبہ مین وہ مشہور اور کامل ہو اور اُسکا حکم مسلم ہو اور بیان امکان مین مخاطب کے نزدیک معروف ہو تو ایسی تشبیہ مقبول ہو ورنہ مردود۔

چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ مین باعتبار قوت وضعف کے مبالغے مین

تشبیہ کا استعمال علی العموم آٹھ طور پر ہوتا ہے۔

پہلا یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ اور حرف تشبیہ چارون کو ذکر کرین جیسے زید جرأت مین شیر کی مثل ہے زید مشبہ شیر مشبہ بہ جرأت وجہ شبہ مثل حرف تشبیہ ایسے ہی اس شعر مین۔

غلام حسن خان خیال

اک ایسی کوئی دکھلا گیا مہ پارہ غرفے مین	ہے چون چلمن مشبک ہو گیا نظارہ غرفے مین

نظارہ مشبہ اور چلمن مشبہ بہ اور مشبک وجہ شبہ اور چون حرف تشبیہ۔

دُلھن بیگم

نئے کم ظرف نہین ہم جو بہکتے جاوین	گل کی مانند جدھر جاوین مہکتے جاوین

ولی

نہو وے چرخ کی گردش سے اسکی چال مین گردش	بجا ہے قطب کی مانند استقلال عاشق کا

وزیر

ہین پیٹ کے ہلکے وہ صدف سان	موتی کی طرح نکل پڑی بات

غافل

اُسکے روے حیرت افزا کا بڑا ہے جب سے عکس	مثل آب آئینہ دریا کا آب ستادہ ہے

دوسرا یہ کہ چارون مین سے حرف تشبیہ کو حذف کر دین جیسے کہین زید حسن مین چاند ہے۔

انیس

پھل وزن مین تھا پھول تجلی مین نکل طور	گرمی مین محض نار تو نرمی مین صاف نور

ولہ

پستی میں سیل ہے تو بلندی میں ہو سحاب	سرعت میں برق گرم روا میں جو آب

مشبہ تو ایک ہے اور مشبہ بہ یہ تمام اشیا۔

ولہ

رفتار میں ہوا تھا اشارے میں برق تھا	سرعت میں کچھ کمی تھی نہ چھل بل میں فرق تھا

ذوق

عقل میں شمس ہی تو علم میں کان گوہر	فضل میں کعبہ ہی تو حلم میں کوہ رحمت

تیسرا یہ کہ وجہ شبہ کو حذف کردین جیسے زید شیر کی مانند ہے۔

امیر علی حیرت

رخ اُسکا تمام گرچہ ہی جون خورشید	اور اُسکے نہال قد سے جی کو اُمید

اسیر

گھٹا کے بدر کو ہر ماہ مین ہلال کیا	ہمارے چاند سے چہرے نے بھی کمال کیا

جرار

گل سماتے نہین جامے مین خوشی کے مارے	جب سے دیکھا ہی ترے پھول سے رخساروں کو

چوتھا یہ کہ استخبار کے جواب مین شبہ کو حذف کردین یعنی کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دیا جائے کہ شیر کی مانند ہے۔

پانچوان یہ کہ وجہ شبہ اور حرف تشبیہ دونون کو حذف کردین جیسے زید شیر ہے۔

مظفر علی اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین جو تل ہی خال سیاہ	بجا ہے تل شکری کا گمان ہونٹون پر

لب کو شکر سے اور خال کو تل سے تشبیہ دی ہی اور حرف تشبیہ و وجہ تشبیہ کو ذکر نہ کیا۔

مشتاق

نرگس ہے چشم سرو ہی قد گلعذار ہے	نام خدا وہ شوخ ۔ اپا بہار ہے
لعل لب دانت گہر یاقوت عقیق یمنی	ولہ سر سے تا پا وہ صنم کان جواہر نکلا

اشرف

ہیں عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو	ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

	ناسخ	
روز نور وز جبین ہی شب معراج ہی زلف	ذو الفقار ابروے محبوب ہی قرآن رخ	

چھٹا یہ کہ مشبہ اور حرف تشبیہ کو حذف کردین جیسے پوچھین کہ زید کون ہی جواب دین چاند ہی حسن مین -
ساتوان یہ کہ مشبہ اور وجہ شبہ کو حذف کردین مثلاً دریافت کرین کہ زید کیسا ہی توکہین کہ شیر کی مانند ہی
آٹھوان یہ کہ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ اور مشبہ تینون کو حذف کردین مثلاً کوئی پوچھے زید کون ہی تو جواب دین کہ شیر ہی -

اقسام مذکورۂ بالا مین سے آٹھوین اور پانچوین قسمین بہت بہتر ہین اور دوسری تیسری چھٹی اور ساتوین قسمین متوسط ہین اور پہلی اور چوتھی نہایت ضعیف وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کے حذف کرنے مین قوت کی وجہ یہ ہی کہ جس وقت حرف کو حذف کیا مثلاً زید حسن مین چاند ہی تو گویا زید کو بعینہ چاند فرض کرلیا اور جس وقت وجہ شبہ کو حذف کیا اور کہا زید چاند ہی تو عمومیت حاصل ہوگئی پس جس تشبیہ مین ان دونون کو ترک کرین گے وہ بہت قوی ہوگی اور جس مین ان دونون مین سے کوئی مذکور ہوگا وہ بہ نسبت اول کے ضعیف ہوگی اور جس مین دونون مذکور ہونگے وہ زیادہ ضعیف ہوگی

دوسرا باغ استعارے کے ذکر مین

یاد رکھو کہ استعارے مین مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لیتے ہین یعنی بہادر کو بعینہ شیر سمجھ لیتے ہین مشبہ بہ خواہ مذکور ہو جیسے استعارۂ بالتصریح مین مثلاً شیر کہین اور اُس سے بہادر مراد ہو خواہ مشبہ بہ متروک ہو اور مشبہ مذکور ہو اور وہ شے کہ مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اُسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرین جیسے استعارہ بالکنایہ مین جس کا دوسرا نام استعارہ مکنیہ بھی ہی -

علماے فن بلاغت کا اختلاف ہی اس مین کہ استعارہ کونسا مجاز ہی آیا مجاز لغوی ہی یا عقلی یہان عقلی سے مراد یہ ہی کہ ایک امر عقلی مین تصرف کیا گیا ہو - جمہور کا یہ مذہب ہی کہ استعارہ مجاز لغوی ہی یعنے وہ ایسا لفظ ہی کہ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہی اس معنی کے غیر مین مستعمل ہوا ہی مشابہت کے علاقے سے اور اس بات پر دلیل یہ ہی کہ ہمنے کسی آدمی کو شجاعت کی وجہ سے شیر کہا تو اس سے یہ مراد نہوگی کہ ہیکل مخصوص کا استعارہ اُسکے لیے ہی بلکہ مشبہ یعنی مرد شجاع کو مشبہ بہ یعنی شیر کی جنس مین بطریق تاویل داخل کرلیا جاتا ہی اور تاویل کی یہ صورت ہی کہ مشبہ بہ کے افراد کو دو قسم پر مقرر کیا جاتا ہی -
(۱) ایک قسم متعارف و مشہور ہی یعنی جانور درندہ جو نہایت شجاعت کے ساتھ ہیکل مخصوص مین

پایا جاتا ہے۔

(۲) دوسری قسم غیر متعارف اور وہ ایسا شیر ہے کہ جس کو درندہ معروف کی سی شجاعت حاصل ہے لیکن اُس خاص ہیکل مین ہوکر حاصل نہین مرد شجاع اسی قبیل سے ہی مگر لفظ شیر اصل لغت مین قسم دوم کے لیے موضوع نہین ہی بلکہ قسم اول کے لیے موضوع ہوا ہی پس اس لفظ کا استعمال قسم ثانی مین باعتبار مجاز کے ہی اور یہ اطلاق اُس شے پر ہی جو معنی لغوی کی غیر ہی پس مجاز لغوی ہوا اور صحیح یہی مذہب ہے اور بعض نے کہا ہی کہ وہ مجاز عقلی ہی پس استعارہ امر عقلی مین تصرف کرنے کا نام ہی اس لیے کہ جب کسی کو شیر کہتے ہین تو اُسکو بعینہ شیر (جانور درندہ) ٹھہرا لیتے ہین نہ مثل شیر کے اس صورت مین گویا شیر کے لفظ کا وہ شخص موضوع لہ ہوا پس یہ دعوے کرنا عقل سے تعلق رکھتا ہی نہ لغت سے حاصل یہ ہے کہ زید واقع مین شیر نہ تھا اور اُسکو اپنے نزدیک شیر ٹھہرا لیا ہی اور جو چیز کہ واقع مین نہو اُسکو وہمی ٹھہرا لینے ہی کو مجاز عقلی کہتے ہین پس استعارہ مجاز لغوی نہوا بلکہ مجاز عقلی ہوا اگر مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ نہ ٹھہراتے ہون تو آتش کے اس شعر مین معشوق کا کذب کیسے ثابت ہو۔ ع

وعدۂ شب نہ کر اے ماہ لقا جھوٹھ نہ بول	جلوہ گر رات کو خورشید کہان ہوتا ہے

اس مثال سے مقصود یہ ہی کہ اگر قائل معشوق کو بعینہ خورشید نہ سمجھ لیتا تو معشوق کی وعدہ خلافی اور دروغ گوئی اس جگہ صحیح نہ ہوسکتی کیونکہ جلوہ گر ہونا ایسے آدمی کا کہ جو حُسن مین مشابہت خورشید سے رکھتا ہو شب مین ناممکن نہین ہی بلکہ طلوع خورشید ہی کا ناممکن ہے۔

بدھ سنگھ قلندر

جس جگہ خورشید ہی طالع نہ ہو	روسیہ روزون کا دن اور رات کیا

یہان خورشید معشوق سے استعارہ ہی اور قائل نے معشوق کو بعینہ سورج سمجھ لیا ہی اسی طرح ناسخ کی اس رباعی مین خدا اور بت کا مقابلہ درست نہوسکتا۔

رباعی

مومن

ہے جسم مرا اور نہ جان ہے باقی	تربت مین نہ کوئی استخوان ہی باقی
کرتا ہے خدا تو امتحان تا دم زیست	پر بت کا ہنوز امتحان ہے باقی
دشمن مومن ہی رہے بت سدا	مجھ سے مرے نام نے یہ کیا کیا

ناسخ

وقت بے وقت آگیا ہی بشتر وہ آفتاب	ہوگئی ہی بارہا شام شب دیجور صبح

اسی طرح اس شعر مین تعجب ثابت نہو سکتا کہ تلوار کی تعریف مین ہے۔ ؎

یان غل تھا جلا شمع سے یہ شمع کی لو ہے	واں شور تھا پیدا مہ نو سے مہ نو ہے

اسی طرح امانت کے اس شعر مین۔ ؎

زیادہ تر ہے ترا چاند یا ہمارا چاند	فلک یہ تو ہی بتا دے کہ حسن میں ظاہرہ

اگر قائل معشوق کو بعینہ چاند نہ سمجھ لیتا تو مقابلہ دونون چاندون کا درست نہوتا۔
محققین نے اس مذہب کو اس طرح رد کیا ہی کہ مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لینے سے یہ لازم نہین آتا کہ مشبہ موضوع لہ ہوجائے کیونکہ یہ امر ظاہر ہی کہ لفظ خورشید جرم روشن معروف کے لیے بنایا گیا ہی اور شخص حسین کے معنی مین استعمال کر لیا گیا ہی اور تعجب کرنا اسلیے ہی کہ گویا مشابہت کو قطعاً فراموش کیا ہی تاکہ مبالغہ کما حقہ ادا ہوجائے یہی حال ورامثلہ کا ہے اس سے ثابت ہوا کہ استعارہ مجاز لغوی ہی یعنے موضوع لہ کے غیر مین استعمال کیا گیا ہی۔
حسن التوصل لے صناعۃ الترسل کے مؤلف نے کہا ہی کہ استعارہ اُسے کہتے ہین کہ تشبیہ مین مبالغے کی غرض سے حقیقت کے معنی کا کسی چیز مین ادعا کرنا اور مشبہ کے ذکر کو لفظاً یا تقدیراً ترک کردینا دوسری عبارت مین استعارہ اسے کہتے ہین کہ تشبیہ مین مبالغے کی غرض سے ایک چیز کو دوسری چیز کردینا یا ایک چیز کو دوسری چیز کے واسطے کردینا پس اگر کوئی یون کہے کہ مین نے شیر کو دیکھا اور مراد اسکی شیر سے مرد شجاع ہو تو یہ استعارہ ہی اور اگر یون کہے کہ زید شیر ہے تو یہ استعارہ نہوگا اسلیے کہ اسوقت لفظ مین ایک ایسی چیز ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ بعینہ شیر نہین ہے پس مبالغہ حاصل نہوگا یہان حرف تشبیہ محذوف ہی اور اس قسم کو تشبیہ مضمر الاداۃ کہتے ہین تشبیہ مضمر الاداۃ مین اور استعارے مین یہ فرق ہی کہ اول الذکر مین اداۃ تشبیہ کا ظاہر کرنا درست ہے اور آخر الذکر مین درست نہین اسلیے کہ استعارے مین مستعار لہ کا ذکر بالکل ترک ہوتا ہی نہ لفظاً مذکور ہوتا ہے نہ تقدیراً کیونکہ اُسکے اظہار سے استعارے کی خوبی جاتی رہتی ہی پس صرف مستعار منہ کے ذکر پہ کفایت کرتے ہین بخلاف تشبیہ مضمر الاداۃ کے کہ اس مین مشبہ اور مشبہ بہ مذکور ہوتے ہین مثلاً زید شیر ہے پس استعارے مین حرف تشبیہ کے اظہار سے کلام پایۂ فصاحت و بلاغت سے گر جاتا ہی اور تشبیہ مضمر الاداۃ مین فصاحت و بلاغت مین فرق نہین آتا بلکہ ذکر کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہین چنانچہ زید شیر ہے اور زید مثل شیر کے ہی ان دونون ترکیبون مین کوئی فرق نہین۔
سوال جو فرق تمنے بیان کیا یہ مسلم نہین بلکہ فرق کا مدار حرف تشبیہ پر ہے جس مین حرف

تشبیہ مذکور نہو گا وہ استعارہ ہے اور جس مین مذکور ہو گا وہ تشبیہ ہے اور اس تقدیر پر
زید شیر ہے استعارہ ہی اور زید مثل شیر کے ہے تشبیہ ہے -
جواب اگر اس ترکیب کو کہ زید شیر ہی تشبیہ مضمر الاداۃ قرار نہ دیا جائیگا تو معنی مستحیل ہو جائینگے اسلیے کہ زید بعینہ
شیر نہین بلکہ شجاعت مین شیر کی طرح ہی پس اداۃ تشبیہ کو مقدر ماننا ضرور ہوا تاکہ معنی مین استحالہ نہ پڑے اگرچہ اداۃ تشبیہ کی
تقدیر استعارے مین بھی لابد ہی لیکن اُس مین اُسکا اظہار درست نہین بخلاف تشبیہ کے اس مین اداۃ کا اظہار درست ہی
مثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر مین اسی طرح لکھا ہی اور توضیح کے مؤلف نے استحالے کی وجہ علماے
بیان سے جو کچھ سمجھی ہی وہ یہ ہی کہ استعارہ ایسی چیز ہی جو اسم جنس جامد مین جاری نہین ہوتا مثلاً زید
شیر ہے استعارہ نہین کیونکہ اس صورت مین حقایق اشیا کا انقلاب لازم آتا ہے اور وہ بیان یہ ہی
کہ زید شیر ہے کہنے سے انسان کی حقیقت شیر کی حقیقت سے بدل جاتی ہے پس مثال مذکور
تشبیہ کی قسم سے ہی جس مین حرف تشبیہ مضمر ہے البتہ مشتقات مین جاری ہوتا ہی جیسے میر حسن تسکین
کے اس شعر مین ہے

ابھی ادھر سے کوئی گیا ہے	کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

(یعنی نقش پا کی شوخی دلالت کرتی ہے) جرأت کے شعر مین بھی -

نہ تم نہین عاشق نمانون مین	میان جرأت کسی پر کہے دیتی ہے خاموشی عبث صاحب نگے ہین

(یعنی خاموشی دلالت کرتی ہی) بالاتفاق استعارہ ہی کیونکہ یہان استعارہ اسم جنس مین نہین اور
پہلی مثال مین اسم جنس مین تھا پس دوسری اور تیسری مثال مین قلب حقائق لازم نہین آتا کیونکہ
اس مین حقیقت کے لیے وصف کا ثابت کرنا مقصود ہی جو اُسکے لیے ثابت نہ تھا اور اس قول مین نظر ہی
اسلیے کہ کہنے کا وصف نقش پا اور خاموشی کے لیے ثابت کرنے مین بھی جو استحالہ ہی وہ انسان کے لیے
اسدیت ثابت کرنے سے کم نہین اس کا نام خواہ قلب حقائق رکھین یا نہ رکھین علاوہ اس کے
محققین کے نزدیک قلب حقیقت یہ ہی کہ واجب و ممکن و ممتنع مین سے ایک دوسرے کے ساتھ
بدل جائے اور اس مین شک نہیں کہ نقش پا اور خاموشی کے لیے گویائی کا ثبوت ممتنع ہی پس ان کو
کہنے والا قرار دینا ممتنع کو ممکن بنانا ہی - اور زید شیر ہی اور مین نے شیر کو تیر اندازی کرتے ہوے دیکھا
ان دونون قولون مین سے پہلے کو تشبیہ اور دوسرے کو استعارہ ثابت کرنے کے لیے جو علماے بیان نے
یہ توجیہ کی ہی کہ دوسرے قول مین اگرچہ استحالہ ہی لیکن وہ غیر مقصود ہے کیونکہ مقصود یہان دیکھنا ہے
پس امر مستحیل کا دعوے قصداً نہو گا بخلاف پہلے قول کے کہ اُس مین زید پر شیر کے حمل کرنے سے

امر مستحیل کا دعوی قصداً ہوتا ہے یہ فرق بالکل واہی ہے کیونکہ جس کلام مین امر محال ہو خواہ وہ محال مقصود ہو یا غیر مقصود وہ کلام ہرطرح باطل ہے پس امر محال کے ایک جگہ مقصود اور دوسری جگہ غیر مقصود ہونے کا فرق نکالنا عقل و دانش سے بعید ہی اور یہ کہنا بھی خلاف تحقیق ہی کہ چونکہ امر محال وہان مقصود نہین ہی اسلیے اُسکو استعارہ مانا گیا ہی کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہی کہ استعارہ ایسے امر محال کو شامل ہوتا ہی جو مقصود ہوتا ہی مثلاً انیس بہادر کی تعریف مین کہتے ہین۔ ع

پیاسا وہ کوئی اور ہی اس قتل کے بن مین	اس شیر کی شمشیر کا غل تھا ابھی رن مین

اور ظفر معشوق کی شان مین کہتے ہین۔ ع

مین نے پوچھا اُس پری سے کیا ہوا حسن و شباب	ہنسکے بولا وہ صنم شان خدا تھی بن گئی تھا

دیکھو یہان امر محال مقصود بھی ہی اور پھر استعارہ بھی ہی ورنہ ہر امر محال کا دعوی کرنا ناجائز ہوتا ہی کیونکہ اکثر اغراض و اعتبارات لطیفہ کی وجہ سے اسکا دعوی جائز ہوتا ہی اگر اُس کے ساتھ اس بات کا کوئی قرینہ موجود ہو کہ واقع مین اُس کا ثبوت مقصود نہین ہے۔

اور علامۂ تفتازانی نے تلویح حاشیہ توضیح مین لکھا ہی کہ علماے بیان کے نزدیک استعارہ یہ ہی کہ مشبہ بہ کو مشبہ مین استعمال کرین اور کلام مشبہ کے ذکر سے خالی ہو اور قرینہ نہونے کے وقت مین مشبہ بہ کے ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہانتک کہ اگر مشبہ لفظاً مذکور ہو جیسے اس مثال مین کہ زید شیر ہی خواہ تقدیراً مذکور ہو مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہی تو جواب دین کہ شیر ہی استعارہ نہین ہے کیونکہ زید پر شیر کا حمل ممتنع ہی اسلیے یہان حرف تشبیہ کا محذوف ماننا واجب ہی اور مبتدا کی خبر ہونے وغیرہ اُمورات کا علماے بیان کے نزدیک کوئی لحاظ نہین۔ اور اس مثال مین کہ اُس کے نقش پا کی شوخی کیے دیتی ہی یا خاموشی کیے دیتی ہے قطعاً استعارہ ہی اس لیے کہ یہان مشبہ بالکلیہ متروک ہی اور وہ دلالت کا لفظ ہی جسکی تشبیہ کہنے کے ساتھ واقع ہوئی ہی پس اس مثال کو اُس مثال سے یعنی زید شیر ہے سے کوئی تعلق نہین۔

مجمع الصنائع کے مؤلف نے کہا ہی کہ یہ بھی استعارے کی قبیل سے ہی کہ غیر ذوی العقول سے خطاب کرین اور شعرا جو مناظرات ان مین باندھتے ہین جیسے مناظرہ تلوار اور قلم کا اور عقل و عشق کا اور گل و مل (شراب) کا اور عدل و انصاف کا یہ سب استعارے مین داخل ہی مگر اس مین تامل ہے اسلیے کہ استعارے کا مبنی تشبیہ پر ہے اور وہ یہان نہین۔

استعارہ اور **کذب** مین یہ فرق ہی کہ استعارے کی بنا تاویل پر ہی یعنی مشبہ کے مشبہ بہ کی

جنس سے ہونے کا دعوے کرتے ہین اور اُس مین اس بات کا قرینہ قائم ہوتا ہی کہ یہان معنی موضوع لہ
مراد نہین ہین اور کذب مین تاویل و قرینہ نہین ہوتا بلکہ جھوٹا آدمی اس بات کی کوشش کرتا ہے
کہ اپنے ظاہر قول کی صحت سامع کے نزدیک ثابت کرے بخلاف استعارے کے کہ اس مین اس بات پر
قرینہ قائم کیا جاتا ہی کہ یہان ظاہر کے خلاف مراد ہی۔
استعارے مین مشبہ بہ کے معنی کو **مستعار منہ** کہتے ہین اور اُس لفظ کو جو مشبہ بہ کے
معنی پر دلالت کرے **مستعار** کہتے ہین اور مشبہ کے معنے کو **مستعار لہ** کہتے ہین اور وجہ شبہ کو
استعارہ کی بحث مین **وجہ جامع** کہتے ہین جیسے اس مثال مین۔ ؎

مذاق

خرام ناز سے او بُت نہ آنا میرے مرقد پر	تری ٹھوکر مین ہی انداز اعجاز مسیحائی

لفظ بُت اپنے حقیقی معنی مین استعمال نہین کیا گیا بلکہ یہان بُت سے معشوق مراد ہے اور
علاقہ تشبیہ کا ہی یعنے بسبب سنگدلی کے معشوق کو بُت کہا گیا اس مثال مین بت یعنی صنم جسکی کفار
عبادت کرتے ہین اور جو اکثر پتھر کا ہوتا ہے اُسکے معنی مستعار منہ ہین یعنی اُن سے مانگا ہوا یعنی وہ
لفظ مستعار اُن سے مانگ کر لائے ہین کیونکہ واضع نے لفظ بُت کو انھین معنی کے واسطے وضع
کیا تھا اور خود لفظ بت مستعار ہی یعنی مانگا ہوا کیونکہ بت اصل مین خاص ہے اُس چیز کے واسطے
جس کی کفار عبادت کرتے ہین اور جب معشوق کے معنے مین کہا گیا تو گویا اس لفظ کو اس چیز سے
مانگ لیا اور معنی معشوق کے یعنے شخص خاص مستعار لہ ہے یعنی اُسکے واسطے مانگا ہوا کیونکہ
لفظ بت کا معشوق کے لیے مانگا گیا ہے اور معشوق کے لفظ کا کچھ نام نہین اور وجہ جامع وہ
سبب ہے جس سے علاقہ تشبیہ کا پایا گیا اور وہ سنگدلی ہے پس اتقان مین جو سیوطی نے
کہا ہے کہ لفظ مشبہ کو مستعار منہ کہتے ہین یہ صحیح نہین اسی طرح اُن کا معنی جامع کو مستعار لہ قرار دینا
بھی صحت کے خلاف ہے۔
استعارہ کی بحث کو ہم پانچ چمنون مین بیان کرتے ہین **پہلے** چمن مین طرفین استعارہ
یعنے مستعار منہ و مستعار لہ کا مذکور ہے **دوسرے** چمن مین وجہ جامع کا ذکر ہے **تیسرے**
چمن مین ان تینون کا مجموعی طور پر بیان ہے **چوتھے** چمن مین استعارے کی قسمون کی
تفصیل ہے **پانچوین** چمن مین استعارے کی حُسن و خوبی کے شرائط کا حال ہی۔

پہلا چمن طرفین استعارہ کے بیان مین

طرفین استعارہ دو چیزین ہین ایک مستعار منہ دوسرے مستعار لہ۔ پس اگر مستعار منہ اور مستعار لہ اس قسم کے ہونگے کہ انکا باہم جمع ہونا ایک جگہ ممکن ہو تو اُسکو **استعارہ وفاقیہ** کہتے ہین کیونکہ دونون طرفون مین موافقت اور اتفاق ہوتا ہے جیسے۔

اندھے ہین جہان کے لوگ سارے اے **امیر** | سُوجھے نہ جسے اُسے کہتے ہین بصیر

جہالت کا استعارہ اندھے سے کیا ہے نابینائی مستعار منہ ہے اور جہالت مستعار لہ ہے اور جہالت و نابینائی کا ایک شخص مین جمع ہونا ممکن ہے کیونکہ جائز ہے کہ جاہل ہو اور نابینا ہو۔

حالی

وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسون کے | تو سمجھے کہ گویا ہم اب تک تھے گونگے

ان لوگون کا جو آتش زبانی اور شیوا بیانی سے عاری تھے گونگے کے ساتھ استعارہ کیا ہے اور عدم فصاحت و بلاغت اور گونگا ہونا ایک شخص مین جمع ہو سکتا ہے

ولہ

ترقی کا جس دم خیال اُن کو آیا | اک اندھیر تھا ربع مسکون پہ چھایا

جہالت کا استعارہ اندھیرے سے کیا ہے اور ایک جگہ اندھیر کا اور جہالت کا جمع ہونا جائز ہے۔

ولہ

یہ سُنتے ہی تھرّا گیا گلہ سارا | یہ راعی نے للکار کر جب پُکارا

پیغمبر کا استعارہ راعی سے کیا ہے اور ایک شخص مین راعی ہونا اور پیغمبر ہونا جمع ہو سکتا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب کے کہنے سے بکریان چرائی تھین۔

ولہ

مناقب سے بدلے گئے سب مثالب | ہوئے بہرہ ور روح سے اُنکے قالب

کمال کا استعارہ روح سے کیا ہے اور ان دونون چیزون کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن ہے۔

ولہ

گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر | گرہ مین لیا باندھ حلم پیمبر

روشنی سے مراد علم و حکمت ہے اور ان دونون کا ایک جگہ جمع ہونا جائز ہے۔

ولہ

نہ وان مصر روشنی جلوہ گر تھی		نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی	
[illegible] رسنہ نہ پہنچے [illegible]	ولہ	کوئی آن مین سوتا کوئی جاگتا ہے	

غفلت کا استعارہ سونے سے کیا ہی اور ہوشیاری کا جاگنے سے اور ایک شخص مین غفلت اور
سونا دونون جمع ہونا ممکن ہی اسی طرح ہوشیار ہونے اور جاگنے کا ایک شخص مین جمع ہونا ممکن ہے
اور اگر جمع ہونا محال ہو تو اُسکو استعارہ عنادیہ کہتے ہین کیونکہ دونون طرفون کا اجتماع
اُس مین ممتنع ہوتا ہی جیسے کسی شخص نابینائے محض کو باعتبار اُسکے کمال علم و عقل کے آنکھون والا
کہین ظاہر ہی کہ اندھا ہونے اور آنکھون والا ہونے مین باہم عناد ہی ایک شخص مین یہ دونون امر
جمع نہین ہو سکتے مرزا غالب نے ایک خط مین لکھتے ہین "والی رام پور نے بھی تو مرشدزادے کی
شادی مین بلایا تھا یہی لکھا گیا کہ مین اب معدوم محض ہون" باوجودیکہ مرزا موجود تھے مگر
بوجہ کسر نفس کے اپنے آپ کو کسی کام کے قابل نہ سمجھ کر معدوم محض کہا اور ظاہر ہی کہ موجود معدوم
مین باہم تنافی ہی یہ دونون باتین ایک شخص مین جمع نہین ہو سکتین۔ [illegible] شعر

پہونچے انھین لیکر جو وہ ظالم سر دربار		خدام نے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار

یہ ذکر صاحبزادگان حضرت مسلم کا ہی وہ گنہگار یعنی مجرم نہ تھے لیکن قتل کرینگے واسطے لائے گئے
تھے اسلیے گنہگار کہا گنہگاری اور بے گناہی مین عناد ہی۔
اور عنادیہ کے قبیل سے ہی کہ ظرافت اور خوش طبعی اور طنز کے طور پر دو ضدون یا دو نقیضون کا
باہم استعارہ کرین ضدین اور نقیضین مین یہ فرق ہی کہ ضدین ایسی وجودی چیزون کو کہتے ہین
کہ وہ جمع نہین ہو سکتین مرتفع ہو سکتین ہین اور دو نقیض باہم نہ جمع ہو سکتے ہین اور نہ مرتفع ہو سکتے
ہین اور اُن مین سے ایک وجودی ہوتا ہی ایک عدمی اور ایک قسم کے استعارے مین بوجہ ظرافت
و استہزا وغیرہ کے تضاد و تناقض کو تناسب کی جگہ سمجھ لیا جاتا ہی مثلاً نامرد کو شیر یا رستم کہا جائے اور
بخیل کو حاتم بولا جائے یا ظالم کا استعارہ نوشیروان کے ساتھ کیا جائے اسی قبیل سے ہی میر کے
اس شعر مین آسمان کی نسبت مہربان کا اطلاق کیا جاتا ہے

کوئی آج سے ہی فلک مدعی کیا		ہمیشہ مرے حال پر مہربان ہے
گالی ہی ڈھول ہے یہ عزت ہے	ولہ	کہین غیرت کا سر مین کچھ ہی خیال

ذلت کا استعارہ عزت سے کیا ہے۔

میر حسن

تم ہی کچھ ایسے نہ دُنیا مین جفا کار ملے	جو ملے مجھکو سو ایسے ہی وفادار ملے

بیوفا کا استعارہ وفادار سے کیا ہے۔

حالی

شریعت ہوئی ہے نکونام اُن سے	بہت فخر کرتا ہے اسلام اُن سے
نہ گفتار مین اُنکی کوئی خطا ہے	نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

بدنام کا استعارہ نکونام سے اور ننگ وعار کرنے کا استعارہ فخر کرنے سے اور خطا ہونے کا استعارہ خطا نہونے سے اور ناسزا ہونے کا استعارہ ناسزا نہ ہونے سے کیا ہی۔

درد

اُٹھ چلے شیخ جی تم مجلس رندان سے شتاب	ہمسے کچھ خوب مدارات نہونے پائی

مدارات اپنے خلاف سے استعارہ ہوا ہی اسی قبیل سے ہی سودا کے اس شعر مین معقول کا لفظ

سودا

انکا غرض اعتراض دیکھ تو معقول ہے	بات جو معروف ہی اُنپہ وہ [illegible] ا ہے

نامعقول کا استعارہ معقول سے لیا ہی۔

ولہ

نہووے کیونکہ مرا رُتبہ شعر مین یا نسک	مین کیسے ہیری کرتا ہون اُنکی ثنا خوانی

ہجو و مذمت کا استعارہ ثنا سے کیا ہی۔ ع

بات ہمسے تو نہ کی اور غیرون پیا ک	ہم مگر اس بزم مین آئے تھے ذلت کیلئے

بزم مین آنے سے غرض تحصیل عزت تھی اس غرض کو بطریق استہزا کے ذلت کے لیے لانے سے استعارہ کیا جب حضرت عباس نے پانی لانے کے لیے نہر پر جانا چاہا تو حضرت زینب نے خطرے کے لحاظ سے اُن کو روکنا چاہا امام حسینؑ بھی انکا جانا گوارا نہین کرتے تھے اُس وقت حضرت عباس کی بوجہ حضرت زینب سے کہتی ہین۔

انیس

ہر وقت کبریا سے طلبگار خیر ہون	آگے جو کچھ بھون کی رضا مین تو غیر ہون

زوجہ غیر نہین مگر اسوجہ سے غیر کہا کہ انکی بات کا نہ ماننا گویا غیر سمجھنا ہی۔

حالی

قید خانون مین جہان کے ہی پڑا غل شرا | جتنے قیدی ہین تری جان کو دیتے ہین دعا

دعا کا استعارہ بددعا کے لیے یا ہے۔

دوسرا چمن وجہ جامع کے بیان مین

وجہ جامع کی چار صورتین ہین۔

(۱) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے معنی کا جز ہوگی جیسے۔

حالی

رجال اور اسانید کے جو ہین دفتر | گواہ انکی آزادگی کے ہین یک سر

مطلب یہ ہی کہ رجال و اسانید کے دفتر انکی آزادگی کے ثابت کرنیوالے ہین پس ثابت کرنیوالے کا استعارہ گواہ کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع یہان ثابت کرنا ہے اور وہ دونون کے مفہوم مین داخل ہی

ولہ

مجرمون کے جرم پر دیوار و در تھے سب گواہ | پر نہ تھا کوئی شفیع آنکا کہ جو تھے بیگناہ

ولہ

ہین انکھون کے گواہ حب وطن | در و دیوار پیرس و لندن

ولہ

تیری صناعی کا یہ سب ہے اثر | تیری قدرت پہ تیری صنع گواہ

میر

اس احوال کا رنگ روبس ہی شاہد | جو دل مین ہے میرے سو تجھ پر عیان ہے

برق

اے پری چشم سیاہ و رخ تابان ہی دلیل | دھوپ وہ پڑتی ہی جس سے کہ ہرن ہو کالا

یعنے چشم سیاہ اور رخ تابان اس بات کو ثابت کرنے والے ہین کہ دھوپ ایسی پڑتی ہی کہ جس سے ہرن کالا ہو پس ثابت کرنے والے کا استعارہ دلیل سے کیا ہی اور وجہ جامع یہان بھی ثابت کرنا ہی جو دونون کے مفہوم مین داخل ہے۔

قدیر

الفت دیرنے کی مدد شتابی	اغیار کٹے بصد خرابی

کٹنا جو موضوع ہی اُن اجسام کا اتصال زائل ہونے کے لیے جن مین سے بعض بعض کے ساتھ متصل اور پیوستہ ہون اسکا استعارہ اجتماع اغیار کے متفرق ہوجانے اور اُن مین سے بعض کے بعض سے جدا ہوجانے کے لیے کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین اجتماع اور اتصال کا زائل ہوجانا ہی اور یہ کٹنے اور متفرق ہوجانے کے مفہومون مین داخل ہی البتہ کٹنے کے مفہوم مین زوال اجتماع شدید ہی اور متفرق ہونے کے مفہوم مین کم ہی کیونکہ کٹنے کے متفرق ہونے سے قوی ہونے ہی کی صورت مین یہ بات صحیح ہوتی ہی کہ متفرق ہونے کی تشبیہ کٹنے کے ساتھ دیجائے اور کٹنے کا استعارہ متفرق ہونے کے لیے کیا جائے اگر کہا جائے کہ فن حکمت مین یہ بات ثابت ہو چکی ہی کہ جزو ماہیت شدت وضعف کے ساتھ متصف نہین ہوسکتا پس یہان جزو ماہیت یعنے زوال اجتماع کیسے جامع بن سکتا ہے اور حال یہ ہی کہ جامع کے لیے مستعار منہ مین اقوے ہونا واجب ہی تاکہ استعارہ مبالغے کا فائدہ دے جواب اسکا یہ ہی کہ اختلاف کا ممتنع ہونا ماہیت حقیقی مین معتبر ہی جیسے انسان وحیوان اور جو ماہیت لفظ سے مفہوم ہوتی ہی اُسکا حقیقی ہونا واجب نہین بلکہ کبھی امر اعتباری ہوتی ہی یعنی ایسے اُمور سے مرکب ہوتی ہی جن مین سے بعض شدت کے قابل ہوتے ہین اور بعض ضعف کے قابل اس صورت مین جامع کا طرفین کے مفہوم مین داخل ہونا اور باوجود اس کے مستعار منہ کے مفہوم مین اشد واقوے ہونا جائز ہے۔

میر

طفل مطرب جو میرے ہاتھ آتا	چٹکیون مین رقیب اُڑجاتا

اُڑنے کا استعارہ نکل جانے کے لیے کیا ہی وجہ جامع اس مین قطع مسافت ہی جو اُڑنے اور نکلجانے دونون کے مفہومون مین داخل ہی کیونکہ نکل جانا اور اُڑنا حرکت ہی جس سے مسافت قطع ہوتی ہے لیکن اسقدر کہ مستعار منہ مین شدید ہی اور مستعار لہ مین بہ نسبت اُسکے ضعیف۔

وجاہت جھنجھانوی

قوم کے واسطے ملکو نہین اُڑتے پھرتے ہین	باوجودیکہ نہین رکھتے ہین پر آغاخان

جلد اور شتاب جانے کا استعارہ اُڑتے پھرنے کے ساتھ کیا ہی وجہ جامع ان مین قطع مسافت ہی جو اُڑنے اور جلد جانے کے مفہومون مین داخل ہی کیونکہ جلد جانا اور اُڑتے پھرنا ایسی حرکت کو کہتے ہین

جس سے مسافت جلد قطع ہو۔
اگر کوئی یہ کہے کہ اُڑنا مسافت کا پرون کے ساتھ قطع کرنا ہی جلد ہو یا دیر مین اور سرعت اُسکے مفہوم مین داخل نہین بلکہ اغلباً لازم ہے جواب اسکا یون دیا جائے گا کہ اُڑنا مسافت کو جلدی قطع کرنا ہے پرون کو اختیاری طور پر ہوا مین ہلانے کے ساتھ اور یون بھی جواب دے سکتے ہین کہ جامع مین ملتفت الیہ فقط مسافت کا قطع کرنا ہی نہ قطع کرنا مسافت کا سرعت کے ساتھ۔

حالی

بھوڑو افسردگی کو جوش مین آؤ	بس بہت سوئے اُٹھو ہوش مین آؤ

غافل رہنے کا استعارہ سونے کے ساتھ کیا ہی اور غفلت و بے پروائی وجہ جامع ہی جو دونون کے مفہومون مین داخل ہی فرق اس قدر ہی کہ مستعار منہ مین شدید ہے اور بہ نسبت اُسکے مستعار لہ مین ضعیف ہے۔

(۲) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم کا جز نہو گی جیسے منور چہرے کو آفتاب کہین اور بہادر آدمی کو شیر کہین ظاہر ہے کہ نورانیت سورج اور خوبصورت چہرے کو عارض ہین اُن کے مفہوم مین داخل نہین اسی طرح شجاعت شیر اور بہادر آدمی کو عارض ہی دونون کے مفہوم مین داخل نہین پس جامع دونون مثالون مین طرفین سے خارج ہی۔

غلام امام شہید

جب چلا چاند مدینے کا سوئے رب جلیل	بجھ گئی مہر درخشان کی فلک پر قندیل

پیغمبر خدا کا استعارہ چاند کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع دونون مین خوبصورتی ہی اور یہ وجہ جامع دونون کے مفہومون کا جز نہین بلکہ اُن کو عارض ہی۔

انیس

ہشیار کہ وقت سازو برگ آیا	ہنگام یخ و برف و تگرگ آیا

بڑھاپے کو یخ و برف و تگرگ کے ساتھ استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع سفیدی ہی اور وہ دونون کے مفہوم سے خارج ہے۔

ذوق

خواب غفلت سے بس اب جاگ کہ آئی پیری	نہین مہتاب یہ ہی روشنی صبح رحیل

مہتاب یعنی چاندنی استعارہ سفید بالون سے ہی اور وجہ جامع سفیدی ہی اور وہ دونون کے

مفہومون سے خارج ہے ۔

گلزار نسیم

سمٹی جو تھی محرم اُس قمر کی	برجون پر سے چاندنی تھی سحر کی

یہان پستان مستعار لہ ہی اور برج مستعار منہ اور وجہ جامع دونون مین گول اور اُبھر ہونا اور وہ دونون کے مفہوم مین داخل نہین ۔

ولہ

حاجت کے گمان سے جب ہوئی دم	جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر

بحر

رنڈیون کو بھی پسند آیا ہی مردون کا لباس	اودی اودی ٹوپیان کٹتی ہین سر پر چھاتیان

چھاتی کے سرون کو اودی ٹوپی سے تشبیہ دی ہی اور وجہ جامع گولائی اور رنگ ہی اور یہ دونون مفہوم سے خارج ہی یا جیسے نامرد کو روباہ کہین اس مین وجہ جامع بزدلی اور خوف ہی اور یہ ایک صفت ہے آدمی اور اُس جانور کی اُنکے مفہوم مین داخل نہین ۔

انیس

اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا	غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا

(۲) وجہ جامع ایسی ہو کہ بہت جلد سمجھ مین آجاتی ہو جیسے محبوب کے رُخسارے کو چاند کہنا یا آفتاب سے استعارہ کرنا یہ بات ظاہر ہے کہ روشنی جامع ہی اسی طرح معشوق کے رخسارے کو گل سے استعارہ کرنے مین رنگینی جامع ہی ایسے استعارے کو عامیہ کہتے ہین اسلیے کہ بسبب ظہور کے اسکو عامۃ الناس جانتے ہین اور اسکو مبتذلہ بھی بولتے ہین کیونکہ ابتذال بہت صرف کرنے مین ہی اور ایسا استعارہ بہت مستعمل ہوتا ہی اور کچھ نادر نہین ہوتا کہ سوا ایک دو جگہ کے اور کہین استعمال مین نہ آیا ہو ۔

مسکین

اُس صنم نے کیا پردے مین جہان کو بیتاب	برملا ہوتا تو کیا جانے خدا کیا ہوتا

اس بیت مین صنم کا استعارہ معشوق کے واسطے ہی اور یہ نادر نہین بہت مستعمل ہی اسلیے وجہ جامع اسکی بسبب ظہور کے سب پر ظاہر ہے ۔

یہ سنکے اشارے سے بُلایا	نسیم	بادام بنفشہ کو دکھایا

آنکھ کا استعارہ بادام سے لیا ہی اور وجہ جامع دونون مین ظاہر ہی اور بنفشہ نام ہی مالن کا۔

ولہ

طوق اُسکو طلسم کا پنھایا	قمری اُسے سرو نے بنایا

روح افزا پری کا استعارہ سرو کے ساتھ کیا ہی جسنے بہرام وزیرزادے کو جو اُسکا عاشق تھا طلسم کے ذریعہ سے قمری بنایا تھا اور وجہ جامع روح افزا و سرو مین موزونی قامت ہی جو ظاہر ہی۔

ولہ

اے شمع نہ سوجھی کر بدنیک	رشتہ [illegible] ہر ایک

بکاولی کا استعارہ شمع سے کیا ہی اور وجہ جامع عیان ہی۔

نفیس

چھپے نگاہ سے نور نگاہ زینب کے	غروب ہو گئے دو مہر و ماہ زینب سے

نور نگاہ اور مہر و ماہ زینب کے فرزندون سے استعارہ ہی اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

مومن

در نایاب تو کیا خاک سے بھی منھ نہ بھرے	جسکے دریے مین کردن لولوے شاداب نثار

اس بیت مین اشعار بلیغ کا استعارہ لولوے شاداب سے کیا ہی اور وجہ جامع ظاہر ہی۔

ولہ

میرے گوہر تمام ناسفتہ	میرے یاقوت سب بدخشانی

اس شعر مین گوہر و یاقوت استعارہ اشعار سے کیا ہی اور وجہ جامع ہر شخص پر ظاہر ہے۔

ظفر

جسکے نالون کو مرے ہو گئے پتھر پانی	سر مژگان بھی ترا نم نہوا پر نہ ہوا

پتھر سخت دل بیرحم سے استعارہ کیا ہی اور پانی ہونا استعارہ ہی ترس کھانے اور غمخواری کرنے سے اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

غلام [illegible] خان رہا

شیر روباہ ہون کو ہم پر پا کر دیا تو نے فلک	ابتو جیتا تیرا اے گردون گردان ہو گیا

شیر استعارہ بہادر سے ہی اور روباہ نامرد سے اور وجہ جامع دونون مین ظاہر ہی۔

شکست چرخ سے ہی اپنے آبگینے کی	نعیم الہی ٹوٹے کہین گردن اس مینے کی

دل کا استعارہ آبگینے سے لیا ہی اور وجہ جامع دونون مین ہر شخص پر ہویدا ہے

الشا

بیکلی سے ترے کچھ دل کو سروکار نہو
تیری نرگس بھی الٰہی کبھی بیمار نہ ہو

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور یہ استعارہ تبذل ہی۔

فقیر

تو نے او بت دلکو اپنے کر لیا فولاد حیف
کچھ اثر کرتی نہین تجھکو مری فریاد حیف

ولہ

ہو بہارِ چمنِ حسن پہ نازان نہ بہت
اے گل تر یہ رہیگا ترا جوبن کب تک

امجد علی اصغر

خوبرو بت کے آشنا ہین ہم
عاشق مذہب خدا ہین ہم

آباد

واللہ لیا ہے حسن بت پُر غرور کا
بندون کو شک ہوا ہی خدا کے ظہور کا

(۴) وجہ جامع بوجہ نادر ہونیکے ہر ایک پر ظاہر نہو سکے بلکہ بدقت سمجھ مین آتی ہو اور سوا خواص کے عامۃ الناس اُسکے سمجھنے سے قاصر ہون اس قسم کو **استعارہ غریبہ** کہتے ہین۔

میر

مغان مجھ مست بن پھر خندہ ساغر نہوویگا
مے گلگون کا شیشہ ہچکیان لے لیکے رودیگا

شیشے کی آواز کو ہچکی سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین شیشے کے اندر سے شراب وغیرہ کا نکلنا اور رُک رُک کر آواز پیدا ہونا ہی اور یہ بات یکایک خیال مین نہین آتی۔

ذوق

جس کی آواز سے ہون مُو و نگٹے سوہانکے کھڑے
وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہم کو

سوہان کے دندانے ٹوٹے ہوئے ہونے کو رونگٹے کھڑے ہونے سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین مُن مو کا اندک اندک ونچا ہو جانا ہی رونگٹے کھڑے ہونے کے وقت چنانچہ یہ امر تجربہ اور مشاہدہ پر موقوف ہی اور اسطرح کی حالت سوہان کے اندر تعبینہ پائی جاتی ہی اور خفا اس کا ظاہر ہی۔

سودا

ہوا یہ جوش مین سودا کہ میری آنکھون سے
بجائے لعل نکلتے ہین اب سلیمانی

جوش سودا سے سیاہ ہونیکے سبب اشک خونین کو دانہ سلیمانی سے استعارہ کیا ہی اور سودا ایک خلط ہی اُسکا رنگ سیاہ ہی اور چونکہ دانہ سلیمانی قدرے سفیدی بھی رکھتا ہی اس مین اشک کی رطوبت کا ہونا بھی معتبر ہی یہ بات بجز خواص کے اور کسی کو معلوم نہین ہو سکتی -

امیر

دم بدم رک رک کے ہی منھ سے نکل پڑتی زبان	وصف اُسکا کہہ چکے فوارے یا کہنے کو ہین

فوارے کے سوراخ سے پانی کی دھار کے نکلنے کو زبان کے نکل پڑنے سے استعارہ کیا ہی وجہ جامع اس مین دھار کا کبھی نیچا ہونا کبھی اونچا ہونا کبھی رک جانا کبھی نکلنے لگنا ہی اسی طرح زبان کبھی منھ سے باہر نکل آتی ہی اور کبھی اندر چلی جاتی ہی کبھی زیادہ نکل آتی ہی کبھی کم نکل آتی ہی -

کبھی استعارہ عامیہ مبتذلہ مین تصرف کرنے سے غرابت حاصل ہو جاتی ہی جیسے -

نجانے قصد ہی کس خون گرفتہ کا کہ رہتی ہی	علم شمشیر زہر آلودہ سر پر چشم فتان کے

ابرو کا استعارہ تیغ سے کیا ہی اور یہ استعارہ مبتذل ہی لیکن زہر آلودہ کہنے سے ایک طرح کی غرابت اس مین آگئی کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہی اور سبزی و سیاہی مین چندان تفاوت نہین پس ابرو کو بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہر آلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہی -

گلزار نسیم

غولون نے بزور پھول اڑایا	اُس خضر کو راستہ بتایا

تاج الملوک کے بھائیون کو غولون سے استعارہ کیا ہی اور چھین لینے کو اڑا لے سے اور تاج الملوک کو خضر سے استعارہ کیا ہے اور تاج الملوک سے پھول چھین کر بھگا دینے کا استعارہ راستہ بتانے سے کیا ہے حاصل معنی یہ ہین کہ تاج الملوک کے بھائیون نے زبردستی پھول اُس سے چھین کر وہان سے بھگا دیا اگرچہ یہ استعارہ اپنے مفردات کی وجہ سے مبتذل ہے لیکن ترکیب کی وجہ سے اس مین غرابت پیدا ہو گئی ہے -

د

آنکھون سے اُس انجمن کو دیکھا	یک جا بت و برہمن کو دیکھا
لعل و گہر ایک درج مین ہے	شمس و قمر ایک برج مین ہے

تاج الملوک کا استعارہ برہمن سے کیا ہی اور بکاؤلی کا بت سے اسی طرح لعل و گہر اور شمس و قمر سے ان دونون کا استعارہ کیا ہی اور منھ کا استعارہ درج اور برج کے ساتھ کیا ہی اور یہ استعارے اگرچہ

اپنے مفردات کے اعتبار سے مبتذل ہین لیکن بسبب ترکیب کے غرابت حاصل کرلی ہے۔

ولہ

بولی وہ کہ بخت تھا زبردست	خورشید کو ذرے نے کیا پست

بکاؤلی کا استعارہ خورشید سے کیا ہی اور تاج الملوک کا ذرے سے اور یہ استعارہ اگرچہ اپنے مفردات کے اعتبار سے نادر نہین مگر بسبب ترکیب کے غرابت آگئی ہے۔

عاشق

تماشا دیکھتا ہون مین تری قدرت نمائی کا	خدا کی شان دعوی ہی بتون کو بھی خدائی کا

بتون کا استعارہ معشوق کے لیے مبتذل ہے مگر یہ کہدینے سے کہ خدا کی شان بتون کو بھی خدائی دعوی ہی کسی قدر ندرت آگئی ہے۔ ۵

کیونکہ اس بت سے رکھون جان عزیز	کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

ایمان کے ذکر نے بت کے استعارے مین معشوق کے لیے غرابت پیدا کردی۔

تیسرا چمن استعارے کے بیان مین باعتبار مستعار منہ اور مستعار لہ اور وجہ جامع تینوں کے

اور یہ چھ قسم پر ہی اسلیے کہ مستعار منہ اور مستعار لہ یا حسی ہوتے ہین یا ایک ان مین سے حسی ہوتا ہی اور ایک عقلی مثلاً مستعار منہ حسی ہوتا ہی اور مستعار لہ عقلی یا مستعار منہ عقلی ہوتا ہے مستعار لہ حسی پس یہ چار صورتین ہوئین جن مین وجہ جامع ہمیشہ عقلی ہوتی ہے کیونکہ وجہ شبہ جسکا نام جامع ہی وہ طرفین کے ساتھ قائم ہوتی ہے پس جبکہ دونون عقلی ہونگے تو اُنکے ساتھ وجہ جامع قائم ہوگی اور اگر ان مین سے ایک عقلی ہوگا اور ایک حسی تب بھی وجہ جامع کا عقلی ہونا ضرور ہے اس لیے کہ عقلی کا قیام حسی کے ساتھ مستحیل ہے اور جبکہ مستعار منہ و مستعار لہ دونون حسی ہوتے ہین تو وجہ جامع کبھی عقلی ہوتی ہے کبھی حسی اور کبھی مختلف یعنی بعض حسی اور بعض عقلی اس طرح چھ قسمین ہوگئین تفصیل اسکی اس طرح ہی۔

(۱) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینون حسی ہون اور چونکہ حواس پانچ ہین تو ان کی بھی پانچ حالتین ہون گی۔

(الف) حسی متعلق بباصرہ جیسے۔

دبیر

کی پشت سوے خیمۂ رخ اعدا کے سامنے	اُگلے دہن سے لعل شہ خاص و عا نے

منھ سے خون ڈالنے کا استعارہ لعل اُگلنے سے کیا ہی خون مستعار لہ لعل مستعار منہ اور یہ دونون حسّی ہین اور وجہ جامع یہان سُرخی رنگ ہی جو حس باصرہ سے متعلق ہی۔

غالب

بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا	بات تو کرتے کہ مین تشنۂ تقریر بھی تھا

معشوق کے صرف آن کر اپنی صورت دکھا دینے کو بجلی کے آنکھون کے سامنے کوند جانے سے استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع اس مین بہت ہی کم ٹھہرنا ہی۔

(ب) حسی متعلق بسامعہ۔

ذوق

نہ موج مے کو ہو پیچش نہ شیشہ نے ہچکی	گئی جہان سے یہ بیماری فواق بہ خیر

ولہ

گر ترے فریادیون کے نامۂ پیچیدہ کو	لب پہ رکھکر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا

ظفر

صراحی قہقہہ زنی ہی مینا مسکراتا ہے	ہمارا یار جس دم جانب میخانہ آتا ہے

پہلے شعر مین شراب کی آواز کو ہچکی سے اور دوسرے شعر مین دہن کی آواز کو صور کے نالے سے اور تیسرے شعر مین صراحی کی آواز کو قہقہہ سے استعارہ کیا ہی اور یہ سامعہ کے متعلق ہی۔

(ج) حسی متعلق بہ شامہ جیسے۔

امانت

صحن گلشن مین پریشان جو وہ سنبل ہو جائے	نافۂ مشک ختن غنچۂ ہر گُل ہو جائے

سُنبل سے بالون کا استعارہ کیا ہی اور وجہ جامع درازی اور باریکی اور پیچیدگی نہین بلکہ خوشبو ہے کیونکہ بالون کی خوشبو کی تحصیل سے ہر غنچے کے نافۂ مشک ہو جانیکا دعوے کیا ہے۔

(د) حسی متعلق بذائقہ جیسے معشوق کے آب دہن کو شراب سے استعارہ کرین۔

معبود شاہ رند

کدھر ہے شتابی سے آ ساقیا	مجھے نوشدارو پلا ساقیا

شراب کو نوشدارو سے استعارہ کیا ہی اور یہان وجہ جامع مزہ ہی اور اگر شراب کا کمال مرغوب و مقبول ہونا مثل نوشدارو کے وجہ جامع ہو تو اس صورت مین وجہ جامع عقلی ہوتی ہی۔

(۲) حسی متعلق بلامسہ جیسے مخمل یا سطح آب سے شکم کا استعارہ کرین اور یہ چھونے کی چیزون سے ہے کیونکہ وجہ جامع اس مین ملائمت ہی۔

انیس

اک پھول سے رکھتے ہین خلش خار ہزارون	اک سر ہے فقط اور خریدار ہزارون

یہان پھول سے جسم شریف حضرت امام حسین کا استعارہ کیا ہی اور نرمی و نزاکت وجہ جامع ہے کیونکہ خار کا ذکر موجود ہی یہان سُرخی رنگ کی وجہ سے استعارہ نہین ہی ورنہ وہ حس بصر سے متعلق ہی۔

(۲) طرفین حسی ہون اور وجہ جامع عقلی جیسے شیر سے مرد شجاع کا استعارہ کہ جامع اس مین جرأت ہی اور وہ امر عقلی ہی میر صاحب نے کتے کی تعریف مین فرماتے ہین۔

چوہا کیا ہے جو سامنے آئے	گھوس سے بھی یہ شیر بھڑ جائے

کتّا مستعار لہ ہی اور شیر مستعار منہ ہی اور وجہ جامع ان مین جرأت ہی۔

آتش

نسبت اُس فتنۂ دوران سے کوئی اندھا دے	یار کی آنکھ سیہ دیدۂ بادام سفید

شخص جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہی اور جامع اس مین نافہمی ہے۔

نواب خان راسخ

اُس آب حیات سے جُدا ہون	مچھلی کی طرح تڑپ رہا ہون

معشوق استعارہ آب حیات سے کیا ہی اور وجہ جامع نایاب مرغوب و مطلوب ہونا ہے۔

انیس

اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا	غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا

سپاہ شام کا استعارہ روباہ سے کیا ہے اور وجہ جامع نامردی ہے۔

مثنوی فسانہ

کدھر ہے تو اے ساقی نیک نام	پلادے مجھے زہر گلگون جام
کہ پیتے ہی جی سے گذر جاؤن مین	یہی دل مین ٹھانی ہے مرجاؤن مین

شراب کا استعارہ زہر سے کیا ہی اور وجہ جامع قتل ہے۔

مومن

ہے مجھے بھی خیال طوف حرم		خضر رہ گر ہو فضل رحمانی	

ممدوح کے قصر کا حرم سے استعارہ کیا ہے اور وجہ جامع دونون مین عظمت ہے۔

محسن

زلف پر ٹھہری نظر مائل، ابرو ہوکر	ہم پھرے کعبے سے استقبلہ تو ہندو ہوکر	

مخاطب کا استعارہ قبلے سے کیا ہے اور وجہ جامع دونون مین علو شان ہے۔

(۳) مستعار لہ حسی اور مستعار منہ اور وجہ جامع عقلی ہون جیسے معشوق کو جان اور آفت جان سے استعارہ کرین

شیخ محمد زمان بسمل

قیامت سایہ بنکر پیچھے پیچھے ساتھ ہوتی ہے	گذر جس راہ سے ہوتا ہے میرے آفت جان کا

مومن

اے غارت جان وجان مومن		اے آفت جان دمان مومن ہے	

انیس

دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا		ہنگامہ ٹھہر تھا لٹا گھر حسین کا	

فرزند کو آنکھ کے نور سے استعارہ کیا ہے۔

میر

عاشق ترے لاکھون ہوئے مجھسا نہ پیدا ہوا		تجھپر کوئی اکام جان دیکھا نہ یون مرتا ہوا	

اور کوئی شخص ایک امر کی تلاش اور تردد کو نہ چھوڑے تو کہین وہ باز نہین آتا نہ چھوڑتا حسی ہے اور باز نہ آنا عقلی اور وجہ جامع ان مین عدم سکونت و اطمینان ہے۔

[illegible]

پھر جائے ہی غیر اُس سے ملنے		آتے نہین باز ایسے ویسے ہے	

ولہ

آیا تھا خانقہ مین وہ نور دیدگان کا		تہ کر گیا مصلے غلت گزیدگان کا	

میر محمدی بیدار

جلوہ دکھاکے گذرا وہ نور دیدگان کا		تاریک کر گیا گھر حسرت کشیدگان کا	

نور دیدہ استعارہ معشوق سے ہی اور وجہ جامع لطافت ہے۔

(۴) مستعار منہ حسی ہو اور مستعار لہ و وجہ جامع عقلی ہوں جیسے کوئی شخص ایک امر کی تلاش سے بعد تردد کے مایوس ہو جائے تو کہیں اب اُس نے ہاتھ اُٹھا لیا ہاتھ اُٹھانا حسی ہی اور مایوس ہو جانا عقلی اور وجہ جامع اس میں انقطاع و عدم منفعت ہے۔

میر تقی

یوں تو سو بار آؤ جاؤ گے	پیسے تدریج ہی سے پاؤ گے
اور اِس پر بھی جو ستاؤ گے	اپنے پیسوں سے ہاتھ اُٹھاؤ گے

بوجھ میں اپنے سر سے دو ٹکا ٹال

اور جیسے قطع تعلق و ترک شے کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے استعارہ کریں ہاتھ دھو بیٹھنا حسی ہی اور قطع تعلق و ترک شے عقلی اور وجہ جامع اس میں سکونت و اطمینان ہے۔

خواجہ درد

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہیں کیا جی کو رو بیٹھے	بس اب اِک ساتھ ہم دونوں جہاں سے ہاتھ دھو بیٹھے

یعنی دونوں جہان سے قطع تعلق کیا۔

صحرا میں جا صبا نے ہر چند خاک چھانی ولہ	میرے غبار کا کچھ پایا نشان نہ ہرگز

تلاش اور جستجو کا استعارہ خاک چھاننے سے کیا ہی اور محنت و پریشانی وجہ جامع ہی۔

دبیر

سیدھی ہوئی جو تیغ تو دفتر اُلٹ گیا	میدان سے پاؤں جینے سے دل سب کا ہٹ گیا

مہیا اور مستعد ہونے کا استعارہ سیدھے ہونے کے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع تہیہ اور استعداد ہی۔

انیس

ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا	غل تھا کہ فوج شام کا دفتر اُلٹ گیا

دفتر اُلٹ جانا استعارہ ہی برباد ہو جانے سے اور وجہ جامع بربادی و تباہی ہے

غالب

درماندگی میں غالب کچھ بن پڑے تو جانوں	جب رشتہ بیگرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

مشکلات کو رشتے سے اور اُنکے دفع کرنے کی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے استعارہ کیا ہی اور محنت و تردد اور تشویش وجہ جامع ہے۔

سودا

تیغ ستم کہ فتنے کا رد ہو سوے عدم		سُنتے جو چونکتے اُسکو نجو ابگاہ نیام	

تیغ کے نیام میں چونکنے سے مراد نکلنے کے لیے مستعد ہونا ہی پس مہیّا و مستعد ہونیکا استعارہ چونکنے سے کیا ہی اور وجہ جامع استعداد و تہیہ ہی پس مستعار منہ حسّی ہی کیونکہ چونکنے سے مراد حرکت کرنا ہی اور اُس کے حسّی ہونے مین شبہ نہین نہ احساس کا پیدا ہونا اور آنکھ کا کھولنا اور مستعار لہ مہیا و مستعد ہونا ہے او وجہ جامع تہیہ و استعداد ہی اور ان دونون کے عقلی ہونے مین کلام نہین۔

(۵) مستعار لہ اور مستعار منہ او روجہ جامع تینون عقلی ہون اور یہان جامع کا عقلی ہونا لازم ہے کیونکہ محسوس کا قیام معقول کے ساتھ صحیح نہین۔

میر

کیا کہیے کہ خوبان نے اب ہم مین ہے کیا رکھا		ان چشم سیاہون نے بہتون کو سُلا رکھا	

یعنی بہت آدمیون کو فنا کر دیا۔ فنا کر دینے کا استعارہ سُلا رکھنے سے کیا ہی مستعار منہ سُلا رکھنا ہے اور مستعار لہ فنا کر دینا اور وجہ جامع ان مین افعال کا نہ ظاہر ہونا ہے اور یہ تینون عقلی ہین اس لیے کہ فنا کرنے اور افعال کے ظاہر نہونے کا تو عقلی ہونا ظاہر ہے اور سُلا رکھنے سے مراد اس احساس کا منتفی کر دینا ہے جو بیداری کی حالت مین حاصل ہوتا ہی نہ اسکے آثار جیسے خراٹے لینا اور آنکھون کا بند ہو جانا پس تینون کے عقلی ہونے مین کلام نہین۔

حالی

چھوڑو افسردگی کو ہوش مین آؤ		بس بہت سُو لیے اُٹھو ہوش مین آؤ	

غافل رہنے کا استعارہ سُونیکے ساتھ کیا ہی اور وجہ جامع بے پروائی و غفلت ہی اور تینون عقلی ہین۔ اسلیے کہ غافل رہنے اور غفلت و بے پروائی کا عقلی ہونا ظاہر ہی اور سُونے سے مراد اس احساس کا باقی نرہنا ہے جو بیداری مین حاصل ہوتا ہی اور اُسکے عقلی ہونے مین بھی شبہہ نہین۔

(۶) طرفین حسّی ہون اور وجہ جامع مرکب ہو بعض امر حسّی اور بعض امر عقلی سے چنانچہ شخص جلیل القدر کا استعارہ آفتاب سے کرین حُسن اور شان کی بزرگی کا مجموعہ وجہ جامع ہی ایسا استعارہ بہت کم واقع ہوتا ہی گویا درحقیقت دو استعارے ہین۔

میرحسن

وزیرون نے کی عرض اے آفتاب		نہو ذرہ تجھکو ۔ اضطراب ہے	

ولہ

گردون مختصریان سے اب غم کی بات | لگا رہنے اُس مین وہ آب حیات

بے نظیر کا استعارہ آب حیات سے کیا اور وجہ جامع اس مین عزیز الوجود ہونا اور لوگون کی نظرون سے مخفی رہتا ہے۔

نسیم

طالع سے کسے تھی ایسی اُمید | نکلا ہے کدھر سے آج خورشید

بکاؤلی نے تاج الملوک کا استعارہ خورشید سے کیا ہی حسن اور مطلوب ہونا یہ چیزین وجہ جامع ہین

مہاراجہ دگبجے سنگھ متخلص براجہ

مدام اپنی بغل مین وہ آفتاب رہا | ہمارے دور مین دور شراب ناب رہا

آفتاب استعارہ معشوق سے ہی۔

یاد رکھو کہ جس صورت مین مستعار لہ مستعار منہ دونون حسی ہین تو وجہ جامع حسی اور عقلی دونون طرح آسکتی ہے اسلیے کہ یہ امر جائز ہی کہ کسی شے حسی کے ساتھ بعض صفت عقلی قائم ہو جیسے جرأت زید اور شیر مین کہ وہ وصف عقلی ہے اور ان دونون کے ساتھ قائم ہے باوجودیکہ وہ دونون حسی ہین اور اگر مستعار لہ اور مستعار منہ دونون عقلی ہون گے یا ایک عقلی اور ایک حسی تو وجہ جامع عقلی ہوگی نہ حسی کیونکہ وجہ جامع مستعار لہ اور مستعار منہ سے حاصل ہوتی ہی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عقل سے جو چیز حاصل ہوگی وہ عقلی ہوگی پس اگر مستعار لہ اور مستعار منہ عقلی ہون اور وجہ جامع حسی یعنی ایسی چیز ہو کہ اُسکو حس کے ساتھ ادراک کرسکین تو لازم آوے کہ حس سے اشیاے عقلی کو بھی ادراک کرسکین حالانکہ حس غیر حسی مین سے کسی کو ادراک نہین کرسکتا اور حال اسکا اور کی مثالون سے بخوبی منکشف ہوتا ہے یعنی جب خون کو لعل کہا تو اس مین وجہ جامع سُرخی رنگ کی ہے یہ حسی ہی یا جب شیشے کی آواز کو ہچکی اور صراحی کی آواز کو قہقہہ سے استعارہ کیا تو اُس مین رُک رُک کے آواز کا نکلنا وجہ جامع ہی یہ بھی حسی ہے اسی طرح جب معشوق کے صرف آن کر اپنی صورت دکھا دینے کو بجلی کا آنکھون کے سامنے کوند جانا کہا تو اُس مین نہ ٹھہرنا وجہ جامع ہی اور یہ حسی ہی اور بالون کے استعارے مین سُنبل کے ساتھ وجہ جامع خوشبو ہے جو حسی ہی اور شراب کے استعارے مین نوشدارو کے ساتھ وجہ جامع مزہ مانا جائے تو یہ بھی حسی ہی اور جسم کے استعارے مین پھول کے ساتھ وجہ جامع نرمی ہے اور یہ بھی حسی ہی اور جب گنگے کو شیر سا اور جاہل کو اندھے سے اور محبوب کو آب حیات سے اور قمر کو حرم سے اور سیاہ شام کو روباہ سے اور مخاطب کو

کعبے سے اور نہ چھوڑنے کو باز نہ آنے سے اور معشوق کو دیدون کے نور اور آفت جان اور جان اور کام جان سے اور فرزند کو آنکھون کے نور سے اور مایوس ہوجانے کو ہاتھ اُٹھا لینے سے اور قطع تعلق و ترک شے کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے اور تلاش و جستجو کو چھاننے سے اور مشکلات کو رشتے سے اور اُن کے دفع کرنے کی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے اور برباد ہوجانے کو دفتر اُلٹ جانے سے اور مہیا اور مستعد ہونے کو سیدھا ہونے اور چونکنے سے اور مار ڈالنے کو سُلا رکھنے سے اور غفلت کو سُونے سے استعارہ کیا تو ان سب مین وجہ جامع عقلی ہی۔

چوتھا چمن استعارے کی قسمون کے بیان مین

جس استعارے مین لفظ مستعار اسم جنس ہو اُسے اصلیہ کہتے ہین امام فخر الدین رازی کا مذہب یہ ہے کہ مجاز بالذات صرف اسم جنس جامد مین ہوتا ہی فعل و اسم مشتق مین مشتق منہ کی تبعیت کی وجہ سے واقع ہوتا ہی حرف اور علم مین مجاز کسی طرح بھی نہین ہوتا اور امام غزالی کی رائے یہ ہی کہ اگر معنی مجازی کی طرف انتقال صحیح ہونے کے لیے کوئی علاقہ موجود ہو تو علم مین بھی مجاز داخل ہوتا ہی اور حق یہ ہی کہ اسم جنس جیسے شیر اور گل اور سرو اور مرد مین مجاز بالذات واقع ہوتا ہے اور اسی مین داخل ہی مصدر مثل قتل اور ضرب جیسے ایذاے شدید کو مجازاً قتل کہین۔

امانت

چھلّے دیتا تھا کوئی ہاتھ پھنسانے کے لیے	مہندی لاتا تھا کوئی رنگ جمانے کے لیے

اس شعر مین ہاتھ پھنسانا اور رنگ جمانا مستعار منہ ہین اور اپنا استحقاق ثابت کرنا مستعار لہ اور یہ مصدر ہین۔

بے وجہ نہین ابر بہاری کا یہ رونا	امیر	دکھلاتا ہی داغ اپنے چمن مین یہ طاؤس

برسنے کا استعارہ رونے سے کیا ہی اور یہ مصدر ہی اسی مثال مین ہی انشا کا یہ شعر ؎

برسے برسے ہی نہ کیونکر پرسے	کس طرح نہ بادلون کو رونا آوے

اسیر

دہر مین نیکون کی صحبت سے بدون کو ہے گریز
عدل ہی جس ملک مین فتنہ وہان رہتا نہین

اجتناب کا استعارہ گریز سے کیا ہی جو گریختن کا حاصل مصدر ہی۔

ظفر

مے سے ہے اجتناب زاہد کو	ہم تو پرہیز کچھ نہین کرتے

اجتناب کا استعارہ پرہیز سے کیا ہے۔ اور اسم جنس کے قبیل سے ہے علم بھی جس کو بسبب کسی وصف کے تاویل کرکے اسم جنس مین داخل کرین مثلاً حاتم اور رستم کہ اول کو سخی کے معنی مین اور دوسرے کو بہادر کے معنی مین استعمال کرتے ہین چنانچہ متکبر آدمی کو کہین کہ وہ فرعون ہے یا بہادر کو کہین کہ وہ رستم ہے۔

حالی

وہ جو کچھ کہ ہین کہ سکے کون اُن کو	بنایا ندیمون نے فرعون اُن کو

میر

نال دُنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر

حاتم ہے یہ گرچہ ہے قلندر	پر خانہ خراب کر گیا دل

اور بغیر اس تاویل کے جائز نہین کیونکہ علمیت جنسیت کے منافی ہے اور اعتبار افراد کا ہے اسلیے اعلام مین مجاز جاری نہین ہو سکتا اور اسم جنس مین اصالۃً مجاز کے داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیان مجاز کی بنا تشبیہ پر ہے یعنے مستعار لہ کو مستعار منہ کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تشبیہ مشبہ کا وصف ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مشبہ بہ کے ساتھ وجہ شبہ مین شریک ہے اور موصوف ہونے مین حقائق اور ذاتین اصل ہوتی ہین مثلاً جسم سفید اور آب صاف اور چونکہ شیر اور گل و سرو وغیرہ ذاتین ہین اور تشبیہ کے وصف سے موصوف ہوتی ہین اسلیے ان مین مجازاً اصالۃً داخل ہوتا ہے مثال اسم جنس مین استعارے کی۔

انیس

کیون فاطمہ زہرا کو رلاتا ہے کفن مین	دو پھول تو رہنے دے محمدؐ کے چمن مین

صاحبزادگان حضرت مسلم کو پھول کہا ہے پھول اسم جنس ہے۔

مذاق

مین اُس گل کو پیغام کہتا ہزارون	ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے

معشوق کو گل کہا ہے اور گل اسم جنس ہے۔

نسیم

بلبل اسی رشک گل کی ہون مین	تم کیا ہو ہزارون ہین کمون مین

عاشق کا استعارہ بُلبُل سے کیا ہی اور بُلبُل اسم جنس ہی۔

دبیر

کس شیر کی آمد ہی کہ رَن کانپ رہا ہے ۔ رَن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

حضرت امام حسین کا استعارہ شیر سے کیا ہی اور شیر اسم جنس ہی۔

فعل اور شبہ فعل (یعنی اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل) اور حرف مین مجاز بالاتباع داخل ہوتا ہی کیونکہ فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ یا حرف کے معنی کو یہ صلاحیت نہین کہ تشبیہ کے وصف سے موصوف ہوسکین یعنی نہ فعل اور شبہ فعل کے معنی مشبہ ہوتے ہین اور نہ حرف کے معنے بلکہ فعل و شبہ فعل کا مصدر اور حرف کے معنی کا متعلق مشبہ ہوتا ہے اور حرف کے معنی کا متعلق وہ شے ہی کہ حرف کے معنے بیان کرتے وقت اُس معنی کو اُس چیز سے تعبیر کرین مثلاً کہتے ہین حرف سے ابتدا کے لیے ہی اور مین ظرفیت کیواسطے اور تک انتہا کیواسطے اور تو تا سے مفتوح سے غرض کیواسطے پس ابتدا اور ظرفیت اور انتہا اور غرض ان حرفون کے معنے کے متعلق ہین یعنی اُن کے معنے اُن سے تعلق رکھتے ہین پس فعل اور شبہ فعل اور حرف کو مستعار کہنا بطور تبعیت کے ہی نہ بطریق اصالت کے یعنی فعل اور شبہ فعل اور حرف مستعار ہونے مین مصدر اور متعلق کے تابع ہین اور خود مستعار نہین ہوسکتے تفصیل فعل اور شبہ فعل اور حرف کے استعارہ ہونے کی یہ ہی کہ کبھی فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نہی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ کے ساتھ کسی معنی کو تعبیر کرتے ہین اور مقصود اس سے وہ معنی نہین ہوتے جن معنی کے واسطے وہ بنائے گئے ہین بلکہ اُن کا غیر مقصود ہوتا ہے اور اُن لفظون سے غیر معنے موضوع لہ کا مستعار ہونا باعتبار اُن کے مصدر کے ہوتا ہی فعل اور حرف کے مستعار ہونے کو استعارۂ تبعیہ کہتے ہین۔

(لفظ مستعار کے فعل ہونے کی مثال)

امانت

رنگ مین بو مین نزاکت مین جو یکتا پایا ۔ اُس گل تازہ سے دل مین نے غرض اٹکایا

دل اٹکایا فعل ماضی ہی مگر دل اٹکانے اور عاشق ہونے مین استعارہ ہی جو مصدر ہین۔

حسرت

مارا مجھے کبھی کے اس نخرے نے
کہتی ہی وہ کام مین ابھی چھوڑ دو جی

ہر چند مارا فعل ماضی ہی لیکن استعارہ یہان مار ڈالنے اور تکلیف شدید پہونچانے مین ہی۔

گلزار نسیم

ہمت نے مری تجھے اُڑایا | غفلت نے تری مجھے چھوڑایا

اُڑایا سے مراد یہ ہی کہ عقل کھودی پس یہان اُڑانے اور عقل کھودینے مین استعارہ ہی۔

امیر

بسی گور غریبان جس کسی کا گھر ہوا ویران | مسافر پڑکے سوئے جاگ اُٹھی تقدیر منزل کی

یہان استعارہ سونے اور مرجانے مین ہی۔

میر

تردامنون کو دیکھ کے لب خشک ہو گئے | احوال میکدہ پہ بہت ابر رو گئے

ابر کے برسنے کو رونے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل ماضی مثبت ہے۔

سودا

گل مت سمجھیو باغ مین اے عندلیب زار | غنچے کا دل دہن پہ کسی کے بکھر چلا

یہان بھی مستعار بکھر چلا فعل ماضی ہی اور استعارہ درحقیقت مصدرون مین ہی۔

حالی

علم والے علم کے دریا بہا کر چلدیے | واعظان قوم سوتون کو جگا کر چلدیے

یعنے مرگئے یہان استعارہ چلدینے اور مرجانے مین ہی۔

ذوق

اکرتی ہی زیر برقعۂ فانوس تاک جھانک | پروانے سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی

یہان لگی ہوئی ماضی کا صیغہ مذکور ہی لیکن استعارہ مصدر مین ہی۔

ظفر

وہ رشک گل چمن مین اگر اے صبا ہنسے | پھر منہ ہی کیا جو غنچہ کوئی کھلکھلا ہنسے

غنچے کے کھلنے کو ہنسنے سے استعارہ کیا ہی اور ہنسے صیغہ مضارع کا ہی۔

انشا

اگرچہ ہم تو جی کو روکتے ہین پر | لیک پرنالے سارے اوکتے ہین

پرنالون کے بہنے کو اوکنے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل حال ہی۔

اس موسم برسات مین کیون گھر نہ رہین ہم | ولہ | آنکھین بھی برستی ہین ساون کی برابر

رونے کو برسنے سے استعارہ کیا ہی اور لفظ مستعار فعل حال ہی۔

میر

گھر کی صورت جو اور ہوتی ہے	چھت بھی بے اختیار روتی ہے

درد

روتا نہیں ہی شاہد مینا یہ بے سبب	گردن پہ اُسکی خون کسی کا سوار ہے

پہلے شعر مین ٹپکنے کا استعارہ رونے کے ساتھ کیا ہی اور دوسرے مین شراب کے اونڈھنے کا استعارہ رونے سے کیا ہی اور دونون شعرون مین مستعار حال کے صیغے ہین۔

ظفر

اجی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہی	ہمارا یار جسدم جانب میخانہ آتا ہے

صراحی سے شراب کے آواز کے ساتھ نکلنے کا استعارہ قہقہہ بھرنے سے کیا ہی اور شراب کے مینا سے آہستہ نکلنے کا استعارہ مسکرانے سے کیا ہی اور دونون لفظ حال کے صیغے ہین۔

سودا

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات	اب آئی سحر ہونے کو ظالم کہین مر بھی

ولہ

ہوتی نہیں ہی صبح نہ آتی ہے مجھکو نیند	جسکو پکارتا ہون وہ کہتا ہے مر کہین

ان اشعار مین امر کا صیغہ ذکر کیا ہی مرنے اور سونے مین استعارہ ہی۔

بھاگ ان بردہ فروشون سے کہان کے بھائی	بیچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر پائین

بھاگنے اور اجتناب کرنے مین استعارہ ہی اور امر کا صیغہ ہی کو یہ دونون فعل ہین استعارے کی مثال

امانت

سُرمہ دیتا تھا کوئی آنکھ لگانے والا	مستی بھجواتا تھا کوئی کہ کرو منھ کالا

مومن

خندہ زن کس کا ہوا زخم درون	شدت گریہ پنہان کیون ہے
چمن زار عالم کی خوبی پہ مت جا	امیر اک گل اس بے ثباتی پہ خندہ زنان ہے

ان شعرون مین آنکھ لگانے اور عشق کرنے مین اور خندہ زنی اور شگفتہ ہوجانے مین اور خندہ زنان ہونے اور کھلنے مین استعارہ ہی اور اسم فاعل کے صیغے مذکور ہین۔

میر

شہر مین جو نظر پڑا اُس کا | کشتہ ناز یا تغافل تھا

آتش

رنگ زرد و لب خشک و فرق گرد آلود | کشتہ عشق مین ہم ہے یہ کفارہ اپنا

صدمہ رسیدہ ہونیکا استعارہ کشتہ سے کیا ہے اور اسم مفعول کا صیغہ مذکور ہے۔

نواب جہانگیر محمد خان دولہ تخلص

ہووے گا میرا حشر شہید دن مین جو یان | مقتول الفت خلف بوتراب تھا

مقتول اسم مفعول کا صیغہ ہے عاشق کے معنے مین پس اسم مفعول کا عاشق سے استعارہ کیا ہے۔

میر

غم محبت مین میر ہمکو ہمیشہ جلنا ہم تہ مرنا | صعوبت ایسی دماغ رفتہ کمان تلک ہم فگار نکلے

بیکار ہونے کا استعارہ رفتہ سے کیا ہے جو صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہ اسم مفعول کا کیونکہ اسم مفعول فعل لازم سے نہین آتا۔

میر

تو وہ نہین کسو کا تہ دل سے یار ہو | یا جھکمیں شکستون سے اخلاص پیار ہو

شکستہ صدمہ رسیدہ اور دکھے ہوئے کے معنی مین ہے۔

شہید

بس مصلے سے اٹھکے وہ شہدین | جا کے اس خستہ کے سر بالین

خستہ سے مراد عاشق ہے خستہ زخمی کو کہتے ہین اور ستون حنانہ کو کوئی زخم نہ پہونچا تھا بلکہ وہ عشق رسول مین روتا تھا اور خستہ مشتق ہے خستن سے جو لازم ہے پس صفت مشبہ ہوگا نہ اسم مفعول (حرف مین استعارے کی مثال)۔

غالب

ظلم سے باز آئے پر باز آئین کیا | کہتے ہین ہم تجھکو منھ دکھلائین کیا

چھوڑ دینے کا استعارہ باز آنے سے کیا ہے اصل مین چھوڑ دینا مستعار لہ اور باز آنا مستعار منہ ہے

اور حرف سے چھوڑ دینے سے متعلق ہے مستعار لہ کو ترک کرکے حرف سے کے ساتھ استعارہ کیا ہے -

درد

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہیں کیا جی کو رو بیٹھے ۔۔۔ بس اب اک ساتھ ہم دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

یہان استعارہ حرف سے مین ہے اور اصل مین قطع تعلق کردینا مستعار لہ ہے جو متعلق ہے حرف سے کا اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ ہے مراد اس جگہ یہ ہے کہ ہمنے دونون جہان سے قطع تعلق کیا اگرچہ بظاہر حرف سے مستعار لہ معلوم ہوتا ہے اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ لیکن واقع مین سے مستعار لہ نہین بلکہ اُسکا متعلق یعنے قطع تعلق کرنا مستعار لہ ہے پس واقع مین استعارہ ان دو معنی مین واقع ہوا ہے اور حرف سے متعلق کی اتباع سے مستعار لہ کہا گیا ہے۔

سودا

اُسکے کوچے مین تو کیون جاتا ہے اے سودا اگر ۔۔۔ خلق کی سر اپنے لینے کو ملامت کے لیے!

اس شعر مین لیے کا حرف غرض کے واسطے موضوع ہے جو بطریق استعارے کے واقع ہوا ہے اور استعارہ لیے مین نہین بلکہ معنی غرض مین ہے کہ لیے کا متعلق ہے اسلیے کہ غرض کوچۂ یار مین جانے سے راحت و عزت ہوتی ہے نہ لعنت و ملامت مگر بوجہ اس بات کے کہ انجام کار وہان کے پھرنے سے لوگ مطعون کرنے لگتے ہین اسلیے راحت و عزت کو ملامت کے ساتھ استعارہ کیا ہے یعنے کوچۂ یار مین سودا کا واسطے حصول راحت و عزت کے جانا گویا کہ واسطے لعنت و ملامت کے جاتا ہے اور مستعار لہ یہان راحت و عزت ہے اور مستعار منہ ملامت ہے اور لفظ مستعار لیے ہے پس استعارہ معنی غرض مین ہے کہ لیے کا متعلق ہے اور اطلاق اسکا لیے پر تبعیت کے طور پر ہے نہ اصالت کے طور پر یہ استعارہ بطریق استہزا کے واقع ہوا ہے -

ظفر

کھانا اگر ہے زخم تو پانی ہے آب تیغ ۔۔۔ مہمان کربلا کی ضیافت کے واسطے

اس شعر مین واسطے کا حرف غرض کے لیے موضوع ہے پس مستعار لہ ظاہر مین واسطے کا حرف ہے اور واقع مین غرض کے معنے ہین جو واسطے کا متعلق ہے اسلیے کہ غرض زخم اور آب تیغ سے ضیافت نہ تھی بلکہ بھوکا پیاسا قتل کرنا تھی اور مستعار منہ ضیافت ہے یہ استعارہ بطریق طنز کے واقع ہوا ہے -

فائدہ انشاء اللہ خان نے دریاے لطافت مین لکھا ہے کہ واسطے اور لیے اُردو مین مضاف سمجھے جاتے ہین اور عربی مین لفظ کے جر کرنے والے حروف ہین -

اور مولوی صہبائی نے حدائق البلاغت کے ترجمے مین حروف کی مثال مین لکھا تھا ہمنے بھی یہان اُنکی

اتباع کی ہے۔
مگر تلخیص المفتاح کے مصنف نے متعلق کو کہ متروک ہی مشبہ بہ اور اُس لفظ کو کہ مذکور ہی مشبہ قرار دیا ہی لیکن چونکہ اُسکے مذہب کے موافق استعارہ بالتصریح مین خواہ اصلیہ ہو خواہ تبعیہ مشبہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ بہ مذکور غایت یہ ہی کہ استعارۂ تبعیہ مین بعینہ لفظ کے مفہوم مین تشبیہ نہین ہوتی اور اصلیہ مین ہوتی ہی چنانچہ اوپر کی مثالون سے ظاہر ہے پس متعلق متروک کو مشبہ بہ قرار دینے مین استعارہ بالتصریح متصور نہین ہوتا اسلیے کہ مشبہ کا متروک ہونا چاہیے اور مشبہ بہ کا مذکور البتہ استعارہ بالکنایہ ہو سکتا ہے کیونکہ استعارہ بالکنایہ مین مشبہ مذکور ہوتا ہی اور مشبہ بہ متروک اور وہ چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت رکھے اُسکو مشبہ کے ساتھ ذکر کرتے ہین اسی طرح یہان ہی کہ مشبہ بہ یعنی متعلق متروک ہے اور مشبہ یعنی باز آنا اور دھو بیٹھنا اور ملامت اور ضیافت مذکور ہی اور جو چیز کہ مشبہ بہ کے واسطے مخصوص ہی یعنی حرف سے اور لیے اور واسطے کہ اُس مشبہ بہ پر دلالت کرتے ہین مشبہ کے ساتھ ذکر کیے گئے ہین اس صورت مین یہ استعارہ تبعیہ نہوا بلکہ بالکنایہ ہوا اور یہی مذہب سکاکی کا ہی علامہ تفتازانی نے مطول مین اسکو تبعیہ مین داخل کرنے کے واسطے ایک تقریر کی ہی اُسکا بیان مثالون کے موافق یہ ہی کہ مثلاً دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھنا مشبہ ہی اور دونون جہان سے قطع تعلق کرنا مشبہ بہ ہی یعنے دونون جہان سے اس طرح ہاتھ دھو بیٹھے جس طرح قطع تعلق کرتے ہین پھر مشبہ یعنی دھو بیٹھے کے ساتھ وہ حرف ذکر کیا جو مشبہ بہ یعنے دونون جہان چھوڑ دینے پر دلالت کرتا ہی یعنی حرف سے جو دُور کرنے اور اعراض کرنے کے معنے مین ہی نہ ابتدا کے معنی مین جیساکہ فارسی مین از اور عربی مین عن اعراض کے لیے آتے ہین اس صورت مین اول استعارہ اعراض اور دُور کرنے مین جاری ہوا ہی یعنی دونون جہان کے تعلقات سے اعراض کرنا اور اُن کو ترک کر دینا مشبہ بہ ہے بعد اُسکے اس استعارے کی اتباع سے حرف مین استعارہ ہوا یعنی حرف سے کو ایسی شے کے واسطے استعارہ کیا جو قطع تعلق کرنے اور اعراض کرنے سے تشبیہ دی گئی ہی یعنے ہاتھ دھو بیٹھنا حاصل کلام یہ ہی کہ حرف سے سے موضوع لہ نہ سمجھا گیا بلکہ وہ چیز سمجھی گئی جو اُس سے مشابہت رکھتی ہی جیسے شیر کے لفظ سے استعارے مین جانور درندہ نہین سمجھا جاتا بلکہ وہ چیز سمجھی جاتی ہے جو اُس سے مشابہت رکھتی ہی یعنی مرد بہادر اور خلاصہ کلام یہ ہی کہ اگر تشبیہ اُس چیز مین فرض کرین کہ جس سے حرف سے متعلق ہی اور وہ قطع تعلق ہی تو استعارہ بالکنایہ ہوا کیونکہ مشبہ بہ وہی ہی اور حرف سے کا ہاتھ دھو بیٹھنے کے ساتھ کہ مشبہ ہے مذکور ہونا استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہو جائیگا اور اگر اس حرف کے معنے مین کہ وہ دور کرنا اور اعراض کرنا ہین اور یہان متروک ہین تشبیہ فرض کرین تو استعارہ تبعیہ ہو گا۔

استعارہ تبعیہ مین جہان مستعار فعل یا شبہ فعل ہو قرینے کا مدار فاعل یا مفعول پر ہی مثال اول۔

انیس

تھم گیا طبل وغا کے بھی وہ آواز کا جوش	ہو گیا جوڑ کے ہاتھون کو جلاجل خاموش

حقیقی طور پر خاموش ہو جانا جلاجل کی طرف منسوب نہین ہو سکتا پس اس استعارے نے اس بات پر دلالت کی کہ خاموش ہو جانے سے یہان وہ چیز مراد ہے جسکی اسناد جلاجل کی طرف صحیح ہو سکتی ہے اور معلوم ہی کہ وہ بند ہو جانا ہے جو خاموش ہو جانے کے ساتھ سکون مین مشابہت رکھتا ہے۔

جرأت

یہان جرأت کسی پر تم ہوے عاشق مانو نہین	کہے دیتی ہی خاموشی عبث صاحب کرتے ہین

یعنی خاموشی دلالت کرتی ہی اسناد کہنے کی خاموشی کی طرف استعارے کا قرینہ ہی اسلیے کہ حقیقی طور پر خاموشی کی طرف مسند نہین ہو سکتا اگر کہا جائے کہ ان مثالون مین حاصل قرینہ یہ ہی کہ مسند کا قیام مسندالیہ کے ساتھ محال ہی اور یہ مجاز عقلی کے قرائن سے ہی جس کا مذکور علم معانی مین ہوتا ہے تو ہم جواب یہ دینگے کہ اس سے کوئی نقصان نہین کیونکہ مقصود قرینے سے وہ چیز ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معنی حقیقی مراد نہین اور یہان ایسا ہی ہی گو وہ مجاز عقلی کی بھی صلاحیت رکھتا ہی پس چونکہ ہاتھ جوڑ کر خاموش ہو جانے کی صلاحیت جلاجل مین نہین اور کہنے کی صلاحیت خاموشی مین نہین اس سے معلوم ہوا کہ ان فعلون مین استعارہ واقع ہوا ہے۔

خلیق منشی عبدالخالق دہلوی

حسرت سے کہ رہے ہین دالان ٹوٹے پھوٹے	ہم پر بھی نقش کاری ہم پر بھی بیل بوٹے

حالی

نصیب اُن کا اشبیلیہ مین ہی سوتا	شب و روز ہی قرطبہ اُن کو روتا

سونا نصیب کی طرف مضاف نہین ہو سکتا کیونکہ سونا حیوان کا خاصہ ہی پس معلوم ہوا کہ سونا یہان بر سبیل استعارے کے واقع ہوا ہے یہی حال قرطبہ کے رونے کا ہے۔

ولہ

اُس کے مرنے سے مر گئی دلّی	خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

مثال دوم۔

نساخ

پھولون کو جو باغ مین ہنساتی ہے بہار	دیوانہ ہزارون کو بناتی ہے بہار

ہنسانا حقیقۃً پھولون کے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ ان کے لیے روح نہین ہو مگر چونکہ پھول کا کھلانا ہنسانے کے ساتھ مشابہ ہو اور وجہ مشابہت دونون مین کھل جانا ہو اسلیے ہنسانے کا استعارہ کھلانے لیے کیا پس پھولون کو ہنساتی ہی استعارہ ہی پھولون کو کھلاتی ہے سے اور قرینہ اس مین پھولون کے ساتھ ہنسانے کا تعلق ہی اور ظاہر ہی کہ پھول مفعول ہی۔

حالی

ارسطو کے مردہ فنون کو جلایا	فلاطون کو پھر زندہ کر کے دکھایا

ظاہر ہے کہ جلانا حقیقۃً فنون کے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ اُنکے نہ روح ہی نہ جسم مگر چونکہ علم کا پھیلانا جلانے کے ساتھ ظاہر کرنے مین مشابہ ہی اسلیے جلانے کا استعارہ پھیلانے کے لیے کیا پس فنون کو جلایا استعارہ ہی فنون کو پھیلایا سے اور قرینہ اس مین فنون کے ساتھ جلانے کا تعلق ہی اور ظاہر ہی کہ فن مفعول ہی اسی قبیل سے ہی نداق کا یہ مصرع۔

شاعر وزندہ کیا ہی مین نے طرز میر کو

مردان علی خان رعنا

جگایا فتنۂ خواب عدم کو	قیامت ہی تری قم نے بپا کی

ظاہر ہی کہ جگانے کی نسبت فتنے کی طرف بطور استعارے کے ہو حقیقۃً جگانا فتنے کے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ سونا اور جگنا حیوانات کا خاصہ ہو مگر فتنہ پھیلانے کو فتنہ جگانے کے ساتھ مشابہت ہی اسلیے فتنہ پھیلانے کا استعارہ فتنہ جگانے کے ساتھ کیا ہے۔

دبیر

کاٹا پلک مین آنکھ کو پتلی مین نور کو سینے مین بغض وکینہ کو دل مین فتور کو	پانون مین کجروی کو سرون مین غرور کو نیت مین معصیت کو طبیعت مین زور کو

ظاہر ہی کہ کاٹنے کی نسبت نور اور کجروی اور غرور اور بغض وکینہ اور فتور اور معصیت اور زور کی طرف بطور استعارے کے ہی حقیقۃً کاٹنا اُنکے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا کیونکہ یہ عقلیات سے ہین چونکہ دور کرنے کو کاٹنے کے ساتھ مشابہت ہی اسلیے دور کرنے کا استعارہ کاٹنے کے ساتھ کیا۔

اور کبھی مضاف الیہ بھی اس استعارے کا قرینہ ہوتا ہے مثلاً جب دشمن قید ہو جائے تو کہین کہ ہماری خنجر

سے قید ہونے کی مبارکباد پہونچے اس مثال مین مبارکباد قید ہونے کی طرف مضاف ہی اور مبارکباد کی نسبت قید کی طرف ظاہر ہی باعتبار حقیقت کے ممکن نہین ہان استعارے کے طور پر ممکن ہی۔

مومن

ساقیا زہر پلادے مجھکو	شربت مرگ چکھادے مجھکو

اس شعر مین شربت مرگ کی طرف مضاف ہی اور شربت کی نسبت مرگ کی طرف ظاہر ہے کہ حقیقی طور پر ممکن نہین ہان استعارے کے طور پر ممکن ہے۔

ظفر

جہان عیش رہتی تھی راتدن وہان مسند دد ودام ہی

اس مثال مین مسند کی اضافت دد ودام کی طرف ہی اور ظاہر ہی کہ مسند کی نسبت دد ودام کی طرف بطور استعارے کے ممکن ہی اس طرح کہ مسند سے آرام گاہ یا مسکن مراد ہی۔

حالی

ہر اک شہر وقریہ کو یونان بنایا	مزہ علم وحکمت کا سب کو چکھایا

اس مثال مین مزہ علم وحکمت کی طرف مضاف ہی اور نسبت چکھایا کی علم وحکمت کی طرف ظاہر ہے کہ باعتبار حقیقت کے ممکن نہین مگر استعارے کے طور پر پس چکھایا کا لفظ سکھایا کی جگہ واقع ہوا ہی اور قرینہ اسکے استعارہ ہونے پر مزے کا علم وحکمت کی طرف مضاف ہونا ہے۔

جس استعارہ مین مستعار لہ اور مستعار منہ کے مناسبات کچھ نہ ذکر کیے جائین تو اُسکو استعارہ مطلقہ کہتے ہین جیسے کہین ہمنے ایک شیر دیکھا تھا اور مراد شیر سے بہادر ہوا اور بہادر و شیر کا کوئی مناسب ذکر نہین ہوا۔

انیس

[illegible] ہتے تو کبھی صورت شمشیر نہ رکتے	غصے مین کسی طور سے وہ شیر نہ رکتے

آدمی کو شیر سے استعارہ کیا ہے اور کسی کے مناسبات مذکور نہین ہین۔

حالی

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا	شہر مین اک چراغ تھا نہ رہا

آدمی کا استعارہ چراغ سے کیا ہی اور دونون مین سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہین کیا۔

دل احباب پر نہین چلتا	ولہ	شہر میرا کہ رہیو غیر سے دور

نصیحت کا استعارہ سحر سے کیا ہے اور دونون مین سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہین کیا ہی

ناسخ

ہین یاد وہ بے مثال آنکھین	کیا ہین تری او غزال آنکھین

معشوق کا استعارہ غزال سے کیا ہی اور مناسبات کسی کے مذکور نہین۔
یا صرف مستعار لہ کے مناسبات کچھ مذکور ہون اور اسکو استعارۂ مجردہ کہتے ہین جیسے۔

ناسخ

بھیجنا خط کا کیا اُس بت نے بند	اب خدایا موت کا پیغام بھیج

معشوق کا استعارہ بت سے کیا ہی اور خط کا نہ بھیجنا جو مناسب معشوق کے ہی ذکر کیا ہے۔

یہ نگہ یہ تیور یہ رنگت یہ مستی یہ لعل خندان	الٰہی غضب ورتیہ لینا یہ زبان بزیر دندان

لب کا استعارہ لعل سے کیا ہی اور صرف لب کے مناسبات مذکور ہین۔

انیس

ان پھولون کو مقتل سے اُٹھا لینے دے مجھکو	مٹی مین ستارون کو چھپا لینے دے مجھکو

آدمی کو پھولون اور ستارون سے استعارہ کیا ہی اور مقتل و مٹی کا لفظ جو مناسب آدمی کے ہی ذکر کیا ہی

ولہ

بیاسا وہ کوئی اور یہ اس قتل کے بن مین	اس شیر کی شمشیر کا غل تھا ابھی رن مین

آدمی کا استعارہ شیر سے کیا ہی اور شمشیر و رن مستعار لہ کے مناسب ہین۔

مومن

اقرار ہے صاف آپکے انکار سے ظاہر	ہی مستی شب نرگس میخوار سے ظاہر

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہی اور آنکھ کے مناسب جو مستی و میخواری ہی اُسے ذکر کیا ہی اور نرگس کے مناسب کو ذکر نہین کیا۔

وحید

لو آمد اسد کا تلاطم سُنو لیس اب	مضطر زمین ہے خوف سے لرزان ہے فوج سب

اسد استعارہ آدمی سے ہی اور فوج کا ذکر مناسب مستعار لہ کے ہی۔

سودا

گل نے شبنم سے ہی الماس تو کھلایا لیکن	ہاتھ مین غنچۂ لالہ کے ابھی افیون ہے

داغ کو افیون سے استعارہ کیا ہی اور فقط مناسب مستعارٌ لہٗ کا مذکور ہی یعنے لالہ۔
یا صرف مستعار منہ کے مناسب ذکر کرین اس قسم کو **استعارہ مرشحہ** کہتے ہین جیسے۔

انیس

نانا سے چھٹے قبر حسنؑ چھوڑ کے آئے
اس دشت کے کانٹون مین چمن چھوڑ کے آئے

وطن کو چمن سے استعارہ کیا ہی اور اُسکے مناسب کانٹون کا مذکور ہی۔

ولہ

گرتی تھی کوند کر جو وہ برق شرارہ ریز
دوزخ کھلی تھی بند تھے سب کوچۂ گریز

برق شرارہ ریز سے مراد تلوار ہے برق کے مناسبات کو ذکر کیا ہی۔

امانت

ہے تنفر مجھسے ربط اُس گل کو ہی اغیار سے
سوکھ کر کانٹا ہوا ہون بلبلو اس خار سے

معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہی اور بلبل اور خار جو اُسکے مناسب ہین ذکر کیے ہین۔

سودا

جب مین کچھ کونجڑی سے کہتا ہون
ہووی پی کے اپنا رہتا ہون
بکتے ہے مجھسے یون وہ دوبدو
لیجو ترکاری کی جگہ کدو

کدو عضو تناسل سے استعارہ ہی اور مستعار منہ کے مناسب ترکاری اور کونجڑی ہی۔

نسیم

فریاد نہ کرنے پایا مضطر
تابان ہوئی راکھ مین وہ اخگر

اخگر استعارہ بکاؤلی سے ہے مستعار منہ کے مناسب راکھ اور تابان ہونا ہے۔

ولہ

تھا لے مین یہان اُگا صنوبر
وان شیشہ رہا ترس کے ساغر

صنوبر استعارہ عضو تناسل سے ہی اور ساغر استعارہ فرج سے ہی اور دونون مستعار منہ کے مناسبات مذکور ہین۔

مومن

معشوق کے پرہیز سے بیمار رہا مین
بے جرم جفاؤن کا سزاوار رہا مین

پرہیز سے مراد احتراز ہی اور پرہیز کے مناسب لفظ بیمار رہے۔

ولہ

یون شربت دیدار سم آمیز نہین تھا	کچھ نرگس بیمار کو پرہیز نہین تھا

پرہیز استعارہ ہی اجتناب سے اور مستعار منہ کے مناسبات شربت اور سم اور بیمار ہین یا دونون کے مناسبات مذکور ہون جیسے۔

ناسخ

جان بچنے کی کوئی صورت نظر آتی نہین	ہجلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی

معشوق کا استعارہ حور سے کیا ہی معشوق کے مناسب فرقت ہی اور حور کے مناسب فردوس ہی۔

چمن مین آئے سن کر بھلو باد سحر یہ گھبرائی	سودا	ساغر جب تک لادین ہی لادین تو غنچہ سبو کو جام کیا

مستعار لہ غنچہ اور گل اور مستعار منہ سبو اور جام ہی اول کے مناسب چمن اور باد سحر ہی اور دوم کے مناسب معشوق کا آنا کہ شراب نوشی اُسکو لازم ہی اور ساغر کا ذکر ہے۔

سودا

نہین جون گل طلب ابر سیاہے گاہے	خار ہون خشک مین ای برق نگاہے گاہے

معشوق کا برق سے استعارہ کیا ہی معشوق کے مناسب نگاہ اور برق کے مناسب خار خشک ہی۔

مرزا علی محنت

محنت جو خط تراشی کی اُس شعلہ رو نے رات	شکر خدا کہ چاند گہن سے نکل گیا

چاند استعارہ ہی چہرہ محبوب سے خط تراشی اور شعلہ ہونا مناسب محبوب کے ہی اور رات اور گہن مناسب مستعار منہ کے۔

امانت

زبان موج سے تشنہ دیا جو دریا نے	برس پڑی مری ہر آنکھ ابر تر کی طرح

رونیکا استعارہ برسنے کے ساتھ کیا ہی اور رونیکے مناسب آنکھ ہی اور برسنے کے مناسب ابر ہے۔

امیر

جان چھوٹو نین پڑی زندہ ہوئی خاک چمن	ہی دم جان بخش عیسی یا نسیم بوستان

جان پڑنا استعارہ ہی تر و تازہ ہونے سے اور زندہ ہونا استعارہ ہی نباتات اُگنے کے قابل ہونے سے اور دونو کے مناسبات مذکور نہین

میر صفدر علی صفدر

شجر سوختہ شمع سے جب گل نکلے	چاہیے بیضۂ فانوس سے بلبل نکلے

شمع کی لو کا استعارہ گل سُرخ سے کیا ہے اور لو کے مناسب شمع اور فانوس کا ذکر ہے اور گل سُرخ کے مناسب شجر اور بلبل کا ذکر ہے۔

سودا

وائے خلعت نوروز کے ہر باغ کے بیچ	اب جو قطع لگی کرنے روش پر مخمل

سبزی کا استعارہ مخمل سے کیا ہے اور مخمل کے مناسب قطع کرنے کا ذکر ہے اور سبزی کے مناسب بہ جز اور روش اور باغ کا بیان ہے۔

گویا

کیوں نہیں تاکوں دم گلگشت گلشن تاک	تاکنے والا ہوں اُس کی نرگس مخمور کا

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کیا ہے اور آنکھ کے مناسب مخمور کا لفظ ہے اور نرگس کے مناسب گلگشت اور گلشن اور تاک کا ذکر ہے۔

ناسخ

جان پائے گا چمن اے گل تری گلگشت سے	ہر شجر میں مرغ جان کا آشیاں ہو جائے گا

معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہے اور دونوں کے مناسبات مذکور ہیں۔

نسیم

حاصل ہوئی اُن گلوں کو بے خار	اسیر شب زلف و صبح رُخسار

روح افزا اور بہرام کا استعارہ گلوں کے ساتھ کیا ہے اور مستعار منہ کے مناسب بے خار ہے اور مستعار لہ کے مناسب سیر شب زلف و صبح رخسار ہے۔

ان اقسام میں سے استعارۂ مرشحہ بہتر ہے اس لیے کہ استعارہ تشبیہ میں مبالغہ کرنے اور مشبہ کو عین مشبہ بہ ادعا کرنے کو کہتے ہیں پس ان اوصاف کے ذکر سے جو مشبہ بہ کے مناسب ہوتے ہیں اس مبالغہ میں تقویت آجاتی ہے۔

استعارے کی ایک صورت اور ہے کہ اس میں مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع کئی چیز سے حاصل ہوتے ہیں اسکو استعارۂ تمثیلیہ اور تمثیل بطریق استعارہ اور تمثیل اور مجاز مرکب کہتے ہیں اس میں اور تشبیہ تمثیلی میں اس طرح فرق کیا جاتا ہے کہ اسے تمثیل مطلقاً بھی کہتے ہیں اور وہاں تشبیہ تمثیلی اور تشبیہ تمثیل بولتے ہیں پس جہاں کہیں مطلقاً تمثیل کا لفظ پاؤ تو اُسے استعارہ سمجھو نہ تشبیہ اس میں چونکہ وجہ جامع کئی چیز سے حاصل ہوتی ہے اسلیے تمثیل ہے اور چونکہ ذکر مشبہ بہ کا اور ارادہ مشبہ کا ہوتا ہے

اور یہی طریق استعارے کا ہی اسلیے استعارہ ہی جیسے کوئی شخص کسی فعل کے ارتکاب کا کبھی اقرار کرے اور کبھی انکار اور اُس مین متردد ہو تو کہین کہ فلان اس کام مین پس وپیش کرتا ہی اُسکے قبول وانکار اور شک وتردد کی مجموعی حالت کو ایسی حالت مجموعی سے استعارہ کیا ہی کہ کوئی شخص کسی جگہ جانے مین یا چلنے مین کبھی آگے کو بڑھے کبھی پیچھے کو آوے۔

ذوق

نہ بھی جا ذوق نہ کر پیش و پس جام شراب	لب پہ توبہ ترے دل مین ہوس جام شراب

ایسے ہی جس شخص کو ادنے تکلیف وسختی برداشت نہو اور نہایت نازک یا ضعیف ہو تو کہتے ہین کہ اُسکی ناک پکڑنے سے نکسیر پھوٹتی ہے

خندہ

کیا کوئی چھیڑے انھین اور کیا لگائے انکو ہاتھ	ناک کے پکڑے سے جن کی پھوٹتی نکسیر ہو

اسی قبیل سے ہی یہ مثل سر منڈاتے ہی اولے پڑے یہ اُسوقت مین کہتے ہین جب کوئی کام کرین اور اُسکے کرتے ہی یکایک کوئی امر ایسا واقع ہو جائے جس سے اُسکے نتیجہ برآنے مین فتور دل قع ہو علی ہذا القیاس جب کوئی شخص ایک امر کی طرف توجہ کرے اور اُسکو ناتمام چھوڑ کر دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو یا ایک امر کے حصول مین سعی کرے اور قبل اس سے کہ مطلب حاصل ہو دوسرے مقصود کے حصول کی طرف متوجہ ہو جائے تو ایسے مقام پر کہتے ہین "دھوبی کا کتا ہی نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" یعنی ان سب حالات کو اُس کتے کے حالات سے استعارہ کرتے ہین جو دھوبی کے یہان رہتا ہو اور اُسکے ساتھ کبھی مکان سے دریا کو جائے اور پھر دریا سے مکان کو آئے اور سارا دن یون ہی گذر جائے۔

مذاق

دنیا میں بھی رہتا ہے آلودہ جو فقیر	دھوبی کا کتا ہے نہ وہ گھر کا نہ گھاٹ کا

اسی قبیل سے ہے یہ مثل مشہور کہ "انگلی کے پکڑتے ہی پہونچا پکڑا" ایسے موقع مین کہتے ہین کہ کوئی شخص کسی سے اول ایک سہل بات چاہے جب وہ اُسکو پورا کردے تو وہ بعد اسکے اُس سے زائد ایک اور سوال کرے یا کہین کہ اُسکا ٹھیکری کھانے سے پہونچا اُترا "یہ ایسے مقام مین کہتے ہین کہ تھوڑے سے بوجھ اُٹھانے سے کمزوری پیدا ہو جائے یا کہین کہ "چلتی گاڑی مین روڑا اٹکا" یہ ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی کام اچھی طرح سے جاری ہو اور ناگہان اُس مین ہرج واقع ہو جائے اسی قبیل سے ہے "چھاتی پہ دنگا دلنا" یعنے مشقت پہونچانا۔

ظفر

مونگ چھاتی پہ جو دلتے ہین کسی کی دیکھنا | جو تیون ہین دال اُنکی اے ظفر بٹ جائیگی

اور سہارا وار چل گیا یعنی ارادہ پورا ہوا اور اُسکا چراغ گل ہو گیا یعنی اقبال جاتا رہا اور بربادی آگئی ۔

گلزار نسیم

جس کف ہین وہ گل ہو داغ ہو جائے | جس گھر مین ہو گل چراغ ہو جائے

اور سنگ آمد و سخت آمد یعنی بہت سخن در پیش آئی ۔

وجیہ الدین منیر

فرہاد سے تھی تیشے کی زبان ہردم | مغموم نہوناوان سنگ آمد و سخت آمد

میر

تھی لاگ اُسکی تیغ کو ہمسے سو عشق نے | دونون کو معرکے مین گلے سے ملا دیا

تلوار کے گلے پر رکھنے کو گلے ملانے سے استعارہ کیا ہے ۔

محشر

خنجر سے اپنے کہکر گلے سے مرے ملے | کھینچے کھڑا ہے سر پہ مرے روزگار تیغ

خنجر کے گلا کاٹنے کو گلے ملنے سے استعارہ کیا ہے ۔

آتش

روے قرہ ان آنکھون نے دلکو دکھادیا | صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا

شکار کے چھری سے ذبح کرنے کا استعارہ شکار کو چھری سے لڑا دینے کے ساتھ کیا ہے ۔

گلزار نسیم

انسان دیری کا سامنا کیا | مٹھی مین ہوا کا تھامنا لیا

مٹھی مین ہوا کا تھامنا استعارہ ہے کار بیہودہ و محال کرنے سے ۔

جہان مرکب اپنے موضوع لہ کے غیر مین مستعمل ہو اور علاقہ دونون مین مشابہت کا ہو تو وہ استعارہ تمثیلیہ ہے نہ مجاز مرسل مرکب ہے ۔

بیان استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخییلیہ

ان دونون کی تحقیق مین تین مذہب ہین ایک تلخیص المفتاح کے مؤلف کا دوسرا قدما کا تیسرا سکاکی کا

تلخیص المفتاح کا مؤلف کہتا ہی کہ استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخئیلیہ دونون امر معنوی ہین کیونکہ متکلم کے فعل ہین جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہین اسواسطے مجاز مین داخل نہین کیونکہ مجاز الفاظ کے عوارض مین سے ہے استعارے مین جوان دونون کو بیان کرتے ہین تواسکی وجہ یہ ہے کہ استعارے کا اطلاق جن جن معانی پر ہوتا ہی اُن سب کا ایک جگہ جمع کرنا مقصود ہوتا ہی اور وجہ اُنکے افعال متکلم سے ہونے کی یہ ہی کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہی کہ ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ نفس مین تشبیہ دی جائے اور استعارہ تخئیلیہ یہ ہے کہ مشبہ بہ کے بعض خواص و لوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کیا جائے پس تشبیہ دینا اور ثابت کرنا نفس کے افعال ہین حاصل کلام یہ ہی کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہے کہ نفس مین تشبیہ دی جاتی ہے اور سوائے مشبہ کے کوئی چیز ذکر نہین کی جاتی اور بعض چیزین جو مشبہ بہ سے ساتھ خصوصیت رکھتی ہین وہ مشبہ کے لیے ثابت کیجاتی ہین پس ان کا ثابت کرنا اُس تشبیہ پر جو نفس مین مضمر ہے دلالت کرتا ہی ایسی تشبیہ مضمر کو استعارہ بالکنایہ کہتے ہین یعنے ایسا استعارہ جو کنایے کے ساتھ ہو کیونکہ اس مین مشبہ بہ کی تصریح نہین ہوئی ہی اور وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہی اُسکو مشبہ کے لیے ثابت کرنے کا نام استعارہ تخئیلیہ ہی کیونکہ جب کوئی ایسی چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہی مشبہ کیلیے مانگی جاتی ہی تو یہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ مشبہ جنس سے مشبہ بہ کے ہی. مثلاً نعم ع

وہ نوک مژہ جب سے مرے دل مین گڑی ہی	ایسی تو کھٹکتی ہے کہ جینے کی پڑی ہی

مژہ کو سنان و تیر سے تشبیہ دی ہے۔

ظفر

نگاہ یار نے اک دم مین دو ٹکڑے کیے دل کے	نہ دیکھا ہمنے کاٹ ایسا کسی شمشیر بران کا

نگاہ کو شمشیر سے تشبیہ دی ہے۔

آباد

تو ڑا ایسا تو کسی تیر کا دیکھا نہ سُنا	نکلین پشت دل عشاق سے باہر پلکین

پلکون کو تیر سے تشبیہ دی ہے۔

صل علی

جو بل کھائے ہوے گیسو طرف شانون کے جاتے ہین	یہ موذی کس کے ڈسنے کے لیے لہراتے آتے ہین

یہان گیسو کو سانپ سے تشبیہ دی ہے۔

ادب کر حضرت جبریل ع کا مانع نہو مجھکو	الستا تو شاخ سدرہ سے میری یہ آہ ناتوان بیٹھے

آہ کو طایر سے تشبیہ دی ہے ۔
وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اور مشبہ کیلیئے مانگی جاتی ہو تین حال سے خالی نہین ۔
(۱) وجہ شبہ بدون اُس لازم کے مشبہ بہ مین قائم نہین ہو سکتی مثال اسکی ۔

میر

روشن ہے جھکے مرنا پروانے کا تو لیکن	ای شمع تجھے تو تو کہہ تیرے بھی تو زبان ہے

شمع کو شخص متکلم سے دل مین تشبیہ دی ہو اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہو اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور مشبہ بہ کے لازم مفقوم کو کہ زبان ہے اُسکے لیے ثابت کیا ہو اس کا نام استعارہ تخئیلیہ ہے ۔
اسی قبیل سے ہے ۔

ذوق

حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے	قصہ پہونچا یا زبان دار تک منصور کا

دار کو شخص متکلم سے تشبیہ دے کر زبان کو اُسکے لیے ثابت کیا ہے ۔
اسی قبیل سے ہو انیس کے شعر مین تیغ کے لیے زبان کا ثابت کرنا ؎

اصحاب سے نبی نے یہ اُسدم کیا خطاب	دیوے زبان تیغ سے اُسکو کوئی جواب

حالی

تسخیر فقط انگلون نے عالم کو کیا تھا	اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر

اس شعر مین عالم مستعار لہ ہے اور شخص مستعار منہ اور یہی متروک ہے چونکہ عالم مین صلاحیت دل رکھنے کی نہین اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو بجائے شخص کے بسبب تشبیہ کے ذکر کیا ہے دل کو جسکی وجہ سے آدمی کو قوام حاصل ہوتا ہے عالم کے لیے ثابت کیا ہے پس اس مین عالم کی تشبیہ آدمی سے نفس مین استعارہ بالکنایہ ہے اور دل کو جو آدمی کے لوازم اور خواص مفہومین سے ہو عالم کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے ۔

میر

مری آہ کیا برچھیان مارتی ہے	دل شب ہے ہردم صدا الامان ہے

شب کے سینے دل کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے ۔

عشقی

روشن ہی مہر سے تری ای مہ جبین جبین	چشم فلک نے دیکھی نہ ایسی کہین جبین

یہان فلک کو دیکھنے والے آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو کہ آدمی ہے ترک کر دیا ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور چشم جو دیکھنے والے کے ایسے لوازم مین سے ہی جس کی وجہ سے وجہ شبہ اُس مین قائم ہے کیونکہ وجہ شبہ دیکھنا ہے اور دیکھنا بغیر چشم کے متصور نہین اُس کو فلک کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے۔

امیر

قتل عشاق سے باز آنیکی کھائی ہین قسم	طاق ابرو کی طرف ہاتھ اُٹھا کر پلکین

پلکون کو شخص قاتل سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور پلکون کے لیے ہاتھ کا ثابت کرنا جسکے ساتھ مشبہ بہ کو قیام حاصل ہی استعارہ تخئیلیہ ہے۔

انیس

تھم گیا طبل وغا کے بھی وہ آواز کا جوش	ہو گیا جوڑ کے ہاتھون کو جلاجل خاموش

جلاجل کے لیے ہاتھون کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر جو مشبہ بہ ہی چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے

جرأت

گر دست قضا تو دل عاشق نہ بناتا	تو پھر یہ غم عشق کسی جا نہ سماتا

قضا کو بنانیوالے آدمی سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور دست کا اُسکے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اور بنانے والے شخص کے قوام مین دست کو دخل ہے۔

نسیم

نرگس کی کھلی نہ آنکھ یک چند	سوسن کی زبان خدا نے کی بند

نرگس کو دیکھنے والے شخص سے اور سوسن کو بولنے والے شخص سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہی پس نفس مین یہ تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ ہی اور دونون کے لوازم کو کہ آنکھ اور زبان ہی مشبہ کے لیے ثابت کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہی اور دیکھنے والے اور بولنے والے شخص کے قوام مین آنکھ اور زبان کو دخل ہی اور یہان آنکھ کی تشبیہ نرگس سے اور زبان کی تشبیہ سوسن سے منظور نہین جیساکہ ماہرین فن پر واضح ہی۔

قلندر

دیکھے اُس زلف کے ہر پیچ مین سو سو دل بند	کھول کر آنکھون کے تئین رہ گئی حیران زنجیر

زنجیر کو دیکھنے والے شخص کے ساتھ تشبیہ دے کر اُس کے لیے آنکھون کا ثابت کرنا اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ ہے۔

کرہے گوشِ فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار	جو گل آیا اس چمن مین ایکدن گل جائے گا

فہم عالم کو شخص سامع سے تشبیہ دیکر گوش اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

غازی

تمھین مژدہ ہو دیوانو کہ پھر بہار آئی	لہ بوے گل سحر دوش ہوا پر سوار آئی

ہوا کو شخص حمال سے تشبیہ دیکر دوش اُسکے لیے ثابت کیا ہی۔

محسن رضا رضا

جگر غنچہ سے خون ٹپکے جو میری فریاد	دے ذرا نالۂ بلبل کو اثر اپنا سا

غنچہ کو شخص سے تشبیہ دیکر جگر اُسکے لیے ثابت کیا ہے۔

حالی

بطلیوس کو یاد ہے عظمت اُنکی	ٹپکتی ہے قادس مین سر حسرت اُنکی

حسرت کو آدمی سے تشبیہ دے کر اُسکے لیے سر ثابت کیا ہے۔

میر

آب بن کوئی بولتا ہی نہین	آسمان دیدہ کھولتا ہی نہین

آسمان کو رونے والے شخص سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے دیدہ ثابت کیا ہی۔

ولہ

نئی گردش ہی اُسکی ہر زمان مین	خلل سا ہے دماغ آسمان مین

(۲) وجہ شبہ بدون اُن لوازم کے مشبہ مین کامل نہین ہوسکتی مثلاً کہین کہ موت کے چنگل سے بچنا محال ہی موت کی تشبیہ جانور درندہ کے ساتھ منظور ہی اور جو چیز درندے کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اُس کو موت کے واسطے ثابت کیا ہی اور چنگل ایسی چیز ہے کہ اُس پر حیوان درندہ کا کمال موقوف ہے کیونکہ جب تک درندہ کے چنگل نہو شکار اچھی طرح پکڑ اور داب نہین سکتا پس موت کو جاندار درندہ کے ساتھ تشبیہ دینا نفس مین استعارہ بالکنایہ ہے اور چنگل موت کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے۔

انوار حسین تسلیم

سیلے کرتے ہو عبث عطر لگا کر گیسو	اپنی بو باس سے ہین آپ معطر گیسو

گیسو کو اس بیت مین مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے اور یہ استعارہ

بالکنایہ ہے اور بو باس کہ مشک و عنبر کے لوازم سے ہی اور اُن کی تکمیل کا موجب ہی اُس کو گیسو کے واسطے ثابت کیا ہی پس یہ استعارہ تخئیلیہ ہے

نسخ

سونگھ پائے گا اگر تیری شمیم زلف کو	پیٹ پکڑے آئے گا نافہ ابھی تاتار سے

زلف کو عنبر سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور شمیم کا زلف کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہی اور شمیم عنبر کے لوازم غیر مقومہ مین سے ہی اور اُسکے کمال مین اُسکو دخل ہی

مومن

لطف سے اُسکے زمین غیرت باغ فردوس	خلق سے اُسکے زمان رشک دکان عطار

اس بیت مین لطف کو منہ سے اور خلق کو مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور زمین کو غیرت باغ فردوس کرنا اور زمان کو رشک دکان عطار بنانا کہ مشبہ بہ کے لوازم سے ہین انکو لطف اور خلق کی طرف منسوب کیا ہی اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

ذوق

سنوارتی ہی جو شام اپنی زلف مشکین کو	سواد مشک ختن پر ہے لاکھ آہو گیسر

شام کو معشوق کے ساتھ تشبیہ دی ہی اور معشوق کا ذکر ترک کر دیا ہی اور زلف کو جو معشوقہ کے لوازم مکملہ مین سے ہی اُسکو شام کے لیے ثابت کیا ہی۔

میر

موے دلبر سے مشکبو ہے نسیم	حال خوش اُسکے خستہ حالون کا

یہان موے دلبر کو مشک و عنبر سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کے ذکر کو ترک کر دیا ہی اور نسیم کو معطر کرنا جو مشبہ بہ کے لوازم سے ہی اُسکے لیے ثابت کیا ہی۔

ظفر

بوے عرق سے یار کے خوشبو ہی یہ دماغ	ہم سونگھتے نہین کبھی عطر گلاب کو

یار کے عرق کو مشک و عنبر سے تشبیہ دیکر مشبہ بہ کا ذکر ترک کر دیا ہی اور خوشبو جو مشبہ بہ کے لوازم سے ہے اُسکو مشبہ کے لیے ثابت کیا ہے۔

نعیم

ہمنے جس دن کہ بال و پر زیکھا	پہلے صیاد کا ہی گھر دیکھا

شاعر نے اپنی ذات کو پرندے سے تشبیہ دی ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور بال و پر جو مشبہ بہ کے لوازم مکملہ سے ہین اُسکے لیے ثابت کیے ہین یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

جُرأت

کیا کرون بیرحمی صیاد کا جرأت گلہ
دام سے چھوڑا تو چھوڑا توڑ کر بازو مجھے

قاسم علی خان قاسم

رہے نہ اتنے بھی رونے جو مُنھ پہ وھڑ پھڑکے
رہا کیا نہ مجھے صیاد نے کتر کے پر

سودا

بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
تب سے ہم کنج قفس ہین ہین گرفتار ہنوز

وله

آشیان سے نہ اُڑے پہونچے نہ ہم دام تلک
ہمتو بے بال و پری سمجھے ہین پر سے بہتر

زین العابدین عارف

ہل کر کہان بھڑک مری نکلے ہی ہم صفیر
تنگ اس قدر قفس ہی کہ ہل سکتے پر نہین

میر

ناتوانی سے نہین بال فشانی کا دماغ
ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہی ایک

غالب

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

محمد سلطان رمز

صیاد اب قفس سے ہمین چھوڑتا ہے کیا
گلشن مین ایک گل نہین ہان ایک پر نہین

ان تمام شعرون مین شاعرون نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور بال و پر جو اُسکی تکمیل کا موجب ہین مشبہ کے لیے ثابت کیے ہین۔

مومن

ہان جوش تپش چھیڑ چلی جائے کہ پر توڑ
جھڑ جائینگے فرسودہ اگر دام نہ ہوگا

شاعر نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور پر جو اُس کی تکمیل کا موجب ہین اُنکو مشبہ کیلئے ثابت کیا ہی۔

حالی

یاد ایام کہ بیرنگ تھی تصویر جہان
دست مشاطہ نہ تھا محرم زلف دوران

دوران کو معشوقہ سے تشبیہ دی ہے اور زلف کو جو اُسکے لوازم مکملہ مین سے ہے دوران کے لیے ثابت کیا ہے

تجلی

پیچ مین آیا جو اُنکے تو اُسے دے پٹکا	خوب ہی جانتے ہین کشتی کا جو ہر گیسو

اس بیت مین گیسو کو پہلوان کے ساتھ تشبیہ دی ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور کشتی کرنے اور پیچ مار کر دے پٹکنے کو جو پہلوانی کے لوازم مکملہ سے ہین گیسو کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

میر محمد ہاشم ہاشمی

دماغ آشفتہ ہوتا ہے صبا نکہت سے سنبل کی	مشام آرزو مین تو کسی کاکل کی بو پہونچا

اس شعر مین کاکل کو مشک و عنبر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بو کو کہ لوازم مشک و عنبر سے ہے کاکل کے لیے ثابت کیا ہے اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

اخگر

نہ کھلا ناخن تدبیر سے یہ عقدۂ دل	پہنے اُسکو گرۂ زلف معنبر جانا

روشن علی شوق

عقدۂ دل نہ کھلا ناخن تدبیر کے ساتھ	آخرش کام پڑا پنجۂ تقدیر کے ساتھ

(۳) اُن لوازم کو نہ وجہ شبہ کے کامل کرنے مین کچھ دخل ہو اور نہ قائم کرنے مین۔

محشر

ہم نوا یو رہو خوش محشر نے	آشیان باندھا ہے صحرا کے پرے

شاعر نے اپنی ذات کو پرند سے تشبیہ دی ہے اور اُسکے واسطے آشیانہ ثابت کیا ہے اور گھونسلے کو وجہ شبہ کی تکمیل اور قوام مین کچھ دخل نہین کیونکہ وجہ شبہ یہان بیقراری اور جلدی پہونچنا ہے اپنے لیے گھونسلا ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر۔

جعفر علی حسرت

آشیان چھوڑ چلے اے چمن آرا ہم تو	تو ہی لیجائیو سر پر یہ گلستان اُٹھا

بابو جان راسخ

اے نخل بند گلشن یہان اپنا آشیان ہے	اسکی نہ فصل گل مین زنہار توڑ ڈالی

میر

قید قفس مین ہین تو خدمت ہے نالگی کی	گلشن مین تھے تو ہمکو منصب تھا روضہ خوان کا

ولہ

مزا دکھا ئینگے بیرحمی کا تری صیاد | گر اضطراب اسیری نے زیر دام لیا

ولہ

چمن کا نام سُنا تھا وے نہ دیکھا ہائے | جہان مین ہمنے قفس ہی مین زندگانی کی

ولہ

ہمنے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم | اُڑتے ہی آشیان سے گرفتار ہو گئے

سودا

لذت دی نہ اسیری نے صیاد کی بے پروائی سے | تڑپ تڑپ کر مفت دیا جی ٹکڑے ٹکڑے دام کیا

ان تمام اشعار مین شاعرون نے اپنے کو پرندے سے تشبیہ دی ہی اور اسکے واسطے گھونسلا یا قفس یا دام وغیرہ ثابت کیا ہے۔

غلام محمد خان رہا

چلے ہین دل سُلگتے یا دِ زلف شمر دہان مین | یقین ہی قبر سے اپنی دھوان محشر تلک [illegible]

شاعر نے اپنے د، کو ہیزم سے تشبیہ دی ہی اور اُس کے ساتھ سلگنے اور دھوان نکلنے کو جو ہیزم کے لوازم سے ہین ذکر کیا ہے۔

درد

شام ہی ہو چلے کہین اب تو | آشیانے کو رات جاتی ہے

رات کو طائر سے تشبیہ دی ہی اور یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور آشیانہ ثابت کرنا کہ مشبہ بہ کے لوازم غیر مقومہ و غیر مکملہ سے ہی استعارہ تخییلیہ ہے۔

میر

[illegible] ہو چکی قیامت تو آہ و فغان ہے | مرے ہاتھ مین دامن آسمان ہے

آسمان کو آدمی سے تشبیہ دیکے اُسکے لیے دامن ثابت کیا ہی جو مشبہ بہ کے ایسے لوازم سے ہی جو نہ مکمل ہے نہ مقوم

مرزا حسام الدین حیدر نامی

نام اسکا نہین [illegible] رُخ نیکو سے کسی کے | وابستہ ہی جو حلقۂ گیسوے کسی کے

گیسو کو رسن سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو ذکر نہین کیا ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور حلقہ اسکے لیے ثابت کیا ہی یہ استعارہ تخییلیہ ہے اور حلقہ رسی کے نہ لوازم مقومہ سے ہی اور نہ مکملہ سے۔

مرزا

اگر زلف دراز یار مین ہے صد گرہ مرزا	دل صد چاک ہم بھی یہ بسان شانہ رکھتے ہین

زلف کو رسن سے تشبیہ دی ہی اور مشبہ بہ کو چھوڑ دیا ہی یہ استعارہ بالکنایہ ہی اور گرہ کو جو رسن کے لوازم غیر مقومہ و غیر مکملہ سے ہی اُسکے لیے ثابت کیا ہی یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

انعام اللہ خان یقین

کیا قیدی شروع گل مین اور پروازا دل مین	نہ دی فرصت زمانے نے ہمین دھو مین مچانے کی

متکلم نے اپنی جان کو بلبل سے تشبیہ دے کر اسکے واسطے قید کو ثابت کیا ہی اور اسی مناسبت سے گل کا ذکر لایا ہی مگر اُس کو بلبل کے قوام اور تکمیل مین کوئی دخل نہین پرواز کو اُسکی تکمیل مین دخل ہے۔

بہرصورت ان مثالون مین جو جو لوازم مشبہ بہ متروک کے مشبہ کے لیے ثابت کیے گیے ہین وہ سب الفاظ حقیقی طور پر اپنے معانی موضوع لہ مین مستعمل ہین اور کلام مین مجاز لغوی نہین کیونکہ مجاز یہ ہے کہ لفظ معنی غیر حقیقی مین استعمال کیا جائے اور استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخئیلیہ متکلم کے افعال مین سے دو فعل ہین ایک یہ کہ وہ اپنے نفس مین تشبیہ دیتا ہی اور دوسرے یہ کہ مشبہ بہ کے لوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کرتا ہے اور ان دونون مین سے ایک کو دوسرا لازم ہی اسلیے کہ تخئیلیہ کے لیے واجب ہی کہ مکنیہ کا قرینہ ہو اور مکنیہ کے لیے واجب ہی کہ تخئیلیہ کا قرینہ ہو۔

قدما کا مذہب یہ ہی کہ جو چیز متروک ہوتی ہی وہ مشبہ بہ ہی اور جو مذکور ہوتی ہی وہ مشبہ ہی جیسے اس شعر مین میر سید حسین ایما کے۔ ع

سنکر زبان تیغ سے مجھ سخت جان کا حال	خنجر بھی اپنے جامے سے باہر نکل گیا

شخص متکلم کے ساتھ تیغ کو تشبیہ دی ہی پس لفظ مستعار شخص متکلم ہی اور مستعار منہ معنی اُسکے اور مستعار لہ تیغ بعینہ جیسے شیر کا استعارہ مرد شجاع کے واسطے مگر لفظ مستعار کی تصریح نہین کی فقط اُسکا لازم ذکر کیا ہی اور وہ زبان ہے تاکہ لازم کے سبب سے ملزوم کی طرف ذہن منتقل ہو جائے اور تصریح نہ کرنا کنایے کی شان سے ہی پس اب متکلم استعارہ بالکنایہ ہوا نہ وہ تشبیہ جو دل مین ٹھہرائی ہوئی ہے اور سکاکی صاحب مفتاح العلوم نے کہا ہی کہ استعارہ بالکنایہ لفظ مشبہ مذکور ہی جو مشبہ بہ محذوف مین مستعمل ہے بایں ادعا کہ یہ مشبہ عین مشبہ بہ ہے پس مثال مذکور مین تیغ سے مراد شخص متکلم ہی بسبب اس بات کے کہ تکلم کے ثبوت کا اُسکے لیے دعوے کیا جاتا ہی اور یہی سمجھ کر اُسکی طرف زبان کی نسبت کی جاتی ہی جو تکلم کے خواص مین سے ہی پس مشبہ یعنے تیغ کو ذکر کر کے مشبہ بہ یعنی متکلم کا ارادہ کیا جاتا ہے بخلاف

مؤلف تلخیص کے کہ اُسکے نزدیک تیغ سے تیغ حقیقی مراد ہی پس مثال مذکور مین سکاکی کے مذہب کے مطابق استعارہ بالکنایہ کی تقریر یون ہو گی کہ تیغ کو کہ وہ تیغ مجرد ہے حقیقی متکلم کے ساتھ تشبیہ دی ہی کیونکہ تیغ کے متکلم ہونے کا دعوے کیا ہے اور ہمارا دعوے یہ ہی کہ تیغ متکلم کے افراد مین سے ایک فرد ہی اور تیغ متکلم سے مغائر نہین اور متکلم کے لیے دو فرد ہین ایک فرد متعارف دوسری فرد غیر متعارف پس یہ دوسری فرد تیغ ہے جسکی نسبت متکلم ہونے کا دعوے کیا گیا ہی اور مشبہ یعنے تیغ کا لفظ اس فرد غیر متعارف یعنے تیغ کے لیے جسکے متکلم ہونے کا دعوے کیا ہی مانگا گیا ہے پس اس صورت مین یہ بات پایہ صحت کو پہونچ گئی کہ تیغ جو تشبیہ کی ایک طرف یعنی مشبہ ہے بولے اور اس سے تشبیہ کی دوسری طرف یعنے مشبہ بہ کہ وہ متکلم ہی فی الجملہ مراد لی گئی سکاکی نے استعارے کی اس طرح تقسیم کی ہے ایک **استعارہ بالتصریح** جسکو **استعارہ مصرحہ** بھی کہتے ہین دوسرا **استعارہ بالکنایہ** استعارہ مصرحہ سے یہ مراد ہے کہ طرفین تشبیہ مین سے مشبہ بہ مذکور ہوا اور پھر استعارہ مصرحہ کی دو قسمین کی ہین تحقیقیہ اور تخئیلیہ تحقیقیہ یہ ہے کہ مشبہ متروک متحقق ہو خواہ باعتبار حس کے خواہ باعتبار عقل کے اور تخئیلیہ یہ ہے کہ اُسکے معنے نہ باعتبار حس کے متحقق ہون نہ باعتبار عقل کے بلکہ محض صورت وہمی ہو جس کو تخیل نے وہم کی مدد سے اختراع کیا ہو مثلاً سید حسین ایا کے شعر مین جب تیغ کی تشبیہ شخص متکلم کے ساتھ حال کے بیان کرنے مین دی گئی تو وہم نے تیغ کو متکلم کی صورت پر سمجھ کر متکلم کے لوازم اسکے لیے اختراع کر لیے اور اسلیے اُسکے لیے متکلم کی سی زبان تجویز کی حالانکہ زبان کے معنے تیغ مین متحقق نہین نہ باعتبار حس کے اور نہ باعتبار عقل کے اور جبکہ وہم نے مشبہ کے لیے مشبہ بہ کی طرح زبان اختراع کر لی تو اس اختراعی صورت پر زبان کے لفظ کا اطلاق کیا گیا پس یہ استعارہ تحقیقیہ کے قبیل سے ہوگا اسلیے کہ مشبہ یعنی زبان حقیقی کا نام مشبہ بہ پر کہ وہ صورت وہمی ہے اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ اس صورت وہمی کو زبان حقیقی سے مشابہت حاصل ہے اور اس بات کا قرینہ کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین زبان کو تیغ کی طرف منسوب کرتا ہے سکاکی کے نزدیک تخئیلیہ استعارہ بالکنایہ کے بغیر بھی پایا جاتا ہے پس اُسکے نزدیک تشبیہ تیغ کی متکلم سے واقع ہوئی ہے اور استعارہ لفظ زبان مین ہے تیغ مین استعارہ بالکنایہ نہین مگر قدما کا یہ مذہب ہے کہ استعارہ تخئیلیہ استعارہ بالکنایہ سے نہین چھوٹ سکتا اور اُنکے نزدیک زبان تشبیہ کے لیے ترشیح ہی نہ استعارہ تخئیلیہ۔

بعض استعارہ تخئیلیہ ایسا ہوتا ہے کہ اس مین احتمال تحقیقیہ و تخئیلیہ دونون کا ہوتا ہی۔ مثلاً۔

آغا شاعر قزلباش دہلوی

کہین ایسا نہو موجونکا تھپیڑا لگ جائے	ہان تری خیر رہے یار یہ بیڑا لگ جائے

برکھارت

ناو ین ہین کہ ڈگ مگا رہی ہین	موجون کے تھپیڑے کھا رہی ہین

تھپیڑا ہاتھ سے وقوع مین آتا ہی اور ہاتھ شخص سے خصوصیت رکھتا ہی پس موجون کو اول دل مین شخص کے ساتھ تشبیہ دے کر اُنکے واسطے ہاتھ ثابت کیا اور قرینہ ثابت کرنے کا لفظ تھپیڑا ہی کیونکہ ہاتھ سبب ہے تھپیڑے کا یہان سے ثابت ہوا کہ استعارہ تخئیلیہ مین جو چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہو اسکی جگہ اسکا مسبّب ہے بھی قرینے کے واسطے مذکور ہوتا ہے پس اگر یہان استعارہ موجون اور شخص مین فرض کرین تو استعارہ بالکنایہ ہی اور ہاتھ اُنکے واسطے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر موجون کے صدمے کو تھپیڑے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہو جائے گا اور استعارہ بالکنایہ باقی نہین رہے گا کیونکہ یہان کسی کے واسطے ہاتھ ثابت نہین کیا۔

مولوی ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین آصف الدولہ کی طرف سے وارن ہسٹنگز کے نام لکھتے ہین کچھ تھوڑی سی سپاہ میرے پاس رہ گئی ہی جو ملک سے خراج وصول کرتی ہی سب کے گھر مین فاقے کا گھر رہتا ہی، اگر فاقے کو شخص فرض کرین اور اُسکے واسطے گھر ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہی اور اگر فاقے کے اثبات اور تمکن کو گھر کرنے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

درد

پی گئی کتنون کے لوہو تیری یاد	غم ترا کتنے کلیجے کھا گیا

اگر محبوب کی یاد اور غم کو جانور درندہ سے تشبیہ دین اور اُسکے واسطے خون پینا اور کلیجہ کھانا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہی اور اگر لہو پینے اور کلیجے کھانے سے تشبیہ کے طور پر ہلاک کرنا مقصود ہو تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ہوش

[illegible]اری مانگ نے لوٹا ہی ہوش و صبر و قرار	لٹا ہے شام کے رستے مین قافلہ د[illegible]کا

اگر مانگ کو شخص فرض کر کے اُ[illegible] واسطے لوٹنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر صبر و قرار کے کھونے کو لوٹنے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

دل کسی یاد مخالف سے نہ کملایا کبھی	تلخی دوران سے جیتون بہ نہ مثل آیا کبھی

اگر دل کو کلی فرض کرین اور اُسکے واسطے نہ کھلانا ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ وتخئیلیہ ہے اگر دل کے رنجیدہ ہونے کو کھلانے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ولہ

کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے	گل ہین نظرون مین داغ بن تیرے

اگر باغ کو حیوان درندہ سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے کاٹنا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ واستعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر باغ کے بُرا معلوم ہونے کو کاٹے کھانے سے تشبیہ دی جائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

[illegible]

طاری ہے بسکہ خوف علمدار نامور	اُڑ اُڑ کے برگ بھاگ رہے ہین ادھر اُدھر

اگر پتون کو ذی روحون سے تشبیہ دیکر اُن کے لیے بھاگنا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ واستعارہ تخئیلیہ ہے اور اگر پتون کے اُڑنے کو بھاگنے سے تشبیہ دیجائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

سودا

اور میرا [illegible] آفاق مین تا یوم قیام	رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک ڈنگل

اگر سخن کو درخت فرض کرین اور اُسکے واسطے سرسبز رہنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخئیلیہ ہے اور اگر قدر و منزلت پانے کو سرسبز رہنے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

درد

نظر میرے دل کی پڑے درد کس پر	جدھر دیکھتا ہون وہی روبرو ہے

دل کو آدمی فرض کرکے اُسکے لیے نظر ثابت کی یہ استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر دل کے ملتفت ہونے کو دل کی نظر پڑنے سے تشبیہ مانین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

میر

آہ جس وقت سر اُٹھاتی ہے	عرش پر برچھیان چلاتی ہے

اگر آہ کو شخص فرض کرین اور اُسکے واسطے سر اُٹھانا اور برچھیان چلانا ثابت کرین تو استعارہ بالکنایہ اور تخئیلیہ ہے اور اگر زور کرنے کو سر اُٹھانے اور اثر کرنے کو برچھیان چلانے سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ولہ

بہت دُور کوئی رہا ہے مگر	کہ فریاد مین ہے جرس زور سے

اگر جرس کو شخص فرض کرین اور اسکے واسطے فریاد ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ وتخئیلیہ ہے
اور اگر آواز کو فریاد سے تشبیہ دین تو استعارۂ تحقیقیہ ہے۔

سودا

روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑے ہی	اُوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال

اگر قدم کی تشبیہ نیزے سے فرض کرین اور اُسکے واسطے گاڑنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ وتخئیلیہ اور سا اگر قدم کے اثبات وتمکن کو گاڑنے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔
یاد رکھو کہ ایسی صورتون مین استعارہ تحقیقیہ کے احتمال کے وقت استعارہ بالکنایہ کا باقی نہ رہنا صاحب تلخیص کے مذہب کے موافق ہی کیونکہ اُسکے نزدیک استعارہ بالکنایہ کا قرینہ سوائے تخئیلیہ کے اور کوئی چیز نہین ہوسکتی اور جنکے نزدیک استعارہ تحقیقیہ بھی استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہوسکتا ہے اُن کے نزدیک استعارہ بالکنایہ باقی رہتا ہے مثلاً۔

ظفر

آکے در پر سے مرے پھر گیا وہ غیر کے گھر	عہد وپیمان تھا جو مجھسے وہ بالکل ٹوٹا

عہد کے ٹوٹنے سے عہد کا باطل ہونا مراد ہی شاعر نے عہد کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہی اور باطل ہونا امر تحقیقی ہی کہ عہد اور ٹوٹی ہوئی رسی دونون مین متحقق ہے۔

نسیم

ناتا پریون سے اُس نے توڑا	رشتہ اک آدمی سے جوڑا

یہان ناتے کے توڑنے سے اُسکا باطل کرنا مراد ہی یہان بھی ناتے کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہے

مثنوی سعدین

ضعف نے پکڑا نبض چھوٹ گئی	بڑھ گئی یاس آس ٹوٹ گئی

شاعر نے آس کو ذہن مین رسی سے تشبیہ دی ہی اور آس کے ٹوٹنے سے مراد اُسکا باطل ہونا ہے۔

سودا

جوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے	ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

بشر کے پرکھنے سے بشر کی اچھی بُری طرح لیاقت کا معلوم کرنا مراد ہی شاعر نے ذہن مین بشر کو زر و جواہر سے تشبیہ دی ہی اور اچھا بُرا ہونا امر تحقیقی ہی کہ زر و جواہر اور بشر دونون مین متحقق ہے۔

جب کہ تیغ رکھنے لگا اپنے پاس میر	امیر اُمید قطع کی تھی تبھی اُس جوان سے

پانچوان چمن استعارے کے حُسن وخوبی کے شرائط مین

استعارۂ تحقیقیہ اور تمثیل بطریق استعارہ کی حُسن وخوبی اس مین ہی کہ وجہ شبہ مستعار لہ اور مستعار منہ
کو شامل ہوا ور تشبیہ غرض مقصود کے بیان کرنے کے لیے کافی ہوا ور وجہ شبہ مبتذل نہوا ور اُس کے
الفاظ سے تشبیہ پر دلالت نہو تی ہو اگر الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہون گے تو استعارے کی غرض
فوت ہو جائے گی کیونکہ استعارے سے یہ غرض ہو تی ہے کہ مشبہ بہ کی جنس مین مشبہ کے داخل ہونے کا
ادعا کیا جائے اور تشبیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشبہ بہ وجہ مشابہت مین مشبہ سے اقوےٰ ہے
پس اگر استعارے کے الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہونگے تو مشبہ کے بعینہ مشبہ بہ ہونے کا ادعا صورت
پذیر نہو سکے گا۔ اور وجہ مشابہت مستعار لہ اور مستعار منہ مین جلی ہونی چاہیے اگر جلی نہوگی تو استعارہ
چیستان اور معما بن جائے گا کیونکہ جب کہ لفظ مین کوئی ایسی چیز نہوگی جو تشبیہ پر دلالت کرتی ہو تو
تشبیہ مین پوشیدگی آجائے گی اور جبکہ وجہ شبہ مین بھی پوشیدگی ہوگی تو پوشیدگی پر پوشیدگی بڑھکر اُسکے معلوم ہونے
مین نہایت اشکال پیدا کردے گی اسوجہ سے استعارے مین وجہ شبہ جلی ہونی چاہیے اگر کوئی کہے کہ
مین نے شیر دیکھا ہی اور مراد ہو گی ایسا آدمی ہو جسکے مُنھ سے بد بو آتی ہو تو یہان وجہ شبہ مستعار لہ اور مستعار منہ
دونون مین خفی ہی اسلیے کہ گو شیر کے منھ مین بد بو آتی ہے مگر جب انسان کو اُس سے تشبیہ
دی جاتی ہی تو شابہت کی وجہ یہ منظور نہین ہوتی بلکہ شجاعت جو اُسکو لازم ہے وہ مقصود ہوتی ہی
اور سننے والے کا ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہی پس انشاپردازون کو خیال رکھنا چاہیے کہ جہان
وجہ مشابہت خفی ہو اُسے استعارے کے کام مین نہ لائین تشبیہ کے طور پر استعمال کرین اس سے
ظاہر ہوا کہ تشبیہ عام ہے اور استعارہ خاص ہی کیونکہ جن موادمین استعارہ عمل مین آتا ہے وہان
تشبیہ بھی ہو سکتی ہی اور بعض صورتین ایسی ہین کہ وہان تشبیہ تو بن سکتی ہی مگر استعارہ نہین
بن سکتا کیونکہ جائز ہے کہ وجہ شبہ جلی نہو اور جب وہ جلی نہوگی تو وہان استعارۂ چیستان اور معما
ہو جائے گا پس جہان وجہ شبہ جلی نہو وہان استعارہ بہتر نہین تشبیہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیے
اور جبکہ وجہ شبہ طرفین مین نہایت قوی ہو یہان تک کہ اُسکی وجہ سے دونون ایک سے سمجھے جاتے
ہون اور جو کچھ ایک سے سمجھا جاتا ہو وہی دوسرے سے سمجھ مین آئے تو ایسے موقع پر تشبیہ بہتر نہین
استعارے کے طور پر کام مین لانا چاہیے کیونکہ تشبیہ سے کلام مین خوبی حاصل نہوگی اور استعارہ
بنانے سے حُسن پیدا ہو جائے گا جیسے علم اور نُور کہ ان دونون مین وجہ شبہ ہدایت ہے اور اُسکی وجہ

سے ان دونون مین بکثرت تشبیہ واقع کی جاتی ہے یہان تک کہ علم سے وہی معنی متبادر ہوتے ہین جو نور سے لیے جاتے ہین اس وجہ سے دونون لفظ متحد معلوم ہوتے ہین پس ایسے موقع پر استعارہ کرنا بہتر ہوتا ہے کیونکہ تشبیہ کی صورت مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شے کو اپنے نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے - اور استعارہ بالکنایہ کی خوبی اس مین ہے کہ وجہ شبہ طرفین کو شامل ہو اور تشبیہ افادہ غرض کیلیے کافی ہو اور استعارہ تخئیلیہ کی خوبی استعارہ بالکنایہ کی خوبی پر موقوف ہی کیونکہ وہ اسی کا تابع ہی علحدہ اُس مین تشبیہ نہین ہی پس استعارہ بالکنایہ اچھا ہوگا تو یہ بھی اچھا ہوگا -

تیسرا باغ مجاز مرسل کے بیان مین

مخفی نرہے کہ جو لفظ سواے معنی موضوع لہ کے اور معنی مین مستعمل ہو اور وہان کوئی قرینہ ایسا پایا جائے جو اصلی معنی مراد لینے سے مخاطب کو روک دے اور اُن دونون معنی مین کوئی علاقہ سواے علاقہ تشبیہ کے ہو اُسکو مجاز مرسل کہتے ہین اور جو علاقہ مجاز مرسل مین درمیان معنی اصل حقیقی اور معنی مجازی کے ہوتا ہے اُسکی قسمین ۲۴ کے قریب ہین اُن مین سے یہان تھوڑی سی کثیر الاستعمال قسمین ذکر کیجاتی ہین -

(۱) جو لفظ کل کے واسطے وضع کیا گیا ہو اُسکو جز کے لیے استعمال مین لائین جیسے -

ذوق

جون نبض شناختہ تو نہ جلا اُنگلیان طبیب	رکھ رکھ کے نبض عاشق آشفتہ جگر یہ ہاتھ

ظاہر ہی کہ نبض پر سارا ہاتھ نہین رکھا جاتا صرف پورین ہی اُنگلیون کی رکھی جاتی ہین جنکا ذکر پہلے مصرع مین ہوا

مذاق

اگر کہے کوئی یا علی حیدر	بھاگین کانون مین اُنگلیان رکھ کر

کان مین اُنگلیان ساری نہین رکھتے بلکہ پور رکھی جاتی ہی یا کہین فلان شخص کے ہاتھ مین سانپ نے کاٹا ظاہر ہے کہ کسی اُنگلی مین یا خاص ایک جگہہ کاٹا ہوگا نہ سارے ہاتھ مین -

ناسخ

مِسّی سے ہو رہا ہی جو اُسکا دہن کبود	پان سنگ کو دکان سے ہی سارا بدن کبود

دہن بولے اور مراد اُس سے دندان و لب ہین کیونکہ انھین دونون کو کبود کیا جاتا ہی نہ سارے دہن کو -

(۲) جو لفظ جز کے واسطے وضع ہوا ہو اُسکو کل کے واسطے بولین جیسے سورۂ فاتحہ کو الحمد کہتے ہین

اور کلمے کا اطلاق اشہد ان لا آلہ الا اللہ پر کرتے ہین ٭

ظفر

حق سے رسائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرد	اپنی بھلائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرد
بگڑی بنائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرد	غم سے رہائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرد

دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرد

اور جیسے اس شعر مین عبرت کے لفظ سر سے سردار مراد ہی حالانکہ سر ایک جزہی سردار کا۔ ع

سرو سر خیل مقبولان درگاہ	ہے اپنے عصر کا سید حسن شاہ

تپش

سر مرسلین سرور جزو و کل	شفیع الامم سرو باغ سبل

حسین علیخان نحو

سنگ پھینکے ہے مری قبر پہ گل کے بدلے	گالیان دے ہے بس مرگ بھی قل کے بدلے

قل مراد ہی فاتحہ یعنی آیات و کلمات معروف سے اور قل ایک جزہی انکا۔

ظفر

نہین گر صورت اخلاص اس سے تو پلا دے تو	ظفر پڑھکر قل اعوذ برب الناس پانی پر

قل اعوذ برب الناس سے پوری سورت مراد ہے۔

سلطان خان سلطان

یا ہجوم بلبل و گل سے جگہ نہ تھی	وان ہائے ایک برگ نہین ایک پر نہین

برگ سے مراد گل ہے اور پر سے مراد بلبل ہے۔

رند

طول و عرض تنا ندے تو آشیان کو عندلیب	مشت پر کے واسطے کافی ہی مشت خار و خس

مشت پر سے مراد تمام جسم بلبل ہے اور لفظ بارود شورہ کے معنے کیلئے وضع ہوا ہی اور اب اس کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جو شورہ اور کوئلے اور گندک سے ملکر بنتی ہے۔

سودا

جز آتش غفلت شرارے کے سلسلہ	بارود کا ہے وہ زمین اور آسمان

اور بر کا اطلاق بدن پر بھی اسی قبیل سے ہی کیونکہ بر در اصل بغل اور سینے کے معنے مین ہے۔

محمد حسین آزاد

بر میں جبۂ عربی سر پہ عمامہ کالا	جسم پرنور میں پہنے ہوے جامہ کالا

(۲۳) جو لفظ مسبب کے واسطے موضوع ہو اُسکو سبب پر استعمال کریں اسی مثال میں ہے یہ فقرہ فسانہ عجائب کا گوشہ نشینی میں سالہاے دراز بسر کی گرم و سرد زمانہ دیکھا شام غم خوش ہوکے سحر کی" گرمی و سردی بسبب انقلاب زمانہ کے پیدا ہوتے ہیں انقلاب سبب ہے اور گرم و سرد مسبب۔

مومن

گرم و سرد زمانہ سے ہوں تنگ	ساقیا دے جک آب آتش رنگ

حالی

جہاں عقل و دانش کا بیوپار ہے اب	ہنر کا جہاں گرم بازار ہے اب

گرم بازاری سے مراد ترقی ہے ترقی سبب ہے گرم بازاری کا۔

گھر میں کوئی گھر کا اُجالا نہ تھا	اس کا کوئی گود کا پالا نہ تھا

گھر کا اُجالا فرزند کی جگہ لایا ہے فرزند اُجالے کا سبب ہے اُجالا مسبب ہے۔

ذوق

ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر	ہر ایک خار ہے گل ہر گل ایک ساغر عیش

ساغر شراب کی جگہ ساغر عیش بولا شراب سبب ہے عیش مسبب ہے۔

میر

روکش جو ہونے کو تھے سو منہ ڈھانپنے لگے	بھاگے پھرے پلنگ نمر ہانپنے لگے

ہانپنے سے مراد بھاگنا ہے ہانپنا بھاگنے کا سبب ہے اسی قبیل سے ہے یہ بھی جو بعض آدمی روزمرہ میں کہتے ہیں کہ "اناج برستا ہے" ظاہر ہے کہ پانی برستا ہے لیکن پانی کا برسنا سبب ہے اناج کے اُگنے کا۔

(۲۴) سبب کو بجائے مسبب کے بولیں جیسے کہیں کہ یہ بادل خوب برسا برسانا شان سے پانی کے ہے اور بادل پانی کے برسنے کا سبب ہے۔

شہیدی

توشہیدی ابر سیہ سے کہ وہ شراب پیتے ہوں جس جگہ ہے ہیں جا برس وہیں جا برس وہیں جا برس ہیں جا برس

یا ... ین گرمیوں میں اس مکان میں سورج آجاتا ہے یعنی دھوپ آجاتی ہے سورج سبب ہے اور دھوپ مسبب۔

ناسخ

اس قدر کھایا تری فرقت مین غم	دل ہمارا زندگی سے سیر ہے

سیر ہونا بیزار ہونے کے معنی مین ہی اور سیری غذا سے بیزاری کا سبب ہوتی ہی۔

درد

عاشق بیدل ترا یان تک تو جی سی سیر تھا	زندگی کا اسکو جو دم تھا دم شمشیر تھا

محمد بیگ شور

غضب آنکھین ستم ابرو عجب منھ کی صفائی ہی	خدا نے اپنے ہاتھون سے تری صورت بنائی ہی

ہاتھ سے مراد قدرت ہی قدرت مسبب ہی اور ہاتھ اُسکا سبب۔

میر

تمکو ہے آٹھ پہر حرف و حکایت اُن سے	بازو جانو ہوا نکھین چشم حمایت اُن سے

بازو سے مراد مددگار ہی بازو سبب ہی مددگاری کا۔

وحید

ہے بازوے امام زمان عازم وغا	شیر آئے گا اسی طرف اے فوج اشقیا
جوانی اور پیری ایک رات اک دن کا وقفہ ہے	**امیر** خمار و نشہ مین دونون کو کھویا ہاے کیا سمجھا

خمار و نشہ سے مراد غفلت ہی اور یہ غفلت کا سبب ہین۔

(۵) کسی چیز پر کسی اسم کا اطلاق باعتبار زمانہ سابق کے کرین مثال اسکی یہ ہی کہ کوئی شخص ایران کا رہنے والا عرصۂ دراز سے ہندوستان مین بود و باش رکھتا ہو اسکو ایرانی کہین چنانچہ سودا کا شاگرد اُسکے حق مین کہتا ہے۔

تھا اہل ولایت سے وہ اور شاہ عالم	اُسکا بجہان ہو نہ سکا کوئی گلوگیر

حالانکہ سودا نے دہلی مین پرورش پائی تھی اُنکے باپ مرزا یان کابل سے تھے۔

اوج

اطاعت اور خداوندی کی جب نسبت بہم ٹھہری	تو اس ناچیز مشت خاک کا پھر امتحان کیون ہے

انسان کو مشت خاک سے تعبیر کیا ہی اور ظاہر ہی کہ وجود حاصل ہونے سے قبل خاک تھا خاک سے بنایا ہے۔

معصوم علی

تو نے بر پا کیے ہین یہ افلاک	خاک کو تو نے کی ہے صورت پاک

شایان

عطا کی وہ مٹی کو عقل و تمیز ‌‌|‌ ہوئی شکل یوسف جو ہر دل عزیز

(۶) کسی شے پر کسی ایسے نام کا اطلاق کریں کہ زمانہ آیندہ مین وہ نام اُس پر صادق آجائے جیسے کسی طالبعلم کو اس نظر سے کہ زمانہ آیندہ مین پڑھکر عالم ہوجائے گا مولوی کہین یا کسی مجرم کو جس کی نسبت سزاے موت کا حکم ہوگیا ہو متوفی کہین یا کوئی شخص ارادہ سفر کا رکھتا ہو اُسکو مسافر کہین

انیس

بیزار ہین سب ایک بھی شفقت نہین کرتا ‌|‌ سچ ہی کوئی مُردے سے محبت نہین کرتا

یہ قول ہی حضرت فاطمہ صغرے کا جو نہایت بیمار تھین اپنے آپکو مُردہ فرمایا ۔

ولہ

اب شہر مین اک دم ہی ٹھہرنا مجھے دشوار ‌|‌ مین پا برکاب اور ہو تم صاحب آزار

چونکہ قصد سفر تھا اس سبب سے پا برکاب فرمایا۔

(۷) ظرف کو بجائے مظروف کے استعمال کرین ظرفیت کے علاقے کی وجہ سے جیسے اس مثال مین

میر حسن

پلا ساقیا ساغر بے نظیر ‌|‌ کہ دام ہجران مین بدر منیر

ساغر سے مراد شراب ہی جو مظروف ہے۔

نظام احمد انداز

سوجھتی ہی نہین بوتل کے سوا کچھ ہمکو ‌|‌ تکلف ہوتا ہی جو گھنگور گھٹا ہوتی ہی

بوتل سے مراد شراب ہے۔

عبد الخالق خلیق دہلوی

اور قومون کو ترقی سے تنفر انکو ‌|‌ لا سکے راہ پہ قندھار نہ کابل انکو

قندھار و کابل سے مراد وہ لوگ ہین جو ان مقامو مین رہتے ہین ۔

اور اسی قبیل سے ہی ہانڈی کا پکنا اور چراغ کا جلنا اور پرنالے کا چلنا اور نہر کا جاری ہونا اور ندی کا چڑھنا کیونکہ درحقیقت وہ چیز پکتی ہے جو ہانڈی کے اندر موجود ہوتی ہے اور چراغ مین تیل اور بتی جلتے ہین اور پرنالے مین پانی چلتا ہے اور نہر مین پانی جاری ہوتا ہے اور ندی کا پانی چڑھتا ہے۔

ناسخ

شب جلائے ہین جس طرح پہ چراغ	باریانے ہین جس طرح پہ چراغ

میر حسن

لب نہر پر صاف جو غور کی	تو پڑی تھی وہ ایک بلور کی
گرے اُس مین فوارے چھٹتے ہوے	ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوے

پریم ناتھ رام

خون آنکھون سے نکلتا ہی رہا	دل کا فوارہ اُچھلتا ہی رہا

میر

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا	اُس باد نے ہمین تو دیا سا بجھا دیا

مولوی عبدالحلیم شرر اپنے ایک مضمون مین لکھتے ہین وہ اُسکی کامیابیان زمانے کو چونکا چونکا کر بتانے لگین کہ انسان کا حوصلہ ان چھوٹے اور کمزور ہاتھ پیرون پر ترقی دینے سے کس درجہ وسیع ہو سکتا ہے مطلب یہ ہی کہ اہل زمانہ کی جگہ زمانے کا استعمال کیا ہی یعنی اُسکی کامیابیان اہل زمانہ کو الخ۔

برکھارت

ندی نالے چڑھے ہوے ہین	تیراکون کے دل بڑھے ہوے ہین

میر

جیسے دریا اُبلتے دیکھے ہین	یان سو پرنالے چلتے دیکھے ہین

مولوی محمد سمعیل

قطرون ہی سے ہوگی نہر جاری	چل نکلینگی کشتیان تمھاری
وان سے چشمے بہت اُبل نکلے	ولہ ندی نالے ہزار چل نکلے

(۸) مظروف کو بجائے ظرف کے بولین جیسے۔

غلام مرتضی جنون

تری چشم مست سے ساقیا یہ سیاہ مست جنون ہوا	کہ مے دوآتشہ طاق پر جو دھری تھی یون ہی دھری رہی

ظاہر ہے کہ شراب طاق مین نہین رکھی جاتی بلکہ اس کا ظرف رکھا جاتا ہے پس ظرف مقصود ہی اور شراب مظروف ہے

گئے بتخانے تو جا کر طرف حرم ہم نے	**آتش** اڑائی تیری خاطر خاک کن کن رہگذارون مین

تجانے سے مراد محبت ہی۔

(۹) علاقۂ آلہ اور واسطہ ہونے کا ہو یعنی آلہ اور واسطہ کسی شے کا ذکر کرین اور اس سے مقصود وہی شے مراد ہو جسکا یہ آلہ ہی مثال اسکی۔

رند

ہے بیان کو سن سن کے کانپ اٹھا | غضب یہ ہی کہ سمجھتا نہیں زبان صیاد

زبان آلۂ سخن ہی اور بیان خود سخن اور زبان مراد ہی یعنی بولی نہین سمجھا۔

داغ

اُردو ہی جسکا نام ہمین جانتے ہین داغ | ہندوستان مین دھوم ہماری زبان کی ہی

رزق مل جائیگا اے سائل یہ بیجا ہی سوال | اسیر دیکھئے بے تیر طفل بے زبان ہستا نہین

ایسے ہی خوشنویس کو خوش قلم کہنا تعریف اسکی تحریر کی مقصود ہی اور قلم آلہ ہی تحریر کا۔

میر حسن

ہوا جبکہ نو خط وہ شیرین رقم | بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

نو قلم سے مراد نو طرح کے خط ہین۔

(۱۰) جو نام مقید کے لیے موضوع ہی اُسے مطلق کے لیے استعمال کرین مثلاً حرف بولین اور کلمہ مراد ہو اور منیر اپنے شعر مین شہیدون کا لفظ لایا ہے اور مراد اس سے کشتے ہین اور شہید ایسے کشتے کو کہتے ہین جو بیگناہ یا راہ خدا مین مارا جائے۔

ہو تری محراب مین سجدہ شہیدون کا قبول | طاق نسیان مین تو رکھدے زندگانی کی کتاب

ظاہر ہی کہ شہید مقید ہے اور کشتہ مطلق ہی یہ شعر حضرت علی کی تلوار کی تعریف مین ہی اور بیان غرض یہ نہین ہی کہ حضرت علی کی تلوار کے کشتے شہدا مین محسوب ہین۔

(۱۱) جو لفظ مطلق کے لیے وضع ہوا ہی اسکو مقید پر اطلاق کرین مثلاً روز کہین اور مراد اس سے روز قیامت ہو یا کلمہ بولین اور مراد اس سے اسم یا فعل یا حرف ہو اسی قبیل سے ہی نامے پر کاغذ کا اطلاق

ناسخ

قاصدا لکھے ہین اسرار محبت مین نے | رکھیو اغیار کی نظرون سے تو پنہان کاغذ

(۱۲) مجاورت یعنی نزدیکی اس مین ایک قریب و نزدیک کا اطلاق دوسرے قریب و نزدیک پر ہوتا ہے جیسے صف کا لفظ عربی ہے قطار کے معنے مین اور صف ماتم مجازاً اس فرش کو

کہتے ہین جس پر اہل ماتم بیٹھتے ہین چونکہ اہل ماتم فرش سے قربت رکھتے ہین اسلیے فرش کو مجازاً صف ماتم کہتے ہین۔

خواجہ حیدر علی آتش

واقعہ دل کا جو موزون ہے تو مضمون غم ہے۔
صفحہ ہر اک مرے دیوان کا صف ماتم ہے

(۱۳) مضاف کو حذف کرکے اُسکی جگہ مضاف الیہ کو ذکر کرین جیسے۔

حالی

کیا بر طرف پردہ چشم جہان سے جگا زمانے کو خواب گران سے

یعنی اہل زمانہ کو یا نہ ... آدمیان کو خواب گران سے جگایا۔

(۱۴) مضاف الیہ کو حذف کرکے مضاف کو اُسکی جگہ ذکر کرتے ہین جیسے۔

برق

سگ اصحاب ہوا صحبت انسان سے بشر
آدمی ہو کے بھی انسان تو انسان نہ ہوا

یعنی سگ اصحاب کہف۔

فائدہ معنی مجازی کے استعمال کی دلیل کلام فصحا سے ضرور ہی اس طور پر کہ سبب کو بجاے مسبب کے یا برعکس اسکے اور ظرف کو بجائے مظروف کے یا اسکے برعکس (وقس علی ہذا) فصحا استعمال مین لاتے ہین یا نہین اور یہ ضرور نہین کہ جب کوئی خاص صورت پیش آئے اور کسی خاص موقع پر ان طریقون مین سے کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جائین تو اس لفظ خاص کے استعمال کی نظیر بھی تلاش کرین۔

چوتھا باغ کنائے کی تصریح مین

کنایہ لغت مین پوشیدہ بات کہنے کو کہتے ہین اور علم بیان کی اصلاح مین ... لفظ کو کہتے ہین جو اپنے معنے موضوع لہ مین مستعمل ہو لیکن مقصود وہ معنے نہون بلکہ ایک دوسرے معنے ہون جو ان پہلے معنی کے ملزوم ہون اور ان دوسرے معنے کا مقصود ہونا معنی موضوع لہ کے ارادہ کرنے کے

منافی نہین کیونکہ استعمال اُس لفظ کا موضوع لہٗ مین ہوا ہی تو ان معنی کے مقصود ہونے کے دوسرے معنے مین کوئی حرج پیدا نہوگا پس کنائے مین لازم یعنی موضوع لہٗ بھی مراد ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ یہ بالعرض مراد ہوتا ہے اور دوسرے معنی جو ملزوم ہین وہ بالذات مراد ہوتے ہین کیونکہ موضوع لہٗ کا مراد ہونا محض اس غرض سے ہی کہ جب سُننے والے کے ذہن مین اسکی تصویر حاصل ہوجائے تو دوسرے معنی کی طرف جن سے کنایہ واقع ہوتا ہی انتقال ہوسکے جیسے۔

امیر

اس چمن مین طائر کم پر اگر مین ہون تو کیا	دُور ہی صیاد ابھی اور آشیان نزدیک ہی

کم پر اُس پرند کے معنی مین ہی جو پر تھوڑے رکھتا ہو پس کم پر سے اُسکے حقیقی معنی یعنی تھوڑے سے پر والا مقصود ہون گے تاکہ ان معنی سے ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جائے جنکے لیے پرون کا کم ہونا لازم ہے اور وہ کم اُڑنا ہی بخلاف لفظ مجاز کے کہ اُس سے معنی موضوع لہٗ کا ارادہ کرنا جائز نہین کیونکہ اُسکا استعمال معنی غیر موضوع لہٗ مین ہوتا ہے پس اُس مین معنی غیر موضوع لہٗ بالذات مقصود ہوتے ہین اس لیے معنے موضوع لہٗ کا قصد کرنا اُنکے منافی ہوگا بعض کہتے ہین کہ کنایہ وہ لفظ ہے جسکے معنی حقیقی مراد نہون بلکہ معنی غیر حقیقی مراد ہون اور اگر معنی حقیقی مراد رکھین تو بھی جائز ہے جیسے کم پر سے کم اُڑنے والا مراد ہے اور اگر اس مراد کے ساتھ پرون کی مقدار کا تھوڑا ہونا مراد ہو تو بھی ہوسکتا ہے اسی قبیل سے ہی قلق کے اس شعر مین روشنی کا لفظ۔ ؎

جانے دو دُور بھی کرو اُٹھو آؤ	شعلہ بولی کہ روشنی تو منگاؤ

روشنی سے مراد شمع ہی جو شمع کو لازم ہی لازم کو ذکر کرکے شمع مراد لی ہی اگر اس مراد کے ساتھ روشنی بھی مراد ہو تو ہوسکتا ہے۔

مومن

چاک پردہ سے یہ غمزے ہین تو ای پردہ نشین	ایک مین کیا کہ سبھی چاک گریبان ہونگے

چاک گریبان سے مراد عاشق دیوانہ ہی عاشق کے لیے گریبان کا چاک ہونا لازم ہی اگر اس مراد کے ساتھ گریبان کا چاک ہونا بھی مقصود ہو تو ہوسکتا ہے۔ ابن سراج مالکی نے لکھا ہے کہ کنایہ یہ ہے کہ شے کی تصریح ترک کرے اُسکے لوازم مساوی مین سے کسی ایک کو ذکر کیا جائے تاکہ اُس سے ملزوم کی طرف ذہن منتقل ہوجائے اور لازم سے ملزوم کی طرف انتقال کرنے کی قید سے استعارہ نکل گیا اسی وجہ سے نہایۃ الایجاز مین لکھا ہے کہ کنایہ مجاز سے علیحدہ ہی اور حق یہ ہے کہ مجاز و

نا نے کے ساتھ وہ نسبت ہی جو مفرد کو مرکب کے ساتھ ہوتی ہے۔
صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک مجاز اور کنایے کا بنی ملزوم سے لازم کے قصد کرنے پر ہی مگر فرق اس قدر ہی کہ مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہی ملزوم مراد نہین ہوتا جیسے طالبعلم کو مولوی کہنا علم کا پڑھنا فضیلت کو لازم ہے اور فضیلت ملزوم ہے یہان ذکر لازم کا بے ارادہ ملزوم کے ہے اور کنائے مین لازم مراد ہوتا ہی اگر ملزوم مراد رکھین تو بھی جائز ہی جیسا کہ کم پر سے ملزوم کم اڑنے والا ہی اور اگر اس مراد کے ساتھ پرون کی کمی بھی مراد ہو تو بھی جائز ہی اسی طرح روشنی سے شمع اور چاک گریبان سے عاشق دیوانہ مراد ہے اگر ان مرادون کے ساتھ روشنی اور گریبان کا پھٹا ہوا ہونا مراد ہو تو بھی جائز ہے اور سکاکی صاحب مفتاح کے نزدیک مدار مجاز کا ملزوم سے لازم کی طرف ذہن کے انتقال کرنے پر ہی جیسے۔

حالی

ہم ہین تمام وطن کے دیوانے	وہ تھے اہل وطن سے پروانے

پروانہ کہ عاشق کا ملزوم ہی اُس سے عاشق کی طرف انتقال کیا ہی اسی طرح۔

وحید

غُل ہی کہ سوجھتا نہین اندھیر آگیا	ہیبت پکارتی ہی کہ اب شیر آگیا

شیر کہ شجاع کا ملزوم ہی اُس سے شجاع کی طرف انتقال ہوتا ہی۔ اور کنایے کا مدار لازم سے ملزوم کی طرف انتقال پر ہے جیسے کم پر کے حقیقی معنی وہ پرند ہے جسکے پر تھوڑے سے ہون اور ان معنی سے ایک ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جاتا ہے جنکے لیے پرون کا تھوڑا ہونا لازم ہی اور وہ کم اڑنا ہے جو ملزوم ہی بس کم پر کا اطلاق کم اڑنے والے پر لزوم کی رو سے ہی اور حق مذہب اول ہے اسلیے کہ لازم بحیثیت لازم ہونے کے ملزوم پر دلالت نہین کرتا ہی جائز ہی کہ ملزوم سے لازم عام ہو اور عام کی خاص پر دلالت نہین ہوتی پس جب تک لازم ملزوم سے خاص نہو اُس سے ملزوم کی طرف انتقال حاصل نہ ہوگا اور ملزوم اصل و متبوع ہے اس لیے کہ اس سے انتقال ہوتا ہے اور لازم فرع و تابع اسلیے کہ اصلی طرف انتقال ہوتا ہی اور نوع لازم کو یہان علاقہ کہتے ہین اور اگر اصلیت و فرعیت جانبین سے ہوگی کہ ہر ایک ایک وجہ سے اصل ہوگا اور دوسری وجہ سے فرع تو طرفین سے مجاز جاری ہوگا ورنہ استعمال اصل کا فرع مین مجازاً جائز ہے بدون عکس کے اول کی مثال علت و معلول ہے جیسے ملک اور خریداری شرع مین اور دوم کی

مثال سبب محض اور سبب ہے اور لزوم سے مراد فی الجملہ انتقال ہی جیسے کل فی الجملہ جزو لازم ہی
سی طرح سبب فی الجملہ مسبب کو لازم ہی اسلیے کہ کبھی عام ہوتا ہی پس لزوم سے یہ مراد نہین کہ ملزوم
سے اسکا چھوٹنا ممتنع ہی جیسا کہ اہل منطق وحکمت کی اصطلاح ہی اور کنایے مین معنی موضوع لہ کا ارادہ
باعتبار واقع کے ہے ہر چند کہ خارج مین نہو چنانچہ تنگ چشم کہین اور مراد اس سے کنجوس آدمی ہو گو شخص
مذکور کی آنکھین نہون اور اگر ہون تو بڑی بڑی ہون

زا محمد تقی خان ہوس

نہین ہوس وقت جوس مستی قد خمیدہ سے توجیا | بتون کا بندہ رہے گا کب تک خدا اُٹھا لے خدا اُٹھا لے

اس شعر مین قد خمیدہ کنایہ عالم پیری سے ہی گو قائل کا قد بظاہر سیدھا ہو۔
کنایے مین مجاز باقی نہین رہتا چنانچہ نہین کہ سکتے کہ تنگ چشم کنجوس کے معنی مین مجازی طور پر ہی
بخلاف استعارے کے جیسے مرد بہادر کو شیر کہتے ہین تو کہنے والے کو شیر کے اصلی معنی کہ حیوان درندہ
ہے ہرگز ملحوظ نہین ہوتے پس استعارہ مجاز کی ایک قسم ہوگا اور کنایہ اُس سے مباین باوجودیکہ یہ بھی
دراصل مجاز کی ایک نوع ہی نوعیت کنایے کی تو مجاز کے اس معنی عام کے اعتبار سے ہی جسکا وجود خارج مین نہین اور
اسکی مغایرت اسکی جنس کے ساتھ باعتبار مجازات مقید کے ہی جیسے انسان باعتبار حیوان کے جسکو
وجود ظاہر خارجی حاصل نہین نوعیت رکھتا ہی اور باعتبار حیوان مقید کے جیسے گھوڑا اور شیر وغیرہ مین
مغایرت رکھتا ہی۔
بہرصورت کنایے اور مجاز مین دو طرح سے فرق ہی ایک تو یہ کہ کنایے مین لازم یعنی معنی غیر حقیقی
مراد رکھتے ہین اور اگر ملزوم یعنی معنی حقیقی مراد رکھین تو بھی جائز ہی اور مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہے
دوسرا فرق یہ ہی کہ مجاز مین معنی حقیقی اور غیر حقیقی مین کوئی قرینہ بھی پایا جاتا ہی اور کنایے مین قرینہ
نہین علی العموم کنایے کی تین قسمین ہین۔
ایک یہ کہ کنایے مین صفت سے موصوف کی ذات مطلوب ہو اور صفت سے مراد وہ معنی ہین
جو غیر کے ساتھ قائم ہون نہ وہ صفت جو اہل نحو کی اصطلاح ہی اور وہ ایک تابع ہی جو اُن معنے پر دلالت
کرتا ہے جو متبوع کی ذات مین ہون مثلاً چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک تابع ہے جو اپنے متبوع کی
چالاکی پر دلالت کرتا ہی اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین۔
(۱) صفت کو جو کسی موصوف معین سے خصوصیت رکھتی ہو ذکر کرین اور مراد اس سے
موصوف ہو اسکو **کنایہ قریب** کہتے ہین اسلیے کہ بسبب ایک ہونے صفت کے انتقال موصوف

تک دشوار نہین ہوتا جیسے۔

گویا

رقص سے بس ہے اسی کا نام رقص	لوئی گردون [illegible] ہے وجد مین

لوئی فلک سے مراد زہرہ ہے۔

انشا

کہ نافہ شاہد حی کا کھڑا اجاڑ مین ہے	صبا یہ جا کے تو کہدیجو بید مجنون سے

شاہد حی کنایہ لیلی سے ہے۔

[illegible]

[illegible]	چاہ سیہ مین گرا یوسف زرین قبا

چاہ سیاہ کنایہ ظلمت سے اور یوسف زرین قبا آفتاب سے اور [illegible] شب سے۔

ولہ

زینت فانوس سبز شمع مرصع لگن	خیمۂ زرباف مین لیلی مشکین لباس

خیمۂ زرباف [illegible] یہ آسمان سے اور لیلی مشکین لباس شب سے اور فانوس سبز آسمان سے اور شمع مرصع [illegible] آفتاب سے۔

ناسخ

کیون نہ نوروز کو دنرات برابر ہو جائے	زیب و رنگ ہوا ہی شہ عادل ناسخ

شہ عادل کنایہ آفتاب سے ہے کیونکہ آفتاب اُس دن برج حمل مین تحویل کرتا ہے اور [illegible] ہے۔

انیس

اس ناز سے رکھتا ہی نہین پانون زمین پر	ہے دوش محمدؐ کا مکین خانہ زین پر

دوش محمدؐ کا مکین حضرت امام حسینؑ سے کنایہ ہی کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے دوش مبارک پر چڑھا کرتے تھے۔

ولہ

[illegible]	اگر دش جو دی تو سب تہ و بالا ہو جہان	[illegible] کانپ گیا شیر آسمان

شیر آسمان برج اسد سے [illegible] یہ ہی۔

ولہ

دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور	وہ صبح اور وہ چھانون ستارونکی اور وہ نور

ارنی گوے اوج طور سے مراد حضرت موسیٰ ہین۔

مومن

خون کے میرے ارادے سے ہوا ذابح سعد	قتل پر میرے کمر باندھے بہ شکل جبار

سعد ذابح سے قمر کی بائیسوین منزل مراد ہی اور وہ دو ستارے ہین کہ ستارہ جدی کے دونون سینگون پر واقع ہین اُن مین سے ایک کے پاس ایک چھوٹا سا تارا ہی اس ستارے کو شاۃ سعد یعنے سعد کی بھیڑ کہتے ہین وجہ اسکی یہ ہی کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا یہ سعد اُس چھوٹے تارے کو ذبح کرتا ہی اور یہی سبب ہی اُس کے سعد ذابح کہلانے کا۔

داغ

غیرت ماہ کیے خسرو انجم مجھکو	نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجھکو

خسرو انجم کنایہ ہی سورج سے۔

مومن

وہ قہرمان فلک توسن و نجوم حشم	کہ ترک چرخ غلام اُس کا مہر چاکر ہے

ترک چرخ کنایہ مریخ سے ہے۔

امیر

جسطرف دیکھو زر گل باغ مین انبار ہے	شکل فوارہ اُگلتی ہی زمین گنج نہان

زمین کا گنج نہان کنایہ ہی نباتات سے۔

قلق

نظر آتا تھا عالم بالا	وہ فلک سیر تھی کہ عرش نما

فلک سیر کنایہ بھنگ سے ہے۔

انشا

مرغان اولی اجنحہ مانند کبوتر	کرتے ہین صدا سے غون غون ہر گھڑی

مرغان اولی اجنحہ کنایہ فرشتون سے ہی کیونکہ اُنکے دو یا تین یا چار بازو اور پر ہوتے ہین جیسا اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

ولہ

جب تلک چرخ کہن شکل گور زمین پر ہے	صاحب شرق مین جبتک ہی کہ جنرل کی چلن

صاحب شرق کنایہ ہے سورج سے۔

ذوق

طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردمان باندھا	کہ ہر اک اِک گرہ مین حاصل صد بحر و کان باندھا

وہ چیز کہ بحر و کان کا حاصل ہے زر و جواہر ہے۔

مثنوی پدماوت

شہ زرّین کلاہ چرخ چارم	ہوا رونق فزائے تخت عالم

مراد اس سے سورج ہے کیونکہ وہ آسمان چارم پر رہتا ہے۔

ناسخ

ساقی بغیر شب جو پیا آب آتشین	شعلہ وہ بن کے میرے دہن سے نکل گیا

آب آتشین کنایہ شراب سے ہی۔

ولہ

لادون اُسکی پشت پر اپنا اگر بار گناہ	ہے یقین ہر گز نہ گاؤ آسمان سے اُٹھ سکے

گاؤ آسمان کنایہ برج ثور سے ہے۔

غالب

کیون ردّ قدح کرے ہے ساقی	مے ہے یہ مگس کی قے نہین ہے

مگس کی قے کنایہ شہد سے ہے۔

(۲) کئی صفتین آپس مین ملکر سب کی سب ایک موصوف کے ساتھ مختص ہون اگرچہ الگ الگ اور چیزون مین بھی پائی جاتی ہون پس ایسی تمام صفات کا مجموعہ بول کر اُن سے وہ موصوف معین مراد لیا جائے اسکو کنایہ بعید کہتے ہین اسلیے کہ کئی صفات سے موصوف کی طرف انتقال سہولت سے نہین ہوسکتا اور موصوف مشکل سے سمجھ مین آتا ہے جیسے۔

شباب

ساقی نے آج چیز کچھ ایسی کری عطا	جس سے کہ اپنا رنگ طبیعت بدل گیا
آنکھین تو سُرخ اور معطر ہوا دماغ	بگڑا ہوا مزہ بھی تو مُنھ کا سنبھل گیا

ان تمام صفات کے مجموعے سے شراب مقصود ہے۔

ساقی وہ دے ہمین کہ ہون جسکے سبب ہم	محفل مین آب و آتش و خورشید ایک جائے

ظاہر ہی کہ یہ ساری صفات شراب مین ہین کیونکہ شراب خود پانی ہی اور باعتبار سرخی رنگ اور گرمی کے آتش ہی اور باعتبار روشنی کے اور پیالے مین شکل مدور پکڑنے کے آفتاب سے مشابہت رکھتی ہے۔

غالب

صبح آیا جانب مشرق نظر	اِک نگارِ آتشین رُخ کھلا

اِن تمام صفات سے سورج مقصود ہی کیونکہ اُس مین یہ چارون صفات موجود ہین مشرق کی طرف سے طلوع ہوتا ہے اور خوبصورت بھی ہی اور اُسکے رخ مین سرخی اور گرمی بھی ہی اور وہ کھلا ہوا بھی ہی

مفتون

بند شیشے مین جو ہے یہ لال لال	اس پری کو قید خانے سے نکال

ان صفات سے شراب مقصود ہے کیونکہ وہ شیشے مین بند بھی ہوتی ہی اور سرخ بھی ہوتی ہی۔

دوسری قسم یہ کہ کنایے سے فقط صفت مقصود ہو اس طرح کہ ایک صفت ذکر کی جائے اور اُس سے ایک اور صفت مراد لیجائے اور اُسکی بھی دو قسمین ہین۔

(۱) **قریب** کہ اُس مین لازم اور ملزوم مین کوئی واسطہ نہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین۔

الف وہ کہ کنایہ اس مین واضح ہو اس طرح کہ لازم سے ملزوم تک ذہن بے تامل پہونچ جائے جیسے سفید ریش اور موے سفید سے پیری کا سمجھنا۔

مومن

سفیدی کے قریب اور غفلت مومن	نیند آتی ہے بآرام مگر آخر شب

پنڈت برج نرائن

مٹے نہ بات کہین تم پہ مٹنے والونکی	تمھارے ہاتھ ہی شرم ان سفید بالونکی

میر

دامن مین آج میر کے داغ شراب ہے	تھا اعتماد ہمکو بہت اس جوان پر

داغ شراب کنایہ ہی شراب خواری و رندی سے اور دامن مین داغ شراب ہونے سے شراب خواری و رندی تک ذہن فوراً پہونچ جاتا ہے۔

ولہ

اے ہمصفیر بے گل کس کو دماغ نالہ	مدت ہوئی ہماری منقار زیر پر ہے

منقار زیر پر ہونا کنایہ ہے خاموشی سے اور یہ امر واضح ہے ۔

انیس

راحت نہ ملی بادشہ جن و بشر
ہر اک نے کسا قتل محمدؐ پہ کمر کو

کمر کسنا کنایہ ہی مستعد قتل ہونے سے ۔

محشر

جن نے یون عرصۂ ہستی کو کیا محشر تنگ
وہ کمر کستا ہے کچھ تو بھی میان سمجھے ہے

وله

مرے غبار سے دامن کشیدہ جاتا ہی
ہوا ہون خاک مین جس شہسوار کی خاطر

دامن کشیدہ جانا کنایہ ہی محترز جانے سے ۔

انیس

دل دشمنوں کے خنجر ابرو سے کٹ گئے
اُلٹی جو آستین تو پرے سب اُلٹ گئے

آستین اُلٹنا بمعنی خشم و غضب مین ہونا ہی اور پرے اُلٹنا بمعنی پیچھے ہٹ جانا اور بھاگنے لگنا ہے ۔

شیخ عبد الغنی غنی

پڑتی ہے نظر خس پہ دم چشم پریدن
یان ہمنے پرکاہ بھی بیکار نہ پایا

خس پہ نظر پڑنے سے مراد یہ ہی کہ اُسکی احتیاج واقع ہوتی ہے ۔

داغ

دامن سنبھال باندھ کمر آستین چڑھا
خنجر نکال دل مین اگر امتحان کی ہے

پہلے مصرع مین تینون الفاظ مستعد ہوجانے کا فائدہ بخشتے ہین ۔

جرأت

آستین اُسنے چڑھائی تیغ کو عریان کیا
یہ ہمارے قتل کا سامان ہوا اچھا ہوا

میر

تمکو ہمسے آگ لگی ہی روتے ہین تو ہنستے ہو
ہمنے کمر کو کھول رکھا ہی اپنی کمر تم کستے ہو

مومن

چین بابرو ہوئی سماجت سے
سرگرانی بڑھی لجاجت سے

چین بابرو ہونا کنایہ ہی آزردگی و غضبناکی سے ۔

ولہ

موے سر سے شام غربت رو سفید | ظلمت شبہاے ہجران روز عید

روز سفیدی کنایہ ہی شرمندگی سے۔

الٰہی بخش خان معروف

ای ٹک اک آب دم شمشیر قاتل نے کمی | ورنہ پیمانہ ہماری عمر کا لبریز تھا

عمر کا پیمانہ لبریز ہونا کنایہ ہی مرنے کے قریب پہونچ جانے سے۔

میر

شکر خدا کہ سر نہ فرو لاے ہم کہین | کیا جانے سجدہ کہتے ہین کس کو سلام کیا

سر فرو لانا کنایہ عاجزی کرنے سے ہی۔

ولہ

کر نظر اک دور سے مجھ داغ کو | آنکھ نیچی کر گیا گل باغ مین

آنکھ نیچی کرنا کنایہ ہی شرمندگی سے۔

ناسخ

باندھون ایسے مضمون رنگین | سنکر ہو عدو مرا سخن زرد
غربت مین نہین ہے اور کچھ رنج | کرتا ہے مجھے غم وطن زرد

پہلے شعر مین زرد ہونا کنایہ شرمندہ ہونے سے ہی اور دوسرے شعر مین زرد کرنا کنایہ بیمار و نزار کرنے سے ہے۔

شرر ساکن جلیسر

مین اک تکلیف دینے کی غرض سے آج آیا تھا | اگر اب کیا کہون صندل لگا ہی آپکے سر مین

صندل لگا ہونا کنایہ ہی درد سر ہونے سے۔

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین | اسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

آئینہ دیکھکر اللہ رے مین کہنا کمال غرور پر دلالت کرتا ہے۔

حسرت

پیون کیا جام مے اغیار بھی بیٹھے ہین مجلس مین | مری آنکھون مین انکو دیکھتے ہی خون اُتر آیا

آنکھون مین خون کا اُترآنا کنایہ ہی غصہ آجانے سے۔ یہ تمام اُمور نہایت واضح ہین۔

(ب) وہ کہ کنایہ اُس مین خفی ہو یعنی ذہن بلزوم تک تامل کے بعد پہونچے جیسے کوتاہ گردن اور کرنجی آنکھون والا دونون سے شریر مراد ہی اور لمبے قدوالا اس سے مراد احمق ہی کیونکہ کہتے ہین کہ جسکی گردن کوتاہ ہو یا جسکی آنکھین کرنجی ہون وہ آدمی شریر ہوتا ہی اور جس کا قد لمبا ہو وہ احمق ہوتا ہے اور یہ ہر اک کو نہین معلوم ہوتا لیکن ان مثالون مین یہ بھی شرط ہے کہ معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہون اگرچہ کنایے مین یہ بات لازم نہین۔

ترانۂ شوق

ہونٹون پہ تھے دانت سر پہ تھے ہاتھ	سر سے جو ہٹے جگر پہ تھے ہاتھ

دانتون کا ہونٹون پہ ہونا اور سر و جگر پر ہاتھ کا ہونا کنایہ ہی کمال مغموم ہونے سے اور یہ اُمور تامل کے بعد معلوم ہوتے ہین اور ایسے موقعون پر معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہین کیونکہ غم و فکر کی حالت مین اکثر دانتون سے ہونٹ کو کاٹنے لگتے ہین اور ہاتھ سے سر اور جگر کو پکڑ لیتے ہین۔

[illegible]

بس اس سے تو ناصحا سمجھ لے وہ ہوگا کیا اور حسن اُس کا	فرنگ کے مہ جبین بھی اُسکے ہی مُنھ پہ جب چاند دیکھتے ہین

مراد یہ ہی کہ فرنگ کے مہ جبین اسکو بہت ہی گرامی جانتے ہین اسلیے کہ چاند ایسے شخص کے منھ پر دیکھتے ہین جسکو بہت ہی گرامی جانتے ہون۔

برکھا رت

لاہور مین شب ہوئی تھی لیکن	کشمیر مین پہونچے جب ہوا دن

لاہور مین شب ہونا کنایہ ہی اس سے کہ رات کو گرمی تھی کیونکہ لاہور مین سخت گرمی پڑتی ہی اور کشمیر مین دن ہونا کنایہ ہی دن مین سخت سردی ہوجانے سے کیونکہ کشمیر مین سردی زیادہ ہوتی ہے۔

انیس

مطبخ ہی سرد آگ کا اُس مین نہین ہی نام	بچے ہوائے گرم سے بیتاب ہین تمام

مطبخ کا سرد ہونا کنایہ ہی سب کے فاقے سے رہنے سے۔

محمد روشن جوشش

سفید ہوگئین آنکھین ہوا بیان سُرخ	ہمین تو رونے نے آخر یہ رنگ دکھلایا

آنکھین سفید ہوجانا کنایہ ہی اندھا ہوجانے سے اسلیے کہ جب آنکھون پر جالا آجاتا ہے تو سفید

ہو جاتی ہین اور اس وجہ سے آدمی کو کچھ نظر نہین آتا اور گریبان سرخ ہو جانا کنایہ ہی اشک خونین کے زیادہ بہانے سے -

انشا

بنی آدم کی ٹولی کی ٹولی	بیٹھی بولے ہے شیری بولی

شیری بولی بولنا کنایہ ہی قے کرنے سے جب قے کرتے ہین تو حلق سے زور زور سے آواز رک رک کر نکلتی ہے -

دبیر

کشتون کو اپنے فوج عدو روندنے لگی	جنگل مین برق قہر خدا کوندنے لگی

کشتون کو روندنا کنایہ ہی [illegible] پانے سے کیونکہ جب آگے بڑھی ہوئی فوج پیچھے ہٹتی ہے تو اُس فوج کے مقتول و زخمی جو پیچھے پڑے ہوتے ہین اُسکے قدمون سے کچلنے لگتے ہین -

نعیم

جب دیکھتا ہون اُس بُت خونخوار کی طرف	وہ دیکھتا ہے جمدھر و تلوار کی طرف

جمدھر و تلوار کی طرف دیکھنا کنایہ ہی قتل کرنے کے ارادے سے -

(۲) بعید یہ ہی کہ لازم و ملزوم مین کچھ واسطہ ہو یعنی اس طرح ہو کہ لازم سے اول کچھ اور چیز سمجھین اور بعد اُسکے ملزوم اس امر کا نام اِرداف ہے مثلاً سخی کو کہین کہ اُسکے باورچی خانے سے بہت راکھ نکلتی ہے اس مثال مین ملزوم تک واسطے بہت ہین اس سبب سے کہ بہت راکھ بہت لکڑی جلنے سے ہوتی ہے اور لکڑیون کا بہت جلنا بہت کھانا پکنے سے ہوتا ہی اور بہت کھانا پکنا مہمانون کی زیادتی پر موقوف ہی اور مہمانون کی زیادتی سخاوت پر دلالت کرتی ہے یا کسی کی نسبت کہین کہ اُسکے باورچیون پر بہت محنت رہتی ہی پس باورچیون پر بہت محنت کا ہونا جب ہوتا ہی کہ اُن کو کام زیادہ کرنا پڑے اور یہ امر اس بات کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہی کہ باورچخانے مین کھانا زیادہ پکتا ہی اور کھانے کا زیادہ پکنا بہت سے مہمانون کے واسطے ہوتا ہی اسی قبیل سے ہی -

شباب

کیا ہو بیان داد و دہش ایسے شخص کا	بندھوا تا ہو جو توڑون کا مُنھ کچے سُوت سے

توڑون کا منھ کچے سوت سے بندھوانا کنایہ ہی اہتمام سخاوت مین نہایت تعجیل سے اور اس جگہ انتقال توڑون کا مُنھ کچے سُوت سے بندھوانے سے اس بات کی طرف ہی کہ توڑون کے منھ کا بند

مضبوط نہین ہوتا اور اس سے انتقال ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ توڑون کا منھ جلدی [illegible]
اور اس سے انتقال جلدی بخشنے کی طرف ہوتا ہے۔

سودا

تیرا ہی اب بروے زمین ای فلک جناب	بے قفل و بے کلید در فیض ہے مدام

بے قفل و بے کلید در فیض کا ہونا کنایہ ہی فیض مین اہتمام اور تعجیل سے یہان انتقال در کے بے قفل و بے کلید ہونے سے دروازے کے بند نہونے کی طرف ہوتا ہی اور اس سے انتقال در فیض مین جلدی پہونچ جانے کی طرف ہوتا ہی اور اُس سے جلدی فیضیاب ہونے کی طرف انتقال ہوتا ہی۔

ولہ

وہ اُس کا خوان نعم ہی کہ جس کے مطبخ مین	صدا کھڑکنے کی ہی دیگ کے صدائے عام

دیگ کے کھڑکنے کی صدا کا عام ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اُسکے مطبخ مین بے روک ٹوک ہر آدمی کھانا کھا سکتا ہی یہان دیگ کے کھڑکنے کی صدا کے عام ہونے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ اُس کے باورچیخانے مین چولھون پر دیگین ہمیشہ چڑھی رہتی ہین اور دیگون کا چولھون پر ہمیشہ چڑھے رہنا بہت کھانا پکنے کی وجہ سے ہوتا ہی اور بہت کھانا پکنا کھانا کھانے والون کی زیادتی پر موقوف ہی اور ان کھانا کھانے والون مین کسی خاص آدمی کی قید نہین بلکہ جو چاہتا ہی کھاتا ہی اور یہ انتہاے سخاوت پر دلیل ہے۔

حالی

بند اس قفل مین ہے علم ان کا	جس کی کنجی کا کچھ نہین ہے پتا

نامعلوم کنجی کے قفل مین علم کا بند ہونا کنایہ ہی علم [illegible] اس جگہ علم کے قفل کی کنجی کا پتہ نہونے سے اس بات کی طرف انتقال ہوتا ہی کہ وہ قفل کھل نہین سکتا اور اس سے انتقال اس امر کی طرف ہوتا ہی کہ علم جو مقفل ہی اُس تک رسائی ممکن نہین اور اس سے انتقال اس امر کی طرف ہوتا ہی کہ اُس علم سے کوئی نفع نہین اٹھا سکتا۔

انیس

مطبخ ہی سرد آگ کا اُس مین نہین ہی نام	بچے ہواے گرم سے بیتاب ہین تمام

پہلا مصرع کنایہ ہی اس بات کی طرف کہ سب فاقے سے ہین کسی کو کھانا نہین ملا ہی یہان انتقال مطبخ کے سرد ہونے اور اُس مین آگ کا نام نہونے سے اس بات کی طرف ہوتا ہی کہ باورچیخانے مین ایندھن

بالکل نہین جلا ہی اور اُس سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہی کہ پکنے کے لیے جو سون پر روٹی چیزین رکھی گئی ہی اور کسی چیز کے نہ پکنے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہی کہ سب فاقے سے ہین پس کمی وبیشی وسائط کی وجہ سے مقصود پر دلالت مختلف ہو جاتی ہی اگر وسائط کم ہون تو دلالت واضح ہوتی ہے اور جو زیادہ ہون تو خفی ہوتی ہے۔

تیسری قسم یہ کہ کنایے سے کسی صفت کا اثبات یا نفی کسی موصوف کے واسطے مقصود ہو۔

اثبات کی مثال یہ ہی کہین کہ "فقر کا جامہ شیر کا ہی" یعنی فقیرون مین صفت شیر کی ہی اور یہ قدرت سے خالی نہین ہوتے یا جس وقت کوئی شخص کسی کی کمال حمایت اور رعایت کرے کہ ہر کلام اُسی کی بھلائی مین کہتا ہی تو کہین کہ یہ تو اُسی کا جامہ پہنے ہوے ہی" ایسے ہی تاریخ ہندوستان مؤلفہ مولوی ذکاءاللہ کی یہ عبارت ہے:۔ "حافظ رحمت خان شجاع الدولہ کہ خدائی کا بے ایمان جانتا تھا اگر وہ قرآن کا جامہ پہن کر آتا تو بھی اُسے جھوٹا جانتا" قرآن کا جامہ پہن کر آنے سے مراد یہ ہی کہ صفت اتقا و پرہیزگاری سے متصف ہو کر آتا۔

میر

مت مانیو کہ ہوگا یہ بے درد اہل دین	اگر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

اسی قبیل سے ہی ترجمہ تاریخ فرخ آباد کی یہ عبارت:۔

"بہادر خان چونکہ شجاعت کے باعث سب روہیلہ سردارون مین نمود رکھتا تھا بول اُٹھا پھر کیا لے سردار دستار کے عوض زنانہ برقع کیون نہین پہن لیتے" زنانہ برقع پہن لینے سے مرادنامردی کا ثابت کرنا ہی

امانت

بتون کا نہ کلمہ پڑھا دوستو	امانت یہ فضل خدا ہو گیا

مثنوی سعدین

کلمہ اپنا ہی یہ پڑھا کے رہے	بول بالا مرا [illegible] کے رہے

اپنا کلمہ پڑھانا یعنی اپنا مطیع ومنقاد کر لینا۔

عشق کے ہین مقام سخت کڑے	ولہ	تجھکو بھرنے پڑینگے کچے گھڑے

کچے گھڑے بھرنا کنایہ ہی محال کام کرنے سے کیونکہ کچے گھڑے مین پانی ٹھہر ہی نہین سکتا۔

حالی

کھادر ہو یہ بھی اگر بند اُس پر	کھا اُسپہ بجلی کا گرنا ہے بہتر

یعنی اُس کو مرجانا چاہیئے۔

سودا

روے نامحرم سے بہتر چشم کور | پر نہ دکھلائے خدا جز روے گور

یعنی مرجائے۔

میر

اب کے جنون مین فاصلہ شاید نہ کچھ رہے | دامن کے چاک اور گریبان کے چاک مین

دونون چاکون مین فاصلہ نہ رہنے سے مراد یہ ہو کہ گریبان بہت پھٹ جائے۔

نفی کی مثال ۔ جیسے اس فقرے مین کتاب توبۃ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کی بڑے بھائی نے کہا کہین گھر بھر نے متوالی کو دون تو نہین کھالی" یہ کنایہ اس امر کی طرف ہو کہ کسی مین عقل نہین رہی اسلیے کہ جب سب متوالی کو دون کھالین گے تو سب کو نشہ حاصل ہوگا اور نشے سے سب کی عقل زائل ہوجائے گی۔

حالی

غرض عیب کیجے بیان اپنے کیا کیا | کہ بگڑا ہوا یان ہے آوے کا آوا

آوے کا آوا بگڑا ہونے سے مراد یہ ہو کہ سب ایک ہی طرح کے ہین کسی کو تمیز و سلیقہ نہین یا کہا نہین مانتے سب نالائق ہین۔

انوار حسین تسلیم

باتین ایسی نکر تو اُوٹ پٹانگ | کہ کہین لوگ اسنے کھائی بھانگ

بھانگ کھانا ایسے محل مین کہتے ہین کہ کوئی امر نامعقول کا مرتکب ہو اور اُسکی قباحت اُس کے ذہن مین نہ آئے کیونکہ جب بھنگ پیئے گا تو اُس سے نشہ حاصل ہوگا اور نشے سے عقل زائل ہوجائیگی

آزاد آب حیات مین لکھتے ہین:۔

"مگر اس حمام مین سب ننگے تھے ان کے ہان بھی سواے شہد پن کے دوسری بات نہین" "اس حمام مین سب ننگے تھے کنایہ اس امر سے ہو کہ کسی مین تہذیب نہ تھی۔

بیان تعریض

اگر کنایے مین موصوف مذکور نہو تو اُسکو تعریض کہتے ہین طراز مین یحیٰی بن حمزہ بن علی نے لکھاہے کہ تعریض یہ ہے کہ لفظ شے پر طریق مفہوم سے دلالت کرے نہ وضع حقیقی یا وضع مجازی کے طور پر جیسے کوئی

شخص پڑھے اور اُس پر عمل نہ کرے اُس وقت کہین ''عالم وہ ہی جو علم پر عمل کرے'' اور مراد یہ ہو کہ شخص معلوم عالم نہین یا جیسے کوئی بادشاہ رعیت پر ظلم کرے تو کہین ''بادشاہی اُسکو زیبا ہی جو رعیت کو آرام سے رکھے'' مطلب یہ ہو کہ فلان بادشاہی کے لائق نہین یا کسی پر طعنہ زنی کے واسطے کہین کہ ''اس زمانے کے یار آشنا کُش ہین'' یعنی شخص معلوم ایسا ہے۔

بھرت رام چندر جی کا سوتیلا بھائی تھا جب اُنکے باپ نے اُنکو اپنی جگہ مسند نشین کرنا چاہا تو اُن کی سوتیلی مان کی کنیز نے جسکا منتھرا نام تھا اپنی بی بی سے جا کر یون کہا۔

خوشتر

زمانے مین یہ روشن ہے سبھون پر	کہ دشمن ہو برادر کا برادر
خصوصًا جبکہ ہووے بادشاہی	مقرر ہو برادر پر تباہی

مطلب یہ ہی کہ رام چندر جی بھرت کے دشمن ہین اور جبکہ اُنکو بادشاہی ہوگی تو بھرت پر تباہی آویگی

انوار حسین تسلیم

یہ تو سچ ہے کہ پارسا ہے تو	گندی پر چھوٹی تھی مری خوشبو
تھی چھڑی چوبدار کی مجھپر	تھی سواری سوار کی مجھپر
سدھور نگریز میرے آتا تھا	نئی رنگت کے جوڑے لاتا تھا
کنگھی والون نے شانے توڑے مرے	ہاتھ منہار نے مڑوڑے مرے
دی جلا مجھکو سان والے نے	جھنڈا گاڑا نشان والے نے
نوتی کا مجھی کو تھا سودا	دل تھا اس کی ٹکور پر شیدا
مین کنواری کبڈی کھیلتی تھی	ونڈلڑکون مین ہی ہیلتی تھی

ان تمام اشعار مین موصوف مذکور نہین اور وہ مخاطب ہی بطور تعریض کے تم نے اپنی ذات کو ذکر کیا ہے

داغ

ہمین بدنام ہین جھوٹے بھی ہمین ہین بیشک	ہم ستم کرتے ہین اور آپ کرم کرتے ہین

یعنی آپ ہی بدنام ہین اور آپ ہی جھوٹے ہین اور آپ ہی ستم بھی کرتے ہین۔

قلق

وہ ظلم کرتے ہین ہم پر تو لوگ کہتے ہین	خدا بُرون سے نہ ڈالے معاملہ دل کا

مطلب یہ ہی کہ لوگ اُنکو بُرا جانتے ہین اور کہتے ہین کہ خدا اُن سے معاملہ نہ ڈالے۔

ظفر

مر جائیے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا | دنیا مین نہین کوئی مری جان کسی کا

یعنی تم ہمارے نہین ہو اور تمھین ہمارا دھیان نہین -

ولہ

سوجھے ہی مجھے رونے سے دن رات کہ اک دن | گھر دینگے ڈبو دیدۂ گریان کسی کا

یعنی میرا گھر ڈبو دینگے -

خورشید

آنگیا جو مسک گئی تو بولے | آنکھین پھوٹین جو دیکھتا ہو

یعنی جو تو دیکھتا ہو تو آنکھین پھوٹین -

ناسخ

ناسخ نہین ہے کام مجھے عمر و بکر سے | بس جانتا ہون بعد نبی بوتراب کو

عمر غلط لکھا ہے

یعنی مجھکو اصحاب ثلثہ سے کوئی غرض نہین -

غالب

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیہ | سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

یعنی روئے سخن ذوق کی طرف ہو تو روسیہ غالب نے جب سہرے مین یہ مقطع کہا - ع

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین | دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

تو بہادر شاہ کو یہ خیال ہوا کہ اس مین ہم پر چشمک ہے کہ ہمنے جو شیخ ابراہیم ذوق کو استاد اور ملک الشعرا بنایا ہے یہ سخن فہمی سے بعید ہے بلکہ طرفداری ہے مرزا نے بادشاہ کا یہ خیال دور کرنے کے لیے ایسا کہا ہے -

رسوا

ہے زندگی کا لطف تبھی خضر خوش اوقات | جب ہاتھ مین ساقی کے صراحی ہو سبو ہو

یعنی تمکو زندگی کا لطف نہین کیونکہ تمھارے پاس یہ چیزین نہین -

مومن

مین ہی تو رہا ہون کہین شب کو خوش و خرم | مین نے ہی تو کی بادہ کشی غیر سے باہم
میری ہی نظر سے تھا عیان نیند کا عالم | آتی ہے جمائی یہ جمائی مجھے ہر دم
انگڑائیان لیتا ہون یہ مین ہی تو پیہم | میری ہی تو گردن مین پڑا جائے ہے کچھ خم

میری ہی آنکھون مین غضب نیند بھری ہے	میری ہی جبین ہر جو یہ گھٹنے پہ دھری ہے
مین ہی تو کہین رات کو بیدار رہا ہون	مین ہی تو ہم آغوش طلبگار رہا ہون
مین ہی تو مے وصل سے سرشار رہا ہون	مین ہی تو کف غیر سے میخوار رہا ہون
ملک ہوس تازہ خریدار رہا ہون ہا	لذت دہ اوباش ہوس کار رہا ہون

بد مستیان میری ہی تو آنکھون سے عیان ہین
میرے ہی تو ہونٹون پہ یہ دانتون کے نشان ہین

بیان تلویح

اگر کنایے مین لازم سے ملزوم تک مراد لینے مین واسطے بہت ہون تو اُسکو تلویح کہتے ہین جیسے ٹھنڈے چولھے والا کنایہ بخیل سے ٹھنڈے چولھے کو لازم ہی کھانا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو لازم ہی کسی مہمان وغیرہ کا نہ آنا اور اُسکا خود بھوکا رہنا اور خود بھوکا رہنے اور کسی مہمان کے نہ آنے سے بخل ثابت ہوتا ہی۔

سودا

الغرض مطبخ اس گھرانے کا	رشک ہے آبدار خانے کا

مطبخ کا رشک آبدار خانہ ہونا کنایہ ہی نہایت بخل سے کیونکہ آبدار خانہ ہونے کو آگ کا نہ جلنا لازم ہی اور آگ کے نہ جلنے کو لازم ہی کھانے کا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو یہ بات لازم ہی کہ صاحب مطبخ نہ خود کچھ کھاتا ہی اور نہ دوسرون کو کھلاتا ہی اور اس سے بخل ثابت ہوتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی یہ شعر بھی۔

وله

شادی پہ شادیان ہوئے ہی سدا	دستہ ہاون سے پر کبھو نہ بجا

بیان رمز

اگر کنایے مین واسطے بہت نہون لیکن تھوڑی سی پوشیدگی ہو تو اُسکو رمز کہتے ہین جیسے چھوٹے سر اور لمبی ڈاڑھی والا کنایہ ہے مرد احمق سے اور اُس مین لازم سے ملزوم تک بہت سے واسطے نہین ہین مگر کنایے مین تھوڑی سی پوشیدگی ہے جس کی وجہ سے ذہن کا انتقال ملزوم تک تامل کے بعد ہوتا ہے۔

مومن

بیٹھین لب آب جو پہ اک دم	ہو نچا ئین سبو سبو پہ اک دم

سبو پہ سبو پہونچانا کنایہ ہی کثرت میخواری سے۔

حافظ عبدالرحمن خان احسان

دختِ رز سے کہا بہنانے مین شب بندوان تے ۔ آج تو خوب ہی خستکے تری سوکن کے لگے

یعنی بھنگڑ خانے مین بھنگیڑون نے خوب سبزیان گھونٹین۔

انیس

خاک اُڑتی تھی منھ پہ حرم شیر خدا کے ۔ تھا چین بہ جبین فرش بھی جھو کون سے ہوکے

فرش کا چین بہ جبین ہونا کنایہ ہے سمٹ جانے سے۔

راجہ بینی بہادر

سیاہی مو کی گئی دل کی آرزو نہ گئی ۔ ہمارے جامۂ کہنہ سے مَے کی بُو نہ گئی

جامۂ کہنہ سے شراب کی بو کا نہ جانا کنایہ ہے اس سے کہ بڑھاپے تک مے خواری کرتے رہے۔

بیان ایما و اشارہ

اگر کنایے مین واسطون کی کثرت نہو اور کچھ پوشیدگی بھی نہو تو اُسکو ایما و اشارہ کہتے ہین جیسے سفید ریش کے لفظ سے پیری کا سمجھنا اور یہ امر واضح ہے

حالی

جنھون نے مجسطی پہ ہین ڈیرے ڈالے ۔ حواشی ہین تجرید کے سب کھنگالے

مجسطی پہ ڈیرے ڈالنا اشارہ ہے اُنکے مجسطی کی نہایت مزاولت کرنے سے اور تجرید کے حواشی کھنگالنا اشارہ ہے تجرید کے حواشی کی بخوبی تحقیقات کرنے سے۔

جو اُنکا دن رات کی دل لگی تھی ۔ [illegible] شراب اُنکی گھٹی مین گویا پڑی تھی

شراب کا گھٹی مین پڑا ہونا اشارہ ہے ابتداے عمر سے نہایت شرابخواری مین مبتلا رہنے سے۔

ولہ

ہوئی ترکی تمام خانون کی ۔ کٹ گئی جڑ سے خاندانون کی

یہ اشارہ ہے اُنکی آبرو اور ثروت باقی نرہنے سے۔

میر

شرکت شیخ و برہمن سے میر ۔ اپنا [illegible] جدا بنائین گے ہم

اپنا کعبہ جدا بنانا اشارہ ہے سب سے علٰحدہ رہنے سے۔

حاتم

ہارون کو کرتی اغیار تو ہے	جلوا ہی گھر گھر تلوار تو ہے

گھر گھر تلوار چلوانا اشارہ عداوت اور جھگڑا پیدا کرنے سے۔

وله

لائق نہین تمھارے مژگان خون نگاہان	مجروح دل کو میرے کانٹون مین مت گھسیٹو

کانٹون مین گھسیٹنا اشارہ ہی ایذا رسانی سے۔

انیس

توڑا ہے علمدار کے ماتم نے کمر کو	ڈرا ہے جو [illegible] ہے پیری مین پدر کو

کمر کو توڑنا اشارہ ہی صدمۂ عظیم پہونچانے سے۔

دبیر

خورشید نے دیکھا ہو نہ سایہ جس کا	مددا وہی زینب سر بازار پھرے

خورشید کا سایہ نہ دیکھنا اشارہ ہی نہایت پردہ پوشی سے۔

[illegible]

کھلی جو اُس بت بے مہر کی جھلک سے پلک	نہ ذرہ بھر کبھی میری لگی پلک سے پلک

پلک سے پلک نہ لگنا ایما ہے نیند نہ آنے سے۔ **فائدہ** العمدہ فی صناعۃ الشعر و نقدہ مین جو لکھا ہے کہ اشارے کے اقسام سے حذف اور ابہام اور کنایہ اور تعریض اور ایما اور رمز ہے اور نہایت خفی اشارہ پہیلی اسوقت اشارہ آواز کے مقابل سمجھنا چاہیے نہ اشارۂ مصطلح۔

تتمہ

علماے بلاغت کا اس امر پر اتفاق ہی کہ مجاز حقیقت سے اور کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہی اور استعارہ تشبیہ سے قوی ہی مجاز کے حقیقت سے اور کنایے کے تصریح سے زیادہ بلیغ ہونے کی وجہ یہ ہی کہ مجاز مین ملزوم سے لازم کی طرف انتقال کیا جاتا ہے مثلاً کوئی کہے کہ مین نے چاند کو دیکھا اور مراد اُس سے معشوق ہو تو یہ کہنا اس کہنے سے زیادہ بلیغ ہوگا کہ مین نے معشوق کو دیکھا اس لیے کہ پہلا قول مثل ایسے دعوے کے ہی جسکے ساتھ گواہ موجود ہو کیونکہ ہر ملزوم کا وجود اپنے لازم کے ہونے پر گواہ ہی یعنی ملزوم کا ہونا لازم کے ہونے کو چاہتا ہی یہ نہین ہوسکتا کہ ملزوم ہو اور لازم نہو بخلاف اسکے کہ مین نے معشوق کو دیکھا کہ مثل ایسے دعوے کے ہی جسکے ساتھ گواہ نہو اور جس دعوے کے ساتھ گواہ موجود ہو وہ اُس دعوے سے بدرجہا بہتر ہوتا ہی جسکے

ساتھ گواہ نہ ہو۔

استعارے کے تشبیہ سے قوی ہونے کی وجہ یہ ہو کہ وجہ شبہ مشبہ بہ مین مشبہ سے زیادہ کامل ہوتی ہے اور استعارے مین مشبہ کے بعینہ مشبہ بہ ہونے کا دعوے کرتے ہین یعنی معشوق کے بعینہ چاند ہونے کا دعوے کرتے ہین اور اُسکے الفاظ تشبیہ پر بھی دلالت نہین کرتے اور ایک قرینہ ایسا ہوتا ہی کہ معنی موضوع لہ کے مراد نہونے پہ دلالت کرتا ہی پس یہ امر ایسے دعوے کی طرح ہوا جس کے ہمراہ گواہ موجود ہو۔

تیسرا شہر علم بدیع کے احوال مین

بدیع ایک علم یعنی ملکہ ہی جس سے چند اُمور ایسے معلوم ہوجاتے ہین جو خوبی کلام کا باعث ہوتے ہین مگر اول اس بات کی رعایت ضرور ہی کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو اور اُسکی دلالت مقصود پر خوب واضح ہو کیونکہ ان دونون خوبیون کے بعد ہی کلام مین محسنات سے حُسن وخوبی آسکتی ہے ورنہ بغیر ان اُمور کی رعایت کے علم بدیع پر عمل کرنا ایسا ہی جیسے بدشکل عورت کو عمدہ لباس اور زیور پہنا دینا اسوجہ سے اس علم کا مرتبہ علم معانی وبیان کے بعد سمجھا گیا ہے بلکہ بعض تو یہ کہتے ہین کہ یہ کوئی علم مستقل نہین اُنھین کے ذیل مین داخل ہی مگر یہ قول اُن کا تحقیق کے خلاف ہی اسلیے کہ اس علم کے رتبے کے تاخر سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ مستقل ایک علم نہو اگر ایسا ہی سمجھا جائے تو بہت سے علوم ایسے نکلین گے کہ اپنے مراتب کے تاخر کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ علم نہ رہین گے اس تقریر سے علم بدیع کا موضوع اور غرض اور غایت اچھی طرح روشن ہوگئی خیر البلاغت کے ایک رسالے مین لکھا ہے کہ علم بدیع وہ ہے جس سے کلام بلیغ کی عارضی خوبیون کا حال معلوم ہوجاتا ہے اس کا موضوع کلام بلیغ ہے اپنی خوبیون کے اعتبار سے غایت اسکی یہ ہی کہ ذہن کلام کی عارضی بُرائیون سے محفوظ رہے انتہی اور سیوطی نے اتمام الدرایہ مین کہا ہی کہ بدیع سے کلام کی خوبی بعد رعایت مقتضائے حال اور وضوح الدلالۃ یعنی تعقید سے خالی ہونے کے معلوم ہوتی ہے اور منفعت اسکی یہ ہے کہ کلام مین ایسی خوبی پیدا ہوجائے کہ کانون کو بھلا معلوم ہو اور دل مین اثر کرجائے اول جس نے اُن قواعد کا نام علم بدیع مقرر کیا عبداللہ بن معتز عباسی ہی کہ ۲۷۴ ہجری مین اُسنے علم بدیع کے قواعد اختراع کرکے ایک مستقل علم مقرر کیا۔ اسنے ایک کتاب مین سترہ قسم کی صنائع لکھی تھین پھر پچھلے آنے والے اُس پر اضافہ کرتے گئے۔ اس علم کو علیحدہ اس لیے مقرر کیا ہو کہ یہ بھی ایک بڑے کام کی چیز ہے

اگرچہ علم معانی اور بیان سے کلام مین حُسن ذاتی آجاتا ہی اور اُنکے ہوتے ہوے محسنات بدیعی کی تحصیل کی کوئی حاجت نہ تھی لیکن انشاپردازون نے کلام مین حُسن عارضی کی طرف بھی توجہ کی ہے اسلیے کہ اچھی چیز اگر مزئیات سے خالی ہو تو اکثر ایسا ہوجاتا ہے کہ بعض کوتاہ فہم اُسکی ذاتی خوبیون کی تفتیش نہین کرتے اور اسلیے اُس سے فائدہ حاصل نہین کرسکتے اسکے بعد غور کرو کہ زائد خوبیان یا تو اصالۃً معنوی خوبیون کی طرف راجع ہوتی ہین گو بالاتباع لفظی خوبیون سے خالی نہین ہوتین یا لفظی خوبی کی طرف اصالۃً راجع ہوتی ہین پہلی صورت مین **معنوی** ۔ کہتے ہین اور دوسری صورت مین **لفظی** ۔

نثاری نے رسالہ چہار گلزار مین جو زبان فارسی کے قاعدون کے بیان مین ہی تھوڑی سی قسمین صنائع لفظی و معنوی کی بھی بیان کی ہین اور عجب خلط بحث کیا ہی کہ لزوم مالا یلزم اور تضمین المزدوج اور متلون اور مسمط اور مقطع وغیرہ صنائع لفظی کو صنائع معنوی مین ذکر کیا ہی حالانکہ کسی صاحب رسالہ نے ان صنعتون کو صنائع معنوی مین نہین لکھا اور کیونکر لکھتے کہ یہ سب صنعتین صنائع لفظی سے ہین ہان اگر نثاری گل اول صنائع لفظی مین اور گل دوم صنائع معنوی مین نہ قرار دیتا تب بھی ہم کہہ سکتے تھے کہ اُس نے صنعت کی قسمین بے ترتیب بیان کی ہین جیساکہ اکثر چھوٹے چھوٹے رسالے والون نے کیا ہی قطع نظر اسکے اُس رسالے کے اکثر مسائل غلط ہین اور بہت سی جگہہ سہو و غلطی واقع ہوئی ہی جو نوآموزان مکتب فرہنگ سے بھی نہایت بعید ہی اس تقریر سے ہمارا یہ منشا نہین کہ نثاری پر خواہ مخواہ اپنی طرف سے عیب چپکا دین جیساکہ سید وارث علی نے کیا ہی بلکہ جو بات اصلی ہوتی ہی وہ منصفانہ بیان کی جاتی ہی چنانچہ اُس رسالے کے ملاحظے سے یہ بات ہر ایک پر واضح ہوسکتی ہے ۔

الغرض اس شہر مین دو باغ ہین ایک باغ صنائع لفظی کے بیان مین دوسرا صنائع معنوی کے ذکر مین وجہ تقدیم صنائع لفظی کی صنائع معنوی پر یہ ہی کہ اول لفظ سُننے مین آتے ہین پھر معانی سمجھے جاتے ہین بعض مصنفین نے اسکے برخلاف معنی کو الفاظ پر تقدیم دے کر اول صنائع معنوی کو بیان کیا ہی پھر صنائع لفظی کو کیونکہ مقصود اصلی اور غرض اولی معانی ہین اور الفاظ اُن کے توابع و قوالب ہین ۔

فائدہ اگر شعر مین کئی صنعتین مختلف ہون تو اُسے صنعت مرکب کہتے ہین اور رعایت علم یاریسی بھی نام رکھا ہے ۔

پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان مین

صنعت تجنیس وہ ہی کہ دو لفظ تلفظ مین مشابہ ہون اور معنی مین مغائر اور اسکی کئی قسمین ہین

(۱) **تجنیس تام** اور وہ یہ ہی کہ دو لفظ انواع حروف اور اعداد حروف اور ترتیب حروف اور حرکات و سکنات مین متفق اور معنی مین مختلف آئین صلاح الصفدری جنان الجناس مین کہتا ہے کہ جناس کامل اور جناس معنوی یہی ہی اور اس کا مرتبہ سب اقسام جناس مین اعلی ہی پس اگر ... کے دونون لفظون کی نوع علیحدہ ہو یعنی ایک اسم ہو ایک فعل یا ایک اسم ہو اور ایک حرف یا ایک فعل ہو اور ایک حرف تو **تجنیس تام مستوفی** کہتے ہین جیسے پاٹ ایک جگہ امر ہو مصدر پاٹنا سے اور یہ فعل ہے اور ایک جگہ پاٹ اسم ہو چکی کے پاٹ یا دامن کے پاٹ کے معنے مین۔

حسرت

جب سیر گلستان کو وہ شوخ گیا تڑکے	دل چاک ہوا گل کا غنچے کے جگر تڑکے

پہلے مصرع مین تڑکے صبح کے معنی مین ہی اور دوسرے مصرع مین ماخوذ ہی تڑکنے سے یعنی ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔

انشا

کہا دل نے مرے دیکھی جو وہ مانگ	کہ ہی یہ رات آدھی کچھ دعا مانگ

پہلے مصرع مین لفظ مانگ اسم ہی اور دوسری مین فعل امر۔

شاہ حاتم

جب سنا موتی نے تجھ دندان کے موتی کا بہا	آب مین شرمندگی سون ڈوب جون پانی بہا

پہلا بہا اسم ہی اور دوسرا بہا فعل ماضی۔

امانت

آبداری سے جو ملحوظ نظر آیا وہ گلا	رشک کی برف سے کیا جسم صراحی کا گلا

اول مصرع مین گلا اسم ہی اور دوسرے مصرع مین فعل۔

رنگین

یکبیک گھبرا کے وہ اُٹھا پکار	مار تیرے ہاتھ مین ہے اِسکو مار

پہلا لفظ مار اسم ہی اور دوسرا فعل امر۔

حسن

کئی دن تیرے چھپ چھپ کے مین اشک آنکھون سے برسا ہے — نکل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترسا ہے
خدا نا ترس کیا کافر ہی دل تیرا کہ کیا کہیے — نہ ایسا گبر کوئی ہے نہ ایسا کوئی ترسا ہے

پہلے شعر کے دوسرے مصرع مین ترسا ماضی ہی ترسنے کی اور دوسرے شعر مین اسم ہی نصارے کے معنے مین

ناسخ

بس نہ ترسا بت ای کافر ترسا مجھکو — لب جان بخش دکھا بہر مسیحا مجھ

ظفر

جگر کے داغ پہ اشکون کو ہمنے ریل دیا — کہ یعنی جلتا نہین ہے بغیر تیل دیا

پہلا دیا ماضی ہی اور دوسرا دیا اسم ہے

خیراتی خان دلسوز

سب سہین گے ہم اگر لاکھ برائی ہوگی — پر کہین آنکھ لڑی تو لڑائی ہوگی

پہلا لفظ لڑائی ماضی ہی اور دوسرا اسم۔

رحمت اللہ مجرم

چمن مین کسنے انکی نگاہ ڈالی آج — جو کھل کھلاتی ہی گل کی ہر ایک ڈالی آج

پہلا لفظ ڈالی ماضی ہی اور دوسرا اسم ہی۔

محمد اکبر

لازم ہی رحم بلبل شیدا کی جان پر — فصل بہار ہے نہ کتر باغبان پر

انیس

خیبر مین کیا گذر گئی روح الامین پر — کاٹے ہین کس کی تیغ دو پیکر نے تین پر

دونون شعرون کے پہلے مصرعون مین لفظ پر حرف ہی اور دوسرے مصرعون مین اسم ہی۔
اور اگر دونون فقط ایک نوع سے ہون تو **تجنیس تام مماثل** کہتے ہین جیسے لفظ کل ایک جگہ بمعنی آرام و قرار اور دوسری جگہ بمعنی دیروز و فردا ہو۔

امانت

قرار سوز جگر سے بھلا مجھے کب ہی — تڑپ تڑپ کے گذاری فراق کی شب ہے

ہوا ہے گل سے بھی کچھ درد کل نہین اب ہے | خدا ہی خیر کرے آج رنگ بے ڈھب ہے
ٹپک رہا ہے کئی دن سے آبلہ دل کا

ظفر

آدمی کہتے ہین جس کو ایک پتلا گل کا ہے | پھر کہان گل اُسکو گر گل ہو زر اگری ہوئی

قلق

[illegible] زیست سے ہوا ہون تنگ | ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ

جانصاحب

وصف مین چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا | جانصاحب نے بکی کیا ہے یہ چوٹی چوڑ
کہتا ہے جو یاقوت زبان لال ہوئی [illegible] گویا مین مرے مار [illegible] لب لا [illegible] صورت

ناسخ

خط کے آغاز مین گر مجھ سے ہوا صاف تو کیا | لطف تب تھا کہ صفائی مین صفائی ہوتی

شایان

طلائی وہ بُندہ پڑا کان مین | زر خالص ایسا کہان کان مین

مثنوی سعدین

کبھی دیکھے سُنے نہ ایسے کان ہا | لکھون کانون کو نازکی کی کان

گویا

حروف سے خط مسطر ہون جیسے پوشیدہ | اسی روش سے روش زیر سایہ پنہان ہے

نظیر

وہ نیچی کافر سیاہ پٹی نہ دل کے زخمونپہ باندھی پٹی | پڑھی ہی جسنے کہ اُسکی پٹی وہ پٹی سے ٹھیک ہاہے

داغ

سمندر مین سمندر ہون صدف مین ہون شرر پیدا | جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری

وزیر

خط عاشق سے جو نفرت تھی نکل آیا خط | کونسا جرم ہے جسکے لیے تعزیر نہین

آغا حسن امانت

اُسکو حجاب وصل مین بھی اس قدر رہا | محرم سے ہونے پائے نہ محرم تمام شب

عالم علیخان مست

بوسہ لیا ہے یار کی انگیا کے پان کا | اکھایا ہے آج پان نئے خاصدان کا

وحید الدین خان فرد

وہان چھاتی ہی گدرائی نہو کیونکر یہان کھٹکا | درخت بارور مین باندھتا ہی باغبان کھٹکا

ذوق

ماہ گہنے کے لیے ہے نہ کہ گہنے کے لیے | تیرے کنٹھے کا کہون کیا اُسے زیبا گوہر

پہلا گہنا خسوف ہونے کے معنی مین مصدر ہی اور دوسرا گہنا زیور کے معنی مین اسم جامد ہی

عبد اللہ خان مہر

یہ شان ناز کی ہے کہ شانہ نہ اُترگیا | آیا اُتر کے زلف سے جب شانہ دوش پر

حکیم میر محمدی ظاہر

مہر کی جس پر نظر کی مہر سان چمکا دیا | آپ چاہا جب تو جلوہ ذرے مین دکھلادیا

انشا

نیاز و ناز کے عالم مین سب اُنکے کڑے بولے | اکہ پانون پڑکے چھوٹو گے اگر تم یان کڑے بولے

پہلے کڑے زیور کا نام ہی اور دوسرے کڑے سخت کے معنی مین۔

مومن

یوسف سے عزیز کو لئی سال | زندان عزیز مین پھنسایا

نسیم

بہرام ہے تو ارے وہی چور | ارہ تجھکو بتاؤن سحر سے گور
بد بین سمجھ کے گور کا نام | پنجرہ اک لائی وہ گل اندام

پہلا لفظ گور صحرائی خر کے معنی مین ہی جسے گور خر بھی کہتے ہین اور دوسرا لفظ گور قبر کے معنے مین ہی۔
(۲) تجنیس مرکب یعنی تجنیس کے ایک لفظ کو دو کلمون کی ترکیب سے حاصل کرین اور ایک لفظ مفرد ہو اور یہ دو حال سے خالی نہین اگر کتابت و خط مین موافق ہون تو تجنیس مرکب متشابہ کہین گے جیسے۔

ایاز محمد خان بھوپالی

قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم | حسرت یہ رہی جی ہی کی جی مین گئے مر ہم

حسرت

روٹھے ہوے جاتے ہو ہم سے جو تم اب لڑکے | ہم بھی نہ ملینگے پھر سنتے ہو میاں لڑکے

امانت

دھیان آگئے ہین مجھکو ترے جوبن کے برابر | معشوق یہان آتا ہے جوبن کے برابر

میر حسن

فقط موتیون کی لڑی پائے زیب | کہ جسکے قدم سے گھر پائے زیب

انیس

خالی نہ گیا وار کوئی تیغ دو سر کا | ہاتھ اڑگئے گر پانون بچا سر کوئی سر کا

رافت

لب لعل وہ رشک یاقوت بھتے | پیئے جان عشاق یاقوت بھتے

مجبور

باتین دیکھ زمانے کی جی بات سے بھی کملاتا ہے | خاطر سے سب یارون کی جو غزل کملاتا ہے

پہلا لفظ کملاتا ہی کاہلی کرتا ہے کے معنے مین ہے۔
اور اگر خط وکتابت مین مخالف ہونگے تو تجنیس مرکب مفروق بولینگے مثال اسکی۔

لمؤلفہ

کچھ ہمکو نظر یار کا دل آتا ہے میلا | ساقی تو صفائی کے لیے شیشۂ مے لا

پہلے مصرع مین میلا لفظ مفرد ہی اور دوسرے مصرع مین مرکب ہی لفظ مے بمعنی شراب اور لا صیغۂ امر ہے۔

ذوق

کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات | یقین ہے صبح تک دے گی نہ جینے

پہلے مصرع مین لفظ جی نے مرکب ہے اور دوسرے مصرع مین جینے لفظ مفرد ہے۔
پھول پیارے کا شعر ہے ؎

اے یار جو کوئی کسی کو کلیا دے گا | یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پاوے گا

نواب ببر علیخان زائر

کیونکر نہ ہو منکر بدیہی | دل مین ہے بھری ہوئی بدیہی

پہلے مصرع مین لفظ بدیہی مفرد ہی اُس چیز کے معنی مین جسکا علم فکر پر موقوف نہ ہو اور دوسرے

مصرع مین بدی ہی مرکب ہی بدی اور لفظ ہی سے جو حصر کا فائدہ دیتا ہے۔
اسی کے قریب امثلہ ذیل ہین۔

انشا

وہ جو کھاتے ہین پان مین زردا ؎ | اگھس گئی اُن کے کان مین زرد آ

پہلے مصرع مین زردا تنباکوے خوردنی کے معنی مین ہی اور یہ لفظ مفرد ہی اور دوسرے مصرع مین زردا درآد و لفظ ہین آ صیغۂ ماضی مطلق ہے اور زرد اس کا فاعل ہے زرد سے مراد پیلی بط ہے

عزیز

آہو تو بھلا کیا ہے چکارہ ہے چکارہ | دنیا مین کسی کی بھی نہین تجھ سے بڑی آنکھ

مومن

وان سے جواب صاف ہی لائی | بات بنائی پر نہ بن آئی

رافت

وہ لب شیرین تھے جنکے آگے نبات | خجل اس قدر ہو کہ آوے نہ بات

میر

نہ قشقل نہ سلی نہ سرخاب ہے | تمام اُنکے لُوہو سے سُرخ آب ہے

جرأت

کل آئی دل کو جو آئی تری کلائی ہاتھ | خفا ہو مجھسے چھوڑاتا ہے کیون میان ہوچکا

میرامن

خواہ تم پانون گھسو یا کہ رکھو سر بہ سجود | بات پیشانی کی جو کچھ ہی سو پیش آنی ہے

دبیر

سوے صف آئی کر کے صفائی روان ہوئی | تن مین سمائی دل مین در آئی روان ہوئی

ولہ

صادق مثال شمس و قمر کی نہ آئی نہ | کیا تاب منھ تو دیکھو جو بر رو ہو آئینہ

ولہ

ہوتی جو سپر یہ تو نہ کٹتے سپر اُس کے | پر حیف کہ پر تھے نہ بزیر سپر اُس کے

اگرچہ ان امثلہ مین غور کرنے سے اعداد حروف کے اعتبار سے بظاہر فرق معلوم ہوتا ہی مگر ہم نے بوجہ اسکے کہ تلفظ مین دونون لفظ ایک سے معلوم ہوتے ہین یہان لکھدیا ہے۔

(۳) تجنیس مرفو۔ وہ یہ ہے کہ ایک لفظ مفرد ہو اور دوسرا لفظ کسی دوسرے کلمے کے جزسے مرکب ہو بخلاف تجنیس مرکب کے کہ اُس مین ایک لفظ مفرد ہوتا ہے اور دوسرا متجانس پُورے دو کلمون سے مرکب ہوتا ہی مثال تجنیس مرفو کی۔

امانت

سینہ وہ سینہ کہ دیکھے تو تڑپ جائے بشر	ایسے سینے نہین دیکھے ہین کسی نے سن بھر

لفظ کسی کا لفظ (سی) لفظ (نے) سے ملکر متجانس سینے کے ہوا۔

عبرت

ہجوم اُس آستان پر مردمک کا	نہ ہو کیونکر کہ ہے وہ حشر دمکا

شاہ حاتم

ان سیم برون کے ساتھ سُونا معلوم	قسمت مین لکھی ہی خاک سونا معلوم
حاتم افسوس دی دامروز گذشت	فردا کی رہی اُمید سونا معلوم

دبیر

تھا کہ اب مصالحت جسم وجان نہین	لو تیغ برق دم کا قدم درمیان نہین

لفظ برق کا قاف دم سے ملکر قدم کا متجانس ہوا۔

فائدہ یاد رکھو کہ یہ تینون بھی تجنیس تام کی قسمین ہین پس تجنیس تام کی کل پانچ قسمین ہونگی اور چونکہ اس مین دونون لفظون کا حقائق اور اعداد اور ہیئت مین متفق ہونا ضرور ہے پس اس وجہ سے تراب کا یہ شعر۔

گر دلی ہو یا لکھنؤ یا شہر بنارس	جس شہر مین اُلفت نہو وہ تو ہی بنارس

تجنیس مرکب متشابہ مین داخل نہو سکیگا کیونکہ مصرع اول مین بنارس ایک شہر کا نام ہی باے موحدہ کے فتح سے اور دوسرے مصرع مین بنارس سے مراد بے لطف وبیمزہ ہی۔

اور اس مین باے موحدہ مکسور ہی یہ مرکب ہی لفظ بنا اور لفظ رس سے پس یہ دونون لفظ ہیئت حروف یعنی حرکات وسکنات مین متفق نہین۔

(۴) تجنیس خطی یعنی دو لفظ متجانس بغیر رعایت نقاط وحرکات وانواع حروف کے مشابہ

شکل مین واقع ہون جیسے مشکین ادر مسکین اور خط وخظ اور زر اور رز اور غرق اور عرق -

انشا

لی چُپکے سے مین نے جبکہ اُسکے چٹکی	بولی کہ پڑے جان پہ تیرے بٹکی

مقصود بالتمثیل چپکے اور چٹکی ہے -

ہوس

کوئی قطعۂ خط سے خطا اُٹھا تا	جون [illegible]ف غلط یہ مٹ ہی جا تا

دبیر

منہ غرق عرق دیکھکے خورشید ہوا تر	ابرو سے ٹپکتا ہی پڑا تیغ کا جوھر

سید درویش ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اُٹھانے کے ہم ذرا	ثروت نباہ ہی یہ اُس آفت پناہ کی ہے

مقصود بالتمثیل نباہ اور پناہ ہے -

بیدار

کہو تو کس سے مین پوچھون نشان خانۂ دوست	کہ آشیانۂ عنقا ہی آستانۂ دوست

آشیانہ اور آستانہ مین تجنیس خطی ہے -

حالی

شیخ اور بذلہ سنج شوخ مزاج ہی	رند اور مرجع کرام و ثقات

شیخ اور سنج مین تجنیس خطی ہے -

شایان

خرابہ مین خزانہ جو ملا ہے	وہ صرف میکدہ ہو تو بھلا ہے

دبیر

تیاری تیغ و تبر و تیر ہوئی ہے	تدبیر گرفتاری شبیر ہوئی ہے

تبر و تیر مین تجنیس خطی ہے -

داغ

تلافی ہوگئی عُسرت کی عشرت ای زہے قسمت	مُبدل ہوگئی آسانیون سے میری دشوار[illegible]

عُسرت و عشرت مین تجنیس خطی ہے -

ذوق

شمیم عیش سے ہی یہ زمانہ عطر آگین	کہ قرص عنبر اگر ہے زمین تو گرد عبیر

عنبر اور عبیر مین تجنیس خطی ہے۔

ظفر

کھل گئی ہم پر کہ رندون سے کہین بگڑی ہی آج	سر پہ ہی بگڑی جو تیرے زاہد اپگڑی ہوئی

بگڑی اور پگڑی مین تجنیس خطی ہے۔

نحیف

وہ گرمی نظر سے پسینے مین تر ہوے	مین غرق ہوگیا عرق انفعال مین

(۵) تجنیس محرّف اور وہ یہ ہی کہ دونون لفظ بہمہ وجوہ نوع اور عدد اور ترتیب حروف مین مشابہ ہون لیکن ہیئت یعنی حرکات و سکنات مین مخالف واقع ہون اور اسکو بعض تجنیس ناقص بھی کہتے ہین جیسے بِر بالکسر بمعنی میوۂ معروف اور بَر بالفتح بمعنی عداوت۔

تراب

گردلی ہو یا لکھنؤ یا شہر بنارس	جس شہر مین الفت نہو وہ تو ہی بنارس

احسان

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے	وگرنہ یاد تھین ہمکو شکایتین کیا کیا

یہ اُس وقت مین ہی کہ گلے کی جمع یا سے لکھی جائے۔

انیس

صدمون مین علاج دل مجروح یہی ہے	ریحان یہی ہی رُوح یہی رُوح یہی ہے

نسیم لکھنوی

مشکین زلفون سے مشکین کسوادو	اُکالے ناگون سے مجھکو ڈسوادو

ناسخ

جب تک نہ آب یال وہان نبی بہا	اس شیر کے نہ دل مین خیال آیا شیر کا
یہ بھی نہ پوچھا صیاد نے	کون رہا کون رہا ہو گیا

علی احمد علی مخلص

چھوٹی ہے گالیون پر تری کس قدر زبان	چھوٹے سے منھ مین ہی یہ بڑی فتنہ گر زبان

انیسم دہلوی

مین تو کیا ہون کاروان کے کاروان ہونگے اسیر ۔۔ بندہ لاکھون کو کرے گا آج جُنبش [illegible] کان کا

کرم خان متخلص بہ کرم رامپوری کی ساری غزل اسی صنعت مین ہی جسکا مقطع یہ ہی ؎

ترے قدمون پر جو گرا کرم تو یہ بوڑھی منھ یہ مُنہا سے ہین ۔۔ ہوئی رِیش سَن باخیر سِن مجھے بھائے سُن ترے گھونگرو

پہلا سَن مفتوح الاول دوسرا مکسور الاول تیسرا مضموم الاول ہے۔

(۱۶) **تجنیس زائد و ناقص** یعنی ایک لفظ متجانس مین دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہو اور دوسرے مین کم۔ اسی سبب سے اسکو تجنیس زائد و ناقص کہتے ہین اور یہ تین حال سے خالی نہین یا اول مین کوئی حرف زیادہ یا کم ہوگا جیسے بات و نبات یا درمیان مین کمی اور بیشی ہوگی جیسے گل اور گال دم اور دام یا آخر مین جیسے چاہ اور چاہا اور ریحان اور ریحانہ۔

جیسے یہ شعر برشتہ تخلص شاگرد بھورے خان آشفتہ کا ؎

رشتہ توڑا برشتہ اُلفت کا ۔۔ دیکھ اُسنے شکستہ حال ہمین

ناسخ

یون نہ باتین چبا چبا کے کرو ۔۔ مہربان بات ہے نبات نہین

آذر

باریک بال سے بھی ہی تیری کمر میان ۔۔ ہوگا وبال زُلف بڑھانی کمر کمر

ضامن

ترنج اسلیے ہی ترش اُس مین بھی ہے رنج ۔۔ برنج خور بھی ہوتے ہین مبتلائے رنج

دبیر

آزردہ جو بھی تیغ علی زندہ کے دم سے ۔۔ دم ہو گیا اُسوقت جدا لفظ عدم سے

ولہ

عارض سے بدر ہو کے معارض یہ کیا مجال ۔۔ ابرو سے بڑھکے شہر بدر ہوا بھی ہلال

میر

گھول کر بال سادہ رو لڑکے ۔۔ خلق کا کیون وبال لیتے ہین

داغ

جراحت کے عوض راحت ہوئی اس دور مین پیدا ۔۔ بنا مرہم دل افگاران غم کا چرخ زنگاری

احمد خان غفلت رامپوری

جووان کا قطرۂ آب زلال لال پیئے | اگر وہ شرق مین بولے تو ہوئیے غرب مین شور

حالی

ظلہ بانی کے لیے پایا جو ایماے شعیب | بکریان اُسنے چرالے من نہ سمجھا کچھ عیب

لمؤلفہ

جل گیا آتش فرقت سے تنِ زار تمام | حیف تو بھی نہ ہوا میرا یہ آزار تمام

دوسری قسم کی مثال۔

امانت۔

میرے نالون نے رقیبونکو جتایا راز عشق | شور کر کے کوچۂ جانان مین شر پیدا کیا

آتش

ٹپکا کے زخم ہجر پراے ترک کیا کرین | خالی ہین تیل سے ترے چہرے کے تِل تمام

مثنوی نلدمن اُردو مؤلفہ راحت

رلبس رہتا ہے ہمدوش الم وہ | ہوا ہے نل سے اب نال قلم وہ

میر

نوروز زر کچھ نہ تھا تو بارے میر | کس بھروسے پہ آشنائی کی

ناسخ

غیب سے آ آکے طائر دیکھنا ہون گے اسیر | کھاکے بَل موے کمر بنتا ہی پھندا بال کا

برق

وصف کس منھ سے کرون اُس ابروے خمدار کا | پھول سے ہلکا ہی پھل قاتل تری تلوار کا

مومن

ہم نکالین گے سُن اے موج ہوا بل تیرا | اُسکی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

ظفر

لال بیوجہ نہین منھ ہے چمن مین گل کا | اُسکی باد صبا سے ہی لگی گال پہ ضرب

درد

سلطنت پر نہین ہے کچھ موقوف | جسکے ہاتھ آئے جام سو جم ہے

غالب

دیر نہین حرم نہین در نہین آستان نہین | بیٹھے ہین رہ گذر پہ ہم کوئی ہمین اُٹھائے کیون

حسرت

ہندو بچہ وہ بُت برہمن خود کام | زنار سے باندھ لیچلا سب آرام
مین نے کہا رم مجھسے نکر رام ہو ٹک | کہنے لگا کیا چیز ہے رم جانے رام

رام اور آرام پہلی قسم کی مثال ہین اور رم و رام دوسری قسم کی اور دونون رام تجنیس تام کی مثال ہین

تیسری قسم کی مثال یہ نقرہ کتاب الف لیلی اُردو ترجمہ منشی عبدالکریم لکھنوی کا شہزادہ امین اپنے کو بڑے اعزاز و اکرام سے لیگیا۔

ناسخ

میکدہ تک محتسب کو میکشو آنے تو دو | دیکھکر پیمانے کو پیمان شکن ہو جائے گا

ولہ

اُڑ نہین سکتی تری انگیا کی چڑیا اس لیے | جالی کی کُرتی کا اُسپرا ہے پر پر وجال ہے

حیدر

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسر | عارضی حُسن ماہ کامل کا

گلزار نسیم

اس نام کے اِس لقب کے صدقے | اس نامے کے اس طلب کے صدقے

خواجہ وزیر

پریزادون نے مٹی دی جو مجھکو بعد مرنیکے | کوئی تختہ لحد مین ہی مگر تخت سلیمان کا!

ولہ

ہاتھ مُنھ پر رکھکے وہ گل کھل کھلا کر ہنس پڑا | سل گئے موتی سے دندان موتیا بے ہار مین

صفیر

ہر رنگ وُہ صہبا ٹپک کر خوشے گرتے ہین | نگاہ قہر سے کسنے چمن مین تاک کو تاکا

امانت

ہوتا مُنھ دھوکے جو دریا سے رواں وہ گُل تر | بلبلے شور و فغان صورت بُلبل کرتے

ہجر کین

خیال زُلف بُتان مین جو پیچ کھاتے ہین	مڑوڑے ہو ہو کے پیچش کے دست آتے ہین

قلق

سرکا کے زُلف چہرے سے ابرو دکھاتے ہین	ہوتی نہین ہے ابر مین رویت ہلال کی

نیاز

روان آنکھون سے ہے سیلاب گلگون	الٰہی چشم ہے یا چشمۂ خون

رشک

شب ہین جو افشان آپ چُن کر بام پر آئین	قمر غیرت سے ڈوبے انجمن انجم کی برہم ہو

ذوق

مارے گر سیلی وہ زُلف پہ عرق	جھڑپڑین ونداں دہان مارکے

آباد

اوصاف سلک گوہر وندان یار مین	در ہو کے لفظ درج دہن سے نکل گیا

بعض اس قسم کی تجنیس کو کہ جس کے آخر مین بیشی ہوتی ہے تجنیس مُطرّف بھی کہتے ہین اور بعض کہتے ہین تجنیس مُطرّف وہ ہے جو بعض حرف کلمے کے متجانس ہون جیسے جبین اور جنین ناسے اور نواسے ۔

نیاز

کس کام کی یہ ہستی موہوم کائنات	سیراب کب کرے تجھے دھوکا سراب کا

تعشق

خال رُخسار بُتان کا جو خیال آتا ہے	کعبۂ دل بھی شوالہ ہے کسی ہندو کا

ولہ

کیا ہی ریاضت مین وہ نھا بے ریا	جسم ہوا گھل کے نئے بُوریا

مصحفی

مری آہ نے جو کھولی بیعوق بیرق آہ	دہین برق ورعد لیکر علم سحاب اُٹھا

(۲) تجنیس مُذیّل یعنی دو لفظ متجانس مین سے ایک لفظ کے آخر مین دو حرف کی زیادتی ہو جیسے مالک و مالکی ترس اور ترساتی قلی اور قلقل مثال نثر کی یہ فقرہ نورتن مجور کا :-

"میں اُسکے گلشن فراق میں شب کو شبنم کی طرح یون ہاتھ مل مل کے روتا ہون کہ اشکون سے میرا تر انام ہوجاتا ہے۔

مقصود بالتمثیل شب اور شبنم ہے اسی مثال میں ہے یہ شعر ذوق کا۔ سه

محفل میں شور قلقل مینا و مل ہوا	لا ساقیا شراب کہ توبہ کا قل ہوا

ولہ

مانگ سے اُسکی مانگتی ہے بھیک	مہ کا کاسہ لیے شب تاریک

خواجہ وزیر

منتظر رکھتی ہے غمزہ کرتی ہے آتی نہین	او بہت ترساتی فرقت میں ترساتی ہے نیند

سعید

دیکھا نہین ہے مار کو طاؤس مارتے	گیسو پڑا ہے پیچھے دل داغدار کے

دبیر

یہ شمس کہ روشن گر اشیاے جہان ہے	اس مدرسہ نور کا اک شمسیہ خوان ہے

منشی

اک طرح تھا گرچہ گرگین بزرگ		وے کینہ آور تھا مانند گرگ
گئے جبکہ وہ سامنے سام کے	ولہ	تو پھر وون ہی تعظیم کے واسطے
سیامک کا اک پور ہوشنگ تھا	ولہ	کہ سرتا بپا ہوش و فرہنگ تھا

گویا

کیون نہ مین تا کون دم گلگشت گلشن تاک کو	تاکنے والا ہون اُسکی نرگس مخمور کا

منیر

ای عزیزو ذقن یار سے کیا پوچھتے ہو	چاہ مین دیدہ و دانستہ گرا چاہتے ہو

ذوق

چشم غضب سے نیم نگہ میرے واسطے	ایک نیچہ ہے زہر مین گویا بجھا ہوا

خلیفہ عبدالرزاق بمبئی نے مقدمہ شرح سہ نثر ظہوری مین اس صنعت کی تعریف مین سہو فرمایا ہے کہ تجنیس ناقص کی پچھلی قسم کو کہ اُس مین ایک لفظ متجانس کے آخر مین دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہوتا ہے مذیل قرار دیا ہے۔

(۸) تجنیس مضارع اور وہ یہ ہے کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مختلف ہون مگر شرط یہ ہے کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہو ورنہ دونون لفظون کے تشابہ مین بُعد واقع ہو جائے گا اور اس مین یہ شرط ہے کہ حرف مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج ہون اور یہ تین صورتون سے خالی نہین اختلاف اول مین ہوگا یا درمیان مین یا آخر مین۔

مثال اول

ذوق

عقل مین شمس ہے تو علم مین کان گوہر ۔۔۔ فضل مین کعبہ ہے تو حلم مین کوہ رحمت

علم و حلم مین تجنیس مضارع ہے۔

دبیر

اب مطلب ہے نہ ہمین ذاکر پہ سنائے ۔۔۔ حمزہ کی سیر پشت پہ مولا تھے لگائے

ہمزہ اور حمزہ مین تجنیس مضارع ہے۔

میر

ترے لعل جان بخش کو ہمنے بتلا ۔۔۔ کیا آب حیوان کو پانی سے پتلا

بتلا اور پتلا مین تجنیس مضارع ہے۔

نصیر

کبھی نہ اُس رُخ روشن پہ چھائیان دیکھین ۔۔۔ گھٹائین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین

چھائیان اور چھائیان مین تجنیس مضارع ہے۔

ظفر

ہوگئی پرسون کی برسون تم نہ آئے کیا سبب ۔۔۔ آپنے اچھا کیا وعدہ وفا چھے تو ہو

پرسون اور برسون مین تجنیس مضارع ہے۔

منشی

مناسب ہے اب اور یون ہے صلاح ۔۔۔ کہ تو اور طوسو آوے یان بے سلاح

صلاح اور سلاح مین تجنیس مضارع ہے۔

بیخود

نہ کیون اُنسکو ہو گلشن مُرغ سے میل ۔۔۔ نہین لٹ یہ ہے عشق پیچہ کی بیل

میل اور ریل مین تجنیس مضارع ہے۔ لیکن یہان یہ بھی ہے کہ حرکات مین اختلاف ہے۔

ہاتھ مین تسبیح زبان پر عمل	قطع مگر رشتۂ طول امل

عمل اور امل مین یہ صنعت ہے۔

مومن

بن ترے بزم سور مین ہین یہ قیامتین بپا	نغمۂ صور کا اثر نغمۂ نے نواز مین

سور اور صور مین بھی صنعت ہی۔

رجب علی سرور

ہر گام پر جو پھانس لیا مرغ دل مرا	کیا چال جال ہے بت محشر خرام کی!

چال اور جال مین تجنیس مضارع ہی۔

میر بدر علی تپش

دین و دل عشق مین کھو بیٹھے تھے ہم برسون سے	طاقت صبر بھی جاتی رہی کل پرسون سے

برسون اور پرسون مین تجنیس مضارع ہے۔

انشا

اقرب بھی کھے اپنے سے وہ جائے یونہین لیں	عقرب کے نیش پر بھی جو رکھے حمل قدم

اقرب اور عقرب مین تجنیس مضارع ہے۔

مثال دوم

شوخ کے پان سے جب لال مین دندان دیکھا **فقیہ** اسطرح کا مین نہین لعل بدخشان دیکھا

راسخ

لال کرتا ہے وہ رستہ لعل کو	اور شعلہ بخشتا ہے نعل کو

مقصود بالتمثیل لال اور لعل ہین۔

مثال سوم

حسن

منظور ہے گر زخم جگر کا تجھے سینا	آ سینے سے سینہ مرے اے یجان لگا دے

سینا اور سینہ مین تجنیس مضارع ہی۔

زلفون کے ہاتھ دولت حسن صنم لگی **قلق** دوسانپ خوب بیٹھ رہے مال مار کے

مال اور مار مین تجنیس مضارع ہے۔

ارحمن بے نظیر

قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے	ہر تار مین بولا کہ ہر اک تان مین آیا

تار اور تان مین یہی صنعت ہے۔

انوار حسین تسلیم

ستھری آواز بھاؤ وہ انمول ہے	تان اور تال کانٹے مین لوتول

محمد جان شاد

بدی بخت سے دانہ ملے نہ دانا کو	سپہر دون ہی کسے سفلہ پروری پہ کمر

دانہ اور دانا مین یہی صنعت ہے۔

فائدہ انصاے حلق سے کہ سینے کے نزدیک ہے ظاہر لب تک جہان سے کوئی حرف نکلے اُس جگہ کو مخرج اُس حرف کا کہتے ہین اور اسکے دریافت کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو اُسکو ساکن کرکے اور ایک الف متحرک سے ملاکر تلفظ کرین جس مقام سے آواز نکلے اُس حرف کا وہی مخرج جانین چنانچہ حلق سے ء ہ ا ع ح غ خ نکلتے ہین اور تالو سے ق ک نکلتے ہین اور زبان کے سرے سے ص س ز نکلتے ہین اور زبان کی نوک سے ظ ذ ث نکلتے اور میانۂ زبان یعنی منھ کے اندر سے ج ش ی نکلتے ہین اور سوڑھون سے ل ن ر نکلتے ہین اور مُنھ کے شکم اور تالو سے ط د ت نکلتے ہین اور زبان کے کنارے سے ض نکلتا ہے اور ب م ف و ہونٹھ سے نکلتے ہین اور خلیل بن احمد کہتا ہے کہ حروف علت یعنی ا و ی سکون کی حالت مین ہوائی ہین یعنی ہواے دہن سے پیدا ہوتے ہین مخرج نہین رکھتے اور پ چ گ حروف فارسی کے مخرج وہی مخرج ب ج ک حروف عربی کے ہین مگر ان کے تلفظ مین اندک ثقالت ہے اور ژ کہ فارسی کا حرف ہے شین منقوطہ کے مخرج سے نکلتا ہے لیکن اسکے تلفظ مین زبان کسی قدر ثقیل ہو جاتی ہے اور ٹ ڈ ڑ ان سے بھی زیادہ ثقیل ہین۔

(۹) **تجنیس لاحق** اور وہ یہ ہے کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مین اختلاف ہو مگر یہان بھی شرط یہ ہے کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہو ورنہ دونون لفظون کے تشابہ مین بعد واقع ہو جائیگا پس ان اشعار مین۔

یار محمد خان شوکت

دو بالا ہوئی آتش جنگ گرم	نہ دیکھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

سودا

نہایت اک کینہ کہنہ عصر	کہ دلکش نظم سے جسکی ہر اک نثر

بزم (؟)

ور جن کو نہین ہے اس مین دخل	اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

الفاظ گرم و رزم ۔ عصر و نثر ۔ دخل و عقل مین تجنیس لاحق نہوگی کیونکہ ہر اک مثال مین دو حروف کا اختلاف ہی اور اختلاف حروف کا عام ہی خواہ اول مین ہو خواہ درمیان مین خواہ آخر مین اور وہ حروف مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج نہون جیسے سنگ چنگ اور رام روم اور شاہ شاد وغیرہ۔

پہلی شکل کی مثال۔

نعیم

تجھ سے جدا ہو دل مرا ہو سکے پہ نہو سکے	تیری جفا سے ہو خفا ہو سکے یہ نہو سکے

محمد خان محمود

خواب مین پہونچا جو دان پدست خیال	نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

عبدالرؤف شعور

ذوق ہی اُسکو خود آرائی سے خود بینی سے شوق	آئینہ زانو پہ ہے زلف معنبر ہاتھ مین

انشا

تاک کے نیچے ہم اُس گل کی تاک لگائے بیٹھے ہین	کونسے مُنھ پر غنچہ زیق ناک لگائے بیٹھے ہین

حسن

کئی دن تیرے چھپ رہنے مین اشک آنکھون سے برسا ہے	نکل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترسا ہے

ذوق

یہ بھی اُس نازک بدن کو بار ہو	گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نسیم

کمکر کھلے بند دن جی کی تنگی	بے ننگ ہوئی وہ شوخ ننگی

انیس

حقا کہ تھا ظفر کا وسیلہ سفر ترا	نام نکو قلم نے لکھا عرش پر ترا
دان بال سی وہ کمر ہے باریک	ہوگیا یان آنکھون مین دو جہان ہی تاریک

وان لمعۂ نور ران اور ساق	یان ضعف سے جنبش قدم شاق

حالی

رعیت کا اُسے خوف نہ کچھ شاہ کا ڈر	نہ اُسے چور کا خطرہ نہ اسے شاہ کا ڈر

محمد شاکر ناجی

زُلف کے حلقے مین دیکھا جب سے دانہ خال کا	مُرغ دل عاشق کا تب سے قید ہی اُس جال کا

منشی

ہوا اُس کا گھوڑا دہان سے فرار	لیا فوج خاقان مین اس نے قرار

جُرأت

ناصح کتاب بندگی کر بند ہم سے آہ	یہ حرف عشق دل سے مٹایا نہ جائیگا

[illegible] کی مثال۔

مصحفی

انصاف کیا اُسکا مین اب شہ کے حوالے	جھکتی ہی جہان مار سے لے مور کی گردن
یا فاطمہ کا لاڈلا مقتول ہوا ہے	دبیر یا ذبح کوئی بندۂ مقبول ہوا ہے
یان تڑپی وان گری ادھر آئی اُدھر گئی	ولہ اس چال سے یہ موت کو بھی مات کر گئی

نسیم دہلوی

روے روشن کے شرار ایسے جھکا جاتا ہی دل	آج سمجھے نور مین بھی خاصہ ہی نار کا

ذوق

نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور مین	کام مین افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلہ

حالی

باپ کا حکم نہین مانتے فرزند رشید	اور نوکر نہین دیتے کبھی آقا کو رسید

ناسخ

غمر کوثر کسی دریا کا مین سباح نہین	بیشۂ شیر خدا بن کہین سیاح نہین

امیر اللہ تسلیم

ملون جلوۂ حسن پُر نور سے	کرون بندگی دیر کو دور سے
خبر رکھتے ہین تیرے زور سے ہم	خوشتر نہین ہے کوہ کو کچھ کاہ کا غم

تیسری شکل کی مثال

از محسن مؤلف تذکرہ سراپا سخن

یا صباحت ہے کہ یہ چاند ہے وہ ہالہ ہے | نہین پہونچی ہین ہے اس ماہ لقا کا ہونٹا

مومن

سُرمۂ تسخیر سے ہم خود مسخر کیون نہون | آنکھ کی پتلی جو تھی جادو کا پتلا ہو گیا

سودا

نقد دل دیکر کہین جی کو ملامت مول لے | مان ای سودا نہین زنہار اس سودے مین سود

مقصود بالتمثیل لفظ سودا اور سودے ہے

منشی

یہ سُنکر ہوا شاہ گشتاسپ شاد | کہ حاصل ہوئی اُسکے دل کی مراد

امانت

شب ہجر مین بجھا کر چاندنی بجتا کدا رہے | چمک پر آج کل اُنکی ستارے کا ستارا ہے

[illegible]

تری جالی کی کرتی کے تصور مین یہ روتا ہون | مبصّر دیکھکر آنکھون کو کہتے ہین کہ جالا ہے

قلق

دشت وحشت کی خاک ہم چھانین | تلوے غربال خار سے کرلین

ناطق

اُس آنکھ کا تل ماش ہے پتلا ہے وہ پتلی | چلتا ہوا اُن آنکھون سے جادو نظر آیا

اصغر علی خان آبرو

مل کے طوبے سے خلد مین رویا | جب ہوا یاد قد یار مجھے

تنبیہ مطلوب طالب مؤلفہ رحم علی خان بن بہرہ مند خان سلندر پوری مین مذکور ہے کہ تجنیس لاحق یہ ہے کہ اُس مین الفاظ ہم مدار آتے ہین اور دوسری عبارت مین یون سمجھو کہ تجنیس لاحق مین الفاظ دائرہ دار متواتر آتے ہین جیسے۔

مذاق

جان جانان جہان جان وجان دو جہان | روح روحانی روان انسی وجانی علی

پسند آئی ہے اُس بُت کی مجھے چین جبین ایسی | پہنتا ہون جو مین چُن چُن کر گریبان آستین دامن

شاد

مجھ سا حسین بھی جہان مین کہین نہین | نظرین ہین لوح حُسن کی چین جبین نہین

میر تقی

کیا مین بھی پریشانیٔ خاطر سے قرین تھا | آنکھین تو کہین تھین دل غمدیدہ کہین تھا

فائدہ یہ قسمین تجنیس کی بیان کی گئین باعتبار اتصال و انفصال کے یعنی جدا جدا یا پاس پاس واقع ہونے الفاظ متجانس کے دو قسم پر منقسم ہو سکتی ہین متصل و منفصل اور الفاظ متصل مین حرف ظرف یا عطف یا جر یا انکی مثل کا فاصل ہونا انکے اتصال کے منافی نہین۔

مثال تجنیس تام متصل کی۔

انشا

میری زبان سے مدح کہان اُسکی ہو سکے | توصیف مین ہے جس کی زبان قلم قلم

تجنیس تام منفصل یہ ہی۔

تسکین درد دل کو نہ آج ہو نہ کل ہو | بے یار بیکلی ہے وہی سلے تو کل ہو

تجنیس زائد متصل کی مثال۔

ناسخ

دُور سے دیگی دکھائی روشنی جائے سواد | یار کہہ قاصد نشان ہے یہ دیار یار کا

نوشتر

سراپا تن مین روشن آتش چشم | روان مانند دریا چشمہ چشم

ظفر

دیکھکر اُس مہ کو وقت بیحجابی آفتاب | ہو گیا مُنھ پر بجائے آفتابی آفتاب

لمؤلفہ

دل کس سے اب لگائین یہان ہم چلے گئے | میناہی نے بھی ساقی بھی اور جام جم کے ساتھ

اشراف کا کرم سے ترے تا دم حیات | یارب نہ ڈالے چرخ کبھی کام کم کے ساتھ

میر وزیر علی صبا

گوشہ مین گردش نگہ یار سے پسا | تل تیل ہو گئے یہ گیا چشم غزال کا

تجنیس زائد منفصل کی مثال۔

لب شیرین کے وصف کرتے ہین | اسیر بات گویا نبات اپنی ہے

حیدر

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسر	عارضی حسن ماہ کامل کا

راحت

زبس رہتا ہے ہم دوش الم وہ	ہوا ہے نل سے اب نال قلم وہ

تجنیس مضارع متصل کی مثال۔

سرور

ہرگام پر جو پھانس لیا مرغ دل مرا	کیا چال جال ہے بت محشر خرام کی

تجنیس مضارع منفصل کی مثال۔

[illegible]ی

مناسب ہے اب وریان ہر صلاح	نہ تو اور طوس آوے یان بے سلاح

تجنیس لاحق متصل کی مثال۔

مخمور

خواب مین پہونچا جو وان دست خیال	نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

انشا

گا ہے جو اُس [illegible] باد سے غافل ہوا کو دم	مجھکو دہن مین اپنے لگے ہے زبان یون
طوفان نوح آنکھ نہ ہم سے ملا سکے	آتے نظر ہین چشم سے ہر پل عیان عیون

تجنیس لاحق منفصل کی مثال۔

ہوس

وان بال سے وہ کمر ہے باریک	یان آنکھون مین دو جہان ہے تاریک

ناسخ

غیر کو ترکسی دریا کا مین سبّاح نہین	بیشۂ شیر خدا بن کہین سیاح نہین

تجنیس محرف متصل کی مثال۔

سودا

کہدیا مستسقی سے جا فصد کر	لکھدیا مجنون کو شیر شتر
سمجھے مرزا میر کو مرزا کو میر	میر نے وہ رگ زن جو نہ سمجھے شیر شیر

حسن

لبِ جو کے اڑنے لگی گرد گرد ۔ | گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

احسان

لے گی خاک تو پیغام ای صبا میرا | ہوائے یار مین دم ہے ہوا ہوا میرا

تجنیس محرف منفصل کی مثال ۔

نسیم دہلوی

مین تو کیا ہون کارواں کے کارواں ہونگے اسیر
بندہ لاکھون کو کرے گا آج بندہ کان کا ؎

منشی

گئے جبکہ وہ سامنے سام کے | تو پھر وہین تعظیم کے واسطے

تجنیس مذیل منفصل کی مثال ۔

ذوق

مانگے ہے اسکی مانگتی ہے بھیک | مہ کا کاسہ لیے شب تاریک

تجنیس متصل کی مثال ۔

دبیر

منہ غرق عرق دیکھکے خورشید ہوا تر | ابرو سے ٹپکتا ہے پڑا تیغ کا جوہر

ولہ

تیاری تیغ و تبر و تیر ہوئی ہے | تدبیر گرفتاری شبیر ہوئی ہے

سلیمان خان اسد

مژگان ہین بس قتل پہ مردم کے تلے تیر | ابروے یار پر ہے گمان کمان مجھے ؎

تجنیس خطی منفصل کی مثال ۔

ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اٹھانے کے ہم ذرا | ثروت پناہ ہے پہ اُس آفت پناہ کی

تجنیس مرکب متصل کی مثال ۔

آہو تو بھلا کیا ہے چہ کارہ ہی چہ کارہ | عزیزا دنیا مین کسی کی بھی نہین تجھسے بڑی آنکھ

ولی

یاد کرنے کو لیا ہاتھ مین من کا منکا	دل اُدھر کو جو پڑے من کا پھر آنا مشکل

تجنیس مرکب منفصل کی مثال ۔

رافت

وہ لب شیرین تجھے چلنے آگے نبات	خجل اس قدر ہو کہ آوے نبات

فائدہ دیگر اگر اقسام مذکورہ بالا سے کسی قسم کی تجنیس کے الفاظ متجانس کلام مین مکرر واقع ہونگے تو **تجنیس مکرر** کہین گے کیونکہ صرف تجنیس کے یہ معنی ہین کہ دو لفظ ایک کیسے آوین پس وہ لفظ متجانس جب مکرر واقع ہونگے تب تجنیس مکرر کہلائے گی ۔ بعض نے اُسکی قید لگائی ہی کہ تجنیس خواہ کسی قسم کی ہو جب الفاظ متجانس مکرر متصل واقع ہونگے تب اُسکو تجنیس مکرر کہین گے اور جب متصل نہونگے تو اُسکو **تجنیس غیر مکرر** بولتے ہین ۔ بہرصورت مثال یہ ہے ۔

ضیا

صاف تھا جب تک تو ہمکو بھی جواب صاف تھا	اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

اس مین تجنیس تام کی تکرار ہی ۔

ذوق

کبھی ہمت تھی مری قاعدہ صرف مین صرف	کبھی تھی نحو مین ہر نحو مجھے محویت

اس مین بھی تجنیس تام کی تکرار ہی ۔

نسیم دہلوی

لفظ تجنیق نہ تخنیق سمجھتے ہین کچھ	خرم اور خزم کی تحقیق مین اکثر حیران

اس شعر مین تجنیس خطی کی تکرار ہی ۔

نفیس

علی کا دبدبہ و رعب و جرأت و صولت	حسن کا حُسن حسین حسین کی سب شوکت

یہان تجنیس محرف کی تکرار ہے ۔

نادر

ہرتال کی تاثیر ہے ہرتال مین تیری	جو سم سے ترے ہوتا ہی وہ سم سے نہوگا

اس شعر مین تجنیس تام کی تکرار ہی ۔

بعض رسالون مین تجنیس مکرر کے اسجاع نثر اور قوافی نظم مین آنے کی قید لکھی گئی ہے مگر یہ قید بے اصل ہے۔ بہر صورت مثال یہ ہے۔

فگار

اگر ران اُسکے ہووے شور سے شیر	کرے دیوون کو اپنے زور سے زیر

اس شعر مین اجناس لاحق کی تکرار ہے۔ اس صورت مین غزل اور قصیدے مین الفاظ متجانس سوا مطلع کے باقی شعرون مین ایکبار ضرب مین آنا ہوتا ہے اور مثنوی و مسدس وغیرہ مین ہر شعر کے عروض و ضرب مین مکرر آتے ہین۔ بعض نے کہا ہے کہ تجنیس مکرر کو تجنیس مُزدوج اور تجنیس مُرَدَّد بھی کہتے ہین اور اکثر کا قول یہ ہے کہ الفاظ متجانس کے حرفون مین اختلاف کمی بیشی کا ہو تو اُس کا نام تجنیس مزدوج اور تجنیس مُرَدَّد ہے مثلاً۔

خوشتر

خوشی کے بیچ کیا شور و شر ہے	کہا سب نے یہ شر بجر بشر ہے

ولہ

زن و زور و زر مین و زر سے مزور	شراب شور و بنگ شر سے مسرور

نوا

یہ ابرو مینا و جام مے بن پکڑ بجائے کمان کمانہ	ہماری چھاتی کے داغ دلکا کرے ہے تنک کر نشان نشانہ

نصرت

پوشیدہ اسکے ڈر سے مے و جام جم ہوا	عالم مین اور تیغ سے یہ کام کم ہوا

غزل بدھ سنگھ قلندر

بسکہ حضرت شیخ ہی رونے سے مجھکو کام کم	رہ گیا آنکھون مین جن گوہر برائے نام نم
طرہ ہے طرار اور زلف سیہ پر پیچ و تاب	ہین پھنسائے دلکو لینے دین ہین کب سوا دم کم

مسدس دبیر

کھولا کسی نے جینے سے ہو کر تفنگ تنگ	گوشے مین کوئی رکھ کے کمان و خدنگ دنگ
بے وقفہ ہوش اُڑ گیا اور بے درنگ رنگ	یہ کیا ہی [illegible] لون ہوے پائے پلنگ لنگ

پچھلے قول سے معلوم ہوا کہ خواہ کسی قسم کی تجنیس ہو اگر الفاظ متجانس مین حروف کی کمی بیشی نہو تو تجنیس مکرر ہے اور اگر کمی بیشی ہو تو تجنیس مزدوج و مردد ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی قسم علٰحدہ

نہین اور جن لوگون نے تجنیس مکرر و مردد کو ایک ہی لکھا ہے وہ بہت درست ہی کیونکہ جس کو تجنیس مزدوج کہتے ہین وہ تجنیس زائد مکرر کی ایک شکل ہی اور تجنیس متصل و مکرر کو بھی علیحدہ علیحدہ قرار دینا کتب عربیہ کی اصطلاح کے خلاف ہی کیونکہ تلخیص المفتاح وغیرہ مین لکھا ہے کہ کسی قسم کی بھی تجنیس کے دو لفظ برابر واقع ہون اسکو تجنیس مزدوج اور تجنیس مکرر اور تجنیس مردد کہتے ہین جیسے انیس کے اس قول مین تجنیس محرف متصل ہے۔

گردون پہ عاملان سحر کا ہوا نصب	پہونچا جو مہر پہر سے فرمان عزل سب

مُہر اور مِہر مین تجنیس محرف ہے اور دونون لفظ برابر واقع ہین۔

صنعت اشتقاق وہ یہ ہی کہ کلام مین ایک اصل کے چند لفظ لانا اس طرح کہ اُن لفظون مین اصل کے حروف ترتیب وار موجود ہون اور اصل مین جو معنی ہین اُن مین بھی باہم وہ اتفاق رکھتے ہون پس قمر اور رقم اس قبیل سے نہون گے کیونکہ گو دونون کلمے حروف مین متفق ہین مگر ترتیب مین متفق نہین مثال اشتقاق کی۔

احسان

جا گینگے نہ تا حشر جگائے سے کسو کے	اے بخت تو جاگ اور جگا ہمکو کہ پھر ہم

جاگ اور جگا اور جاگینگے اور جگائے یہ چارون لفظ جاگنا سے مشتق ہین۔

ولہ

چال سب چلتے ہین لیکن بندہ پرور دیکھ	مجھکو مت ٹھکراؤ بس چلیے سنبھل کر دیکھکر

امین عظیم آبادی

عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری مین کٹی	دن کٹا فریاد مین اور رات زاری مین کٹی

ذوق

چاٹتا ہونٹ ہی لیلے کے جراحت کے مزے	خنجر ناز نے کیا چاٹ لگا دی دل کو

ولہ

تیرے انداز تغافل نہین غفلت والے	تو مرے حال سے غافل ہے بڑا غفلت کیش

رنگین

بھلا یون دیکھنا دے تو دے جائے ہی کس سے	اسے مین چھپ کے دیکھون بر ملا وہ غیر کو دیکھے

آغا شاعر قزلباش دہلوی

آنکھون نے کبھی ایسا تماشا نہین دیکھا	کیا دیکھا ہی کیا دیکھینگے کیا کیا نہین دیکھا

فراق

آنکھ اُس شوخ ستمگر سے لڑا بیٹھے ہین + بس چلے یا نہ چلے جی تو جلا بیٹھے ہین

غالب

مرحبا اے سرورِ خاص خواص | حبذا اے نشاطِ عام عوام

ولہ

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے | حیران ہون پھر مشاہدہ ہو کس حساب مین

جعفر علیخان فصیح

یہ تو قسمت مین کہان تھا کہ کرون کسب کمال | بے کمالی مین بھی افسوس مین کامل نہوا

مذاق

[illegible] سے بھی مین [illegible] پا لیا | اُسی نے نہ چاہا مین چاہا لیا

صنعت شبہ اشتقاق

وہ یہ ہی کہ کلام مین ایسے لفظ لائے جائین جو بظاہر نوعیت اشتقاق کی رکھتے ہون اور دراصل اُن کا ماخذ علیحدہ ہو یعنی اُن مین بعض حروف یا کل حروف اس طرح اتفاق رکھتے ہون کہ جن کے دیکھنے سے بادی النظر مین یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ ایک اصل سے مشتق ہین اور حقیقت مین ایسا نہو اس لیے کہ نفس الامر مین اصل اُن کی مختلف ہو پس شبہ اشتقاق مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونون لفظ ایک ہی مادے سے نکلے ہین کیونکہ دوسرے لفظ مین پہلے لفظ کے سے حروف موجود ہوتے ہین مگر تامل کے بعد ظاہر ہو جاتا ہے کہ دونون ایک اصل سے نہین ہین صوفی کے مستزاد مین یہی صنعت ہے۔

حُر یہ کہتا تھا کہ کچھ دُور نہین باغ ارم + کر [illegible] | دور البتہ ہوا گردش ایام سے یم + اس کا دل [illegible] الم
بعد ہم سب کے نہین کوئی مددگار حسین + اور نہ کوئی [illegible] | سخت مشکل مین پڑے کثرت اوہام سے ہم جا کس طرح یہ غم

تمنا لکھنوی

جو بزرگوں مین کتھائین عین یہ [illegible] سب ہین + | دیدہ کے [illegible] ان [illegible] دوقار

ذوق

جو دل قمار خانے مین بُت سے لگا چکے | وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

شیخ

رہ گیا مین مُسوس کر دل کو | کب میسر مجھے مساس ہوا +

نظیر

عشق کا دُور کرے دل سے جو دھڑکا تعویذ
اُس دھڑاکے کا کوئی ہمنے نہ دیکھا تعویذ

رشک

صبح سے روے صبیح یار پر آنے لگی
کرتی ہی سُورج گہن کی ظاہر اندبیز زلف

مومن

کیا کیا جلی ہی بزم مین تجھ بن نہ جب پھرے
پروانے شمع شملہ شمائل کے آس پاس

انیس

ہوجائینگے یاقوت کے نگ کوئی گھڑی کو
دانتون سے نرالے کوئی موتی کی لڑی کو

حسرت

گرچہ اس دل سے گیا ہی کرکے اب آرام رم
دُور کرتا ہے ولیکن کچھ ترا پیغام غم
شوق غنچے کو ہوا ہے بولنے کا باغ مین
بول مُنھ سے ہی کہان تیرا یت گلفام فم
شاعری کی صنعتون مین ہمسے ہو حسرت غزل
ورنہ جی کی طرح لکھتے ہین کب ایہام ہم

واسطی

پہنو کانون مین نہ تم لے مرے جانی سونا
منفعل ہوگا بنا گوش سے کانی سونا

بالمکندبےصبر

سُن کے ذکر چشم دیوانہ ہوا
حیف افسون مجھکو افسانہ ہوا

انیس

کبھی زینب کا ہے غم گاہ سکینہ کا خیال
دن جو ڈھلتا ہی تو حضرت ہوے جاتے ہین نڈھال

میر

اُسکی پلیدی شہرہ ہر شہر ہی رہی
کتے کے کاٹنے کی سی اُس سے لہری رہی

مولوی اسمٰعیل

رستے کو راستی کے نہ زنہار چھوڑنا
ہوتا ہے راستی ہی سے انسان رستگار

مذاق

نہ ہونگے گوشہ نشین تیرے عاشق
نہ بیٹھینگے چلّے مین چلّانے والے

واجد علیشاہ اختر

جب سے بنگلے میں کی ہمنے اقامت دیکھنا | ناوک سوزاں کا ہر بنگلہ نشانہ ہوگیا

میر

ثلگت مشتاق یار ہے اپنا | شاعری تو شعار ہے اپنا

ولہ

دشمنون کے روبرو دشنام ہے | یہ بھی کوئی لطف بے ہنگام ہے

ولہ

ناسازی طبیعت کیا ہی جوان ہوئے برا | اوباش وہ ستمگر لڑکا ہی تھا لڑاکا

صنعت تکریر یا تکرار - بدائع الافکار وغیرہ مین اس کی تعریف یون لکھی ہی کہ دو لفظون جو ایک ہی معنے رکھتے ہون مصرعون یا شعر مین برابر برابر جمع کرنا اور اس کی سات قسمین گنوائی ہین -

(۱) تکریر مطلق یہ اس طرح ہے کہ ایک شعر مین لفظ مکرر آوین خواہ دونون مصرعون کے اول مین جیسے -

مائل احمد حسین حیدرآبادی

روتے روتے کون سویا خاک پر | ہلتے ہلتے کس کا جھولا رہ گیا

یا - صرف مصرع اول کے شروع مین جیسے -

قدر

آتے آتے ہونٹ تک ایسی اجمی ہے | بات دانتون سے بھی ہی کچھ سخت تر

یا صرف مصرع ثانی کے اول مین جیسے -

مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی

آپ کے اوصاف قرآن مبین سے پوچھیے | نکتہ نکتہ جس کا معیار فصاحت ہوگیا

یا مصرع اول کے حشو مین جیسے -

میجر جارج بیش متخلص بہ شور

مرے سوز جگر کا چرچا ہے گھر گھر یہ عالم مین | زمین پھونکی زبان پھونکا اور اس نے آسمان پھونکا

یا دوسرے مصرع کے حشو مین جیسے

ولہ

پڑا ہے خواب مین جب سے نظر وہ ناوک مژگان | چبھوتا ہے جگر مین چپکے چپکے برچھیان کوئی

یا دونون مصرعون کے آخر مین جیسے۔

ذوق

جن دانتون سے ہنستے تھے ہمیشہ کھل کھل | اب درد سے وہی رُلاتے ہین ہل ہل

یا صرف مصرع اول کے آخر مین جیسے۔

و

روشن شیشہ ہر اک سنگ ہو ریزہ ریزہ | پڑے البرز پہ گر گرز کی تیرے ضربت

یا صرف مصرع ثانی کے آخر مین جیسے۔

خسروا جلوہ ترا وہ طرب افزاے جہان | ولہ | کہ جسے دیکھ کے ہو عید بھی قربان قربان

مثنوی عشر

خون دل سے پُر ہوا گُل کا ایاغ | ہو گیا لالے کا سینہ داغ داغ

(۲) ہر مصرع مین علٰحدہ علٰحدہ دو دو لفظ آوین تو اسے۔ تکریر مثنّٰی۔ کہتے ہین جیسے۔

ذوق

قطرہ قطرہ آنسو جب طوفان طوفان شدّت ہی | پارہ پارہ دل ہی جس مین تودہ تودہ حسرت ہی

(۳) تکریر مشبّہ اس طرح ہی کہ پہلے مصرع مین دو لفظ ذکر کرین پھر اُن کی مناسبت سے دوسرے دو لفظ دوسرے مصرع مین لاوین پس یہ پچھلے لفظ اگلے لفظون سے علاقہ رکھتے ہین جیسے۔

خندان خندان جدھر پھرا وہ | گریان گریان اُدھر گئے ہم

پچھلے مصرع کے دونون لفظ اگلے مصرع کے دونون لفظون سے تضاد کا علاقہ رکھتے ہین۔

(۴) تکریر مستانف وہ یہ ہے کہ لفظ ایسے مکرر آئین کہ پہلے لفظ کے بعد دوسرا لفظ لانے سے معنے کی تجدید ہو جاے اسے تکریر مجدد بھی کہتے ہین اسلیے کہ لفظ تو وہی ہوتا ہی مگر اسکے آنے سے معنے مین نئی کیفیت پیدا ہو جاتی ہی جیسے۔

ذوق

ہم کافران عشق کو یہ ہے بڑا عذاب	دوزخ مین آتش آتش سنگ صنم نہین

دوسرے آتش کے آنے سے معنے مین نئی کیفیت پیدا ہو گئی۔

از دیوان سید حسین

نئے انداز و نئے یہ ڈھنگ	دیکھ کر عقل عقل کل ہے دنگ

منیر

سر بگریبان فکر فکر کی دل مین جگہ	خامہ میان دوات شمع میان لگن
عقل نخستین کے نور نور لبین کے چراغ	طفل چہل روزہ کے مایۂ نور و بدن
خلق حسن پر نثار مشک فروشان دہر	عنبر لرزان کی مشک مشک جنان سخن
میری خطائین کرین صاحب انصاف عفو	قید مین خود مین ہون پوچ پوچ ہی میر اسخن

حکیم عبد الماجد بدایونی

غلام اُسکے ہوئے شاہ شاہ اُسکے غلام	وہ بُوریے پر تخت بخش عرش وقار

(۵) تکریر مع الوسائط یہ ہے کہ دو لفظ مکرر کے درمیان کوئی لفظ واسطہ واقع ہو جیسے مولوی عبد الحکیم سوز کے شعر مین۔

جان حاسد یہ برستی تھی بڑی نار یہ نار	دل یہ یان اپنے اُترتا تھا سدا نور یہ نور

امیر احمد مینائی

وہ مست آئے تو مے کش کیا مین ہے حس مست ہو جائین	صراحی پر صراحی خم پہ خم ساغر ہو ساغر پر

خلیل تخلص نواب ابراہیم علی خان والی ٹونک

تجھپہ فدا ہزار کلی ہر کلی کا رنگ	تجھپر نثار لاکھ چمن ہر چمن کے پھول

(۶) تکریر مؤکد اس طرح ہی کہ دوسرا لفظ پہلے لفظ کے معنی کی تاکید کرتا ہو جیسے۔

از دریائے لطافت

تو نے مجھے پیارے بُرا گر کہا کہا	یا مصلحت سے غیر کے مُنھ پر کہا کہا

امیر مینائی

غش مین گر نکہتہ زلف سنگھاتے بھی نہین	جائیے جائیے ہم آپ مین آتے بھی نہین

میر سوز

تھے وقت نزع منتظر کلمہ سوز سے
جنبش لبونکی دیکھی تو کرتا تھا جام جام

برق

جان عاشق کی گئی نالے ہی کرتے کرتے
تم کہتے رہے کوٹھے سے کہ اُترا اُترا

اُترا اُترا مقصود بالتمثیل ہے۔

(۷) تکریر حشو یہ کہ بعض الفاظ کی تکرار بے اعتبار معنے کے کرین اور یہ بات بطور ظرافت اور دل لگی کے ہوتی ہے پوربہائی جامی کا ایک قصیدہ فارسی مین اس طرح کا ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

ای یہ مجلس پست من ترک چہ گل گل گلہا
مست عاشق شود و والہ دوے دل دل دل

اُردو مین مثال اسکی منشی علی امجد حسین امجد بدایوانی کی نعتیہ غزل کا یہ شعر ہے۔

امجد ہو جسکے غنچۂ دل مین ولاے شاہ
قربان اُس گلے کے ہون ازہار ہار ہار

ازہار زہرہ کی جمع ہے جو پھول کے معنے مین ہے پس اسکے بعد کے دونون لفظ ہار تکریر حشو مین۔ عنایت علی زار نے ایک نظم اُردو کی پوربہائی جامی کی تتبع مین لکھکر اس صنعت کا حق ادا کیا ہے اور وہ بطور انتخاب کے یہ ہے۔

ہے کش مکش مین نزع کی بیمار مار مار
دکھلا دو اپنا جلوۂ رُخسار سار سار

نامہ بھی بھیجا ہم کو تو اُس مدعی کے ہاتھ
زیبا نہین یہ آپ کو کردار دار دار

اک بوسہ اور ہزار دن ہون دشنام اسکے ساتھ
اے مہربان نہین ہین درکار کار کار

آخر تو رکھا دانۂ تسبیح مین چھپا
کیا رشتہ جوڑا توڑ کے زنّار نار نار

کیا کاہلون نے نام توکل کیا خراب
بیٹھے ہین پانون توڑ کے ناچار چار چار

کس واسطے ہین کرتے یہ زردار سرکشی
سر بر زمین ہے شاخ ثمردار دار دار

شب کو رہے رقیب کے ہم سے مکرتے ہو
جھوٹی نہ کیجیے اجی گفتار تار تار

نالون کا میرے طرز اڑاتی ہے عندلیب
جلنے کہین نہ لگ اُٹھے منقار قار قار

انسان اپنے نام کو قائم رکھے مُدام
نیکی سے زیر گنبد دوار وار وار

اس بے وفا نے کی نہ کسی سے کبھی وفا
دنیا پہ دل نہ دیجیو زنہار ہار ہار

دورے مین تیرے ساقی یہ دور شراب ہے
دیکھا جسے وہ پھرتا ہے سرشار شار شار

تونے نہ دیکھا او بُت خودکام کام کام
جان کھوئی ہم نے رُو رُو کے بیکار کار کار

کی دوستی مین دشمنی ہم کو مٹا دیا	دل سا نہوگا دشمن عنتّار دار دار
مانوس ہم سے ہونے لگا کیون وہ بے وفا	صحبت مین اُسکی رہتے ہین اغیار یار یار
دنیا مین کچھ خوشی ہے تو دولت سے ہی ضرور	ہنستے نہ گل جو ہوتے نہ زردار دار دار
چمکی تھی کوہ طور پہ جو برق اے ندیم	وہ بھی تھا ایک پرتو رخسار سار سار
لپٹا مین خواب مین تو وہ بولے الگ الگ	مرجھانہ جائین تازہ و تر ہار ہار ہار
آیا ہے ابر جھوم کے اے محتسب نزدک	رہتے ہین مے پیے کہین میخوار خوار خوار
لاتی سدا ہین دولت دیدار لوٹ کر	آنکھین غضب ہماری ہین طرّار رار رار
اے دل حوادثات سے ہرگز نہو ملول	دُنیا مین ہے کہان گل بے خار خار خار

اے زار ضبط گریہ سے ہم کو یہ خوف ہے توڑے نہ سیل اشک یہ دیوار وار وار

صنعت تصحیف لغت مین تصحیف کے معنے یہ ہین لہ صحیفے کو غلط لکھنا اصطلاح مین یہ ہے کہ شاعر ایسے الفاظ لاے کہ تغیر نقاط سے دوسرے لفظ بن جائین اور اگر مدح ہو تو ہجو ہو جاے مطلوب طالب مین اسکی تعریف یون کی ہے کہ ایسے الفاظ لاوین جو بے ملاحظہ نقاط و حرکات کے مدح سے ہجو ہو جائین امیر خسرو اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین کہتے ہین کہ صنعت تصحیف اور تجنیس خطی مین یہ فرق ہے کہ تجنیس خطی مین دو لفظ ایسے مشابہ ہوتے ہین کہ حرکات و نقاط کے بدلنے سے اُن کے معنے بدل جاتے ہین جیسے مسکین اور مشکین پس ظفر کے اس قول مین۔ ؎

تصور اُسکی مژگان کا مجھے سونے نہین دیتا	بچھا دیتا کوئی نشتر مرے بستر کے نیچے ہی

نشتر اور بستر مین تصحیف نہین ہس جن لوگون نے بوسہ اور توشہ اسکی مثال مین لکھا ہے یہ اُنکی غلطی ہے اور تصحیف یہ ہے کہ تبدیل کے بعد مدح سے ہجو پیدا ہو جاتی ہو اور اول مین یہ بات نہین۔

فرائد غیاثیہ شرح فوائد غیاثیہ مین ملا محمود جونپوری نے اس صنعت کا نام تجنیس تصحیف لکھ کر عابث عائث (مفسد) مثال دی ہے حالانکہ اس کو جناس سے کوئی علاقہ نہین وہان دو لفظ ہم صورت آتے ہین یہان ایک ہوتا ہے جیسے نواب غوث محمد خان والی جاورہ کے سفرنامہ مسمے بہ سیر المحتشم مین ہے اگرچہ صاحب ریاست و حکومت ہین مگر نہایت عاقل لفظ عاقل کی تصحیف غافل کے ساتھ ہوتی ہے موقع ہجو ملیح کا ہے۔

حدائق السحر فی دقائق الشعر میں اس صنعت کے بیان میں اس طرح پر لکھا ہے :-
مصحف وہ ہے کہ شاعر نظم یا نثر میں ایسے الفاظ لائے کہ اُن کے نقاط یا حرکات کو بدلدیں تو مدح کی جگہ ہجو پیدا ہو جاے اور یہ دو طرح پر ہی ایک **مصحف منتظم** اور وہ یہ ہے کہ ہر کلمے کو علیحدہ تصحیف کے ساتھ پڑھ سکیں اور کلمات کی ابتدا و انتہا تصحیف میں ظاہر و معین ہو جیسے اس عبارت میں تعجب ہے کہ اس حبیب عاقل کو کبر پسند ہے اسکی تصحیف یہ ہے تعجب ہے کہ اس خبیث غافل کو کیر پسند ہے دوسرے **مصحف مضطرب** یہ ہی کہ حروف ملے جلے ہوں اس وجہ سے کلمات کے جوڑ غور و فکر کے بعد سمجھ میں آگر تصحیف حاصل ہو جیسے کنز است (بمعنی خزانہ ہے) کہ اسے غور کے بعد کیر اسپ (بمعنی گھوڑے کا عضو تناسل) بھی پڑھ سکتے ہیں اور یہ ہجو ہے ۔

صنعت توسیم لغت میں اسکے معنے ہیں نشان کرنا اصطلاح علم بدیع میں اسے کہتے ہیں کہ شاعر بنیاد قافیے کی ایسے حروف پر رکھے کہ ممدوح کا نام اُس میں آجاے اُسے توسیم اسلیے کہتے ہیں کہ شاعر اپنا نشان قافیے میں دکھاتا ہی جیسے سودا کے اس قصیدے میں ۔

گل حرص نام تخلصے سودا یہ مہربان ہو	بولا نصیب تیرے سبب دولت جہان ہو
گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دلمین	ظاہر ترے یہ ہر جا گنجینۂ نہان ہو
لعل و گہر کی ہووے تجھکو اگر تمنا	مصرف کے بیچ تیرے اشیاے بحر و کان ہو
جاہ و جلال یان تک دیوے تجھے زمانہ	جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو
سنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ	کب اشرفی روپے کا نزدیک عاقلان ہو
تا ہم انکو سے بہتر دنیا مین کیا نشان ہے	یہ بھی کوئی نشان ہی جو فیل پر روان ہو
لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی	رتبہ نہ انکو بیش ارباب ہمتان ہو
جو کچھ کہا ہی تو نے یہ تجھکو سب مبارک	بس یہ اور میرے سر پر میر السنت خان ہو

شاہ نصیر الطاف علی خان کی تعریف کے قصیدے میں کہتے ہیں ۔

سرگرم صفت تیرا دنیا میں ہر انسان ہی	اے مظہر خوبی تو الطاف علی خان ہے

مرزا قربان علی بیگ سالک یاور علی خان کی مدح میں کہتے ہیں ۔

قدم بھرے کرے مشکل سے وہ میرے بیابان کو	بجاے سبزہ روندے ہے جو کوئی خار مغیلان کو
اس کی صفت دیکھو ہوا سے حل نہیں سکتے	لکھا ہے کلک نے جس صفحے پر یاور علی خان کو

[illegible]

ایضاً محمد علی خان کی تعریف مین۔

لیے ساتھ عشرت کا سامان ہی سہرا	ترے سر محمد علی خان ہے سہرا

سودا نے حکیم میر محمد کاظم کی مدح مین کہا ہے۔

علم ظنی ہے طبابت تو یہ سن رکھ ہمدم	متفق البتہ طبا ہین جہان مین باہم

اس قسم کی باتین بیان کر کے پھر ایک شعر لکھا ہے۔

سو تو ان باتون مین ہی خوض طبیبون مین کسے	اس زمانے مین بجز میر محمد کاظم

جرأت

بسکہ گلچین تجھے سدا عشق کے ہم بستان کے	ہوئے نوکر بھی تو نواب محبت خان کے

صنعت ایداع یائے تحتانی کے ساتھ لغت مین کسی کے پاس ودلیعت رکھنے اور کسی کی ودلیعت قبول کرنے اور قوم مین صلح کرانے کے معنے مین ہے۔ اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ ممدوح کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا کہ اُن سے اُس کا نام نکل آئے جیسے یوسف خان کی مدح مین کہین کہ رات جو مین نے تیرے مصحف حسن سے فال کھولی تو سورۂ یوسف فال مین نکلی حدائق الحقائق مین اسی طرح لکھا ہے سید غلام حسنین قدر بلگرامی نے ڈپٹی مرزا عباس کی مدح مین قصیدہ لکھا ہے اُس مین ہے۔

جو یا عباس کہکر مین اُٹھاؤن نیزہ و خامہ	جو کہکر یا علی مین کھینچ لون تیغ ثنا خوانی
ابھی تو مدح کے میدان گڑتا ہے مرا جھنڈا	ابھی تو جھولتی ہے عرش سے تیغ زباندانی

ذوق ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ کی تعریف مین کہتے ہین۔

ابوظفر شہ والا گہر بہادر شاہ	سراج دین نبی سایۂ خدائے قدیر

نشاؔ نے نواب سعادت علی خان کی مدح کے قصیدے مین لکھا ہے۔

چشم و چراغ ہند یہی اک وزیر ہے	یعنی جناب عالی مستحسن الشیم
کیسا وزیر جسکو سعادت علی نے دی	بُرہان ملک اشجع و منصور و محتشم

حافظ عبد الرحمن احسان تہنیت جشن شاہ عالم بادشاہ کے قصیدے مین لکھتے ہین۔

سحر عروس طرب نے دکھایا اپنا جمال	خوشی سے ہو متبسم کہا کہ اُطلاقی الجال
بصد نیاز کہا مین نے اے سراپا ناز	تو کون ہی مجھے بتلا بائین خشکوہ و جلال
کہا کہ نام ہے میرا خوشی اہو تو	کہ میرے نام سے بھاگے ہی درد و رنج و ملال

یہ مژدہ ہے کہ تو لے مزدِ تہنیت اب لکھ	برائے جشنِ شہ خوش خصال و نیک اقبال
فلک جناب سحاب کرم شہِ عالم	محیط فیض خجستہ سیر بلند اقبال

ذوق اکبر شاہ کی مدح مین کہتے ہین۔

نام کو اللہ اکبر کیا ترے توقیر ہے	داخل ہر بانگ ہے شامل ہر تکبیر ہے

صنعت متتابع لغت مین متتابع پے در پے کے معنے مین ہی اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ بات مین سے بات نکالین اور الفاظ اس طرح آوین کہ ایک کی متابعت کی وجہ سے دوسرا آوے جیسے۔

منیر

سوئے میخانہ جو وہ دیکھے نگاہِ قہر سے	تاک مین انگور انگورون مین نہان ہو شراب
شیشہ پتھرون مین چھپے پتھر نہان ہو کوہ مین	کوہ زیر خاک بھاگے خاک ڈھونڈھے قعر آب

ولہ

یا الٰہی رہین جب تک فلک و ماہ و نجوم	تا کہ ہی سبز زمانے مین چمن خلقت کا
تا چمن مین ہی نہال اور نہالون مین شاخ	تا کہ ہی شاخون مین گل گل مین اثر نکہت کا
تا کہ رنگت مین لطافت ہی لطافت مین صفا	تا صفائی سے روان قافلہ ہے نکہت کا
تا کہ نکہت سے دماغون کو ہے کیفیت عطر	تا کہ ہو عطر سے روحون کو مزہ راحت کا
راحت و عیش بڑھے جاہ و حشم افزون ہو	ترے قبضے مین خزانہ رہے ہر دولت کا

خلیق منشی عبدالخالق دہلوی

درگاہ قطب صاحب سنگ مزار دیکھے	پتھرون مین پھول دیکھے پھولون مین خار دیکھے

شیخ محمد جان شاد

منشی شاد ثنا خوان ہے یہی تجھ سے مدام	تو ہے تا تیری خدائی ہی خداوند زمین
ابر مین برق ہی تا برق جہند مین چمک	سیب دریا مین ہی تا سیپ مین ہی دُرِّ عدن
خاک مین ذرے ہین تا ذرون مین ہی مہر ضیا	پتھرون مین ہین شرر تا ہی شررون مین جلن
خال ہین چشم مین تا چشم مین ہی نور بصر	نافہ آہو مین ہی تا نافے مین ہی مشک ختن

آسمان قدر مسیحا کی طرح ہو ممدوح
بعلیؑ و بزہراؑ و حسینؑ و حسنؑ

منشی ہیرالال شہرت

جوش بہار غم الفت تو دیکھیے | داغ سے گل گل سے چمن ہو گیا

ذوق

نجار ارض سے تا ابر ہوا ور ابر مین پانی | روان پانی سے تا دریا ہوا ودریا سے طغیانی
زمین مین تا ہو کان اور کان مین ہو جوہر کانی | پیے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی

تری شمشیر جوہر دار مین نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضے مین ہمیشہ گہر ہو کان پرزر ہو

رکھین تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر مین | گل تر تا ہو گلدان مین تری تا ہو گل تر مین
رہے نافے ہین مشک اذفر اور مشک اذفر مین | صدف مین تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر مین

ترے ابر کرم سے باغ عالم تازہ و تر ہو
شمیم خلق سے تیرے جہان یکسر معطر ہو

گلستان مین ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا | نیستان مین ہو تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نہال تاک مین انگور ہو انگور مین صہبا | نشہ صہبا مین ہو اور ہو نشہ جبتک نشاط افزا

شراب عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشن جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

ظفر

جی جلائین کیون نہ میرا یہ بتان سنگدل
دل ظفر ان کا ہی پتھر اور پتھر مین ہے آگ

صنعت تزلزل یا متزلزل ملا خیرالدین نے خیر البلاغت کے ایک رسالے مین لکھا ہے کہ یہ صنعت اس طرح ہے کہ حرف کی حرکت کے تغیر سے مدح مذمت ہو جاے جیسے

ہے دعا میری یہ تجھ سے کردگار
اُسکے سر کو رکھ ہمیشہ تاجدار

تاجدار مین اگر جیم کو ساکن پڑھین تو مدح ہے اور اگر اُس کو مکسور پڑھین تو مذمت ہو جاے سکون کی صورت مین مراد یہ ہے کہ سر پر تاج حکومت رہے اور دوسری صورت مین

یہ معنے ہوئے کہ مقتول ہوکر سر اسکا دار یعنی سولی پر ٹنگا رہے دوسری صورت مین سر مضاف ہے اور دار مضاف الیہ۔

صنعت قلب وہ یہ ہی کہ کچھ الفاظ اس طرح پر واقع ہون کہ دونون لفظون کے حروف ترتیب مین یکسان ہون اسطرح کہ نوع اور عدد اور ہیئت اُن کی متحد ہو مگر حروف کی تقدیم و تاخیر مین فرق ہو اس طرح کہ جو حرف پہلے لفظ مین مقدم ہون وہ دوسرے لفظ مین مؤخر ہون اسکو **تجنیس قلب** بھی کہتے ہین اور تجنیس کی قسم شمار کرتے ہین اور یہ صنعت کئی قسم پر مستعمل ہی۔

(۱) **مقلوب کل** یعنی سب حروف کلمے کے علی الترتیب منعکس ہون جیسے کاخ خاک اور فرش شرف اور عرش شرع اور حور روح اور تارہ رات اور زلزلہ زار اور رفرف فر رفرف۔

میر محمد زکی

وصف اُس صرصر شیم کا کوئی لکھے یا پڑھے	ذہن دوڑے صورت رفرف چلے فرفر زبان

ناسخ

کو بکو دن بھر وہ ہر جائی پھر اکرتا ہی روز	رو رہی مانند خورشید درخشان پائون مین

ظفر

رات بھر مجھکو غم یار نے سونے نہ دیا	صبح کو خوف شب تار نے سونے نہ دیا

امانت

دُنیا مین ہے خزانہ لڑائی کا گھر سدا	از روے غور گنج کو اُلٹو تو جنگ ہے

خواجہ وزیر

خوبرو یون و ضرر پہونچا سکے کیا انقلاب	حور ہو جائے جو لکھے کوئی اُلٹا نام روح

انشا

ابھی جھڑ لگائے بارش کوئی مست بھرکے نعرہ	جو زمین پہ پھینک مارے قدح شراب اُلٹا

ولہ

جو تو باتون مین ٹُرکے گا تو مین جاؤنگا کہ سمجھا	مرے جان و دل کے مالک نے مرا کلام اُلٹا
مجھے مار کیون نہ ڈالے تری زلف اُلٹ کے کافر	کہ سکھا دیا ہے تو نے اُسے لفظ رام اُلٹا
سحر ایک ماش پھینکا جو مجھے دکھاکے اُسنے	تو اشارہ مین نے تاڑا کہ یہ لفظ شام اُلٹا
فقط اس لفافے پر ہی کہ خط آشنا کو پہونچے	تو لکھا ہی اُسنے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

دبیر

اُٹھیں عقلا شرع کو تو عرش ہو پیدا	ایمان و شریعت پہ سدا قبضہ ہی ان کا

ولہ

سرتاج فلک فرش درشاہ نجف ہے	اُس فرش کو دیکھا جو اُلٹ کر تو شرف ہے

ولہ

سلطان صبح نے رخ آفاق فق کیا	اور دور نے قمر کو اُلٹ کر رمق کیا

(۲) مقلوب بعض اسے کہتے ہین کہ کلمے کے بعض حروف کی ترتیب منعکس ہو جیسے قریب رقیب اور رشک شکر اور کمال کلام اور رحیق حریق اور علم عمل اور مرحوم محروم اور حامی ماحی۔ جیسے "صبح کا ستارہ" کی یہ عبارت۔

"جو شخص اس کتاب سے فائدہ پاوے اور نفع اُٹھاوے اُس سے اُمید ہی کہ اس مغموم کو اور اُن دونون مرحوم کو اپنی دعا سے محروم نہ کرے"!!

ذوق

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد	حامی شرع بنی ماحی شرک و بدعت

قلق

اُٹھ گیا پاس اب قرابت کا	رشتہ پیدا ہوا رقابت کا

شرر

کسان ـ بحث ہے علم کلام مین رہتی	ذہن مین لوگ بہت قیل و قال کرتے ہین

مثنوی زائر

انسان کے لیے الم ہوا مال	جس نے پایا رہا وہ پامال

(۳) مقلوب مستوی یعنی تمام لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر مقلوب کرنے سے وہی لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر حاصل ہو الفاظ کی مثال جیسے باب بے عیب شاباش نادان کبک لعل گنگ بے زیب قلق ـ نان ـ دبد ـ دد ـ دود (بمعنی دھوان) توت تخت دید گرگ لیل کمک تمت تھم الا ایا ما قرق ہمہ نالان تانان واما دھو ہوم میم نون واو۔

ذوق

درد مین مین لوٹتا ہون کس کو میرا درد ہے	ہون مین لفظ درد جس پہلو سے اُلٹو درد ہے

انشا

اُٹھتی ہے اپنے دل سے کچھ ایسی ہی ہوک سی	پڑجاتی جس سے وشت مین ہے ایک کوک سی

المؤلفہ

سر قفس سے دم بدم بیفائدہ ٹکراے ہے	بلبل نادان نہین ہن ترے بس کی تیلیان

فقرے کی مثال۔

ظفر

یہ آنا جانا دم کا ہے فقط اُسکی عنایت پر	کسی کی آمد و رفت نفس مین کچھ نہین چلتی

آنا جانا کو اگر آخر سے پڑھین تو یہی عبارت حاصل ہوگی۔

شعر کی مثال۔

نظام ساکن جاورہ

نم شدت کا سے در دہ سالت دشمن ا	اشک ہر گاہ مُر کا خاک رہا گرہ کشا

تمام شعر مقلوب مستوی ہے۔

ضامن علی جلالی

وہ شرابی آئے بارش ہو	یارب ابر آئے یارب ابر آئے
خوش ہو وہ شوخ خوش ہو وہ شوخ	یارب صبر آئے یارب صبر آئے

مقلوب مستوی کی ایک قسم اور ہے اور وہ یہ کہ ایک عبارت کے قلب کرنے سے اور ایک عبارت حاصل ہوجائے لیکن دوسری عبارت بھی ایسی ہو کہ اگر اُسکو قلب کرین تو عبارت او ، حاصل ہوجائے جیسے۔

انشا

رواج اور یہ ہے وہ ہوا آشنا انشا	کہ ہو رہا ہو وہ آگاہ رہ اہل کلام

پہلے مصرع کے قلب کرنے سے یہ عبارت حاصل ہوتی ہے۔ آشنا انشا وہ ہو یہ ہے رواج اور ۔اور اس دوسری عبارت کے قلب کرنے سے وہی پہلی عبارت یعنی تمام مصرع حاصل ہوتا ہے۔

(۴۷) **مقلوب مجنح**۔ لفظ مجنح مشرف کے وزن پر مفعول کا صیغہ ہے اسکے معنی بازودار کے ہین اور اصطلاح مین اُسے کہتے ہین کہ الفاظ مقلوب مین سے ایک لفظ بیت کے اول مین واقع ہو اور دوسرا لفظ بیت کے آخر مین جیسے اس شعر مین سوداؔ کے جو میر ضاحک کی ہجو مین ہے۔ ع

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر	رحم مادر مین اُلٹا نکلا ہو میسر

فائدہ اگر دو لفظ مقلوب پاس پاس علی الترتیب واقع ہونگے اور ان مین کسی دوسرے لفظ کا سوائے حرف عطف یا حرف جر یا اُنکی مثل کے فاصلہ نہوگا تو اُسکو **مقلوب مکرر** اور **مقلوب مُزدوج** اور **مقلوب مُردّد** کہین گے جیسے۔

داغ

وہ تیرا دور ہے علم وعمل سے شادر ہتے ہین	فقیہ ومفتی وصوفی وشیخ وحافظ وقاری

علم وعمل مقلوب بعض ہین اور دونون پاس پاس واقع ہین۔

شباب

صدمۂ فرقت سے بھی اُس حور کے بیتاب روح	آنسوؤن کا آنکھ سے اِک دم نہ ٹوٹا تار رات

تار اور رات مقلوب کل ہین اور دونون قریب قریب واقع ہوئے ہین اور حور روح بھی مقلوب کل ہین۔ اور یہ بھی ایک قسم قلب کل کی ہے کہ چار مصرعون مین لفظ اول مصرع ثانی کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع اول کا اور لفظ اول مصرع سوم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع ثانی کا اور لفظ اول مصرع چہارم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع سوم کا اور لفظ اول مصرع اول کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع چہارم کا مثال۔

از چمن بے نظر

رات کو اُس گلبدن کے تھا گلے کے بیچ ہار	راہ مین تھا وصل کا مائل اگرچہ مثل مار
رام ہو کر آگیا وہ بر مین میری رشک حور	روح کو تے کھینچے تھا اُسکی زلف کا ہر ایک تار

از دریائے لطافت

رت پر پیدا ہمیشہ ہووے نوبر	رب کی قدرت سے ہوتے ہین اسب ور
بد جو کوئی یہ بات کرے اُس کا تن	نت کھیچے قمچیان لگا خون سے تر

اسی کے قریب ہی یہ بند۔

یعقوب علیخان نصرت

صمصام آبدار ہے رشک پری وحور	روح عدوے شہ کو سرافیل کا ہی صور
روس وعراق وشام مین ہے عالم نشور	روشن ہی سب پہ حشر ہی عالم مین دور دور
رود فرات ودجلہ سے بھی بڑھکے آب ہے	سیر تیغ تیز وہ ہی کہ جو لاجواب ہے

صنعت ردالعجز علی الصدر۔ ناظرین کو علم عروض کے بیان مین معلوم ہوچکا ہے کہ عروضی بیت کے مصرع اول کے جزو اول کو **صدر** اور جزو آخر مصرع اول کو **عروض** کہتے ہین اور جزو اول مصرع ثانی کو **ابتدا** اور جزو آخر مصرع ثانی کو **ضرب و عجز** بولتے ہین اور درمیان بیت مین جو کچھ رہا وہ **حشو** ہی پس اس صنعت مین یہ مراد ہی کہ جو لفظ عجز یعنی جزو آخر مصرع ثانی مین مذکور ہوا وہی صدر مین یعنی جزو اول مصرع اول مین مذکور ہو۔ ہرچند کہ لفظ صدر سے جزو اول مصرع اول کا سمجھا جاتا ہے لیکن یہان عام ہی اور اُس سے ہر جز ماقبل عجز کا مراد لیا گیا ہے خواہ حشو ہو خواہ عروض خواہ ابتدا اسی وجہ سے ابی ہلال حسن بن عبداللہ نے کتاب صناعتین مین لفظ ردالاعجاز علے الصدور لکھا ہی اس لحاظ سے اس صنعت کی چار قسمین قرار دی گئی ہین

پہلی قسم ردالعجز علی الصدر یہ صنعت نثر و نظم دونون مین جاری ہوتی ہے نثر مین اس طرح کہ جو لفظ فقرے کے اول مین آوے وہی فقرے کے آخر مین آوے اور نظم مین اس طرح جاری ہوتی ہی کہ جو لفظ صدر یعنی جزو اول مصرع اول مین آیا ہو وہی عجز مین آوے اور یہ چار حال سے خالی نہین خواہ وہ لفظ بطور تجنیس کے ہون یعنی وہ دونون لفظ صنعت تجنیس کی رکھتے ہون خواہ بطور تکرار کے یعنی الفاظ مکرر بغیر رعایت تجنیس کے آوین خواہ ردالعجز علے الصدر مع الاشتقاق ہو یعنی وہ لفظ ایک مادّے سے مشتق ہون خواہ ردالعجز علے الصدر مع شبہ الاشتقاق ہو یعنے وہ لفظ مشابہت اشتقاق کی رکھتے ہون اور تجنیس مین کسی خاص قسم کی قید نہین بلکہ عام ہی کہ کسی قسم کی بھی تجنیس ہو۔

ردالعجز علی الصدر مع التجنیس۔

تراب

بال کھولے کیا تماشا کرگیا | ہوگیا عاشق پہ جینا وبال
خال کو کس طرح چوے مرغ دل | رخ پہ اُسکی زلف نے ڈالا ہی جال

لال لب پہ پان کی لالی غضب
وصف مین اُسکے زبان ہوتی ہی لال

چونکہ جزو اول اور جزو آخر اور جزو درمیانی سے مراد الفاظ کا اُس قدر حصہ ہی جو کسی رُکن کے مقابل واقع ہو تو اس صورت مین یہ شعر مذاق کا بھی اسی صنعت مین ہوگا۔ ؎

پیر و مُرشد خلق کا پیدا ہوا | خوش ہر اک طفل و جوان و پیر ہے

کیونکہ ۔ عجز مین جو لفظ پیر واقع ہی اگرچہ وہ رابطے سے بیشتر ہی مگر وہ اور رابطہ دونون فاعلن کے مقابل مین واقع ہوے ہین اسلیے پیر شعر کے جزو اخیر مین سمجھا جاتا ہی ۔

ذوق

مارے گر سیلی وہ زُلف پُر عرق	جھڑ پڑین دندان دہان مار کے

ناسخ

دے گھٹا کو نہ مرے دیدۂ تر سے نسبت	آبرو میری نہ ہم چشمون مین ای یار گھٹا

ولہ

سودۂ الماس کھا کر سُور ہون ہا	زندگانی ہجر مین بے سُود ہے

نور

آرہ تو سر پہ چلا میرے ولیکن اب تو	شوق مین تیرے مے جاؤنگا آرا رے

ردا ۔ علی الصدر مع التکرار ۔

انسیم دہلوی

خط نامہ بر کو پھیر دیا اور یہ کہا	کنا کہ ہمنے جان لیا مدعاے خط

حالی

قیصر کے گھرانے پہ رہے سایۂ یزدان	اور ہند کی نسلون پہ رہے سایۂ قیصر

گویا

محمدؐ سے صفت پُوچھو خُدا کی	خدا سے پُوچھیے شانِ محمدؐ

مومن

دل ابکی بار ہوا ایسی بے جگہ مائل	کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے گا دل

ظفر

نکالے ہین یہ اشک گرم ہمنے	کہ چشم تر سے ہین اخگر نکالے

ولہ

چرخ کی بے مہریون سے ڈر ہی یہ ای مہر وش	تو جو آوے میرے گھر ایسا نہو سُن پائے چرخ

چرخ ساغر مین بھرے کس کے مے گلرنگ عشق
ہوگیا زہر آب غم سے سبزۂ مینائے چرخ

گویا

رقص کی اُسکے صفت گویا نہ پوچھ | دل کو کردیتا ہے بے آرام رقص

نشی

دروغ آگے مردم کے ہے بے فروغ | بھلا کسلیے کوئی بولے دروغ

مؤلفہ

آئینہ خانے مین اُسکے دیکھ تو بھی بشوق | ہے لگا دیوار و در سے کس ادب سے آئینہ

ردالعجز علی الصدر مع الاشتقاق۔

انشا

مفرح اپنے شفاخانۂ عنایت سے | شتاب بھیج کہ انشا کو جلد ہو تفریح

ظفر

نکل جائے ظفر دم ساتھ اُس کے | جو دل سے تیر وہ دلبر نکالے

ولہ

سُنتے ہو جسکا ملک سلیمان مین شور حُسن | دھوم اُس پری کی جا کے پرستان مین سُنو

غلام حسینخان قدیر

جلایا جو پروانہ سان اُس نے مجھکو | کہا مین نے بھی شمع رو اُس کو جل کر

نلسخ

بھیجنا خط کا کیا اُس بُت نے ترک | اب خدایا موت کا پیغام بھیج

امراؤ مرزا ناداں

کھینچ کر نالہ مصور رہ گیا | جب کہا تو یار کی تصویر کھینچ

تراب

توڑ کے پھر جوڑنا دشوار ہے ممکن نہین | شیشۂ دل کو مرے ای سنگدل ظالم نہ توڑا

ضامن

مار ڈالو جو مارتے ہو جی | چشم خونخوار نے ہمین مارا

حالی

تسخیر فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا | اور تو نے کیا ہر دل عالم کو مسخر

ردالعجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق۔

ذوق

چینی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم ۔۔۔ ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین چنپت

ولہ

چینی تو نے افشان جو اے مہ جبین ہے ۔۔۔ ستارون مین کیا کیا چنان اور چنین ہے

ناسخ

سودۂ الماس کھا کر مر رہون ہا ۔۔۔ زندگانی ہجر مین بے سود ہے

دوسری قسم ردالعجز علی الحشو یعنی جو لفظ عجز مین واقع ہو وہی حشو مین واقع ہو اور حشو یہان عام ہے خواہ مصرع اول کا ہو خواہ مصرع ثانی کا اور ہر ایک مین وہی چار صورتین متذکرۂ قسم اول پیدا ہو سکتی ہین - اولاً حشو مصرع اول کی صورتین لکھی جاتی ہین۔

ردالعجز علی الحشو مع التجنیس

حسن

مردم مری پری پر وہ تم پر مرے ۔۔۔ اب اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے

اس شعر مین تجنیس محرف ہے دوسرے مصرع اول کے حشو مین پری یاے معروف سے اور مصرع ثانی کے عجز مین پرے یاے مجہول سے ہے۔

حسرت

مین نے کہا رم مجھ سے نکر رام ہو تک ۔۔۔ کہنے لگا کیا چیز ہے رم جانے رام

پہلے مصرع کے حشو مین ایک رم ہے اور ایک رام ہے اور عجز مین رام ہے پس رم اور رام مین تجنیس زائد و ناقص ہے اور رام و رام مین تجنیس تام ہے۔

ذوق

یہ آفتابی و کرسی خدا کرے فرخ ۔۔۔ بحق سورۂ والشمس و آیۃ الکرسی

جانصاحب

وصف مین چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا
جانصاحب نے بھی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی ہاے

ردالعجز علی الحشو مع التکرار۔

عشرت

اسیر اُلفت گل مثل بُلبُل ہے | بدل خار وصال حسرت گل

مولوی محمد حیات رامپوری شاگرد ذوق

مجھکو اُس چاند کے تصور نے | شب دیجور مین دکھایا چاند

ناسخ

وصل مین تھا صبح سے بیزار مین | ہجر کی شب مجھسے ہے بیزار صبح ہا

نظیر

سو بار حریر اُس کا مسکا نہ کہ گل سے | شبنم سے کبا ہے بلبل پیراہن گل مسکا

ظفر

تمھارے پانون بھی دھو دھو کے پیے عاشق نے | بدل مین [illegible] فائدہ کیا اور [illegible] سمجھ کے پیے

غالب

آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف تھا | ہے فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت

رد العجز علی الحشو مع الاشتقاق۔

غالب

ہم پکارین اور کُھلے یون کون جائے | یار کا دروازہ پاوین گر کُھلا

سودا

یقین تو جان گیا ٹوٹ دل ہمارا وون ہی | جو خار تجھکو [illegible] ہے پانون مین ذرا ٹوٹا

ظفر

تمنے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمین | ہمنے تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا دیا

ولہ

بہت سی آپکے ملنے کی ہم گھاتین لگاتے ہین | نہین جب ہے تو کیا رہ گھاتین ملتے ہین

سودا

کرلے یہ گر منفعل انکے ہو تیرا خیال | سو تو غلط ہے سمجھ ان کو نہ انفعال

رد العجز علی الحشو مع شبہ الاشتقاق۔

ظفر

مجھے ڈر ہی نہ پہونچے پہونچون کے بوجھ سے صدمہ | کہ نازک ہی نہایت ہی ترا اے نازنین پہونچا

انشا

جو اہل فقر شاہ گھاری کے ہین مرید | پالے ہین اُن سبھون نے کبوتر گھارے

ان سب مثالون مین حشو سے حشو مصرع اول مقصود تھا اب حشو مصرع ثانی کی مثالین دی جاتی ہین۔

ردالعجز علی الحشو مع التجنیس

دبیر

جس شب کہ گئی سوتا تھا وہ بندۂ حق بین | پھر عقد کو شیرین ملی کیا خواب تھا شیرین

ذوق

مثال خضر تو اے رہنما ے ملت و دین | جہان مین پیر ہو پیر ہو کرامتون سے پیر

قلق

اس قدر زیست سے ہوا ہون تنگ | ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ

نواب مصطفٰے خان شیفتہ

لیکن مبالغہ تو ہی البتہ اس مین کم | ہان ذرا خد و خال اگر ہی تو خال خال

شمس العلما مولوی نذیر احمد

مگر پناہ نہین آہوے حرم کو بھی | کہین جہان مین جس دم قضا بچھائے دام

ردالعجز علی الحشو مع الاتحاد

دبیر

یہ پوچھنا مین بھول گئی واے مقدر | تاریخ مقرر نہین آنا ہے مقرر

ناسخ

گلزار حسن یار کی بھی طرفہ ہے بہار | عارض پہ خط سبز نہین ہین یہ خار سبز

ولہ

ہوتا ہے قصد اور کسی بات کا اگر | کرتے ہین میرے ہونٹھ ہی بات ہاے ہونٹھ

امانت

نادان کی محبت مین ہے سو طرح کا دھڑکا | دل دو نہ کسی لڑکے کو مین ایسا نہین لڑکا

نشی

زمین پر جہاندار فیروز بخت	بچھایا ایک تخت اپنے پہلوے تخت

داغ

تو غمزدہ ہے آپ سے نادان کس لیے	کر تو بھی خوب عیش جو ہو سازگار عیش

ردالعجز علی الحشو مع الاشتقاق۔

صفیر

وعدے پر اُنسے جو مانگون تو یہ فرماتے ہین	طلب بوسہ نہ ٹھہری یہ تقاضا ٹھہرا

میر

جسکے ہے پال تو نہین قنات	جسکے ہے فرش تو نہین فراش

مومن

ہے طبع مین ہر سوز فزون رنج فزائی	اپنے مین سماتے نہین کیا دلمین سمائی
کیون ہاتھ سے جاتے ہو تم آنا بھی نہ آؤ	جو تم کو ستایا کرین تم اُن کو ستاؤ

انیس

جو تیرا محب ہے ہمین اُس سے ہی محبت	جو تیرا عدو ہے ہمین اُس سے ہی عداوت

ردالعجز علی الحشو مع شبہ الاشتقاق۔

بیدل

سینے پہ آکے رکھتی ہین وہ دست مرحمت	دیتی ہین دل کے گھاؤ کو آرام گھائیان

انشا

رات پردے ہاتھ میرے آگ سی اک جھونکدی	گد گدی آمیز چٹکی کا نیا تھا چٹکلا

انیس

نعمالون کے اونٹون سے فناتون کو آتارا	میدان کو ادھر باد بہاری نے بہارا

چودھری محمد سعید الدین حسین رئیس گھیڑہ بدایون

کیجئے گا سعید آپ تصور مین زیارت	اچھا یہ قرینہ ہے اویس قرنی کا

تیسری قسم ردالعجز علی العروض یعنے جو لفظ مصرع ثانی کے جزو اخیر مین واقع ہو وہی لفظ

سے وآخر مصرع اول مین ہو-

ردالعجز علے العروض مع التجنیس

رقت

ہمارے سامنے مت ابر بار بار برس	جو ہم سے ہو سکے تجھ سے نہو ہزار برس

میرحسن

بھری تھی دلون سے زبس اُسکی مانگ	لیبت دل لیے اُسکی کنگھی نے مانگ

دبیر

صدقے لیے بازو جو عملدار نے شہ پر	یاقوت کے بخشے اُسے غفار نے شہپر

ہدایت

سینے کے تیرے کھلتے ہی ای میری جان بند	آئینہ ساز کر گئے اپنی دُکان بند

الشا

نجیبون کے گھر مین نہین کوئی نر	چمارون کے حصے پڑی ہے نری

نسیم

بازو مین نہ تو سے گرہ باندھ	سمجھاؤن جو پند اُسے گرہ باندھ

تسلیم

وہ زبان برگ گل سی اُسکی لال	جسکی تعریف مین زبان ہے لال

آغا اکبرآبادی

شوق زور و نبہ ہی ضعف دل بیمار گھٹا	آؤ میخانہ چلین آئی دھوان دھار گھٹا

ردالعجز علے العروض مع التکرار - یہ صنعت ہر مطلع مردف مین ہوتی ہی-

میرعلی اوسط رشک

مجھکو نہین یقین کہ تجھکو ملا دہن	سچ بات ہی تو میرے دہن سے ملا دہن

ولہ

گرد عارض یون نہ رکھے وہ بت بے پیر زلف	چہرہ ہی تصویر دن کارات کی تصویر زلف

معروف

مے کے پینے سے تو ہر چند نباہی توبہ	بد منون سے یہ خجل ہون کہ الٰہی توبہ

نظام رامپوری

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اُٹھا کے ہاتھ | دیکھا جو مجھکو چھوڑ دیے مسکرا کے ہاتھ

واسطی

خزان کا خوف کہان ہے عجب بہار مین روح | بسی ہے جا کے کسی گلبدن کے ہار مین روح

ردالعجز علے العروض مع الاشتقاق

خواجہ وزیر

دہن یار مین ہستی کی اُوداہٹ دیکھی | چمن ملک عدم مین گل سوسن دیکھا

بیان

بیان کا یہ پیغام لے جائیو | صبا اُسکے کوچے مین گر جائے گی

ظفر

ذرا بھی سامنے میرے اگر عدو بگڑے | تو مُنھ کو دون ابھی اُسکے مین ایک پل مین بگاڑ

قصۂ شاہ و گدا

جو دیکھا اُسکے تئین بس مضطرب حال | کہا پھر کرکے استفسار احوال

سودا

مضطرب برق سے نہو یون حال | بادلون سے جو اُس کا تھا احوال

نواب کلب علیخان

بجائے گردہ اعجاز کلیم اس کو تم جانو | اگر یون رنج مین نواب جانبر ہو تو مین جانون

ردالعجز علے العروض مع شبہ الاشتقاق۔

عشرت

تھی گہوارہ لوگون نے اُتارا | فلک سے جس طرح ٹوٹے ہے تارا

غفلت

فغان ہے بخت بد سے ایک تو بیمار خوبان ہے | بتاتے ہین اطبائے زمانہ اُسیہ خوبانی

ذوق

سمجھے شیر آپ کو ہزار غنیم | اُسکے بر سامنے ہے مثل غنم

چوتھی قسم ردالعجز علے الابتدا یعنی جو لفظ مصرع ثانی کے جزو آخر مین ہو وہی لفظ اُس مصرع

کے جزو اول مین ہے۔

ردالعجز علی الابتدا مع التجنیس۔

خوشتر

بہت شادان ہوا شاہ زمانہ
خرابہ مین ملا اُس کو خزانہ

انشا

اک گزگڑی اور روپے کے پنکھے یہ تو ہر گز
پھبتی نہین اسکندر و داراب کی پھبتی

رنگین

ایک بیک گھبرا کے وہ اٹھا پکار
مار تیرے ہاتھ مین ہے اسکو مار

میر حسن

خواصون نے کر دیا انتظام
تمامی کے پردے لگائے تمام

ردالعجز علی الابتدا مع التکرار

روشن بیگ امی

ڈرتا تھا کہ پہونچے مین نہ آجائے لچک
ہاتھ سے چھوڑ دیا مین نے ترا جان کے ہاتھ

ہلال

پانون تیرے کٹ مین پامال کرجائے نہین
ایڑیان ہمکو رگڑواتی ہین اکثر ایڑیان

غالب

وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے
ناز کھینچون بجائے حسرت ناز

ہو گیا آگے تمہارے رنگ پریون کا سفید
باد
رقص کہتے ہین اسے بس ہی اسی کا نام رقص

رند

قسم خدا کی بتو عشق پاک ہے تم سے
غرض سے ہے مجھے مطلب نہ مدعا سے غرض

ناسخ

کر رہا ہے ایک کافر [illegible] کا قتل
الغیاث اے اہل ایمان الغیاث

ساری غزل اسی صنعت مین ہے۔

ظفر

جگر کے کرتے ہین ٹکڑے یہ پارہ الماس
پیے جو اشک کوئی بتلا سمجھ کے پیے

ردالعجز علے الابتدا مع الاشتقاق۔

انشا

جو مجھ مین اور اُس مین دھما چوکڑی مچی	فراش بولے لعد ہوئی یہ تو جنگ فرش

ولہ

نظر آئے مِسّی آلودہ وہ دندان اُسکے	حسن کے سین کے دندانے بوجہ احسن

ذوق

جس طرح سے کہ ہنسا دینے کو بیٹھے ہوئے لوگ	نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

آتش

خط سے رہا نہ حُسن رُخ یار کا فروغ	بجھنے نے اُس چراغ کے دل کو بجھا دیا

سودا

عہد مین حسن کے تیرے جو پیمبر ہو کوئی	معجزات اُسکے مین ہر صبر بڑا ہی اعجاز

قلق

مجھ حزین پر تو اے قمر سیما	عقد کے بعد یہ کھُلا عقدا

میر

جہان میسّر زیر و زبر ہو گیا	خرامان ہوا جب وہ محشر خرام

ردالعجز علے الابتدا مع شبہ الاشتقاق حکیم ضامن علی جلال نے شہر رامپور مین سنہ ۱۳۰۱ھ مین یہ رباعی اس صنعت مین راقم آثم کی درخواست پر لکھی تھی۔

رباعی

عید آتی ہے ہو گا غم ہجران رخصت	شہر رمضان سے ہے اسی کی شہرت
عاشق سے گلے ملے گا اپنے وہ ضرور	غیرون سے اگر نہ ملنے دے گی غیرت

امیر

نہین سُونا ہی ممکن ہجر مین نیندا نہین سکتی	طلا یہ پھر رہا ہے آنکھ مین طوق طلائی کا

انیس

اُس مین یہ مہر بھی ہے جو ہے فاطمہ کا مہر
شہرہ ہے تازیون کی تواضع کا شہر شہر

مولوی محمد اسمٰعیل

عابد زاہد فقیر جوگی	صوفی کا بھی ہو گیا صفایا

ذوق

ترا سمند رہے وہ تیز رو کہ وقت خرام	نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی شناس کا نظیر

بعض شعرا نے یہ صنعت علیحدہ ہر مصرع مین لا کر نئی بات نکالی ہے یعنی جزو اول و آخر مصرع اول کا یکسان لاتے ہین اور جزو اول و آخر مصرع ثانی کا یکسان گویا ہر مصرع کے جزو اول اور جزو آخر کو صدر و عجز قرار دے لیا ہے اور اگر یہ کہین کہ مصرع ثانی مین رد العجز علے الابتدا اور مصرع اول مین رد العروض علے الصدر ہے پس صنعت علیحدہ ہو گی تو ہم کہین گے کہ اس صنعت کا علم بدیع کی کتابون مین کہین نام نہین پس بہتر قول اول ہے جیسے اس شعر مین۔

میر

آنت شیطان کی ہے اُسکی آنت	دانت اُسکا ہے ہاتھی کا سا دانت

انیس

شاد اس کو کیا جسنے مجھے اُسنے کیا شاد	بیداد ہوئی اسپہ تو مجھپر ہوئی بیداد

حالی

لگاؤ تو لو اپنی اُس سے لگاؤ	جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ

ولہ

کفایت جہان چاہیے وان کفایت	سخاوت جہان چاہیے وان سخاوت

صنعت محاذی یہ صنعت بھی رد العجز علے الصدر کے قبیل سے ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ لفظ آخر مصرع اول کا لفظ اول مصرع ثانی ہو اور لفظ آخر مصرع ثانی کا لفظ اول مصرع ثالث ہو اور لفظ آخر مصرع ثالث کا لفظ اول مصرع رابع ہو ایسے ہی جہان تک اتفاق پڑے۔

مثال اسکی۔

از دریاے لطافت

آتا نہین کیون میرا وہ آسایش جان	جان جسپہ فدا کرتے ہین سب اور ایمان

ایمان ہے میرا محبت اُس کی دائم
دائم اُس کو بھی مجھپہ ہے لطف نہان

رنگین

فرہاد کو شیرین جو بہت آتی یاد	یاد اُسکی مین اپنے دل کو رکھتا وہ شاد
شاد اُس کا ہمیشہ ذکر رکھتا اُسکو	اُس کو کر یاد شاد رہتا فرہاد

اور حکیم ضامن علی جلال کی یہ رباعی بھی جو راقم کی تحریک سے لکھی ہے اسی صنعت مین ہے۔

رباعی

گردن تری شیشہ انکھ ہے پیمانہ	پیمانہ کی طرح چال ہے مستانہ
مستانہ ہر اک روش ادائین سرشار	سرشار نگہ ہے ساقی میخانہ

صنعت قطار البعیر یعنے شعر مین لفظ آخر مصرع اول اور لفظ اول مصرع آخر ایک سے ہون۔ جیسے۔

لطف

غربال ہوے پانون طلب مین تری ہیہات	ہیہات تو اے کعبہ مقصود کہان ہے

انشا

مفلسا بیگ جو عاشق ہین کہان یاد مین زر	زر ہو اُس پاس جو پیارے کی رسائین مارے

ظفر

ہوگیا جس دن سے اپنے دل پر اسکو اختیار	اختیار اپنا گیا بے اختیاری رہ گئی

تپش

سخن کو مرے بخشا حسن قبول	قبول طبائع ہو مجھکو حصول

ناسخ

لازم ہے لر و مسافرون کا اعزاز	اعزاز نہین تو آو اضرار سے باز

ذوق

ہر سر خوب درکار ہی آرائش خوب	خوب تو آپ کی خوبی سے ہی ٹھہرا گو

ہوس

دندان وہ اسکے سلک شبنم	شبنم سے میان غنچہ باہم

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کر جلدی کہ اب دل مین صبوری	صبوری اب مجھے تو ہے ضروری

منشی عبدالرحمن خان شاکر مالک مطبع نظامی کانپور

نام تیرا ہے یا الٰہی نور ■ نور سے اپنے کر اسے معمور

صنعت تفریع یعنی شعر مین جزو صدر کا حرف آخر عجز کے حرف آخر موافق ہو مثال اسکی۔

سوز

ہیہات وہ ساعت بھی عجب بدبختی کہ جو وقت	لائی تھی صبا یار سے پیغام محبت

ہیہات صدر مین واقع ہے اور محبت عجز مین اور دونون کا حرف آخر تائے فوقانی ہے۔

عنبر شاہ خان آشفتہ

آشفتہ نام عشق نہ لے پھر تمام عمر	دیکھے جو کوئی ہے دل زار کا تشبیہ

آغا علی نقی غنی

ہلجائے بے ستون دل فرہاد کی طرح	آئے جو اس سمند کی ٹھوکر سامنے

صنعت مبادلة الراسین یعنی دو لفظون مین حرف اول باہم تبدیل ہو دین جیسے سبل مائل و رمیل سائل کار بندگی اور بار گندگی۔ باغ سلامت اور داغ ملامت قطب احمد بریلوی ولد احمد رضا روپ پوری نے مبادلة الراسین کی مثال مین دو لفظ عقل نجیب و نقل عجیب لکھے ہین اس کا رسالہ زبان فارسی مین ہے اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین اسکی بہت سی مثالین لکھی ہین۔

سحر

اگر حق نے بخشی ہے عقل نجیب	تو سن مجھ سے تو ایک نقل عجیب

صنعت تضمین المزدوج نہایة الایجاز فی درایة الاعجاز مین یون تعریف کی ہے کہ رعایت قوافی کے بعد اثنائے کلام مین ایسے دو لفظ جمع کیے جائین جو وزن اور ردی مین موافق ہون۔ جیسے

نثار

اترے ملک فلک سے یوسف زمین سے نکلے	ممکن نہین کہ تجھ سا کوئی کہین سے نکلے

مراد ملک اور فلک سے ہے نہ زمین اور کہین سے کیونکہ یہ الفاظ قافیہ مین ہین۔

صفیر

جلاتا ہی مرا دل تل تمہارے رو کے تلبار [illegible]	سر ردم اسی مین ہی چراغ داغ سوزان کا
پھر تو پڑے جو اسکے رخ بے حجاب کا	[illegible] پیدا ہو رنگ سنگ مین لعل خوشاب کا

مخمور

خواب مین بہو بخا جو وان دست خیال	نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

محمد حسن خان

اکرم معظم جناب احمد	کہ اقلیم معنے کے ہین وہ امیر

صنعت ترافق یعنے چار مصرع اس طرح کے ہون کہ جس کو چاہین مصرع اول و دوم و سوم و چہارم کر لین جیسے۔

از دریاے لطافت

مفتون ہون مین اس شرم و حیا کا دل سے	عاشق ہون مین اس ناز و ادا کا دل سے
شیدا ہون مین اس زلف دوتا کا دل سے	کشتہ ہون مین اس طرز وفا کا دل سے

صنعت نظم النثر یعنی نظم کو اس طرح پر بنائین کہ اُسکو نثر بھی پڑھ سکین مگر حالت نثر مین بندش و نشست الفاظ و صفائی کلام بھی شرط ہی ورنہ بقول مرزا قتیل ہر نظم کو نثر پڑھ سکتے ہین اس واسطے کہ واؤ اور ہاے مختفی کا تلفظ اور کسرۂ اضافت و کسرۂ صفت کے کھینچنے کو ترک کرنا ہر نظم کو نثر بنا دیتا ہی اور دوسری ضروریات شعر جیسے تقدیم بعض الفاظ کی بعض پر اور حذف بعض روابط کا اور اخفاے نون بھی ناجائز ہے اور نظم مین وزن کی ضرورت سے جائز رکھا ہی کیونکہ جو نثر ایسے تغیرات کے بعد نظم سے حاصل ہوتی ہی وہ صنعت نظم النثر مین معتبر نہین بلکہ نظم النثر وہی ہی جو نظم تھوڑے تفاوت سے نثر ہو جائے اور بعض نے کسرے کا کھینچنا اور روابط کا حذف اور نون کا اخفا جائز رکھا ہی مگر تقدیم و تاخیر جائز نہین اور یہ صنعت حضرت امیر خسرو دہلوی کی ایجاد ہی مثال اسکی یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔

نظم

جان اہل نیاز بندہ نواز	بعد تعظیم اور عجز و نیاز
یہ گذارش ہے آپ سے کہ دعا	آپ کے حق مین رات دن کرنا
اور ہمیشہ فراق مین مرنا	دل کو ہر وقت مضطرب کرنا
کب تلک آخر ایک دن جو قضا	آئی تو بندہ بیگناہ مرا

حال سے اپنے مطلع کیجے
اور جلدی مری خبر لیجے

نثر جان اہل نیاز بندہ نواز بعد تعظیم اور عجز و نیاز یہ گذارش ہی آپ سے کہ دعا آپ کے حق مین رات دن کرنا اور ہمیشہ فراق مین مرنا دل کو ہر وقت مضطرب کرنا کب تلک آخر ایک دن جو قضا آئی تو بندہ بیگناہ مرا حال سے اپنے مطلع کیجے اور جلدی میری خبر لیجے

رقعہ ثانی دریاے لطافت سے

اجی صاحب سنو تو تم نے کل ٹل	گیا کہا تھا اور آج کس لیے ٹل
گئے اپنے کلام سے صاحب	ایسی اُلفت بھی کچھ نہین واجب
ہمتو سر دینے تک بھی حاضر تھے	پر تمھارے تو ڈھنگ دیکھے نئے
واہ جی واہ آپ کے قربان	ہو جیسے کیا ہی ننھے اور نادان

بنگئے ہو خدا سے ٹک تو ڈرو
یاد تو کیجیے قرارون کو

صنعت مثلث - اسکو کہتے ہین کہ رباعی کے تین مصرع اس طرح سے جامعین کا اگر سر ہر مصرع سے بعض الفاظ کو اٹھالین تو اُن کو جمع کرنے سے چوتھا مصرع خود پیدا ہو جائے مگر اکثر وہ الفاظ ہر مصرع مین سُرخی یا کسی علامت خاص سے لکھے جاتے ہین - مطلوب طالب مین اس کا نام صنعت سکتہ لکھاہے - اور صنعت مثلث دریاے لطافت مین - ہے جیسے -

رباعی لمؤلفہ

ہے مہر مین تیرے حسن سے پرتو نور	اور ماہ مین روشنی ہی اے حور
تیرا ہی ظہور سارے عالم مین ہے	ہی مہر مین اور ماہ مین تیرا ہی ظہور

از دریاے لطافت

تجھسا نہین پیارا کوئی اے رشک قمر	محبوب کوئی نہوگا تجھسے بہتر
اے دلبر نازنین تجھے کہتے ہین سب	تجھسا نہین محبوب کوئی اے دلبر

صنعت مربع اسکو چہار در چہار بھی کہتے ہین یعنی چند سطرین چار چار خانون مین ایسی لکھین کہ انھین طول اور عرض مین یکسان پڑھ سکین کسی طرح کا تفاوت نہ واقع ہو۔
مثال اسکی صفحہ مابعد مین درج ہے۔

از عقل و شعور — از منشی علی امجد حسین امجد بدایونی

کیون کیا	خفا ہے	الٰہی	وہ دلبر
خفا ہے	وہ مجھ سے	عبث یون	سمن بر
الٰہی	عبث کیون	خفا ہے	غضب ہے
وہ دلبر	سمن بر	غضب ہے	ستمگر

کیون تجھے	عشق	ہوگیا	امجد
عشق	تجھکو کریگا	عاجز و	زار
ہوگیا	عاجز و	نزار	امجد
امجدِ	زار	امجدِ	ناچار

اور اگر آٹھ آٹھ خانون مین لکھ اور پڑھ سکین تو اُسے صنعت مثمن کہتے ہین۔

صنعت مُدَوَّر - یعنی مصرع یا شعر ایسا ہو کہ اسکو ایک دائرے مین چار یا آٹھ رُکن کرکے دائرے نے حضور مین علٰحدہ علٰحدہ لکھین اور جس رُکن سے چاہین پڑھ سکین اور ایک مصرع یا بیت سے باعتبار تقدیم و تاخیر رُکن کے کئی مصرع یا بیتین حاصل ہون۔

مثال

مصرع کی مثال از دریاے لطافت — شعر کی مثال از عقل و شعور۔

بھلا ہے | سبھون مین

مرا دل | ترا دل | غضب ہے
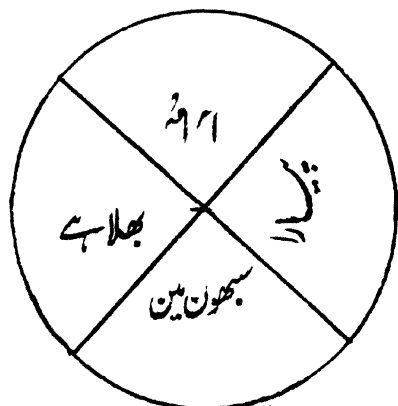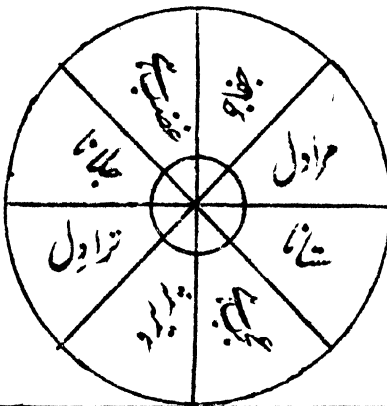
صنعت اقسام الثلثہ - اگر مجملاً پڑھین تو ایک غزل ہی اور جو مطلع چھوڑ کر پہلے مصرعون کو پڑھین تو اور غزل ہوجاے اور جو مطلع چھوڑ کر پچھلے مصرعے پڑھین تو پانچ مرتب مطلع ہوجائین -

	ص	
خندۂ لب سے ہی اُسکے شمع خندان بے فروغ		جلوۂ دندان سے ہی سروِ چراغان بے فروغ
نور بینائی ہی کم زلف بت گلفام سے		ہے اندھیری رات مین شمع شبستان بے فروغ
ٹمٹماتا ہے چراغ خانہ اپنا شام سے		ہے سواد خط مین یعنی روے جانان بے فروغ
جون امام سبحہ گنتے مجھکو سو کا پیشوا ہے		ہو نتو مین دانا پہ ہون پیش ندیمان بے فروغ
گرچہ مین گنتی سے باہر ہون پہ ہون آرام سے		جون چراغ کشتہ گورِ غریبان بے فروغ
ہے نہورون سے ہمارے اُسکی نکتوری زیادہ		وصل کی شب مین بھی نجم بخت ہجران بے فروغ
کام ڈالا ہی خدا نے کس بت خود کام سے		ہے شرارت سے وہ کافر رو بداماں بے فروغ
لگ گئی ہین اس مریض غم کی آنکھین چھت کو آج		ہے وہ نور دیدہ اک گوشے مین پنہان بے فروغ
دیکھ کر بالاخرامی اُس کی سمت بام سے		مردم چشم اپنی ہین یان زیر ایوان بے فروغ
کیا ہی ہو نکلا ہے اتر جو پوچو مین وہ شوخ		خجلت دشنام سے ہے روے انسان بے فروغ
لے کرم اور دھم اُٹھا رکھی ہی اُسنے شام سے		اچپلاہٹ سے ہی اُسکی برق رخشان بے فروغ

اس صنعت کو رام پور کے رہنے والے کر[illegible]خان اور نبوے کرم اللہ خان کرم تخلص عرف لکھو خان نے ایجاد کیا ہے -

صنعت براعتِ استہلال اُس صنعت کا نام ہی کہ جو قصّہ بیان کرنا منظور ہو خواہ نظم ہو خواہ نثر اُسکا دیباچے یا اول داستان مین اشارہ کردین بہت مثنویان اور قصیدے اور اکثر قصّے نثر کے اس صنعت مین ہوتے ہین نسیم مثنوی گلزار نسیم مین فرخ یعنی بکاولی کے غائب ہوجانے اور اور حمالہ کے طلب کرنیکے موقع پر لکھتے ہین - ص

کھلنے پہ جو ہے طلسم تقدیر	اب خامہ نے یون کیا ہے تحریر

قلق گلشن آرا شاہزادی کی شادی کے بیان کے شروع مین [illegible] ہین - ص

ساقیا ہے یہ وقت میخواری	دختِ رز کر رہی ہے عیاری
دیکھ مینا ے چرخ کا نیرنگ	طرفہ دور زمانہ کا ہے رنگ
تاک کر اک پری صفت میخوار	سینہ زوری سے کرکے عشق اظہار

دختر رز آج بیاہی جاتی ہے	پیر میکش تلک براتی ہے
یہ نیا چرخ داغ دیتا ہے	غیر معشوق بیا ہے لیتا ہے
ایک کا تو بیاہ کرتا ہے	ایک کا گھر تباہ کرتا ہے

تراب نے عاشق وصنم کی مثنوی کے دیباچے مین کہا ہے۔ ع

خدا اگر عشق کو پیدا نہ کرتا	تو بندہ حسن پر ہے کو مرتا
کوئی عاشق نہ دیتا جی صنم پر	نہ سر دھرتا کوئی اُسکے قدم پر

اور مثنوی کام ونا کام مصنفہ مولوی محمد نظام الدین صاحب مرحوم ناطق ہاشمی بدایونی ابن مولوی صدر الدین صاحب کا یہ شعر بھی اسی صنعت مین ہے۔ ع

دلانا مے سے پہلے ہے تو وہ نام	کہ ناکامان دل کو جس سے ہے کام

انشا نے اس قصیدے کے آغاز مین جو شاہ لندن کی سالگرہ کی تہنیت مین ہے کہتے ہین۔ ع

بگھیان نور کی تیار کرا ے بوے سمن	کہ ہوا کھانے کو نکلینگے جوانان چمن
عالم اطفال نباتات یہ ہوگا کچھ اور	گورے کالے بھی ہل بیٹھنگے نئے کپڑے پہن

نسیم تاج الملوک کے صحراے طلسم مین جانے اور طلسم کی چیزین حاصل کرنے کی داستان کے شروع مین کہتا ہے۔ ع

پھر گہر طلسم اخلاص	ہے بحر سخن مین خامہ غواص

صنعت سیاق الاعداد یعنی کلام مین ذکر کرنا عددون کا خواہ ایک سے دس اور اس سے زیادہ تک خواہ برعکس اسکے ایک تک اور عدد خواہ ترتیب وار ہون یا بے ترتیب مثال اول کی۔

انشا

مین جو شب اُن سے راہ مین لپٹا	بیم حاکم رہا نہ خوف عسس
ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پھر	اُنکی اُنگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس
لگی کہنے کہ میرے دامن کو	نہین ابتک کیا کسی نے مس
مفت جلجائے گا پرے بھی سرک	ارے مین آگ اور تو ہے خس
جب کہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہین	تب تو ٹھہری کہ بوسے دینگے دس
گن کے سو لیلے گیارھوان نہ سہی	مجھے چپٹے کرے جو اور ہوس
ایک لے دو تین چار پانچ چھ سات	آٹھ نو دس ہوئے بس اب نشا بس

شاہ حسین حقیقت اپنی مثنوی ہشت بہشت مین کہتے ہین۔ ع

ایک دو تین چار پانچ چھ سات | آٹھ نو دس تلک تو تھی اِک بات

مستقیم خان وسعت

واے قسمت ایک گالی کی ہوئین دو تین چار | وقت گفتن جب زبان پر اسکے لکنت آگئی

انیس

کشتے ہون ایک ضرب مین دو ہون کہ چار ہون | شش در تھے سب کہ موت سے کیونکر دو چار ہون

میر

مرے ایک دل مین جو غم ہے یہ سو فزون آ ہیں تمارے | نہ تو دس مین یہ نہ پچاس مین نہ تو سو مین یہ نہ ہزار مین

مثال عکس با ترتیب کی۔

ایاز محمد خان ایاز بھوپالی

منھ کو ملا ایاز سے بوسہ دیے جو ناز سے | بست یہ بست دہ بدہ پنج بہ پنج دو بدو

شایان

تمنا یہی دے بے شش و پنج | بلا سہ آتشہ تا دور ہو رنج

اعداد بے ترتیب کی مثال

الٰہی بخش عشقی

نہ چھوڑو گے کسی کو ربع مسکون مین یہ ششدر ہون | وہ دن ہے کونسا جاتے نہین دو چار کاندھے پر

نوازش

اس تند خو سے بوسے مین نے بصد تمنا جب | جب سو پچاس مانگے تب تین چار ٹھہرے

مومن

جز نہ سپہر ہین مرے دشمن تو اور بھی | لیکن بڑے غضب یہی دو تین چار ہین

ولہ

ہین قتل عام کرنے وہ اغیار کے لیے | دس بیس روز مرتے ہین دو چار کے لیے

صفدر میر صفدر علی

بارہ بروج و شش جہت ہفت آسمان | ماتم مین پنج تن کے ہین شش در جدا جدا

انشا کی یہ ساری غزل اسی صنعت مین ہے۔ ع

نو آسمان خورد مہ ساتون طبق زمین کے
بارہ برُوج چودہ معصوم چار عنصر

روح و حواس خمسہ و در شش جہات تیسون
ظاہر کرے ہین تیری لاکھون صفات تیسون

صنعت مُستمَط یعنے غزل یا قصیدہ وغیرہ مین سواے مطلع کے تین تین یا زیادہ سجع یعنے فقرہاے ہموزن ایک طرح کے مذکور کرین اور چوتھا قافیہ اصل غزل یا قصیدے کا ہو مطلع کو اسلیے مستثنے کیا کہ اُس مین بسبب رعایت قافیہ وغیرہ کے یہ بات نہین ہوسکتی اور اس مین شاعر کی قوت طبع دیکھی جاتی ہے۔

نسیم دہلوی

سرچشمۂ ہمت ہی وہ سر دفتر رحمت ہی وہ
قسمت ہو یاری پر اگر آجائے جو پیش نظر

سرمایۂ دولت ہی وہ باغت وجاہ حشم
بخشے یہانتک سیم و زر سب بھولے گردون کم

غلام امام شہید

آئی بہار اب ہر چمن ہے بلبل و گل کا وطن۔ دیر و حرم سے نعرہ زن۔ آئے ہین شیخ و برہمن ؛
زاہد سے کہدو یہ سخن۔ ہی فصل گل توبہ شکن۔ گرجا ہے عیش جان و تن میخوارون کا سیکھے چلن ؛
آئی بہار جانفزا۔ لائی گلستان مین صبا پیغام وصل دلربا۔ گل کھل کھلا کر ہنس پڑا ؛
موج ہوانے وا کیا۔ ہر غنچے کا بند قبا۔ بلبل یہ کرتی ہے صدا۔ اب مین ہون اور سیر چمن ؛
ساقی جو شوخ و شنگ ہے بست مے گلرنگ ہی۔ مطرب جو خوش آہنگ ہے۔ محو نواے چنگ ہے ؛
دل عیش کا اورنگ ہی۔ غم خستہ و دل تنگ ہی۔ بلبل ہی خوش دل رنگ ہی۔ شادی سے گل ہی خندہ زن ؛

مرزا عباس بیگ

یہ مین نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہین رہے گا
چلیگا کبتک یہ کذب کب دبیگا کبتک وہ شوخ زاغب
ابھی تو زردی ہی رخ پہ کم کم ہنسیہ پر دو ناعزیز و ہمدم

مگر مین قاتل کی دستگر ہمیشہ تو بھی نہین رہے گا
لے ہتو نکلے مگر مصاحب رقیب تو بھی نہین رہے گا
رہی جو جیدکے یونہین تپ غم تو بھر لہو بھی نہین رہے گا

ت

مجھ سے نہ کہنا خبر وہ نہین آتا اگر
لب پہ ابھی جان زار آئی ہی ہو بیقرار

سُنتا ہے پیغام بھی مین نے سُنا اور مُوا
دل مین مرے ایکبار درد اُٹھا اور مُوا

اُس سے لگے کہنے یار مر گیا عاشق وہ زار
سُنکے لگا کہنے بار وہ تو جیا اور مُوا ؛

ناسخ

یہ نور ہی روے مہ جبین کا خجل ہو چاند چودھوین کا — جو حلقہ ہی زلف عنبرین کا وہ ایک نافہ ہی مشک چین کا
اگر رہو چھا ہا پر سمندر یقین ہی ہو خاک دم مین جل کر — سنا جو ہو آفتاب محشر گھر نڈ ہے داغ آتشین کا

مذاق

جو گرم ہی حسن اس حسین کا نہ وہ پری کا نہ حور عین کا — نقاب اٹھے روے آتشین کا تو چاند جلجائے چودھوین کا
تو میری آنکھون سے ابر نیسان دو چار ہو کر نہو دُر فشان — اٹھاؤن آب گہر کا طوفان نچوڑ دون گر تار آستین کا

انشا

ہو بے باندھ کے تکیہ جو گوشہ گزین وہی ہینگے زمانے مین اہل یقین — کوئی سلطنت اسکو ہو بختی نہین ہو رو سایۂ بال ہما کی قسم
سنبھل ایسے غرور مین ہی یہ خلیل کہ گرے نہ الجھ کہین منھ کے ہی بل — بس اب اس سے بھی آگے تو بڑھکے وہ چل تجھے رفعت عرش علا کی قسم
تجھے صدقہ خدائی کا میرے خدا بہ تصدق رتبۂ اہل ہدا — نہ کرانی عیال سے مجھکو جدا تجھے نیت صدق و صفا کی قسم

ناسخ

پاس یار جانی ہی بادہ ارغوانی ہے — شغل شعر خوانی ہی عالم جوانی ہے
منھ سے گر لگے مینا آب خضر ہو پینا — پی کے اک دم جینا عمر جاودانی ہے
سننے والے روتے ہین ایسی نیند سوتے ہین — اپنے نوحے ہوتے ہین اپنی وہ کہانی ہے

بابو غلام محمد طور

ذرات ترے گوہر الماس ترے کنکر — پتھر ترے سیم و زر کیا طرفہ تماشا ہے
اے خاک تری عظمت ثابت ہی بلا حجت — مشتاق تری خلقت آنکھون کو کیے وا ہے
ہر آنکھ تری جویا ہر سر مین ترا سودا — ہر لب پہ ترا چرچا ہر دل مین تری جا ہے

امیر

کیون بسملون کو بھا گئی لاکھون گلے کٹوا گئی — یا رب کہان سے آگئی چھوٹنگی چھری قاتل کے پاس
راہ عدم کی سیر سے کب رنج اٹھائے خیر سے — پہونچے ہین یارے غیر سے سوتے ہو منزل کے پاس
ساقی کو حیرت ہو گئی مطرب کو وحشت ہو گئی — برباد صحبت ہو گئی پہونچا جو مین محفل کے پاس

ولہ

قافلہ سب ہی پیش و پس پر نہین کوئی ہمنفس — کون ترا ہی دادرس چیخ نہ اے درا عبث
آئی نہ اپنے کام عمر غم مین کٹی مدام عمر — تنکے چنے تمام عمر صورت کہربا عبث

احسن

دل و جان کا پوچھو ہو کیا نشان ہوئی رفتہ رفتہ یہ شکل ہاں ؎ کہ اجڑ گیا سبھی خانمان نہ مکین رہا نہ مکان رہا
مجھے ربط کس سے ہی اسطرح تجھے چاہتا ہون مین جس طرح ؎ مری زیست ہو سکے کس طرح ترے دل مین گر یہ گمان رہا

ولہ

بس فکر بوسہ مت کرو کیون لاف کرتے ہو چلو ؎ جانے دو بس چپکے رہو تم دے چکے مین پا چکا
جھگڑا تھا جسکا سو اٹھا کہدے کوئی یہ اس سے جا ؎ اے مرنے والا مر گیا قصہ مٹا جھگڑا چکا

ظفر

اٹھائے سوز غم ہر نمط ہین یہ خون کے دعوے کوئی غلط ہین ؎ کہ مثل قط گیر خط یہ خط ہین ہنوز نالے کے استخوان پر
کہا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مت ترک چشم کو کر ؎ پر آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہا ہی مژگان کے ہر سنان پر

گویا

تجھے جہان مین عجیب نصیب ہے ہم کہ سہا کیے تادم زیست الم ؎ ہمین کر چکے کشتہ تیغ ستم تو وہ کھاتے ہین جور و جفا کی قسم
گر مستی مین شب چودہ ماہ تھا وہ ہین ساقی کے ہوش ہے نہ بجا ؎ سبو ہاتھ سے پیر مغان کے گرا اسی مست کی لغزش پا کی قسم
جو ہو نجد کے بن مین گذار مرا کے کانٹون سے جسم نزار مرا ؎ کرے عضو ہر اک فگار مرا تجھے قیس برہنہ پا کی قسم

ولہ

بے بادہ ہے رنج و تعب آنسو روان ہین روز و شب ؎ ہے کشتی مے کی طلب ساقی سے اس طوفان مین
اس لب کی سرخی دیکھکر سودا ہوا ہے اس قدر ؎ ہے سب کو شوق نیشتر جتنی رگین ہین پان مین

لمؤلفہ

ترے یاد مین قد کی اے سرو روان مجھے قمری کی صوت صدا کی قسم ؎ نہین درد جدائی سے تاب و توان تن زار مین رنج و عنا کی قسم
کیا رو رو کے چشمون نے راز عیان گئی تا بہ فلک مری آہ و فغان ؎ ملا تو بھی ہے وہ غنچہ دہان ہین اسکی ہی شرم و حیا کی قسم
نہین ہاتھون پہ اسکے یہ رنگ حنا کسی کشتہ ناز کا خون ہے لگا ؎ سر مو نہین اس مین خلاف ذرا مجھے سر کی فندق پا کی قسم

بعض شعرا ایسا بھی کرتے ہین کہ ہر شعر مین بجائے قافیہ کے مطلع کا سجع آخر بطور ردیف کے لے آتے ہین غزل یا قصیدہ مین تین تین یا سات سات سجع ایک طرح کے اور چوتھا یا آٹھوان سجع ایک مطلع سے لے کر مقطع تک لایا کرتے ہین اور اس قسم کے مسمط مین قافیہ تکرار تقدیری قرار دیتے ہین۔ نظام الدین احمد صاحب مجمع الصنائع اور رشید الدین وطواط صاحب حدائق السحر اور صفی الدین حلی اور عزالدین موصلی اور دوسرے علماے نامدار کی جماعت کثیر نے صنائع بدیعی مین مسمط کو لکھا ہی لہذا حدود شرائط قافیہ سے خارج ہے

مگر محقق طوسی کلمات متشابہ مسمط کو بھی قافیہ محدود مین شمار کرتے ہین اور مولانا جمال الدین حسین صنعت مسمط کے منکر اور کلام قدما مین اعتراض نفر پاکر سہو قرار دیتے ہین مثال اسکی۔

جعفر زٹلی

ہر روز مجرا اٹھ کرین در کار یک سو گر پڑین — بے شرم ایسے لڑ مرین یہ نوکری کا ڈھنگ ہے
ترسے ہمیشہ گھیو[1] کو ترسائے رکھے جیو کو — جیسے پپیہا پیو کو یہ نوکری کا ڈھنگ ہے

علے ہذا القیاس اس نوحے مین گداکے۔

نوحہ

کر کے مجرا یہ زینب پکاری میرے مظلوم بھائی حسینا — تیرے لاشے کے مین جاؤن واری میرے مظلوم بھائی حسینا
اب مین کوفے کو جاتی ہون بھائی تمسے ہوتی ہے میری جدائی — یہ جدائی نہین آفت آئی میرے مظلوم بھائی حسینا

مجروح

روکے کہتی تھی بالی سکینہ ظالمو میرے گوہر نہ چھینو — مین ہون بنت امام مدینہ ظالمو میرے گوہر نہ چھینو
مین لخت دل مصطفٰے ہون مین جگر گوشہ مرتضی ہون — گوہر گوش خیر النسا ہون ظالمو میرے گوہر نہ چھینو

احمد خان صوفی مصنف ذکر الشہادتین کا نوحہ ہے۔ ؎

ہائے جنت کو تم بھی سدھارے میرے بھائی کے فرزند قاسم — داغ فرقت ہے دل پر ہمارے میرے بھائی کے فرزند قاسم
کاش تم ساتھ میرے نہ آتے ہو کے رخصت میدان کو جاتے — بھوکے پیاسے نہ گردن کٹاتے میرے بھائی کے فرزند قاسم

یوسف

رموز آگاہ یزدانی محی الدین جیلانی — مدار فیض حقانی محی الدین جیلانی
گل گلزار وحدت ہین بہار باغ صفوت ہین — ہمارے حق مین رحمت ہین محی الدین جیلانی
سر سردار مقبولان شہ افراد مجذوبان — ہین شمع جمع محبوبان محی الدین جیلانی

صنعت توشیح اس کو کہتے ہین کہ کچھ اشعار ایسے لکھے جائین جنکے ایک ایک حرف سر ہر مصرع یا شعر جمع کرنے سے کوئی نام یا عبارت پیدا ہو اور جو اشعار زیادہ ہون تو کوئی شعر ہویدا ہو مثال اسکی یہ اشعار منشی رام پرشاد ظاہر دہلوی کے۔ ؎

کر چکا جب تمام مین یہ کتاب — ایسی تاریخ کا خیال ہوا
نام ہو ساتھ ایک صنعت کے — تاکہ شائق جہان ہو اس کا

[1] گھی بمبئی روغن زرد در اصل گھیو بود ہ از دریا بہ لطافت۔

اس لیے لکھ کے قطعۂ تاریخ — رغبت دل سے خوب فکر کیا
یک بیک بہ بصنعت توشیح — خوب برجستہ نام ہاتھ آیا

ان مصاریع کے حرف اول کے جمع کرنے سے کان تاریخ نام نکلتا ہے۔

منشی مظفر علی اسیر

ناظم مملکت جاہ وجلال — وارثِ تاج و سریر اقبال
آفتاب فلک جاہ وحشم — بدر تابندۂ الطاف وکرم
مالکِ کشور صد شوکت وشان — حاصل مزرع سرسبز جہان
معدن جود وسخا وہمت — داور عادل کسرائے رفعت
کرم وجود ہے پیشہ اُن کا — لُطف دستور ہمیشہ اُن کا
بارگہ اُن کی عجب عالی ہے — عرش پر جائے خوش اقبالی ہے
لب نعلین جو سخن مین کھولے — یاروا غیار نے موتی رولے
خلق مین کون ہے ثانی اُن کا — اسم خلاق معانی اُن کا
نہ فصاحت نہ بلاغت مین جواب — بحر یہ اہلِ زبان قطرۂ آب
ہین ہر اک علم وہنر مین یکتا — ایک عالم مین نہین ہے ایسا
دل آفاق فدا ہے اُن پر — رحمتِ خاص خدا ہے ان پر
دین ودولت کو اُنھین سے ہے چمک — ابر رحمت ہین وہی زیر فلک
مادہ لُطف وعطا کا ہین وہ — آسرا خلق خدا کا ہین وہ
قالبِ خاک ہے ہر چند بدن — بزم دل نور خدا سے روشن
آب خضر اُن کی ہے گفتار فصیح — لب اعجاز نما رشک مسیح
ہاتھ مین دامن مقصود مُدام — بس اِن اشعار سے آئینہ ہے نام

حرف سر ہر مصرع لینے سے نواب محمد کلب علیخان بہادر دام اقبالہٗ حاصل ہوتا ہے۔

سودا

شمہ جو بیان کیجئے انصاف کا اُسکے — جو خوبی ہے دُنیا مین لگے اُسکے نہ پاسنگ
الطاف وکرم کا جو شمار اُسکے کرون مین — عاری رہین امواج کو گنکرہ بہ لب گنگ
انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہے کہ فریاد — لایا نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

دیکھا نہ مین یہ حوصلہ جز اُسکے بشر کا — وسعت بھی نہ ہانیکی حضور اُسکے ہی کچھ تنگ
لعل اُسکے تئین بخشنے کنکر سے ہین کمتر — ہمت کا جہان بیچ بھلا کس کے ہی یہ ڈھنگ
بازو کا اُسے زور شہ ہند کا کہیے — ہیبت یہ جہان اُسکی ہر صاحب ورنگ
آمد کی خبر اُسکی جو ہووے طرف روم — دہشت سے لرزتی ہی رہے مملکت زنگ

سر ہر مصرع کے حروف کے جمع کرنے سے شجاع الدولہ کا نام حاصل ہوتا ہی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ سر ہر مصرع یا سر شعر پر ایسے حرف لائے جاتے ہین کہ معانی اُنکے علیحدہ تو مقصود نہین ہوتے لیکن اُنکے عدد بحساب جمل جمع کرنے سے کوئی سنہ ہجری یا عیسوی یا فصلی یا سمت وغیرہ پیدا ہوتے ہین اور تاریخ سی واقعہ کی ظاہر ہوتی ہی اور کبھی وہ حروف ایسے ہوتے ہین کہ اُنکے جمع کرنے سے کوئی فقرہ یا مصرع یا شعر بامعنی حاصل ہوتا ہی اور اُس فقرہ یا مصرع یا شعر کے اعداد تاریخ کے واسطے مراد ہوتے ہین اسکو تاریخ بہ صنعت توشیح کہتے ہین پس یہ صنعت بھی اسی قبیل سے ہی اور اسکا حال ہم صنعت تاریخ مین بھی بیان کرینگے۔

کبھی نام یا عبارتین کسی نظم یا عبارت الفاظ کے بیچ کے حروف سے حاصل کرتے ہین یہ بھی داخل صنعت توشیح ہی مثال اسکی یہ عبارت ہے۔ **لمؤلفہ**

حمد و ثنا اُس خالق کون و مکان خداے پاک کو شایان ہی جو تمام عالم کُل مخلوقات کو بحکم کن عدم سے وجود مین لایا نعت و صفت اُس سرور دو جہان محمد مصطفے کی زیبا ہے کہ جمیع بندگان خدا کو طریقۂ اسلام بتا کر اپنا تابع فرمان بنایا منقبت حضرات اہلبیت کرام نبوی کی واجب ہی جنھون نے رہ گم کردگان بادیہ ضلالت کو ہدایت کا چراغ دکھایا مدحت اصحاب و احباب یار مصطفوی کی لازم ہی جنھون نے کشتی امت کو طوفان بلا و گرداب عذاب سے بچایا اما بعد مولف اس رسالہ کا یہ عبارت بطور مثال صنعت توشیح کے لکھکر درج کرتا ہے اور فصحاے عصر و بلغاے دہر سے داد اپنی محنت و غور کی چاہ کر عرض رسا ہے کہ اِس ہیچ میرز و نادان کو ایک مدت سے نظم و نثر اُردو و فارسی کا کمال شوق ہے اور حسب استعداد و لیاقت خود تھوڑا بہت شعر گوئی اور عبارت آرائی کا بھی ذوق ہے بہت عرصے سے یہ فکر و خیال مین تھا کہ کوئی رسالہ فارسی خواہ اُردو فن شعر و سخن مین ترتیب دون اور مضامین جدید و قدیم تازہ و کہن متعلق عروض و قافیہ و صنائع و بدائع و معانی وغیرہ یکجا جمع کردون الحمد للہ علی احسانہ کہ شاہد معنی جلوہ گر ہوا یعنے یہ نسخہ نادر مرتب ہو کر قریب انجام و اختتام پہونچا

عبد العلی خان	عبد الغنی خان	نجم الغنی خان
جد	اب	ابن

اس عبارت سے نام مؤلف وجناب والد ماجد مرحوم اور حضرت جد امجد مغفور کا اس طرح سے نکلتا ہے کہ وسط کلام سے ایک ایک حرف جاے معین سے جو بعلامت خاص لکھے گئے ہین لیکر جمع کیا جاتا ہے ایسے ہی ایک عبارت سے دوسری عبارت پیدا ہو سکتی ہے -

محمود شاہ خان بی اے ال ال بی ساکن رام پور نے ایک عبارت لکھی ہے جس مین اس صنعت کو ادا کیا ہے مگر اُس مین تکلف بہت کرنا پڑا ہے نمونے کے طور پر اُس سے کچھ یہان نقل کرتا ہون سیدھی طرف سے اُلٹی جانب پڑھو تو ایک نظم ہے اس وزن پر مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن جو تھوڑی دُور چل کر نثر ہو گئی ہے اسکے بعد پھر کچھ نظم ہے کچھ نثر ہے ان نظمون اور نثرون سے چار مثنویان مختلف اوزان اور مضامین کی نکالی گئی ہین جن کو اوپر سے نیچے کی طرف پڑھنا چاہیئے نام اس کا جوے شیر ہے -

یاد	خدا کی دل سے کر بھیرہ منہ اُدھر	دہر	عمر کر اس طرح بسر جیسے -	کسی	کا ہو سفر + دہر کی ہے ہر	اے
ہی	ہم جہان بھی ہو یہی - جشن	مین	دل کمین لگا او کمین ہے چشم تر + دست قضا	نے مجھکو	جب رہ رو زندگی کیا	مائے
لذتِ	فنا دل کے ہے بنی سپر آنگ کے شو	کی کس نے	دل خراب مین پھونک دیا -	کل	ہم کا ایک ہی آنچ مین جگر	عیش
ہے	خاک ڈال کر بام فلک کی سیر آج	یہ افسونگری	اے دل ناصبور کر + باغ وفا دیکھ	اگر	کے نثار جان دل وعدۂ وصل شر	جا
مان	یہ قول معتبر + شاخ نہال آرزو	خشک ہے	انتظار مین - باد سحر کو یہ -	خبر دی	کمین جاکے نامہ بر + عہد قلم	دے
الست	بھول گیا ہر ایک مست جہان کو دل	سارا	- دار دو بھی خطا کرے اگر دے	کہ	ئے - یہ - ا -	دانی
دل	بر ہے نیاز کی بھول کو خود گردیا	چمن	مین توڑ کر + رس	مجنون	کی دیکھ کو ہم ہوے زلف مین آ	سر آب
نشین	کو کچھ نہین موجۂ بحر کا خطر بخت	سا	نے دل ربا دیکھ لیئے ہز	ارہا	لیکن ادا و ناز مین کون .	ہے تجھ
خوب	تر ہمت کو نفیس عا	مری	سو عدم روان ہوا - وہ	ہے اس	ہی جہان مین -	زندہ
ہے فر	ش خاک پر + دیر سے	محفل	صنم مجمع غیر سے ہو گرم + گوشے مین	طرف بھی	ہو نظر + رشتۂ زند	گانی
مان	بت جنگ جو گسست جان جا	تا کی	ابر باد شہ نگر + وہ جو لیا تھا کل	دور نہ خوف	سے - یاد نمان ہزار	گو دل
الست	کی خبر +					

سیدھی طرف سے اُلٹی طرف پڑھنے مین یہ حاصل ہوتا ہے -

یاد خدا کی دل سے کر پھیر نہ منھ اِدھر اُدھر	عمر کر اس طرح بسر جیسے کسی کا ہو سفر
دہر کی ہی ہوا یہی رسم جہان بھی ہی یہی	جشن مین دل کہین لگا اور کہین ہی چشم تر
دست قضا نے مجھکو جب زہر زندگی کیا	مایۂ لذت فنا دل کے لیے بنی سپر
آگ لگا کے شوق کی کس نے دل خراب مین	پھونک دیا کلیم کا ایک ہی آنچ مین جگر
عیش پہ خاک ڈال کر بام فلک کی سیر ہو	آج یہ افسون گری اے دل ناصبور کر
باغ وفا مین دیکھ آکر کے نثار جان و دل	وعدۂ وصل یہ نہ جا مان یہ قول معتبر
شاخ نہال آرزو خشک ہی انتظار مین	باد سحر کو یہ خبر دے کہین جا کے نامہ بر
عہد قلم و است بھول گیا ہر ایک مست	حیف کہ دل سا رازدار وہ بھی خطا کرے اگر
دیکھئے یہ ادائی دلبر بے نیاز کی	پھول کو خود گرا دیا صحن چمن مین توڑ کر
رسم جنون کی دیکھکر ہم ہوئے زلف مین اسیر	آب نشین کو کچھ نہین موجۂ بحر کا خطر
بخت رسا نے دلربا دیکھ لیے ہزار ہا	لیکن ادا و ناز مین کون ہے تجھ سے خوبتر
ست کہو قیس عامری سوے عدم روان ہوا	وہ ہی اس ہی جہان مین زندہ ہی فرش خاک پر
دیر سے محفل صنم مجمع غیر سے ہے گرم ۞	گوشے مین دیکھ کون ہی اسکی طرف بھی ہو نظر
رشتۂ زندگانیم آن بت جنگجو گسست	جان حباب یا بہ خاک یا بر باد شد مگر
وہ جو لیا تھا کل سبق تمنے وفور شوق سے	یاد کہان ہزار گو دل مین الست کی خبر

المعجم مین اس کا نام **موشح متحیّز** لکھا ہے کیونکہ ہر حیز سے اُسکے ایک وزن نکلتا ہے لغت مین حیز جگہ اور مکان اور کنارے کے معنے مین ہے -

پہلا حیز

یاد ہے لذت پیمان الست ۞	دل نشین خوب ہے فرمان الست
فاعلاتن فعلاتن فعلان ۞	فاعلاتن فعلاتن فعلان

دوسرا حیز

دہر مین کس نے یہ افسون گری	خشک ہے سارا چمن سامری

مفتعلن مفتعلن فاعلن ۞

مفتعلن مفتعلن فاعلن ۞

تیسرا شعر

کسی نے مجھکو کل آکر خبر دی ؎	کہ مجنون آرہا ہی اس طرف بھی ؎
مفاعیلن مفاعیلن فعولن ؎	مفاعیلن مفاعیلن فعولن ؎

چوتھا شعر

اے مایۂ عیش جاودانی ؎	سیراب ہے جسسے زندگانی ؎
مفعول مفاعلن فعولن ؎	مفعول مفاعلن فعولن ؎

پہلے چیز سے تو صرف ایک شعر حاصل ہوتا ہی دوسرے اور تیسرے اور چوتھے چیز سے ایک ایک شعر پر کچھ الفاظ زیادہ حاصل ہوتے ہین جو آیندہ کے متعلق ہین۔

المعجم مین کہا ہی کہ جس کو پرندکی شکل پر لکھین وہ **موشح مطیر** ہی اور جس کو اشکال ہندسی مین سے کسی گرہ کی شکل پر بنائین وہ **موشح معقد** ہے۔

صاحب کتاب مثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر اپنی کتاب کے مقالۂ ثانیہ مین صنعت توشیح کو یون لکھتے ہین کہ شعر دو بحرون اور دو قافیون مین ہو اگر پہلے قافیے تک پڑھین تو ایک وزن ہو اور دوسرے قافیہ تک پورا شعر پڑھین تو دوسرا وزن ہو جائے مگر صاحب دریاے لطافت وغیرہ نے ایسی قسم کا صنعت منقوص نام رکھا ہی اور صنعت متلون کے قبیل سے شمار کیا ہے۔

صنعت مشجر وہ یہ ہی کہ اشعار کو بطور ایک درخت کے لکھا جائے یعنی ایک شعر جڑ درخت کی فرض کرکے اُس سے بہت سی شاخین موقع مناسب مصرعون کی نکالی جائین اور ہر جگہ سے ملا کر پڑھنا ممکن ہو اور شعر بامعنے حاصل ہوتا جائے بعض نے صنعت مشجر کو بھی صنعت توشیح مین داخل کیا ہی مثال اسکی یہ مشجر منشی امجد حسین امجد بدایونی کا ہے۔

صنعت ترصیع - یہ صنعت اس طرح ہے کہ ایک مصرع موزون کرین اور اُس کے مقابل دوسرا مصرع اس طریق پر لاوین کہ پہلے مصرع کا پہلا لفظ دوسرے مصرع کے پہلے لفظ کا قافیہ ہو اور پہلے مصرع کا دوسرا لفظ دوسرے مصرع کے دوسرے لفظ کا قافیہ ہو اسی طرح پہلے مصرع کے اور الفاظ بھی ترتیب وار دوسرے مصرع کے الفاظ کا قافیہ ہون مثلاً -

از تاریخ بدیع

وحید یگانہ ریاضت مین تھے
جنید زمانہ عبادت مین تھے

وحید کے مقابل دوسرے مصرع مین جنید ہے اور یگانہ کے مقابل زمانہ اور ریاضت کے مقابل عبادت ہے -

منشی

اُدھر سے جہاندار کشورستان
ادھر سے سپہدار مازندران

نسیم

ہمت نے مری تجھے اُڑایا
غفلت نے تری مجھے چھوڑایا

یعقوب علیخان نصرت

عالم ہین یہ تسلیم ہین یا خبر ہین یہ
راحم ہین یہ رحیم ہین یہ راہ بر ہین یہ

حاکم ہین یہ حکیم ہین یہ دادگر ہین یہ
سالم ہین یہ سلیم ہین یہ باہنر ہین یہ

باصر ہین یہ بصیر ہین اہل وفا ہین یہ
قادر ہین یہ قدیر ہین اہل سخا ہین یہ

اور اگر الفاظ مین رعایت تجنیس کی بھی ہو یعنے مصرع ثانی مین بعینہ وہی الفاظ ہون جو پہلے مصرع مین ہون مگر معنے جدا گانہ ہون تو اسے **ترصیع مع التجنیس** کہتے ہین مثال اسکی یہ غزل کریم خان متخلص بکرم ساکن رامپوری -

نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہاتھ
برسے کیون جائے بہر ناز رہ برسات

نہ وہ پہونچا نہ کل آئی اسہا رت
برسے کیون جائے بہر رہ برسات

بول میٹھا تو سُنا جائے نہ بات	بول میٹھا تو سُنا جائے نبات
آپ بس جائیں نہ گھر ہو تارات	آپ بس جائیں نہ گھر ہو تارات (تاراج ۱۲)
کہ کرم سے وہ بس آوے دے ہات	کہ کرم سے وہ بساوے دیہات

صنعت متلون یہ ہے کہ ایک شعر کئی وزنون مین ہو مثال اس کی یہ بیت شیخ امداد علی بحر کی ہے۔ ؎

دود دل اپنا شرر افشان ہوا
ابر اُٹھا صبا بقسم رخشان ہوا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن اور دوسرا وزن یہ ہے مفتعلن مفتعلن فاعلن مؤلف کا یہ شعر بھی انہی دو بحرون مین ہے۔ ؎

مجھ سے وہ جب سے جدا گلفام ہے
چین ہے دل کو نہ کچھ آرام ہے

سید آغا علی خان مہر

داغ ہے شمع شب تار فراق	فرش ہے مجھکو سہ خار فراق

جب نظر آتا ہون مین لوگون کو مہر
کہتے ہین مجھکو سبھی زار فراق

یہ اشعار تین وزنون مین ہین ایک فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوسرا مفتعلن مفتعلن فاعلان تیسرا فاعلاتن فعلاتن فعلان۔

طالب علیخان عیشی لکھنوی

کون پابند جنون فصل بہاران مین نہ تھا	اس برس ننگ جوانی تھا جو زندان مین نہ تھا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوسرا وزن یہ ہے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن اور انھین دونون وزنون مین ایک قصیدہ منشی مظفر علی اسیر کا ہے اُس کے دو شعر یہ ہین۔ ؎

آبدار ایسی ہے تیغ اُس کی کہ ہنگام نبرد	عمر دشمن کا جو خالی ہو تو بھر دیتی ہے جام
بخت منعم ہی چمکنے مین ضیا مین ہے وہ مہر	عقل دانا ہے وہ تیزی مین بلندی مین نظام

انشا

نرگستان کی بھی ٹک دیکھو بھبن آ ئینے مین	باغ مت جاؤ کہ ہر امن و چمن آ ئینے مین

یہ تمام غزل دونون وزن مذکور مین ہے۔

ولہ

بیٹھے جہان مین غیر سب مجھکو بلاتے ہو عبث	دل کو کڑھا کر او ر بھی جی کو جلاتے ہو عبث

اسکا ایک وزن یہ ہی مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دوبار دوسرا وزن یہ ہی مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن دوبار۔ نواب یوسف علی خان ناظم کی ایک غزل دو وزن پر ہی فاعلاتن فعلاتن فعلن او ر فاعلاتن فاعلاتن فاعلن چنانچہ یہ شعر اُسی غزل کا ہے۔ ؎

تم نہ گھبراؤ نہ تہمت سے ڈرو	روز مر جانے کی عادت ہی مجھے

اور مولوی محمد علی بخش شرر بدایونی کی ایک غزل چار بحرون مین ہی یہ شعر اُسکا بطور مثال کے یہان لکھا جاتا ہے۔ ؎

ضُعف سے پانو نپہ سر آتا ہے آہ	ہو گئے نالون سے ہم اپنے تباہ

ایک وزن یہ ہی فاعلاتن فاعلاتن فاعلان دوسرا وزن فاعلاتن فعلاتن فعلان تیسرا وزن فاعلاتن مفاعلن فعلان چوتھا وزن مفتعلن مفتعلن فاعلان۔ جلال نے ایک بڑا قصیدہ اس صنعت مین لکھا ہے یہ شعر اسی کا ہے۔

طرفہ موسم ہی مہکتے ہین گل نقش و نگار
نخل تصویر دن مین مانند شجر لائے ہین بار

کرم رام پوری نے اس صنعت مین کئی قسم کے تصرفات کیے ہین۔

(۱) پوری غزل اس بحر مین ہی فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن دوبار او ر صرف اول مصرع اپڑھین تو یہ وزن ہے مفعول مفاعلن فعولن دوبار دوسرا مصرع پڑھین تو یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فعولن دوبار۔

یہ زلیست کے دن ہین بسکہ اندک سو وصل کی دل اب ہی جلیلک
بربب کبھہ تم آؤ یان تک + یہ مُردہ جان پائے گا یکا یک
جو سینے سے تم ملاؤ سینہ + دل آتش غم سے پائے ٹھنڈک
ملا دو لب میرے لب سے پیارے + نہ پایا ایک بوسہ مین نے اب تک

ہ کشتۂ نیم جان ہمین ہین + اک آفت تازہ ہے وہ چشمک،
ہوے ہین پارا یسے تیر مژگان + کہ سینہ اور دل ہے سب مشبک
وہ خلوتین جلوتین وہ جلسہ + وہ صحبتین پھر بھی ہون مبارک
عدوے جان پھرتے ہین ہزارون + کہو مین کس طرح جاؤن وان تک
وہ شعبدہ لاؤن اب کرم مین + جو تک رہین مُنھ بزرگ و کوچک
مین توڑدون شعر اپنی شکل کوئی + بناؤن ایک ایک کے پندرہ تک
شاعر نے اس کا نام قطب الفرقدین رکھا ہے -
(۲) پوری غزل اس وزن پر ہی فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن دو بار صرف پچھلے مصرع پڑھین تو یہ وزن نکلے مفعول مفاعلن فعولن دوبار جو ایک غزل پوری ہوجائیگی اور تمام غزل بھی اس آخری وزن مین پڑھی جاتی ہی
یہ عاشق زار نیم جان ہے + اور آنکھون سے سیل خون روان ہے
اب اُسکی ہی یاد ہر زمان ہے + وہ دلبر خوش ادا کہان ہے
وہ اُلفت و پیار سب بھلایا + اک آن ہی مین ہمین اُڑایا +
دل آپنے جس سے جا لگایا + اب آمد و شد اُسی کی یان ہے
یہ دل شب و روز ہے خفا سا + اب آیئے کیجئے دلاسا
یہ سوختہ دل شرار آسا + اک آن کے آن میہمان ہے
وہ مُوے سر اور جبین یہ افشان + یہ رات مین تارے ہین نمایان
مین آپ کی آن پر ہون قربان یہ دیدۂ تر گہر فشان ہے
ہر کو اُس بُت بادہ کش سے صحبت + کر اب لب نہر سے رغبت
جو دم ہے کرم سو ہے غنیمت + یہ زندگی اک حباب سان ہے
(۳) پوری بیت اس وزن پر ہے فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن دوبارا ور ہر ہر مصرع علحدہ علحدہ بھی ایک بیت ہی مفعول مفاعلن فعولن -
یہ شیفتہ کشتۂ ادا ہے + بس اب حق دوستی ادا ہے
وہ کشتے کو دیکھ کر اپنے بولا + اک آن مین قصّہ مٹ گیا ہے
مین صدقے ہون اس پری سے منھ پر دل ایک ہی جلوے مین لیا ہی
یہ قامت دل کش اور یہ گیسو + اک آفت تازہ اور بلا ہے

دل آنکھوں ہی آنکھوں مین چرا کر + یہ غمزہ بھی کیا الگ ہوا ہے
وہ زُلف ہی کش مکش مین دیکھو + یہ شانہ تو دانت پیستا ہے
ہر اک مژہ ہے ہوئی پیاسی + کن آفتون سے یہ دل بھرا ہے
یہ مور چل اب جو خط نے باندھا + مین سوچ ہون کیا مری خطا ہے
یہ آئینہ بینی اور ہی ہے + کچھ اُسکو توہم سے عکس سا ہے
وہ آئینے مین دیکھتا ہی ہے مُنھ + یہ ہم سے تو اے کرم حیا ہے

صنعت محذوف صاحب دریاے لطافت نے لکھا ہی کہ یہ صنعت بھی صنعت متلون کے قبیل سے ہی محذوف اُس شعر کو کہتے ہین کہ اگر سر ہر مصرع سے کوئی لفظ دُور کر دیا جائے تو موزونیت مین فرق نہ آئے اور وزن دوسرا پیدا ہو جائے جیسے۔

دریاے لطافت	
مجھکو رسوا نہ کر اے آفت جان بہر خدا	بندہ تیرا ہون مین کر رحم میان بہر خدا
اس مین کیا فائدہ گر مجھکو کیا تو نے قتل	کچھ بھی انصاف کر ای سرو روان بہر خدا

بعد حذف لفظ مجھکو اور بندہ اور اس مین اور کچھ بھی چارون مصرعون سے وزن رباعی کا باقی رہتا ہے۔ **رباعی**۔

رسوا نہ کر اے آفت جان بہر خدا	تیرا ہون مین کر رحم میان بہر خدا
کیا فائدہ گر مجھکو کیا تو نے قتل	انصاف کر اے سرو روان بہر خدا

صنعت منقوص دریاے لطافت مین لکھا ہی کہ یہ صنعت بھی متلون کے قبیل سے ہے اور منقوص مراد اُس شعر سے ہی کہ اگر لفظ آخر ہر مصرع کا دُور کر دیا جائے تو وزن دوسرا پیدا ہو جائے جیسے یہ رباعی دریاے لطافت کی۔

بیرحم جلا نہ جی کو میرے چُپ رہ	معلوم ہین مجھکو مکر تیرے چُپ رہ
کس واسطے اسقدر بتوے بس بس	تو آوے گا ہاے میرے ڈیرے چُپ رہ

لفظ بس بس مصرعۂ ثالث اور لفظ چُپ رہ مصرعہ اول و ثانی و رابع کے آخر سے دُور کرنے سے اس وزن ہو جائیگی مفعول مفاعلن فعولن جیساکہ۔

بیرحم جلا نہ جی کو میرے	معلوم ہین مجھکو مکر تیرے
کس واسطے اسقدر بتوے	تو آوے گا ہاے میرے ڈیرے

اور اسی قبیل سے یہ رباعی آغا محمد احسن عرف نادر مرزا المخاطب بہ نور الدولہ متخلص بہ صفا کی۔

رباعی

اے حسرت وصل یار بس کر بس کر	وے صدمۂ انتظار بس کر بس کر
اتنا نہ تڑپ کہ سینہ شق ہو جائے	بس اے دل بیقرار بس کر بس کر

[illegible]

اے حسرت وصل یار بس کر	وے صدمۂ انتظار بس کر
اتنا نہ تڑپ کہ سینہ شق ہو	بس اے دل بیقرار بس کر

بر وزن مفعول مفاعلن فعولن۔ صاحب مثل السائر نے اس قسم کا نام توشیح لکھا ہے۔

ایضاً در [illegible] المفتاح مین بیان کیا ہی کہ **صنعت تشریع** اسے کہتے ہین کہ بیت کا ہر مصرع دو قافیے رکھتا ہو جن مین سے اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے تو معنی کی صحت درست ہو اسکو توشیح اور **ذو القافیتین** بھی کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ توشیح مین یہ ضرور نہین کہ اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے تو شعر کا وزن بھی باقی رہے ہان اگر بیت ایسی ہو کہ اگر پہلے قافیون پر توقف کیا جائے اور وزن مستقیم ہو اور معنی صحیح ہون تو جائز ہے اور یہی منقوص کی صورت ہی اس سے معلوم ہوا کہ توشیح عام ہی اور منقوص خاص ہی اس لیے کہ توشیح کے واسطے یہ ضرور نہین کہ پہلے قافیون پر توقف کرنے سے شعر باوزن بھی رہ جائے بلکہ معنے کا صحیح ہونا چاہیے باقی ماندہ الفاظ موزون ہون یا غیر موزون علامۂ تفتازانی اپنی شرح مین کہتے ہین کہ ایسا ہونا شعر ذو القافیتین کی خوبی مین داخل ہے کہ آخر کے قافیون کے گرا دینے کے بعد باقی الفاظ جو رہین وہ کسی وزن پر ہون اور معنی دار ہون۔

ذو القافیتین کی تعریف شعرائے عجم نے جو مقرر کی ہی وہ آگے معلوم ہو گی۔

صنعت ذو القافیتین اور ذو القوافی۔ اُسے کہتے ہین کہ ایک شعر مین دو یا زیادہ قافیے لائین۔

(مثال دو قافیون کی)

نیاز علیہ الرحمۃ بریلوی کی یہ غزل ساری اسی صنعت مین ہے۔ ؎

جب بر در دل حضرت عشق آن پکارے	جاتی رہی عقل اور ہوش و حواس کنارے
گر حسن مین ہمسر ہین تمہارے مہ و خورشید	دن رات یہ کیون ہوتے ہین قربان تمہارے

جو سلسلۂ زلف کے ہین دست گرفتہ
پھرتے ہین سراسیمہ پریشان بچارے

کل دورۂ مجنون تھا نیا آج ہین اپنے
نوبت کے بجے بر سر دوران نقارے

اسی صنعت مین ہی یہ غزل انشا کی ۔ ے

ہمنے ساقی کے کہین ہونٹ جو ٹک چوس لیے
خوش ہو سب اہل خرابات کے پابوس کیے

دل صد چاک کو فریاد سے وہ منع کرے
اے برہمن جو دہان و لب ناقوس سیے

خوشتر

سکندر طالع و جمشید اقبال
ہمایون صورت و خورشید تمثال

ولہ

نہ دے گا تو یہان گر داد میری
کرون گی حشر مین فریاد تیری

نصرت

بندے ہین کہین حیدر و احمدؐ ایسے
رتبے دیے اللہ نے بیحد کیسے

یون احمدؐ و حیدر ہین بہم اے نصرت
اللہ مین ہے لام مشدد جیسے

(مثال تین قافیون کی)

جرأت

جب مین نے کہا او بت خود کام و رے آ
تب کہنے لگا چل بے او بدنام پرے جا

ہی صبح سے عاشق کا ترے حال بہت تنگ
معلوم یہ ہوتا ہے کہ تا شام مرے گا

جب مین نے کہا ایک تو بوسہ تو مجھے دے
بولا وہ زبان اپنی کو تو تھام ارے ہا

گرویدۂ و دل فرش کرون راہ مین جرأت
ممکن ہی نہین جو وہ دلارام دھرے پا

ان اشعار مین تین تین قافیون کا ہونا ظاہر ہے۔

صنعت ذوقافیتین مع الحاجب ۔ اُسے کہتے ہین کہ دو قافیون کے درمیان ردیف لائین حاجب نام اُس ردیف کا ہے جو اُن دو قافیون کے بیچ مین آتی ہی جس شعر مین حاجب ہو اُسے محجوب کہتے ہین یہ صنعت اشعار فارسی اور ریختہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہی عربی مین نہین پائی جاتی

مثال ۔

میر

ہین آنکھون سے خون ہو کے بہا
کہین دل مین جنون ہو کے رہا

پہلے مصرع مین خون اور بہا قافیہ ہی اور دوسرے مصرع مین جنون اور رہا قافیہ ہی اور دونون مصرعون مین ہو کے ردیف حاجب ہے۔

انیس

قامت کے آگے سرو خجالت سے گڑگیا	صفات قدکا قیامت سے لڑگیا

پہلے مصرع مین قیامت اور لڑگیا دو قافیے ہین اور دوسرے مصرع مین خجالت اور گڑگیا دو قافیے ہین اور دونون جگہ سے ردیف حاجب ہے۔

دبیر

تیرے بیٹے ہی کا لاشہ تو ابھی لائے ہین	خون مین ڈوبے ہوے شہ جو ابھی آئے ہین

پہلے مصرع مین جو اور آئے ہین قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین تو اور لائے ہین قافیہ ہین اور دونون ابھی ردیف حاجب ہے۔

راحت

کہا اب غم سوا کوئی نہین ہے	کہا ہمدم ترا کوئی کہین ہے

پہلے مصرع مین ترا اور کہین ہی قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین سوا اور نہین ہے قافیہ ہین اور لفظ کوئی دونون جگہ ردیف حاجب ہے۔

ترانۂ شوق

شیرین دہنی ہین حوض کوثر	رنگین سخنی ہین لعل احمر

ہین ردیف حاجب ہے اور پہلے مصرع مین سخنی اور لعل احمر قافیہ ہین اور دوسرے مصرع مین دہنی اور حوض کوثر قافیہ ہین۔

حالی

تو تم ڈالدو ناؤ اندر بھنور کے	جو نکلے جہاز اُن کا بچ کر بھنور سے

بھنور ردیف حاجب ہی اور پہلے مصرع مین بچ کر اور سے اور دوسرے مصرع مین اندر اور کے قافیہ ہین

انشا

گھس گئی اُنکے کان مین زردا	وہ جو کھاتے ہین پان مین زردا

پہلے مصرع مین پان اور زردا قافیہ ہے اور دوسرے مصرع مین کان اور زردا قافیہ ہے اور دونون مصرعون مین لفظ مین ردیف حاجب ہے۔

صنعت لزوم مالایلزم اور اسکو التزام اور تضمین اور تشدید اور اعنات بھی کہتے ہین یہ صنعت اس طرح ہی کہ شاعر ایک امر یا چند اُمور کا جو ضروری نہون غزل یا قصیدہ وغیرہ کے ہر شعر مین

التزام کرے جیسا کہ سودا نے ایک قصیدہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی منقبت مین لکھا ہی اور چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔ ع

یار گر کلبۂ احزان مین نہووے تو ہین | خلوت و شمع و دل و داغ الم چارون ایک
آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوے ہین تیرے | غمزہ و ناز و ادا عشوہ صنم چارون ایک
کر دیا پل مین کرشمے نے تری آنکھون کے | مسجد و میکدہ و دیر و حرم چارون ایک
جسکے تو پاس نہووے تو اُسے عالم مین | مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک

اور ایک قصیدے مین دو لفظ رنگ اور ڈھنگ کا ردیف مین لانا لازم پکڑا ہی یہ اُسکے شعر ہین۔

مین نے در سخن کو دیا سنگ رنگ ڈھنگ | تھا ورنہ اس رقم مین کب اس رنگ تک نہ ڈھنگ
کس کو ہے فن شعر مین مجھ ساتھ ہمسری | قطرہ نپاوے پیش لب گنگ رنگ ڈھنگ

اور اس غزل کے قافیہ مین ایک امر کا التزام کیا ہی۔ ع

خون کے مجھ بے گنہ کو بس نہین تیغ نگاہ | باندھ آیا ہی یہ کس کے قتل کو ہتھیار یار
باغ تو جاتے ہو تم لیکن خدا کے واسطے | گل کو مت اپنے گلے کا کبھو زنہار ہار
مجھ مریض عشق کی دارو نہین کچھ غیر اجل | اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ بیمار مار

فطرت نے اس غزل مین چشم کے ذکر کا التزام کیا ہے۔ ع

چشم یہ رکھتی ہی میری چشم تیری چشم سے | کشتۂ چشم آئے جب یہ چشم بھر وہ دیکھ لے
سیر چشمی کس طرح ہو چشم کے دیکھے بغیر | چشم کو عاشق کے ہین وہ چشم چشمے فیض کے

اندرمن نے اصول دین احمد مین ایک نظم لکھی ہی جسکے ہر شعر مین لفظ خاک کا التزام ہی یہ دو شعر اُسکے ہین۔ ع

جو ہووے خاک بیز کوے دلدار | اُسے ہے خاک سے ہر دم سروکار
جیسے زر خاک سے حاصل ہوا ہے | بلے خاک اُسکے حق مین کیمیا ہے

مؤلف کے اشعار ذیل مین چار چیزون کے ذکر کا التزام ہے ساری غزل اسی صنعت مین ہے ع

بس عشق مین اُسکے دلا تو نے مجھے رسوا کیا | مجنون کیا وحشی کیا واله کیا شیدا کیا
زلف سیاہ یار نے اپنا دکھا جلوہ مجھے | ملحد کیا بے دین کیا کافر کیا ترسا کیا

جرأت نے بھی اس غزل کی ردیف مین رنگ ڈھنگ کا التزام کیا ہی۔

بدخوئی مجھ سے کرتا ہے ہر دم تری طرح | سیکھا ہی تجھ سے دل بھی مرا جنگ رنگ ڈھنگ

جو رنگ و معنی شعر مین جرأت کے ہاں ہویہ	پاوے نہ کوئی سیکڑون فرسنگ تک ڈھنگ

انشاء اللہ خان نے اپنے ایک قصیدے کی ردیف مین چار لفظون کے ذکر کا التزام کیا ہے

نوع بشر مین تھے نہان آتش و باد و آب و خاک	عشق نے کر دیے عیان آتش و باد و آب و خاک
تن مین ہمارے جلوہ گر جب نہ تھے تب اِدھر اُدھر	پھرتے تھے مثل یکسان آتش و باد و آب و خاک

ولہ

چشم و ادا و غمزہ شوخی و ناز پانچون	دشمن ہین میرے جی کے بندہ نواز پانچون

تمام غزل مین پانچ چیز کا ذکر ہے۔

سج دھج نکہ اکڑ چھب حسن و ادا و شوخی ولہ	نام خدا ہین تجھ مین اے نوجوان آٹھون

اس غزل مین آٹھ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔ اور یہ غزل بھی اسی صنعت مین ہے۔

ولہ

چھبن اکڑ چھب نگاہ سج دھج جمال زخرام آٹھون	نہو وین اس بت کے گو مجا ری تو کون ہو میلے کا نام آٹھون

حسرت نے اس قصیدے مین سات چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

ہو وین کب پانچون حواس اور دل و جان ساتون ایک	پر تجھے دیکھ کے ہوتے ہین میان ساتون ایک
قبر پوشی کو مری سبزہ و گل در مخمل	گزی و اطلس و کمخاب و کتان ساتون ایک
ہے مین طوطی کے تیرے غزل و صوت و صدا	نغمہ و نالہ و آہنگ و فغان ساتون ایک
خم و مے جام و سبو شیشہ صراحی ساقی	تجھکو سجدہ کرین ای مغان ساتون ایک

اسی قبیل سے ہے حسرت کا یہ قصیدہ۔

دو شے کا لطف نہایت دو شے نہایت بے لطف	طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار
دو چیز آکے نہ جاوے دو چیز جاکے نہ آئے	بلائے فرقت و پیری جوانی اور بہار
دو نور ظلمت و دو ظلمت اس جہان مین نور	وہ روز محشر و ہجران یہ زلف و شام حرار
دو غم خوشی دو خوشی غم ہے رند عاشق کو	وہ غم غم دل دوین یہ خوشی تیغ تبار

آغا علیخان مہر نے اس غزل کے مصرع ثانی مین پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے اور مطلع —

دونون مصرعون مین بھی رعایت ہے۔ ع

تیرے لب مین سرخ ایسے جن سے اُڑ جاتا ہے رنگ	لعل و مرجان و عقیق و لالہ و عناب کا
میری چشم اشک فشان نے مٹایا نام تک	نہر کا چشمے کا یم کا حوض کا تالاب کا

نہیں طاقِ ابروے قاتل خم و چم کچھ نہیں	قوس شمشیر و ہلال و خنجر و محراب کا

ظفر نے اس غزل مین ردیف متفق اللفظ و مختلف المعنی لانے کا التزام کیا ہے۔

جب دل نخلِ مژہ سے گئے اس صورت جھڑ	موسم سردی مین گئے نخل کے ہون جیون پت جھڑ
ہمدمو نالہ و فریاد سے ہان عاشق کی	درِ جانان پہ سدا سے ہے رہی نوبت جھڑ
طوق و زنجیر کو توڑا نہ پہ پر ٹوٹی وہ	قفل زندان کی ہی دیوانون کو ئی آفت جھڑ
خانۂ دل مین مرے آن کے نور ہوے اگر	تو مکان جائے ابھی یہ بُت مہ طلعت جھڑ
ابرو مژگان کے برسنے کا وہی عالم ہے	یعنی برسات مین کہتی ہی جسے خلقت جھڑ
پیچھا مجنون کا کوئی چھوڑتی ہے تو للہ	جب تلک گرد نجاوے گی تری وحشت جھڑ
مارے پتھر مری تربت پہ ظفر یہ اُس نے	کہ گیا صدمے سے تعویذ سر تربت جھڑ

اس غزل کے مصرع ثانی مین پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

ولہ

ہمیشہ کنج تنہائی مین یہ مونس سمجھتے ہین	الم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرمان کو
جگہ کن کن کو دون دل مین ترے ہاتون سے اے قاتل	کٹاری کو چھری کو بانک کو خنجر کو پیکان کو
نہین قلقل و دعا دیتا ہے شیشہ دم بدم ساقی	سُبو کو خم کو مے کو میکدہ کو مے پرستان کو

اور حیرت نے اس غزل مین چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

پھرتا ہون تجھ بغیر مین ہو کے دوانہ ہو بہو	شہر بہ شہر دہ بدہ خانہ بہ خانہ کو بہ کو
وائے نصیب ایک شب اُس سے ہوئے نہ آہ ہم	دست بدست لب بہ لب سینہ بہ سینہ رو برو
روئے ہین ہم جو نوحہ کو بہتے ہین اشک چشم تر	بحر بہ بحر یم بہ یم دجلہ بہ دجلہ جو بہ جو

یہ غزل لالہ بلاقی رام فائق کی بھی اسی صنعت لزوم مین ہے۔

ترے عارض سے ہین شرمندہ اے سیمین ذقن پانچون	گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نسترن پانچون
نہ رکھو فائق قدم کوے محبت مین کہ رہزن ہین	لب و دندان و خال و خط و زلف پر شکن پانچون

نظیر نے اس غزل کے مصرع ثانی مین چھ چیزون کے ذکر کا التزام کیا ہے۔

اب دیکھین پھر ہم اے ہمدم کس روز منھ اُسکا دیکھین گے	وہ زلف وہ تل وہ خال و خم وہ خندہ رنگ وہ نقشا دیکھینگے
جب پاس صنم کے بیٹھینگے خوش ہو تو اُسکے لطف سے ہم	وہ بزم وہ خط وہ عیش و طرب وہ جام وہ مینا دیکھینگے

اسی قبیل سے ہی نظیر کی اس غزل کا قافیہ۔

دیکھی جو اُس محبوب کی ہمنے جھلک ہیکل کی کل	پائی ہر اک تعویذ مین اپنے دل ہیکل کی کل
جب ناز مین ہنسکر کہا مُسنے آرے چل کیا ہی تو	کیا کیا پسند آئی ہمین اُس نازنین چنچل کی چل
ہے وہ کف پا نرم تر اسکی کہ و قت ہمسری	ڈالے کف پائے الم نرمی مین مخمل کی مل

شہیدی کی غزل مین لفظ دو کا ہر جگہ ذکر ہے۔ ؎

سو نہ دو تم دو ہی دو بوسے دے اس دعب کے دن	قول ہی مشہور بن مطلب کے سو مطلب کے دو

ترانۂ شوق کے ان اشعار مین چار چیز کے ذکر کا التزام ہے۔ ؎

منظور نظر جو چار تھے یار رہ	کاشانۂ دین کے تھے ستون چار
بحر رفعت کے چار تھے دُر	جسم ایمان کے چار عنصر
افلاک رضا کے چار اختر	دیوان قضا کے چار دفتر

حالی

فلاکت جسے کہیے اُم الجرایم	نہین رہتے ایمان پہ دل جس سے قائم
بناتی ہے انسان کو جو بہایم	مصلی مین دل جمع جس سے نہ صائم

ان اشعار مین حرف دخیل کی موافقت کا التزام ہے۔

حکیم ضامن علی جلال نے اس رباعی کے سر حرف مین ثائے مثلثہ لانے کا التزام کیا ہی

ثعبانِ کلیم گیسوے دلبر ہے	ثانیِ مسیحا لب جان پرور ہے
ثابت ہے کہ رخسار مین ماہ تابان	ثاقب ہے جو خال یار کا ... ہے

اور اس رباعی مین ہر مصرع کے اول مین جیم فارسی کے لانے کا التزام کیا ہی۔

چال اسکی ہے فتنہ زا شرارت آفت	چتون ہے ستم چشم عنایت آفت
چالاکی و چابکی و شوخی و ادا	چارون یہ بلا قہر قیامت آفت

انگریزی کی صنعت ایلی ٹریشن اس سے بھی فائق ہے جس مین یہ لازم قرار دیا جاتا ہے کہ فقرے کے تمام الفاظ ایک ہی حرف سے شروع ہون۔

مثلاً سردار سیام سنگھ۔ سکرٹری۔ سنگھ سبھا لاہور۔ ایک صاحب نے آکر مولوی غلام رسول مہر سے کہا۔ مولانا۔ مہر۔ مقبول۔ محمود۔ ممبر۔ منتخب ہو گئے۔

سید انشاء اللہ خان نے ایک داستان نثر مین جسکی مقدار ۵ صفحہ کی ہو گی لکھی ہی اُس مین یہ التزام کیا ہی کہ ایک لفظ بھی عربی فارسی کا نہین آنے دیا جائے باوجود اُسکے اُردو کے مرتبے سے

کلام نہین مگر تھوڑی سی عبارت نمونے کے طور پر لکھتا ہون۔

"اب یہان سے کہنے والا یون کہتا ہے ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان چڑھی کوئی کتاب ایسی کہیے جس مین ہندی چھٹ اور کسی بولی کی پٹ نہ ملے باہر کی بولی اور گنواری کچھ اسکے بیچ مین نہو تب میرا جی پھول کر کلی کے روپ کھلے اپنے ملنے والون مین سے ایک کوئی بڑے پڑھے لکھے پرانے دھرانے ڈھاگ بڑ ڈھاگ یہ کھٹ راگ لائے سر ہلا کر منہ تھوتھا کر ناک بھون چڑھا کر گلا پھولا کر لال لال آنکھین پھرا کر کہنے لگے یہ بات ہوتی دکھائی نہین دیتی ہندوی پن بھی نکلے اور بھاکا پن بھی نہ ٹھس جائے جیسے بھلے مانس اچھون سے اچھے لوگ آپس مین بولتے چالتے ہین جون کا تون وہی سب ڈول رہے اور چھاؤن کسی کی نہ پڑے یہ نہین ہونیکا مین نے انکی ٹھنڈی سانس کی پھانس کا ٹھوکا کھا کر جھنجھلا کر کہا مین کچھ ایسا بڑ بولا نہین جو رائی کو پربت کر دکھاؤن اور جھوٹ سچ بولکر انگلیان نچاؤن اور بے سری بے ٹھکانے کی الجھی سلجھی تانین لیے جاؤن مجھسے نہ ہو سکتا تو بھلا منہ سے کیون نکالتا جس ڈھب سے ہوتا اس بکھیڑے کو ٹالتا اب اس کہانی کا کہنے والا یہان آپکو جتاتا ہے اور جیسا کچھ اسے لوگ پکارتے ہین کہہ سناتا ہے اپنا ہاتھ منہ پر پھیر کر مونچھون کو تاؤ دیتا ہون اور آپکو جتاتا ہون جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاؤ بھاؤ اور راؤ چاؤ اور کود پھاند اور لپٹ جھپٹ دکھاؤن جو آپکے دھیان کا گھوڑا جو بجلی سے بھی بہت چنچل اچپلاہٹ مین ہے دیکھتے ہی ہرن کے روپ اپنی چوکڑی بھول جائے۔"

گھوڑے پہ اپنے چڑھکے آتا ہون مین	کرتب جو جو ہین سب دکھاتا ہون مین
اس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی	کہتا جو کچھ ہون کر دکھاتا ہون مین

اسی قبیل سے ہین وہ صنعتین جن مین ترک نقاط یا حرف کے ترک یا وصل و قطع حروف وغیرہ کا التزام کرتے ہین چنانچہ انکو ہم یہان ذکر کرتے ہین۔

صنعت حذف اسکو **قطع الحروف** بھی کہتے ہین یعنی نظم یا نثر مین کسی حرف کے نہ لانے کا التزام کیا جائے پس اگر عبارت مین الف نہو گا تو قطع الالف کہین گے اور جو بے نہو گی تو قطع البا کہینگے اور صنعت قطع الالف سب سے زیادہ مشکل ہے جیسے۔

[illegible]

عشق ہی قفل [illegible] تنگ چمن	[illegible] شق ہی بو سے [illegible] ورنگ چمن

[illegible]

[illegible] ین نے جو [illegible]	نوبت یہ صبح کی بجی ہے
صحبتین جب تھین تو یہ فن شریف	میر سب کرتے جنکی طبعین تھین لطیف

انیس

منظور ہی پھر دیکھ لین ہم شیر کی صورت	لیگئی ہی گھر مین عزیزون کی محبت

ترک نون کی صنعت مین ایک عبارت نثر مرزا قتیل کی جو خالی از لطف و مذاق نہین ہی ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہی نثر جسکا جی چاہے ہمارے پاس آوے گھر ہی اُسکا اور کوئی آتا آتا یکبارگی رُک جائے تو ہمکو کیا غرض اگر چاہے کہ ہما بے لیاقت بھی کبھی کبھی آیا کرے تو یہ بات بہت مشکل ہی اسواسطے کہ یہ عاصی پر از معاصی ایسا عہد کر کر بیٹھا ہی کہ اس گوشے کے بیچ اس طرح جما رہے کہ اگر ہزار بار دورۂ کامل فلک ہشتم کا جسکو خلق خدا کی کرسی کہتی ہی سر پر سے گذر جائے تو بھی اس جگہ سے اُٹھکر جو بہت جاوے تو اس دوسرے حجرے تک جاوے سو بھی دیکھا چاہیے یہ بھی اسوقت کا ایک زٹل قافیہ ہی ۔

صنعت عاطلہ اسکو مہملہ اور غیر منقوطہ بھی کہتے ہین یعنی ایسی عبارت یا نظم لکھین جس مین حروف منقوطہ نہون صرف حروف مہملہ ہون مرزا سلامت علی دبیر نے ایک مرثیہ تین سو شعر کا اس صنعت مین لکھا ہی یہ اُسکے اشعار ہین ۔ ع

ہم طالع ہما مراد ھم رسا ہوا	طاؤس کلک مدح اُڑا اور ہما ہوا

ولہ

اول سرور دل کو ہو اس دم وہ کام کر	ہر اہل دل ہو محو وہ مدح امام کر
حاصل صلہ کلام کا دار السلام کر	کر اس محل کو طور وہ اس دم کلام کر

کہہ آہ آہ سرور والا گہر کا حال
حال وداع اہل حرم اور سحر کا حال

اور یہ بند دو[illegible]ے مرثیے کا ہے ۔

ولہ

ہمدم دم حسام کا اعدا کا دم ہوا	درد و الم سوا ہوا آرام کم ہوا
صمصام سکہ اور سر اعدا درم ہوا	وہ سر اگر درم ہوا مال عدم ہوا
مداح حر کا سرور والا گہر ہوا	اور رہرو عدم وہ گروہ عمر ہوا

انیس

اس طرح کا والا ہمم اس طرح کا سردار	اس طرح کا عالم کا مدد اور مددگار
وہ مصدر الہام احد محرم اسرار	وہ اصل اصول کرم داور دادار

حاصل اگر اک مرد دل آگاہ کو مارا		مارا اگر اس کو اسداللہ کو مارا	

انشائے ایک دیوان تمام اس صنعت مین لکھا ہی یہ بیت ابتداے دیوان کی ہے۔ ع

اور کس کا آسرا ہو سرگروہ اس راہ کا		آسرا اللہ اور آل رسول اللہ کا

ولہ

سلسلہ گر کلام کا وا ہو +		سامع درد دل کو سودا ہو +
دل کو سو سو طرح سُرور ہو آہ +		وہ دلارام گر ہمارا ہو +
کر موحد دعا کہ انشا کا		کارہر دوسرا اٰلہا ہو

ولہ

ہو عطر سُہاگ لگا کر مسرور		آرام محل رکھا اسم دل کا او حور
وہ طور دکھا کہ ہم کو کل ہو معلوم		ہوئے کا عالم اور وہ لمعہ طور

اور ان کی ایک مثنوی اس صنعت مین ہی اور ایک قصیدۂ منقبت بھی صنعت عاطلہ مین ہی اور اسکا نام طور الکلام ہے یہ شعر اسی کا ہے ع

وہ مرد معرکہ آرا ذور کوہ اُحد		دلاور ہمہ عالم محرک اعلام

صنعت منقوطہ یعنی نظم و نثر مین تمام حروف ایسے لائے جاوین کہ سب نقطہ دار ہون اور یہ فارسی و عربی مین بہت مشکل ہی اور اردو مین زیادہ دشوار ہی اس صنعت مین معنی بھی تکلف کے ساتھ پیدا ہوتے ہین مثال اسکی یہ فقرہ مولوی غلام امام شہید کا۔

فقرہ شفیقی شیخ فیض بخش چشتی نے جتنے تخت نشین بخشی جی نے بنے بنے تخت جُن جُن بیچے جب تین تخت نہ بیچے تب نہ بیچے ایسے ہی یہ فقرہ سرِدش سخن کا بطور خلاصہ کے۔

فقرہ دیکھا کہ ایک شیخ جی چُپ تخت نشین۔ نے جق جق نے بق بق۔ جنت بن بجین چین غضب نقش جبین فیض بخش غیب بین۔ شب خیز ذی فن الے آخرہ۔

نظم کی مثال یہ شعر نظام ساکن جادرہ کے قصیدۂ اُردو کا۔ ع

پیش بین تخت نشین زینت بخشش ذی فیض		بغضب تیغ زن چین جبین زیبا ہا

نصرت

نے تیغ نے شفقی سینے نے تیغ زن بچے		سینی بچی بچین جبین نے ذقن بچے
تیزے بچے نہ تیغ بچے جی نتن بچے		بیشنے بچے نہ جبین بچی نے ختن بچے

نے بیش تیغ تخت شفی نے شقی نچے
شیث شقی نجت شقی نے شقی نچے

از کتاب حیات دبیر جلد اول سے

تیزی تپ تیغ نے بخشی نئی خفت
بے چین شقی بخت لعبی جبین شیث

چینی ختنی چین بجبین لشیت بجنت ہے
نے جی بچے نے تن بچے نے زین زینت

نے چین جبین نے زفن زشت ننبی ہے
نے نبض بجنبش نہ تن ازشت بنبنی ہے

میر انشاء اللہ خان کے اس شعر کا ایک مصرع صنعت مہملہ مین ہی اور ایک صنعت منقوطہ مین سے

آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہم کو
جنبش چین جبین بت چین نے بچین

صنعت رقطا یہ ہے کہ عبارت یا مصرع یا بیت یا پوری غزل مین ایک حرف بے نقطہ اور ایک حرف نقطہ دار علے الترتیب واقع ہو مثال اس کی نثر مین یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔

رقعہ حضرت میرے ابھی سنا ہی کہ تم فوج کے مقابل چلے سب کے سب آپ کی وضع پر بہت ہنسے کپڑے رنگلے خوب کیا شاباش کیا بات ہی خلق سب آپ کی قائل ہی۔ مثال نظم کی یہ قول نصرت کا۔ سے

کیا غرب و شرق و چرخ ہی کیا فرش رن ہی کیا
دشمن کی ہی اجل یہ بری دیری بقا

بس بس یہ برق دش ہی و یا جان ستان وبا
صنعت ہی حق کی آب ہی کیا شان کبریا

یہ برق کی ہی مثل بہت آب و تاب ہے
کیا قرب کیا بعید یہ برش عذاب ہے

صنعت خیفا یہ ہی کہ علے الترتیب ایک کلمے کے کل حروف مہملہ یعنی غیر منقوطہ اور ایک کلمے کے سب حروف نقطہ دار ہون مثال نثر کی یہ رقعہ شہید کا۔

رقعہ شفیق والا بخت معلی تخت سلمہ شیخ محمد بخش سوداگر جتنے مال بھیجین کل چیزین لوٹیپ لکھ دو دام بٹے مال تب لو۔ مثال نظم کی یہ شعر مولوی صہبائی کا۔

شب کو جشن سرور تخت رہا
کار فیض مدار بخت رہا

انشا کے اس شعر کا مصرع اول صنعت رقطا مین ہی اور مصرع ثانی صنعت خیفا مین۔

ستہ بلند نسب بجے سبھی دیوے
جبین لامع زینت حصول جشن مرام

صنعت فوقانیہ اسکو **فوق النقاط** بھی کہتے ہین یہ اسطرح ہی کہ عبارت مین یا نظم مین اس امر کا التزام کیا جائے کہ کوئی حرف ایسا نہ آئے جسکے نیچے نقطہ ہو بلکہ جسقدر حروف نقطہ دار ہون سب نقطے ہون مثال عبارت کی یہ رقعہ مؤلف کا جو ایک دوست کو لکھا تھا۔

رقعہ مخدوم من سلامت۔ نوازش نامہ صادر ہوا احال معلوم ہوا امانت تو اگر نوکر رکھنا منظور تھا تو اول ضمانت داخل کرانا ضرور تھا نہ معلوم کون شخص تھا مسافرانہ وارد ہوا اور دغا کر کر فرار ہوا آدم معقول و معتمد کا ملنا دشوار۔ اگر کہو تو ملازم خاص مٹھو خان کو روانہ کردون والسلام۔" مثال نظم کی یہ شعر نظام کا ہے

مظہر صدق و صفا قدر شناس مردم	معدن عدل و سخا مظہر الطاف و عطا

نصرت

وہ خون فشان وہ شعلۂ آتش وہ دم وہ خم	وہ قہر حق وہ آفت تازہ وہ تازہ دم
وہ مکر اُسکا اور وہ فن اُس کا اور وہ دم	وہ غمزہ عشوہ قہر لگاوٹ ادا ستم
فخر ہلال و شمس و قمر شان کردگار	فرد زمانہ اہل ہنر شان کردگار

صنعت تحتانیہ جسکو صنعت تحت النقاط بھی کہتے ہین وہ یہ ہے کہ تمام عبارت یا نظم مین جتنے حروف نقطہ دار ہون ایسے ہون جو نیچے کا نقطہ رکھتے ہون اوپر کا نقطہ نہو مثال عبارت یہ رقعہ مؤلف کا رقعہ میرے پیارے لڑکے بعد دعا کے معلوم کر آج کل میرا ارادہ بمبئی کی سیر کا ہے اُس جگہہ سے ایک گھڑی بڑی عمدہ لیکر بھیجی جائے گی رسید سے مطلع کیجیو اور جو اسباب درکار ہو لکھو اللہ چاہے جلد اور اچھا ارسال ہوگا عبداللہ کو دعا اور بڑے بھائی صاحب کو سلام" مثال نظم کی۔

دبیر

مارا جو اُسے حیدر کرار کو مارا	سردار کو مارا جو علمدار کو مارا

تیشہ

یہ سب جاکے کہہ آ مرے یار سے	میرے دلبر و میرے دلدار سے

نصرت

جس دم چلی حسام عدو کی سپاہ پر	اک آگ سی لگی جو گئی کوہ و کاہ پر
چمکی کبھی گری کبھی ہر روسیاہ پر	لپکی کبھی عدو پہ کبھی مہر و ماہ پر

بجلی کی طرح دور کبھی گاہ پاس ہے
عالم کو اسکے ڈر سے عجب اک ہراس ہے

عبدالرحمن راسخ

لا الہ کہکے الا اللہ کہا	اور یہ احمد رسول اللہ کہا

اور یہ غزل مؤلف کی دو صنعتون مین ہے پہلا مصرع صنعت فوق النقاط مین ہے اور دوسرا مصرع

تحت النقاط مین۔

غزل بطور انتخاب کے

دل گلہ ہرگز نہ کر اُس نرگس سرشار کا
کیا اسے پروا ہے پُوچھے حال جو بیمار کا

درد و غم سوز و الم اور آہ نالہ رات دن
حال ہے اب آپکے بہ طالب دیدار کا

کون ہمسر ہو دلا اُس عامل کامل کا کہ
ورد ہو صبح و مسا جس کو کہ اسم یار کا

ترکش مژگان کمند زُلف صمصام نگہ
ہے ارادہ کیا کسی سے آپکو پیکار کا

دل نہ دو ان کو اگر وہ رشک حور خلد ہو
مکر و حیلہ ہو سدا سے کام جس عیار کا

امتحان طالع واژون ہوا ہم کو ضرور
اس سبب سے ہے ارادہ کوچۂ دلدار کا +

صنعت واصل الشفتین یعنی ایسی عبارت یا مصرع یا شعر ہو کہ جسکے ہر پڑھنے مین لب سے لب ملتے جاوین مثال اُسکی یہ عبارت مؤلف کی۔

رقعہ مشفق من سلامت۔ معلوم ہوا کہ بمبئی مین مسٹر بین صاحب بہادر مریضون کا مداوا بہت عمدہ فرماتے ہین بدین وجہ تم کو بتاتا ہون کہ مقام بمبئی محلہ بھنڈی بازار مین صاحب ہین تم اپنے بیٹے کو صاحب موصوف کے پاس بمبئی مین بھیجدو مگر تمھاری ہمراہی مناسب ہے مجھکو اُمید قوی ہے کہ بسبب تبدیل آب و ہوا بمبئی پہونچتے ہی پہونچتے آرام معلوم ہوگا اور صاحب معالجے مین بہت محنت فرمائین گے نظم کی مثال۔

نظام

مرا ممدوح امیر ابن امیر ابن امیر ہے
مین کمر بستہ کمین خادم مدحت بیما

صنعت واسع الشفتین یعنی عبارت کو پڑھین تو لب سے لب نہ ملے جیسے یہ شعر میر محمد امین بناری کا ہے

جی سے کہدو کہ آہ سرد کے ساتھ
ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے

میر نجف علی بیباک

داد خواہون سے گھر گئے رستے
اُس کا جس کوچے سے گذار ہوا

نظیری ایک غزل تمام اس صنعت مین ہے یہ شعر اُسکے ہین۔ ع

آیا نہین جو کر کر اقرار ہنستے ہنستے
جُل دیگیا ہے شاید عیار ہنستے ہنستے

لے کر صریح دل کو وہ گلعذار یارو
ظاہر کرے ہے کیا کیا انکار ہنستے ہنستے

نظام

اس طرح کا ہے سخن سنج کہ جس کا ثانی
آج تک اہل جہان نے کہین دیکھا نہ سنا

الفت

ہوجو کوٹھے تلے کھڑا اُس سے	ٹھنڈے ٹھنڈے کہو کہ گھر جاے

صنعت معرب یعنی اگر عبارت متضمن فتحہ کی ہو تو اُس مین ضمہ اور کسرہ نہ لاوین اور اگر متضمن ضمے کی ہو تو اُس مین فتحہ اور کسرہ نہ لاوین اور جو کسرے کا التزام ہو تو ضمہ و فتحہ نہ لاوین مثال ضمے کے التزام کی۔

ہوشیار

صُلصُل و سُنبُل گُل و بُلبُل	مجھکو جو ہون حصول خوب ہو یارا

لفظ یار مین فتحہ بسبب رعایت قافیہ قصیدہ کے ہے۔ التزام فتح کی مثال۔

از ملحص تسلیم

قبول اُسکی تاریخ پر فتح کر کے	خطا کار کا قول سارا چھپ آیا

مقصود بالتمثیل دوسرا مصرع ہے۔

سحر

کل کا وعدہ کر گیا ہے کل صنم	گر نہ آیا آج تو ہے بس غضب

کسرے کے التزام کی مثال۔

اسمٰعیل خان صبر

ضد سے کی یہ فکر بسمل کے لیے	تیر بھی تجھے اس مرے دل کیلیے

ولہ

دل لیے تجھے پھیر دینے کے لیے	پھینکنے کی چیز تھی یہ پھینکدی

از ملحص تسلیم

دل کی اقلیم کس نے کی اشعر سے زیر

صنعت افراد بدیع الافکار مین لکھا ہے کہ افراد لغت مین تنہا کرنے کو کہتے ہین اصطلاح مین یہ ہے کہ شاعر بیت کے آخر مین حروف مفردہ کو ذکر کرے اور الفاظ مرکب سے متعرض نہو اس قسم کے شعر کو **مفرد القوافی** کہتے ہین کہ گویا آخر ابیات کے حروف ترکیب سے تنہا رہ گئے ہین۔

یہ دو قسم پر ہے مطلق اور جامع **مفرد مطلق** یہ ہے کہ حروف تہجی مین سے جو حروف

قافیے مین مذکور ہوے ہون اُن کا مرکب کہین نہ آیا ہو **مفرد جامع** یہ ہے کہ جو حروف مفرد آئے ہون اُن کا مرکب پچھلے مصرع یا بیت کے اول مین آجاے چونکہ مفرد اور مرکب دونون اس مین جمع ہین اسلیے اسے جامع کہتے ہین اُردو مین یہ صنعت اس طرح پائی جاتی ہے کہ کسی اسم کے حروف تہجی کو ترتیب وار لکھتے ہین اور تلفظ مین اُن حروف کے اسما آتے ہین اُنکو سلسلہ وار جمع کرنے سے اسم مطلوب حاصل ہوتا ہے اور اُردو کے اشعار کے بیت اول مین اور درمیان مین اور آخر مین تینون جگہ ایسے حروف ذکر کیے جاتے ہین اسی کے قریب **صنعت مہجّا** بھی ہے تہجی لغت مین شمار کرنے کو کہتے ہین مہجا کے معنے ہوے گنا ہوا اور خاص اس قسم کو جس مین آخر شعر مین حروف مفرد واقع ہون شعر **مفرد القوافی** کہتے ہین کیونکہ اسکے قوافی مفرد حروف سے قرار پاتے ہین مفرد جامع کی مثال یہ شعر ہے فاضل تخلص صاحب دیوان کا۔

ہ

بن ترے ہون جان بلب اے ع د وس و ے		دے ملا لب سے مرے جلدی تو اپنے ل و ب

ل و ب سے مراد لب ہے اور اس کا مرکب اس سے پہلے مذکور ہو چکا چنانچہ مصرع دوم کے ملاحظے سے معلوم ہوتا ہے۔

مفرد مطلق مین سے ایسی مثال جس مین حروف مفردہ اول مصرع مین آئے ہون یہ ہے۔

انشا

مدرسے مین اہل حرف اس نحو سے کہتے تھے کل		ا ز د ہ ا ف سے ہی ترکیب مشتق سانپ کی

اور درمیان مصرع مین آنے کی مثال یہ ہے۔

ولہ

رہے گا چار سو ستر برس انشا زمانے مین		کہ اُس پر سج رہا ہے ع و ش و ق کا جوڑا

آخر مصرع مین آنے کی مثال۔

فاضل

بن ترے ہون جان بلب اے ع دی وس و ے		دے ملا لب سے مرے جلدی تو اپنے ل و ب
آرزو میری یہ ہے ساقی کہ پہلے دور مین		ہاتھ سے پانون ترے لبریز جام م و ے
حسن ہے ایسا ترا دیکھے زلیخا گر تجھے		بھول جاوے وہ جمال ی و س ف

جس کا ہووے یار ایسا پھر توہی اُسکو بتا | چھوڑکر جاوے کہان فاضل ترا یہ دور

مؤلف نے بھی چند غزلین اس صنعت مین لکھی ہین یہ اُنکے اشعار ہین۔

پھر نظر دیکھا ہے جب سے ماہرو کا روخ | زرد ہی خجلت سے تب سے روے م وہ ور
یان تلک چپکے لبون سے لب کہ پھر نکلی نہ بات | لعل نوشین آپ کے ہین رشک ش دک ور
ہین یہ عارض تیرے شیشہ بادۂ گلگون سے بر | ہین ذقن بھر گزک خوشتر زس وی وب
کیون نہ ہر حلقے مین اُسکے دل پھنسین عشاق کے | دیکھ لو دامِ بلا ہے اُس کی زول وف
ایک مدت سے ہین سائل تجھ سے اے بحر سخا | کاش ہمکو بھی عطا ہو ب دو دس د ہ
دل دیا تھا ہمنے تجھی جان بھی دینا پڑی | کچھ نہین چلتی یہان اب ف وط ور وت

ولہ

کیون نہ ہون خجلت زدہ اے میرے م وہ ور | س در دو قد سے ر دح سے م وہ
م دش وک کو کیونکر نہ شرمندہ کرے | رنگ دبور کھتی ہے تیری اور ر دل وف
ع دش دق نے تیرے کیا دل کو کباب | اور رخ ددن کو بھی بنایا م دے
ل د ب کو ل وب پر شام سے رکھے رہون | جب تلک ہووے نہ اے دلدار ص دب وح
غ دے در نہ آنے پائے کوئی اس جگہ | ص لن دم جلدی بند کردے د در
ب در وہ دم دن ہو جاوے وہین | ش دے رخ ہمارا دیکھ لے گرب دت

صنعت موصل اسکو صنعت متصل الحروف بھی کہتے ہین یعنی عبارت یا نظم کے سب حرف ملکر لکھے جائین اور یہ کئی قسم ہی موصل دو حرفی موصل سہ حرفی موصل چہار حرفی اور زیادہ اس سے جہانتک ہوسکے مثال دو حرفی کی یہ شعر مثنوی نالۂ شوق کا۔

نالۂ شوق

غمِ فرقت سے کوفت ہے جی پر | ہم سے غافل ہے تو بُت کافر

مثال سہ حرفی کی۔

ظلم کیا کیا جفائین کیا کیا ہین | منہ عشق مین بھی بلائین کیا کیا ہین

مثال موصل چہار حرفی کی۔

نالۂ شوق

اُچپکے چپکے کبھی مجھے کہنا | ہمپہ کیسا بھبا بھبی گہنا

صنعت مقطع اسکو **منفصل الحروف** بھی کہتے ہین کہ نثر یا نظم کے تمام حروف کتاب مین علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا لکھے جائین - جیسے -

یعقوب علیخان نصرت

وہ آبدار اور وہ دم دار واہ واہ	وہ درد وار اور دل آزار واہ واہ
وہ زور دار اور وہ اک دار واہ واہ	وہ زان وہ بزم اور وہ دوار واہ ماہ

وہ آب اور وہ دم وہ دوان واہ واہ وا
وہ آن وہ ادا وہ روان واہ واہ وا

انجد

درد واے درون آزاری	پروک دود رد اور وہ آزار ہے

اور مصرع ثانی نسیم کے اس شعر کا بھی مقطع ہے -

کہنے لگا کیا مزا ہے دل خواہ	اے آدم زاد واہ وا واہ

نشتی

ولیکن بروز جزا بے گمان	کرے داوری داور داوران

دوسرا مصرع مقصود بالتمثیل ہے - اور سوز کے اشعار کا چوتھا مصرع اس صنعت مین ہے -

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے	سلام اللہ خان صاحب کے ڈیرے
وہان دیکھے کئی طفل پریرو	ارے رے رے ارے رے رے ارے رے

فیض کے اس شعر کا مصرع اول صنعت مقطع کی مثال ہے اور دوسرا مصرع صنعت موصل کی -

درد وداغ درخ زرد اور وہ دل	فیض مٹی مین گئے ہین سب مل

صنعت تلمیع جسکو **ذولسانین** اور **ذو لغتین** بھی کہتے ہین یہ صنعت اس طرح پر ہے کہ کلام مین زبانہاے مختلف کو جمع کرین اگر ایک شعر ہو تو دو زبانین اور خمسہ مین پانچ اور غزل وغیرہ مین ایک شعر زبان اردو مین دوسرا فارسی مین تیسرا عربی مین وقس علی ہذا یا ایک مصرع مین بعض ارکان فارسی زبان مین بعض اردو مین یا کسی اور زبان مین غرض کہ جہانتک جتنی زبانین چاہین غزل خواہ قصیدہ وغیرہ مین جمع کرسکتے ہین مگر اکثر زبانین مروج و مستعمل ہندوستان کی لکھی جاتی ہین پس اگر ایک شعر مین دو زبانین جمع ہون تو اُسے **ملمع مکشوف** کہتے ہین چنانچہ راقم الحروف کی ایک تمام غزل اسی صنعت مین ہے کہ ایک مصرع فارسی ہے اور ایک اردو -

ای سروِ خوش خرام گلستانِ دلبری	غلمان ترے غلام کنیزک تری پری
در گلشن دلم بامید بر وصال	رہتی ہے شاخِ نخلِ تمنا سدا ہری
باد صبا بکوچۂ جانان چو بگذری	کردینا وانپہ ذکر ہمارا بھی سرسری
ہردم بسینہ تیغ ادایش ہمے خورم	تجھی نہین زمانے مین مجھ سا کوئی جری

حسرت

پوچھا اعجاز سے تیرے جو مسیحا نے سخن	قال احییت عظاماً ہی قدکان رمیم

ترجمہ مصرعہ دوم عربی

کہا مین ایسی ہڈیون کو زندہ کرتا ہون جو گل جاتی ہین

ولہ

کیا حمد کہون تیری مجھے کچھ نہین یارا	یا من خلق الخلق ولیلاً و نہارا

ترجمہ مصرعۂ دوم عربی یعنی ای وہ ذات کہ جس نے مخلوق کو اور شب و روز کو پیدا کیا ہے۔

امیر

وہ در شود کشادہ اگر بستہ شد درے	رہتا نہین کسی کا زمانے مین کام بند

رند

حباب بر سر موج زنبیا دم چہ مے پرسی	فقط بحر جہا مین نہ قفل دم کی مہلت ہے

شاہ نصیر

لکھی ہین ہر ورق گل پہ بقول شخصے	ان فے الجنۃ نہر لبن

یعنی تحقیق جنت مین دودھ کی نہر ہے۔

واما ملمع محجوب کہتے ہین چنانچہ معزز نے ایک مستزاد مین کئی زبانین اس طرح جمع کی ہین کہ ہر شعر جداگانہ زبان مین ہے مگر چونکہ پنجابی و پختو وغیرہ زبانین غیر مانوس ہین اس لیے اُسکا لکھنا فضول سمجھا۔

سوز

مروت دشمنا غفلت پناہا	ادھر بھی دیکھنا ٹک مڑکے آہا
گئی اوقات سب بطلان مین افسوس	خداوندا کرامت دستگاہا
صرفت العمر فی لہو و لعب ترجمہ	فآہا ثم آہا ثم آہا

مین نے اپنی عمر کھیل کود مین برباد کی پس افسوس ہے پھر افسوس ہے پھر افسوس ہے

میر انشاء اللہ خان نے ایک قصیدہ مدح نواب سعادت علیخان مین لکھا ہی اُس مین بہت سے اشعار مختلف زبانون مین پائے جاتے ہین یہان پر بطور مثال کے فارسی عربی مارواری اور بھاشا کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہین اور ترکی پختو خراسانی انگریزی سنسکرت کشمیری اور مرہٹی کے اشعار بسبب غیر مانوس ہونے کے ترک کیے گئے ہ

شاہ ایران ہی کہا ہے تجھے عرشی مین ۔ بوکہ من ہم ز عنایات تو حظے ببرم

ترجمہ مصرعۂ دوم اُمید کہ مین بھی تیری مہربانیون سے کوئی فائدہ اُٹھاؤن

بخداوندی آنکس کہ مرا شاہی داد ۔ بندۂ حلقہ بگوش تو و چاکر ہستم

اُس ذات پاک کی خداوندی کی قسم جسنے مجھکو شاہی دی ہے کہ مین تیرا غلام مطیع اور خدمت گذار ہون +

مدح مین تیری زبان عربی مین اشعار ۔ شعرا پڑھتے ہین مسرور ہوا پس مین بہم

مثلہ لیس شجاع و امیر فی الدھر ۔ خصہ اللہ مغیثا لجمیع العالم +

ترجمہ شعر دوم اُس کی طرح کوئی بہادر اور امیر دنیا مین نہین ہی اللہ نے تمام عالم کی فریادرسی کے لیے اُسکو مخصوص کیا ہی

حق مین دشمن کے ترے لوہی کمین مین چھوٹ ۔ کا مین باندھا چھری بیری جو ہو جائے بھسم

ترجمہ مصرعۂ دوم کیا چھری باندھی جبکہ دشمن تباہ و فنا ہو جائے ۔

تیری آنکھون کو گنھیا سمجھ اور اسکا عکس ۔ [illegible] ہین یہ منتی ہر دم

تیری [illegible] ہر وقت یہ آرزو کرتی ہین -

[illegible] ۔ [illegible] جیسے چھپے چھوٹ کے تم

یعنی تمام [illegible] ڈھونڈھ [illegible] ۔ [illegible] اب کنھیا -

اور درست جو وہ مجھی ہی سو کہتی ہے یہ ۔ تورے چرنون لگی ہون بھا ٹا و ت سگرو گھم

ترجمہ مصرعہ دوم یعنی تمھارے قدمون سے لگی ہون تمام کنبہ گھر بار وہان چھوڑ کر -

اور جو اشعار اسطرح کے ہین کہ آدھا مصرع زبان فارسی مین اور آدھا اُردو مین یا آدھا فارسی مین آدھا بھاکا وغیرہ مین ہی یہ ایجاد امیر خسرو دہلوی کی ہی مثال آگے

مولوی سلامت اللہ کشفی

کیا نور خدا از رخ خوب تو عیان ست ۔ کہتے ہین اسی رو سے عیان را چہ بیان ست

کیا یوسف مصری ہے نظیر شہ بطحا ۔ وہ چشم کہان اور کہان جان جہان ست

یہ صورت حق ہے کہ مصور بہ بشر شد	اُس کا ہی ظہور این ہمہ در کون مکان ست
اب تاب نہین ہجر کی از پردہ بدر آ	مشتاق ترے وصل کا ہر پیر و جوان ست
اب آگے بھلا کشفی دل خستہ چہ گوید	تو جلد خبر اسکی کہ بیتاب و توان ست

رتیغ عشقش شہید گشتم نہ تاب ہجران قسم خدا کی **ضامن** خراب وحشی بنادے ساقی شراب وحدت پلا کے ہم کو

تو سرو آزاد و ناز نینی تمھارے قامت کا ہون مین سایہ	بزیر پایت ہون اوفتادہ گرانہ چندان اُٹھا کے ہم کو
جو عشق آمد درون جانم تو شور برپا ہوا قیامت	جگایا تو نے جنون وحشت مزار مین بھی سُلا کے ہم کو

اور یہ ایک شعر امیر خسرو کا زبان فارسی مین ہے اور ترجمہ اُسکا باعتبار زبان ہندی کے ایک عجیب طرح ہوتا ہے

ماہ در قسر بہ نماندست ز ہجر تو مرا	دم بہ یک موے خدا را کہ چہ حال ست ترا

ماہ کو ہندی مین ماس کہتے ہین اور ماس کو گوشت بھی بولتے ہین پس ماہ سے گوشت مراد ہے قربہ کو دیہہ کہتے ہین اور دیہہ ہندی مین بدن کو کہتے ہین وہی یہان مراد ہے مطلب یہ ہوا کہ گوشت بدن مین نہین رہا تیرے ہجر مین۔ دم کو ہندی پونچھ کہتے ہین اور پونچھ صیغہ امر کا بھی ہے پرسیدن کے معنی مین موے کو ہندی مین بار کہتے ہین اور بار بمعنی مرتبہ اور دفعہ کے بھی ہے پس مصرع ثانی کا یہ مطلب ہوا کہ پوچھ ایک مرتبہ خدا کے واسطے کہ تیرا کیا حال ہے۔

صنعت جامع الحروف یعنی ایک بیت یا فقرہ ایسا لکھین کہ جس مین تمام حروف تہجی سما جائین مثال اسکی یہ شعر نظام کا۔ ع

مظہر فیض و عطا منعم ذی جود و سخا	صُلح کل خسرو ثابت قدم رزم و غا

اس شعر مین حروف ع ب ی سب جمع ہین۔

صنعت تنسیق الصفات یعنی کسی چیز یا کسی شخص کا ذکر صفات متواترہ کے ساتھ کرین خواہ وہ صفات مدح کی ہون یا مذمت کی کیونکہ صفت وہ چیز ہی جو کسی چیز کے اُن معنی کو بیان کرے جو اُس مین ہون خواہ وہ معنے اچھے ہون یا بُرے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صفت سے فقط خوبی ہی مراد ہوتی ہے بلکہ برائی ہو تو بھی صفت کہلائے گی۔ جیسے مُنیر گھوڑے کی صفت مین کہتا ہے۔ ع

سُنبلہ دم ماہ سم لاغر میان فربہ کفل	طالع شہباز اقبال ہما اوج عقاب
کہکشان تنگ آسمان سنگ برسایہ برق تگ	تیز دم آتش قدم گیسو لجام ابر درکاب

اُسی کا یہ شعر براق کے وصف مین ہے۔ ع

اسد ہیبت فلک پیکر قمر سم	عنانین دو نون جوزا سنبلہ دم

ذوق

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسرے انصاف	خسرو جم خدم و دادور دارا حشمت
قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد	حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

انیس

ہے ہے مرے سعید و رشید و متین جوان	خوشرو جوان غریب جوان مہ جبین جوان

تپش

بوسہ لیتا ہے جو منھ چڑھکے برابر گیسو	کتنا گستاخ ہی بیہودہ اہی خود سر گیسو

میر

کہ وان اک جوان تھا پر سرانجام	خوش اندام و خوش قامت و خوش خرام

سودا

پس ید اللہ بے شک ولاریب بازوئے نبی	قوت ہر اک ضعیف و طاقت ہر ناتوان
گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت	نور مہر لامکان چشم و چراغ قدسیان

صنعت مافی الضمیر اسکو اظہار مضمر بھی کہتے ہین یعنی پرائے دل کی بات ظاہر کرنا یہ صنعت مشکل ترین صنائع لفظی سے ہی اور یہ اس طرح پر ہی کہ اول ایک مصرع پندرہ حروف کا کہین اور اُسمین کوئی حرف مکرر نہو پھر ایک رباعی خواہ سوا وزن رباعی کے اور وزن مین چار مصرع کہین اور اس امر کا لحاظ رکھین کہ وہ پندرہ حروف جو اس ایک مصرع مین جمع ہین وہ متفرق طور پر اُن چار مصرعون مین بھی موجود ہون یعنے کوئی حرف کسی مصرع مین کوئی حرف کسی مصرع مین اور کسی مصرع مین مکرر۔ کوئی حرف اُن مین کا رہ نہ جائے اور اُن کے تحریر کرنے کی یہ صورت ہے کہ اول وہ مصرع پندرہ حروف والا اوپر لکھا جائے اور پھر رباعی و قطعہ کے طور پر وہ چارون مصرع لکھین اور مصرع اول کے کنارے پر (۱) کا ہندسہ اور دوسرے مصرع پر (۲) کا ہندسہ اور تیسرے مصرع پر (۴) کا ہندسہ اور چوتھے مصرع پر (۸) کا ہندسہ یہ کل عدد پندرہ ہوے اور پندرہ ہی حروف مصرع اول کے تھے۔ اور طریقہ بتانے مافی الضمیر کا یہ ہے کہ مخاطب سے کہے کہ ایک حرف مصرع اول جامع الحروف (یعنی پندرہ حرف والے مصرع) مین سے ذہن مین لے لو پھر اُن چار مصرعون کو پڑھے اور پوچھے کہ جو حرف تمنے ذہن مین لیا ہی وہ کون کون سے مصرع مین ہی وہ اگر جواب دے کہ دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہی تو اُن مصرعون کے سرے پر جو عدد ہین اُن کو جمع کرنا چاہیے جو حاصل جمع ہو اُسی کے مطابق مصرع جامع الحروف مین سے حرف گن لے

وہی حرف اسنے لیا ہی مثال اسکی یہ مصرع اور یہ رباعی ہی **مصرع**

ہے لب دوست مخزن شکر

رباعی

عاشق سا مہر دار راز دل زار — سو طرح کا زیور اور خال رخسار
شب آؤ کرو غور نشان دو صاحب — مشتاق کا عزم جان کر آخر کار

مخاطب سے پوچھے کہ تمنے اُس مصرعۂ مرقومۂ بالا مین سے جو حرف ذہن مین لیا ہی وہ رباعی کے کون کون سے مصرعون مین ہی اگر وہ کہے کہ پہلے اور دوسرے مصرع مین ہی تو چاہیے کہ مصرع اول اور دوم کے آغاز کے عددون کو جمع کرین پس ایک اور دو تین ہوے اور تیسرا حرف مصرع جامع الحروف کا (ل) ہی معلوم ہوا کہ مخاطب نے لام لیا ہی کیونکہ دیکھا جاتا ہی تو لام سواے مصرع اول اور دوم کے اور کسی مصرع مین نہین اور اگر کہے دوسرے اور تیسرے مصرع مین یا تیسرے اور چوتھے مین یا پہلے اور چوتھے مین ہے تو انھین مصرعون کے سرے کے اعداد جمع کرکے اُسکے مطابق حرف مصرع جامع الحروف سے گن لینگے اور قاعدہ اس صنعت کی ایجاد اور برتنے کا یہ ہی کہ ایک مصرع پندرہ حرف کا ایسا کہا جاوے کہ اُس مین کوئی حرف مکرر نہو اُسکے بعد رباعی یا اور کسی وزن پر چار مصرع کہے جاوین اور اُن مین یہ التزام کیا جاوے کہ مصرع جامع الحروف کا پہلا حرف اُن چار مصرعون مین سے پہلے مصرع سے خصوصیت رکھتا ہو تین مصرعون مین نہو اور اُس مصرع کا دوسرا حرف اُن چارون مصرعون مین سے دوسرے سے خصوصیت رکھتا ہو پہلے اور تیسرے چوتھے مصرع مین نہو تیسرا حرف اُس پندرہ حروف والے مصرع کا اُن چار مصرعون مین سے پہلے اور دوسرے سے مخصوص ہو تیسرے اور چوتھے مین نہو اور چوتھا حرف اُس مصرع کا تیسرے مصرع مین ہونا چاہیے پہلے دوسرے اور چوتھے مین نہو اور پانچوان حرف اُس مصرع کا پہلے اور چوتھے مصرع مین ہو اور کسی مصرع مین نہو چھٹا حرف اُس مصرع کا رباعی کے دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہو ساتوان حرف پہلے دوسرے اور تیسرے مصرع مین ہو آٹھوان حرف صرف چوتھے مصرع مین نوان حرف پہلے اور چوتھے مصرع مین ہو دسوان حرف دوسرے اور چوتھے مصرع مین ہو گیارھوان حرف پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع مین ہو بارھوان حرف تیسرے اور چوتھے مین ہو تیرھوان پہلے تیسرے اور چوتھے مین چودھوان دوسرے تیسرے اور چوتھے مصرع مین پندرھوان حرف اُس مصرع کا اُن چارون مصرعون مین واقع ہو تعجب ہے کہ مرزا قتیل نے صنعت اظہار مضمر کو دریاے لطافت مین صنائع معنوی مین لکھا ہی حالانکہ یہ صنعت اصالۃً معنوی خوبی کی طرف کسی طرح راجع نہین ہو سکتی سواے سہو کے اور کیا کہا جاوے۔

صنعت معمّا امیر خسرو نے اعجاز خسروی کے تیسرے رسالے مین لکھا ہی کہ موجد اس کا مولانا
بہار بخاری ہی معما اُس صنعت کو کہتے ہین کہ کلام سے باشارۂ لفظی یا بدلالت خفی وغیرہ کوئی نام یا
عبارت حاصل ہو مگر اکثر وہ کلام موزون ہوتا ہے اور نثر شاذ و نادر اور اکثر نام حاصل ہوتا ہی عبارت
کبھی کبھی۔ سید وارث علی نے جو اعتراض نثاری پر کیا ہی اور معما کو اسمار الرجال ہی پر منحصر رکھا ہی بالکل
بجا ہی ہان اکثر اسم ہوتا ہی اور یہی زیادہ تر رائج ہے لیکن یہ غلطی نثاری کی بہت بڑی ہے کہ معمّا کو
صنائع معنوی مین لکھا ہی جیسا کہ ہفت قلزم کے جامع نے کیا ہی۔ الحاصل معما مین اسم مقصود بدلالت
حروف و باشارت الفاظ حاصل ہوتا ہی اور اسم حاصل ہونے کی بہت سی صورتین ہین ایک یہ کہ
حروف اسم مطلوب بترتیب موجود ہون اور حرکات و سکنات اسم پر بھی اشارہ ہو دوسرے یہ کہ
حروف اسم مطلوب بترتیب پائے جائین مگر حرکات و سکنات کی طرف کوئی اشارہ نہو تیسرے یہ کہ
حروف اسم مطلوب سب مذکور ہون لیکن ترتیب نہو اور حرکات و سکنات کا بھی کچھ اشارہ نہو
چوتھے یہ کہ حروف اسم بھی مذکور نہ ہون بلکہ کسی اور طرح سے اُن حروف کی جانب اشارہ ہو
اور آخراج و حصول اسم کی الفاظ سے کئی صورتین ہین از انجملہ ایک یہ ہے کہ ہر ایک لفظ تین حال
سے خالی نہوگا اول اوسط آخر اگر حرف مطلوب سر کلمہ مین ہوگا تو اسکی تعبیر مطلع۔ تارک۔ سر۔ لب۔
اول۔ تاج۔ افسر۔ کلاہ۔ رُخ۔ مبتدا۔ فرق وغیرہ سے کرتے ہین جیسا کہ اس معمای نثر مین کتاب فسانۂ عجائب
کی نثر شہزادی نے کہا طبیعت کی جودت اس شخص کی مشہور ہی۔ ایک معما بوجھتی ہون بدیہہ اگر جواب دیگا
تو شک بے شک رفع ہوا بھلا وہ کیا شے ہے جسکو گبر و مسلمان یہود نصارے سب فرقہ انسان کا آشکارا
کھاتا ہے مگر جب سر کاٹ ڈالو تو زہر ہو جائے کوئی نہ کھائے اور جو غصے مین کھائے تو فوراً مر جائے
جوان نے ہنس کے کہا شہزادی قسم ہے حرف قاف کو سر قرار دیا ہے۔ امیر اللہ تسلیم نے اس معمے کے مضمون کو
نظم کر کے یون بانڈھ دیا ہے ؎

اگر عدو کھاے سر شہ کی کبھی جھوٹی قسم	آئے آتے تا زبان پیدا کرے تاثیر سم	

اور اگر مقصود وسط کلمہ مین ہو تو قلب۔ درون۔ دل۔ مغز۔ مرکز۔ میان۔ توسط۔ کمر۔ موضع۔ مقام وغیرہ
کہتے ہین اور انتہائے کلمہ مین ہو تو لفظ پا۔ قدم۔ حد۔ دامن۔ در۔ پایان۔ انجام۔ انتہا۔ آخر۔ ذیل۔
غایت۔ تمام وغیرہ سے اشارہ کرتے ہین اور غرہ و سلخ۔ اوج و حضیض۔ فراز و نشیب۔ پا و دست
و جامہ۔ بالا و زیر۔ صاف و درد۔ شاخ و بیخ۔ جیب و دامن وغیرہ الفاظ سے فن معما مین حرف
اول و آخر مراد ہوتے ہین۔ سید انشا نے جرأت کے نام کا معما کہا تھا **مصرع**

مصرع سرمونڈی نگوڑی گجراتن ترجمہ نگوڑی وہ عورت جس کے بانوکن نہون۔
لطیفہ اس مین یہ تھا کہ گجراتن جرأت کی مان کا نام تھا اور لفظ جانب۔ لب۔ سو۔ طرف۔ گوشہ کنار۔ اور پہلو سے کبھی حرف اول کبھی حرف آخر مراد لیتے ہین اور الفاظ ناقص۔ مختصر۔ کوتاہ۔ ابتر حرف آخر کے نقصان پر دلالت کرتے ہین اور الفاظ مجوف۔ تہی۔ خالی مابین الطرفین کے نقصان پر اور سر نیزہ۔ علم۔ نخل۔ خدنگ۔ ناوک۔ تیر۔ خار۔ قد سبالا حرف الف سے کنایہ ہی اور دندان۔ آئنہ ہشت سنگ۔ حرف سین مہملہ سے کنایہ ہی اور ابرو ہلال وغیرہ نون وجیم ودال سے کنایہ ہے اور خال۔ ستارہ۔ قطرہ۔ گرہ۔ گوہر۔ ذرہ نقطون سے عبارت ہے۔ اور کبھی صرفیان عرب کے طریق پر کلمے کے حرف اول کو فا اور دوم کو عین اور سوم کو لام کہتے ہین۔ کبھی کوئی لغت عربی بیان کرکے فارسی مین اُسکے معنی مراد رکھتے ہین اور کبھی فارسی بیان کرنے سے عربی مقصود ہوتی ہی جیسے۔ مومن کے اس معما مین۔

معما باسم مومن

کیفیت وصال اب کچھ نہین رہی	کیونکر نہون ملول مین شب کچھ نہین رہی

الفاظ (ملول مین) مین سے شب کا نکلنا بیان کیا ہی شب فارسی ہی اُس کا مرادف لیل عربی ہی جب لام آوری اور لام الفاظ مذکور مین سے نکالے تو مومن رہ گیا مگر ایک عیب اس معما مین واقع ہوا ہے وہ یہ کہ کلام سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ ملول کے لفظ مین شب نہی اور مراد یہ ہے کہ (ملول مین) کے لفظ مین سے لیل نکلی غرضکہ ایک مین اور چاہیے۔
کبھی لفظ فارسی سے ترکی کبھی فارسی سے ہندی مراد لیتے ہین۔ جیسے :۔

سامنے رہ ے سرو کا کاٹ بوتیمار کو	اری باغبان تو مہربان عندلیب

بوتیمار کو ہندی مین بگلا کہتے ہین جب اُسے سر کا کاٹ ڈالا یعنی حرف با اور الف کو دور کردیا تو گل رہ گیا کبھی عدد بیان کرکے اُس سے بہ حساب جمل کوئی حرف بنا لیتے ہین جیسا اس شعر مین۔

گر چہ ہے نام اُسکا تین حرف سے ترکیب لیک	تین سو چالیس و ساٹھ مول ہے یہ ایک ایک

تین سو عدد شین نقطہ دار کے ہین اور چالیس میم کے اور ساٹھ سین بے نقطہ کے پس تینون حرف ملکر شمس حاصل ہوا کبھی نجومیون کی اصطلاح سے کام پڑتا ہی اور سبعہ سیارہ کا حرف آخر مراد ہوتا ہی مثلاً شمس سے (س) اور قمر سے (ر) اور مشتری سے (ی) اور عطارد سے (د) اور زہرہ سے (ہ) اور زحل سے (ل) اور مریخ سے (خ) اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ حروف ابجد کے اُن حروف سے جو

ہفتے کے دنون کے شمار کے موافق ہون ہفتے کا دن مراد لیتے ہین جیسے (الف) سے یکشنبہ اور (ب) سے دوشنبہ اور (ج) سے سہ شنبہ اور (د) سے چہار شنبہ اور (ہ) سے پنجشنبہ اور (و) سے جمعہ اور (ز) سے ہفتہ۔ کبھی سال بولتے ہین اور تین سو ساٹھ مراد لیتے ہین اور ماہ سے تیس مقصود ہوتے ہین علیٰ ہذا القیاس اعراب وغیرہ بھی اسی طرح ثابت کرتے ہین چنانچہ کھولنے کو عربی مین فتح کہتے ہین اور فتح صرفیون کی اصطلاح مین زبر کا نام ہے اور شکستگی عربی مین کسر کو کہتے ہین اور کسر صرفیون کی اصطلاح مین زیر کا نام ہے اور تسکین سکون سے مراد ہوتی ہے اور سکون صرفیون کی اصطلاح مین جزم کو کہتے ہین جیسے اس بیت مین قتیل کے آگے لانے سے پیش دینا مراد ہے یعنے مضموم کرنا حرف کا۔

کوئی سر نیشکر کا آگے لاؤ | آہ جو ہر ہو پری ہندوستان کی ہا

نیشکر ہندی مین گنا ہا فتح کہتے ہین اور سر اسکا گاف ہے اسکو ضمہ دینے سے گنا ہوتا ہے اور یہ نام ہے محبوبۂ قتیل کا۔ کبھی لفظ کا مقلوب مراد ہوتا ہے جیسے یہ معما مومن خان کا۔

بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا | ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

ہم کا مقلوب مہ اور بات کا مقلوب تاب اور یار کا مقلوب رای ہے پس مہتاب رای ہوگیا۔ کبھی کبھی کسی لفظ کا ہم عدد دوسرا لفظ اسی لغت کا یا کسی اور لغت کا مقصود ہوتا ہے جیسے اس شعر مین مومن کے۔

قید بیحد ہے خانہ بے در ہے | تو بھی صاحب غلام سے [1]

قید بیحد ہی حد سے مراد حرف آخر دال ہے جب دال کو دور کیا تو قے رہ گیا اسکے ایک سو دس عدد ہوتے ہین اور اتنے ہی عدد لفظ علی کے ہین اور یہان یہی مراد ہے خانہ بیدر ہے در سے حرف آخر (ہ) مراد ہے جب ہاے ہوز کو گرا دیا تو خان رہ گیا اور غلام کا لفظ جو مصرع ثانی مین ہے وہ ان لفظون کے اول مین ملا دیا غلام علیخان ہوگیا۔ یہان مختصر طور پر صنعت معما کا بیان کیا گیا اگر غور کیا جائے تو برا یہ ایک علم علیحدہ ہے اور نہایت طوالت اور تفصیل چاہتا ہے بخوف طول کتاب اور بلحاظ کم مروج ہونے اس فن کے اسقدر پر اکتفا کی گئی۔

صنعت لغز اسکو چیستان اور پہیلی بھی کہتے ہین اس مین باعتبار علامات اور صفات اور خواص کے کوئی چیز دریافت ہوتی ہے فرق معما اور چیستان مین یہ ہے کہ مقصود اصلی معما مین حروف و الفاظ ہین اور چیستان مین مقصود اصلی اشیا کی ذاتین ہین۔ جیسے۔

پہیلی افیون۔

---

[1] بضم لام و فتح غین معجمہ و سکون زائے معجمہ ۱۲

منشی اسمٰعیل حسین منیر

گر وہ طبع اہل خرد اس کی کم سنی ہے ہے بیگناہ پر یہ تعجب کی بات ہے	پیری میں اُسکی قدر جوانی سے بھی سوا اُسکا ہی پوست کھینچتے ہیں اُسکے آشنا

پہیلی لفظ آہ ۔

انشا

ہے نصف تو اسم ذات کی سی صورت کام آوے وہ دردمیں جو لکھے انشا	دن کی صورت نہ رات کی سی صورت تو ہو قلم و دوات کی سی صورت

پہیلی گھڑیال ۔

مومن

نہ بولے وہ جب تک کہ کوئی بلائے نہیں چور پر وہ لٹکتا رہے شب و روز غوغا مچایا کرے	نہ لفظ اور معنے سمجھ میں کچھ آئے زمانے کا احوال بکتا رہے اسی طرح سے مار کھایا کرے

پہیلی چراغ ۔

امیر خسرو

بالا تھا تو سب کو بھایا ہے میں نے کہدیا اُس کا ناؤن	بڑا ہوا تو کام نہ آیا ہے ارتھ کہو یا چھوڑو گا نؤن

پہیلی موری ۔

ولہ

ساون بھادوں بہت چلت ہے ماہ پوہ میں تھوڑی	میر خسرو یوں کہیں بتا پہیلی موری

پہیلی قلمدان ۔

ایک تابوت اور کتنے مُردے تال میں بیوین کا لا پانی ہے	ظفر — کٹے کٹے کیا دل گردے یہ ہے ظفر اُس کی نشانی

پہیلی آسمان اور تارے ۔

ظفر

ایک تھال موتیوں سے بھرا	سب کے سر پر اوندھا دھرا

جا مدن طرف وہ تھال پھرے	سوتی اُس سے ایک ناگرے

پہیلی چشم و مژگان۔

تجمل سول خان تجمل

دو تالاب اور کتنی تریان ؎ تال کے اوپر بن بھر مشکین ؎ رات کو وہ سب مل جُل کر	جب دیکھو جب ننگی کھڑیان نظرون مین وہ سب کی کھٹکین ؎ سوتی ہین اُن تالابون پر

پہیلی بالا۔

کان مین رکھ تو یہ ایہام	؎ نیچے لٹکے اوپر نام ؎

پہیلی خرگوش۔

آدھا رہے کھار کے آدھا سب کے پاس ؎	جو تجھے مارا چاہے جنگل اُس کا باس

پہیلی آئینہ۔

فارسی بولی آئی نا ؎ ہندی کہون عارسی آئے	؎ ترکی ڈھونڈھی پائی نا ؎ خسرو کہے کوئی نہ پائے

صنعت تاریخ مولوی غلام علی آزاد صاحب سبحۃ المرجان کہتے ہین کہ ادیبان عرب نے تاریخ کو بدائع مین جگہ نہین دی ہے اصطلاح مین تاریخ اسکو کہتے ہین کہ کوئی لفظ یا فقرہ یا عبارت مصرع یا بیت ایسی تجویز کرین کہ اُسکے مکتوبی حروف کے عددون سے بہ حساب جمل سنہ اور سال کسی واقعہ شادی یا وفات کے معلوم ہون یا نکاح خواہ تولد فرزند یا تصنیف کتاب خواہ لڑائی یا بادشاہ کے جلوس یا کسی اور امر کے وقوع کا زمانہ سمجھا جائے حروف مکتوبی کی قید اسلیے ہے کہ جو حروف لکھنے مین نہین آتے اُنکے عدد محسوب نہین ہوتے اور جو لکھے جاتے ہین اگرچہ پڑھے نہ جاوین عدد اُنکے لیے جاتے ہین مثلاً لفظ اللہم اور فرخ مین ایک میم اور ایک رے کے عدد لیے جائینگے اور نصیر الدین اور عبد اللہ مین الف کا ایک عدد ملیا جائےگا اور الف ممدودہ کے بھی دو عدد لیے جائینگے اسلیے کہ وہ ایک الف متحرک اور دوسرا الف ساکن ہے اور بعض متقدمین الف ممدودہ کا ایک عدد لیتے ہین اور ہمزہ کا کہ اُسکی یہ صورت ہے (ء) بعض ایک عدد شمار کرتے ہین بعض بشکل یا لکھکر دس عدد محسوب کرتے ہین بعض مہمل چھوڑ دیتے ہین عدد نہین لیتے تینون صورتین جائز ہین چہ اور کہ مین ہاے مختفی کے بھی عدد لیے جاوینگے۔ اور حرف تا کے عدد دو طرح کے لیے جاتے

جورت) دراز لکھی جاتی ہی خواہ جمع کی ہو خواہ ضمیر کی خواہ مصدری اُسکے چار سو عدد لیتے ہین جیسے عنایات وحشمت وغیرہ مین اور جو (ۃ) باملاے عربی یا فارسی مدور بہ شکل ہاے ہوز لکھی جاتی ہی اُسکے پانچ عدد ہاے ہوز کے سے لیے جاتے ہین جیسے ت جنتہ اور صلوٰۃ وزکوٰۃ وغیرہ کی اور معنی تاریخ کے لغت مین وقت ظاہر کرنا ہین پس تاریخ سے بمقابلۂ زمانۂ حال کے مدت اُس واقعہ گذشتہ کی ظاہر ہوتی ہے اور مادۂ تاریخ عام ہے خواہ نظم ہو خواہ نثر اور تاریخ دو قسم ہوتی ہے۔ ایک صوری اور ایک معنوی اور معنوی فن معما کے قبیل سے ہی صوری وہ ہے جس سے لفظاً کوئی زمانہ معلوم ہو۔ مثال اسکی۔

تاریخ بدیع مصنفۂ تسلیم

ہزار و ... شصت و دو مین عرض	اجل کا بہانہ ہوا وہ مرض
منہ	
گیارہ سو اکیاسی ہجری کی تھی	یہی سال تاریخ رحلت کی تھی
منہ	
گیارہ سو اسی مین تھے چار کم	کہ پیدا ہوے تھے وہ انجم حشم

اور معنوی وہ ہی جسکے عددون سے بحساب جمل کوئی سنہ و سال پیدا ہو اگر مادہ تاریخ معنوی سے عدد مطلوب بغیر کمی و بیشی کے نکل آوین تو اُسکو تاریخ بے کم و کاست کہتے ہین اور تاریخ کامل بھی بولتے ہین۔ تاریخ کامل و بے کم و کاست کی مثال یہ تاریخ نتیجۂ فکر جناب مخدومی مولوی نور الدین احمد صاحب ابن مولوی نظام الدین مرحوم ہاشمی بدایونی کی ہی۔

حضرت صولت نے لکھی یہ کتاب	مدح حضرت مین عجب نادر غریب
لائق تعریف اور تحسین ہے	صاحب ممدوح کی رائے مصیب
قطعۂ تاریخ لکھنے کے سبب	مجھکو بھی ایما ہوا جاگے نصیب
جب ہوئی تاریخ کی مجھکو تلاش	ہاتف غیبی نے آمیرے قریب
مصرع تاریخ یون موزون کیا	نعت محبوب خدا ہے یہ عجیب

۱۲۹۸ ہجری

اس مین بارہ سو اٹھانوے عدد بے کم و کاست نکلتے ہین۔

محمد رضا خان برق

فصل گل ہے گلشن ایجاد کی	دھوم ہے ہر سو مبارک باد کی

خسروِ عادل کا ہوا اب دور دور	دادِ بلبل پاتی ہے فریاد کی
قمریون کو سرو کی پروا ہے کیا	قدر بندون کو نہین آزاد کی
بے خطر عاشق ہین جو رِ عشق سے	جان شیرین بچتی ہے فرہاد کی
قبلۂ عالم نے طبع پاک سے	آج کل کوٹھی عجب ایجاد کی
برق نے تاریخ اُسکی یہ کہی	خُلد ہے کوٹھی حسین آباد کی

محققین فن کا اتفاق ہے کہ صوری و معنوی تاریخون مین ترجیح اُس تاریخ کو ہے جس مین بھرتی کا کوئی لفظ نہو واو عاطفہ کو بھرتی نہین کہہ سکتے اور اس کا ترک کرنا جائز نہین۔

سنہ یا سال کا لفظ اُس وقت قابل اعتراض نہوگا جبکہ مصرع مین داخل اور الفاظ بیانیہ مادہ سے متعلق نہو۔ مہینے کے عوض لفظ ماہ یا شہر اسی طرح ایام کے عوض لفظ روز یا یوم داخل مادہ ہوسکتا ہے علٰے ہذا شب یا صبح کے الفاظ کے ساتھ ان کے موزون اور مناسب الفاظ کا استعمال بھی خوبی مین داخل ہے۔ مثلاً اول شب یا آخر شب یا شب قدر یا شب برات یا صبح عید وغیرہ باعتبار لفظ تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) تاریخ مفرد (۲) تاریخ مرکب۔

تاریخ مفرد۔ وہ ہے جو کسی حرف کے عدد جمل سے حاصل ہو فرض کرو کہ کسی کا نام غالب ہو اور اُسکی وفات ۱۲۸۵ھ ہجری مین واقع ہو اور سرنام حرف کو سال قرار دیا جائے یا کسی کے نام سے حرف اول و آخر لیکر اُسکے متعلق کسی واقعہ کی تاریخ قرار دی جائے جیسے ایک حکیم کی معزولی کی تاریخ ہے ؏

اُٹھ جائے حکیم سے تو لے لے	سہ مرتبہ نصف نصف کم کر

حرف ح کے عدد جمل ۸ ہین اسکی تنصیف کیجئے تو ۴ ہوے پھر تنصیف کیجئے تو ۲ اور تنصیف سوم مین ۱ رہ گیا ان چارون ہندسون کو ایک سطر مین لکھیے ۸۴۲۱ سنہ واقعہ کا مساوی ہے۔

تاریخ مرکب وہ ہے جو ایک یا کئی الفاظ کو شامل ہو جیسے۔

لمؤلفہ

پوچھی تاریخ اسکی مجھی سے	جب ہوئی یہ کتاب چھپکے عیان
لب ہاتف سے یون ہوا ارشاد	گنج مقصود و مخزن درمان

باعتبار کلام تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) تاریخ منثور (۲) تاریخ منظوم۔

تاریخ منثور - وہ تاریخ ہے جو ایک یا کئی جملون یا فقرون کی عبارت سے حاصل ہو جیسے نواب رام پور کے بیاہ کی تقریب مین فروزشاہ خان فیروزرام پوری نے ایک چھوٹا سا رسالہ بنام تحفۂ تہنیت اس طرح کا نثر مقفےٰ مین لکھا ہے اس مین ہی - عجب موسم خوش ہے عجیب ڈھنگ ہے - آرائش بازار کا نرالا رنگ ہے - اچھے اچھے مناسب جوڑے تقسیم ہو رہے ہین - اچھے اچھے اصیل گھوڑے تقسیم ہو رہے ہین - جا بجا بازار کی بے مثل دکانین سج رہی ہین - گھر گھر دل آویز نوبتین بج رہی ہین - شہر مین دل پسند نفیس دروازے بنائے ہین - اور دستکاری سے کیسے کیسے سجائے ہین - شادی مین عجیب عید ہے اور طُرفہ بات ہے - کیا عالی قدر دن ہے کیا لُطف کی رات ہے - فوج کا اور ہی بوستان ہے اور ہی بہار ہے - یہ نوشہ کی بیاہ ہے یا شان کردگار ہے -

تاریخ منظوم وہ تاریخ ہے جو ایک مصرع یا جزو مصرع یا شعر سالم سے پیدا ہو جیسے قطعۂ تاریخ میر گھسیٹا نتیجہ فکر شیخ امام بخش ناسخ -

جب میر گھسیٹا مر گئے ہائے	ہر ایک نے اپنے منھ کو پیٹا
ہاتف نے کہی یہ اُسکی تاریخ	افسوس کہ موت نے گھسیٹا

مادہ تاریخ منثور پر منظوم کو ترجیح ہے -

باعتبار مادہ بھی تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) مستقل (۲) غیر مستقل -

مستقل مادہ وہ ہے جو بنفسہ کامل ہو عام اس سے کہ مفرد ہو یا مرکب منثور ہو یا منظوم جیسا کہ اوپر کے مادون مین -

غیر مستقل مادہ وہ ہے جو تعمیہ یا تخرجہ کا محتاج ہو -

تعمیہ و تخرجہ

صاحب معدن الجواہر کہتا ہے کہ جمل کا اصطلاحی لفظ تعمیہ ہے اور نیز اُس کا قول ہے کہ اصطلاح اہل بدیع مین معما کہنے کو تعمیہ کہتے ہین اور اصطلاح اہل جمل مین تعمیہ وہ ہے جسکے ذریعے سے تاریخ کے اعداد کو درست اور برابر کرین خواہ زیادتی کے ذریعے سے یا کمی کے ذریعے کے پس اُسکے قول کے بموجب تعمیہ کی تین قسمین ہین (۱) اگر مادۂ تاریخ مین کمی ہو تو

اُسکو پورا کرین جس کا نام **تدخلہ** ہے (۲) یہ کہ اگر مادہ تاریخ مین اعداد کی زیادتی ہو تو اُسکو کم کرین جس کا نام **تخرجہ** ہے ایک یہ کہ مادے کی تکمیل عمل تخرجہ و تدخلہ دونون سے کرین الی آخرہ۔

بعض اہل جمل نے کہا ہے کہ تعمیہ کی قسم اول کا نام **تعمیہ داخلی** ہے اور قسم دوم کو **تعمیہ خارجی** کہتے ہین اور یہ صرف لفظی اختلاف ہے تعمیہ داخلی کہین یا تدخلہ۔ تعمیہ خارجی کہین یا تخرجہ بہرحال دو اقسام ہین تعمیہ کے بعض کا قول ہے کہ اہل جمل نے تدخلہ کا نام تعبیہ رکھا ہے۔ تعبیہ کے لغوی معنے آراستہ کرنے اور ڈھانپنے اور عجیب چیز بنانے کے ہین اور تعمیہ کے معنے اندھا کرنے اور چھپانے اور چھپنے اور عجب چیز بنانے کے ہین اگرچہ تعبیہ اور تعمیہ کے معنے قریب قریب ایک ہین لیکن اہل جمل نے کسی مادۂ تاریخ کی کمی کو مٹانے اور اُسکے عیب نقص کو ڈھانپنے کا نام تعبیہ رکھا ہے اس کا عکس تخرجہ ہے جس کی تعریف اوپر بیان ہو چکی ہے۔

بہرحال ہماری رائے مین تعمیہ اور تعبیہ کو مرادف قرار دے کر اس کے ذیلی اقسام کا نام تدخلہ اور تخرجہ رکھین یا تعبیہ اور تخرجہ کو بنفسہ دو مستقل اصطلاح قرار دین دونون کا نتیجہ معناً ایک ہے صرف لفظی فرق ہے اگرچہ ان الفاظ کی حقیقت کی بنا کسی قدیم تصنیف سے نہین ملتی لیکن یہ عمل قدیم الایام سے عربی اور فارسی اور اردو شاعری مین بطمن تاریخ جاری ہے۔ تاریخ گوئی مین عمل تعمیہ مستحسن نہین اور مجبوری کی حالت مین کیا جاتا ہے تاہم تاریخ مستقل کو اس پر ترجیح ہے اسلیے کہ مادۂ غیر مستقل غیر کا محتاج ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر مادۂ تاریخ مین کچھ عدد کم ہون تو کوئی حرف اُن عددون کا ملا دیتے ہین اور اُسکو باشارۂ لطیف بیان کرتے ہین اور اس عمل کو **تعمیہ** کہتے ہین مثلاً تاریخ شادی یا تولد فرزند وغیرہ مین خوشی کے مقام پر ایک عدد مادۂ تاریخ مین کم ہو تو سر انبساط اور دو عدد کم ہون تو از روے بہجت یا بشارت وغیرہ اور علے ہذا القیاس رنج کے مقام مین ایک کے واسطے از سر آہ اور دو کے واسطے از روے بکا اور چار کے واسطے از سر درد لکھکر تعمیہ کرتے ہین مثال تاریخ تعمیہ کی یہ اشعار قطعۂ تاریخ تولد ایک لڑکے کے نتیجۂ طبع جناب مکرمی مولوی نورالدین احمد صاحب۔

چودھوین تاریخ تھی پندرھوین شب	جبکہ دنیا مین قدم اُس نے رکھا

۱۲۸۴ / ۱۲۹۳

بولا ہاتف سُن کے ازروے طرب
چودھوین کا چاند اب ظاہر ہوا

مصرع آخر کے عدد بارہ سو چوراسی ہین اور ضرورت بارہ سو ترانوے کی تھی ازروے طرب کہکر نو عدد حرف طوے کے ملائے بارہ سو ترانوے ہوگئے۔

ایسے ہی یہ تاریخ وفات و شہادت حضرت میرزا مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کی۔

۱۱۹۰ / ۴ / ۱۱۵۴

مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم
اور اُنکی ہوئی خبر شہادت کی عموم
تاریخ وفات اُنکی کہی باروے درد
سودا نے کہ ہاے جان جانان مظلوم

ہاے جان جانان مظلوم کے عدد گیارہ سو اکانوے ہوتے ہین ضرورت گیارہ سو پچانوے کی ہے باروے درد کہکر چار عدد دال کے اور ملائے گیارہ سو پچانوے ہوگئے۔

قربان علی بیگ سالک

برس دن مین مرے یہ تین شاعر
کہ جو تھے حضرت دہلی کے ساکن
نہ ہاتھ آئی کوئی تاریخ رحلت
رہی فکر اسکی سالک کو بہت دن
کہا دل نے کہ داخل ہوگئے سب
ارم مین عارف و تسکین و مومن

ارم کے عدد دون ہین کہ ۲۴۱ ہین عارف و تسکین و مومن کے اعداد داخل کرنے سے ۱۲۶۸ نکلتے ہین جو سال وفات ہے۔

ولہ

کس قدر خوش نما ہے یہ مسجد
جس سے شرمندہ مسجد اقصےٰ ہے
سال زاہد نہ پوچھ سالک سے
آپ تو خانۂ خدا مین آ ہے

خانۂ خدا کے ۱۲۶۱ عدد ہین زاہد کے ۷ اعداد اُس مین داخل کرنے سے ۱۲۶۸ھ ہوگئے جو سال بنا ہے۔

تعمیہ آحاد تک تو روا ہے اور عشرات کا عیب سے خالی نہین اور سیکڑون کا زیادہ معیوب ہے ہان اگر کوئی خوبی یا نئی بات نکلتی ہو تو روا ہے۔ اگر مادۂ تاریخ مین کچھ عدد اعداد مطلوبہ سے زیادہ ہو جائین تو باشارۂ مناسب و بہتر اُتنے اعداد گھٹا دیتے ہین اس عمل کو تخرجہ کہتے ہین مثال۔

قاضی محمد امراؤ علی جمالی

منشی خوش خصال ہیرا لال ہے
راج الور مین ہین جو حاکم مال ہے

جودت طبع سے اُنھون نے لکھا	کیا ہی دیوان ریختہ امسال
فکر تاریخ تھی مجھے کہ کہا	مجھ سے ہاتف نے ہو کے گرم مقال
عیسوی سال نظم شہرت سے	سر حاسد کو قطع کر کے نکال

نظم شہرت سے ح کے عدد کہ آٹھ ہین خارج کرو تو ۱۸۵۷ء پیدا ہوجاے - اور تخرجہ تاریخ تولد مین فال بد سمجھتے ہین اور تخرجہ آحاد تک جائز اور عشرات وغیرہ کا نازیبا ہی اور بشرط عمدگی خوبی سوا ہی جیسے اس تاریخ مین -

مومن

دُخت روشن روان ہوئی پیدا	کیا ہی چمکا ہے اختر مومن
نال کٹنے کے بعد ہاتف نے	کہی تاریخ دختر مومن

دُختر مومن کے عدد تیرہ سو چالیس ہوتے ہین اور مطلوب بارہ سو اُنسٹھ ہین اور نال کٹنے کے بعد یعنی نال کے عدد اکاسی دُور ہوجانے کے بعد بارہ سو اُنسٹھ باقی رہے یہی تاریخ ولادت ہی -

خوبی تاریخ کی یہ ہی کہ تاریخ بے کم و کاست بغیر تعمیہ و تخرجہ کے ہو اور تاریخ کے مادے کو اکثر مصرع کے آخر مین اس طرح موزون کرتے ہین کہ ہاتف یا سروش فلک یا ملہم غیب یا خضر یا مسیح وغیرہ نے یون کہا اور یون ارشاد کیا اور یہ ندا دی اور یہ کان مین کہا اور شعرون مین یا اوپر کے مصرع مین اکثر یہ مضمون لکھتے ہین کہ مجھے تاریخ کی فکر تھی اور مین تاریخ کی تلاش مین تھا اُس وقت یہ آواز آئی یا ایسا ہاتف نے کہا -

اور کبھی ایک ہی مادے سے باعتبار الفاظ و اعداد کے صوری و معنوی دونون طرح کی تاریخین برآمد ہوتی ہین خواہ مادہ بے کم و کاست ہو یا تعمیہ یا تخرجہ کے ساتھ اور خواہ صوری و معنوی دونون تاریخین ہجری ہی ہون یا ایک ہجری اور ایک عیسوی مثلاً یہ فقرہ ایک لڑکے کی تاریخ تولد کا نتیجۂ فکر جناب مولوی نور الدین احمد صاحب **فقرہ** بارہ سو ترانوے ہجری مین پیدا ہوا اس مین لفظاً و عدداً تاریخ ہجری نکلتی ہے -

ولہ

کہا یہ ہاتف غیبی نے میرے کانمین اُسدم	اٹھارہ سو چھہتر اسکی تاریخ ولادت ہے

باعتبار الفاظ کے ۱۸۷۵ عیسوی معلوم ہوتے ہین اور باعتبار اعداد کے اُس مین بارہ سو بانوے ہجری نکلتی ہے -

منیر

کہی منیر نے صوری و معنوی تاریخ | دو شنبہ اول تہہ صیام نیک اقبال

اعلیٰ ترین اقسام تاریخ سے یہی ہی یعنی کہ باعتبار الفاظ کے سنہ ہجری یا عیسوی معلوم ہوں اور باعتبار اعداد کے دوسرے سنہ اُسکے مخالف پیدا ہون - یہان بنظر مزید احتیاط طریقہ استخراج تاریخ مفصل لکھا جاتا ہے -

یادرکھو کہ تاریخ بہ حساب جمل - حروف ابجد سے نکلتی ہی اور تمام حروف تہجی آٹھ کلمون مین جمع ہین

ابجد - ہوز - حطی - کلمن - سعفض - قرشت - ثخذ - ضظغ -

الف سے ط تک آحاد ہی ی سے ص تک عشرات ق سے ظ تک مآت اور غ ہزار ہے -

تو ابجد سے حطی تک ایک ایک گن | مگر تا بہ سعفص دے دس دس بڑھا
پھر آگے سے سو سو فزون کر کے یار | دل اپنا حساب جمل سے چھڑا

تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ابجد سے لیکر حطی تک ایک ایک عدد بڑھایا جائے گا مثلاً الف کا ایک بائے موحدہ کے دو جیم کے تین دال مہلہ کے چار ہے کے پانچ واؤ کے چھ زائے معجمہ کے سات ہائے مہلہ کے آٹھ طائے مہلہ کے نو یائے تحتانی کے دس اور کلمن سے آگے دس دس بڑھائے جائینگے جیسے کاف کے بیس لام کے تیس میم کے چالیس نون کے پچاس سین مہلہ کے ساٹھ عین مہلہ کے ستر فے کے اسی صاد بے نقطہ کے نوے اور پھر قرشت سے آگے سو سو بڑھائے جائینگے اس طرح کہ قاف کے سو رائے مہملہ کے دو سو شین نقطہ دار کے تین سو تائے فوقانی کے چار سو ثائے مثلثہ کے پانسو خائے نقطہ دار کے چھ سو ذال منقوطہ کے سات سو ضاد منقوطہ کے آٹھ سو ظائے نقطہ دار کے نو سو غین نقطہ دار کے ہزار - اور خاص فارسی اور ہندی کے حروف کے بھی وہی عدد ہین جو اُنکے اصلی حروف عربی کے ہین یعنی پ چ ژ گ اور ٹ ڈ ڑ اعداد مین ب ج ز ک اور ت د ر کے موافق ہین -

اور حروف و اعداد مقررہ سے تین طرح تاریخ نکلتی ہی یعنی تاریخ معنوی خواہ تعمیہ کے ساتھ ہو خواہ تخرجہ کے ساتھ تین طور پر کہی جاتی ہے -

ایک - طریقے کا نام جمل صغیر ہی جسے زبر بھی کہتے ہین اور یہی طریقہ متعارف ہی کہ حروف ابجد سے اعداد مقررہ لیجائین جیسے ابو المظفر کے عدد بارہ سو ساٹھ لیے گئے اور یہ بہت رائج ہی -

دوسرا طریقہ یہ ہی کہ خود حرف کے نام کے حروف لیکر اُن مین سے سرے کا حرف چھوڑ دیا باقی جو حروف بچے اُنکے عدد لیے مثلاً لفظ عبد اللہ مین عین اور یا اور دال وغیرہ حروف ہین پس لفظ عین سے جو نام

حرف کا ہے خاص عین کو چھوڑ کر رے کے (۱۰) اور ن گے (۵۰) جملہ ساٹھ عدد لیے اور با سے خاص ب کو چھوڑ کر الف کا ایک عدد لیا اور دال سے خاص دال کو چھوڑ کر الف اور لام کے اکتیس عدد لیے اور اسی طرح اعداد جمع کرنے سے سنہ مطلوب پیدا ہو گئے اسکو جمل وسیط اور بینات کہتے ہین مثال اسکی تاریخ اتمام تذکرۂ سراپا سخن طبعزاد محمد حسن خان طبیب تخلص شاگرد۔

میرے شفق نے لکھا ہی تذکرہ اس نور کا	ہو سکے کیونکر کسی سے ای طبیب اسکا جواب
ہے شمار بینہ سے مصرع سال آشکار	واہ دیکھا تذکرہ وہ شاعرون کا لاجواب 1269

تیسرا طریقہ یہ ہی کہ حرف کے نام کے سب حرفون کے اعداد شمار کرین جیسے کریم کے لفظ مین ایک کاف ہی دوسرا را تیسرا یا چوتھا میم پس کاف کے عدد ایک سو ایک اور را کے عدد دو سو ایک اور یا کے عدد گیارہ اور میم کے عدد نوے ہوے اسکو جمل کبیر اور زبر و بینات ملانا کہتے ہین اور لفظ اللہ کے عدد بحساب زبر و بینات و جمل کبیر دو سو انسٹھ ہین گلبن تاریخ مین لکھا ہی کہ بینات کو اسم اور زُبُر بضمتین کو مسمے کہتے ہین اور زبر و بینات وہ ہی کہ مسمے اور اسم حرف دونون کے عدد نکال کر تاریخ کہی جاے مہر مہدی حسن الم تخلص نے ایک کتاب کی تاریخ زبر و بینات مین کہی ہے ؎

چھپ چکا اُستاد کا دیوان جب	عیسوی تاریخ الم نے یون کہی
بینات و زبُر مین دیکھو عدد	گلشن بے خارہ ہے دیوان یہی

کبھی تاریخ مین کئی طرح کے التزام کرتے ہین مثلاً کوئی فقرہ یا مصرع یا عبارت وغیرہ مادۂ تاریخ کی لکھین اور اس مین یہ اشارہ کرین کہ سب حروف مہملہ کے اعداد سے تاریخ نکلجاوے یا سب منقوطہ حروف ہمکو لینا مقصود ہین غرض کہ اشارہ کر دیتے ہین۔

مثال ایسی تاریخ کی جسکے سب حروف مہملہ مقصود ہون نتیجہ طبع محمد منظر حسین تخلص شفق۔

ہوا مطبوع وہ دیوان کہ اسکو شوق سے جو لے	تو اسکا طوطی خامہ بھی بلبل کی طرح بولے
نہین دیوان لکھا واسطے ہے طبع رنگین سے	در گنج معانی شاعرون کے واسطے کھولے
شفق تاریخ فصلی بے نقط لکھنے کو جب بیٹھا	پڑی فکر سا مین طائر مضمون نے پر کھولے

مثال ایسی تاریخ کی جسکے سب حروف منقوطہ مقصود ہین اُنکے جمع کرنے سے تاریخ نکلتی ہے۔

نظام سالکن جاورہ

عقل و شعور بن کے عروس پری جمال	آراستہ بزیور عقل و شعور ہے

ہر فقرہ اُسکا ہے ہمہ تن دانش و خرد	یہ امتحان جوہر عقل و شعور ہے

تاریخ ہجریہ ہے یہ منقوطہ اے نظام
عقل و شعور دفتر عقل و شعور ہے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ ایک قطعہ مین مادۂ تاریخ بھی ہوتا ہے اور بطور توشیح ہر مصرع قطعہ کے حروف جمع کرکے اُنکے عدد لیے جاوین تو بھی تاریخ پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مادۂ تاریخ مین سنہ ہجری یا عیسوی نکلین اور صنعت توشیح سے دوسرے سنہ اُسکے سوا پیدا ہون مثلاً مصرع اول کے شروع کے حروف جمع کرنے سے سنہ ہجری نکلین اور مصرع اول کے آخر کے حروف جمع کرلے سے سنہ عیسوی پیدا ہون اور مصرع ثانی کے شروع کے حروف کے اعداد جمع کرنے سے سنہ فصلی اور مصرع ثانی کے آخر کے حروف کے اعداد یکجا ہونے سے سمت ظاہر ہون جیسے کہ منشی شیخ عنایت حسین بلگرامی نے آغاز کتاب تاریخ حضرت سالار مسعود غازی مسمے بہ غزانامۂ مسعود مین دو قصیدے نواب کلب علیخان والی رام پور کی مدح مین لکھے ہین اور اُن مین صنعت توشیح سے تاریخ سنہ ہجری و عیسوی و فصلی و سمت مین نکالی ہے۔
جارج بیش متخلص بہ شور نے صنعت توشیح مین یہ تاریخ لکھی ہے۔

تراتخت یاورِ شہنشاہ ہند	خدا ظل گسترِ شہنشاہ ہند
سلامی کو آیا ہے پیش نظر	یہ خورشید خاورِ شہنشاہ ہند
ترا نام روشن ہی جون آفتاب	تو ہے ذرہ پرورِ شہنشاہ ہند

ہوے لارڈ لٹین گورنر یہان
بنے فخر اکبر شہنشاہ ہند

تمام مصرعون کے حروف اول کے اعداد جمع کرنے سے ۱۸۷۷ء عیسوی حاصل ہوتے ہین جو ملکہ کوئن وکٹوریہ کے خطاب شہنشاہ ہند اختیار کرنے کی تاریخ ہے۔

باعتبار تصنیف تاریخ کی دو قسمین ہین (۱) تاریخ مصنفہ مورخ (۲) وہ تاریخ جو مورخ کی مصنفہ نہو اور تاریخ کا سہرا مورخ کے سر پر قائم کرے پچھلی قسم وہ تاریخ ہے جو کسی اُستاد کے مشہور مصرع یا ضرب المثل یا حدیث رسول یا قرآن سے حاصل ہوا گرچہ اس قسم کی تاریخ مین

مورخ کو کلام پر ملکیت کا حق حاصل نہین لیکن اہل عمل نے اس قسم کی تاریخ کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور عموماً عمل یہ رہا ہے کہ جس مصرع کی شہرت عام اُسکے نام سے نہو اُسکے متعلق ذکر کر دینا چاہیئے کہ فلان اُستاد کے کلام سے ہم نے تاریخ پیدا کی ضرب المثل یا حدیث یا آیۂ قرآنی کی نسبت اس صراحت کی ضرورت نہین ہے۔ اُستادان فن کا قول ہے کہ ایسے مادے مین بھی خفیف سا لفظی تصرف اصل کلام کے مقابلے مین باغراض تکمیل عدد جائز ہی بشرطیکہ اس تغیر کے بعد بھی سامع کا خیال سُنتے ہی اصل کلام کی جانب رجوع ہو جائے جیسے حالی نے خود غالب کے مشہور مصرع سے اُنکی تاریخ وفات نکالی ہے۔

ناگاہ دی یہ غالب مرحوم نے صدا	سچ ہے کہ خواجہ راہ نمائی مین فرد تھا
تاریخ ہم نکال چکے پڑھ بغیر فکر	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

باعتبار طرز بیان کے تاریخ کی تین قسمین ہین (۱) بیان واقعی (۲) بیان بذریعۂ کنایہ و استعارہ (۳) دعائیہ۔

قسم اول وہ تاریخ ہے جس مین کسی تقریب یا واقعہ کا بیان بغیر کسی مبالغہ یا بھرتی کے صاف الفاظ مین کیا جاے اگرچہ بعض تاریخون مین کنایہ یا استعارہ کی وجہ سے لطف سخن دوبالا ہو جاتا ہے لیکن اس کا درجہ بیان واقعی سے کبھی بڑھ نہین سکتا۔

بیان واقعی مین الفاظ زائد سے بالکل پرہیز کرنا چاہیئے۔ رئیسون کی تقاریب غسل صحت مین بیان واقعی سے کام لینا ترک ادب ہی ایسے موقع پر مادۂ تاریخ مین بصراحت نام صرف دعا دینی چاہیئے جس مین ترقی عمر و اقبال یا رد بلا کا مضمون ہو یا غسل صحت پر مبارکباد۔

اور تاریخ مین بامحاورہ الفاظ کا لحاظ رکھا جاوے اس لیئے کہ خوبی زبان کا درجہ سب پر مقدم ہی عمدہ مضامین نقصان زبان کی وجہ سے خاک مین مل جاتے ہین۔

سب سے بڑی چیز یہ ہی کہ مادۂ تاریخ بدون تدخلہ و تخرجہ ہو تاکہ مصرع تاریخی کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے اور مادۂ تاریخ مین حتے الوسع بھرتی کے الفاظ نہ آنے پائین مادے کی تکمیل کے لیے مربوط الفاظ سے کام لینا چاہیئے جو منشاے تاریخ کے خلاف نہون اور مضمون سے مناسبت رکھتے ہون مثلاً موت کی تاریخ مین افسوس یا آہ یا ہیہات۔

کبھی تاریخ کے صرف حروف متحرک کے عدد شمار کیے جاتے ہین اور ساکن حروف چھوڑ دیتے ہین جیساکہ تمنیر شاگرد مرزا جلال نے ایک تصنیف کی تاریخ لکھی ہے۔

میرے اُستاد نے حقیقت مین	یہ رسالہ لکھا عجیب و غریب
فکر تاریخ اے تمیز جو کی	مادہ ملگیا عجیب و غریب
متحرک حروف کو جو لیا	ہوئی تاریخ کیا عجیب و غریب ۱۲۹۳ ہجری

مورخ نے اس مادۂ تاریخ سے حروف ک ع ج غ ر کو محسوب کیا ہے۔

کبھی صرف حروف ساکنہ سے تاریخ حاصل کرتے ہین ایک مورخ دکن نے اس صنعت مین کیا خوب تاریخ لکھی ہے۔

جہان سے چلا بندۂ نیک ذات	کرم اس پہ کر اے غفور الرحیم
ملی حرف ساکن سے تاریخ فوت	خدا بخش کو بخشدے اے کریم ۱۸۷۷ء

اس مادۂ تاریخ مین جو سنہ عیسوی مین لکھا گیا ہے صرف حروف ساکنہ یعنی ا س خ ش د خ ش ۔ ے ۔ ے ۔ ے ۔ م ۔ ے ۔ عدد محسوب ہوے ہین جو ساوی ہین ۱۸۷۷ء کے

کبھی صرف مفرد حروف سے تاریخ حاصل کرتے ہین اور کبھی ۔ صرف حروف مرکبہ سے اول کو اہل جمل صنعت منفصل اور دوم کو متصل بولتے ہین۔

کبھی ایسا کرتے ہین کہ جب مادے کے حروف کو اُلٹ دین تو صوری سنہ ظاہر ہو جب حیدرآباد دکن مین نواب سُہراب معزول ہوے تو کسی اُستاد نے اس واقعہ کی تاریخ لکھی سے کیا چرخ نے نوابی سُہراب کو اُلٹا ؛ اگر نوابی سُہراب کے حروف کو اُلٹ دین تو بارہ سو باون کے الفاظ حاصل ہوتے ہین اور یہ نہایت دقیق اور لطیف صنعت ہے لیکن اسکو فن جمل سے کچھ تعلق نہین ہے۔

کسی شخص کے نام کو کسی فقرہ یا مصرع مین اس طرح لاتے ہین کہ اُس فقرے یا مصرع کے معنون کے لحاظ سے عَلَم کے طور پر مستعمل نہین ہوتا جیساکہ کسی شخص نے میر الٰہی بخش کی رحلت کی تاریخ اس مصرع سے حاصل کی ہے ۔ سے الٰہی بخشدے اپنے کرم سے ؛ اس تاریخی مصرع مین الٰہی بخش کا نام عَلَم کی حیثیت سے نہین مستعمل ہوا ہے بلکہ اجزا اپنے خاص معنون مین مستعمل ہین اسی صنعت کی ایک تاریخ محمد کا ئے نام ایک شخص کی شہادت کے متعلق بنگلور مین لکھی گئی تھی سے گلستان بہشت مین جا بہو نچا وہ نام محمد کا لے کر ؛

کبھی ایک قطعہ یا قصیدہ یا عبارت وغیرہ کے ہر رکن یا ہر مصرع یا جملہ سے ایک ہی سنہ یا مختلف سنون کے مادے پیدا کرتے ہین جیسے بے حد مسرت سے حوالۂ قلم کیا جاتا ہے۔ ۲۴ ۶۱۹

کہ تاریخ بلند پایہ ہے۔ اور داغ نے ایک قطعہ گیارہ شعر کا لکھا ہے جس کے ہر مصرع سے ایک تاریخ نکلتی ہے جس سے ۱۲۸۲ عدد برآمد ہوتے ہین وہ یہ ہے۔

بھر کر شراب صاف پلا آج جام مین	ساقی ہے انجمن کی زبان پر ترانہ آج
پریون کا جمگھٹ اور حسینون کا جلسہ ہے	کیا ایک رنگ پر ہی یہ جشن شہانہ آج
فانوس جھاڑ آئینے تصویر لمپ بھی	چمکا ہے بزم جشن سے دیوان خانہ آج

قدر بلگرامی

کیا مقدم نواب لی بس شہرت ہے	حقا نازل یہ آیۂ رحمت ہے
دریچہ مین ہے نزول اول اے قدر	جب تو رح اکبر مین نہین حجت ہے

تاریخ ختم کے ننگ کالج۔ **ایضاً**

سلامت باخدا احکام منصور اور یہ کالج	ہین جبتک نجم و مہ افلاک پر موتی سمندر مین
مکمل نظم وہ لکھی ہے قدر بلگرامی نے	ہین سال عیسوی مقصود ہر ایک مصرع تر مین

میر علی اوسط رشک

چھپ چکے دیوان دونون جب مرے استاد کے	جن کا اک اک شعر اہل طبع کو مرغوب ہے
مصرع واحد مین کہتے تھے ہی تاریخین کہین	کیا بجا تاریخ ہے۔ ہر اک غزل مرغوب ہے

کبھی صرف احاد یا صرف عشرات یا صرف مآت یا صرف الوف سے تاریخ حاصل کرتے ہین جیسے۔

پھر آج جشن سالگرہ ہے حضور کا	۵	کل جس طرح تھی دھوم زمانے مین پارسال
سنتے ہین سیکڑون کی زبان سے یہی دعا		قائم ہمارے سر پہ رہو تم ہزار سال

مورخ نے سیکڑے سے مآت کا اشارہ تو کر دیا ہے لیکن تاریخی اشارہ صراحت کے ساتھ نہین ہے۔

کبھی مندرجہ ذیل حروف مہملہ کو جو مادۂ تاریخ مین واقع ہون نقطہ دار فرض کر کے انکے عدد محسوب کرتے ہین یعنی ح کو خ فرض کیا جاے اور د کو ذ اور ر کو ز اور س کو ش اور ص کو ض اور ط کو ظ اور ع کو غ جس مصرع یا فقرے یا لفظ کو مادہ قرار دیا جاتا ہے اُس کے مجموعی حروف سے صرف حروف مندرجۂ بالا حساب مین شمار کیے جاتے ہین اور باقی حروف حساب مین داخل نہین ہوتے بعض نے کہا ہے کہ باقی حروف بحال خود رہ کر داخل حساب

ہوتے ہین ... تاریخ مین جو کسی دکنی کی طبع زاد ہے -

نوکری کھو کر بنے محتاط آپ
کر دکھایا ایک تنکے کو پہاڑ
جو ہوا قاصد تری امداد کا
پھنس گیا آفت مین بے چارہ غریب
صنعت تنقیط مین ہے اس کا سال

دشمنون نے آپ کو چوکس کیا
ان حریفون نے تمھین بے بس کیا
دیکھے مُجل بیرنگ سے واپس کیا
گھر گیا حملون مین اور بس بس کیا
ایک کو نقطہ لگا کر دس کیا

مصرع تاریخی مین صرف طا کے عوض ظا محسوب ہوئی ہے اور ر کے عوض زا اور د کے عوض ذا اور س کے عوض ش حروف معینہ سے صرف اسی قدر حروف اس مصرع مین قابل تنقیط تھے کبھی - حروف نقطہ دار سے نقطے کو سلب کر لیتے ہین مثلاً مادۂ تاریخ مین ج یا خ واقع ہو تو اس کا نقطہ سلب کر کے دونون کے لیے ح کے عدد محسوب ہونگے اسی طرح ذ کو د فرض کرتے ہین اور ز کو ر اور ش کو س اور ض کو ص اور ظ کو ط اور غ کو ع -

کبھی ایسا کرتے ہین کہ حروف تاریخی کے اعداد جدا جدا ایک سطر مین ترتیب کے ساتھ لکھتے ہین اور بغیر میزان دینے کے سنہ مطلوب حاصل ہو جاتا ہی جیسا کہ نواب عبدالباری خان مدراسی نے نواب محبوب علی خان والی حیدر آباد دکن کی سالگرہ چہل سالہ کی تاریخ لفظ جبلی سے پیدا کی ہے جو زبان انگریزی کا کلمہ ہے کہ چار دن حروف لفظ جبلی کے اعداد سے تاریخ حاصل ہی اس طرح کہ عشرات کا صفر دُور کر دیا ہی -

ج ، ب ، ل ، ی - صفر دُور ہونے کے بعد سنہ ۱۳۲۳ رہتے ہین اس سے بھی صاف مثال اس مقام کی یہ ہے -

سنہ نے کیا جو قلعہ مفتوح دشمنون سا ۵ احباب کے دلون کو یک لخت پہونچی تسکین
ہاتف سے جبکہ مین نے تاریخ اسکی پوچھی تبلانے کی غرض سے چار انگلیان اٹھادین

چار انگلیون کو جو حرف الف سے مشابہ ہین اٹھا دینے سے ۱۱۱۱ کی شکل معلوم ہوتی ہے اور یہی سنہ مطلوب ہین -

مثال دیگر

شہ نے جو کیا حصار مفتوح
ہاتف سے جو پوچھی مین نے تاریخ

حاصل ہوئی سب دلون کو تسکین
دو انگلیان چار مین سے خم کین

اگر چار انگلیون مین سے دو کو کھڑا رکھین اور دو کو خم کردین تو ہر کھڑی انگلی کی شکل ایک کے عدد ا کی سی ہوگی اور خم شدہ کی آٹھ ۸ کے عدد کی سی اسی طرح دو کے کھڑے اور دو کے خمیدہ ہونے سے ۱۱۸۸ کی شکل پیدا ہوتی ہے۔

کبھی بطریق جمع وتفریق وضرب تاریخ نکلتی ہے چنانچہ حافظ محمد ممتاز علی خان حافظ تخلص نے دیوان مہتاب داغ کی تاریخ بطریق جمع کہی ہے۔

مین نے جب چاہا لکھون از روے جمع	سال طبع اس گلشن اشعار کا
وارد خاطر ہوے الفاظ ذیل	خوش بیانی حسن معنے ۔ جو چلا

۹۷۹ ۱۳۰۰ ہجری ۳۲۱

بطریق تفریق

ولہ

چھپا دیوان ثالث داغ کا ہی التحاق سے	حسد کا داغ دل سے شاعران ہند کے دھووے
سنہ فصلی اگر درکار ہو تفریق کی رو سے	سیاہی ۔ داغ سے ۔ لاف عدد ۔ اشعار سے کھووے

(۵۷۲) (۱۰۰۵) ۱۳۰۲ فصلی

بطریق ضرب

الم

شاہ اقلیم سخن استاد شاہ	داغ عالی قدر صاحب اختیار
تسرا دیوان ہے اُن کا زیر طبع	انتخاب دہر بے مثال دہر بہار
محو تھا مین فکر مین تاریخ کی	یہ ندا ہاتف کی آئی ایک بار
سال فصلی یون بھی نکلے اے الم	تین چکر گر لگائے روزگار

تین کو روزگار کے اعداد مین کہ ۴۳۴ ہین ضرب دینے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہین اور یہی مطلوبہ سنہ فصلی ہے۔

نصیر احمد خان شوق کی یہ تاریخ بھی اسی قبیل سے شمار ہونے کے قابل ہے۔

جب یہ دیوان جہان معنے ہے	اسکی تاریخ ہو وہ مشفق من
نکلے ہر چیز سے زمانے کی	شوق سے سن لے یہ شگرف سخن
پہلے اُس چیز کے عدد لکھ لے	جس سے ہو شکل مدعا روشن
پھر اُسے ضرب کر تو بارہ سے	اور تاریخ اُس مین جوڑ اے پُرفن
بعد ازان اُسکو چھ پہ کر تقسیم	اور باقی کو اے وحید زمن

۱۸

دو سے باسٹھ مین ضرب دے بے شک	حاصل ضرب ہوگا ہجری سن

تصریح مثلاً لفظ آب سے اگر تاریخ نکالنی منظور ہے تو اس سے تین عدد ہین تین کو بارہ مین ضرب دیا تو ۳۶ ہوے اس پر پانچ بڑھائے اکتالیس ہوے اکتالیس کو چھ پر تقسیم کیا پانچ بچے پانچ کو دو سو باسٹھ مین ضرب دیا تو حاصل ضرب سنہ ۱۳۱۰ ہجری ہوئے یہی سال مطلوب ہے۔

کبھی مادہ تاریخ کے اعداد کو دو چند کرنے سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔ جیسے

ضیاے حیدرآبادی

مبارک ہو دلہن کو رونمائی	حبیب اللہ مسرت سے ہین مخمور
ضیا نے عرض کی جلوے کی تاریخ	مضاعف ہوگیا نورٌ علےٰ نور

نورٌ علےٰ نور کے اعداد ۶۲۲ ہین جنکو مضاعف کرنے سے ۱۲۴۴ حاصل ہوتے ہین اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

رفعت حیدرآبادی

سرکار کو ملی ہی وکالت حضورؐ کی	دربار شہ مین آپ کا رتبہ ہوا بلند
جب نذر دی تو شاہ نے تلوار کی عطا	ہاتف نے دی ندا کہ مراتب ہوے دوچند

لفظ مراتب کے عدد ۶۴۳ کو دو چند کرنے سے سنہ مطلوب ۱۲۸۶ حاصل ہوتا ہے۔

کبھی مادہ تاریخ کی تنصیف سے سنہ مطلوب حاصل ہوتا ہے جیسے۔

جب کمان اتری تو سرداری رفو چکر ہوئی	حور لبد الکور کے معنے ہوے سب پر عیان
کی جو فکر جان گزا تاریخ کا بو گل بجا	گھٹ کے آدھے رہ گئے بخشی ذکاء اللہ خان

بخشی ذکاء اللہ خان کے اعداد ۲۳۵۰ ہین جن کی تنصیف سے سنہ ۱۱۷۵ ہجری حاصل ہوتا ہے اور یہی سنہ مطلوب ہے۔

کبھی ایک مادے سے ایک سے زیادہ تاریخین پیدا کرتے ہین ملک الشعرا ذکی نے اُردو کا ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے ہر مصرع سے سنہ ۱۲۹۴ ہجری نکلتے ہین اور ہر شعر کے حروف منقوط سے بھی یہی سنہ برآمد ہوتے ہین اسی طرح ہر شعر کے غیر منقوط حروف سے بھی اور ہر مصرع کے منقوط سے دوسرے مصرع کے غیر منقوط کے ساتھ بھی یہی تاریخ پیدا ہے۔

کبھی دائرے سے تاریخ حاصل کرتے ہین اور اس سے بہت سی تاریخین نکلتی ہین ہر ایک خانے مین ایک لفظ اور ہر لفظ کے ذیلی خانے مین اُس کا عدد لکھا جاتا ہے۔ مثال اُسکی مادہ تاریخ

یہ مصرع ہے۔

از غرائب الجمل

نونہال گلشن شاہی گرامی ہین سیدونون
یہ مصرع اس دائرہ مین تقسیم پاتا ہے۔

دائرہ مثمنہ
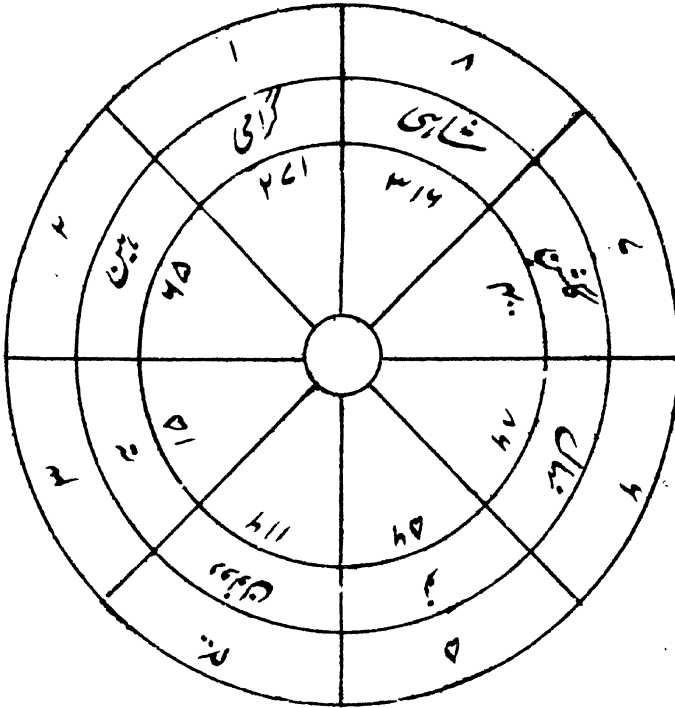
اس دائرے سے قاعدۂ مقررہ سے بے شمار تاریخین حاصل ہوتی ہین جن کے حاصل کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ ان خانون مین سے کسی ایک خانے کو مبدء قرار دیا جاے یعنی شمار اس خانۂ مبدء سے شروع کیا جاے اور ایک ایسا عدد دل مین فرض کیا جاے جو ۱۲،۱۱ اور چودہ کے اضعاف (پہاڑون) اور نیز پندرہ کے سوا ہو بعدازان عدد مفروض کو دیکھا جاے اگر وہ طاق ہے تو شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدء سے ہوگا پس جس خانے پر عدد مفروضہ کا شمار ختم ہو اُس خانے کا عدد ایک کاغذ پر لکھ لو پس اسکے مابعد کے خانے سے شمار کا سلسلہ جاری رکھو جس خانے پر شمار ختم ہو

اُس کا عدد اسی کاغذ پر لکھتے جاؤ پھر اسکے بعد کے خانے سے شمار کا سلسلہ جاری رکھو یہ دور شمار اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ شمار کی انتہا خانہ ماقبل مبدء پر نہو پھر اس کے بعد اُن اعداد کو جو آپ الگ کاغذ پر لکھتے رہین جمع کرو تو سال مطلوب حاصل ہوگا۔

اگر عدد مفروضہ جفت ہے تو شمار کا آغاز ہمیشہ اُسی خانے سے ہوگا جس خانے کو مبدء قرار دیا ہے اور یہ دور شمار اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک شمار کا اختتام خانۂ مبدء پر نہو۔

بہرصورت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو عدد فرض کیا جائے گا اُسی کے مطابق خانوں کا شمار ہوگا اگر پانچ کا عدد فرض کیا ہے تو پانچوین خانے کے اعداد لیے جائینگے اور چھہ کا عدد فرض کیا ہے تو چھٹے خانے کے عدد لیے جائینگے مثلاً ہم نے ایک فرضی عدد (۵) قرار دیا اور نقشۂ بالا سے خانہ (۳) کو مبدء تجویز کیا اور بدین وجہ کہ عدد مفروضہ طاق ہے شمار کا آغاز خانۂ مابعد مبدء یعنی خانۂ (۴) سے کیا تو پانچ کا شمار خانۂ (۸) پر ختم ہوا یعنی چوتھے خانے سے آٹھوان خانہ پانچوین نمبر پر ہے اور اسکے عدد (۳۱۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے مابعد کے خانہ سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانہ (۵) پر قرار پایا کیونکہ آٹھ کے بعد پہلے نمبر سے پانچ تک پانچوان نمبر ہے جس کے اعداد (۵۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے بعد کے خانے سے آغاز شمار ہوا اور شمار کا اختتام خانۂ (۲) پر ہوا کیونکہ یہ پانچ کے بعد چھٹے خانے سے پانچوین نمبر پر ہے جسکے اعداد (۶۵) محفوظ کیے غرضکہ اسی طرح خانہ مندرجہ کے بعد سے چار چار خانے چھوڑ کر پانچوین خانے کے اعداد لیے جاتے ہین چنانچہ دو کے مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ (۷) پر ہوا جسکے اعداد (۴۰) محفوظ کیے گئے۔ پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانۂ (۴) پر ہوا جسکے اعداد (۱۱۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۱) پر ہوا جسکے اعداد (۱۲۷) محفوظ کیے گیے پھر اُسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۶) پر ہوا جسکے اعداد (۸۶) محفوظ کیے گئے پھر اسکے خانۂ مابعد سے شمار کا آغاز ہوا اور اختتام خانہ (۳) پر ہوا جو ماقبل مبدء ہے اور اُسکے اعداد (۱۵) محفوظ کیے گئے اب شمار کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ مبدء پر اختتام ہوا پس ہمنے اعداد محفوظ کو جمع کیا تو ۳۱۶ + ۵۶ + ۶۵ + ۴۰ + ۱۱۶ + ۱۲۷ + ۸۶ + ۱۵ مساوی ہین ۱۳۲۵ کے اور یہی مطلوب ہے۔

اب ہم نے دوسرا عدد فرض کیا جو (۶) ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عدد جفت ہے اور مبدء (۵) کو قرار دیا اور حسب قاعدۂ متذکرۂ بالا اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو چھہ کا شمار خانہ

(۲) پر ختم ہوا جسکے اعداد (۶۵) کو ہم نے محفوظ کیا کیونکہ اب چھٹا خانہ لیا جاتا ہے اور بیچ مین پانچ خانے چھوڑ دیے جاتے ہین اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۷) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۴۰۰) محفوظ کیے گئے کیونکہ دوسرے نمبر سے ساتوین خانے کا نمبر چھٹا ہے - اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۴) پر شمار ختم ہوا جس کے اعداد (۱۱۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۱) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۲۷۱) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۶) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۸۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۳) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۱۵) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز کیا تو خانہ (۸) پر شمار ختم ہوا اور اسکے اعداد (۳۱۶) محفوظ کیے گئے اور پھر اسی خانے سے شمار کا آغاز ہوا تو خانہ (۵) پر شمار ختم ہوا جسکے اعداد (۵۶) ہین جو محفوظ کیے گئے - چونکہ شمار خانہ مبدء پر ختم ہوا لہذا اب شمار زائد کی ضرورت نہین پس ہم نے اعداد محفوظ کو جمع کیا تو ۶۵ + ۴۰۰ + ۱۱۶ + ۲۷۱ + ۸۶ + ۱۵ + ۳۱۶ + ۵۶ مساوی ہین ۱۳۲۵ کے اور یہی سنہ مطلوب ہے -

تنبیہ

مورخ مجاز ہے کہ چاہے کسی طرح تاریخ کہے لیکن اسکی تصریح کر دینی ضرور ہے اور یہ سب صورتین خالی از تکلف نہین جس قدر تاریخ صاف الفاظ مین ہو اُتنی ہی موش آئندہ و مرغوب و مطبوع ہو گی اور اظہار زور طبیعت کے واسطے ممکن ہے کہ کوئی ایک قاعدہ فرضی مقرر کر کے اس مین تاریخ کہے جیسے میر نادر علی رعد تخلص مؤلف گنجینۂ تواریخ نے اپنی کتاب کی تاریخ نکالی ہے اور وہ یہ ہے -

صد شکر کہ یہ کتاب نادر	مطبوع ہوئی بزیب و زینت
مطلوب ہوا جو سال اُس کا	سوجھی اے رعد طرفہ صنعت
جتنے الفاظ ہین جہان مین	پیدا ہو ہر اک سے سال ہجرت
جو دیکھے گا یہی کہے گا	تاریخ نہین یہ ہے کرامت
ایسی تاریخ ہم کو کہنی	آسان ہے ریاضی کی بدولت
جو چاہو فرض کر لو الفاظ	قلت سے ہون یا کہ ہون بکثرت
جس طرح سے چاہو اُن کے اعداد	محسوب کرو نہو گی دقت

کچھ نقطے بڑھا و سیدھی جانب
چار اُس پہ زیادہ کر کے فوراً
باقی پہ بڑھا و نصف اُس کا
حاصل جو ہو اس عمل سے آخر
اور اُس پر بڑھائیے جو ستره

جتنے تم چاہتے ہو حضرت
مجموعہ یہ پانچ پر ہو قسمت
جو کچھ بچ جائے بعد قسمت
محسوب ہو اُسکی چوتھی قوت
پیدا ہو جائے سال ہجرت

تصریح فرض کرو لا مساوی ہے ۲۷۰ کے اگرچہ صحیح عدد ۲۷ اس سے بہت کم ہین پھر اس دو سو چوہتر پر ایک نقطہ بڑھایا تو ۲۷۴ ہوے اس پر چار زیادہ کیے تو ۲۷۴۴ ہوے اسکو پانچ پر تقسیم کیا باقی رہے (۴) اس پر چار کا نصف زیادہ کیا تو (۶) ہوے ا ب ۶ یعنی چھ کی چوتھائی قوت مساوی ہے ۶×۶×۶×۶ کے اور یہ مساوی ہے ۱۲۹۶ کے اس پر ۱۷ کا اضافہ کیا تو ۱۳۱۳ ہجری حاصل ہوے۔
مرزا قربان علی بیگ سالک نے ایک تاریخ نئی وضع کی لکھی ہے جس کی تصریح کر دی ہے۔

ہے غضب رحلت ثنا راللہ
خانۂ دوستان ہے غم خانہ
مجھکو سال وفات کی تھی فکر
جان سے جبکہ نکلی جان عزیز
خاک مین خاک در آگ مین آگ
گر کہے کوئی کیا ہوئی تاریخ
یہ عناصر کیے جو مین نے بیان
جتنے جان عزیز کے ہین عدد

توڑے اے چرخ تو نے یہ کیا بیداد
دشمنون کا گھر نشاط آباد
ہاتف غیب نے کیا ارشاد
ملی بے شبہہ لے خجستہ نہاد
پانی مین پانی اور باد مین باد
تو یہ کہہ اُس سے اے سخن نقاد
ایک کے ایک پر بڑھا اعداد
لکھ دے اور سال مرگ کر ایجاد

دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر مین

صنعت طباق اسکو صنعت تضاد اور مطابقت اور تکافو بھی کہتے ہین یعنی ایسے الفاظ استعمال مین لائین جن کے معنی آپس مین ایک دوسرے کے فی الجملہ ضد او رمقابل ہون۔ اور فی الجملہ کی قید اسلیے لگائی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہان متضاد سے مراد ایسی دو

چیزین ہین جو ایک محل مین وارد ہو سکتی ہین اور اُن مین انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہے جیسے سیاہی و سفیدی بلکہ صنعت طباق مین تضاد سے مراد معنے عام ہین اور وہ یہ کہ دونون مین تنافی و تقابل ہو اگرچہ بعض صورتون مین ہو اور وہ تقابل عام ہے اس سے کہ حقیقی ہو جیسے قدم و حدوث مین یا اعتباری ہو جیسے جلانے اور مارنے مین اور نیز عام ہے اس سے کہ تقابل تضاد ہو جیسے حرکت و سکون مین یا تقابل ایجاب و سلب ہو جیسے ہونے اور نہ ہونے مین یا عدم و ملکہ کا تقابل ہو جیسے بینائی اور نابینائی مین یا تقابل تضائف ہو جیسے باپ ہونے اور بیٹا ہونے مین یا کسی اور قسم کا تقابل ہو جیسے گرمی و سردی وغیرہ۔

اور یہ دو قسم ہے ایک ایجابی دوسرے سلبی **طباق ایجابی** وہ ہے کہ الفاظ متضاد کے ساتھ حرف نفی نہو جیسے آیا اور گیا کہ ان مین طباق کے واسطے نفی و اثبات کی حاجت نہین انکا اختلاف خود طباق کے باب مین کافی ہے اور لفظ متضاد خواہ دو حرف ہون یا دو فعل یا دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل مثال دو حرفون کی سے اور تک کہ سے ابتدا کے لیے ہے اور تک انتہا کے لیے اور ابتدا و انتہا مین تضاد ہے۔

سودا

یہ غزل سودا کہی ہے تونے اس انداز سے	ہند سے پہونچے گی ہاتھون ہاتھ نیشاپور تک

ناسخ

کچھ تری بات کو ثبات نہین	ایک ہان ہے تو پانچ سات نہین

ہان اقرار کے لیے ہے اور نہین انکار کے لیے اور اقرار و انکار مین تضاد ہے۔
مثال دو فعلون کی گیا آیا اور مارا جلایا۔

آتش

دل دیکے بوسۂ لب لعلین کیا خرید	بازار عشق مین سے یہ آکر لیا دیا

ولہ

دن رات کھیلتے ہین باہم قمار اُلفت	وہ ہمسے جیتتے ہین ہم اُن سے ہارتے ہین
پوشاک ہر طرح کی حاضر ہے کشتیون مین	اسکو پہنتے ہین وہ اُسکو اُتارتے ہین

ظفر

نے گل کو ہان ثبات نہ شبنم کو ہے قرار	کیا رو ئے اس چمن مین کوئی اور کیا ہنسے

مہربان خان رند

...ب تلک چشم تر جائے گی | یہ ندی چڑھی ہے اُتر جائے گی

عزت

ضعف سے ہر رگ تن جسکے ہوتار بستر | کیونکہ بستر پہ وہ بیمار اُٹھے اور بیٹھے

محمد حفیظ

...ت آکر کیا رنگ عاشق کو دکھاتی ہے | اگر اک دم ہنساتی ہے تو پہروں پھر رلاتی ہے

حالی

شریعت کے جو ہمنے پیمان توڑے | وہ لیجا کے سب اہل مشرب نے جوڑے

ذوق

اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے | لگا یا روگ جی کو اپنے جب سے دل لگا بیٹھے

رند

سانس دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے | اور خنجر کا دیا جلاد نے جاتے جاتے

وجد

غیر ہم بزم تھا ہم پھر گئے شکوہ کیا ہے | ہم سے بیٹھا نہ گیا تم سے اُٹھایا نہ گیا

بقا

تو نے اس طرح کا اے چرخ گرایا مجھکو | کہ موئے پر بھی کسی نے نہ اُٹھایا مجھکو

جرأت

گاہ مرتا ہوں گاہ جیتا ہوں | آنا جانا ترا قیامت ہے

پہلا مصرع مقصود بالتمثیل ہے۔

ولہ

جبکہ روتا ہوں میں اُسکے ہجر میں بے اختیار | دیکھکر ہنستا ہے یارو اپنا بیگانہ مجھے

دونوں میں مثال سبک اور بار اور اپنا اور بیگانہ اور آنا اور جانا۔

فدا حسین

تیری جو نگاہ میں سبک ہیں
ہر ایک کے جی پہ بار ہیں ہم

ناسخ

ابتدا و انتہا موج ازل ہے اور ابد | کیا بتاؤن مین نشان ساحل دریاے دل

تسلیم

تھا یہ سنجوگ ناؤ نالے کا | بیٹھنا اٹھنا کیا ہے چھالے کا

اسیر

کرتے ہو کیون سبک تم در سے مجھے اٹھا کے | کیا میرے بیٹھنے کا خاطر پہ بار گذرا

عاشق

موتیون سے در دندان نہ لڑاؤ گے اگر | منہ پہ سچا کہینگے لوگ تو جھوٹا دل مین

انشا

آنے جانے مین کبھی تو دھیان مجھپر کیجئے | بندہ پرور مفت کا احسان مجھپر کیجئے

ولہ

جو دم کہ کٹے خوشی سے سو بہتر ہے | آخر تو یہ لگ رہا ہے مرنا جینا

ولہ

شادی و غمی وصل و ہجراے انشا | کیا کیا دیکھینگے اور کیا کیا دیکھے

سودا

انکا غرض اعتراض دیکھو تو معقول ہے | بات جو معروف ہے انپہ وہ مجہول ہے

رشک

زہر ہائین تمنے آنکھین قند پائے تمنے ہونٹھ | نرم پائے سارے اعضا سخت پائین چھاتیان

عبرت

نہین خاطر مین لاتا عشق سرکش | کہ ہین کیا خاک و باد و آب و آتش

اسلیے عناصر متضاد ہین۔

میر کفایت علی تنہا

ہر گھڑی مجھکو ترقی و تنزل ہے نصیب | درد سر کم ہو تو درد جگر افزون ہو جائے

نسیم

دائین دیکھا نظر نہ آئی | بائین دیکھا کہین نہ پائی

حشمت علیخان حشمت

ستم شعار جفا جو یہ کیا غضب ہی کہ تو	بعید مجھسے ہو بیٹھے قریب دشمن کے

مومن

جب تلک باعث نشاط و ملال	ہے وصال و فراق جانانی

دبیر

ادنے سے جو سر جھکائے اعلی وہ ہے	جو خلق سے بہرہ ور ہی دریا دہ ہے
کیا خوب دلیل ہی یہ خوبی کی دبیر	سمجھے جو برا آپ کو اچھا وہ ہے

سعد اللہ شاہ تخلص بہ شاہ

کبھی ہی اسقدر آنکھوں میں خوبصورت یار	کہ رہ گیا نظر آنے سے خوب زشت مجھے

مثال ایک اسم اور ایک فعل کی۔

عبد الحکیم بسمل ہوشیار پوری

گھٹنے سے بڑھ گیا ہی اور اقتدار تیرا	مقصد زوال ہے تھا رتبہ ترا بڑھانا

گھٹنا اسم ہے اس وجہ سے کہ مصدر ہی اور بڑھ گیا ہی فعل ماضی قریب ہے اور دونوں معنی میں تقابل ہے۔

نظام رامپوری

میں اسی آرزو میں مرتا ہوں	انھیں دعوے ہو پھر جلانے کا
مجھے کیا بیٹھے روتے ہیں احباب	کریں سامان اب اٹھانے کا

مرتا ہوں فعل ہی اور جلانا اسم اسی طرح بیٹھے فعل ہی اور اٹھانا اسم۔

ولہ

شب وصل ہوتا سبب کوئی ایسا	کہ اکر یہاں اس کا جانا نہ ہوتا

ماہر کنتوری

ہاتھ اب بڑھتے نہیں اپنے گریبان کیطرف	ہنستی ہی خلق خدا آتا ہی جب رونا ہمیں

میر

جینا کیا ہے جہان فانی کا	تے جاتے ہیں کچھ مرے کچھ تو

طباق سلبی وہ ہی کہ دو لفظ ایک مصدر سے مشتق ہوں ایک مثبت ہو دوسرا منفی چونکہ

ایک مصدر کے دو فعلون مین طباق بجز نفی اور سلب کے ممکن نہین اسلیے اسکو طباق سلبی کہتے ہین اور پہلی قسم مین نفی وسلب کو طباق مین کچھ دخل نہین ہوتا اسلیے اُسکے مقابل مین اسکو طباق ایجابی کہتے ہین اور طباق سلبی کے قبیل سے ہے امر و نہی کا ایک جگہ جمع کرنا۔ مثبت ومنفی کے ساتھ طباق سلبی کی مثال۔

امداد

زلف مین کرتا ہی اغیار جو اُٹ شانہ | پھر کہو دل یہ پریشان رہے یا نہ رہے

رہے اور نہ رہے اگرچہ ایک ہی مصدر سے مشتق ہین مگر ایک مثبت ہی اور دوسرا منفی۔

مومن

بات اپنی دہان نہ جمنے دی | اپنے نقشتے جمائے تو نے

نہ جمنے دی اور جمائے ایک ہی مصدر سے مشتق ہین مگر ایک ے معنی مین اثبات ہی اور دوسرے کے نفی

سہراب

ہم آئے بتنگ زیست سے | اے خانہ خراب تو نہ آیا

آئے اور نہ آیا مین بسبب اثبات ونفی ے تضاد ہے۔

حسرت

مجھسے رخصت ہو چلا جیوے نہ جیوے | یار اب حسرت نہ ملنا پھر خدا کے ہاتھ ہے

شیفتہ

کوئی اِن جہان مین نہین جیتا لیکن | تیرے رنجور کو جیتے ہوے بیجان دیکھا

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے | جو اسپر بھی نہ وہ سمجھے تو اُس بت سے خدا سمجھے

میر

ہر جا جہان کا اپنی آنکھون مین ہی نہونا | آتا نہین نظر کچھ جاوے نظر جہانتک

ولہ

صبر کہان جو تم کہیے لگ کے گلے سے سو جاؤ | بولو نہ بولو بیٹھو نہ بیٹھو کھڑے کھڑے ٹک ہو جاؤ

صدق رامپوری

یون تو تمھین سب عیش زمانے کے ملینگے | ہر چاہنے والا کوئی مجھ سا نہ ملے گا

مثنوی یوسف زلیخا

مری قسمت اسے یاوے نہ یاوے | مرے ہاتھون مین یہ آوے نہ آوے

غالب

دل سے نکلا نہ نکلا دل سے | ہے تیرے تیر کا پیکان عزیز

مثال امر ونہی کے ساتھ طباق سلبی کی۔

غالب

پلادے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہے | پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

نہ دے نہی ہے اور دے امر ہے۔

نعیم

دل تو [illegible] کے ہے کہ بل | سخت خرابی مین ہون کس طرح کہا نہ بچے

نطق

ہم غریبون کے تو دل ہین کے لیا پائیگا پھل | چل پرے سرو روان ناز سے یہ چال نہ چل

حسرت

[illegible] پر پھر منا دیگا | سمجھ یا مت سمجھ تو ہم تجھے آگاہ کرتے ہین

میر محمدی بیدار

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ | اب تیرے شکار ہو گئے ہم

طباق کی ایک قسم اور ہے جس کو **صنعت تدبیج** بائے موحدہ سے کہتے ہین لغت مین اسکے معنی آراستہ کرنے کے ہین اور اصطلاح مین یہ ہے کہ کوئی مطلب رنگون مین بطریق کنایہ یا بطور ایہام کے بیان کرین اور رنگون کی کثرت شرط نہین بلکہ ایک سے زیادہ رنگ ہونا چاہیین جو باہم تقابل رکھتے ہون۔ جیسے۔

امانت

گل کو ہان زرد کر دے اے رخ یار | کر کے منھ لال لال آتا ہے

زرد اور لال مین طباق ہی اور مقصود بطریق کنایہ کے حاصل ہوتا ہی کیونکہ زرد کرنا کنایہ ہی شرمندہ کرنے سے اور منھ لال لال کرنا کنایہ ہی بشاش ہونے سے۔

رشک گل احباب تیرے اس چمن مین سرخ رو | امیر | رنگ دشمن زرد یارب صورت باد خزان

سُرخ وزرد مین طباق ہی اور مقصود بطور کنایے کے حاصل ہوتا ہی کیونکہ سُرخ رو ہونا کنایہ ہی عزت وآبرو اور حُرمت حاصل کرنے سے اور زرد رُو ہونا کنایہ ہی مغموم اور شرمردہ ہونے سے۔

ناسخ

گلعذارونکی جو محفل مین گیا وہ گُلِ تر | ہوگئے زرد جو دوچار تو دوچار سفید

زرد اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہونے سے ہے۔

خوشتر

ہوا لڑکی پر اپنی لال پیلا + | بنا رنگ بدن بھی غم سے نیلا

لال پیلا ہونا کنایہ ہی نہایت ناراض اور غصہ ہونے سے۔

میرحسن

اُٹھے پیکے باہم شراب اُمید | کوئی سُرخ رو اور کوئی روسفید

سُرخ وسفید مین تضاد ہی سُرخرو کنایہ ہی بشاش سے اور سفید رو کنایہ ہی شرمندہ سے۔

محشر

ہنستی آئی تھی بہت ناز سے گلشن مین سحر | ہوگئی دیکھ ترا چہرۂ گلفام سفید

گلفام یعنی سُرخ وسفید مین تضاد ہی اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہوجانے سے ہے۔

مولوی صہبائی

دیکھنا مُنھ لال ہوجائینگے کِس کِس کے ابھی | سامنے میرے جو برگ سبز پان تونے دیا

یہان مقصود بطریق ایہام کے حاصل ہوتا ہی اسلیے کہ مُنھ لال ہونے کے دو معنی ہین ایک قریب یعنے مُنھ کا سُرخ ہونا بسبب پان کے اور دوسرے بعید یعنی مُنھ کا لال ہونا طپانچون سے اور ایہام اسی کو کہتے ہین کہ سامع کا خیال معنی قریب کی طرف جاوے اور قائل کی مراد معنی بعید ہون۔

شباب

کیا بیان اُس کی نزاکت کا ہو مجھ سے ہمنشین | مہندی ملنے سے ہوجاتے ہین سُرخ ہاتھ پانون

اور یہ بھی طباق کے قبیل سے ہی کہ کلام مین دو لفظ ایسے جمع ہون جنکے معنے مین آپس مین تضاد ومقابلہ نہو لیکن ایک کو دوسرے کی ضد کے ساتھ سببیت یا لزوم وغیرہ کی وجہ سے علاقہ ہو جیسے۔

غالب

مہربانی ہاے دشمن کی شکایت کیجیے | یا بیان کیجے سپاس لذت آزار دوست

از روے معنی کے آزار مہربانی کے مقابل نہین بلکہ آزار کو ایک علاقہ نامہربانی وعداوت کے ساتھ ہے

تسلیم

آپ کو دعوے مسیحائی	اور ہین مرگ کی تمنائی

مرگ اور مسیحائی مین کچھ تضاد نہین بلکہ مرگ اور زندگی مین تضاد ہے اور زندگی کے ساتھ مسیحا کو علاقہ ہے یعنی زندہ کرنا حضرت مسیحا کا معجزہ ہے

ڈاکٹر محمد اقبال

ظاہر مین مجھکو رولاتی ہے یاد فصل بہار	خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہون مین

رولانے اور خوشی مین کچھ تضاد نہین بلکہ رونے اور ہنسنے مین تضاد ہے اور ہنسنے کے ساتھ خوشی کو علاقہ ہے۔

صنعت ایہام تضاد اسے کہتے ہین کہ کلام مین دو معنی ایسے جمع کیے جائین جن مین باہم تضاد و تقابل نہو لیکن جن الفاظ کے ساتھ اُن کو تعبیر کیا جائے اُنکے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے اور یہ عام ہے اس سے کہ ایک کے معنے مجازی دوسرے کے معنی حقیقی کے ساتھ جمع کیے جائین اور اُن مجازی معنی کو حقیقی معنی کے ساتھ تضاد ہو یا دونون کے معنے مجازی کو جمع کیا جائے اور اُن دونون کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو اور اس صنعت کا شمار بھی اقسام تضاد مین ہے مثال اسکی۔

غلام محمد خان رہا

اللہ ری عداوت کہ بگڑنے لگے ہنس کر	کچھ وصف کیا مین نے جو بیساختہ پن کا

بناوٹ سے مراد تصنع ہے اور بگڑنے سے مراد خفا ہونا ہے اور ان دونون معنے مین کوئی تضاد نہین البتہ بناوٹ مین جس کے ساتھ تصنع کو تعبیر کیا ہے اور بگڑنے مین جسکے ساتھ خفا ہونے کو تعبیر کیا ہے باعتبار معنے حقیقی کے تضاد ہے۔

نوازش

مجھے رونا نہ اپنے حال پر کس طرح سے آوے	نوازش برق بھی ہنستی ہے میری بیقراری پر

اگرچہ برق کے چمکنے اور آدمی کے رونے مین کچھ تضاد نہین مگر درصورتیکہ برق کے چمکنے کو ہنسنے سے تعبیر کیا تو تضاد پایا گیا۔ اور یہ معنی مجازی ہین اور اسکے مقابل والے حقیقی۔

امیر اللہ آزاد

خندۂ گل نے ہمین خوب رُلایا ہوتا	ہین تیرے سیر چمن کو نہ گئے ہم ورنہ

گل کے کھلنے کو ہنسنا قرار دیا ہے اسلیے ہنسنے اور رونے مین تضاد واقع ہو گیا اور پہلے معنی مجازی

ہین اور دوسرے حقیقی۔

چار دیواری سو جگہ سے خم	میر ترزرا ہو تو سو کہتے ہین ہم

خوف کھانیکو سوکھنے سے تعبیر کیا ہی اسلیے تر ہونے مین اور اس مین تضاد ہو گیا۔

گویا

ابر ایک رات کا مہمان چراغ ہستی ہی	سرہانے رو رہی اب شمع گو ہنستا ہے

شمع کی چربی کے پگھل کر بہنے کو رونے کے ساتھ اور اسکے روشن ہونے کو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ہی اس لیے دونون مین تضاد پیدا ہو گیا ہی۔

کشن نرائن بیتاب

اکون ہوتا ہے وقت بدمین شریک	ابر روتا ہے برق ہنستی ہے

ابر کے برسنے کو رونے کے ساتھ اور برق کے چمکنے کو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ان دونون لفظون کے معنی حقیقی مین تضاد ہے۔

حسرت

کہے ہی گل سے شبنم باغ مین دونون تھے ہم لیکن	تری قسمت مین ہنسنا تھا مری قسمت مین رونا تھا

پھول کے کھلنے اور شبنم کے ٹپکنے مین تضاد نہین لیکن چونکہ اول کو ہنسنے اور دوسرے کو رونے سے تعبیر کیا ہی اسلیے دونون مین تضاد ہو گیا ہے۔

گلزار نسیم

بولا جب اُسنے باندھے بازو	کھلتا نہین کس طمع پہ ہے تو

باندھنے اور بیان کرنے مین کچھ تضاد نہین لیکن چونکہ بیان کرنے کو کھلنے کے ساتھ تعبیر کیا ہی اس سے باندھے اور کھلنے کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو گیا۔

فدا

مین نے کیون اُس رشک گل سے سرو کو تشبیہ دی	راست ہی ٹیڑھا جو وہ شمشاد بالا ہو گیا

سچ اور غصے مین تضاد نہین مگر چونکہ سچ کو راست کے ساتھ اور غصہ ہونے کو ٹیڑھا ہونے سے تعبیر کیا اس لیے ان مین تضاد ہے۔

صنعت ایہام اسکو توریہ بھی کہتے ہین ایہام کے معنی وہم مین ڈالنے اور توریہ کے معنی چھپانے کے ہین جیسا کہ تجرید البنانی مین لکھا ہی اور اصطلاح مین ایہام اسکو کہتے ہین کہ ایک لفظ

ایسا کلام مین واقع ہو جسکے دو معنی ہون ایک قریب ایک بعید کے اور سامع کا گمان معنی قریب کیطرف جاوے اور شاعر کی مراد معنی بعید ہون معنی قریب سے مراد یہ ہی کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب ہون اور معنی بعید سے یہ مراد ہے کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب نہون لیکن اُن کا مقصود ہونا باعتبار کسی قرینۂ خفی کے ہو یہان تک کہ وہم تامل سے قبل معنی قریب کی طرف جاوے پس اگر قرینہ واضح ہوگا تو لفظ توریہ نہوگا کیونکہ معنی قریب معنی بعید کو نہین چھپا سکین گے۔

جیسے مثنوی ترانۂ شوق کے اس شعر مین۔

میکش کو ہوس ایاغ کی ہے	پروانے کو لَو چراغ کی ہے

لفظ لَو کے دو معنی ہین ایک شوق و آرزو دوسرے شعلہ پہلے معنی بعید ہین اور دوسرے قریب مگر یہان یہ لفظ توریہ نہین کیونکہ صرف شوق کے معنی مین ہونے پر قرینہ واضح ہی اور وہ یہ ہی کہ پروانہ عاشقی مین ضرب المثل ہی اور پہلے مصرع مین ہوس کا جو لفظ ہی وہ بھی ان معنی پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر معنی قریب کے (جو مراد نہین ہوتے) کچھ مناسبات کلام مین مذکور نہون تو اسکو **ایہام مجرد** کہتے ہین اور اگر مذکور ہون تو **ایہام مرشحہ** کہتے ہین۔ کبھی ایک لفظ دوسرے لفظ کے ساتھ ملنے سے ایہام کا فائدہ دیتا ہی۔ ایہام مجرد کی مثال۔

ظفر

نشہ ہو جس کو محبت کا سبزہ رنگونکی	عجب نہین جو وہ مشہور سب مین بھنگی ہو

بھنگی کے دو معنی ہین ایک قریب اور وہ حلال خور کو کہتے ہین دوسرے بعید اور وہ وہ شخص ہے جو بھنگ کا استعمال رکھتا ہو اور مناسبات حلال خور کے کہ معنی قریب ہین کچھ مذکور نہین۔

واسطی

تشبیہ ترے چہرۂ روشن سے کہاں دین	ہم دیکھتے ہین شمع کا سارا بدن سفید

بدن کے سفید ہونے کے دو معنے ہین ایک قریب اور وہ بدن کا چٹا اور بھورا ہونا ہی دوسرے بعید اور وہ بدن کا مبروص ہونا ہی کیونکہ برص اُن سفید داغون کو کہتے ہین جو ظاہر جلد مین پیدا ہوتے ہین اور گوشت کے اندر گھسے ہوتے ہین اور مناسبات معنی قریب کے کچھ مذکور نہین۔

درد

بستے ہین ترے سائے مین سب شیخ و برہمن	آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا

سائے کے معنے قریب دھوپ کی ضد ہین اور معنی بعید حمایت ہین یہی معنی یہان مراد ہین۔

ناجی

محبت سے علی کی دیکھ ناجی	ہوا ہے دل مرا اب حیدرآباد

ایہام مرشحہ کی مثال۔

وزیر

ہجر میں گھل گھل کے آدھا ہو گیا	اے مسیحا اب میں موسیٰ ہو گیا

لفظ موسیٰ سے وہم اسم پیغمبر علیہ السّلام کا ہوتا ہے اور یہان وہ معنی مقصود نہین ہین۔ بلکہ مو کے معنے بال ہین اور سا حرف تشبیہ ہی یعنی مین بال کی طرح ہو گیا اور مناسبات مین سے پہلے معنے کے لفظ عیسیٰ ہے۔

میر تقی

کعبے مین جان بلب تھے ہم دُوری بُتان سے	آئے ہین پھر کے یارو اب خدا کے ہان سے

خدا کے ہان سے پھر کر آنے کے دو معنی ہین ایک قریب اور وہ بیت اللہ سے واپس آنا ہے دوسرے بعید اور وہ جان بلب ہو کر جی جانا ہی اور یہان یہ دوسرے معنی مراد ہین نہ پہلے اور پہلے معنی کے مناسب کعبہ ہے۔

تسلیم

کیونکر زبان سے اُسکی نزاکت کا ہو بیان	مہندی ملے سے لال ہون جس نازنین کے ہاتھ

رنگ مہندی سے ہاتھون کا سُرخ ہونا مراد نہین جو معنی قریب ہین بلکہ ملنے کے صدمے سے ہاتھون کا سُرخ ہو جانا مقصود ہی اور یہ معنی بعید ہین جو مقصود ہین اور مہندی کا ذکر معنی قریب کے مناسب ہے۔

بقا

سیلاب شک اپنا گر سر باد جو مارے	طوفان نوح تنہا گوشے مین موج مارے

دبیر

تیغین ہین نیامون مین مگر آب نہین ہے	ناوک ہین ملے جلون پہ پرتاب نہین ہے

ترانۂ شوق

آنکھین دکھلاتی تھین تماشا	ارباب نظر کو پتلیون کا

ولہ

سُلطان نے غبار اُسکا اُڑا	دامن کی طرح سے خوب جھاڑا

امانت

سنی کسی نے نہین غم کی داستان میری ۔ وہ کم سخن ہون کہ گویا نہین زبان میری

قائم

تری چشم کے گوشے مین تل ہے اے پیارے ۔ نظر پڑا ہے کہین خال خال آنکھون مین

سودا

ہوئی ہی بیخودی یہ دور مین ساقی کہ گر اٹھے ۔ بجا ہی اب جو ہر ملا کو کہیے مولوی جامی

ولہ

داڑھی ملا کی جون گیہون کا کھیت ۔ لے گئے لڑکی لڑکے اک اک بال

گویا

چھیڑنا زلف کا مشاطہ برا ہوتا ہے ۔ ہاتھ اس جرم پہ شانے سے جدا ہوتا ہی

ریاض

تو وہ آہو چشم ہی جائے اگر گلزار مین ۔ گل رہین شاخین نکالین نرگس بیمار مین

شاہ مبارک آبرو

نہ دیوے لیکے دل وہ جعد مشکین ۔ اگر باور نہین تو مانگ دیکھو

نسیم

واغا تو چلے تفنگ سے وہ ۔ اچھوٹے قید فرنگ سے وہ

اکبر

بنو گے خسرو اقلیم دل شیرین زبان ہو کر ۔ جہانگیری کریگی یہ ادا نورجہان ہو کر

درد

ہر چند گو کہ گل کے ساتھ بنی ہے اتصال ۔ دریا سے در جدا ہی پہ ہی غرق آب مین

عبد الرحمن خان احسان

نہین ہی خرمی زیر نگین تاجداران بھی ۔ اگر شاہ جہان یان ہی برائے نام محرم ہی

شفق سے ہین در و دیوار زرد شام و سحر ۔ ہوا ہی لکھنؤ اس رہگذر مین پیلی بھیت

انیس

ایسا کوئی طفلی مین نمودار نہ ہوگا | ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیار نہ ہوگا

ولہ

اصغر سے اگر اکبر مہرو نہ ملے گا | تم ہاتھ سے جاؤ گے تو بازو نہ ملیگا

ولہ

کونسا باغ تجھے شاہ نے دکھلایا ہے | کہین کوثر کے تو چھینٹون مین نہین آیا ہے

غالب

ہمسے عبث ہے گمان رنجش خاطر | خاک مین عشاق کی غبار نہین ہے

امیر

جو تر نہ ہوتا تھا جانے پہ راضی | تو بھیجا اُسے روغن قاز ئل کرا

ذوق

ہو کے اِک بوسے پر ترش ابرو | بات کو ڈالتا کھٹائی مین ہا

گویا

عالم ہون علم عشق کا مین کر نہ ہمسری | ای عندلیب تو ہی پڑھی بوستان تلک

لمولفہ

آرسی اُسکے پیار پر مت بھول | بس یہ منھہ دیکھنے کی اُلفت ہے

صنعت مراعات النظیر اسکو تناسب اور توفیق اور ایتلاف اور تلفیق

بھی کہتے ہین یعنی ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنے آپس مین ایک دوسرے کے ساتھ سواے نسبت تضاد کے کچھ مناسبت رکھتے ہون جیسے چمن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل و باغبان و سرو و قمری وغیرہ کا ذکر کرنا یا اور کسی چیز کے ذکر مین اُسکے مناسبات کو بیان کرین شیخ قلندر بخش آفرین سہارنپوری مصنف رسالہ تحفۃ الصنائع کہتا ہے۔

نہ جا چمن مین تو اب آفرین کہ جون غنچہ | ہون مین اُسکے نہان ہی بہار خندۂ گل

خواجہ عاصمی

چمن کے تخت پہ جسدن شہ گل کا تجمل تھا | ہزارون بلبلون کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا
خزان کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن مین | بتاتا باغبان رو رو کے یان غنچہ یہان گل تھا

خواجہ وزیر

جبین والفجر ہی واللیل گیسوے معنبر ہے
خط رخ سورۂ یوسف ہے اُنکے مصحف رخ مین

مصحف کی رعایت سے سورۂ والفجر اور واللیل اور یوسف کا ذکر بسبب مناسبت کے کردیا۔

ولہ

چشم بادام دہن پستہ زنخدان ہی سیب
کتنے پھل ایک نہال قد جانان مین لگے

درخت کی مناسبت و رعایت سے بہت سے میوون کا ذکر کیا۔

نواب کلب علیخان

شبنم ہی عرق کان ہی گل غنچہ دہن
بینی شبو لب ارغوان سنبل زلف
نسرین ابرو نسترن گلو لالہ ذقن
آنکھین نرگس بنفشہ خط رخ ہی سمن

مہدی جنون

رخسار دونون مہر ہین ابرو ہلال ہین
گو مانگ کہکشان ہی تو ماہ مبین جبین

حسرت

موچن لگی نرم چرم جب دکھلانے
اتنا کہا جوڑا جو دھوان مجھکو پہنانے
مین نے کہا شاید میرا کہنا مانے
کہنے لگی چلیے میری جوتی جانے

ذوق

ہوا ہے مدرسہ بھی درسگاہ عیش و نشاط
اگر پیالہ ہے صغرے تو ہے سبو کبرے
کہ شمس بازغہ کی جا پڑھین ہین بدر منیر
نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہین صغیر و کبیر

امانت

سیہ موباف پاجامہ گلابی چینی نیفہ
دوپٹہ سرخ انگیا سبز کرتی زعفرانی ہے

انیس

دنیا دریا ہے اور ہوس طوفان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس باد مراد
مانند حباب ہستی انسان ہے
سینہ کشتی ہی ناخدا ایمان ہے

مصحفی سقنی کی تعریف مین

پانی بھرے ہی یا دریاں ترفری دوشالہ
کاندھے پہ مشک لیکر جب قد کو خم کرے ہے
لنگی کی سج دکھا کر سقنی نے مار ڈالا
کافر کا نشۂ حسن ہوجائے ہی دوبالا

دریائے غم مین کیونکر ہم نیم قد نہ ڈوبین	لنگی کے رنگ سے جب وان تا کمر ہو لالا

وحید

زیر و زبر ہین ناوک سر کردہ کمان	ہین پیش راہوارون کی گویا کنوتیان
تشدیدون پر ہی طُرّہٗ دستار کا گمان	حرفون کے سر پہ خود ہین یا جزم ہین عیان
سطرین تمام شان دکھاتی ہین فوج کی	مدہین کہ بیرقین نظر آتی ہین فوج کی

المؤلفہ

کس کمان ابرو پہ تو قربان ہوا	نالے سر کرتا ہے جو تو تیر سے

ولہ

کاکل ہی رشک لام تری زلف جیم ہے	مثل الف ہی قد دہن تنگ میم ہے

ولہ

پستہ لب غنچہ دہن سرو قد لالہ غدار	سیم بر سیب ذقن نام ہین اُنکے

صنعت ایہام تناسب یعنی دو لفظ ایسے بیان کرین کہ اُنکے معنی ہین کچھ مناسبت مقصود نہو یعنی ایک لفظ کے معنی دوسرے لفظ کے معنی سے اُس کلام مین کچھ مناسبت نہ رکھتے ہون لیکن اُن مین سے ایک لفظ کے اور معنی ایسے بھی ہون کہ دوسرے لفظ کے معنی سے مناسبت رکھتے ہون جیسے ایک کلام مین لیلی و مجنون دونون لفظ مذکور ہون اور مجنون دیوانہ اور سڑی کے معنی مین لایا گیا ہو پس ظاہر ہی کہ وہان لیلی و مجنون کے معنے مین کچھ مناسبت نہو گی لیکن مجنون کے ایک معنی اور بھی ہین یعنی قیس عاشق لیلی کا لقب بھی مجنون ہی اس معنی کو لیلی کے معنے سے مناسبت ہی اور چونکہ بادی النظر مین وہم ہوتا ہی کہ مجنون بمعنے عاشق لیلے مراد ہوگا اس جہت سے اس صنعت کا نام ایہام تناسب رکھا کیونکہ دوسرے معنی تناسب کا وہم دلاتے ہین یہ صنعت مراعات النظیر کے ملحقات سے ہی چنانچہ مثال مذکور مین مجنون کا ذکر لیلی کی مناسبت سے مراعاۃ النظیر ہی اور اسوجہ سے کہ یہان اُس سے دیوانے کے معنی مراد ہین نہ قیس ایہام تناسب ہی غرضکہ ایہام تناسب کو مراعاۃ النظیر کے ساتھ وہ نسبت ہی جو ایہام تضاد کو طباق کے ساتھ ہی صنعت ایہام مین اور ایہام تناسب مین یہ فرق ہی کہ ایہام مین دونون معانی کا ارادہ جائز ہوتا ہی اور ایہام تناسب مین دوسرے منظور و ملحوظ نہین ہوتے مثال اسکی ۔

امانت

نہ کیونکر بید مجنون تازہ ہو مثل دل لیلی	کہ ہر جا دشت وحشت مین مرے اشکون کا تھالا ہے

بید مجنون درخت مشہور کے معنی مین ہی قیس مُراد نہین لیکن لیلی کے معنی سے مجنون کے دوسرے معنی مناسبت رکھتے ہین۔

ولہ

[illegible]	دھانی جوڑے سے کبھی دل نہ ہرا کرتے تھے

ہرا کرنے سے مراد خوش کرنا ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اُسکو گندمی اور دھانی رنگون کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ ہرے کو اپنے معنی حقیقی کی وجہ سے انکے ساتھ مناسبت ہی۔

نسیم

فریاد کہین چہ ذقن کو	کود ے نہ کنوئین مین باؤلی ہو

باؤلی سے مراد دیوانی ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو کنوئین کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ باؤلی کے ایک اور معنی مین اُنکے اعتبار سے دونون مین مناسبت ہی۔ اور وہ یہ ہے کہ باؤلی ایک قسم کا لمبا اور چوڑا کنوان ہوتا ہی جس مین سیڑھیان بنی ہوئی ہوتی ہین۔

ناسخ

رسم ملک حُسن ہی یہ گلفروشون کی طرح	داغ سودا بیچتے ہین لالہ رو بازار مین

سودا کے معنے کہ سیاہ کے ہین لالہ سے مناسبت رکھتے ہین لیکن یہان سودا عشق کے معنی مین ہے ان معنی کو لالہ سے کچھ مناسبت نہین۔

محزون

اہل دُنیا تو نہین دیتے ہین محزون غم کی داد	کوہکن کو خواب شیرین سے جگاؤن تو سہی

اس شعر مین شیرین سے جو معنی مقصود ہین ان معنی کو کوہکن کے معنی سے کچھ مناسبت نہین مگر شیرین معشوقۂ مشہور کا نام بھی ہی اسوجہ سے فرہاد کے ساتھ مناسبت ہی۔

میر

میر کو رکھیو مجنون کے تکیے	بید سا کانپتا تھا مرتے وقت

اس شعر مین درخت مشہور اور مجنون کے معنی یعنی عاشق لیلی کو باہم جمع کیا ہی اور ان دونون مین کچھ مناسبت نہین لیکن مجنون کے دوسرے معنی یعنی ایک قسم بید کی جسکو بید مجنون کہتے ہین بید کے ساتھ البتہ مناسبت رکھتی ہے۔

یون دیکھ ایک دو کو کنارا کرے شتاب	ولہ میدان کارزار سے رُستم برنگ زال

خوشتر

یہ اُنکے عدل کی ہے حکمرانی	کہ رستم زال کا بھرتا ہے پانی

دونون شعرون مین زال یعنی پہلوان معروف پدر رستم نہین ہی بلکہ پیرزن مراد ہے۔

میر انیس

مجلس کہ رشک نظم سے رشک چمن کرون	مداحی حسینؓ بوجہ حسن کرون

حسن سے مراد خوب ہی اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو حسینؓ کے ساتھ کوئی مناسبت نہین البتہ حضرت امام حسنؓ کا نام ہونے کی وجہ سے حسینؓ کے ساتھ مناسبت ہے۔

صنعت تشابہ الاطراف اُسکو کہتے ہین کہ کلام کو ایسے الفاظ پر تمام کرین کہ اُنکے معنی اُن معنی سے مناسبت رکھتے ہون جو ابتدائے کلام مین مذکور ہوئے ہین مثلاً انتہا کے کلام کے الفاظ علت ہون ابتدائے کلام کے یا اُسکے معلول ہون یا اُسپر دلیل ہون یا اوراسی طرح سے ہون پس گویا دونون طرفین کلام کی یعنے ابتدا اور انتہا باہم مشابہت ومناسبت رکھتی ہون اور انتہائے کلام کے الفاظ خواہ جملہ ہون یا جملے سے زیادہ ہون جیسے۔

وزیر

پری یان گردش اور جامہ دری	کاش لاتے نہ دست و پا ہمراہ

مصرع ثانی نے آخرین پا کا لفظ ذکر کیا ہی اور یہ مناسب ہی گردش کے جو مصرع کے اول مین واقع ہوا ہی ایسے ہی ہاتھ کو جامہ دری سے نسبت ہی لیکن اس قدر ہی کہ ان دونون کا ذکر بطریق لف ونشر معکوس الترتیب کے ہی۔

مومن

زبان گنگ ہی عشق مین گوش کر ہے	بُرا سُنتے سُنتے بھلا کہتے کہتے

بُرا سننا مناسب ہے کان کے اور بھلا کہنا مناسب ہی زبان کے یہان بھی دونون کا ذکر بطریق لف ونشر معکوس الترتیب کے ہی۔

ذوق

تجھسے دیکھا سب کو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ	تو رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

آنکھون مین رہنا مناسب ہی اس قول کے ــــ دیکھا سب کو اور آنکھون سے پنہان رہنا مناسب ہے اس قول کے تجھکو نہ دیکھا اسلیئے کہ جو چیز ایسی ہو کہ اُس سے سب کو دیکھین تو چاہیے کہ وہ آنکھون مین

رہے اور آنکھون مین رہنا اُردو مین محاورہ ہی قریب کے معنی مین اور جو چیز دیکھی نہ جائے چاہیے کہ وہ آنکھون سے پنہان ہووے۔

غالب

کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے	ایمان مجھے روکے ہی تو کھینچے ہی مجھے کفر

کعبہ مرے پیچھے ہے مناسب ہے اس قول کے ایمان مجھے روکے ہے اور کلیسا مرے آگے ہے مناسب ہی اس قول کے کفر مجھے کھینچے ہے۔

بلونت سنگھ متخلص براجہ

پاے قاصد چومیے اور دست عامل چومیے	وہ پیام یار لایا اُسنے کھولی فال نیک

پیام یار لانے کے مناسب پاے قاصد کا چومنا ہی اور فال نیک کھولنے کے مناسب دست عامل کا چومنا اور پیام یار لانا علت ہی پاے قاصد کے چومنے کی اور فال نیک کھولنا علت ہے دست عامل کے چومنے کی۔

مولوی ضیغم علی ضیغم

اللہ سے ہے کام پیمبر سے ہی غرض	وہ در گذر کرے گا شفاعت کرینگے وہ

اس مین اور مراعاۃ النظیر مین یہ فرق ہے کہ مراعاۃ النظیر مین الفاظ متناسب کو مطلقاً جمع کر دیتے ہین خواہ اُن مین سے ایک انتہا مین ہو اور دوسرا ابتدا مین خواہ دونون ساتھ ساتھ ابتدا مین واقع ہون یا اختتام مین آئین یا درمیان مین ہون بخلاف تشابہ الاطراف کے کہ اُس مین یہ ضرور ہی کہ دو متناسب مین سے ایک ابتدا مین ہو اور دوسرا انتہا مین بہر صورت تشابہ الاطراف کو مراعاۃ النظیر کے قبیل سے سمجھتے ہین۔

صنعت سوال وجواب یہ صنعت کبھی ایک مصرع مین ادا ہوتی ہی کبھی ایک بیت مین کبھی دو بیتون مین مطلع السعدین مین لکھا ہی کہ صنعت سوال وجواب کو مراجعہ بھی کہتے ہین۔

مثال پہلی قسم کی۔

پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت	پوچھا کہ طلب کہا قناعت
نسیم	

آہ وہ کہتا ہی کیا کہتا ہون مین اسے مت تڑپا	وہ کہتا ہی مین توڑونگا مین کہتا ہون مرا دل ہے

سید توفیق مہدوی حیدرآبادی

اُسنے کہا پھر زندگی مین نے کہا آنا ترا	اُسنے کہا جانا مرا مین نے کہا میری اجل

اُسنے کہا شام بلا مین نے کہا گیسو ترے	اُسنے کہا صبح صفا مین نے کہا چہرا ترا
اُسنے کہا تو کون ہی مین نے کہا نقش قدم	اُسنے کہا منزل تری مین نے کہا کوچا ترا
اُسنے کہا کیا کام ہی مین نے کہا خدمت تری	اُسنے کہا کیا نام ہے مین نے کہا بندا ترا

فطرت

جب کہا دل سے نہو خوار کہا تجھکو لیا	زلف مین مت ہو گرفتار کہا تجھکو کیا

مثال دوسری قسم کی۔

صفدر

اُسنے جب پوچھا کہ تو نے قتل عاشق کو کیا	غمزہ بولا وہ نزاکت تھی ادا تجھ مین نہ تھا

قصۂ شیرین خسرو

کہا شیرین مری حرم سے خاص	کہا تجھکو بھی اُس سے ہے اخلاص
کہا چُپ چپ گدا کجا ل تباہ	کہا بس بس نہ مغز کھا اے شاہ

حسرت

مین کہا جان بخش عیسی یا مے گلفام ہے	بولا دونون سے زیادہ کچھ مری دشنام ہے
مین کہا مشہد ہی یا ہی کربلا مقتل بڑا	بولا دونون سے ترے کوچے مین قتل عام ہے
مین کہا بلبل کا نغمہ خوب یا صوت رباب	بولا ان دونون سے بھی بہتر مرا پیغام ہے
مین کہا مجنون ہوا اچھا خوار ہو یا کوہکن	بولا ان دونون سے کچھ بدتر ترا انجام ہے

میر محمدی بیدار

جب کہا مین کہ نہین بولتے بن گالی تم	یار یہ کون زبان ہی تو کہا تجھکو کیا
جب کہا مین نے کہ ای سرو ریاض خوبی	کس کل تو آفت جان ہی تو کہا تجھکو کیا
چشم گریان سے شب وصل مین یہ مین نے پوچھا	اب تو کیون اشک فشان ہے تو کہا تجھکو کیا
جب کہا مین نے کہ ای شوخ تری صورت کا	شیفتہ پیر و جوان ہے تو کہا تجھکو کیا
دل سے بیدار نے پوچھا کہ ترے سینے پر	کسکے ناوک کا نشان ہی تو کہا تجھکو کیا

مثال تیسری قسم کی۔

غفلت

آیا سواد ہند سے جو کوئی اس طرف	مین نے کہا کہ تیس سے کیا کیا نشان ملے

اکنے لگا کہ لپٹے ہوے برگ بید سے	جیون تار عنکبوت کئی استخوان ملے

ظفر

رُخ نے جو زلف سے کہا شب کو	تو شب تار ہے سحر مین ہون
زلف بولی کہ صید تو مین دام	بیچ مین تو ادھر اُدھر مین ہون

کامل

مژگان گریہ دال پر دکرے ہی تڑ تڑے	یہ بات مین نے کہکر جب اُس سے داد چاہی
اکنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی	تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

داغ

کہا جو مین نے کہ مجنون اگرچہ عاشق تھا	پر اُسپہ تو کبھی لیلی کے یہ ستم نہوے
مرے جلانے کو کہنے لگے شرارت سے	ہزار حیف کہ لیلی کے پاس ہم نہوے

صنعت اسراد یعنی جس شخص کی مدح یا مذمت بیان کرنا منظور ہو تو اُسکے آبا واجداد کے نام ترتیب ولادت یا معکوس الترتیب یا غیر مرتب بیان کرین اور جہان تک ممکن ہو اس بات کا خیال رکھین کہ درمیان مین اُن اسما کے کوئی ایسا لفظ فاصل واقع نہو جو نسبت پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے زید فاضل بن عمرو یا زید بن عمرو تاجر بن خالد پس پہلی مثال مین فاضل کا لفظ اور دوسری مین تاجر کا لفظ فاصل ہی اگرچہ اِس سے کوئی حرج نہین مگر نظم الفاظ مین تکلف پیدا ہوتا ہی۔
مثال علی الترتیب کی جس مین کوئی فصل نہو۔

دبیر

یہ رُتبہ مظلوم حسین ابن علی ہے	مداح کا مداح خدا سے ازلی ہے

ولہ

اب راوی صادق سے یہ ہی وارد اخبار	فضل ابن شعیب بن اویس ایک تھا بندار

اگر کہا جاوے کہ دوسری مثال مین اضافتین پے در پے آئی ہین جو عیب مین داخل ہے پھر ہون محسنات بدیعی مین شمار کیا ہے تو ہم اس کا جواب یہ دین گے کہ اضافات کا پے در پے آنا اسوقت مخل فصاحت ہے کہ اُس مین ثقل واستکراہ ہو اور جبکہ اِس سے سالم ہو تو اُس کی خوبی مین کلام نہین اور اس مثال مین نہ ثقل ہے نہ استکراہ علاوہ اس کے اس مین صرف دو ہی اضافتین ہین۔

مثال معکوس ترتیب کی۔

مذاق

حسین و عابد و باقر سے جعفر اور کاظم تک ‌ ‌ ہر اک معصوم ہی دادا معین الدین چشتی کا
ہیں ادریس اور ابراہیم اور عبد العزیز اجداد ‌ ‌ ہے ظاہر جد پاکیزہ معین الدین چشتی کا
ہیں نجم الدین غیاث الدین احمد جد داب اسکے ‌ ‌ یہ ہے نام جد و آبا معین الدین چشتی کا
غیاث الدین و ماہ نور سے زہرا و حیدر تک ‌ ‌ عجب پُر نور ہی شجرہ معین الدین چشتی کا

آباد نے ایک نظم میں جناب سرور کائنات اور حضرات علیؑ کی اولاد کو سلسلہ وار بیان کیا ہی اور یہ ترتیب معکوس ہے۔

محمدؐ کا بے فصل حیدر وصی ہے ‌ ‌ ہم امت ہیں اُسکی وہ سرور ہمارا
حسنؑ کی غلامی میں ہیں بعد حیدر ‌ ‌ سمجھتے ہیں آقا ہے شبیرؑ ہمارا
امام سوم ہے حسین ابن حیدر ‌ ‌ فدا ہے ازل سے دل اُس پر ہمارا
امام چہارم ہے سجاد بے شک ‌ ‌ نثار اُس پہ دل ہو نہ کیونکر ہمارا
پسر اُس کا باقر امام ہُدا ہے ‌ ‌ غلام اُسکے ہم ہیں وہ سرور ہمارا
نہیں اس میں ہرگز تفاوت سر مو ‌ ‌ دو عالم میں مولا ہے جعفر ہمارا
غلامی میں موسیٰ کاظم کی ہیں ہم ‌ ‌ عجب کیا کہ جنت میں ہو گھر ہمارا
امام رضا کے ہیں اوصاف بے حد ‌ ‌ قلم تنگ ہے ذہن ششدر ہمارا
تقی پیشوا ہیں نقی سب کے ہادی ‌ ‌ سلام اُنپہ پہونچے مقرر ہمارا
حسن عسکری مقتداے جہان ہے ‌ ‌ سوا خضر سے بھی ہے رہبر ہمارا
امام دو عالم ہے مہدی ہادی ‌ ‌ ہے قائم زمانے میں سرور ہمارا

غیر مرتب کی مثال چنانچہ منیر نے ایک قصیدہ امام علی رضا بن موسیٰ کاظم کی مدح میں لکھا ہے اور اُنکے بزرگون کے نام سلسلہ وار درج کیے ہیں جو غیر مرتب ہیں۔

امام ضامن و معصوم و طیب و طاہر ‌ ‌ کریم ابن کریم و رحیم ابن رحیم
نسب میں پاک مقدس حسب میں سر و رکل ‌ ‌ فروغ عرش و مجسم رضاے رب کریم
علی کے نور نظر فاطمہ کے لخت جگر ‌ ‌ خدا کے نور ریاض رسول حق کے شمیم
حضور کے جد امجد ہیں سید الشہدا ‌ ‌ قتیل جور و مراد صحیح و ذبح عظیم

مہ سپہر کرم دلبر حسینؓ وحسنؑ نگاہِ دیدۂ حق بین باقر معصوم جناب موسی کاظم ہین والد ماجد		چراغ خانہ سجاد و واجب التکریم نہال گلشن صادق امام ہفت اقلیم اُمیدگاہ مسیحا و افتخار کلیم؛	

انشانے اس صنعت مین یہ لطیفہ پیدا کیا ہے کہ نواب سعادت علی خان والی اودھ کے باپ دادا کو ذو معنے الفاظ مین لکھا ہے معنی قریب لفظی منے ہین اور معنی بعید نواب کے اسلاف کے نام ہین اور سب غیر مرتب ہین ۔

کیسا وزیر جس کو سعادت علی نے دی اُس سے جلال دین محمد ہی آشکار		بُرہان ملک و اشجع و منصور و محتشم اُسکو کیا ہے حیدر و صفدر نے تم	

نواب سعادت علی خان کے باپ کا نام جلال الدین حیدر اور شجاع الدولہ خطاب ہی اور ابوالمنصور خان صفدر جنگ نام ہے شجاع الدولہ کے باپ کا اور بُرہان الملک صفدر جنگ کے چچا اور خسر کا خطاب ہی جو ریاست اودھ کے بانی ہین ۔

صنعت ارصاد اسکو کہتے ہین کہ نثر کے فقرے اور نظم کی بیت مین کلمۂ آخر کے قبل ایسا لفظ لادین کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ نثر مین پچھلا لفظ یہ ہوگا یا بیت کا قافیہ یہ ہوگا بشرطیکہ روی کا حرف پہلے سے معلوم ہو پس ارصاد کی وجہ سے اُس کلمۂ آخر کا مادہ معلوم ہو جاتا ہے اور روی کی وجہ سے اُسکی صورت معلوم ہو جاتی ہے اور ذہن آدمی کے قیاس مین جاتا ہے کہ ایسا حرف ہونا چاہیئے ۔ ارصاد لغت مین راستے مین نگہبان مقرر کرنے کے معنے مین ہے جیسے ڈاکو اپنی جانب سے راستے پر آدمی اسلیئے مقرر کر دیتے ہین کہ وہ اس بات کی اطلاع دے کہ قافلہ جو آرہا ہے اُسکے آدمی ان سے مقابلہ کر سکتے ہین یا نہین اور وہ ہتھیار بھی رکھتے ہین یا نہین اور یہان معنی لغوی اور اصطلاحی مین مناسبت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لفظ جو کلمۂ آخر سے قبل آتا ہی وہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اس نظم کا قافیہ یہ ہے اور اس نثر کا لفظ آخر یہ ہی ۔ اس صنعت کو تسہیم بھی کہتے ہین لغت مین تسہیم دھاری دار چادر بُننے کے معنے مین ہی ۔ اس صنعت کو تسہیم اسلیے کہتے ہین کہ جیسے چادر کے خطوط ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہین اسی طرح اس صنعت مین بھی الفاظ کلام کے ایک دوسرے کے ساتھ ملائم اور موافق ہوتے ہین مثال اسکی ۔

نہین قول سے فعل تیرے مطابق		رندھے کہو ن کس طرح تجھکو اے یار صادق	

نہ جنت کے قابل نہ دوزخ کے لائق	مجھے کیون کیا خلق اے میرے خالق
کہا سن کے افسانۂ قیس و لیلے	عبث کرتے ہو حال مین ذکر سابق
گیا وہ زمانہ وہ لوگ اُٹھ گئے سب	نہ معشوق ویسے رہے اب نہ عاشق
عبث فوق دیتا ہے تو خود کو نادان	کیا ایک کو ایک پر اُسنے فائق

ان اشعار مین شعر اول کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قاف حرف روی ہی پس دوسرے شعر مین خلق کے لفظ سے خالق اور چوتھے شعر مین معشوق سے عاشق اور پانچوین مین فوق سے فائق خود بہ خود معلوم ہو گیا پس خلق اور معشوق اور فوق ارصاد ہین ۔

واسطی

جو بعد مرگ بھرا کوے یار سے قاصد	تو دوستون نے مرے رکھ دیا مزار مین خط
مجھے یہ ڈر ہے کہ قاصد کمال مضطر ہی	کہین کمر سے نہ گر جائے اضطرار مین خط

دوسرے شعر کے پہلے مصرع مین مضطر کا لفظ ارصاد ہے ۔

مومن

نہ نیند بھر روت ہے آنکھ وہ دکھا دیکھین	زہر چشم دکھلائین پھر ذرا مزا دیکھین
کچھ نظر نہین آتا آنکھ لگتے ہی ناصح	اگر نہین تو یقین حضرت آپ بھی لگا دیکھین

تیسرے مصرع مین لگتے کا لفظ ارصاد ہے ۔

ولہ

نہ تن ہی کے ترے بسمل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین	ہی پاش پاش جگر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
درازدستی یہ کس بے ادب نے کی دم قتل	تمام دامن قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین
کہے نہ ملنے کی اُس سنگ دل کے گر قاصد	تو سنگ و سر ابھی یان مل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

دوسرے شعر مین قتل کا لفظ اور تیسرے شعر مین نہ ملنے کا لفظ ارصاد ہی ۔

(۲) یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ نظم کے ایک مصرع سے دوسرے مصرع کی طرف ذہن منتقل ہو جائے جیسے ۔

ذوق

لاشے کو دفن کیجے میرے کہ پھینک دیجے	مردہ بدست زندہ جو چاہے سو کیجے

پہلے مصرع کے سننے سے دوسرے مصرع کے مضمون پر خود بخود ذہن منتقل ہو جاتا ہے

ایضًا

پلاے آشکارا کس کی ہمکو ساقیا چوری	خدا کی جب نہین چوری تو پھر بندے کی کیا چوری

امیراحمد مینائی

کل کُوچ ہے کچھ لیتے ہوے بن پڑیگی	لینا ہے مسافر کو توے زاد سفر آج

صنعت تاکید المدح بمایشبہ الذم یعنی تعریف کی تاکید ایسے لفظون کے ساتھ کرنا کہ وہ ہجو سے مشابہت رکھتے ہون یعنی وہ لفظ ظاہر مین تو ہجو پر دلالت کرتے ہون لیکن فی الحقیقت مدح پر تاکید کرتے ہون اور اُسکی دو قسمین ہین۔

(۱) یہ کہ کسی چیز مین سے تمام بُری باتون کی نفی کیجائے جس سے اُسکی مدح ہو پھر ادات استثنا کے ذریعہ سے ایک اچھی بات کا جو مدح پر دلالت کرتی ہو اُن بُری باتون مین سے استثنا کیا جاوے اس طرح کہ اس اچھی بات کو اُن بُری باتون مین داخل مان لیا جائے مثال اسکی یہ شعر مثنوی پدماوت مصنفہ عبرت کا ہے ؎

نہین کوئی عمل مین اُسکے قزاق	بغیر از غمزۂ چشم ستمناک ؎

شاعر نے مصرع اول مین بیان کیا کہ ممدوح کے عہد مین ایک بھی قزاق نہین پس تمام قزاقون کی نفی کرنا مدح ہی پھر غمزۂ چشم ستمناک کو ان قزاقون مین داخل ٹھہرا کے اسکا استثنا کیا ہی حالانکہ چشم ستمناک کا غمزہ کسی کے عہد مین موجود ہونا بُرائی نہین بلکہ مدح مین داخل ہی اسلیے کہ معشوقون اور خوبرویون کا موجود ہونا انیست او آسائش اور حُسن خیزی پر دال ہی اور یہ طریقہ تاکید المدح کا نہایت عمدہ ہی اور اسکی عمدگی کی دو وجہین ہین ایک یہ کہ اس طرح مدح کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اسلیے کہ شاعر نے اپنے مطلوب کے نقیض کو اور وہ ممدوح کے عمل مین قزاق کا موجود ہونا ہے ایک محال شے سے معلق کیا ہی اور وہ محال یہ ہی کہ غمزۂ چشم ستمناک قزاق ہی اور جو چیز محال پر معلق ہوتی ہی وہ محال ہوتی ہی پس قزاق کا نہ موجود ہونا ممدوح کے عمل مین متحقق ہی کیونکہ غمزۂ چشم ستمناک کا جبکہ قزاق ہونا محال ہوگا تو ممدوح کے عہد مین قزاق کا موجود ہونا بھی محال ہوگا۔ یاد رکھو کہ تعلیق بالمحال اُسی صورت مین بن سکتی ہی کہ غمزۂ چشم ستمناک کو قزاقون مین داخل ٹھہرا لیا جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مطلق استثنا مین اصل اتصال ہی یعنی مستثنے منہ اس طرح کا ہو کہ مستثنے اُس مین داخل ہو اور اُسکی افراد مین سے ایک فرد ہو اور اگر ایسا نہو تو وہ استثنائے منقطع ہے اور اسکو مجازًا استثنا سمجھتے ہین در مجاز اصل کے خلاف ہی اور شاعر کے ادات استثنا کو مستثنے سے پہلے ذکر کرنے سے یہ بات خیال کی گئی تھی کہ شاید اُن قزاقون

مین سے جنکی اس سے قبل نفی کی گئی ہے کوئی قزاق خارج کرکے ممدوح کے عمل مین قزاق کا ہونا ثابت کرے گا تاکہ ممدوح کی مذمت ثابت ہو جائے اور یہ خیال اسلیے پیدا ہوا تھا کہ جب تمام قزاقون کی نفی کرکے حرف استثنا کو ذکر کیا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ استثنا متصل ہی اور اب مستثنیٰ منہ کے افراد مین سے کوئی فرد مستثنیٰ کرکے ممدوح کے عمل مین اسکا موجود ہونا ثابت کیا جائے گا مگر جبکہ شاعر نے حرف استثنا کے بعد کسی ایسی چیز کا ذکر نہین کیا جو واقع مین مستثنیٰ منہ کی فرد ہوتی بلکہ بجائے اُسکے ایک مدح کی بات کو ذکر کیا تو سامع کو معلوم ہو گیا کہ یہان استثنا متصل نہین منقطع ہی اور ادات استثنا کے بعد شاعر کا اُس حکم کو اختیار کرنا جو باعث مدح ہی شاعر کی جانب سے اس بات کی طرف اطلاع ہی کہ مین نے ممدوح کے عہد مین کسی قزاق کا وجود نہ پایا جسکا مین اُن قزاقون مین سے استثنا کرتا جن کا اُسکے عمل مین نہونا بیان کیا ہی اسلیے مین نے مجبور ہو کر کلام کے پورا کرنے کو صفات مدحیہ کیساتھ استثنا کیا اور ایک خوبی کی بات کو مستثنیٰ قرار دیا اور استثنا کو اُس کی اصل سے پھیر کر استثنائے منقطع کے ساتھ بدل دیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصل مدح تو یہ ہی کہ شاعر نے ممدوح کے عہد مین تمام قزاقون کے وجود نفی کی ہی اس حیثیت سے کہ کہا ہی مصرع ؎

نہین کوئی عمل مین اُس کے قزاق

اور اس مدح کی تاکید اسطرح استثنا کرنے سے ہو گئی اسی قبیل سے ہی یہ بیت دبیر کی ؎

بے مہری افلاک سے گو خاک بسر ہون	ہان عیب بڑا یہ ہی کہ مین اہل ہنر ہون

گویا شاعر نے تمام عیبون کی اپنی ذات سے نفی کی ہی پھر ایک اچھی صفت کو اُن بُری صفتون مین داخل ٹھہرا کر اُن سے استثنا کیا ہی۔ ہنرمندی کا عیب ہونا محال ہی پس ہنرمندی کو عیب بنا کر اپنی ذات مین عیب ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہی اسلیے کہ اُسکے اس قول کے ؎

ہان عیب بڑا یہ ہے کہ مین اہل ہنر ہون

یہ معنی ہین کہ مجھ مین مطلقاً کوئی عیب نہین مگر ہان بڑا عیب مجھ مین یہ ہی کہ مین صاحب ہنر ہون اگر ہنر عیوب مین داخل ہو لیکن ہنر کا عیوب مین داخل ہونا محال ہی تو اس صورت مین عیب کا ثبوت بھی میری ذات مین محال ہوگا اور اسطرح مدح کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اور یہ اُسکی خوبی کی ایک وجہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہی کہ اس طرح مدح کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاعر بے عیبی مین اتنا کامل ہی کہ کوئی فرد عیب کی ایسی نہین نکلی کہ اُسکے ذریعہ سے استثنا کیا جاتا اس لیے کلام کے تمام کرنے کے واسطے مجبور ہو کر ایک تعریفی بات کو مستثنیٰ بنا لیا۔ اگرچہ مستثنیٰ منہ اور ادات استثنا کو

ذکر نہین کیا لیکن سوق کلام سے شامل پر ظاہر ہے یہ مضمون ماخوذ ہی میر کے اس شعر سے۔

سب جانتے ہین رشتہ مرا اون تو پیاری میر	شاید یہی اک عیب ہی ملع کہ ہنر ہے

(۲) دوسری قسم تاکید المدح بما یشبہ الذم کی یہ ہی کہ ایک صفت بیان کی جائے پھر حرف استثنا مذکور کرین جس سے یکایک یہ معلوم ہو کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون جملۂ اول کے لکھے گا لیکن جو جملہ استثنا کے بعد لائے وہ مدح کا متضمن ہو جیسے۔

انیس

زوج اُسکا ہے اقلیم امامت کا شہنشاہ	پر دولت دُنیا سے ہی ان دونون کو اکراہ

پر استثنا کا حرف ہی وجہ تاکید مدح کی اس مثال مین یہ ہی کہ اول اُسکے زوج کو اقلیم امامت کا شہنشاہ بتایا اور ظاہر ہی کہ یہ صفت مدح کی ہی اور جب حرف استثنا لایا تو اس سے شبہہ جاتا تھا کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون اول کے مذکور ہو گا لیکن جبکہ اُسکے بعد یہ ذکر کیا کہ دنیا کی دولت سے اکراہ ہی تو مدح کو تاکید حاصل ہو گئی اور یہ صورت مدح بما یشبہ الذم اسلیے کہلاتی ہی کہ اصل حرف استثنا مین یہ ہی کہ اُسکا مابعد ماقبل سے مخالفت رکھتا ہو اور یہ بات یہان ہی نہین بلکہ یہان مابعد ماقبل کے موافق ہی پس یہ طریقہ ایسی مدح ہو گا جو مذمت کی صورت رکھتا ہی اس قسم مین بھی استثنا منقطع ہوتا ہی مگر فرق اتنا ہی کہ پہلی قسم مین اُسکو متصل ٹھہرا لیتے ہین اور یہان اپنے حال پر باقی رہتا ہے اسلیے کہ یہان کوئی ایسی بُری عام صفت نہین ہوتی کہ جس کی نفی کر کے اس مین ایک اچھی صفت داخل ٹھہرا سکتے اور جبکہ ایسا نہین تو یہان تعلیق بالمحال بھی پیدا نہین ہو سکتی کیونکہ اُسکے لیے مستثنے منہ کا عام ہونا چاہیے جس مین مستثنے کو داخل ٹھہرا سکین پس یہ قسم اُس دعوے کی طرح نہین سمجھی جا سکتی جسکے ساتھ گواہ موجود ہون اسی وجہ سے پہلی قسم کو افضل سمجھتے ہین اسی قبیل سے ہی۔

مثنوی سعدین

نظم مین خوبیون کی ہے تقریر	مثنوی ہے مگر بری تصویر

حالی

تم ہر اک حال مین ہو یون تو عزیز	تھے وطن مین مگر کچھ اور ہی چیز

فائدہ تاکید المدح بما یشبہ الذم کے باب مین ادادۂ مراد مین استدراک بھی استثنا کی طرح سمجھا جاتا ہی کیونکہ دونون کی حالت قریب قریب ایک سی ہی کیونکہ دونون اُس چیز کے نکالنے کے لیے ہین جو اپنے ماقبل مین حقیقۃ داخل سمجھی جاتی ہی یا دہما مثلاً کسی شخص نے ایک صفت بیان کی

پھر حرف استدراک کے بعد ایک دوسری صفت ذکر کی تو اُس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ متکلم نے صفت اول کے خلاف کوئی ایسا حال نہ پایا کہ اُسکا استدراک صفت اول پر کرتا اسلیے کلام کے تمام کرنے کے لیے دوسری صفت کے ساتھ استدراک کرنے پر مجبور ہوا۔ یاد رکھو کہ مگر استثنائے منقطع مین لیکن کے معنی مین ہوتا ہی اور بعض کے نزدیک لیکن فقط استدراک کے واسطے آتا ہی اور مگر استثنا کے واسطے اور حق یہ ہی کہ لیکن اور مگر مین نازک سا فرق ہی۔

فائدہ دیگر فصحاے فارسی واُردو نے اس قسم پر ایک دوسرا لطف بڑھایا ہی اور وہ یہ ہے کہ دوسری صفت جو اداۃ استثنا یا استدراک کے بعد مذکور ہوتی ہی وہ ایسی ہوتی ہے کہ جو مدح مین صفت اول سے کامل تر ہوتی ہے جیسے۔

ناسخ

رفتار مین اورنگ سلیمان ہے یہ گھوڑا	پر صورت وسیرت مین تو انسان ہی یہ گھوڑا

پہلے استثنا کا حرف ہی اول گھوڑے کو رفتار مین تخت سلیمان بتایا اور ظاہر ہی کہ اورنگ سلیمان کی رفتار نہایت تیز تھی پھر اداۃ استثنا کے بعد ایک ایسی صفت بیان کی جو صفت اول سے بھی کامل تر ہے اور وہ گھوڑے کا صورت وسیرت مین انسان قرار دینا ہی اور ظاہر ہی کہ تخت سلیمان پر انسان کو بدرجہا افضلیت حاصل ہے۔

ممنون

تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہی کیا ممنون	وہی فتنہ ہی لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے

لیکن حرف استدراک ہی پہلے کہا وہی فتنہ ہی اور بعد اسکے کہا لیکن اس سے وہم ہوا کہ اب شاید کچھ اُس سے کم کہنا منظور ہے جب بعد اُسکے کہا کہ یہان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے بھی زیادہ ہے۔

تسلیم

عام انعام پر نوازش ہے
پُر نوازش کو اُسپہ نازش ہے

فائدہ دیگر شعراے فارسی واُردو نے اس قسم مین ایک اور لطف پیدا کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ دوسری صفت اسطرح کی لاتے ہین کہ بادی النظر مین ہجو معلوم ہوتی ہی لیکن ادنے تامل سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی تعریف ہے مثال اسکی۔

شباب

عدل سے اُسکے زمانے مین ہی گو معموری	اپنے اعدا کو مگر رکھتا ہی برباد مدام

کسی کو مدام برباد رکھنا ہجو معلوم ہوتی ہی لیکن جب غور کیا تو عین مدح نکلی کس لیے کہ اپنے اعدا کو برباد رکھنا نہایت کامیابی پر دلیل ہے -

سودا

انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہی کہ فریاد	لایا نہ لبون تک کوئی غیراز جرس و زنگ

ولہ

میخانۂ جہان مین کرم سے ترے نہین	کوئی شکستہ حال بجز توبۂ دخمار

صنعت تاکید الذم بمایشبہ المدح یہ ضد ہی تاکید المدح بمایشبہ الذم کی یعنی ہجو کی تاکید ایسے لفظون کے ساتھ کرنی کہ وہ مدح سے مشابہت رکھتے ہون اور جب غور کرین تو ہجو و مذمت کی تاکید ہوتی ہو اور اسکی بھی کئی صورتین ہین -

(۱) کسی شے کی اچھائی کی نفی کی جائے جس سے ہجو ثابت ہو پھر ایک بُری بات کو اُس اچھی بات مین داخل ٹھہرا کر بذریعۂ کلمۂ استثنا کے اُس مین سے مستثنےٰ کرین کلمۂ استثنا کو سُننے سے سامع کو یہ معلوم ہو کہ اب تعریف مقصود ہے لیکن بعد کو کوئی بُرائی کی بات معلوم ہونے سے وہ استثنا عین ہجو ہو جائے مثال اسکی -

میر تقی

کہے ہر اک کو دینے سو سو بار	پر ندے جز فریب تادہ سال

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہی شاعر نے اول اُس شخص سے جسکا ذکر اوپر کے شعرون مین ہی تمام اُن چیزون کے دینے کی نفی کی جن کے دینے کے لیے ہر اک کو سو سو بار کہتا ہی پھر اُن چیزون مین سے فریب کے دینے کو مستثنےٰ کر لیا جب حرف استثنا کو ذکر کیا تو متوہم ہوا کہ شاید اسکے ذریعے سے اُن چیزون مین سے جن کے دینے کی نفی کی ہے کسی چیز کا دینا ثابت کرے گا اور جب فریب کا ذکر کیا تو فی نفسہ مذمت نکلی فریب کا اُن چیزون مین سے ہونا محال ہے جنکے دینے کا وہ ہر ایک کو سو سو بار وعدہ کرتا تھا پس فریب کو اُن چیزون مین سے بتا کر اُسکے دینے کو ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہے اسلیے کہ شاعر کے اس قول کے مصرع

پر ندے جز فریب تادہ سال

یہ معنی ہین کہ وہ جن چیزون کے دینے کے لیے سو سو بار کہتا ہی اُن ہین سے مطلقاً کوئی چیز نہین دیتا
مگر فریب دیتا ہی اگر فریب اُن چیزون ہین داخل ہو لیکن فریب کا اُن چیزون ہین داخل ہونا محال ہے
تو اس صورت ہین اُن چیزون ہین کے دینے کا ثبوت اُسکی نسبت بھی محال ہی جنکے دینے کے لیے وہ کہتا ہی اور اسطرح
مذمت کا ثابت کرنا ایسا ہی جیسے دعوے کے ساتھ گواہون کا موجود ہونا اور اس مثال کی تاکید کا
فائدہ بخشنے کی یہ ایک وجہ ہی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ استثنا مین اصل یہ ہی کہ مستثنیٰ منہ مین
مستثنیٰ داخل ہو اسی کو استثناے متصل کہتے ہین بخلاف استثناے منقطع کے کہ وہ اصل نہین
پس جبکہ شاعر نے اداۃ استثنا کو ذکر کرکے استثنا کرنا چاہا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ اب ایسی چیز
کا ماقبل سے استثنا کرے گا جس سے اُس شخص کی نسبت اُن چیزون ہین سے کسی چیز کا دینا ثابت
ہوگا جنکے دینے کے لیے سو سو بار کہتا ہی پھر جبکہ فریب تا دہ سال کہا تو اس سے مذمت کی تاکید
ہوگئی سُننے والے کو جو استثنا متصل کی اُمید تھی اُسے چھوڑکر شاعر نے استثناے منقطع کا طور اختیار
کیا تاکہ سُننے والا سمجھ جائے کہ اُس شخص نے جن چیزون کے دینے کے لیے سو سو بار کہا تھا اُن ہین سے
ایک چیز بھی نہین دیتا اگر اُن ہین سے ایک چیز بھی دیتا تو شاعر اُس کا استثنا کرکے اپنے کلام
کو استثناے متصل بناتا ناچار کلام تمام کرنے کی غرض سے اُن چیزون ہین سے
فریب کا استثنا کرلیا گیا اور اگر ایسا نہ کرتا تو کلام غیر مفید رہتا کیونکہ جب شاعر نے یہ کہا پرندے جز تو اس
سے کوئی فائدہ حاصل نہوگا اسی کے قریب ہی نوازش کی یہ بیت ؎

کسے تیغ جفاے چرخ سے اُمید ہنسنے کی	جو ہووے بھی تو ہان شاید دہانِ زخم خندان ہو

اول چرخ سے ہنسانے کی نفی کی اور اس امر کا بیان کیا کہ اُسکی جفا سے کسی کو میہ ہنسنے کی نہین اور
پھر دہان زخم کے ہنسنے کا اُس سے استثنا کیا چرخ کی جفا سے کسی کو ہنسنے کی اُمید نہونا کھُلی ہوئی مذمت
ہے پھر کہا ہان جو ہووے بھی تو سامع کو اس سے توہم ہوا کہ اب کسی اچھی بات کا پہلی بات سے
استثنا کیا جائے گا اُسکے بعد شاعر نے بیان کیا ہان شاید دہان زخم خندان ہو اور یہ مذمت ہے اسلیے
دہان زخم کا ہنسنا یعنی اُس کا شگفتہ ہونا اور جراحت کا بڑھنا نہایت موجب تکلیف ہے پس اس
قول سے بھی آزار دہی اور جفا کاری چرخ کی ثابت ہوئی اول چرخ کی جفا کاری بیان کی اور یہ مذمت
ہے اور جب دہان زخم کے شگفتہ ہونے کو مستثنیٰ کیا تو یہ جفا کاری کی تاکید ہوگئی کیونکہ اس
صورت مین مذمت اوپر مذمت کے ثابت ہوتی ہے اور یہان بھی تاکید کا فائدہ دو طور پر اسیطرح
حاصل ہوتا ہے جس طرح میر کے شعر مین بیان ہوا کہ ایک وجہ تعلیق بالمحال ہی اور دوسری وجہ

استثنا نے منقطع کا طور اختیار کرنا اور اگرچہ اداۃ استثنا کو شاعر نے ذکر نہین کیا ہی لیکن سیاق کلام سے متامل پر ظاہر ہے۔

(۲) دوسری صورت تاکید الذم بما یشبہ المدح کی یہ ہی کہ اول کسی شے کی مذمت کیجائے پھر استثنا کا کوئی حرف مذکور ہو اُسکے بعد اور برائی کا ذکر کرین اور بظاہر حرف استثنا کے مذکور ہونے سے یہ شبہہ جاتا ہو کہ آگے کوئی تعریف بیان کیجائے گی لیکن وہ جملہ بھی ہجو ہی کا متضمن ہو مثال اسکی مصرع چہارم اس بند کا۔

میر

در پہ عمدون کے روز و شب شر و شور	صرف یک سر فریب و رشوت خور
بے پیے دیکھین نے کسی کی اور	مُردہ شو پر وہ سب کفن کے چور

رحمۃ اللہ بر اولین بناش

مُردہ شو ہجو ہی اُسکے بعد پر حرف استثنا کے مذکور ہونے سے یہ شبہہ گیا کہ اُسکے بعد کوئی جملہ متضمن تعریف کا ہو گا مگر دیکھا تو وہ بھی ہجو ہی اور یہ استثنائے منقطع ہی اور چونکہ اُسکو متصل نہین ٹھہرایا ہی اسلیے یہان تاکید ایسی نہین جیسے دعوے شے کا گواہی کے ساتھ ہوتا ہی کیونکہ یہ تعلیق بالمحال پر مبنی ہی اور تعلیق بالمحال استثنائے متصل پر مبنی ہی بس اس مین تاکید مذمت کی صرف ایک وجہ سے ہی اور اُسکی تقریر یہ ہے کہ جب مستثنےٰ منہ یعنی مُردہ شو کے بعد حرف استثنا کو ذکر کیا تو سُننے والے کو یہ توہم ہوا کہ اب کوئی دوسری مذمت کی بات بیان کرکے اُسکی نفی مستثنےٰ منہ سے کرے گا کیونکہ اثبات سے استثنا نفی ہوتا ہی پس جبکہ یہ بیان کیا کہ وہ سب کفن کے چور ہین تو اس سے معلوم ہوا کہ شاعر عمدون مین ایک اور عیب کہ وہ کفن کا چرانا ہے ثابت کرنا چاہتا ہی اور اس سے اُنکی مذمت کو تاکید حاصل ہوگئی اور اس اسلوب کلام سے سامع کی سمجھ مین یہ بھی آگیا کہ شاعر کے لیے ممکن نہ تھا کہ عمدون مین سے کسی مذمت کی بات کی نفی کرسکے اسلیے اُسنے کلام کے تمام کرنے کے لیے مجبوراً مذمت سے مذمت کی طرف استثنا کیا اور استثنائے متصل کو منقطع کی طرف پھیر دیا۔

(۳) تیسری صورت تاکید الذم بما یشبہ المدح کی اور ہی جو شعرائے فارسی و اُردو نے اس صنعت مین تصرف کرکے نکالی ہی اور وہ یہ ہی کہ اول ایک شے کی تعریف و خوبی بیان کرین پھر دوسری تعریف اسکے ساتھ ایسی شامل کرین جس سے وہ صفت مدح بالکل ہجو و مذمت ہوجائے جیسے میر کے مخمس کے اس بند مین ۔ ے

ایک مُدت تھی آج کل پر بات	اب تو ہے صبح اب ہوئی ہے رات
ہے بہت شیخ کی غنیمت ذات	جمع آدم مین اتنے کب ہون صفات

مفتری و دروغی و محتال

مصرع سوم و چہارم سے صفت ثابت ہوئی مصرع پنجم مین جو صفات بیان ہوئین انسے بالکل ہجو ہو گئی -

حالی

مجھ سے جو کام چاہیے لیجیے	جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور
حسد و بغض و غیبت و بہتان	بُخل و حرص و ہوا و فسق و فجور

اول جو یہ کہا کہ مجھسے جو کام چاہیے لیجیے تو اس سے تعریف پیدا ہوئی کیونکہ یہ امر ہمہ دانی اور ہرفن مولا ہونے پر دلالت کرتا ہی مگر دوسرے اور تیسرے اور چوتھے مصرعون کے مضمون سے وہ تعریف مذمت سے بدل گئی -

جُرأت

کب وہ صیاد اسیرون کی خبر لیتا ہے	اور جو لیتا ہی تو مقراض سے پر لیتا ہے

اسیرون کی خبر لینا صفت مدح کی ہی جب پھر بیان کیا مقراض سے پر کترتا ہی تو وہ مدح بعینہ ہجو ہو گئی -

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہین	کسی کو ذبح کرتے ہین کسی کے پر کترتے ہین

میر

پھر آج میر مسجد جامع کے تھے امام	داغ شراب دُھوتے تھے کل جانماز کا

مسجد جامع کا امام ہونا ایک امر عظیم ہی دوسرے مصرع کے ذکر کرنے سے وہ تعظیم مبدل بہ تحقیر ہو گئی -

فائدہ یہ پچھلی صورت ہرچند لوگون نے تاکید الذم بمایشبہ المدح کی اقسام مین داخل کی ہے لیکن غور کیا جاتا ہے تو یہ شکل الذم بمایشبہ المدح ہی نہ تاکید الذم بمایشبہ المدح -

صنعت الحاق الجزی بالکلی شرح بدیعیہ ابن حجر اور انوار الربیع فی انواع البدیع تصنیف سید علیخان مین مذکور ہی کہ اطلاق کل کا جزیر تعظیم کے لیے کرتے ہین جیساکہ اس آیت مین ان ابراہیم کان اُمۃ اسکے معنی مفسرین نے یہ بیان کیے ہین کہ ابراہیم بوجہ اس بات کے جمیع صفات خیران مین جمع تھین تنہا اُمت تھے متنبی کہتا ہے -

ہو الغرض الاقصے و رد تک لمنئے	و منز لک الدنیا و انت الخلائق

یعنی اے ممدوح تو تنہا خلائق ہے اسلیے کہ اوصاف کثیرہ تجھ مین جمع ہین اسی قبیل سے ہی نواب اور میران کا اطلاق ایک شخص پر یا کسی کو بندگان حضور کہنا اسی طرح اولاد حسن اولاد علی نظام الدین اولیا بابا حسن ابدال کعب حبار عبیداللہ احرار۔

دبیر

ارباب سخن پر جو سخن ور ہے ہمارا	القاب سخن سنج سخن ور ہے ہمارا

پہلے مصرع مین ور غالب کے معنی مین ہے اور القاب کا اطلاق ایک لقب کی جگہ کیا گیا ہی۔

میر

سنیو یارو بلا سرائے کا حال	ایک کیا ہے وہ عجائب مال

بلاسرائے کو مجموعۂ عجائب ہونے کی وجہ سے عجائب کہا۔

غلام سرور متخلص بہ سرور

صدق دل سے جو پکڑے تیرے قدم	ایک ہی دم مین اولیا بن جائے

یعنے ایک شخص مین تمام ولیون کی خوبیان اور کمالات جمع ہونیکی وجہ سے اولیا ہو جائے۔

فگار

کہا پھر ایک نے اُسدم یکایک	عجب آدم ہے یہ شکل ملائک

صنعت تجرید یہ صنعت اس طرح ہی کہ ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے اُسی طرح کی ذی صفت حاصل کرین اور غرض اس سے مبالغہ ہوتا ہی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ پہلی شے اُس صفت مین ایسی کامل ہے کہ اُس سے ایک اور شے اُسی طرح کی حاصل ہو سکتی ہی اور یہ صنعت کئی طرح مستعمل ہوتی ہے۔

(۱) جس چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرین اُسکے ساتھ حرف سے کہ اُردو مین از کا ترجمہ ہے ذکر کرین جیسے۔

صہبائی

آتش غم ایسی کچھ بھڑکی کہ پل مین ہو گیا	داغ دل سے آفتاب روز محشر آشکار

اس جگہ دل کے داغ کی سوزش مین مبالغہ منظور ہے یعنی داغ دل کا سوزش مین اس مرتبے کو پہونچا کہ اُس سے آفتاب حاصل ہو گیا ہے۔

غلام محی الدین

چہرۂ انور سے تیرے ماہ کامل آشکار	اور گیسوے معنبر سے شب یلدا عیان

چہرے کو نورانیت مین کامل مانا ہی اوراس سے ماہ کامل حاصل ہوسکتا ہی ایسا ہی گیسو معنبر سے شب یلدا کو حاصل کیا ہے۔

داغ

اگو فرق صبح و شام ہے ظلمت کو نور سے	دونون کا ہی ظہور ہمارے ظہور سے
ہوجائے رات دود دل ناصبور سے	دکھلائین روز حشر کو ہین السطور سے

اپنے سیاہ نامے کی طولانیون مین ہم

پہلے شعر کا مفاد یہ ہی کہ اپنے آپ کو نور و ظلمت مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اپنے سے نور و ظلمت کو حاصل کیا ہی اور تیسرے مصرع کا مفاد یہ ہی کہ اپنے دل ناصبور کے دود کو تاریکی مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے رات کو حاصل کیا ہی اور چوتھے مصرع کا حاصل یہ ہی کہ سیاہ نامہ ایسی طوالت کو پہونچا ہی کہ اُسکے بین السطور سے روز حشر حاصل ہوتا ہے۔

رمضان علی

اشک جاری رات دن ہی چشم گریان سے مری	اسقدر رویا کہ اشکون سے گہر پیدا ہوا

اس جگہ اشکون سے گہر کو حاصل کیا ہی اوراس سے اشکون کی حالت مین مبالغہ منظور ہے۔

وزیر

اسکی شمع رُخ سے ہی روشن چراغ آفتاب	ان دنون کچھ آسمان پر ہی دماغ آفتاب

معشوق کے رُخ کو نورانیت اور حُسن مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے آفتاب تحصیل روشنی کرتا ہے۔

دوست

روش گریہ مری چشم سے سیلاب نے لی	بیقراری دل بیتاب سے سیماب نے لی

نصرت

خورشید نے ضیا رُخ انور سے پائی ہے	بو مشک نے یہ زلف معنبر سے پائی ہے
رنگت عقیق نے لب احمر سے پائی ہے	موتی نے آب دانتون کے گوہر سے پائی ہے

یہ قسم ظاہر مین تشبیہ معلوم ہوتی ہی لیکن جو معنی مشابہت کے بطریق تجرید کے مستفاد ہون انھین اصطلاح مین تشبیہ نہین کہتے۔

(۲) جس شے سے کوئی اور شے حاصل کرین اُس شے کو حاصل شدہ شے کا ظرف مقرر کرین جیسے اِس شعر مین۔

حسرت

گر کے کوئی بہشت مین کیونکہ یہ لوگ جائینگے	پیارے عاشقون کو تو گہ مین ملا کہ اُس طرح

مُراد یہ ہے کہ مخاطب یعنی معشوق کا مکان خود بہشت ہی لیکن معشوق نے گر سے بہشت کو حاصل کیا ہے گویا بہشت اُس مین تیار و مُہیّا ہے۔

نظیر اکبرآبادی

جو صحن باغ کا ہی وہ ایسا ہے دلکشا	آتی ہے جس مین گلشن فردوس کی ہوا

آزردہ

نہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب مین دریا	وہ دیکھ لے مری چشم پُرآب مین دریا

مُراد یہ ہی کہ چشم پُرآب خود دریا ہے لیکن چشم پُرآب سے دریا کو حاصل کیا ہی گویا وہ اُس مین آمادہ رہتا ہے۔

مومن

سُوز غضب سے ہے کرۂ نار سینے مین	اک مُشت خاک اور یہ کین ای فلک دریغ

اس جگہ سینے کی سوزش مین مبالغہ منظور ہی یعنی سینہ سوزش مین اس مرتبے کو پہونچا ہی کہ اس سے کرۂ نار حاصل ہو گیا ہے۔

ناسخ

روز یان سیکڑون بیہوش پڑے رہتے ہین	ہے مگر خانۂ خمار ترے کُوچے مین

باعتبار بیہوش کر دینے کے معشوق کے کوچے کا مبالغہ مقصود ہی یعنی معشوق کا کوچہ بیہوش کر دینے مین ایسا کامل ہی کہ گویا خانۂ خمار اُس مین آمادہ و موجود ہے۔

محمد اشرف اشرف

آتش دل سے ہوا ہی یہ مجھے ڈر پیدا	کہ مرے سینے مین ہووے نہ سمندر پیدا

آتش دل کی وجہ سے سینے کی سوزش مین مبالغہ منظور ہی یعنے آتش دل سینے مین ایسی بھڑک اٹھی ہے کہ اُس مین سمندر کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہی۔ سمندر ایک جانور ہی کہ جسکی نسبت مشہور ہی کہ ایسی آگ مین جو عرصۂ دراز سے روشن ہو پیدا ہو جاتا ہی اور آگ مین رہتا ہے۔

(۳) حرف نے کے ساتھ جو علامت فاعلیت ہے ایک شے سے دوسری شے اسی صفت کی حاصل کرتے ہین۔ جیسے

ظفر

تیرے دندان نے کیے گوہر غلطان پیدا	لب رنگین سے ہوے لعل بدخشان پیدا

اِس جگہ دانتون کی صفائی اور آبداری مین مبالغہ منظور ہی یعنی دانت صفائی اور چمک مین اس درجے کو پہونچے ہین کہ اُن سے گوہر غلطان حاصل ہوگئے ہین اور دوسرا مصرع پہلی قسم کی مثال مین ہے۔

(۴) ایک شے ذی صفت سے دوسری شے ذی صفت حرف کو کے ساتھ جو مفعولیت کی علامت ہے حاصل کرین جیسے یہ شعر دبیر کا ہے

فردوس مین پہونچے جو نجف مین پہونچے	جنت کو دیکھا جو کربلا کو دیکھا

مُراد یہ ہی کہ کربلا خود جنت ہی لیکن کربلا سے جنت کو حاصل کیا ہی گویا جنت اُس مین تیار و مہیا ہے اور پہلا مصرع دوسری قسم کی مثال مین ہے۔

(۵) کسی حرف کا واسطہ نہو جیسے۔

امیر مینائی

یاد جس وقت مدینے کی فضا آتی ہے	سانس لیتا ہون تو جنت کی ہوا آتی ہے

فضاے مدینہ کو ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اس سے ہواے جنت کو حاصل کیا ہے مطلب یہ ہی کہ فضاے مدینہ ایسی عمدہ ہی کہ جب وہ یاد آتی ہے تو سانس سے ہواے جنت کی کیفیت معلوم ہونے لگتی ہے۔

ولہ

جس مسافر کو مدینے کا دیار آئے نظر	جیتے جی روضۂ جنت کی بہار آئے نظر

ناسخ

وہ شوخ فتنۂ انگیز اپنی خاطر مین سمایا ہے	کہ اک گوشہ ہی صحراے قیامت جسکے دامان کا

معشوق کے دامن سے صحراے قیامت کو حاصل کیا ہے۔

ضو

جلوۂ طور دکھاتا ہی تمھارا عارض	سچ تو یہ ہی کہ ہے مرآت تجلے عارض

عارض کو تجلی مین ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طور کا جلوہ حاصل کیا۔

رام پرشاد بید

آفتاب حشر بدتو ہے جبین یار کا	روز رستاخیز ہے سایہ قد دلدار کا

ناسخ

دور سے دیکھی جھلک جو عارض پُرنور کی	بام جانان پر نظر آئی تجلی طور کی

معشوق کے عارض کو نورانیت مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے کوہ طور حاصل کیا ہی۔

داغ

عشق کے کوچے نے ہمکو وہ دکھایا ہی بہشت	حضرت آدم نے جو دیکھا نہ اپنی یاد مین

مُراد یہ ہے کہ کوچۂ عشق خود بہشت ہے کوچۂ عشق کو ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے بہشت حاصل کی ہے۔

ظفر

نہ ہوتا گر یہ ترا خط سبز و خال سیاہ	گلستان مین طوطی کا ہوتا کہین نہ زاغ کا نام

معشوق کے خط کو سبزی مین اور خال کو سیاہی مین ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طوطی اور زاغ کو حاصل کیا ہے۔

ولہ

کوچۂ یار مین تو بھرتا ہے جسدم دم سرد	اے ظفر آئے ہی اک باد کا جھونکا ٹھنڈا

عاشق نے اپنے دم سرد کو تاثیر سردی مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے ہوائے سرد کو حاصل کیا ہی

ولہ

جلا جی نہ دل مُفت لیکر کسی کا	کہا بھی تو مان اے ستمگر کسی کا

یعنی غرض یہ ہے کہ میرا جی نہ جلا حاصل یہ ہی کہ اپنے آپ کو ناحق جی جلنے کی صفت مین ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور یہان واسطہ کسی حرف کا نہین نہ حرف سے کا نہ مین کانہ سے کا نہ کو کا اسی طرح دوسرے مصرع مین لفظ کسی کا حال ہی کہ یہان بھی اپنی ذات کو معشوق کا ملتفت الیہ ہونے کی صفت مین ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور یہان بھی کسی حرف کا واسطہ نہین اگر کہا جائے کہ یہ مثال التفات کے قبیل سے ہی یعنی تکلم سے غیب کی طرف رجوع کیا ہے پس اس صورت مین تجرید نہو سکے گی کیونکہ التفات مین پہلے طریق کے ساتھ جس معنی کی تعبیر کی جاتی ہی وہ وہی ہوتے ہین جن کی تعبیر دوسرے طور پر کی جاتی ہی اور تجرید مین جو لفظ اُس شے پر دلالت کرتا ہے جس سے کوئی شے حاصل کیجاتی ہی اُسکے معنی وہ نہین اعتبار کیے جاتے جو معنی اس لفظ کے اعتبار کیے جاتے ہین جو اُس شے پر دلالت کرتا ہی جو حاصل کیجاتی ہی کیونکہ مقصود یہ دکھانا ہوتا ہی

جو شے حاصل کی گئی ہے وہ اور ہے اور جس شے سے حاصل ہی وہ اور ہے تو ہم جواب دین گے کہ التفات تجرید کے منافی نہین ہے کیونکہ التفات مین ایک ہوتے سے مراد ہی کہ نفس الامر مین ایک ہون نہ یہ کہ نفس الامر اور اعتبار دونون مین ایک ہون اور تجرید مین علیحدہ علیحدہ ہونا اعتباری طور پر ہی نہ نفس الامر اور اعتبار دونون مین تاکہ التفات کے منافی ہو حاصل کلام یہ ہے کہ تجرید مین دونون کا علیحدہ علیحدہ ہونا ادعائی طور پر ہوتا ہے اور التفات مین دونون واقعی طور پر ایک ہوتے ہین اور جبکہ یہ بات ہے تو تجرید کا التفات کو جامع ہونا نامناسب نہین۔

(۶) کوئی شے بطریق کنائے کے حاصل ہو جیسے اس شعر مین۔

شباب

آئینہ رہتا ہی کیون ہر وقت اُنکے سامنے	وہ بھی کھو بیٹھے ہین دل کیا کوئی صورت دیکھکر

آئینہ دیکھکر کسی صورت پر دل کھو بیٹھنا ظاہر ہی کہ اپنے اوپر دل کھو بیٹھنا ہی کیونکہ آئینے مین اپنی صورت نظر آتی ہی پس معشوق سے ایک اور صورت خوب ایسی حاصل کی کہ وہ اُس پر عاشق ہوا ہی۔

جرأت

دیکھکر روتے مجھے پوچھے ہی وہ آپ ہی ہنسکر	تونے دل جسکو دیا ہی وہ ستمگار ہے کیا

ظاہر ہی کہ جس ستمگر کو دل دیا ہی وہ خود سائل ہی مگر سائل نے ستمگاری مین اپنے آپکو ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے ایک معشوق ستمگار حاصل کیا۔

وحید

باریک کمر تنگ دہن اور بڑی آنکھ	ہمچشم تمھارا نہین دُنیا مین کوئی اور

جو باریک کمر اور تنگ دہن اور بڑی آنکھ معشوق کے ہمچشم ہین یہ سب چیزین اُسی کی ہین مگر معشوق کو باریکی کمر اور تنگی دہن اور کلانی چشم مین ایسا کامل قرار دیا ہی کہ اُس سے ان صفات کے ساتھ متصف ایک اور ذات حاصل کرکے اُسے معشوق کا ہمچشم قرار دیا ہی۔

(۷) کوئی اپنے سے آپ باتین کرے مثلاً پہلے کسی ایسی شے کا عزم کرے کہ وہ ممکن الحصول ہو اور پھر اُسکو محال سمجھکر اپنے آپ کو کہے کہ تیری مجال کیا ہی کہ اُسکو حاصل کرے اسی قبیل سے ہی یہ بھی کہ شعرا مقطع مین اپنا تخلص ذکر کرکے اپنی ذات سے خطاب کرتے ہین جیسے اس مقطع مین۔

غالب

لون دام بخت خفتہ سے اک خواب خوش ولے	غالب یہ خوف ہی کہ کہان سے ادا کرون

انعام اللہ خان یقین

تو نہ تھا حیف یقین ورنہ دوانا ہوتا ۔۔۔ آج اس طرح کا دیکھا ہی طرحدار کہ بس

مومن

ترکِ صنم بھی کم نہیں سوزِ جحیم سے ۔۔۔ مومن غمِ مآل کا آغاز دیکھنا

حسرت

پھنسایا تو نے حسرت دلکو اس چاہ زنخدان مین ۔۔۔ مراجی خوش ہوا ایسی ہی جا اسکو ڈوبنا تھا

سودا

کب سے ای سودا شراب اس بزم مین پیتے ہین ہا ۔۔۔ تو نے ای کم ظرف کی پہلے ہی پیمانے مین دھوم

صنعت مقابلہ اُس کو کہتے ہین کہ دو یا زیادہ معانی متوافق لائے جائین پھر بعد اُنکے اُسی قدر معانی ذکر کرین اور یہ تمام معانی پہلے معانی کی ضد ہون اور بیان اُن کا علی الترتیب ہو یعنی اس طرح کہ جو معنے اول بیان کیے جائین اُنکے مقابل کے معنی بھی اول لائے جائین اور جو معنے دوسرے نمبر پر بیان ہون اُنکے مقابل کے معنی بھی دوسرے نمبر پر مذکور ہون اور جو معنی تیسرے نمبر پر ہون اُنکے مقابل کے معنی بھی تیسرے نمبر پر واقع ہون اور متوافق ہونے سے یہ مُراد ہی کہ وہ باہم تقابل نہ رکھتے ہون اور یہ شرط نہین کہ باہم متماثل و متناسب ہون پس پہلے جو دو یا زیادہ معانی ذکر کیے جائین اُن مین سے ایک دوسرے کی ضد نہ ہونا چاہیے اور یہ ضرور نہین کہ باہم تماثل یا تناسب رکھتے ہون بخلاف مراعات النظیر کے کہ اُسمین معانی کا تناسب و تماثل ہونا شرط ہی پس صنعت مقابلہ مین اور مراعات النظیر مین یہی فرق ہی سکاکی نے اس صنعت کو ایک علیحدہ قسم قرار دیکر طباق سے علیحدہ بیان کیا ہی اور صاحب تلخیص نے اس کو طباق مین داخل کیا ہی کیونکہ اس مین بھی دو یا زائد معانی کو جو فی الجملہ یعنی بغیر تعیین اور تفصیل کے باہم تقابل رکھتے ہین جمع کیا جاتا ہی اور یہی حال صنعت طباق کا ہی۔

دو دو کے مقابلے کی مثال۔

اسیر

رات گذری دن ہوا وہ ماہ پہلو سے گیا ۔۔۔ دل جلانے کو فقط اب داغ پہلو رہ گیا

رات اور گذری دو لفظ ذکر کیے پھر دن اور ہوا دو لفظ اور بیان کیے رات کے مقابل دن اور گذری کے مقابل ہوا ہے۔

مر گئے ہم وہ روانہ ہو گئے ۔۔۔ وزیرا رات بھر جاگے تھے دن کو سو گئے

رات کے مقابل دن جاگنے کے مقابل سونا ہے۔

امیر اللہ تسلیم

تھے اُس دم سے دانائے رازِ صمد | کہ جب ازل تھی نہ شام ابد

صبح کے مقابل شام اور ازل کے مقابل ابد ہے۔

ناسخ

اے دلِ زار نڈر کوہِ غمِ عشق سے تو | کہ اواخر ہیں سُبک اور اوائل بھاری

اواخر کے مقابل اوائل ہیں اور سُبک کے مقابل بھاری۔

قلق

کہ ارے او ستمگر او پُر فن ہا | او جفا دوست او وفا دشمن ہا

جفا کے مقابل وفا ہے اور دوست کے مقابل دشمن۔

اوج

چونکا تو نہ ابتک اوج سوتے سوتے | دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی

اس شعر مین دن کے مقابل رات اور ڈھلنے کے مقابل ہونے آیا ہے۔

شمس الدین دل

صبح ہو آئی ہے اور رات چلی جاتی ہے | تیری ابتک بھی وہی بات چلی جاتی ہے

دا[illegible]

چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشک فام دو | حسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو

سحر کے مقابل شام ہے اور ایک کے مقابل دو ہے۔

دبیر

یہ مطلع اقبال ہے یہ مقطع ادبار | دن کو دو ہلال آج دکھائینگے یہ اکبار

مطلع کے مقابل مقطع ہے اور اقبال کے مقابل ادبار ہے۔

مومن

ہون مین سیہ روز کہ وہ شمع رو ہا
شام کو آیا تھا سحر کو گیا

اول شام اور آیا کو ذکر کیا پھر شام کے مقابل سحر اور آیا کے مقابل گیا کو ذکر کیا۔

المؤلفہ

ہی کام بس اتنا ہی ولا ترک جہان مین | جب ہاتھ لیا کھینچ دیا پائون کو پھیلا

ہاتھ اور پائون مقابل ہین اور لینا اور دینا بھی مقابل ہین۔

ولہ

پھینک کے پگڑی جھاڑ کے داڑھی ہاتھ کو پھیلا پائون کو کھینچ | وجد مین آئے شیخ جی صاحب مطرب کی آہنگون سے

اور تین تین کا مقابلہ نظام ہے اس شعر مین ہے۔

اُسکے احباب کی آبادی ہو گلشن گلشن | اُسکے بدخواہ کی ویرانی ہو صحرا صحرا

احباب کے مقابل بدخواہ آبادی کے مقابل ویرانی گلشن کے مقابل صحرا ہے۔

سودا

بس اب جہان مین کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ | ہو زہر مرگ حلال اُسپہ شہد زیست حرام

زہر کے مقابل شہد ہے اور مرگ کے مقابل زیست اور حلال کے مقابل حرام۔

انیس

جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا | جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

آکے مقابل نہ ہے اور جائے کے مقابل آئے ہے اور بڑھاپے کے مقابل جوانی ہے اور ظاہر ہے کہ تین تین کا مقابلہ ہے۔

اور مرزا غالب کا یہ شعر جس مین چار چار لفظ کا مقابلہ ہے تمام صنعت مقابلہ مین ہے۔

ہے ازل سے روانی آغاز | ہو ابد تک رسائی انجام

ازل اور ابد سے اور تک روانی اور رسائی آغاز اور انجام سب باہم مقابل ہین۔

صنعت محتمل الضدین اسکو صنعت توجیہ بھی کہتے ہین یعنی نظم یا نثر مشتمل بر مدح یا ذم وغیرہ کسی قسم کے کلام مین دو وجہ مختلف کا احتمال ہو سکتا ہو اور وہ دونون جہتین باہم تضاد کا علاقہ رکھتی ہون اور کسی کو ترجیح نہو اور برائی اور بھلائی اُسکی یعنی مناسبت اور نامناسبت مقام ہونا کسی قرینے سے معلوم ہو سکے اور بعض جگہ قرینہ بھی گم ہو جائے اور سامعین کو دو معنی بر سبیل اختلاف کے دریافت ہون مثال اس کی۔

آتش

جب سنبھالا اُس پری پیکر نے کچھ حسن و شباب | شیعہ سنی ہو گئے ہندو مسلمان ہو گئے

دوسرے مصرع مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ شیعہ نے مذہب اہل سنت کا اختیار کیا اور ہندون نے اسلام قبول کر لیا دوسری یہ کہ اہل سنت نے مذہب تشیع اختیار کر لیا اور مسلمانون نے اسلام چھوڑ دیا ہندو ہو گئے۔

میر حسن

تھا اُسکے نامہ یہ اک در جواب | کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب

یعنی عاقل ایک نکتے کو کتاب کی برابر سمجھتا ہے اور اُس سے اتنا فائدہ اُٹھاتا ہے جتنا دوسرے کتاب سے اُٹھاتے ہین اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہین کہ عاقل کے نزدیک کتاب ایک نکتے کی برابر وقعت رکھتی ہے وہ کتاب کو نکتے کی برابر سمجھتا ہے۔

جرأت

مانوس طبع جس سے ہو یار حبیب کی | ہو جائے کاش شکل مری اُس رقیب کی

یعنی یار جس رقیب سے اُنس رکھتا ہے مین اُسکی شکل پر ہو جاؤن تاکہ یار مجھسے محبت کا برتاؤ کرنے لگے اور دوسرے معنی یہ ہین کہ وہ رقیب میری شکل پر ہو جائے تاکہ یار اُس سے نفرت کرنے لگے۔

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے | دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ایک معنی یہ ہین کہ دشت اس قدر ویران ہے کہ اسکو دیکھکر خوف معلوم ہوتا ہے اور گھر یاد آتا ہے اور دوسرے معنی یہ ہین کہ ہم تو اپنے گھر ہی کو سمجھتے تھے کہ ایسی ویرانی کہین نہوگی مگر دشت بھی اس قدر ویران ہے کہ اسکو دیکھکر گھر کی ویرانی یاد آتی ہے پہلی صورت مین گھر کی آبادی ثابت ہوتی ہے اور دوسری صورت مین ویرانی۔

منیر

سر اُڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا | ہنسکے بولے کہ ترے سر کی قسم ہے مجھکو

اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ تیرے سر کی قسم ہے ہم ضرور سر اُڑا دینگے اور دوسرے یہ کہ ہمکو تیرے سر کی قسم ہے یعنی کبھی ہم تیرا سر نہ اُڑائینگے جیسے کہتے ہین کہ آپکو ہمارے ہان کھانے کی قسم ہے۔

حالی

آگے بن جاتا تھا یان نقصان انسان کا کمال | تیرے پرچھاوین سے موتی بن جاتے تھے سفال

امیر

فقیر اُس گلی کا ہوا ہون مین جب سے یارب | جو تاج شاہ ہو کاسہ مری گدائی کا

صنعت ہجو ملیح یہ بھی صنعت محتمل الضدین کے قبیل سے ہی مگر ہر کلام محتمل الضدین ہجو ملیح نہین ہوسکتا اسلیے کہ محتمل الضدین عام ہی خواہ مدح و ہجو پیدا ہوتی ہو یا اور کبھی مضمون جو باہم تضاد رکھتے ہون اور ہجو ملیح مین ہجو کا ہونا ضرور ہی جیسے اس بند مین میر کے مخمس کے جو ہجو مین ہے ۔

یک بیک گر کسی کی موت آئی — اُسکے مُردے کی پھر ہے رُسوائی
کیونکہ پہونچی ہے جن کو اُمرائی — سب وہ اولاد حاتم طائی
کون دیکر کفن اُٹھاوے لاش رہا

اولاد حاتم طائی مراد بخل و فقر سے ہی پس یہ ہجو ملیح ہے ۔

ولہ

ایک صف خاک دھول اُڑاتی ہے — سنگ و خشت ایک صف چلاتی ہے
لُو ہے پتھر کی اُس کی چھاتی ہے — اِک قیامت جلو مین آتی ہے

جعفر علی فصیح

مجھ مین اک عیب بڑا ہے کہ وفادار بھی ہون — تم مین دو وصف ہین بدخو بھی ہو مغرور بھی ہو

سودا

وارد احمد نگر ایک ہین مرد عزیز — فہم مین سرتا قدم اور سراپا تمیز
شعر پہ ہر ایک کے کرتے ہین وہ اعتراض — جامی کے دیوان سے خوب جانتے ہین اپنی بیاض

ہجو ملیح کی سب سے بہتر مثال منیر کا یہ شعر ہے ۔

عدالت ان دنون ایسی بڑھائی ہی زمانے نے — کہ شمشیر و گلو پیتے ہین ایک ہی گھاٹ پر پانی

صنعت تدارک واستدراک اسکی تعریف خیر البلاغت مین یون کی ہے کہ شاعر مدح اس طرح کرے کہ گمان ہو کہ مذمت کرتا ہی پھر جان لین کہ مدح کرتا ہے جیسے ذوق کے شعر مین ہے ۔

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظے مین تو یہ — نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر

دبیر

بے مہری افلاک سے گو خار بسر ہون — ہان عیب بڑا یہ ہی کہ مین اہل ہنر ہون

المعجم مین یون لکھا ہی کہ کسی مطلب کو نفی مطلق یا اثبات صریح کے ساتھ مخصوص کرین پھر اُسے خاص وجہ کے ساتھ اُس کا تدارک کرین اور ایسی شرط درمیان مین لاوین کہ وہ وصف اُس شرط

کے ساتھ متبدل ہو سکے جیسے۔

قدیر

نہین ہی اُنکی سزا کا کسی طرح مقدور	دے اگر ہون مددگار بندگان حضور

ایضاً

مین کہان جلوہ گہ کوچہ دلدار کہان	ہان اگر لطف سے وہ اپنے بلائے وہان
آپ غصے ہون تو غصہ مرے سر آنکھون پر	برا نہ لگے ہو اور کسی کے باعث

ولہ

سیکڑون ہین جگر افگار ہزارون دل ریش۔ تیرے ہاتھون لیکن
پاس تیرے کوئی خنجر کوئی تلوار نہین۔ ہان مگر ناز و ادا ہے

اسی کے قریب ہے یہ بات بھی کہ شاعر اپنی مدح کے بعد حرف استثنا لائے جس کو
سُنکر آدمی سمجھین کہ بعد اُسکے مذمت کریگا اور اُسکے بعد دوسری صفت مدح کی بیان
کرے جیسے۔

میر

سب چاہتے ہین مُرشد اون کو مگر	شاید یہی اک عیب ہے مانع کہ ہنر ہے

غالب

اگرچہ از روے ننگ بے ہنری ہے	ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار
کہ اگر اپنے کو کہون خاکی ہے	جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار
شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون	بادشہ کا غلام کارگذار

صنعت قبیح و ملیح یہ بھی صنعت محتمل الضدین کے قبیل سے ہے وہ یہ ہے کہ ایک کلام
متضمن ہزل کا ہو دوسرا کلام ایسا نذکور ہو کہ وہ ہزل کے شبہہ کو دُور کرے اکثر یہ بات اشعار مین
پائی جاتی ہے جیسے۔

مطلب

مارتا ہون تمھاری مین ہر بار	آشناؤن مین سب برائی یار
تمکو لازم ہے پکڑیو گے میرا	ہاتھ مین ہاتھ با محبت و پیار

مجھے پیاری لگی تمھاری رات ؎	چال دیکھی اے سروخوش رفتار
خوب کروایا اب تو مت کروا ؎	مجھکو رسوا بکوچہ و بازار ؎
حکم ہووے تو آج مارون مین ؎	کھینچ کر پیٹ مین عدو کے کٹار
گرچہ مطلب کا خوش لگے تم کو	لو پڑھو ریختہ سجن للکار ؎

صنعت تجاہل عارف اور سکاکی نے مفتاح العلوم مین اسکا نام سوق المعلوم مساق غیرہ یعنی روان کرنا معلوم کا بجائے روان کرنے غیر معلوم کے رکھا ہے۔ اور تجاہل العارف کہنا مناسب نہ سمجھا ہے اس سبب سے کہ اس طرح کا کلام قرآن شریف مین بھی واقع ہے پس تجاہل سے نام زد کرنا اچھا نہین کتاب صناعتین مین **مزج الشک بالیقین** اس کا جو نام رکھا ہے شاید وہ بھی اسی بنا پر ہو اور یہ صنعت اس طرح سے ہے کہ کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی بے خبری ظاہر کی جائے بہر صورت جاننے والے کے تجاہل سے کوئی فائدہ اور نکتہ منظور ہوتا ہے اور یہ دو قسم ہے ایک حرف تردید کے ساتھ۔ دوسرے یہ کہ بے حرف تردید کے ہو مثال حرف تردید کے ساتھ تجاہل العارف کی۔

منظفرالدولہ صاحب تخلص

ہے زلف حلقہ زن خط دلبر کے آس پاس	یا اژدہا ہے فوج سکندر کے آس پاس

ہر چند یہ شخص خوب جانتا ہے کہ خط دلبر کے آس پاس زلف حلقہ زن ہے مگر اپنے آپکو انجان قرار دیا ہے اور فائدہ یہان زلف کے خط دلبر کو احاطہ کرنے مین مبالغہ ہے۔

فرد

پازیب نرگسی ہے ترے یار پانوٗن مین	یا ہے ہجوم چشم طلبگار پانوٗن مین

مقصود اس تجاہل سے پازیب کی مدح مین مبالغہ ہے۔

ناسخ

ہے ستارہ ذوذنب یا رخ ہے زلف یار مین	خال ہے خورشید مین یا تل ہے یہ رخسار مین

یہان تجاہل سے غرض رخ اور خال کی تعریف مین مبالغہ ہے۔

ابرو

اس زلف سیہ کا ہے یہ نقشا رخ کے آگے	یا [illegible] رہا ہے کوئی کالا رخ کے آگے

تجاہل سے زلف کی سیاہی مین مبالغہ ہے۔

وقار

موزگانی تو بہت کی نہوا پہ معلوم	گیسوؤن مین ہے کمر یا ہین کمر پہ گیسو

یہان تجاہل تحیر و تعجب کا فائدہ دیتا ہے۔

دبیر

چمکا وہ ہلال ابروے یوسفؑ کا کنوین سے	یا برق جدا ہوگئی بادل کے دھوین سے

نعیم

سیان گلاب ہی یا عطر یا کہ نافۂ مشک	عجب ہی لطف کی بو ہی ترے پسینے مین

المولف

عارض پہ ترے زلف ہی یا سنبل تر ہے	یا ابر سیہ مہ کے ادھر اور ادھر ہے

ولہ

معلوم نہین مچھلی تھی یا تھا دل بیتاب	بالے مین لٹکتا ہوا کچھ اُسکے مگر تھا

مثال بغیر حرف تردید کے تجاہل العارف کی۔

جرأت

صنم کہتے ہین تیری بھی کمر ہے	کہان ہے کس طرف ہی اور کدھر ہے

یہان تجاہل سے کمر کے باریک ہونے مین مبالغہ منظور ہے۔

شاہ نجف

دامن کا عکس کسکے پڑا ہی کہ آج تک	پھیلا رہا ہی سرولب جو بار ہاتھ

ہر چند شاعر یقینی طور پر جانتا ہی کہ سرولب جوبار معشوق کے دامن کا عکس دیکھ کر تمنائے ہم آغوشی مین ہاتھ پھیلا رہا ہی مگر انجان بنکر پوچھتا ہی اور یہان تجاہل نکتہ تحیر کیلیے ہی۔

ثابت

ٹٹولتے ہین شب وصل دست شوق انھین	یہ گول گول ہی کیا سخت تیرے سینے مین

یہان بھی وہی نکتہ منظور رہی۔

غالب

نہ رہ الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے	تجھ سے جو اتنی ارادت ہی تو کس بات سے ہے

یہان تجاہل مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور اپنی غایت عقیدت کو جتلانے کے لیے ہے۔

جلال الدین عاشق

یہ کس کی نوک مژگان سے پڑا ناسور سینے مین
کہ بندھنے کا بھی نہ پایا زخم کا انگور سینے مین

نصیر احمد خان سحاب

سودا ہی کسلی زلف پریشان کا ای سحاب
پھرتے ہو ساری رات جو آشفتہ حال سے

مومن

تارے آنکھین جھپک رہے تھے
تھا بام پہ کون جلوہ گر رات

نواب یوسف علیخان ناظم

نہین محرم ہون مین محرم کے اندر
چمکتے کیا ہین دو شمس و قمر سے

صنعت لف و نشر لف سے یہ مراد ہی کہ چند چیز کا ذکر کیا جائے اور نشر کا یہ مطلب ہے کہ اُن چیزون کے مناسبات کو بغیر تعیین کے بیان کرین بغیر تعیین کی قید اس لیے ہی کہ تعیین کی قید تقسیم مین ہوتی ہی اور یہ صنعت تین قسم پر ہے۔

ایک لف و نشر مرتب اس مین تفصیل ترتیب کے ساتھ ہوتی ہی اس لف و نشر کی دو و تین مین **الف** اول ایک لف اور اُسکے بعد ایک نشر بیان کرین مثلاً۔

میر محمدی بیدار

سرو و گل پہ نظر قمری و بلبل نہ پڑے
آوے گر باغ مین وہ سرو گلستان میرا

سرو و گل دو چیزون کا ذکر کیا اور پھر علے الترتیب سرو کی رعایت سے قمری اور گل کی مناسبت سے بلبل کو بیان کیا

ولہ

تیرے رخسار و قد و چشم کے ہین عاشق زار
گل جدا سرو جدا نرگس بیمار جدا

رخسار کے مناسب گل ہی اور قد کے مناسب سرو اور چشم کے مناسب نرگس۔

میر

شرکت شیخ و برہمن سے میر
کعبہ و دیر سے بھی جائیے گا

شیخ کے مناسب کعبہ ہی اور برہمن کے مناسب دیر ہے

محشر

گھر سے وہ رشک ماہ و شمع و گلستان نکلا
ہنسا کبک و جلا پروانہ بلبل سے فغان نکلا

ماہ کے مناسب کبک اور شمع کے مناسب پروانہ اور گلستان کے مناسب بلبل ہے۔

نظیر

دیکھ اُسے رنگ بہار و سرو و گل در جوبار	اِک اُڑا اک گر گیا اک جل گیا اک گیا

شاداب

الف و مُصحف و آئینہ و نون حلقۂ لام	بینی و عارض و پیشانی و ابرو گیسو

غالب

آتش و آب و باد و خاک نے لی	وضع سُوز و نم و رم آرام

منیر

آئینے مین کان مین گلشن مین دل مین آنکھ مین	عکس ہے آواز ہے نکہت ہی اندیشہ ہی خواب

نواب جہانگیر محمد خان والی بھوپال دولہ تخلص

گمان ہے خال و دُرِ گوش و پیشانی و عارض پر	سہا کا مشتری کا مہر کا ماہِ درخشان کا

(ب) ایک لف ونشر بیان کرین پھر اُسی لف ونشر کو لف قرار دیکر اُسکا نشر مذکور کرین اسی طرح دو تین یا زیادہ جہانتک ہو سکے جیسے۔

امانت

چشم و گوش یار سے دُنیا مین تا دعوےٰ نہو	نرگس و گل کو خدا نے کور و کر پیدا کیا

اول چشم و گوش کو ذکر کیا پھر چشم کی مناسبت سے نرگس کو اور گوش کی رعایت سے گل کو مذکور کیا پھر چشم و نرگس کے سبب سے کور کو اور گوش و گل کی وجہ سے کر کو بیان کیا۔

ناسخ

عیان ہی مہر و مہ کا فرق تجھ مین اور یوسف مین	بھلا سُونے کے آگے خاک ہو توقیر چاندی کی

اول مہر و مہ کو ذکر کیا پھر مہر کی مناسبت سے معشوق کو اور ماہ کی مناسبت سے یوسف کو ذکر کیا پھر مہر اور معشوق کی رعایت سے سُونے کو اور ماہ و یوسف کی رعایت سے چاندی کو بیان کیا۔

ظفر

نماز فجر و مغرب ہی یہ عاشق کی کہ اُٹھ اُٹھ کے	ہلائین اُس رُخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہے

اول فجر و مغرب کو ذکر کیا پھر فجر کی مناسبت سے رُخ کو اور مغرب کی مناسبت سے گیسو کو بیان کیا پھر فجر و رُخ کے سبب سے صبح کو اور مغرب و گیسو کی وجہ سے شام کو لایا۔

یہ ہیں رات یا کہ ہندو و ترک نیاز کہ ہمدوش ہیں زلف و رخسار سے	

اول رات کو ذکر کیا پھر رات کی رعایت سے ہندو کا ذکر کیا اور دن کی رعایت سے ترک کا پھر رات اور ہندو کی مناسبت سے زلف کو ذکر کیا اور دن اور ترک کی مناسبت سے رخسار کو۔

بیدار

سرو و گل ترے قد و عارض رنگین کے حضور	نظر قمری و بلبل سے گلستان میں گرا

دوسرا لف و نشر غیر مرتب۔ اس میں مناسبات ہر ایک چیز کی بلا ترتیب درہم و برہم مذکور ہوتی ہیں مثال اسکی۔

نیاز

نہ تو کچھ بولو نہ دیکھو نہ سنو مثل نیاز	دیدہ و گوش و زبان یار دیے ہی سب لاتے

بولنے کی مناسبت سے زبان کا ذکر اور دیکھنے کی رعایت سے دیدہ کا اور سننے کی مناسبت سے گوش کا ذکر کیا مگر بے ترتیب ہے۔

نظیر

رخ و جبین و مژہ تیر و چشم و ابرو کو	سنان و بدر و مہ و نرگس و ہلال لکھا
تن و دل و لب و دندان کو رو سے نکہت سے	عقیق و سیم و در و سنگ کی مثال لکھا
ذقن کو چاہ زنخدان کو گوش و گردن کو	صراحی سیب و گل و چشمہ زلال لکھا

انیس

چھپتی تھیں بھاگی جاتی تھیں گرتے تھے خاک پر	قبضوں سے تیغیں جسم سے روحیں تنوں سے سر

چھپتی تھیں کے مناسب جسم سے روحیں ہی اور بھاگتی تھیں کے مناسب قبضوں سے تیغیں ہے اور گرتے تھے خاک پر کے مناسب تنوں سے سر ہے۔

تیسرا لف و نشر معکوس الترتیب اس میں ہر ایک چیز کی مناسبات کی ترتیب الٹی ہوتی ہے مثال اس [illegible] یہ قول انیس کا ہے۔

مصرع

واللیل و والضحیٰ رخ روشن خط سیاہ

اول واللیل کو ذکر کیا پھر والضحیٰ کو اور یہ لف ہے بعد اسکے رخ روشن اور خط سیاہ کو ذکر کیا یہ نشر ہے واللیل کو خط سیاہ سے مناسبت ہے اور والضحیٰ کو رخ روشن سے۔

مرزا محمد دہلوی

کبھی جو زلف اٹھاوے تو منھ نظر آوے	اسی امید یہ گذری ہی صبح و شام ہین

اول زلف کا ذکر ہی اور پھر منھ کا اور دوسرے مصرع مین اول صبح کا پھر شام کا زلف کو شام سے اور چہرے کو صبح سے مناسبت ظاہر ہے۔

حسرت

باغ مین جاکر تو نے ظالم حسن سے قد او رعارض کے	گل اور بلبل سرو اور قمری کا کام تمام کیا

اول قد او رعارض کو بیان کیا پھر قد کی مناسبت سے سرو و قمری کو ذکر کیا اور عارض کی رعایت سے گل و بلبل کو لایا۔

صنعت جمع یعنی کئی چیزون کو ایک حکم مین جمع کرنا جیسے۔

شاہ گھسیٹا عشق

تری چین ابرو مرا غنچۂ دل	یہ عقدے ہین وہ جنکو کھلتے نہ دیکھا

چین ابرو اور غنچۂ دل کو نہ کھلنے کے حکم مین جمع کیا ہے۔

شیخ کلیم اللہ کلیم

درازی شب ہجران و زلف یار کلیم	مجھی سے پوچھ کہ کاٹی ہی رات آنکھون مین

شب ہجران اور زلف یار کو درازی کے حکم مین جمع کیا ہے۔

غالب

بوے گل نالۂ دل دود چراغ محفل	جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

تینون چیزون کو پریشانی کے ساتھ نکلنے مین جمع کیا ہے۔

شاد

ایک مالک کے ٹھکانے ہین یہ دونون واعظ	مشرب شاد مین کچھ دیر و حرم غیر نہین

مظفر خان گرم شاگرد ذوق

واعظ کا روزہ اور مرا ہجر ایک ہے	ہم دونون پوچھتے ہین کہ دن کسقدر رہا

آتش

عشوہ و غمزہ بد مذہب و ناز و انداز	واسطے تیرے گنہگارون کے جلاد ہین سب

اوج

روے گل رنگ خزان جوش جنون فصل بہار | جابدن کے لیے اس باغ مین کیا کیا دیکھا

احمد حسین خان جوش

سنبل و گل دل عشاق و نسیم و بلبل | ہو گئے زلف تری دیکھ پریشان پانچون

حسرت

حسن مین لیلی و عذرا و ایاز و شیرین ہے | دمن و یوسف و وہ جان جہان ساتون ایک
عشق مین وامق و محمود و زلیخا اور نل ہے | قیس و فرہاد ہے مین خاک فشان ساتون ایک

بسمل

عشوہ کرشمہ شوخی و غمزہ ادا و ناز | قاتل یہ ایک ایک ہی قاتل برا دل

جوہر

مہ نو ابروے پر خم نگہ برگشتہ | ہمنے ٹیڑھا جسے دیکھا اسے خنجر جانا

سودا

دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ | حلم رکھتے ہین ترے پیش کرم چارون ایک
خلق سمجھے ہی کہ ہین نزد تری بخشش کے | اشرفی روپیہ اور دام و درم چارون ایک

رہنے کے کچھ یہان کے خوشی ہے نہ دان کا غم **المولفہ** وحشت زدون کو بستی و ویرانہ ایک ہے

جب سے اٹھا دیا ہی دوئی کو نگاہ سے | نزدیک اپنے کعبہ و بتخانہ ایک ہے
جلوہ نظر پڑے ہی اسی کا ہر ایک جا | اپنی نظر مین مسجد و میخانہ ایک ہے

صنعت تفریق یعنی ایک نوع کی دو چیزون مین فرق ظاہر کرین جیسے اس شعر مین۔

جعفر علیخان زکی

عشق مین نسبت نہین بلبل کو پروانے کیساتھ | وصل مین وہ جان دے یہ ہجر مین جیتی رہے

بلبل و پروانہ نوع عشق مین شریک ہین ان مین فرق بیان کیا کہ پروانہ وصل مین جان دیتا ہے اور یہ ہجر مین بھی جیتی رہتی ہے۔

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے **ظفر** | رونے مین کب ابر و چشم پر نم ایک ہی طور کے ہین

مرزا احمد علی گو

آدمی کا ہے لکھا وہ خط تقدیر ہے یہ | خط گلزار جدا ہے خط رخسار جدا

شمیم

سیاہ داغ وہان یان نہ داغ چیچک تک | فروغ پائے گا کیا روبرو عذار کے چاند

سحر

تری آنکھون کی شوخی ہو کمان چشم غزالان مین | زمین و آسمان کا فرق ہو انسان و حیوان مین

نبی بخش حقیر

مجھ مین اور قیس مین ہے فرق حقیر | وہ مقید ہے اور مین وارستہ

میر

تجھکو مسجد ہے مجھکو میخانہ | واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

احسن علی

اشک گلگون کو نہین لعل و گہر سے پیوند | یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

خواجہ وزیر

رگ گل سے کمر ہے کچھ نازک | فرق دونون مین اک سر مو ہے

غالب

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب | فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

ناسخ

سر عشاق یہان بکتے ہین معشوق وہان | کوے قاتل ہی جدا - کا بازار جدا

میرزا آغا حسن زن

قیس مین ہم مین فرق اتنا ہے | پیشوا وہ تھا رہنما ہین ہم

آصف

عاشق و معشوق کی دلگی مین ہی یہ فرق | شمع گھلتے ہی گھلی پروانہ پل مین خاک تھا

آتش

کوچۂ محبوب مین ہین خانۂ کعبہ مین شیخ | بتکدے مین برہمن آتش کدے مین گبر ہے

عاشق اور شیخ اور برہمن اور گبر عشق اور پرستش مین مشابہ ایک دوسرے کے ہین لیکن ان مین باعتبار اسکے کہ ہر ایک کا منظور نظر علیحدہ ہی فرق ظاہر کر دیا۔

مین صبح کرکے اٹھونگا محفل سے شمع رو | ایما | پروانہ مین نہین ہون کہ آتے ہی جل گیا

نظیر

مری اس چشم ترسے ابر باران کو ہی کیا نسبت | کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہی برساتی

حسرت

حرف احمق کا کمان اور تری بات لسان | آب زمزم ہے ترا شعر وہ ہی نار جحیم

سودا

ای ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے | ٹپکا تری آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی

آنکھ اور ابر پانی کے گرانے مین مشابہ ایک دوسرے کے ہین مگر ان مین باعتبار لخت جگر ٹپکنے کے فرق کیا

قلق

مثال اُس شوخ کی آنکھوں سے اندھا ہی کوئی دیگا | یہ چتون یہ شرارت یہ نگہ ہی چشم آہو مین

ولہ

ابروے جانان مین اور کعبے مین ظاہر ہی یہ فرق | یہ خدا کی ہے بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

صنعت تقسیم یعنی چند چیزون کا ذکر کرنا اس طرح پر کہ ہر ایک کو انکے منسوبات پر بقید تعیین کے تقسیم کرنا اس مین اور لف و نشر مین یہی فرق ہی کہ لف و نشر مین تعیین متکلم کی طرف سے نہین ہوتی مخاطب اپنے ذہن سے ہر چیز کے مناسب کو اُس سے متعلق کر لیتا ہی اور تقسیم مین خود متکلم مناسبات بتا دیتا ہے جیسے اس بیت مین۔

ذوق

تیرا ہاتھی ہی فلک کا کہکشان ہے خرطوم | کان دونون مہ و خور دم ہی ذنب سر ہی راس
ذنب و راس وہ جس سے ہون سیہ بخت عدد | ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہون روشن انفاس

اول مہ و خور اور ذنب و راس کا ذکر کیا پھر ذنب و راس کی طرف اعدا کا سیہ بخت ہونا بطور تعیین سے منسوب کیا اور ماہ و خور کی طرف خیر خواہونکا روشن انفاس ہونا بطور تعیین کے منسوب کیا۔

ولہ

بوٹی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آوے | بلبے ہمت ترے نزدیک یہ پتھر وہ گھاس

یہان کوئی یہ خیال کرے کہ تعیین نہین کیونکہ یہ اور وہ دونون اسم اشارہ تساوی نہین ہین بلکہ یہ اشارہ قریب کے لیے ہی اور وہ اشارہ بعید کے لیے پس یہ کا مشار الیہ پارس ہی جو اس سے قریب ہی اور وہ کا اکسیر کی بوٹی جو ذکر مین بعید ہے۔

حالی

نفسِ امّارہ اور دیو مرید | یہ ہے افعی تو وہ ہے کلب عقور

شوریدہ

سینے کے داغ سوزاں آنکھوں کے اشک خونیں | اس نخل عاشقی کے وہ گل ہیں یہ ثمر ہیں

صہبائی

زلف اُس مہوش کے رُخ پر اک دُخان ہو اگ پہ | اور رُخ اُس مہروش کا شعلۂ زیرِ دخان ہے
ہائے یوں ہو اُس دُخان سے تیرہ اپنا روز عیش | اور اُس شعلے سے یوں روشن ہو شام دشمنان

مقصود بالتمثیل اس قطعہ میں مذکور ہونا دخان اور شعلے کا اور پھر مذکور ہونا تیرہ ہونے روز عیش کا دخان سے اور روشن ہونا شام دشمنان کا شعلے سے ہی۔

دریائے لطافت

وہی دیوے گا مجھے صبر و سکون جس نے دیا | رُخ زیبا تجھے اور دیدۂ گریان مجھکو ہے

مورد قسمت رُخ زیبا اور دیدہ گریان ہی۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے | جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا | غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ ایک ایسی شے کو جو اجزا رکھتی ہو ذکر کرنا اور پھر ہر ایک جز کو اس کے منسوبات پر تقسیم کرنا جیسے۔

اکبر

چلا آتا ہے تنہا کیا سجیلا میرا قاتل ہے | دہن پان خوردہ آنکھیں سُرمگیں رُخسار پر تل ہے

سجیلے قاتل کو ذکر کر کے اُسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک چیز کو منسوب کیا ہی چنانچہ پان خوردہ ہونا دہن کے ساتھ منسوب کیا ہی اور سرمگین ہونا آنکھوں کے ساتھ اور رخسار پر تل کا ہونا بیان کیا ہی۔

حسینی

جب لکھی حق نے تری تصویر اپنے ہاتھ سے | ہاتھ ملتی رہگئی تقدیر اپنے ہاتھ سے
والضحیٰ اس رُخ کو لکھا والقمر پیشانی لکھی | زلف کو واللیل کی تفسیر اپنے ہاتھ سے
دانت کو گوہر لکھا لب کو لکھا آبحیات | چشم کو کوثر کیا تحریر اپنے ہاتھ سے

معشوق کی تصویر کا لکھنا ذکر کر کے اُسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک ایک چیز کو منسوب کیا ہی۔

تقسیم کی دو قسمین اور ہین ۔

ایک یہ کہ کسی شے کے احوال بیان کرین اور ہر حال کی طرف ایک ایسی چیز جو اُس حال کے مناسب ہو مضاف کرین جیسے کریم خان مشتاق کے اس شعر مین ۔

ولہ

کہان اتنی بلاؤن سے بچا سکتا ہی کوئی دل | قیامت قد غضب آنکھین نگہ جادو بلا کاکل

قد اور آنکھین اور نگاہ اور کاکل معشوق کے حالات ہین ان مین سے ہر ایک حال کی طرف اُسکے مناسب ایک چیز کو منسوب کیا ہی چنانچہ قد کی طرف قیامت کو منسوب کیا ہی اور آنکھون کی طرف غضب کو نسبت کیا ہی اور نگہ کی طرف جادو کو اور کاکل کی طرف بلا کو منسوب کیا ہی ۔

مہر

غضب کا سامنا ہی آج ہمکو وہ نکھرتے ہین | دھڑی جمتی ہی منہدی ملتے ہین گیسو سنورتے ہین

معشوق کے نکھرنے کے احوال بیان کیے ہین دھڑی جمنا منہدی ملنا گیسو سنوارنا یہ سب اُس کے حالات ہین پھر ہر ایک حال کی طرف ایک چیز کی نسبت کی ہی چنانچہ دھڑی کی طرف جمنا منسوب کیا ہے اور منہدی کی طرف ملنا اور گیسو کی طرف سنورنا ۔

نظیر

نظیر حضرت دل کا نہ کچھ کھلا احوال | خدا ہی جانے یہ ندرت مآب ہی کیا چیز

جو سخت ہووے تو ایسا کہ کوہ آہن کا | جو نرم ہووے تو برگ گلاب ہی کیا چیز

دل کے احوال بیان کیے ہین سختی کو اُسکی کوہ آہن سے نسبت دی ہی اور نرمی کو برگ گلاب سے ۔

ذوق

ترا آوازۂ دولت ہے مقام اُمید | ترا ایوان عدالت ہے محل عبرت

بیان

قفس مین مین ہائے کسلیے کیا کیا نہین کرتا | تڑپتا ہون پھڑکتا ہون کوئی پروا نہین کرتا

ناصر

ایک سے ایک زیادہ ہی جفا کاری مین | کج ادا یار کی چتون ہی تو خود سر پلکین

حجاب

عجب جوڑے کی بندش ہی قیامت قد بالا ہی | ستم چتون پری مکھڑا بدن سانچے مین ڈھالا ہی

مولوی غضنفر علی ضیغم

ہوا ہی زرد چہرہ خشک لب ہین اشک جاری ہین	ترے ہاتھون یہ صورت یہ دل اندوہگین دیکھی

دوسری قسم یہ ہی کہ ایک شے کو ذکر کرین پھر اُسکی قسمین ایک جگہ بیان کرین جیسے۔

انشا

شادی کے شادیانے ترے در پہ نت بجین	قرنا و نے و بوق و دہل جھانج زیر و بم

پہلے مصرع مین شادیانے کا ذکر کیا دوسرے مصرع مین اُسکے اقسام بیان کیے۔

احسان رامپوری

تمھین چاہا ہی بیشک ہون اسی تعزیر کے قابل	جگر ہے تیر کے قابل گلا شمشیر کے قابل

تعزیر کی قسمین مصرع ثانی مین مذکور ہین۔

حالی

رہا کوئی اُمت کا ملجا نہ ماوا	نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملا
رہا کوئی ساماں نہ مجلس مین باقی	صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی

پہلے شعر کے مصرع دوم مین ملجا و ماوا کی قسمین بیان ہین اور دوسرے شعر دوسرے مصرع مین سامان مجلس کی قسمین مذکور ہین۔

داغ

مجھ سا نہ دے زمانے کو پروردگار دل	آشفتہ دل فریفتہ دل بیقرار دل

دوسرے مصرع مین دل کی قسمین مذکور ہین۔

ولہ

پھرین عجب ادائین اُس شوخ سیم تن مین	ایک ٹیڑھ سادگی مین ایک سیدھ بانکپن مین

دوسرے مصرع مین ادا کی قسمین بیان ہوئی ہین۔

انیس

کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر	پہونچون سے ہاتھ شانون سے بازو تنون سے سر

قبضے سے تیغ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر
برچھی سے پھل کمان سے زہ زین سے تیر

کٹ کٹ کے گرنیوالی چیزونکی تمام قسمون کو تینون مصرعون مین بیان کیا ہے۔

ن

کس کس سے ہون مین عہدہ برآ ناتوان عشق | حسرت سے غم سے درد سے یاد اغ یاس سے

سوز

کوچے مین اُسکے لاکھون پڑے ہین | مذبوح مجروح مقتول بسمل

نسیم

تیرے بھی منھ کی روشنی رات گئی تھی مہ سے مل | تاب سے تاب رُخ سے رُخ نور سے نور ظل سے ظل
یوسف ؑ سے مگر ملتے ہین تیرے سب نشان | زلف سے زلف لب سے لب چشم سے چشم تل سے تل

صنعت جمع وتفریق یعنی دو یا زائد چیزونکو ایک حکم مین جمع کرکے پھر اُن مین کچھ فرق ظاہر کرنا گویا صنعت جمع اور صنعت تفریق کو یکجا کرنا جیسے۔

غالب

نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت | یہی نقشہ ہے وے اسقدر آباد نہین

کوے محبوب اور بہشت کو جلوہ گری مین یکسان قرار دیا پھر فرق یہ نکالا کہ بہشت اسقدر آباد نہین ہے

تاریخ بدیع

اکیے خلق دو راز دان قدیم | نبی بہر دین بہر دنیا حکیم

مہر

ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہے سینے کو | وہان جوبن اُبھرتا ہے یہان چھالے اُبھرتے ہین

داغ

شوخ تم شیفتہ ہم دونون ہین بے چین مگر | پھر ذرا صبر جو کرتے ہین تو ہم کرتے ہین

ناظم

منظور ہے یان دو کی ثنا خوانی ایک | ہے نام ونشان مین ایک کا ثانی ایک
یعنے حسن ؑ وحسین ؑ اللہ اللہ | پانی سے مُوا ہے ایک بے پانی ایک

حسن ؑ وحسین ؑ کو پانی کی وجہ سے مرنے مین جمع کرکے یہ فرق نکالا کہ ایک پانی پانے سے مرے اور دوسرے پانی نہ پانے سے مرے۔

ذوق

نگہ گیا اور مژہ گیا ہمتو دونونکو بلا سمجھے | اسے تیر قضا اُسکو بہ تیر قضا سمجھے

نگہ اور مژہ کو بلا ہونیکے حکم مین جمع کیا اور پھر یہ فرق نکالا کہ نگہ قضا کا تیر ہی اور مژہ تیر قضا کا پر ہے۔

مومن

آئینہ ہے صفا سے دل میرا | کیا ہوا گر نہین ہے حیرانی

اول دل کو صفائی مین آئینے کی برابر قرار دیا اور پھر دونون مین یہ فرق قرار دیا کہ آئینے مین حیرانی ہے اور دل مین حیرانی نہین۔

آتش

صاف آئینہ سا رخسار ہی اُس دلبر کا | یہ خدا کا ہے بنایا تو وہ اسکندر کا

رخسار اور آئینے کو وجہ تشبیہ یعنی صفائی مین جمع کرکے دوسرے مصرع مین فرق بتایا ہی۔

امیر

غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار | وہ زبان بے دہن ہی یہ دہان بے زبان

ظفر

دل و مسجد مین دونون گھر خدا کے فرق یہ ہی | وہ تعمیر اُسکے ہاتھونکی یہ تعمیر اپنے ہاتھون کی

حالی

ایک ڈالی کے سب ہین برگ و ثمر | ہے کوئی اُن مین خشک اور کوئی تر

آتش

اسیر ای یار تیرے عاشق و معشوق دونون ہین | گرفتار آہنین زنجیر کا یہ وہ طلائی کا

صنعت جمع و تقسیم۔ اور وہ یہ کہ کئی متعدد چیزون کو ایک حکم مین جمع کرین پھر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کردین۔ جیسے اس مثال مین۔

ظفر

یہ دو ہی نور چشم رسالت پناہ تھے | سو اُنکو ظالمون نے کیا جا بجا شہید
یان یون حسین ابن علی پر چھری چلی | وان زہر سے ہوے حسن مجتبےٰ شہید

دونون نور چشم مصطفےٰ کو شہادت کے حکم مین جمع کیا پھر اُنکی تقسیم کردی کہ ایک حسینؑ کا یہ حال ہوا دوسرے حسن مجتبےٰ اُن کا وہ حال ہوا۔

گویا

ہے حیات و موت مین بار گران بالاے سر | وان زمین بالاے سر یان آسمان بالاے سر

پہلے مصرع مین صنعت جمع ہی اور دوسرے مین صنعت تقسیم۔

[illegible]

قضا تیغ دونون اُسی کی [illegible]ف ہین	[illegible] کے آگے وہ بسمل کے پیچھے

مصرع اول [illegible] قضا اور تیغ کو قاتل [illegible] فدا [illegible] کے حکم ہونے جمع کیا اور دوسرے مصرع مین ہرایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کیا۔

دریائے لطافت

تیغ و افسر کا ہی تو مالک عنایت سے تری	تیغ رستم لے گیا افسر سکندر لے گیا

انیس

جنت انعام کر کہ دوزخ مین جلا	وہ رحم ترا ہے یہ عدالت تیری

جنت کے انعام کرنے اور دوزخ مین جلانے کو خدا کے اختیار مین ہونے کے حکم مین جمع کیا پھر دوسرے مصرع مین ہرایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کر دیا ہے۔

صہبائی

تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہی اوج عالم مین	تجھے تخت خلافت پر اُسے دار سیاست پر

یہ بھی اسی قبیل سے ہی کہ کئی چیزون کو اول تقسیم کرین یعنے ہرایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کرین پھر انکو ایک حکم مین جمع کردین جیسے۔

شیخ

اُس سے پاتے ہین حلاوت ہونٹ تیرے اس سے کام	کیون نہ مین سمجھون برابر بوسہ و دشنا کو

اول بوسہ کی طرف حلاوت کو منسوب کیا اور دشنام کی طرف کام کو پھر دونون کو برابر سمجھنے کے حکم مین جمع کیا۔

روشن ہے اس سے عارض تابان تو شمع دلم	ولم کیا کم شب فراق ہے زلف سیاہ سے

شیخ امداد علی امداد خیرآبادی

وہان سینہ پہ وہ اُبھرے یہان دلمین سیہ اُبھرے ہین	ہمارے داغ ملتے ہین تمھارے اُٹھتے جوبن سے

ٹیکچند بہار

تھی زلیخا مبتلا یوسف اور لیلی کا قیس	یہ عجب ظلم ہی جسکے مبتلا ہون مرد و زن

ذوق

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا	دلِ بیمار کے ہین وہی عیادت والے

میر

اِک رہا مژگان کی صف مین ایک کے ٹکڑے ہوئے	دل جگر جو میر دونون اپنے غمخوارون مین تھے

مومن

دوست کرتے ہین ملامت غیر کرتے ہین گلہ	کیا قیامت ہی مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہین

امیر

جان پر صدمہ جگر مین درد دل کا حال زار	گھر کا گھر بیمار کس کس کے پرستارون مین ہون

لمؤلفہ

وہ گُل پہ مبتلا ہی یہ عاشق ہے شمع کا	اے دل حیا ل بُلبل و پروانہ ایک ہے

صنعت جمع وتفریق وتقسیم - یعنی کئی چیزون کو اول ایک حکم مین جمع کرین پھر اُن مین تباین وفرق ظاہر کیا جائے پھران مین سے ہر ایک کی طرف ایک چیز کو منسوب کرین اوران تینون باتون کا کلام مین جمع کرنا صعوبت سے خالی نہین مثال اسکی یہ ہی -

غلام محی الدین مؤلف تقویم زبان اُردو

سب سخی ہین ابر و دریا اور وہ عالیجناب	پائین فیض ان سے نباتات اور غواص و گدا
پر کرے ہی نالہ دریا ابر روئے وقت فیض	باالب خندان وہ بخشے لعل و گوہر دائما

اول ابر و دریا اور ممدوح کو سخاوت مین جمع کیا بعدازان سخاوت مین تفریق کردی پھر تقسیم منسوبات کو بیان کیا -

شباب

صورت یار و دل زار ہین دونون تابان	آتش عشق سے یہ حُسن سے وہ ہی روشن
روشنی اُسکی تو پہونچاتی ہی راحت دل کو	اور اس آگ سے جاتا ہے جلا اپنا بدن

شعر اول کے مصرع اول مین صنعت جمع ہی اور دوسرے مصرع مین صنعت تفریق ہے اور دوسرے شعر مین صنعت تقسیم ہے -

	انیس	
نکلا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا		پیدل ہو یا سوار ہو یہ دو وہ چار تھا

پہلے مصرع مین اجل کا شکار ہونے کے حکم مین ہر ایک نکلنے والے کو جمع کیا ہی پھر اُن نکلنے والون مین پیدل اور سوار ہونے کی بابت تفریق کی ہی پھر اُن دونون کو یون تقسیم کیا ہی کہ پیدل کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے اور سوار کے چار۔

صنعت رجوع اس طرح ہی کہ ایک شے کی کوئی صفت بیان کرین اور پھر اس صفت کو باطل کر کے دوسری صفت پر کہ اگلی سے بہتر ہو رجوع کرین کسی فائدے اور نکتے کی غرض سے۔

المعجم فی معاییر اشعار العجم مین صنعت تفریع کی نسبت لکھا ہی کہ شاعر ایک چیز کی نسبت کہے کہ ایسی ہے پھر انکار کر کے کہے کہ ایسی نہین مثلاً چہرۂ معشوق کی نسبت کہے کہ چاند ہے پھر کہے کہ چاند نہین آفتاب ہے اور یہ صنعت اشعار عرب مین بہت جاری ہے فارسی مین ایسا کرتے ہین کہ نفی تشبیہ سے کرتے ہین اور غلط کہکر پہلی بات کو رد کر دیتے ہین اس تعریف سے ثابت ہی کہ صنعت رجوع اور یہ ایک چیز ہے چنانچہ امثلہ آیندہ سے یہ بات ذہن نشین ہوتی ہے۔

سودا

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے	بجا ہی کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی
معاذاللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد	جو اسکو پھر کہون تو ہون مین مردود مسلمانی
کدھر اب فہم ناقص لے گیا مجھکو نہ یہ سمجھا	کہ وہ مہر الوہیت ہی یہ ہی ماہ کنعانی

اول ممدوح کو بوجہ حسن صورت و سیرت کے یوسف ثانی کہا پھر اس قول سے رجوع کر کے یوسف پر ممدوح کی فوقیت ثابت کی اور مقصود رجوع سے یہان ترقی مدح مین ہے۔

انیس

اختر سے بھی ابر و مین بہتر ہین اشک	اللہ ہے مشتری وہ گوہر ہین اشک
آنکھون سے لگا کے انکو کہتے ہین ملک	گوہر نہین نور چشم کوثر ہین اشک

اول اشکون کو گوہر کہا پھر اس قول سے رجوع کر کے نور چشم کوثر قرار دیا اور غرض رجوع سے یہان اشکون کی مدح مین ترقی ہے۔

عبرت

کہون کیا جس گھڑی وہ درۃ التاج	کرے زلفون مین اپنی شانہ لکھاج
نمایان شانہ و زلف گرہ گیر	ہے ابیض فیل کے دانتون مین زنجیر
غلط مین نے یہ دی ساتھ اسکے تمثیل	کجا زنجیر و دندان و کجا فیل

سیہ زلفون مین اُس کی شانہ علاج | روان مانند مہتاب شب داج

دبیر

باقی نہ تھا دم خوف سے تبغین یہ گھٹی تھین | تیغین نہ کمو نبضین نیلمون کی چھپی تھین

فائدہ رجوع: یہان خوف مین ترقی ہے۔

رؤف احمد رافت

وہ آنکھین کہ آہو پہ جادو چلائین | نہ آہو پہ جادو یہ جادو چلائین

غرض رجوع سے یہان ترجیح چشم معشوق کی آہو پر ہے۔

گوہر

نظر بھر جسنے دیکھا ہو کے وحشی وہ گیا بن کو | بجاے گر کہون آہو مین اُسکی چشم پُرفن کو
خطاے عین ہے حیوان مطلق سے جو نسبت دین | گل نرگس کہون تازہ کرون میں کے گلشن کو

مومن

خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی | خنجر سے زیادہ تر روان تھی

یار محمد خان شوکت

زمین مثل شنجرف از جوش خون | غلط بلکہ گلنار سے بھی فزون

صنعت حسن التعلیل یعنی ایک چیز کو کسی چیز کی صفت کے لیے علت ٹھہرانا اور در اصل وہ اُسکی علت نہو اور وہ صفت معلول ہین خواہ فی نفسہ ثابت ہو یا نہو اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت ہوتی ہے تو وہان اس صفت کیواسطے فقط علت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت نہین ہوتی تو وہان علت کے بیان سے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت ہو اور اُسکے واسطے علت کا ثابت کرنا مقصود ہو وہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ سوا اُس علت ٹھہرائی ہوئی کے اُس صفت کے واسطے کوئی اور علت بھی ظاہر ہو دوسرے یہ کہ سوا اُسکے کوئی اور علت ظاہر نہو اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت نہین اور علت کے بیان کرنے سے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے وہ بھی دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اُس صفت کا موجود ہونا ممکن ہو دوسرے یہ کہ محال ہو پس اس صفت کی چار قسمین ہین اور اُسکے لطائف مین سے یہ ہے کہ تشبیہ اور استعارے کے ذریعہ سے حاصل ہو۔

(۱) وہ صفت ثابت ہو اور علت مذکورہ کے سوا اور علت بھی ظاہر ہو مثال اسکی۔

پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی | ساحل سے سر ٹپکتی تھین موجین فرات کی

ساحل سے موجون کے ٹکرانے کو اس بات کی علت بتایا ہی کہ ہمراہیان حضرت حسینؑ کی تشنگی کی وجہ سے بیتاب تھین اور یہان دوسری علت بھی موجود ہی اور وہ یہ ہے کہ ہوا لگنے سے موجین پانی مین پیدا ہو کر کنارے سے ٹکراتی ہین ۔

ولہ

ڈر سے ہوا فرات کی موجون کو اضطراب	اور آب مین سرون کو چھپانے لگے حباب

موجون کے اضطراب اور حباب کے سر چھپانے کی علت ڈر اور خوف کو قرار دیا ہی لیکن موج کے اضطراب اور حباب کے پانی مین سر چھپانے کی علت اور بھی ہی اور وہ ہوا لگنا ہی ہوا کے جھکورون سے موج کو حرکت ہوتی ہی اور ہوا کی ضرب اور موجون کی حرکت سے حباب بھی ٹوٹ جاتا ہی مگر شاعر نے اپنی طرف سے موج کی حرکت کو خوف کی وجہ سے اضطراب قرار دیا ہی اور حباب جو ٹوٹ جاتا ہی تو اُسکی یہ علت قرار دی ہی کہ وہ ڈر کی وجہ سے پانی مین منھ چھپاتا ہی ۔

ولہ

ہر غول مین علم سے علم جھک کے لڑ گیا	جو رہ گیا نشان وہ خجالت سے گڑ گیا

شاعر نے نشان کے زمین مین گڑ جانے کی یہ علت بیان کی ہی کہ وہ خجالت سے ایسا ہو گیا تھا اور اُس کے لیے دوسری علت بھی موجود ہی کہ سپاہی علم کو کھڑا رکھنے کے لیے گاڑ دیتے ہین ۔

انیس علی اکبر کی تلوار کی تعریف مین کہتے ہین ۔

دریا نہ تھمتا خوف سے اس برق تاب کے	لیکن پڑے تھے پاؤن مین چھالے حباب کے

شاعر کا مطلب یہ ہی دریا اُس تلوار کے خوف سے بھاگ جاتا مگر اسلیے نہ بھاگ سکا کہ اُس کے پاؤن مین چھالے پڑ گئے تھے حباب کو شاعر نے دریا کے چھالے فرض کر کے اُسکے نہ بھاگ سکنے کی علت قرار دیا ہی حالانکہ اسکی علت حقیقی دوسری ہی اور وہ یہ ہی کہ دریا چارون طرف اونچی زمین سے گھرا ہوتا ہی اسلیے اپنا مقام نہین چھوڑ سکتا ۔

میرحسن

نہ لے جب تلک شمع پروانگی	پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی
اگر آپ سے اُسپہ وہ آگرے	تو فانوس مین شمع چھپتی پھرے
گرا جیا نا اُس کے جلین بال و پر	تو گلگیر لے شمع کا کاٹ سر

شمع کے فانوس مین چھپنے اور گلگیر کے شمع کا سر کاٹنے کی شاعر نے جو وجہ بیان کی ہی اُسکے سوا

دوسری وجہ جو حقیقی اور اصلی ہی وہ بھی ظاہر ہے۔

ناسخ

کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشق جانباز کا	دیکھ روتی ہی بروے لاشۂ پروانہ شمع

پگھلی ہوئی چربی کے ٹپکنے کا استعارہ رونے کے ساتھ کیا ہی اور یہ صفت شمع مین ثابت ہی اور علت اسکی حرارت ہی اور شاعر نے علت اسکی یہ ٹھہرائی ہی کہ پروانے کے غم مین شمع روتی ہے۔

ولہ

وہ سہی قد شانہ بنواتا ہے اُسکی چوب کا	اسلیے رکھتی ہی اُلفت فاختہ شمشاد سے

ظاہر ہی کہ فاختہ کی الفت شمشاد سے بسبب عشق کے قرار دیگئی ہی اور شاعر نے اسکے لیے ایک علت ادعا کیا ہی۔

ولہ

عاشق کو رنج ہو تو معشوق کو بھی رنج	یوسف گرا کنوئین مین زلیخا ہا چاہ سے

حضرت یوسف کے کنوئین مین گرنے کی علت انکے بھائیون کا حسد سے ڈالدینا ہی اور شاعر نے اسطرح معلل کیا ہی کہ وہ زلیخا کے عشق مین گرے تھے۔

مولوی حبیب الرحمان خان بیدل

رہتا ہی سیہ پوش سدا خانۂ کعبہ	اس غم مین کہ تھا پہلے جلو خانہ کسی کا

خانہ کعبہ کا سیاہ پوش رہنا بسبب سیاہ غلاف کے ہی اور شاعر نے اسکی علت اور بیان کی ہی۔

میر جواد علی ہادی

کچھ آج شکستہ ہی بہت رنگ رخ گل	صیاد نے کس بلبل شیدا کو ستایا

رنگ گل کا شکستہ ہونا صفت ثابت ہی اور علت اُسکی گل کا مُرجھانا ہی اور شاعر نے یہ علت بیان کی کہ بُلبل شیدا کے غم مین گل کا رنگ شکستہ ہوا ہے۔

جوہر

دل شکنجے مین جو کھینچے تھے یہ آخر ہوئی	خوب موباف سے باندھے گئے کسکر گیسو

گیسوؤن کو موباف سے کسکر باندھنا وصف ثابت ہے اور علت اسکی معشوق کی آرائش اور تزئین ہے مگر شاعر نے اُسکے لیے دوسری علت کا ادعا کیا ہے۔

امیر

بے سبب زلزلہ عالم مین نہین آتا ہے	کوئی بیتاب تہ خاک تڑپتا ہوگا

زلزلے کا آنا فی نفسہ ثابت ہی لیکن جو علت شاعر نے اسکی بیان کی ہے وہ اُس کا خیال ہے درحقیقت اسکی علت یہ ہے کہ زمین کے اندر آگ ہے پس جہان اُسکی سطح کمزور ہے اُس مین سے گذر کر بعض چیزین آگ مین پہونچ جاتی ہین جس سے وہ بھڑک اُٹھتی ہی اور وہان کی زمین ہلنے لگتی ہے

(۲) وہ صفت ثابت ہو اور جو صفت شاعر نے ٹھرائی ہی اُسکے سوا کوئی دوسری علت ظاہر نہو جیسے اس شعر مین -

میر عبدالحی

گُل زمین سے جو نکلتے ہین برنگ شعلہ	کون جان سوختہ جلتا ہی تہ خاک ہنوز

گل کا زمین سے یعنی درختہاے زمین سے برنگ شعلہ سُرخ نکلنا فی نفسہ ثابت ہی لیکن علت اسکی شاعر نے یہ بیان کی کہ کوئی جان سوختہ تہ خاک جل رہا ہی حالانکہ یہ علت محض شاعر کے تخیل پر مبنی ہے اور کوئی دوسری علت بھی اس جگہ ظاہر نہین -

بیان

نکلا ہی لالہ خاک کے نیچے سے سُرخ سُرخ	رنگین ہوا شہیدون کے خون مین نہا نہا

مومن

خمیدہ بس کہ ہیئے نو آسمان بنے تجھے بھلا	نہ تھا ازل سے جو مد نظر ترا پابوس

آسمانون کا خمیدہ ہونا صفت ثابت ہی اور علت اُنکے خمیدہ ہونے کی بظاہر معلوم نہین اور شاعر نے اس خمیدگی کی یہ علت ٹھرائی ہی کہ ممدوح کی پابوسی کے لیے خمیدہ بنے ہین -

قلندر

رنج وغم اہل ہنر ساتھ لگے پھرتے ہین	دامن گل کو نہین ہاتھ سے کانٹون کے فراغ

گُل کے ساتھ کانٹون کا ہونا صفت ثابت ہی اور علت اسکی بظاہر معلوم نہین لیکن شاعر نے گل کو اہل ہنر سے تشبیہ دیکر یہ علت بیان کی کہ جس طرح اہل ہنر کو رنج وغم سے چھٹکارا نہین اسی طرح گل کو کانٹون سے جو اُس کے لیے رنج وغم کا موجب ہین فراغ نہین -

خمیدہ فلک دیدۂ مہر ومہ سے	رسا جہان مین تمھاری کمر ڈھونڈھتا ہے

اس شاعر نے فلک کے خمیدہ ہونے کی یہ علت بیان کی ہی کہ وہ میرے معشوق کی کمر ڈھونڈھنے کے لیے جھکا ہے -

(۳) وہ صفت ثابت نہو اور موجود ہونا اُس صفت کا ممکن ہو جیسے -

مومن

اُس نقش پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل	مین کوچۂ رقیب مین بھی سر کے بل گیا

معشوق کے نقش پا کو سجدہ کرنا اُسکی تعظیم ہی اور ظاہر و متعارف ہی کہ کسی معتقد فیہ کی تعظیم سے ذلیل نہو پس تعظیم سے ذلیل ہونا ایک وصف ہے کہ فی نفسہ ثابت نہین لیکن محال بھی نہین بلکہ ممکن ہی کہ وہ امر کسی کے حق مین موجب ذلت کا ہوجائے چونکہ یہ امر غیر ثابت تھا اسواسطے مصرع ثانی مین اُسکی علت بیان کی یعنی معشوق کوچۂ رقیب مین تھا اور جب عاشق نے اُس جگہ نقش پاے معشوق کو سجدہ کیا تو رقیب کے کوچے مین سر کے بل جانا واقع ہوا اور ایسے مقام مین اس طرح کا امر ظہور مین آنا ننگ کا موجب ہی۔

برق

سر پہ اعلےٰ کے بلا آئی تو ادنے بڑھ گیا	دھوپ جب بڑھنے لگی قامت سے سایا بڑھ گیا

ادنے کا بڑھ جانا صفت غیر ثابت ہی کیونکہ متعارف یہ ہی کہ اعلےٰ درجے والون پر خرابی وارد ہو تو ادنے بدرجۂ اولےٰ خراب ہوجائین جس چیز کی اعلیٰ زد نہین اُٹھا سکتے ادنے کب اُٹھا سکینگے۔ لیکن یہ امر ممکن ہی اور اس کی علت دوسرے مصرع مین بیان کی ہی اور وہ یہ ہی کہ جب دن ڈھلنے لگتا ہی تو سایہ قامت سے بڑھ جاتا ہی اور قامت کے مقابلے مین سایہ ایک ادنے چیز ہے۔

سودا

جفاے دہر کرے سنگدل کو نازک دل	بنے ہی شیشہ جہان مین گداز ہو خارا

جفاے دہر سے سخت مزاج آدمی کا نرم مزاج ہو جانا صفت غیر ثابت ہی کیونکہ متعارف یہ ہی کہ آدمی جس قدر سختی پڑتی ہی اُتنا ہی سخت ہوتا جاتا ہی لیکن یہ بات ممکن ہی اور اسکی علت مصرع دوم مین بیان کی ہی یعنی پتھر کو گلا کر شیشہ تیار کیا جاتا ہی پس جفائے دہر سے سنگدل کا نازک دل ہونا ثابت ہوگیا۔

ناسخ

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہو گیا	آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا

رفعت کی حرص سے مرتبے کا کم ہونا صفت غیر ثابت ہی کیونکہ متبادر یہ ہی کہ رفعت کی حرص کرنے سے افزونی ہو لیکن یہ امر ممکن ہی اور اسکی علت مصرع ثانی مین مذکور ہی یعنی جب آفتاب اپنی حد سے اور زیادہ اونچا ہوجائے تو البتہ بہت چھوٹا معلوم ہونے لگے گا پس حرص رفعت سے مرتبے کا کم ہونا ثابت ہوگیا۔

ولہ

کرتے ہین سالک ترقی سے تنزل اختیار	جبکہ منزل پر سوار آیا پیادہ ہو گیا

حیدرحسن تصور

تصور گرم جوشی یار کی مجھکو رولائیگی	بہت گرمی کا ہونا مینھ برسنے کی علامت ہے

(۴) وہ صفت ثابت نہو اور موجود ہونا اُس کا محال ہو جیسے اس شعر مین۔

ناسخ

ٹلتا ہی نہین ہجر کا دن کیا ہی اٹی دھوپ	خورشید قیامت نے مرے گھر مین جڑی دھوپ

ہجر کے دن کا نہ ٹلنا محال ہی کیونکہ زمین یا سورج کی گردش کی وجہ سے ایک حالت پر وقت رہ ہی نہین سکتا مگر پچھلے مصرع مین جو علت بیان کی وہ اس بات کو ثابت کرتی ہی۔

شعوری

پھرتا رہے ہی چار پہر مضطر آفتاب	روشن ہی یہ کہ محو ہوا تجھپر آفتاب

آفتاب کا محو ہونا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی اور اُسکے چار پہر گردش کرنے کو محویت کی علت قرار دے کر اس بات کو ثابت کیا ہے۔

افضل

قاتل خلق ہو کیونکر نہ ترا ہر گیسو	حسن شمشیر ہے شمشیر کے جوہر گیسو

گیسو کا قاتل ہونا صفت ہی غیر ثابت اور ممتنع ہی اور اُسکے اثبات و امکان کے لیے اسکی علت یہ قرار دی کہ حسن شمشیر ہے اور گیسو شمشیر کا جوہر ہے۔

سودا

مے پرستی ہی مری باعث آمرزش خلق	توبہ صد قوم نے کی ہی مری میخواری سے

کسی کی مے پرستی کا خلق کی بخشش کا باعث ہونا ایک صفت غیر ثابت اور محال ہی مگر شاعر نے دوسرے مصرع مین جو علت بیان کی اُسنے اُس صفت کو ثابت کر دیا ہی۔

امیر

وقت رفتار ہی زرریز عجب فیض قدم	نقش پا راہ مین بجاتے ہین دینار و درم

کسی کی رفتار مین زرریزی ہونا ایک صفت غیر ثابت و ممتنع ہی مگر مصرع ثانی مین جو نقش پا کا دینار و درم بجانا بیان کیا ہی اس علت سے رفتار مین زرریزی کا ثبوت ہوتا ہی۔

میر

شہر مین کس منھ سے آئے سامنے تیرے کہ شوخ	چھائیون سے بھر رہا ہی سارا چہرہ ماہ کا

چاند کا معشوق سے شرما کر سامنے نہ آنا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی اور اُسکے اثبات و امکان کیلئے چاند کے داغون کو جھائیان مان کر اُسکی علت قرار دیا ہے۔

مصحفی

جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون	بگہ غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا

حضرت علی کا حکم فلک پر نافذ ہونا صفت غیر ثابت و ممتنع ہی مگر وہ علت کہ مصرع ثانی مین مذکور ہوئی اُس صفت کو ثابت کرتی ہے۔

امیر

مجھکو زاہد نہین شراب حرام	تیسرے دن میسر آئی ہے

اور حسن التعلیل سے ملحق ہی یہ امر بھی کہ کلام مین علت بطور شک کے مذکور ہو چونکہ اس مین علت مشکوک طور پر ہوتی ہی اور حسن التعلیل مین اُسکا ادعا ہوتا ہی اور علت کو علت حقیقی ٹھہرانے مین اصرار ہوتا ہے اسلیے یہ قسم اخیر حسن التعلیل مین داخل نہین بہرصورت مثال اسکی یہ ہی۔

انشا

کیا کسی باغ مین ہی آج پڑی سوتی صبح	کیون مرے سامنے کمبخت نہین ہوتی صبح

صبح کے سامنے نہونے کی علت اُسکا سونا بطور شک کے بیان کیا ہی۔

ناسخ

سنسان مثل وادی غربت ہے لکھنؤ	شاید کہ ناسخ آج وطن سے نکل گیا

اغلام مصطفٰے التحیر

فکر اطفال کو ہی سنگ اُٹھالانے کی	آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی

قدرت اللہ قدرت

کچھ دیر ہوئی اشک نہین آنکھون سے گرتے	شاید تہ مژگان کوئی لخت جگر آیا

گویا

قلم مین لپٹے ہی بالیدگی سے وقت رقم	ہراک سطر کو شاخ عشق پیچان ہے

صنعت مشاکلہ وہ یہ ہی کہ دو چیزین ذکر کرین اور اُن دونون کو ایک جگہ مذکور ہونے کی مناسبت سے ایک ہی لفظ سے تعبیر کرین اگر کوئی یہ کہے کہ صنعت مشاکلہ کو صنائع لفظی مین داخل کرنا چاہیے کیونکہ اسکا تعلق لفظ سے ہی تو ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ مشاکلہ مین ایک معنی کو

ایک ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہی جو اُس سے غیر ہوتا ہی اگرچہ اُس معنی کے لفظ کو بدلا جاتا ہی مگر یہ امر تابع ہے جیسے۔

ناسخ

خط مجھے لشکر سے بھیجا یار نے
فوج غم پر آج دل فیروز ہے

لشکر کی مناسبت سے غم کو بھی فوج کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

واجد علی شاہ

لگا کر کبھی پان لاتی تھی وہ ؎
محبت کا بیڑا اٹھاتی تھی وہ ؎

محبت کے اقرار اور وعدے کو پان کی مناسبت سے بیڑے کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہی۔

میر

کئی دن مین ہند وزن آنے لگی
لیے پانی اس راہ جانے لگی ؎
نگاہین ہوئین ہمدگر آشنا
محبت کا دونون نے پانی بھرا

پانی کے ذکر کی مناسبت سے محبت کرنے کو پانی بھرنے سے تعبیر لیا ہے۔

ولہ

مین وہ رونے والا جہان سے چلا ہون
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

ابر کے برسنے کو رونیکے ساتھ تعبیر کیا ہی اسلیے کہ رونے والے کے ساتھ اسکا مذکور ہوا ہے۔

روشن

اُسکی آنکھون سے بھلا کرتی ہی کیا ہم چشمی
جا کے بنوائے کہین نرگس بیمار آنکھین

آنکھون کی مناسبت سے برابری کرنے کو ہمچشمی کرنے سے تعبیر کیا ہے۔

انشا

نصیحت کا نگوڑا ہر گھڑی کیون پینا پیسے
بڑا دانا جو ہو چکی مین کیا چھوٹن کو دلڈالے

چکی اور دانے کی مناسبت سے نصیحت کرنے کو پیسنے سے تعبیر کیا ہے۔

شیفتہ

کیا کہون احباب کی آہن دلی
پانون مین فولاد کی زنجیر ہے

فولاد کی زنجیر کی مناسبت سے بے مہری کو آہن دلی کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

نسیم

مین جا کے جلی تو غم نہین ہائے
ڈر ہے کہ نہ تجھپہ آنچ آجائے

جلنے کی مناسبت سے صدمہ پہونچنے کو آنچ آنیکے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

یاس

زانوے یاس کہان اور سر دلدار کہان | ہمنشین بات وہ کر جسکا ہو کچھ بھی سر پانون

زانو اور سر کی مناسبت سے بات مین کچھ بھی سچ ہونے کو سر پانون سے تعبیر کیا ہے۔

صنعت مزاوجہ یعنی دو معنی شرط و جزا مین ایسے واقع ہون کہ جو امر پہلے معنی پر مترتب ہو وہی دوسرے پر بھی مثال اسکی۔

داغ

وہ جو بولین تو بات جاتی ہے | چپ رہون مین تو رات جاتی ہے

بولنا اور چپ رہنا دو معنی اور ان دونون پر کسی شے کا جانا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر بات کا اور دوسرے پر رات کا۔

رنگین

آہ کیجے تو آن جاتی ہے | ورنہ کیجے تو جان جاتی ہے

آہ کا کرنا اور نہ کرنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا جانا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر آن کا اور دوسری پر جان کا۔

محمد حسین تجلی

جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوئی | ملنے کے دن جو آئے تو پھر رات کم ہوئی

رات کا دراز ہونا اور ملنے کے دنون کا آنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا کم ہونا مرتب ہوا ہے یعنی اول پر ملاقات کا کم ہونا اور دوسری پر رات کا کم ہونا۔

میر

اچھا ہے اگر چپکا رہون مجھ پر عتاب آوے | دگر قصہ کہون دل کا تو سنتے اسکو خواب آوے

چپکا رہنا اور دل کا قصہ کہنا دو معنی ہین اور ان دونون پر کسی شے کا آنا مترتب ہوا ہے یعنے اول پہ عتاب کا آنا اور دوسرے پر خواب کا آنا۔

ظفر

روئے جو دل کھولکر ٹکڑے جگر ہونے لگا | اور اگر رونے کو روکا درد سر ہونے لگا

صنعت عکس یعنی کلام کے بعض اجزا کو مقدم و موخر کرکے دوسرا فقرہ یا مصرع وغیرہ بنالین اور

وہ معنی دیتے چلے جائین ہمنے عکس کو محسنات معنویہ مین اسلیے شمار کیا ہی کہ اس مین اول عکس معنی کا اور اُسکی تبدیل ہی پھر لفظ مین تبدیل کا واقع ہونا اُسکے اتباع سے ہی بخلاف رد العجز علے الصدر کہ اُس مین دو لفظ وارد کیے جاتے ہین جن مین سے ایک کلام کے اول مین ہوتا ہی اور دوسرا کلام کے آخر مین صنعت عکس کبھی دو لفظون مین ادا ہو جاتی ہے کبھی دو فقرون مین اور کبھی ایک بیت مین۔

مثال دو لفظ کی۔

غالب

دفور اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ	کہ ہوگئے مرے دیوار در در و دیوار

نصرت

جیحون کو دشت دشت کو جیحون بنائین یہ	گردون کو ارض ارض کو گردون بنائین یہ
پستی کو اوج اوج کو پستی بنائین یہ	ہستی کو نیست نیست کو ہستی بنائین یہ

شایان

درختون کی باہم ہوئی حرب ضرب	لڑے خوب باہم ہوئی ضرب حرب

نسیم

باقی ساقی جو کچھ ہو لے سے	ساقی باقی شراب دیدے

انیس

استادہ آب مین یہ روانی خدا کی شان	پانی مین آگ آگ مین پانی خدا کی شان

مثال دو فقرون کی۔

نعیم

کس طرح تجھے یاد ین اب ہم کو بتا ظالم	یان کہتے ہین وان ہوگا وان کہتے ہین یان ہوگا

ناسخ

وہ خدا کا دوست ہی اور دوست ہے اُسکا خدا	کیون نہو ناسخ محبت حیدر کرار کی

امیر مینائی

گلا کٹوا مزے لے لیکے پھرا یدل کمان دن	کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

ولہ

دونون بیتاب ہین حضرت کی زیارت کے لیے	دل کو سمجھاتا ہون مین دل مجھے سمجھاتا ہے

د[illegible]

قابل مین سخن کے ہون سخن میرے ہی قابل | لیکن سخن شہرۂ فگن میرے ہے قابل

جرات

تو بموج پرتو ماہ سان کہون اضطراب مین دلگا گیا | کبھی یار تھا کبھی وار تھا کبھی وار تھا کبھی یار تھا

صبا

صبا یہ اُس کا ہی موجد وہ اُسکا موجد ہے | بشر ہے غم کے لیے اور غم بشر کے لیے

مثال پوری بیت کی۔

ظفر

یہی ایک غم ہے یہی اک الم ہے
مری چشم نم ہے اسی رنج وغم مین
خفا کیون صنم ہے نہین بھید کھلتا

یہی اک الم ہے یہی ایک غم ہے
اسی رنج وغم مین مری چشم نم ہے
نہین بھید کھلتا خفا کیون صنم ہے

ساری غزل اسی صنعت مین ہی۔

منشی

ہوا پہلوان عاشق دل ستان | ہوئی دل ستان عاشق پہلوان

ذوق

بے شکایت نہین ای ذوق محبت کے مزے | بے محبت نہین ای ذوق شکایت کے مزے

میر

یہ گھر کو کہ میرا ہے تیرا نہین | پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہین

سودا

شفا کو ہر طرف اس طرح سے کرے نہ اجل | اجل کو ہر طرف اس طرح سے کرے نہ شفا

ان تمام اشعار مین دوسرا مصرع پہلے مصرع کا عکس ہے اور اسی صنعت کے قبیل سے یہ امر بھی ہے کہ ایک بیت کو تقدیم و تاخیر الفاظ سے کئی وزن کر لین جیسے یہ مصرع ع۔

بتاؤ مرے جانی ہوئے کیون خفا مجھسے

اسکی تقطیع یون ہی فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن ۔ وزن دوسرا ع

جانی بتاؤ ~~مرے مجھسے ہوے کیون خفا~~

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن یہ بحر بسیط مثمن سالم ہی ۔ وزن تیسرا ع

مرے بتاؤ جانی خفا کیون ہوے مجھسے

تقطیع مفاعلن مفعولن مفاعلن مفعولن یہ وزن بحر بسیط مثمن مزاحف ہی ۔ وزن چوتھا ع

جانی بتاؤ مرے مجھسے ہوے کیون خفا

تقطیع مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن ۔ وزن پانچوان ع

جانی مرے بتاؤ مجھسے خفا ہوے کیون

مفعول فاع لاتن مفعول فاع بیان ۔ دریاے لطافت مین اس صنعت کو صنائع لفظی مین لکھا ہے ۔

صنعت القول بالموجب یہان موجب جیم کے کسرے اور فتحہ دونون طرح سے جائز ہی مراد اس سے یہ ہی کہ کسی شخص کے کلام مین کوئی لفظ واقع ہو تو اُس لفظ کے معنی کو خلاف مراد اس کہنے والے کے محمول کرین ۔

لطیفہ ایک امیر کی دولتسرا مین محفل رقص وسرود گرم تھی اور ایک رنڈی خوش الحانی مین غیرت ناہید حسن صورت مین رشک خورشید زلیخا طبیعت مجنون صفت اپنے ناچ کی چمک دمک دکھا رہی تھی ہر ایک ساز اس اصول وقانون کے ساتھ بج رہا تھا کہ صوفیان صافی مذاق بیخود ہوکر وجد مین آتے تھے دفور مذاق اور حصول ذوق وشوق مین سرون کو جنبش گویا اضطراری ہوگئی تھی سارنگیون کی آواز خوش انداز پر عاشق زار دل افگار دست وحشت سے اپنا گریبان تا بدامان تار تار کرتے تھے اور طبلے کی تھاپ پر دائین بائین کے لوگ عالم حیرت مین بیٹھے تھے حالت رقص مین اُس ماہ رو کا کبھی آگے بڑھنا اور کبھی پیچھے ہٹنا اور ہاتھ دراز کرنا اور پھیری لینا اور سمٹ کر بیٹھ جانا دل ہاے عشاق کو تہ وبالا کرتا تھا اتفاقاً ایک جوان پری پیکر زیبا شمائل شیرین خصائل اُس محفل مین ناز وانداز سے سج دھج بنائے بیٹھا ہوا تھا اس مغنیہ کا دل اُس شمع جمال پر پروانے کی مانند قربان ہوا اور ذرے کی طرح اُس خورشید آسمان خوبی پر دل وجان سے فریفتہ ہوئی بار بار اُس کے مُنھ کو تکتی اور لاکھ جی سے اُس پر فدا ہوکر اُسکے خط وخال کا تماشا دیکھتی اہل مجلس مین سے ایک شخص یہ حال دیکھکر صاف تاڑگیا اور چرب زبانی سے بولا کہ بی جی آنکھ تو آنکھ لگ گئی وہ مسکرا کر بولی کیا کیجیے صاحب نیند آئی ہی اُس شخص کی مراد آنکھ لگ گئی کہنے سے یہ تھی کہ تم عاشق ہوگئین مگر مغنیہ نے اخفاے حال کے واسطے اس بات کو خواب کی طرف لیجا کر اُسکے مناسب جواب دیا کہ

نیند آئی ہے۔مثال نظم کی۔

داغ

آنکھ لگتی ہی نہ تھی کہتے ہین کہ نیند آتی ہے	آنکھ اپنی جو لگی چین نہین خواب نہین

لوگونکی مراد آنکھ لگنے سے نیند آنا ہوتی ہے اور قائل نے آنکھ لگنے کے معنے عاشق ہونا لیے ہین۔

غ

کہتے ہین مرگ کو وصال نعیم	آنہوا وصل ہمنے مر دیکھا ہے

قائل نے وصال سے معشوق کی ملاقات مراد رکھی ہے اور لوگ حق سے وصل ہونا مراد رکھتے ہین۔

ولہ

جب کہا اُن سے کہ مرتا ہون تو ہنسکر بولے	منھ تو دیکھو یہ بڑے آئے ہین مرنیوالے

عاشق کی مراد مرنے سے یہ تھی کہ مین جان سے جاتا ہون اور معشوق نے مرنے سے مراد عاشق ہونا رکھا ہے

جرأت

وہ نہ آئے تو یہ ہوجائے غلط ہے	کہ بن آئے نہین مرتا کوئی ہے

بن آئے مرنے سے مراد یہ ہے کہ بغیر موت کے آئے کوئی نہین مرتا اور قائل نے اس شعر مین بن آئے مرنے سے بغیر معشوق کے آئے مرنا مُراد رکھا ہے۔

ذوق

جب کہا مرتا ہون وہ بولے مرا سر کاٹ کر	جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

مرنے سے عاشق کی مراد یہ تھی کہ مین تجھپر شیدا ہون معشوق نے اس سے حقیقی موت مراد رکھی۔

ذوق

گر ابکے پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے	تو جانون پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

شاعر کی مراد اللہ کے گھر سے پھرنے کی یہ ہے کہ مرتے مرتے بچے اور لوگ کعبے سے پھرنا سمجھتے ہین۔

کرم رام پوری

بولا مین نہ بیٹھو وان اُٹھ جا مین جہان سے ہم	بولے کہ جہان سے تو اُٹھ جائے حسرت ہے

آبحیات مین لکھا ہے کہ نواب جھجر نے شاہ نصیر سے کہا کہ وعدہ فرمایئے کہ آپ جھجر مین کب آیئے گا ہنسکے بولے کہ جھجر کی چاہ تو دہی گرمی مین۔

صنعت احتجاج بدلیل یعنی کسی دلیل سے کلام کو مدلل کرنا اور اُسکی دو صورتین ہین۔

(۱) بطور متکلمین کے کلام مین نتیجہ مطلوب کا حاصل ہونا کیونکہ متکلمین کا کلام دلیل اور برہان پر مشتمل ہوتا ہی اس قسم کو مذہب **کلامی** کہتے ہین غرضکہ صنعت ہونا اسکا اسوجہ سے ہی کہ دلیل اہل کلام کے طریق پر لائی جائے اور اہل کلام کے طریق پر دلیل لانے سے یہ مطلب ہی کہ دلیل کی صورت قیاس استثنائی یا اقترانی کے طور پر ہو کہ جسکے مقدمات کے تسلیم کر لینے سے عقلی طور پر مطلوب کا تسلیم کر لینا لازم آئے پس جو حجت اسطرح نہ لائی جائے کہ قیاس استثنائی یا اقترانی کی صورت اُس سے پیدا ہو سکتی ہو وہ صنعت مذہب **کلامی** مین داخل نہوگی لیکن مراد اس سے کہ حجت اہل کلام کے طریق پر ہو یہ ہی کہ اُس کلام سے دلیل اقترانی یا استثنائی کی صورت پر مقدمات کا ترتیب دینا صحیح ہو نہ یہ کہ صورت بالفعل بھی پائی جاتی ہو مثال اسکی یہ شعر شاہ جہان بیگم والیہ بھوپال شیرین تخلص کا ہی ؎

دنیا مین بڑا شور رہی **شکر شکنی** کا ۔۔۔ شیرین جو تخلص مین ہوا نام ہمارا

اس شعر سے مطلوب اسطرح ثابت ہوتا ہی کہ دنیا مین متعلق محمول یعنی بڑا کہ کلمہ ہے شور موضوع ہے رابطہ غیر زمانی **شکر شکنی** کا مرکب تقییدی اضافی متعلق یعنی مضاف الیہ موضوع قضیہ حملیہ خارجیہ ثبتیہ اور دلیل سپر مصرع آیندہ قیاس اقترانی حملی شکل پہلی اور تیسری اور چوتھی سے اور اشارات اس دلیل پر لفظ جو تو اس تقریر پر حاصل مصرع ثانی یہ ہوا اسلیے کہ نام ہمارا شیرین تخلص ہوا اور یہ قضیہ حملیہ موجبہ شخصیہ صغرے ہوا اور شیرین تخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہے کبرے اور یہ شکل اول نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہے اور ترتیب شکل ثالث کی اس طرح ہے شیرین تخلص نام ہمارا ہوا صغرے اور شیرین تخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی کبری نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہوا اور تقریر شکل رابع کی اس وضع پر ہے شیرین تخلص نام ہی ہمارا صغرے اور شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا ہی شیرین تخلص کا کبرے نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا مین بڑا اور یہی مطلوب تھا۔

۱ نتیجہ نفع ... دنیا کی ... سعد ... مشتق ... ولیس ۱۲

مومن

شبہ کیا عصمت لخت جگر احمد ؐ مین ۔۔۔ جب مسلم ہی کہ معصوم ہی جزو معصوم

شاعر نے اپنا مطلب یون ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہین اور حضرت امام حسین ؑ انکا جز ہین اور معصوم کا جز معصوم ہوتا ہی تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امام حسین ؑ بھی معصوم ہین۔

سودا

اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا ۔۔۔ تو آب و دانہ کو لیکر [illegible]

اس شعر مین دلیل کی صورت اس طرح پر ہی کہ اگر عدم سے فکر روزی کا ساتھ نہو تو گوہر آب و دانہ کو لیکر

عدم سے پیدا نہو لیکن وہ آب و دانہ کو لیکر پیدا ہوتا ہے اس سے نتیجہ حاصل ہوا کہ فکر روزی کا عدم سے ساتھ ہی اسی طرح ہین یہ دو شعر اسی قصیدے کے۔

ولہ

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف	ہلال عید ہو عالم ہین کیونکہ روزہ کشا
جو ناتوان نہ کہین دستگیری دشمن	تو خار و خس نہ کرے شعلے کو کبھو برپا

(۲) جو کلام تمثیل پر مشتمل ہو اس کو مذہب بھی کہتے ہین فقہا یعنے علمائے اُصول اپنی اصطلاح مین سے قیاس بولتے ہین تمثیل مین استقرار اور قیاس منطقی کچھ کچھ دونون پائے جاتے ہین اس کو ناکامل استقرار سمجھو استقرار مین جزئیے سے کلیت پر دلیل لاتے ہین مثلاً جب چند مرتبہ ہمنے دیکھا کہ جب ایک امر ہوتا ہی تو اُسکے ساتھ فلان صورت بھی ہوتی ہی پس اس سے ہم نتیجہ نکال لیتے ہین کہ اس قسم کی جتنی باتین ہین سب ہمیشہ اسی طرح پر ہوتی ہین اور ایک عام قاعدہ ان سب باتون کے واسطے نکل آتا ہی چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ سیسہ لوہا چاندی وغیرہ جب خوب گرم کیے جائین تو پگھل جائین پس قاعدہ عام یہ نکلا کہ دھاتین پگھل جاتی ہین دوسری مثال ہمنے دیکھا کہ گائے بھینس بکریان اور سینگ والے جانور جگالی کرتے ہین پس قاعدہ عام نکلا کہ سینگ والے جانور جگالی کرتے ہین قیاس مین کلی کے قرینے سے جزئی پر حکم صادر کیا جاتا ہی اور یہ ٹھیک استقرار کے برعکس ہے استقرا سے ہمکو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فلان چیزین زہردار ہین پس اس عام قاعدے سے جو ہمکو معلوم ہوا ہی یہ حکم لگائینگے کہ اگر ان زہردار چیزون مین سے کوئی بھی کسی شخص نے کھالی ہی تو اُس پر زہر نے اثر کیا ہوگا اسے قیاس کہتے ہین اسی طرح اگر کوئی نیا جانور سینگدار کہین ملے تو ہم رائے لگائینگے کہ یہ جگالی کرنے والا ہی کیونکہ یہ عام قاعدہ دلیل استقرار سے معلوم ہو چکا ہی کہ سینگدار جانور جگالی کرتے ہین غرضکہ قیاس کلی سے جزئی پر دلیل لانے کو کہتے ہین اور استقرار جزئی سے کلی پر دلیل لانے کو بولتے ہین اور تمثیل مین جزئیے سے جزئیت ثابت کی جاتی ہی یعنی ایک چیز سے دوسری چیز پر حوالہ دیا جاتا ہی مثلاً کوئی نتیجہ نکالے کہ فلان مشرک کا انجام برا ہوگا کیونکہ ابو جہل مشرک کا انجام برا ہوا یہان پر استقرار اور قیاس دونون پائے جاتے ہین کیونکہ تمثیل ابو جہل مشرک سے استقرار کے طور پر یہ بات نکلتی ہی کہ کل مشرکون کا انجام برا ہوتا ہی پس چونکہ یہ آدمی مشرک ہی اس سبب سے اُس عام قاعدے سے قیاس کے طور پر یہ بات نکلتی ہی کہ اسکا انجام برا ہوگا یہ طریقہ دلیل لانے کا بہت صاف اور صحیح ہی کہ حاجت اور مثال لانے کی یہان پر نہین ہی مگر جب تک وجہ مناسبت جس کو علت اور وجہ جامع کہتے ہین قطعی نہو

تمثیل یقین کا فائدہ نہین بخشتی جب علت قطعی ہوتی ہی اُسوقت قیاس کی طرف رجوع کرکے یقین کا فائدہ دیتی ہی جیسے کہین بھنگ حرام ہی اس وجہ سے کہ مسکر ہی اور ہر مُسکر حرام ہے پس علت حرمت کی سکر ہی جو خمر مین تھا نہ سبزی نہ سیلان نہ بو کہ اور چیزون مین بھی جو حلال ہین پائے جاتے ہین لہذا متعین ہوا کہ نشہ بوجہ حُرمت کے ہی جو خمر مین تھا اور یہ علت قطعی ہی قیاس ایسے دو قضیون سے بنتا ہی کہ اُن کے مان لینے سے ایک دوسرا قضیہ لازم آجائے اور اس دوسرے قضیہ کو نتیجہ کہتے ہین اور پہلے دو مقدمات کہلاتے ہین بھنگ مسکر اور ہر مسکر حرام ہے دو قضیے ہین کہ جنکے مان لینے سے یہ نتیجہ لازم آیا کہ بھنگ حرام ہی مثال نظم کی۔

سید محمود علی برتر

ہم آپکے کوچے سے جو نکلے تو عجب کیا	آدم بھی ہوئے خلد کی تعمیر سے باہر

اپنی ذات کو آدم پر قیاس کیا ہی۔

ظفر

تو کہین ہو یہ دل دیوانہ وان پہونچے ہی گا	شمع ہوویگی جہان پروانہ وان پہونچے ہی گا

دل دیوانہ کے حال کو پروانے کے حال پر قیاس کیا ہی۔

ولہ

بے شرارت کوئی ہوتے ہین ہم دو سنگدل	دیکھو پتھر پر گرا پتھر شرر پیدا ہوا

مؤلف عفی عنہ نے رامپور مین حکیم ضامن علی جلال سے اس مثال مین شعر کہدینے کی استدعا کی تو اُنھون نے نمونے کے لیے فارسی کی مثال طلب کی راقم نے یہ رباعی ابوالفرج رونی کی دیدی۔

رباعی

گفتم کہ ز خردی دل من نیست پدید	اندوہ بزرگ تو درو چون گنجید
گفتا کہ زدہ بدیدہ باید نگرید	خرد ست بدو بزرگہا بتوان دید

جلال نے اسی رباعی کا ترجمہ کردیا اور کہا کہ ترجمہ بھی صنائع مین داخل ہی۔

رباعی

مین نے جو کہا کہ تو ذرا سا ہے دلا	کیونکر غم بسیار نے کی تجھ مین جا
دل بولا کہ آنکھ بھی ہی اک چھوٹی سے شے	اور اُس مین سما جاتا ہے دیکھو کیا کیا

دل کو دیدہ پر قیاس کیا ہی جلد ہفتم ہفت قلزم وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ کسی مضمون کا ایک

زبان سے دوسری زبان مین قصداً ترجمہ کرنا اور پھر رعایت نظم و موزونیت کا رکھنا صنائع معنوی مین داخل ہے اور نام اسکا صنعت ترجمہ ہی بدر جاجرمی شاگرد محمد ہمگر فارسی نے ابوالفتح بستی کے قصیدۂ عربی کا ترجمہ فارسی مین نہایت عمدہ موزون کیا ہی کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہے مطلع اُن دونون قصیدون کا بیان درج کیا جاتا ہی ۔

زِیَادَةُ الْمَرْءِ فِی دُنیَاہُ نُقصَانُ	وَرِبْحُہٗ غَیْرُ مَحْضِ الْخَیْرِ خُسْرَانُ
ہر کمائے کہ ز دنیاست ہمہ نقصانست	سود کان محض نکوئی نبود خسرانست

اور شیدا نے سعدی کے قصیدۂ فارسی کا ترجمہ اردو مین کیا ہی کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہی چنانچہ ۔

ترا ز کوے اجل کے فرار خواہد بود	قرارگاہ تو دارالقرار خواہد بود
اجل کے کوچے مین تیرا گذار ہووے گا	ترا قرار بدارالقرار ہووے گا
ترا بہ تختہ و تابوت در کشند از تخت	گرت خزانۂ و لشکر ہزار خواہد بود
دھرینگے تجھکو جنازے مین تخت شاہی سے	اگر خزانہ و لشکر ھزار ہووے گا
ترا بہ کنج لحد سالہا باید خفت	تن تو طعمۂ ہر مور و مار خواہد بود
لحد کے گوشے مین تجھکو زمین پہ سونا ہے	بدن ترا خورش مور و مار ہووے گا

عمر خیام

در چشم محققان چہ زیبا و چہ زشت	منزل گہ عاشقان چہ دوزخ چہ بہشت
پوشیدن بیدلان چہ اطلس چہ پلاس	زیر سر عاشقان چہ بالین چہ خشت

منشی رام سہاے تمنا لکھنوی یون ترجمہ کرتے ہین ۔

محققون کی نظر مین ہی خوب زشت سب ایک	ہی عاشقون کے لیے دوزخ و بہشت سب ایک
لباس ٹاٹ کا اطلس کا بیدلون کو ہی ایک	سر فدا کو ہین بالین اور خشت سب ایک

عمر خیام

عشقے کہ مجازی بود آبش نبود	چون آتش نیم مردہ تابش نبود
عاشق باید کہ سال و ماہ و شب و روز	آرام و قرار و خورد و خوابش نبود

تمنا

ہو عشق مجازی مین نہ رونق کا ظہور پڑا	جو آگ بجھی ہوئی ہے کب ہو پُر نور

خواب و خور و تاب ضبط و آرام ہو دوراً	عاشق وہ ہی جس نے سال و ماہ و شب روز

صنعت استتباع اسکو المدح الموجہ بھی کہتے ہین اور یہ اصطلاح ہی کہ ممدوح کی تعریف اس طور پر کرین کہ اُس سے ضمناً دوسری تعریف اور ثابت ہوتی ہو جیسے اس مثال مین۔

ذوق

چھیڑ دے ایک ذرا اسکو جو وقت صف جنگ	زیر ران تیرے ہی وہ توسن چالاک کہ تو
منھ سے اُڑ جاے حریفون کے ترے خوف سے رنگ	یون کرے جست کہ جیسے سر میدان نبرد

اس قطعہ کے مضمون سے ایک تو یہ تعریف پیدا ہوئی کہ گھوڑا ممدوح کا نہایت عمدہ و تیز و چالاک ہے جست ایسی بھرتا ہی جیسے چہرے سے رنگ اُڑتا ہی دوسری یہ نکلی کہ تو ایسا بہادر ہی کہ دشمن کے چہرے کا رنگ تیرے خوف سے اُڑ جاتا ہی۔

سودا

اور ہو تری نگاہ مین اعمال عاصیان	خو گر تو خلق و حلم و حیا سے اگر نہ ہو
بارود کا ہے تو وہ زمین اور آسمان	تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے

غرض اس قطعہ مین مدح حلم اور خلق اور حیا سے ہی اور اُسکو اس طرح سے بیان کیا کہ مدح غضب کی بھی حاصل ہو گئی۔

میر

بُت توڑ توڑ شرک کی صورت دیے مٹا	تو ہے کہ تو لے دوش نبی پر قدم رکھا

اس سے دو مدح نکلین ایک بتون کا توڑنا دوسرے شرک کا مٹانا۔

صنعت ادماج (بکسر الف و سکون دال مہملہ) یعنی کلام سے دو معنی حاصل ہون اور تصریح دوسرے معنی کی نکی ہو یہ بہ نسبت استتباع کے عام ہی یعنی استتباع سے تو یہ مراد ہی کہ ایک مدح سے دوسری مدح پیدا ہو اور ادماج مین مدح کا ہونا کچھ ضرور نہین اور ایہام و ادماج مین یہ فرق رہا کہ ایہام مین ایک لفظ دو معنی رکھتا ہی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین اور ادماج مین پورے کلام کے دو معنے ہوتے ہین اور توجیہ یعنے محتمل الضدین اور ادماج مین بھی فرق ہی یعنے وہ بہ نسبت ادماج کے خاص ہی اسلیے کہ اُس مین ایک کلام سے ایسے دو معنی پیدا ہوتے ہین کہ دوسرے معنے پہلے معنی کی ضد ہوتے ہین چنانچہ اُسکے بیان مین معلوم ہوا اور ادماج مین ایک معنی دوسرے معنی کی ضد نہین ہوتے مثال ادماج کی یہ شعر قصیدۂ نطق مسمیٰ بہ خیابان خلد کا ہے

	جمود نے دو دو بے معنی ہمرے اس مصرع کو	اب فقیروں کے ہیں گھر معدن دریا وجبل	

ایک معنی یہ ہین کہ اسقدر بخشش کی کہ فقیرون کے گھر معدن دریا وجبل ہوگئے یعنی وہ لوگ زرد گہر ولعل سے مالا مال ہوگئے دوسرے معنی یہ کہ اتنی داد ودہش کی زرد گوہر ولعل کے صرف ہوجانے سے معدن دریا وجبل خالی ہوکر فقیرون کے سے گھر ہوگئے اُن مین کچھ نہ رہا یہ شعر مدح مین ہی اور ایک کلام سے دو معنی نکلتے ہین مگر ایک مدح سے دوسری مدح نہین نکلتی ورنہ استتباع کی مثال مین لکھاجاتا۔

غالب

	کیونکہ اُس بت سے رکھون جان عزیز	کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز	

ایک معنی تو یہ ہین کہ اس سے جان عزیز رکھونگا تو وہ ایمان لے لیگا اسلیے جان کو عزیز نہین رکھتا تاکہ ایمان بچ جائے دوسرے معنے یہ ہین کہ اُس بت پر جان قربان کرنا عین ایمان ہے پھر اُس سے جان کیونکر عزیز رکھی جاسکے۔

ولہ

	اُلجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ	جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو	

اسکا ایک مطلب تو یہ ہی کہ تم جیسے نازک مزاج ایک دو شہر مین اور ہون تو شہر کا کیا حال ہو اور دوسرے معنی یہ ہین کہ جب تمکو عکس کا بھی اپنی مانند ہونا گوارا نہین تو شہر مین اگر فی الواقع تم جیسے ایک دو حسین موجود ہون تو تم کیا قیامت برپا کردو۔

ولہ

	مجھکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور	رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم	

اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ دیار غیر مین میرا کوئی شناسا نہ تھا پس اگر وہان بیکسی اور کس مپرسی کی حالت مین موت آئی تو کچھ زیادہ ذلت نہوئی دوسرے معنے یہ ہوتے ہین کہ وطن سے دور مارنے مین بیکسی کی شرم رہگئی کیونکہ اگر وطن مین موت آتی تو بیکسی کی تکمیل نہوتی۔

ولہ

	زندگی مین تو وہ محفل سے اُٹھا دیتے تھے	دیکھون اب مرگئے پر کون اٹھاتا ہی مجھے	

اسکے دو معنی ہین ایک تو یہ کہ زندگی مین تو مجھے محفل سے اُٹھا دیتے تھے اب مرنیکے بعد دیکھون مجھے وہان سے کون اُٹھاتا ہی اور دوسرے معنی ہین کہ محفل سے تو اُٹھا دیتے تھے دیکھون اب جنازہ میرا کون اُٹھاتا ہی۔ اسی قبیل سے ہی یہ شعر۔

مومن

تیرا اقبال روز افزون ہو | جیسے مومن پہ فضل رحمانی

ولہ

ایک دن یون ہجوم یاران تھا | جیسے اب جمع پریشانی

ناسخ

سلک گوہر سخن اپنا ہے ولیکن ناسخ | دہن یار کے مانند نہان کیا کیجے
کافی ہی فقط ظل الٰہی کا اشارہ ولہ | ناسخ کی طرح تابع فرمان ہی یہ گھوڑا

میر

دولت اُسکی موج زن جیسے محیط | خاک بر سر مدعی جیسے سراب

معیار البلاغۃ مین ادماج کی مثال دینے مین غلطی کی ہی یعنی ادماج مین ایہام کی مثال دی ہی۔

صنعت مبالغہ یعنی کسی امر کو شدت وضعف مین اس حد تک پہونچا دینا کہ اس حد تک اُس کا پہونچنا محال ہو یا بعید ہو تاکہ سُننے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ اس وصف کا اب کوئی مرتبہ باقی ہی۔ اور مبالغے کی تین قسمین ہین تبلیغ اغراق۔ غلو۔

تبلیغ۔ اُسے کہتے ہین کہ مُدّعا یعنی کسی امر کا انتہا تک پہونچا دینا عقل و عادت کے نزدیک ممکن ہو مثلاً۔

شہیدی

وعدۂ شام پہ کی ہمنے عبث جاگ کے صبح | وہ اسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

یہ بات عقل و عادت کی رو سے ممکن ہی کہ عاشق اپنے معشوق کے انتظار مین رات بھر جاگے۔

مومن

وہم مصاف ترے دشمنون کے لشکر مین | صدائے نوحہ و شیون ہی شور و غلغل کوس

ممکن ہی کہ لڑائی کے وقت ایک سمت کے لشکر کو ہزیمت ہو اور بہت سی فوج ماری جائے اور رونا پیٹنا مچے۔

سودا

پہونچے ہم آرزوے وصل مین نزدیک مرگ | سو جھے ہی شکل ملاقات بہت دور ہمین

معشوق کے وصل کی آرزو مین قریب مرگ ہو جانا عقلاً و عادۃً ممکن ہی۔

اغراق اُسے کہتے ہین کہ مبالغہ قریب العقل بعید العادت ہو مثال اسکی۔

مومن

گرگ نے دور عدل مین اُسکے | سیکھ لی راہ و رسم چوپانی

ممکن ہی کہ بھیڑیا گوسفند وغیرہ کو نہ مارے اور محافظت کرے مگر عادۃً یہ بات محال ہی۔

ولہ

آشیان عقاب د شاہین مین | روز گنجشک کی ہے مہمانی

قلق

یہ عدالت سے ہے جہان معمور | باز رسیتا ہے بچۂ عصفور

شمس الدین قسمت

مقدور ہے کس کا جو ترے حکم کو ٹالے | رستم جو نہ آوے تو وہین اُس کا سر آوے

رستم کا سر کاٹ کر لانا باعتبار اُسکی بہادری کے عادۃً محال ہی لیکن ممکن ہی کہ کوئی شخص اُسکا سر کاٹ لائے۔ یہ دونون قسمین مبالغے کی مقبول ہین اور یہی محسنات بدلیعی مین سے ہین۔

غلو ایسے مبالغے کو کہتے ہین کہ خلاف قیاس و بدیہی البطلان اور عقل و عادت دونو نکے نزدیک ممتنع اور محال ہو۔ مبالغے کی یہ قسم نامقبول ہے جیسے۔

منشی

غرض اس طرح ترک کشتے ہوئے | کہ کشتون کے تا چرخ پشتے ہوئے

لاشون کے انبار چرخ تک لگ جانا نہ از روے عقل کے ممکن ہی نہ از روے عادت کے۔

مظفر علی اسیر

برق پہونچے نہ کبھی دوڑ مین ہمراہ رکاب | گرد کی طرح رہے سائے کے پیچھے صرصر

برق و ہوا کا گھوڑے سے رہجانا عادت و عقل دونون کے نزدیک محال ہی۔

ولہ

چلے جو تیغ قہر کسی روز جنگ مین | ٹھہرے نہ سایہ خوف کے مارے بدن کے پاس

ولہ

یہ ریزہ ریزہ کیا اُسنے جسم اعدا کو | کہ روز حشر ہوا اُس کا اجتماع محال

احمد خان غفلت

خوان انعام ترا مہر اگر سر پر اُٹھائے | نان تہ کردہ کی صورت ہو دو تا اُسکی کمر

انشا پڑے کی تعریف مین

ہے اس آفت کا سبک سیر کہ راکب اُسکا	حاضری کھائے جو کلکتہ تو لندن مین ٹین

آزاد

رہے جس جا پہ مسافر کے لیے گھر ہی وہین	شیر گنجشک جو جا ہو تو میسر ہی وہین

دبیر

سب رو رہے تھے زور کو دان سن بھی گھٹ گیا	مانند ناف خوف سے سینہ سمٹ گیا

بہرصورت مبالغۂ غلو محسنات بدیعی مین سے نہین ہان جبکہ مقبول ہوجائے اور یہ اُس صورت مین مقبول ہوتا ہی کہ جب ایسا کوئی لفظ ذکر کرین جس سے وہ مقرون بہ صحت ہوجائے اور امکان کی صورت پیدا ہو۔ جیسے ۔

سودا

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن	جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہی خزان کا

مقصود یہان اس امر کا بیان ہی کہ بہار اس گلشن دنیا کی آنکھ کھولنے کے عرصے مین جاتی رہتی ہی اور یہ امر قرین صحت کے نہین ہوسکتا کس لیے کہ ایک ساری فصل کا عرصہ قلیل مین بسر ہوجانا نہ باعتبار عادت کے ممکن ہی اور نہ عقل مین آتا ہی لیکن جب آنکھ کھلنا گل کی طرف منسوب کیا تو وہ امر صحت سے مقرون ہوگیا کیونکہ گل بعد کھلنے کے ٹوٹ کر گر پڑتا ہی اور یہ امر اُسکے واسطے خزان ہے ۔

ولہ

عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہین	ایک سا احوال یان بھی ہی گدا و شاہ کا

عشق کی منزلت اور مرتبے مین مبالغہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور یہ امر قرین صحت کے نہ تھا جب یہ کہا کہ یہان بھی گدا اور شاہ کا ایک سا احوال ہی تو وہ امر صحت کے قریب ہوگیا کیونکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک بھی گدا و شاہ برابر ہین ۔

یا خیالات نازک و لطیف اُس سے ظاہر ہون جس سے مقبول و پسند طبائع ہو جیسے اس شعر مین مومن کے قصیدے کے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح مین ہی ۔

دست یاقوت فشان دھوئے لب جو وہ اگر	کوہ سیلان پہ ہنسنے خاک فضائے گلزار

یعنی ممدوح اپنے ہاتھون کو جن سے جواہر جھڑتے ہین اگر لب جو دھوئے اور پانی ہاتھون کا

دریا میں گرے اور دریا کے پانی سے گلزار کی آبیاری ہو تو خاک گلزار میں اس قدر یاقوت وغیرہ جواہر پیدا ہوں یا یہ کہ وہ خاک بالکل جواہر ہو جائے اور کوہ سیلان یعنی لنکا کے پہاڑ جو معدن لعل و یاقوت ہیں اُن پر وہ خاک ہنسے کہ تجھ میں کچھ بھی نہیں ہے یہ بات عقلاً و عادۃً محال ہے لیکن چونکہ خیالات نازک و لطیف ہیں طبیعت کو پسند ہے۔

اسی قبیل سے ہے یہ شعر امیر کا۔

کھیت کشتوں کا نہ تیار بھی ہونے پائے	ہو چکے تیغ و قضا میں بضاعیع و سلم

اسی عالم سے ہے انیس کا یہ بند تلوار کی تعریف میں۔

کاٹا پلک میں آنکھ کو پتلی میں نور کو	بازوں میں کجروی کو سروں میں غرور کو
سینے میں بغض و کینہ کو دل میں فتور کو	نیت میں معصیت کو طبیعت میں زور کو

ذات اک طرف سادیا پاکی صفات کو
کیسی زبان زبان میں یہ کاٹ آئی بات کو

یا مبالغہ بطور ہزل کے ہو جیسے سودا گھوڑے کی ہجو میں کہتا ہے۔

کم رو ہے اس قدر کہ اگر اسکے نعل کا	لوہا منا کے تیغ بنائے کبھی لوہار
ہو دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ	رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
گر باندھ کر سہ منزلہ سے پھینک دیں تو سے	ٹھیکے بغیر تین نہ اترے گا زینہار

پہلے دو شعروں میں مبالغہ کم روی میں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کم روی کی تاثیر سے نعل میں وہ اثر ہو جائے کہ اسکے لوہے کی تلوار بھی ہوئی چل نہ سکے اور تیسرے شعر میں مبالغہ ہے گھوڑے کے ضعف میں اور یہ ظاہر ہے کہ باندھ کر ڈال دینے کے وقت بسبب ضعف کے تین ٹھیکے لیکر اُترنا ممکن نہیں کیونکہ اُس وقت گرنا بے اختیاری ہے اور ضعف میں توقف کرنا اختیاری ہوتا ہے لیکن چونکہ یہ بطور ہزل کے ہے اسلیے طبیعت کو پسند آتا ہے۔

صنعت تعجب یعنی کسی چیز پر تعجب ظاہر کریں کسی فائدے اور غرض کے واسطے جیسے۔

محمد پناہ خان حلیم

کہتے ہیں حلیم آیا میخانے سے مسجد میں	ہمکو تو تعجب ہے وہ بر مسلمان ہو

اس شعر میں قائل نے تعجب کیا کہ حلیم اتنا تو بڑا رند تھا پھر وہ کیسے تائب ہو کر مسجد میں آیا۔
فائدہ تعجب کا حلیم کی رندی میں مبالغہ ہے۔

مومن

زخم کھایا زہر کھایا تو بھی کچھ ہوتا نہین	دیر گذری مرگ کو کیا جانیے کیا ہو گیا

موت کے نہ آنے پر تعجب ہے اور گران جانی مین مبالغہ۔

مرزا مہر

سیہ چوٹی زر افشان مانگ سبز اسپ دو شالہ کی	تماشا ہی پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے

یہ بات تعجب کی رو سے بیان کی گئی کہ کالے کو پر طاؤس نے پالا ہی۔
فائدہ تعجب کا مبالغہ عداوت مار و طاؤس مین ہے۔

آباد

پیاس بجھ جاتی ہی دیکھے سے عجب حیرت ہے	بوند بھر بھی نہین رکھتا ہے مگر آب ذقن

اس پر تعجب ظاہر کیا ہی کہ چاہ ذقن مین پانی ایک بوند بھی نہین اور پیاس اُس سے بجھ جاتی ہی

سودا

خندق پائگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا	سر کی بیخ سے پھولا گل او رنگ ابتک

برق

شہرہ ہو کیون نہ ابروے جانان کے خال کا	دیکھا کسی نے زاغ کمان ہلال کا

صنعت جامع اللسانین یعنی ایسی عبارت یا فقرہ یا مصرع ہو کہ اُسکو پڑھین تو دو زبانون مین معلوم ہو جیسے یار آجائے تو بہتر یہ فقرہ فارسی اور اُردو دونون زبانون مین معلوم ہوتا ہی اور معنی بھی دیتا ہی فارسی مین الف مقصورہ ساکن سے یہ معنی ہوے کہ اے یار تیری جگہ بہتر ہے اور اس شعر مین۔

احمد الدہوی

فائدہ نرم جو نہ ہے نزع مین یار آے نظر	ہے نہ یارا ے سخن اور نہ یارا ے نظر

مقصود بالتمثیل لفظ یارا ے نظر ہے۔

مہر

موت بھی آئے کہین جا ے فراق	گوشۂ دل مین نہین جا ے فراق

اس شعر مین مقصود بالتمثیل جا ے فراق ہے۔

اس جنگلے مین جا پڑا جہان گرد	یہ صحرا ے عدم بھی تھا جہان گرد

مقصود بالتمثیل لفظ جہان گرد ہے۔

صنعت ذو روتین اُسے کہتے ہین کہ کلام کو باعتبار صورت حروف کے بغیر لحاظ نقاط کے دو زبانون مین پڑھ سکین مرزا غالب اپنے ایک خط مین لکھتے ہین "تازہ شے بہتر بارہ سے بہتر" عربی وفارسی اور عربی وہندی مین بھی یہ صنعت جاری ہوتی ہی مثلاً عربی اِنَّ بَانِی بَابِ بَیْتِ جَاءَنِیْ یعنی تحقیق مکان کے دروازے کا بنانے والا میرے پاس آیا ہندی ان پاپی باپ بیت جانی۔ (از رسالۂ عبدالواسع)۔

صنعت ذو ثلثہ اُسے کہتے ہین کہ کلام بہ تغیر نقاط و حرکات تین زبانون مین پڑھا جائے جیسے یہ فقرہ۔

عربی بَنِیْ خود تُرِیْدُ یعنے خوبصورت نازک اور نوجوان عورت میرے گھر آنے کا ارادہ کرتی ہے۔

فارسی بینی خود برید **ہندی** بیٹی جو دیزید (از رسالۂ عبدالواسع)

اس صنعت کو **محتمل اللغات** بھی کہتے ہین بعض نے ان تینون صنعتون کو صنائع لفظی مین داخل کیا ہے۔

فائدہ اس بحث سے ایک اور صنعت نکلتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک زبان کے شعر کا کوئی لفظ بدل دیا جائے تو وہ شعر دوسری زبان مین ہو جائے لیکن مطلب مین فرق نہ آئے بشرطیکہ وہ لفظ پہلے لفظ کا ترجمہ ہو مثال اسکی مرزا نوشہ غالب کا یہ شعر۔

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا
تماشائے بیک کف بُردن صد دل پسند آیا

اگر دونون مصرعون سے لفظ آیا کو نکال کر اُس کا ترجمہ آمد لکھا جائے تو شعر فارسی کا ہو جائے ؎

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آمد
تماشائے بیک کف بُردن صد دل پسند آمد

صنعت ترجمۃ اللفظ ایک لفظ کے بعد دوسرا لفظ ایسا لاوین جو اُس کا ترجمہ ہو اسکی دو صورتین ہین۔

(۱) یہ کہ بطور لطیفے کے پہلے کا ترجمہ ہو جیسے۔

میر محمد سوز

کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ موے ہزار حیف | اب جو کہے ہین سوز سوز یعنی سدا جلا کرو

ابتدا میں میر محمد سوز میر تخلص کرتے تھے بعد کو سوز تخلص اختیار کیا اس ترجمے مین یہی لطیفہ ہے کہ انکے دونون زمانون کے تخلصون کی طرف بھی اشارہ ہی۔

منیر

اگر اسکی ٹھوکر دلون کو ہلا دے | ضمیر ایک بھی پاے اپنی نہ غائب

دل کا ترجمہ ضمیر ہے اور یہان غائب کے لفظ سے اُس سے ایک لُطف پیدا ہوگیا ہی کیونکہ ضمیر صرف و نحو کی اصطلاح مین وہ اسم ہے جو اسم ظاہر کا قائم مقام ہوتا کہ جس اسم کا نام پہلے لے چکے ہین دوبارہ نہ لینا پڑے اور یہ تین قسم پر ہے اسلیے کہ اگر بولنے والا اپنی ذات کے لیے اُسے لائے تو ضمیر متکلم کہتے ہین اور جو دوسرے سامنے والے کو اُس سے مخاطب کرے تو وہ ضمیر مخاطب ہی اور جو شخص غیر حاضر کی ذات کے لیے استعمال کرے تو ضمیر غائب ہی۔

ذوق

تیا ہاتھی ہی فلک کا کہکشان ہے خرطوم | کان دونون ہے و خور دم ہی ذنب سو ہی راس

لطیفہ اس مین یہ ہی کہ ذنب وراس ایک شکل ہے آسمان پر بصورت اژدہے کے اسکو تنین فلک بھی کہتے ہین اسکی ایک طرف کو راس اور دوسری طرف کو ذنب بولتے ہین۔

ایضاً

یہ روز بہ سے ترے ہے جوان جہان کہن | کہے نہ کوئی دو شنبے کو بھی جہان مین پیر

یہان لطیفہ ہی کہ پیر ہندی مین دوشنبے کا ترجمہ ہے اور پیر بوڑھے کے معنے مین بھی ہی جسکی یہان جوان کے مقابلے مین ضرورت ہے۔

(۲) معمولی طور پر ترجمہ ہو جیسے۔

نسیم

موسم گل مین چمن کیسا پری میخانہ تھا | پھول جو تھا وہ کسی محبوب کا پیمانہ تھا

قدر

جو ہاتھ ہمکو خدا بناتا تو دست افسوس ہوتے اپنا
جو پانون ہمکو خدا بناتا تو اپنا پاے نگار ہوتے

مرزا اسد اللہ خان غا[لب]

لیتا ہون مکتب غم دل مین سبق ہنوز	لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

شیخ امان علی

میل نے ہاتھ کا سمجھے روپے پیسے کو ہم	کام تھیلی سے نکالا ایسے دلاک کا

صنعت مسلسل لغت مین مسلسل ملے ہوے کے معنے مین ہے اصطلاح مین مراد اس سے یہ ہے کہ شاعر چند الفاظ ملے ہوے لاوے پھر آسکے جا کر اُن کو دوسرے معانی ساتھ لاوے جیسے۔

ذوق

ہے آج جو یون خوشنما نور سحر رنگ شفق	پرتو ہے کس خورشید کا نور سحر رنگ شفق ہے
حُسن گل مہتاب لے جوش گل سیراب نے	کیا باغ مین چمکا دیا نور سحر رنگ شفق ہے
دیکھے چمن مین برگ گل آلودہ شبنم جو گُل	خجلت سے پانی ہوگیا نور سحر رنگ شفق ہے
ہے شوق کو بالیدگی ہے ربط کو چسپیدگی	کس رنگ ہون ملکر جُدا نور سحر رنگ شفق
جشن بہادر شاہ ہے روز علو جاہ ہے	ہے اسلیے بہجت فزا نور سحر رنگ شفق
وہ خسر والا گہر جسکو خجل ہون دیکھ کر	ماہ و ثریا و سُہا نور سحر رنگ شفق

شاعر مصرع اول مین نور سحر رنگ شفق کو متصل لایا پھر اسکے مصرعون مین ان دونون لفظون کو ہر ایک جگہ علیحدہ علیحدہ معانی کے ساتھ لایا ہے سید غلام حسین قدر بلگرامی نے لکھا ہے کہ میری یہ غزل اسی صنعت مین ہے مگر اصطلاح کے موافق اسپر مسلسل کا اطلاق صادق نہین ہوتا البتہ ناوقف لوگ ایسے اشعار کو بھی مسلسل کہتے ہین۔

جو ہاتھ ہمکو خدا بناتا تو دست افسوس ہوتے اپنا	جو پانؤن ہمکو خدا بناتا تو بنا پاے فگار ہوتے
جو پہلو ہمکو خدا بناتا تو ہوتے ہم چاک چاک پہلو	جو ہمکو سینہ خدا بناتا تو سینۂ رخنہ دار ہوتے
جو گرد کرکے خدا اوڑاتا تو اُڑتے گرد ملال ہوکر	جو سنگ کرکے خدا اجماتا تو جمکے لوح مزار ہوتے
خدا کسی کے گلے لگاتا تو پڑتے اپنے گلے اُلجھ کر	خدا کسی کا جو ہار کرتا گلے کا اپنے ہی ہار ہوتے
خدا جو اُلفت کو آگ کرتا تو آگ کے بنتے ہم سمندر	خدا جو اُلفت کو سنگ کرتا تو الفت سے ہم شرار ہوتے

صنعت تقسیم مسلسل طرز اس صنعت کا یہ ہے کہ شاعر ایک مصرع یا ایک بیت مین چند چیزین درج کرے دوسرے مصرع یا بیت مین چند لفظ لائے کہ ہر ایک کی تطبیق مناسب ہو جا[ے] جیسے

معیار البلاغة

تیری مجلس مین زہرہ و کیوان | اک دعا گو دوم ہے خدمتگار

حسرت

وہ غم خوشی دو خوشی غم ہے رند عاشق کو | وہ غم غمِ دل و دین یہ خوشیِ خویش و تبار

میر محمد رضا ظہیر

عُریان بدنی اشک عزا طوق سلاسل | وہ رخت یہ پردہ ہی یہ زیور ہے ہمارا

امیر مینائی

مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بُولا | یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

ولہ

ظاہر گل و بلبل سے ہی نیرنگ گلزار جہان | یہ نوحہ گر وہ خندہ زن اک اس طرف اک اُس طرف

ذوق

کوئی ہے کافر کوئی مُسلمان جُدا ہر ایک کی ہے راہ ایمان | جو اُسکے نزدیک رہبری ہے وہ اسکے نزدیک رہزنی ہے

ضامن علی جلال کے یہ اشعار بھی اسی قبیل سے ہین۔

اب لکھے جائین ہم وصف دُلہن دولہ کے | ایک ہے کوکبہ بخت تو اک کوکبہ جاہ
بُرج اقبال مین ہی آج قران السعدین | دو مہ حُسن ہین رونق دہ منزل گہ شاہ
وہ ہی جوہر تو یہ آئینہ وہ گوہر تو یہ لعل | آرسی وہ تو یہ مصحف وہ ستارہ تو یہ ماہ
وہ صنوبر ہی یہ شمشاد وہ نرگس یہ ہی گل | جو وہ ہی سرو سمن پوش تو یہ لالہ کلاہ
وہ اگر فخر زلیخا تو یہ رشک یوسف | اُسکو بلقیس حشم کہیے تو اسکو جم جاہ
شمع خلوت ہی وہ مہر و یہ چراغ خلوت | بوے گلشن ہی دلہن رنگ گلستان نوشاہ

عباس علی خان بیتاب رامپوری

محمد اور علی لطف و کرم سے اپنے دیتے ہین | اِدھر سے ساغر تسنیم اُدھر سے جام کوثر کا

ظفر

تیر نگہ و مژگان کیون کر نہون اب قاتل | یہ ناوک پران ہی وہ خنجر بران ہے
لخت دل و اشک اپنی آنکھون سے روان کب ہے | یہ لعل بدخشان ہی وہ گوہر غلطان ہے
کیا کہیے دلا کیا ہی اُس کا دہن و قامت | یہ غنچہ شگفتہ ہے وہ سرو گلستان ہے

زلف و رخ جانان کا مت پوچھ ظفر مجھسے | یہ ابر بہاران ہی وہ برق درخشان ہے

صنعت اِبداع لغت مین ابداع بائے موحدہ کے سکون سے ایجاد کرنے اور نیا بنانے کے معنے مین ہے اصطلاح مین اسے کہتے ہین کہ شعر مین معنی خوب اور الفاظ مرغوب لائے اگر سچ پوچھو تو حقیقت مین یہ کوئی صنعت نہین بلکہ اُستادون کا کلام ایسا ہی ہوتا ہی۔

سودا

ناوک نے تیری صید نہ چھوڑا زمانے مین | تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانے مین

ولہ

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا | ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

منیر

مجمع ضدین اگر عدل سے منظور ہو | ہو نہ سکے سنگ سخت دہر مین مینا شکن

بقا

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین | اُسکا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین

ذوق

اتنا عالم مین حذر خون سے ہے خونخوارون کو | خون فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق ہے

برق

کف نگار مین جام شراب ناب رہا | ہمیشہ ماہ کی منزل مین آفتاب رہا

امیر

دے کہین حکم نہ وہ گھر سے نکلوانے کا | بیخودی جلد مجھے آپ سے باہر کردے

ناسخ

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا | طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

یاد رکھو کہ صنعت ایداع جو صنائع لفظی مین مذکور ہوئی وہ یائے تحتانی سے ہی۔ بدائع الافکار کے مؤلف نے غلطی کی ہے کہ بائے موحدہ کے ساتھ ابداع لکھ کر اور اُسکے لغوی معنی بتا کر تعریف ایداع بیائے تحتانی کی کرکے مثالین اسکی دی ہین۔

صنعت سحر حلال یہ ہے کہ بیت کے اندر ایک لفظ یا زیادہ جو بظاہر کلمات سابقہ کا تتمہ ہو اور کلمات آئندہ کے مقدمات سے شمار ہو سکے لا دین۔ سحر حلال اسے یون کہتے ہین

کہ سحر مین عجیب و غریب چیزین ظاہر کی جاتی ہین اور شرع مین اُسے حرام قرار دیا گیا ہے لیکن ایسے موقع پر اُس لفظ کا لانا سحر کاری سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اُسکے سُننے سے طبائع کو تعجب ہوتا ہے اور باوجود اسکے حرام نہین شعر مین حلال ہے غرضکہ ایسا لفظ بمنزلے جادو کے ہوتا ہے۔

نواب یوسف علی خان ناظم

پڑھتا ہے شراب پیکے لاحول	ناظم رندون مین پارسا ہے

لفظ لاحول سحر حلال ہے۔

آصف جاہ حیدرآباد

عاشق و معشوق کی دل کی لگی مین ہی یہ فرق	شمع جلتے ہی کھلی پروانہ پل مین خاک تھا

دل کی لگی کا لفظ سحر حلال ہے۔

خاکسار

کیا ہے حاصل تجھے ناصح مرے سمجھانے مین	آہ جون شمع ہی راحت مجھے جل جانے مین

لفظ راحت سحر حلال ہے۔

ذوق

خط بڑھا زلفین بڑھین کاکل بڑھے گیسو بڑھے	حسن کی سرکار مین جتنے بڑھے ہندو بڑھے

لفظ سرکار سحر حلال ہے۔

برق

روبرو سوختہ جانون کے نہ آؤ صاحب	گرمیان خوب نہین طیش نہ کھاؤ صاحب

گرمیان سحر حلال ہے۔

منہ

حسن وہ رکھتے ہو جس کا نہین عالم مین جواب	آنکھ کو زیبا ہی سب اس سن مین کہ ہی عہد شباب

سن کا لفظ سحر حلال ہے۔

صنعت موقوف لغت مین موقوف ٹھہرا گیا اور تھانا گیا کے معنے مین ہے اصطلاح مین یہ ہے کہ ایک مصرع یا شعر کا مضمون دوسرے پر موقوف ہو جیسے۔

رہی اس طرح بعد از مرگ دنیا کی ہوسنا کی	ذوق شرابی کرکے تو یہ جس طرح ہو جاسے ترپا کی

ولہ

آبلے دکھلائے جب اس دل رنجور نے	دانتون مین تنکا لیا خوشۂ انگور نے

امیر

مرے پھولون مین جو آتے تو نئے وہ گل کھلاتے	کہ کلائیون مین گجرے تو گلے مین ہار ہوتا
تری ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت	جگر اُس سے آگے ہوتا جو جگر کے پار ہوتا

شعر کی مثال۔

ذوق

ابر ہے گرچہ مثال نمد نمدیدہ	گر تری برق غضب جھاڑے اسیر چقمق
تو شتابے سے بھی جل اُٹھے زیادہ وہ شتاب	آگ لگ جانے مین دیر اُسکو نہو دے مطلق

صنعت تصلیف۔ لغت مین تصلیف کہتے ہین شیخی مارنے کو اصطلاح مین مراد یہ ہے کہ شاعر اپنے حق مین نہایت مبالغہ اور تعلی کرے حیدر تخلص حیدر علی خان بن نواب یوسف علی خان والی رامپور اپنی تعلی مین کہتے ہین ۔

اللہ نے بخشی ہے زبان کو مری تاثیر	الہام کے مضمون ہین اعجاز کی تقریر
مین طوطی شکر شکن ہند ہون گویا	ہے بلبل شیراز کو واجب مری توقیر
سلطان فصاحت ہون شہنشاہ بلاغت	باتین مری جوہر ہین زبان ہے مری شمشیر
ہر شعر پہ اصلاح ہے استاد ازل کی	ہے نظم پہ میری نظر ناظم تقدیر
آلودگی دہر سے دامن ہے مرا پاک	ہے بادۂ کوثر سے مری خاک کی تخمیر
پہونچے نہ تعلی کو مری عقل فلاطون	جاتی ہے کہین عرش پہ آواز عصافیر
آزاد ہون با این ہمہ اسباب تعلق	پابند ہون بے سلسلۂ لنگر و زنجیر
ہمنام ہون اُس کا جو ہے اژدر کا درندہ	گردون کو ہلاتی ہے مرے نام کی تاثیر

سودا

کرون چمن مین اگر جا کے مین غزل خوانی	تو بلبلین ہون مرے جیجے کی دیوانی
نہال میرے سخن کا اگر یہ کھینچے قد	بر رنگ سایہ پڑے پانؤن سرو بستانی
کرے طلوع اگر مہر فکر کا میری	نہ آفتاب مین ذرّہ رہے درخشانی
موا نہین وہ مری صیت شعر کو سنکر	زمین مین شرم سے اب گڑ گیا ہے خاقانی

مری یہ فکر سخن صفحۂ زمانہ پر ہے	کرے ہی مدح و مذمت مین جو ہرزانی
ضیاے مہر پہ کھینچے ہی نقش تاریکی	کرے ہے ظلمت حیوان کو بیان مین نورانی

لمؤلفہ

اس گلستان سخن کی زیب و زینت کے لیے	اے چمن پیرا ہوے چننے ہمین بس کس کے پھول
جو سُنا تھا وہ ہی دیکھا ہم نے بھی واقعی ہے	بلبل بزم سخن ہو نطق کی مجلس کے پھول

صنعت سلب وایجاب ابی ہلال حسن بن عبد اللہ نے کتاب صناعتین مین لکھا ہے کہ سلب وایجاب یہ ہی کہ کلام مین ایک شے کی نفی ایک وجہ سے اور اُس کا ثبوت دوسری وجہ سے ہو مثال اسکی۔

شکیبا

نیم بسمل اُسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہین	پر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اٹھ گیا

قائل نے غم کی نفی نیم بسمل چھوڑنے کی وجہ سے کی ہے پھر غم کو ثابت اس وجہ سے کیا ہی کہ قاتل کی ضرب کا اعتبار جاتا رہا۔

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کوئی یوسف کی قیمت خوب جانے	زلیخا جانے یا یعقوب جانے

اگرچہ دوسرے مصرع مین کئی لفظ محذوف ہین مگر اس مین شک نہین کہ پہلے مصرع مین یوسف کی قیمت کی نفی عام آدمیون کی ناشناسی کی وجہ سے کی گئی ہے اور دوسرے مصرع میں اس کا اثبات زلیخا اور یعقوب کی یوسف شناسی کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

غالب

جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو	تو وا کرے اُس عقدے کو سو بھی باشارت

اول عقدے کی کوشش سے وا ہونے کی نفی کی ہی پھر اُس عقدے کے ممدوح کے اشارے کی وجہ سے کھلنے کا اثبات کیا ہے۔

صنعت کلام جامع یعنی شاعر افسوس و تاسف و غم و رنج و شکایت ایام اور اپنی تکالیف بیان کرے چنانچہ شہر آشوب اور دہر آشوب اسی مضمون مین ہوتے ہین۔

منیر

رُخ احباب سے ظاہر ہوا ہی بغض نہانی	صفائی کے گواہون مین ہی کاذب صبح شبانی

حکایت بخت کج کی لکھنے پر آئین جو زندانی
الف آزادون کے ماتھے سے مانگے خط پیشانی

ملوث ہو چلے اہل صفا بھی صحبت بد مین
نہین رہنے کی آب صبح دم مین پاک دامانی

سوا استخوان زانوے فکرت مین نہین باقی
بھلا کس تکیے پر سر رکھ کے سوئے بخت پیشانی

سیہ کارون کے سر پر افسر عزت نظر آئے
بنے ہین مرغ عیسیٰ ان دنون مرغ سلیمانی

پھنسا ہی موذیون کے قبضے مین حسن جہان آرا
قمر در عقرب ان روزون بنا ہے ماہ کنعانی

غنی ہین اژدہا و سیل و جغد و بوم ان روزون
کسے دینگے سلاطین جہان جاگیر ویرانی

چنے کھانے کو ترسین صاحبان گوہر عالی
صدف کو دے نوالہ موتیون کا ابر نیسانی

پھنسے مین ایک جا ادنے و اعلیٰ واہ ری قسمت
برابر خانۂ زنجیر مین ہے سب کی مہمانی

بچھونا ٹاٹ کمبل اوڑھنا ٹھہرا ہے ان روزون
کوئی اوڑھے بچھائے لیکے ایسا رحم سلطانی

اسیرون سے بلاے غدر پہونچی ان غریبون تک
کہ بے قدری و ضعف حال مین جنکا نہین ثانی

شاہی نام شاہی ہند سے اسدرجہ ان روزون
نہین ممکن کہ اب بانات بھی کہلائے سلطانی

جو کل مزدور تھے وہ آج ٹھہرے راج کے مالک
جو شب کو مہترانی تھی ہوئی دن کو مہارانی

عدالت ان دنون ایسی بڑھائی ہے زمانے نے
کہ شمشیر و گلو پیتے ہین ایک ہی گھاٹ پانی

ہوا چتر ہما عنقا سے بھی معدوم ان روزون
پڑے ہین دھوپ مین محتاج سایۂ ظل سبحانی

پڑے ہین ٹھوکرون مین کاسۂ سر بادشاہون کے
الٰہی روئے کس کا سر پکڑ کر تاج سلطانی

کسی نے کوڑیون کے مول بھی پوچھا نہ ان روزون
چڑھی نیلام پر سلطانی و نوابی و خانی

محمد جان شاد ریاست اودھ کی ضبطی کے متعلق لکھتا ہے ۔

زوال پر جو ہوا انجم شاہی اختر
رہا نہ تخت سلیمان نہ تاج اسکندر

ایک اہلکار جواری کی بدقماشی سے
تمام گنجفہ شاہی کا ہوگیا ابتر

بلند چرخ سے جو قصر خسروانی تھے
وہ کھود کھاد سے ٹیلے ہوے ہین ڈھیے ڈھیے

چھتین پڑی ہوئی رہتی تھین جن مکانون مین
تو بکر ٹون کے ہین جالے وہان پردۂ در

سوائے خاک بچھونا وہان نہین کوئی
جہان تمام تمامی کے تھے بچھے بستر

ٹپک رہی در و دیوار سے اداسی ہے
برس رہی ہے خرابی ہر اک عمارت پر

ہمیشہ رہتے جہان جھمگھٹے تھے پریون کے
مدام بھوت پریتون کا اب وہان ہے گذر

بجا کی رات دن آٹھو پہر یا جہان نوبت
نفیر جغد ہے شہنا نواز شام و سحر

پرندہ پر نہین جس جا پہ مار سکتا تھا
وہان پڑے ہوے ڈھیر ون ہین زاغ و بوم کے پر

چھتین وہ جن مین تھین چھت گیریان لگی تصویر
اب آشیان ہین چمگادڑون کے ہین یک سر

اب اُس مکان مین جاروب تک نہین ہوتی
جہان سدا تھے مگس ران ہما کے پر

چمن چمن جو بسا تھا گلون کی خوشبو سے
روش روش ہی وہان خاک اُڑا رہی صرصر

جہان تھے پھول وہان خار و خس کے ہین انبار
جہان تھے نخل وہان جھنڈیان بجاے ثمر

سواے عجب نہین یاد کچھ امیرون کو
جو مالدار ہین پھولے ہوے ہین دولت پر

بدی بخت سے دانہ ملے نہ دانا کو
سپہر دون ہی کسے سفلہ پروری پہ کمر

عزیز رکھتے کمینون کو ہین کمینہ پرست
ذلیل کرتے ہین ذی آبرو کو بدگوہر

شراب عیش ہی بے جوہرون کے پینے کو
برنگ تیغ ہی خون شرب صاحب جوہر

ہنر پسند نہ جوہر شناس ہے کوئی
نہ ذی کمال کی عزت نہ قدر اہل ہنر

لبون پہ مہر خموشی دیے ہین اہل سخن
زبان دراز ہین خونخوار صورت خنجر

سکوت مین صفت مردمک ہین عالی ظرف
چھلک رہے ہین تنک ظرف مثل دیدۂ تر

سماؤن کیا مین گدا چشم اہل نخوت مین
غرور و کبر کے پردے پڑے ہین آنکھون پر

مفتی صدرالدین خان آزردہ

جنکو دُنیا مین کسی سے بھی سروکار نہ تھا
انکی خلوت سے کوئی واقف اسرار نہ تھا
اہل نا اہل سے خلطہ انھین زنہار نہ تھا
آدمی کیا ہی فرشتہ کا بھی وان بار نہ تھا

وہ گلی کوچون مین پھرتی ہین پریشان دردر
خاک بھی اُن کو نہین ملتی کہ ڈالین سر پر

زیور الماس کا سب جن سے نہ پہنا جاتا
کانچ کا جن سے ددپٹہ نہ سنبھالا جاتا
بھاری جھومر بھی کبھی سر پہ نہ رکھا جاتا
لاکھ حکمت سے اُٹھاتے نہ اُٹھایا جاتا

سر پہ وہ بوجھ لیے چار طرف پھرتی ہین
دو قدم چلتی ہین مشکل سے تو گر پڑتی ہین

طبع جو گہنے سے پھولون کے اذیت پاتی
شام سے صبح تلک نیند نہ جن کو آتی
مہندی ہاتھون مین لگا سوتی تو کیا گھبراتی
ایک سلوٹ بھی بچھونے مین اگر پڑ جاتی

اُن کو تکیہ بے بھی قابل نہ خدا نے رکھا
سنگ پہلو سے اُٹھایا تو سرھانے رکھا

روز وحشت مجھے صحرا کی طرف لاتی ہی
ٹکڑے ہوتا ہی جگر جان پہ بن جاتی ہے

سر ہی اور جوش جنون سنگ ہے اور چھاتی ہی
مصطفےٰ خان کی ملاقات جو یاد آتی ہی

کیون نہ آزردہ نکل جائے نہ سودائی ہو
قتل اس طرح سے بے جرم جو صہبائی ہو

صنعت ایراد المثل اسکو ارسال المثل بھی کہتے ہین یہ ہی کہ شعر مین مثل کو باندھین جیسے ۔

نادر

دھیان آیا جذلقون کا غذا کھانے مین مجھکو
مین کیا کون کیا دال ہین کالا نظر آیا

ولہ

زلف کی ناگن سے دل ڈرتا نہین
بھوت بھاگے ہے وگرنہ مارسے

تعشق

جو کہ دانا ہین بجا جاتے ہین وہ گولی کی چوٹ
عین نادانی ہی اُسکی آنکھ کا تل دیکھنا

فراق

تم گالیان جو دوگے مین کیا چٹکیان لون
پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زبان چلے

اسیر

دہان یار سے غنچے کو دعوے
مثل سچ ہے کہ چھوٹا مُنھ بڑی بات

قلق

پھر گئی آنکھ بھی ہمسے تری نرگس کی طرح
یہ مثل سچ ہی کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے

ذوق

سوال بوسہ کو ٹالا جواب چین ابرو سے
برات عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہین

حسرت

دشمن کو نہین تیغ تو مُکا تو ہے
یہ بھی نہین تو خاک کا بُکا تو ہے
حسرت پھینک اُس طرف کو تو نالۂ آہ
لگ جائے تو تیر ورنہ تکا تو ہے

میر محمدی مائل

شہو رہی جہان مین بیمار کی ہوس	کیا کیا کہون مین تجھسے دل زار کی ہوس

ذوق

بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس	مجھ مین کیا باقی ہی جو دیکھے گا تو آنکے پاس

نوا

قدرت حق سے لگی ہی ہاتھ اندھے کے بٹیر	رات کو کہنے لگا جورو کے منھ پر ہاتھ پھیر

میر نصیر رنج

کوٹھے چڑھی جو بات کھلی خاص و عام پر	ملکی نکال جانب دشمن نہ بام پر

کرم رام پوری

اونٹ رے اونٹ تری کونسی کل سیدھی ہی	چرخ کج باز کے حق مین یہ مثل سیدھی ہے

اثر

مشہور ہی کہ چوٹ کو پانی سے دھار ہے	اے اشک گرم کر مرے دل کا علاج کچھ

صنعت استخدام وہ یہ ہی کہ ایک لفظ ایسا کلام مین لاوین جس کے دو مغنے ہون اور ان مین سے ایک معنی مراد ہون پھر اُسی کلام مین بسبب ضمیر کے پھیرنے کے دوسرے مغنے بھی اُس لفظ کے لیے جاوین مولوی غلام یحیٰی بہاری میر زاہد رسالہ کے حاشیہ مین لکھتے ہین کہ صنعت استخدام اُس صورت مین محسنات معنویہ سے ہی کہ مراد دریافت ہونے کے لیے کوئی قرینہ بھی پایا جائے اور یہ بھی یاد رکھو کہ لفظ کے دونون معنی عام ہین اس سے کہ حقیقی ہون یا مجازی یا مختلف ہون یعنی ایک حقیقی ہون اور دوسرے مجازی مثال اسکی آغا مرزا شاغل برادر خرد و شاگرد نواب مرزا خان داغ کا یہ شعر ہے

کہ اُسکا خاطر دلدار مین کبھی گھر تھا	نہ اُس گلی سے اُڑائے صبا غبار مرا

اول مصرع مین غبار سے خاک مراد ہی پھر دوسرے مصرع مین اسی غبار سے کدورت مراد لی گئی ہی اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہین پہلے مغنے حقیقی ہین اور دوسرے معنی مجازی۔

حالی

وہ آگ نکلنے کا یہ بجھنے کا ہی منظر	جشن مبارک ہی بہت جشن سدہ سے

دوسرے مصرع مین بجھنے کے قبل ضمیر واحد غائب محذوف ہی اسطرح کہ وہ آگ نکلنے کا اور یہ اسکے

بجھنے کا ہی منظر پہلی جگہ آگ سے آتش مراد ہی اور دوسری جگہ فتنہ وفساد مقصود ہی۔

داغ

زبان دے نہ عدو کو کہ یہ تو وہ شے ہے	ترے دہن مین ہے یا مرے دہن مین رہے

اول مصرع مین زبان دینے سے مراد وعدہ کرنا ہے۔ جیسے محمد شیر علی خان سرور جنگ تخلص بہ شرر کے اس مصرع مین مصرع۔

دلا سا خاک دو گے جب زبان اصلا نہین دیتے

پھر دوسرے مصرع مین زبان سے مراد عضو مخصوص ہی اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہین پہلے معنی مجازی ہین اور دوسرے حقیقی۔

ولہ

ملے مجھ سے تو فرمایا تمھین کو داغ کہتے ہین	تمھین ہو ماہ کامل ہین تمھین تو ہو ہولارے ہین

اول مصرع مین داغ سے شاعر کا تخلص مراد ہی پھر اُس داغ سے دوسرے مصرع مین نشان کے معنی مراد لیے گئے ہین اور یہ معنی ضمیر مخاطب کی وجہ سے حاصل ہوے ہین۔

صنعت الہزل الذی یراد بہ الجد۔ ہزل بفتح اول وسکون زاے بمعنی کلام سخن بیہودہ اور مسخرگی کے معنی مین ہی اور جد جیم کے کسرے سے ہزل کی ضد ہی لغوی معنی اس کے یہ ہین کہ ایسی ہزل جس سے جد مقصود ہو اور اصطلاح مین یہ ہی کہ کلام ظاہر مین بطور تمسخر اور ہزل کے ہو لیکن مراد اُس سے ہزل نہو بلکہ کوئی اور امر مقصود ہو استہزا مین اور اس مین یہ فرق ہی کہ استہزا مین بظاہر جد ہوتی ہی اور باطن مین ہزل ہوتی ہی اور اُس مین ظاہر مین ہزل ہوتی ہی اور باطن مین جد مقصود ہوتی ہے جیسے۔

قلق

اچھا اسکا اعتبار نہین بیوفا ہے یہ	نازان نہو جو زن دنیا کی چاہ پر

ظاہر مین یہ کلام بطور ہنسی اور مذاق کے معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت ایک نصیحت ہی۔

آتش

دُنیا سی خانگی کوئی ہوگی نہ بیسوا	شوہر سے اپنے رہتی نہ دیکھی یہ زن درست

میر

دُنیا کی نہ کر تو خواستگاری	اُس سے کبھی بہرہ ور نہ ہوگا

آخانہ خدا ابی ابی مت کر	فحبہ ہے یہ اس سے کھر نہ ہوگا

رنگین

تبرا کیجیے دنیا پر عدم کی راہ لے نادان	نہ کر اس مزبلے مین بیٹھ کر آلودہ داماں کو

صنعت تلمیح جسکو تملیح بھی کہتے ہین اور یہ مناسب نہین اسلیے کہ تلمیح میم کی تقدیم کے ساتھ لام پر شے ملیح کے لانیکے معنی مین ہے جیسے تشبیہ و استعارہ مین اور تلمیح تقدیم لام سے میم پر کسی چیز کی طرف نظر کرنے کو کہتے ہین پس یہ معنی خاص ہین اسلیے کہ شے ملیح کا لانا عام ہے کسی شعر یا قصے یا مثل کی طرف نظر کرنے سے تلخیص المفتاح مین تلمیح کو اُن چیزون کے ضمن مین لکھا ہے جو سرقات شعریہ سے تعلق رکھتی ہین اور یہ مناسب نہین اسلیے تلمیح مین عیب کی کون سی بات ہے اطول مین جو بیان کیا ہے کہ سرقات شعری کے ساتھ اسکو جو جمع کیا ہے تو جامع ان مین یہ ہے کہ دونون اُن چیزون مین سے ہین جن سے مزید احتیاط واجب ہے مگر یہ جامع نہایت رکیک ہے پس رائے انھین لوگون کی درست ہے جنھون نے اُسے صنائع مین شمار کیا ہے۔ بہرصورت یہ صنعت اسطرح ہے کہ شاعر اپنے کلام مین کسی مسئلہ مشہورہ یا کسی قصے یا مثل شائع یا اصطلاح نجوم وغیرہ کسی ایسی بات کی طرف اشارہ کرے جسکے بغیر معلوم ہوے اور بے سمجھے اس کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھ مین نہ آئے۔

آتش

عاشق اُس غیرت بلقیس کا ہون مین آتش	بام تک جسکے کبھی مُرغ سلیمان نہ گیا

اس شعر مین اشارہ ہے قصۂ بلقیس کی طرف جو مفصل کلام الٰہی مین مذکور ہے ہُد ہُد کا خبر دینا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس والیۂ ملک سبا تک پہونچانا اور پھر بلقیس کا حاضر آنا یہ مشہور قصہ ہے۔

ناسخ

حکم خدا سے حق ہے اُدھر ہی جدھر علی	کیا غم سقیفہ بندی جم غفیر کا

سقیفہ کا واقعہ یہ ہے کہ جناب سرور کائنات کے انتقال کے بعد آپکی تجہیز و تکفین کا سامان ہو رہا تھا کہ اس اثنا مین انصار بنی ساعدہ کے چبوترے پر جسکو سقیفہ کہتے ہین سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو جمع ہو گئے اس امر کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہوئی یہ دونون بزرگ سقیفے کو روانہ ہوے اور وہان جا پہونچے اور جب یہ دلیل بیان کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے الائمۃ من قریش کل امام قریش سے ہونگے عام انصار نے اسکو تسلیم کیا اور سب کی راے حضرت ابوبکرؓ کے

ہاتھ پر بیعت کی ہو گئی حضرت علیؑ اُس موقع پر موجود نہ تھے اور آنحضرتؐ کی تدفین کے بعد بھی ابتدا میں اُنھون نے اُس بیعت سے تخلف کیا کیونکہ اُنکو یہ شکوہ تھا کہ سقیفے مین میری عدم موجودگی مین بیعت کیون کی گئی اور مجھ سے مشورہ تک نہ لیا گیا۔

غالب

اُڑ گئے سے مرا صفحہ لقا کی داڑھی		غم گیتی سے مرا سینہ عمر کی زنبیل

مشہور ہو کہ لقا کی داڑھی کے ہر ہر بال مین موتی پرو دئے جاتے تھے اور عمرو کی زنبیل مین جو کچھ پڑتا تھا غائب ہو جاتا تھا وہ کبھی پُر نہوتی تھی۔

ولہ

کاوِ کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ		صبح کرنا شام کا لانا ہی جوے شیر کا

اشارہ ہی فرہاد و شیرین کے قصے کی طرف فرہاد کا شیرین پر عاشق ہونا اور کوہ بے ستون سے نہر کاٹنا تاکہ اس مین دودھ بھر کر آوے اور فرہاد کا غلط خبر پانے سے تیشہ مار کر مرجانا ایک مشہور قصہ ہی۔

ذکی

یوسف کا اپنے دھیان ہی تحریر خط کے وقت		ڈر ہی کہ انگلیان نہ قلم ہون قلم کے ساتھ

اس شعر مین تلمیح ہی قصہ حضرت یوسف علیہ السّلام کی طرف زلیخا کا مجمع زنان مصر مین حضرت یوسف کو بلانا اور اُنکو دیکھکر فرط بیہوشی سے اُن عورتون کا بجاے لیمو کے ہاتھ کاٹ لینا مشہور ہے۔

عبداللہ خان اوج

بجا ہی شیرین اگر چھوڑ دلّی جج کو چلی		مثل ہی نو سو چوہے کھاکے بلی حج کو چلی

دلّی مین شیرین ایک بڑی نامی رنڈی تھی وہ حج کو چلی تو اُسکے متعلق یہ شعر کہا تھا۔

معروف

ناتوان مجھ سے کو کس طرح کرے قاتل دو		ہون مین وہ جزو کہ جو لا تجزے ہووے

جزو لا تجزے اُسکو کہتے ہین کہ بسبب کمال خردی اور باریکی کے اُسکے حصے نہو سکین یعنی اس قابل نہو کہ اُسکو دو یا تین حصے پر تقسیم کرین علماے متکلمین نے اُسکی تقسیم کو ثابت کیا ہو پہلا مذہب فلاسفہ کا ہی۔

ناسخ

ہم آدمی ہین وصل میسر نہین کبھی		ہوتا ہی غم نظارۂ مردم گیاہ سے

عام مین مشہور ہی کہ مردم گیاہ کو جو اکھیڑتا ہی ہلاک ہو جاتا ہی اسلیے اُسکی جڑ کے اطراف کو خالی کرکے جڑ مین

رسّی باندھ کر کتے کی گردن مین باندھ دیتے ہین اور اسکو چلاتے ہین کہ اُسکے چلنے سے جڑ اُکھڑ جاتی ہے
اور اُٹھتے ہی کتا مرجاتا ہی شیخ صاحب نے اسی امر کی طرف تلمیح کی ہی۔

انشا

روشنی چاند سے گھٹے پہ اسی چاہ سے ہے	چاہ نخشب ہے اب مین کہون یا چاہ ذقن

تلمیح ہی ایک قصے کی طرف اور وہ یہ ہی کہ حکیم بن عطا نے جسے حکیم المقنع کہتے ہین شہر نخشب کے پاس ایک کنوان تیار کرا کے ایک بڑا طاس پارسے بھروا کے اُس مین کھوا دیا تھا اور انعکاس شعاع قمر سے ایسا عمل کیا تھا کہ آسمان پر دو چاند نظر آتے تھے۔

ولہ

جیت کر آوے لڑائی جو مہا بھارت کی	تو جدھشٹر بھی کرے نذر سر جر جودھن

مہا بھارت کی لڑائی کا واقعہ یہ ہے کہ چندر بنسی راجپوتون کے دو خاندانون کورون اور پانڈون مین کہ چچا زاد تھے کوروکھیتر یعنی کرنال کے میدانون مین تھانیسر ضلع پنجاب کے قریب بھاری جنگ ہوئی یدھشٹر پانڈون کا بڑا بھائی تھا اور جر جودھن کورون کا پیانتک کہ کورون قتل ہوے یہی یدھشٹر شہر دہلی کا بانی ہے۔

عبرت

جسے بیماری داء الاسد ہو	کرے روباہ تربک نفع اُس کو

اس شعر مین مسئلہ طب کی طرف اشارہ ہی داء الاسد جذام کو کہتے ہین چونکہ اس مرض کا ہجوم حملۂ شیر کی طرح ہوتا ہی یا یہ کہ مجذوم کا چہرہ شیر کی صورت پر ہوجاتا ہی یا یہ کہ یہ مرض اکثر شیر کو ہوتا ہی اس لیے داءالاسد کہلاتا ہی اور روباہ تربک لکوہ کا نام ہے۔

غالب

مری تعمیر مین مضمر ہی اک صورت خرابی کی	ہیولے برق خرمن کا ہی خون گرم دہقان کا

اس شعر مین فلسفہ کی اصطلاح کو بیان کیا ہی فلاسفہ کے نزدیک ہیولی ایک جوہر ہے صورت جسمیہ کا محل ہوتا ہے۔

مومن

ہر آہ کہ لب پہ ہے شرر ریز	دیپک کا ہے نغمہ جنون خیز

دیپک ایک راگ کا نام ہے جسکی تاثیر سے کہتے ہین کہ آگ لگ جاتی ہے

میر حسن

نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر
تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر

تسدیس و تثلیث نجوم کی اصطلاحین ہین تسدیس منجمین کی اصطلاح مین دو ستارون کے درمیان تفاوت تین یا زیادہ برجون کا ہونا ہے مثلاً قمر حمل مین ہو اور مشتری جوزا مین یا قمر جوزا مین ہو اور مشتری حمل مین اور یہ نصف دوستی ہے اور تثلیث منجمین کی اصطلاح مین یہ ہے کہ قمر کو سعد سے پانچ یا نو برج کا فاصلہ ہو مثلاً قمر حمل مین ہو اور مشتری اسد مین یا مشتری قوس مین ہو اس صورت مین حمل سے اسد تک پانچ خانے ہین اور حمل سے قوس تک نو خانے ہین اور یہ نظر تمام دوستی ہوتی ہے اور ستارہ سعد قمر کا خادم و ناظر ہوتا ہے۔

آتش

آتش عشق نے راون کو جلا کر مارا
گرچہ لنکا سا تھا اُس دیو کا گھر پانی مین

قصہ یہ ہے کہ رام سورج بنسی راجہ دسرت کے فرزند تھے وہ اپنی سوتیلی مان کے مکر و فریب کے سبب جنگل مین بھیجے گئے وہ اپنی بی بی سمیت بیابان چلے گئے وہان سے سنگل دیپ کا راجہ راون اُنکی زوجہ کو اپنی قلمرو مین لے گیا رام نے بہت سی فوج لیکر اُس پر حملہ کیا اور سمندر کا پل باندھ کر سنگل دیپ کو فتح کر لیا اور راون کو مار کر اپنی بی بی پھیر لی راون کو راکشس اور دیو مانتے ہین

یہ تو حقیقت سے دور ہے کہ آتش اپنے عوض اپنی شعر میں نظم کرے

میر حسن

عروس الخطوط اور ثلث و رقاع
شکستہ لکھا اور تعلیق سب
خفی اور جلی مثل خط شعاع
رہے دیکھ حیران اتالیق سب

یہ سب خطون کے نام ہین ابن مقلہ نے خط معقلی و کوفی وغیرہ سے چھ خط ایجاد کیے تھے ثلث توقیع محقق نسخ ریحان رقاع۔ ثلث و نسخ مین دو دانگ دور ہوتا ہے اور چار دانگ سطح جلی کو ثلث کہتے ہین اور خفی کو نسخ اور توقیع و رقاع مین ساڑھے چار دانگ دور ہے ڈیڑھ دانگ سطح جلی کو توقیع کہتے ہین اور خفی کو رقاع اور محقق و ریحان ساڑھے چار دانگ سطح اور ڈیڑھ دانگ دور جلی کو محقق خفی کو ریحان کہتے ہین پھر رقاع و توقیع سے استنباط کر کے ایک خط تعلیق ایجاد ہوا تعلیق کا سطح نہایت کم ہے پھر نسخ اور تعلیق سے آٹھوان خط نستعلیق ایجاد ہوا اور وہ تمام دور ہے بعدہ خوشنویسون نے خط نستعلیق اور تعلیق کو ملا کر خط شکستہ ایجاد کیا۔

حالی

چڑھا بھوت عشق و جوانی کا سر پر	تو پھر گھاٹ کے آپ ہین اور نہ گھر کے

اس شعر مین اشارہ ہی اس مَثَل مشہور کی طرف کہ دھوبی کا کتّا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

مصحفی

جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون	گیا غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا

اس شعر مین ایک مشہور معجزہ کیطرف اشارہ ہی شاعر نے بوجہ ناواقفیت کے غلط باندھا ہی طحاوی نے شکل الغرائب مین اسما بنت عمیس زوجہ جعفر بن ابی طالب سے روایت کی ہی کہ ایک بار بمقام صہبا ضلع خیبر مین جناب سرور کائنات سر مبارک حضرت علیؓ کی گود مین رکھے لیٹے تھے کہ وحی نازل ہوئی اور حضرت علیؓ نے ابھی عصر کی نماز نہین پڑھی تھی کہ آفتاب غروب ہوگیا پیغمبر خدا نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا تمنے ابھی نماز نہین پڑھی ہی جواب دیا نہین اُس وقت حضرت رسولؐ نے دعا کی الٰہی علیؓ اگرچہ تیری عبادت مین نہ تھا مگر تیرے رسول کی طاعت مین تھا تو آفتاب کو اُسکے لیے لوٹا دے اسما کہتی ہین کہ آفتاب ڈوب چکا تھا کہ یکایک پھر ظاہر ہوا اور دھوپ پھیل گئی اور حضرت علیؓ نے وضو کرکے نماز عصر ادا کی۔

ظفر

اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا	لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا

اسکا قصہ یہ ہی کہ ابرہہ حاکم یمن ایک جرار اور کثیر فوج لیکر مع ہاتھیون کے مکے کی طرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبے کو منہدم کردے اور بنی کنانہ کو قتل کرڈالے اُسوقت عبدالمطلب مع ہمراہیون کے پہاڑ پر چڑھگئے ابرہہ کعبے کے گرانے کی غرض سے حملہ آور ہوا اللہ جل شانہ نے اُن پر ابابیل کا ایک جھنڈ بھیجا جو اس لشکر پر سنگباری کرنے لگا جسپر وہ پتھر پڑتا تھا وہ اُس مقام پر رہ جاتا تھا۔

صنعت نسبت یعنی درمیان دو چیزون مخالف کے مناسبت بیان کرنا جیسے کوئی پوچھے کہ کنوئین اور آتشبازی مین کیا نسبت ہی جواب دینا چاہیے کہ چرخی یعنی یہ ایک چیز ایسی ہی کہ کنوئین پر بھی ہوتی ہی اور آتشبازی مین بھی ایسے ہی اگر پوچھے کہ بندوق اور مہاجن اور فرنگی مین کیا نسبت ہے تو جواب مین کہنا چاہیے کہ کوٹھی اس لیے کہ کوٹھی بندوق مین بھی ہوتی ہے اور کوٹھی مہاجون کی بھی کہلاتی ہی اور کوٹھی صاحب لوگ بھی بنواتے ہین مثال نظم کی یہ مستزاد انشا کے۔

مستزاد

نسبت وہ جو آرام سے ہی ہاتھ کو سُو کیا | کچھ سُوچ کے تبلا + ہی اس مین کلائی +

ولہ

نوبت کو ترے نام سے ہی میل یہ کیسا | مت کرتوا چنبھا + کہدے اری باجی +

و

وہ کونسی ہی چیز کہ ان جانوردن سے | اک ہی اُسے نسبت + اور جی نہین اسمین +
کیڑو نکے بردن سے جو بنے سُو نیکی چِڑیا | یعنی تری انگیا + اے جان زنا خی +

ولہ

الّو کا جی بھلا یہ کہو تھی کونسی نسبت | کس واسطے کل کیون + آنکھو نہ تمہاری +
جو لوٹ گیا دیکھ کے کل تیلیون والا + | کرنے مین تماشا + اُس مین بھی ہی تیلی +

ولہ

جھنڈ لیسے بھلا دھان کو ہی کونسی نسبت | تبلایئے صاحب + اس کو بھی نہ سمجھے +
لو بُو جھ چکے اور بس اب کھایئے خشکا | ہو جبکہ بھیرا + تو اب بھی نہ سمجھے +

ولہ

ہی مردون کے نامون مین خط سے کیسے نسبت | ہر اُس سے کہ جس بن + کچھ کام نہووے +
پہلے وہ لکھا جائے نہ جب کہ لفافہ | ہے یہ ترے انشا + اللہ کی قدرت +

صنعت ذو سخنہ یعنے دو باتون کا ایک جواب دینا مثال اسکی۔
مسافر پیاسا کیون۔ گدھا اداسا کیون۔ **جواب** لوٹا نہین۔
ایضاً گھوڑا کیون اڑا۔ پان کیون سڑا۔ **جواب** پھیرا نتھا۔
ایضاً بڑا کیون نہ کھایا۔ جوتا کیون نہ پہنا۔ **جواب** تلا نہ تھا۔
ایضاً گوشت کیون نہ کھایا۔ ڈوم کیون نہ گایا۔ **جواب** گلا نہ تھا۔
ایضاً ہاتھی کیون روکھا۔ کلال کیون بھوکا۔ **جواب** مدھ نہین۔
ایضاً دہی کیون نہ جما۔ نوکر کیون نہ رکھا۔ **جواب** ضامن نہ تھا۔
ایضاً دیوار کیون ٹوٹی۔ راہ کیون لوٹی۔ **جواب** راج نہین۔
ایضاً ستار کیون نہ بجائی۔ عورت کیون نہ نہائی۔ **جواب** پردہ نہ تھا۔

چوتھا جزیرہ اقسام نثر عیوب کلام اور سرقات شعر کے بیان مین

اس جزیرے مین ایک شہر لطافت خیز اور دو صحرا ے وحشت انگیز ہین۔

شہر نثر کی قسمون کے ذکر مین

پوشیدہ نہ رہے کہ کلام ناموزون نثر ہی اور موزون نظم ہی اور فقرہ نثر مین مثل بیت کے ہی نظم مین مثلاً مردم دیدہ آج گھر بیٹھے بہشت کی سیر کرتے ہین" ایک فقرہ ہی۔ "اللہ اللہ صفحۂ قرطاس کیا جوش بہار معانی ہی" دوسرا فقرہ ہی۔ تار نگاہ مین بے تکلف موتی پروے جاتے ہین" تیسرا فقرہ ہے۔ واہ وا کلک گہربار کی کیا دُرفشانی ہی" چوتھا فقرہ ہی یہ چارون فقرے ملکر نثر ہی فغان بیخبر کی اس شہر مین دو باغ ہین۔

پہلا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار الفاظ کے

نثر باعتبار الفاظ کے چار قسمین ہین۔ مُرَجَّز۔ مُقفّےٰ۔ مسجّع۔ عاری۔

بیان مُرَجّز

مُرَجَّز وہ نثر ہی کہ جس مین وزن شعر ہو اور قافیہ نہو یہ قسم بہت کم پائی جاتی ہو مثال اسکی یہ فقرہ فارسی سہ نثر ظہوری کا نثر رایتش سروین گلشن فتح خنجرش ماہی دریاے ظفر اس کا یہ وزن ہی فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان یا فعلن بکسر عین کا بتون نے بغیر سمجھے اس عبارت مین تصرف کیا ہی اور مقفے کرنیکے لیے فتح کے آگے نصر کا لفظ اور بڑھا دیا ہی اس سے نہ نثر مرجز رہی نہ مقفے۔

ولہ

قلمش ماشطۂ صفحۂ دہر +	رقمش منشیٔ چہرۂ مہر

اسکا یہ وزن ہی فعلاتن فعلاتن فعلان بکسر عین۔ اُردو مین آغا غنی کی یہ نثر جسکا وزن مفعول۔ مفاعیلن ہی یہ نثر انتخاب یادگار مولفۂ امیر مینائی کی تقریظ مین ہی نثر دیوان حقیقت کے مطلع کے ہین دو مصرع۔ اک حمد الٰہی ہی۔ اک نعت پیمبر ہی اس مطلع روشن کے معنی منور سے ہر ذرہ بھی ہی واقف۔ سُنتے ہین ازل سے سب۔ یہ مطلع نورانی۔ پر اسکے سوا ابتک۔ اس ساری غزل مین سے اک شعر نہین پایا۔ لیکن مجھے ہاتھ آیا۔ اسوقت غنی موقع مین سب کو سُناتا ہون۔ اس مطلع یکتا کا۔ جو حُسن ازل سے ہی۔ اسوقت موافق ہین۔ کیونکر نہ ثنا خوان ہون۔ سامان غزل خوانی۔ کیا خوب مہیا ہے۔ دربار مین حاضر ہین۔ نقاد زر معنے۔ عالم کو سخن میرا سُننے کی تمنا ہی"۔ یہان یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ وزن مین قید ضرور نہین۔ ملا غیاث الدین کتاب غیاث اللغات مین لکھتے ہین "پس مرجز نثرے باشد کہ کلمات فقرتین اکثر جاہا ہمہ ہموزن باشند در تقابل یک دگر بدون رعایت سجع"۔ اور مثال مین یہ نثر لاتے ہین "خیال ناظم بے تعلق قامت دلربائے ناموزون ست و قیاس ناثر بے تمسک کاکل مویائے نامربوط"۔ اور احسن القواعد کا مؤلف اس تعریف کا ترجمہ یون کرتا ہی "مرجز وہ نثر ہی کہ جسکے دو فقرون کے کلمات مقابل باہم ہموزن ہون اور قافیہ نہ رکھتے ہون جیسے "صرف اوقات بے ذکر واہب کارساز و خروج انفاس جز شغل خالق کردگار عین نقصان ست"۔ یہ مثالین نثر مرجز کی کسیطرح نہین بلکہ موازنہ کی وہ قسم ہین جسکو مماثلہ کہتے ہین اور بیان اسکا سجع مین آتا ہی نثر مرجز مین وزن شعر کا ہونا اور قافیہ نہونا مشروط ہی خدا جانے یہ حضرت سجع کسکو کہتے ہین سجع ہموزن ہونا دو لفظون کا ہی فقرتین یا مصرعین مین وہ یہان موجود ہی پھر بدون رعایت سجع کے کیا معنی شاید یہ بزرگ وزن کو برابر ہونا کلمات کا سمجھتے ہین اور سجع تقطیع شعر کو کہتے ہین سُبحان اللہ بہت ٹھیک فرماتے ہین اور خوب سمجھتے ہین اگر وزن شعر دارد و قافیہ ندارد فرماتے تو کیا حرج تھا ناحق مورد طعن ارباب دانش ہوے اور مرزا غالب وغیرہ کو اعتراض کرنے کا موقع ملا اور ناظرین کو غلطی مین ڈالا۔

بیان نثر مقفےٰ

نثر مقفےٰ وہ جو مرجز کے برعکس ہو یعنی قافیہ رکھتی ہو اور وزن نہو مثال اسکی یہ عبارت جادۂ تسخیر کی معشوق کی ہنستی پیشانی مین بوستان مسرت کی شان۔ عاشق کی جبین گلستان کے باب پنجم کا عنوان۔ اس کی سرنوشت رنگین مین حُسن کا افسانہ۔ اُسکے سرخط گلزار مین عبارت عاشقانہ۔ اس کی چوٹی بنگفتنے کا جواب اُسکی زلفون مین عشق پیچے کا پیچ و تاب۔ اسکی شمیم غالیہ بیز۔ اُسکی ہوا وحشت انگیز۔ اسکا چہرہ ارغوانی۔ اُسکا رنگ زعفرانی۔ اسکی بھوین شاخ بادام سے بہتر۔ اُسکی ابرو داغ لالۂ احمر۔ اس کی

آنکھیں نرگسی اُس کی گلابی ۔۱۔ پلکیں نقاب دار عروس چمن اُس کی ہوے مژہ آئینہ دار بےحجابی
رخسارے دونوں کے صحیفۂ گلستان شباب مگر یہ مرا اُن پر اعراب ۔ ہونٹھ گلبرگ انتخاب ۔ لیکن وہ
خشک یہ شاداب ۴ یاد رکھو کہ نثر مقفٰے کے دونوں فقرے الفاظ میں متساوی ہوں اور ایک
دوسرے سے زیادہ نہ ہو یا فقرۂ ثانی فقرۂ اول سے طویل ہو مگر نہ اس قدر کہ اعتدال سے
بالکل نکل جائے کیونکہ قافیے میں عمدہ تو اعتدال ہی ہے اور قطع نظر قافیہ سے اعتدال ہر اک شے
میں مطلوب ہوتا ہے اور نفس بالطبع ادھر میل کرتا ہی جہاں تین فقرے واقع ہوں تو جائز ہی کہ پہلے
اور دوسرے فقرے میں چار چار لفظ ہوں اور تیسرے فقرے میں دس یا گیارہ اور تینوں فقرے
متساوی بھی لکھتے ہیں یا فقرۂ ثانی فقرۂ اول سے چھوٹا ہو مگر یہ عیوب میں داخل ہی اسلیے کہ سامع کو
چھوٹے فقرے کے سن لینے کے بعد بھی اُس شخص کا سا انتظار رہتا ہی جو کسی شے کی انتہا اور غایت کا
منتظر ہو ۔ نثر مقفٰے دو حال سے خالی نہیں ہوتی یا مقفاے قصیر ہوتی ہی یا طویل ۔ قصیر کے دونوں
فقروں میں کم الفاظ ہوتے ہیں اور اُسکے ہر ایک فقرے کے الفاظ کی حدود سے دس تک ہی اور جتنا کم
ہو احسن ہے کیونکہ قوافی قریب قریب واقع ہونگے جیسے اس نثر میں یار محمد خان شوکت کی نثر تقصیر
معاف ہو ۔ بڑے بے انصاف ہو کل کی بات بھول گئے ۔ جو آج بھول گئے ۔ خوش تقریر ہو ۔ مگر بڑے
شریر ہو ۔ اور مقفاے طویل میں ہر فقرے کی تالیف گیارہ سے بیس لفظوں بلکہ اس سے بھی زیادہ
تک ہوتی ہے ۔

بیان نثر مسجع

نثر مسجع وہ ہی کہ الفاظ فقرتین وزن میں برابر ہوں اور حرف آخر میں بھی موافق ہوں یعنے پہلے فقرے
کے تمام الفاظ دوسرے فقرے کے تمام الفاظ سے وزن و حرف آخر میں موافقت رکھتے ہوں نظم میں
یہ صنعت آپڑے تو مرصع اور نثر میں آوے تو مسجع کہینگے اور اس صناعت کے بعض ماہروں نے جو سجع کی
مذمت کی ہی تو اُن کی طبیعتوں کی کمزوری کے سوا ظاہرا کوئی وجہ نہیں معلوم پڑتی کیونکہ اگر یہ صنعت
فی الحقیقت مذموم ہوتی تو قرآن شریف میں کیوں واقع ہوتی ہم کو کوئی سورۃ سجع اور موازنہ سے
خالی نہیں ملتی علی بن عیسیٰ نے جو کہا ہے کہ کلام میں قافیہ ہو اور وزن نہو تو مراد یہ ہی کہ وزن شعری نہو
اس طرح کہ نظم نہ بن جاے اور ہمنے جو لکھا ہے کہ فقروں کے الفاظ وزن میں برابر ہوں اس سے مراد
یہ ہے کہ ایک لفظ دوسرے لفظ کا ہم وزن ہوے نثر مسجع میں فقرے طویل بھی ہوتے ہیں اور قصیر
بھی ۔ اور فقروں کے طویل و قصیر ہونے کی کیفیت یہاں بھی وہی ہی جو نثر مقفٰے میں ہوتی ہے

مثال نثر مسجع کی کان ملاحت معدوم میان معدن بیوفائی چالاک یگانہ دلبر عیار کے شوق مین بیقرار ہون اور جان صباحت موہوم دہان مخزن دربائی سفاک زمانہ کا فرطرار کے ذوق مین اشکبار ہون دریاے لطافت کے مؤلف نے اسکی مثال مین یہ عبارت لکھی ہی "پونڈا ایسا اتنا بڑا کہ جسکی بڑائی بیان سے باہر ہی پونڈا میٹھا ایسا بھلا کہ اُسکی بھلائی گمان سے بڑھکر ہی" باوجودیکہ ایک فقرے کا لفظ دوسرے فقرے کے لفظ کا ہم وزن ہے نظم سے ہر ایک فقرہ خارج ہی اگر نثر مسجع کے الفاظ مین برعایت صنعت تجنیس کی بھی ہو یعنے فقرہ ثانی ہو بہو فقرہ اول کی نقل ہو مگر معنی جداگانہ ہون تو یہ نہایت خوبی ہے اور اسکو **صنعت ترصیع مع التجنیس** کہتے ہین مثال یہ فقرہ دریاے لطافت کا "مقصود بیگ دو مقصود بیگ دو"

واضح ہو کہ اس صنعت کا حُسن یہ ہی کہ دونون فقرون مین کوئی لفظ مکرر نہ واقع ہو۔

بعض کے نزدیک سجع نثر مین مرادف ہی مقفیٰ کا یعنی اُنکے نزدیک سجع کی یہ تعریف ہی کہ پہلے فقرے کے آخر کا کلمہ دوسرے فقرے کے آخر کے کلمے سے قافیہ مین موافق ہو چنانچہ سکاکی نے کہا ہی کہ سجع نثر مین ایسا ہے جیسے نظم مین قافیہ اور جو تعریف سجع کے واسطے مذکور ہوئی وہ اُن لوگون کے نزدیک مرصع کی تعریف ہے خواہ نظم مین جاری ہو یا نثر مین دونون جگہ مرصع ہی کہتے ہین اور اس کو مثل متوازی اور مطرف اور موازنہ کے سجع کی ایک قسم قرار دیتے ہین۔

سجع متوازی وہ ہی کہ فقرون کے آخر کے دو لفظ وزن اور حرف آخر مین متفق ہون جیسے دقار حصار از **مذہب عشق معروف بہ قصۂ گل بکاؤلی** جس کوچہ و بازار مین جاتی وہان اسباب عیش مہیا پاتی یہ جاتی اور پاتی دونون لفظ وزن اور حرف آخر مین موافق ہین۔

جسکی طرف چشم سُرمہ سا اُٹھاتی اُسے نقش پا کی طرح مٹاتی اور جسدم تیغ ابرو یا خنجر مژگان دکھاتی اہل نظر کو بسمل کی طرح لٹاتی۔

اُٹھاتی مٹاتی کے اور دکھاتی لٹاتی کے مقابل ہی اور یہ رعایت نظم مین بھی ہو سکتی ہی جیسے اس شعر مین۔

صابر شاہ دہلوی

جو ہم بستر نہو ہمسے تو اُسکی کیا شکایت ہے	نظر بھر کر ہمین اک دیکھنا اُسکا کفایت ہی

بختاور سنگھ غافل

بیمار عشق کی نہ دوا ہو طبیب سے	مرجائے یا جیے کوئی اپنے نصیب سے

غالب

نظام الدین کو خسرو سراج الدین کو غالب	ملے دو مرشد دن کو قدرت حق سے ہین دو طالب

اگر سارے الفاظ اسیطرح ہون تو مرصع کہینگے۔

سجع مطرف یہ ہے کہ فقرے کے کلمات اخیر وزن ہین مختلف اور حرف آخر مین متفق ہون مثال اسکی گل بکاؤلی مین اگر حکم ہو تو چند روز کے واسطے ہجنسون کی صحبت مین جاؤن اور اُن کے آب وصال سے اس آگ کو بجھاؤن "جاؤن اور بجھاؤن" کا وزن ایک نہین لیکن حرف آخر ایک ہی اور یہ رعایت نظم مین بھی ہو سکتی ہے جیسے اس شعر مین۔

منیر لال آرام

اُسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل	ہمد مو مجھ سے یہ کہتے ہو نہ تو یار سے مل

یار و اغیار وزن مین مختلف ہین لیکن حرف آخر دونون مین رائے مہملہ ہے۔

سجع موازنہ اُسے کہتے ہین کہ دونون فقرون کے الفاظ آخر متفق الوزن ہون لیکن حرف آخر مختلف ہو جیسے اس فقرے مین کتاب **توبۃ النصوح** کے دیکھو روح یہ ایک جوہر لطیف ہی اور مجھکو بہت عزیز "لطیف اور عزیز" موزان ہین لیکن حرف آخر مختلف ہی۔

اسی مثال مین ہی نواب غوث محمد خان والی جاورہ کی سیر محتشم کی یہ عبارت غرض جس کسی نے عدم سے وجود مین آکر تماشائے موجودات نہین کیا وہ کالمعدوم ہے اور جس مرد نے اپنی زندگی ایک گوشے مین بیٹھکر بسر کی وہ گویا زن مستور ہے۔

تنبیہ یہان یہ امر لائق غور ہی کہ سجع کی تعریف تو یون کی گئی ہی کہ دونون فقرون کے اخیر کے الفاظ باعتبار وزن اور حرف اخیر کے موافق ہون اور موازنہ کو سجع کی ایک قسم قرار دے کر اسکی تعریف مین لکھا ہے کہ دونون فقرون کے کلمات اخیرہ وزن متفق رکھتے ہون اور حرف اخیر مختلف حالانکہ سجع کی تعریف موازنہ پر صادق نہین آتی کیونکہ اُس مین فقرون کے آخر کے کلمات مین قافیہ موجود ہی اور اُس مین مفقود بنابران صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک موازنہ اور سجع مین مباینت ہی اور کتاب مثل السائر کا مصنف کہتا ہے کہ موازنہ سے سجع اخص ہی اسواسطے کہ سجع مین الفاظ آخر متحد الوزن والقوافی ہوتے ہین اور موازنہ مین الفاظ آخر صرف متساوی الوزن ہوتے ہین اُن کے حروف آخر ایک نہین ہوتے جداگانہ ہوتے ہین یہی یحیی بن حمزہ بن علی نے طراز مین لکھا ہے پس موازنہ شرط اتحاد وزن الفاظ آخر مین تو سجع کا شارک ہی اور حرف [illegible] کی موافقت مین مخالف اس صورت مین ہر ایک سجع موازنہ

ہے اور ہر ایک موازنہ سجع نہین مولوی امام بخش صہبائی اس مقام کی توضیح مین لکھتے ہین کہ اس صنعت
کی تعریف مین اگر الفاظ اخیرہ کے فقط وزن مین موافق ہونے سے یہ مراد ہے کہ موازنہ مین الفاظ اخیر کا
حرف اخیر مین مخالف ہونا واجب ہے تو اس صورت مین سجع اور موازنہ مین تباین ہوا یعنی نہ صفت
سجع کی موازنہ پر صادق آئے گی اور نہ صفت موازنہ کی سجع پر کیونکہ سجع مین حرف اخیر کی موافقت
واجب ہے اور یہان مخالفت اور اگر یہ مراد ہے کہ موازنہ مین وزن کی موافقت شرط ہے اور حرف اخیر کی
موافقت شرط نہین یعنی ہو ہو نہو اس صورت مین ایک جگہ سجع اور موازنہ دونون صادق آجاوینگے
جیسے وصال دوست کا محض خیال ہے اور رحم کرنا رقیب کا محال ہے " شرط سجع اور موازنہ دونون
کی پائی جاتی ہے یعنی موافقت حرف اخیر کی اور یہ شرط سجع کی ہے اور موافقت وزن کی اور یہ شرط
موازنہ کی ہے اور ایک جگہ موازنہ پایا جائے گا بدون سجع کے جیسے دل معاد سے غافل ہے اور جان
ذکر سے فارغ اور ایک جگہ سجع پایا جائے گا بدون موازنہ کے جیسے رقیب کی طرف سے خار سے ہے
اور سینہ دوست کے جور سے افگار ہے " خار اور افگار بطور سجع کے ہین نہ بطور موازنہ کے اور حدائق البلاغت
کے مصنف سے تعجب ہے کہ موازنہ کی تعریف مین آپ ہی لکھا ہے کہ موازنہ وہ ہے کہ دونون فقرون کے الفاظ اخیر وزن مین
متحد ہون اور حرف اخیر مین مختلف اور پھر اسکو ایک قسم سجع کی قرار دیا ہے حالانکہ سجع مین شرط یہ ہے کہ حرف اخیر مین
موافقت ہو نہ مخالفت اس تحقیق سے واضح ہوا کہ موازنہ سجع کی قسم نہین اب رہی یہ بات کہ آیا موازنہ نثر کے ساتھ
خصوصیت رکھتی ہے یا نظم مین بھی جاری ہوتی ہے اس باب مین بھی ہمکو مولوی امام بخش صہبائی کی
تحقیق کامل پسند ہے کہ انھون نے میر شمس الدین فقیر کے اس قول پر کہ یہ صنعت نظم مین نہین آتی کیونکہ
نظم کے اخیر مین قافیہ واجب ہے اعتراض کر کے توجیہ وجیہ کے ساتھ لکھا ہے کہ جن لوگون نے یہ توہم کیا
ہے کہ موازنہ مختص نثر کے ساتھ ہے محض بیجا ہے کیونکہ وہ نثر اور نظم دونون مین جاری ہوتی ہے اور یہ
توہم نثر سے خصوصیت رکھنے کا اس سبب سے ہے کہ عربی کتابون مین اس صنعت کی تعریف مین لکھا ہے
کہ وہ مساوی ہونا دو فاصلون کا ہے وزن مین اور فاصلہ نثر کے الفاظ اخیرہ ہی کو کہتے ہین اور یہ نہ جانا
کہ ذکر فاصلے کا بطریق احتراز کے نہین ہے تاکہ اس سے نظم خارج ہو جائے بلکہ بطریق مثال کے ایک کا
ذکر کر دیا ہے اور اختصار کی وجہ سے مصرع کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور چونکہ یہ صنعت نظم مین جاری ہوتی ہے
شرح کرنے والون نے فاصلے کے آگے لفظ مصرع کا بھی لاحق کر دیا ہے الحاصل یہ موازنہ نثر اور نظم
دونون مین آسکتی ہے اور اگرچہ نظم مین مقفےٰ ہونا شرط ہے لیکن سوائے مطالع و مثنوی و مسدس و ترکیب
بند و ترجیع بند کے ہر ایک شعر مین لانا ممکن ہے مثال اسکی۔

مرزا محمد [illegible] گستاخ

جی لگایا تھا سمجھ ہووے گی فرحت حاصل ۔ یہ نہ جانا تھا کہ [illegible] آوے گی قیامت لازم

منیر

ملک نظم نثر میں اس طرح خادم ۔ ردیف و قوافی میں جس طرح حاجب
نمک زخم دل پہ ہوا بحر مالح ۔ سفائن میں طوفان کا خوف غالب

غالب

بوسہ دینے میں اُن کو ہے انکار ۔ دل کے لینے میں جن کو تھا ابرام

میر تقی

رہے ہمیشہ تیرے دوستوں کے ساتھ اقبال ۔ عدو کو تیرے نہ دے فرصت ایکدم ادبار

موازنہ میں اگر تمام الفاظ نثر یا نظم کے اندر ایسے ہی واقع ہوں کہ وزن میں موافق اور حرف آخر میں مختلف ہوں تو اُسکو **مماثلہ** کہتے ہیں اور یہ مماثلہ موازنہ میں ایسے ہی جیسے سجع میں ترصیع اور یہ بھی نثر اور نظم دونوں میں آتی ہے اور جن لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ مماثلہ مختص نثر کے ساتھ ہی غلط ہی مثال نثر کی فارسی میں وہی ہے جو ملا غیاث الدین نثر مرجز کی مثال میں تحریر فرماتے ہیں اور اُنکی اتباع سے مولوی حفظ اللہ مصنف انشاے فیض رسان اپنی انشا میں لائے ہیں (خیال ناظم بے تعلق قامت دلربائے ناموزون ست وقیاس ناثر بے تمسک کاکل مویائے نامربوط) اللہ اللہ کیا لیاقت اور کیسی ہمہ دانی ہے کہاں نثر مرجز کی تعریف اور کہاں مماثلہ کی مثال بھلا غالب کیوں نہ روئیں اور کس طرح نہ چلائیں اور نظم کی مثال یہ ہے۔

اسیر

گیسوے حور جنان ہے اسی توسن کی عنان ۔ حلقۂ چشم ملک ہے اسی مرکب کی لگام

غالب

اے شہنشاہ فلک منظر و بے مثل و نظیر ۔ اے جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل
تیرا انداز سخن شانۂ زلف الہام
تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

یاد رکھو کہ عبارت مسجع و مرصع و مقفیٰ ہر وقت معاملات میں بولنا منع ہے کیونکہ تکلف سے خالی نہیں البتہ دعاؤں اور خطبوں اور کتابوں وغیرہ میں جائز و مناسب ہے۔

سجع نگین

سجع کے لغوی معنی آواز کبوتر و قمری کے ہین اور اصطلاح مین سجع وہ ہی جو اوپر بیان ہوا اور سجع نگین کو بھی کہتے ہین یعنے کسی شخص کا نام فقرہ یا آیت کلام الٰہی یا مصرع وغیرہ مین مندرج کرکے نگین پر کھُدواتے ہین اُسکو بھی سجع بولتے ہین مثال اسکی لاتقنطوا من رحمۃ اللہ اس آیت سے رحمۃ اللہ نام مراد ہے۔

ایضاً در شہر علم محمد علی ؛ یہ سجع محمد علی کے نام کا ہی اور اس مین تلمیح ہی اس حدیث کی طرف انا مدینۃ العلم و علیؓ بابہا۔

ایضاً بروز قیامت محمد شفیع ؛ یہ سجع محمد شفیع کے نام کا ہی معلوم کیا چاہیے کہ اُستادان فن نے یہ بات قرار دی ہے کہ سجع مین فعل ماضی و مضارع و ضمیر و حرف رابطہ وغیرہ حتی المقدور نہ آنے پائے اور اگر سواے ماضی کے فعل مضارع یا ضمیر آئے تو کچھ مضائقہ بھی نہین اور اس زمانے مین اس کی کچھ قید نہین ہے۔

سجع من غلام قنبرم قنبر غلام حیدر ست + اس سجع مین لطف یہ ہی کہ مولوی غلام قنبر جنکے نام کا یہ سجع ہے اُنکے والد کا نام غلام حیدر ہی۔ اور یہ سجع زبان اُردو مین اور بھی زیادہ لطیف ہوتا ہی **مؤلف** مین ہون غلام قنبر قنبر غلام حیدر + حافظ احمد یار کا الشا نے سجع کہا ہی ؎ اللہ حافظ احمد یار ؛

سجع نام محمد کالے + یہ سجع محمد کالے کے نام کا ہے۔

ایک شخص کا نام غلام علی اور باپ کا نام غلام محمد ہی ذوق نے سجع کہا ہی ؎ پدر غلام محمد پسر غلام علی + سید احمد حسن کے نام کا سجع غالب نے یون لکھا ہے ؎ دل حیدر و جان احمد حسن۔

بیان نثر عاری

اس کے الفاظ مین نہ وزن کی قید ہی نہ قافیہ کی یعنی ان سب باتون سے عاری ہوتی ہے اور اس کو روزمرہ اُردو بھی کہتے ہین اور آج کل اُردو مین اس قسم کی نثر بہت مروج ہی مثال یہ عبارت دیباچۂ آبحیات کی ہی **نثر**۔ آزاد ہندی نہاد کے بزرگ فارسی کو اپنی تیغ زبان کا جوہر جانتے تھے مگر تخمیناً سو برس سے کل خاندان کی زبان اُردو ہی بزرگون سے لیکر آج تک زبانون کی تحقیقات مین کمال سرگرمی اور جستجو رہی۔ اب چند سال سے معلوم ہوتا ہی اس ملک کی زبان ترقی کے قدم برابر آگے بڑھا رہی ہی یہان تک کہ علمی زبانون کے عمل مین دخل پیدا کر لیا اور عنقریب بارگاہ علم مین کسی درجہ خاص کی کرسی پر جلوس کیا چاہتی ہی ایک دن اسی خیال مین تھا اور دیکھ رہا تھا کہ کس طرح

اس نے ظہور پکڑا کس طرح قدم بہ قدم آگے بڑھی کس طرح عہد بہ عہد اس درجے تک پہونچی تعجب ہوا کہ ایک بچۂ شاہجہانی بازار مین پھرتا ملے شعرا اُسے اُٹھالین اور ملک سخن مین پال کر پرورش کرین انجام کو یہانتک نوبت پہونچے کہ وہی ملک کی تصنیف و تالیف پر قابض ہوجائے۔

یہ بات بھی افسوس کے ساتھ لکھنے کے لائق ہی کہ کتاب ہفت قلزم جو ایک کتاب ضخیم فن لغت مین غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے نام سے مرتب ہوئی ہی اُس مین مثال نثر عاری مین یہ دو فقرے ظہوری کے مندرج ہین "دانش سرو بن گلشن فتح خنجر شماہی دریاے ظفر" اللہ ہر ایک شخص کو غلطی سے بچائے۔

دوسرا باغ نثر کی قسمون مین باعتبار معنی کے

نثر کی بلحاظ معنی کے دو قسمین ہین سلیس اور دقیق سلیس وہ ہی کہ جسکے معنی بسہولت سمجھ مین آجائین اور دقیق وہ ہی جسکے معنی دقت سے سمجھے جائین ان مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین سادہ اور رنگین سادہ وہ ہی جس مین مطلب کو بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو اور رنگین وہ ہی کہ اداے مطلب مین ایک طرح کے الفاظ کی رعایت کی ہو مثلاً اگر شام کا ذکر آئے تو شام غریبان کی اُداسی کبھی رات کا سناٹا کبھی تاروں کی چھاؤن کو چاندنی اور اندھیری کے ساتھ دکھایا جائے اور جو صبح کا بیان ہو تو رات کی رخصت سیاہی کا چھٹنا نور کا ظہور آفتاب کا طلوع مرغزار کی بہار مذکور ہو اور بہار کا ذکر آیا ہی تو آخر تک اُسی کے مناسب لکھدین یا علم کا ذکر آئے تو اسکے مناسب لکھین غرض جس حالت کو لین اس کا سمان باندھ دین۔ خلاصۂ کلام یہ ہی کہ معنے کے اعتبار سے نثر کی چار قسمین ہین۔

سلیس سادہ

جسکے معنی بسہولت سمجھ مین آئین اور مطلب کو اُس مین بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے سر سید احمد خان مرحوم کی اس عبارت مین نثر آمدنی کے ذریعون مین ظاہرا دو ذریعے ایسے معلوم ہوتے ہین جو تمام ذرائع کو حاوی ہین ایک زراعت اور دوسرا تجارت مگر ان دو ذریعون مین زراعت تو ایک ایسی چیز ہی کہ اُس مین انسان ایک خاص قسم کی ترقی کرسکتا ہی اور وہ بھی ایک حد معین تک مگر تجارت ایک ایسا عام اور قابل ترقی ذریعہ ہی کہ اسکے سبب سے انسان کو اصناف و انواع کی ترقی حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہی اور اسکے واسطے کوئی ایسی حد نہین نکلتی جسکے آگے ترقی ناممکن ہو بلکہ جہانتک انسان کی عقل کی رسائی ممکن ہے وہان تک اس کی بھی ترقی ممکن ہے

اور یہی ایک ایسی چیز ہی جس مین انسان اپنے ہر طرح کے کمالات اور خوبیان ظاہر کرسکتا ہی اور وہی تمام صناعیون دستکاریون اور ہنرمندیون کی جڑ ہے ۔

دقیق سادہ

وہ ہی جس کے معنی وقت سے سمجھے جائین اور اُس مین مطلب کو بدون رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے یہ عبارت حضرت اُستادی مولوی عبد الحق صاحب خیرآبادی مرحوم کی امیر اللغات کی تقریظ مین ۔

نثر ہر زبان جو ما فی الضمیر کی ترجمان ہی اپنی خصوصیات مین ضرور امتیاز رکھتی ہے اگرچہ وہی مفردات وہی مرکبات وہی کنائے وہی تمثیلین وہی مقام استعمال وہی مثلین وہی مقولے ہین جو لغات مین مستعمل ہین لیکن خصوصیات لسانی کا بتانا نہایت مشکل اور نکتہ لاینحل ہی یہ مسلم ہی کہ لغت کا موضوع لفظ مفرد ہی مفردات کے اصلی مادے کی جستجو اشتراک لفظی یا معنوی حقیقت یا مجاز کا بتانا اسکے عوارض ذاتی اور محل بحث ہین لیکن اسکے موضوع کو جو مختلف خلطون سے مخلوط ہو کر ہر خاص وعام کی زبان پر آتا ہی اس حد پر ملحوظ رکھنا کہ خاص زبان اور اُسکے الفاظ اور مستعملات اخاںیط ناگہانی سے الگ ہو کر ممتاز رہین یا بحث کے مقامات اُن عوارض سے الگ ہون جو عوارض ذاتی یا نوع عوارض ذاتی سے جدا اور اغراض غریبہ مین داخل یا اُس کے عین ہین کوئی آسان امر نہین کبھی کبھی اس عموم موضوعیت کے علاوہ خاص خاص وہ پہلو بھی مبحوث عنہ ہو جاتے ہین جو خاص ایک زبان سے متعلق اور دوسری زبان کے موضوع یا عنوان موضوع کے خلاف ہوتے ہین مثلاً بعض جملے جو ہیئت ترکیبی کی وجہ سے مفردات کے کل ہین اور مفردات اسکے جز ہین ۔ بظاہر موضوع کی نوعیت اور شخصیت سے الگ اور جدا ہوتے ہین جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کیون یہ محل بحث اور موضوعیت مین داخل ہین

رنگین

وہ ہی جس کے معنی سہل ہونے کے ساتھ ادائے مطلب مین مناسبات الفاظ کی رعایت ہو جیسے فسانہ عجائب کی اس عبارت مین **نثر** اس سال نیا ساز و سامان ہے ہولی شب برات بہار کے دست و گریبان ہی باغبان ازل دفینۂ چمن نکالے گا بوٹہ بیٹا جوبن نکالے گا نسیم سحر غنچون کی گانٹھ ٹٹولنے لگی عبیر اور گلال گرہ سے کھولنے لگی تختۂ لالۂ چراغان کا ڈھنگ دکھاتا ہی نہرون مین فوارہ پچکاری کا رنگ دکھاتا ہی کوسون تک سبز مخمل کا فرش بچھا ہی شاداب کوہ و صحرا ہی پتا پتا کان زمرد کا بنا دیتا ہی شبنم کا قطرہ دُر بے بہا کا آویزہ ہی کوہ مین کبک دری کا قہقہہ باغ مین بلبل کا نالہ ہے

صحن گلزار مین سبزے نے سر نکالا ہی جس قلمتراش مین شاخ کا دستہ ہے قوت نامیہ کے فیض سے یک قلم گلدستہ ہی اس گلشن ایجاد مین کیا نمونۂ قدرت پروردگار ہی کہ دست و گریبان خزان و بہار ہی اگر شاخ سے کوئی پتی مُرجھا کر ٹوٹتی ہی تو برابر سبز کونپل پھوٹتی ہے گُل کی ہنسی پر گریۂ شبنم ہی کہ مہلت یہان بہت کم ہی بشر کو لازم ہی کہ فرصت کو غنیمت جان کر اِن خیالون سے در گذرے جو امر ضروری ہو اُسکو کر گذرے لہذا صدر نشینان بزم طرب و سرور انجمن آرایان جلسۂ شادی و سور کی خدمت مین اُمیدوار ہون کہ ازراہ دوستانہ بے عذر و بہانہ رونق بخش جلسۂ احباب ہون خاکسار رہین منت ہوگا۔

ہندوستان کی اصطلاح مین ایسے لوگون کو کہ گفتگو مین مناسبات کا استعمال بالالتزام کرتے ہین **جگت باز** اور **ضلع بولنے والا** کہتے ہین کوئی کلام اُن کا خالی تجنیس اور مراعات نظیر اور ایہام سے نہین ہوتا ایسے شخص کو فارسی مین **بذلہ سنج** اور **لطیفہ گو** بولتے ہین۔

مولوی غلام امام شہید کے اس رقعہ مین شطرنج کا تلازمہ ہی۔

درشہسوار میدان صفوت وصفا زینت افزاے بساط محبت و ولا سلامت بندہ حرارت قلب کے عارضے سے تو حیران اور ششدر رہتا ہی تھا اب ضعف دماغ کی بیماری نے اور بھی عاجز اور زچ کر دیا ہے ہر دم یہی سُوچ اور منصوبہ آتا تھا کہ کدھر جاؤن اور کون ایسی چال چلون کہ یہ عارضہ بڑھنے نہ پائے بارے اِن دنون حکیم شاہرخ مرزا صاحب اس شہر مین وارد ہوے تعریف اُن کی اور سادگی مزاج کی بہت سُنی جاتی تھی کہ اُنکے نزدیک بادشاہ اور وزیر اور فقیر مسکین اور امیر فیل نشین دونون برابر ہین مریضون کی خبرگیری کے واسطے صبح سے پہر رات گئے تک بارہ دری مین شطرنجی بچھائے بیٹھے رہتے ہین یون تو حیات ممات پر کسی کا اختیار نہین ہی اور زہر مہرہ اور شربت انار اور خطمی خبازی کون طبیب نہین جانتا لیکن دست شفا بھی رکھتے ہین اور عطارون کو بیمارون کا مال مار لینے اور اپنی منفعت اور خورد و برد کے واسطے گران چیز بیچنے کی اجازت نہین دیتے اس واسطے چاہتا ہون کہ اُن کی خدمت مین رجوع لاؤن لیکن مکان اُن کا فاصلے پر ہے پیادہ پا نہین جا سکتا اگر کسی طرح کا حرج نہو تو صبح کو گھوڑا خواہ پالکی بھیجدیا کیجیے اور جو کچھ تامل ہو تو یار شاطر ہون نہ بار خاطر ہمت نہین ہارا ہون یون بھی جا سکتا ہون نہین تو لالہ اندرجیت چودھری یا مظفر زین والے کی گاڑی کرایہ کو منگالیا کرونگا۔

ایضاً قرارت کے تلازمہ مین۔

حافظ صاحب کرم فرما میرے زیادہ ہون الطاف آپ کے بعد شوق ملاقات مسرت آیات کے کہ اسکی تمنا مین موے آتش دیدہ کی طرح پژمردہ رہتا ہون گذارش یہ ہو کہ آج خدمت مین حاضر ہونے کا عزم بالجزم تھا لیکن واقعہ عجیب یہ پیش آیا کہ قاری محمد حسن صاحب کے انتقال سے جلسہ کا جلسہ درہم برہم اور سارا مدرسہ زیر اور زبر ہو گیا اسی سبب سے متوقف ہو کر صحیفۂ معذرت ارسال کیا چاہتا تھا کہ حافظ محمد شاکر صاحب ایک جلد کلام مجید لکھنؤ کے چھاپے کی آپکے پاس سے لائے سبحان اللہ جیسا کہ کلام اللہ مین چاہتا تھا ویسا ہی میسر ہوا اگرچہ حافظ محمد یٰسین صاحب بمبئی کے چھاپے کی تعریف بہت مد اور شد کے ساتھ کرتے تھے لیکن اُسکے خط کو اسکے خط کے ساتھ مطلق مناسبت نہین ہی اب مجھے وقف کرنا چند جلدون کا منظور ہی سودا اگر کا اگر چند روز ٹھہراؤ ہو تو ویسا مطلع فرمایئے آپکی طبع عالی ہمیشہ مصحف کی تلاوت کی طرف مائل اور دست آرزو گردن مقصود کے ساتھ حمائل رہے۔

دقیق رنگین

یعنی عبارات کے معنی مشکل ہونے کے باوجود ادا ے مطلب مین مناسبت الفاظ کی رعایت بھی ہو جیسے تذکرۃ الشعرا کی اس عبارت مین نثر ذوق تخلص طوطی شکرستان شیرین زبانی بلبل چمن زار رنگین بیانی صیرفی نقود کمال دستہ بند رنگینی مقال بانی بناے فصاحت میزاب گلشن بلاغت فارس مضمار سخن وری شہسوار عرصۂ معنی پروری مسند نشین ایوان دانش و آگاہی اُستاد حضرت ظل الٰہی شیخ ابراہیم مخاطب بہ خاقانی ہند سایہ تربیت ظل سبحانی مین شب جوانی کو صبح پیری تک پہونچایا اور رضاے مرشد آفاق مین اپنے ہواے نفسانی کو یک قلم مٹا دیا۔

ایضاً بلندی مرتبہ کو لباس خاکساری مین ایسا چھپایا تھا جیسے گرد مین آسمان، رعونت تونگری کو ملک کوب فقر مین ایسا دبایا تھا جیسے زمین کے نیچے گنج شایگان الرحلم کا پانون قلہ کوہ پر نہ پڑتا بیخ کوہ گرانی بار سے پشت گاؤ زمین پر تکیہ کرتی اور اگر علم کی آنکھ باریک بینی کی طرف متوجہ ہوتی کثرت مین معنی وحدت کو صورت کثرت سے روشن تر مشاہدہ کرتی۔

ایضاً ایک جانب ہجوم امراض گوناگون اور افراط عوارض بوقلمون نے عافیت مزاج پر ایسا عرصہ تنگ کر دیا کہ دائرہ صحت نقطۂ موہوم کے حوصلے سے ہم آغوش ہو گیا تفرج گلزار شباب کے آغاز سے سیر مقامات شیخوخت تک حوادث دہر سے بھی نشیب فراز پیش آتے رہے اور نقطے بھی اسباب تشویش کے صرف احوال ہوتے رہے ان موانع وعوائق کی مزاحمت کیا روا رکھتی تھی کہ پاے ثبات کو دامن فراغ خاطر مین

تردد سے باز رکھے اور خامہ ودوات کی دستیاری سے ذخائر طبیعت کو کبھی نظر ثانی کے زیور اصلاح سے مزین کرے اور کبھی گنجینۂ کتاب مین مخزون۔ روزگار کی اسقدر ناساعدی سے زمانہ حال مین پائے شکستگان مواضع دور دست اور استقبال مین متوقعان نقود ہستی کے حق مین زیان عظیم متصور تھا۔

ایضاً ادب اور تواضع ایک جامہ ہو اُسکے قامت احوال پر راست اور خلق و مروت کا ایک ذخیرہ ہے اُسکے گنجینۂ طبع مین بے کم وکاست۔ ضمیر صافی اور فروغ مشرق اور آفتاب شوخی فکر اور طبع لمعۂ برق اور سحاب۔

اکثر ایسا سننے اور دیکھنے مین آیا ہی کہ بعض صاحب طبع نظم یا نثر مین جس خوبی کے ساتھ مدح لکھتے ہین اُس طرح ہجو نہین لکھ سکتے۔ یا جس عمدگی کے ساتھ ہجو لکھتے ہین اُس طرح مدح نہین لکھ سکتے یا جس شوکت سے مرثیے تحریر کرتے ہین اُس طرح تہنیت کے مضمون نہین تحریر کر سکتے یا جو زور اُن کی تہنیتون مین ہوتا ہی وہ زور مرثیون مین نہین ہوتا اور جو لوگ خیالی مضامین لکھنے کے عادی ہوتے ہین وہ واقعات کو اُس خوبی سے ادا نہین کر سکتے جس خوبی سے فرضی قصے کہانیان لکھ دیتے ہین کیونکہ حکایتون اور فصون مین اپنی طبیعت کے لگاؤ کے موافق جو مناسب معلوم ہوا لکھا بخلاف واقعات کے کہ وہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے اُس مین معانی کا تجدد حوادث ایام کے تجدد پر منحصر ہے اور اس کا تجدد تجدد انفاس پر مقرر ہے۔

صحراے اول عیوب کلام مین

خیر البلاغت مین لکھا ہے کہ نظم و نثر مین دو قسم کے عیوب ہوتے ہین۔

ایک ذاتی اور وہ سات چیزین ہین (۱) تنافر کلمات (۲) ضعف تالیف (۳) تعقید لفظی و معنوی (۴) غرابت الفاظ (۵) مخالفت قیاس لغوی (۶) اثقال (۷) اخلال۔

دوسرے عارضی یہ ہے کہ اُس سے حسن کلام مین تو خلل واقع نہو مگر بدلہ سنجون کی طبائع پر گران گذرے اور وہ ناپسندیدہ سمجھین مثلاً (۱) مخاطب کسی مرض مین مبتلا ہو تو اُس قسم کے الفاظ نہ لاے مثلاً ممدوح کانا ہو تو اُسکے سامنے یہ نہ کہے کہ ایک نگاہ سے آپ کی میرا بیڑا پار ہے یا بد و نیک کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہو (۲) مخاطب مین اگر کوئی بدعادت موجود ہو مثلاً بدخو ہو تو کوئی ایسا لفظ نہ لکھے جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہوتا ہو (۳) مدح کے مقام مین کوئی ایسا لفظ نہ لکھے کہ وہ برے اور اچھے معنے مین مشترک ہو یا تصحیف یا ایہام یا تقطیع یا تحلیل یا ترکیب کے ساتھ مذمت کا مضمون اُس سے نکلتا ہو (۴) عورت سے خطاب کرے تو ایسے لفظ سے بچے جو حجاب کا باعث ہو

جیسے بوسہ۔مساس۔شاخ در شاخ۔انزال وغیرہ الفاظ سے احتراز کرے ہان خوش طبعی اور دل لگی کے موقع کی اور بات ہے (۵) تہنیت اور شادی کے موقع پر ایسا لفظ نہ لائے جو نحوست اور شومی پر دلالت کرتا ہو۔
اساتذہ نے چند اُمور کے استعمال سے جو فصاحت و بلاغت مین بٹہ لگاتے ہین منع کیا ہی اُن سے احتراز چاہیے کہین بر سبیل وجوب کے کہین بر سبیل جواز کے اور وہ یہ ہین۔
ایک **ضعف تالیف** یعنی محاورے کے خلاف الفاظ کا استعمال کرنا یا ضمائر و حروف ربط کو ایسی تقدیم و تاخیر سے لانا کہ کلام روزمرۂ اہل زبان کے خلاف ہو جائے جیسے یہ شعر۔

میر

آدمی اب نہین جہان مین میر	اُٹھ گئے اس بھی کاروان سے لوگ

محاورہ یون ہی کہ اس کاروان سے بھی لوگ اُٹھ گئے۔

جرأت

چودہ ہین طبق چاردہ معصوم سے قائم	ہر ایک اُنھون مین سے سرور دو جہان کا

محاورہ یون ہی کہ چودہ طبق چاردہ معصوم سے قائم ہین۔

رجب علی سرور

نیک و بد زمانہ نہین اختیار مین	ہوتا وہی سرور ہی جو سرنوشت ہو

محاورہ یہ ہی کہ ہوتا وہی ہی جو سرنوشت ہو لفظ ہی کو بہت دُور جا کر بیان کیا۔

آتش

کیا کیا گلون نے کان مین اپنے کھڑے کیے	آمد کو سُنکے یار کی فصل بہار مین

مین کھڑے کیے کے بعد چاہیے تھا اور اپنے کا کان سے پہلے ذکر ہونا چاہیے تھا۔

امیر

لیکے نالون کے علم ہم بھی ضرور آئینگے	ہو گی جس روز محرم مین ترے گھر محفل

گو کہ محفل و مجلس مترادف ہین لیکن محاورے مین محرم کی مجلس ہی نہ محرم کی محفل۔

اخلاص

یاد چہرے کی زبان صبح و مسا کرتی ہے	بس تری آنکھون مین تصویر پھرا کرتی ہے

تری آنکھون مین کہنے سے مطلب بدل گیا اسلیے یون کہنا چاہیے آنکھون مین تری تصویر۔

ناسخ

یون نزاکت سے گران ہی سُرمہ چشم یار کو — جسطرح ہوورات بھاری مردم بیمار کو

یہان بیمار پر ہو تو ٹھیک ہی۔

ولہ

جو ستمگر ہین کبھی وہ پھولتے پھلتے نہین — سبز ہوتے کھیت دیکھا ہی کہین شمشیر کا

محاورے مین تلوار کا کھیت کہتے ہین شمشیر کا کھیت نہین ہے۔

نواب شاہ جہان بیگم شیرین تخلص

قلقل کی جو شیشے سے صدا کان مین آئی — شیرین ہی یہی دختر انگور کی آواز

محاورے مین دختر رز اور دختر تاک ہی شراب ورنہ خوشہ انگور کے معنے مین۔

ذوق

منھ اُٹھائے ہوئے جاتا ہی کمان تو کہ تجھے — ہی ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا

تجھے دوسرے مصرع کا حق ہی تلخیص معلّی مین اسی طرح لکھا ہی۔

آتش

آرزو ہے پاؤن پر اُسکے ہمارا سر ہو اور — دست شفقت پھیرے وہ شوکت نشان بالائے سر

اور دوسرے مصرع کا حق ہی کیونکہ حرف معطوف پر آتا ہی نہ معطوف علیہ پر۔

غالب

گلہ ہی شوق کو بھی دل مین تنگیٔ جا کا — گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا

دل اُسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے — ہمین دماغ کہان حسن کے تقاضا کا

یہان تقاضے کی جگہ تقاضا کا بالکل بے قاعدہ اور محض بضرورت قافیہ استعمال کیا گیا ہی۔

ناسخ

معنی عنبر لون کے وہ صفا ہے — آئینہ قدرت خدا ہے

مصرع اول مین ہی کی جگہ ہین چاہیے کیونکہ تمام اُردو دان معنی کو جمع کے طور پر بولتے ہین۔

آتش

کشاکش دم کی مار آستین کا کام کرتی ہی — دل بیتاب کو پہلو مین اک گرگ بغل پایا

بغل کھولنا اُردو کا محاورہ ہی مار آستین فارسی محاورہ ہی گرگ بغل محاورے کے خلاف ہے

ولہ

لکھے ہین سرگزشت دلکے مضمون یکقلم ہمین	تماشا قتل گہ کا ہی مطالع میرے دیوان کا

مطالع یہان بے محاورہ ہی۔

ولہ

نہیں ہم تیغ ابروے صنم سے قتل ہونیکا	شہادت بھی بمنزل فتح کے ہی مرد غازی کو

محاورہ بمنزلے ہے۔

ولہ

عہد طفلی مین بھی تھا مین لیسکہ سودائی مزاج	بیڑیان منت کی بھی پہنین تو مین بھاریان

محاورے مین بھاری بیڑیان ہی۔ دربار اکبری مین میان فہیم کے حالات مین لکھا ہی کمائین خان خانان لٹائین میان فہیم اور یہ محاورے کے خلاف ہی محاورہ یہ ہی۔ اُڑائین میان فہیم آزاد نے خود بھی دوسرے مقامون مین کمانے کے ساتھ اُڑانے کو جمع کیا ہی چنانچہ کہتے ہین۔ ع

لے جائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئیگا	دیکھو کمایا کسنے ہی اور کون اُڑائیگا

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اُٹھائے آتا	اور بغل مین کوئی بیگ بنا دبائے آتا

خورجین جسکو اہل ہند خورجی کہتے ہین ایک چیز ہی جسکو ٹاٹ وغیرہ سے بناتے ہین اور سامان اُس مین رکھکر ٹٹو پر لادتے ہین اسلیے یہان صندوق اُسکی جگہ مناسب ہے کیونکہ آدمی دوش پر خورجین نہین اُٹھاتے صندوق اُٹھاتے ہین۔

یا ترکیب کلام مین کسی لفظ مناسب مقام کا ترک کرنا جیسا کہ۔

اشرف

ابرو عقرب ہین تو ہین آپکے اژدر گیسو	ڈر کے مارے نہین چھوتے ہین فسونگر گیسو

سبب مین ابرو کا عقرب ہونا اور گیسو کا اژدر ہونا بیان لیا ہی اور مسبب مین ابرو کا ذکر چھوٹ گیا ہے حالانکہ مناسب مقام یہ تھا کہ ابرو اور گیسو دونون کے نہ چھونے کا حال مذکور ہوتا۔

دوسرے توالی اضافت یعنے پے درپے چند اضافتین لانا گریہ اُس وقت عیب ہے جبکہ بُرا معلوم ہو اور ثقالت پیدا کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ایک مزیدار چیز ہے۔

شاداب

ودِ بالاے چراغ مہ کامل یہ ہین | یا نمایان ہین ترے رخ پہ پریرو گیسو

انیس

مین ہون سردارِ شبابِ چمنِ خلدِ برین | مین ہون خالق کی قسم دوش محمد کا مکین

دبیر

دیکھو دو مصرعِ خطِ پشتِ لبِ خوش آب | گویا ہین یہ کہ مطلع ابرو ہین انتخاب

ولہ

بازو پہ سجے جوشن الماس ضیا بار | اور اکہ دُرِّ نجف حیدرِ کرار

انیس

قربانِ صنعتِ قلمِ آفرید کار | تھی ہر ورق پہ صنعتِ ترصیع کردگار

منیر

سجودِ نشانِ سمِ بادپایان | رکوعِ نقوشِ نعالِ مراکب

نواب جہانگیر محمد خان شوہر سکندر بیگم والیہ بھوپال

ہووے گا میرا حشر شہیدون مین جو بیان | مقتول الفت خلفِ بوتراب تھا

انشا

آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہم کو | جنبشِ چینِ جبینِ بتِ چین نے بیچین

ولہ

اتا ج گاہ کیجے گا اور مجھے آپ | صد تیر ناوکِ نگہِ زرف توڑیے
دم پڑھ کے کیجے صیغۂ الفت تو ایکبار | صد قفل علت کتب صرف توڑیے

ظفر

پایا نہ بجز داغ سیہ کاری یک عمر | نقش قدم قافلۂ عمر روان ہیچ

راجہ شنکر ناتھ صبا

دل جب اسکی نگہ مست کا مخمور ہوا | سر خوش کیفیت بادہ انگور ہوا

امیر

چراغ کعبۂ دین شہسوار دوش رسول | امام سبحۂ خاصان ایزد قدوس

تیسرے ابتذال یعنی ذلیل وخوار و بے قدر الفاظ کا استعمال کرنا اور محاورہ عوام لانا جس سے خواص پرہیز کرین جیسے شبرات کی رات اور چاہ زمزم کا کنوان اور آبحیات کا پانی اور من ابتداے فلان تاریخ سے لغایت فلان تاریخ تک اور پس غیبت تاریخ قیصری مؤلفہ مرزا محمد اکبر علی خان دہلوی کی عبارت ہے **نثر** چنانچہ بہ تعمیل اس حکم کے من ابتداے ۲۸ نومبر لغایت ۲۲ دسمبر سنہ مذکور تک الخ۔

منہ اور چھبیس تاریخ سے لغایت ۳ تاریخ تک لارڈ صاحب بہادر نے رؤسا صاحبان ممدوح الصدر سے ملاقاتین فرمالین۔

سودا

ہو گیا ہی رشک سے تجھ لب کے رنگ اس کا کبود	کہتے ہین نیلم جسے تھا فی الحقیقت مین وہ لعل

نعیم

شام سے تا صبح تک آنکھین ملا کیجیے	رکھ کے سر اپنے کے تئین اُسکے کف پا پر

یہان تک بمعنی ذرا کا موقع نہین ہے اسلیے تک بمعنی تا پڑھنا چاہیے۔

تپش

بلاؤن گی مین گھر مین جا کے تجھے	کہ تو بیٹھ جا کر فلانی جگھے

جگھے میانہ محاورہ ہے۔

سودا

نصیبون سے مگر آجائے شبرات	بکانے کی نہین اُسے کوئی بات

شبرات نہایت مبتذل لفظ ہی صحیح شب برات ہے۔

انیس

جو خوبیان کہ چاہیین وہ سب حصول ہین

حصول عامیانہ محاورہ ہی حاصل چاہیے جیسا کہ مولوی شبلی نے کتاب موازنہ مین تصریح کی ہی۔

میر

یہ عرضیان حضور کی ہو چکے ہین صبح وشام
دستخط جو ہو کے آئے کوئی سو اُسی کے نام

دستخط نہایت عامیانہ و مبتذل محاورہ ہی دستخط صحیح ہے۔

ولہ

مت ان نمازیونکو خانہ سازدین جانو	کہ ایک اینٹ کی خاطر یہ ڈھاتے ہینگے بیت

بجری جگہ بیت بتذل اور نہایت عامیانہ محاورہ ہے۔

چوتھے تغیر یعنے الفاظ کو بصورت دیگر استعمال کرنا جیسے المضاف بجاے المضاعف جیسے کہ۔

آتش

زخم بر ہیسز ہو گیا مجھکو	درد درمان سے المضاف ہوا

مثنوی زار

دیدون گا مضاف اُس کا تمکو	بالفعل امین مجھکو جانو

میر خلیق

لیلاف پڑھی اور اُسے دُودھ پلایا

صحیح لیلاف ہے (مستفاد از آبحیات)۔

میر سوز

اور سید زنجی بیچ کہ	بتلادے دل جہان چھپا ہو
کنڈلی تلے دیکھیو ہو دے	کاٹا نہ ہفی ترا بُرا ہو

صحیح افعی ہے چنانچہ اس قول مین آتش کے۔

سیاہی دُور کردیگی تو پیدا نور عرفان ہو	سر افعی کو کچلا جسنے مال اُسکا خزانہ ہے

میر تقی

غم زمانہ سے فارغ ہین با یہ باختگان	قمارخانۂ آفاق مین ہی ہارے جیت
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے	ہمارے عندیہ مین تو ہی وہ خبیث پلیت

آب حیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ اصل مین پلید ہے میر نے قافیہ کی رعایت سے پلیت استعمال کیا ہی اگرچہ پلید اور پلیت مین باہم تبادل مان سکتے ہین جیساکہ فرہنگ اندراج سے مستفاد ہوتا ہے مگر اسکے لیے اساتذہ فارسی کا استعمال شرط ہی یہی وجہ ہی کہ صاحب غیاث نے کہا ہی کہ جو لوگ پلید مین دال مہملہ کی جگہ تاے فوقانی لکھتے اور پڑھتے ہین یہ اُنکی خطا ہے یہ لفظ مین نے کسی مرثیہ گو کے یہان سوا میر نا اوج کے نہین دیکھا میر کے علاوہ غالبًا سودا نے

بھی کہا ہے۔

ناسخ

غرور اوج دوروزہ عبث ہی نجھکو اے اسفل	مین مثل ماہ گردون ہون تو مثل ماہ مقنع ہے

مقنع مین میم مضموم اور قاف مفتوح اور نون مشدد مفتوح چاہیے کیونکہ درصل اسی طرح ہے جیساکہ تمام کتب لغت اور تواریخ سے ثابت ہی اور وجہ تسمیہ اسکی ابوالفدا نے یون لکھی ہی کان لایسفر وجہ اتخذ لہ وجہا من ذہب مقنع بہ ولذلک قیل اللمقنع یعنی مقنع اپنا منہ نہین کھولتا تھا بلکہ اُسنے ایک منھ سونے کا بنوالیا تھا جس سے اپنے مُنھ کو چھپائے رہتا تھا اسی لیے اُسے مقنع کہنے لگے تھے۔

ظفر

پیدا کیا وہ اُسنے بشر عوج بن عنق	پل جسکی ساق پاسے بنا رود نیل کا

عوج بن عنق غلط ہی عوج بن عوق چاہیے اور یہ ایک طویل القامت آدمی کا نام ہی جس کی کمر تک طوفان نوح کا پانی پہونچا تھا یہ شخص آدم علیہ السلام کے عہد سے حضرت موسٰے کے عہد تک ساڑھے تین ہزار سال تک زندہ رہا تھا۔

پانچوین ثقالت تنافر حروف یعنی واقع ہونا ایک سے حروف کا آخر کلمہ اول اور اول کلمہ آخر مین یا ایسے حروف کا استعمال کرنا جنکے پڑھنے مین دشواری ہو اور زبان پر ثقل پیدا کردین اور یہ بات متعلق مذاق طبیعت کے ہی جیسے شیخ خورم۔ نفع علم ملاق قبر۔

میر

اُفتادگی پر بھی نہ چھوا دامن اُنھون کا	کوتاہی نہ کی دلبرون کے سامنے ادب مین

لم

رہتا ہی پیش دیدۂ تر آہ کا سبھاؤ	جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہی کوئی باؤ

پہلے شعر مین دامن اُنھون کا اور دوسرے شعر مین مصاحب ابر کی طبع سلیم کو ناگوار معلوم ہوتے ہین۔

عبرت

کہ مین طائر فلاطون زبان ہون	ہین میرے بال و پر اوراق قانون

انیس

کشتون کو اپنے فوج عدو روندنے لگی	جنگل مین برق قہر خدا کوندنے لگی

بعض لوگون نے جو یہ قید لگائی ہی کہ حروف ثقیل لانے سے یا ایک جنس کے حروف کے استعمال سے

کلام ثقیل ہو جاتا ہے محض بے اصل ہے ہان اس مین شک نہین کہ بعض اوقات یہ بھی باعث تنفر ہوتا ہے نہ ہر جگہ اور تنافر حروف کچھ ثقل کلام ہی پر منحصر نہین۔ ضابطہ یہان یہ ہے کہ جس کو طبع سلیم اُس موقع پر گوارا نہ کرے ثقیل اور متعسر النطق جانے وہی تنافر ہے خواہ وہ حروف قریب المخرج ہون یا بعید المخرج یا ثقیل۔ آتش کے اس شعر کے۔

زار ہون ایسا کسی کو مین نظر آتا نہین	عشق مین گھل گھل کر کمر کا یار کے مُو ہو گیا

مصرع ثانی مین چھ کاف جمع ہین مگر تنافر پیدا نہین ہوا۔

چھٹے غرابت لفظی یعنی غیر مانوس اور نامشہور لفظ استعمال کرنا جیسے استعمال الفاظ دکھنی اور پوربی اور بنگالی اور کوہی وغیرہ کا زبان اُردو مین یا ایسے الفاظ لانا جنسے بہت سے اہل زبان ناواقف ہون جیسے اکثر شعرا قصائد کے قافیون مین لاتے ہین اور یہ بات فصحاے دہلی و لکھنؤ دونون کے یہان دیکھی گئی۔ انشا کے قصیدے اور مومن و ذوق وغیرہ کے قصائد اکثر ایسے ہین جن کے قافیون مین مشکل الفاظ اور لغت غیر مانوس موجود ہین مگر قصائد مین ایسے الفاظ کا قافیے کی ضرورت سے لانا روا ہے۔

انشا

بسان بیدمرے بند بند جکڑے ہین	دفور درد یہانتک کہ ہون بشکل سطیح
گے تھی زیج الغ بیگ ہاتھ مین میرے	مطالعہ مین سطرلاب کی گئے تسطیح
کسی کی ہجو کی فارسی مین گہ مین نے	قصیدہ عربی مین کسی کی کی تمدیح
فساد لقمہ رشک سے مجھے نہ تھا پرہیز	علیل ایسے ہون مین با کل خبز صحیح
سواے تیرے وے کب کسی کو سمجھوں ہون	محمدی ہون نہین تابع سطیح و لطیح
جمک یہ وجع مین محسوس ہے مرے کہ خیال	کرے ہے یون کہ مفاصل مین تجمع ہے تجیح
بروح حیدر صفدر مجھے نہ کر محتاج	بہ جوب جینی و قیصوم و دج وغیرہ و شیح

[illegible]

کیجیے گر نظر غور با نواع صفات	خیرہ ہو ذہن کہ ہے یہ مسائل مین ادق
واسطے فائدے کے سب یہ بنائے اعضا	عاتق و کتف و ید و ساعد و رسغ و مرفق
بحر امواج حقائق سے گذر کون سکے	ہان مگر فضل جو تیرا ہو بجائے زورق
ہے موالید ثلثہ کا علے قدر الحال	تیرے ہی فضل سے محصول بہ اسد متق

تو نم فیض نہ چھڑکے تو میاہ الابحار	اگر حلبین الجمرۃ ارض سے مثل زیبق

منیر

محل تو ادح مر قبائح	آب مطاعن مقمر مثالب
صدا شیرون کی اسکے شیشہ کے آگے	صیاح ذباب و نباح اکالب
مری قید و تکلیف و ذلت کے باعث	اقارب ابا عدا جبا اجانب
عرق ہو کہ شربت لعاب افاعی	خشائش عقاقیر نیش اقارب

انشا کے ایک مستزاد مین قافیہ بٹ کھجاوٹ سماوٹ جگمٹ ملاہٹ نٹ کھٹ غٹاغٹ۔ رٹ وغیرہ ہین اسیطرح غزلون مین بھنڈ چوتھے کھنڈ تھپیڑے اکنڈا ور سوکھے ڈنڈ۔ کنڈ برہما کے رنڈ۔ لنڈ منڈ وغیرہ لائے ہین
ذوق نے ایک قصیدے مین ایاق۔ مہراق۔ اتراق (منزل مین اترنا) قشلاق۔ ییلاق۔ مُہراق۔ نطاق۔ تقصاق۔ قلماق۔ شلتاق۔ مطراق۔ اشتقاق۔ استبراق۔ فواق۔ محاق۔ ازہاق۔ حراق۔ قافیہ کیا ہے۔
ناسخ نے بھی سنگین اور سخت سخت الفاظ کا استعمال کیا ہے جیسے ثعبان موسیٰ۔ دلاک۔ حرباسپرغم۔ استعلاج خالق الاصباح۔ محول اکال۔ عاطل۔ سباح (بائے موحدہ سے) تطاول۔ انجاح۔ استحالہ انتہا۔ سودا نے آصف الدولہ کی تعریف مین ایک قصیدہ کہا ہے جسمین لڑنت۔ کڑنت۔ ساکڑنت مرغ کی پھڑکنت جلکر بھسمنت تیر کی کمان سے سرکنت۔ زمین مین کھدنت۔ گھوڑے کی کرکنت۔ ڈپٹنت۔ جوڑنت۔ (مقابل) دبکنت (ڈر کر دبکنا) روباہ شیر سمجھتی ہے کیا بھسمنت۔ بچنت۔ (بفکر) رو بیونگی بکھرنت۔ تارون کی چھٹکنت۔ لپٹنت (لپٹنا) پڑھنت (پڑھنا) گھٹنت (گھٹنا)۔ اور ایک قصیدے مین لپک اور جھپک کے ساتھ کٹک کہ زبان مارواڑی مین لشکر کے معنے مین ہے قافیہ کیا ہے جیساکہ دریاے لطافت سے مستفاد ہوتا ہے۔
منیر نے بھی ایک قصیدے کے قافیے رٹنت۔ پڑھنت۔ گڑنت اور بھسمنت وغیرہ کیے ہین۔

میر سوز

نہین نکسے ہمرے دل کی آیا ہے گا ہے	اے فلک بہر خدا رخصت آہے گا ہے

دبیر

نرغے مین تین روز سے پیاسا نہین ہون مین	جلنے سے آج اپنے نراسا نہین ہون مین

نواب جعفر علی خان رئیس شمس آباد نے مجھے ایک خط مین لکھا ہے کہ دوسرے مصرع مین نراسا نہین ہے کیونکہ آخر مین نون ہی بلکہ دراصل نراسا ہی نون سے جو قدیم لفظ بمعنی ناامید ہی (تھا) لیکن اس صورت مین غرابت لفظی کی حد مین داخل ہوا جاتا ہے اور یہ لفظ مرکب ہے نر حرف نفی اور آسا بمعنی امید سے مگر نراسا ہونا بھی غلط ہے نراس بمعنی ناامید ہونا صحیح ہے جیساکہ فرہنگ آصفیہ مین مذکور ہے۔

ساتوین مخالفت قیاس لغوی یعنی محاورۂ اہل زبان کے خلاف یا قاعدۂ صرف و نحو کے خلاف کوئی لفظ استعمال کرنا یہ کئی قسم ہے (۱) وصل یعنی زیادہ کرلینا کسی لفظ کا جیسے ہائے ہوز سودا کے اس شعر مین۔

ودر سے ترے بہرہ ور ہون اہل زمین	رہے رکوع مین تا قامت سپہر دوتاہ
بسان رشتہ کہ دانون مین سبحہ کے ہووے	تری ولا کو رہے اس طرح دلون مین راہ

اگرچہ خواجہ جمال الدین اور علی خراسانی کے فارسی اشعار مین بھی دوتاہ آیا ہے مگر لغت کی رو سے ہا زائد ہے اور عیب اُنکے کلام مین بھی مانا جائے گا اگر ہم یہ کتاب زبان فارسی مین لکھتے تو اس مقام مین اُنھین کے شعر لاتے۔

سودا

جان عقل کامل و شور دیوانگان	رونق آبادگی اور وحشت ویرانہ ہم

آبادگی کی کاف فارسی زائد ہے اسلیے کہ یائے مصدری اور یائے نسبت کے قبل وہان کاف فارسی لگاتے ہین جہان لفظ کے آخر مین ہائے مختفی ہو اور یہان آباد کے آخر مین ہا نہین۔ نسیم دہلوی کے شعر مین خوشی بھی اس عالم سے ہے۔

جس طرف دیکھیے دو مین پھرتے ہین اسیر	کیون نہ صیاد خوشی ہو چمن آباد ہین سب

آتش

بہار گلستان کی ہے آمد آمد	خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے

دبیر: قول ہے ؎ جب کاغذ و داوات و قلم سامنے آیا + مولوی عبدالغفور نسّاخ انتخاب نقص مین لکھتے ہین کہ داوات مین الف زائد ہے صاحب تطہیر الاوساخ کہتے ہین کہ مصرع یون ہے ؎ جب سامنے قرطاس و دوات و قلم آیا +

نواب سید جعفر علی خان جعفر رئیس شمس آباد نے اپنے مطول خط مین مجھکو لکھا ہے کہ مین ایسے جوابات کو پسند نہین کرتا بہت پرانا مرثیہ ہے اُس وقت عموماً داوات کہتے ہون گے وہی مرزائے مرحوم نے بھی نظم کیا اس کی دلیل یہ ہے کہ آئندہ کے مرثیون مین ترک کردیا ہے دبیر ایک ہی دن مین دبیر نہین ہوے بارہ برس کے تھے کہ اس وقت مین ضمیر مرحوم کے شاگرد ہوے اُستاد بھی کم علم تھے لہذا ایسی غلطی کا سرزد ہونا کوئی تعجب نہین انتہی کلامہ۔

اپنے گیلاس شگوفے بھی کرینگے حاضر	**آتش**	غنچہ و گل سبھی وان ٹھو نسینگے تو بلبل کے دہن

اُردو کا محاورہ گلاس بغیریا کے ہے۔

بدھ سنگھ قلندر صاحب دیوان

ہمکو تو بہت آرزوئین تھین	تمنے اِک ہی نگہ مین ٹال دیا
اے قلندر یہ نظم کا جادو	تو نے تو لعل سا اُگال دیا

اصل مین اُگل دیا ہے۔

محشر

ممکن ہی نہین دل مین ترے راہ کسیکی	ہرچند کہ ہو سنگ شکن آہ کسی کی
مرجاؤ کوئی یا کوئی رہ جاؤ تڑپتا	قاتل کو مرے کچھ نہین پرواہ کسی کی
دی ریختہ کے شوق نے محشر تجھے تکلیف	مین ورنہ کہان مانتے تھا باللہ کسی کی

اصل مین پروا ہی ہاے ہوز زیادہ کرکے پرواہ استعمال کیا ہے۔

(۲) قطع یعنے کوئی حرف اصل کلمے سے خارج کردینا جیسے۔

سوز

کیون مشفق و مہربان کسی کے	ہمسے بھی اگر ملو تو کیا ہو
مانو گے نہین غرض یہ باتین	تم اپنی ہی ہٹ کے بادشا ہو

[illegible]

ترا ہوتا ہون بندہ اِک نگہ مین	بھلا اس مول کو مین کیا بُرا ہون
گدا ہون اُسکے کوچے کا قلندر	صحیح ہے گر کہون مین بادشا ہون

انیس

یہ اوج یہ مرتبہ ہما کو نہ ملے	یہ دلق مرقع اُمرا کو نہ ملے
بخشی ہے خدا نے ہمکو یہ دولت فقر	برسون ڈھونڈے تو بادشا کو نہ ملے

ان تمام اشعار مین بادشا کی ہا گرادی ہے اگرچہ اس لفظ کو بعض اساتذہ فارسی نے بھی حذف ہا کے ساتھ استعمال کیا ہے جیسے۔

سعدی

زن نیک و خوش سیرت و پارسا	کند مرد درویش را بادشا

لیکن اس مین شبہ نہین کہ اس لفظ سے حذف ہا کا حرف کرنا مخل فصاحت ہی جیساکہ مرزا قتیل نے شجرۃ الامانی مین لکھا ہی کہ "حذف ہا از لفظ سیاہ موجب مزید فصاحت ست واز گواہ وگیاہ وبادشاہ مخل فصاحت باشد،، اور یہی ایران کے فاضل رضا قلی خان ہدایت نے انجمن آرا ے ناصری مین کہا ہے اگر سعدی کا بادشاہ کو بغیر ہا کے استعمال کر لینا مخالفت قیاس لغوی کے عیب سے پاک کرنے کے لیے کافی ہوتا تو اُنکا دل کو گل کا قافیہ کر لینا بھی عیب مین شمار نہ پاتا جس کو میر شمس الدین فقیر نے حدائق البلاغۃ مین عیوب مین شمار کیا ہے۔

نیامد در ایام او برد ے	نگویم کہ خارے کہ برگ گلے

میر تقی

داغ ہی تابان علیہ الرحمہ کا چھاتی پر میر	ہو نجات اُسکو بچارہ ہمسے بھی تھا آشنا

دراصل بیچارہ تھا یاے تحتانی حذف کر کے بچارہ استعمال کیا ہے۔

عبرت مؤلف مثنوی پدماوت

ولیکن جتنے وان حُسن دو کلا ہین	بسان عاشقان اہل وفا ہین

کلان کا نون اُڑا دیا ہے۔

سودا

سُن کر وہ یہ کہے کہ نہین ریختہ ہی یہ	اور ریختہ بھی ہی تو فِرزشہ کی لاٹ کا

فیروز کو فِرز استعمال کیا ہی یاے تحتانی اور واو کو قطع کر دیا ہے۔

(۳) **تخفیف** یعنے حرف مشدد کو بے تشدید کے استعمال کرنا جیسے حج ورب وغیرہ مرزا دبیر کہتے ہین ع۔

مینہ میں حج کعبہ کیا شہ نے پیادہ

حج مشدد ہی اور یہان بے تشدید کے استعمال کیا گیا ہی جیساکہ مولوی عبد الغفور خان نساخ نے اپنے رسالے مین لکھا ہے۔

رسالۂ عبد الواسع مین مذکور ہی کہ اگر لفظ عربی مشدد الآخر تنہا مستعمل ہو تو اُسکو تخفیف کے ساتھ پڑھنا چاہیے جیسے غم وہم بمعنی اندوہ وقد وخد وغیرہ لیکن ترکیب کی صورت مین اصل کلمے کی رعایت کرنا اور تشدید ظاہر کرنا ادائے ہی جیسے حج کعبہ۔

پس تطہیر الاوساخ اور سنان دلخراش کے جوابات تحقیق کے خلاف ہین کیونکہ مرزا ناصح

یا کسی اور شاعر فارسی کا حج مبرور یا حج وغیرہ تخفیف لکھنا مخالفت قیاس لغوی سے اسکو نکال نہین سکتا کیونکہ مرزا دبیر کے کلام مین جس طرح زبان اُردو کے اعتبار سے عیب ہے اُسی طرح جب فارسی مین عیب گنوائین گے تو ایسے شعرا کا کلام ہی تو پیش کرینگے بعض اہل تحقیق کہتے ہین کہ دبیر کا قول یون ہے ؎ بچپیں ۲۵ حج کعبہ کیے شہ نے پیادہ ؛ لیکن تخفیف کا اعتراض اب بھی باقی ہے (تقطیع یون ہے) بچپیں ۲۵ مفعول حج کعبَ مفاعیل کیے شہ ن مفاعیل پیادہ فعولن + پس حج کعبَ کا حا اور جیم مقابل ہین میم اور فا کے اور ظاہر ہے کہ فا مخفف متحرک ہی نہ مشدد انیس کا قول ؎ کرار ہے وہ شخص نہ غیر فرار ہے + فرار بہ تشدید را چاہیے مستفاد از موازنہ

آتش

رنگ زرد و لب خشک و مژۂ گرد آلود ہا	کشتۂ عشق مین ہم ہے یہ کفارہ اپنا

کفارہ اصل مین تشدید فا کے ساتھ ہے۔

میر سید علی غمگین

بتا ساقی کفارہ کیا ہی کیش می پرستی مین	قسم پیر مغان کی جھوٹ کھا بیٹھا ہی مستی مین

فارسی مین میر معزی نے بھی تخفیف فا کے ساتھ باندھا ہی اور وہ فارسی۔ اعتبار سے عیب ہی

مصحفی

مری آہ نے جو کھولی بعیوق برق آہ	وہین برق و رعد لیکر علم سحاب اُلٹا

آب حیات مین اسی طرح لکھا ہے عیوق اصل لغت مین یاے تحتانی کی تشدید سے ہے جیسا کہ غیاث اللغات مین منتخب اللغات کے حوالے سے لکھا ہے کہ عیوق تشدید یاے تحتانی مضموم کے ساتھ ایک ستارے کا نام ہی جس کا رنگ سُرخ و روشن ہی اور وہ کہکشان کی سیدھی طرف ہی ثریا سے پیچھے نکلتا ہے اور اُسکے آگے ہوتا ہے۔

(۴) تشدید یعنے حرف غیر مشدد کو تشدید کے ساتھ لانا جیسے۔

سودا

یعنے نواب سلیمان فر و ناظم آصف جاہ	عہد مین جسکے یہ غیور بزرگ و کوچک

میر حسن

اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے	وے پرورش سب کا منظور ہے

غیور غفور کے وزن پر ہی مگر ان دونون شعرون مین یاے تحتانی کی تشدید کے ساتھ استعمال

کیا ہی۔ حالی اور میر نے درست لکھا ہے۔

حالی

خاک ہون اور عرش پر ہی دماغ	مجھ سے برتر ہے میری طبع غیور

میر

عاشق غیور جی دے اور اس طرف نہ دیکھے	وہ آنکھ جو چھپاوے تو تو بھی ٹک چھپا رہ

(۵) قصر یعنے الف ممدودہ کو مقصور کر کے لانا جیسے۔

سودا

کہا اُس سے کہ بھر کے افتابا	صحن کے جا ضر رین رکھوا؟

آفتابہ اصل مین بالمد ہے۔

نعیم

اٹھ پھرا اضطرابی دل ہے	دل ہے یا رب کہ مرغ بسمل ہے

آٹھ اصل مین الف ممدودہ کے ساتھ ہے۔

(۶) مد یعنے حرف مقصور کو ممدود پڑھنا جیسے آناج اور آبرہ۔ ناسخ نے طوما راغلاط مین ناسخ کا یہ شعر لکھا ہے۔

دل ملک آنگریز مین جینے سے تنگ ہے	رہنا بدن مین روح کا قید فرنگ ہے

اور آنگریز کو فاع لات کے وزن پر لکھا ہی پس مثال مد کی ہی اسی قبیل سے ہی یہ شعر۔

منیر

اکمال فارسی و انگریزی و اُردو	عروض و قافیہ و فن شعر سے ماہر

منشی امیر احمد مینائی امیر اللغات مین لکھتے ہین کہ ناسخ کے شعر مین انگریز فاعلان کے وزن پر ہے مگر زبانون پر بروزن مفعول ہی جیسے انشا کے شعر مین

انگریز کے اقبال کی ہے ایسی رسی	آویختہ ہی جس مین فرانسیس کی ٹوپی

(۷) **تحریک** یعنی حرف ساکن کو متحرک لانا جیسے۔

سودا

بنیے کا دیوال بند ایک قرضدار تھا	اُسکے ادا کرنے مین سخت وہ ناچار تھا

قرض بسکون راے مہملہ ہی مگر یہان راے متحرک کے ساتھ استعمال کیا ہی۔

ولہ

ہی مجھے نیض سخن اُسکی ہی مداحی کا	ذات پر جسکی مبرہن ہی کنہ عزوجل

کنہ ساکن الاوسط کو متحرک الاوسط موزون کیا ہے۔

آتش

خصم تیرا احمق ہے اور بے ہُنر	نہین شاستر سے اُسے کچھ خبر

خصم حرف اول کے فتحہ اور دوم کے سکون سے مالک اور صاحب کے معنی مین بھی آیا ہی اور اس وجہ سے شوہر کو بھی کہتے ہین۔ یہ اعتراض غلط ہی خصم بسین مفتوح اردو ہی۔ سحر

دبیر

ہی سخت مجھے شرم بتول عذرا سے

عذرا اصل مین حرف دوم کے سکون سے ہی نہ فتحہ سے۔

میرانیس

دیکھا نہین کیا صبر بتول عذرا کو

سید

خصم ابن ابی طالب یہ ہین حرب شجاعت کے

ممتاز جہان ممتاز

بسم اللہ لکھ کے نعت کا اسپر کیا حصر	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حصر اصل مین صاد کے سکون سے ہی۔

شوی زائر

حاجت تعلیم کی نہیں ہے	حیوان عجم کو بھی یقین ہے

عجم عین کے ضمے اور جیم کے سکون سے کند زبان اور گونگے کے معنے مین ہی مگر یہان جیم کی تحریک سے آیا ہی۔

اعظم

منطقی اصرار اثبات ونفی مین رہ گئے
اُس دہن سے آگئی آواز عقدہ کھل گیا

نفی اصل مین بفتح نون وسکون فا ہے۔

دبیر

شرط نجم ہی کہ کارد نہ دکھاؤ اُسکو	ذبح کے پہلے قضاے نذراؤ اُسکو

منیر

اگرچہ گندمی رنگون کو پیسا اس جزیرے نے	نہ پائی ایک ن بھی آرد گندم کی ارزانی

پہلے شعر مین کارد اور دوسرے شعر مین آرد کی را کو مفتوح باندھا ہی حالانکہ ساکن ہی۔
دبیر کے مصرع کی تقطیع یون ہی شرط نجم فاعلاتن ہی کِ کارِ فعلاتن نَ دکاؤ فعلاتن اُسکو فعلن ظاہر ہی کارد کی رے فعلاتن کی تاے متحرک کے مقابل واقع ہوئی تقطیع مصرع منیر نَ پائی ای مفاعیلن ک دِ نِ بی آ مفاعیلن رَدِے گندم مفاعیلن ک ارزانی مفاعیلن اس مصرع مین آرد کی رے مفاعیلن کی میم کے مقابل واقع ہوئی ہی جو متحرک ہی

گلزار نسیم

اشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے	پُر آرد و روغن و شکر سے

یہان بھی آرد کی را متحرک ہے کیونکہ فعول کے لام کے مقابل ہی جو متحرک ہے۔

عظیم

نادانی کا مری نہو دانا کو احتمال	گو تم بقدر فکر یہی کر عمل چلے

عمداً بمعنی ارادے سے کام کرنا بفتحتین بعض کی زبان پر جاری ہی وہ صحت سے عاری ہی

انشا

غصے مین ترے ہمنے بڑا لطف اُٹھایا	اب تو عمداً اور بھی تقصیر کرین گے

اصل لفظ بفتح اول و سکون دوم ہی اور شعراے فارسی اُردو کے اشعار مین بھی سکون دوم سے آیا ہی

جلال اسیر

از طاقت من رنجش بے جانہ بیرسی	شاید کہ بگویم ہتو عمداً نہ بپرسی

ظہوری

درد نداری ز مداوا چہ حظ	دم بکش از نالۂ عمداً چہ حظ

میر

میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

شیدی

۲۵ عمداً جو ہکلا کر وہ مجھ سے بات کرتا ہے ۔ مزہ دیتا ہے اسکا ہر سخن قند مکرر کا

دبیر

۴ یہ حق ہے یہ باطل ہے یہ بت ہے یہ خدا ہے ۔ عمداً نہ سنے کوئی تو یہ بات جدا ہے

(۸) اسکان یعنی حرف متحرک کو ساکن لانا جیسے قسم بسکون سین لکھنا۔

ہوس

۷ وہ بے غم و بے فسوس و بے قلق + ۔ ہین خاک فتادہ رہ خلق +

قلق بفتحتین چاہیے کیونکہ یہان بیقراری اور بے آرامی کی نفی مقصود ہے۔

شاہ حاتم

دیکھ سرو چمن ترے قد کون ۔ خجل ہے پا بگل ہے بے بر ہے

خجل دراصل حرف اول کے فتح اور جیم کے کسرے کے ساتھ چاہیے کیونکہ شرمندہ کے معنی مین انھین حرکات کے ساتھ ہے اور سکون جیم کے ساتھ شرم و حیا رکھنے کے معنے مین ہے جو یہان نہین بنتا۔

تپش

رخ مہر و مہ اسنے تابان کیا + ۔ کتان اور ذرے کو نگران کیا +

نگران مین کاف فارسی دراصل متحرک ہے۔

قلندر

کہان ہینگے آنسو کہ آنکھون سے نکلین ۔ لگے برسنے ٹکڑے اب دل کے کٹ کر

برسنے مین دراصل رائے مہملہ مفتوح ہے۔

مولوی صدر الدین خان آزردہ

اس شوخ سے مربوط بہت سہل سے ہوتے ۔ گر ہم بھی سبک حرکت نا اہل سے ہوتے

حرکت دراصل رائے مہملہ کی تحریک سے ہے۔

تراب

ہر اک کہتے تھے تدبیر اپنے لائق ۔ تحیر مین تھے سب حکمائے حاذق

حکیم کی جمع حکما کاف کے فتح سے ہے اور شاعر نے کاف کو ساکن باندھا ہے۔

سودا

بزم شعرا کے ہین جو صدر نشین	داغ ہون اُن سے اب زمانے مین

شاعر کی جمع شعرا عین کے فتح سے ہے۔

و

یہ غلط العام ہی جگ مین کہ سب مصری کی ڈلیان ہین	لب و لہجہ ترا سا ہیگا کب خوبان عالم مین

غلط دراصل لام کے فتحہ سے ہے۔

میر

وہ یاد فراموش تھے ہمکو نہ کیا یاد	سب غلطی ہی بازی طفلانہ کی یک سو

غلط لام کی تحریک سے ہی۔

ولہ

سب وہ اولاد حاتم طائی	کیونکہ پہونچی ہے جن کو امرائی

امیر کی جمع امرا میم کی تحریک سے ہی۔

ممتاز جہان ممتاز

خون برساتے ہین یہ دیدۂ نم یامولا	ابتو بندہ پر کرو نظر کرم یامولا

نظر اصل مین بفتحتین ہے۔

میر تقی

گر آوے شیخ بہن کے جامہ قران کا	مت مانیو کہ ہوگا یہ بیدرد اہل دین

قرآن بروزن عثمان کو زبان کے وزن پر باندھا ہے۔

تقطیع گرآو مفعول شیخ بہن فاع لات ک جا ماق مفاعیل ران کا فاع لن۔

خاقانی نے بھی تحفۃ العراقین کے تیسرے مقالے مین قرآن کو زبان کے وزن پر ضرورت شعر کی وجہ سے نظم کیا ہے۔ ع

یزدان و قرآن و کعبہ و تو	فرزان چہار ند مملکت دو

مولوی سید اکبر حسین اکبر

الم ترکیف بیٹھے پڑھ رہے ہین فیلخانے مین	انو کھے ہین مشاغل حضرت اکبر کے ان روزون

آٹھون اقسام مذکورۂ بالا متقدمین کے نزدیک جائز تھین مگر اب یہ محاورات بالکل متروک

ہو گئے ہین اور استعمال ناجائز ہی اگر ابتدائی حالت پر نظر کرین تو عیب نہین ورنہ ناجائز اور عیوب کلام سے ہی بعض ہٹ دھرم شاعرون نے یہ مسئلہ گڑھ رکھا ہی کہ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن باندھنا اور الفاظ مخالف قیاس لغوی کا استعمال کرنا درست ہی چنانچہ اپنے کلام مین اس قسم کے بہت الفاظ لاتے ہین اُن سے کوئی یہ پوچھے کہ جب اُس لفظ کے ترک کرنے مین یا اُس مصرع کے بدلنے سے آپ عاجز ہین تو آپ کو شعر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

نقل کسی شخص نے ایک شعر میرزا فطرت کے روبرو پڑھا کہ جس مین ایک لفظ غلط و بدنما موزون ہوا تھا فطرت نے وجہ اُسکی پوچھی جواب دیا بضرورت شعر فطرت نے فرمایا شعر گفتن چہ ضرور۔ ہرچند کہ اُستادان مسلم الثبوت متقدمین نے ایسا کرلیا ہی مگر یہ بات اُنھین کو زیبا تھی ہمکو استعمال کرنا ضرور نہین کیونکہ ان چیزون کی قباحت ایک زمانے کے گذرنے کے بعد عقلا و فصحا کے اتفاق سے طالب فن کے ذہن نشین ہوا کرتی ہی۔

(۹) کلمے کو بے موقع استعمال کرنا جیسے اگر کی جگہ اگرچہ اور اگرچہ کی جگہ اگر (مثال اول)

ظفر

یہ آنکھیں پھوٹ جائین گرچہ ان آنکھون سے ہم دیکھین	تجھے دیکھین تو پھر اورونکو کن آنکھون سے ہم دیکھین

مثنوی سعدین

کھانا پینا حرام ہو میرا	گرچہ وہ بُت نہ رام ہو میرا

حسینی بیگم اُمراؤ تخلص دہلوی

تو مجھے ساکن ویرانہ بنایا ہوتا	اگرچہ منظور نہ تھی خانہ نشینی میری

ہرچند لفظ اگرچہ صحیح ہی مگر اسکا استعمال اور موقع پر ہوتا ہی ہے (مثال دوم)

علی گوہر

پڑھے گر صد ہزار افسون نہو گا باغبان اپنا	کہو بلبل سے لیجائے چمن سے آشیان اپنا

غالب

وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہی مجھسے	قیامت ہی کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب

ولہ

داغ دل بیدرد گذرگاہ حیا ہے	شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے

دونون شعرون مین لفظ نہ بے موقع واقع ہوا ہے اسکی جگہ نہین چاہیئے۔

تراب

نام لینے سے مین بدنام ہوا ہون جسکے	پھر کوئی لائے تراب اُسکو یہ بدنام تلک

یہ بے موقع واقع ہوا ہی اس جا ہیے ۔

غالب

اور وہ مین ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون	غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہی

یہان پر قاعدے کی رو سے مجھے کے بعد اپنی اوقات سے آنا چاہیے تھا مگر مرزا نے خلاف قاعدہ مجھے میری اوقات سے نفرت ہی نظم کر دیا ہے ۔

حالی

قیصر کے گھرانے پہ رہے سایۂ یزدان	اور ہند کی نسلون پہ رہے سایۂ قیصر

ارشد

یہ جنازہ حضرت شہزادۂ وکٹر کا ہے	جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہے

دونون شعرون مین لفظ قیصر بے موقع استعمال ہوا ہی قیصرہ کا موقع ہی کیونکہ دونون نظمون مین ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ مراد ہین ۔

مصحفی

گیسو تھے جس کے گردن خورشید کی کمند اب کوئی سرہانے اُسکے جلاتا نہین سپند	بے سر پڑا ہوا ہی کٹا کردہ بند بند بنتی بخور جسکے تھی مجمر کے واسطے

سپند یا اسپند ایک قسم کا تخم ہی جو نظر بد کے دفع کرنے کی غرض سے جلاتے ہین اور بزرگون کے مزارون پر لوبان سُلگایا جاتا ہے (۱) لفظ ہندی کو طرف لفظ ہندی یا عربی یا فارسی کے مضاف کرنا جیسے دبیر کے اس مصرع مین سہ پہونچی سکینہ لاش چچا پر لب فرات +

ولہ

بازو پہ ہے جوشن الماس ضیا بار	اور اگر در نجف حیدر کرار ؛

لاش چچا اور اگر در نجف یہ الفاظ بحالت ترکیب اضافی درست نہین کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ مین سے ایک لفظ ہندی ہی دوسرا ہندی یا فارسی یا عربی اور یہ ترکیب ناجائز ہی ۔
جیساکہ مولوی عبدالغفور خان نساخ نے تحقیق کیا ہی ۔ نواب جعفر علی خان مجھے لکھتے ہین کہ مین نے تطہیر الاوساخ مین اس طرح دیکھا ہے سہ پہونچی سکینہ لاشہ عم پہ لب فرات ؛ واللہ اعلم میری رائے

مین اعتراض صحیح ہی انتہی کلامہ

مثنوی خجستہ لقا مصنفہ علی

بھری تھی مزاحون سے ہرایک بول	وہ محفل سراسر تھی محو ٹھٹول

محو کی اضافت ٹھٹول کی طرف درست نہین۔

منیر

کہین بچھی تھی دل شکستہ کی صف ماتم	کہین نکلتے تھے تابوت ہاے صبر وقرار

صف بمعنی بوریہ لفظ ہندی ہی اسلیے ماتم کی طرف مضاف نہین ہوسکتی جیسا کہ طومار اغلاط مین مرقوم ہی

امیر مینائی

جب تک صدف مین قطرۂ نیسان گہر بنے	تا آہن آبیاری پارس سے زر بنے

پارس لفظ ہندی ہے آبیاری کا لفظ اُس کی طرف۔ مضاف ہی اور یہ عبارت درست نہین ہے جیساکہ طومار اغلاط مین بیان کیا ہے۔

اور اس باب مین شعراے متقدمین مثل میرو مرزا و انشا و مصحفی و جرأت وغیرہ کا کلام بھی مستند نہین ہوسکتا شیخ امام بخش ناسخ کے عہد سے جو جو سقم اس قسم کے تھے ترک ہوگئے اور جو کچھ رہ گئے تھے وہ انکے شاگرد میر علی اوسط رشک اور اُنکے شاگرد اسماعیل منیر نے ترک کردیے ہان یہ ترکیب اعلام مین درست ہے اور شعراے متوسطین ومتاخرین نے مثل ناسخ وغیرہ کے استعمال کیا ہی اور اب تک یہ قاعدہ جاری ہی مؤلف کی راے مین جو لفظ ایسا ہو کہ سواے ہندی کے فارسی مین نام نہ رکھتا ہو ایسے لفظ کی اضافت لفظ فارسی کی طرف اور اظہار کسرۂ اضافت جائز ہی کیونکہ ایسا لفظ حالت عطف واضافت مین حکم فارسی رکھتا ہی ہماری اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ طومار اغلاط کے مؤلف کا اعتراض امیر مینائی کے شعر پر تحقیق کے خلاف ہے۔ اسی قبیل سے ہی سودا کے شعر مین۔ فوجداری کی اضافت کول کی طرف وہو ہذا۔

جو ایک شخص ہی بائیس صوبے کا خاوند	رہی نہ اُسکے تصرف مین فوجداری کول

(۱۱) **فک اضافت** یعنی کسرۂ اضافت کا آخر مضاف سے ساقط کردینا جیسے۔

نسیم

روروکے بکاؤلی دل افگار
بولی کہ خدا علیم ہے یار

بکاؤلی دل افگار مین اضافت ترک ہوگئی۔

ایاز محمد خان ایاز ساکن بھوپال

جب آلہ حمد رب خدا کا یہ حال ہو | شرمین شریک شرک ہی کیونکر لکھے بشرا

آلہ حمد رب مین اضافت ترک ہوگئی ہی۔

میر

زیردست اُسکے رہین گردن کشان | تا قیامت وہ رہے مالک رقاب

مالک رقاب مین اضافت ترک ہوگئی ہی۔

موجان مفتون

جس کا ہمسری نہین آتا نظر | شاہ انگلستان مالک بحر و بر

ولہ

عادل دہا ذل کریم و داد گر ؎ | فیض بخش و قدردان اہل ہنر ؎

قدردان اہل ہنر مین اضافت محذوف ہے۔

میر

عاشق غیور جی وے اور اُسطرف نہ دیکھے | وہ آنکھ جو چھپاوے تو تو بھی ٹک کھچا رہ

نعیم

بند و لبست اُس زلف کا ہی اپنے دل کے ہاتھ مین | خانۂ زنجیر کا دیوانہ صاحب خانہ ہے

صاحب خانہ مین فک اضافت ہے۔

میر

مری آہ کیا برچھیان مارتی ہے | دل شب سے ہر دم صدا الامان ہے

صداے الامان چاہیے۔

ولہ

رہون جا کے مرغت یار مین | یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا

بندۂ درگاہ چاہیے۔

انشا

سیر کی اُس نے عجب جسنے کہ آتے ہی چڑھا | میکدے مین دو سہ قطرے گلفام لیے

اصل قطرۂ مے گلفام اضافت کے ساتھ چاہیے۔

ولہ

اسطقسات ومواليد وجواہر خمسہ ہے	ہفت اقليم جہان معدن زر ہيولا ايک

جواہر خمسہ مین فک اضافت ہے۔

ہوس

کرتا تھا وہ گفتگو پريشان	کرتی تھی يہ جمع مو پريشان

دراصل گفتگوے پريشان اور موے پريشان ہونا چاہيے۔

داغ

جمشيد عصر کلب عليخان فلک جناب	ہوتا ہے جسکی ذات سے صاحب وقار دين

کلب علی خان موصوف ہے اور فلک جناب صفت اور يہان کسرۂ صفت ساقط ہو گيا ہے۔
اسی طرح صاحب وقار سے اضافت ساقط ہو گئی ہے۔
زبان فارسی مين بھی الفاظ عاشق اور مالک اور صاحب کو فک اضافت کے ساتھ ضرورت شعری کی وجہ سے استعمال کيا ہے جيسے۔

سعدی

زصاحب غرض تا سخن نشنوی	وگر کار بندی پشيمان شوی

ظہوری

دربن انجمن کيست عاشق سخن	کہ عشقے نور زيد با شعر من

بدر چاچی

جملہ بدين وادری بر در عنقا شدند	کو ست خليفہ طہور داور مالک رقاب

اسی سبب سے مرکب اضافی مقطوع نثر مين واقع نہين ہوتا۔

زين العابدين خان عارف

مجرائی جسے عشق حسين بن علی ہے	حاصل اُسے دنيا مين سعادت ازلی ہے

لفظ سعادت ازلی مين اضافت محذوف ہے۔

ظفر

پيدا کيا وہ اُسنے بشر عوج بن عنق	کہ جسکی ساق پاسے بنا روونيل کا

بن کی اضافت عنق کی طرف چاہيے۔

ناسخ

ہاتھ سے اُس قاتل عالم کے کیونکر جی بچے	جسکا ہر ناخن بُریدہ غیرت شمشیر ہے

ناخن بُریدہ اضافت — ساتھ چاہیے کیونکہ موصوف کے حرف آخر کو بھی کسرہ ہوتا ہی۔

آتش

روسیہ دشمن کا یون پاپوش سے کیجے نگار	جیسے سلہٹ کی سپر پر زخم ہو شمشیر کا

اصل روے سیہ چاہیے۔

زاہدا گر کہے ہے تجھے مست روز الست	قلندر کچھ آج ہی نہین ہون ز روز الست ہون

مصرع اول مین روز الست مین کسرۂ اضافت ساقط ہوگیا ہے

احمد علی صادق

حضرت سعدی کا ہی کیا قول راست	کراعادہ اسکا صادق پر محن ہے

صادق موصوف اور پر محن صفت ہی اور کسرۂ صفت ساقط ہوگیا ہی۔ عجب کہ صاحب رسالہ صنعت الشعر نے فک اضافت کو صنعت تجرید لفظی کے قبیل سے لکھا ہی۔

(۱۲) اضافت زائد جیسے۔

صاحبزادہ یار خان

شہ کلب علیخان بہادر خسرو نامی	کہ جسکے در کی دارا جانتا ہی فخر دربانی

شہ کلب علی خان مین اضافت زائد محض ہی اسلیے کہ شہ مبدل منہ ہی اور قاعدہ ہی کہ اُسکے حرف آخر کو کسرۂ اضافت نہین دیتے ہین۔

میر حسن

ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر	رکھا نام اُس کا شہ بے نظیر

شہ بے نظیر مین اضافت زائد ہی اسلیے کہ اول مبدل منہ ہی اور دوم بدل۔

جرأت

خداوند! بحق چاردہ معصوم سُن بیچو	یہ آنکھیں دیکھین جرأت ہی اسی اُمیدواری مین

کہ شب کو تو بر یرلون کا مجمع ہووے اور روں کو
پھرے فوجون کے ہون شاہ سلیمان کی سواری مین

شاہ سلیمان مین اضافت زائد ہی کیونکہ ایک مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

ناسخ

جو کانپور سے ناسخ چلو بنارس کو	مزار پاک جناب علی حزین دیکھو

جناب کے حرف آخر پر کسرۂ اضافت زائد ہی کیونکہ مبدل منہ ہی اور علی حزین بدل ہے۔ مزار موصوف ہی پاک صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف ہے اور جناب مضاف الیہ پس پورا مرکب اضافی مُبدل ہے۔

امیر

بوے یوسف مصر سے کنعان مین لائی ہے صبا	آب و داغ حضرت یعقوب مین بُو اور ہے

ولہ

نونہالان چمن مین تھا گمان یہ حسن امیر	حضرت یوسف سے ہی ساری فضا برسات کی

حضرت مبدل ہی نہ مضاف اور یعقوب و یوسف بدل پس اضافت زائد ہے۔

مرزا عبد الغنی ارشد

یہ جنازہ حضرت شہزادۂ وکٹر کا ہے	جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہی

یہان حضرت شہزادۂ وکٹر مین حضرت اور شہزادے کی اضافت زائد محض ہی کیونکہ دونون مبدل منہ ہین اور وکٹر بدل ہے۔ اور قیصر کی بجائے قیصرہ کہنا چاہئے تھا۔

میر حسن

دھری اک بیاض اور رشک چمن	پر از شعر سودا و میر حسن

میر حسن مین اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

صادق

تیرا تھا اک اعلےٰ پایے کا کلام	تجھکو ہم کہتے ہین اُستاد ظہیر
بادہ خواران سخن رِوتے ہین سب	تجھکو اے میخانے کے پیر ظہیر

استاد ظہیر اور پیر ظہیر مین اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل۔

رند

سُلطان ابوالظفر بہادر	خاقان ابوالظفر بہادر
من بعد خدا رحیم و عادل	ہی شان ابوالظفر بہادر
احکام قضا کے ہے مطابق	فرمان ابوالظفر بہادر

سلطان اور خاقان کے بعد اضافت زائد ہو کیونکہ دونون مبدل منہ ہین۔

مثنوی سعدین

آفتاب سپہر علم وہنر	سید احمد حسین خان قمر

خان اور قمر کے درمیان اضافت زائد ہی کیونکہ اول مبدل منہ ہی اور دوسرا بدل اور مبدل منہ وبدل کے درمیان اضافت نہین دیجاتی پس مرزا کلو بیگ اور میر منو اور شیخ رحیم بخش ہین مرزا اور میر اور شیخ کے حرف آخر کو کسرہ نہین دینا چاہیے اسی طرح شاہ اور امام اور بابا اور لالہ اور مسر اور پنڈت اور کاکا اور نواب کے حرف آخر کو کسرہ دینا غلطی ہی مثلاً شاہ کلو اور امام ابو حنیفہ اور بابا فغانی اور لالہ بہاری لال اور مسر کرپارام اور پنڈت منسارام اور کاکا سندر داس اور نواب نظام الملک کو مبدل منہ کے سکون سے پڑھنا چاہیئے۔ دریاے لطافت کے بیان نحو مین انشانے یون ہی لکھا ہے۔

داغ نے جو اپنے اس شعر مین۔ ؎

صاحب طبل وعلم مالک شمشیر وقلم	میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

شہ کو اضافت کے ساتھ استعمال کیا ہی تو اُسکی وجہ یہ ہی کہ یہان شہ موصوف ہی نہ مبدل منہ یہی حال مثنوی گلزار نسیم کے اس شعر کا ہی۔

وہ بادشہ حباب افسر	یعنے تاج الملوک مضطر

بادشہ موصوف ہی اور حباب افسر صفت۔

یہ کہنے کا حق کسی کو حاصل نہین کہ شاہ سلیمان یا سلطان ابوالظفر وغیرہ مین اضافت صحیح ہی اور عوام مین کثرت کے ساتھ ایسی غلط ترکیبون کا شائع ہوجانا قابل سند نہین خواص مبدل منہ وبدل کے درمیان کسرہ لانے سے ہمیشہ محترز رہے ہین چنانچہ صاحب گلزار نسیم کہتا ہی ؎

فردوس کا بادشہ مظفر	روح افزاے جہان مین [illegible]

تقطیع فردوس مفعول ک بادشہ مفاعلن مظفر فعولن۔

ولہ

حسن آرا اُس پری کی مادر	باپ اُس کا بادشہ مظفر

تقطیع باپ اُس ک مفعول بادشہ فاعلن مظفر فعولن۔

پورب مین ایک تھا شہنشاہ	سلطان زین الملوک ذی جاہ

تقطیع سلطان زے مفعولن تملّو فاعلن ۔ ذی جاہ مفاعیل ۔

زبان فارسی و اُردو مین ترکیب مضاف مضاف الیہ و ترکیب مبدل منہ و بدل کا لفظی فرق سب سے بڑا یہی ہے کہ اسم مضاف کا حرف آخر مکسور رہوتا ہے اور مبدل منہ کا حرف آخر ساکن اور مضاف و مضاف الیہ مصداق مین تغایر ضروری ہے کیونکہ مضاف الیہ معنی مضاف مین تعریف یا تخصیص کا فائدہ و بدل کی ترکیب بخشتا ہے اور شے کی تعریف و تخصیص اپنے نفس کیلیے صحیح البطلان ہو جیسے پسر زید اور مبدل منہ و بدل کی ترکیب اگرچہ ترکیب مضاف و مضاف الیہ کے مشابہ ہوتی ہے مگر اس مین حرف آخر مبدل منہ پر کسرہ نہین پڑھتے بلکہ دونون اسمون کے آخر کو حرف ساکن تلفظ مین لاتے ہین اور ان مین مقصود بالذات نسبت بدل کی طرف ہوتی ہے مبدل منہ کا ذکر محض تمہید کے طور پر ہوتا ہے اور مصداق دونون کا ایک ہوتا ہے جیسے امام حسین اور شہزادہ ہرمز علامہ نور اللہ احراری شرح گلستان مین لکھتا ہی کہ سعدی کے اس قول مین شہزادہ ہرمز را گفتند از وزیران پدر چہ خطا دیدی کہ بند فرمودی بدون اضافت کے ہرمز بدل شہزادے کا ہی اور مصداق دونون کا ایک ہے نہ مدلول اس لیے کہ جس ذات پر ہرمز صادق آتا ہی اُسی پر شہزادہ بھی صادق آتا ہی ۔ ابن مالک نے اس قسم کا نام بدل مطلق رکھا ہی ۔

منتخب النحو مین مولوی میر حیدر حسین بلگرامی نے لکھا ہی کہ مین نے مکتب کے ایک معلم کی زبان سے جو دوسرے معلمون سے ممتاز تھا سنا کہ حرف آخر مبدل منہ کو مکسور پڑھنا چاہیے اور سعدی کے اس قول مین یکے از ملوک خراسان سلطان محمود سبکتگین را بخواب دید لفظ محمود کو مبدل منہ اور لفظ سبکتگین کو بدل جانتا تھا حالانکہ یہ امر نہایت غلط ہی کیونکہ یہان لفظ محمود مضاف ہی اور سبکتگین مضاف الیہ ہے محمود بیٹے کا نام ہے اور سبکتگین باپ کا اور مبدل منہ و بدل کی ترکیب مین دونون اسمون کا متحد ہونا شرط ہے اور ظاہر ہے کہ باپ اور بیٹا متحد نہین ہو سکتے پس لفظ محمود کے حرف آخر کو کسرہ بوجہ اضافت کے ہی نہ بسبب بدل کے کیونکہ اہل فارس حرف آخر مبدل منہ کو ہرگز مکسور نہین پڑھتے پس نظم فارسی یا اُردو مین حرف آخر مبدل منہ پر کسرہ لانا ضرورت شعری کی وجہ سے ہوتا ہے اسی قبیل سے ہی جامی کے اس قول مین ۔

خواجۂ نقشبند بندت ساے	نقش غیر از دل مرید زداے

قاآنی

شہزادہ اعظم حسین آن اصفہان را نور عین	اعدا از و در شور و شین احباب از و با قدر و شان

(۳۰) اسقاط عین اور ہاے غیر ملفوظی اور حاے حطی اور دال مہملہ وغیرہ کا ۔

فائدہ جیسے الف کا گرانا جائز ہے ویسے ہی ان حروف کا گرانا عیب ہے ہر چند کہ بعض متقدمین فارس مثل حکیم فردوسی اور شیخ فریدالدین عطار وغیرہ نے ایسے حروف کا اسقاط بھی جائز رکھا ہے لیکن متاخرین اس کو سخت عیب جانتے ہیں کسی غلط نسخے میں یہ شعر ظہوری کا۔

بدہ ساقی آن رشک یاقوت را ٭ کہ سازم جوان عقل فرتوت را ٭

یوں لکھا تھا۔

بدہ ساقی آن رشک یاقوت را ٭ کہ سازم علاج عقل فرتوت را

لوگوں نے بیچارے ظہوری کو کیسا تکو بنایا کہ معاذاللہ مگر حاشا وکلا اُسنے ایسا نہ لکھا تھا اصل ظہوری کا اُسی طرح ہے جیسا ہمنے اوپر لکھا۔

فارسی اشعار میں مرزا طاہر وحید۔ حکیم عبداللہ خان علوی اور صہبائی وغیرہ کے اشعار میں جو عین کا سقوط ہوا ہے یہ بھی عیب ہے اور ایسے اشعار فارسی زبان کے عیوب کی بحث میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

نعیم

مجنوں کی کیا سند ہے عشق عاشقوں کے آگے ٭ دیوانے کو ہم ایسے مجذوب جانتے ہیں

عاشقوں کا عین ساقط ہوتا ہے۔

شاہ حاتم

یہاں طالعوں سے ملتا ہے پیار لیا ٭ عبث دیکھے ہے زاہد استخارا

طالعوں کا عین ساقط ہوتا ہے۔

ظفر

ظفر خار کیوں گل کے پہلو میں ہے ٭ جو اچھے نصیب عندلیبوں کے ہوتے

عین عندلیبوں کا تقطیع میں ساقط ہوتا ہے۔

ولہ

کہا غیر کو نہ بلائیو کہا شوق سے میں بُلاؤں گا ٭ تمھیں رشک ہو تو نہ آئیو یہ کہا اور رکھو اُٹھا دیا

یہ لہا ارم بروزن متفاعلن ہم کی ہر تقطیع میں نہیں آتی۔

نظیر

نہ مانا کبھی دل نے کہنا ہمارا ٭ نہایت ہم عاجز ہوے بکتے بکتے

عاجز کا عین گرتا ہے۔

سودا

اِک عالم انکے گرد اگرد ہوا جمع ؛	ہو پروانون کی جون کثرت سر شمع

عالم کا عین اور ہوا کی ہے تقطیع مین گرتے ہین۔ اگر ہوا کی ہے نگرائین تو گرد اگرد کے آخر سے دال گرجائے گی۔

ولہ

سودا تجھے کہتا ہون نہ خوبان سے مل اتنا	تو اپنا غریب عاجز دل بیچنے والا

عاجز کا عین گرتا ہے۔

مثنوی عابد

آ قریب عابد کے وہ سنے لگا	السّلام اے رہرو راہ ہدا

عابد کا عین ساقط ہوتا ہے۔

فصیح

ای فصیح یہ گھر بغیر از یار کے زندان ہے	ہر در و دیوار پر لکھد تجکے اس بات کو

فصیح کی حاے حطی گرتی ہے۔

قلندر

گدا ہون اسکے کوچے کا قلندر	صحیح ہے گر کہون مین بادشا ہون

صحیح کی حاے حطی گرتی ہے۔

تفسیر منظوم سورۂ یوسف مؤلفہ اشرف

عظیم آپ کو اک جگہ ہے کہا	د خلقے عظیم ہے کہا دوسرا +

دوسرے مصرع مین حرف ربط کی ہا ساقط ہوتی ہے۔

انیس

تصویر سی بستر پہ کشیدہ تھی تن زار	باہین جو گلے میں تھیں تو بند تھے دیدۂ خونبار

ذوق

بندھ سکا ہے نہ مضمون اس دہان تنگ کا	ہاتھ اپنا فکر مین زیر زنخدان ہی رہا +

سودا

کم بولنا ادا ہے ہر چند پر نہ اتنا	مُند جائین چشم عاشق تو بھی نہ منھ کھولا

پہلے دونون شعرون سے بندھ کی دال اور اس تیسرے شعر سے مند کی دال گرتی ہی یہان یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ بندھ اور مند کا نون غنہ ہی کیونکہ نون غنہ اصطلاح صرف مین اُسے کہتے ہین جو حروف علت یعنے واو ساکن ماقبل مضموم اور یاے ساکن ماقبل مکسور اور الف ساکن کے بعد واقع ہو جیسے کہان ۔کہون کہین اور بندھ و مند کے نون ساکن بہ سکون جلی ہین اور یہ دونون مخرج مین متفاوت ہین کیونکہ غنہ ناک کی آواز سے پیدا ہوتا ہی اور ساکن بسکون جلی کا مخرج وہی ہی جو مخرج نون متحرک کا ہی پس غنہ سے صرف ایک بو معلوم ہوتی ہی اور ساکن بسکون جلی تلفظ مین آتا ہی اور چونکہ تقطیع مین حروف ملفوظ معتبر ہین اسلیے اہل عروض ایسے نون کو جو حروف علت کے بعد واقع ہوا ور جس کا نام نون غنہ ہی واجب الحذف سمجھتے ہین جیسا کہ مجد قوی نے رسالۂ سکتہ مین لکھا ہی البتہ حالت عطف و اضافت و توصیف مین نون غنہ کا اعلان ضرور ہی۔

میر سجاد

دل کی وحشت کے کوئی لائق نہین	جنگل اب بن گیا ہے سبز گھنا

لائق کا قاف گرتا ہے۔

حالی

شودر کہلائے راکشس کہلائے	رنج پردیس کے مگر نہ اُٹھائے

راکشس کا شین تقطیع مین گرتا ہے۔

نعیم

دل اس قدر نعیم مرا محو یار ہے	معلوم نہین جہان مین خزان یا بہار ہے

معلوم کی واو ساقط ہوتی ہے۔

قلندر

ایک بوسے سے قلندر ستی منھ مت موڑو	ایسا بندہ کہین اس مول کو نہین پانے کا

مول کی واو تقطیع مین گرتی ہے۔

ولہ

مین نہین ہونیکا عاقل مت پڑو میرے خیال	یہ جنون جائیگا نہین یہ سب خیال خام ہے

جائیگا نہین ہین یا تقطیع مین ساقط ہوتی ہے۔

امو جان شقون

آج ہے وہ مسند آرائے جہان	جارج پنجم قیصر ہندوستان

جارج کی تجنیم کرتا ہے

راضی

ہوئی جارج پنجم تری تاجپوشی	رہے کس طرح تھم یہ مہر خموشی

(۱۴) الفاظ فارسی یا ہندی کو بطور عرب کے بنانا جیسے مشلول بمعنی شل اس بیت مین مرزا دبیر ہے

[illegible] کے درمیان	شرارے کے ہون پنجے مین جیسے [illegible] یان

اور ملبب بمعنی لباپ اور مزیب بمعنی زیبا اور مترش مردرش تراشیدہ شدہ صاحب فسانہ عجائب و آرائش محفل نے اکثر ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

آتش

کلفت ایام سے بڑھا نہین کچھ حسن کو	خوبرویونکو مزیب ملگجی پوشاک ہے

ظفر

خط نہین روئے مترش پہ ترے ہیر نکلا	ہد لاقرآن کی ہے تفسیر کا پہلا کاغذ

مزنا نا عرنہین لیتے ہین کہ زیب سے مزیب اور ترتیب اور زلف سے مزلف اور روغن سے مرغن درست نہین لیکن یہ قول ان کا ضعیف ہے کیونکہ یہ ایک قسم کی صناعی ہے جو اُستادان عرب اور عجم دونون کے یہان مروج ہے۔

(۱۵) کسی لفظ کے اصلی معنی چھوڑکر اور معنی اپنی طرف گھڑ لینا جیسے

بہار عشق

مت سمجھنا یہ کوہ شملہ ہے

شاہ واجد علی کا عملہ ہے

فائض المعانی مین لکھا ہے کہ عملہ بتحریک اول و دوم بروزن دمعنی فعلہ جمع عامل کی ہے جس کے معنی ہین کارکن لیکن شاعر نے بمعنی دور حکومت استعمال کیا ہے اور اسی قسم سے اہل عملہ بمعنے اہل عملا نتھی۔

صبا

کریگا جو سیاست حاکم ظالم رعیت پر	یگا ... رضی اللہ اسکا مجھے میں حشر

یہان سیاست کے معنی اصلی چھوڑکر ظلم و جبر کے معنے مین استعمال کیا ہی اور اُسکے اصلی معنی ملک کی حفاظت کرنے اور انتظام کرنے اور آدمیون کو ڈرا دھمکا کر فسق و فجور سے روکنے کے ہین اگرچہ قہر کرنے اور ہیبت کرنے کے معانی مین بھی لکھا ہی مگر عرف مین وہی معانی لیے جاتے ہین جو ہمنے اوپر بیان کیے۔

اسی قبیل سے سمجھنا چاہیے اشعار ذیل مین۔

منیر

کنار رحل مین قرآن جس طرح اظہار	ضیاے ریش مقدس مین چہرۂ انور

دبیر

بھرآج پہنے دون مین زنجیر گرانبار	تنک ہین نشانِ کانٹون کے تو پانون مین اظہار

آتش

...	لعب بازی کی بھی حسرت نہ رہی اے آتش

لعب بفتح لام بازی کو کہتے ہین مگر شاعر نے لعبت کے معنی مین کہ گڑیا کو کہتے ہین استعمال کیا ہی۔

ولہ

کس قلم کا قطعہ ہی یہ کاتب تقدیر کا	چار ابرو ... ان مین سارے خوشنویس

چار ابرو بمعنی چہرہ لیا ہی اور محاورے مین چار ابرو سے مراد ابرو اور ریش و بروت ہی اور یہ لفظ بغیر صفائی کے نہین آتا جس سے مراد یہ ہی کہ ان کو مُنڈا دین اور قلندرون کے لیے خاص ہی نہ کہ معشوق کیلیے

(۱۶) ترکیب کی صورت بدل دینا مثلاً۔

آتش

کوئی نہین چھوڑتا حلوۂ بے دود کو	لعل شکر بار کا بوسہ مین کیونکر نہ لون

صحیح حلواے بے دود ہی۔

نسخی

مجھے میل کشتی سے اے شہر ...	لگا گنے یون شیدۂ نامدار

اصل مین شیداے نامدار چاہیے کیونکہ جب ایسا لفظ جسکے آخر مین الف ہو موصوف یا مضاف۔

ہوتا ہی تو ایک یاے تحتانی اُسکے آخر اظہار کسرۂ صفت و اضافت کے لیے لگا دیتے ہین۔
(۱۷) نون ساکن کو بطور غنہ کے اور غنہ کو بطور ساکن کے استعمال کرنا مثلاً۔

سودا

لے سیل تا بہ دشنۂ و برچھی سے تا خنجر

کا نون ساکن ہی مگر یہان بطور غنہ آیا ہی۔ اسی قبیل سے ہی۔

آتش

شرط ہی رتبۂ مردان خدا کا انصاف	ڈوبا فرعون وہین موسیٰ ہین پایاب اُترا

ولہ

موسیٰ کو تیرے حکم سے دریا نے راہ دی	فرعون کو تو نے غرق کیا رود نیل کا

مقصود بالتمثیل لفظ فرعون ہی۔
(۱۸) اُس نون غنہ کا اعلان جو لفظ مضاف الیہ کے آخر مین واقع ہو جیسے

ظفر

لخت جگر و اشک ہین حاضر ترے آگے	یہ لعل ہین وہ گوہر غلطان ہمارے
جمعیت دل تیرے سبب سب ہین وہ برہم	کیون ضد مین پڑے زلف پریشان ہمارے

ہوس کی غزل ہے ؎

اکبار ہم صفیرون نے دیکھ اُسکو رو دیا	میرا قفس جو سُوے گلستان لے گئے
کیسے چمن مین آئے کہ جن جن کے باغ سے	دامن مین اپنے ہم گل حرمان لے گئے
ہم روے گل ہی دیکھنے پائے نہ یا نصیب	ہم کو بہار مین سوے زندان لے گئے
طوفان اُٹھے گا قبر سے ہم خاک مین اگر	ساتھ اپنے اپنے دیدۂ گریان لے گئے
تازہ ہوا پھر از سر نو اسکو داغ قیس	ناحق ہوس کو سُوے بیابان لے گئے

انشا

لالہ مراد شمن ہی اجی اُسپہ نت کبھے	گر دیجے کسی مرد مسلمان پہ چھٹی
انشا کو معافی ہوئی ہی باغ جنان کی	حاضر ہی یہ لیجے شہ مردان پہ چھٹی

ظفر

نہین عزیز عزیزون سے سرخ رو ہرگز	ہوے ہین ایسے لہو زیر آسمان سفید

ولہ

روز گھر غیروں کے رہنا تجھے مہمان طریق | یہ بھی کوئی ہی بھلا اے بت نادان طریق

عبدالقادر وفا

کاہن تمام تابع فرمان ہو گئے | دفتر نجوم کے پریشان ہو گئے

قلندر

ذوق مے نوشی گلشن ہی بجا نون کس کو | کف سیمین مین نرگس کے طلائی ہی ایاغ

غالب

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین | فرمان روائے کشور ہندوستان ہے

دبیر

مین گھر کیا ن نہ کھاؤن کی قسم لعین کی

(۱۰) بعض الفاظ ایسے ہین کہ اُن مین بغیر اضافت کے بھی علان نون عیب ہے۔

تسلیم

دھرے سر پہ زانو کو حیران تھا | تفکر کے عالم مین غلطان تھا

ولہ

کہان ہووے شکل ایسی انسان کی | نہ جب تک عنایت ہو یزدان کی

تسلیم

تمکو بھی تو غیرون سے یہ اخلاص نہین ہے | ربط کہ اس دست و گریبان مین دیکھا

رند

سامنے جنت و دوزخ ہین کمین کھینچ ہی جائے | مجھکو عریان میان صف محشر نہ پھرا

(۱۱) دو ہندی لفظون کو کسی فارسی یا عربی لفظ کے ذریعے سے اتصال دینا جیسے ارشد کے قول مین۔

یہ جوانی اور مرنا سخت ترافسوس ہے | یورپ سے تا ہند جس کا گھر ہے گھر افسوس ہے

آٹھوین تناقض یعنے ایک معنے کے خلاف دوسرے معنے کلام مین لانا جیسے ... کی تعریف مین باوفا و ستمگر کہنا۔

اسی قبیل سے میر کے اس قول کو سمجھنا چاہیئے۔

قالب خاکی کے پردے مین خدا ہی آ گیا	جانشینی پیمبر کے سزا تو ہی تو تھا

پہلے مصرع سے یہ ثابت ہی کہ ممدوح خدا کا بندہ اور ایک بشر ہی کیونکہ پیمبر کا جانشین بتایا ہے اور پیمبر خدا کے بندے تھے اور بندۂ خدا کا جانشین بھی بندۂ خدا ہوگا اور دوسرے مصرع سے ثابت ہے کہ ممدوح خدا تھا کیونکہ مطلب اس مصرع کا یہ ہی کہ خدا نے آدمی کی صورت مین ظہور کیا ہی اور ممدوح کو جو بظاہر آدمی دیکھتے ہین یہ درحقیقت خدا ہی کہ اُسنے آدمی کا جسم اختیار کرلیا ہے۔

آفتاب رائے رسوا

جب ہاتھ مین ساغ ہو صراحی ہو سبو ہو	ہمزندگی کا لطف نہ خضر خوش اوقات

غرض اس شعر سے یہ ہی کہ خضر کی زندگی تنہائی مین بے لطف گذرتی ہی لطف کے ساتھ زندگی گذارنے کے لیے ان چیزون کا ہونا ضرور ہی اور خضر کو یہ چیزین حاصل نہین اور خوش اوقات کہنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خضر کی زندگی لطف سے گذر رہی ہے۔

اختر

راحت جان بھی ہے وہ خوش انجام	اک زن فاحشہ تھی گنا نام

اس شعر مین گنا کو خوش انجام کہا ہی اور آگے جا کے اُسکا ایسا قصہ بیان کیا ہی جس سے بدانجامی ثابت ہوتی ہی چنانچہ یہ شعر اُسی کے بیان مین ہے۔

ولہ

ٹھوکرین کھاتی ہی وہ بندر کی	چھوڑ کر سلطنت وہ اندر کی

آتش

دل بستگی ہی کافر خوش اعتقاد سے	سودا ہی دل کو زلف گرہ گیر یار سے

کافر ہونے اور خوش اعتقاد ہونے مین تناقض ہی۔

نوین تنافر کلمات یعنی عبارت مین ایسے الفاظ لائے جائین کہ متکلم سے اُن کے بیان کرنے مین خطا واقع ہو یا سُرعت کے ساتھ ادا نکر سکے مثال اُسکی یہ عبارت ہی کہ اونٹ کی پیٹھ کچھ اونٹ کی اونچائی سے اونچی نہین ہے اونٹ کی پیٹھ کچھ اونٹ کے ڈھانچ کی طرح قدرتی اونچی ہے منقول از دریاے لطافت۔

منیر

نغان خوک مخنوق وخیخ زاغ سنتے ہین !

ولہ

حضوری مین ہر دم قصیدہ پڑھو مین | رہون مین اسی کا مؤظف مواظب

مقصود بالتمثیل مؤظف مواظب ہے۔

شہیدی

ایک مین نے کب لیا دینا ہی گر تو دو تو دو | خواہ دو سیب ذقن کے خواہ دو غبغب کے دو

سو

مشفقین تجھی مین جو ہوتا ہو تال پر | تن تن تنن تنن تننن در تن مین رقص

دسوین تعقید تعقید کے معنی اصطلاح مین کہ کلام اپنے معنون پر بظاہر دلالت نہ کرسکے یعنی دلالت تو ہوتی ہو گر صریح نہو اور یہ دو قسم ہی تعقید لفظی اور تعقید معنوی۔

تعقید لفظی یہ ہی کہ بہ سبب تقدیم و تاخیر و وصل و فصل الفاظ کے کلام مین خلل واقع ہو جیسے

غالب

لیتا نہ اگر دل تمھین دیتا کوئی دم چین | کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

اصل مطلب یون ہی کہ اگر تمھین دل نہ دیتا تو کوئی دم اور چین لیتا اور جو نہ مرتا تو کوئی دن اور آہ و فغان کرتا۔

داغ

زمین کے حال پہ اب آسمان روتا ہے | ہر اک فراق مکین مین مکان روتا ہے

اصل مطلب یون ہی ہر اک مکین کے فراق مین مکان روتا ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا

اُسو مین پالونگا اُس کو کرکے فرزند | کرونگا اُس کو اپنا لے کے دلبند

یعنی اُسکو لیکے اپنا دلبند کرونگا۔

ناسخ

موج وہ کرتا تو ہی پر چاہیے ای مرغ دل | دم پھڑک جائے تڑپنا دیکھکر صیاد کا

اصل مطلب یون ہی تڑپنا دیکھکر صیاد کا دم پھڑک جائے۔

ولہ

لعل مین لال اُسکے گویا ہونٹ | لعل کا کیا گمان ہونٹون پر

مطلب یہ ہی کہ اُسکے لال ہونٹ گویا لعل ہین ۔

ولہ

دوستون کے روندتا ہی دل پہنکر کفش نو	ای پری کہنا ہی زیبا تجھکو دشمن زیر پا

اصل مطلب یون ہی کفش نو پہنکر دوستون کے دل روندتا ہی ۔

حسرت

وہ طفل مؤذن کا مصلی حسرت	دینے کو اذان چلا جو مسجد مین سحر

ولہ

ملّا کا پڑھے ہے طفل فاعل مفعول	مین نے کہا کچھ حرف مجھے کہ معقول

عزیز بریلوی

نور و ظلمت کو وہ دانتون مین لگاکر مسّی	صورت مردمک دیدہ بہم کرتے ہین

آتش

سر کو سودا ہے کسی کاکل کا	دل ہے زنجیر کا پابند اپنا

تعقید معنوی یہ ہے کہ عبارت مین خیالات باریک یا قصہ نامشہور یا کسی طرح کی شکل بات لکھین اور جب تک بہت خوض و تامل نہ کرین اُسکا سمجھنا دشوار ہو جیسے اس شعر مین ۔

آتش

اگل کو قبا مین کیے تو اے کج کلاہ کاٹ	مار سیاہ زلف سے سنبل کی راہ کاٹ

شاعر کا یہ مطلب ہی کہ قبا مین گل کو شرمندہ کر اور اپنی زلف کے مار سیاہ کو دکھا کر سنبل کو خجل کر لیکن راہ کاٹنا کنایہ خجل کرنے سے نہین ہو سکتا پس یہ تعقید معنوی ہی عجب اُن لوگون سے جنھون نے کہا ہی کہ تعقید فارسی مین احسن صنعتون مین سے ہے ۔

غالب

یک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز	چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا

مطلب شاعر کا یہ ہی کہ صیقل سے جو خط آئینے پر پڑتا ہے وہ ہو بہو الف کی مانند ہوتا ہے تو گویا آئینہ ابھی الف ہی کی مشق کر رہا ہے یعنے ہنوز روز اوّل ہے مگر چاک گریبان اپنا کہ وہ بھی بصورت الف تھا سیکڑون شکلین اسکی بدل گئین تو معلوم ہوا کہ مشق گریبان دری مین آئینہ مبتدی ہے اور شاعر کا گریبان منتہی ۔

ولہ

یک ذرۂ زمین نہین بیکار باغ کا	یان جادہ بھی فتیلہ ہی لالے کے داغ کا

موسم بہار کا ذکر کرتا ہی کہ آج کل باغ کا ایک ذرہ زمین بھی بیکار نہین مثلاً باغ کی روشون پر آمد و رفت مردم کی وجہ سے کچھ نہین اُگتا لیکن اس زمانے مین جوش گل کی یہ کیفیت ہے کہ اُس مین بھی گلہاے سُرخ کی کثرت کی وجہ سے گویا لالے کے داغ کا فتیلہ بنی ہوئی ہو فتیلہ اس بتی کو کہتے ہین جو بہت جلد آگ قبول کرے یہان جادۂ چمن کو فتیلہ کہا گویا اُس سے لالے کے داغ روشن ہوتے ہین -

ولہ

حسن بے پردہ خریدار متاع جلوہ ہے	آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

خریدار متاع جلوہ یعنی خواہشمند جلوہ گری فکر اختراع جلوہ یعنی اس بات کی فکر کہ جلوہ گری کی خواہش کس طور پر پوری ہو آئینے کو اس فکر یعنی فکر اختراع جلوہ کا زانو قرار دیا اس لحاظ سے کہ بوقت آرایش آئینہ استعمال کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ حسن باوجودیکہ بے پروا ہوتا ہے لیکن جلوہ گری کی فکر اس کو بھی رہتی ہے چنانچہ آئینہ گویا اس خواہش جلوہ گری کا زانوے فکر ہوتا ہے -

غالب

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا	جادہ اجزاے دوعالم دشت کا شیرازہ تھا

یک قدم وحشت یعنی تھوڑی سی وحشت دوعالم دشت سے کثرت مراد ہے اور جادے سے مراد جادۂ وحشت ہے مادہ وحشت کو اجزاے دوعالم دشت کا شیرازہ اس بنا پر کہا کہ یک قدم وحشت سے تمام دفتر امکان کی حقیقت معلوم ہو گئی مطلب یہ ہے کہ دفتر امکان کا درس بہ صحت عقل و ہوش بر بناے خوف و کم ہمتی مشکل تھا وحشت نے اُسے آسان کر دیا کیونکہ وحشت نے اُس پست ہمتی کو مٹا دیا -

حالی

وہ بکر اور تغلب کی نامی لڑائی	صدی جسمین آدھی انھون نے گنوائی
قبیلون کی کر دی تھی جسنے صفائی	تھی اک آگ ہر سو عرب مین لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ	کرشمہ اک اُنکی جہالت کا تھا وہ

یہ لڑائی جاہلیت کے اشعار مین حرب بسوس کے نام سے مذکور ہے بنیاد اس کی یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کھیت مین چلا گیا کھیت والی عورت نے اُسے مارا اونٹ والے نے عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی اس بات پر ۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک برابر لڑائی رہی اول یہ لڑائی بنی بکر اور بنی تغلیب مین ہونی شروع ہوئی مگر رفتہ رفتہ تمام عرب کے قبیلے اس مین شریک ہو گئے اور ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارا گیا۔

گیارھوین کراہیت سمع یعنے عبارت مین ایسے الفاظ لانا جنمین فحش صریح ہو جیسے۔

چرکین

تھا گرفتاری مین خطرہ جو مجھے بیداد کا
کر دیا بیت الخلا ہگ ہگ کے گھر صیاد کا

ولہ

وعدے تو کیا کرتے ہین عشاق سے جو[illegible]
بو گہہ کی نہ آنے لگے غنچے سے دہن کے

ولہ

آمد ہے خون حیض کی بنتی ہین گدیان
گودڑ کی نعل سے بھی زیادہ خرید ہے

ولہ

سمند گوز بھی صاحب عجب منہ زور گھوڑا ہے
بچھٹے ہے شہ سوارون کی بھی جسکی بدلگامی سے

میر حسن خلف ضاحک نے اپنے باپ کی ہجو کے بدلے مین مرزا سودا کی مذمت مین ایک مخمس لکھا ہے جس کے نقل کرنے کی موجودہ تہذیب اجازت نہین دیتی بلکہ شائستگی اُسکے سننے سے کانون پر ہاتھ رکھتی ہے۔

غرض اس مخمس مین سودا کی مان بہن جورو بچے کسی کو نہین بخشا ہی اور ایسا کلام سراسر تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہی اسلیے ایسے الفاظ اور مضامین سے بچنا چاہیے اور اگر کبھی اس قسم کے الفاظ یا مضامین کے لکھنے کی ضرورت واقع ہو تو بطریق استعارہ اور مجاز اور کنایے کے ادا کرنا چاہیئے جیسا کہ فقہا اعضاے کریہہ کو قبل اور دبر اور سبیلین سے کنایہ کرتے ہین اور الشائے آلۂ تناسل شست و فرج کو مردہ اور قبر سے استعارہ کیا ہے۔

بن نہ تو میری جان کو بندر
رکھدے مردہ ہی قبر کے اندر

اور نسیم نے آلۂ تناسل کو تیر اور فرج کو ترکش سے تعبیر کیا ہے۔

مردی نے جو پھر وجود پایا
پستان کو نے نمود پایا

ترکش بہ نگاہ کی تو تھا تیر	قبضے مین پھر آئی اُٹھو کے شمشیر

اسی طرح اس شعر مین۔

ولہ

بولی وہ کہ یہ خیال ہے خام	خنجر کو کیا نیام سے کام

مرد کے عضو تناسل کو خنجر سے اور عورت کی شرمگاہ کو نیام سے تعبیر کیا ہے۔
مثنوی سحرالبیان مین فعل مباشرت کو یون ذکر کیا ہے۔

غم و درد دامن کشیدہ ہوے	وہ گل نارسیدہ رسیدہ ہوے

اور اسی مضمون کو سرور نے یون بیان کیا ہے نثر آخر کار جب غمزہ و ناز کی نوبت بڑھ گئی تھک کر ڈھب پر چڑھ گئی تو غنچہ سربستہ تمنائے دیرینہ بحرکت نسیم وصل شگفتہ و خندان ہوا اور رخ شہریاری رشک عقیق یمنی غیرت وہ لعل بدخشان ہوا رشک و حسرت سے جگر صدف چاک ہوا قطرۂ نیسان گرا دشمن در پردہ ہلاک ہوا۔

انشا نے مباشرت کے سوال کو کیسے پردے مین بیان کیا ہے۔

آج کیا ٹھہرے گی ہان یا کہ نہین منھ سے تو پھوٹ	ہو گی وہ بات وہان یا کہ نہین منھ سے تو پھوٹ

واجد علیشاہ اپنے ایک مصاحب کی بہنون کے پیشۂ زناکاری کو یون بیان کرتے ہین۔

غمچیان اسکی بہنین چلتی تھین	رات بھر سب کا دانہ دلتی تھین

اور مثنوی سعدین مین فعل مباشرت کو یون ادا کیا ہے۔

آخر کار کام مین لایا	اُڑتی چڑیا کو دام مین لایا
حلقۂ دام بن گئی آغوش	خط توام ہوے کنار و دوش
ہوے یکجا جو دونون مین نے کہا	مہر و مہ ملکے ہو گئے جوزا
سمن و لالہ جب ہوے یکجا	گل رعنا کی پھبتی کہ اُٹھا
تیر حکمی نشانے پر بیٹھا	تا بہ سوفار کام کر بیٹھا
قصہ کوتہ وہ غنچہ ہو گیا گل	جس کو کہتے ہین نیمۂ بلبل
گوہر آبدار سُفتہ ہوا	غنچۂ تنگ دل شگفتہ ہوا
جام یاقوت ٹھہرا شیر کا ظرف	ساغر لالہ مین جمائی برف

بارھوین لفظ واحد کی کثرت اور یہ بھی عیب ہے خواہ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف ہو اور

اسم خواہ ظاہر ہو یا ضمیر ہو اور بغیر کثرت کے عیب نہین اگر بغیر کثرت کے عیب ہوتی تو تاکید لفظی بھی قبیح ہوتی اور کبھی بغیر کثرت کے بھی تکرار فصاحت کے خلاف ہوتی ہی پس اگر تاکید منظور نہو تو تکرار عیب ہی جیسے شاہنامۂ منشی کے شعر مین پھر کی تکرار۔

تو پھر ہاتھ سے بچۂ دیو کے	نہ ہرگز ہوئی پھر رہائی اُسے

بیدل

خارسی آہ دل مین کھٹکے ہے	آہ ہر آن گلرخان کی ادا ہی

آہ کی تکرار معیوب ہی جیسا کہ اس شعر مین۔

شایان

کہ جب تک آہ مین آؤنگا پھر کر	یہ حمزہ آہ رہجائیگا مرکر

احمد حسین خان بی اے

دنیا کا حال دیکھکے لیکن کبیدہ ہون	رنجیدہ ہون کبیدہ ہون خاطر کشیدہ ہون

بہار دانش منظوم

وے کوئی اُس مین نہ انسان ہے	نہ انسان ہے اور نہ حیوان ہے

یہان انسان کی تکرار عیب سے خالی نہین۔

تیرھوین اخلال۔ یہ ہی کہ نظم مین موقع کا لفظ چھوڑکر دوسرا لفظ اُسکی جگہ لایا جاے جیسا کہ خیر البلاغت کے ایک رسالے مین لکھا ہے مثال اسکی۔

حالی

اثر فیض عام سے اُس کے	کعبہ آباد دو سے کدۂ معمور

دوسرے مصرع مین مے کدے کی جگہ بُت کدہ مناسب ہے۔

امیر مینائی

دو کی جگہ دیے مجھے بوسے بہک کے چار	تھے نیند مین پڑا نھین دھوکا حساب مین

اگر نیند سے بدلے نشے کا لفظ کہتے تو باموقع تھا کیونکہ نیند مین دو بدلے سو بوسے بھی لیے جائین تو بھی دھوکا نہین پڑسکتا علاوہ اسکے بہکنے کے مناسب بھی نشے کا لفظ ہے۔

ولہ

پائی ہی برہمن نے جو در پہ ترے جگہ	بیٹھا ہے لات مار کے عزی ولات پہ

برہمن عزے ولایت سے جبکہ سروکار ہی نہین رکھتے تو اُنکے عز اولات کو لات مارنے سے معشوق کے دروازے کی اہمیت کب پیدا ہوسکتی ہے اُنکی جگہ سری کرشن یا شِو یا رام ہوتا تو برہمنون کے معتقدات کے موافق ہوتا مگر قافیہ اور لات مارنے کی رعایت اور اصل حال سے ناواقفیت نے غلطی مین ڈالا ہے۔

منہ

رگ رگ کے تو خود پھیرتے ہین حلق پہ خنجر	اور مجھ سے شکایت ہے کہ بسمل نہین ہوتا

"یہان بسمل کا لفظ بے موقع ہے اُسکی جگہ ذبح ہوتا چاہیے رگ رگ کے خنجر پھیرنے سے بسمل ہوجاتا ہے ذبح نہین ہوتا۔

شیخ مشیر حسین قدوائی رئیس گدیہ

کون کہتا ہے وہ جفا نہ کرین	ذکر غیرون سے ہان کیا نہ کرین

دوسرے مصرع مین ہان کا لفظ بے موقع ہے یہ ایجاب کا محل نہین یہان لفظ پر بجنے لیکن چاہیئے۔

ضمیمہ جو الفاظ محاورہ روزمرّہ مین اور اہل علم کی نظم مین علی العموم اپنی اصل سے کچھ مختلف ہوکر مستعمل ہین اور اُنکے استعمال کی تخصیص کچھ شعرا ہی کے ساتھ نہین بلکہ اہل زبان اُردو نے عام سے خاص تک اُن کو قبول کرلیا ہے تو وہ اُس وقت وہ مُہنّد سمجھے جائینگے مُہنّد وہ لفظ فارسی و عربی ہے جو تصرف لفظی یا معنوی کے ساتھ زبان اُردو مین استعمال کیا جاے اور اس عمل کا نام تہنید ہے جو مقابل تفریس اور تعریب کے ہے جیسا کہ خان آرزو نے چراغ ہدایت مین لکھا ہے مثلاً تپاک بمعنی گرم جوشی وارتباط مہندی در اصل لغت مین اضطراب و بے قراری کے معنے مین ہے اسی طرح رسید بمعنی نوشتہ جو کسی چیز کے پہونچنے کے بعد دوسرے سے لیتے ہین مہند ہے اہل ایران کے کلام مین نہین آیا وہ اس کی جگہ یافتہ بولتے ہین اسی طرح رسد بمعنی آذوقہ و ذخیرہ جو لشکر اور قافلے کے ہمراہ ہوتا ہے اور احتیاج کے وقت کام مین لاتے ہین مہند ہے اُستادان ایران کے کلام مین نہین آیا ابو طالب کلیم نے جو شاہ جہان نامے مین لکھا ہے وہ روزمرۂ دربار سلاطین دہلی کے موافق لکھا ہے بہار عجم نے اسی طرح مستفاد ہوتا ہے خان آرزو کے نزدیک لفظ روزنامچہ بھی مہند ہے یہی حال سرپرست کا ہے کہ مربی کے معنے مین مہند ہے ورنہ در اصل

خادم اور مہاندار کو لیتے ہین یہ تو معنوی تصرفات ہین لفظی تصرفات یون سمجھو کہ نمش عام طور سے دودھ کے جھاگون کے معنے مین مستعمل ہے جس کی قفلیان فروخت کرتے ہین اور تمیز بروزن عزیز تمعیز بروزن تکمیل کی جگہ یہ دونون لفظ مسند ہین اور تشنہ بمعنی تشنیع مثلاً کیون طعنے تشنے دیتے ہو۔ مسند ہے اور مرزا نوشہ کے اشعار ہین۔

دل گذرگاہِ خیالِ مے و ساغر ہی سہی
گر نفس جادۂ سرمنزلِ تقوے نہ ہوا

کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے
ہمنے چاہا تھا کہ مرجائین سو وہ بھی نہ ہوا

مرگیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالب
ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسےٰ نہ ہوا

باعتبار محاورۂ اُردو کے تقوے اور عیسی الف بصورت یاے چاہیے ایسا الف مقصورہ کہلاتا ہے یاے معروف سے کبھی کبھی فارسی مین آجاتے ہین مگر اُردو مین مرزا کے وقت سے اس وقت تک یاے معروف سے استعمال نہین کرتے پس مرزا کے استعمال کرلینے سے ایسے الفاظ مسند نہین ہوسکتے۔

صحراے دوم سرقات شعری کے بیان مین

سرقے سے بُرا مانیے کیون مصحفی سچ ہے
کہتے ہین جسے شاعری ہے آپ یہ فن چور

مت باندھیو اے مصحفی مضمون کسی کا
ہے ننگِ خلائق وہ جو شاعر ہو سخن چور

بدترین عیوب کلام سرقۂ شعری ہے اور یہ عیب ذات شاعر تک متعدی ہوتا ہے یعنی بخلاف اور عیوب کے اس مین شاعر سارق کی بھی ایک قسم کی بدنامی ہے عبدالواسع ہانسوی نے اپنے رسالے مین اس عیب کو صنعت سرقۂ شعری لکھا ہے سبحان اللہ یہ کیا عمدہ صنعت ہے کہ دوسرے کا شعر یا مضمون یا الفاظ چرالین۔

اگر دو شاعر کسی ایسی صفت وغرض پر اتفاق کرلین جو عموماً سب آدمیون کو مقصود ہو اور علی العموم لوگون کا اُس سے تعلق ہو جیسے شجاعت یا سخاوت کی تعریف اور بخل و نامردی کی ہجو تو یہ چوری نہین البتہ فصاحت وغیر فصاحت دیکھی جاتی ہے کیونکہ یہ اُمور عقول وعادات مین داخل ہوگئے ہین اور اُن کو فصیح وغیر فصیح اور شاعر وغیر شاعر کام مین لاتے ہین تو ایسی چیزون پر دو شاعرون کا اتفاق کرلینا اور اپنے کلام مین باندھنا سرقے مین داخل نہین کیونکہ ان مین تمام شریک ہین اسلیے ایک کو دوسرے سے اخذ کرنے اور چرانے کی احتیاج نہین ہے اور جو دو شاعر

ایسے لفظ پر اتفاق کرلین جو اُس غرض عام پر دلالت کرتا ہو خواہ بطور حقیقت یا بطور مجاز یا کنایہ یا تشبیہ کے تو اُس صورت مین دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ لفظ ایسا ہے کہ خاص و عام مین اُس کے متداول ہونے کی وجہ سے سب اُسکے سمجھنے مین شریک ہین جیسے رُخ کی تشبیہ ماہ و مہر سے اور قد کی تشبیہ سرو شمشاد سے اور آنکھ کی تشبیہ بادام سے اور جری و شجاع کی تشبیہ شیر سے اور سخی کی تشبیہ دریا سے تو یہ بھی داخل سرقہ نہین اور نہ اُن الفاظ کا استعمال داخل سرقہ ہے جو محاورات اور ضرب المثل بن گئے ہین۔ جیسے حساب دوستان در دل ان شعرون مین۔

ذوق

حساب اصلا نہ پوچھے مجھسے میرے دل کے زخمون کا
حساب دوستان در دل اگر وہ دلربا سمجھے

میر نسیم اللہ

سُنین سو گالیان اک بوسہ لیکر اے پری پیکر
پھر اب آزردہ کیون ہی تو حساب دوستان در دل

اور ٹٹی کی اوٹ مین شکار کھیلنا ان شعرون مین۔

ذوق

ہی دل کے داؤن گھات مین مژگان سے چشم یار
کرتی ہی قصد ٹٹی کی اوجھل شکار کا

اسیر

ٹٹی کی اوٹ مین وہ کیا کرتے ہین شکار
مُنھ کو چھپائے رکھتے ہین اپنے نقاب مین

سعادت خان

پردے مین خط کے لیتی ہی بوسے وہ آپکے
ٹٹی مین خوب کھیل رہی ہی شکار زلف

اور لہو لگا کر شہیدون مین داخل ہونا ان اشعار مین۔

میر

ناخن سے بوالہوس کا گلا یون ہی چھل گیا
لوہو لگا کے وہ بھی شہیدون مین مل گیا

ذوق

گل اُس نگہ کے زخم رسیدون مین مل گیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدون مین مل گیا

امانت

لگا کر اب لہو داخل ہوے ہین سب شہیدون مین
صنم مین ہون قتیل ابروے خمدار پہلے سے

اور ماتھا ٹھنکنا ان اشعار مین۔

میرتقی

بہو دن تئین تم جسدم سج نکلے تھے اک حیرا | اُس دن ہی تمھیں دیکھے ماتھا مرا ٹھنکا تھا

رشتا

ہم آگے ہی سمجھے تھے وہ گھر کو سدھارینگے | جسوقت گجر باجا ماتھا مرا ٹھنکا تھا

اسی قبیل سے ہی۔

نصیر

عیاں زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر | گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

تمنا

سانپ تو بھاگ گیا پیٹتے ہین لوگ لکیر | خوب پوشیدہ کیے تمنے دکھا کر گیسو

رند

دے دے مار گیسوے جانان کی یاد مین | پیٹا کرو لکیر کو کالا نکل گیا

اسی قبیل سے ہی۔

سودا

سودا ہرا نمانیو واعظ کی گفتگو | آوازہ دہل ہی خوش آیندہ دور کا

ناسخ

سینہ کوبی مین نے دوری مین جو کی تو لاصنم | کیا خوش آیندہ یہ آواز دہل ہے دور کی

اور اگر وہ لفظ ایسا نہو کہ اُسکے سمجھنے مین سب آدمی شریک ہون اور سب کا ذہن اُس تک نہ پہونچ سکتا ہو اس وجہ سے کہ وہ ایک خاص قسم کا مجاز ہو یا کوئی خاص کنایہ ہو یا تشبیہ دقیق ہو جو بغیر فکر و غور کے سمجھ مین نہ آسکے تو ایسے لفظ کی نسبت یہ کہنے کا حق پہونچتا ہے کہ ان دو شاعرون مین سے جنھون نے اُسکو استعمال کیا ہے ایک نے کامل طور پر باندھا ہے اور دوسرے نے ناقص طور پر اور ایک نے دوسرے پر بڑھا دیا ہے اور دوسرے نے اُس سے کم کر دیا ہے اور اس قسم کے لفظ کی جس کے سمجھنے مین تمام آدمی شریک نہون تو دو قسمین ہین ایک یہ کہ عامۃ الناس اُسکو نہ سمجھ سکتے ہون بلکہ نہایت فکر و غور کے بعد سمجھ مین آتا ہو دوسری قسم یہ ہے کہ ہر ایک شخص اُسکو سمجھتا ہو غریب نہو پھر شاعر نے اُس مین تصرف کر کے غرابت پیدا کر دی ہو اور ابتذال اُسکا دور کر دیا ہو جیسے زلف کو بسبب دوش پر افتادہ ہونے کے شب دوش کہے یا ابرو کو شمشیر زہر آلودہ سے استعارہ کرے گو ابرو کا تیغ

سے استعارہ بتنزل عامیانہ ہی لیکن زہرآلودہ کہنے سے ایک قسم کی غرابت اُس مین آجاتی ہے کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہے اور سبزی اور سیاہی مین چندان تفاوت نہین ہے پس ابرو کا بسبب سیاہی رنگ کے تیغ زہرآلودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سرقے کی دو قسمین ہین ایک سرقۂ ظاہر اور دوسرا سرقۂ غیر ظاہر۔

بیان سرقۂ ظاہر

سرقۂ ظاہر وہ ہے کہ اگر دونون شعرون کو کسی عاقل کو سُنایا جائے تو وہ حکم لگادے کہ ان مین سے ایک کی اصل دوسرا ہے بشرطیکہ اُس لفظ کو جو غرض وصف پر دلالت کرتا ہو تمام آدمی نہ جانتے ہون اور یہ تین قسم پر ہے۔

ایک انتحال و نسخ یعنی کسی کے کلام کو بغیر اختلاف الفاظ و معانی کے اپنا کرلین جیسے یہ بیت

جانین ناتوانون کی لب تک آئیان | بل بے ظالم تیری بے پروائیان

میر محمدی بیدار اور خواجہ بینگا شیدا دونون کے کلام مین موجود ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دونون صاحبون مین سے ایک نے سرقہ کیا ہی علی ہذا القیاس یہ اشعار۔

اعجاز لب اُسکا دم عیسےٰ سے نہین کم | وہ پنجۂ سیمین ید بیضا سے نہین کم
معدوم کو کیونکر کوئی ثابت کرے دانا | مضمون کمر یار کا عنقا سے نہین کم

نواب عماد الملک غازی الدین خان نظام تخلص کے کلام مین بھی موجود ہین اور والہ فیض آبادی کے یہان بھی لکھے ہین اور تیسرے مصرع مین دانا کی جگہ والہ لکھا ہوا ہے۔

رند

نہ گیسو چھونے دیتے ہین نہ رُخ کا بوسہ دیتے ہین | یون ہی اک عمر گذری ہی کہ صبح و شام کرتے ہین

صاحب تذکرۃ النساء لکھتے ہین کہ یہ شعر نزاکت تخلص کند و نام بنت حسینی خوشحال والی گنجی مشہور ڈیڑھ دار بالفعل وارد جیپور شاگرد میر واجد علی لکھنوی شیفتہ تخلص مقیم جیپور نے پڑھکر اپنی طرف منسوب کیا اور یہ بیت۔

ہی خواب مین دیکھا تو بظاہر بھی ملینگے | قسمت سے نہ گر خواب کی تعبیر اُلٹ جائے

فراسو نام زوجۂ شمرو فرانسیس مقرب خدمت زیب النساء [illegible] خیراتی [illegible] دلسوز [illegible] طرف منسوب ہی۔

ضیاء الدین ضیا

جلے ہی غم سے اور آنسو بہانا منع ہے | لگ رہی ہی آگ گھر کو اور بجھانا منع ہے

سینے مین شورش ہو اور ضبط فغان کو حکم ہو	ہین جگر مین شعلے اور نالہ اٹھانا منع ہے

مصحفی

سینے مین شورش ہو اور ضبط فغان کو حکم ہے	آگ گھر مین لگ گئی ہو اور بجھانا منع ہے

ضیا کے اشعار کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملانے سے مصحفی کا پورا شعر ہوتا ہے۔

میر

کرے کیا کہ دل ہی تو مجبور ہے	زمین سخت ہے آسمان دور ہے

میر حسن

جُدائی تری کس کو منظور ہے	زمین سخت ہے آسمان دور ہے

حکایت ایک روز شہر بھوپال مین یار محمد خان صاحب شوکت کے مکان پر چند احباب کا جلسہ تھا مؤلف بھی حاضر تھا خان صاحب موصوف نے ان اشعار کو اپنے نام پر پڑھا اور بجاے صابر اپنا تخلص شوکت کر دیا۔

ہو فنا ذات مین کہ تو نہ رہے	تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
اسقدر ڈوب اس مین اے صابر	کہ بجز ہو کے غیر ہو نہ رہے

تذکرۂ شعراے بخار مین لکھا ہے کہ فضل مولے خان فضل تخلص لکھنوی کی یہ عادت تھی کہ آپ شعر کم کہتے تھے اور دوسرے شعرا کا شعر اپنی طرف منسوب کر لیتے تھے آخر نتیجہ رُسوائی اور بدنامی ہوا الغرض ایسا سرقہ نہایت معیوب و سخت عیب ہے کیونکہ سرقۂ محض ہے جس مین کچھ بھی دوسرا شاعر اپنی طرف سے شعر سرقہ مین نہین ملاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا سرقہ جس مین کچھ بھی اپنی طرف سے نہ ملایا جائے ایسے سرقے سے جس مین کچھ اپنی طرف سے بھی ملا یا جائے نہایت بدتر ہے۔

اور اسی کے قریب ہی یہ بھی ہے کہ پرائے شعر کا تمام مضمون لیکر اُسکے بعض الفاظ یا تمام کو بدل دین اور اُن کی جگہ دوسرے مترادف الفاظ رکھدین جیسے میر کا مصرع ہے اور ؏

عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

جرأت نے کہا ہے۔ ؎

آخرش بندۂ خدا ہین ہم

جرأت نے عاقبت کو آخرش سے بدل دیا ہے یہی حال اشعار ذیل کے مصرع دوم کا ہے۔

ہین نے جانا تھا ظلم بند کرے گا دو حرف	سمجھ دار شعر کے لکھنے کا مجاد نے دفتر کھولا

میر

ہمنے جانا تھا لکھے گا تو کوئی حرف اے میر — پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

شیخ علی بخش بیمار

سانس آہستہ لیجیو بیمار — ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا

منشی واحد علی بسمل

نوک مژگان ذرا خیال رہے — پھوٹ جائیں نہ آبلے دل کے

اسی قبیل سے ہی اشعار ذیل کا مصرع دوم۔

میرے تغییر رنگ پر مت جا — اتفاقات ہین زمانے کے

دیگر

میرے تغییر رنگ کو مت دیکھ — تجھکو اپنی نظر نہ ہوجائے

میر

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا — جمال یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا
رہی تھی دم کی کشاکش گلے مین کچھ باقی — سو اُسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا
بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو — چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

یہ تینون شعر دو ایک لفظون کے فرق سے پنڈت دیا شنکر نسیم کے دیوان مین بھی موجود ہین حالانکہ میر صاحب کی یہ سات شعر کی غزل ہی اور اُنکے دیوان اول مین موجود ہے مقطع یہ ہی۔

لگا نہ دل کو کہین کیا سُنا نہین تونے — جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

اسی قبیل سے ہے۔

خلیفہ محمد علی سکندر شاگرد ناجی

گرا ہی مانگ مین دل میرا آہ ڈھونڈون کدھر — کہ آدھی رات ادھر ہی اور آدھی رات ادھر

عماد الملک غازی الدین خان نظام

چھپا ہی مانگ مین دل اب اسے مین ڈھونڈون کدھر — کہ آدھی رات ادھر ہی اور آدھی رات ادھر

اسی طرح۔

شوریدہ

باتون کا گر [illegible] سے جاتے دل [illegible] ہین — جو زندگی سے اپنی بیزار اس قدر ہین

تیغ نگاہ کس کی دیکھی ہے ہمنے یا رب	لب خشک ہو رہے ہین کانٹے زبانین ہین

حیدر علی بیگ گرم

تیغ نگاہ کسکی دیکھی ہے ہمنے یا رب	جو زندگی سے اپنی بیزار اس قدر ہین

شوریدہ کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملکر گرم کا پورا شعر بنا ہے۔

امیر مینائی

غنچہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار	وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان

مہر

ترے منہ کے آگے بالکل نہین قدر سوسن و گل	وہ زبان بے دہن ہے یہ دہان بے زبان ہے

دوسری قسم سرقے کی مسخ اور اغارہ ہے یہ اُسے کہتے ہین کہ کسی شخص کے کلام کے تمام معنی لیکر صورت کلام کی بدل دین یعنی ترکیب الفاظ مین تغیر و تبدیل کر دین یا بعض الفاظ مین تمام الفاظ نہ لین جیسے۔

میر

کہیو قاصد وہ جو پوچھے ہمین کیا کرتے ہین	جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہین

اس شعر کو اسیر نے اپنا یون کر لیا ہے۔

وہ جو پوچھے ہمین کیا کرتے ہین	کہیو قاصد کہ دعا کرتے ہین

اور مرزا دبیر نے یون لکھا ہے۔

آقا جو مرا پوچھے کہ کیا کرتے ہین	کہیو کہ شتاب آؤ دعا کرتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

میر ضمیر

پہچانے ہو کس کی مرے سر پہ ہے دستار یہ کس کی زرہ کس کی سپر کس کی ہے تلوار	دیکھو تو عبا کس کی ہے ہم باندھے پہ نمودار مین جس پہ سوار آیا ہون کس کا ہے یہ رہوار

باندھا ہے کمر مین جسے یہ کس کی ردا ہے
کیا فاطمہ زہرا نے نہین اس کو سیا ہے

میر انیس

یہ قبا کس کی ہے بتلاؤ یہ کس کی دستار	یہ زرہ [illegible] کی ہے پہنے ہوں جو مین سینہ فگار

برمین کس کا ہے یہ چار آئینہ بجوہر دار | کس کا رہوار یہ ہے آج مین جسپہ ہون سوار

کس کا یہ خود ہی یہ تیغ دو سر کس کی ہے
کس جری کی یہ کمان ہی یہ سپر کس کی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

محمد یار بیگ سائل

شاخ کو کوئی ہلادے تو ثمر جھڑتے ہین | اپنی ہر جنبش مژگان گہر جھڑتے ہین

سید دست یار خان رنگین

یان سر شک مژہ اب شام و سحر جھڑتے ہین | شاخ پر میوہ سے جس طرح ثمر جھڑتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

عشرت

کبھی تھی اُسکو یان تک ناتوانی | کہ موے سر سے بھی تھی سرگرانی

آتش

اس قدر ہمیہ ناتوانی ہے | موے سر تک بھی سرگرانی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

اوباش

دل و دیدہ اپنے جو یار تھے سودہ درد و غم مین پھنسا گیا | ہین جن سے چشم اُمید تھی وہی آنکھ ہمسے چرا گئے

سید حسین شاہ افزون

چشم اُمید جن سے رکھتے تھے | وہی آنکھین چُرا گئے ہم سے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

اے بتو اس قدر جفا ہم پر | عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

جرأت

ٹک تو کر رحم ای بتِ بیرحم | آخرش بندۂ خدا ہین ہم

گویا

اتنی تو جفائین کر نہ اے بُت | آخر مین بندۂ خدا ہون

شاہ جہان بیگم شیرین

نہ کرو ہم پہ اتنی جور و جفا	اے صنم بندۂ خدا ہین ہم

اسی قبیل سے ہی-

خواجہ وزیر

دست نازک کی نزاکت جو سپر نے دیکھی	ایسی سمٹی کہ ہتیلی کا بنی تل قاتل

مرزا دبیر

جوڑے ہوے ہاتھونکو ادب سے ہی جلاجل	سمٹی سپر ایسی کہ ہتیلی کا بنی تل

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ محمد ناصر عندلیب

تھا بندھا جس مین نامہ دلبر کا	وہی پر گر پڑا کبوتر کا

میر محمد تقی میر

قسمت کی خوبی دیکھو کبوتر کا گر پڑا	وہ پر کہ جس مین تھا مرا نامہ بندھا ہوا

داغ

وا ے ناکامی کہ جس مین ہمنے باندھا تھا خط شوق	وہ ہی مرغ نامہ بر کا ٹوٹ کر شہپر گرا

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

کہا اُس بت سے جا مرتا ہے مومن	کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

وزیر

کہون جب مین کہ بے تیرے ہون مرتا	تو کہتا ہے وہ بت مرضی خدا کی

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر

خواب مین تجھ سے ہم کنار رہا	عین غفلت مین ہوشیار رہا

گویا

بنی غفلت ہے عین ہشیاری	خواب مین ہمنے یار کو دیکھا

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

عبث کرتا ہی جسے تو خیال یار کا شکوہ	جو بھولے آپکو اید ا اُسے پھر یاد کیا کیجے

بحر

غم عبث شادی عبث نالہ و فریاد عبث	بھولے جو آپکو اُس شخص کی پھر یاد عبث

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

ہم نکالینگے سُن اے موج ہوا بل تیرا	اُسکی زلفوں کے اگر بال پریشان ہونگے

حافظ الٰہی بخش شائق

سُن لے اے باد صبا اور پریشان ہو گی	زلف جانان کا اگر بال بھی بانکا ہو گا

اسی قبیل سے ہے۔

سراج

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا	مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہین سو ہری ہی

فطرت

نہ سوکھی شاخ غم الحمد للہ	جسے کہتے ہین دل اب تک ہری ہی

شاہ نیاز احمد

چلی باد گرم فراق ہی جلا سب وجود نیاز کا	مگر ایک عشق کی کشت غم جسے دل کہین سو ہری ہی

اسی قبیل سے ہی۔

وصفی

پاے بوسی آپ کی کس دن ہوئی مجھکو نصیب	وصل مین بھی سرخ رو اے گل حنا تھی مین نہ تھا

شیرین

سُرخ رو ہونیکے قابل کیا حنا تھی مین نہ تھا	آپکے قدمون نیچے اُسکو جا تھی مین نہ تھا

اسی قبیل سے ہے۔

محمد حسن کلیم دہلوی

چھپا ہے آ مری چشم پر آب مین دریا	اُسی نے دیکھا ہی ابتک حباب مین دریا

مفتی صدر الدین خان آزردہ

نہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب مین دریا	وہ دیکھ لے مری چشم پر آب مین دریا

فطرت

ازل سے بند ہی چشم پر آب مین دریا	عجب یہ ہی کہ بھرا ہے حباب مین دریا

اسی قبیل سے ہے۔

غالب

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے	تمھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

نثار علی خان نثار

مجھ سے کہتے ہین وہ کہ تو کیا ہے	کوئی پوچھے یہ گفتگو کیا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ درد

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے	وہان پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

قصۂ شاہ روم

خدا کو یاد کر اے پتلہ خاک	بتایا جس نے تجھکو ایسا چالاک
بغیر از پر تجھے ایسا اڑایا	فرشتون نے بھی وہ رتبہ نہ پایا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

بوے کباب سوختہ آئی دماغ مین	شاید جگر کو آتش غم نے جلا دیا

ظفر

خدا جانے کیا کیا حال [illegible] کا آتش غم نے	کہ ہی بوئے کباب سوختہ ہر آہ سوزانکین

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

کیونکہ بستر پہ کرے پانون وہ رنجور دراز	کہ خود رفتگی بھی ہو سفر دور و دراز

عبد الواحد خان تمکین

کیون نہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو اس رنجور کا	جسکو از خود رفتگی بھی اک سفر ہی دور کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ہاے اُس سے خدا جُدا نہ کرے | دور اُس سے جیون خدا نہ کرے

حسرت

مجھکو تجھ سے خدا جُدا نہ کرے | مین ہون تجھ سے جُدا خدا نہ کرے

اسی قبیل سے ہے۔

میر حسن

اَلگ ہم سے یون رہنا اور چھُوٹنا | یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

گلزار نسیم

کیون جی یہ اکیلے شب کو جانا | اوپر اوپر مزے اُڑانا +

تیسری قسم سرقے کی سلخ اور المام ہی یعنی برائے مضمون و مطلب کو اور الفاظ مین باندھنا اُسکے الفاظ چھوڑ دینا جیسے۔

شیفتہ

کس لیے لُطف کی باتین ہین پھر | کیا کوئی اور ستم یاد آیا +

نسیم دہلوی

مقرر بلا آنے والی ہے کوئی | نہین بے سبب مہربانی تمھاری

اسی قبیل سے ہے۔

بادشاہ

گلستان مین جاکر ہر اک گل کو دیکھا | نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے

شیرین

جہان مین پھرا مین بشکل صبا | کسی گُل مین بُو تیری پاتا نہین

اسی قبیل سے ہے۔

میر

گلہ مین جس سے کرون تیری بے وفائی کا
جہان مین نام نہ لے پھر وہ آشنائی کا +

دا

...مین اگر تیری بے وفائی کا	لہو مین غرق سفینہ ہو آشنائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی	پھر بھی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

سودا

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات	اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہین مر بھی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

صبح گذری شام ہونے آئی میر	تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

اوج خلف مرزا دبیر

چونکا تو نہ ابتک اوج سوتے سوتے	دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب	مشک سودہ کرے ہر زخم پہ کار مرہم

امیر

اشیاے جہان سے جو کرین دفع ضرر ہم	زخمون کے لیے مشک مین مرہم کی ہو تاثیر

اسی قبیل سے ہے۔

مومن

یہ ناتوان ہون کہ ہون اور نظر نہین آتا	مرا بھی حال ہوا ہے تری کمر کا سا

آتش

نزار ہون ایسا کسی کو مین نظر نہین آتا	عشق مین گھل کر کمر کا یار کی مو ہو گیا

نواب کلب علی خان

کاہش غم سے ہجر مین نواب	کہین تیری کمر نہ ہو جائے

حسن، زاقصد

اس قدر زار ہورہا ہون مین
کمر یار ہورہا ہون مین

نجم الدین احمد

کیا ہے ضعف نے نپہان نظر سے
کمر سا مین ہوا عشق کمر سے

اسی قبیل سے ہے۔

مسکین

کھل چمن مین مین جو نعت مصطفےٰ کہنے لگا
کھول ہر غنچہ دہن صل علےٰ کہنے لگا

لطف علیخان لطف بریلوی

باغ مین جا کر پڑھا جب روح احمد پر درود
کھل گئے غنچون کے منہ صل علیٰ کے واسطے

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

کب وہ صیاد اسیرون کی خبر لیتا ہے
اور جو لیتا ہے تو مقراض سے پر لیتا ہے

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہین
کسی کو ذبح کرتے ہین کسی کے پر کترتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

فرحت علی امید

چھو جولی ہے زلف بے پیر اسکی اپنے ہاتھ سے
ڈالی اپنے پانون مین زنجیر اپنے ہاتھ سے

دیا ناتھ رجم ہنر

زلف چھو کر اس بت کافر کی قیدی ہم ہوے
پانوے دل مین پڑ گئی زنجیر اپنے ہاتھ سے

اسی قبیل سے ہے۔

انشا

کیا ہنسی آتی ہے مجھکو حضرت انسان پر
فعل بد تو انسے ہو لعنت کرین شیطان پر

ظفر

شیطنت سے کرے انسان تو سب کام خراب
کیا تماشا ہے کہ شیطان کا ہو نام خراب

اسی قبیل سے ہے۔

میر تقی

[illegible] لیکے جون نرگس
ہمنے دیدار کی گدائی کی

آتش

آنکھین نہین ہین چہرے پہ تیرے فقیر کے
دو ٹھیکرے ہین بھیک کے دیدار کے لیے

اسی قبیل سے ہے۔

سوز

خط کے نامے پہونچتے ہین تجھ تک
کاش اُن کا مین نامہ بر ہوتا۔

جرأت

جنھون کے نامے پہونچتے ہین یار تک دن رات
اُنھین کا کاشکے جرأت بھی نامہ بر ہوتا

اسی قبیل سے ہے۔

ذکی

کیسا کمال ہے کہ ستارے ہین بدر مین
افشان چُنی ہوئی یہ تمھاری جبین نہین

شرم

تمنے افشان جو چُنی چاند سی پیشانی پر
ہوگئے چہرۂ مہتاب پہ اختر پیدا

رند

مین بھی تو دیکھون چاند مین تارے جڑے ہوے
افشان چھڑک کے یار دکھا دے جبین مجھے

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

بند آنکھین کیے رہتا ہون پڑا
خواب مین آئے نظر تا کوئی

آتش

رات بھر آنکھون کو اس اُمید پر رکھتا ہون بند
خواب مین شاید کہ دیکھون طالع بیدار کو

اسی قبیل سے ہے۔

بدھ سنگھ قلندر

زلف مین چہرہ کا کچھ اور ہی ہوتا ہے فروغ
رکھے ہے روشنی شمع شب تار سے کام

ناسخ

بڑتی ہی روشن دلونکو تیرہ جانون سے غرض	جس طرح ہی شمع کو حاجت شب دیجور کی

اسی قبیل سے ہے۔

کمال

بل جو رخسارونپہ کھاتے ہین یہ دلبر گیسو	قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو ۂ

آفاق

خوب بل کھاتے ہین رخ پر ترے دلبر گیسو	ہی یقین پیچ کوئی ڈالین گے ہم پر

اسی قبیل سے ہے۔

سود

نہین شایان زیب گنبد دستار کچھ زاہد	اگر مسواک ہی اسپر کلس ہووے اگر ہووے

ناسخ

دیکھیو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف	کیا کلس مسواک کا ہے گنبد دستار پر

اسی قبیل سے ہے۔

آتش

واہ ری شانے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا	پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہ ہاے موے دوست

فہیم

زنجیر توڑی پنجۂ شل نے غضب کیا	لٹتانے سے اُس پری کی ہو [illegible]

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

شکر ہی وہ لب شیرین تو تل ہی خال سیاہ	بجا ہی تل شکری کا گمان ہونٹون پر

صفا

شکر و تل نظر آتے ہین لب و خال سیاہ	اُنکے ہم ذائقہ ہو تل شکری کا کیا مُنھ

اسی قبیل سے ہے۔

رند

گمان زلف سے نظارۂ سنبل نہین کرتے	ہمین کاٹا ہی جب سے سانپ نے رسی سے ڈرتے ہین

شفاعت

وجھوکے مین گیسو دکن کے سنبل سے کا بپتا ہون
جس طرح سانپ کا ٹا ڈرتا رہے رسن سے

اسی قبیل سے ہے۔

دبیر

اب مطلب ہمزہ ہمین خاکریہ سناے
حمزہ کی سیر پشت پہ مولا تھے لگاے

امیر

ہو سیر پشت مبارک پہ کہ حمزہ کی سپر
ذو الفقار اسد اللہ کہ شمشیر و دوم

اسی قبیل سے ہے۔

میر

شاید اُس سادہ نے رکھا ہے خط
کہ ہمین متصل لکھا ہے خط

میر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جبتک تو ہم کو بھی جواب صاف تھا
ابتو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے
دل مگر زہرہ جبینون پہ نہ مائل ہووے

سردار حسین سعید

عجب کیا ہی اگر مین بھی اسیر چاہ بابل ہون
کسی زہرہ شمائل کی زقن پر دلسے مائل ہون

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

پستان نمود ہین قد موزون یار مین
یہ کونسا ہے سرو کہ جس مین ثمر لگے

میر نصاحب یقین

پھاتیون کا ہی نہال قد گلرو مین اُبھار
سرو مین بھی نظر آتی ہی ثمر کی صورت

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

اگر [illegible] سے [illegible] گندی کا [illegible]
تو آب و دانہ کو لیکر گہر نہو پیدا

نسیم

عدم سے جانب ہستی جو مین روانہ ہوا | تگرگ وار مرے ساتھ آب و دانہ ہوا

پچھلے شاعر نے گہر کی جگہ تگرگ بدل دیا ہے۔

مرزا [illegible] مل بیگ کامل

مژگان سے گر پڑے دل برو کرے ہی ٹکڑے | یہ بات مین نے کہکر جب اُس سے داد چاہی
[illegible] ترکش جس وقت ہووے خالی | تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

خوش وقت رائے شادان

جب تلک ہو کام مژگان سے تو ابرو مت چڑھا | تیرے ہوتے کوئی کھینچے بھی ہے تلوار کو

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین | تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

انشا

یان تلک تو ہے ترا عالم تیر اندازی | کہ تجھے کہتے ہین اُستاد عرب اور عجم
طائر قبلہ نما پر بھی اگر کیجے خیال | تو وہ بھی تڑپے ہے گھر اپنے مین در توڑے ہے دم

ذوق

تیر ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا | طائر قبلہ نما خاک کرے گا طیران

اسی قبیل سے ہے۔

جرأت

صنم سنتے ہین تیری بھی کمر ہے | کہان ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

اسعد

ہے جسم مین تمھارے مرجان اگر کمر | دیکھین دکھاؤ کیسی ہے اور ہے کدھر کمر

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کیا کہیے کہ خوبان نے اب ہم مین ہے کیا رکھا
ان چشم سیاہون نے بہتون کو سُلا رکھا

امیر مینائی

وہ سُرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں	کتنوں کو لگا رکھا کتنوں کو سُلا رکھا

اسی قبیل سے ہے۔

[illegible]

ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہی سینے کو	وہاں جوبن اُبھرتا ہی یہاں چھالے اُبھرتے ہیں

امداد

وہاں سینے پہ وہ اُبھرے یہاں دل میں یہ اُبھرے ہیں	ہمارے داغ ملتے ہیں تمہارے ابھرے جوبن سے

اسی قبیل سے ہے۔

شاہ حاتم

ہجر کی زندگی سے مرگ بھلی	کہ جہان سب کہیں وصال ہوا

نسیم

کہتے ہیں مرگ کو وصال نسیم	نہ ہوا وصل ہم نے مر دیکھا

گویا

مرنے کو بھی لوگ کہتے ہیں وصال	یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہیں ہم

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

خط جو ہم کرچکے تحریر تو پہونچانے کو	آشیانوں سے نکل آئے کبوتر باہر

نواب کلب علیخان

[illegible] ترسیگر ٹون	میرے آگے بیٹھے ہیں مشتاق پر کھولے ہوے

اسی قبیل سے ہے۔

تسکین

اب یہ حالت ہے کہ اُن سا بیدرد	میرے بچنے کی دعا مانگے ہے

نواب

اب تو یہ شکل ہے کہ اُن کو بھی	حال پر میرے رقت آتی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط ۔ رونے مین کب ابر و چشم پرنم ایک ہی طور کے ہین

نظیر

مری اس چشم تر سے ابر باراں کو ہے کیا نسبت ۔ کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہے برساتی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

پیام اُس گل کو اُسکے ہاتھ دیتے ۔ سبک پائی نہ ہوتی گر صبا مین

مذاق

مین اُس گل کو پیغام دیتا ہزارون ۔ ہوا ہوگئی پر صبا کہتے کہتے

اسی قبیل سے ہے۔

افضل

آئے ہین اُسکی کمر تک تو لٹک کر گیسو ۔ طرف راہ عدم ہین مجھے رہبر گیسو

نواب

زلف پہونچے گی تری تا بکمر کون سے روز ۔ آئے گی راہ عدم پیش نظر کون سے روز

اسی قبیل سے ہے۔

نادر

نفی و اثبات دہن مین گو کہ قیل و قال ہے ۔ نا لیون کا دینا لیکن [illegible] استدلال ہے

عاقل

دیتے ہوگا لیان یہی کافی ثبوت ہے ۔ اب تو دہن کے ہونے مین حجت نہین رہی

اسی قبیل سے ہے۔

امیر

[illegible] مین نتره [illegible] رباف عجب [illegible] ہے ۔ دامن شب سے گریبان سحر ٹانکا ہے

رسا

نقرئی مو باف کا کل مین نہین + ۔ صبح روشن ہے گریبان گ[illegible] شب

اسی قبیل سے ہے۔

طوطا رام شایان

جعد مشکین میں نہیں موباف زر ہے | گر پڑی بجلی شب دیجور میں ہے

مفتون

دیکھکر موباف زریں اُسکے مفتون جعد میں | خلق کہتی ہی پڑی بجلی شب دیجور میں

اسی قبیل سے ہے۔

مہدی از کی مرادآبادی

دل مجھ سے رہا جُدا ہمیشہ | گویا وہ ضمیر منفصل ہے

مولوی سید محمد صدیق حسن خان نواب

دل مانند من جُدا ہمیشہ | گوئی کہ ضمیر منفصل است

اسی قبیل سے ہے۔

شیخ علی حزین

نگہ از گوشہ چشمش چنان مستانہ مے آید | کہ ترسا زادۂ بدست از میخانہ مے آید

ذوق

یون نگہ نکلے ہے چشم یار سے | مست جیسے خانۂ خمار سے

اسی قبیل سے ہے۔

مثنوی پدماوت مؤلفہ عبرت

نزاکت سے شکم میں بچہ اُس کا | نظر آوے تھا جون مینا میں صہبا

غالب

چون صورت آئینہ ز افراط لطافت | آید بنظر بچۂ او از شکم او

اسی قبیل سے ہے۔

انندرام مخلص

ندہد گر الم جدائی ہا | چیز خوبے است آشنائی ہا

میر

طریق خوب ہی آپس میں آشنائی کا | نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

صائب

بہار عمر ملاقات دوستداران است
چہ حظ برد خضر از عمر جاودان تنہا

نہال چند لاہوری

ہمیں عزیزوں ہی کی صحبت سے تو جینے کی ہوا
ورنہ کیا فائدہ ہی خضر سا تنہا رہنا

افضل علیخان افضل

حضرت خضر بنے رہ کے جو تنہا لیا لطف
زندگی وہ ہی جو ہو جائے بسر یاروں مین

قلق

ہم جو یاروں مین نہ بیٹھین تو ہمین صبر نہ آئے
حضرت خضر کو کیا زیست کی لذت ہوگی

شیخ امام علی سحر

بے لطف بسر کرتے ہین یہ خضر و مسیحا
کچھ لطف نہین زیست کا بے صحبت احباب

اسی قبیل سے ہی یہ شعر سعدی کا ہے۔

دوستان منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم
باید اول بتو گفتن کہ چنین خوب چرائی

خواجہ احسان اللہ بیان دہلوی

یہ لوگ منع جو کرتے ہین عشق مین مجھکو
انھون نے یار کو دیکھا ہی یا نہین دیکھا

میر

چاہنے کا ہم پہ یہ خوبان جو دھرتے ہین گناہ
انسے بھی پوچھو کوئی تم اتنے کیون پیارے ہوے

اسی قبیل سے ہے۔

شیخ فریدالدین عطار

حمد بیحد مر خدای پاک را
آنکہ ایمان داد مشت خاک را

علام امام شہید

حمد بیحد اس خدائے پاک کو
نور ایمان جسنے بخشا خاک کو

اسی قبیل سے ہے۔

سراج الدین علیخان آرزو

شیخ ز تاریخ جہان آگہم
کعبۂ تو کہنہ صنم خانہ ایست

سودا

اپنے کعبے کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر
اندروے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہین

ولہ

تواریخ جہان سے شیخ جی ہم خوب ہین آگاہ
اُسے کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یون سمجھو

امیر احمد مینائی

دیر کی تحقیر کراتنی نہ اے شیخ حرم
آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بتخانہ تھا

اسی قبیل سے ہے۔

حاجی محمد گیلانی

ازگداز شمع باشد شعلہ را پایندگی
میکند از پہلوے مظلوم ظالم زندگی

سودا

جو ناتوان نہ کرین دستگیری دشمن
تو خار وخس نہ کرین شعلے کو کبھو برپا

اسی قبیل سے ہے۔

انوری

تا عشق تو در سینہ مکان کرد کرا جا
کس دید در آفاق بیک شہر دو را جا

قلندر

دل مین خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہے
اُجڑے ہی ملک آوے ہی جب شاہ دوسرا

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ اے یارم توئی
ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی

[illegible] ا م ے

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ
بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

اسی قبیل سے ہے۔

بوعلی سینا

گردم ہمہ مشکلات عالم را حل	ہر بند کشودہ شد مگر بند اجل

میر انیس

عقدے سب حل ہوے مگر آہ انیس	یہ بند اجل کسی سے کھولا نہ گیا

اسی قبیل سے ہے۔

غنی

گشت چون رشتۂ عمرم کوتاہ	معنی سالگرہ فہمیدم

انیس

جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا	یان اور گرہ سے اک برس جاتا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

کاتبی

بودیم ہمچو نافہ ہمہ عمر در خطا	موے سفید بین و درون سیاہ را

انیس

نافے کی طرح عمر خطا مین گذری	بالون پہ سفیدی ہے سیاہی دل مین

اسی قبیل سے ہے۔

نظامی

سنان بر سنان رستہ چون نوک خار	سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار

انیس

ہر سمت تھی سنان پہ سنان مثل خار زار	ہر صف مین تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

اسی قبیل سے ہے۔

لا ادری

چو نفی اثبات ست از مردن نمی ترسم	بقاے من چو شمع کشتہ باشد در فناے من

انیس

خود پیام زندگی لائی قضا میرے لیے	شمع کشتہ ہون فنا مین ہے بقا میرے لیے

اسی قبیل سے ہے۔

مخلص کاشی

در فراق تو چہا اے بُتِ محبوب کنم | صبر ایوب کنم گریۂ یعقوب کنم

شرف الدین ...ن

ہجر مین کیا کیا نہ ترے عشق مین محبوب کیا | صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا

اسی قبیل سے ہے۔

بیدل

مسّی آلودہ بر لب رنگ پان ست | تماشا کن تہ آتش دخان ست

ناسخ

مسّی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے | تماشا ہے تہ آتش دھوان ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ناصر علی

گویند کہ شب بر سر بیمار گران ست | گر سُرمہ بچشم تو گران ست ازان ست

ناسخ

ناتوانی سے گران ہی سُرمہ چشم یار کو | جس طرح ہورات بھاری مردم بیمار کو

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

بروز بیکسی کس نیست غیر از سایہ یار من | اگر آنہم ندارد طاقت شبہاے تار من

ناسخ

سیہ بختی مین کوئی کب کسی کا ساتھ دیتا ہی | کہ تاریکی مین سایہ بھی جدا ہوتا ہی انسان

اسی قبیل سے ہے۔

صائب

خرد شمار گنہ را کہ گنا ہے ست بزرگ | اگندمے کرد ز فردوس بیرون آدم ما

ہادی

گنہ کو مت گنو چھوٹا کہ جنت کے مدارج سے | کہون چھوٹے سے دانے نے کیا بر باد آدم کو

اسی قبیل سے ہے۔

قتیل

مالالغزہ کشت وقضارابہانہ ساخت	خود سوے ماندید وحیارابہانہ ساخت

اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون مرزا رحیم الدین حیاؔ کے شعر کے پہلے مصرع مین اور دوسرے مصرع کا مضمون روشن شاہ روشن کے شعر کے پہلے مصرع مین بندھا ہے۔

حیا

اذا سے جان لیتے ہین اجل کا نام کرتے ہین	وہ اپنے سر کی یہ تہمت پرائے سر پہ دھرتے ہین

روشن

دیکھ کے مجھکو منھ کو چھپایا اور حیا کا نام کیا	واہ ری تیری دانشمندی اس مین بھی اک کام کیا

اسی قبیل سے ہے۔

قدسی

آلودہ زقطرات عرق دیدہ جبین را	اختر زفلک می نگرد روے زمین را

سودا

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبین کو	اختر پڑے جھانکین ہین فلک پر سے زمین کو

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

بہار بے سپر جام یار مے گذرد	نسیم ہمچو خدنگ از کنار مے گذرد

سودا

بہار بے سپر جام یار گذرے ہے	نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے

فائدہ مرزا رفیع سوداؔ سے اور فدوی و میر ضاحک و مولوی ندرت کشمیری وغیرہ سے رنجش تھی اور سوداؔ ان لوگون کی ہجو بہت کیا کرتے تھے اس لیے یہ لوگ اُن سے عداوت رکھتے تھے اور چند مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب کوئی غزل یا شعر تازہ مضمون کا سوداؔ نے کہا اور ان تک پہونچا اُنھون نے اُسی مضمون کی غزل یا شعر فارسی زبان مین تیار کر کے مشتہر کر دیا اور کہدیا کہ سوداؔ نے چوری کی ہے اصل شعر فارسی کا تھا پس اصل مین چور وہ لوگ تھے نہ مرزا رفیع سوداؔ اور جہان کہین سوداؔ کے شعر کے مضامین کسی ایسے فارسی شعر مین جسکا شاعر اُنکے زمانے سے سابق نہو یا شاعر کا نام نہ معلوم ہو پائے جائین وہ شعر بلا شبہہ مخالفین کا ہوگا۔

بیان سرقۂ غیر ظاہر

سرقۂ غیر ظاہر اسے کہتے ہین کہ اگر دو شاعرون کے شعر کسی عاقل کو سنائے جائین تو وہ اُنکے سُننے کے بعد اس بات کا حکم کرنے ہین کہ ایک کی اصل دوسرا ہے تامل و غور کی طرف محتاج ہو اگرچہ سرقۂ غیر ظاہر مین بھی پہلے شاعر کے معنی دوسرا شاعر لیتا ہے لیکن اس مین یہ بات مخفی ہوتی ہے کہ دوسرے نے پہلے سے معنے لیے ہین بخلاف سرقۂ ظاہر کے کہ اس مین یہ امر خوب ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے معنی سے دوسرے معنے لیے گئے ہین اور اسکی پانچ قسمین ہین۔

ایک قسم یہ ہے کہ کوئی شاعر ایسا شعر لکھے کہ اس کا مضمون دوسرے شاعر کے شعر سے مشابہت رکھتا ہو اور شاعر ماہر وہ ہے کہ مشابہت کے اخفا مین کوشش کرے اس طرح کہ شعر کی زمین بدل دے اور مضمون بھی بدل دے اس طرح کہ اگر پہلے کا شعر ہجو مین ہو تو ہجو مین لکھے اور اگر پہلے کا شعر مرثیے مین ہو تو تہنیت کے موقع پر لائے۔

میر

کفر کچھ چاہیے اسلام کی رونق کے لیے	حُسن زنار ہے تسبیح سُلیمانی کا

سودا

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی	نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سُلیمانی

اسی قبیل سے ہے۔

[illegible]

تھی لاگ اُسکی تیغ کو ہم سے سو عشق نے	میدان معرکہ مین گلے سے ملا دیا

میر

کشتون سے بیابان بلا پاٹ رہی تھی	مل مل کے لعینون کے [illegible] کاٹ رہی تھی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کیسے مین جان بلب تھے ہم دُوری بُتان سے	آئے ہین پھر کے یار وا[illegible] خدا کے ہان سے

ذوق

گرا بکے پھرے جیتے وہ کعبے کے سفر سے	تو جانون پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

...

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی	بیچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر پائین

حالی

زہر سقراط سے ناصح کو پلا دیتے ہین	اور یوسف سے برادر کو دغا دیتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا	دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا

جرأت

پاس جا بیٹھا جو مین کل اک ترے ہمنام کے	رہگیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

کیا اعتبار ہستی ناپائدار کا ہے	چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

غالب

اک نظر بیش نہین فرصت ہستی غالب	گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

اسی قبیل سے ہے۔

شرم

دُنیا نہ ترے عارض گلگون کو دیکھا	جام حباب ہوگا کٹورا گلاب کا

ناسخ

معطر اُسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا	حباب بحر ہر اک شیشۂ گلاب ہوا

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

دست رنگین سے خون بہا میرا	یہی کافی ہے خونبہا میرا

میر بہادر علی محبت

اگر حنا ترے ہاتھون سے خون بہا دل کا	تو ہوگا دست نگارین سے خونبہا دل کا

اسی قبیل سے ہے۔

میر کلو عرش

آسیا کہتی ہی ہر صبح بآواز بلند | رزق سے بھرتا ہی رزاق دہن پتھر کے

وزیر

منھ جس نے دیا وہ رزق دے گا | گویا یہ دہان آسیا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

اے ابر قسم ہی تجھے رونے کی ہمارے
ٹپکا ترے آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی؟

ظفر

تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط | رونے مین کب ابر و چشم پرنم ایک ہی طور کے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

ممنون

تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہی کیا ممنون | وہی فتنہ ہی لیکن یان ذرا سانچے مین ڈھلتا ہے

غالب

ترے فتنہ قامت سے اک قد آدم | قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

ب

ابروے جانان میں اور کعبے مین ظاہر ہے یہ فرق | یہ خدا کی ہی بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

ظفر

دل میں بھی ہین دونون گھر خدا کے فرق پر ہے | وہ تعمیر اسکے ہاتھونکی یہ تعمیر اپنے ہاتھونکی

اسی قبیل سے ہے۔

ولہ

ہو جائے ہی برا بھی بھلا وقت احتیاج
مردار ہے حلال اُلاتین دن کے بعد

امیر

مجھکو زاہد نہین شراب حرام	تیسرے دن میسر آئی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

ص

دنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہونگے	چرچے یہی رہینگے افسوس ہم نہ ہونگے

مولوی محمد اسمعیل

ہے اس انجمن مین یکسان عدم وہ وجود میرا	کہ جو مین یہان نہوتا یہی کاروبار ہوتا

سودا کا شعر ہے۔

ص

پہلے ہی آشیان مین باز کے بچہ کبوتر کا	شبان نے گرگ کو گلے کی سونپی ہے نگہبانی

اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون قلق کے شعر کے دوسرے مصرع کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہے اور دوسرے مصرع کا مضمون مومن کے شعر کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہے۔

مومن

گرگ نے دور عدل مین اُس کے	سیکھ لی راہ و رسم چوپانی

قلق

یہ عدالت سے ہے جہان معمور	باز سیتا ہے بچۂ عصفور

دوسری قسم سرقۂ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ ایک شاعر کی بیت مین ادعا عام ہو دوسرا اپنے شعر مین ادعا خاص کرے مثال اسکی۔

محمد یار خان امیر

ہائے سرخی ترے رخسار کی ہنگام عتاب	جتنا بگڑے ہے تو اتنا ہی سنور جاتا ہے

شہید

غصے مین نیاز نکالے ہین پری رو	جیون جیون یہ بگڑتے ہین سنور جاتے ہین کیسے

پہلے شعر مین خاص اپنے معشوق کے رخسار کا عتاب مین سرخ ہوجانا اور جتنا اُسکا بگڑنا اُتنا ہی سنور جانا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین یہ باتین عام معشوقون کے واسطے ثابت کی ہین داغ نے بھی اس مضمون کو باندھ لیا ہے اور اُنکے شعر مین ادعائے خاص ہے۔

داغ

قصے نے اور رنگ ترا شوخ کر دیا	اچھی بنی نگار حسین صورت عتاب

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ وزیر

ایک عالم نے جبہہ سائی کی	اے بتو تمنے بھی خدائی کی

دہلوی

جھکے زاہد سراپا ے صنم پر سجدہ کرنے کو	خدا کی شان بت کرنے لگے دعوے خدائی کا

پہلے شعر مین حکم سجدے کا عام ہے یعنے تمام عالم کا سجدہ کرنا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین خاص زاہدون کے سجدے کے لیے لکھا ہے۔ عاشق نے اس مضمون کو یون باندھا ہے

تماشا دیکھتا ہون مین تری قدرت نمائی کا	خدا کی شان دعوی ہے بتونکو بھی خدائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

ظفر

زلف یون روے عرق آلودہ پر لہرائے ہے	صبح جون ناگن گلون پر چاٹنے اوس آئے ہے

وزیر

نہین ہے روے عرقناک پر وہ شکین زلف	یہ اوس چاٹنے نکلا ہے ملک چین کا سانپ

پہلے شعر مین عموماً ہر ایک ناگن کے گلون کی اوس چاٹنے کے لیے خاص صبح کے وقت نکلنے کا ادعا ہے اور دوسرے شعر مین خاص ملک چین کے سانپ کا اوس کو چاٹنے کے لیے دعوی کیا ہے اور اسکے نکلنے کا وقت معین نہین کیا ہے اور نہ کسی خاص قسم کی اوس کا ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالرزاق شاد نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔

چھپے ہوے عرق آلودہ رخ پہ گیسو ہین	کہ اوس چاٹنے نکلے ہین ماہتاب مین سانپ

اسی قبیل سے ہے۔

امیر خسرو

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف	با میداین کہ روزے بشکار خواہی آمد

میر

ہر سو سر تسلیم رکھے صید حرم ہین	وہ صید فگن تیغ بکف تا ادھر آوے

پہلے شعر مین شتاق شکار رہنا عموماً تمام آہوان صحرائی کی نسبت بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین خاص حرم کے جانورون کی نسبت۔

تیسری قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہی کہ کسی خاص مضمون کو ایک محل سے دوسرے محل مین نقل کرین یعنی وہ خاص مضمون ایک شاعر نے کسی اور موقع پر لکھا تھا دوسرا اُسکو کسی اور موقع پر لا[illegible] مثال یہ قول دبیر کا ع

آنکھون مین پھرے اور نہ مرے کو خبر ہو

انیس

آنکھون مین یون پھرے کہ مژہ کو خبر نہو

اول مصرع مین خبر نہونے کی نسبت مردم دیدہ کیطرف ہی اور دوسرے مین مژہ کی طرف۔

میر تقی

چمن مین گل نے جو کل دعویٰ جمال لیا | جمال یار نے مُنھ اُسکا خوب لال لیا

حیدری

برابری کا تری گل نے جب خیال کیا | صبا نے مار طپانچہ مُنھ اُس کا لال کیا

حیدری کے شعر مین صبا کے طپانچہ مارنے سے گل کا مُنھ لال ہونا بیان کیا اور میر کے شعر مین جمال یار کے شرمندہ کرنے سے گل کا لال ہوجانا بیان کیا ہی بس مُنھ کے سُرخ کردینے کے معنے کو جمال یار سے کر صبا کی طرف منتقل کردیا میر سوز نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

دعوے کیا تھا گل نے اس رُخ سے رنگ و بو کا | مارین صبا نے دھولین شبنم نے مُنھ پہ تھوکا

اس قبیل سے ہے۔

ہ

علی کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جان ہے | عصائے پیر ہی تیغ جوان ہی حرز طفلان

ذوق

نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے | عصا ہی پیر کو اور سیف ہی جوان کے لیے

پہلے شعر مین بیان کیا گیا ہی کہ علی کا نام بڑھے کے لیے عصا ہی اور جوان کے لیے تلوار ہی اور دوسرے شعر مین ان اُمور کو راستی کی طرف نسبت کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

مداح خال روے بتان ہون مجھے خدا	بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز ہے

مذاق بدایونی

عشق خال بتان سے ہوگی نجات	کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ

اسی قبیل سے ہے۔

مجرات

مشاطہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی	لب بند ہوے سبکے کچھ منھ سے نہ بات آئی

ایاز محمد خان ایاز

گلشن مین صبا لیکر جب گل کی نبات آئی	غنچے کے ہوے لب بند کچھ منھ سے نہ بات آئی

پہلے شعر مین معشوق کی نبات کا لانا مشاطہ کی طرف منسوب کیا ہے اور لب بند ہونے کی نسبت آدمیون کی طرف کی ہے اور دوسرے شعر مین گل کی نبات کا لانا صبا کی طرف منسوب کیا ہے اور لب بند ہونے کی نسبت غنچے کی طرف کی ہے۔

غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی کا بیٹا محمد سلطان جب لاہور کے باہر راوی کے کنارے ترکان تاتاری کی لڑائی مین مارا گیا تو امیر خسرو نے اس کا مرثیہ ترکیب بند مین لکھا ہے اس مین کہتے ہین۔

بسکہ آب چشم خلقے شد روان در چارسو	پنج آبے دیگر اندر ملتان آمد پدید

شیخ ناسخ نے الہ آباد مین بیٹھے اس ہی سے یہ مضمون تراشا

ایک تربینی ہے دو آنکھین مری	اب الہ آباد بھی پنجاب ہے

اول شعر مین ملتان کا آنسوؤن کی کثرت کی وجہ سے پنجاب ہوجانا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر مین الہ آباد کا چونکہ اس ملک مین پانچ دریا ہین ستلج بیاس راوی جہلم چناب اس لیے اس ملک کو پنجاب کہتے ہین بعض کہتے ہین کہ ناسخ کا مصرع یون ہے۔ ع

تین تربینی ہین دو آنکھین مری

تربینی یعنی تین بینی۔ گنگا جمنا سرستی۔ ترنین کو کہتے ہین مگر چونکہ تربینی تینون دریاؤن کا متحدا ایک نام ہوگیا ہے اس لیے تین اسکے اوپر لگانا مضائقہ نہین کلیات قدر کے دیباچے مین جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہی ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

مین بھی تو دیکھون چاند مین تارے جڑے ہوا رنے افشان چھڑک کے یار دکھاوے جبین نے

میر مہدی جنون شاگرد رشک

کسی نے تار ۔۔ دیکھے چاند مین ابتک | تمھارا چاند سا چہرہ ہے اور تارے گال

اول شعر مین چاند مین تارے جڑے ہونے کے ساتھ افشان چھڑکی ہوئی جبین کو تشبیہ دی ہے اور مضمون کو بطریق استفہام کے ادا کیا ہے اور دوسرے شعر مین چاند مین تارے ہونے کے مضمون کو چہرے اور گال کی تشبیہ مین باندھا ہے اور اول اُس ہیئت کے وجود کا انکار کرکے پھر چہرے اور گال کی تشبیہ سے ثبوت کو پہونچایا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

میر شمس الدین فقیر

خال اُس کی بیاض گردن کا | نقطۂ انتخاب ہے گویا

میر تقی

نقطۂ خال سے ترا ابرو | بیت اک انتخاب کی صورت

اسی قبیل سے ہے۔

میر

عجب صحبت ہی کیونکر صبح اپنی شام کرتے ایا | جہان ٹک آن بیٹھے ہم کہا آرام کرلیے اب

انشا

جب مین جلتا ہون تو منھ پھیر کے یون کہتے ہین | نیند آئی ہی مین آپ بھی آرام کرین۔

جرأت

اسی قبیل سے ہے

رتبہ گل بازی کا دلا کاش تو پاتا | ہاتھون سے جو گرتا تو وہ آنکھون سے اٹھاتا

ذوق

مرے زخمون مین پر کر دو نمک اب کیا بچاؤگے | گریگا گر زمین پر یہ تو آنکھون سے اُٹھاؤگے

اول شعر مین نسبت آنکھون سے اُٹھانے کی گل بازی کی طرف ہے اور دوسرے مین نمک کی طرف۔

انشا

اللہ ری رنگت تری ہلہ ری نزاکت — بوسے بے تو ہم نہ کیے ہونٹ ہین نیلے

محسن مؤلف سراپا سخن

لیا تھا ہمنے تصور مین ایک دن بوسہ — غضب ہے آج تلک نیلگون ہین سا گال

پہلے شعر مین نیلے ہونے کی نسبت بوسے کے تصور سے ہونٹون کی طرف ہی اور دوسرے مین گالون کی طرف میر حسن نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

وہ رخسار نازک کہ ہوجائین لال — اگر اسپہ بوسے کا گذرے خیال

اور میر ہادی علی بیخود نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔

نیلگون فرط نزاکت سے ہوا جاتا ہے — اب تو بوسے کا تصور بھی ہی بار عارض

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیم ساکن بلند شہر

سوز دل و جگر نے آخر یہ جوڑ ڈالے — اس بت کو کیا رلایا پتھر نچوڑ ڈالے

فرید احمد وفا

پھر اگئین جو آنکھین مل مل کے سوز غم سے — اشک اس نے کیا نکالے پتھر نچوڑ ڈالے

پہلے شعر مین رولا — کی نسبت معشوق کی ہے اور اسی کے دل کو پتھر قرار دے کر نچوڑنے کی نسبت کی ہے اور دوسرے شعر مین عاشق کی طرف رونے کی نسبت کی ہی اور آنکھون کو پتھر قرار دے کر ان کی طرف نچوڑنے کی نسبت کی ہی اور یہ مضمون دراصل انشا کے شعر سے اخذ کیا ہے۔

آنکھین پتھرا گئین اور تسپہ بھی ٹپکے آنسو
بل بے ہجران تری قدرت کہ نچوڑے پتھر

چوتھی قسم ۔ سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ ایک شاعر کا کلام دوسرے شاعر کے کلام کی ضد ہو جیسے

منہ ڈھانکدیا خواب مین اس رشک پری کا — کیا ہمنے بگاڑا تھا نسیم سحری کا

منہ کھولدیا خواب مین اس رشک پری کا — ممنون ہون مین آج نسیم سحری کا

اسی قبیل سے ہے۔

اختر

نہ دیکھی چشم ناز سے چھوٹی نہ دست آرسے	گنا کیے ہین بارہا یار کے کمر نہین

برق

سب نے چلتے ہوے آنکھون سے انھین دیکھا ہا	ہیچ نہ ہین رنگ کرتے ہین

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر

یوسف جو کہا انھین تو بو لے	کیا آپ نے مول لے لیا ہے

اسیر

پہونچا ہی ابتو حسن کا رتبہ یہان تلک	اکثر وہ بول اٹھتے ہین یوسف کے نام سے

خواجہ حیدر علی آتش نے اس مضمون کو یون باندھا ہی۔

کہے جو یوسف انھین کوئی تو یہ کہتے ہین	ہمین بھی تجھے ہو تم بیچنے کے قابل کا

اسی قبیل سے ہے

مثال بدر جو حاصل ہوا کمال مجھے	گھٹا گھٹا کے فلک نے کیا ہلال مجھے

سید عبدالوہاب وہاب

ملی ہی مہر سے ہے بدر کا کمال مجھے	مجال کیا جو بنائے فلک ہلال مجھے

اسی قبیل سے ہے۔

حافظ

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا	کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

ناسخ

اے دل زار نڈر کوہ غم عشق سے تو	کہ اوا خر ہے سبک گرچہ اوائل بھاری

اسی قبیل سے ہے۔

نشاط

نمود سبزۂ خط کیا عذار آتشین پر ہو
زمین شور سے کسنے اگا دیکھا ہی سنبل کو

عزیز بریلوی

اگا ہی سبزۂ خط رخ پہ اُس کان ملاحت کے	زمین شور سنبل بر نیارد کون کہتا ہے

ثابت نے اس مضمون کو اسطرح باندھا ہے۔

نمک پروردۂ رخ پر سبزۂ خط ؛	زمین شور مین سنبل اُگا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

میر حسن

قسم مجھکو حضرت سلیمان کی یہ آن	ہوئی دشمن اب اُسکی مین جان کی

تپش

دُہائی ہے مجھکو سلیمان کی	کہ دشمن نہین مین تری جان کی

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کاش دل دو تو ہوتے عشق مین	ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین

بغیرہ

کاشکے دل سو بھی ہوتے عشق مین	رفتہ رفتہ سب کو کھوتے عشق مین

اسی قبیل سے ہے۔

بقاء اللہ خان بقا

ان آنکھون کا نت گریہ دستور ہے	دوآبہ جہان مین یہ مشہور ہے

ولہ

اسیلاب سے آنکھون کی رہتے ہین خرابے مین	ٹکرے جو سے دل کے بستے ہین دوآبے مین

میر

وے دن گئے کہ آنکھین دریا سے بہتیان تھین	سوکھا پڑا ہے اب تو مدت سے یہ دوآبہ

بقانے تو اپنے شعرون مین لکہا ہے کہ آنکھین ہمیشہ آنسو بہاتی رہتی ہین اور یہ دوآبہ ہمیشہ ہرا رہتا ہے اور میر نے بیان کیا ہے کہ آنکھین مدت سے آنسو نہین بہاتین یہ دوآبہ کبھی کا خشک پڑا ہے۔

اسی قبیل سے ہے

میر آتش

تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنون	شاید آجائے کوئی آبلہ پا میرے بعد

[illegible]

خار صحرائے جنون یون ہی اگر تیز رہے | کوئی آئے گا نہین آبلہ پا [illegible]

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ایک محروم چلے میر ہمین دُنیا سے | ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

[illegible]د

سودا جہان مین آکے کوئی کچھ نہ لیگیا | جاتا ہون ایک مین دل پر آرزو لیے

پہلے شعر مین اپنا دنیا سے محروم جانا اور زمانے عالم کو بہت کچھ دینا بیان کیا ہی اور دوسرے شعر مین عالم کا زمانے کے عطیہ سے محروم رہنا اور اپنا دنیا سے محروم نہ جانا ذکر کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

محمدی بیداد

ہم تری خاطر نازک سے حذر کرتے ہین | ورنہ یہ نالے تو تجھ مین اثر کرتے ہین

خواجہ امانی

اثر ہو سنگ مین کیونکر اُنھون کو رام کرین | بتون کے دل ہو تو یارب یہ آہین کام کرین

اسی قبیل سے ہے۔

ٹیلچند بہار

اگر جلوہ نہین ہے کفر کا اسلام مین زاہد | سلیمانی کے خط کو دیکھ کیون زنار کہتے ہین

ظفر

کفر و اسلام ایک ہین کس طرح | دونون فرقون کا سلسلہ ہے اور

ا[illegible] قبیل سے ہے۔

نواب آصف الدولہ

ساقیا مے سے چھکا دے کہ بہکتے جاوین | برق کی طرح جدھر جاوین چمکتے جاوین

دُلطن بیگم

ایسے کم ظرف نہین ہم جو بہکتے جاوین | مثل گل جاوین جدھر کو تو مہکتے جاوین

اسی قبیل سے ہے۔

نواب آصف الدولہ

جہان مین جہان تک جگہ پایئے
عمارت بناتے چلے جایئے

بیگم

مت کرو فکر عمارت کی کوئی زیر فلک
خانۂ دل جو گرا ہووے سو تعمیر کرو

پانچوین قسم - سرقۂ غیر ظاہر کی یہ ہی کہ دوسرے شاعر کے مضمون سے کچھ لیکر اور چیزین ایسی بڑھادین کہ بہ نسبت اول کے زیادہ لطف ہو جائے جیسے -

مومن

خونبہا قاتل بیرحم سے مانگا کس نے
کہ فرشتے مجھے یان داغ درم دیتے ہین

ذوق

اتنی تھی ماہی بریان کہ دبیران قضا
داغ دیتے ہین اُسے جس کو درم دیتے ہین

ظاہر ہی کہ مومن کے شعر مین داغ درم دینا اور خونبہا مانگنا محض ادعا ہے اور ذوق کے شعر مین داغ دینا اور صاحب درم ہونا ثابت ہے مومن کے شعر سے داغ و درم کا مضمون لیکر ایسی طرح سے ادا کیا ہی کہ اُسکی نسبت بہت بلیغ ہو گیا ہے -

اسی قبیل سے ہے -

مومن

کیا کیا جلی ہو بزم مین تجھ بن نہ جب پھرے
پروانہ شمع شملہ شمائل کے آس پاس

داغ

رُخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہین
اُدھر جاتا ہی دیکھین یا اِدھر پروانہ آتا ہے

اسی قبیل سے ہے -

ثناء اللہ خان فراق

آتا یہ ہچکیون کا ہمین بے سبب نہین
بھولے سے اُسنے یاد کیا ہو عجب نہین

مرزا محمد تقی خان ہوس

نزع مین ہمنے عجب طرح سے دل شاد کیا
آئی ہچکی تو کہا اُسنے ہمین یاد کیا

پہلے شعر مین صرف ہچکی کا آنا اور معشوق کا یاد کرنا بیان کیا ہی دوسرے شعر مین نزع کی ہچکی کا آنا اور نزع کے وقت دل کا شاد کرنا زیادہ کیا ہے جس سے شعر نہایت لطیف ہو گیا -

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

زلف کو دیجیے کیا مار سیہ سے تشبیہ
سایۂ زلف سے ہوجاتے ہین اژدر پیدا

برق

تیری زلفون کے اگر لکھنے لگون مین اوصاف
زمین حرف سے ہون [illegible] زمین اژدر پیدا

حسرت امام موسیٰ کاظم کی مدح مین کہتا ہے۔

حسرت

صلب آدم مین تو ہی تھا کہ تجھے سجدہ کیا
سب فرشتون نے بفرمان خداوند کریم

سودا

ملک سجدہ نکرتے آدم خاکی کو گر اُس کی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ

دیا میرے جنازے کو جو کاندھا اُس پری رو نے
گمان ہے تختۂ تابوت پر تخت سلیمان کا

وزیر

پریزادون نے مٹی دی جو مجھکو بعد مرنے کے
کوئی تختہ لحد مین ہے مگر تخت سلیمان کا!

اسی قبیل سے ہے۔

امیر مینائی

وقت رفتار ہے زر ریز عجب فیض قدم
نقش پا راہ مین بنجاتے ہین دینار و درم

افضل

جو نقش پا ہے درہم زر سے نہین ہے کم
رکھتے ہین کیا پدم میت زردار پانو مین

اسی قبیل سے ہے۔

میر

چشم رکھتا ہے تو چل فیض ہوا کو ٹک دیکھ
نرگس اُگتی ہے جہان بوئی تھی دہقان نے بصل

نطق

طالب چشم تماشا ہے جو گلشن کی بہار
نرگس اُگتی ہے اگر باغ مین بوتے ہین بصل

پچھلے شعر مین نہایت ہی لطف ہو گیا ہے۔
اسی قبیل سے ہے۔

میر

قسم جو کھائیے تو طالع زلیخا کی	عزیز مصر کا بھی صاحب اک غلام لیا

سودا

کمال بندگی عشق ہے خداوندی	کہ ایک زن نے مہ مصر سا غلام لیا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

مت رنج کر کسو کو کہ اپنے تو اعتقاد	دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

سودا

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ	یہ قصر دل نہین کہ بنایا نہ جائے گا

اسی قبیل سے ہے۔

جبتک کہ ذوالفقار نے کاٹے نہ تن پر	ہرگز نہ دم لیا پر روح الامین نے

انیس

خیبر مین کیا گذر گئی روح الامین پر	کاٹے ہین کسکی تیغ دو پیکر نے تن پر

اسی قبیل سے ہے۔

ضمیر

اک نیزہ ہوا پار وہ سو سو کے جگر سے	رشتے کا گذر ہوتا ہی جون سلک گہر سے

انیس

ہوتا تھا پار آکے وہ ہنگام دار و گیر	سو دل سے مثل رشتۂ تسبیح ایک تیر

اسی قبیل سے ہے۔

نظیر

ہوا جو اُسکا وہ کوچہ چمن بہشت نصیب	خدا نے ہمکو اسی جا کیا بہشت نصیب

اُلفت

ہمیشہ کہتے تھے اُلفت کو لوگ زشت نصیب	سو آج کوچے مین تیرے ہوا بہشت نصیب

اسی قبیل سے ہے۔

فراغ

محو نظارہ ہوا گُل کیا فقط نرگس کی آنکھ	چشم بد دور آپ پر پڑتی نہین ہے کسکی آنکھ

فروغ

تجھپہ پڑتی ہے یار سب کی آنکھ	چشم بد دور ہے غضب کی آنکھ

اسی قبیل سے ہے۔

بیمار

یون چمکتے ہین وہ دندان لب خندان کے تلے	جسطرح سلک گہر پارہ مرجان کے تلے

اسیر

اُسنے انگلی جو دبائی کبھی دندان کے تلے	شاخ مرجان نظر آئی در غلطان کے تلے

اسی قبیل سے ہے۔

مجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا	مجھ سے یہ اک کار خطا ہو گیا

عیار

مشک ختن کہا تری زلفون کو کر معاف	پڑتا ہون پانؤن باندھو نہ مجھ بے خطا کے ہاتھ

اساتذہ کا قاعدہ ہے کہ جب وہ دیکھتے ہین کہ ایک مضمون کسی متقدم شاعر نے باندھا اچھی طرح نہ بندھ سکا یا اُسپر ترقی ممکن ہے تو وہ دانستہ اُس مضمون کو لیکر اس طرح ادا کرتے ہین کہ جو کسر تھی نکلجاتی ہے اور شعر بلند رتبہ جاتا ہے اور یہ عیب نہین بلکہ مستحسن ہے مولانا غلام علی آزاد کیا خوب فرماتے ہین۔ ؎

شاہد معنے کہ باشد جامہ لفظش کہن	نکتہ دانے گر حریر تازہ پوشاند خوش ست

سرقہ غیر ظاہر کی قسمین بلغا کے نزدیک مقبول ہین بلکہ سرقے کا اطلاق اُن پر ناروا ہے۔

فائدہ جلیلہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ تذکرون مین جو کلام داخل ہوتا ہے وہ مختلف طریقون سے ملتا ہے جن شاعرون کے دیوان ہاتھ آتے ہین اُنکے اشعار دیوان سے منتخب کیے جاتے ہین اور جن کے دیوان دستیاب نہین ہوتے اُن کے اشعار معاصرین سے طلب کر لیے جاتے ہین بعض اساتذہ اپنے تلامذہ کے اشعار بھجوا دیتے ہین اور بعض تلامذہ اپنے اُستادون کے شعر

لکھوا دیتے ہین کوئی سخنور کسی شاعر کے شعر اپنی یاد پر لکھدیتا ہے بس اس صورت مین اکثر دھوکا ہوجاتا ہے کہ کسی شاعر کے شعر کسی کے نام سے تذکرے مین درج ہو جاتے ہین۔

بیان توارد

ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ کسی شاعر کا کوئی شعر یا چند اشعار بغیر اختلاف لفظ و معنی کے ہوبہو دوسرے شاعر کے کلام کے مطابق ہوجاتے ہین یا مضمون بالکل مطابق ہوتا ہے اور قصد سرقہ کا نہین ہوتا۔ اس کو **توارد** کہتے ہین اور ایسا بعض اساتذہ کے کلام مین پایا جاتا ہے اگرچہ یہ بات کمال جودت پر دلالت کرتی ہے اور اتفاقی ہے مگر مایۂ درد والم ہے کیونکہ جب ایک جادو رقم کسی بریزاد مضمون کو بکمال محنت و جستجو تسخیر کرتا ہے اور پھر دیکھتا ہے کہ مجھ سے پیشتر دوسرا پری خوان اُسی دلربا کو مینائے عبارت مین اُتار چکا ہے تو کیا کچھ افسوس کرتا ہے غم کھاتا ہے اور خون جگر پیتا ہے۔ اور توارد و سرقہ مین فرق یہ ہے کہ توارد نادانستہ ہوتا ہے اور سرقہ دانستہ اور جو کلام کبھی نظر سے نگذرا ہو اور کانون تک نہ پہونچا ہو اُس مین اکثر توارد نہین ہوتا اور اگر کہین احیاناً ہوجاتا ہے تو مذموم نہین بلکہ پچھلے شاعر کی علو طبیعت پر دلالت کرتا ہے کہ اُس کی فکر اُستاد کی فکر سے جاملی لیکن بدگمانون کی زبانون سے چھٹکارا کہان کہ وہ اُس بلند پروازی اور عنقا شکاری کو سرقے پر حمل کرتے ہین اور سنان طعن و تشنیع سے طلسم نگارون کے دلون کو چھیدتے ہین۔

نقل ایک مرتبہ لشکر گوالیار مین مشاعرہ ہوا اور یہ طرح ہوئی

	کیا جانے لکھدیا اُسے کیا اضطراب مین

مولوی سید احسن صاحب تجود بریلوی ساکن بدایونی موطن کا مطلع تھا۔

ساقی کا عکس رخ نہین جام شراب مین	ہے آفتاب جلوہ نما آفتاب مین

انھین دنون مین چودھری سعید الدین حسین صاحب رئیس کھیڑہ بدایون نے مجلس مشاعرہ ترتیب دی تھی اور وہان بھی یہی طرح ہوئی تھی مولوی احمد حسن صاحب وحشت بدایونی جو پرانے شاعر اور ایک نامی آدمی ہین اُن کا بھی مطلع غزل یہی تھا۔

	ساقی کا عکس رخ نہین الخ

ایک کو دوسرے کے شعر سے اطلاع تو درکنار نام سے بھی واقفیت نہین تھی اور اتنا زمانہ بھی نہین

گذرا تھا کہ اُن کا شعر ان تک پہونچا یعنے ایک ہی ہفتے مین دونون جگہ مشاعرہ ہوا تھا۔

نقل دیگر آبحیات مین لکھا ہی کہ ایک دفعہ قلعہ دہلی مین مشاعرہ تھا حکیم آغا جان عیش نے ایک شعر اپنی غزل مین پڑھا۔

اے شمع صبح ہوتی ہی روتی ہی کس لیے	تھوڑی سی رہ گئی ہی اسے بھی گذار دے

ذوق کی غزل مین بھی اس مضمون کا ایک شعر تھا۔

اے شمع تیری عمر طبیعی ہی ایک رات	رو کر گذار یا اسے ہنسکر گذار دے

نقل آبحیات مین ناسخ کے حالات مین لکھا ہے کہ الہ آباد مین ایک دن مشاعرہ تھا شیخ صاحب نے جو غزل پڑھی اسکا مطلع تھا۔

دل اب محو ترسا ہوا چاہتا ہے	یہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے

ایک لڑکے نے غزل پڑھی جسکا مطلع تھا۔

دل اُس بُت پہ شیدا ہوا چاہتا ہے	خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہے

اُس وقت شیخ ناسخ نے بہت تعریف کرکے کہا کہ بھائی تمھارا مطلع آفتاب ہے مین اپنا پہلا مصرع غزل مین سے نکال ڈالون گا۔

بیان تمغا

کبھی شعرا کا کلام انھین کے دوسرے کلام سے مل جاتا ہے اور مضمون مکرر بندھ جاتا ہے محققین کے نزدیک اُس کا کچھ مضائقہ نہین اور اس امر کو اصطلاح شعرا مین **تمغا** کہتے ہین لیکن حق یہ ہے کہ وہ مضمون متبذل ہوجاتا ہے شعراے فارس مین سے مرزا صائب کے کلام مین اور شعراے ریختہ مین سے میر تقی میر کے یہان تکرار مضامین بہت پائی جاتی ہے۔

سودا

اتنا حسد ہی عاشق و معشوق مین کہ نور	ٹھہرے جو ہووے شمع کے تو جل مرے پتنگ

اس شعر کا مضمون ایک قصیدے کے مطلع سے لڑگیا ہی کہتے ہین۔

ولہ

اشجار کا بستان جہان مین ہے عجب ڈھنگ
جلتا ہی چنار اُس سے رخ گل پہ جو ہی رنگ

سودا

لے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے / ٹپکا تری آنکھوں سے کبھی لخت جگر بھی

ولہ

دیکھیں تو کسکی چشم سے گرتے ہیں لخت دل / تو اس طرح سے رو سکے ای ابر تر کہ ہم

عشرت

یہ گرمی اسکی آہوں سے تھی پیدا / کہ تو باغ سارا جل گیا تھا

ولہ

یہ آتش اُسکی آہوں سے تھی پیدا / کہ جس سے دشت سارا جل گیا تھا

میر

چشم خوں بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا / ہمنے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

سمجھے تھے میرؔ ہم کہ یہ ناسور کم ہوا / پھر ان دنوں میں دیدۂ خونبار نم ہوا

ولہ

چمن میں گل نے جو کل دعویِ جمال کیا / جمالِ یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا

دوسری جگہ کہتے ہیں۔

دعوے کیا تھا گل نے ترے رخ سے باغ میں / سیلی لگی صبا کی سو منھ لال ہو گیا

ولہ

حق صحبت نہ طیروں کو رہا یاد / کوئی دو پھول بھی یاں تک نہ لایا

عجب نقشہ ہے نقاش ازل نے / کوئی ایسا نہ چہرہ پھر بنایا

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

گلشن کے طائروں نے کیا بیمروتی کی / اک برگ گل قفس میں ہم تک کوئی نہ لایا

نقشہ عجب ہی اُس کا نقاش نے ازل کے / مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا

ولہ

سحر جام خوں ہی جو منھ دھو چکوں ہوں / یہ مفلوک ایسے کے گھر میہمان ہے

دوسری جگہ کہتے ہین۔

جام خون بن نہین ملتا ہمین کچھ صبح کو میر	جب سے اس چرخ تبہ کار کے مہمان ہوے

ولہ

بوے کباب سوختہ آئی دماغ مین	شاید جگر بھی آتش غم نے جلادیا

دوسری جگہ کہتے ہین۔

آتش غم مین دل بھنا شاید	دیر سے بو کباب کی سی ہے

ولہ

غیر عزیز از جان نہین لکھتا وہ یوسف کو کبھی	کیا غرور میرزائی ہے ہمارے یار کو

دوسری جگہ کہتے ہین۔

جز برادر عزیز یوسف کو	نہین لکھتا کبھو غرور سے وہ

ذوق

جنکی شادابی کو ہر کو اگر دیکھے تو دودم	طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

دوسری جگہ کہتے ہین۔

اور کہہ بھی ہون وہ خوش آب جنھین دیکھے دو	طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

ظفر

نہین غیر عزیزون سے سرخ رو ہرگز	ہوے ہین ایسے لہو زیر آسمان سفید

منہ

عزیزون مین نہین پاتے ذرا ہم بو محبت کی	سفید ایسا زمانے نے کیا یکبار لہو کو

غالب

زندگی اپنی جب اس رنگ سے گذری غالب	ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

یہ مضمون تھوڑے سے فرق کے ساتھ فارسی غزل مین بھی مرزا صاحب نے باندھا ہے۔

گفتنی نیست کہ بر غالب ناکام چہ رفت	میتوان گفت کہ این بندہ خداوند داشت

ولہ

رفوے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزان کی
سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

زخم سلوانے سے۔ چارہ جوئی کا ہی طعن | غیر سمجھا ہی کہ لذت زخم سوزان مین نہین

انشا

اللہ ری رنگت تری بہلہ ری نزاکت | [illegible] ہین نیلے

ولہ

صبح رخسار اُس کے نیلے تھے | شب جو گذرا خیال بوسے کا

مہاراجہ سرکشن پرشاد

ہر طرح اسکی خیر نیت ہے | کفر و اسلام سے محبت ہے

ولہ

کفر و اسلام کا نہین ہے خیال | ہر طرح خیر شہ کی نیت ہے

نشی

نہ پوچھو اُس پری کے حسن کا عالم کہ آفت ہے | بلا شوخی غضب رفتار قامت اک قیامت ہے

منہ

چشم ہی قہر بلا زلف قیامت قامت | اسلیے لوگ تمھین آفت جان کہتے ہین

محشر

ڈرتا ہون لاگ جائے کسی کی نہ چشم زخم | اس دھج سے آگے سب کے تو میرے نہ لگا تیغ

منہ

سب کے آگے اس ادا سے تیغ میرے مت لگا | ناحق ای قاتل کسی کی ٹوک مین آجائے گا

انداز کلام کا ایک سا ہونا

ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو شاعرون کے کلام کا انداز ایک سا واقع ہوتا ہے مثلاً۔

شاہ مبارک آبرو

جہان اُس خو کی گرمی تھی نہ تھی وان آگ کو عزت | مقابل اُس کے ہو جاتی تو آتش لکڑیان کھاتی

اسی انداز مین حافظ عبدالرحمن خان احسان نے ایک شعر کہا ہے۔

دخت رز سے کمانیخانے مین شب رندون نے | آج تو خوب ہی خنکے تری سوکن کو لگے ۔

یعنی بھنگڑخانے مین بھنگڑون نے خوب سبزیان گھونٹین اور ٹھرے اُڑائے تم بھی یارون پر نظر عنایت کرد۔

اعظم

بڑھی ذقن سے خط روے یار کی قیمت | زیادہ ہوتا ہے محصول کشت چاہی کا

ستایان

کیون نہو چاہ ذقن سے سبزہ خط کی بہار | باغ وہ سرسبز ہی جسکے کنوان نزدیک ہی

اسی قبیل سے ہے۔

زکی

عشق مین نسبت نہین بُلبُل کو پروانیکے ساتھ | وصل مین وہ جان دے یہ ہجر مین جیتی رہے ۔

ٹیکچند بہار

کرے وہ سلطنت یہ عشق مین شیرین کے سر دوئے | تکلف برطرف خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

اسی قبیل سے ہے۔

محسن

لیا تھا ہنے تصور مین ایک دن بوسہ | غضب ہے آج تلک نیلگون ہین سارگال

مخمور

خواب مین پہونچا جو وان دست خیال | نیلا پیلا اُس کا زانو ہو گیا

اسی قبیل سے ہے۔

میر

سرہانے میر کے آہستہ بولو | ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہی

سودا

داکے جو بالین پہ ہوا شور قیامت | خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد

بگرد تربتم امشب ہجوم بلبل بود | مگر چراغ مزارم ز روغن گل بود

میر

جاے روغن دیا کرے ہے عشق	خون بلبل چراغ مین گل کے

اسی قبیل سے ہے۔

میر

کیا خوبی اُسکے منھ کی اے غنچے نقل کریے	تو تو نہ بول ظالم بُو آتی ہی دہان سے

سوز

دعوے کیا تھا گل نے اُس رخ سے رنگ و بُو کا	مارین صبا نے دھولین شبنم نے منھ پہ تھوکا

تنبیہ

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ جب تک پُورا پُورا حال معلوم نہ ہو جائے تب تک سرقہ نہ کہین اور یہی حال ہماری مثالون کا ہے چنانچہ علامہ تفتازانی نے مطول مین لکھا ہے کہ سرقے کا حکم اُس وقت کرنا چاہیے جب کہ ثانی کا اخذ اول سے یقینی ہو ورنہ سرقے کے احکام مترتب نہین ہو سکتے توارد کے قبیل سے ہوگا اور جس صورت مین کہ ثانی کا اخذ اول سے معلوم نہ ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ فلان شاعر نے یون کہا ہے اور دوسرے نے سبقت کرکے اس طرح پایا ہے کیونکہ اس حسن تعبیر سے فضیلت صدق کی ہاتھ سے نہ جائے گی اور علم غیب کے دعوے اور غیر کی طرف نقص کی نسبت کرنے سے بھی محفوظ رہے گا اگر نظر تفتیش سے ملاحظہ کیا جائے تو توارد مضامین سے خالی کم شاعر پائے جائین گے اس لیے کہ احاطہ جمیع معلومات کا علم الٰہی کا خاصہ ہے معنی نگار کا خامہ اندھیرے مین تیر چلاتا ہے کیا جانے کہ صید دار ستہ ہے یا بال در بستہ ہے کلیم نے کیا خوب گوہر انصاف پروئے ہین۔

نیم کلیم بطور بلندی ہمت	کہ استفادۂ معنے جز از خدا نہ کنم
بخوان فیض الٰہی چو دسترس دارم	نظر بکاسۂ دریوزۂ گدا نہ کنم

وے علاج توارد نمے توانم کرد
مگر زبان بہ سخن گفتن آشنا نہ کنم

اور ہمنے فرض کیا کہ شاعر ایک زبان کے دیوانون کا احاطہ کرلے مگر غیر زبان کے دیوانون کا کیا علاج السنۂ مختلفہ کا جامع ہونا تو بہت نادر ہے۔

ملحقات سرقہ

بحث سرقہ کے ملحقات مین سے تضمین اور اقتباس اور عقد و حل ہی اور انکے سرقہ کے ملحق ہونے کی یہ وجہ ہی کہ ان مین بھی کلام سابق کے معنی کو کلام لاحق مین داخل کیا جاتا ہے۔

بیانِ تضمین

تضمین اسے کہتے ہین کہ ایک شاعر دوسرے شاعر کا پورا شعر یا مصرع کاٹکڑا لیکر اپنے کلام مین باندھے اور اسکا نام بھی لکھدے اور اس طرح نام دینے سے کوئی سرقے کا گمان نہین کرتا کبھی پورے شعر اور اُس سے زائد کی تضمین کو **استعانت** کہتے ہین اور مصرع اور مصرع سے کم کی تضمین کو **ایداع** اور **رفو** بولتے ہین اور اگر تضمین مین تھوڑا سا تصرف بھی کر دیا جائے تو مضائقہ نہین مگر تغیر کثیر مضر ہے کیونکہ تضمین سے نکل کر حد سرقہ مین داخل ہو جائیگا جیسے۔

نہالچند لاہوری مؤلف مذہب عشق

مسی ملکر جو اُسنے پان کھایا +
مسی مالیدہ لب پر رنگ پان ہے

یہ مطلع پڑھکے ناسخ کو سُنایا
تماشا ہے کہ آتش دُھوان ہے

بعضے تضمین ایسے مشہور شعر کی کرتے ہین کہ اسپر گمان سرقہ کا نہین ہوتا مثال۔

میر درد

پوچھا مین درد سے کہ بتا تو سہی مجھے
کہنے لگا مکان معین فقیر کو

ای خانمان خراب ہی تیرا بھی گھر کہین
لازم ہی کیا کہ ایک ہی جاگہ ہو گھر کہین

درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست
تونے سُنا نہین ہے یہ مصرع مگر کہین

یہ مصرع شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا مشہور ہے۔

ناسخ

اغیار کی جو سعی سے بالفرض جائے ذہن
مجھکو نوائے بلبل شیراز یاد ہے

واللہ ہونگاہ مین شل سقر بہشت
کیا لکھوں کہ منہ نکر دن ہوا گر بہشت

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابرست
رفتن بپاے مردی ہمسایہ در بہشت

یہ مشہور شعر سعدی کا ہے۔

منیر

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل	ہجوم کرب جسمانی وفور رنج روحانی
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا	کہ کس بحر بلا میں کشتی ہستی ہے طوفانی

مصرعہاے اول حافظ کے ہین۔

صاحبقران

اے ساکنان عالم جو کسب یان کرو تم	با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
اُسکی کچو نہ جب سے ہاتھ اپنا جا پڑا ہے	دل مے رود ز دستم صاحب دلان خدارا
لے رند خانقہ مین لڑکون سے ربط کم کر	دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

صاحب قران شتابی دو چار گھونٹ پی لے
تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا +

مصرعہاے آخر حافظ کے ہین۔
تذکرۂ شمع انجمن مؤلفہ نواب مولوی صدیق حسن خان مین سرو آزاد کے حوالے سے یہ لکھا ہے
کہ **تضمین چسپان** مقطع غزل مین مرزا محمد علی طرشی متخلص بہ سلیم شاعر فارسی کی ایجاد سے ہی
اُسکا مقطع یہ ہے۔

سلیم امشب بہ یاد تربت حافظ قدح نوشم
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا +

مؤلف کہتا ہے کہ انھین مولوی غلام علی آزاد نے تذکرۂ خزانۂ عامرہ مین لکھا ہے کہ ہلالی جو
اُس سے مقدم ہے اور نو سو چھتیس ہجری مین مارا گیا ہے اُس نے بھی اس مصرع کو تضمین کیا ہے

ہلالی چون حریف بزم رندان شد بخوان مطرب
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا +

اسی طرح کمال خجند نے جو ہلالی سے بھی بیشتر گذرا ہے خسرو دہلوی کے چند مصرعون کو تضمین کیا ہی
یہ ایک مقطع اُس کا ہے۔

بروی دل عشاق کمال از سخن خوب
خوبان عمل فتنۂ دیوان تو یا بند

تعجب ہے کہ نواب صاحب کا تذکرہ مولانا غلام علی آزاد سے دونون تذکرون سے قدرے کمی بیشی کے ساتھ لفظاً و معناً ماخوذ ہے مگر اُنھون نے اس مقام پر کچھ بھی تتبع نہ کی۔

مثال اُردو۔

ناسخ

یاد آیا ہے مجھے مصرع گرم اے ناسخ
نفس سرد بھرون تو بھی نہو دم خالی

مذاق

اب اُن سے ہنسنے بولنے کی بات بھی گئی
رونے کی بات ہو کہ ملاقات بھی گئی
جلسہ ہی رند مشربون کا ہو گیا خراب
مستون کے ساتھ بزم خرابات بھی گئی
شیخی مذاق کس کی رہی اب بقول میر
اِس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

امداد علی امداد رامپوری

گر خون سے نہ مل امداد بقول ناسخ
داغ حسرت کے سوا خاک حاصل ہوگا

غالب

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

رند

جگر پہ نقش ہی مصرع یہ مصحفی کا رند
لٹکتے ہین تری ہیکل کے تا کمر تعویذ

ناصر

جسم دگردن کا تری جس بزم مین افسانہ تھا
تھی ہی قالب صراحی واژگون پیمانہ تھا
یک قلم شمشیر قاتل نے کیا اُس کو قلم
کیا نہال عمر اپنا سبزہ بیگانہ تھا
قبر ناصر سے بقول درد آتی تھی صدا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

لمولعہ

رہے گریہ کنان ہم عمر بھر افلاک کے نیچے
لیگا چین کیونکر دیکھیے اب خاک کے نیچے

لگی ہے آنکھ شاید دخت رز سے ساقیو لالی | پڑا رہتا ہے جو آٹھوں پہر یہ تاک کے نیچے
سمجھ کر دل سے دل کو جلانا تو نہ ای ظالم | دبی ہے آگ یہ تو تودہ خاشاک کے نیچے

تجھے بھی آہ ای نجمی بقول برکت اللہ خان
ملی ہے جاے مرقد کوزہ گر کے چاک کے نیچے

ولہ

شب کو جو ماہرو سے ملاقات ہو گئی | ساری مفارقت کی مکافات ہو گئی
خورشید اُسکے رُخ کی چمک سے خجل ہوا | زلفون کا رنگ دیکھ کے شب بات ہو گئی
سمجھا نہ کوئی آنکھون ہی آنکھون مین بات کو | میری اور اُس پری کی عجب بات ہو گئی

نجمی کے دل پہ آج تو سودا کی طرح سے
ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

بیان اقتباس

کوئی آیت یا جز و آیت کلام الٰہی کی یا حدیث لائی جائے تو اُس کو اقتباس کہتے ہین اور فرق تضمین و اقتباس مین یہی ہے کہ تضمین ہر ایک شاعر کے کلام کو اپنے کلام مین موزون کرتے ہین اور اقتباس صرف کلام ربانی یا حدیث کے موزون کرنے سے عبارت ہے مثال اس کی۔

انشا

اے عشق جلوہ گر ہے خود تجھ مین ذاتی لا | والسابحات سبحا فالسابقات سبقا

سبزہ اگر پڑھانا خورصبح دم ہو پہا
تو لیجے برگ کوئی والناشطات نشطا

ولہ

صنما بر رب کریم یہان وہ ہر ایک تیرا ہی مبتلا | کہ اگر الست بربکم تو کہے تو کہدین ابھی بلا

گویا

کہا کرے یہ عدو سوز آتش غم سے
جلا جلا وقنا ربنا عذاب النار

نصیرالدین حیدر بادشاہ

تیغ ابرو دیکھ کر آئی ندا اے بادشا	لافتے الاعلی لاسیف الاذوالفقار

ذوقؔ

جوش روئیدگی سبزہ پہ یاد آئے ہے کل	آیت انبتہ اللہ نباتا حسنا

بیان عقد

عقد اُسے کہتے ہین کہ کوئی آیت یا حدیث اس طرح نظم کیجائے کہ اُس مین تغیر آجائے اور یہ تغیر خواہ بہت زیادہ ہو یا کم ہو لیکن اشارہ اس بات کی طرف کردیا جائے کہ یہ قرآن وحدیث کا ٹکڑا ہے اور کسی کے قول اور مثل وحکمت مشہورہ کو باندھنا بھی اسی قبیل سے ہے اور اس مین تغیر کا ہونا شرط نہین بغیر تغیر کے بھی اس طرح بیان کرنا درست ہے کہ فلان نے ایسا کہا ہی اور تغیر کے بعد بھی اشارہ کرنا اور نہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس مین اقتباس کو دخل نہین اور حق یہ ہے کہ آیت وحدیث کو زبان اُردو مین نظم کیا جاے تو اشارہ کرنا کچھ ضرور نہین کیونکہ دونون زبانون مین فرق ہے البتہ عبارت عربی مین آیت وحدیث کو تغیر کے ساتھ نظم کرین تو اشارہ ہونا چاہیے۔

ارشدؔ

احرام مین لبیک وسعدیک سے دل	خوش کرتے ہین گو کعبہ دل ہان سبل

ناقوس صنم سے ہم بھی یان سُنتے ہین
سُبحانک ما خلقت ہذا باطل

اصل آیت اس طرح ہے ما خلقت ہذا باطلا سُبحانک۔

سراجؔ

جی سے بیقے وجہ ربک کی سدا سمرن کو بھج
درد کرمن سے خیال من علیہا فان کا

اصل آیت اس طرح ہے کل من علیہا فان ویبقے وجہ ربک ذوالجلال والاکرام یہ مثال اُس قسم کی ہے جس مین آیت قرآن کو تغیر کے ساتھ نظم کیا ہے۔

حالی

ہے مردِ سخن ساز بھی دنیا مین عجب چیز
باندھے کسی فن مین کہین بند نہ اُس کو
موجود سخن گو ہون جہان وان ہین طبیب آپ
اور جاتے ہین بن آپ طبیبون مین سخن گو
دونون مین سے کوئی نہو تو آپ ہین سب کچھ
پر ہیچ ہین جس وقت کہ موجود ہون دونو

ان اشعار مین اس مثل مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے نہ پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا و بیشہر ہر دو ہیچ۔

ولہ

سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا	وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

اس شعر مین اس حکمت مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے السفر وسیلۃ الظفر۔ آبحیات مین سید انشا کے حالات مین لکھا ہے کہ اس معاملے مین میان بیتاب کا قول لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ سید انشا کے فضل و کمال کو شاعری نے کھویا اور شاعری کو سعادت علیخان کی مصاحبت نے ڈبویا۔

بیانِ حل

یہ ہے کہ کسی کی نظم کو نثر کر کے استعمال کیا جائے جیسے۔

انشا

توریت کی قسم قسم انجیل کی تجھے	تجھکو قسم زبور کی فرقان کی قسم

اس قول کو غالب نے یون حل کیا ہے بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم توریت کی قسم زبور کی قسم۔

حالی

سر رہ چراغ اک عرب نے جلایا
ہر اک قافلے کا نشان جس سے پایا

اس قول کو مولوی ذکاءاللہ صاحب نے شوکت سلطنت انگلشیہ کے بیان مین اس طرح حل کیا ہے یہ لڑکا تھم تھم کر چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھا کر تھوڑی دور چلا تھا کہ تھک گیا اور گھٹنون کے بل ہار کر بیٹھ گیا ننھے ننھے قدمون سے آگے نہ چل سکا مگر اپنے ہاتھون سے ایک گپت راہ مین ایک مٹی کا دیا ایسا جلا گیا کہ زمانہ جتنا آگے چلتا گیا اور دیے اُس سے روشن ہوتے رہے غرضکہ ایک راہ پچھلون کو بتا گیا اور اُس راہ کا رہنما اور پیشوا ہوگیا کہ پیرون کی پیروی کرنی پڑی راہ ڈھونڈھنی نہ پڑی۔

سعدی

شتر بچہ با مادر خویش گفت	پس از رفتن آخر زمانے بخفت

بگفت ار بدست منستے مہار
ندیدی کسے بار کش در قطار

اس قول کو مولوی محمد اسمٰعیل نے اُردو کی چوتھی کتاب مین اس طرح حل کیا ہے کبوتر بولا ارے بیوقوف اگر ایسا حیلہ مجھ سے بن پڑتا تو مین اپنی ہی رہائی کی فکر نہ کرتا تیرا حال اُس اونٹنی کے بچے کا سا ہے جسنے سفر کی ماندگی سے اُکتا کر کہا تھا اے میری پیاری مان ذرا تو ٹھہر جا کہ ذرا مین دم لیلون مان نے جواب دیا لے میرے بھولے بھالے بچے اگر مہار میرے ہاتھ مین ہوتی تو بھلا مین یون لدی لدی کیون پڑی پھرتی۔

بیان تصرف

کسی کے کلام مین کچھ الفاظ کو تغیر دے کر اپنی مرضی کے مطابق کر دینے کو تصرف کہتے ہین جیسے میر کے اس مقطع مین۔

میر کو کیون نہ مغتنم جانین
اگلے لوگون مین اک رہا ہے یہ

مرزا غالب نے یون تصرف کیا ہے۔

کیون نہ میرن کو مغتنم جانین
دلی والون مین اک بچا ہے یہ

میر کی جگہ میرن اگلے لوگون کی جگہ دلی اور رہا کی جگہ بچا بنا دیا ہے۔

وزیر	
جانور جو ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے اے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے	

چونکہ اکثر صدقے مین کوا چھوڑا کرتے ہین اسلیے ذوق نے یون تصرف کیا ہے۔

زاغ بھی گر ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے اے شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

آبحیات مین اسی طرح لکھا ہے ذوق نے اپنے نزدیک اصلاح دی ہے لیکن وہ اہل سنت تھے بادشاہ بھی اُن کے ہم مذہب تھے دوسرے کے مذہب سے ناواقف تھے فرقۂ امامیہ مین موافق اقوال رسولؐ خدا تین طریقے منجملہ متعدد طریقون کے رائج ہین غالباً جن سے قصبات کے قدیم شیعہ بھی بہت کم واقف تھے (۱) عمل گندم ایک صاع (وزن ہے عمدہ اور صاف گیہون لیکر بیمار کو چت لٹاتے ہین اور اُس کے سینے اور شکم پر آہستہ آہستہ گیہون ڈالے جاتے ہین اور ادعیۂ ماثورہ پڑھے جاتے ہین جب گیہون ختم ہو جاتے ہین تو سمیٹ کر مستحقین نماز گذار کو دیے جاتے ہین۔ (۲) عمل گوسپند کہ ایک بکرا یا بکری بے عیب جوان عمر کچھ دعائین پڑھکر بیمار کے گرد پھرا کر شرعی طور سے ذبح کرکے مستحقین کو اُس کا گوشت تقسیم ہوتا ہے اور بعض مرتبہ پکوا کر روٹی کے ساتھ کھلایا جاتا ہے یہ عمل زمانۂ وبا مین بھی کیا جاتا ہے۔ (۳) عمل طائر ایک کبوتر کو سات گولیان آٹے کی کھلائی جاتی ہین پہلے کاغذ کے پرچون پر آیات شفا لکھی جاتی ہین پھر اُس کبوتر کو بیمار کے سر سے اُتار کر چھوڑ دیتے ہین یہی عمل طائر ہے جس کا اشارہ وزیر نے کیا ہے اس کا ضمیمہ یہ طریقہ بھی ہے کہ خفیف خفیف بیماریون مین کبوتر کو تصدق کرکے چھوڑ دیتے ہین صوفیاے کرام کے یہان کوا تصدق کرتے ہین نجمین نحوست زحل کے واسطے سیاہ رنگ کی چیزین خیرات کراتے ہین اُس مین کوا ہوتا ہے۔

اور مصحفی کی غزل مین جسکا یہ مقطع ہے۔

تھا مصحفی یہ مائل گریہ کہ پس مرگ تھی اُسنے دھری چشم پہ تابوت مین انگلی	

انشاء اللہ خان نے مرزا سلیمان شکوہ کے اشارے سے تصرف کرکے اُلٹا ہے چنانچہ مقطع یون بنایا ہے۔

تھا مصحفی کا ناجو چھپانے کو بس مرگ
تھی اُسنے دھری چشم پہ تابوت مین انگلی

چونکہ یہ تصرف نہایت ہجو پر مبنی ہے اس سبب سے اُن دونون شاعرون کے باہم ایک عرصے تک خوب مناقشہ اور معرکہ آرائیان رہین اور طرفین سے ہجوگوئی اور رُسوائی ہوئی۔ فقط

اب یہان پر قلم نے نارسائی کی اور کاغذ نے کوتاہی ناچار تحریر وتسوید سے ہاتھ اُٹھایا اور قلم جو ایک مدت سے گرم راہروی تھا اُس نے آرام پایا اللہ کا شکر ہے کہ یہ بوجھ اثنائے راہ مین کاندھے سے نہ گرا اور بخیر وخوبی منزل مقصود تک پہونچا۔

الحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً والصلوٰۃ والسّلام علے النبی وآلہ متوالیاً ومتواتراً

اس کتاب پر نظر سوم تمام ہوئی ۱۹ جولائی ۱۹۲۵ء مطابق ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۳ روز شنبہ کو مقام رام پور ملک روہیلکھنڈ مین قریب شام کے۔

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

ہزار شکر نثار بارگاہ ناظم مجموعۂ کن فکان تازگی بخش گلستان جہان کہ اس کساد بازاری علم وفن کے زمانے مین بھی ایسے ایسے صاحب عالم علوم قدیمہ وماہر فنون دقیقہ موجود ہین جو بلا اپنے کسی ذاتی فائدہ کے خیال کے صرف عام فوائد پر نظر کرکے علمی مشاغل وتصانیف مفیدہ مین منہمک ومشتغل رہتے ہین منجملہ اُن کے ذات ستودہ صفات جناب عالم اجل فاضل اکمل مولانا مولوی حکیم **محمد نجم الغنی خان صاحب** رام پوری ابن مولوی محمد عبد الغنی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی ہے جنکے فیوض نامتناہی سے حضرات برابر فیضیاب ہوتے رہتے ہین آپ کے قلم فیض رقم سے اس وقت تک بہت سی کتب عربیہ وفارسی واردو تصنیف وتالیف ہوکر

شائع ہو چکی ہین اور پبلک مین خلعت قبولیت پا چکی ہین چنانچہ فی الحال کتاب فیض انتساب مجموعۂ لطافت و منبع بلاغت اعنی **بحرالفصاحت** جو پہلے ایک مرتبہ سنہ ۱۳۳۱ھ مین طبع ہوکر شائع ہو چکی تھی بعدہ دوبارہ سنہ ۱۳۳۵ھ مین بعد نظرثانی طبع ہوئی تھی اب سہ بارہ بعد نظرثانی وایزاد ضروریات فن مصنف صاحب موصوف کی محنت شاقہ سے تکمیل کو پہونچکر باخذ کل حقوق تصنیف بحق مطبع از جانب مصنف صاحب حسب ایمائے عالی جناب مالک مطبع **منشی لشن نرائن** صاحب بھارگو مطبع **منشی نولکشور** واقع لکھنؤ مین باہتمام سیٹھ کیسری داس سپرنٹنڈنٹ بماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ عیسوی مطابق ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۵ ہجری چھپوا کر شائع کی خداوند کریم شرف قبولیت بخشے اور طالبان فن کو اس سے فیضیاب کرے آمین ثم آمین

تمام شد

نوٹ

صفحہ ۶ کی سطر ۵ مین خلیف کی جگہ حلیف پڑھو۔ اور صفحہ ۱۰ کی سطر ۲۲ کی عبارت غلط ہے۔ اس کا موقع صفحہ ۱۸ کی چوتھی سطر ہے۔ اور صفحہ ۱۸ سطر ۱۶ مین معدالله غلط ہے سعدالله صحیح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ ریختۂ قلم مولوی رشید احمد صاحب تحویلدار کتبخانہ ریاست رام پور خلف میاں مفضل احمد صاحب مجددی نقشبندی

یہ وہ شیرین ہے کہ فرہاد ہین جس کے صدہا
جسکا دیوانہ ہے ہر ایک وہ لیلیٰ یہ ہے

گو دنیا مین مختلف علوم و فنون کی ہزارہا کتابین ہر زبان مین لکھی گئین اور لکھی جائین گی۔ مگر اُردو مین ایسی جامع اور مفید کتاب آج تک کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنی۔ اِس دعوے کی تصدیق کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہین۔ صرف ایک نظر اس کتاب کو دیکھ لینا اسکے عدیم النظیر ہونے کی کافی شہادت ہے ہر دیکھنے والا خود بخود کہہ اُٹھے گا ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب

جن خصوصیات کے لحاظ سے اس اعجوبۂ روزگار کو قدر دان ہاتھون نے یکتائی کا تاج اور مقبولیت کا خلعت پہنایا ہے وہ علمی اسرار و غوامض اور ادبی نکات و دقائق تو ارباب فضل و کمالات ہی کی باریک بین نظرین دیکھ سکتی ہین لیکن سرسری طور پر دیکھنے سے جو منظر ظاہر بین نگاہون کو نظر آتا ہے وہ بھی اِس بحر فصاحت پر تحسین و آفرین کے بادل برسانے کے لیے کچھ کم نہین ہے۔ اگر اِس کے رنگا رنگ مضامین کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک شگفتہ چمن ہے جسکے پھولون کی بہار دیکھکر چمن کے پھول بھی خجالت سے عرق عرق ہین اگر الفاظ کی آب و تاب پر نظر کی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک کان گہر ہے جسکے دُرِ شاہوار کی چمک کے آگے دریا کے موتی بھی شرم سے پانی پانی ہین۔ اگر عبارت کی سلاست و روانی کی طرف خیال کیا جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ ایک دریاے فصاحت موج زن ہے جسکی ہر لہر سلک مروارید سے زیادہ خوشنما ہے۔ غرض مجموعی حیثیت سے دیکھا جاے تو اسمین شک نہین کہ اُردو زبان اِس مایۂ ناز پر جتنا فخر کرے بجا ہے اور اہل زبان جس قدر اسکی تعریف مین رطب اللسان ہون زیبا ہے۔ فوائد و منافع کے لحاظ سے یہ نسخہ کسی طرح نسخۂ کیمیا سے کم نہین بلکہ بدرجہا بہتر ہے۔ فاضل مصنف نے اُن اہم اور معرکۃ الآرا مباحث کا جنکی تحقیق مین ایک زمانہ صرف ہوئے کے علاوہ بیش بہا کتب کا سرمایہ ہوتے ہوئے علمی قابلیت

اور محنت شاقہ برداشت کرنے کی بھی ضرورت تھی دلائل و براہین سے سلیس عبارت مین نہایت شرح و بسط کے ساتھ تصفیہ کیا ہے اور ہر قسم کے شکوک و شبہات کو رفع کرکے راستہ ایسا صاف کردیا کہ اب ہر شخص مہینوں کی مسافت منٹوں مین طے کرسکتا ہے - فارسی و عربی مین تو قواعد صرف و نحو کی بہت سی کتابین لکھی گئی ہین مگر اردو مین ابتک کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس سے اردو زبان کی نحوی ترکیب کرنے کا طریقہ معلوم ہوسکے اس عقدۂ مشکل کو بھی مصنف نے اپنی بنیظیر قابلیت و کوشش سے اس طرح حل کیا ہے جبکی اسوقت کوئی دوسری مثال نظر نہین آتی - ہزار آفرین اور لاکھ تحسین مصنف کی اس عالی ہمتی پر کہ دوسرون کے نفع کی خاطر اپنی جان کو - مال کو - وقت کو محض تصنیف و تالیف کے لیے وقف کردیا - اور اس عظیم الشان کام مین گو کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر کسی حالت مین ہمت کو پست نہ ہونے دیا اور اپنے ارادے سے منھ نہ موڑا بلکہ جس تنگ اور دشوار گذار راستے مین قدم رکھا تھا اسکو موجودہ اور آئندہ نسلون کے لیے صاف و وسیع شاہراہ بنا کر چھوڑا ہے

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

قطعہ تاریخ طبع بحرالفصاحت از مولوی رشید احمد صاحب مجددی تحویلدار کتبخانۂ ریاست رامپور

اے چشم شوق مژدہ ہوئی طبع وہ کتاب
ہے جس پہ قدر دانی اہل زمن نثار

ہر صفحہ جس کا تختۂ گلہاے رنگ رنگ
جن کی مہک پہ نافۂ مشک ختن نثار

ہر سطر جس کی بحر فصاحت کی لہر ہے
جسکے ہر ایک قطرے پہ دُرِّ عدن نثار

شاید کہ دیکھ پائی ہے اسکی جھلک کبھی
ہوتا ہے یون زمین پہ چرخ کہن نثار

ہے فکر سال طبع تو کہدو یہ اے رشید
کیا گل کھلا کہ جس پہ ہزارون چمن نثار

۱۳۴۵ ہجری

خزانۃ الادویہ اُردو

انقلاب زمانہ و کوتاہی اہل فن اور قناعت بیجا سے جو آفات علوم و فنون قدیمہ کو پہونچے وہ اظہر من الشمس ہین جن کی وجہ سے اختراعات اور ایجادات کے ساتھ ہی دائرہ تحقیقات و معلومات اس قدر تنگ ہوگیا کہ باریک سے باریک پرکار سے بھی اُس دائرہ کی شکل نہین کھینچ سکتی چنانچہ ایک فن شریف طب یونانی ہی کو ملاحظہ فرمالیجئے جو آج جاہل عطارون کے ہاتھ مین پڑکر کس حالت کو پہونچ گیا ہے گلی گلی اشتہاری طبیب اور پبلک کو خراب کرنے والے دوا فروش اپنی بے بنیاد لفاظی اور جعلسازی سے لوگون کو بہکا رہے ہین معلومات کی یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے درجہ کے اطبا بھی دوا کی صورت سے ناواقف ہین دواسازی کے قواعد اسقدر عام ہوگئے ہین کہ ہر شخص اپنے ذہن مین اُس کو سہل الاصول سمجھے ہوئے ہے انھین خرابیون پر نظر کرتے ہوئے مولانا حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری نے ایک مکمل ذخیرۂ ادویات خزانۃ الادویہ کے نام سے نہایت محنت و جانفشانی سے تیار فرمایا ہے جس مین تمام ادویات یونانی و انگریزی و ویدک کے افعال و خواص مضر و مصلح مدت حیات و تراکیب وغیرہ مفصل طور سے تحریر فرمائے ہین مولانا کی قابلیت و وسعت نظری کا اندازہ اُن کی اِس کتاب سے ہوسکتا ہے اگرچہ اِس فن کے متعلق بہت سی کتابین اُردو مین ہون گی مگر ایسی جامع کتاب شاید آج تک نظر سے نہ گذری ہوگی مولانائے ممدوح نے بڑی بڑی کتب مستندہ فن طب یونانی و انگریزی و ویدک کی ورق گردانی کر کے یہ ایک ذخیرۂ بے بہا جمع کیا ہے جس کے لئے ہم مولانا کا شکریہ ادا کرتے ہین قدردان فن طب کو مولانا کی مساعی جمیلہ کا دل سے معترف ہونا چاہیئے ایسے ہی ہمدرد ملک اور قوم کی ذات بابرکات سے اُمید ہے کہ شاید خزانہ اُردو بھی ایک دن انواع و اقسام کے جواہر علمی سے مالامال ہوجائے گا چونکہ یہ کتاب اِس مبحث خاص مین نہایت وضاحت سے لکھی گئی ہے اِس لئے چار جلدون مین ختم ہوئی ہے مجموعی قیمت بعہ ۱۹ ہے۔

المشتہر

منیجر مطبع نولکشور پریس لکھنؤ

نوٹ صفحہ ۲۳۲ کے سطر اول مین بجائے صفحہ ۱۰۰ کے صفحہ ۱۸۰ پڑھنا چاہیئے ۱۲ مصنف